جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۵۸ء | نمبر ۱

ہم نے میدان فتح کرلیا ہے کسی کی مجال نہیں جو ہمارے مقابلے پر آوے

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم اُفتاد"

حضرت مسیح موعود کا اعلانِ حق جو جلسہ سالانہ مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء میں پڑھا گیا

"براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۲ میں یہ پیشگوئی ہے بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ اس زمانہ کو پچیس برس سے بھی زیادہ گذر گیا جب یہ پیشگوئی خدا نے عزوجل کی براہین احمدیہ میں شائع ہوئی تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ تیرے اقبال کے دن آنے والے ہیں جو دین محمدی کی شان اور عزت کو بڑھائیں گے اور اس زمانہ میں جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں میں ایک زاویہ گمنامی میں مستور و محجوب تھا اور میرے ساتھ ایک بھی انسان نہ تھا اور نہ کسی کو توقع تھی کہ مجھے یہ مرتبہ ملیگا بلکہ میں خود اس آئندہ شان و شوکت سے محض بے خبر تھا اور سچ تو یہ ہے کہ میں کچھ بھی نہ تھا بعد میں خدا نے محض اپنے فضل نہ میرے کسی ہنر سے مجھے چن لیا۔ میں گمنام تھا، مجھے شہرت دی اور اس قدر جلد شہرت دی کہ جیسا کہ بجلی ایک طرف سے دوسری طرف اپنی چمکار ظاہر کر دیتی ہے اور میں نادان تھا مجھے اپنی طرف سے علم دیا اور میں کوئی مالی وسعت نہیں رکھتا تھا اس نے کئی لاکھ روپے کی میرے پر فتوحات کیں اور میں اکیلا تھا اس نے کئی لاکھ انسان کو میرے تابع کر دیا اور زمین اور آسمان دونوں میں سے میرے لئے نشان ظاہر فرمائے میں نہیں جانتا کہ اس نے میرے لئے یہ کیوں کیا کیونکہ میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں پاتا، اور میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کو حضرت عزت میں پڑھنا اپنے مناسب حال پاتا ہوں ؎

پسند یدگانے بجائے رسند
زما کہتراں تا چہ آمد پسند

میرے خدا نے ہر ایک پہلو سے میری مدد کی، ہر ایک جو دشمنی کے لئے اٹھا، اس کو نیچے گرایا۔ ہر ایک نے جو عدالتوں میں مجھے کھینچ لایا ان سب مقدموں میں میرے مولیٰ نے مجھے فتح دی۔ ہر ایک نے جو میرے پر بد دعا کی میرے آقا نے وہ بد دعا اسی پر ڈال دی جیسا کہ لیکھرام بدقسمت نے اپنی جھوٹی خوشیوں پر بھروسہ کرکے میری نسبت شائع کیا تھا کہ وہ تین سال کے اندر مع اپنے تمام فرزندوں کے مر جائے گا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود ہی میری پیشگوئی کے مطابق لاولد مرگیا اور کوئی نسل اس کی دنیا میں نہ رہی۔ ایسا ہی عبدالحق غزنوی اٹھا اور اس نے مباہلہ کرکے اپنی بد دعاؤں سے میرا استیصال چاہا سو جس قدر ہر ایک پہلو سے میری ترقی ہوئی اس کے مباہلہ کے بعد ہوئی۔ کئی لاکھ انسان تابع ہو گئے کئی لاکھ روپیہ آیا۔ قریباً تمام دنیا میں عزت کے ساتھ میری شہرت ہو گئی یہاں تک کہ غیر ملکوں کے لوگ میری جماعت میں داخل ہو گئے اور کئی لڑکے بعد میں پیدا ہوئے مگر عبدالحق منقطع النسل رہا جو مرنے کے حکم میں ہے۔[1] اور ایک ذرہ کے برابر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو برکت نہ ملی اور نہ بعد میں اس نے کوئی عزت پائی اور ان شانئک ھو الابتر کا پورا مصداق ہو گیا۔ پھر مولوی غلام دستگیر قصوری اٹھا اور اس کو شوق ہوا کہ محمد طاہر کی طرح میرے پر بد دعا کرکے قوم میں نام حاصل کرے یعنی جس طرح محمد طاہر نے ایک جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی پر بد دعا کی تھی اور وہ ہلاک ہو گیا تھا اسی طرح اپنی بد دعا سے مجھے ہلاک کرے مگر اس بد دعا کے بعد وہ آپ ہی ایسی جلدی ہلاک ہوا

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳ پر)

[1] عبدالحق غزنوی کو مباہلہ کے بعد میں نے اپنے رسالہ انوار الاسلام میں بار بار مخاطب کرکے لکھا ہے کہ اگر تم اپنی دعا سے (باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳ کے نیچے)

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیرالرسل خیرالانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود کے عظیم ورثہ (جماعت احمدیہ) کو مستحکم کرنے کیلئے

احمدی نوجوانوں کی جدوجہد

جلسہ سالانہ پر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی سرگرمیاں

نوجوان قوم کے مستقبل کے آئینہ دار ہوتے ہیں ماضی کے درخشاں کارناموں کو نشانِ راہ بنا کر مستقبل کو کامیاب بنانا قوم کے ہر ایک نوجوان کا فرض ہے۔ دراصل قوم کے نوجوان قوم کے مستقبل کے بنانے اور بگاڑنے میں ایک معمار کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی ناعاقبت اندیشی ماضی کی استوار کی ہوئی عمارت کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

ایسوسی ایشن کی تنظیم

قومی زندگی میں نوجوانوں کی اس اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس دفعہ جلسہ سالانہ سے پہلے احمدی نوجوانوں نے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کو زیادہ منظم طریق پر چلانے کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ ایسوسی ایشن نے باقاعدہ طور پر ایک مجلس آئین ساز

بعد انتخابات ہوئے۔

سال آئندہ کا پروگرام

مجلس میں سال آئندہ کے لئے پروگرام مرتب کیا گیا اور اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا۔ پروگرام میں دو چیزیں قابلِ ذکر ہیں ایک تو بنگالی زبان میں ایک ماہنامہ بلیٹن "دی پیس" کی اشاعت کو برقرار رکھنا۔ دوسرے جماعت کے نوجوانوں کی تنظیم کے سلسلہ میں دوروں کا اہتمام۔ بنگالی بلیٹن کی موجودہ اشاعت ۳۵۰ کے لگ بھگ ہے۔ اس میں قرآن کریم کا بنگالی ترجمہ جو انشاء اللہ ۱۹۵۸ء کے آخر تک مع حواشی کے مکمل ہو جائیگا اس کو قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ یکم جنوری ۱۹۵۸ء سے براہین احمدیہ کا بنگلہ ترجمہ بھی اس میں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ یہ ترجمہ ہمارے مشرقی پاکستان کے ایک احمدی بھائی شمس الدین احمد صاحب کر رہے ہیں۔ اس سے آپ بلیٹن کی تبلیغی افادیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں:

ایسوسی ایشن کا نشان

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نوجوانوں نے ایسوسی ایشن کے بلّے (Badges) چھپوا کر لوگوں کو لگائے یہ بلّا تحریک احمدیت کے مقاصد کا آئینہ دار ہے اس کا خاکہ یہ ہے کہ ہلال کے درمیان قرآن ہے۔ اوپر کی طرف انگریزی میں Islam Above all لکھا ہے جو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا انگریزی ترجمہ ہے۔ نیچے کی طرف ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا مخفف Y.M.A.A ہے۔ یہ بیج ایسوسی ایشن کا مستقل نشان ہوگا۔

جلسہ پر ٹی سٹال

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حسبِ معمول ٹی سٹال کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ چونکہ اس دفعہ ایسوسی ایشن کی توجہ زیادہ تر ایسوسی ایشن کی تنظیم اور اس کے مقاصد سے جماعت کو روشناس کرانے کی طرف رہی اس لئے ٹی سٹال کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا۔ تاہم ہمارے جائنٹ سیکرٹری صاحب منظور احمد قریشی نے اس کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کے باوجود منظور صاحب کی تگ و دو سے ایسوسی ایشن کی آمدنی میں -/۵۰ روپے کا اضافہ ہوا۔ ٹی سٹال میں شمس الرحمٰن، ضیاء الرحمٰن اور وزیر محمد کی معاونت بھی قابلِ قدر ہے۔

نشانات کی فروخت

ایسوسی ایشن کے نشان کو بیچنے میں انیس احمد، ظفر احمد فاضل رمضان، محمد حسین، عبدالستار اور عزیز اللہ ایرانی کی کوششیں قابلِ ذکر ہیں جن کی وجہ سے ایسوسی ایشن کی آمدنی میں مزید تقریباً -/۵۰ روپے کا اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ رشید احمد صاحب اور سلیم عطاء اللہ صاحب اور ایسوسی ایشن کے دوسرے ممبران کی کوششوں سے ایسوسی ایشن کی آمدنی میں ایک خاطر خواہ رقم کا اضافہ ہوا۔

ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس

۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو شام کے چار بجے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس زیر صدارت محترم ناصر احمد صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد رانا علی احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم پڑھی بعد ازاں ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری بشیر احمد صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور احباب کو ایسوسی ایشن کے آئندہ پروگرام سے روشناس کروایا اس کے بعد عبدالستار صاحب نے جو مشرقی پاکستان سے تشریف لائے ہیں اور تبلیغی کلاس کے طالب علم بھی ہیں، مقاصد احمدیت پر ایک جوشیلی تقریر کی ان کے بعد تنویر احمد صاحب نے "اسلام اور اقوام عالم" کے موضوع پر تقریر کی۔ صلاح الدین ناصر صاحب نے تنظیم پر ایک مختصر تقریر کی۔

صدارتی تقریر

آخر میں صدر مجلس نے اپنی صدارتی تقریر کی اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود نے تحریک احمدیت کو فروغ دینے کے لئے جن مذہبی اور معاشرتی رواداری کی بنیادوں پر ایک جماعت کی بنیاد ڈالی، وہ موجودہ دور میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن حضرت مسیح موعود کے اس عظیم ورثہ کو زیادہ مستحکم کرنے کے لئے ہی قائم کی گئی ہے۔ اجلاس کو برخاست کرنے سے پہلے صدرِ محترم نے رانا علی احمد صاحب، عبدالوحید صاحب اور محمد حسین صاحب سے جن کو وقت کی کمی کی وجہ سے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقعہ نہ دیا جا سکا معذرت چاہی۔

رشید احمد

سیکرٹری نشر و اشاعت

حضرت مسیح موعودؑ کا اعلان
(بقیہ صفحہ اول)

جس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ کوئی مولوی جواب نہیں دیتا کہ یہ کیا راز ہے کہ محمد طاہر نے تو اپنے زمانہ کے جھوٹے مسیح پر بددعا کر کے اسکو ہلاک کر دیا اور غلام دستگیر اپنے زمانہ کے مسیح پر بددعا کر کے آپ ہی ہلاک ہو گیا۔ یہ تو اندرونی نصرت الٰہی ہے، بیرونی طور پر خدا تعالےٰ نے وہ رعب مجھے بخشا ہے کہ کوئی پادری میرے مقابل پر نہیں آ سکتا۔ یا تو وہ زمانہ تھا کہ وہ لوگ بازاروں میں چلا چلا کر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور قرآن شریف میں کوئی پیشگوئی نہیں اور یا خدا تعالےٰ نے ایسا اُن پر رعب ڈالا کہ اس طرف منہ نہیں کرتے گویا وہ سب اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر کوئی پادری اس مقابلہ کے لئے میری طرف منہ کرے تو خدا اس کو سخت ذلیل کرے گا۔ اور اس عذاب میں مبتلا کریگا جس کی نظیر نہیں ہوگی اور اس کو طاقت نہیں ہوگی کہ جو کچھ میں دکھلاتا ہوں وہ اپنے فرضی خدا کی طاقت اور قوت سے دکھلا سکے اور میرے لئے خدا آسمان سے بھی نشان برسائے گا اور زمین سے بھی میں سچ سچ کہتا ہوں کہ برکت غیر قوموں کو نہیں دی گئی۔ پس کیا روئے زمین میں مشرق سے لیکر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ ہم نے میدان فتح کر لیا ہے کسی کی مجال نہیں جو ہمارے مقابل پر آوے۔ پس یہی بات ہے جو خدا تعالےٰ نے آج سے پچیس برس پہلے بطور پیشگوئی فرمائی ہے بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ بخدا کہ ہم محمدی آج بلند مینار پر ہیں۔ اور ہر ایک شخص ہمارے پیروں کے نیچے ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ اوّل)

مباہلہ کے اثر سے بچ سکتے ہو تو کوشش کرو کہ تمہارے گھر میں کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تا تم ابتر نہ ہو جو مباہلہ کا ایک اثر سمجھا جائیگا پس اس قدر تاکید پر ضرور اس نے دعائیں کی ہوں گی آخر ابتر رہا، پس اس سے زیادہ اور کیا نشان ہوگا۔

— منہ —

ایک اور نشانِ صداقت

جلسہ سالانہ کی رپورٹ دوسری جگہ ہدیۂ قارئین کرام ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ امر قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمارا یہ جلسہ نہ صرف اس لحاظ سے زیادہ کامیاب رہا کہ اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد سابقہ جلسوں کی نسبت بہت زیادہ تھی بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ سلسلہ اور اغراضِ سلسلہ سے ان سب نے اپنی دلی وابستگی کا اظہار ان مالی قربانیوں اور ان پاکیزہ خیالات اور اظہار رائے کے ذریعہ کیا جو نہ صرف سٹیج پر بلکہ پرائیویٹ گفتگوؤں اور احمدیہ کانفرنس کے موقعہ پر کیا گیا، جہاں تک مالی قربانیوں کا تعلق ہے اس زمانہ میں جبکہ ہر شخص (الا ماشاء اللہ) ایک خاص مالی بحران میں مبتلا ہے اور اشیائے صرف کی گرانی نے بڑے بڑے صاحبِ حیثیت لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے ایک غریب جماعت کا جو زیادہ تر ملازمت پیشہ افراد پر مشتمل ہے، نہ صرف سال بھر اپنی اپنے گاڑھے پسینے کی کمائیوں میں سے ایک حصہ انجمن کی نذر کرتے رہنا بلکہ سال کے ان آخری ایام میں بڑی بڑی رقوم کے ذریعہ سے اس جذبۂ خدمتِ دین کا اظہار کرنا جو امام وقت نے ان کے دلوں میں پیدا کر رکھا ہے ایک ایسی خصوصیت ہے جس کی نظیر دوسری جگہ ملنی مشکل ہے، دوسری انجمنوں اور جماعتوں کو علی العموم افراد کی مالی قربانیوں سے۔ بڑھکر حکومتوں کے عطیہ جات کی بہت بڑی امداد حاصل ہے اور جن مقاصد کو لیکر وہ کھڑی ہوئی ہیں، وہ ایسے دنیوی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں جن کے حصول کی خواہش عام طور پر سب لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ مروجہ اعلیٰ تعلیم کا انتظام یا حکومت میں اقتدار حاصل کرنے کی کوشش آج قریبًا ہر انجمن یا جماعت کا مطمح نظر ہے جس کے لئے انہیں بڑے بڑے صاحبِ حیثیت اصحاب اور اندرونی یا بیرونی حکومتوں کی امداد و اعانت حاصل ہے۔ لیکن اس قسم کا نظارہ بہت کم لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ایک غریب جماعت کے افراد اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر نہ صرف سال بھر ایک معین رقم خدمتِ دین کے لئے دیتے رہیں بلکہ سال کے آخر میں اپنے قومی اجتماع کے موقعہ پر اپنا جمع کردہ اثاثہ بھی راہ مولیٰ میں لٹا دیں، حالانکہ جو کام ان کے پیش نظر ہے اور امام وقت نے جو عظیم الشان مقصد ان کے سامنے رکھا ہے وہ ایسا نہیں کہ دنیوی رنگ میں ایک عام آدمی کے لئے جاذبِ توجہ ہو سکے یا افراد جماعت کے لئے کوئی دنیوی فوائد اس میں مقصود ہوں نہ اس کے نتائج ہی کے جلد پیدا ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے، تبلیغ اسلام کا کام غیر ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچانا، ایسا جان جوکھوں کا کام ہے کہ اس کے لئے بے انداز روپیہ اور قابل سے قابل آدمیوں کی زندگیاں درکار ہیں، خواہ اس کے نتائج صدیوں کے بعد ظاہر ہوں۔ کیونکہ کسی قوم یا ملک کو راہ ہدایت پر لانا خدا تعالےٰ کا کام ہے، انسان کا فرض اتنا ہی ہے کہ اپنی بساط کے مطابق کوشش کرتا چلا جائے اور ہم تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت امام وقت نے جو روح اپنے متبعین کے اندر پھونکی وہ اس مالی بحران اور مفاد پرستی کے زمانہ میں بھی اپنا کام کر رہی ہے۔

نہ صرف مردوں میں ہی یہ روح کام کر رہی ہے بلکہ قوم کے اس طبقہ میں بھی جو صنفِ نازک پر مشتمل ہے اور جس کو فطرتًا مال و جائداد سے مردوں سے بڑھکر محبت ہوتی ہے، امام وقت کی پیدا کی ہوئی روح اعلیٰ پیمانہ پر کام کر رہی ہے، اور ایثار و قربانی کے وہ مناظر اس جماعت کی مستورات کی طرف سے دیکھنے میں آتے ہیں جو ان کے دلی خلوص اور محبتِ دین پر دال ہیں۔ اس سال ہمارے جلسۂ خواتین میں یہ جذبہ نمایاں طور پر نظر آیا، جلسہ میں بہت سی خواتین دور دور سے تشریف لائیں جس کی وجہ سے جلسہ نہایت پُر رونق رہا، اس موقعہ پر جو چندہ خواتین نے دیا اس میں بیگم صاحبہ میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم کی طرف سے پانچسو روپیہ، گجرات کی خواتین کی طرف سے ستاسی روپیہ (بذریعہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب) اور وزیر آباد کی خواتین کی طرف سے پچانوے (۹۵) روپیہ چندہ وصول ہوا اس کو دیگر متفرق رقوم کو ملا کر خواتین کے چندہ کی کل میزان ۱۵۰۰ روپے سے زائد ہوگئی جو سالہائے سابق سے کہیں زیادہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مستورات میں خدمت دین کا جذبہ دن بدن ترقی کر رہا ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسجگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جلسہ میں شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کی (جن کی وفات حال ہی میں ہوئی ہے) عدم موجودگی کو بڑی طرح محسوس کیا گیا جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے ان کی بیگم صاحبہ نے اپنے محترم خاوند کی تازہ مفارقت کے باوجود اپنے فرزند گرامی میاں مقبول احمد صاحب کے ہاتھ مبلغ پانچسو روپیہ جلسۂ خواتین میں پیش کئے۔ گذشتہ سال وہ جلسۂ خواتین میں خود بھی شامل ہوئی تھیں، لیکن اس سال شامل نہ ہو سکیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں پیش آمدہ صدمہ کی برداشت کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کے فرزندان کو اپنے محترم والد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

ایک اور قابل ذکر امر یہ ہے کہ جس وقت نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھائی، تو نمازیوں کی صفیں مسجد کے اندرونی محراب سے لے کر انتہائی کونہ تک جہاں وضو خانہ ہے پھیلی ہوئی تھیں، یہ نظارہ پہلی مرتبہ دیکھنے میں آیا جس سے جلسہ میں شامل ہونے والے اصحاب کی تعداد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اتحاد و اتفاق کی فضا جو دو تین سال پہلے کسی قدر مکدر ہوگئی تھی۔ اب پھر خدا کے فضل سے بہتر اور صاف ہو گئی ہے، اس سلسلہ میں ہم مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو بالخصوص خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے ہر قسم کے اختلافات کو خیرباد کہہ کر اس دینی و قومی اجتماع میں شمولیت اختیار کی، اور اپنی فاضلانہ تقریر سے حاضرین کو مستفید فرمایا مولانا کا وجود جماعت کے علمی طبقہ میں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت دے

یہ تمام مناظر اگرچہ ایک ظاہر بین آنکھ کو معمولی نظر آئیں لیکن غور کیا جائے تو یہ واقعات امام وقت اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے ایک بہت بڑے نشان کی طرف رہنمائی کرتے

ہیں اُس وقت کو یاد کیجئے جب حضرت مسیح موعودؑ ایک معمولی انسان کی حیثیت سے پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ..... گوشۂ گمنامی کے اندر پڑے ہوئے تھے۔ اور کوئی انہیں جاننے والا بھی نہ تھا۔ نہ آپ کی شہرت یا بلندی مرتبت کا کوئی ظاہری سامان تھا اس وقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو الہام ہوتا ہے:-

یاتون من کل فج عمیق
لوگ دور دور سے تیرے پاس آئینگے

پھر اس وقت کو یاد کیجئے جب مولوی محمد حسین بٹالوی جیسا شہرت یافتہ شخص آپ کی مہتم بالشان تصنیف براہین احمدیہ پر ریویو لکھ کر اسے ایک ایسا کارنامہ قرار دیتا ہے جس کی نظیر گذشتہ تیرہ سو سال میں نظر نہیں آتی، اور اس کتاب کی اشاعت پر چاروں طرف آپ کی شہرت پھیل جاتی ہے اور لوگ آپ کے پاس آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن تھوڑا ہی عرصہ گذرنے کے بعد آپ اس شہرت اور مقبولیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حکم خداوندی سے یہ اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منصب مسیحیت پر کھڑا کیا ہے۔ اس اعلان کا ہونا تھا کہ چاروں طرف مخالفت کی ایک آگ لگ گئی۔ وہی مولوی محمد حسین جس نے براہین احمدیہ کو تیرہ سو برس کا لاثانی شاہکار قرار دیا تھا، سخت ترین مخالفت پر اُتر آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں نے ہی مرزا کو اُٹھایا ہے اور میں ہی اسے گراؤں گا۔ اور اس نے عملاً تمام ہندوستان میں پھر کر اس فتوےٰ کفر پر مہریں لگوائیں، جس کو اس نے مرزا صاحب کے گرانے کا ذریعہ خیال کیا تھا۔ اور ایک مولوی محمد حسین ہی نہیں، اس وقت کے تمام جیّد علماء نے آپ کو گرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ عوام النّاس کو آپ کے خلاف مشتعل کیا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ مباہلے کئے گئے۔ جھوٹے مقدمے بنائے گئے۔ حکومت کو اُکسانے کی کوششیں کی گئیں۔ اور نہ صرف مسلمانوں ہی نے بلکہ عیسائیوں اور آریوں نے بھی آپ کو زک پہنچانے کے لئے ہر جائز و ناجائز کوشش سے کام لیا۔ لیکن نتیجہ کیا ہے؟ آج وہ لوگ کہاں ہیں، ان کی جماعتیں کہاں ہیں، جن پر انہیں ناز تھا۔ کیا اُن کے نام بھی کوئی آج جانتا ہے؟ حضرت مرزا صاحب کو گرانے کی کوشش میں، وہ خود گر گئے اور خدا کا یہ جیّد پہلوان دن بدن شہرت، عزّت اور مالی فتوحات کے لحاظ سے آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسے ایک جماعت مل گئی جو اس کے خدمت دین کے مقصد کو سربلند رکھنے، اس کی مسیحائی کے فیوض دوسروں تک پہنچانے اور اس کے نام کو روشن کرنے میں دل و جان سے کوشاں ہے، اس جماعت کو بھی مٹانے کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی گئیں۔ ۱۹۵۳ء کا وہ طوفان عظیم کس کو یاد نہیں جب جماعت احمدیہ کے ایک ایک فرد کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے ایسے منصوبے بنائے گئے جن سے بظاہر حالات بچنا محال تھا۔ ایک ایک احمدی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ لیکن وہ خدا جس نے مرزا صاحب کو ہر قسم کی مخالفتوں میں محفوظ و مصئون رکھا۔ اس نے عین اس وقت جب ہر احمدی کو بھسم کر دینے والی آگ بھڑک چکی تھی **یا نار کونی بردًا سلامًا** کا وہ نظارہ دکھایا جو شاید ہی دنیا نے کبھی دیکھا ہو۔ اور آج وہی جماعت احمدیہ اپنے پیارے امام کی ہدایات کے ماتحت اشاعت اسلام کا جذبہ دلوں میں لئے ہوئے اس قومی اجتماع میں اپنی زندگی اور امام وقت کی صداقت کا ایک اور بیّن ثبوت پیش کرتی ہے۔ کیا یہ نظارہ ایک صاحب دل اور منصف مزاج انسان کی چشم بینا کو نور ایمان سے روشن کرنے اور دلوں کے اندر قوّت ایمانی پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا؟ ؏

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

بین الاقوامی مجلس مذاکرہ

چند دن سے لاہور میں ایک بین الاقوامی مجلس مذاکرہ کا انعقاد عمل میں آ رہا ہے جس میں مختلف اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے جیّد علماء و فضلاء مختلف اہم اسلامی موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، جن میں زمانۂ حال کے تقاضوں کے پیش نظر اسلامی اصولوں اور معاشرہ پر غور و فکر کرنے کی طرح ڈالی گئی ہے اور ہمیں یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ بیشتر علماء نے مسائل اسلامی کے متعلق جو تحقیقاتی مقالے پڑھے ہیں وہ ان کی وسیع النظری اور آزادی رائے کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان مقالات پر ایک بسیط نظر ڈالنا تو کافی فرصت چاہتا ہے اور وہ بھی اس وقت ممکن ہے جب وہ کتابی شکل میں طبع ہو کر سامنے آجائیں۔ لیکن جو باتیں اس وقت تک ریڈیو اور اخبارات سے سننے میں آئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان علماء کورانہ تقلید سے نکل کر تحقیق و تدقیق کی شاہراہ پر آ گئے ہیں، اور اسلامی مسائل کے متعلق اجتہاد کے دروازے جو مسلمانوں کی ملّانہ ذہنیت نے ایک مدّت سے بند کر رکھے تھے۔ اس مذاکرہ میں انہیں کھولنے کی کوشش کی گئی ہے یہ آثار نہایت خوشگوار ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کی پیدا کردہ فضا کا نتیجہ ہیں، اور اگر زمانۂ حال کے مفکرین و مجتہدین نے قرآن و حدیث کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنے اور ان کی پیدا کردہ قیود کو پھاندنے کی کوشش نہ کی، تو ان کا اجتہاد بہت سے خوشگوار نتائج کا موجب ہو سکتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس بین الاقوامی مجلس مذاکرہ کے منتظمین کی اس غلامانہ ذہنیت کو دیکھ کر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ جہاں غلام احمد پرویز جیسے آزاد مفکرین کو جنہیں سنت و حدیث سے الگ ہو کر قرآن کی من مانی تاویلیں کرنے کا شوق ہے، اس مجلس میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ دیا گیا۔ وہاں جماعت احمدیہ کے کسی ایک عالم کو بھی کسی موضوع پر اظہار خیال کا موقعہ نہیں ملا، اگرچہ مذاکرہ کے ابتدائی اعلانات میں چودھری ظفراللہ خاں کی شمولیت کا اظہار کیا گیا تھا، اور محترم مولانا یعقوب خاں صاحب کو بھی اس میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی، جنہوں نے اپنے مقالات بھی تیار کر کے مجلس میں بھیجد یئے لیکن بعد میں خدا جانے کن وجوہ کی بناء پر انہیں شمولیت سے روک دیا گیا۔ غالبًا اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں کہ مذاکرہ کے منتظمین کی ملّانہ ذہنیت نے احمدیوں کی شمولیت کو گوارا نہیں کیا یا ملّانوں کی مخالفت کا خوف ان کی فراخ حوصلگی پر غالب آگیا، اور اس سے بڑھکر یہ امر موجب افسوس ہے کہ جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے باہر سے آنے والے مندوبین کو اپنے ہاں چائے پر بلانا چاہا تو منتظمین نے ابتداءً اظہار رضامندی کے بعد خدا جانے کس خیال کی بناء پر اس کی بھی اجازت نہ دی۔ ہم اس ملّانہ ذہنیت یا خوف ملّائیت پر جو مجلس مذاکرہ کے روشن خیال صدر میاں افضل حسین صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام عمل میں لایا گیا ہے دلی رنج و افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اگر ہمارے تعلیم یافتہ روشن خیال طبقہ کی فراخ حوصلگی کا یہی حال ہے تو پاکستان کا خدا ہی حافظ ہے۔

چندہ جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ پر کل چندہ نقد اور وعدے وغیرہ شامل کر کے زائد از چونتیس ہزار روپیہ ہوا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

ہستی باری تعالیٰ پر انسان کی اندرونی اور کائنات کی شہادت

غلبۂ الٰہی کے چند بیّن اور شاندار مناظر

خطبہ جمعہ مورخہ ۳؍ جنوری ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحکیم الخبیر .... این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون ——(الانعام ۱۸ تا ۲۲)——

قرآن میں ہستی باری تعالیٰ کے دلائل

قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم خدا کو مانو، اپنی ہستی کو منوانے کے لئے اس نے انسان کے سامنے دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ دلائل کائنات میں بھی ہیں اور انسان کی اپنی ہستی کے اندر بھی ہستی باری تعالیٰ کے دلائل موجود ہیں، کبھی تو وہ فرماتا ہے کہ آسمانی اجرام، بادل، بجلیاں اور ان کی تاثیرات پیدا کرنے والا کون ہے، کبھی کہتا ہے اپنی ذات پر غور کرو، اس کے اندر تم خدا کی ہستی پر دلائل پاؤ گے جیسے کہ فرمایا سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتّٰی یتبیّن لھم انہ الحق۔ ہم آفاق کے اندر بھی اپنے نشانات دکھائیں گے اور خود تمہاری ذات بھی ایک، چھوٹی سی کائنات ہے اس میں بھی غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی ذات حق ہے اور اس کے افضال اور کرم اور رحمتیں اور مہربانیاں بے انداز ہیں ایک جگہ فرمایا ولئن سألتھم من خلق السمٰوات والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللّٰہ اگر بت پرستوں اور فلاسفروں سے پوچھو، ان سے بھی جو پڑھے لکھے نہیں اور بڑے بڑے علماء سے بھی یہ سوال کرو کہ آسمان اور زمین کا بنانے والا کون ہے کس کی حکومت سورج اور چاند پر ہے، یہ زمین آسمان، سورج چاند اور ستارے کس نے بنائے، اور پھر ان ستاروں کو زمین و آسمان کے درمیان معلق ٹھہرانے والا کون ہے، تو ان کی فطرت بول اٹھے گی کہ اللہ ہی نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور اسی کی ان پر حکومت ہے ھو الذی یرسل الریٰح بشرًا بین یدی رحمتہ۔ تمہاری زندگی کے سامان کون پیدا کرتا ہے۔ ہوا نہ چلے تو سمندر سے بادل نہیں آ سکتے۔ جب کھیتیاں سوکھتی ہوں تو آسمان کی طرف لوگ منہ اٹھا کر دیکھتے ہیں، باغات اجڑ رہے ہیں، خوبصورت گھوڑیاں، گائے بھینسیں بھوکی مر رہی ہیں یرسل الریٰح بشرًا بین یدی رحمتہ حتّٰی اذا اقلت سحابًا ثقالًا سقنٰہ لبلد میت اس وقت ہم ہوا کو چلاتے اور اس کے پروں پر لاکھوں من پانی لاد کر اس مردہ زمین کی طرف لاتے ہیں فانزلنا بہ الماء پھر پانی کو اس سے اتارتے ہیں فاخرجنا بہ من کل الثمرات اور ہر قسم کے پھل، باغات اور کھیتیاں ہری بھری کر دیتے ہیں، وہ رونے والے سمجھ رہے تھے کہ ہمارے باغات اور کھیتیاں اور چارے ختم ہو گئے ہیں، زندگی کا سامان کرنے والا کوئی نہیں، ان کو ہم پھر زندہ کر دیتے ہیں۔

انسان کی قوتِ ارادی اور خدا کی اس پر حکومت

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہستی کو قوتِ ارادی دی ہے اور وہ انسان ہے، باقی سورج اور چاند وغیرہ تو بے جان ہیں۔ نباتات اور جانداروں میں حیات تو ہے لیکن عقل و فہم اور قوت ارادی ان میں نہیں ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ ارادی بھی دی ہے اور ایجاد کرنے کی طاقت اور قوت متخیلہ بھی عطا کی ہے۔ تو تمام کائنات میں صرف ایک ہستی ہے جس کو قوتِ ارادی اور عقل و فہم اور قوتِ ایجاد عطا کی گئی ہے۔ فرمایا اس پر بھی ہماری حکومت ہے کبھی تم چاہتے ہو کہ تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو، لاکھ جتن کرو نہیں ہوتا، اور اگر بچہ کی امید ہو جائے تو تم چاہتے ہو کہ وہ خوبصورتی میں یوسف اور عقل و فہم میں ارسطو ہو، لیکن کالے رنگ کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور راجوں اور نوابوں کے ہاں بھی ایک کو دن لڑکا پیدا ہو جاتا ہے، اور تمام یاقوتیاں اور دل و دماغ کی دوائیاں بے فائدہ ثابت ہوتی ہیں۔ ماں باپ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لئے بڑا جذبہ دیا ہے، وہ اپنی اولاد کو اچھی حالت میں دیکھنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن تمام ڈاکٹروں اور حکیموں کے نسخوں کے باوجود بچہ تندرست پیدا نہیں ہوتا۔ تو فرمایا قریب ترین تو تمہاری اپنی ذات ہے اس کو دیکھ لو، تمہارے طبیب، ڈاکٹر اور روپیہ پیسہ کیا کر سکتا ہے۔

غلبۂ الٰہی کا اظہار جنگ بدر میں

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا وھو القاھر فوق عبادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غلبہ رکھتا ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر حضرت صلعم پر بارہ ہزار آدمی چڑھ آئے وہ ہر قسم کے ساز و سامان اور اسلحہ سے مسلح تھے۔ حضرت صلعم نے جب اپنے آدمیوں کا جائزہ لیا تو آپ کو معلوم ہوا کہ ہماری تعداد کم ہے، اسلحہ اور دیگر ساز و سامان بھی ٹھیک نہیں، بالمقابل دشمن کا لشکر بھی زیادہ ہے اور جذبہ بھی بڑا زبردست ہے کہ ہم مسلمانوں کو مٹا دیں گے حضرت صلعم پر وارد ہے کہ ہم مارے جائیں گے، پیشگوئی بھی ہے لیکن اس کے باوجود اپنے آپ کو موت کے منہ میں پاتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ تم انسان ہو، اور سکھایا ہے کہ اگر ایسے حالات وارد ہوں تو خدا کے آگے گر جاؤ، اور فی الحقیقت دعا بھی اسی وقت آتا ہے جب اس قسم کی مایوسی طاری ہو، لیربط علٰی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام مسلمانوں کے دلوں کو قوت دینے اور ان کے قدموں کو مضبوط کرنے کے لئے بارش آ گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ خدا نے ہماری دعاؤں کو سن لیا۔ جماعت کو بھی یقین ہو گیا کہ خدا سنتا ہے اور دشمنوں کے بڑے بڑے منصوبوں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

جنگِ احزاب میں غلبۂ الٰہی کا نظارہ

پھر خندق کی لڑائی میں تمام قبائل امنڈ کر آ گئے کعب بن اشرف ایک بہت بڑا یہودی لیڈر تھا یہودی قوم کے دلوں میں اس کے تقدس کا سکہ بیٹھا ہوا تھا، اس نے مکہ میں جا کر لوگوں کو اکسایا کہ تمام عرب قبائل مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ اور میری وجہ سے مدینہ کے اندر سے یہودی بھی حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ سب کے سب قبائل چڑھ آئے، اندر بھی دشمن، اور باہر بھی دشمن، تعداد بہت زبردست، ابوسفیان کی بیوی ہندہ دوسری عورتوں کے ساتھ گیت گاتی ہوئی آئی تا کہ حملہ آور لشکر کو جوش دلاتی رہے، کہ آج پیٹھ دکھا کر نہیں جانا، وہاں بھی فرمایا ھو القاھر فوق عبادہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب ہے۔ بدر کے موقعہ پر تو آسمانی پانی نے دشمن کا تختہ الٹ دیا اور احزاب کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شدت کی ہوا چلا دی کہ اس کے سامنے ٹھیرنا مشکل تھا، پتھر اور کنکریاں ہوا کے ساتھ اس زور سے آتے کہ کفار کے لشکر کے لوگ سراسیمہ ہو گئے، اس کے ساتھ ہی نہایت شدت کی سردی بھی تھی، ہوا نے تمام قبائل کی آگ کو بجھا دیا۔ توہم پرست قوم اور بھی پریشان ہو گئی، ایک قبیلہ اٹھا اور بھاگا پھر اسے دیکھ کر دوسرا اور تیسرا اور سب کے سب بھاگ اٹھے۔ وھو القاھر فوق عبادہ خدا تعالیٰ بڑے بڑے منصوبوں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

فسخ عزائم سے عرفانِ الٰہی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا عرفت ربی بفسخ العزائم انسان بڑے بڑے ارادے اور عزائم کرتا ہے خدا کو اگر منظور نہ ہو تو وہ سب بیکار ہو جاتے ہیں مسلمانوں کو بھی یہی تلقین ہے کہ تمہارے منصوبے اور منشور سے اگر بھلائی کے [illegible] غالب ہے، اور زمین و آسمان پر ہماری ہی حکومت ہے، وہ غلبہ بھی رکھتا ہے اور اپنے بندوں پر مہربان اور رحیم و کریم بھی ہے، ان دونوں باتوں کو ملا کر دیکھو تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہے اور اس کی حکومت بڑی زبردست ہے۔

غلبۂ الٰہی کا ایک اور منظر

اس حقیقت کا مشاہدہ مسلمانوں نے اس وقت کیا جب انہوں نے حضرت مسیح موعود کی جماعت کو تباہ کرنے کے لئے تحفظ ختم نبوت کے ضمن میں ایک خطرناک طوفان پیدا کیا تھا۔ لیکن ہوا کیا وہ لوگ اور ان کے حکام خود ذلیل و خوار ہو گئے اور امام الزمان کی جماعت محفوظ رہ گئی، سچ ہے ھو القاھر فوق عبادہ

خطرناک مصائب میں خدا کی یاد

پھر فرمایا قل من ینجیکم من ظلمٰت البر والبحر تدعونہ تضرعًا وخفیۃ جن لوگوں نے ماہ جولائی میں سمندر کا سفر کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس مہینہ میں سمندر طوفانی ہوتا ہے اس سے طبیعتوں کے اندر سخت خوف اور پریشانی پیدا ہوتی ہے، ساحل قریب نہیں نیچے پانی ہے، اور اوپر آسمان، طوفانی ہوا، شدت کے تھپیڑے جہاز کو لگاتی ہے اور سمندر کی موجیں اچھل اچھل کر جہاز پر پڑتی ہیں جس سے اہلِ جہاز بے حد پریشان اور بیکس و بے بس ہو جاتے ہیں تدعونہ تضرعا وخفیۃ تمہاری فطرت اس وقت کہتی ہے کہ خدا کے سوا کوئی بچا نہیں سکتا۔ اس وقت دہائی دیتے ہو لئن انجٰنا من ھٰذہ لنکونن من الشٰکرین اے خدا اگر اس خطرناک مصیبت سے ہمیں نجات دیدے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ فرمایا قل اللہ ینجیکم منھا اللہ تعالیٰ ہی تمہیں اس مصیبت سے نجات دیتا ہے، اور صرف اسی سے نہیں یہ تو تمہارا آنکھوں دیکھا نظارہ ہے ومن کل کرب ہر ایک مشکل سے تمہیں نجات دیتا ہے، ثم انتم تشرکون

پھر تم اس کے شکر گزار ہونے کے بجائے شرک کرنے لگتے ہو کہ فلاں دیوی اور دیوتا اور فلاں پیر نے ہمیں بچایا ہے قل ارءیتکم ان اتٰکم عذاب اللہ او اتتکم الساعۃ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صٰدقین۔ دیکھو تو سہی اگر تم پر آسمان سے کوئی عذاب آ جائے۔ کوئی وبا پھوٹ پڑے تو کیا انتظام تم کر سکتے ہو، کوئی انتظام [illegible] خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے ؟

خدا سے تعلق پیدا کرو

تو اللہ تعالیٰ انسان کے آگے اس کے تجربے پیش کرتا ہے، اور فرماتا ہے کہ ہر مصیبت کے وقت تم کہتے ہو لئن انجٰنا من ھٰذہ لنکونن من الشٰکرین اور مصیبت کے چلے جانے پر ثم انتم تشرکون اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہو۔ اس وقت، انعام دینے والے منعم سے تمہاری توجہ کم ہو جاتی ہے انعامات کے اندر پھنس جاتے ہو، اور خدا کو یاد نہیں رکھتے، خود کرو اور سوچو کہ کسی وقت تم پر مصیبت آ جائے اس وقت کیا کرو گے۔ پس اپنی اصلاح کرو اور اپنا تعلق خدا سے جوڑو کہ اسی میں تمہاری نجات ہے۔

نقد و نظر

قرآن مجید مترجم بطرز جدید (پارہ اول)

ناشر:- ادارہ تیسیر ترجمۃ القرآن بطرز جدید لاہور
ھدیہ:- آرٹ پیپر دو روپے آٹھ آنے۔ کرنافلی پیپر دو روپے۔

[illegible] میں دوہری کتابت کرائی گئی ہے۔ اس طرز پر کہ اوپر کی سطر میں الفاظ کو علیحدہ علیحدہ خانوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے لکھا گیا ہے تاکہ ایک مبتدی کو ان الفاظ کے پڑھنے یا سیکھنے میں دقت نہ ہو، اور اس سے نچلی سطر میں انہی الفاظ کو دوبارہ عام تلاوت کے لئے عام قرآنوں کی طرح لکھا گیا ہے اور دونوں سطور کے نیچے ایک ہی ترجمہ درج ہے مثال کے طور پر:-

یٰبَنِیۡۤ	اِسۡرَآءِیۡلَ	اذۡکُرُوۡا
اے بیٹو	اسرائیل (یعقوب) کے	یاد کرو

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا

اے بنی اسرائیل یاد کرو

نِعۡمَتِ	یَ	الَّتِیۡۤ	اَنۡعَمۡتُ	عَلَیۡ	کُمۡ
انعام	میرا	جو	انعام کیا میں نے	اوپر	تمہارے

نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ

میری نعمت کو جو کی میں نے تم پر

ان دو سطور میں جو دو قسم کا طرزِ تحریر اختیار کیا گیا ہے، وہی تمام پارہ میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور آیندہ تمام پارے اسی طرز پر شائع کرنے کا اعلان ہے۔ لیکن زیر نظر پارہ کی اہمیت اسی حد تک محدود نہیں بلکہ ہر صفحہ اور ہر سطر مختلف رنگوں سے مزین کر کے اس کو چار چاند لگا دیئے گئے ہیں۔

جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے بظاہر عام ترجموں سے اس میں چنداں اختلاف نہیں، سوائے اس کے کہ بعض مقامات پر کسی لفظ کے ترجمہ میں کسی خاص لفظی یا روایتی خیال کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً یا بنی اسرائیل کا ترجمہ ایک جگہ لفظی معنوں کی رعایت سے "اے بیٹو خدا کا پہلوان کے" لکھا ہے اور دوسری جگہ اس روایت کے لحاظ سے کہ اسرائیل حضرت یعقوب کا نام ہے "اے بیٹو اسرائیل" کے ساتھ قوسین میں (یعقوب) کا لفظ لکھ کر اسرائیل کی تشریح کر دی ہے۔ اور تیسری جگہ "اے بنی اسرائیل"

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

(بقیہ از کالم ۳)

کا سیدھا سادا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے، جو ہمارے خیال میں زیادہ موزوں ہے، کیونکہ "بنی اسرائیل" اس کی وجہ تسمیہ سے قطع نظر ایک خاص قوم کا متعارف نام ہو چکا ہے۔

بہرحال جو طرزِ جدید اس پارہ میں اختیار کی گئی ہے اور جس خوبصورتی کا اہتمام اس کی کتابت و طباعت میں ملحوظ رکھا گیا ہے، وہ سب قسم کے ناظرہ پڑھنے والوں کے لئے ہر طرح مفید اور لائق تحسین ہے اگرچہ دوہری کتابت سے اس کا حجم بہت بڑھ گیا ہے چنانچہ زیر نظر پارہ $\frac{20 \times 30}{8}$ سائز کے ۸۷ صفحات پر ختم ہوا ہے اور اس لحاظ سے اگر سارے قرآن کریم کو شائع کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ ناشرین کو عطا کرے (اور دعا ہے کہ وہ اپنے اس عزم میں کامیابی کا منہ دیکھ سکیں) تو اس کے صفحات عام مترجم قرآنوں سے بہت بڑھ جائیں گے۔

بہرحال یہ مفید اقدام ہر طرح قابلِ مبارکباد ہے اور اس مبارک صحیفہ کو ہر گھر میں رکھنا اور اس کو پڑھنا موجب ثواب اور باعثِ زینت ہوگا۔ ملنے کا پتہ:-
مینیجر دفتر ترجمۃ القرآن بطرز جدید۔ شیخ مینشن 9/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

جلسہ سالانہ کی مختصر رُوئیداد

پروگرام کے مطابق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا چوالیسواں سالانہ جلسہ ۲۵ر- ۲۶ر- ۲۷ر دسمبر ۵۷ء .... کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا، اس سے ایک دن قبل (۲۴ر دسمبر) کو خواتین احمدیہ کا سالانہ اجلاس مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کے وسیع پنڈال میں منعقد ہوا جس کی مختصر رپورٹ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

۲۵ر دسمبر کی کارروائی

پہلے روز دس بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی سب سے پہلے حافظ قاری محمد بوستاں صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات نہایت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کیں، جس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر کا اقتباس پڑھکر سنایا گیا جس میں آپ نے ان تائیدات الٰہیہ کا ذکر کیا ہے جو ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود آپ کے شامل حال رہیں اور گمنامی کی حالت سے اُٹھاکر بام عروج پر آپ کو پہنچایا اور تمام مخالفتوں کو تہس نہس کر دیا۔ یہ اقتباس اسی پرچہ میں صفحہ اوّل پر درج ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر

بعد ازاں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ کی افتتاحی تقریر ارشاد فرمائی - آپ نے سب سے پہلے میاں شیخ عطاء اللہ صاحب مرحوم و مغفور اور آپ کے والد ماجد، شیخ مولا بخش صاحب مرحوم کے اوصاف حسنہ کا بالتفصیل ذکر کیا اور ان کے لئے دعا کی تحریک کی۔ چنانچہ سب دوستوں سے اجتماعی طور پر دعا کی، حضرت امیر نے بتایا کہ بیگم میاں عطاء اللہ صاحب نے جلسہ خواتین میں پانچسو روپیہ کا عطیہ بھیجا ہے اور اپنے فرزند میاں مقبول احمد صاحب کو بھی ہدایت کی ہے کہ جلسہ میں شامل ہوکر اپنے مرحوم باپ کی روایات کو زندہ کریں۔

اس کے بعد آپ نے آیہ کریمہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم تلاوت فرماکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات پر ایک لمبی تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا "غرباء کا بادشاہ" آپ نے ان ہولناک مصائب اور اذیتوں کا بالتفصیل ذکر کیا جو حضور کو اور حضورؐ کے صحابہ کرام کو مکی زندگی میں اور اس کے بعد جنگوں کے اندر اُٹھانے پڑے آپ نے بتایا کہ اس قدر دکھوں اور اذیتوں کے بعد جب حضور صلعم کو فتوحات حاصل ہوئیں تو آپ نے بادشاہوں کی طرح عیش و عشرت اور مخالفین پر ظلم و ستم سے کام نہیں لیا۔ بلکہ خطرناک دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور جو بھی مال غنیمت آیا وہ غرباء میں تقسیم کر دیا خود فقر و فاقہ ہی کی زندگی کو ترجیح دی، اس ضمن میں حضرت نبی کریم صلعم کے وہ پاکیزہ ارشادات بھی آپ نے سنائے جن میں غرباء اور مزدوروں کی دستگیری اور حمایت کی تلقین کی گئی ہے اور زمانۂ حال کی سرمایہ داری اور لیبر کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام نے اس جنگ کا بہترین حل پیش کیا ہے اور زکوٰۃ، وراثت اور دوسرے ذرائع سے مزدوروں کو ذلّت سے اُٹھانے اور مرفع الحال بنانے کی کوشش کی ہے۔

٭حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ تقریر کسی قریبی اشاعت میں درج ہوگی۔ انشاء اللہ

چیمہ صاحب کا لیکچر

حضرت امیر کے بعد چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ نے "ہمارا مشن اور اس کی مشکلات" کے عنوان سے تقریر شروع کی، آپ نے زمانہ حال کی علمی ترقیات اور سائنسی انکشافات کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ ان ترقیات کے باوجود دنیا بیمار ہے جس کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو کھڑا کیا گیا حضرت کو علم تھا کہ دنیا علوم و سائنس میں ابھی اور ترقی کرے گی، اس کے ثبوت میں آپ نے ازالہ اوہام سے متعدد اقتباسات پڑھ کر سنائے اور بتایا کہ محض ان زمینی علوم کے حامل کو آپ نے دابۃ الارض قرار دیا ہے اس ضمن میں آپ نے اس امر پر بھی ...... روشنی ڈالی کہ اس وقت جس قدر تحریکات اصلاح عالم کے لئے چل رہی ہیں وہ سب زمینی تحریکات ہیں، ایک تحریک احمدیہ ہی آسمانی تحریک ہے۔ آپ نے جماعت اسلامی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اسکو مسلمانوں کی ماڈرن تحریک سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی ایک بڑی وجہ مودودی صاحب نے یہ بتائی ہے کہ وہ مسلمانوں کے اندر اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کو بنیادی اختلاف ہے، حالانکہ دوسری بھی جماعتیں ایسی ہیں جن سے عامۃ المسلمین کو بنیادی اختلافات ہیں۔ لیکن مودودی صاحب کا ارشاد ہے کہ چونکہ وہ مسلمانوں میں اپنے عقائد کی تبلیغ نہیں کرتے اس لئے ان کو اقلیت قرار دینے کی ضرورت نہیں، حالانکہ چاہیئے کہ جو لوگ مسلمانوں کے اندر گھستے ہیں انکی تبلیغ کو بے اثر کرنے اور اپنے عقائد کی تبلیغ کر کے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی جاتی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے پرویزی لٹریچر کے بھی اقتباسات سنائے جو صحیح اسلامی مسلک سے بہت دُور لے جانے والے ہیں۔ اور اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ان زمینی تحریکات کے مقابلہ میں ہم نے اس آسمانی نور کو مسلمانوں میں پھیلانا ہے جو حضرت مسیح موعود لے کر آئے اور آپ کے دعوے مسیحائی کے مطابق مخلوق کا روحانی علاج ہمارے ذمہ ہے جو خدا کے فضل سے ہمارے لٹریچر اور مشنوں کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔

چیمہ صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی پوری تقریر قلمبند فرماکر قارئین پیغام صلح کے استفادہ کا موجب ہوں۔

قائدِ اعظم کی یاد

چیمہ صاحب کے بعد مولنا یعقوب خاں صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ قائد اعظم کی برسی کی تقریب پر تقریر فرمائیں جس پر مولنا ممدوح نے قائد اعظم کے اس احسان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کو پاکستان دلانے کی صورت میں انہوں نے کیا یہ سوال اُٹھایا کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ پاکستان بنا سکے، آپ نے بتایا کہ یہ محض قائد اعظم کی بلند ہمتی اور اخلاقی جُرأت اور ثبات قدم کا نتیجہ ہے کہ پاکستان جیسی نعمت مسلمانوں کو میسر آئی، آپ نے فرمایا کہ آج کسی شخص کی اخلاقی جُرأت کا اندازہ کرنا ہو تو اس کا صحیح معیار یہ ہے کہ اس سے پوچھا جائے کہ احمدیوں کو وہ کیا سمجھتا ہے جو شخص آج احمدیوں کے متعلق جُرأت کے ساتھ اچھی رائے کا اظہار کرے فی الواقعہ وہ بہت بڑی اخلاقی جرات کا مالک ہے اور قائدِ اعظم مرحوم اس بارہ میں یکتا حیثیت کے مالک تھے، وہ ہمیشہ جماعت احمدیہ کی عزت کرتے اور اس جماعت کو اچھا سمجھتے اور علانیہ انہیں اچھا کہتے تھے، حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر وہ تشریف لائے اور ان کی دعوت منظور کی اور وہاں اس جماعت کی اسلامی خدمات کا اعتراف کیا۔ پھر محمڈن ہال لاہور میں مسلم لیگ کے ایک جلسہ میں مولوی عبدالحامد بدایونی کے ایک ریزولیوشن کو جس میں احمدیوں کو کافر قرار دینے کی تجویز کی گئی تھی، انہوں نے مسترد کر دیا اور اس بناء پر احراریوں کے استعفا کی بھی کوئی پرواہ نہ کی، آپ نے ایک سوال کے جواب میں صاف طور پر کہا کہ ہر شخص جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے مسلمان ہے، کشمیر میں جب احمدیوں کے متعلق ان سے سوال کیا گیا تو یہی جواب انہوں نے دیا پھر لندن ...... کی ایک مسجد میں جب انہیں لے جایا گیا تو مسجد کے دروازہ پر انہوں بورڈ لگا ہوا دیکھا جس پر لکھا تھا کہ کوئی مرزائی اس مسجد میں داخل نہ ہو، آپ اندر داخل نہ ہوئے جب تک اس بورڈ کو اتروا نہ دیا۔

غرض آپ نے بتایا کہ قائد اعظم کی لیڈرشپ مسلمانوں کے لئے ایک حصن حصین اور بے حد فوائد کا موجب تھی لیکن آج "محمد علی جناح" اور قائد اعظم کے الفاظ محض الفاظ رہ گئے ہیں اور ان کی برسی محض نعرہ بازی کے لئے منائی جاتی ہے، ان کے اخلاق و صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا کوئی خیال مسلمانوں میں نہیں۔

آخر میں آپ نے سب حاضرین کے ساتھ مل کر دعا کی، کہ قائد اعظم کو اللہ تعالےٰ اعلیٰ سے اعلیٰ درجات اور بلند مقامات عطا فرمائے۔ اور فرمایا کہ یقیناً مولویوں سے تو وہ اعلیٰ ...... مقام پر ہی ہوں گے۔

قمر صاحب کی تقریر

اس کے بعد مولوی فضل الرحمٰن صاحب قمر ساماتوی نے "فتنہ ربوہ" کے عنوان سے لیکچر دیا، جس میں میاں محمود احمد صاحب کے بعض اپنے بیانات سے ثابت کیا کہ ان کی خلافت پوپ کے مسلک پر ہے اور خود میاں صاحب نے جماعت کو تلقین کی ہے کہ جس طرح عیسائی مسیح کی خلافت کو پاپائی سلسلہ کی صورت میں انیس سو سال سے سنبھالتے چلے آ رہے ہیں جماعت احمدیہ بھی اگر چاہے تو خلافت کا سلسلہ قیامت تک چل سکتا ہے۔

اور بھی بہت سی مفید باتیں قمر صاحب نے بیان کیں جن سے ربوائی مسلک کا اندازہ نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے یہ تمام تقریر انہوں نے قلمبند کر کے قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے بھیجدی ہے اور آئندہ اشاعتوں میں بالاقساط درج ہو گی۔

جماعت کے ماضی پر تبصرہ

قمر صاحب کے بعد محترم میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے "جماعت کے ماضی پر ایک نظر" کے عنوان سے تقریر کی جس میں قرون اولیٰ میں اشاعت اسلام اور حضرت مسیح موعود کی خدمات دینیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ مسلمانوں نے آپ کی قدر نہ کی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ہماری جماعت کے شاندار اسلامی لٹریچر، حضرت امیر مرحوم، اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تبلیغی مساعی اور جماعت کے دیگر بزرگوں اور مبلغین کی قابل قدر خدمات کا بالتفصیل ذکر کیا اور تحریک کی کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ وہ جوش و ولولہ جو ہمارے ان بزرگوں میں موجزن تھا۔ آج سرد کیوں ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے دوست تبلیغی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کی کیوں کوشش نہیں کرتے اور ان کا قدم اس بارہ میں سست کیوں ہو رہا ہے۔

فاروقی صاحب نے اپنی اس مختصر تقریر میں جماعت کو اپنا شاندار ماضی یاد دلا کر ایک نیا جوش اور ولولہ ان میں پیدا کرنے کی کوشش کی جو انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہو گا۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر

اس اجلاس کی آخری تقریر محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کی جس کا عنوان تھا "ایک لاکھ فوج"۔ آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت تھی اور مسلمانوں کے بڑے بڑے قابل راہنما یورپ کے علمی اور سائنسی انکشافات سے متاثر اور مرعوب ہو کر اسلام کو ان کے مطابق ڈھالنا چاہتے تھے۔ یہ بتایا کہ حضرت مسیح موعود نے ایسے حالات میں للکار کر کہا کہ اسلام کو کسی سائنس یا فلسفہ کے حملہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ اسلام کی روحانی تلوار یورپی فلسفہ پر غالب آکر اس نور کو دنیا میں پھیلانے کا موجب ہو گی، اور آخر کار اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے علم و تقوےٰ اور

اشاعت اسلام کی تڑپ کے ثبوت میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور چوہدری افضل حق صاحب مرحوم مشہور لیڈر احرار کی رائیں پیش کیں اور پھر آپ کی کتاب "فتح اسلام" میں سے آپ کے کام کا پانچ نکاتی پروگرام پڑھکر سنایا اور بتایا کہ ہم نے اب تک اس پروگرام میں سے صرف تین شاخوں کو لیا اور ان پر کام کیا ہے اور باقی دو شاخوں کو بہت کم اہمیت دی ہے یعنے

(۱) بالمشافہ روحانی بیماریوں کا علاج اور

(۲) بیعت کا سلسلہ

آپ نے بتایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ان دونوں شاخوں پر خاص طور پر زور دیا جائے، اور لاہور کو ایسا مرکز بنایا جائے کہ یہاں آکر لوگ رہیں اور اپنی روحانی امراض کا علاج کرائیں) اور دوسرے بیعت کے ذریعہ جماعت میں اضافہ کیا جائے آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود ایک اصلاح یافتہ فوج بنانا چاہتے تھے اور آپ کے رؤیا مندرجہ ازالہ اوہام کے مطابق کم از کم ایک لاکھ فوج کا آپ نے مطالبہ کیا ہے، لیکن ہم نے صرف پانچ ہزار دینے پر ہی اکتفا کیا ہمیں چاہیئے کہ آپ کے مطالبہ کو پورا کر کے اشاعت اسلام کے مقصد کو تقویت پہنچانے کی پوری کوشش کریں،

دوسرا اجلاس

بعد نماز ۵ ۵ — ۳ پر جلسہ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کے زیر صدارت پھر شروع ہوا کراچی کے قاری سید عبداللطیف صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں جس کے بعد پروفیسر غلام محمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نعت سنائی۔

پروفیسر محمد فاضل صاحب کی فاضلانہ تقریر

بعد ازاں پروفیسر محمد فاضل صاحب (پشاور یونیورسٹی) نے سورہ مریم کی چند آیات نہایت خوش الحانی سے تلاوت کر کے اپنی تقریر شروع کی انہوں نے فرمایا کہ قرآن کریم کس قدر پیاری کتاب ہے کہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کی ہی نہیں دوسرے نبیوں کی بھی تعریف کرتا اور ان کی تعلیمات کو اپنے اندر لیتا ہے یقیناً یہ خاتم الکتب ہے کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں، آپ نے فرمایا کہ اس کتاب نے عربوں جیسے ان پڑھ اور اجڈ لوگوں کو دنیا کے رہنما بنا دیا، انہوں نے جہاں یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً پر عمل کر کے خدا تعالےٰ سے تعلق جوڑا وہاں یتفکرون فی خلق السموات والارض پر عمل کر کے علم و سائنس میں وہ وہ کمالات دکھائے کہ دنیا کے رہبر اور معلم بن گئے، اس وقت جب یورپ پر جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور وہ جنگلوں میں مبتلا تھے قرطبہ میں مسلمانوں نے علم و سائنس کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی قائم کی جس سے آٹھ کالج ملحق تھے، ریاضی، الجبرا طب، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ علوم اس میں پڑھائے جاتے تھے، ان علوم پر بارہ ہزار کتابیں لکھی گئیں جو وہاں کی لائبریری کی زینت تھیں۔ بوعلی سینا نے قانون فی الطب پر چار ضخیم جلدیں تصنیف کیں جن میں اناٹومی اور مٹیریا میڈیکا وغیرہ سب کچھ تھا، غرض پروفیسر صاحب نے مسلمانوں کی اس علمی جدوجہد

پر سیر حاصل بحث کی اور بتایا کہ یورپ کے موجودہ انکشافات اسی اسلامی جدوجہد کا نقش ثانی ہیں، افسوس مسلمانوں کا دور انحطاط اس علمی جدوجہد میں بھی انحطاط کا موجب ہو گیا ورنہ مسلمان اس وقت آسمان علم پر ایک روشن ستارہ بن کر چمکتے یہ لیکچر نہایت مؤثر، عالمانہ اور ہر لحاظ سے مفید تھا، امید ہے پروفیسر صاحب اسے خود قلمبند فرما کر قارئین "پیغام صلح" کے استفادہ کا موجب ہوں گے۔

مولانا احمد یار صاحب کا لیکچر

اس کے بعد مولانا احمد یار صاحب نے تحریک احمدیت کے کارنامے کے عنوان سے نہایت مؤثر تقریر فرمائی انہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کو تین ایسے حکم دیئے گئے تھے جو ان کی فلاح و بہبود اور ترقی و استحکام کا موجب تھے پہلا حکم تھا واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً دوسرا لاتفرقوا اور تیسرا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر لیکن مسلمانوں نے آج ان تینوں حکموں کی خلاف ورزی کر کے اپنے آپ کو قعر ذلت میں گرا دیا، اس ضمن میں مولانا نے مسلمانوں کی اس دینی حالت کا نقشہ کھینچا جو آج سے پون صدی پہلے تھی، قرآن سے ایمان اٹھ چکا تھا۔ اسلام کے متعلق مایوسی کا عالم طاری تھا، اس وقت حضرت مسیح موعود نے اسلام کی حقیت اور نبوت محمدیہ کی صداقت پر دلائل و براہین پیش کر کے اس نور ایمان کو پھیلانا شروع کیا جو آپ کو اللہ تعالےٰ سے ملا تھا، آپ نے ہر رنگ میں اسلام کو دنیا کا بہترین مذہب ثابت کیا۔ خدا تعالےٰ کی ہستی پر مضبوط ایمان دلوں میں پیدا کیا، مسلمانوں کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جمع ہونے کی تلقین کی اور باہمی تکفیر سے منع کیا اور بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں نہ صرف اسلام کی حفاظت و مدافعت کی نہ صرف دوسرے مذاہب کے اعتراضات کا جواب دیا بلکہ ان کی غلطیوں اور خامیوں کو بھی آشکارا کیا، اور اسلام کی اشاعت کا زبردست سامان کر دیا جس کو لے کر آج ہم دنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچ چکے اور اسلام کا نور پھیلانے میں مصروف ہیں۔

مرزا مظفر بیگ صاحب کی باطل شکن تقریر

مولانا احمد یار صاحب کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اپنی باطل شکن آن بان کے ساتھ کھڑے ہوئے اور "ہم اور اہل ربوہ" کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں" کا الہام جو حضرت مسیح موعود کو ہوا تو وہ اس جماعت کے متعلق ہے جو لاہور کو مرکز بنا کر مسیح موعود کی صحیح تعلیم کو دنیا میں پھیلا رہی ہے یہی جماعت حضرت مسیح موعود کی اصل جانشین ہے آپ نے میاں محمود احمد صاحب کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جو فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں انہوں نے دیا اس امر واقعہ کی طرف توجہ دلائی کہ جن عقائد کو جماعت لاہور چالیس سال سے زیادہ عرصہ سے پیش کرتی چلی آ رہی

[illegible] صاحب [illegible] حضرت [illegible]

خلاف بیان دے دیا اور وہی باتیں کہدیں جو پاک ممبرات لاہور کی طرف سے پیش کی جاتی رہی ہیں۔ اس ضمن میں مرزا صاحب نے تمام ان امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو تحقیقاتی عدالت میں میاں صاحب نے بیان کئے بتایا کہ آخرکار ۳۶ سال کے بعد قادیانی جماعت لاہوری جماعت کے قدموں پر گر پڑی۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا الہام پیش کیا جو قادیانی جماعت کے شائع کردہ "تذکرہ" کے صفحہ ۸۳۸ پر درج ہے وہ الہام یہ ہے یا اھل المدینہ جاءکم نصر من اللہ و فتح قریب، اے اہل مدینہ تمہارے لئے نصرت الٰہی اور فتح قریب آ گئی یہ الہام اسی جماعت لاہور کے متعلق ہے جس کے مرکز کو الہام الٰہی میں مدینہ قرار دیا گیا۔۔۔ اور قادیانی جماعت کے جناب اکمل نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے یہاں وارد ہونے اور یہیں وفات پانے پر یہ شعر کہا ہے

بڑھ گئی برج چہارم سے بھی شانِ لاہور

مرزا صاحب کے لیکچر کے بعد آج کا اجلاس ساڑھے چار بجے ختم ہوا۔

احمدیہ کانفرنس

نماز مغرب و عشاء کے بعد احمدیہ کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب منعقد ہوا جس میں مختلف احباب نے جماعت کی ترقی و بہبود کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ سب سے پہلے محترم محمد الرحمٰن صاحب (پشاور) نے یہ تجویز پیش کی کہ مرکز میں ایک تبلیغی کالج کھولا جائے جس میں دو قسم کے طالب علم لئے جائیں (۱) میٹرک پاس جنہیں اندرون ملک میں تبلیغ کے لئے تیار کیا جائے (۲) گریجوایٹ جو بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لئے تیار کئے جائیں۔ اس تجویز کو تمام حاضرین نے بالاتفاق منظور کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ انجمن ایک بورڈ بنائے جو نصاب اور دیگر تفصیلات طے کرے۔

دوسری تجویز انہوں نے یہ پیش کی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس آرزو کو جماعت پشاور نے بہت پسند کیا ہے اور اس کی تائید کے لئے ریزولیوشن پاس کر کے بھیجا ہے کہ (۱) اکاڑہ میں ہسپتال قائم کیا جائے (۲) بدوملہی میں کالج کھولا جائے اور (۳) پشاور میں مشن قائم کیا جائے۔ بدوملہی میں کالج کھولنے کی تائید چوہدری محمد سعید صاحب کھٹہ نے بھی کی اور کہا کہ اگر اسی سال کالج وہاں کھل جائے تو بڑا کامیاب ہوگا اور اس علاقہ میں جماعت کو بہت استحکام حاصل ہوگا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اوکاڑہ میں جہاں

[illegible] صاحب سے درخواست کی جائے کہ وہ ایک بار ہفتہ میں وارڈ کے مریضوں کو دیکھ آیا کریں اور پھر ایک ٹی بی وارڈ کھول دیا جائے۔ جہاں جماعت میں سے ٹی بی کے ماہر علاج معالجہ کریں تو یہ خدمت خلق کا ایک عظیم کارنامہ ہوگا۔ شیخ اللہ بخش صاحب (بدوملہی) نے کہا کہ امریکہ مشن اور جرمن مشن کی طرف پہلے توجہ کی جائے۔

اس کے بعد میاں محمد دین صاحب (ڈیرے والے) نے یہ تجویز پیش کی کہ ووکنگ مشن کے ذریعہ یا اس سے علیحدہ ولایت میں تبلیغ احمدیت کا کوئی سامان کیا جائے، نیز انجمن کے چندہ دہندگان کی پڑتال کی جائے کہ وہ اپنی آمدنیوں کا کم از کم سولھواں حصہ (ایک آنہ فی روپیہ) دیتے ہیں یا نہیں اس پڑتال کی ابتداء محصلین سے کی جائے۔

اوّل الذکر امر کے متعلق صاحب صدر نے مختصر تقریر میں بتایا کہ ولایت میں سب کو معلوم ہے کہ ووکنگ مشن جماعت احمدیہ کا مشن ہے اور ہمارے لیکچر اور علمی مسائل جن پر بحث کی جاتی ہے سب کے سب حضرت مسیح موعود کے علم کلام سے لئے جاتے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی اس موضوع پر تقریر فرمائی اور بتایا کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے لکھا تھا کہ ولایت میں سب سے پہلے محض توحید الٰہی کا وعظ کریں اور اس کے بعد رسالت محمدیہ کا۔

صاحب صدر نے یہ بھی تجویز کی کہ جماعت کا ہر ممبر آئندہ سال کم از کم ایک نیا احمدی بنا کر جلسہ میں اپنے ساتھ لائے۔

خان عبدالعزیز صاحب آف ملتان نے یہ تجویز پیش کی کہ مرکز میں حضرت امیر کے علاوہ کوئی اور ایسے عالم آدمی ہونے چاہئیں جو ہر وقت مسجد میں یا اس کے قریب رہیں اور باہر سے آنے والے اُن سے آسانی سے مل کر استفادہ کر سکیں۔ ایک اور تجویز پیش کی گئی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر اُردو اور انگریزی میں چھپوائی جائے یہ بھی تجویز کی گئی کہ کراچی میں ایک مسجد بنوائی جائے اور مشن قائم کیا جائے۔

یہ تمام تجاویز انجمن میں باقاعدہ طور پر پیش کرنے کیلئے نوٹ کر لی گئیں رات کے ۹ بجے کانفرنس کا اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا دن ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۷ء

۲۷ر دسمبر کو پہلا اجلاس زیر صدارت شیخ نثار احمد صاحب (وزیر آباد) منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم قاری حافظ محمد بوستان صاحب نے کی اور پروفیسر غلام محمد صاحب خادم - - - - - - - - - - - - نے نعت پڑھی۔

کی۔ آپ نے فرمایا انگلستان میں جو تاثرات لے کر ہوئے وہ جہاں میرے لئے باعث مسرت ہیں وہاں باعث تکلیف بھی ہیں۔ باعث مسرت اس لئے ہیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا اور حضرت امام وقت کی بشارت کہ اس سے مراد آفتاب اسلام ہے جو مغرب سے طلوع ہونے والا ہے اور وہاں اسلام کی روشنی پھیلنے والی ہے۔ آج پوری ہوتی ہوئی دیکھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ امر تکلیف دہ ہے کہ جہاں مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا وہاں مشرق پر اسے غروب ہونا ہے فی الحقیقت مشرق میں اسلام کا پوست ہی پوست رہ گیا ہے مغز مغرب میں چلا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کے اعلےٰ اخلاق و محاسن آج اہل مغرب میں پائے جاتے ہیں اور اس بارہ میں وہ ہم سے کہیں آگے نکل گئے ہیں انکے اخلاق کی کیفیت یہ ہے کہ یہاں سے کوئی جھوٹا آدمی بھی جائے تو وہاں جا کر جھوٹ نہیں بولے گا۔ اور وہاں سے کوئی سچا آدمی آ جائے تو یہاں آ کر جھوٹ بولنے لگ جائے گا یہاں مسلمان ایک دوسرے کو کافر کہتے اور لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور وہاں ترکی - ایرانی - بہاری، افریقی، مصری سب بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ سب ممالک کے جھنڈے ہمارے عید کے پنڈال میں لہراتے ہیں جو اسلامی اتحاد کا دل خوش کن نظارہ پیش کرتے ہیں ایک عید ہی کے نظارہ کو دیکھ کر زمیندار کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں نے زمیندار میں ووکنگ کی عید کو مکہ معظمہ کی نظیر قرار دیا، اگرچہ بعد میں اعتراضات سے بچنے کے لئے سجدہ سہو کر لیا۔۔۔ اہل انگلستان کے اسلامی اخلاق و اعمال کی شہادت میں آپ نے انقلاب مصر کے پیشرو علامہ محمد عبدہ کی شہادت پیش کی جنہوں نے سیاحت انگلستان سے واپس مصر پہنچ کر بتایا کہ یورپ میں میں نے وہ لوگ دیکھے جو نام کے غیر مسلم ہیں لیکن کام کے لحاظ سے مسلمان ہیں اور یہاں اپنے وطن کے لوگوں میں جو نام کے مسلمان ہیں لیکن کام کے لحاظ سے غیر مسلم۔

آپ نے فرمایا کہ بے شک مذہب میں تمام امور زندگی شامل ہیں۔ لیکن اعلےٰ سے اعلےٰ سطح پر مذہب جس چیز کا نام ہے وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا احساس ہے، اور خدا تعالےٰ کی جو شان آیہ کریمہ اللہ نور السمٰوات والارض الخ میں بیان کی گئی ہے اس کو پڑھ کر وجد آتا ہے میں نے انگلستان کی جس مجلس میں یہ آیت پڑھی اور اس کا ترجمہ سنایا اُن لوگوں کی رُوح وجد میں آ گئی۔۔۔

آپ نے اسلامی سلطنت کے موضوع کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت انگلستان میں پائی جاتی ہے، جس ملک میں تعلیم مفت، ڈاکٹر مفت، دوائی مفت، بوڑھوں اور بیواؤں کے لئے پنشن، بیکاروں کے لئے گذارہ اور اولڈ پیپلز ہوم ہوں اس سے بہتر اسلامی سلطنت کہاں ملے گی۔ اور تو اور بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ کو بھی بحیثیت بیوہ حکومت کی طرف سے پنشن ملتی ہے، انصاف کیجئے اسلام اُن میں ہے یا ہم میں؟

آپ نے فرمایا کہ اب ان تمام سطحوں سے گذر کر وہ لوگ خدا کی تلاش میں لگ گئے ہیں یہاں تو بڑے بڑے مذہبی علماء بھی اسی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں کہ زمام اقتدار اُن کے ہاتھ میں آجائے لیکن یورپ کے بڑے بڑے سیاستدان مذہب اور روحانیت کی تلاش کر رہے ہیں، ایک بڑے سیاستدان گلب پاشا نے وہاں مذہب پہ لیکچر دیا جس میں ایک روحانی تڑپ خدا کی تلاش کے لئے پائی جاتی ہے آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے سائنسی انکشافات نے اُن کے دل و دماغ کو ہلا دیا ہے علمی روشنی میں ان کے دل خدا کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں ایک بڑا بھاری سائنٹسٹ ڈاکٹر جانسن ہے، اس نے ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی ہے، جس میں یہ بتایا ہے کہ تمام سائنسوں کو عبور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اصلی زندگی خدا کی ہستی پہ ایمان میں ہے وہ کہتے ہیں میں پادری نہیں سائنسدان ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ خدا کی یہ پیدا کردہ کائنات اتنی وسیع ہے کہ ہماری یہ زمین اس کائنات کے اندر ایک ایسا ذرہ بے مقدار ہے کہ اگر خدا کسی فرشتہ کو حکم دے کہ زمین کو جا کر معلوم کرو تو اسے اتنی ہی دقت پیش آئے گی جیسے ہمیں ایک ریگستان کے اندر ایک ذرہ کے تلاش کرنے میں دقت پیش آسکتی ہے، آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی نظر اس کائنات کے متعلق اس قدر وسیع ہے کہ انہیں اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس پیدا ہوتا ہے لیکن ہم اپنے تھوڑے سے علم پر قانع ہو کر بیٹھے ہیں کوئی جستجو ہمیں نہیں حالانکہ قرآن کریم نے ہمیں بار بار جدوجہد کرنے اور تلاش علم کے لئے اُبھارا ہے، وہ لوگ مذہب کو تجربہ سے دیکھنا چاہتے ہیں جیسے سائنسی انکشافات تجربہ سے انہوں نے معلوم کئے ہیں، یہ وہ بات ہے جو آج سے ساٹھ ستر سال پہلے ایک گاؤں کے رہنے والے حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کہی اور اپنے ذاتی تجربہ سے بتایا کہ خدا ہے اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ کلام بھی کرتا اور اپنی موجودگی کا انہیں پتہ دیتا ہے آپ کا تجربہ اہل یورپ کے لئے بہت کارآمد ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آپ سلطان القلم تھے اور آپ نے براہین احمدیہ میں خدا کی ہستی پہ ایسے ایسے زبردست دلائل دیئے ہیں کہ اس کی ایک ایک بات ایک ایک چٹان کی حیثیت رکھتی ہے آپ نے اس میں بتایا ہے کہ عقل بڑی اچھی چیز ہے لیکن جب تک اس کے ساتھ وحی و الہام نہ ہو خدا تک پہنچنا اور اس کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا ہونا مشکل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مغرب کے بڑے بڑے مفکر آج اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں، ایک شخص آرنلڈ ٹائن بی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام

An Historian's Approach to Religion

اس کتاب میں اُس نے اہل مغرب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ تمہاری تہذیب مٹنے والی ہے۔ جب تک مذہب کی طرف توجہ نہ ہو۔ وہ لکھتا ہے کہ میں یہ ماننے کو تیار ہوں کہ انسان محض عقل سے خدا کو نہیں پا سکتا۔ جب تک الہام الٰہی اس کی رہبری نہ کرے۔ لیکن جو بات میں نہیں سمجھ سکتا وہ یہ ہے کہ سب مذاہب یہی کہتے ہیں کہ خدا کی وحی صرف ہمارے لئے ہے اور دوسرے اس سے محروم ہیں، اگر کوئی مذہب اس تنگدلی سے پاک ہو تو اس پر غور کرنا پڑے گا اسے معلوم نہیں کہ ایسا مذہب اسلام ہی ہے جو دوسرے مذاہب کی الہامی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ اسی مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسلام کے سمندر میں تموّج پیدا ہو چکا ہے، اس سے حیرت انگیز تہذیب پیدا ہوگی، اگر اس تموّج کی شہادت لینی ہو تو لاہور کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھو جہاں سے مبلغ انگلستان میں آکر اسلام کو پھیلا رہے ہیں۔

قاضی عبدالرشید صاحب کی تقریر

مولانا یعقوب خاں صاحب کی تقریر وقت ختم ہو جانے کے باعث نامکمل رہ گئی۔ اور ان کے بعد قاضی عبدالرشید صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ پشاور نے تقریر شروع کی۔ ان کی تقریر کا عنوان تھا۔

"نشاۃ و احیاءِ اسلام کے لئے حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی ضرورت اور ان کی خدمات"

آپ نے حضرت مرزا صاحب سے پہلے مسلمانوں کی مذہبی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سرسید نے اسلام کو جس رنگ میں پیش کیا وہ ایک اپالوجی کا رنگ ہے۔ دوسری طرف عام مولوی لفظ پرستی کو اختیار کر کے اسلام کی بگڑی ہوئی تصویر پیش کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپالوجی کوئی نہیں کی بلکہ یوروپین فلسفہ کو چیلنج کیا اور اسلام کی برتری ثابت کی، لفظ پرستی بھی آپ نے نہیں کی، اسکو یہودیت قرار دیا۔ اور وہ بہت سی باتیں جو غلط طور پر اسلام کی طرف منسوب کی جاتی تھیں، ان کو صحیح رنگ میں پیش کیا۔ آپ نے عیسائیت اور آریہ سماج کو ختم کر دیا، الہام الٰہی کو آپ نے خدا شناسی کا ذریعہ قرار دیا۔ اور یہ ایمان دلوں میں بٹھایا کہ اللہ تعالےٰ دعا کو سُنتا اور قبول کرتا ہے۔ آپ نے دعا کی حقیقت اور جنت و دوزخ کی حقیقت کو واضح کیا قاضی صاحب نے بتایا کہ احمدیہ تحریک نے افادیت کے رنگ میں بین الاقوامی ذہنیت کو سنبھال لیا اور اس چھوٹی سی جماعت نے وہ عظیم الشان کام کر دکھایا جو بادشاہ نہیں کر سکتے۔ آپ نے بتایا کہ جس طرح قرآن کریم نے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کی دعوت دے کر مذاہب عالم میں اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی تمام اسلامی فرقوں کو دعوت دی کہ کلمہ طیبہ پر متحد ہو جائیں اور کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہیں، خود اپنی جماعت کو آپ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں دینے کے بجائے جس سے غلطی اور غداری کا امکان ہے ایک جمہوری رنگ کی خلافت انجمن کی صورت میں قائم کی۔ حضرت مسیح موعود کے علم کلام کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس علم کلام کو آخری نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ وہ چشمہ ہے جسے کھود کھود کر اور پانی نکالا جا سکتا ہے اس علم کلام کو ابتداء سمجھتے ہوئے اس پر بہت بڑی علمی عمارات کھڑی کی جا سکتی ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب کی تقریر

قاضی عبدالرشید صاحب کے بعد مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے مسلمہ فاضلانہ انداز میں ایسے ڈیرہ گھنٹہ کے دورہ کے حالات بیان کرتے ہوئے بعض ایسے علمی لیکچروں اور مباحثات کا ذکر کیا جو سنسکرت ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم نے مولانا سے درخواست کی ہے کہ وہ اس لیکچر کو قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے قلمبند فرماویں، امید ہے کہ عنقریب ہم ان کا اصل بیان خود اُن کے قلم سے قارئین پیغام صلح کی خدمت میں پیش کر سکیں گے، انشاءاللہ تعالےٰ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر دلپذیر

مولانا عبدالحق صاحب کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی دلپذیر تقریر شروع ہوئی جو بہت سے حقائق و معارف اور علمی باتوں پر مشتمل تھی، اس تقریر کا عنوان تھا۔

"انسانیت کا محسن"

اور فی الواقعہ آپ نے واقعات و حقائق سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے بہت بڑے محسن تھے، آپ کا طرز بیان، اور واقعات کو پیش کرنے کا انداز اس قدر اچھوتا اور دلپذیر تھا کہ سامعین ہمہ تن تصویر بنے ہوئے محو سماعت تھے۔ یہ تقریر عنقریب قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا سکے گی انشاءاللہ تعالیٰ

تقریر کے بعد آپ نے چندہ کے لئے اپیل کی، جو خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہی، اور اس غریب جماعت کے افراد نے بیشقرار رقوم سے دین کے ساتھ اخلاص و محبت کا عملی ثبوت پیش کیا جس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے اس کے بعد جلسہ نماز ظہر و عصر کے لئے ملتوی ہوا۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس

نماز کے بعد تین بجے سہ پہر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس منعقد ہوا جس کی رپورٹ دوسری جگہ درج ہے اس سال نونہالان قوم نے خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے جن تنظیمی سرگرمیوں سے جماعتی

انتظام کی شکل اختیار کی ہے وہ ہر طرح قابل داد ہے، امید ہے ان تنظیمی مساعی کو زیادہ وسیع کرنے اور تمام مقامی اور بیرونجات کے نوجوانوں کو بھی شرکت کا موقعہ دینے کی کوشش کی جائے گی یہ وہ کام ہے جس کے لئے خود امام وقت نے انہیں دعوت دی ہے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

مجلسِ معتمدین

اسی وقت مجلس معتمدین کا اجلاس مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی بالائی منزل میں منعقد ہوا، جو رات کے گیارہ بجے تک جاری رہا اس اجلاس میں عہدیداران انجمن اور ممبران معتمدین کے جدید انتخاب کے علاوہ قومی سود و بہبود کے کئی اہم امور پر غور و بحث ہوتی رہی دوسرے دن بھی سہ پہر سے رات کے دس بجے تک اجلاس ہوتا رہا۔

تیسرا دن مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۵۷ء

۲۷ دسمبر کو جلسہ کا انعقاد زیر صدارت خانبہادر علام ربانی خانصاحب عمل میں آیا ــــ ــــ ــــ [illegible]، خان بہادر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور ضروری کام کے لئے تشریف لے گئے اور کرسی صدارت شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری کے سپرد کی گئی، پروفیسر غلام محمد صاحب نے خادم تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد زیر عنوان "سائنس نے اسلام اور احمدیت کی کیا خدمت کی ہے" نہایت بلند پایہ تقریر کی، انہوں نے بتایا کہ میں تمام عمر سائنس کا طالب علم رہا، اور اب بھی کالج میں سائنس پڑھاتا ہوں اس مطالعہ سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ طبیعات کا گہرا علم اللہ تعالےٰ کی عظمت و حکمت کا سکہ دل پر بٹھا دیتا ہے اور انسان اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کائنات کی ترتیب ابلغ و محکم کسی مدبر بالا رادہ ہستی کے بغیر ممکن نہیں جس کا علم کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر محیط ہے ایسی سے پتہ لگتا ہے کہ وہی ہستی اس کائنات کی خالق و مالک ہے، پروفیسر صاحب نے بتایا کہ پروفیسر آئن سٹائن بھی سائنسی اکتشافات میں تمام عمر صرف کرنے کے باوجود اپنی آخری عمر میں خدا کا خوف محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا انہوں نے بتایا کہ قرآن کریم نے مناظر قدرت کو روحانی امور کے لئے بطور شہادت پیش کیا ہے اور بعض سائنسی تجربات کو پیش کرتے ہوئے ان کے نتائج کو واضح کیا اسی سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے مہدی موعود کے اس بہت بڑے نشان کی بھی وضاحت کی جو حدیث نبوی کے مطابق کسوف خسوف کی شکل میں کرۂ ارض کے دونو اطراف میں علی الترتیب ۱۳۱۱ھ اور ۱۳۱۲ھ میں وقوع پذیر ہوا، اس نشان سے جو کائنات کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے، ہستی باری تعالےٰ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حضرت مہدی دوراں مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کی سچائی جن کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوا سچائی کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

پروفیسر صاحب کی تقریر ہر رنگ میں مفید اور ایک جدید علمی نقطۂ نگاہ کو پیش کرتی تھی ہم امید کرتے ہیں کہ خود اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تقریر کسی آئندہ اشاعت میں پیش کر سکیں گے انشاءاللہ

ایک انگریزی مقالہ

پروفیسر صاحب کے بعد مسٹر مظفر احمد صاحب متعلم بی۔ اے نے اسلام اور اقوام عالم پر ایک انگریزی مقالہ پڑھا جو بیش قیمت معلومات پر مشتمل تھا،

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تقریر

آخر میں ہمارے محترم بزرگ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ایک پُرمغز اور معلومات افزا تقریر کی، جس کا خلاصہ درج کرنے کے بجائے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ فاضل مقرر سے پوری تقریر قارئین کرام کے استفادہ کے لئے قلمبند کرنے کی درخواست کریں۔

نمازِ جمعہ

مصری صاحب کے بعد جلسہ نماز جمعہ کے لئے ملتوی ہوا حضرت امیر ایدہ اللہ نے سوا ایک بجے خطبہ شروع کیا جو پون گھنٹہ جاری رہا، اس خطبہ میں جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا، حضرت ممدوح نے قوم کو نیکی و تقویٰ اور اتحاد و اتفاق کی تلقین کی اور آخر میں ان اصحاب کو جنہوں نے کل کی اپیل میں حصہ نہیں لیا تھا نام بنام پکارا اور ان سب نے خوش دلی کے ساتھ اس اہم دینی خدمت میں نقد اور وعدوں کی صورت میں حصہ لیا۔ خطبہ کے بعد نماز جمعہ ہوئی جس میں اس قدر احباب شریک تھے کہ نمازیوں کی صفیں اندرون مسجد کے محراب سے لے کر وضوخانہ تک پھیلی ہوئی تھیں یہ منظر اس سے پہلے شاید بہت کم دیکھنے میں آیا ہے اور اس سے اس قومی اجتماع کی کامیابی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک، خطبہ جمعہ اس جلسہ کی اختتامی تقریر تھی جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے کی۔ اور نماز کے بعد جلسہ برخواست ہو گیا۔ کئی احباب اسی دن رخصت ہو گئے اور بعض دوسرے تیسرے دن بلکہ کئی دنوں کے بعد گئے، اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور آئندہ سال پھر اس اہم قومی اجتماع میں شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بقیہ از کالم ۳)

حمامۃ البشریٰ کی عربی ممالک میں مفت تقسیم کے لئے اپیل کی گئی تھی۔ اس کی کئی سو جلدیں پڑی ہیں، رعایتی قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ مگر احباب سلسلہ نے پورے طور پر اس طرف توجہ نہیں دی۔ کل ڈیڑھ سو روپے اس وقت تک وصول ہوئے ہیں اور اتنی ہی کتابیں بغداد میں بھیجی جا رہی ہیں۔ مگر میدان بہت وسیع ہے۔ اور مزید خدمت دین اور تبلیغ احمدیت ہو سکتی ہے۔ احباب اس کی طرف پوری توجہ دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ والسلام

خاکسار

ممتاز احمد فاروقی

ایک پرانی تجویز کا احیاء

۲۹/۷ ۔ گلبرگ کالونی ۔ لاہور

۳۰ دسمبر ۱۹۵۷ء

مکرمی جناب مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اخبار کے ایک سال کے ہی پرچہ میں شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی نے ایک پرانی تجویز کا احیاء کیا ہے کہ والد صاحب مرحوم و مغفور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ان مضامین کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کرنا چاہیئے جو کہ اخبار پیغام صلح کی پرانی جلدوں میں محفوظ ہیں۔ اس طرح سے ہمارے نوجوان احمدی دوست بھی اُن سے مستفید ہو سکیں گے حضرت ڈاکٹر صاحب کی اپنی وصیت بھی یہی تھی اور اپنی کتابوں کی رائلٹی کو وہ اس شرط پر انجمن کو دے گئے کہ ان کی تصانیف کو دوبارہ چھپوانے پر خرچ کیا جائے، اور پیغام صلح میں اُن کے شائع شدہ مضامین کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ آج ان کو فوت ہوئے چودہ برس گذر گئے۔ مگر انجمن ان کی وصیت کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہی ہے۔ جس کا افسوس ہے۔ میں نے اب خود کوشش کر کے اُن کے شائع شدہ مضامین کو ترتیب دینا شروع کیا ہے اور اس کو ایڈٹ کر رہا ہوں اور امید ہے دارالکتب اسلامیہ کے ذریعہ ان کے مضامین کی پہلی جلد جو کہ "تذکرۂ علمیہ" پر مشتمل ہوگی جلد ہی شائع ہو سکے گی۔ باقی جلدیں بعد میں یکے بعد دیگرے شائع ہو سکیں گی۔ امید ہے احباب سلسلہ اس امر میں ممد و معاون ہوں گے۔

اس سلسلہ میں میں ایک اور امر کی طرف جماعت کی توجہ مبذول کروانی چاہتا ہوں۔ یہ تو سب جانتے ہیں اور ایک زمانہ معترف ہے کہ والد مرحوم کی تصنیف "مجدد اعظم" ہر سہ جلد۔ حضرت مسیح موعود کی بہترین سوانح عمری اور سلسلہ احمدیہ کی تاریخ اور تعلیم کا نچوڑ ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ سے احمدیت کی بہترین تبلیغ ہو سکتی ہے اور یہ غیر احمدی دوستوں کو "تحفۃً" دی جا سکتی ہے۔ مفت تقسیم کے لئے اس کتاب کی نصف قیمت بھی انجمن کر سکتی ہے۔ اور ایسی تجویز زیر غور بھی ہے۔ اگر احباب سلسلہ اس کتاب (ہر سہ جلد) کو نصف قیمت پر تبلیغ احمدیت کے لئے مفت تقسیم کروائیں یا اپنے غیر احمدی سنجیدہ مزاج مسلمان دوستوں کو "تحفۃً" پیش کریں۔ تو کارِ ثواب ہے اور جماعت کی تقویت کا باعث ہوگا۔ اس طرح سے کئی سو جلدیں جو اس وقت پڑی ہیں وہ لگ جائیں گی۔ اور صدقہ جاریہ کا کام دیں گی۔ احباب دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے اس معاملہ میں خط و کتابت کریں جہاں تینوں جلدیں چھ روپیہ ایک آنہ میں مل سکیں گی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود کی کتاب (باقی دیکھئے صفحہ)
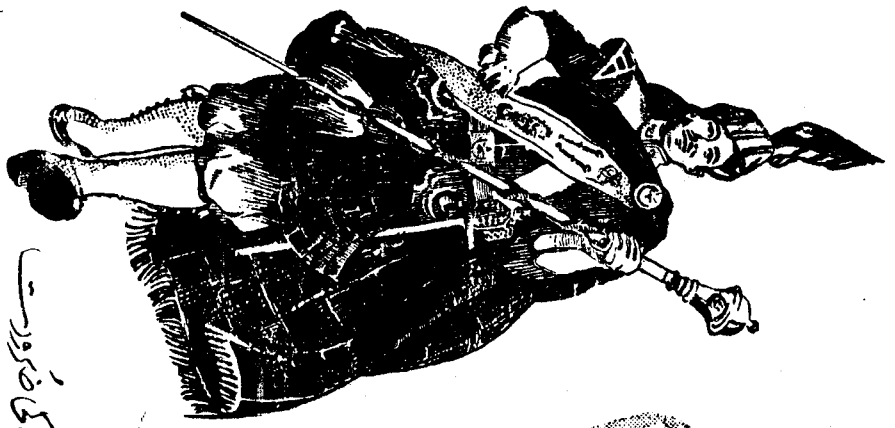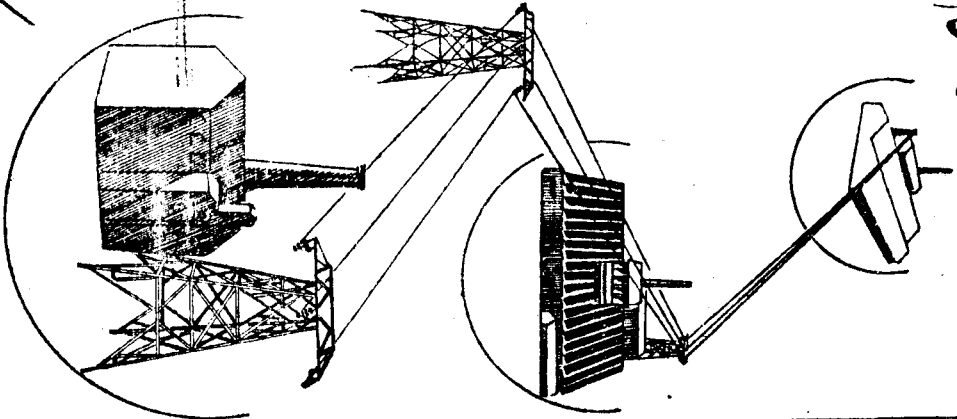
عرب ممالک میں تبلیغ

عرب ممالک میں حضرت صاحب کی معرکہ آرا تصنیف حمامۃ البشریٰ (عربی) کو مفت تقسیم کے لئے انجمن نے اس کی قیمت نصف (ایک روپیہ) یعنی لاگت کے برابر کر دی ہے تبلیغ اسلام اور توسیع جماعت کا جذبہ رکھنے والے احباب سے درخواست ہے کہ اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ کاپیاں عرب ممالک میں تقسیم کرنے کے لئے خرید فرماویں عرب ممالک میں تقسیم کا کام مجاہد بغداد سید تصدق حسین صاحب قادری اور جناب ابراہیم آدم سچوانی بصرہ کے ذریعہ انجام دیا جائے گا۔

اس

کارخیر میں ضرور حصہ لیں، اس غرض کے لئے دو ہزار کاپیاں موجود ہیں۔ آپ ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے جتنی تعداد تقسیم کروانا چاہتے ہیں اس سے اطلاع بخشیں

ملنے کا پتہ

مینیجر دار الکتب اسلامیہ

احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح ۸ جنوری ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۵۸ء | نمبر ۲

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوٰے ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَى الْکَاذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

جرمنی میں اشاعتِ اسلام

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں (رپورٹ ماہ اکتوبر ۵۷ء)

رقمزدہ امینہ موسلر

یکم اکتوبر (منگل) مشرقی برلن کے ہائی سکول کے طلباء کو مسجد دکھائی گئی اور بعد ازاں اُن سے مذہب اسلام کے متعلق گفتگو کی گئی۔

۲ر اکتوبر (بدھ) امام صاحب نے ایک بہت بڑے اسلامی فلاسفر امام غزالیؒ پر لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا پہلے لیکچر میں ان کی سوانح حیات، ترقیات، مصائب اور کتاب احیاء العلوم الدینیہ کے پہلے حصہ کی تصنیف کا ذکر کیا۔

۴ر اکتوبر (جمعہ) مذہب کے اسلامی نقطہ نظر پر امام صاحب نے خطبہ دیا۔

۶ر اکتوبر (اتوار) مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

۹ر اکتوبر (بدھ) امام غزالی کی کتاب پر لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

۱۱ر اکتوبر (جمعہ) امام صاحب نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مضمون پر خطبہ دیا اور بتایا کہ ہماری عبادات کی بناء توحید الٰہی پر ایمان لانے پر رکھی گئی ہے، اور ہر قسم کی بُت پرستی کو رد کر دیا گیا ہے۔

۱۳ر اکتوبر (اتوار) مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی درس دیا۔

۱۶ر اکتوبر (بدھ) امام غزالیؒ کی کتاب پر لیکچر کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۸ر اکتوبر (جمعہ) امام صاحب نے خطبہ میں اس امر پر روشنی ڈالی کہ عبادت کیوں ضروری ہے اور عبادت کو مکمل اور قدر و قیمت کے لائق بنانے کے لئے کن شرائط پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۲۰ر اکتوبر (اتوار) مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی درس دیا۔

۲۱ر اکتوبر (پیر) ایک مسلمہ لیڈی ہالینڈ سے برلن آئی۔ اور برلن مسجد کی زیارت کی اور برلن میں اسلام کے متعلق مسز امینہ موسلر سے گفتگو کی۔

۲۳ر اکتوبر (بدھ) امام غزالی کی کتاب پر لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

۲۵ر اکتوبر (جمعہ) امام صاحب نے اس موضوع پر خطبہ دیا کہ اسلام اس وقت کی دنیا میں جب وہ دنیا میں آیا کس طرح سے جلدی پھیل گیا اور ان فرائض کا ذکر کیا، جن کی بجا آوری اس کے متبعین پر عائد ہوتی ہے۔

۲۷ر اکتوبر (اتوار) مسز امینہ موسلر اور مسٹر احمد شباد کے مابین ایک گفتگو بذریعہ

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

مکتوبِ فیجی

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب از نسوری (جزائر فیجی)

عزیزم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغامِ صلح زادعنایتہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخبار پیغامِ صلح میں مولانا ابوبکر مالاباری کی اچانک موت جو ٹرین کے حادثے میں ہوگئی۔ کا حال پڑھکر دل کو بہت صدمہ پہنچا۔ میں مولانا مرحوم کو ۱۹۲۵ء سے جانتا ہوں جبکہ خاکسار چند ماہ کے لئے مسلم ہائی سکول لاہور میں مدرس تھا۔ اس قدر طویل خدمات ایک ہی سکول میں آپ کی ثابت قدمی پر دال ہیں۔ خداوند کریم آپ کو جوارِ رحمت میں داخل کرے اور اس شہیدِ ملت کی زندگی کو ہم سب کے لئے باعثِ نمونہ بنائے دوسرا ہوشربا حادثہ مولانا عبداللہ جان کے نوجوان بھتیجے سعید احمد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے اثرات کو زیادہ تر وہ محسوس کر سکتے ہیں، جن کی عزیز اولاد بیرونی ممالک میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ رضاءِ مولا پر راضی رہنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا عبداللہ جان کے والد مرحوم حضرت مولانا غلام حسن پشاوری کی پاکیزہ شخصیت کا نقشہ میرے سامنے ہے۔ آپ کی مجلس نمازِ مغرب کے بعد پُر رونق رہتی تھی۔ نیاز حاصل کرنے کو بندہ بھی وہیں پہنچ جایا کرتا تھا۔ اور سب جماعت کے احباب مل کر کھانا تناول کرتے تھے۔ چونکہ بات چیت اکثر پشتو زبان میں ہوا کرتی تھی۔ اور میں دو تین دن کے لئے اُن کا مہمان ہوا کرتا تھا۔ مجھے فرش پر ہی نیند آجاتی تھی۔ حضرت مولانا مرحوم مجھے اُٹھا کر نیچے کی منزل میں لے جاتے۔ بستر کا معاینہ کرتے اور اپنے ہاتھ سے چادر کے شکن کو سیدھا کرتے بلکہ اُس وقت ان کی اس کسرِ نفسی کو دیکھ کر نادم ہوتا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا گہرا نقش دل پر ہوتا کہ جب مُرید کی یہ کیفیت ہے۔ تو پھر پیر کس قدر اعلےٰ اخلاق کا انسان ہوگا۔

ضلع ڈیرہ غازی خاں میں میری طرح ایک معمولی حیثیت کے ایک احمدی تھے۔ جن کا نام میں بھول گیا ہوں۔ ایک دفعہ وہ احمدیہ بلڈنگس میں آئے۔ اور اچانک سخت بیمار ہوگئے ان کو حضرت ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ مرحوم اُٹھا کر لے گئے انہوں نے اپنی زبانی بڑے فخر کے ساتھ کہا کہ طبّی معاینہ کے لئے فوراً حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بھی پہنچے۔ ان تینوں ڈاکٹروں کی رائے سے علاج تجویز ہوا۔ اور ان کا علاج بغیر کسی معاوضہ کے مفت کیا گیا۔ اس قصے کو وہ ہر ایک احمدی اور غیر احمدی کے سامنے فخریہ بیان کیا کرتا تھا اور جماعت کے بزرگوں کے حسن اخلاق اس کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتے تھے۔

اس ضلع کے ایک بزرگ منشی نور محمد خان مرحوم جام پور میں ملازم تھے اور خاکسار راجن پور میں ٹیچر تھا۔ موسم گرما میں ان دونوں شہروں کے درمیان آمد ورفت کے وسائل بسا اوقات بند ہوجاتے تھے۔ لیکن کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا تھا۔ کہ ہماری ملاقات نہ ہو۔ دس بارہ میل پیدل چلنا جبکہ راستہ میں پانی ہو، معمولی بات نہ تھی۔ لیکن بندہ ان کی تیمارداری کے لئے ہسپتال ہر ہفتہ پہنچ جاتا تھا۔ اور ان کی تندرستی کے دوران میں اکثر ملاقات ہوجاتی تھی۔ ہم محسوس کرتے تھے کہ احمدیت نے مختلف قلوب کو یک جان دو قالب کر دیا ہے۔ اور اخوت اور ہمدردی کا وہ نمونہ قائم کیا ہے جو دیگر جماعتوں میں مفقود ہے۔

میرے پاس اخبار پیغامِ صلح ۳۰ سال سے متواتر آرہا ہے۔ اس میں قادیانی جماعت کے خلاف کئی ایک مضامین لکھے گئے ہیں۔ لیکن میں ان کو پڑھنا ہمیشہ تضییع اوقات خیال کرتا رہا ہوں۔ اور نہ ہی آج تک الفضل میں کسی ایسے مضمون کو پڑھنا گوارا کیا ہے۔ جو ہمارے خلاف لکھا گیا ہو۔ بقول حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم یہ پانی میں مدھانی مارنا ہے۔ جس سے مکھن کی امید نہیں ہوسکتی۔ ہماری جماعت اپنے کام سے۔ اخوت اور ہمدردی کے جذبات سے، مہمان نوازی سے، خیرات سے، تقوےٰ وطہارت سے دوسروں کو جذب کرسکے گی۔ اس کے اصول صحیح ہیں۔ دنیا جمہوریت پر آرہی ہے۔ ہماری جماعت جمہوریت کے اصولوں پر قائم ہے۔ دنیا پیر پرستی سے بیزار ہے۔ ہماری جماعت میں پیر پرستی مفقود ہے۔ مسلمان تبلیغ اسلام کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں۔ ہماری جماعت تبلیغ اسلام کی علمبردار ہے۔ ان حالات میں ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ایسے مضامین سے اپنی اخبار کے قیمتی کالموں کو ضائع کریں جن سے حاصل کچھ نہ ہو۔

دنیا کام کو دیکھتی ہے۔ ہمارا بار بار "لاہور کے پاک ممبر" کی رٹ لگانا ایسا ہے۔ جیسے مسلمان کہا کرتے تھے۔ "پدرم سلطان بود"۔ اور اپنی موجودہ نکبت اور کمزوری پر دھیان دینا انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ "لاہور کے اکثر پاک ممبر" اپنے مولا سے جاملے۔ ان کی وجہ سے ہمیں نجات نہیں مل جاوے گی۔ اور نہ ہی ان کی قبروں پر مزار بنا کر ہمیں مجاوری کرنی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم وہ ماحول پیدا کریں جو ان بزرگوں نے قائم کیا ..... اور اپنے کاموں کو ترقی پر پہنچانے کے لئے کوشش کریں۔ جس کام کی سرانجام دہی کے لئے قوم فیصلہ کرے۔ جب تک وہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے۔ آرام نہ لیں۔ یہی حقیقت میں احمدیت ہے۔

والسلام
خاکسار۔ محمد عبداللہ

جرمنی میں اشاعتِ اسلام

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

نشر کی گئی، جس میں سورۂ آل عمران کی بعض آیات پر تبادلۂ خیالات کیا گیا۔ اس قسم کی نشریات مغربی جرمنی اور مشرقی حصہ میں بڑی دلچسپی سے سُنی جاتی ہیں اور ہمیں کئی خطوط موصول ہوتے ہیں جن میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

۲۹ر اکتوبر (منگل) (BOCHAM) (مغربی جرمنی) سے چند نوجوان انجنیئروں کا ایک گروہ مسجد کی زیارت کے لئے آیا، اور اسلام کے متعلق اور جرمنی میں بحیثیت مجموعی اسلامی زندگی کے بارہ میں انہوں نے معلومات حاصل کیں۔

۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۷ء (بدھ) درس قرآن کے وقت امام صاحب نے مولانا صدر الدین صاحب کی تمہید ترجمۃ القرآن پڑھ کر سنائی۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی شاندار فتح

گذشتہ ہفتے پائنیرز گراونڈ ایبٹ روڈ لاہور پیٹرول لیڈرز کا ایک ٹریننگ کیمپ منعقد ہوا۔ جس میں لاہور کے عام سکولوں اور یوروپین سکولوں کے بچوں کے علاوہ سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے سکاؤٹ بچّوں نے بھی شرکت کی، ان مقابلوں میں بفضلہ تعالےٰ ہمارے سکول کے بچوں نے چیلنج کپ حاصل کیا۔ اور کیتھڈرل سکول دوم رہا۔ اس میں خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہمارے بچے نہ صرف مجموعی طور پر اوّل رہے۔ بلکہ وہ ہر ایک آئیٹم میں بھی اوّل آئے فالحمد للہ علیٰ ذالک

برکت علی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

حمامۃ البشریٰ

کی عرب ممالک میں مفت تقسیم کے لئے انجمن نے نصف قیمت ایک روپیہ کر دی ہے، احباب سے درخواست ہے، کہ اس کی زیادہ سے زیادہ کاپیاں خرید کر عرب ممالک میں تقسیم کے لئے بھجوائیں۔

مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہمارا مستقبل

تحریک احمدیت کے خلاف جو فضا اس وقت دنیا میں پیدا ہو چکی ہے، جس کی ذمہ داری زیادہ تر اسی جماعت پر عائد ہوتی ہے جس نے غلط عقائد احمدیت کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اور ان کے جنازے یہودیوں اور عیسائیوں کے جنازوں کی طرح ناجائز ٹھہرا کر غصہ و نفرت کی ایک عالمگیر رو دنیا میں پیدا کر دی، اس فضا اور غصہ و نفرت کی رو کو دیکھ کر بعض مخالف و موافق حلقوں میں یہ خیال پیدا ہوتا جا رہا ہے کہ یہ تحریک اب کوئی دن کی مہمان ہے اور عنقریب ناکامی کی موت مر جائے گی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا جماعت اسلامی کے رسالہ ترجمان القرآن نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا تھا، اور خود احمدی جماعت کے بعض کمزور دل افراد بھی اسی خیال کے زیر اثر یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہمارا مستقبل ایسی تاریکیوں کے اندر گھرا ہوا ہے کہ ان سے نکلنا اور پہلے کی سی روشن فضاؤں کا پیدا ہونا محال ہے۔ بعض کوتاہ فہم یہ خیال بھی دل میں لئے ہوئے ہیں جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، کہ چونکہ یہ صدی اب ختم ہونے والی ہے، اس لئے اس صدی کے مجدد کی تحریک بھی اب زندگی کے آخری مرحلوں میں ہے، اور اب نیا مجدد ہی آ کر اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اس میں زندگی کی روح پیدا کرنا اب ہمارا کام نہیں۔

یہ وہ خیالات ہیں جو بعض اصحاب سے کوتاہ فہمی اور کم ہمتی کی وجہ سے موجودہ فضا سے متاثر ہو کر اپنے دلوں کے اندر بٹھا لئے ہیں، حالانکہ اگر وہ غور کرتے اور اپنی ہمتوں کو استوار کر کے تاریکی کے پردوں کو پھاڑنے میں لگ جاتے تو انہیں موجود تاریک فضاؤں کے اندر ہی تحریک احمدیت کے روشن مستقبل کی شعاعیں نظر آ جاتیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اسلام کی جو روشن تصویر اس وقت دنیا میں مقبول ہو رہی ہے وہ اگرچہ قرآن کریم اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے لی گئی ہے تاہم اس زمانہ میں احمدیت ہی نے اس کو اس غبار سے پاک صاف کر کے پیش کیا جو فیج اعوج کے زمانہ سے اس پر چھایا ہوا تھا۔ غور کر کے دیکھ لیجئے اسلام کی اس روشن تصویر کے خد و خال احمدی لٹریچر کے سوا اور کہیں نظر نہیں آتے۔ اسی لٹریچر سے متاثر ہو کر کئی لوگوں نے ایمان کی روشنی حاصل کی اور دہریت و الحاد کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی دلربا وادیوں میں آ گئے۔ پھر بیرونی ممالک میں آپ کے جو مشن کام کر رہے ہیں وہ احمدیت کا ایک اور روشن کارنامہ ہے، جس کی مثال تمام اسلامی دنیا میں نہیں ملتی، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس شاندار لٹریچر اور ان مشنوں کے ہوتے ہوئے ہمارا مستقبل تاریکی کی فضاؤں میں گھرا ہوا ہے

اس میں شک نہیں کہ پاکستان میں بعض عناصر کی ذاتی اغراض نے احمدیت کے خلاف تعصب و تنگ نظری کی ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے صورت حال بظاہر ایک حد تک مایوس کن نظر آتی ہے لیکن اگر ہم ان حالات پر نظر ڈالیں، جو حضرت امام وقت کو ابتدائے دعوے میں پیش آئے، اور مسلمانوں، آریوں اور عیسائیوں نے مل کر اس تحریک کو کچلنے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کیں، یہاں تک کہ کئی قسم کے فوجداری مقدمات کھڑے کر کے اس تحریک کو فنا کرنے اور خدا کے اس برگزیدہ کو جو زندہ خدا اور زندہ اسلام کا پیغام لے کر کھڑا ہوا تھا تختہ دار پر کھینچنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن باوجود اس کے خدا تعالے نے اس پاک انسان اور اس کی قائم کردہ تحریک کو ہر مصیبت سے بچا کر روز افزوں کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار کیا۔ یہاں تک کہ آج اس کے مشن اسلام کا جھنڈا یورپ و امریکہ میں نصب کرنے اور اس کا لٹریچر اسلام کی روشن تصویر کو دنیا میں پھیلانے اور سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں کو دہریت اور الحاد سے نکالنے میں کامیاب ہو چکا ہے، تو ان حالات کو دیکھتے ہوئے موجودہ فضا جو کسی ٹھوس حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ ذاتی اغراض و سیاسی مفاد پرستیوں کی بناء پر پیدا کی گئی ہے، کچھ زیادہ تاریک نظر نہیں آتی۔ ہاں یہ ہماری اپنی کم ہمتی اور کمزوری ایمان ہے جو اس کو ایک ڈراؤنی شکل دے رہی ہے، غور کیجئے ۱۹۵۳ء میں جو حالات پیش آئے، وہ کس قدر حیرت انگیز، کتنے خطرناک اور تباہ کن تھے، پھر کس طرح اللہ تعالے نے محض اپنے فضل و کرم سے اس تحریک کو بچایا، اگر اس وقت ہمارے مخالفین کے ارادے کامیابی کی صورت اختیار کر لیتے تو آج تحریک احمدیت کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا، لیکن خدا تعالے کے ہاتھ نے جس طرح اسے بچایا اس سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ ایک نفع بخش تحریک ہے جس کو قائم رکھنا مشیت ایزدی میں داخل ہے، فاما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض، اس سے صاف نظر آتا ہے یہ تحریک انشاء اللہ قائم رہے گی اور اس کے ذریعہ سے اسلام کا نور دنیا میں پھیلے گا ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تمام مخالفتوں سے نڈر اور لاپرواہ ہو کر پورے دلی جوش کے ساتھ اس کی تائید و نصرت میں لگ جائیں، اور کسی قسم کے احساس کمتری میں اپنے آپ کو مبتلا نہ ہونے دیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ احمدیت کی تائید میں جو لٹریچر شائع شدہ موجود ہے جس میں سلسلہ کے مخصوص مسائل پر پیرکن ثبت کے علاوہ مخالفین نے ہر قسم کے سوالات و اعتراضات کا مسکت جواب دیا جا چکا ہے۔ اس کو ہر احمدی خود بھی بغور مطالعہ کرے اور اپنے ملنے والوں کو بھی مطالعہ کے لئے دے، تحریک احمدیت، آئینہ احمدیت، مسیح موعود اور دیگر بہت سی کتابیں۔۔۔۔ اس قابل ہیں کہ انہیں عام طور پر پھیلایا جائے، اور ان سب سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود کے ملفوظات اور آپ کی تحریرات جو ایمان کی روشنی سے دلوں کو منور کرنے والی ہیں ان کو اپنے مطالعہ میں لائیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ احمدیت ایک ایسی تحریک ہے جو کبھی مٹنے والی نہیں، وہ ایک روشن مستقبل رکھنے والی تحریک ہے، جس کا ساتھ اگر ہم نے دلی ایمان اور پورے خلوص و ہمت کے ساتھ دیا اور حضرت مسیح موعود کی اصل تحریرات کو لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لیا تو آپ دیکھ لیں گے کہ تمام مخالفتیں دور ہو کر احمدیت کے متعلق دلوں میں محبت کی فضا پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر ہم کمزوری ایمان یا احساس کمتری میں مبتلا ہو کر پیچھے ہٹ گئے تو خدا تعالے کوئی اور لوگ اس کی تائید و نصرت کے لئے کھڑے کر دے گا جو ہم جیسے نہ ہوں گے، یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم، کام تو بہر حال ہوتا ہے اگر اس کا اجر ہم نے نہ لیا تو ہم سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا ؎

بہ نفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

یہ خیال باطل ہے کہ چونکہ آئندہ مجدد کا زمانہ اب قریب آ رہا ہے اس لئے اب ہمیں زیادہ کوشش نہ کرنی چاہیئے یا یہ کہ ہماری کوششیں اب کامیاب نہیں ہو سکتیں، اس قسم کے خیالات ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جو کام نہ کرنے کے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں، آئندہ مجدد جب آئے گا دیکھا جائے گا ابھی تو اس صدی کے مجدد کا زمانہ ہے جو مسیح موعود بھی ہے اور خاتم الخلفاء بھی، ہمیں جو کام اس پاک امام نے سپرد کیا ہے ہمارا فرض ہے کہ دلی خلوص و ایمان کے ساتھ پوری سرگرمی سے اسے کرتے چلے جائیں، اور آئندہ پر نظر رکھنے یا کسی قسم کی مخالفت سے ہراساں ہوئے بغیر اس پیغام حق کو پہنچاتے چلے جائیں جس کے پہنچانے کا ہمیں ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے، اسی میں ہماری کامیابی کا اصل راز ہے اور اسی سے ہمارا مستقبل درخشاں اور روشن ہوگا۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کی مجلس عاملہ کا ایک بہت اہم اجلاس مورخہ ۱۲/۱/۵۸ کو ۴ بجے شام کمال الدین ہال میں منعقد ہوا اس میں مجلس عاملہ کے حسب ذیل ممبران نے شرکت فرمائی۔ ناصر احمد صاحب، ظفر احمد صاحب، انیس احمد صاحب بشیر احمد صاحب، رانا علی احمد صاحب، عبدالستار صاحب، اور راقم۔

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۳ کے نیچے)

''اپ کے خطوط''

راولپنڈی میں نوجوانوں کی تنظیم

مکرمی ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

سلام مسنون۔

گذشتہ کئی سالوں سے جماعت احمدیہ لاہور کی پنڈی شاخ کے نوجوان کسی ایسی "تنظیم" کے خواہاں تھے جو خاصتہً ان کی اپنی تنظیم ہو، بہت غور و خوض کے بعد کچھ نوجوان کارکنوں نے "The Seekers" کی بنیاد رکھ کر اپنے عمل کا ثبوت دیا۔

اب یہ خبر جماعت احمدیہ لاہور کے تمام حلقوں کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ "The Seekers" اپنے مبارک وجود سے نوجوان، خواتین و حضرات میں بہت مقبول ہو رہی ہے، اس میں نہ صرف احمدی حضرات ہی نہیں بلکہ غیر از جماعت احباب بھی اجلاسوں میں شرکت کے متمنی ہیں۔

"The Seekers" کا ایک غیر معمولی اجلاس بعد از نماز جمعہ جناح گرلز ہائی سکول کی کیا ونڈ میں ہوا جس میں خواتین و حضرات نے بھاری تعداد میں شرکت کی، اجلاس میں مسٹر خالد نے ایک پُر اثر تقریر کے ذریعہ حاضرین کو اپنے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ علاوہ از ین ایک...... ریزولیوشن کی صورت میں مقامی جماعت احمدیہ سے اپیل کی گئی" وہ جلد از جلد نوجوانوں کے لئے ایک لائبریری کا قیام عمل میں لاوے۔ اور طے پایا کہ باقاعدہ اجلاس ۲۲ دسمبر سے شروع ہوں، جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ہماری تنظیم کی ترقی اور مبران کے لئے حضرت مجدد وقت کے مشن "تبلیغ اسلام" میں حصہ لینے کے لئے دعائیں فرمائیں۔ والسلام

آنریری سیکرٹری۔ محمود اقبال تھہودی ۱۵ $\frac{۱۲}{۵۸}$

"احمدیت اور تبلیغ اسلام"

بخدمت ایڈیٹر صاحب "اخبار پیغام صلح"،

یہ بات تو مانی ہوئی ہے کہ ہماری جماعت کا نصب العین تبلیغ اسلام ہے اور اس کے لئے جماعت کے ہر شخص کا فرض ہے کہ جاہے درمے، قدمے، سخنے، جتنا بھی ہو سکے تبلیغ کے کام کو انجام دے۔ ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ جنگل اور پہاڑی علاقوں میں اگر تبلیغ کی جائے تو بڑی کامیابی ہو۔ خصوصیت سے شیلونگ۔ دار جیلنگ۔ کرسیونگ میں اس کام کو اچھے پیمانے پر کیا جا سکتا ہے۔ اگر باضابطہ مشن کھولنے میں دقت ہو۔ تو بھی وہ احباب۔ جو گرمیوں میں پہاڑ پر جاتے ہیں اپنی تفریح کے ساتھ تبلیغ بھی کر سکتے ہیں، ان جگہوں میں سال میں چھ ماہ لوگ کثرت سے جاتے رہتے ہیں، اور مقصد ان لوگوں کا یہ ہوتا ہے کہ گرمیوں سے بچکر چھٹی منا دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے، کہ ہر سال ایسے احباب کی ایک فہرست تیار کرکے ان کو چار دے جو گرمیوں میں پہاڑوں پر جانا چاہتے ہیں، وہ کتنا زمانہ پہاڑ پر صرف کر سکتے ہیں انجمن کو بتا دیں، اور متفرق پہاڑوں پر دو دو چار چار احباب کی ٹولی ہر اک وقت مل کر رہے، اور اپنی دوسری سرگرمیوں کے ساتھ تبلیغی سرگرمی بھی جاری رکھے۔ جب ایک جماعت جانے لگے تو دوسری جماعت ان کی جگہ پر کام شروع کر دے۔ اور اس طرح سے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہو، اس میں انجمن کو ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ واضح رہے کہ ہم نے محسوس کیا ہے کہ ان پہاڑوں میں اسلام بہت مقبول ہوتا ہے۔ اور اس کام کو ہماری جماعت کر سکتی ہے قادیانیوں سے یہ کام اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ شروع سے ہی قادیانیت کا پرچار کرنے لگتے ہیں، اور دوسرے مسلمان اس لئے نہیں کر سکتے کہ ان میں تبلیغی جوش نہیں ہے۔ چنانچہ ان جگہوں میں ہماری اسلامی انجمنیں بہت عرصہ سے قائم ہیں۔ ان میں اب مستعدی نہیں رہی، اگر یہ تجویز پسند ہوں تو میں اپنا نام بھی بطور والنٹیئر پیش کرتا ہوں۔ ناچیز ایم اے صمد

مارُف گنج۔ گیا۔ بہار۔ انڈیا

اخبار احمدیہ

——حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت گذشتہ دنوں ناساز رہی اب خدا کے فضل سے آرام ہے، فالحمد للہ۔

——مولانا مرتضیٰ خان حسن بہت دنوں سے بیمار چلے آ رہے ہیں، گو اب حالت پہلے سے بہتر ہے، تاہم ان کی صحت کاملہ کے لئے احباب کی خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

——مولوی محمد یحییٰ صاحب مبلغ ووکنگ کے والد صاحب سیالکوٹ میں دیر سے بیمار چلے آ رہے ہیں بعض وقت حالت بہت مخدوش ہو جاتی ہے، بلیا ایڈیٹ صاحب ۱۱ر جنوری کے خط میں لکھتے ہیں کہ کل تمام دن قبلہ والد صاحب کو درد کی سخت تکلیف رہی اور ایک منٹ کے لئے بھی چین نہیں آیا ہم سب ان کی بیماری کی وجہ سے بڑے پریشان ہیں" احباب کرام سے درخواست ہے کہ اپنے اس محترم بھائی کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

سانحۂ ارتحال

(۱)۔ کوئٹہ سے محمد انوار صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد ماسٹر نور حسن صاحب ۹ر جنوری کو بروز سوموار بوقت نو بجے صبح انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم ایک مخلص احمدی تھے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(۲) لاہور چھاؤنی میں ہمارے ایک اور دوست قاضی عبدالواحد صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں مرحوم کے تمام لواحقین بالخصوص انکے قریبی عزیز محترم قاضی عبدالعزیز صاحب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے خدا تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

جماعتِ قادیان سے جماعتِ لاہور میں شمولیت کا اعلان

بندۂ ناچیز کو سنہ ۱۹۴۰ء میں بمقام جموں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح الزمان مہدیٔ دوران امام الوقت علیہ الرحمۃ پر ایمان لانے کا فخر حاصل ہوا۔ اوائل میں خاکسار کی زندگی کا اکثر حصہ ایسے ماحول میں گذرا جہاں ایسے لوگوں کی اکثریت تھی جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منصب اور مسلک میں غلو کر چکے تھے۔ چونکہ بندۂ ناچیز کو حضرت اقدس کے ساتھ بچپن سے عقیدت رہی ہے بدیں ماحول کے اثر سے میں بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے مسلک کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو کر حضرت اقدس کو حقیقی نبی مانتا رہا۔ اور ان تمام عقائد کا حامل رہا جو سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد قادیان سے شائع ہوتے رہے۔ میں نے حضرت اقدس کی اکثر کتب کا مطالعہ کیا۔ ماحول کے اثر کی بنا پر میں بھی حضرت اقدس کے اصل دعاوی کی تاویل کرکے اور متشابہات کو محکمات پر مقدم ٹھہرا کر حضرت اقدس علیہ السلام کی اُن عبارات کو جو مجاز اور استعارات پر مبنی تھیں حقیقت پر محمول کرتا رہا اور اس طرح اصل حقیقت سے دُور جا پڑا۔ بہرحال بندۂ ناچیز نے جوں جوں حضرت اقدس کی کتب اور لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت اقدس بارہا دعویٔ نبوت سے انکار کرتے ہیں اور ہرگز اپنے نہ ماننے والے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہر اُس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اقرار کرے اُسے مسلمان سمجھتے ہیں۔ البتہ ہر امام اور مجدد کو ماننا ضروری ٹھہراتے ہیں۔ لہذا میں اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ:۔

اوّل۔ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی زمانہ کے امام اور مجدد ہیں۔ نبی نہیں ہیں۔ آپ نے لفظ نبی مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

دوم۔ یہ کہ ہر وہ شخص جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلعم کا قائل ہو اور آنحضرت صلعم کی سچائی کی گواہی دے وہ مسلمان ہے۔

سوم۔ یہ کہ میرے وہی عقائد ہیں جو جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ہیں اور میں آج کی تاریخ سے جماعت احمدیہ (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) کا ایک ادنیٰ سا ممبر ہوں اور ارباب جماعت قادیان یا ربوہ کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

میں اس حقیقت پر بھی ایمان لاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین انجمن ہے جیسا کہ حضرت اقدس اپنی کتاب الوصیت میں تحریر فرما چکے ہیں۔ میں ان عقائد کی اشاعت اور تبلیغ کو اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہوں۔ فقط والسلام

خاکسار ماسٹر عبدالکریم احمدی سابق سیکرٹری امور عامہ و سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ کھدوا ہ (شاخ قادیان) ڈاکخانہ کھدواہ

دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنیکی تعلیم اور نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کا عمل

یورپ کا عدل و انصاف سے انحراف اور کمزوروں پر ظلم و ستم

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ——— (المائدہ آیت ۸)

مسلمانوں کو عدل و انصاف قائم کرنیکا حکم

اللہ تعالے نے فرمایا اے ہمارے ماننے والو! اے وہ لوگو جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول مان لیا ہے اور یہ تسلیم کر لیا ہے کہ آپ وہ شخصیت ہیں جس پر خدا کی کتاب قرآن کریم نازل ہوئی ہے، اس کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک تعلق تمہارا خدا کے ساتھ ہے، اس تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم تمہیں ایک حکم دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کونوا قوامین للہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عدل اور انصاف کو قائم کرنا ہے۔ شہداء بالقسط تمہاری زندگی، تمہارا لین دین، تمہارے معاملات گواہی دیتے ہوں کہ تم عدل کے لئے پیدا ہوئے ہو۔

دشمنوں کے ساتھ عدل و انصاف

ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا کسی قوم نے تم سے دشمنی کی ہو، کوئی زیادتی تم پر ہوئی ہو، تو اس کی دشمنی اور زیادتی بھی تمہارے عدل میں فرق نہ آنے دے، تمہارے اندر یہ جذبہ نہ پیدا ہونے پائے، کہ اس کی دشمنی کی وجہ سے ہم اس سے عدل نہیں کریں گے۔ اعدلوا نہیں نہیں ہر صورت میں تمہیں عدل کرنا ہوگا، عدل کو قائم رکھنا ہے ھو اقرب للتقوی، خداخوفی کے طریق کے قریب تر یہ بات ہے کہ غیر قوم کے ساتھ بھی معاملہ پڑے تو عدل کو ہاتھ سے نہ دے واتقوا اللہ ہم پھر دہراتے ہیں، خداخوفی سے کام لو اور کسی سے کوئی زیادتی نہ کر بیٹھو خواہ وہ تمہارے ساتھ دشمنی بھی رکھتا ہو، ان اللہ خبیر بما تعملون چونکہ اللہ تعالے تمہارے معاملات سے باخبر ہے۔ اس ایمان و ایقان کو اپنے معاملات کا راہنما بناؤ۔

غیر قوموں کا ذکر مختلف پیرایوں میں

انہی باتیں مسلمان کو تلقین کی گئی ہیں، عدل و انصاف پر کھڑے ہو جاؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل کرنے سے نہ روکے جب عدل کی کرسی پر بیٹھو تو یہ سمجھ لو کہ عیسائی ہندو یا سکھ یا مسلمان ہماری نظر میں ایک ہیں، اور دو لفظ اور بھی ہیں، ایک تو غیر قوموں کا ذکر ہے، غیر قوموں کا ذکر قرآن کریم کئی رنگ میں کرتا ہے، کہیں اہل کتاب کہکر انہیں مخاطب کیا ہے، کہیں یہود اور نصاریٰ کا ذکر الگ الگ کیا ہے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منہم ممکن ہے وہ قوم جس کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو، تم سے بہتر ہو، یہاں فرمایا کہ کسی قوم کے ساتھ اس کی دشمنی کی وجہ سے بھی زیادتی نہ کرو۔

دوسری بات یہ فرمائی، کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط قوام کا لفظ مبالغہ کے لئے ہے۔ اس کے اندر شدت پائی جاتی ہے کونوا قوامین بالقسط کا مطلب ہے کہ نہایت شدت کے ساتھ اور نہایت باریک بینی اور لطافت کے ساتھ عدل و انصاف کو قائم رکھو قائم کے لفظ سے تین مبالغہ کے صیغے آتے ہیں، قوام، قیوم اور قیم چنانچہ لکھا ہے القوام مبالغۃ القائم۔ فھذا امر اللہ المسلمین ان یکونوا مبالغین فی قیام العدل وفی الاحتراز عن الجور۔ قوام کے صیغہ کو مردوں کے لئے بھی استعمال کیا ہے، فرمایا الرجال قوامون علی النساء مردوں کو چاہیئے کہ عورتوں کی حفاظت کریں۔ ان کی کمزوریوں کو مدنظر رکھکر ان کے ساتھ حسن سلوک کریں ان کی معیشت کا بندوبست کریں۔ قرآن نے ایک ہی جملہ میں مردوں اور عورتوں کے حقوق کو بیان کر دیا مرد کو جو طاقت دی گئی ہے تو اس کا فرض ہے کہ عورت کی حفاظت کرے اس کی معیشت کا سامان کرے اور معاشرت کی تمام مراعات ملحوظ رکھے۔ اور خدا تعالے کی ذات کو القیوم فرمایا یعنے وہ خود زندہ ہے اور اس سے دوسروں کو زندگی ملتی ہے اور زندگی عطا کرنے کے بعد ان کی زیست کا سامان، ان کی ترقی، نشوونما اور حفاظت کا بندوبست بھی کرتا ہے اس لئے وہ القیوم ہے۔ اور فرمایا کہ وہ اس کائنات کے اندر ایک توازن قائم کرتا اور اس کے قیام کا سامان کرتا ہے۔ یہاں فرمایا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط اگر جہانگیری تمہیں ملے تو عدل گستری اس کی خصوصیت ہو جس کے سامنے مسلمان اور دوسری قومیں برابر ہوں،

حضرت نبی کریم کا عدل و انصاف دوسری قوموں سے

چودہ سو سال ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ ساری قوم کو حکم ہوا کہ مسلمان قوم دوسری قوموں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرے اور مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کرکے دکھایا۔ انہوں نے ہر قوم کے افراد سے عدل کرکے دکھا دیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ کے یہودی بہت بڑی مقتدر قوم تھی اور ان میں بڑے بڑے عالم لوگ تھے اور وہ سب نبی کریم صلعم کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے، باوجود اس کے ان کے ساتھ بھی آپؐ نے کبھی بے انصافی نہیں کی، اور ہمیشہ عدل کا برتاؤ کیا ایک یہودی نے مسلمان پر مقدمہ دائر کیا کہ اس نے یہودی کو پکڑوانے کے لئے چوری کا مال اس کے اندر رکھ دیا، یہ مسلمان انصاری سے، اس قوم کا فرد ہے جس نے حضرت کو پناہ دی ہے، وہ سفارش کرتے ہیں کہ اس مسلمان کو چھوڑ دیا جائے، یہودی خبیث ہیں انہوں نے خواہ مخواہ مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لئے اس شخص کو پکڑوایا ہے۔ لیکن حضرت صلعم کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہودی سچا ہے اور مسلمان نے فی الواقعہ جرم کیا ہے، آپ نے انصار کی بھی پروا نہ کی، اور یہودی کو چھوڑ دیا اور مسلمان کو سزا دیدی۔

اور ایک عورت قریشی نے ایک ناجائز حرکت کی اور قریشیوں نے غرض کی کہ اس کو سزا دی گئی تو قریشی قوم پر دھبہ آئے گا، اور حضرت کے ایک پیارے اسامہ بن زید سے انہوں نے سفارش کرائی کہ اس عورت کو چھوڑ دیا جائے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کسی کمزور آدمی سے کوئی حرکت سرزد ہو جاتی، تو اسے سزا دی جاتی، اور اس کے بعد اسامہ سے کہا تم مجھے ان واضح احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی

سے بچتے ہوں میں حدود دے قائم کرنے کی تلقین ہے اتشفع فی حد من حدود اللّٰہ - خدا تعالےٰ کے احکام صریحہ کے خلاف ایسی جرأت کرنا نہایت نازیبا ہے - یہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل و انصاف، یہودی کے مقابلہ میں مجرم مسلمان کی اور خود آپ کو پناہ دینے والے انصار کی پروا کی اور نہ قریش کی سفارش سے ان کی ہم قوم مجرم عورت کے ساتھ رعایت کی، اور یمن کے یہودیوں کے متعلق وہاں کے مسلمان گورنر معاذ بن جبل کو یہ وصیت کی کہ ان پر کسی قسم کی زیادتی یا ظلم نہ کیا جائے اتق دعوۃ المظلوم مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ جب وہ آسمان کو جاتی ہے تو اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا، اگر کسی یہودی پر یہودی ہونے کی بناء پر ظلم کیا گیا تو اس کی بد دعا خدا تک پہنچے گی، اس لئے خدا سے ڈر جاؤ اور عدل و انصاف سے کام لو - ایک طرف مسلمان گورنر اور دوسری طرف ایک یہودی - خدا تعالےٰ مظلوم یہودی کی فریاد سنیگا اور مسلمان اس کے غضب کے نیچے آجائیگا -

صحابہ کرام کا عدل و انصاف

اسی طرح صحابہ کرام رض نے عدل و انصاف قائم رکھنے میں کسی کی رو رعایت نہ کی۔ مصر کے مسلمان گورنر عمرو بن العاص کے صاحبزادے نے ایک عیسائی کو مارا، حضرت عمر رض نے باپ بیٹے کو مدینہ بلا کر اس کی سزا دی اور آپ نے اپنے جانشین کو وصیت کی، اوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ وہ شخص جو اسلامی حکومت میں آباد ہو گیا خدا اور رسول سے اس کا معاہدہ ہو گیا، اس کی حفاظت کا ٹھیکہ اللہ اور رسول نے لے لیا - اس لئے جو شخص میرے بعد خلیفہ بنایا جائے اسکو چاہیئے کہ ان یوفی بعھدھم وہ ان کے عہد کو پورا کرے اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے - غیر قوم کی جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمان کے ذمہ ہو گیا، وہ اپنے گرجا میں جا سکتا ہے اپنے مذہب کے مطابق عمل کر سکتا ہے کسی قسم کی روک ٹوک اس پر جائز نہیں، یہ تھا مسلمان کا طریق عمل، یہ تھا خدا کا نائب، جس نے خدا کی حکومت دنیا میں قائم کی۔ اسی طرح حضرت ابو عبیدہ رض نے ایک اور بہت بڑی مثال قائم کی، ایک دور دراز کا علاقہ ہے اسے حمص کہتے ہیں، جہاں مسلمانوں کا تسلط قائم ہو چکا تھا - اتفاق سے اس علاقہ کو چھوڑنا پڑا - حضرت ابو عبیدہ نے وہاں کے لوگوں کو جو سب عیسائی تھے بلا کر کہا کہ چونکہ ہم یہاں سے جا رہے ہیں اور تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے - اس لئے جزیہ کا جو روپیہ تم نے دیا ہے، ہم تمہیں واپس کرتے ہیں کیا اس کی کوئی مثال دنیا کی کسی حکومت میں نظر آتی ہے؟ کیا کبھی کسی نے شاہی خزانہ سے روپے کا واپس جاتا دیکھا؟ سرکاری خزانہ میں جمع شدہ مال کا واپس ملنا نہایت مشکل امر ہے - وہ تو مسلمانوں کے ماتحت تھے، اور ماتحت کے مال پر متصرف ہونا تو بڑی بڑی حکومتوں کا عام شیوہ ہے، لیکن اسلامی حکومت میں آ کر ان کا خدا اور رسول کے ساتھ عہد ہو گیا، غیر قوم کا رتبہ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ ان کا عہد اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ ہو چکا ہے، جس کا پورا کرنا مسلمانوں کا فریضہ ہے، اور مسلمان کا تقوےٰ اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ وہ اس عہد کی پابندی ضروری سمجھتا تھا -

موجودہ مہذب دنیا کا طریق عمل

میں اللہ اور رسول کے ان احکام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے عمل کے مقابلہ پر موجودہ مہذب دنیا کو پیش کرتا ہوں، ان لوگوں نے عدل کا نام تک نہیں سنا یا کم از کم اس پر عمل ضروری نہیں سمجھا کشمیر میں چالیس لاکھ مسلمان آباد ہیں، آج ایک آزاد ہمسایہ ملک اس پر جبراً قبضہ جمائے بیٹھا ہے اور ان کی بار بار کی فریادوں کے باوجود انہیں حق خود ارادیت دینے کے لئے تیار نہیں - ہمارا ہمسایہ صرف چالیس لاکھ انسانوں کو اپنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہے - اور امریکہ اور برطانیہ عملاً اس کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں، اس لئے کہ اس کے پاس طاقت ہے، قرآن نے اسی طرف اشارہ کیا تھا، تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم ان تکون امۃ ھی اربی من امۃ تم اپنے عہد و پیمان کو بھی فساد کا موجب بنا لیتے ہو، اس لئے کہ ایک قوم دوسری سے بڑھکر طاقت والی ہے یہ اس زمانہ کی مہذب حکومتوں کا انصاف ہے کہ کمزور کے مقابلہ میں طاقتور کی حمایت کی جائے اور کمزور کی آہ و فریاد کو ٹالتا چلا جائے، یہ یورپ کا حال ہے اول تو عدل و انصاف کا ذکر نہ توریت میں ہے، نہ انجیل میں نہ ویدیں، سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی کتاب دوسروں کو ملیچھ قرار دیتی ہے اور اچھوت بنا کر انہیں ذلیل کرتی ہے، اور یا یہودی اور عیسائی دنیا بھر کی قوموں کو جہنم کا ایندھن یقین کرتی ہیں - لیکن قرآن کا خدا کہتا ہے کہ ساری قومیں میری پیدا کردہ ہیں، سب پر میرے افضال نازل ہوتے ہیں، مگر موجودہ زمانہ کی مہذب اقوام اس کی حامی نہیں، اپنے فائدہ کے لئے وہ دوسروں کو کچلنے سے دریغ نہیں کرتیں، شمالی افریقہ میں ایک مسلمان قوم آباد ہے، کئی سال سے اس پر ظلم و ستم ہو رہا ہے، اور اس سال اس کے سینکڑوں بڑے بڑے آدمیوں کو جن میں کئی علماء اور صاحب اثر لوگ تھے قتل کر دیا گیا - یہ فرانس کا کارنامہ ہے - اور یورپ کی دوسری قومیں اس تماشہ کو دیکھتی رہیں اور فرانس کے ہاتھ روکنے کے لئے کوئی قوم اپنی آواز بلند نہیں کرتی - یہ اس نسلی اور مذہبی تعصب کا حال ہے جو موجودہ مہذب دنیا میں پایا جاتا ہے - اسلام کہتا ہے کہ مسلمان ایسے تعصبات سے اونچا چلا جائے، اور ہر ایک کے ساتھ منصفانہ اور عادلانہ برتاؤ کرے - یورپ کی اس صدی کو تاریکی کی صدی کہنا چاہیئے، جہاں عدل و انصاف کا نام نہیں اور دوسروں پر ظلم و ستم روا رکھا جاتا ہے مسلمانوں کو ذلیل اور کمزور کرنے کے لئے ان لوگوں نے اسرائیل کو عرب میں لا بسایا، میں کونسی جگہ بتاؤں جہاں مسلمانوں کو ذلیل اور کمزور نہیں کیا گیا -

اسلام کو یورپ میں پھیلانا دنیا میں امن و آشتی پیدا کرنا ہے

قرآن کریم ساری دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیتا ہے، اس کی یہ تعلیم دنیا میں امن اور آشتی پیدا کرنے والی ہے، یہ وہ بلند مقصد ہے جس پر مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے، یہ وہ دین ہے جس پر عمل کرنا اور یورپ میں اسے پھیلانا چاہیئے، اسی واسطے اس زمانہ کے امام کو یہ کشف دکھایا گیا کہ وہ یورپ میں منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کرتے اور سفید پرندے پکڑ رہے ہیں - لیکن افسوس ہے مسلمان سوئے ہوئے ہیں - آج یورپ میں اسلامی مشن قائم ہوئے چالیس پچاس سال ہو گئے، اس جماعت کی ہمت اور کوشش اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان مشنوں کو کافی کامیابی حاصل ہوئی، لیکن اگر تمام مسلمان مل کر کام کرتے تو یورپ کا بہت بڑا حصہ مسلمان ہو چکا ہوتا - مگر مسلمان سوئے ہوئے ہیں، وہ تو اس جماعت کو بھی جو خدمت دین کا کام کر رہی ہے کمزور کرنے کے درپے ہیں، ان کا یہ رویہ اس تعلیم کے متضاد ہے جو اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور حضرت نبی کریم اور صحابہ نے اپنے عملی نمونہ سے اسکی وضاحت کی، اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ مسلمان کی آنکھیں کھولے اور وہ اپنے دین پر خود بھی عامل ہو، اور دوسروں کو پہنچانے کے لئے مجدد وقت کی اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرے ؏

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور ——— (بسلسلہ از صفحہ ۳)

اس میٹنگ میں تمام عہدیداروں نے جن کے ذمہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کوئی اہم کام تھا اپنی اپنی رپورٹ پیش کی جس سے معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر ایسوسی ایشن کو ۱۳۹ روپے ۱۲ آنے ۹ پائی کی آمدنی ہوئی (جس کی تفصیل بہت جلد شائع ہو جائے گی) اور ایسوسی ایشن نے کل ۴۷ روپے ۱۳ آنے خرچ کئے - اس میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ اگلے اتوار ۱۹ دسمبر کو ایسوسی ایشن کی ایک جنرل میٹنگ بلائی جائے اور ۲۶ دسمبر کو ایگزیکٹو کمیٹی کے کچھ ممبر مسلم ٹاؤن کے نوجوانوں کے پاس جائیں تاکہ ان کے ساتھ رابطہ قائم ہو سکے - ایسوسی ایشن کے پروگرام میں باہر کے تمام نوجوانوں سے رابطہ قائم کرنا رکھا گیا ہے جس کے لئے باہر کی جماعتوں میں دورے کئے جائیں گے مسلم ٹاؤن کا دورہ اس پروگرام کی پہلی کڑی ہے - مجلس عاملہ کی اس میٹنگ میں ظفر احمد صاحب نئے فنانشل ایڈوائزر منتخب ہوئے ...!

مسلمان کی تعریف

ایک غیر جانبدار ہندی مبصر کے قلم سے

منقول از صدق جدید ۶ و ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء

یاد ہوگا کہ مغربی پاکستان میں جو ایجی ٹیشن قادیانیوں کے خلاف ہوا۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ مارشل لاء لگا۔ علماء جیل میں ڈالے گئے۔ ایک تحقیقاتی عدالت قائم ہوئی۔ جس میں بہت علماء (اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی، شیعہ) نے شہادتیں دیں، عدالت نے سب سے پوچھا کہ اسلام کی رُو سے لفظ "مُسلم" کی تعریف کیا ہے۔ عمر بھر درس تدریس اور فتوے دینے والے علماء اس سوال پر بہت چکرائے مشکل سے جواب دے سکے۔ اور متضاد جواب دیکر خود ایک دوسرے کی تکذیب کر بیٹھے۔ کوئی ضروریات دین کی حد تک گیا۔ جو شخص ضروریات دین کو مانے وہ مسلمان ہے۔ مگر ضروریات دین کیا ہیں؟ ان کی فہرست کوئی عالم پیش نہ کرسکا۔ چند علماء نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ عدالت نے اس سوال پر غور کرنے کی مہلت نہیں دی گویا ساری عمر مسلمان کی تعریف سے بے نیاز رہے اور غفلت میں لاکھوں بندگانِ خدا کو کافر بنا ڈالا۔ حال میں شیعہ سُنّی جھگڑے چلے جس میں کئی جانوں کا اتلاف ہوا۔ نہ معلوم آئندہ کیا ہو۔ ہم ذیل میں لفظ "مسلم" کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ شاید اس سے پاکستان کے علماء کوئی فائدہ اُٹھاسکیں۔ اور انہیں لفظ مسلم کی تعریف کے لئے کچھ مواد مل جائے۔

(۱)

لاہور کے معاصر آزاد نے سوال اُٹھایا ہے کہ جب صدر مملکت کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے تو لفظ مسلمان کی آئینی تعریف بھی قانون میں شامل ہونی چاہیئے۔ اور جبکہ رائے دہندوں کو مسلمان اور نامسلمان کے خانوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے مسلمان کی تعریف اور بھی ضروری ہوگئی ہے۔ ورنہ رائے دہندوں کی تقسیم بالکل بیکار ہو جائے گی اور فلاں فرقہ کو بھی مسلمانوں میں شامل کر لیا جائیگا۔

(روزنامہ آزاد ۱۸ نومبر ۱۹۵۷ء)

بیشک لفظ "مسلمان" کی تعریف ضرور شائع ہونی چاہیئے مگر اسکی تعریف علماء کرام ہی فرمائیں گے تو ہوگی۔ اس کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جس فرقہ کو اسلام سے خارج قرار دینا ہو اسے پہلے ذہن میں محفوظ رکھیں اور پھر "مسلمان" کی کوئی ایسی تعریف نکالیں جس میں صرف وہی فرقے داخل ہوسکیں جن کو تعریف کرنے والے داخل کرنا چاہیں۔ مگر یہ طریقہ اختیار کرنے سے علماء کو بڑا تکلف کرنا ہوگا۔ پہلے سے مسلمان کی تعریف کئے بغیر یہ فیصلہ کر لینا کہ فلاں فرقہ اسلام سے خارج ہے۔ اور پھر اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کتاب سنّت کے ساتھ زور آزمائی کرنا بڑی محنت اور ساتھ ہی بڑی بددیانتی چاہتا ہے۔ اگر ہر فرقہ نے دوسرے فرقہ کو اسلام سے نکالنے کے لئے لفظ مسلمان کی من مانی تعریف کی تو کسی ایک تعریف پر بھی اتفاق نہ ہوسکے گا اور نتیجہ میں کوئی فرقہ بھی مسلمان ثابت نہ ہوگا۔ بس لیجئے میدان صاف اور لفظ مسلمان کی تعریف معلق، روز روز کے جھگڑوں سے نجات اور مسلمان در گور اور مسلمانی در کتاب۔

دوسرا طریقہ یہ کہ کتاب وسنت کے الفاظ میں پہلے سے فیصلہ کئے بغیر ایمانداری سے مسلمان کی تعریف تلاش کرلی جائے نہ تو ذہن میں یہ ہو کہ فلاں فرقہ کو ضرور مسلمان ثابت کرنا ہے۔ نہ یہ کہ فلاں فرقہ کو اسلام سے نکالنا ہے۔ کتاب اللہ اور اقوال پیغمبر سے ان ہی کے الفاظ میں مسلمان کی تعریف اخذ کرلی جائے، اور اس بات کی کوئی پروا نہ کی جائے کہ اس کی رُو سے کون مسلمان اور کون کافر قرار پاتا ہے۔ جو فرقہ بھی اس تعریف میں آتا ہو اسے آنے دو اور جو اس سے نکلتا ہو نکل جانے دو، نہ تو کسی کو زبردستی داخل کرو، اور نہ زبردستی نکالو۔ اگر کوئی تعریف سب کو اسلام کی آغوش میں لے لیتی ہے تو تم بھی اسے گلے لگاؤ اور اسے دھکے دینے کی کوشش نہ کرو۔

(۲)

کتاب وسنّت میں لفظ مسلم کی کوئی متفق علیہ تعریف موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ علمائے کرام نے کتاب سنّت کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کا منشاء معلوم کرکے ایک عقیدہ مقرر کیا ہے۔ اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس عقیدے کو سچے دل سے مانتا ہے وہ مسلمان ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی فرقہ سے ہو۔ وہ عقیدہ یہ ہے:-

میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور اس بات پر کہ خیر و شر کا وہی مالک ہے اور اس پر کہ مرنے کے بعد جینا برحق ہے۔ ایمان لاتا ہوں۔

اگر یہی عقیدہ مسلم کی کسوٹی ہے تو ہر فرقہ سے پُوچھو کہ وہ اس عقیدہ کی تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر ایمان رکھتا ہے تو اسے مسلمان سمجھو اور تفصیلات کو علام الغیوب کے حوالے کر دو۔ کسی کو حق نہیں کہ پھر ایسے فرقہ کو اسلام سے خارج کر دے۔ اور اس عقیدے کو بے اثر اور بے نتیجہ بنا دے۔

اگر اس استدلالی اور استنباطی عقیدہ سے کام نہیں چل سکتا تو پھر کتاب اللہ سے کتاب اللہ کے الفاظ میں پوچھو۔ اور قرآن کریم سے لفظ مسلم کی تعریف نکالو قرآن ہر زمانہ میں بولنے والی کتاب ہے ناممکن ہے کہ ضرورت کے وقت وہ ہمیں لفظ مسلم کی تعریف سے آگاہ نہ کرے اور ہمیں مسلمان کی تعریف نہ بتائے۔ ہم نے جب اس مقصد کے لئے قرآن حکیم سے پوچھا تو اس نے بتایا:-

(۱) مومن وہ ہیں کہ ذکر الٰہی کے وقت ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور جب آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے بخشے ہوئے رزق کو خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے۔[۱]

(۲)۔ اگر وہ تمہاری بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن خدا کے علم کے مطابق اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم مسلمان ہو۔[۲]

(۳)۔ اور ہم نے حواریوں کو وحی کی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں، انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔[۳]

(۴)۔ کہدو کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے پس کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟[۴]

---

[۱] انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایاتہٗ زادتھم ایمانا وعلیٰ ربھم یتوکلون ۝ الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون اولٰئک ھم المؤمنون حقًّا (انفال ع۱)

[۲] فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الٰہ الا ھو فھل انتم مسلمون (ھود ع۲)

[۳] واذ اوحیت الی الحواریین ان اٰمنوا بی وبرسولی قالوا اٰمنا واشھد باننا مسلمون ۝ (المائدہ ع۱۵)

[۴] قل انما یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فھل انتم مسلمون ۝ (الانبیاء ع۷)

(۵) — اگر وہ تائب ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔[1]

(۶) — پس تم اللہ اور اس کے نبی امی کی رسالت پر ایمان لاؤ۔ جو خود بھی اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے۔ اور تم اس کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔[2]

اب خواہ آپ کسی ایک آیت سے لفظ "مسلم" اور مومن کی تعریف اخذ کریں یا تمام آیات کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالیں خلاصہ یہی ہے کہ جو شخص خدا کی توحید اور صاحب قرآن کی رسالت کا قائل ہے نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ سچا مومن ہے۔ مسلمانوں کا بھائی ہے ہدایت یافتہ ہے اور جو ادی توحید اور اس کے رسول پر ایمان لا کر لوگوں کو گواہ بناتے ہیں کہ بانا مسلمون۔

— (۳) —

قرآن کے بعد صاحب قرآن کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو مسلم قرار دیا ہے:-

(۱) — حضرت جبرئیل نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اللہ کے فرشتوں پر اس کی ملاقات پر اس کے رسولوں پر۔ دوسری زندگی پر یقین کرو۔ فرشتے نے پوچھا اور اسلام؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو۔

(بخاری کتاب الایمان)

(۲) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی شہادت کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج، رمضان کے روزے۔

(بخاری کتاب الایمان)

(۳) — جس شخص نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو مانا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے (مشکوٰۃ)

مسلم کی تعریف میں قرآن نے جو کچھ بتایا ہے کیا صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری راہ اختیار کی؟ ایمان کی تعریف میں اور مسلم کی تعریف میں اسلام کی بنیادیں کیا ہیں؟ اس کا اجمال قرآن میں اور تفصیل صاحب قرآن کے فرمان میں ہے۔ پس جو شخص جو فرقہ ایمان و اسلام کی ان تمام باتوں کو مانتا ہے۔ وہ سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر کسی کو اسلام سے خارج کرے۔ اور کتاب اللہ اور ارشادات رسول سے تجاوز کر کے صرف اپنے اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات اور احادیث مسلم کی تعریف میں کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ کچھ اور آیات اور احادیث ہیں جو "مسلم" کی تعریف میں قول فیصل کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ آیات اور احادیث پیش کرو، اور ان میں اپنی طرف سے کچھ نہ ملاؤ، مطلب یہ ہے کہ اسلام سے اس فرقہ کو خارج کریں جسے کتاب اللہ اور اقوال رسول اللہ خارج کریں اور ان فرقوں کو مسلمان سمجھو جن کو خدا اور رسول مسلمان قرار دیں۔ ایک حرف کی کمی بیشی نہ کرو۔ الفاظ اور ان کا صحیح مفہوم جوں کا توں رہنے دو۔ اور پھر دیکھو کہ اسلام میں کون داخل ہوتا ہے اور اس سے کون خارج ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

"— بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا۔ وہ احمق سی کوئی حبشیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اور دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی۔ آپ نے ان صاحب سے فرمایا لے جاؤ یہ مسلمان ہے۔ اللہ اکبر! اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہیں۔ آپ اسلام کے لئے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک آج کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ منطقی کے بندھے ہوئے عقائد پر حرفاً حرفاً آمنت نہ کہتا جائے —"

(رسالہ اہل سنت والجماعت ص۴۶)

— (۴) —

اسلام اور ایمان کے مقابلہ میں کفر اور انکار ہے۔ جو مسلمان نہیں وہ نامسلمان ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مسلمان کون ہے۔ اور اس کے لئے کن باتوں کا ماننا ضروری ہے۔ پس جس شخص کو ان باتوں سے انکار ہے وہ نامسلمان ہے، یہ بات اتنی واضح ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں رہتی تاہم وضاحت کے لئے یہ کہنا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ کفر کی بنیاد انکار و تکذیب ہے التاویل فرع القبول (تاویل، قبول و تسلیم ہی کی ایک شکل ہے) امام غزالی فرماتے ہیں —

اما الوصیۃ فان تکف لسانک عن تکفیر اہل القبلۃ ما امکنک ما داموا قائلین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ غیر مناقضین لہا۔ والمناقضۃ تجویزھم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعذر او بغیر عذر فان التکفیر فیہ خطر والسکوت لا خطر فیہ۔

(التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۵۶)

"میری نصیحت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اہل قبلہ کی تکفیر سے اپنی زبان کو روکو جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل رہیں اور اس کے خلاف نہ کریں۔ اور خلاف یہ کہ حضور صلعم کو کسی عذر یا بغیر عذر کے کاذب قرار دیں، کیونکہ کسی کو کافر کہنے میں بڑے خطرات ہیں۔ اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

چونکہ امام صاحب نے مسئلہ تکفیر کی گہری ریسرچ کی ہے۔ اور کتاب التفرقہ اسی موضوع پر لکھی ہے اس لئے انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ مسلمانوں کے فرقے جب ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، تو اس کے لئے انکار و تکذیب ہی کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ مگر جب تک قائل خود انکار نہ کر دے اور اپنی طرف سے تکذیب کا یقین نہ دلا دے اسے مکذب و مکفر قرار نہیں دیا جا سکتا، امام صاحب فرماتے ہیں:

"— ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے اور اس پر رسول کی تکذیب کی تہمت دھرتا ہے حنبلی اشعری کو کافر کہتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے اوپر کی جہت اور عرش پر بیٹھنے کی تکذیب کی ہے اور اشعری حنبلی کو اس لئے کافر کہتا ہے کہ وہ خدا کی تشبیہ کا قائل ہے حالانکہ رسول نے لیس کمثلہ کہا ہے، اس لئے وہ رسول کی تکذیب کرتا ہے اور اشعری معتزلی کو اس بنا پر کافر بناتا ہے کہ اس نے خدا کے دیدار ہونے اور خدا میں علم و قدرت اور دیگر صفات کے قائم بالذات ہونے سے انکار کرنے میں رسول کی تکذیب کی ہے۔ اور معتزلی اس خیال سے اشعری کو کافر بناتا ہے کہ صفات کو عین ذات نہ ماننا تکثیر فی الذات ہے اور توحید باری کی تکذیب رسول اللہ کی تکذیب ہے —" (التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۳۳)

یہ سطور اہل پاکستان کے ان علماء کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جو حکومت سے لفظ "مسلم" کی تعریف کرانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ تعریف سے پہلے ہی بعض فرقوں کو خارج از اسلام قرار دینے کے لئے بے چین ہیں اور تعریف بھی ایسی من مانی کرانا چاہتے ہیں کہ جن کو وہ مسلمان کہنا نہیں چاہتے۔ وہ مسلمان ثابت نہ ہوں اس الجھن کو دور کرنے کے لئے یہ سطور پیش کی جا رہی ہیں* صدق ناظرین

---

[1] فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ (توبہ ع۲)

[2] فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تہتدون (اعراف ع۲۰)

* یقین فرمالیں کہ مضمون نگار صاحب نہ "قادیانی" ہیں۔ نہ "رافضی" نہ "وہابی" نہ "بدعتی" نہ "پرویزی" نہ "چکڑالوی" نہ "خارجی" نہ "مودودی" بلکہ حنفی اہل سنت ہیں جمیعۃ علماء سے تعلق رکھنے والے ہیں

سائنس نے اسلام اور احمدیت کی کیا خدمت کی ہے

پروفیسر غلام محمد صاحب خادم

سائنس اور ہستی باری تعالیٰ

میں تمام عمر سائنس کا طالب علم رہا ہوں علم طبیعات میں تعلیم و تدریس کا کام میرا محبوب مشغلہ ہے۔ میں بسا اوقات بے اختیار محسوس کرتا ہوں کہ سائنس کا گہرا علم انسان کے دل میں خالق کائنات کی عظمت اور اس کے جلال کا سکہ بٹھا دیتا ہے۔ سائنس کے گہرے علم کی بدولت آج دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان۔ ڈاکٹر اور حکما، خدا کی ہستی اور اس کی عظمت کے قائل ہو چکے ہیں۔

نیوٹن کا اعتراف

علم طبیعات میں نیوٹن کا نام بہت مشہور ہے۔ اس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اس بات کا اعتراف کیا کہ کائنات کے اجزا کو بظاہر مختلف الانواع ہیں لیکن ان کے اندر جو ترتیب اور تناسب ہے وہ بغیر ایک صاحب ارادہ اور صاحب اختیار ہستی کے ناممکن ہے۔ اور اجزاء کائنات میں یہ ترتیب اور تناسب باوجود بے شمار تغیرات زمان و مکان کے قائم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر ایک صاحب علم اور با اختیار ہستی کی حکومت ہے۔

آئن سٹائن کا خوف خدا

اسی طرح البرٹ آئن سٹائن موجودہ زمانے کا سب سے بڑا سائنسدان ہو گذرا ہے اس نے ثابت کیا کہ مادہ اور توانائی دو جدا جدا چیزیں نہیں ہیں بلکہ ان کی اصل ایک ہے جس کی یہ دو مختلف شکلیں ہیں۔ مادہ منجمد توانائی ہے اور توانائی موجیں مارتا ہوا مادہ ہے۔ مادے کی تھوڑی سی مقدار میں سے بے پناہ توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ آئن سٹائن کی یہ حیرت انگیز دریافت ایٹم بم کی ایجاد کا باعث بنی۔ اس نے اپنی آخری عمر میں خدا کا خوف محسوس کیا کیونکہ وہ ایک نہایت خطرناک ہتھیار کی ایجاد کا باعث بنا تھا۔ اس نے پچھتاوے کے طور پر ایک اعلان شائع کرایا جس میں اس نے دنیا کی تمام بڑی طاقتور قوموں کو ایٹمی جنگ سے احتراز کرنے کی نصیحت کی اور جوہری طاقت کو خدمت انسان میں لگانے کی تاکید کی۔

سائنس مذہب کی حامی ہے

غرض سب سائنسدان سائنسی تحقیقات کی بدولت اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ ایک ایسی ہستی موجود ہے جو تمام عالم کے نظام کو چلا رہی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ سائنس کی تحقیقات مذہب کے خلاف ہیں درست نہیں۔ یہ خیال اب غلط ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس بے دینی اور الحاد کی طرف لے جاتی ہے۔ اور انسان کو خدا سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔ نیز یہ خیال بھی غلط ہے کہ سائنس کو مذہب سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ سائنس کی جدید ترین تحقیقات انسان کو خدا کے قریب لانے میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہیں۔ اور سائنس کے انکشافات مذہب کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے اکثر ظاہری امور کو باطنی امور کے لئے بطور گواہ پیش کیا ہے۔ اور قدرت کے نظاروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انسان کے دل میں خدا کی معرفت پیدا کرنے کا یہ قرآنی طریق بہت دل کش اور موثر ہے

طبیعات کے مطالعہ سے خدا پر ایمان

علم طبیعات کے ایک معمولی سے معمولی انکشاف سے علم طبیعات کا ایک طالب علم فوراً خدا کی ہستی پر ایمان لے آتا ہے۔ اور دل سے یقین کرتا ہے کہ اس نظام کو چلانے والا ایک صاحب ارادہ اور صاحب اختیار ہستی ہے۔

پانی کی عجیب خاصیت

مثلاً سب مائعات حرارت سے پھیلتے ہیں۔ اور باقاعدہ پھیلتے ہیں۔ مگر پانی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور صرف پانی میں ہی بے قاعدہ پھیلنے کی خاصیت ہے۔ وہ یہ کہ پانی درجۂ تپش کے بڑھنے سے باقاعدہ نہیں پھیلتا۔ صفر درجے سنٹی گریڈ کے پانی کو اگر گرم کیا جائے تو بجائے پھیلنے کے سکڑتا ہے اور چار درجے تک سکڑتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ چار درجے سنٹی گریڈ پر یہ زیادہ سے زیادہ کثیف ہوتا ہے۔ اگر اسی چار درجے کے پانی کو ٹھنڈک پہنچائی جائے تو بجائے سکڑنے کے یہ پھیلتا ہے اور صفر درجے سنٹی گریڈ تک پھیلتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ برف کی صورت میں منجمد ہو کر ٹھوس بن جاتا ہے چونکہ برف پانی کی پھیلی ہوئی صورت ہے۔ اس لئے برف، چار درجے کے پانی سے ہلکی ہوتی ہے اور اس کے اوپر تیرتی رہتی ہے اور چار درجے کے پانی کو اپنے نیچے دبائے رکھتی ہے۔

اس خاصیت کے فوائد اور معرفت الٰہی

پانی کی یہ عجیب خاصیت عملی زندگی میں بہت دور رس، اور مفید نتائج کا باعث ہے۔ سرد ملک میں سردی کے موسم میں دریاؤں۔ جھیلوں اور سمندروں کے اندر مچھلیاں اور دیگر آبی جانور چار درجے کے زیادہ سے زیادہ کثیف پانی میں بدستور زندہ رہتے ہیں جبکہ سطح پر برف کی ٹھوس چھت بن جاتی ہے۔ اگر پانی میں یہ عجیب خاصیت نہ ہوتی تو دریاؤں اور جھیلوں اور سمندروں کا سارے کا سارا پانی سردی سے جم جاتا ہے اور تمام آبی جانور ٹھوس برف میں گھٹ کر مر جاتے۔ جب سائنس کا طالب علم پانی کے متعلق یہ انکشاف نوٹ کرتا ہے تو اس کا دماغ بے اختیار اسی حقیقت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ کام ایک مدبر بالا رادہ ہستی کا ہے جس نے پانی میں یہ عجیب اور انوکھی خاصیت ودیعت کر دی ہے۔ سائنس کا یہ ادنیٰ سا مشاہدہ انسان کو معرفت کا سبق سکھلاتا ہے۔

ایک قطرہ پانی سے رزق کا سامان

پانی جب برف بن کر پھیلتا ہے تو بے پناہ طاقت کا حامل ہوتا ہے۔ بارش کے پانی کا ایک ننھا سا قطرہ اگر چٹان کی کسی دراڑ میں رات کی سردی میں جم کر برف بن جاتا ہے تو چٹان کو پھاڑ ڈالتا ہے اور سخت سے سخت چٹان کو ذروں میں بکھیر دیتا ہے۔ اسی طرح بے شمار پہاڑی علاقوں کی زمینیں پانی کے ننھے ننھے قطروں کی بدولت زرخیز بن جاتی ہیں اور حضرت انسان کے لئے رزق پیدا کرتی ہیں۔ جب سائنس کا ایک طالب علم ان حقائق کو جان لیتا ہے تو بے اختیار قرآن کریم کے اس ارشاد پر اس کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔

پانی سے زندگی

سائنس کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے۔ قرآن کریم نے صدیوں پہلے یہ اعلان کر دیا تھا۔

جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

سائنس نے ثابت کیا ہے کہ اس کائنات میں بظاہر مشابہ سے مشابہ چیزیں بھی درحقیقت ایک جیسی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ ایک ہی پھول کی دو پتیاں بھی باہم مشابہ نہیں ہوتیں، ایک ہی خواص رکھنے والے عناصر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں ان کے جوہری نمبر تو ایک ہی ہوتے ہیں مگر ان کے جوہری وزنوں میں فرق ہوتا ہے۔ ایسے عناصر کو علم طبیعات کی اصطلاح میں آئیسوٹوپس (ISOTOPES) کہتے ہیں۔ مثلاً ہائیڈروجن کے دو ISOTOPES دریافت ہوئے ہیں۔ ایک تو عام ہائیڈروجن گیس ہے جس کا ہر ایٹم اکائی وزن رکھتا ہے دوسری قسم ہائیڈروجن کی وہ ہے جس کے ایٹم کا وزن دگنا ہے۔ گیس کی اس قسم کو ڈیوٹیریم (DEUTERIUM) کہتے ہیں۔ اور تیسری قسم وہ ہے جس کا جوہری وزن عام جوہری وزن سے تگنا ہے اسے (TRETIUM) کہتے ہیں۔ اس لئے پانی جو ہائیڈروجن اور آکسیجن کے کیمیاوی امتزاج سے بنا ہے مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ایک عام پانی ہے۔ دوسرا زیادہ وزنی پانی ہے (HEAVY WATER) اسی طرح اس عالم رنگ و بو میں بے شمار عناصر اور مرکبات پائے جاتے ہیں جن کے کیمیاوی خواص بالکل ایک جیسے ہیں مگر درحقیقت وہ جوہری اوزان کی وجہ سے ایک دوسرے سے

خدا کی نئی نئی تجلیات

عالمِ روحانیات میں صوفیہ کرام کا یہ نظریہ اب سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کی تجلیات میں تکرار نہیں ہے اس کی تجلی ہر آن نیا رنگ روپ دکھلاتی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد اب بخوبی سمجھ میں آنے لگتا ہے کہ **کُلَّ یومٍ ھو فی شان** ہر آن اس کی نئی شان ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی صفات مختلف روپ دھار کر منظرِ عام پر نمودار ہوتی ہیں۔

علمِ ہیئت کا ایک انکشاف

اب علمِ ہیئت کے ایک انکشاف کا حال سنئے علمِ ہیئت کی رُو سے یہ مسلّم امر ہے کہ چاند گرہن ہمیشہ چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں میں سے کسی ایک رات کو ہو سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی تاریخ کو نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سورج گرہن ہمیشہ چاند کے مہینے کی ۲۷ ویں - ۲۸ ویں اور ۲۹ ویں تاریخ میں سے کسی ایک دن میں ہو سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی تاریخ کو نہیں ہو سکتا۔ صدیوں کے مشاہدے نے اس انکشاف پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان

سائنس کا یہ انکشاف تحریک احمدیت کے لئے بہت بڑی تقویت کا باعث ہے۔ اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کی تائید کرتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے دعوے مہدویت کی تائید میں حدیث نبوی کے مطابق ۱۸۹۴ء میں ماہِ رمضان میں جب چاند کی تیرہ تاریخوں کو چاند گرہن ہوا اور اسی ماہ کی ۲۸ ویں تاریخ کو سورج گرہن ہوا تو مخالف علماء نے اس نشان کی تکذیب کی اور کہا کہ حدیث کے مطابق چاند گرہن ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو ہونا چاہیئے تھا[1] اور سورج گرہن پندرھویں کو ہونا چاہیئے تھا۔ مگر علمِ ہیئت کے اس انکشاف نے کہ چاند گرہن کی فقط تین ہی تاریخیں ہیں اور سورج گرہن کی بھی فقط تین ہی تاریخیں ہیں مخالف علماء کی کمر کو توڑ دیا۔ سائنس کے اس انکشاف نے حدیث کی صحت پر بھی مہرِ تصدیق کر دی اور حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی تصدیق و تائید کر دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگلے سال یعنی ۱۸۹۵ء میں امریکہ میں قانون قدرت کی مقرر کردہ تاریخوں پر چاند گرہن اور سورج گرہن ہوا۔ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا یہ روشن نشان مشرق و مغرب میں ظاہر ہوا۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا؛ — دعویٰ مارا فروغ از ہمہ نشاں ہا دادہ اند
مہر و مہ ہم از پئے تصدیقِ ما ایستادہ اند

---

[1] حالانکہ حدیث میں قمر کا لفظ ہے اور پہلی تاریخ کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے اور وہ اس قدر باریک ہوتا ہے کہ مشکل سے نظر آتا ہے اس کو گرہن کیسے ہو سکتا ہے، (ایڈیٹر - پ ص)

ایک اور سائنسی مشاہدہ

میں ایک اور سائنسی مشاہدہ کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ یہ ایک عام اور روزمرہ زندگی کا مشاہدہ نظر آتا ہے جب آئینے میں ہم اپنا عکس دیکھتے ہیں جو بظاہر ہمارے بالکل ہو بہو ہوتا ہے۔ لیکن سائنس کی اصطلاح میں یہ عکس حقیقی نہیں ہے اسے VIRTUAL IMAGE) یعنی مجازی عکس یا ظل کہتے ہیں۔ یہ عکس آنکھوں کو محض نظر آتا ہے۔ ورنہ درحقیقت اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اور یہ عکس دائیں بائیں اُلٹا ہوتا ہے۔ گویا عکس بعینہٖ حقیقت کی طرح نہیں ہوتا۔ گو بظاہر حقیقت کی مانند نظر آتا ہے۔ اس میں صرف اصل کی چند ایک صفات موجود ہوتی ہیں۔ اس روزمرہ کے معمولی تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت حقیقت ہے، اور مجاز مجاز ہے۔ مجاز حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ مجاز حقیقت کا ظل ہوتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے میں ظل اور مجاز

اسی مشاہدہ پر ہم کچھ حد تک حضرت مرزا صاحب کے دعوے کا قیاس کر سکتے ہیں۔ مخالف کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوے کو ظل اور بروز اور استعارہ اور مجاز مرزا صاحب کی اپنی اختراع ہیں۔ اصل میں ان کا دعوے حقیقی نبوت کا ہے یہ صریح افتراء ہے۔ مخالف علماء نے ظل کو حقیقت کا مقام دیکر ٹھوکر کھائی ہے اُن کی حالت اُس چڑیا کی مانند قابل رحم ہے جو روشن دان کے شیشے پر گھنٹوں چونچیں مارتی رہتی ہے اور اپنے ظل کو ایک اور حقیقی چڑیا سمجھ کر اُس سے لڑتی رہتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں صاف صاف اعلان کیا ہے کہ میرا دعویٰ محدثیت کا ہے۔ نبوت کا نہیں ہے۔ اور محدثیت نبوت کا ظل ہے۔ اس سے مراد حقیقی نبوت نہیں ہے کیونکہ اصل اور اس کے ظل میں مساوات نہیں ہوتی

محمدی نبوت کا ظل

اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں آپ لکھتے ہیں کہ میں مانتا ہوں کہ تمام نبوتیں آنحضرت صلعم پر ختم ہیں۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو آنحضرت صلعم کی کامل پیروی سے ملی ہے۔ اور اُس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔ یہ محمدی نبوت کا ظل ہے اور اُسی کے ذریعے سے ہے اور اسی کا مظہر اور عکس ہے۔ اور اسی سے فیض یاب ہے۔ یہ ظلی نبوت ہے تا اسلام اس سے تر و تازہ اور زندہ رہے لعنت ہے اُس شخص پر جو آنحضرت صلعم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعوے کرے۔

نبوت تامہ کی ظلی صفات

ایک اور جگہ فرمایا کہ ہمارے نبی کریم صلعم خاتم الانبیاء ہیں آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔ اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ وہ نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔

آفتاب ہدایت کی شعاع

اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں ایک جگہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کو آفتاب ہدایت قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اس کے نور کے لئے محل انعکاس ٹھہراتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "ہم کیا ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں۔ کہ توحید حقیقی ہمیں اس کامل نبی کے ذریعے سے اور اُس کے نور سے میسر آئی۔ اور خدا تعالے کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی ہمیں اس بزرگ نبی کے ذریعے نصیب ہوا۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اس وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پہ کھڑے ہیں"۔ اپنے عجز کا یہ کیسا واضح اور صاف اقرار ہے۔ فرمایا ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

بیالوجی کی ایک دریافت اور قرآن کریم

بیالوجی کی ایک حیرت انگیز دریافت یہ ہے کہ نباتات میں بھی زندگی ہے اور ان میں بھی اسی طرح جوڑوں کا نظام ہے جس طرح حیوانات میں ہے۔ اور یہ کہ جمادات میں بھی باہم ازواج کا سا ہی تعلق اور رابطہ ہے۔ قرآن کریم نے صدیوں پہلے اعلان کیا۔

سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون۔

بے عیب ذات ہے وہ جس نے سب جوڑے پیدا کئے اُس سے جو زمین اُگاتی ہے اور ان کی اپنی جانوں سے یعنی تمام جانوروں سے) اور اُس سے جو وہ نہیں جانتے۔

سائنس نے ثابت کیا ہے کہ اس کائنات میں سب نشوونما جوڑوں سے ہے۔ اور اس کائنات کے اجزاء کے اندر ایسے تعلقات اور روابط ہیں جن سے یہ نظام قائم ہے۔ ان تعلقات کے بغیر جوڑوں کے آپس میں اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنے کے بغیر یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اس باہمی اخذ و عطا سے نظامِ عالم قائم ہے۔

روحانی تعلق ازواج

قرآن کریم نے اس ظاہری تعلق سے ایک اور

روحانی تعلق کی طرف توجہ دلائی ہے فرمایا ومن کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ففروا الی اللہ۔ اللہ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ اس لئے خدا کی طرف رجوع کرو۔ یعنی جس طرح اس کائنات کے اجزاء ہیں باہمی تعلقات کے بغیر نظامِ کائنات قائم نہیں رہ سکتا اسی طرح لقاء اللہ کے بغیر انسانیت کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ انسان کا بھی ذات باری تعالےٰ کے ساتھ ایک تعلق ہونا چاہیئے۔ انسان اور خدا کے باہمی تعلقات اس قسم کے نہیں جیسے مادی اور جسمانی ازواج میں ہوتا ہے سبحان الذی خلق الازواج کلھا۔ وہ بے عیب ذات ہے۔ خدا کے ساتھ انسان کا تعلق روحانی ہے جو تمام عیبوں اور نقصوں سے پاک ہے تعلق باللہ سے روحانی نشوونما ہوتی ہے۔

امامِ وقت کا تعلق باللہ

اس زمانے کے امام نے خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق کو کمال تک پہنچایا اور اپنی کتاب کشتیٔ نوح میں اس تعلق باللہ کا یوں اظہار کیا۔ فرمایا "مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی ماہ بعد بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا"۔ افسوس فاسد خیال اور پست ذہنیت کے لوگوں نے اس تعلق باللہ کی حقیقت کو نہ سمجھا اور حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر کو بہت اُچھالا اور استہزا کیا۔ حالانکہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومن مرد کی مثال فرعون کی بیوی اور حضرت مریم سے دی ہے۔

سائنس کی ایجادات زمانہ مسیح موعودؑ پر شاہد ہیں

اس وقت دنیا میں جس قدر سائنس کی ایجادات ہیں وہ سب کی سب اس بات کی شاہد ہیں کہ یہ زمانہ حضرت مسیح موعود کا ہے۔ تمام دنیا ایک شہر کی صورت بن چکی ہے۔ آمد و رفت، لین دین۔ گفتگو، بول، چال، اور اخذ و عطا کے ذرائع عام ہو گئے ہیں۔ جب سے ریل تار۔ بے تار۔ موٹر۔ ہوائی جہاز وغیرہ ذرائع آمد و رفت اور ذرائع پیغام رسانی وجود میں آئے ہیں اس وقت سے خدا تک پہنچنے کی راہیں بھی آسان ہو گئی ہیں۔ یہ سب اسلام کی فتح اور اس کی مقبولیت کے سامان ہیں۔ تمام بنی نوع انسان کا خدا جب ایک ہے تو ان کا نبی بھی ایک ہو، قرآن بھی ایک ہو اور دین بھی ایک ہو تاکہ سب قومیں متحد ہو جائیں۔ ایک طرف ایٹمی طاقت کی دریافت نے بنی نوع انسان کے سامنے دوزخ کو لا کھڑا کیا ہے تو دوسری طرف خدا تعالےٰ نے حضرت انسان کے لئے اسلام قبول کرنے اور اس طرح سلامتی میں آجانے کی راہیں بھی کھول دی ہیں۔ گویا بہشت کو بھی قریب لا کھڑا کیا ہے۔ سائنس کے ان پیدا کردہ حالات کو دیکھ کر قرآن کریم کے اس ارشاد پر ہمارا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

اذا الجحیم سعرت واذا الجنت ازلفت۔

جب دوزخ بھڑکائی جائیگی اور جنت قریب لائی جائیگی۔

سائنسدان خدا کی تلاش میں

اس وقت دنیا کے تمام بڑے بڑے سائنسدان سیاستدان، مفکر اور مدبر، اس دُھن میں مصروف ہو گئے ہیں کہ کسی طرح اس دوزخ سے جس کو حضرت انسان نے خود اپنے ہاتھ سے مادیت کے ایندھن سے بھڑکایا ہے۔ بچاؤ کی کوئی صورت نکل آئے۔ اب وہ روحانی برِ اعظم میں قدم رکھ چکے ہیں اور روحانیت میں ریسرچ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنی روحانی پیاس بجھائیں اور اپنے خدا کو پائیں۔ اب وہ حضرت مرزا صاحب کے اس فرمودہ پر عمل کرنا چاہتے ہیں ؎

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

غلام محمد خادم
لیکچرر علم طبیعات۔ گورنمنٹ کالج
ڈیرہ غازی خاں

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

پیغام صلح ۱۵ جنوری ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳

ہفت روزہ "پیغامِ صلح" لاہور
قیمت سالانہ پاکستان سے ۱۔ چھ روپے، ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب۔ مکان ۱۰۰۔ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن (انڈیا)

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۵۸ء | نمبر ۳

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

اسلام مشرق و مغرب میں

خطوط وصول شدہ دفتر تبلیغ بلادِ غیر

(۱)

پیکنگ ۲۳ر نومبر ۱۹۵۷ء

پیارے اسلامی بھائی! السلام علیکم

آپ کے ۲۰ر جون اور ۱۲ر اگست کے خطوط میں نے نہایت مسرت اور شکریہ کے ساتھ وصول کئے، جواب میں تاخیر کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ ایک لمبے عرصہ سے پیکنگ سے باہر تھا۔

آپ کی اس نوازش کا ممنون ہوں کہ آپ نے بہت سی قیمتی کتابیں اور قرآن کریم ہمیں بھیجا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب تک مجھے ملی نہیں۔ غالباً حمل و نقل کے سلسلے میں کہیں گم ہو گئی ہوں گی، جب بھی مجھے وصول ہوں گی آپ کو اطلاع دوں گا جو کتابیں آپ نے حجان ذی وی HAiAN-SZE WEI کو بھیجیں، وہ انہیں مل گئی ہیں۔

آپ کی خدمات اور سرگرمیوں کا ذکر پڑھ کر اور جو کام ہماری ایسوسی ایشن کے لئے آپ کر رہے ہیں، اس کا حال معلوم کر کے ہمارے اندر ایک رُوح پیدا ہو گئی ہے ہمیں آپ کے ساتھ قریبی رابطہ قائم رکھنے سے خوشی ہو گی، تاکہ اسلام کی اعلیٰ روایات کو ترقی دینے کے لئے ہم متحدہ طاقت سے کام کر سکیں، تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کیجئے اور امن عالم کو ترقی دیجئے،

آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ کو مطالعہ اسلام اور قیام امن میں گہرا شغف ہے، اس غرض کے لئے ہمیں حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے اور اپنی طاقتوں اور وسائل کو اللہ کے رستہ میں اور نسل انسانی کی بہبودی کے لئے صرف کر دینا چاہیئے۔

ہم آپ کو ایک نئی شائع شدہ کتاب CHINESE MOSLEMS IN PROGRESS (مسلمانانِ چین ترقی کی شاہ راہ پر) بھیج رہے ہیں، مہربانی فرما کر مسلمانان چین کی طرف سے پاکستانی مسلمانوں کو دوستانہ جذبات کا پیغام پہنچا دیجئے۔

برہان شاہیدی - پریذیڈنٹ چائنا اسلامک ایسوسی ایشن

(۲)

چنگکر بنگلوری - کدریا - ۲۰ر نومبر ۱۹۵۷ء

جناب من! یہ امر ہمارے لئے بہت بڑی عزت افزائی کا موجب ہے کہ خط و کتابت

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

مکتوبِ فیجی

از ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب

قابلِ تقلید قربانی حضرت امیر کی تصنیفات ۔ جماعت قدم ترقی کی طرف ، بارہ لاکھ روپیہ جمع کریں

ایک عیسائی مشن کا شاندار کام

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب زاد عنایتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۶ ر نومبر کا اخبار جس میں "چھیاسٹھ ہزار روپے کے عطیہ کی وصولی کا اعلان ہے" میرے بازو کا تعویذ بننے والا ہے ۔ کئی بار اس خبر کو دیکھا اور پڑھا ہے ۔ یہاں تک کہ بستر پہ لیٹے لیٹے اس کو دیکھ کر سو گیا ہوں ۔ الحمد للہ ہماری جماعت کے دو اصحاب نے قربانی کا قابل تقلید نمونہ پیش کیا ہے ۔ ایسے دور میں جبکہ سرمایہ داروں کو اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لئے مزید سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور بسا اوقات ان کی پریشانیاں غربا کی پریشانیوں سے بڑھ جاتی ہیں ، محترم میاں عطاء اللہ صاحب اور محترم میاں فاروق احمد صاحب کا اپنے کاروبار سے ایک بڑے سرمایہ کا نکال دینا قابل تعریف ہے ۔

اسی مضمون کے نیچے تین نئی کتابوں کے اضافہ کا اعلان ہے ۔ جو حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب نے اس عالم پیرانہ سالی میں تصنیف فرما کر نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ قائم کیا ہے ۔ یہ تینوں کتابیں ضرورت وقت کا تقاضا ہیں ۔ تفسیر سورۃ فاتحہ حضرت امیر کی قرآن دانی کا آئینہ ہوگی ۔ "اسلام اِز ماڈرن" سے نوجوانوں پر ظاہر ہوگا کہ اسلام کئی ایک ماڈرن یا جدید تحریکات کی تائید کرتا ہے ۔ جو اس زمانہ میں پیدا ہوئی ہیں ۔ پھر غلبۂ قرآن کے اردو اور انگریزی ایڈیشن ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرے گا اور جو مایوسیاں علمائے قدیم کے غلطیوں اور پیشگوئیوں سے پیدا ہو رہی ہیں وہ دور ہو جائیں گی ۔ اور نوجوان طبقہ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی اور غلبہ پر ناز کرے گا ۔

یہ قدرتی امر ہے ۔ کہ "دوسرے کا حلوہ اچھا لگتا ہے" ۔ اور بسا اوقات ہم محسوس کرتے ہیں ۔ کہ ہماری جماعت کا قدم پستی کی طرف جا رہا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری جماعت میں اُن عقیدت مندوں کا حلقہ دکھائی نہیں دیتا ۔ جو کسی ایک ہستی کے اردگرد ہاتھ باندھے نظریں نیچی کئے خاموش اپنے رہنما اور لیڈر کی آواز سن رہے ہوں ۔ اور اس عقیدتمندی کا اثر ہر ایک فرد واحد انسان پر ہو ۔ لیکن اگر احمدیت اسلام کے لئے مالی اور قلمی جہاد کا نام ہے ۔ تو یہ اوپر کی دو مثالیں احمدیہ جماعت لاہور کی زندگی کا بیّن ثبوت پیش کرتی ہیں ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات کی ورق گردانی کیجئے ۔ تو اس میں آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر کسی نے پچاس روپیہ بھی چندہ میں دے دیا تھا ۔ تو اس کا کوئی بار ذکر آیا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ کے پچاس روپے کی قیمت اس زمانے کے پانسو روپے کے برابر ہے ۔ لیکن کیا یہ خدا کا فضل نہیں ہے کہ ہماری جماعت میں کئی ایک بزرگ ایسے ہیں ، جو پانسو روپیہ کی بجائے پانچ ہزار روپیہ یک مشت اشاعت اسلام کے لئے دینے سے دریغ نہیں کرتے ۔

ہندوستان اور پاکستان میں یہ رواج ہے کہ ایک گانے والا ہوتا ہے ۔ اور باقی سامعین ہوتے ہیں ۔ ایک ناچتا ہے اور دوسرے تماشبین ہوتے ہیں لیکن یورپ اور امریکہ میں سب مل کر گاتے ہیں اور سب مل کر ناچتے ہیں ۔ گرجا گھروں میں چھوٹا بڑا ۔ مالدار ، غریب تاجر ، مزدور سب ایک آواز ہو کر گاتے ہیں ، اور ان کی اس قدر اعلیٰ ٹریننگ ہوتی ہے کہ اگر گرجے میں کم پندرہ آدمی بھی ہوں ۔ تو اُن کے شور و غلغلے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو تین سو کا مجمع ہے ۔ میاں عطاء اللہ اور میاں فاروق احمد صاحبان کے ساتھ اگر اُسی درجہ کے عطیے دینے والے چار اور جواں ہمت بزرگ نکل آویں تو یہ رقم چار لاکھ کے قریب پہنچ سکتی ہے ۔ اور پانچ پانچ ہزار والے ۲۰ بیس اور ایک ایک ہزار والے پچاس پانچ پانچ سو والے ایک ہزار اور ایک ایک سو والے ایک ہزار ممبر ایک سال کے اندر مل جاویں ۔ تو قومی بیت المال میں بارہ لاکھ کے قریب روپیہ جمع ہو سکتا ہے ۔ اس رقم سے امریکہ میں ایک عالی شان مسجد تعمیر ہو سکتی ہے ۔ ووکنگ مشن ۔ جرمن مشن اور امریکن مشن کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے اور اُن کے اخراجات چلانے کے لئے جائدادیں خرید کی جا سکتی ہیں ۔ لاہور اور دہلی کے ہائی سکولوں کو ڈگری کالج کے درجہ تک پہنچایا جا سکتا ہے ۔ لاہور میں ادارہ تصنیفات و تالیفات قائم کیا جا سکتا ہے ۔

اسی ہفتہ میں سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ مشن SEVENTH DAY ADVENTIST .... کے ایک کالج کو دیکھنے کے لئے گیا ۔ جو انہوں نے عرصہ پندرہ سال سے نصوری سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک غیر آباد جگہ پر جاری کیا تھا ۔ وہاں انہوں نے اپنا کالج کھول کر بیابان کو گلشن و گلزار میں تبدیل کر دیا ہے ۔ کئی ایک عالی شان عمارتیں کھڑی کر دی ہیں ۔ پرائمری سکول ہے ۔ ہائی سکول ہے ٹیکنیکل کالج ہے ۔ بزنس کالج ہے ، مشنری کالج ہے ۔ ٹیچر ٹریننگ کالج ہے ، اور پھر خوبی یہ کہ یہ کالج گورنمنٹ سے گرانٹ قبول نہیں کرتے اس انسٹی ٹیوشن میں دیگر جزائر سے بھی طلباء آکر تحصیل علم کرتے ہیں اور اس طرح یہ درسگاہ بحر الکاہل کے جملہ جزائر کا مرکز بن گئی ہے ۔ یہ اس قوم کی قربانی کا آئینہ ہے جو ہفتہ میں صرف پانچ روز کام کرتی ہے ، اور بسا اوقات اس مشن کو کام اس واسطے نہیں مل سکتا کہ وہ سنیچر کو کام نہیں کرنا چاہتے ۔ اس کے باوجود وہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ بیت المال میں دینا فرض خیال کرتے ہیں ۔

ہماری جماعت اگرچہ "پانچ ہزاری" ہے ۔ لیکن اگر ہم سب مل کر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق دل کھول کر ایک دفعہ بارہ لاکھ روپیہ جمع کر دیں ۔ تو ہماری تمام مشکلات کا حل ہو سکتا ہے ۔ والسلام

خاکسار ۔ محمد عبد اللہ

اسلام مشرق و مغرب میں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کے ذریعہ سے آپ سے رابطہ پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوا ہے ۔

ہماری کورین سوسائٹی اگرچہ تجربہ اور عمر کے لحاظ سے ابھی کمسن ہے ، لیکن خدا کے فضل سے کوریا کے رہنے والے احباب میں اسلامی عقائد پھیلانے میں روز افزوں ترقی پر ہے ۔ اور اس سلسلہ میں آپ جیسے دور دراز ممالک کے رہنے والے بھائیوں کی امداد اور گرمجوشی سے بھی مستفید ہو رہی ہے ، آپ اس بات کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں کوریا کے معیار تمدن کا یہ تقاضا ہے کہ اسے صراط مستقیم کی روشنی سے منور کیا جائے ، اس لئے یہ جانتے ہوئے کہ ہمارے اسلامی عقائد ، نہایت معقول اور فلسفیانہ ہیں ، جو اہل کوریا کی سربلندی کا موجب ہوں گے ، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ موقعہ ہے کہ انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا جائے ۔

ابتدائً ہمیں اسلامی نمازوں کے قیام اور خوراک کے معاملہ میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ ہم نے بعض مقدس کتب اسلام کا

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

ہمارا مستقبل

(۲)

سابقہ اشاعت میں ہم نے جماعت احمدیہ کی علمی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا تھا، کہ اگر ہم اتنا ہی کام کرتے رہیں کہ اس علم کلام کو جو حضرت مسیح موعودؑ نے پیدا کیا اور اس لٹریچر کو جو ہماری جماعت کی طرف سے شائع ہو کر اسلام کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کا موجب ہوا ہے، دوسروں تک مسلسل طور پر پہنچاتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چلے جائیں تو اس سے نہ صرف تحریک احمدیت کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی بلکہ اس تحریک کے ساتھ لوگوں کی محبت، وارتباط بڑھتا چلا جائے گا جو انشاء اللہ ایک شاندار مستقبل پیدا کرنے کا موجب ہوگا ضرورت اس بات کی ہے کہ افراد جماعت تھوڑی سی حرکت اور جدوجہد سے کام لیں، اور جہاں اور جس حال میں بھی ہوں، بقدر استطاعت احمدیت کا پیغام بذریعہ لٹریچر یا گفتگو دوسروں تک پہنچانے چلے جائیں، اپنی جگہ پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا اور مستقبل کے متعلق مایوسی کا اظہار کرنا، اپنی کم ہمتی اور کمزوری ایمان کا ثبوت دیتا ہے، جو کسی طرح پسندیدہ نہیں

اس کے علاوہ ایک اور پہلو بھی ہے جو ہماری عملی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، احمدیت فی الحقیقت ایک پاک و مطہر اسلامی زندگی کا نام ہے، جس کو دوسرے لفظوں میں تقوے کی زندگی کہا جاسکتا ہے اسی تقویٰ کی زندگی کو پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے اور آپ نے بار بار جماعت کو تقوے اللہ اختیار کرنے اور اپنی زندگیوں کو پاک و مطہر بنانے کی تاکید کی، اور یہاں تک فرمایا کہ علمی رنگ میں فتوحات حاصل کر لینا کوئی چیز نہیں جب تک دلوں کے اندر تقوے پیدا نہ ہو، اور جماعت کا ایک ایک فرد تقوے کی باریک راہوں پر گامزن نہ ہو، اگر یہ نہیں تو خواہ علمی رنگ میں کتنی ہی فتوحات ہم حاصل کر لیں، ہمارا تمام کاروبار عبث ہے، یہ زبانی کہنے کی باتیں نہ تھیں، بلکہ آپ نے خود تقوے کی باریک راہوں پر چل کر جماعت کے سامنے ایک اعلےٰ درجہ کی پاک و مطہر زندگی کا نمونہ پیش کیا، بڑے بڑے سنگین مقدمات میں جہاں معمولی حیلوں اور بہانوں سے آسانی کے ساتھ چھٹکارا ہو سکتا تھا۔ اور سچ بولنے سے خطرناک نتائج پیدا ہونے کا خوف تھا، آپ نے سچائی ہی کو ترجیح دی اور اس راست بیانی سے خداتعالےٰ نے آپ کو ہر قسم کے بد نتائج سے بال بال بچایا، پھر معاشرتی پہلو، خانگی زندگی، دوستوں اور مریدوں سے سلوک، غیروں اور دشمنوں سے رواداری اور اسی قسم کی دوسری باتوں میں آپ کی زندگی ایک نہایت پاکباز اور روحانی آدمی کی زندگی نظر آتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کی طرف کشاں کشاں چلے آتے تھے، اور آپ کے پاس بیٹھ کر خود بھی پاک ہو جاتے تھے، لوگ حیران تھے کہ مرزا صاحب کے پاس کونسا ایسا جادو ہے کہ بڑے سے بڑے کیرکٹر کا آدمی بھی آپ کے پاس جا کر فرشتہ بن جاتا ہے۔ اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں، جو پہلے چور اور ڈاکو تھے لیکن حضرت مسیح موعود کے نفوس قدسیہ نے انہیں قطب بنا دیا وہ بھی ہوتے ہیں، جو نماز روزہ کے نزدیک جانا تو کجا اس پر استہزاء کرتے تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کی پاک صحبت نے انہیں نہ صرف پنجوقتہ کا نمازی بلکہ تہجد خواں بنا دیا اور ان کی نمازیں اس قدر خضوع و خشوع سے بھری ہوتی تھیں ان کے رکوع و سجود خشیت اللہ سے اس قدر معمور تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہیں۔

یہ لوگ تھے جن کو دیکھ کر احمدیت کا نہایت پاکیزہ اثر دلوں پر قائم ہو چکا تھا، اور مخالف سے مخالف بھی حضرت مرزا صاحب کے اس معجزہ کا قائل تھا کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے اسلام کا صحیح اور سچا نمونہ بن گئے، اور علم کا یہ حال تھا، کہ ایک جاہل سے جاہل شخص بھی جو احمدیت سے وابستہ ہو گیا، بڑے بڑے علماء کا مقابلہ کر سکتا تھا اور دوسروں کی مجالس میں جا کر بڑی دلیری کے ساتھ اسلام کی صداقت پر ایسے ایسے دلائل پیش کرتا تھا کہ سننے والے دنگ رہ جاتے تھے۔

پھر جماعت کے افراد کی باہمی محبت اس درجہ پر پہنچی ہوئی تھی، کہ اپنے عزیزوں اور سگے رشتہ داروں سے اتنی محبت نہ کی جاتی تھی جتنی ایک احمدی سے، ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ، ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شرکت ایک دوسرے کے کاموں میں معاونت، اور باہمی اتحاد و اخوت کا عملی مظاہرہ اس جماعت کا خاصہ تھا۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کی مثالیں پیش کرنے کے لئے ایک الگ مبحث اور طویل فرصت درکار ہے، یہی حالات پہلے بھی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہوئے۔ آج بھی ہو سکتے ہیں، اور خدا کے فضل سے ابھی بہت حد تک یہ جماعت، اپنی صفات حسنہ کے لحاظ سے دوسروں سے امتیاز خصوصی رکھتی ہے، جس کو زیادہ ترقی دینے کی ضرورت ہے یہی چیز ہے جو ہمارے ماضی کو شاندار بنانے کا موجب ہوئی یہی چیز ہمارے حال کے لئے بہتری کا موجب ہو سکتی اور ہو رہی ہے، اور انہی پاکیزہ صفات کو قائم رکھنے سے ہمارا مستقبل شاندار ہوگا۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں خداتعالیٰ پر توکل کیجئے اور پوری ۔۔۔ طرح اپنے اسلاف کے نمونہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پاک نصائح پر کاربند ہو کر اپنے حال اور مستقبل دونو کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کیجئے، اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و مددگار ہوگا۔

ہفت روزہ "وحدت" کا اشاعت اسلام نمبر

ہفت روزہ "وحدت" لاہور کے ان سنجیدہ اخبارات میں سے ہے جو حمایت اسلام میں بلند ہونے والی ہر صدائے حق کی تائید کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں، اس کا ایک نمونہ اس خاص نمبر میں ہمیں نظر آتا ہے جو جریدہ مذکور کے فاضل مدیر حکیم محمد سعید حسن نے ہمارے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر "اشاعت اسلام نمبر" کے نام سے شائع کیا، اس نمبر کے نہ صرف ٹائیٹل پیج پر جماعت احمدیہ لاہور کے مقتدر اراکین کی تصاویر شائع کی گئیں، جن میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی، حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم، حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ اور لارڈ ہیڈلے فاروق، مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم، خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب، مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے فوٹو شامل ہیں، اور شاہجہان مسجد لندن کا فوٹو درج ہے بلکہ اندرونی صفحات میں اور لوگوں کے علاوہ احمدی قوم کے ان بزرگوں کے مضامین بھی درج کئے گئے ہیں جن میں اسلام کی عظمت و سربلندی کا اظہار کیا گیا ہے۔

اس تنگ نظری کے زمانہ میں جبکہ جماعت احمدیہ کے خلاف تعصب کی رَو چاروں طرف پھیل رہی ہے ہفت روزہ "وحدت" کا یہ اقدام اس مومنانہ جرأت اور حق پسندی پر دال ہے جو ان کے فاضل مدیر کے دل میں جاگزیں ہے، یہ وہ افضل الجہاد ہے، جو سلطان جائر کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے بہت بڑھکر ثواب اور عظمت رکھتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں عوام کے منہ پر حق بات کہنا ظالم بادشاہ کے منہ پر حق بات کہنے سے بہت زیادہ مشکل ہو گیا ہے اور بہت ہی کم لوگ ہیں جو اس مشکل سے عہدہ برآ ہوتے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، حکیم محمد سعید حسن انہی لوگوں میں سے ایک ہیں بلکہ اُن سے ایک قدم آگے ہیں، انہوں نے کسی قسم کے نقصانات کے خدشہ سے لاپرواہ ہو کر اس خاص نمبر کی اشاعت میں جس جرأت و حوصلہ اور ایثار سے کام لیا ہے ہم اس کے لئے انہیں تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ آیندہ بھی تائید حق میں آواز بلند کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔

ہفت روزہ "وحدت" کا یہ خاص نمبر ہمارے

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۲)

آپ کے خطوط

مستورات کی بیداری

محترم ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۵ر دسمبر ۱۹۵۶ء کے پرچہ کے صفحہ ۱۱ کالم ۳ میں احمدی مستورات کے زیر عنوان ہمشیرہ قمر لطیف راولپنڈی کا ایک مکتوب پڑھ کر دل کو بے حد تسکین نصیب ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قوم کی مستورات بیدار ہوں۔ لامحالہ اس قوم کے افراد زندہ اور حقیقی معنوں میں دین اور ملت کے خادم ہو سکتے ہیں۔ قوم کے افراد کی تربیت کی پہلی منزل ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جہاں وہ صحیح رنگ پکڑتے ہیں لہٰذا اگر کوئی قوم چاہے۔ کہ اس کے افراد اپنی قومی و علمی خصوصیات کو زندہ وقائم رکھیں۔ تو اس قوم کے ذمہ وار طبقہ پر اولین فرض عاید ہوتا ہے۔ کہ وہ مستورات کے اندر یہ شعور پیدا کرنے کی سعی کریں۔ کہ وہ اپنی نئی پود کو سنبھالنے اور اپنی مخصوص قومی خصوصیات کے مطابق ان کی پرورش کرنے کے قابل ہوں۔ اس سلسلے میں قمر لطیف صاحبہ کا مضمون ایک تازیانہ ہے۔ اگر ہم نے بروقت ان کی اپیل پر کان دھر دیا۔ اور ہر جگہ اپنی بہنوں کے لئے جماعتی خصوصیات کو زندہ رکھنے کے لئے مناسب ذرائع مہیا کر دیئے تو ہمارا بہت سا بوجھ ہلکا ہو سکے گا۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

والسلام۔ عبدالباقی از بنوں

ڈچ گیانا کے ۷۵ آدمیوں کی قادیانی جماعت سے علیحدگی

ذیل کا خط قادیانی جماعت سرینام (ڈچ گیانا) کے اراکین کے نام وہاں کے ایک سابق قادیانی نے لکھا ہے جس کی نقل برائے اشاعت موصول ہوئی ہے:۔

معزز اراکین جماعت احمدیہ سرینام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خصوصاً صدر جماعت اور عموماً جملہ اراکین جماعت کو واضح ہو کہ غالباً ایک سال سے خاکسار جماعت مذکورہ کا ایک معمولی فرد کی حیثیت سے یا ایک مبلغ کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ مگر بعض وجوہات کی بناء پر خاکسار اس جماعت اور اس کے مبلغ یا مدرس کی حیثیت سے مستعفی ہو رہا ہے اور اس کے ہمراہ ہی وہ لوگ بھی اس جماعت سے اپنا تعلق یا رشتہ توڑ رہے ہیں۔ جن کے اسماء ذیل میں درج ہیں۔

اول سب سے بڑی وجہ جناب مولوی رشید احمد صاحب کی دروغگوئی ہے، اس کا اثر اور نتیجہ جماعت کے اعلیٰ و ادنیٰ افراد پر بہت ہی برا پڑ رہا ہے اور آئندہ چل کر خدا معلوم اور کون سے گل کھل سکتے ہیں مثلاً مسجد کے واقعات پر غور کیجئے:۔

اول مسجد کی زمین جو جمن بخش صاحب کی طرف سے وقف ہوئی ہے، جس کی قیمت مولوی صاحب نے اخبار الفضل میں شائع کرایا کہ مبلغ دس ہزار روپیہ کی زمین مسجد کے لئے وقف مل چکی ہے۔ حالانکہ یہاں کے تخمینہ میں صرف تین سو روپیہ کی ہے۔ اس جھوٹ سے ان کا کیا مقصد تھا؟

دوم۔ اس زمین پر مسجد بنانے کے لئے نقشہ کشی پر کیا کیا ظہور میں آیا جو آپ لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔

سوم۔ روپیہ کے متعلق جماعت نے دس ہزار کا وعدہ کیا مگر اس شرط پر کہ مرکز سے بیس ہزار آنا چاہیئے مولوی صاحب نے اقرار کیا اور کہا وہ ملے گا!

چہارم۔ اب ہمیں کہا گیا ہے کہ باہر جماعت کے گھر گھر جا کر روپیہ مانگا جائے۔

لیکن انہوں نے پبلک جلسہ میں اعلان کیا تھا کہ ہم لوگ بھیک مانگ کر مسجد نہیں بنائیں گے۔ تو اب گھر گھر مسجد کے لئے روپیہ مانگنا بھیک نہیں؟

پنجم یہ کہا کہ میں سرنام میں روپیہ لینے کے لئے مرغ کھانے نہیں آیا بلکہ میں خود دیہاتوں میں جا کر قوم کی مدد اور خدمت کروں گا۔ اب کہتا ہے فلاں جگہ سے چندہ نہیں آتا وہاں کا مدرسہ بند کر دو۔

سوچنے کی بات ہے کہ اب تک جو روپیہ خرچ میں آچکا ہے یہ مولوی صاحب کا ہے یا ربوہ سے آیا ہے یا سرینام کی جماعت احمدیہ کا ہے؟ غرض ایسی وجوہات اور بھی بہت سی ہیں، جس کے باعث آج سے میں مستعفی ہو رہا ہوں اور مندرجہ ذیل اشخاص بھی:۔

حسن شاہ۔ محمد حنیف۔ ولی محمد۔ محمد حسین۔ امام علی۔ رمضان خان۔ یوسف۔ عبدالغفار وغیرہ وغیرہ کل ممبر جو میرے ساتھ مستعفی ہوئے ان کی تعداد ۷۵ ہے اور بہت سے پہلے نکل چکے ہیں۔

خاکسار۔ محمد اسلام بدل اللہ

ہفت روزہ "وحدت" کا اشاعت اسلام نمبر

(بسلسلہ صفحہ ۳)

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقسیم کیا گیا۔ بعض لوگوں نے قیمتاً بھی اسے خریدا، ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے مستطیع اصحاب اس کے کئی کئی پرچے خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کریں اور مستقل طور پر اس کے خریداروں میں شامل ہو کر اس کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں۔

جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے

معاصر نوائے وقت کے نام ایک خط

مکرمی! گیارہ جنوری کے نوائے وقت میں ایک اداریہ بعنوان "سوشل بائیکاٹ اور مملکت اندر مملکت" شائع ہوا ہے جو ہر ذی فہم احمدی کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے اداریہ میں یک قلم جماعت کے اصحاب فہم اور حکومت پاکستان سے سوالات کئے گئے ہیں۔ گزشتہ سال سے جماعت احمدیہ ایک ابتلا میں ہے پہلے تو احمدی اصحاب اور عوام نے خلافت کا جھگڑا ہی خیال کرتے رہے لیکن یہ جھگڑا روز بروز خطرناک اور نازک ہوتا جا رہا ہے اور اپنی حقیر معلومات کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ جماعت کے نوتے فیصد احباب سہمے ہوئے ہیں کہ حالات سنگین نہ ہو جائیں اور ہم اپنی مظلومیت کے ...... ثبوت میں دلیل بھی نہ لا سکیں ملکی پریس گزشتہ ڈیڑھ سال سے ان لوگوں کا ساتھ دے رہا ہے جنہیں ملزم گردان کر جماعت سے نکال دیا گیا ہے ہم پریس پر یہ الزام نہیں دے سکتے کہ وہ جماعت کی دشمنی پر کمربستہ ہے بلکہ ہم میں نناوے فیصدی احمدی یہ یقین رکھتے ہیں کہ اخبارات کا ایک عنصر طبقہ غیر جانبدار بھی ہے جس کا ماضی مظلوم کی امداد کی شاندار روایات سے بھرا پڑا ہے۔ بدقسمتی سے جماعت کا آرگن یا اکابرین میں سے کوئی بھی پریس کے بعض معقول سوالوں کا جواب ابھی تک نہیں دے سکا۔

نوائے وقت ۵۶ء سے ہمارے فہمیدہ رہنماؤں سے اپیل کر رہا ہے کہ وہ کام نہ کیجئے کہ جب آپ سے ایسا ہی سلوک کیا جائے تو آپ کے لئے شکایات کی گنجائش نہ رہے بحث جائے حیرت وندامت ہے کہ ہمارے اکابرین نے ادھر ابھی تک توجہ نہیں دی۔

ہم میں سے ہر ذی شعور اور فہمیدہ شخص سوچتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ روسی نظام کی طرح ہمارے ہاں بھی مطلق العنانی نے ہر فرد کے قلب پر خوف وہراس کا خول چڑھا دیا ہو کہ "بابا اپنے کو بچائیں باقی جائیں بھاڑ میں" اور نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ باپ سے بیٹے کے خلاف سسر سے داماد کے خلاف، بہن سے بہن اور بھائی سے بھائی کے خلاف خطرناک قسم کے قطع تعلق پر دو دو صفحے کے اعلانات شائع ہو رہے ہیں۔ اور پھر افسوس صد افسوس کہ گزشتہ سال سے لیکر اب تک اپنی ہوناک صدموں کی تاب نہ لا کر کتنی جانیں داعی اجل کو لبیک کہہ چکی ہیں میں اس جگہ جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت سے اپیل کروں گا کہ وہ زیادہ نہیں تو کم از کم مندرجہ ذیل تین امور پر آنیوالے سیشن میں بحث کر کے افراد جماعت کے سامنے ان تعزیرات کو قانون، مذہب یا اخلاق کی رو سے جائز ثابت کرے یا ان احکام کو علانیہ واپس لے۔

اولاً یہ بحث کی جائے کہ آیا جماعت کے کسی فرد کا شدید ترین تمدنی اور معاشرتی بائیکاٹ کرنا چاہیئے؟

ثانیاً یہ کہ جماعت کی انتظامیہ کسی فرد (پاکستانی شہری) کو ربوہ بدر کر سکتی ہے یا ربوہ میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دینے کا حکم دے سکتی ہے کیا یہ اقدام قانون سے ٹکراتا تو نہیں؟

ثالثاً ملزمین آیا واقعی مجرمین بھی ہیں یا نہیں اس کے لئے ایک آزاد تحقیقاتی کمیشن کیوں نہ مقرر کیا جائے تاکہ یہ الزام ہرایا نہ جاسکے کہ یکطرفہ تشددانہ کارروائی کی جاتی ہے۔

اس طرح ہم اس وقار کو دوبارہ بحال کر سکیں گے جو پچھلے ڈیڑھ سال [illegible]

قرآن کریم کو پیروں اور سجادہ نشینوں کے اقوال پر مقدم کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون .... الی اللہ مرجعکم جمیعًا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (المائدہ ۴۴ تا ۴۸)

پہلی قوموں کی تاریخ

قرآن شریف نے مسلمانوں کے سامنے ان قوموں کی تاریخ رکھی ہے جن پر خدا کے بڑے بڑے انعام نازل ہوئے، سب سے بڑا فضل ان پر یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے اپنی معرفت عطا کرنے کے لئے اُن پر اپنی کتابیں نازل کیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے نمونہ کے طور پر پیغمبروں کو بھیجا، باوجود اس کے کہ بار بار ان میں انبیا آئے باوجود اس کے کہ اللہ تعالے کی طرف سے ہدایات ان پر نازل ہوئیں، ان لوگوں نے خدا تعالے کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے مولویوں اور پنڈتوں اور پروہتوں، راہبوں، امیر اور پیر اور خلیفہ کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے، اور جو کچھ انہوں نے کہا اسی کو خدا کا حکم سمجھ لیا۔

مسلمانوں کو تلقین

یہ تاریخ مسلمانوں کے سامنے رکھی گئی ہے کہ ان پر بھی بہت بڑا فضل ہوا سب سے بڑھکر ان پر یہ فضل ہوا کہ قرآن کریم جیسی کتاب ان کو دی گئی، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسانِ کامل نمونہ کے لئے ان میں بھیجا گیا تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی پیروی کریں، اور کسی انسان کو اللہ اور اس کے رسول کا مرتبہ نہ دیں۔

دوسری آسمانی کتابوں پر ایمان

اور ایک اور بات بھی قرآن شریف چاہتا ہے وہ یہ کہ دوسری قوموں کی آسمانی کتابوں اور پیغمبروں کی مسلمان تعظیم کریں، رواداری کے طور پر نہیں۔ بلکہ دل سے انہیں سچا تسلیم کریں ان پر ایمان لائیں کہ وہ کتابیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور ان کو لانے والے خدا تعالے کے سچے نبی تھے، اسی سے مسلمان کامیاب ہوسکے اور دوسری قوموں کو اپنے اندر لانے کے لئے مسلمانوں کا یہ ایمان بہت کارآمد ثابت ہوتا رہا ہے جب وہ قومیں دیکھتی ہیں کہ مسلمان ہمارے پیغمبروں اور ہماری کتابوں کو سچا سمجھتے ہیں تو وہ اسلام کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں۔

آیات کا ترجمہ

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے انا انزلنا التوراۃ یہ بڑی پکی بات ہے کہ ہم نے توریت نازل کی فیھا ھدًی ونور۔ اس کے اندر ہدایت، نور اور روشنی ہے، یہ کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم نے دوسری قوم کے لئے یہ بیان کرنا ضروری سمجھا کہ اس کی کتاب میں ہدایت اور نور ہے یحکم بھا النبیون وہ پیغمبر جو حضرت موسٰے کے بعد آئے انہوں نے تورات کے احکام کے مطابق فیصلے دیئے، الذین اسلموا وہ خود احکام الٰہی کے فرمانبردار تھے۔ پیغمبر کا خصوصی امتیاز یہی ہے کہ وہ خدا کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کرے الذین ھادوا وہ یہودیوں کے لئے تورات سے فیصلہ کرتے تھے کیونکہ توراۃ صرف یہودیوں کی رہنمائی کے لئے تھی والربانیون والاحبار اور ان کے ربانی لوگوں اور علماء کا بھی یہی طریق عمل تھا، ربانی وہ لوگ ہیں جن کو رضائے الٰہی کے سوائے، اور کسی چیز سے غرض نہیں ہوتی، اور علماء وہ ہیں جو کتاب اللہ سے پورے طور پر واقف ہیں بما استحفظوا من کتاب اللہ ان کے ذمہ لگایا گیا تھا کہ وہ کتاب اللہ کی حفاظت کریں گے ....

.... بما استحفظوا مجہول کا صیغہ ہے اور باب استفعال سے ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ ان سے یہ بات طلب کی گئی تھی، ان سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالے کی تعلیمات کی جو ان کتابوں میں دی گئیں حفاظت کریں گے وہ کانوا علیہ شھداء اور وہ یقین کرتے تھے کہ وہ ربانی تعلیمات ہیں، لیکن خدا کی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں انہیں قوم کے رسم و رواج کو ترک کرنا پڑتا تھا، اس لئے وہ ڈرنے لگے کہ قوم مخالف ہو جائے گی۔ علماء کے متعلق یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ انہیں اپنی سیادت اور لیڈری کو قائم رکھنے کے لئے قوم کے خیالات اور رسم و رواج کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور اس لئے وہ ان سے ڈر کر خدا کی تعلیمات کو پیچھے پھینک دیتے ہیں اسی لئے فرمایا فلا تخشوا الناس لوگوں سے ڈرنا نہیں واخشون بلکہ مجھ سے ڈرو جو اس کتاب کو نازل کرنے والا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں زمین و آسمان کے تمام خزانے اور تمام عزتیں ہیں، مجھ سے ڈرو ولا تشتروا بایتی ثمنًا قلیلا تھوڑے سے لالچ تھوڑے دنوں کی عزت کے لئے میرے احکام کو نہ بیچ دو، خدا کے مقابلے پر لوگوں سے ڈرتے ہوئے

حالانکہ یہ فضل تم پر خدا نے اتارا ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون جو شخص ہماری اس تلقین کو سن کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی کتاب اور اس کے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، اس نے خدا کو نہیں مانا، اس کتاب کی دی ہوئی روشنی اور اس کے پیغمبر کو نہیں مانا، خدا اور اس کی کتاب اور اس کے نبی پر ایمان اس کی زبان پر ہے مگر دل میں ایمان نہیں، یہی حکم اُن مسلمانوں کے لئے ہے جو اپنے اپنے پیر و مرشد کو خدا اور اس کے رسول کا مرتبہ دیتے ہوئے قرآن کے احکام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

پھر آگے چل کر فرمایا وقفینا علٰی اٰثارھم بعیسی ابن مریم ہم نے عیسٰی بن مریم کو ان کے پیچھے بھیجا، اور ان نبیوں کی تعلیمات پر چلایا، مصدقًا لما بین یدیہ من التوراۃ تورات کی جو تعلیمات اس کے سامنے تھیں، ان کی اس نے تصدیق کی واٰتینٰہ الانجیل ہم نے اسے انجیل دی، فیہ ھدًی ونور، اس کے اندر بھی ہدایت ہے، بصیرت افروز روشنی اور معرفت الٰہی پائی جاتی ہے مصدقًا لما بین یدیہ من التوراۃ وھدًی وموعظۃ للمتقین یہ کتاب بھی تورات کی تعلیمات اور پیشگوئیوں کی تصدیق کرتی ہے اور متقیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت اپنے اندر رکھتی ہے، یہ قرآن ہی کا خاصہ ہے کہ اس نے ان کتابوں کی اتنی تعریف کی ہے، پھر فرمایا ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ اہل انجیل کو چاہیئے کہ جو تعلیمات اللہ تعالے نے اس میں نازل کی ہیں انہی کے مطابق فیصلے کیا کریں اور انہی کے مطابق مسائل بیان کریں، پھر جس طرح تورات کے متعلق کہا تھا اسی طرح انجیل کے متعلق فرمایا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفاسقون، جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں انجیل کو اور حضرت عیسٰی کو مانتا ہوں اور خدا کی نازل کردہ تعلیمات پر عمل نہیں کرتا، ان کے مطابق مسائل بیان نہیں کرتا، وہ نافرمان اور بد عہد ہے، زبان سے کہہ دینا کہ موسٰے اور عیسٰی سچے تھے ان کی کتابوں کے اندر ہدایت اور نور ہے۔ مگر ان کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا یہ خدا کے احکام سے منہ پھیرنا اور عہد کرکے اس سے پھر جانا ہے۔

قرآن کریم پہلی کتابوں کا محافظ ہے

توراۃ اور انجیل کے ذکر کے بعد فرمایا قرآن کریم ان کتابوں اور ان کے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے لیکن ان غلط عقائد کو بھی بیان کرتا ہے۔ جو ان کتابوں کے حاملوں نے اپنی طرف سے ان کتابوں کی تعلیمات میں داخل کر دیئے ہیں۔ اسی طرح سے قرآن کریم پہلی کتابوں کی حفاظت بھی کرتا ہے اسی لئے اس کا نام

ہیمن ہے اور ایک ایسی قوم اس نے بنائی جو اس بین الاقوامی تعلیم کی حامل ہو کر دنیا میں اخوت و ارتباط پیدا کرتی ہے

وانزلنا الیک الکتٰب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ من الکتٰب ومھیمناً علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللّٰہ ہم نے تیری طرف اے رسول ایک کامل کتاب نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرتی ہے اور انکی حفاظت بھی کرتی ہے۔

پوپ کا نمونہ

اہل تورات اور انجیل نے وہ رستے اختیار کر لئے جو ان میں بیان نہیں ہوئے، تورات اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ جب تک خدا کی کتاب کو روشنی دینے والی نہ سمجھو، جب تک پیغمبر کو نمونہ نہ بناؤ اس وقت تک زبان سے مان لینا کوئی فائدہ نہیں دیتا، لیکن انکے گدی نشینوں نے غلط نمونے پیش کئے، ایک نمونہ پوپ کا ہے پوپوں کے تمام خطوط جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے متبعین کے نام لکھے تاریخ میں درج ہیں ان خطوط میں یہ بھی بار بار درج کیا جاتا رہا ہے کہ سنو لوگو حضرت عیسٰے نے پطرس پر گرجا بنایا، پطرس کے معنے چٹان کے ہیں، گویا یہ گرجا ایک زبردست چٹان کے اوپر ہے یعنی یہ بنا غیر متزلزل ہے اور میں جو خداوند مسیح کی جگہ پر بیٹھا ہوں میں خدا کا خلیفہ ہوں وہ جو میری بات نہیں مانے گا، وہ جو میرے اعمال پر نکتہ چینی کرے گا خدا کا غضب اس پر نازل ہوگا، اس نے کہا تمام بادشاہ میرے پاؤں کی جوکی ہیں، چنانچہ یورپ کے تمام بادشاہ سال بھر کے بعد روما میں جمع ہوتے اور پوپ کی رکاب کو پکڑ کر چلنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے، اور اس گرجا کی زیب و زینت کے لئے انہوں نے اپنے خزانے انڈیل دیئے، اور اس کو خوبصورت ترین گرجا بنا دیا، انجیل کے متعلق پوپ نے کہا کہ جو ترجمہ انجیل کا ہم بیان کرتے ہیں وہی صحیح ہے، اور کسی شخص کو ہمارے ترجمے سے اختلاف کرنے کا حق نہیں ہے نیز انہوں نے اپنے اختیارات کے متعلق یہ لکھا ہے کہ پطرس کو مخاطب کر کے حضرت عیسٰی نے یہ اختیار دیا تھا کہ جو تو زمین پر باندھے گا وہی آسمان پر باندھا جائے گا، اور جو تو زمین پر کھولے گا وہی آسمان پر بھی کھولا جائے گا۔

پوپ کی غلامی سے نجات

یہ ہمارے سامنے کی باتیں ہیں اور ایک پڑھی لکھی دنیا اس کی پیرو ہے لیکن ایک دنیا اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی، پہلا شخص جس نے آواز اٹھائی لوتھر تھا، اس کے متعلق پوپ نے کہا یہ محمدؐ کا کتا ہے، اس لئے کہ اس نے آزادی کی آواز بلند کی۔ ایسے لوگوں کو بڑی بڑی سخت ایذائیں پہنچائی گئیں، لیکن یہ سچی بات ہے کہ وہ جو لوگوں کو غلام بنانا چاہے طبیعتیں اس کے خلاف برانگیختہ ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم کی تعلیم

قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ سب سے مقدم خدا کی کتاب ہے، اسی پر عمل کرو اور اس کے خلاف کسی کی کوئی بات نہ سنو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو جب گورنر بنا کر بھیجا تو اس سے سوال کیا کہ بِمَ تحکم کس چیز کو تم فیصلہ کا ذریعہ بناؤ گے، اس نے کہا بکتاب اللّٰہ ایک معمولی پیر ہوتا تو کہتا کہ قرآن کو ہم سمجھتے ہیں یا تم؟ بات وہ کہو جو ہم کہتے ہیں، لیکن آپ نے فرمایا فان لم تجد اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟ اس نے کہا بسنۃ رسول اللّٰہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کروں گا، آپ نے اس پر بھی نہیں کہا کہ ہماری سنت ہی میں تو سب کچھ ہے بلکہ فرمایا فان لم تجد اگر ہماری سنت کے اندر بھی کوئی بات نہ ملے تو پھر؟ معاذؓ نے کہا اجتھد برائی پھر میں اپنی سوچ بچار اور غور و فکر سے اس کا فیصلہ کروں گا۔

خلفائے راشدین کا مسلک

اسی مسلک کی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفاء نے بھی پیروی کی، انہوں نے عمال کو جو خطوط لکھے ان میں بار بار تاکید کی کہ امور سلطنت کا تصفیہ قرآن کریم کی روشنی میں کیا جائے۔ اگر وہاں سے صراحتاً کوئی بات ملے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی جائے، اس طریق کو اختیار کئے بغیر اسلام قائم نہیں رہ سکتا۔ تمام دار الحکومتوں میں جس قدر قاضی تھے اسی مسلک کی پیروی کرتے تھے، کوفہ میں عبداللہ بن مسعود قاضی تھے، شام میں کعب بن ابی، مدینہ میں عبداللہ بن عمرؓ اور مکہ میں عبداللہ بن عباسؓ قضا کے منصب پر فائز تھے، یہ سب کے سب اسی مسلک کے پابند تھے، اور ان کی وجہ سے عرب کا گوشہ گوشہ اسلام کی روشنی سے منور رہا گیا اور جہاں وہ گئے اسی تعلیم کو لے کر گئے اور لوگوں کو یہی تلقین کی کہ قرآن پر چلنا، اور علماء کو پیر نہ بنانا، قرآن کے خلاف کسی کی بات نہ ماننا۔

دربار ایران میں حضرت مغیرہ کی تقریر

جب مسلمانوں نے ایران پر چڑھائی کی تو حضرت مغیرہؓ بادشاہ کے دربار میں پہنچے وہ بڑی شان و شوکت سے تخت پر بیٹھا تھا، یہ بھی وہیں اس کے پاس جا بیٹھے۔ لوگوں نے کھینچ کر اتارا اور کہا کہ بادشاہ کے ساتھ تم نہیں بیٹھ سکتے۔ انہوں نے وہاں ایک تقریر کی جس میں محاسن اسلام بیان کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کیا ہے اخراج العباد من عبادۃ الناس الی عبادۃ اللّٰہ لوگوں کی عبادت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لے جانا۔ یہ تقریر دلوں میں اتر گئی، اور وہ لوگ، جنہوں نے استبداد کو دیکھا ہوا تھا اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اُن کے کان کھل گئے اور اسلام کی عظمت کے قائل ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا قرآن پر عمل

اسی طرح حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کو عتاب کرتے ہوئے کہا متیٰ کم تعبدتم الناس وامھاتھم ولدتھم احراراً یہ لوگوں کو غلام بنانے کا سبق تم نے کب سے سیکھا تم ان کو غلام بنا رہے ہو حالانکہ وہ ماں کے بطن سے احرار پیدا ہوئے تھے، قرآن نے اس بہت بڑی گمراہی سے لوگوں کو نکالا کہ وہ خدا کی کتاب کو پس پشت پھینکتے ہیں اور سجادہ نشینوں کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو ایک عورت نے بر سر مجلس ٹوکا، اور قرآن کی آیت پڑھی جس پر حضرت عمرؓ نے کہا ان نساء المدینۃ افقہ من عمر، مدینہ کی عورتیں بھی عمر سے زیادہ قرآن جانتی ہیں، ایک مرتبہ آپ نے خطبہ میں پوچھا کہ اگر میں دنیا کی طرف جھکوں تو تم کیا کرو گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا ہم تمہیں نیزوں سے درست کریں گے، انہوں نے کہا جانتے ہو تم کس سے کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں جانتا ہوں میں عمر بن خطاب سے کہہ رہا ہوں، اس پر آپ نے فرمایا الحمد للّٰہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خلیفہ کو اگر وہ دنیا کی طرف جھکے تو اسے سیدھا کر سکتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی کہا کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔

قرآن کی خوبصورت اور معقول تعلیم

لیکن سجادہ نشینوں نے اسلام کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے اور لوگوں کو ذہنی غلامی میں جکڑ رکھا ہے اسلام نے ایک توازن قائم کیا تھا، کہ خلیفہ اور امیر جب تک قرآن پر چلے اس کی بات کو مانا جائے اور اگر وہ غلطی کرے تو اس کو ٹوک دیا جائے۔ جس طرح ہم ایک شخص کو نماز میں امام بناتے ہیں، لیکن نماز پڑھاتے وقت جونہی اس نے غلطی کی پیچھے سے آواز آتی ہے سبحان اللہ، خدا پاک ہے تم نے غلطی کی ہے۔ یہ توازن اسلام نے قائم کیا ہے کہ ایک لیڈر کے متعلق قوم کا فرض ہے کہ اس کی اطاعت کرے لیکن اگر وہ غلطی کرے اور قرآن کے خلاف چلے تو اسے ٹوک دیا جائے اور اس وقت تک اس کی بات کو نہ مانا جائے جب تک وہ اپنی غلطی نہ چھوڑ دے۔ اس خوبصورت اور معقول اور مفید تعلیم پر کاربند رہنا چاہیئے۔

خطبہ اشاعت اسلام

ماسٹر محمد سعید چغتائی ساکنہ بھوئی علی پور کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اس خوشی میں چغتائی صاحب نے انجمن کو -/۵ روپے خطبہ اشاعت اسلام میں دیئے ہیں جزاہ اللہ خیراً

دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کا رویہ اور تعلق

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کا مقالہ جو لاہور کی بین الاقوامی مجلس مذاکرہ کیلئے آپ نے لکھا

دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام جو تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے ان کے تین متبادل مدارج ہیں سب سے اوّل اور سب سے اونچی سطح پر دوسرے مذاہب کے متعلق اسلام کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ سب کے سب ایک ہی سرچشمہ سے سیراب ہوئے اور ایک ہی پیغام لے کر آئے۔ ہر ایک مذہب اپنے اپنے زمانہ میں یہی مشن لیکر اٹھا کہ انسان کا خدا تعالےٰ سے رشتہ جوڑے۔ خدا کی ہستی پر ایمان اور اس کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی ہر ایک مذہب کی بنیادی تعلیم تھی۔ اور یہی اسلام کی تعلیم کا لب لباب ہے بلکہ یہی اسلام کے لغوی معنے ہیں۔ اس بنیادی تعلیم کے لحاظ سے اسلام کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ جیسے قرآن کریم میں وضاحت سے اعلان ہے اسلام ان تمام تعلیمات کا جو بانیانِ مذاہب اپنے اپنے زمانوں میں لیکر آئے مجموعہ ہے۔ وہ تعلیمات مرورِ زمانہ کی وجہ سے اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں رہ سکی تھیں اسلام نے دوبارہ ان کو اسی شکل میں زندہ کیا جیسے ابتداء میں تھیں اور انسانی ہاتھوں کی آمیزشوں سے انہیں پاک وصاف کرکے ایک عطر کی طرح قرآن کریم کے صفحات میں محفوظ کر لیا۔

یہ ہے وہ بنیادی تعلق جس کا اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ دعویدار ہے اور اسی پر میں مفصل روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ مگر اس سے اُتر کر باہمی تعلقات کی دو اور سطحیں بھی ہیں جو اسلام نے پیش کی ہیں، چونکہ ان کی حیثیت محض متبادل اور ضمنی ہے اور اس لحاظ سے ان پر ایک سرسری نظر ہی کافی ہے میں پہلے ان کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

باہمی تعاون

ان دو متبادل تعلقات میں سے بھی جو اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ قائم کرنا چاہتا ہے مقدم باہمی مفاہمت اور تعاون کا تعلق ہے۔ اس تعلق کے لئے اسلام وہ چیز مشترک بطور بنیاد پیش کرتا ہے جو سب کے سب مذاہب میں پایا جاتا ہے یعنے ایک خدا کی ہستی پر ایمان اور اسی واحد معبود کی عبادت۔ یہ دست تعاون قرآن کریم نے نہایت وضاحت کے ساتھ یوں بڑھایا ہے:۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا
الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم
الا نعبد الا اللّٰہ ولا یتخذ بعضنا
بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان
تولوا فقولوا اشھدوا بانا

مسلمون (آل عمران - ۶۴)

اہل کتاب کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ آؤ ہم اس بنیادی اصول پر جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے آپس میں تعاون کریں یعنے اس اصول پر کہ ہم سوائے خدا تعالےٰ کے کسی کی پرستش نہ کریں گے اور اس کی پرستش میں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ واضح رہے کہ اہل کتاب کی اصطلاح سے گو عام طور پر یہود و نصاریٰ لئے جاتے ہیں جو قرآن کریم کے مخاطب اول تھے۔ مگر درحقیقت تمام مذاہب پر بھی جو اپنی بنیاد وحی والہام پر رکھتے ہیں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا اس آیت میں تمام الہامی مذاہب کو اشتراکِ عمل کی دعوت دی ہے کہ آؤ ہم دنیا میں خدا تعالےٰ کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کریں اور مادہ پرستی اور دہریت کی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

اس آیت کی بناء پر نبی کریمؐ نے پڑوسی ممالک کے تین فرمانرواؤں کو تبلیغی خطوط لکھے اور خاص ایلچیوں کے ہاتھ اُن کے پاس بھیجے۔ حبشہ کے فرمانروا کے نام کا خط بجنسہٖ زمانہ حال ہی میں محکمۂ آثار قدیمہ کی کوششوں کی بدولت برآمد ہوا ہے اس میں یہ آیت لفظ بلفظ موجود ہے۔ یہ اس امر کا بھی حتمی ثبوت ہے کہ قرآن کریم کا جو متن اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ لفظ بلفظ وہی ہے جو زمانۂ نبوت میں تھا اور دستبردِ زمانہ سے بکلی محفوظ رہا ہے۔ بہرحال اس آیت سے یہ امر پوری طرح اور بغیر کسی شک وشبہ کے شائبہ کے صاف نظر آسکتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کس قسم کے تعلقات قائم کرنے کا متمنی ہے۔ ظہور پذیر ہوتے ہی اسلام نے ان کی طرف دستِ تعاون بڑھایا اور انہیں ایک مشترکہ لائحہ عمل کی طرف دوستانہ دعوت دی۔

خود جناب رسالتمآبؐ کے عہد میں دیگر مذاہب کی طرف اسلام کا کیا رویہ تھا اس کا اندازہ اس مشہور تاریخی واقعہ سے ہو سکتا ہے، جب نجران کا ایک مسیحی وفد نبی کریمؐ کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ آپؐ کے دعوےٰ نبوت کی چھان بین کرے۔ وفد کا کمال احترام سے خیر مقدم کیا گیا اور خود مسجد نبوی ان کے لئے بطور قیامگاہ پیش کی گئی۔ اتوار کے دن جب اراکین وفد قدرے ہچکچاہٹ میں تھے کہ وہ اپنی عبادت کہاں کریں گے تو نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد جو خانہ خدا ہے حاضر ہے چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی ہی میں مسیحی طریق پر اپنی عبادت کی۔

اپنے اپنے مسلک پر چلنا

اسلام کا حقیقی مشن تو جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں یہی ہے کہ بانیان مذاہب عالم تمام کے تمام ایک ہی پیغام لے کر آئے جو اسلام تھا اور اسی کو دوبارہ زمین پر قائم کرنا چاہیئے کیونکہ حقیقت مذہب جس کے ساتھ بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود وابستہ ہے وہی ہے۔ مگر جب ذہنی ارتقاء کے لحاظ سے انسان اس قابل نہیں ہوتا کہ مذہب کے اس بلند ترین تصوّر کا اسے شعور پیدا ہو اسلام اس پر بھی اکتفا کرتا ہے کہ اگر مکمل وحدت جو اسلام ہے سر دست ممکن نہیں ہے تو کم از کم اس اصل الاصول پر تو باہم متحد ہونا چاہیئے کہ ایک ہی خدا کی پرستش کریں لیکن یہ وسیع النظری بھی اگر ممکن نہ ہو تو پھر بھی اسلام باہم رواداری کی تلقین کرتا ہے اور منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ باہم اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے اپنے مسلک پر چلو اور دوسروں کو چلنے دو۔ چنانچہ قرآن کریم نے اعلان فرمایا:۔

قل یا ایھا الکافرون لا اعبد
ما تعبدون ولا انتم عابدون
ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم
ولا انتم عابدون ما اعبد لکم
دینکم ولی دین۔

(سورۃ الکافرون)

یعنے اے منکرین اسلام تم جو کچھ پوجتے ہو اس کی میں کبھی عبادت نہیں کرسکتا اور نہ ہی تم خدا کی عبادت کے لئے تیار ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارا اپنا راستہ میرا اپنا۔

وحی کی عالمگیریت

اب میں اسلام کے اصلی مقام اور مشن کی طرف آتا ہوں جس کا ابتدا میں ذکر ہو چکا ہے یعنے یہ کہ دنیا کا مذہب ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور وہ اسلام تھا۔

درحقیقت دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کا رویہ اسلام کے دو بنیادی اصولوں سے بطور منطقی نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ وہ دو اصول یہ ہیں:۔

وحی کی عالمگیریت اور ضمیر کی آزادی

وحی کی عالمگیریت کا اصول اسلام کے عقیدہ توحید کی ہی ایک لازمی شاخ ہے قرآن کریم نے خدا تعالےٰ کا یہ تصوّر پیش کیا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام کائنات کا خالق اور نشوونما کرنے والا ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ تمام انسانوں کی خواہ وہ کسی رنگ ونسل کے ہوں یکساں طور پر ربوبیت کرتا ہے، اور ہمیشہ کرتا رہا ہے۔ اس نظریہ سے یہ لازم قرار پایا کہ جیسے وہ تمام انسانوں کی جسمانی پرورش کے سامان یکساں طور

پر بہم پہنچاتا ہے۔ اسی طرح یکساں طور پر ان کی روحانی پرورش کا سامان بھی کرتا ہے اور یہ روحانی غذا وحی کی شکل میں تمام اقوامِ عالم کو بھیجی گئی۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ وحی والہام کی روشنی انسان کی دستگیری کے لئے اسی وقت سے نازل ہوتی رہی جب سے اس کرۂ ارض پر انسان کا ظہور ہوا چنانچہ اعلان فرمایا ہے:۔

ان من امة الا خلا فيها نذير (فاطر: ۲۴)

کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس کی طرف نبی اور پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ وحی کی عالمگیریت کا اصول اسلام کے لئے بطور سنگِ بنیاد ہے۔ قرآن کریم کی ابتداء ہی اس اصول کے اعلان سے ہوتی ہے۔ سورۃ فاتحہ (جو ایک دعا ہے) کے معًا بعد قرآن کریم اپنی غرض وغایت کی وضاحت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ صحیفۂ آسمانی ایک ہدایت نامہ ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو سب سے پہلے اس اصل الاصول کے قائل ہوں کہ اللہ تعالےٰ انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور دل سے مانتے ہوں کہ نہ صرف قرآن کریم خدا کی طرف سے نازل شدہ وحی ہے بلکہ تمام انبیاء ماسبق پر جو وحی نازل ہوتی رہی اس پر بھی ایمان لاتے ہوں، دوسرے مذاہب کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لئے اسلام ایک قدم اور بڑھاتا ہے اور تلقین کرتا ہے کہ تمام بانیان مذاہب کو خدا تعالےٰ کے برحق انبیاء تسلیم کیا جائے اور ان سب پر ایمان لانا ایک مسلمان کے لئے لازمی قرار دیا ہے، چنانچہ حکم دیا ہے:۔

قولوا امنا بالله وما انزل الينا وما انزل الى ابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط وما اوتى النبيون من ربهم - لا نفرق بين احد منهم - ونحن له مسلمون

(البقرہ: ۱۳۶)

یعنے کہدو کہ ہم ایمان لاتے ہیں اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور عیسیٰ اور موسیٰ پر نازل ہوا اور ہر ایک شے پر جو انبیاء کو دی گئی ایمان لاتے ہیں۔ ہم ان میں کسی کی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو خدا کے فرمانبردار ہیں"

یہاں چند ایک انبیاء کے نام لے کر پھر ایک عمومی فقرہ یہ بھی استعمال کیا ہے کہ "ہر ایک وحی پر جو انبیاء کو دی گئی" ایمان لاتے ہیں۔ اس سے منشاء وہ تمام انبیاء عالم ہیں جن کے نام لینا ضروری تھا ممکن - ایک دو جگہ اور بھی اس کی تصریح کی ہے کہ بعض انبیاء کے ہم نے نام لے کر ذکر کیا ہے اور بعض کا نام نہیں لیا (۴: ۱۶۴) اور (۴۰: ۷۸) منشاء اس بات پر زور دینا ہے کہ دنیا کے تمام کے تمام بانیان مذاہب پر ایمان لانا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں اخیر پر ایک دو فقرے قابل نوٹ ہیں۔ نہ صرف سب انبیاء پر ایمان لانے کی ہدایت دی بلکہ یہ بھی ساتھ حکم ہے کہ سب پر یکساں ایمان لایا جائے ان میں کسی قسم کے امتیازات قائم کرنا درست نہیں ہے۔ ساتھ ہی وجہ بھی بتلادی کہ امتیاز روا رکھنا کیوں درست نہیں فرمایا کہ چونکہ ہمارا مقصد تو اس پیغام سے ہے جو وہ لے کر آئے اور وہ سب یکساں لے کر آئے جو یہ تھا کہ خدا کی فرمانبرداری کرو تو ہمیں بھی یکساں طور پر سب کو ماننا چاہیئے۔

امتیاز کو منع کرنے کی تہ میں ایک عمیق نفسیاتی مصلحت ہے۔ تمام بانیانِ مذاہب میں یکسانیت قائم کر دینے سے پیروان مذاہب کے مابین لازمًا باہمی ہمدردی کی رو چل پڑتی ہے جس کی اس قدر ضرورت ہے۔ عہد رسالت کے ایک مشہور تاریخی واقعہ سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود نبی کریم صلعم اس یکسانیت کو کتنی اہمیت دیتے تھے اور پسند نہیں فرماتے تھے کہ نبی اور نبی میں کسی قسم کا امتیاز روا رکھا جائے واقعہ یوں ہے کہ ایک دن یہودیوں اور مسلمانوں کے دو فریقوں میں بحث چل پڑی، یہودی مصر تھے کہ حضرت موسےٰ نبی کریم سے بڑے تھے اس پر مسلمان برہم ہوئے اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ جب نبی کریم کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور منع فرمایا کہ انبیاء کا آپس میں موازنہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ "الانبیاء اخوة" یعنے انبیاء سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اخلاقی تعلیم میں یکسانیت

اس بنیادی تصور کے علاوہ جو انسان کا رشتہ خدا سے جوڑتا ہے مذہب کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ انسان اور انسان کے باہمی تعلقات کو خوشگوار کرے اس لحاظ سے بھی اسلام یہی سکھاتا ہے کہ تمام مذاہب کی تعلیم ایک ہی تھی اور سب کے سب خدا پر ایمان کے علاوہ عمل صالح اور انسانی ہمدردی کی تلقین کرتے تھے ایمان اور عمل صالح کی دو پٹڑیوں پر انسانی زندگی کی گاڑی چلنے ہی میں اس کی نجات اور فلاح کا راز ہے۔ یہی تعلیم اسلام کی ہے اور یہی تعلیم تمام انبیاء عالم نے دی خود نبی کریمؐ نے ایک سائل کو یہی جواب دیا جس نے بطور خلاصہ معلوم کرنا چاہا کہ اسلام کیا چیز ہے "ما الاسلام یا رسول الله"؟ اے رسول اللہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "العظمة لله والشفقة على خلق الله" یعنے اللہ تعالےٰ کی عظمت کا دل میں احساس اور مخلوق خدا سے شفقت کا سلوک ۔۔۔ مذہب کے اس پہلو کے لحاظ سے بھی جو اخلاقیات سے تعلق رکھتا ہے۔ مذاہب کی تعلیم ایک ہی تھی، ہر ایک نے عمل صالح اور انسانی ہمدردی پر زور دیا۔

عبادات میں اختلافات تسلیم کرنا

مذہب کا ایک اور پہلو بھی ہے جو گو اہمیت کے لحاظ سے سب سے کمتر درجہ رکھتا ہے مگر عام طور پر اسی کو مذہب کا مترادف سمجھا جاتا ہے یہ ان عبادات پر مشتمل ہے جو ہر ایک مذہب اپنے پیروؤں کے لئے مقرر کرتا ہے۔ قرآن کریم نے بکرات ومرات اصل طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ عبادات مقصود بالذات نہیں بلکہ حصول مقصد کے لئے ذرائع ہیں۔ مقصد وہی مذہبی روح ہے جو ضبط نفس ایثار انسانی ہمدردی وغیرہ اعمال حسنہ پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ روح مفقود ہو تو ان عبادات کی اسلام کے نزدیک کوئی قدر وقیمت نہیں۔ قرآن کریم بڑی صراحت کے ساتھ عبادات اور ان کی تہ میں جو روحانی مقاصد ہیں ان کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے:۔

ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر والملئكة والكتاب والنبين - واتى المال على حبه ذوى القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل والسائلين وفى الرقاب (البقرہ: ۱۷۷)

یعنے "یہ کوئی نیکی نہیں کہ (عبادت کے وقت) منہ مشرق کی طرف ہو یا مغرب کی طرف۔ نیکی یہ ہے کہ انسان خدا پر یوم آخرت پر ملائکہ صحائف اور انبیاء پر ایمان لائے اور خدا کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کیا جائے رشتہ داروں پر یتیموں پر مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے پر"

اسی طرح حیوانی قربانی کے متعلق فرماتا ہے کہ اگر اس سے انسان کے اندر رضائے الٰہی کے راستوں میں ایثار اور قربانی کا جذبہ پرورش نہیں پاتا تو اس کی خدا کی نگاہ میں کوئی قیمت نہیں۔

ان عبادات کے متعلق اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ مختلف مذاہب نے اپنے اپنے پیروؤں کے لئے جو جو عبادات مقرر کیں وہ سب اپنے اپنے زمانوں میں درست اور حق تھیں۔ قرآن کریم ان کے لئے مناسک کا لفظ استعمال کرتا ہے اور صراحت سے کہتا ہے کہ یہ سب خدا کی طرف سے مقرر ہوئی تھیں:۔

لكل امة جعلنا منسكا هم ناسكوه (۲۲:۶۷)

یعنی "ہر ایک امت کے لئے ہم نے عبادات مقرر کیں جن پر وہ چلتی تھی"

اس اختلافِ عبادات کو خدا کی طرف سے قرار دینے سے بین المذاہب تعلقات پر بڑے دُور رس نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے پیروؤں کو ایک دوسرے سے جدا کرتے اور ان کے درمیان ایک قسم کی خلیج حائل کرنے کی ذمہ داری انہیں عبادات کی مختلف شکلوں پر ہے۔ ان کے متعلق یہ تعلیم دینا کہ یہ سب کی سب اشکال عبادات خدا کی طرف سے تھیں لازماً اس تعصب اور اجنبیت کو دُور کر دیتا ہے جو مذاہب کے پیروؤں میں اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مسلمان صوفیا نے اس پر خاص زور دیا ہے کہ عبادات اور اشکال کے باہمی اختلاف کے اندر اس حقیقت کو دیکھنا چاہئے جو سب کی تہ میں موجود ہے اور سب میں یکساں ہے بعض نے یہاں تک بھی اس بارے میں غلو سے کام لیا کر حرم اور بت خانہ کے افتراق کو بھی مٹانا چاہا اور دونوں کے اندر ایک ہی جذبہ اور ایک ہی تڑپ اور جستجو کو کارفرما بتایا۔

آزادی خیال و ضمیر

اسلام کا دوسرا بنیادی اصول جو دوسرے مذاہب سے تعلقات پر اثر انداز ہوتا ہے آزادیٔ فکر و ضمیر ہے قرآن کریم نے نہایت زور سے یہ اعلان کیا کہ لا اکراہ فی الدین۔ مذہب کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر نہیں۔ آزادی ضمیر مذہب کے لئے بمنزلہ روح کے ہے جس کے بغیر کوئی مذہب مذہب نہیں کہلا سکتا۔ قرآن نے بار بار یہ بنیادی حقیقت ذہن نشین کی ہے یہاں تک زور اس پر دیا ہے کہ خود خدا تعالےٰ بھی حق و باطل کے درمیان انسان کے حقِ انتخاب میں دخل نہیں دیتا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ خدا وحی کے ذریعے انسان کی ہدایت کا سامان کرتا ہے اور بس۔ اس سے آگے یہ انسان کا اپنا کام ہے خواہ وہ حق کو قبول کرے یا اسے مسترد کرے (۱۸:۲۹)

اس بنیادی نظریئے سے ہی حقیقی معنوں میں وہ سوشل خوبیاں جنم لیتی ہیں جو رواداری آزادی مذہب آزادی عبادت، آزادی تبلیغ اور آزادی تبدیل مذہب کے نام سے موسوم ہیں اور جن پر نظام نو کی بنیاد رکھنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اختلاف رائے کو نہ صرف برداشت کیا جائے بلکہ اس کا احترام کیا جائے بلا شبہ حق و باطل کے مابین امتیاز میں اسلام باطل کو کسی قسم کی گنجائش دینے کا روادار نہیں اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ باطل کا مکمل سرمکن ابطال کیا جائے اور حق کو قائم کیا جائے مگر حق و باطل کی اس کشمکش میں اسلام صرف ایک ہی ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ ہتھیار دلائل و براہین کا ہے۔ اور یہ سخت تاکیدی حکم ہے کہ باطل کے ابطال میں کسی قسم کی دلآزاری نہ ہو۔ عداوت اگر ہو تو باطل سے ہو باطل پرست سے نہ ہو۔ باطل پرست کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ہو اور کوشش یہ ہو کہ کسی طرح حق بات اس کی سمجھ میں آجائے، اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا ہے ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة- وجادلهم بالتي هي احسن

(۱۶:۱۲۵)

یعنی "خدا کے راستے کی طرف لوگوں کو عقلمندی سے اور دلپذیر پیرایہ میں بلاؤ اور مخالفین کے ساتھ بحث میں نہایت خوبصورت لب و لہجہ اختیار کرو"

اس سے بھی بڑھکر یہ ہدایت دی ہے کہ معبودان باطل کے حق میں بھی کوئی دلآزاری کا کلمہ نہ کہا جائے:۔

ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله

(۶:۱۰۹)

یعنی "جن معبودان باطل کی وہ پرستش کرتے ہیں ان کے متعلق کوئی بُرا لفظ نہ کہو"

انسانی حقوق کا سب سے پہلا چارٹر

قرآن کریم کا لا اکراہ فی الدین کا اعلان درحقیقت سب سے پہلا حقوق انسانی کا چارٹر تھا۔ آج کل کے روشنی کے زمانہ میں اقوام متحدہ کے لئے انسانی حقوق کا تصور پیش کرنا سمجھ میں آسکتا ہے۔ مگر آج سے چودہ صدیاں پہلے جب استبدادی طاقتیں اور سماجی تشدد زوروں پر تھے آزادیٔ ضمیر کا نعرہ لگانا صرف آسمانی روشنی سے ممکن تھا جو قرآن کریم لے کر آیا تھا کسی انسانی دماغ میں اس زمانہ میں اس بلند تصور کا گزر کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔

اسلام کے ان دو اصولوں یعنے وحی کی عالمگیریت اور آزادی فکر و ضمیر کو موجودہ دَور میں خاص اہمیت حاصل ہو رہی ہے جبکہ جوہری قوت اور مصنوعی سیاروں جیسی محیر العقول ایجادات نے انسانیت کو ایسے دوراہے پر لا کھڑا کر دیا ہے جہاں یا تو وہ ایک نئے سوشل نظام کی تشکیل کرے گی جو عالمگیر انسانی مساوات اور اخوت کی اقدار پر قائم ہو یا قعر تباہی میں گر کر صفحۂ ہستی سے بمعہ اپنی تمام تہذیب و تمدن کے مٹ جائے گی۔ عالمگیر انسانی اخوت اور ایک عالمگیر ورلڈ سٹیٹ جیسے تصورات جو کل تک عالم تخیل تک محدود تھے آج ایک حقیقت بن کر سامنے آرہے ہیں اور انسانیت کی بقا کے لئے ایک اشد ضرورت بن رہے ہیں۔ سب سے جدید ترین تصور جو ذہن انسانی کے افق پر نمودار ہو رہا ہے ایک عالمگیر مذہب ہے۔ روز بروز یہ احساس زور پکڑتا جاتا ہے کہ اگر موجودہ تہذیب کو تباہی اور فنا سے بچانا ہے تو اس کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان ان مادی اقدار سے جن میں وہ دو صدیوں سے مبتلا رہی ہے اور جنہوں نے موجودہ تہذیب کو جنم دیا ہے منہ پھیر کر دوبارہ ان روحانی اقدار کی طرف متوجہ ہو جو بانیان مذاہب وحی و الہام کی روشنی سے لے کر آئے موجودہ مہلک ایجادات نے انسانیت کو جس خطرہ سے دوچار کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ انسان اس آسمانی آواز پر کان دھریں جو تمام بانیان مذاہب نے خدا سے روشنی پا کر اٹھائی تھی کہ اس زندگی کا اصل مقصد خدا شناسی ہے۔ اب یہ ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ تمام ادیان عالم اپنی روحانی طاقتوں کو جمع کر کے مادیت اور دہریت کی تاریک طاقتوں کا مقابلہ کریں جو ساری تہذیب کو بھسم کر دیں گی اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا۔ اس نئے تخیل کا سب سے بڑا علمبردار مشہور مؤرخ ارنلڈ ٹائن بی ہے۔

یہ مورخ اپنی تازہ تصنیف "مذہب کے متعلق ایک مؤرخ کا زاویۂ نگاہ" میں اس ضرورت پر شرح و بسط سے بحث کرتا ہے۔ تہذیبوں مذاہب اور سلطنتوں کے عروج و زوال کے اسباب پر روشنی ڈالنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ زوال کے اسباب کی جڑ ایک ہی کمزوری تھی اور اسے وہ "خود مرکزیت" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اپنے آپ کو اس کارخانہ عالم کا جس کی انتہا انسانی سمجھ میں بھی نہیں آسکتی کا مرکز سمجھنا اس مورخ کے نزدیک سب سے بڑی ذہنی اور اخلاقی غلطی اور کمزوری ہے جس کا کوئی فرد کوئی قوم کوئی سلطنت کوئی تہذیب یا کوئی نظام حیات مرتکب ہو سکتا ہے۔ اسی کی وجہ سے مختلف تہذیبوں پر اور سلطنتوں پر وہ تباہیاں آئیں جو آئیں۔ اسی غلط خیال کے اندر زوال اور تباہی کے جراثیم مرکوز ہیں اور جس کسی کو یہ لگ جاویں اسکو گرا کر چھوڑتے ہیں۔

اس مؤرخ کے نزدیک الہامی مذاہب بھی اس کمزوری کا شکار ہوئے انہیں بھی "خود مرکزیت" کی بیماری لاحق ہوئی اور ہر ایک مذہب یہ سمجھنے لگا کہ وحی و الہام کی روشنی کے لئے خدا نے مجھے ہی مخصوص کیا اور میری حامل قوم ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہے۔ اگر کبھی کوئی مؤرخ مذہب کے ایسے تصور سے دوچار ہو جو اس کمزوری سے پاک ہو کہ وحی کو اپنے تک محدود کرے تو وہ مذہب اس قابل ہوگا کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے (ملاحظہ ہوں صفحات ۱۲۲ اور ۱۳۳ کتاب مذکور)

پروفیسر ٹائن بی کہتا ہے کہ ایک مؤرخ کو یہ بات تو سمجھ آسکتی ہے کہ خدا تعالےٰ انسان کی ہدایت کے لئے وحی کی روشنی بھیجے تاکہ وہ ان روحانی منازل کی

حاصل کرے کہ جنہیں محض اپنی غور و فکر کی جولانیوں سے بغیر آسمانی روشنی کی مدد کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر جو چیز مورخ کی سمجھ میں نہیں آسکتی وہ یہ ہے کہ خدا کسی خاص قوم کو اس فیضان کے لئے کیوں مخصوص کرتا ہے اور باقی دنیا کو اس سے محروم کرتا ہے۔ وہی مذہب (اگر کبھی کوئی ایسا مذہب موجود ہوا) مستحق توجہ ہوگا جو خدا کے فیضان وحی کو کسی خاص قوم تک محدود نہ کرتا ہو۔

اسلام کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مورخ کے خواب کی تعبیر ہے۔ جو خدا تعالے کی وحی کو کسی خاص قوم تک محدود نہیں کرتا۔ بلکہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ سب اقوام کو خدا کی طرف سے وحی کی روشنی آئی اور ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ ان سب پر ایمان لائے اور اس پر اس قدر زور دیا کہ بلاتفریق تمام انبیاء کے پیغامات پر ایمان لائے۔ قرآن کریم نے "خدا کی برگزیدہ قوم" کے غلط تصور کو بھی بیخ و بن سے اکھیڑا ہے اور صرف ایمان اور اعمال صالحہ کو مدار نجات قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ برگزیدہ قوم وہ ہے جو سب سے زیادہ نیکی کی راہوں پر چلنے والی ہو۔ نیکی کو بھی کسی خاص قوم یا فرد کی جاگیر نہیں قرار دیا اور اس بات کا کھلم کھلا اعتراف کیا ہے کہ دوسروں میں بھی نیک لوگ موجود ہیں۔ یہودیوں کے ایک طبقہ کی بدکاریوں کا ذکر کرنے کے بعد اس غلط فہمی کا بھی فوراً ازالہ کیا گیا ہے کہ کہیں سب کی سب قوم کو انکا بدکار نہ سمجھا جائے اور کہا ہے کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو راتوں کو خدا کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔

درحقیقت وحی کی عالمگیریت اور فکر اور ضمیر کی مکمل آزادی اسلام کے وہ انکشافات ہیں جن کے اندر موجودہ دور کے تقاضوں کا واحد علاج موجود ہے۔ تمام مذاہب کو برحق ماننا اور ان کے بانیوں پر ایمان لانا یہ ایک ہی اصول ہے جس پر تمام مذاہب عالم جمع ہو سکتے ہیں اور دوستانہ رشتہ میں منسلک ہو کر ان روحانی قوتوں کو انسانیت کی خدمت اور فلاح و بہبود میں لگا سکتے ہیں، جس کے بغیر اس موجودہ تہذیب کی محض بقا بھی خطرے سے دوچار ہو رہی ہے۔

رجب کا مہینہ

عام طور پر زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اہل ثروت اصحاب پر واجب ہے کہ اپنے سال بھر کے اندوختہ اور زیورات وغیرہ کا حساب کر کے جو کچھ واجب ہو، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے بیت المال میں ارسال کریں، کہ زکوٰۃ صحیح مصرف پر یہاں سے خرچ ہوتی ہے۔ فرداً فرداً محتاجوں اور فقیروں میں بانٹ دینا زکوٰۃ کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔ امید ہے سب احباب اس طرف توجہ فرما کر اور اس حکم الٰہی کی تعمیل کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ آئندہ اشاعت میں مسائل زکوٰۃ پر ایک مفصل مضمون درج ہوگا۔

یہ مفکرین اور قرآن دانی ۔۔۔؟

سید عبدالرؤف (دہلی - ڈنڈوت)

بین الاقوامی مذاکرہ کے اجلاس جو ۳۱ر دسمبر سے ۲۰ جنوری کی شام تک منعقد ہوئے ان کو قندیل کا ذہین تماشائی جس انداز و فکر سے "دیکھتا چلا گیا" اور ۱۹ر جنوری کے ایشوع میں چند مقالات کی مختصر ترین روئیداد جو اس نے دیکھنے والوں کے سامنے رکھی بلا شبہ حق غیر جانبداری ادا کرنے پر داد کا مستحق ہے۔ تماشائی کیا دیکھتا چلا گیا؟ ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ "ملایانہ" ذہنیت کے ساتھ ساتھ قوم صلوٰۃ سے آزاد "طبقہ کے پاکستانی رہنماؤں کی تصویر بالآخر کیا اکری؟ معزز تماشائی بتاتا ہے:—

"توقع تھی کہ مولانا (ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ——— ناقل) اپنا مقالہ عربی میں پڑھیں گے۔ مولانا کی علمی شہرت (چشم بد دور شہرت تک ہی محدود رہی ——— ناقل) اور مسلمان علماء کا یہ اجتماع بھی اس بات کا متقاضی تھا۔ اس دن ہال اور گیلریوں میں جماعت اسلامی کے اراکین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ تماشائی کی توقع پوری نہ ہوئی اور مولانا نے اردو میں مقالہ پڑھا اور ان کی جماعت نے مقالہ پڑھے جانے کے دوران تالیاں بجا بجا کر خوب داد دی۔ یہ داد چونکہ غیر معمولی تھی اس لئے مندوبین ابتداء میں تو کچھ نہ سمجھے لیکن پھر جب سمجھ گئے تو مسکراتے رہے، وقت ختم ہونے کی گھنٹی بجی اور مولانا جانے لگے تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے چلا کر کہا مقالہ پورا کیجئے اس کی تائید میں کئی اور آوازیں آئیں۔ خود مولانا بھی رک گئے لیکن اس اجلاس کے چیئرمین محترمہ مس ایمپٹن نے وقت دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس سختی سے انکار کیا کہ مولانا صاحب کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد تالیاں بازسامعین تشریف لے گئے (شاید اس لئے کہ انکی نظر میں "مولانا" کے بعد باقی سب بھرتی کے ہی تھے!! ناقل)"

آگے چل کر تماشائی غلام احمد پرویز صاحب کی کچھ کچھ تصویر یوں اتارتا ہے:—

"غلام احمد پرویز صاحب کے مقالہ پر جب اعتراضات ہونے شروع ہوئے تو شام کے مندوبین نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پرویز صاحب کی قرآن فہمی کو مشکوک قرار دیا گیا ان کا انداز بڑا جوشیلا تھا تلخی کے باوجود یہ انداز قابل قدر تھا (نہ جانے تماشائی کا یہ انداز طنز بھی کیسا ہے؟ ——— ناقل) لیکن کراچی کے ایک مولانا صاحب نے آکر پرویز صاحب کو وہ رگیدا کہ خدا کی پناہ ———"

اب قارئین کرام سے استدعا ہے کہ ہمارے موقر جریدہ پیغام صلح مورخہ ۸ر جنوری کے اداریہ کو بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں زیر عنوان "بین الاقوامی مجلس مذاکرہ" یہ حق بجانب گلہ و شکوہ چند روز قبل پایا گیا کہ:—

"اس کے ساتھ ہی بین الاقوامی مجلس مذاکرہ کے منتظمین کی اس غلامانہ ذہنیت کو دیکھ کر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ یہاں **غلام احمد پرویز جیسے آزاد مفکرین کو جنہیں سنت و حدیث سے الگ ہو کر قرآن کی من مانی تاویلیں کرنے کا شوق ہے**۔ اس مجلس میں اپنے اظہار کا موقع دیا گیا وہاں جماعت احمدیہ کے کسی ایک عالم کو بھی کسی موضوع پر اظہار خیال کا موقع نہیں ملا۔ اگرچہ مذاکرہ کے ابتدائی اعلانات میں چودھری ظفراللہ خاں کی شمولیت کا اظہار کیا گیا تھا اور محترم مولانا یعقوب خاں کو بھی اس میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی۔ جنہوں نے اپنے مقالات بھی تیار کر کے مجلس والوں کو بھیج دیئے تھے۔ لیکن بعد میں خدا جانے کن وجوہ کی بناء پر انہیں شمولیت سے روک دیا گیا ——— الخ"

ہم حیران ہیں کہ دونوں مخالفت نزین شہرت کے دلدادہ "علماء" کی مزاج شناسی رسول اور مزاج شناسی قرآن کو قندیل کے ذہین تماشائی اور پیغام صلح کے مدیر محترم کے تجزیات اور گلوں شکوؤں کے ہوتے ہوئے کیونکر قبول کریں جبکہ "مولانا" صاحب کی شروع سے ہی قلعی کھل گئی کہ محض عشوہ نمائشی کا مقالہ پڑھا گیا ——— حالانکہ اُن کے لئے علمائے عالم کے سامنے اپنی علمی دھاک بٹھانے کا بہترین موقعہ تھا۔ مگر وہ تو ——— چشم بد دور ——— اپنے مقالہ کو اردو میں گھسیٹ کر اپنے نام پانچوں سواروں میں جتانے پر ہی اکتفا کر گئے۔ اور شاید دل میں کہتے بھی ہوں کہ جان بچی سو لاکھوں پائے وہ غنیمت سمجھیں کہ اُن کے "تالی باز" حواریوں نے حاضرین کی ان کی علمی استعداد پر کچھ پردہ ہی ڈال دیا۔ اور مندوبین نے بھی صرف مسکرا کر ہی اُن پر ترس کھا لیا۔

اور سنئے! پرویز صاحب کے "مریدان باصفا" جو صوم و صلوٰۃ سے آزاد ہونے کی فکر میں ہی رہتے ہیں ——— تو کسی کو دم مارنے ہی نہیں دیتے تھے اور

کہ غلغلہ تھا پرویز صاحب کی قرآن شناسی کا۔۔ کہ خدا کی پناہ ـــــ ! مگر یہ کیا ہوا کہ خصوصاً شام کے مندوبین نے ان کی قرآن فہمی کو مشکوک قرار دیا۔ اب پرویز صاحب کی قرآن شناسی پر جھوم جھوم جانے والوں اور ڈھنڈورچیوں کو چاہیئے ـــــ کہ اپنے پیرومرشد کے پاؤں دھو دھو کر پیا کریں۔

خاص طور پر ان دونوں "مزاج شناسانِ رسول و قرآن" سے ہم باادب پوچھتے ہیں کہ کیا اسی بل بوتے پر آپ نے بچارے احمدیوں کے حق شمولیت کو ذبح کیا تھا ـــــ اور اگر آپ اتنے ہی بڑے مفکرین قرآن تھے تو علمائے عالم کے سامنے اپنے چاندیوں تو نہ چڑھائے ہوتے۔۔

فقط احمدیوں کو ہی نہیں ہر باانصاف جمہوریت پسند اور وسیع القلب مسلمان کو یقیناً دکھ ہے کہ احمدی علماء کو مذاکرہ میں شامل ہونے کی دعوتیں جاری ہونے کے باوجود بعد میں روکا جانا قطعی طور پر غیر مستحسن فعل رہا۔ خواہ اب اس پر حکومت کی مصلحتی پالیسی کا لبادہ ڈال دیا جائے یا پرویز اور مولانا صاحب جیسے "خودپرست" علماء کی دھمکیوں کا شاخسانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ہم احمدیوں کو پاکستان جیسی جمہوری سلطنت میں اپنی بے بسی کا بہت دکھ ہوا ہے۔ خواہ ہم چند ہزار کی تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔ کیا حکومت کا فرض نہیں تھا کہ ہمارے علماء کو بھی شمولیت کا موقعہ دیتی۔ عجیب تماشا ہے کہ اشاعت اسلام اور دینی خدمات میں ہمارے قدم بفضلِ خدا دیگر مسلم جماعتوں سے ہمیشہ آگے ـــــ آگے پڑتے ہیں اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ احمدی علماء نہایت غیر معروف دسال اور سلجھے ہوئے علوم کا خزانہ ہیں اگر ایسا نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ غیر ممالک میں جہاں ہمارے اسلامی مشن قائم ہیں۔ کسی کو تب تک مسلم تسلیم نہیں کیا جاتا جب تک کہ ہمارے جماعت کے مقررہ امام ان کے لئے سرٹیفکیٹ جاری نہ کریں۔ کیا ان موقعوں پر ہماری حکومت کو کبھی اعتراض ہوا ـــــ ؟

القصہ مختصر ـــــ قندیل کے تماشائی کی جرأت کی ہم داد دیتے ہیں کیونکہ خصوصاً انہی دو علماء نے اپنے اپنے عربی دان اور مفکر قرآن ہونے کو ثابت کرنے کے لئے سیدھے سادے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا ـــــ اور آج ان لوگوں کے حالات جو کچھ ہیں نظر آ رہے ہیں، اللہ اکبر۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

درخواستِ دُعا

محترم میاں سعید احمد صاحب ملزادہ کی صاحبزادی صاحبہ ایک عرصہ سے بیمار چلی آ رہی ہیں میوہسپتال کے فیملی وارڈ میں زیر علاج ہیں احباب کرام سے درخواست ہے کہ موصوفہ کی صحت کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغامِ صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کرکے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ر فروری ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ر فروری ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ر فروری ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو اُن کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر خریداری نیچے دیا گیا ہے۔ چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر "پیغام صلح" لاہور)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۵	۶	۵۵۸	۶
۳۶	۶	۵۵۹	۶
۷۷	۶	۵۷۱	۶
۹۷	۶	۵۷۸	۶
۱۵۴	۶	۵۸۸	۶
۱۷۱	۶	۵۹۰	۶
۲۷۷	۶	۵۹۹	۶
۳۰۵	۶	۶۰۹	۸
۳۰۷	۶	۶۲۹	۱۲
۳۰۸	۶	۶۳۰	۶
۳۱۱	۶	۶۳۶	۶
۳۱۹	۶	۶۵۰	۶
۴۴۲	۶	۶۵۶	۶
۴۴۳	۶	۷۰۴	۶
۴۴۴	۶	۷۶۵	۶
۴۴۶	۶	۹۳۷	۶
۴۵۶	۶	۹۴۳	۶
۴۷۷	۲۴	۹۸۸	۶
۵۵۵	۶	۹۹۹	۶

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۰۰۳	۶	۲۰۱۵	۶
۱۰۰۷	۶	۲۰۱۸	۶
۱۰۱۷	۶	۲۰۲۷	۶
۱۰۱۸	۶	۲۰۲۹	۶
۱۰۱۹	۶	۲۰۵۶	۶
۱۰۵۸	۶	۲۰۸۷	۶
۱۰۶۰	۶	۲۰۹۹	۶
۱۰۸۰	۶	۲۰۲۵	۶
۱۰۸۵	۶		

رعایتی

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۷۹۴	۴	۸۲۲	۱۲
۷۹۷	۳	۸۲۳	۱۶
۸۰۳	۴	۸۲۶	۱۲
۸۰۵	۳	۸۲۷	۶
۸۰۷	۶	۸۳۷	۶
۸۱۳	۹	۸۴۲	۹
۸۱۵	۴		

اسلام مشرق و مغرب میں

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ترجمہ کورین زبان میں مکمل کر لیا ہے اور اب وہ زیرِ طبع ہے۔ اور یہ کورین زبان کی سب سے پہلی اسلامی کتاب ہوگی۔

مالی مشکلات کے باوجود ہم نے اس شہر میں زمین کا ایک قطعہ خرید لیا ہے، جہاں مسجد تعمیر کی جائے گی۔ اس وقت ایک عارضی مسجد ہم نے بنائی ہوئی ہے۔ جس میں ستر سے زیادہ مسلمانوں کے اجتماع کی گنجائش نہیں۔ اس لئے ایک بڑی اور شاندار مسجد کے بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے پہلے اسلامی کلچر کو زیادہ اچھی طرح مطالعہ کرنے کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ یہاں سے چند نمائندے اپنے ممالک اسلامیہ میں بھیجیں۔ اگر آپ ہمیں اپنے ملک میں اسلامی تمدن کے مطالعہ کے لئے دعوت دے سکیں، تو ہمارے لئے اس سے بڑھکر خوشی اور کوئی نہ ہوگی۔

والسلام

رکم یوڈو عبداللہ

چیئرمین کورین اسلامک سوسائٹی

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

ضرورت رشتہ

دو کنواری مغل دوشیزاؤں کے لئے دو شریف اور برسرِ روزگار رشتوں کی ضرورت ہے۔ دوشیزائیں نماز روزہ کی پابند، امورِ خانہ داری سے واقف ہیں اور سینے پرونے وغیرہ کے کام سے پوری طرح واقف ہیں۔ مڈل اسکول میں تعلیم دلانے کے علاوہ مذہبی تعلیم بھی دلائی گئی ہے۔

ضرورتمند اصحاب اپنے حالات لکھنے میں غلط بیانی اور مبالغہ سے پرہیز کریں۔ جملہ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائے گی۔ خط و کتابت اس پتہ پر کی جائے:۔
مرزا مظفر بیگ ساطع طارق آباد۔ لائل پور

پیغام صلح ۲۲ جنوری ۱۹۵۸ء، رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳

ہفت روزہ پیغامِ صلح

قیمت سالانہ:۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:۔ شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱۰۱ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

مسٹر ماتھیل اور گرین پرنٹرز چیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۸ رجب ۱۳۷۷ھ - مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء | نمبر ۴

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

(حضرت امام الزمان کا بیان)

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوٰی ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوٰے اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوٰے ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

ماہ نومبر ۱۹۵۷ کی تبلیغی رپورٹ

جمعہ یکم نومبر۔ خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے جہاد کی حقیقت اور غرض و غایت بیان کی، اور یہ بھی بتایا کہ ہمیں اپنے عملوں کی جزا و سزا ملے گی، اور کہ ہمیں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم اس زمین پر خلیفۃ اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اتوار۔ ۳ر نومبر۔ مسز ایلینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی درس دیا۔

پیر۔ ۴ر نومبر۔ برلن کے نئے میئر کا انتخاب عمل میں آیا، مسز موسلر نے مسجد کی طرف سے نئے میئر کو مبارکباد کا پیغام دیا۔

بدھ۔ چھ نومبر۔ درس قرآن کے موقعہ پر امام صاحب نے Apologie des Islams (مدافعت اسلام پر تقریر) نامی کتاب میں سے لیکچر دیا۔ Vеccia Vaglieri کی اس کتاب کے پہلے حصہ کو پیش کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ اسلام کی اشاعت مقتضائے الٰہی کا نتیجہ تھی۔

جمعرات ۷ر نومبر۔ قاہرہ کے تین مصری تاجر مسجد دیکھنے آئے اور انہوں نے برلن میں اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔

جمعہ ۸ر نومبر۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ سورہ روم کی ابتدائی آیات پر دیا جس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے، غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ چند سالوں میں مغلوب ہونے کے بعد پھر غالب آئیں گے، یہ پیشگوئی سچی ثابت ہوئی، جب عیسائیوں کو ایرانیوں پر غلبہ اور فتح حاصل ہوئی، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمیں ان لوگوں کی باتوں کو سننا چاہیئے جو ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور جن کی رہنمائی خدائی ..... روشنی سے ہوتی ہے

اتوار۔ ۱۰ر نومبر۔ مسز ایلینہ موسلر نے بچوں کو مذہبیات کا سبق پڑھایا۔

بدھ۔ ۱۳ر نومبر۔ درس قرآن کے موقعہ پر کتاب Apologie des Islams سے لیکچر جاری رکھا گیا۔ اور اس کے اس حصہ سے لیکچر دیا گیا جس میں عقائد اسلامی کی سادگی پر بحث ہے۔

جمعہ۔ ۱۵ر نومبر۔ قرآن کریم اور اس کی اصلیت پر خطبہ دیا گیا۔

اتوار۔ ۱۷ر نومبر۔ مسز ایلینہ موسلر نے بچوں کو مذہبیات کا درس دیا۔

بدھ۔ ۲۰ر نومبر۔ کتاب Apologie des Islams کے اس حصہ سے لیکچر دیا گیا جس میں اسلامی رسمیات کے مفہوم کی گہرائی بیان کی گئی ہے۔

جمعرات ۲۱ر نومبر۔ مسز ایلینہ موسلر نے شہزادی قاجار تقی اور شہزادی منگو قاجار تقی کو چائے کی دعوت دی۔

جمعہ ۲۲ر نومبر۔ کتب مقدسہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر نبی ہونے پر خطبہ دیا گیا۔

اتوار ۲۴ر نومبر۔ مسز ایلینہ موسلر نے بچوں کو مذہبیات کا سبق دیا۔

منگل ۲۶ر نومبر۔ مغربی برلن سے دو جرمن خواتین مسجد دیکھنے آئیں انہیں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئیں۔

جمعہ ۲۹ر نومبر۔ ابتدائی مسلمانوں کو جو دکھ اور اذیتیں پہنچائی گئیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و استقلال کا جو نمونہ دکھایا اس کی وضاحت خطبہ میں کی گئی۔ ہفتہ ۳۰ر نومبر۔ مسٹر دالکرویگز نے نونیشیا اور لیبیا۔

مکتوبِ فیجی

اہلِ امریکہ کی تحریکاتِ رفاہِ عامہ ۔ فیجی کے غرباء کیلئے ایک امریکی خاتون کی امداد

از ماسٹر محمد عبداللہ صاحب

امریکہ کی کئی ایک تحریکات جو عوام کی فلاح اور بہبودی سے تعلق رکھتی ہیں ۔ اسلامی ممالک کے لئے قابلِ نمونہ ہیں، جس اعلےٰ نظام کے ماتحت غرباء کی امداد یتیموں کی پرورش ۔ اندھوں اور اپاہجوں کی تعلیم و تربیت گرجوں کی تعمیر ۔ ہسپتالوں کی امداد اور کئی ایک اداروں کی امداد ہوتی ہے ۔ وہ قابلِ تقلید ہے ۔ امداد کے لئے مختلف فنڈ قائم کئے گئے ہیں ۔ ان میں سے ایک کمیونٹی چیسٹ Community Chest ہے ۔ جس کا صحیح ترجمہ قومی بیت المال ہے ۔ اس قومی بیت المال میں ہر ایک امریکن اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لیتا ہے ! اور سال کے ایک مقررہ مہینے کے اندر منظم طور پر روپیہ جمع کیا جاتا ہے ۔ روپیہ جمع کرنے میں ایک شہر کا دوسرے شہر سے ایک ضلع کا دوسرے ضلع سے مقابلہ ہوتا ہے ۔ اور ہر ایک علاقہ والوں کے اندر یہ جذبہ ہوتا ہے ۔ کہ وہ دوسرے علاقہ والوں کو مقابلہ میں پچھاڑ دے ۔ اس قومی بیت المال سے جو ایک غیر سرکاری نظام ہے مختلف قومی اداروں کی امداد ہوتی ہے ۔ اور سال کے آخر میں رپورٹ شائع ہوتی ہے کہ ہر ایک ادارہ کو کس فی صدی آمد سے امداد پہنچی ۔

اس کے علاوہ ایک اور زبردست تحریک کروسیڈ (Crusade) کی ہے ۔ اس کے بعد ریڈکراس اور مکتی فوج (Salvation Army) ہیں ۔ جن کے فنڈ میں کروڑوں ڈالر ہر سال جمع ہوتے ہیں ان فنڈوں کی موجودگی میں مختلف قومی اداروں کو گھر گھر چندہ کی سر دردی سے چھٹی مل جاتی ہے ۔ اور امداد ایک نظام کے ماتحت حصہ رسدی ہر ایک ادارہ کو پہنچ جاتی ہے دسمبر ۱۹۵۵ء میں یہاں سٹی اور گردو نواح میں جو پانی کا زبردست سیلاب آیا تھا اُس سے کرسمس کی عید ماتم میں تبدیل ہو گئی تھی ۔ ہزاروں آدمی بے گھر و بے خانماں ہو گئے تھے ۔ ان تحریکات سے جو فوری امداد مصیبت زدہ لوگوں کو حاصل ہوئی اس کی مثال ہمارے ملک پیش نہیں کر سکتے ۔

ان تحریکات کی روح رواں زیادہ تر مستورات ہوتی ہیں ۔ وہ چندہ وصول کرتی ہیں ۔ لاٹری کے ٹکٹ فروخت کرتی ہیں ۔ کپڑے اور کتابیں جمع کرتی ہیں، اور ہر ایک وہ چیز جمع کرتی ہیں جو غریبوں کی ضروریات میں سے ہوتی ہیں ۔ امراء سے وصول کرتی ہیں ۔ غریبوں یا متوسط طبقہ کے لوگوں کو اگر گھر کے سامان یا کپڑے یا کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ تو وہ Salvation Army کی دکان پر جاتے ہیں اور وہاں سے ان کو معمولی دام یا برائے نام قیمت پر مطلوبہ سامان مل جاتا ہے ۔ میرے ایک امریکن دوست نے اپنا سُوٹ دکھا کر مجھ سے پُوچھا کہ اُس نے کس دام پر لیا ہوگا ۔ میں نے اس کی قیمت کا اندازہ پچاس ڈالر لگایا ۔ اس نے کہا نہیں "میں نے یہ سُوٹ پانچ ڈالر میں لیا تھا"۔

جب گذشتہ سال مجھے یہ احساس ہوا کہ یہاں فیجی کے غریبوں کی امداد کے لئے کوئی بندوبست کیا جاوے ۔ تو میں نے سان فرانسسکو میں ایک لیڈی کو جن کا اسم گرامی بونی فریسن (Mrs. Bonnie) ہے یہاں کے غریبوں کی امداد کے لئے کپڑا فراہم کرنے کے لئے لکھا ۔ اس نے باوجود سخت مصروفیت کے اس اپیل پر لبیک کہی ۔ اور دو بکس کپڑوں کے عرصہ پانچ ماہ ہوا جہاز پر بھیج دیئے، اب اُس نے دو بکس کپڑوں کے اور پانچسو جلدیں کتابوں کی جہاز پر بھیجدی ہیں، جو آج فیجی پہنچ چکی ہیں ۔

مجھے اخبار سان فرانسسکو اگزامینر جو سان فرانسسکو کا سب سے زیادہ کثیر الاشاعت روزنامہ ہے کا تراشہ ملا .... ہے ۔ جس میں مسز بونی فریسن Mrs Bonnie Freesen کی تصویر ہے ۔ اور اس تصویر کے تحت یہ الفاظ ہیں :-

فرشتہ — مسز بونی فریسن آف پٹلومہ کتابوں کے ڈھیر کے سامنے کھڑی ہے ۔ جو وہ جزائر فیجی روانہ کر رہی ہے اور مضمون کا عنوان ہے :- "Petaluma Woman aids Fiji Island Muslims"

پٹلومہ کی خاتون جزائر فیجی کے مسلمانوں کی امداد کرتی ہے اس مضمون کے ضروری اقتباس حسب ذیل ہیں :-

"پٹلومہ کی زبردست شخصیت کی خاتون نے جس کو غیر معمولی کاموں میں حصہ لینے کا شوق ہے ۔ یقین کر لیا ہے ۔ کہ نیا سال فیجی کے سینکڑوں باشندوں کے لئے خوشی کا باعث ہوگا ۔ مسز بونی فریسن نے حال ہی میں نصف ٹن سے زائد وزن کی کتابیں اور کپڑے جزائر فیجی کے مسلمانوں کے لئے روانہ کئے ہیں ۔ یہ پانچ ماہ کے اندر دوسری قسط ہے جو بھیجی گئی ہے ۔ اور اس نے وعدہ کیا ہے ۔ کہ اور بھی کئی ایک اقساط میں امداد بھیجی جاویگی ۔

مسز فریسن کی دلچسپی جزائر فیجی سے پانچ سال قبل ہوئی ۔ جبکہ اس کو ایک ... بوسیدہ مکان کی دیوار سے ایک عجیب دستاویز اور خون آلود تلوار ملی تھی ۔ زبانوں کے ماہر اس دستاویز کے منتشر ٹکڑوں کو نہیں پڑھ سکتے تھے ۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے بتایا کہ یہ پرانی فراموش شدہ راجینگ زبان کے الفاظ ہیں جو عربی حروف میں ہیں اور یہاں عربوں کی یادگار ہیں جو تیرھویں صدی میں بورنیو Borneo میں داخل ہوئے اس سے مسز بونی فریسن کی توجہ عربی زبان کی طرف ہوئی ...... اور اس عربی زبان کی دلچسپی مسٹر محمد عبداللہ ہیڈ ماسٹر مسلم سکول نصوری جزائر فیجی سے تعارف کا باعث بنی ۔ جب مسٹر محمد عبداللہ نے اس کو فیجی کے سینکڑوں غرباء کی حالت سے آگاہ کیا ۔ تو اس Wemstien Co Inc وائینسٹین کمپنی کی کلرک نے اس پر فوراً عمل شروع کر دیا ۔

مسز فریسن نے Matson Line کے آفیسرز کو کپڑوں اور کتابوں کے پارسل بغیر کرایہ بھیجنے کی ترغیب دلائی ۔ چنانچہ اس کمپنی کے جہاز Sonoma پر جو ۱۱ دسمبر کو روانہ ہوا ہے ۔ دو بکس کپڑوں کے اور چھ بکس کتابوں کے بھیجدیئے ہیں .... "

مسز فریسن کا گھر سان فرانسسکو سے جہاں اسکو روزانہ کام کے لئے آنا پڑتا ہے، ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے ۔ اس کو اپنے گھر کا انتظام خود کرنا پڑتا ہے ۔ بچوں کی نگرانی ۔ ہفتہ وار پچاس خطوط دیگر ممالک کے دوستوں کو لکھنا اس کا عام مشغلہ ہے ۔ پاکستانی طلباء کو گھر پر دعوت دینا ۔ کتابیں اور کپڑے جمع کرنا ۔ ان کو بند کرنے کے لئے بکسوں کی تلاش، ۳۰ میل سے پارسلوں کو اپنی موٹر کے ذریعہ بندرگاہ پر پہنچانا ۔ گورنمنٹ سے پرمٹ حاصل کرنے کی جد و جہد کرنا ۔ یہ معمولی بوجھ نہیں ہے جو ایک امریکن خاتون نے اپنے ذمہ لے لیا ہے ۔ اور جس کو وہ خندہ پیشانی اور دلی ارادہ اور شوق سے کر رہی ہے ۔ کیا اس کی* مثال ہماری احمدی خواتین کے لئے قابلِ تقلید نہیں ہے ؟ کیا ہماری خواتین اس قسم کے رفاہ عامہ کے کاموں میں حصہ لیکر اپنے ملک اور اپنی جماعت کے وقار کو قائم نہیں کر سکتیں ۔ احمدی اگرچہ تختۂ مشقِ مظالم بنے ہوئے تھے ۔ لیکن وہ پابندی صوم و صلوٰۃ اور ہمدردی مخلوق کے لئے مشہور تھے اور اس کے لئے مخالف تک اعتراف کرتے تھے ۔ ضرورت ہے کہ اس قومی امتیاز کے لئے زبردست کوشش کی جاوے ۔ والسلام ۔ خاکسار ۔ محمد عبداللہ ۔

مُلّانہ ذہنیّت

احمدیوں کو رد کرنے والوں پر مرزائیت نوازی کا الزام

بین الاقوامی مجلس مذاکرہ میں جو ۲۹ دسمبر ۱۹۵۷ء سے ۸ جنوری ۱۹۵۸ء تک لاہور کے یونیورسٹی ہال میں منعقد ہوئی ... جماعت احمدیہ کو جس طرح نظر انداز کیا گیا اس کی مجمل کیفیت قبل ازیں ان کالموں میں آ چکی ہے جس میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ ابتداءً دو ایک احمدی افراد (مولانا یعقوب خاں اور سر ظفر اللہ خان) کو ان کی بین الاقوامی شہرت کی وجہ سے نہ کہ احمدی ہونے کی بناء پر دعوت شرکت دی گئی، اور ان سے مقالات بھی لکھوائے گئے لیکن مجلس کے انعقاد کے موقعہ پر ملّانہ ذہنیّت رکھنے والے منتظمین کے اس خوف کی بناء پر انہیں روک دیا گیا کہ کہیں ان کی شرکت کو منتظمین کی مرزائیت نوازی پر محمول نہ کر لیا جائے، اور یہ "مرزائیت نوازی" کا خوف یہاں تک بڑھ گیا کہ باہر سے آئے ہوئے مندوبین کو جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے دعوت چائے دینے کا انتظام کیا گیا تو اس کی بھی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا۔

ہمیں حیرت اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ منتظمین کی اس جماعت پر جس میں روشن خیال لوگوں کی اکثریت پائی جاتی ہے، بالخصوص میاں افضل حسین صاحب وائس چانسلر جیسی شخصیت پر "مرزائیت نوازی" کا خوف اس درجہ کیوں طاری ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں اگرچہ ملّاؤں کی حکومت ابھی تک قائم نہیں ہوئی تاہم ملّانہ ذہنیّت کا خوف ہر کہ و مہ پر اس درجہ طاری ہو چکا ہے کہ حق بات کہنا یا حق کی حمایت کرنا بھی دشوار ہو گیا ہے، اسلام نے تو سلطان جائر کے سامنے کلمہ حق کہنے کو افضل الجہاد قرار دیا تھا۔ لیکن آج سلطان جائر سے کہیں بڑھ کر عوام الناس اور ملّاں لوگ ہیں جن کے سامنے حق کی حمایت کرنے کی بڑے بڑوں کو جرأت نہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ اس ملّاں پرستی کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو اس الزام سے بچا نہیں سکتے جس سے بچنے کے لئے یہ سارے جتن انہیں کرنے پڑتے ہیں۔ اسی تازہ واقعہ کو ہی لے لیجئے مجلس مذاکرہ میں "مرزائیت نوازی" کے الزام سے بچنے کی کوشش ذوبت کی گئی، یہاں تک کہ اس مجلس کو "مرزائیت" کی ہوا تک لگنے نہ دی، لیکن پھر بھی "مرزائیت نوازی" کے الزام سے بچ نہ سکے، چنانچہ ۱۲ جنوری کو باغ بیرون موچی دروازہ میں مجلس تحفظ اسلام کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں بقول روزنامہ تسنیم بیس ہزار سے زائد افراد جمع تھے، اس اجتماع میں جس کی صدارت عبدالستار خاں نیازی نے کی اور ماسٹر تاج الدین انصاری، انجمن خدام الدین کے صدر مولانا احمد علی، اور احراری مولوی محمد علی جالندھری اور جمعیت العلماء اسلام کے صدر مولوی غلام غوث ہزاروی نے تقاریر کیں، کھلے طور پر اس امر کی وضاحت کی گئی کہ:-

> اسلامی مذاکرہ کے نام سے لاہور میں جو محفل منعقد ہوئی، ہو سکتا ہے کہ اس کے انعقاد سے حکومت نیک مقصد حاصل کرنا چاہتی ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا، اس کے برعکس ہوا یہ کہ پاکستان کے جن ڈاکٹروں، پروفیسروں اور نام نہاد روشن خیال مفکروں نے مقالات پڑھے انہوں نے اپنے گمراہ کن خیالات کے اظہار کے ذریعہ تمام دنیا اور خصوصاً عالم اسلام کے علماء کی نظروں میں پاکستان کو ذلیل کر دیا۔

اس ضمن میں غلام احمد پرویز، ڈاکٹر ایس اے رحمان چیف جسٹس مغربی پاکستان ہائی کورٹ، ڈھاکہ کے پروفیسر ڈاکٹر غلام واحد چوہدری، اور ڈاکٹر داؤد رہبر کے مقالات کا خاص طور پر حوالہ دیا گیا، اور صدر سکندر مرزا کی اس افتتاحی تقریر پر غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا، جس میں ملّا ازم پر تنقید کی گئی تھی۔

یہیں تک بس نہیں کی، جلسہ میں کئی ایک قراردادیں بھی پاس کی گئیں، جن میں سے ایک قرارداد میں:-

> گورنر مغربی پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ میاں افضل حسین کو پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے عہدہ سے علیحدہ کیا جائے قرارداد میں کہا گیا ہے کہ قطع نظر اس کے کہ میاں افضل حسین ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے اس اہم عہدہ کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل نہیں، غیر اسلامی "قادیانیت نواز" خیالات اور اسلامی اور مشرقی علوم کے خلاف ان کی معاندانہ روش اور عوام کو تعلیم دینے سے محروم کرنے کی کوششوں کی وجہ سے عوام ان کو شدید ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس قرارداد کے ذریعہ سے گورنر مغربی پاکستان اور حکومت مغربی پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسے شخص کو اس اہم عہدہ سے فی الفور علیحدہ کیا جائے۔"

لیجئے صاحب جس "مرزائیت نوازی" سے بچنے کے لئے "مرزائیوں" کے مجلس مذاکرہ سے اخراج کا بندوبست کیا گیا، وہ آخر کار عائد ہو کر ہی رہی، ہمیں اس قرارداد سے شدید اختلاف ہے اور ہم علی الاعلان اس بات کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ قطع نظر اس بات کے کہ میاں افضل حسین نے احمدیوں کو مجلس مذاکرہ میں شریک نہ ہونے دیا، وہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے عہدۂ جلیلہ کے قابل اور اہل نہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی اس افسوسناک حقیقت کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ "قادیانیت نوازی" کے جس الزام سے بچنے کے لئے انہوں نے احمدیوں کی شرکت گوارا نہ کی وہ الزام آن پر عائد ہو کر ہی رہا پنجابی کی مثل ہے "گڈ ڈا کھانا کھانا تیرا منہ ہو بھریا" یعینہٖ یہی کیفیت آج ان لوگوں کی ہو رہی ہے جو اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ان پر قادیانیت نوازی کا الزام عائد نہ ہو جائے، احمدیوں سے دور دور بھاگتے ہیں، لیکن جتنا وہ بھاگتے ہیں اتنا ہی اس الزام کی زد میں آتے ہیں، یہ صداقت اور حق پرستی سے گریز کی سزا ہے جو انہیں مل رہی ہے، اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے جرأت سے کام لیکر حق کا ساتھ دیں۔ اس طرح کم از کم ان کا اپنا دل اور ضمیر تو مطمئن ہوگا کہ لوگ خواہ کچھ کہیں ہم نے صحیح رستہ اختیار کیا اور سچائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

زکوٰۃ کا روپیہ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے اس لئے میں آپکو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو۔ اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ یہی سنت نبوی ہے یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرتے ہوئے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور یہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔ خاکسار۔ آنریری افسر تحصیل

امین احسن صاحب اصلاحی مولانا مودودی کی اصلاح کے کام پر

مودودی صاحب — مسولینی، ہٹلر اور مرزا بشیر الدین محمود کے نقشِ قدم پر

کچھ عرصہ سے جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی اور بعض ارکان کے مابین خاصہ انتشار پیدا ہو رہا ہے، اور مولانا مودودی کی سلطانہ آمریت کی تاب نہ لاکر کئی ارکان جماعت ان سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سب سے زبردست شخصیت مولانا امین احسن اصلاحی کی ہے جو مولانا مودودی کے دست راست رہ چکے ہیں۔ مولانا اصلاحی کا ایک خط جو انہوں نے مودودی صاحب کو لکھا ۲۷ اور ۲۸ فروری کے نوائے وقت میں شائع ہوا ہے، جس میں اُن کی آمرانہ حرکات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ قسطائیت کا غلط اور نہایت مہلک راستہ اختیار کر رہے ہیں جو ہٹلر، مسولینی، سٹالین اور مرزا محمود احمد کی آمریت سے مشابہت رکھتا ہے۔

یہ خط مولانا مودودی کے ایک نوٹس کی بنا پر لکھا گیا جو ایک جائزہ کمیٹی کے ارکان کے نام انہوں نے جاری کیا تھا۔ ذیل میں اس خط کے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کرام ہیں، جن سے مولانا امین احسن صاحب کے اختلاف کی اہمیت اور مودودی صاحب کی آمرانہ سرگرمیوں پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ مودودی صاحب کے معتبر اعوان و انصار جنہوں نے انہیں قریب تر... یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس خط کے بعد جب اصلاحی صاحب کی کسی طرح شنوائی نہ ہوئی تو انہیں مجبوراً جماعت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس استعفا کے متعلق ان کا اپنا بیان آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔

محترم امیر جماعت اسلامی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

قیم جماعت اسلامی نے آپ کا جو نوٹس آپ کے دستخط کے ساتھ جائزہ کمیٹی کے ارکان کے نام ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو بھجوایا ہے اس کے متعلق میں آپ سے ملاقات کرکے اپنے خیالات زبانی آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں .... میں نے آپ کے مذکورہ نوٹس (جس کو اس کے مزاج اور انداز کے لحاظ سے ایک فرمان کہنا شاید بے جا نہ ہو) کو گھر پر آکر دوبارہ پڑھا اور اس کے تمام پہلوؤں پر بار بار غور کیا اس بار بار کے غور و فکر کے بعد بھی میری رائے وہی ہے جو میں آپ سے زبانی عرض کر چکا ہوں میرے نزدیک آپ کا یہ پورا نوٹس استدلال و استنتاج کے لحاظ سے بالکل غلط، مصالح کے اعتبار سے جماعت کے لئے نہایت مہلک، عدل و انصاف کے لحاظ سے یہ اُن کے ابتدائی تقاضوں کے احترام سے بھی خالی ہے۔ اور دستوری و آئینی نقطۂ نظر سے تو جب میں اس پر غور کرتا ہوں تو مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ ہم جو اسلامی جمہوریت و شورائیت کی ایک مثال قائم کرنے کا حوصلہ لیکر اُٹھے تھے اور ابھی اس کی پہلی جھلک بھی ہم کو دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھی کہ شاید ہمارے بھی دل اس سے بھر چکے اور ہم اس کی جگہ ایک ایسی فسطائیت کا تجربہ کرنے کا شوق رکھتے ہیں جس کی نظیر کم از کم ماضی و حاضر میں تو کوئی نہ مل سکے جب میں آپ کے نوٹس کے اس پہلو پر غور کرتا ہوں تو دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اسلامی جمہوریت اور شورائیت کی شان میں اپنی تحریروں میں ہم اب تک جو قصیدہ خوانیاں کرتے رہے ہیں وہ محض مشق سخن کے طور پر تھیں یا محض اپنے ملک کے ارباب اقتدار کو ہدف ملامت بنانے کے لئے۔ ورنہ اس اقدام سے پہلے آپ اس سوال پر ضرور غور کرتے کہ آپ کے اس اقدام کے بعد اس شوریٰ اور دستور کا کیا حشر ہوگا جس پر ہم نے جماعتِ اسلامی کی عمارت کھڑی کی تھی۔ اب میں آپ کے اس نوٹس کے ایک جزو پر اختصار کے ساتھ وہ باتیں عرض کرتا ہوں جو کم و بیش زبانی آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں اور مقصود اس گذارش سے جیسا کہ عرض کر چکا ہوں محض یہ ہے کہ ایک شدید ترین غلطی پر جو جماعت کے لئے بالکل تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے آپ کو متنبہ کر دوں۔

(۱) آپ نے اس نوٹس کے نمبر ایک اور دو کے تحت جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جائزہ کمیٹی جو غیر مطمئن ارکان کے خیالات معلوم کرنے کیلئے مقرر کی گئی تھی در اصل خود غیر مطمئن بلکہ انتہائی غیر مطمئن ارکان پر مشتمل تھی اور اس اہم کام کے لئے اس طرح کی کمیٹی کا مقرر کیا جانا کسی طرح مناسب نہیں تھا، لیکن چونکہ کمیٹی مقرر کرتے وقت ان ارکان کی اس بے اطمینانی اور ان کی انتہائی پسندی کا نہ ارکان شوریٰ کو اندازہ تھا اور نہ آپ کو اس لئے کسی کو اس کی ترکیب کے غلط ہونے کا اندازہ نہیں ہوا۔

مجھے جائزہ کمیٹی کے ارکان پر آپ کا یہ تبصرہ مختلف پہلوؤں سے عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ارکان جماعت میں کوئی نو وارد ارکان نہیں تھے بلکہ ان میں سے تین تو وہ ہیں جو اغلباً ابتدا سے یا کم از کم تقسیم سے پہلے سے نہ صرف جماعت کے رکن ہیں بلکہ ہر مرحلہ میں مجلس شوریٰ میں آپ کے ساتھی اور رفیق رہ چکے ہیں، ایک صاحب اگر ابتدا سے نہیں تو کم از کم آٹھ نو سال سے تو جماعت میں ضرور رہے ہیں اور اس دوران میں ان کی زندگی کا بڑا حصہ ایسا گذرا ہے جس میں شوریٰ میں ہم انکے نظریات و خیالات کا برابر تجربہ کرتے رہے ہیں، پھر ان میں سے دو وہ ہیں جو نہ صرف جماعت کی تمام اہم ذمہ داریوں کے اٹھانے میں آپ کے دست و بازو رہے ہیں بلکہ انہوں نے نہایت نازک ادوار میں جماعت کی امارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور ایسی خوبی سے نبھائی ہیں کہ پوری جماعت نے ان کے استقلال، ان کی اصابت رائے اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ ان میں سے مولانا عبد الغفار حسن صاحب ابھی چند ماہ ہوتے ہیں کہ آپ کے سفر حج کے موقعہ پر خود آپ ہی کے انتخاب سے جماعت کے قائم مقام امیر رہ چکے ہیں، آپ کے شعبہ تربیت کے ناظم اور شوریٰ کی مقرر کردہ ایک اہم عدالت کے صدر ہیں، اگر اتنی گوناگون آزمائشوں سے گذرنے کے بعد بھی آپ اور ارکان شوریٰ اپنے ان دیرینہ رفیقوں کی "شدت"، "انتہا پسندی" اور ان کی "انتہائی بے اطمینانی" کا کوئی اندازہ نہ کر سکے تو میں نہایت ادب سے یہ عرض کروں گا کہ ہمیں ان ارکان کی بے اطمینانی پر افسوس کرنے کی بجائے اپنے کودن ہونے پر سر پیٹنا چاہیئے، اطمینان و بے اطمینانی اور شدت و انتہا پسندی ایسے اوصاف نہیں ہیں جو صبح و شام کے اندر پیدا ہوتے اور ختم ہوتے ہیں بالخصوص ان لوگوں کے اندر جو اپنی زندگی کے لمبے زمانے گذار چکے ہوں اور جماعت کی خدمت میں جن کے سیاہ بال اب یا تو سفید ہو چکے ہیں یا سفید ہو رہے ہیں ایسے آزمودہ لوگوں کے بارے میں آپ کا یہ کہنا کہ نہ صرف آپ کو بلکہ شوریٰ کے دوسرے ساتھیوں کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ انتہائی غیر مطمئن اور انتہا پسند ہیں۔ لیکن جب ان لوگوں نے جائزہ کمیٹی کی رپورٹ پیش کی تب یہ انکشاف ہوا کہ یہ لوگ سخت غیر مطمئن اور انتہا پسند تھے آخر کس معقول آدمی کے ذہن میں یہ بات اتر سکتی ہے .... چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی رپورٹ کو پیش کرتے وقت جائزہ کمیٹی کے ارکان کا ایک ہی نقطۂ نظر کے ساتھ مجلس شوریٰ کے سامنے نمایاں ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر ان کو مطعون کیا جائے اور اس بنیاد پر انکو سازشی قرار دے کر ان کو سزا دی جائے اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہم اس بات کے خواہشمند تھے کہ وہ آپس میں اختلاف کریں لیکن جب انہوں نے اختلاف نہیں کیا تو ہم اُن سے بدگمان ہو بیٹھے کہ انہوں نے کوئی سازش کر ڈالی ہے حالانکہ ان کا اتفاق جس چیز پر ہے وہ صرف اس مواد کے پیش کر دینے پر ہے جو جائزہ کے بعد ان کے سامنے آیا ہے یا اس بات پر ہے کہ **جماعت کی موجودہ حالت کسی طرح بھی قابل اطمینان نہیں** ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر ایک دو ارکان شوریٰ کے سوا سب ہی ان کی رائے سے متفق ہیں ....

.... مجھے آپ کی یہ شکایت بھی بے جا معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے جب کمیٹی کی اس خامی کی طرف توجہ دلائی تو کمیٹی کی طرف سے بڑی تلخی کے ساتھ اس کی مزاحمت ہوئی۔ اول تو مجھے اس بارے میں ان کی طرف سے کسی تلخ جواب کا علم نہیں ہے۔ لیکن اگر انہوں نے آپ کی اس طرح کی کسی تنبیہ پر تلخ جواب دیا تو آپ کو یہ برداشت کرنا چاہیئے تھا چونکہ یہ غلطی اگر تھی تو آپ کی اور مجلس شوریٰ کی تھی نہ کہ ان کی۔ آپ نے اور شوریٰ نے ان کو منتخب کیا اور پھر آپ ہی ان پر یہ الزام دیتے ہیں کہ تم ایک ہی طرز کے لوگ کیوں منتخب ہو گئے ہو؟ اور تم نے ایک ہی طرز پر کیوں سوچا؟ لیکن مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ انکی اس تلخی کو برداشت کرنے کی بجائے ان کو سزا دینے پر تل گئے اور اس غصہ میں آپ نے دستور و آئین اور حق و انصاف سب کو لپیٹ کر بالائے طاق رکھ دیا۔

(باقی پر صفحہ ۶)

قومی تمدن اور سوسائٹی کو پُرامن بنانے کیلئے ضروری ہدایات

بدگوئی، تجسس، عیب شماری اور برائیوں کی تشہیر کی ممانعت

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما .... وکان اللہ غفوراً رحیما۔ (پارہ ۶ رکوع ۱)

سوسائٹی کے تین طبقے اور زندگی کا دستور العمل

قرآن شریف قوم کی ساری زندگی کو سنوارنے کے قواعد دیتا ہے اسی لئے اسکو زندگی کا دستور العمل کہتے ہیں، سوسائٹی کے بہت بڑے تین طبقے ہیں، ایک بہت اونچا طبقہ ہے جس کا تعلق حکومت سے ہے، ایک طبقہ وہ ہے جو گھروں کی معاشرت سے تعلق رکھتا ہے اور ایک بہت بڑے طبقہ کا تعلق قومی تمدن سے ہے، ان تینوں طبقوں کے متعلق قرآن شریف ہدایات دیتا ہے اگر یہ تینوں طبقے ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں تو ملک میں امن کی زندگی پیدا ہو جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حصوں کو ایسی تربیت دی کہ حضور کی قوم لاجواب ہو گئی، حکومت لاجواب ہو گئی، گھروں کی معاشرت بے نظیر ہو گئی۔ قوم کا تمدن فقید المثال نظر آیا۔

تمدن کی بہتری کی ہدایات

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں تمدن کے متعلق ہیں۔ قرآن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمدن پر بڑا زور دیا ہے، دیانت امانت پر بہت زور دیا ہے۔ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ سنو تمہاری ساری دینداری ختم ہو جاتی ہے جب تم دیانت امانت کو چھوڑ دیتے ہو۔ لا ایمان لمن لا عھد لہ اور جب تم عہد کے پورا کرنے میں بے وفائی سے کام لیتے ہو تو تمہارا دین ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سوسائٹی کی تمام بیماریوں کا ذکر کر کے ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

قوم کو برباد کرنیوالی دو بیماریاں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو صحتمند زندگی اختیار کرنے کے لئے خدا پرستی اور نیک عملی کا سبق دیا اور چند بیماریوں سے بچنے کی تاکید فرمائی دو بیماریاں ایسی ہیں جو قوم کو برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔ ایک زبان کے متعلق ہے اور دوسری عفت کو قائم رکھنے یا برباد کرنے کے بارہ میں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے اپنی زبان اور عفت کے متعلق ضمانت دیدے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، جو شخص زبان سے بدگوئی نہ کرے اور اپنی عفت کو برباد نہ کرے وہ سوسائٹی کے لئے امن اور سلامتی کا موجب ہوتا ہے

بدگوئی سے سوسائٹی کا نقصان

یہاں قرآن کریم نے بھی ایک بیماری کا ذکر کیا ہے لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم ہم پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کی برائی بیان کی جائے، اور ایسے کلمات زبان سے نکالے جائیں جو دوسروں کو دکھ دینے والے ہوں سوء من القول کا کیا مطلب ہے؟ السوء من القول ما یسوء من یقال فیہ بری بات وہ ہے جو اس شخص کو دکھ دے جس کے متعلق وہ بات کہی جاتی ہے۔ تو فرمایا کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالو جو دوسروں کو دکھ دینے والی ہو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ بدگوئی اس وجہ سے سوسائٹی کے لئے مضر ہوتی ہے کہ دکھ دینے والے اور جس کو دکھ دیا جائے اُن کے مابین دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، جس میں دوسرے بھی جو ان کے حامی ہوں شامل ہو جاتے ہیں۔ کسی کی شہرت کو نقصان پہنچانا اور کسی کی عزت پر حملہ کرنا نہایت ضرر رساں ہونے کے باعث دلوں میں دشمنی پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ جس طرح بدکرداری ایسی دشمنی پیدا کرتی۔ کہ اس سے قتل مقاتلہ تک نوبت...... پہنچتی ہے اسی طرح سے دل آزار کلام نہایت بدنتائج پیدا کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نہایت ناپسند کرتے ہیں کہ ہمارے بندے ایک دوسرے کے لئے دل آزاری کا باعث بنیں اور سوسائٹی میں تباہ کاری کا بیج بویا جائے، زبان کی حفاظت کرنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم ایک ہی جملہ میں جمع کر دیا ہے کیونکہ یہ دونوں خطرناک ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان تمام علائق اور اعمال کو اس طرح کاٹ دیتی ہے جس طرح درانتی فصل کو کاٹتی ہے فرمایا حصائد اللسان سے بچو۔

فروج کی حفاظت

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بُرا کلمہ کہنے سے انسان کی زبان اور قلب اسی طرح پلید ہو جاتے ہیں جس طرح موریاں گندے پانی سے پلید ہوتی ہیں، انسان کی آنکھ ناک، کان، زبان، اور شرمگاہ سب موریاں ہیں۔ جن سے روح اور قلب کو پاکیزگی کا پانی پہنچتا ہے۔ اگر یہ پانی گندہ ہو تو روح اور قلب کو گندہ کر دیتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ الذین ھم لفروجھم حافظون۔ مومن وہ ہیں جو اپنی موریوں کی حفاظت کرتے ہیں.. اور کوئی گند اُن میں نہیں آنے دیتے یہ گند نہ صرف اس کے اپنے قلب اور روح کو ہی ناپاک کرتا ہے بلکہ سوسائٹی کو بھی خراب کر دیتا ہے۔

زبان کو پاک رکھنے کی ہدایت

اسی لئے فرمایا لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص ایسی باتیں کرے جو دوسروں کو دکھ دینے والی ہوں، اس سے دشمنی بڑھتی اور قتل و مقاتلہ تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو پاک رکھے اور زبان کے ذریعہ باہمی تعلقات و علائق کو کاٹ کر نہ رکھ دے اور نہ ہی اپنے اعمال حسنہ کو برباد کر لے۔

بدظنی اور تجسس سے بچو

ایک دفعہ ایک کتاب میں میں نے پڑھا کہ ایک غریب آدمی کے دروازے کے آگے مرغ کے پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر کسی نے کہلایا کہ فلاں آدمی نے مرغ کھایا ہے، سننے والوں نے اس پر حاشیے چڑھائے کہ اس کو مرغ کہاں سے مل گیا، وہ تو غریب آدمی ہے، کسی نے کہا کہیں سے چرا لیا ہوگا، اور یوں بات کا بتنگڑ بن گیا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدظنی نہ کرو، کسی کے معاملات میں تجسس نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا نہایت نقصان دہ ہے۔ انسان صرف اپنی ذات کے لئے ہی زندہ نہیں رہتا اس کے پیش نظر قوم کا وجود ہونا چاہیئے کہ وہ ان کے لئے ہی زندگی بسر کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے رات کو باہر پھرتے تھے۔ غرض یہ تھی کہ کہیں کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مدد کریں۔ ایک دفعہ ایک مکان کے آگے سے گذرے وہاں سے کچھ ناپسندیدہ باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ آپ نے ساتھی کو جو آپ کے ہمراہ... تھا کہا کہ ذرا آگے ہو کر سننا چاہیئے۔ اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے لیکن قرآن کا حکم ہے لا تجسسوا تجسس مت کرو، یہ سن کر آپ پیچھے ہٹ گئے، اور کہا کہ مجھے یہ خیال نہ رہا تھا۔ تو تجسس کرنا منع ہے۔ بدظنی کرنا منع ہے، لوگوں کی عیب شماری منع ہے، دوسروں کی برائیوں کی تشہیر کرنا منع ہے۔ یہ ساری چیزیں سوسائٹی میں نہ ہوں تو سوسائٹی پاک ہو جاتی ہے، ایک جگہ فرمایا قولوا للناس حسنا باہم محبت کو بڑھانے

کے لئے لوگوں سے اچھی باتیں کرو، اور محبت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے فرمایا لایحب اللّٰہ الجھر بالسوء من القول۔ بری باتیں زبان سے نکالنا خدا کو پسند نہیں۔

مظلوموں کی حمایت اور نبی کریم صلعم کا عمل

اس سے آگے فرمایا الا من ظلم ہاں مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظلم کے خلاف فریاد کرے جہاں بدگوئی اور عیب شماری سے منع کیا وہاں بری بات کے خلاف آواز اٹھانے اور ظلم کے خلاف فریاد کرنے اور اسے روکنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی جب آپ نے مکہ میں جو ظلم ہوتا تھا اسے روکنے کے لئے ایک سوسائٹی بنائی۔ اس سوسائٹی کا نام حزب الفضول رکھا۔ کیونکہ جو لوگ اس میں شامل تھے ان کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا، اس سوسائٹی کی غرض مظلوموں کی حمایت کرنا اور اہل مکہ کے مظالم کو روکنا تھا۔ اس طرح آپ نے لوگوں کی بھلائی کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا الا من ظلم میں اجازت ہے کہ جو کوئی بھی ظلم کرے اس کے ہاتھ اور زبان کو روکا جائے اور مظلوم کی حمایت کی جائے، یہ قوم کو سکھایا ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکو اور مظلوم کی حمایت کرو۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یقدس اللّٰہ امۃ لا یاخذ الضعیف فیھا حقہ من القوی اور فرمایا افضل الجھاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر

عفو کا مرتبہ

تو دونوں باتیں بیان کر دی ہیں، بری باتیں زبان سے نکالو، اور جو بری بات کہے یا دوسرے پر ظلم کرے اس کے خلاف آواز اٹھاؤ وکان اللّٰہ سمیعاً علیماً ہم تمہاری باتوں کو سنتے اور تمہارے مقصد کو بھی جانتے ہیں اور سنو ان تبدوا خیراً او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللّٰہ کان عفواً قدیراً نیکی دو طرح ہوتی ہے ظاہر طور پر بھی اور چھپا کر بھی۔ اگر قوم کے مفاد کے لئے اور جہاد کی غرض سے علانیہ چندہ لیا جائے تو بھی ٹھیک ہے اور انفرادی طور پر کسی کی مدد خفیہ طور کی جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور ایک حصہ یہ بھی رکھا ہے، او تعفوا عن سوء فان اللّٰہ کان عفواً قدیراً۔ اگر تم نے کسی کی برائی پر اسے معاف دیدی تو تمہارا رتبہ بڑھ گیا، تمہارا تعلق خدا سے ہو گیا۔ خدا تعالیٰ قدرت رکھتے ہوئے عفو سے کام لیتا ہے اس لئے ہر شخص کو جو ذی اقتدار ہے درگذر سے کام لینا چاہیئے ورنہ سوسائٹی چل نہیں سکتی۔

مولانا مودودی کی اصلاح۔ بسلسلہ ص۴

آپ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ جائزہ کمیٹی نے اپنے حدود کار سے کوئی تجاوز کیا میں یہاں مقرر کردہ حدود کار اور جائزہ کمیٹی کے کام کے موازنہ کی بحث میں پڑے بغیر اس صورت حال کی یاددہانی کافی سمجھتا ہوں اور جو جائزہ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہونے پر شوریٰ کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں پیش آئی۔ جونہی بحث کا آغاز ہوا آپ نے سب سے پہلے اسی سوال کو اٹھایا کہ کمیٹی نے اپنے مقررہ حدود کار سے تجاوز کیا ہے اور اپنے خیال کے مطابق اس کے دلائل پیش کئے۔ آپ اس وقت اتنے غصہ میں تھے کہ آپ کانپ رہے تھے اور آپ کا لہجہ نہایت تیز تھا۔ میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ اب جائزہ کمیٹی کی خیر نہیں ہے لیکن جب سلطان احمد صاحب اور عبدالرحیم اشرف صاحب نے حدود کار اور جائزہ کمیٹی کے کام کا موازنہ کرتے ہوئے آپ کے اعتراضات کا جواب دیا تو مجلس شوریٰ کے ارکان کی اکثریت (شاید ایک دو ارکان کے سوا جو خاموش رہے) اُن کے جواب سے مطمئن ہو گئی کہ جائزہ کمیٹی نے مقررہ حدود کار سے کوئی تجاوز نہیں کیا ہے۔ حد یہ ہے کہ قیم جماعت جو آپکی رائے سے کسی اختلاف کو بھی مشکل ہی سے جائز سمجھتے ہیں آپ کے بجائے کمیٹی کی رائے سے متفق ہو گئے

.... آپ فرماتے ہیں کہ میں یہ رائے تو قطعاً نہیں رکھتا بلکہ مجھے اس کا شبہ بھی نہیں ہے کہ جائزہ کا یہ پورا کام اور مجلس شوریٰ میں جائزہ کمیٹی کے ارکان کا کردار ایک دانستہ سازش کا نتیجہ تھا لیکن میرا احساس یہ ہے کہ اس سے عملاً وہی نتائج برآمد ہوئے ہیں جو ایک دانستہ سازش سے برآمد ہو سکتے تھے۔ میں جب آپ کی لکھی ہوئی ان سطروں کو پڑھتا ہوں تو سب سے پہلا اثر اس کا جو مجھ پر پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ:-

دنیا کے ان جباروں اور ڈکٹیٹروں کے خلاف میرا غصہ کم ہو جاتا ہے جنہوں نے اپنے نہایت وفادار ساتھیوں پر سازش کے الزامات لگائے اور ان کو دار پر کھینچا اگر آپ محض اختلاف رائے کی بناء پر سلطان احمد صاحب، مولانا عبدالغفار حسن صاحب غازی عبدالجبار صاحب، اور عبدالرحیم اشرف صاحب جیسے لوگوں پر سازش کا شبہ کر سکتے ہیں تو دنیا کے دوسرے ڈکٹیٹروں نے اگر اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے اخلاق اور سیرت کے لحاظ سے ہمارے مذکورہ رفیقوں سے کہیں کمتر درجہ کے لوگوں پر سازشوں کے الزام لگائے تو میرے نزدیک کوئی بڑا گناہ نہیں کیا۔

...... بہرحال میں اس معاملہ پر جس پہلو سے بھی غور کرتا ہوں کم از کم میری سمجھ میں تو آتا نہیں۔ اب تو صورت گویا یہی ہے جو شخص شوریٰ کا رکن ہے وہ اگر چاہے تو ادب سے آپ کی خدمت میں کوئی گذارش کر دیا کرے۔ لیکن اگر اس نے اپنی رائے پر اصرار کیا یا آپ پر کوئی اعتراض اٹھایا یا اپنے زور استدلال سے کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو گیا تو آپ اس سے خود استعفیٰ وصول کر لیں گے ورنہ اس کے حلقہ والوں کو لکھ دیں گے کہ اگر میری امارت چاہتے

ہو تو اس سازشی کو واپس بلا لو۔ اگر یہی جمہوریت و شورائیت ہے تو اس کا درس بہت اچھی طرح مسولینی، ہٹلر اور اسٹالین دے گئے ہیں اور مذہبی زاویہ میں مرزا بشیر الدین محمود صاحب دے رہے ہیں، اس لئے قوم ہماری خدمات کی محتاج نہیں ہے۔

آپ نے ازراہ عنایت ملزم ارکان کو یہ موقع عنایت فرمایا ہے کہ آپ ان کو حلقہ وار اجتماعات میں اظہار خیال کی آزادی دیں گے اور اگر وہ ارکان جماعت کی اکثریت کو ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو آپ قیادت اُن کی طرف منتقل کر دیں گے۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حلقہ وار اجتماعات میں آپ استعفا کی دھمکی کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے تو جماعت کی اکثریت آپ ہی کا ساتھ دے گی۔ بدقسمتی سے جماعت کا مزاج شروع ہی سے کچھ ایسا بنا دیا گیا ہے کہ۔ ہمارے بہت سے ارکان دلائل کے بجائے اشخاص کی روشنی میں مسائل کو دیکھتے ہیں۔ یہ صورت حال ایک افسوسناک صورت حال رہی ہے۔ اور اس کی اصلاح ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن میں صفائی کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس صورت حال کی اصلاح کی جرأت کی ان کا منہ برابر بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اب تو کچھ عرصہ سے یہ حال ہے کہ مرکز میں باقاعدہ یہ نظریہ بنا لیا گیا ہے کہ تحریکیں اپنے اصولوں کے بل پر نہیں چلا کرتیں بلکہ شخصیت کے بل پر چلا کرتی ہیں ـــ چنانچہ اب جماعت کے سارے نظم و نسق کو اسی نظریہ کے تحت چلایا جا رہا ہے اور جو چیز بھی اس کے خلاف نظر آتی ہے شدت کے ساتھ اس کو روکا جاتا ہے۔

.... میرے نزدیک آپ کے اقدام کا اصل محرک یہ ہے کہ جائزہ کمیٹی کی رپورٹ نے ایک طرف تو ہماری تصویر سامنے رکھی ہے اور دوسری طرف اس کے ارکان نے ہمارے ہاتھ میں ہمارے ہی لکھے ہوئے لٹریچر کا آئینہ بھی پکڑا دیا ہے۔ اب جب اس آئینہ میں ہم اپنی صورت دیکھتے ہیں تو وہ بڑی ہی بھیانک نظر آتی ہے ہم یہ ماننے کے لئے تو تیار نہیں ہیں کہ فی الواقعہ ہماری صورت ہی مسخ ہو چکی ہے اس وجہ سے اس کے سوا چارہ نہیں کہ یہ آئینہ توڑ کر پھینک دیا جائے اور ساتھ ہی ان لوگوں کے سر بھی توڑ دیے جائیں جو یہ تصویر اور یہ آئینہ ہمارے سامنے لاتے ہیں۔"

ضرورت رشتہ

۲ مغل دوشیزاؤں کے لئے شریف اور برسرروزگار ۲ رشتوں کی ضرورت ہے دوشیزائیں نماز روزہ کی پابند امور خانہ داری سے واقف۔ سینے پرونے کے کام کی پوری طرح ماہر۔ مڈل تک دنیوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم بھی دلائی گئی ہے ضرورت مند اصحاب اپنے حالات خاندان۔ عمر تعلیم، ماہوار آمدنی لکھنے میں غلط بیانی اور مبالغہ سے پرہیز

قولِ سدید اور الفضل

چوہدری شکر اللہ صاحب منصور مصنف قول سدید

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء

یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے کہ جناب میاں صاحب نے حضرت اقدس کو فی الواقعہ نبی ماننے اور مدعی نبوّت ثابت کرنے کی غرض سے حضرت کی اخیر ۱۹۰۱ء تک کی تیئیس سالہ تحریروں کو منسوخ اور غلط قرار دیدیا - اور اس کی کم از کم ...... چھ بنائیں تبلائیں یعنے (۱) لاعلمی - (۲) غلطی (۳) تبدیلی (۴) منسوخی (۵) عوام کی غلط اصطلاح کی پیروی - اور (۶) عوام کو سمجھانے کے لئے عوام کی غلط اصطلاح کی فرضیت - لیکن ہر ایک معقول اور منصف مزاج انسان سوچ سکتا اور سمجھ سکتا ہے - کہ کسی شخص پر یہ سب الزامات لگانا اور پھر اس کو مدعی نبوّت کہنا اور ماننا در اصل اُس کا مذاق اڑانا ہے - اور نہ صرف اس کی بلکہ اللہ تعالےٰ کے عہدۂ جلیلۂ نبوّت کی تضحیک کرنا ہے - میں نے اسی امر کو "قول سدید" میں پیش کر کے قادیانی علماء کو توجہ دلائی تھی کہ یہ چیز دشمنی نہیں نہ سہی مگر نادان دوستی ضرور ہے - لیکن جماعتِ قادیان کے علماء نے "قول سدید" کے دلائل پر تو غور نہیں کیا - مگر اپنے عجیب غریب عقیدہ کا جواز دکھانے کے لئے اپنی افسانہ خیز طبع کے کچھ اور ثبوت بہم پہنچانے شروع کر دیئے ہیں -

۷ - محض رواداری

مولوی عبداللطیف صاحب فاضل بہاولپوری نے جب قول سدید کے دلائل کے پیشِ نظر اپنے عقیدہ کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی تو ان کو میاں صاحب صاحب مکرم کی بتلائی ہوئی مذکورہ بالا چھ بنائیں بالکل ناکافی معلوم ہوئیں - اس لئے انہوں نے اپنی ایک ساتویں بناء کا ان میں اضافہ کرنا ضروری سمجھا اور لکھا کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض تحریریں محض رواداری پر مبنی ہیں - ہم نے خیال کیا کہ چلو سابقہ کے ساتھ یہ ساتویں بھی سہی

۸ - تصوّرِ نبوّت کی عدم بیداری

لیکن الفضل ۱۷ نومبر کا اداریہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب کی غیرت سے میاں صاحب والی چھ بناؤں کے بعد فاضل بہاولپوری والی ساتویں بناء سے بھی تسلی نہیں ہوئی - اس لئے انہوں نے ایڈیٹرانہ شان کے ساتھ اپنی لاجواب آٹھویں بناء کو ظہور بخشا ہے - ایڈیٹر پھر بھی ایڈیٹر ہوتا ہے اس لئے ان صاحب نے جو بناء بتائی ہے وہ سب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے - اور ایسی ہے کہ خود جناب میاں صاحب مکرم کے اپنے وہم میں بھی کبھی آئی نہیں ہوگی - چنانچہ ایڈیٹر صاحب کا یہ اظہارِ کمال بلفظہ حسب ذیل ہے :-

"آغاز ہی سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں آپ کو نبی اور رسُول کے ناموں سے خطاب کیا جاتا رہا لیکن چونکہ آپ کی نبوّت نبوّتِ تامہ نہیں تھی - اور آپ پر مخالفین ایسی نبوّت کا الزام لگاتے تھے - اس لئے آپ ایسی نبوّت کا سختی سے انکار کرتے رہے - تاہم آپ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالےٰ کی رہنمائی میں نبوّت فی الامت کا تصوّر بھی جو محدثیت کی طرح امت کے اندر ہوتی ہے بیدار کرتے رہے - چونکہ مسلمان اہلِ علم حضرات نبوّتِ تامہ اور محدثیت دونوں کا تصوّر کما حقہ رکھتے تھے اور نبوّت فی الامت کا تصوّر کما حقہ اکثر پر واضح نہیں تھا - اللہ تعالےٰ نے آہستہ آہستہ اس کے تصوّر کو بیدار کیا - یہاں تک کہ آخر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف طور پر اپنے لئے نبوّت کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا -"

اور تھوڑا آگے بڑھ کر ایڈیٹر صاحب پھر لکھتے ہیں :-

"آپ کو نبوّت تامہ کا کوئی دعوےٰ نہیں تھا لیکن چونکہ مخالفین آپ پر ایسی نبوّت کا الزام لگاتے تھے اور چونکہ امتی نبوّت کا تصوّر بیدار نہیں تھا - آپ نبوّت سے سختی سے انکار کرتے رہے جو بالکل درست تھا - لیکن جب امتی نبوّت کا تصوّر بیدار کر دیا گیا تو آپ نے صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ میں ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہوں -"

گویا ان صاحب کا فرمانا یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی وہ تحریریں جن کو خلیفہ صاحب نے "حقیقۃ النبوۃ" میں حضرت کی لاعلمی اور غلطی وغیرہ پر مشتمل قرار دیا ہے در اصل کسی لاعلمی اور غلطی پر مشتمل نہیں بلکہ وہ تو "مسلمان اہلِ علم حضرات" میں تصوّرِ نبوّت فی الامت کی عدم بیداری پر مبنی ہیں - لیکن انہوں نے یہاں دو امور کو غیر واضح اور مبہم رہنے دیا ہے -

اوّل :- یہ کہ نبوّت کا جو یہ تصوّر بیدار کر دیا گیا تو کہاں اور کس کے اندر بیدار کر دیا گیا ؟ کیا ایڈیٹر صاحب کے مفہوم میں یہ تصوّر حضرت مرزا صاحب کے اندر بیدار ہوا یا مسلمان اہلِ علم حضرات کے اندر بیدار کر دیا گیا - ان ہر دو صورتوں میں سے جو صورت ان کو پسند ہو اُس کے متعلق پھر یہ واضح کریں کہ اس تصوّر کے بیدار کر دیئے جانے کا کیا اور کہاں ثبوت ہے ؟

دوم :- ایڈیٹر صاحب نے نبوّتِ تامہ کا لفظ استعمال کیا ہے - مگر یہ نہیں بتلایا کہ اس سے اُن کی مراد کیا ہے - اگر مراد اُن کی اس سے "تشریعی نبوّت" ہے جو غالباً ایسا ہی ہے تو پھر اُن کا یہ کہنا کہ مخالفین آپ کے خلاف اس قسم کی نبوّت کا الزام لگاتے تھے بالکل غلط اور خود ساختہ کہانی ہے کیونکہ یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ مخالفین آپ پر اس نبوّت کے دعوےٰ کا الزام لگاتے تھے جس کا دعویٰ قادیانی علماء آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں - یہی وجہ تھی جو علمائے جماعتِ ربوہ نے لکھا کہ

"مخالف بھی اگر صحیح صحیح بات کہہ جائے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کی اس موقعہ پر تعریف کریں - مولوی نذیر حسین دہلوی اور محمد حسین بٹالوی فتوےٰ کفر لگا رہے ہیں لیکن انہوں نے حضور کے صحیح دعوےٰ کو حضور کے مفہوم میں لیا -" (فرقان اکتوبر ۱۹۴۵ء)

"اشد ترین مخالف بھی اگر کوئی صحیح بات کہہ جائے تو اُسے اُس کا حق دینا مومن کا فرض ہے ہم ان مکفرین کی اس جگہ تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے -"

ایڈیٹر صاحب محترم بتلائیں کہ یہ اُن کے علماء جو مکفرین کی بحیثیت مومن تعریف کئے بغیر نہیں رہ رہے - کیا اس لئے نہیں رہ رہے کہ وہ مکفرین حضرت اقدس پر تشریعی نبوّت کا الزام لگاتے تھے ؟ بہرحال الفضل کے اس اداریہ میں تصوّرِ نبوّت کی بیداری اور عدم بیداری کا جو دلچسپ قصہ ایڈیٹر صاحب نے بیان کیا ہے اس کی تفصیل اُن کے نزدیک اس طرح ہے :-

(۱) خدا تعالےٰ نے تو آغاز ہی سے حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسُول کے ناموں سے خطاب کیا -

(۲) مگر حضرت مرزا صاحب نے ان خطابات کی بناء پر تیئیس سال تک اپنے آپ کو نبی نہ کہا اور نہ نبوّت کا دعوےٰ کیا -

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خدا کی وحی کے باوجود اپنے آپ کو نبی کیوں نہ کہا ؟ اور نبوّت کا دعوےٰ کیوں نہ کیا ؟ میاں صاحب نے تو اس کا سبب یہ بتلایا تھا کہ حضرت مرزا صاحب اُس وقت نبوّت کی حقیقت کے متعلق لاعلمی میں مبتلا تھے اس لئے خدا کی وحی کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کھا گئے - لیکن ایڈیٹر صاحب الفضل کا کہنا ہے کہ اصل بات یہ نہیں تھی بلکہ اس کا اصل سبب کچھ اور تھا جو بقول اُن کے یہ ہے کہ :-

(۳)- اُن دنوں مسلمان اہل علم حضرات صرف دو تصوّر رکھتے تھے یعنے نبوّت تامہ کا اور محدثیت کا۔

(۴) نبوّت فی الامت یا امتی نبوّت کا تصوّر ابھی اُن میں بیدار نہیں تھا۔

اس لئے ایڈیٹر صاحب کے خیال کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے سمجھا کہ

(۵)- ان حالات میں ابھی اپنے آپ کو نبی کہنے لگ جانا اور نبی ہونے کا دعوےٰ شروع کر دینا مناسب نہیں ہے۔

(۶)- چنانچہ حضرت مرزا صاحب اور اللہ تعالےٰ کے درمیان یہ طے پایا کہ نبوّت کا دعوےٰ کرنے سے پہلے مسلمان اہل علم حضرات میں نبوّت کا تصوّر بیدار کر لینا چاہیئے۔

(۷) پھر اس سکیم کے مطابق مرزا صاحب نے اللہ تعالےٰ کی رہنمائی میں یہ تصوّر بیدار کرنا شروع کیا۔ ایڈیٹر صاحب کو یہاں اللہ تعالےٰ کو الگ رہنے دینا گوارا نہیں۔

(۸)- تصوّر بیدار کرنے کی یہ مہم جب پورے تئیس برس چلی تب جا کے معلوم ہوا کہ یہ تصوّر بیدار کر دیا گیا ہے۔

(۹)- اس کے بعد حضرت صاحب نے صاف طور پر اپنے لئے نبوّت کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا۔

(۱۰) لیکن تصوّر نبوّت کی بیداری کی اس مہم پر اتنا طویل عرصہ عمل کرنے کے بعد جو نبوّت کا لفظ صاف طور پر استعمال کرنا شروع کیا تو اسی طرح کہ جس طرح اس مہم کے آغاز ہی میں اسے استعمال کر چکے تھے۔

یعنے ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی۔ **تلک عشرۃ کاملۃ**۔ اور یہ عظیم مہم جہاں سے چلی تھی وہیں پھر پہنچ کر ختم ہو گئی۔ اور گو اس مہم کا انجام آغاز پر ہی واپس آ گیا۔ مگر یہ تو ثابت ہو گیا اور روز روشن کی طرح مانند ظاہر ہو گیا۔ کہ قصہ سازی اور افسانہ گوئی کی "قوتِ پروازِ خداداد" ہمارے علمائے جماعت ربوہ کے اندر ابھی بھی مفقود نہیں ہے۔ یقیناً سننے والے پکار اٹھیں گے ؎

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لب اعجاز پر
محوِ حیرت ہے ثریا رفعتِ پرواز پر

معلوم ہوتا ہے قول سدید کے مبنی برحق دلائل سے ایڈیٹر صاحب کے سابقہ خیالات پریشان ہو گئے ہیں، اور ان کو سمجھ نہیں پڑتا کہ انہیں کہنا کیا ہے اور کہے کیا جا رہے ہیں۔ اصل مطلب ایڈیٹر صاحب کے کہنے کا گویا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مرزا صاحب کو نبی کا نام دے دیا اور نبی بنا دیا، مگر مسلمان اہل علم حضرات میں نبوّت کا تصوّر ابھی بیدار نہیں تھا اس لئے مرزا صاحب کو یہ ڈر تھا اور اللہ تعالےٰ کو بھی یہ خوف دامنگیر ہوا کہ ان حالات میں اگر مرزا صاحب نے اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا تو مسلمان اہل علم حضرات ماننے سے انکار کر دیں گے پھر اس صورت میں ہم دونوں کیا کریں گے اور کیا بنائیں گے؟ اس خطرناک مشکل سے پہلو بچانے کے لئے تصوّر نبوّت کی بیداری کی یہ مہم جس کو سازش کہنا چاہیئے آہستہ آہستہ چلی .... اور ایسی کامیاب رازداری سے چلی کہ کسی اہل علم مسلمان کو اس کا علم بھی نہ ہوا اور تئیس سال بعد نبوّت کا تصوّر بھی بیدار ہو گیا۔ تاآنکہ ۱۷ر نومبر ۱۹۵۷ء کو ایڈیٹر صاحب الفضل نے اپنے اداریہ کے ذریعہ یکایک اس کے انکشاف کی سعادت حاصل کر لی۔ اب ایڈیٹر صاحب الفضل دیگر قادیانی علماء سے بصد فخر کہہ سکتے ہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ ہے وہ جواب جو قادیانی علماء کی طرف سے عدو کے تفصل اور رحم کے ساتھ "قول سدید" کے دلائل کا دیا جا رہا ہے۔ اور یہ ہے وہ .... طریق جس کی رُو سے قادیانی عقیدۂ مخصوصہ کا جواز ثابت کیا جاتا ہے۔

اصل میں جناب میاں صاحب مکرم نے جب "حقیقۃ النبوۃ" میں حضرت مرزا صاحب کی نبوّت کے سلسلہ میں لاعلمی، غلطی، تبدیلی اور منسوخی والے اپنے عقلمندانہ خیال کے افسانوں کا کسی درجہ سے ذکر کر دیا تو قصہ گو۔ افسانہ ساز علماء کی ایک جماعت آپ کے گرد جمع ہو گئی۔ اس جماعت میں اب ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے یہ یقین کر لیا ہے کہ اس بارے میں اُن کو کھلی چھٹی ہے۔ اگر یہ علماء یکے بعد دیگرے اسی طرح "قول سدید" کا جواب دیتے گئے تو کامل امید رکھنی چاہیئے کہ اس قسم کے قصوں کی تعداد انشاء اللہ تعالےٰ نہایت تھوڑے عرصہ میں سینکڑوں تک پہنچ جائے گی اور ان علماء کو پتہ نہیں رہے گا کہ کس نے کیا لکھ دیا ہے۔ اس قصہ گوئی اور افسانہ سازی سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا سوائے میاں مکرم کے۔ اب یہی ہے کہ ایڈیٹر صاحب الفضل کا یہ اداریہ میاں صاحب کے علم تک ابھی نہیں پہنچا۔ جب کبھی پہنچ گیا تو میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ میاں صاحب مکرم ان ایڈیٹر صاحب کو ضرور حقیقت یاد کرا دیں گے۔ کیونکہ ان صاحب نے اپنے اس اداریہ میں ایک طرف تو

ا- حقیقۃ النبوۃ کا مکمل ردّ لکھ دیا ہے

اور دوسری طرف

ب- حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی ذات اقدس پر بھی بہت بڑا حملہ کر دیا ہے۔

تصوّر نبوّت کی بیداری کی اس مہم - جد و جہد - سکیم اور اس کے نتیجہ کے ذکر کے بعد ایڈیٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں:-

"اگرچہ یہ ایک قسم کی تبدیلی ہی ہے۔ لیکن آپکو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ تبدیلی ہوئی ہے کیونکہ آپ شروع ہی سے اللہ تعالےٰ کی رہنمائی میں محدثیت کی مثال سے امتی نبوّت کے تصوّر کی بنیاد قائم کر چکے تھے"

ایڈیٹر صاحب باتباع میاں صاحب مکرم حضرت اقدس کی طرف تبدیلی کا الزام ضرور منسوب کرتے ہیں۔ پھر میاں صاحب کی مانند اس حقیقت کو تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے خود

کسی ایسی تبدیلی کا ذکر نہیں کیا

بس کا صاف۔ سیدھا اور اصل مطلب تو یہی ہے کہ تبدیلی کا قادیانی افسانہ سراسر باطل ہے۔ مگر یہ ایڈیٹر صاحب اس طرف نہیں آئے بلکہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے تبدیلی کے عدم ذکر کا ایک بہت ہی عجیب سبب بیان کرتے ہیں جو بالکل بعید از قیاس اور غیر معقول ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جس رنگ میں انہوں نے اپنی قیاسی عمارت کو اٹھایا ہے اگر اسی رنگ میں وہ یہ کہہ دیتے کہ چونکہ یہ تبدیلی ایک سکیم اور سازش کے ماتحت روبعمل لائی گئی لہذا اس کا ذکر مناسب نہ سمجھا گیا تو اُن کا یہ سبب بیان کرنا کم از کم قرین قیاس اور معقول ہوتا۔

سیدھی- اُلٹی ذہنیت سبزہ اور زنگار

ازاں بعد ایڈیٹر صاحب الفضل اسی قسم کی قادیانی قصہ گوئیوں اور افسانہ سازیوں کی تردید و ابطال میں "قول سدید" میں بیان کردہ دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"قول سدید" نے اپنا جالا تو اسی مادہ سے تیار کیا ہے مگر بڑے بڑے رنگین تار کھینچے ہیں۔ آپ ان تاروں سے یہ مغالطہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا کسی بات سے بے علم ہونا۔ احکام کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں کرنا۔ اور بعض باتوں کا ان تازہ احکام کی روشنی میں منسوخ ہونا ایک بہت بڑا الزام ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اس کی حکمت یہ بیان کرتا ہے۔

لنثبت به فؤادك لیکن

اس پیغامی دوست کے نزدیک یوں کا دھوکہ فریب اور جنون کے الزامات لگانا نہایت معمولی بات ہے یعنے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں اگر آپ کے بعض اقوال کو دیکھکر مخالفین آپ پر نبوت تامہ کے دعوےٰ کا الزام لگاتے تھے اور آپ اس سے انکار کرتے تو مخالفین اس کو دھوکا فریب اور جنون کہتے۔ تو یہ کوئی

بڑی بات نہ تھی - لیکن اگر ان اقوال کی وجہ یہ بتائی جائے کہ امتی نبوت کا تصور ترتیل کے ساتھ پیدا ہوا تو یہ بڑا بھاری جرم ہے - اللہ تعالےٰ ایسی اُمی ذہنیت سے سب کو محفوظ رکھے - غالب دہلوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

آں آب کہ از خاک ہمہ سبزہ دماند
آں آب ز آہن ہمہ زنگ بر آمد

اللہ تعالےٰ جن باتوں کو اثبات و اطمینان قلب کا نسخۂ اعظم بیان فرماتا ہے وہ اس پیغامی دوست کے قول کے مطابق بہت بھاری جرم ٹھہرتی ہیں - "

اللہ تعالےٰ نے کس چیز کی کیا حکمت بتلائی ہے اور اثبات و اطمینان قلب کے لئے کس بات میں کیا نسخۂ اعظم بیان فرمایا ہے وہ تو قرآن کریم سے ظاہر ہی ہے - رہا قرآنی آیات کو غلط امور پر چسپاں کرنا تو اس میں ایڈیٹر صاحب منفرد نہیں ہیں اس کا ایک بڑا واضح نمونہ سواہی دیانند بھی چھوڑ گیا ہے - میں تو ایڈیٹر صاحب سے یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت جب واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ مخالفین حضرت مرزا صاحب پر نبوت تامہ یعنی تشریعی نبوت کا الزام نہیں لگاتے تھے بلکہ اُس نبوت کے دعوے کا الزام عاید کرتے تھے جو قادیانی علماء آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو پھر آپ لوگ اس غلط کہانی کو کیوں بار بار دوہراتے جاتے ہیں ؟ مزید برآں معلوم ہوتا ہے ایڈیٹر صاحب اسجگہ ایک غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں - میں نے قولِ سدید میں یہ لکھا تھا کہ مخالفین کی طرف سے دعویٰ نبوت کے الزام کے اثبات کے لئے حضرت اقدس کے بعض اقوال کو مبنی بر دھوکا فریب اور جنون قرار دینا اگرچہ بوجہ انصاف دیانت اور امانت کے خلاف ہونے کے بہت بڑی اور بُری بات تھی مگر سمجھ میں آسکتی ہے - کیونکہ دشمنوں کی طرف سے ہر بڑی اور بُری بات کا کر گذرنا ممکن ہے - لیکن قادیانی علماء کی طرف سے اس غرض کے لئے حضرت کے کثیر التعداد اقوال کو آپ کی لاعلمی - غلطی - تبدیلی اور منسوخی پر مشتمل قرار دینا اس سے بڑھکر بڑی اور بُری بات ہے - کیونکہ ایک دوست - اور مرید اور پیرو کار سے ایسی بات ناممکن اور بعید از فہم و قیاس ہے -

علاوہ ازیں ایڈیٹر صاحب موصوف اپنے الفاظ منقول بالا میں سیدھی ذہنیت اور "اُلٹی ذہنیت" کی ایک تقسیم کرتے ہیں - اور غالب دہلوی کے ایک شعر کو نقل کر کے "سبزہ" اور "زنگار" میں تفریق بتلاتے ہیں - میری ذہنیت کو "اُلٹی ذہنیت" لکھکر اپنی ذہنیت کو سیدھی ذہنیت ٹھہراتے ہیں - میرے دلائل کو "زنگار" کا نام دیکر اپنے خیالات کو "سبزہ" سے تشبیہہ دیتے ہیں - قارئین یقیناً جاننا چاہیں گے کہ میری وہ ذہنیت کیا ہے جس کو یہ ایڈیٹر صاحب الفضل "اُلٹی ذہنیت" قرار دیتے ہیں - سو وہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ قادیانی علماء کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کو

۱ - لاعلمی کا شکار قرار دینے کا افسانہ جھوٹا ہے -
۲ - غلطی میں مبتلا ٹھہرانے کا افسانہ باطل ہے -
۳ - مامور ہونے کے تیئیس سال بعد اور وفات سے چھ سال قبل تبدیلی کر ڈالنے والا بتلانے کا افسانہ غلط ہے -
۴ - اور ان کی تیئیس سالہ باون کتب کی تحریرات پر منسوخی کا فتوےٰ جڑنے کا افسانہ خود ساختہ اور بے بنیاد ہے -

الفضل کے اس اداریہ نویس ایڈیٹر کے نزدیک میری یہ تمام باتیں "اُلٹی ذہنیت" کا ثبوت ہیں اور "زنگار" کے مشابہ ہیں - اس کے برعکس ان ایڈیٹر صاحب کی ذہنیت نہایت "سیدھی ذہنیت ہے" جس کا یقینی اور قطعی ثبوت ان کا یہ عقیدہ اور بیان ہے کہ حضرت مرزا صاحب جو خدا کے ایک مامور بلکہ نبی تھے خدا کی طرف سے نبی بنائے جانے کے بعد تیئیس برس تک ایک بہت بڑی اور اہم

(۱) لاعلمی میں مبتلا رہے
(۲) غلطی کا شکار رہے
(۳) تبدیلی کے مرتکب ہوئے
(۴) اور تحریرات کی منسوخی کے مورد بنے

اور ایڈیٹر صاحب کے الزامات اور خیالات ایک "سبزہ" ہے جو ان کی صداقت اور سیدھی ذہنیت سے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اُگ کر لہلہا رہا اور بہار دکھلا رہا ہے - یہ واقعات ہیں جو ہر معقول اور منصف مزاج انسان کے سامنے ہیں - ان سے ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب موصوف یقیناً ایک خاص الخاص انسان ہیں - اور ان کی یہ تفریق و تقسیم امام الوقت کے ساتھ نادان دوستی کا نشان ہے -

اس کے بعد اخبار الفضل کے یہ اداریہ نویس صاحب حسب ذیل ارشاد فرماتے ہیں :-

" ہم عرض کرتے ہیں کہ مخالفین کی حالت سے قولِ سدید کے مصنف کی اپنی حالت زیادہ خطرناک ہے - اس لئے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بظاہر ماننے کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی گمراہ ہیں - اور دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں - باہر کے دشمن سے اندر کا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے "

گویا اس اداریہ نویس صاحب کے نزدیک میں "گمراہ" ہوں اور گمراہ کرنے کی کوشش تو پھر ظاہر ہی ہے - اور "بظاہر ماننے والا" ہوں - اور "اندرونی دشمن" ہوں - جس کا نمایاں ثبوت میرا یہ کہنا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام چونکہ مامور من اللہ تھے اور علم و عرفان لدنی کے حامل تھے - اس لئے نبوت اور محدثیت کی حقیقت جاننے میں اُن کا علم اور خدا تعالےٰ کی وحی کا مفہوم سمجھنے میں اُن کا فہم و فراست

درست تھا اور ہر ایک عالم شوء سے بڑھ کر اور بہتر تھا خواہ وہ غلام دستگیر قصوری ہو ، نذیر حسین دہلوی ہو یا محمد حسین بٹالوی ہو -

لیکن ایڈیٹر اداریہ نویس موصوف کے نزدیک میری یہ گمراہی ہے - بظاہر ماننے ...... کا دعوےٰ ہے اور اندرونی دشمنی ہے - اس کے بالمقابل یہ ایڈیٹر صاحب اور ان کے ہم خیال علماء بقول خود "ہدایت یافتہ" "حقیقی طور پر ماننے والے" اور "اندرونی دوست" ہیں - جس کا نہایت عریاں - ناقابلِ تردید اور کھلا کھلا ثبوت ان کا یہ عقیدہ ہے کہ

نبوت اور محدثیت کی حقیقت جاننے میں
اور
حضرت مرزا صاحب پر نازل ہونے والی وحی کا مفہوم سمجھنے میں

آپ کے اشد ترین مخالف - مکفر اور مکذب علمائے سوء مثلاً غلام دستگیر قصوری ، نذیر حسین دہلوی - اور محمد حسین بٹالوی وغیرہم کا علم اور فہم و فراست حضرت مرزا صاحب کے علم اور فہم و فراست سے صحیح تر - بڑھکر اور بہتر ثابت ہوا

جیسا کہ قولِ سدید میں مدلل درج ہے - یہی سبب ہے جو قادیانی علماء کہا کرتے ہیں کہ وہ ان علماء سوء کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے - العیاذ باللہ - اگر ہدایت اسی کا نام ہے - حقیقی ماننا اسی کو کہتے ہیں ، اور اندرونی دوستی یہی ہے تو اس سے اللہ کی پناہ ان عقائد اور خیالات کے ساتھ جب قادیانی علماء بار بار اپنی تحریر میں "سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام" یا "سیدنا حضرت احمد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام" لکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مذاق اُڑاتے اور ان ظاہری الفاظ سے اپنے ذہنی اعتقادی گناہ کا مداوا کرتے ہیں -

دوسرا تازہ شاہکار

میں نے قولِ سدید میں عرض کیا تھا کہ قادیانی علماء حضرت مرزا صاحب پر دعوے اور عقیدہ نبوت میں لاعلمی اور غلطی کے الزامات لگاتے ہیں - اور ثابت کیا تھا کہ یہ چیز ان کے عقیدہ کی بطالت کا مکمل ثبوت ہے - ایڈیٹر صاحب الفضل نے اپنے اس اداریہ میں ان الزامات کا لگانا تسلیم کیا ہے مگر

لکھا ہے یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ پھر اس ناجائز الزام کا جواز نکالنے کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام کو ہی لپیٹ لیا ہے۔ مگر اس سے بھی ایڈیٹر صاحب کی تسلی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ابھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ان کی لپیٹ نہیں پڑی۔ اس لئے انہوں نے اس کو مزید وسعت دینا مناسب سمجھا ہے۔ چنانچہ قرآنی احکام کے یکے بعد دیگرے نزول۔ حضرت زید بن ثابت کے متبنّیٰ ہونے کے واقعہ۔ کعبہ کو قبلہ بنانے کے حکم کی مثالیں شمار کر کے سردار انبیاء والاصفیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ مارا ہے کہ

" الغرض ایسی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، اسلامی اصطلاح میں پہلے عمل کو اجتہادی غلطی کا نام دیا جاتا ہے"

یعنے ایڈیٹر صاحب الفضل کا کہنا ہے کہ اگر وہ لوگ حضرت مرزا صاحب کی طرف چند ایک غلطیاں اور لاعلمیاں منسوب کرتے ہیں تو کیا ہوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو تھے جنہوں نے اس قسم کی بیسیوں غلطیوں کا ارتکاب کیا اعوذ باللہ من ھذہ الھفوات والخرافات

یہ قادیانی علماء کی افسانہ خیز طبع کا دوسرا تازہ شاہکار ہے جو قول سدید میں پیش کردہ دلائل کے سامنے اپنے عقیدہ کے جواز میں اُن کی طرف سے بکمال انشراح صدر اختراع کیا جا رہا ہے ایڈیٹر صاحب موصوف اپنی پریشانی میں یہ بھی سمجھ نہیں سکتے کہ سوال تو ہے کسی مامور من اللہ یا کسی نبی کا۔

اپنے دعوے کے سمجھنے۔
درجہ کے جاننے اور نبوت
کا علم رکھنے

میں لاعلمی اور غلطی میں مبتلا ہونے کا ..... لیکن مثالیں یہ صاحب اس کے ثبوت اور جواز میں دے رہے ہیں احکام شریعت کے نزول کی۔ حضرت ایڈیٹر صاحب ذرہ غور فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احکام شریعت کے نزول سے پہلے جو عمل کرتے تھے وہ سابقہ شرائع کے مطابق درست ہوتا تھا۔ مگر چونکہ آپ کے ذریعہ ایک نئی شریعت کا نزول ہو رہا تھا اس لئے وہ بعض پہلے عمل گو اس وقت صحیح تھے مگر نئی نازل ہونے والی شریعت کے احکام کے ذریعہ لامحالہ بدلے گئے۔ بھلا ان مثالوں کو مسئلہ زیر بحث سے کیا واسطہ اور تعلق ہے۔ اگر آپ نے کوئی مثال دیکر ہی اپنے عقیدہ کا جواز ثابت کرنا ہے تو پھر کسی ایسے مامور من اللہ کی مثال دیجئے جو خواہ نبی ہو یا غیر نبی مگر

اپنے دعوے کے متعلق
درجۂ ماموریت کے متعلق۔

نبوت اور مقام کے متعلق

لاعلمی میں غلطی میں مبتلا رہا ہو۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کے خلاف آپ کے الزامات ہیں۔ اور اگر آپ کوئی بھی ایسی مثال ڈھونڈ نہ سکیں۔ تو پھر آپ کی منصفانہ طور پر اپنے عقیدہ کی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے رجوع کر لینا چاہیئے کیونکہ جب سچائی کھل جا پھر اس کو مان لینا بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام ؎

نیکوں کی ہے خصلت راہ ہدیٰ یہی ہے

قارئین حضرات میں سے جن لوگوں نے میری کتاب قول سدید کو پڑھا ہے جن میں ایڈیٹر صاحب الفضل تو یقیناً شامل ہیں وہ اُن عذرات اور وجوہات پر غور کریں جو علمائے جماعت ربوہ اُس کتاب کے دلائل کے بالمقابل اپنے عقیدہ کے جواز میں پیش کر رہے ہیں اور حضرت امام الوقت مامور من اللہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی بیانِ حقیقت کی صداقت کو دیکھیں کہ ؎

حجت صادق زنقص و قدح روشن تر شود
عذر نا معقول ثابت مے کند الزام را

خلاصۃ المقال ایڈیٹر صاحب موصوف کو قولِ سدید کے دلائل اور حقائق کے متعلق "اگر مکڑی کے جالے" کی مثال ہی پسند تھی۔ تو ان کو چاہیئے تھا کہ اتنا غور ضرور کر لیتے کہ یہ جالا جس کے لئے قدرت تنواتی ہے وہ چیز اس کو ہرگز توڑ نہیں سکتی۔ یعنے مکھی۔ بناء بریں علمائے ربوہ کا عقیدہ جو بموجب مثال ایڈیٹر صاحب ایک مکھی ہے وہ قول سدید کے دلائل اور حقائق کے جالا سے ہرگز بچ کر نکل نہیں سکتا کیونکہ وہ اس کے لئے بہت مضبوط اور محکم ہیں۔ اور اگر ایڈیٹر صاحب کا یہ خیال ہو کہ ناموں کو بگاڑ کر یعنے مجھے "پیغامی" اور "قولِ سدید" کو "قول صدید" اور "قولِ سدید" میں بیان کردہ "دلائل اور حقائق" کو "مکڑی کا جالا" کا نام دے کر ان دلائل اور حقائق کی صداقت کی قوت کو توڑ دیں گے تو یہ ان کا خیال خام ہے ؎

این خیال است و محال است و جنون

جس کا نمایاں ثبوت ایڈیٹر صاحب کے انداز بیان کا وہ "پہلو" ہے جو انہوں نے قولِ سدید کے دلائل کے بالمقابل اپنے عقیدہ کا جواز برآمد کرنے کی کوشش میں اپنے اداریہ میں اختیار کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب ایک بات منوانا چاہتے ہیں بلکہ ان کا کہنا ہے کہ مومن اور نیک نیت اس کو مان بھی چکے ہیں اور وہ یہ کہ

محدث کے اوپر صرف نبی کا مقام
ہی نہیں آجاتا بلکہ ان کے درمیان
ایک اور مقام آتا ہے جس کو
امتی نبی کہتے ہیں۔

یعنے اُن کے نزدیک میاں صاحب کی ساری کی ساری "حقیقت النبوۃ" غلط ہے جو یہ بات ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی کہ

"جزوی نبی (یعنے محدث۔ ناقل) کے
اوپر کا درجہ سوائے نبی کے اور
کوئی ہو نہیں سکتا۔ جزو کے بعد کل ہی
ہوتا ہے۔"

(حقیقۃ النبوۃ بحوالہ قول سدید ص ۱۹۵)

گویا علمائے ربوہ کو میاں صاحب کی اتباع میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف جو لاعلمی اور غلطی کے الزامات لگانے پڑے تو اب ایڈیٹر صاحب اور ان کے ہمخیال علماء خود اپنے خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے خلاف بھی الزامات لگانے کے منصوبے باندھ رہے اور بنیادیں رکھ رہے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب کو سوچنا چاہیئے کہ بات اصل میں اور ہے ؎

چوں خشت اول نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

ہمارے ربوائی علماء نے اپنے عقیدہ کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی تو اب جہاں تک چاہیں اس محل کی دیواروں کو اٹھا کر دیکھ لیں وہ اگر ثریا تک بھی چلی گئیں تو ٹیڑھی ہی رہیں گی۔ وہ پہلی اینٹ جو انہوں نے ٹیڑھی رکھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سیدھے طور پر یہ تو نہیں مان لیتے کہ "امتی نبی" سے مطلب "ناقص نبی" ہے جس کا دوسرا نام محدث ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی کہ اسے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا اور تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قولی طور پر اُس کا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلایا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل معلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے"

(ازالہ اوہام)

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ماں بیٹی کی چوتھی مجلس

بسلسلہ اشاعت ۱۴ ۲۱ر نومبر ۱۹۵۷ء

ماں :- اسی طرح جو لوگ آپ پر ایمان لائے یعنی جنہوں نے آپ کو نبی تسلیم کر لیا اور بتوں کو جھٹلا کر ایک خدا کو مان لیا ان پر بھی ان لوگوں نے بڑے بڑے ظلم کئے۔ ایسے ظلم کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بلال جو ایک حبشی غلام تھے۔ جب وہ ایمان لائے تو اُن کا مالک اُن کو کڑکتی دھوپ میں جنگل میں لے جاتا ان کو تپتی ہوئی ریت پر لٹاتا۔ ان کے سینے پر تپتے ہوئے پتھر رکھ دیتا۔ مگر ان کی زبان سے احد احد ہی نکلتا۔ یعنے ایک خدا ایک خدا۔ کسی کو مارتے کسی کو پیٹتے۔ کسی کو قتل کر دیتے۔ ہمارے حضرت کو اپنے ساتھیوں کی تکلیفیں دیکھ کر بہت دکھ ہوتا تھا۔ مگر خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہتے۔ اور صبر کی نصیحت کرتے یہ بیچارے صبر کرتے، دین کی خاطر ہر ایک سختی کو خوشی خوشی قبول کرتے۔ مگر اپنے نبی کا ساتھ نہ چھوڑتے۔ یہ بہت ہی صابر لوگ تھے۔ اسی طرح ہمارے نبی کئی سال تک لوگوں کو سمجھاتے رہے کہ وہ بُرے کام چھوڑ دیں اور ایک خدا کو مان لیں۔ مگر بہت تھوڑے لوگ اُن پر ایمان لائے۔ انہی دنوں میں مدینہ سے کچھ لوگ مکہ آئے حضورؐ نے ان کو وعظ کیا اور بتایا کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں۔ صرف ایک خدا کی عبادت کرنا چاہیئے۔ بُرے کام چھوڑ کر نیک کام کرنے چاہئیں۔ ان لوگوں نے آپؐ کی بات سُن لی۔ وہ اپنے شہر کو واپس چلے گئے اور اگلے سال اور بہت سے آدمیوں کو اپنے ساتھ لائے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ خدا کی شان مکہ نے تو حضور کا انکار کیا۔ مگر مدینہ میں اسلام پھیلنے لگ گیا۔ مکّہ والوں کو ہمارے نبی کی کامیابی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اب انہوں نے حضور کے قتل کی ٹھان لی۔ اور باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ سب قبیلوں کا ایک ایک آدمی یک لخت آپ پر وار کرے تا کہ قتل کا الزام کسی ایک قبیلہ پر نہ لگ سکے۔ دشمنوں کے اس منصوبے کی خبر خدا نے ہمارے نبی کو بھی دیدی اور حکم دیا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آؤ۔ اُدھر مدینہ والوں نے خود بھی حضور سے عرض کی کہ حضور ہمارے ہاں تشریف لے چلیں۔ حضور نے اُن سے وعدہ بھی کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ میری وجہ سے خطرات میں پڑ جاؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے جو درخواست کی ہے وہ سوچ سمجھ کر کی ہے۔ اور ہم حضور کی خاطر سب قسم کے خطرات میں پڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہم اتنا چاہتے ہیں کہ حضور ساری عمر ہمارے اندر ہی رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب خدا حضور کو غلبہ بخشے تو آپ مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے جائیں۔ حضور نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو میرا مرنا جینا تمہارے اندر ہی ہوگا۔ میرا خون تمہارا خون ہے، اور تمہارا خون میرا خون ہے۔ مکّہ کے دشمنوں نے جو حضور کے قتل کا منصوبہ کیا تھا اس کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے حضور کے مکان کا گھیرا ڈال لیا۔ تا کہ جب صبح حضور باہر نکلیں آپؐ کا ایک ہی وار سے خاتمہ کر دیں۔ مگر جس کو خدا رکھے اسکو کون چکھے۔ دیکھو خدا کی قدرت اور ہمارے نبی کا معجزہ۔ عین دشمنوں کے ٹھٹ میں سے حضور قرآن شریف کی آیت

وجعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سداً فاغشیناھم فھم لا یبصرون

پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ اور کوئی آنکھ آپ کو دیکھ نہ سکی۔ دشمن دروازے کے سوراخوں میں سے جھانک جھانک دیکھتے کہ آپ کب بیدار ہوتے ہیں۔ لیکن آپ وہاں کہاں تھے۔ آپؐ کے بستر پر حضرت علیؓ لیٹے ہوئے تھے۔ جب دشمنوں نے معلوم کیا کہ محمد یہاں نہیں ہیں وہ بہت سٹ پٹائے۔ اور اپنا سر ہی تو پیٹ لیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ہمارے نبی خیر و عافیت سے اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچکر ان کو ساتھ لے کر باہر تشریف لے گئے اور مدینے کا رُخ کیا۔ کچھ فاصلہ پر جا کر ایک غار میں پناہ لی۔ اس غار کے اندر پہلے حضرت ابوبکرؓ گئے انہوں نے اندر کی جگہ کو خوب صاف کیا جہاں جہاں سوراخ تھے۔ ان کو بند کیا۔ کہتے ہیں کہ اپنی پگڑی کو پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ پھر حضور سے عرض کی کہ آپ آرام فرمائیں اور میں پہرہ دیتا ہوں۔ ایک سوراخ ایسا تھا جو بند نہیں ہوا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔ کسی موذی جانور سانپ یا بچھو نے کاٹ کھایا جس سے حضرت ابوبکرؓ کو بہت تکلیف ہوئی حضور نے اپنی لعاب دہن یعنے تھوک لگائی۔ درد فوراً غائب ہو گیا۔ دشمنوں کو جب معلوم ہوا کہ محمدؐ تو ہمارے پنجہ سے نکل گیا۔ تو انہوں نے تیز رفتار سوار پیچھے دوڑائے اور اعلان کیا کہ جو شخص محمدؐ کا سر لائے گا اس کو بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ سوار بڑی تیزی سے پیچھے بھاگے۔ اور عین غار کے سر پر جا پہنچے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ دشمن سر پر آگیا تو آپ بہت گھبرائے۔ تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

یعنی ذرا غم نہ کر۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہم کو محفوظ رکھے گا۔ دیکھو خدا کی شان اور قدرت۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ جس سے دشمن یہ سمجھے کہ اس کے اندر کوئی نہیں۔ وہ حیران تھے کہ پاؤں کے نشان تو یہاں تک آتے ہیں۔ آگے چلتے نہیں۔ یا تو محمدؐ اس غار کے اندر ہے ورنہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ مگر غار کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔ غار کے اندر وہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ غرض اس طرح سے خدا نے ہمارے نبی کو بال بال بچا لیا۔ اور کیوں نہ بچاتا خدا کا حضورؐ سے وعدہ تھا کہ وہ حضور کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور دشمن اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ سو ایسا ہی ہوا۔

لو بیٹی اب باقی پھر کسی وقت سنائیں گے۔

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۶ رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۵۸ء | ۵

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

— (مسیح موعودؑ)

ایک جرمن میاں بیوی کا قبولِ اسلام

برلن میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں

ماہ دسمبر ۱۹۵۷ء کی تبلیغی رپورٹ

ہفتہ ۳۰ نومبر۔ مصر کے مسٹر مصطفےٰ اہورش نے ایک جرمن خاتون سے شادی کی، اس تقریب کو دیکھ کر لوگ بہت متاثر ہوئے۔

اتوار یکم دسمبر۔ دو خواتین نے مذہبی سبق میں جو مسز موسلر نے دیا حصّہ لیا، بچے بیمار ہونے کی وجہ سے اس سبق میں شامل نہیں ہوئے۔

جمعہ ۶ دسمبر۔ امام صاحب نے جمعہ کا خطبہ نماز پر دیا اور نماز کے مختلف ارکان کی وضاحت تفصیل کیساتھ کی،

ہفتہ ۷ دسمبر۔ قاہرہ کے مسٹر علی ہورش نے ایک جرمن خاتون سے نکاح کیا، خاتون موصوفہ بھی اسلام کا ارادہ رکھتی ہیں۔

اتوار ۸ دسمبر۔ مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

پیر ۹ دسمبر۔ ایرانی سفارت خانہ کے مسٹر ڈاکٹر الامیر خواتین اور مردوں کے عملہ کے ساتھ آئے اور مسجد کی زیارت کی، وہ مسز موسلر سے دیر تک بات چیت کرتے رہے اور اس ارادہ کا اظہار کیا کہ مسجد کیلئے وہ کچھ نہ کچھ کریں گے۔

جمعہ ۱۳ دسمبر۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں قرآن کریم کی سب سے پہلی صورت کا مطلب و مفہوم بیان کیا۔

ہفتہ ۱۴ دسمبر۔ مسٹر و مسز راپسلبر کو حلقۂ اسلام میں داخل کیا گیا، یہ دونوں میاں بیوی ۱۹۴۹ء سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ہمیں خوشی ہے کہ دو مخلص نفوس ہماری اسلامی جماعت میں داخل ہو گئے۔

اتوار ۱۵ دسمبر۔ مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

پیر ۱۶ دسمبر۔ کراچی سے مسٹر مسعود مسجد دیکھنے اور برلن میں اسلامی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرنے آئے، وہ یہاں کے حالات دیکھکر بہت متاثر ہوئے۔

جمعہ ۲۰ دسمبر۔ امام صاحب نے بیت العنکبوت پر خطبہ دیا اور بتایا کہ مکڑی کا جالا نہایت آسانی سے توڑا جا سکتا ہے اس جالا کی تشبیہ تمام ان چیزوں سے ہے جو معمولی اور سطحی حیثیت رکھتی ہیں مس کرشوف Miss Kuehhoff نے اسلام قبول کیا۔ ان کی منگنی ایک انجنیئر سے ہو گئی اور وہ ۲۸ دسمبر کو قاہرہ چلی گئیں۔

اتوار ۲۲ دسمبر۔ مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

جمعہ ۲۷ دسمبر۔ امام صاحب نے مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ سے دوستانہ تعلقات کے موضوع پر خطبہ دیا۔ علاوہ ازیں میونخ سے مسٹر راوڈا (Mr. Randa) مسجد دیکھنے یا خصوص اس کا فن تعمیر ملاحظہ کرنے کیلئے آئے مسٹر راوڈا قائداعظم محمد علی جناح کے مقبرہ کا نقشہ بنانے کے مقابلہ میں حصہ لینا چاہتے ہیں،

ہفتہ ۲۸ دسمبر۔ امریکہ کے مسٹر ڈاکٹر ردسو نے قبول اسلام کا اعلان کیا اور تہران کی Miss Purayech سے ان کی منگنی ہو گئی۔

مغربی جرمنی کے ایک مسلمان نے مسجد کے مکان میں دو دن رہائش اختیار کی۔

مس پروفیسر Schmittseifer نے ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء سے ۶ جنوری ۱۹۵۸ء تک مسجد کے مکان میں چھٹیوں کے دن گذارے۔

Mr. & Mrs. Rappsilber

مولانا امین احسن اصلاحی (لاہور)

ایک گم کردہ راہ قافلہ

یا ـ جماعت اسلامی

جماعت اسلامی کے امیر جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے دستِ راست مولانا امین احسن اصلاحی کے ایک خط کے اقتباسات گذشتہ اشاعت میں درج کئے جا چکے ہیں، ذیل میں ان کے ایک انٹرویو کے بعض حصص ہدیۂ قارئین کرام ہیں، اس انٹرویو میں اپنے اور اپنے رفقاء کے مستعفی ہو جانے کی وجوہ اور پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اصلاحی صاحب نے جماعت اسلامی...... کے متعلق بعض نہایت اہم انکشافات کئے ہیں جن سے امیر جماعت کے عزائم اندرون سے مبینہ اور مزعومہ اسلامی ؤنکہ عمل کو بھانپنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

جماعت اسلامی سے سولہ سال تک اس نوعیت کی وابستگی کے بعد میرے علیحدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کافی عرصہ سے میں امیر جماعت مولانا مودودی کے بعض اقدامات پر معترض تھا میری رائے میں یہ اقدامات نہ صرف دستورِ جماعت کے خلاف ہیں بلکہ حق و انصاف کے بھی منافی ہیں۔ میں کافی عرصہ تک یہ کوشش کرتا رہا ہوں کہ امیر جماعت اپنے غیر جمہوری رویّہ میں اصلاح کریں۔ لیکن اب مجھے یہ احساس ہو گیا ہے کہ نہ صرف میں اصلاح احوال سے قاصر ہوں بلکہ بعض دوسرے احباب بھی اس سلسلہ میں مجبور ہیں۔ اس لئے میرے لئے جماعت سے مستعفی ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے غالباً ۱۹۵۶ کے اوائل میں چند ارکان پر مشتمل ایک جائزہ کمیٹی مقرر کی تھی۔ جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا۔ کہ وہ ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے یہ معلوم کرے کہ جماعت کے طریق کار اور تنظیم میں کیا خرابیاں ہیں۔ لیکن امیر جماعت مولانا مودودی اس جائزہ کمیٹی کی تشکیل پر بہت برہم ہوئے اور انہوں نے دوسرے اعتراضات کے علاوہ یہ اعتراض بھی کیا۔ کہ اس کمیٹی کو مرکزی تنظیم کے محتسب کی حیثیت دے دی گئی ہے حالانکہ اس میں بعض ارکان بہت ناپسندیدہ ہیں۔ چنانچہ یہ کمیٹی مولانا مودودی کے مسلسل مطالبہ کی بناء پر توڑ دی گئی اور پھر مجلس شوریٰ نے چار سینئر ارکان غازی عبدالجبار، شیخ سلطان احمد حکیم عبدالرحیم اشرف اور مولانا عبدالغفار پر مشتمل ایک اور کمیٹی مقرر کی۔ اور اس کمیٹی کے سپرد بھی یہ کام کیا گیا کہ وہ اپنی رپورٹ میں جماعت کی تنظیم اور طریق کار کی خامیوں کی نشاندہی کرے۔ اس جائزہ کمیٹی نے غالباً دسمبر ۱۹۵۶ میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ مجلس شوریٰ نے مولانا مودودی کی زیر صدارت تقریباً دو ہفتہ تک اس رپورٹ پر غور کیا۔ اور پھر متفقہ طور پر جائزہ کمیٹی کے ارکان کی خدمات کو سراہا گیا۔ اور چار شقوں پر مشتمل ایک قرار داد منظور کی گئی جس میں ایک اہم شق یہ تھی کہ عام انتخابات کی سرگرمیوں سے فی الحال صرف نظر کر کے معاشرہ کی اصلاح پر زیادہ زور دیا جائے۔ کیونکہ اسلامی خطوط پر معاشرہ کی اصلاح ملک میں صحیح سیاسی تبدیلی کرنے کا ذریعہ بن سکے گی۔

اسی قرارداد میں یہ رائے بھی ظاہر کی گئی تھی کہ جماعتی لٹریچر کو جماعت اسلامی کی پالیسی تصور نہ کیا جائے۔

امیر جماعت مولانا مودودی شوریٰ کی اس قرارداد پر بہت برہم ہوئے اور انہوں نے جائزہ کمیٹی کے چاروں ارکان پر جتھہ بندی و بلاک سازی کا الزام عاید کر کے اُن سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ شوریٰ کی رکنیت سے مستعفی ہو جائیں اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر وہ مستعفی نہ ہوئے تو اُن کے حلقوں کو لکھا جائے گا کہ اگر انہیں امیر جماعت کی خدمات کی ضرورت ہے تو وہ مذکورہ چاروں ارکان سے شوریٰ سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کریں میں نے اس موقعہ پر امیر جماعت کے اس رویہ کو پسند نہیں کیا۔ چنانچہ میں نے ذریعہ خط اُن کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی۔ کہ امیر جماعت دستور کے مطابق شوریٰ کے ارکان سے مستعفی ہونے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ــــــ آپ نے کہا کہ مولانا مودودی نے میرے اس خط کا تو مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ وہ جماعت کی امارت سے مستعفی ہو گئے۔

مولانا اصلاحی نے کہا کہ امیر جماعت کے اس ڈرامائی استعفیٰ کے بعد موضع ماچھی گوٹھ ضلع رحیم یار خان میں جماعت اسلامی کا اجتماع عام ہوا اور وہاں مولانا مودودی نے مختلف طریقوں سے جماعت کے دستور میں ایسی ترامیم کرائیں جن کی بناء پر سارے اختیارات عملاً اُن کی ذات میں مرتکز ہو گئے۔

اس موقعہ پر بیس بائیس ارکان کی بجائے تقریباً پچاس ارکان پر مشتمل مجلس شوریٰ منتخب کی گئی۔ جسے ترمیم شدہ دستور کے مطابق عاملہ کی بجائے ایک کونسل کی حیثیت دے دی گئی۔

آپ نے کہا کہ اس نئی مجلس شوریٰ کا اجلاس چند ماہ کے بعد کوٹ شیر سنگھ ضلع لاہور میں منعقد ہوا۔ میں نے اس اجلاس کی پوری کارروائی میں شرکت نہیں کی کیونکہ میں امیر جماعت کے آمرانہ رویّہ پر معترض تھا تاہم مولانا مودودی نے شوریٰ کے اس اجلاس میں پندرہ سولہ ارکان پر مشتمل ایک عاملہ کو نامزد کیا اور ترمیم شدہ دستور کے مطابق اس عاملہ کو وسیع اختیارات دیئے۔ آپ نے کہا۔ بظاہر تو وسیع اختیارات عاملہ کو دیئے گئے ہیں لیکن عملاً یہ سارے اختیارات امیر جماعت کی ذات میں مرتکز کر دیئے گئے۔ کیونکہ ترمیم شدہ دستور کے مطابق امیر جماعت اس عاملہ کی اکثریت کی رائے کے پابند نہیں۔ وہ ساری عاملہ کے ناپسندیدہ ارکان کو جب چاہیں معزول کر سکتے ہیں۔

آپ نے کہا۔ اس طرح اس نامزد عاملہ کی حیثیت دراصل ایک مشاورتی کمیٹی کی بن گئی ہے کیونکہ اگر امیر جماعت عاملہ کی اکثریت کی رائے کے پابند ہی نہیں بلکہ اس کے برعکس عاملہ کے تمام ارکان ان کے رحم و کرم پر ہوں تو ایسی عاملہ کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ میں نے مولانا مودودی کے اصرار کے باوجود رکنیت قبول کرنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ میں ایسی بے اختیار عاملہ میں شامل ہونا پسند نہیں کرتا۔

غالباً اُن کی خواہش یہی ہے کہ جماعت کی تمام سرگرمیاں محض عام انتخابات کے لئے مخصوص کر دی جائیں اسی لئے وہ کچھ عرصہ سے انقلاب قیادت کا نعرہ لگا رہے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ جہاں کہیں مناسب ہو اور حالات سازگار ہوں وہاں انتخاب میں حصّہ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہو گا۔ لیکن یہ ایک ضمنی کام ہو گا۔ جماعت کا اصل نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ معاشرہ کی اسلامی خطوط پر اصلاح کی جائے۔ جماعت کے ماچھی گوٹھ کے اجتماع میں بھی یہی فیصلہ ہوا تھا۔ کہ مختلف محاذوں پر جماعتی سرگرمیوں میں توازن قائم رکھا جائے لیکن معلوم نہیں مولانا مودودی کا اس اجتماع عام کے فیصلہ کی پابندی بھی کیوں ضروری نہیں سمجھتے؟

مولانا مودودی تمام اختیارات اپنی ذات میں مرتکز کیوں کرنا چاہتے ہیں اس کے بارے میں اپنے رویّہ کی شاید اس طرح توضیح کریں گے کہ آج کل جماعت کو حالتِ جنگ درپیش ہے اس لئے جماعتی سرگرمیوں کے سلسلہ میں مروجہ جمہوری اصولوں کی زیادہ پابندی ممکن نہیں۔ مجھے مولانا کے اس نظریہ سے سخت اختلاف ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اسلامی کا موجودہ نظام یہی رہے تو ہم عوام کو کیسے یقین دلا سکتے ہیں کہ اگر ملک کی عنانِ اختیار ہمارے ہاتھ میں آ جائے تو نظام مملکت جمہوری ہو گا۔ اور اگر نظام مملکت ایسے ہی ہونا ہے جیسا کہ آجکل جماعت کا نظام ہے تو پھر ہم آج کل بعض لوگوں کے آمرانہ عزائم کی کیسے مذمت کر سکتے ہیں؟ مجلس شوریٰ کو ایک قانون ساز ادارہ کی حیثیت دے کر عملاً عاملہ کا تقرر بطور کابینہ سا ہی ہو گیا ہے اور خود مولانا نے وزیر اعظم کے فرائض سنبھال لئے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جمہوری نظام میں قانون ساز ادارہ کے اجلاس ہوتے رہتے ہیں اور کابینہ اس ادارہ کے سامنے ہر معاملہ میں جوابدہ ہوتی ہے۔ لیکن جماعت اسلامی میں مجلس شوریٰ کا اجلاس سال میں صرف ایک بار ہوتا ہے اور سارا سال امیر جماعت عاملہ (جسے دراصل مشاورتی کمیٹی کہنا چاہیئے)

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــ لاہور ـــ مورخہ ۵ فروری ۱۹۵۸ء

جماعت اسلامی اور مولانا مودودی

گذشتہ اشاعت میں جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی کے نام اُن کے دست راست مولانا امین احسن اصلاحی کے ایک خط کے چند اقتباسات درج کئے گئے تھے، اس خط میں جس احسن طریق سے مولانا اصلاحی نے مودودی صاحب کے آمرانہ طرز عمل کا نقشہ کھینچا ہے، ہم اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، فی الواقعہ جو جماعت شورائیت کو اپنے مسلک کی بنیاد قرار دیکر جمہوری طریق عمل پر کام کرنے کا ادعا رکھتی ہو، اس کے امیر کا ارکان شوریٰ کی آراء اور فیصلوں کو نظر انداز کر کے آمرانہ طرز اختیار کرنا جماعت کی بنیادوں پر تبر رکھنا ہے، اور ہمیں حیرت ہے کہ مولانا مودودی نے اپنے بنائے ہوئے ڈھانچہ کو عملاً توڑنے اور اپنے مخلص ترین ساتھیوں کو ناراض کر کے جماعت کو منتشر کرنے میں کیا مصلحت سمجھی، کیا یہ کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا کا مصداق نہیں؟ فی الحقیقت یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ جماعت اسلامی کی بنیاد جن اصول پر رکھی گئی، اُن میں تقویٰ اور خداترسی کے بجائے دنیوی جاہ و اقتدار کے حصول کی خواہش پنہاں تھی، بظاہر "اقامت دین" جماعت کا مقصد قرار دیا گیا، لیکن جماعت کی تمام تر سرگرمیاں سیاست کے میدان میں گوئے سبقت لے جانے کے لئے وقف رہیں اور اس سلسلہ میں دین کے لباس میں وہ تمام کھیل کھیلے گئے جو ہر سیاسی جماعت کا مشغلہ ہیں یہ وہ امر ہے جس کا اعتراف جماعت اسلامی کے ان ارکان کو آج چار و ناچار کرنا پڑا ہے جو مودودی صاحب کے طریق عمل سے ناراض ہو کر علیٰحدہ ہوتے جا رہے ہیں، چنانچہ لائل پور کا ہفت روزہ جریدہ "المنبر" جو "جماعت اسلامی" کا بہت بڑا معاون رہا ہے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ مخلوط انتخاب کے بارہ میں جماعت اسلامی مسلم لیگ اور دوسری اسلام پسند جماعتوں سے تعاون کرنا چاہتی ہے، لکھتا ہے کہ :-

" جماعت اسلامی اب جو موقف بھی اختیار کرے خدا کے لئے وہ اسے اسلام کی تعبیر کے طور پر پیش نہ کرے یہ بات نہ جماعت کے حق میں مفید ہے اور نہ اسلام کے ساتھ ادنیٰ تعلق کی صورت میں بھی جائز کہ جو پالیسیاں آئے دن بدلنے والی ہوں اور جن میں ایک جماعت کو آج اسلام کی دشمن اور کل اسلام پسند قرار دیتا ہو، آج اس کے امیدوار فاسق و فاجر اور خائن ہوں اور انہیں ووٹ دینا حرام ہو اور کل اُن کے ساتھ تعاون اسلامی ضرورت قرار پائے"

پھر لکھا ہے :-

" اب جو پالیسی جماعت انتخابات کے لئے وضع کر رہی ہے اسے "اقامت دین" کے واحد طریق کار کے طور پر ہرگز پیش نہ کیا جائے اس سے مذکورہ مفاسد کے علاوہ یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات کو ہر پالیسی کی تائید میں ایک تو قرآن و سنت کے دلائل کی ایسی تاویلات پیش کرنا پڑتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو بازیچۂ سیاست بنانے کے مترادف ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں خود اپنی متضاد باتوں کو مربوط ثابت کرنے میں ناروا طرز عمل اختیار کرنا پڑتا ہے، اور بسا اوقات اس سے ثقاہت اور دیانت مجروح ہوتی ہے"۔

سُنا آپ نے ؟ یہ ہے وہ طریق عمل جو آج تک جماعت اسلامی دین کے پردہ میں اختیار کرتی رہی ہے اور اب جبکہ جماعت کے مخلص اراکین اس طریق عمل کو ناپسند کرتے ہوئے انتخابات اور سیاسی سرگرمیوں اور حصول اقتدار کی کوششوں کے بجائے محض اصلاح معاشرہ پر زور دینا ضروری سمجھتے ہیں تو مودودی صاحب ناراض ہو کر آمرانہ طریق سے ایسے لوگوں کو قابل تعزیر سمجھتے ہیں جو مولنا اصلاحی اور دوسرے مخلص کارکنوں کی علیٰحدگی کا موجب ہو رہا ہے، اگر تقویٰ اور اخلاص پیش نظر ہوتا، اور "اقامت دین" کی تہ میں سیاست اور حصول اقتدار کی خواہش پنہاں نہ ہوتی تو یہ حالات و واقعات پیدا نہ ہوتے جو آج سامنے آ رہے ہیں، اور جماعت کے بہترین دل و دماغ تتر بتر ہو کر اُن سے علیٰحدہ ہوتے جا رہے ہیں - اس صورت حال کا جو جماعت اسلامی کو اس وقت پیش آ رہی ہے علم کچھ تو مولنا اصلاحی کے خط سے قارئین کرام کو ہو چکا ہے اس علاوہ ان کے مستعفی ہونے پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "المنبر" نے جو خون کے انسو بہائے ہیں وہ بھی ذیل کی سطور میں ملاحظہ کر لیجئے :-

" جماعت اسلامی کے نام سے مجتمع اور منظم ہونے والے خادمان دین کا یہ قافلہ آج کس صورت حال سے دوچار ہے - اسے گذشتہ ڈیڑھ دو سال کے عرصہ میں کن حوادث سے گذرنا پڑا ہے اور ان حوادث میں اس قافلہ نے اپنی متاع عزیز ـــ نصب العین ـــ کو کس طرح لٹایا اور یہ قافلہ کن بھول بھلیوں میں کھو جانے پر مجبور ہو چکا ہے یہ تفصیلات ہمارے سینے کے مستقل داغ بن چکی ہیں اور اس دفینہ کو ہم آج تک محفوظ رکھے ہوئے ہیں، خدائے علیم و خبیر آگاہ ہے کہ اس لُٹے ہوئے قافلہ کے ایک ساتھی کی حیثیت سے ہم اپنے دل میں کتنا گہرا درد اور اس صدمہ کی کتنی شدید ٹیس محسوس کر رہے ہیں اور ما فی الصدور سے واقف ذات اقدس اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ گذشتہ دو تین سال میں ہم نے اپنی آہوں اور نالوں پر کس طرح قابو پایا ہے ـــ

مولانا امین احسن اصلاحی کے استعفیٰ کے بعد وہ آخری سہارا بھی ٹوٹ گیا جو جماعت کو نقطۂ اعتدال پر رکھنے اور اس کے بے راہ روی و گمراہیوں میں توازن قائم رکھنے کی علمبرداری کا اہم ترین ذریعہ تھا ـــ مولانا اصلاحی فضول اور لغو قسم کے الزامات و اعتراضات اور شدید نوعیت کی مایوسی کے طوفان سے ٹکرانے کے بعد اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اس جماعت سے الگ ہوئے"

معاصر "المنبر" کے یہ الفاظ مولانا مودودی کے خلاف جن جذبات کا اظہار کرتے ہیں وہ الم نشرح ہیں خدا کی شان ہے وہ شخص جو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ملک کے سر بر آوردہ لوگوں اور احراریوں کی فتنہ پسند جماعت کے ساتھ مل کر جماعت احمدیہ کو مٹانے پر تُل گیا تھا اور آج تک اسے علیٰحدہ اقلیت قرار دینے پر اڑا ہوا ہے۔ آج خود اس کی اپنی جماعت اس کا ساتھ چھوڑ کر تتر بتر ہو رہی ہے اور خود اس کے خلاف اسلام طریق پر نالاں ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے ابھی چند روز ہوئے لاہور کی بین الاقوامی مجلس مذاکرہ میں احمدیوں کی شمولیت کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں کر کے انہیں رکوا دیا، جیسا کہ خود اس کے نفس ناطقہ "ایشیا" کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے :-

" مجلس مذاکرہ کے سلسلہ میں چند مولوی صاحبان مضحکہ خیز سرگرمیوں میں مصروف رہے ہیں ان میں سے افسوسناک ترین حرکت یہ تھی کہ بعض عربی علماء سے مل کر انہوں نے مولانا مودودی کے خلاف دل کا بخار نکالا ان کا الزام یہ تھا کہ مولانا مودودی مرزائیوں کو مذاکرہ میں شامل رکھنے کی حمایت کر رہے ہیں .... ایک مندوب نے اس عالمانہ بخوئی کا تذکرہ ہمارے ایک رفیق سے کیا تو انہوں اصل پوزیشن واضح کی کہ مولانا مودودی نے خاموشی سے اس سلسلہ میں خاص سعی کی ہے کہ قادیانیوں کو الگ رکھا جائے تاکہ مذاکرہ کسی ناخوشگوار صورت سے دوچار نہ ہونے پائے یہ خاموش کوشش اس ہنگامہ سے زیادہ کامیاب رہی جو ان مولوی صاحبان نے مچا رکھا تھا"

سُن لیا آپ نے ؛ یہ ہیں مودودی صاحب! اور یہ ہے انکا تقویٰ و دیانت کہ اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو مجلس مذاکرہ میں

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

زکوٰۃ قومی و ملّی ضروریات کو پورا کرنیکا ایک اہم ذریعہ ہے!

زکوٰۃ کا روپیہ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور تمام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس سلئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں۔ اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے، زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے یہی سنت نبوی ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا قومی بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں۔ آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے اور زکوٰۃ اور جہاد دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے ہاں انجمن کے اس فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبوی پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے۔ امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور اپنی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر اور مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار، آنریری افسر تحصیل، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ایک گم کردہ راہ قافلہ بسلسلہ صفحہ ۲

کی امداد سے جو چاہیں کرتے رہتے ہیں اور وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں۔

جو اصحاب ۱۹۴۱ء میں میرے ہمراہ جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے تھے ممکن ہے ان میں سے دو ایک اصحاب بطور تبرک ابھی تک جماعت سے منسلک ہوں۔ باقی سارے دیرینہ کارکن یکے بعد دیگرے علیحدہ ہو چکے ہیں۔

مَیں نے سولہ سال کے بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑا ہے۔ اور اب ایک صحرا میں کیکر کے سہارے تنہا کھڑا ہوں میں تھوڑے دنوں کے بعد ہی یہ فیصلہ کر سکوں گا کہ آئندہ مجھے خدمت دین کیلئے اجتماعی یا انفرادی طور پر کیا کرنا چاہیئے۔

مقالہ — بسلسلہ ص ۳

شمولیت سے رکوا دیا، تاکہ اس جماعت کے عالمانہ مقالات ان کی گہما گہمی کو پھیکا نہ کر دیں، خدا نے چند ہی دن میں اس کے اندرونہ کو کھول کر رکھ دیا اور خود اسکی اپنی جماعت کے ذریعہ سے اسے ایسا ننگا کر دیا کہ دنیا اس پر انگشت بدنداں ہے یہ ایک اور درخشندہ نشان ہے جو آج سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کی صداقت پر شاہد ناطق ہے اس مامور الٰہی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک، میں اس شخص کو رسوا کر دوں گا جو تیری رسوائی کے درپے ہو، اس وعدہ الٰہی کے مطابق ہم نے کئی تماشے آج تک ۔۔۔۔ دیکھے اور آئے دن دیکھنے میں آتے ہیں، مولانا مودودی کے متعلق ان کے مخلص کارکنوں کے انکشافات اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ سلسلہ احمدیہ ایک خدائی سلسلہ ہے جس کو مشیت الٰہی قائم رکھنا چاہتی ہے اور اسکو مٹانے کی کوشش کرنے والے نذر مٹ کر رہ جائیں گے۔

مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

ہمارے محترم اور مکرم بزرگ مولانا مرتضیٰ خاں حسن قریباً دو ماہ سے صاحب فراش ہیں، پہلے انفلوئنزا کا سخت حملہ ہوا، جس نے اس قدر کمزور اور نڈھال کر دیا کہ بستر سے اٹھنے کی سکت نہ رہی پھر اسی سلسلہ میں بلڈ پریشر نے اور زیادہ ناتوانی پیدا کر دی ہوتے ہوتے بندش پیشاب کا عارضہ ہو گیا جس کی وجہ سے گنگارام ہسپتال میں داخل ہونا پڑا، آج قریباً آٹھ دن اس ہسپتال میں پڑے ہوئے ہو گئے ہیں اور ابھی تک تکلیف چل رہی ہے جو بعض دفعہ بڑی شدت اختیار کر لیتی ہے علاج باقاعدہ ہو رہا ہے ممکن ہے اپریشن کرانا پڑے۔

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ مولانا ممدوح کے لئے دردِ دل دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کامل عطا فرمائے۔

انبیا اور مامورین کی خطرناک مخالفت اور انجام کار انکی کامیابی

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولو اننا نزّلنا الیھم الملئکۃ و کلمھم الموتیٰ وحشرنا علیھم کل شیء قبلًا ما کانوا لیؤمنوا الّا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون ...... لامبدل لکلمتہ و ھو السمیع العلیم ——— (الانعام ۱۱۲ تا ۱۱۶)

حضرت رسول کریم صلعم کی مشکلات

ان آیات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خطرناک مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین نے قوم کے اندر آپ کے خلاف بہت بڑا زہر پھیلایا۔ وہ بڑی طاقت، بڑے رعب داب اور بڑے جتھے کے مالک تھے۔ اور ان کے مقابلہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے کس نظر آتے ہیں۔ آپ کا کوئی جتھہ نہیں، کوئی طاقت نہیں، کوئی رعب داب نہیں، اس صورت حال کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور بتایا ہے کہ بڑے سے بڑے پیغمبر کا بھی سخت ترین مقابلہ ہوتا رہا۔ شدید ابتلاء پیش آتے رہے اس کو اور اس کے ساتھیوں انتہاء درجے کے ابتلاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن نتیجہ آخر کار یہی ہوتا رہا ہے والعاقبۃ للمتقین انجام کار متقی ہی کامیاب ہوتے ہیں، اور تمام معاندین خائب و خاسر ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ابتلا اور مصائب میں پختگی اخلاق

ان آیات میں تبلایا ہے کہ دشمن تو دشمن ابتلاء سے بعض اپنے لوگوں کے دلوں میں بھی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے ان کے قدم بھی راہ حق سے ڈگمگانے لگتے ہیں اور وہ ابتلاؤں اور مشکلات کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں، حالانکہ ابتلاء اور مصائب کے بغیر نہ پیغمبر کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے نہ متبعین کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے، سونے کو آگ میں ڈالنے کا نام عربی میں فتن ہے، اسی کو فتنہ اور ابتلا کہتے ہیں، ایک مومن جب فتنہ کی آگ میں ڈالا جاتا ہے تو اس کے اخلاق سونے کی طرح چمک اٹھتے ہیں، خدا کے پیغمبر مجدد اور محدث جب آتے ہیں تو انہیں اور ان کے ساتھیوں کو مصائب کی چکی میں پیسا جاتا ہے جس سے تمام کمزوریاں اور کھوٹ نکل جاتا ہے اور جس کے دل میں مرض ہو اور کمزور ہو، وہ کبھی پیچھے ہٹتا ہے، کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر دیکھتا ہے اور پورے طور پر ساتھ دینے سے جھجکتا ہے۔

جہاد کی زندگی اور متقیوں کی کامیابی

ان آیات میں یہ بھی بتایا ہے کہ مسلمان قوم کی زندگی جہاد کی زندگی ہے، مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی زندگی ہے اس مقابلہ سے انکی طاقت بڑھتی ہے انکے قویٰ میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور وہ آخر کار ان مشکلات پر غالب آجاتے ہیں والعاقبۃ للمتقین وتمت کلمۃ ربک صدقًا وعدلًا خدا ہی کی باتیں پوری ہوتی ہیں، دشمن کی نہیں، متقی کے ساتھ لوگ ہو جاتے ہیں اور مامور کی جماعت حزب اللہ کہلاتی ہے۔

معاندین کی اندھی دشمنی اور تعصب

یہی ذکر ان آیات میں ہے فرمایا ولو اننا نزلنا الیھم الملئکۃ وکلمھم الموتیٰ وحشرنا علیھم کل شیء قبلًا ما کانوا لیؤمنوا۔ ان کے سینوں میں جو آگ بھڑک رہی ہے جو تعصب ان کے دلوں پر مسلط ہے، اس کی وجہ سے یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، اگر فرشتے بھی آکر کہدیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ رسول سچا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کی متابعت کرو ما کانوا لیؤمنوا ان کی اندھی دشمنی اور تعصب ان کو ایمان لانے سے باز رکھے گا، اور فرشتوں ہی پر منحصر نہیں، وکلمھم الموتیٰ اگر ہم مُردوں کو قبر سے نکال لائیں اور وہ آکر بتائیں کہ مخالفت کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں، رسول پر ایمان لانا ضروری ہے ما کانوا لیؤمنوا تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے، وحشرنا علیھم کل شیء قبلًا اور اگر فرشتوں کو آمارنے اور مُردوں کے کلام کرنے کے علاوہ تمام قسم کے دلائل اکٹھے کر کے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں، اور رسول کی صداقت ہر رنگ میں ثابت کر دی جائے ما کانوا لیؤمنوا تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

رؤسائے مکہ کی دشمنی

تاریخ میں ان لوگوں کا ذکر موجود ہے، جنہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا اور آپ کے خلاف خطرناک پراپیگنڈا کرتے رہے، ابوجہل اور ابولہب کے نام تو بہت مشہور ہیں، ابوسفیان کو بھی بہت لوگ جانتے ہیں، ان کے علاوہ شیبہ اور عتبہ آپ کے خطرناک دشمن تھے۔ الولید بن مغیرہ ایک بہت بڑا شاعر تھا اس کا بہت بڑا اقتدار اور رعب قوم پر تھا۔ قوم یقین کرتی تھی کہ وہ بڑا آدمی ہے اور ابن کالکاتھی العاصی بن وائل بھی قوم میں بہت بڑا اثر رکھتا تھا، ان کے علاوہ الاسود بن عبد یغوث اور الاسود بن مطلب وغیرہ نہایت سخت ترین دشمن تھے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ لوگوں نے کہا دیکھئے، عقل کی بات سنئے لولا نزل ھذا القراٰن علیٰ رجلین من القریتین عظیم۔ مکہ میں بڑے بڑے آدمی ہیں۔ طائف میں بڑے رتبے والے آدمی ہیں، یہ دعوےٰ آپ کا باطل ہے کہ آپ پر خدا کی کتاب اتری ہے یہ سارا ملک جن لوگوں کو بڑا یقین کرتا ہے اُن پر نبوت کیوں نہیں اتری؟ نبوت کے لئے آپ جیسے غریب اور یتیم کا وجود ہی رہ گیا تھا؟ ان مقتدر ہستیوں کے مقابل پر اھذا الذی بعث اللہ رسولًا کیا اس شخص کو خدا نے رسول چنا ہے جس کے پاس ہی کچھ نہیں، خدا کا بھی انتخاب دیکھ لیا، الولید نے کہا لو کان النبوۃ حقًا لکنت احق بھا من محمد فانی اکثر منہ مالًا وولدًا واعز نفرًا لوگو! کیا تم کو علم نہیں کہ میں زیادہ معزز ہوں، میرا مال، میری اولاد، میرا جتھہ ہے، اگر نبوت کا ملنا حق ہے، تو سب سے زیادہ اس کا حقدار میں ہوں، ان کے پراپیگنڈا کا بہت اثر تھا اور اس پراپیگنڈا سے ان کا اقتدار اور بھی بڑھتا تھا اور اسی لئے قوم ان کی حمایت پر کھڑی ہو گئی اور اس سارے پراپیگنڈا کی اصل غرض یہی تھی کہ لیڈروں کی جمعیت مضبوط ہو جائے اور ان کے دل نفرت سے بھر جائیں، دشمنوں کی شدید مخالفت سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم کی پریشانی بڑھتی تھی اور حضور کے متبعین بھی بے چین ہوتے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی جماعت کی تسلی کی خاطر فرمایا۔ گھبرانا نہ چاہیئے ہر پیغمبر کے مقابل پر رؤسائے قوم اٹھتے اور اسی قسم کی شرارت برپا کرتے ہیں یہ تو سنۃ اللہ ہے کہ پیغمبر کے لئے ابتلا آئیں، وکذالک جعلنا لکل نبی عدوًا۔ یہ پروپیگنڈا یہ دشمنی، ہر نبی اور ہر مامور اور مجدد کو پیش آتی ہے۔

حضرت مجدد وقت کی مخالفت

آپ کو معلوم ہے کہ پنجاب کے ایک سب سے بڑے عالم مولوی محمد حسین بٹالوی تھے انہوں نے کہا کہ میں نے مرزا کو بلند کیا ہے اور میں ہی اسے گراؤنگا پنجاب کے ہر شہر اور ہر مسجد میں مخالفت کی آگ انہوں نے بھڑکائی، وہ حضرت مرزا صاحب کو منشی غلام احمد کہکر پکارتا تھا، اور کہتا تھا کہ اس شخص کو آتا ہی کیا ہے کوئی عربی کی تعلیم اس کی نہیں، نہ صرف جانے نہ نحو۔ وکذالک جعلنا لکل نبی عدوًا ہر مامور کے دشمن ایسا ہی کہتے آئے ہیں، مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے، جب مہدی آئے گا تو سوا لاکھ آدمی فوراً اس کے ساتھ ہو جائے گا، یہ غلط ہے وکذالک جعلنا لکل نبی عدوًا مامور آئے تو دشمن

اس کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں، اور یہی کہتے ہیں کہ ہم اسے کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ پنجاب کے ایک لیڈر نے شہرت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے تحفظ ختم نبوت کا طوفان برپا کیا تھا۔ لیکن دیکھ لیجئے جس کو کہتے تھے کہ کامیاب نہ ہونے دیں گے، وہ تو کامیاب ہو گیا، اور دشمن کچھ بھی نہ اس کا بگاڑ سکے، خدا کا وعدہ تھا واللہ یعصمك من الناس۔ اس میں بتایا گیا کہ مخالفت ایسی سخت ہو گی کہ جان کے لالے پڑ جائیں گے، اور دشمن ہر طرح سے مقابلہ کرے گا وکذٰلك جعلنا لكل نبي عدواً اور وہ جو ساتھی ہیں ان کی بھی کمزوری ظاہر ہو جائے گی کہ ان کا قدم پورا نہیں اُٹھتا۔

چکنی چپڑی اور فریب دہ باتیں

عدوا شیٰطین الانس والجن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جو نظر آنے والے شیطان ہیں، یہ زیادہ خطرناک ہیں یوحی بعضهم الیٰ بعض زخرف القول غروراً یہ شیطان ایک دوسرے کے دل میں نہایت مؤثر طریق سے زہر ڈالتے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنے ساتھ ملائیں اور اس طرح اپنا جتھہ اور اپنی طاقت بڑھائیں۔

ناواجب مطالبات اور جھوٹے وعدے

اور کہتے ہیں واقسموا باللہ جهد ایمانهم لئن جاءتهم اٰية ليؤمنن بها قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں اگر کوئی معجزہ ہوا تو ہم ساتھ ہو جائیں گے، کوئی کہتا ہے اگر آپ سچے رسول ہیں تو فرشتے آسمان سے کیوں نہیں اُترتے، جو آپ کی صداقت کی شہادت دیں، کوئی نہر ہی جاری کر دیں تاکہ صحرا بدل کر لہراتی ہوئی کھیتیاں بن جائیں ایسے معجزے کے مشاہدے کے بعد کون شخص آپ کا دشمن رہ سکتا ہے اور نہیں تو آسمان سے آواز ہی آ جائے کہ یہ ہمارا سچا نبی ہے۔ دیکھتے ہو شام اور ایران کے سفیر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ اور ٹھاٹھ کے ساتھ ہمارے ہاں آتے ہیں لیکن خدا کا نبی ہو کر آپ کا نہ وہ جاہ و جلال ہے، نہ کنگن و نگین ہاتھوں میں ہیں آخر کوئی تو بات ہو کوئی معجزہ دکھاؤ، نہر ہی چلا دیں، کوئی باڈی گارڈ ہوں، ہم ضرور مان لیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر ہم فرشتے بھی اتاریں، مردے بھی ان سے کلام کریں۔ اور تمام معجزات اور دلائل اکٹھے کر دیں ما كانوا ليؤمنوا وہ ایمان لانے والے نہیں، اتنی بڑی دشمنی ان کے دلوں میں ہے ولو شاء ربك ما فعلوه، تیرا بھیجنے والا، تیری ربوبیت کرنے والا تیرا حامی و ناصر، خدا اگر چاہتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ لیکن اس نے انسان کو ارادے اور اختیار کا مالک بنا رکھا ہے وہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کی فطرت کو تبدیل کر دے اور ان کو ایمان لانے پر مجبور کرے اس لئے ان کو چھوڑ دو اور جو کچھ وہ افترا کرتے ہیں، اس کی پروا نہ کرو۔

ملمع سازی کی باتوں سے دلوں کو مائل کرنے کی کوشش

ولتصغیٰ الیه افئدة الذين لا يؤمنون بالاٰخرة۔ یہ ملمع سازی کی گفتگو اور یہ خطرناک پراپیگنڈا اس غرض سے کیا جاتا ہے تاکہ پبلک ان کی باتوں کو پسند کرنے لگے اور وليقترفوا ما هم مقترفون اور لیڈروں کے رنگ میں رنگین ہو کر وہ بھی اسی قسم کی شرارتیں کرنے میں مصروف ہو جائیں جن شرارتوں کے وہ لیڈر اور بانی ہیں۔

قرآن کریم دائمی معجزہ ہے

لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ سب پراپیگنڈے غلط ہیں، وہ معجزہ مانگتے ہیں، قرآن کریم دائمی معجزہ ہے۔ چڑیاں بنانا اور لاٹھی کا سانپ بنانا وقتی معجزہ تھا جو ان نبیوں کے ساتھ ہی مٹ گیا، قرآن کریم حق و حکمت سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ اس حق و حکمت کی وجہ سے اسے ثبات حاصل ہوگا، اور دائمی طور پر وہ ایک عظیم الشان معجزہ کا کام دے گا وهو الذي انزل اليكم الكتٰب يعلمون انه من ربك بالحق فلا تكونن من الممترين۔ محمد رسول اللہ صلعم امی انسان پر ایسی کتاب اترتی ہے جو علم و حکمت سے بھری ہوئی ہے امی ہو اور عالمگیر نظریئے بیان کرے۔ ایک وقت دنیا ان اعتقادات اور ان نظریات کو قبول کرے گی۔

حضرت مرزا صاحب کی بےنظیر تصنیفات

اسی طرح حضرت مرزا صاحب ایک گاؤں کا رہنے والا اور گاؤں بھی شہر سے بہت دور بٹالہ سے دس میل کے فاصلہ پر، حضرت مرزا صاحب کی کوئی لائبریری نہ تھی، یہ شخص کہتا ہے، کہ میں قرآن کے معارف بیان کروں گا اور کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا، اس نے مکہ والوں کو، مصریوں اور شامیوں کو چیلنج کیا کہ کوئی اس کے مقابلہ میں لکھ کر دکھائے۔ اس نے ایسی فصیح و بلیغ عربی زبان میں کتابیں لکھیں جن کا مقابلہ نہ مکے والے کر سکے نہ مصریوں وغیرہ کو مقابلہ کی جرأت ہوئی، انہوں نے کہا کوئی صرف و نحو جاننے والے، کوئی بڑے سے بڑا شاعر ہو اور جو قرآن و حدیث جاننے والے علماء ہیں میری عبارات [illegible] نکال کر دکھائیں، لیکن کوئی بھی چار سطریں نہ لکھ سکا، وہ نثر لکھتا لکھتا جہاں رکتا ہے نظم میں لکھنا شروع کر دیتا ہے اور اشعار پر اشعار لکھتا چلا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ایک بحر ذخار موجزن ہے، ہندوستان پنجاب کے علماء و فضلا جن کا رات دن کا مشغلہ حضرت صاحب کی دشمنی تھی، ان میں سے ایک کو بھی میدان مقابلہ میں اترنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ عربی ممالک میں کوئی ایسا جوانمرد نمودار ہوا جو تاب مقاومت لا سکے۔ بیروت حضرت مرزا صاحب کی کتابیں عربی ممالک کے لوگوں اور بڑے بڑے عربی دان علماء کے سامنے رکھیں اور ان سے رائے طلب کی، انہوں نے اعتراف کیا کہ ایسی فصیح و بلیغ عربی اور ایسے حقائق و معارف کا جواب نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے ہر شخص نے اعتراف کیا کہ تصنیفات لاجواب ہیں۔ آقا نے قرآن کریم کو پیش کیا کہ کوئی اس کی نظیر نہیں لا سکتا، غلام نے بھی کہا کہ ہم قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کرتے ہیں کوئی اس کی نظیر نہیں لا سکتا، یہ کتابیں رہتی دنیا تک اپنا بے مثل ہونا منواتی رہیں گی قرآن کریم کی آیات کو آج عیسائی لغت نویس بھی بطور سند پیش کرتے ہیں۔

جلسہ مذاہب میں لیکچر

قرآن کریم بہت بڑا معجزہ ہے، حضرت مرزا صاحب نے قرآن کے معارف بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں عشق پیدا کر دیا۔ یہاں لاہور میں جلسہ مذاہب ہوا، جس میں ہندو عیسائی سکھ وغیرہ سب جمع ہوئے، سب نے اپنے اپنے مذہب کی نمائندگی کی، حضرت مرزا صاحب کا مضمون بھی اس میں پڑھا گیا۔ تمام لوگوں نے کہا کہ آپ کا مضمون سب سے اعلیٰ ہے،

بشپ لیفرائے سے مقابلہ

اور ایک عیسائی، لاٹ پادری لیفرائے یہاں آیا، شکل سے بہت خوبصورت، اور عربی فارسی اور اردو پر قدرت رکھتا تھا اس نے معصوم نبی پر لیکچر دینے کا اعلان کیا حضرت مرزا صاحب نے پہلے سے اس کا جواب لکھ کر بھیج دیا جو لاہور کی پبلک کو بہت پسند آیا جس کی وجہ سے لاٹ پادری کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اور اسے مناظرہ کا چیلنج دیا، اس نے چیلنج قبول کرنے سے گریز کیا، اخبار پائنیر اور سول نے اس پر زور دیا کہ چیلنج کا جواب دو، لاہور کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ کوئی جواب دئے بغیر شملہ بھاگ گیا، اسی دوران میں اتفاق سے میں ایک انگریز کے ہاں بیٹھا تھا کہ لارڈ بشپ لیفرائے بھی آ گیا، اس انگریز نے تعارف کرایا اور کہا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کے مرید ہیں۔ لیکن اس نے صرف Very interesting کہکر ٹال دیا۔ اور کوئی بات چیت میرے ساتھ نہ کی۔

پاکیزہ زندگی اور نمایاں کامیابی

پھر حضرت مرزا صاحب کی نیکی کی دنیا معترف تھی قادیان کے لوگ، ہندو، سکھ، مسلمان سب معترف تھے کہ آپ نے نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی ہے، سکھ انہیں بھگت کہتے تھے ان کی کتابیں موجود ہیں، انکو ماننے والی ایک قوم موجود ہے انکا قائم کردہ سلسلہ جاری ہے اور یورپ امریکہ تک ان کا نام پہنچ چکا ہے، لیکن دشمن کی نہ کوئی کتاب موجود ہے اور نہ اسکا نام ہی باقی ہے وہ جو کہتے تھے کہ ہم نے اس کو بلند کیا ہے اور ہم ہی گرائیں گے وہ خود ہی مٹ گئے، یہ ہے خدا کا کرشمہ اور اس کا فضل، اور خدا دکھانا چاہتا ہے کہ دشمن اور کمزوری دکھانے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کھرے اور کھوٹے کی آزمائش

تو یہ ایک بڑا معرکۃ الآرا رکوع ہے جس میں بتایا ہے کہ ہماری یہ سنت ہے کہ ہم لوگوں کے دل و دماغ تبدیل نہیں کرتے ہم نے انسان کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ خود اپنے لئے رستہ تلاش کریں، اس طرح خدا دیکھتا ہے کھوٹا کون ہے اور کھرا کون ہے اور مادہ کون۔۔۔

مدیر آزاد نوجوان مدراس اور مدیر روشنی سرینگر کی خط و کتابت

"پیغام صلح" مؤرخہ ۲۷ر نومبر میں مدیر "نوجوان" مدراس اور مدیر "روشنی" سرینگر کی خط و کتابت شائع کی گئی تھی، اسی سلسلہ کے آخری دو خطوط اب موصول ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

نوجوان صاحب کا پانچواں خط

اسلامک سنٹر۔ مدراس ۲۸، ۹، ۵۷

بخدمت شریف جناب عزیز کشمیری صاحب ایڈیٹر روشنی سرینگر (کشمیر)

آپ کا مراسلہ نمبر ۳۱۲/ل / ۲۱/۸/۵۷ مجھے ۹/۹/۵۷ کو ملا۔ شکریہ۔ میں نے آپ کے تمام خطوط بڑے غور سے پڑھے ہیں۔ آپ نے اپنے دعوے کی سند میں آج تک کوئی دلیل ایسی پیش نہیں فرمائی جس سے آپ کا استدلال ثابت ہو جاتا۔ اس کے برعکس آپ دیکھیں گے۔ کہ میں نے اپنے استدلال کو ثابت کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متواتر حوالہ جات بطور دلائل پیش کئے ہیں، جن سے یہ بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یقیناً دعویٰ نبوت فرمایا۔ لیکن ایسی نبوت جو غیر تشریعی تھی اور آپ کو یہ مقام سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فیضان میں حاصل ہوا۔ آپ نے پوچھا ہے کہ "مجھے یہ الہام کب ہوا کہ مجھے لاہوری انجمن کا خوف ہے۔" حالانکہ میں نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب آپ نے ان الہامات کو تسلیم نہیں کیا۔ جو میرے اور آپ کے روحانی لیڈر امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوئے۔ تو مجھ کو اگر الہام بھی ہو جائے تو آپ تھوڑے ہی یقین کریں گے۔ بات دراصل اتنی ہے کہ جن لوگوں کو حقیقت کو فراموش کرنا اور واقعات کو نظر انداز کرنا آتا ہے وہ آپ جیسا طریق اختیار کرتے ہیں آپ سے جب میرے پیش کردہ دلائل توڑے نہ گئے تو آپ نے غیر احمدیوں کی طرح یہ کہکر فرار اختیار کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کہ میں "خود فریبی اور غلو پر محمول ہوں"۔ آپ کا یہ بیان بھی بے بنیاد ہے۔ اگر میں یہ دریافت کروں کہ میرے "خود فریبی اور غلو پر محمول" ہونے کا آپ کو کب سے الہام ہونے لگا تو آپ اپنے منہ میاں مٹھو بن کر رہ جائیں گے۔ خیر چھوڑیئے اس بحث کو۔ کسی کو اس طرح کا جواب دے کر مجھے کیا مل جائے گا۔

آپ کو بے شک آزادی رائے کا حق ہے۔ میرے دوسرے ہی خط میں میں نے آپ کو اس آزادی کا یقین دلایا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ میں نے والٹیر کا ایک انگریزی قول بھی پیش کیا تھا۔ وہ آزادی ہی کیا جو انسان کو ایک امر واقعہ سے غافل کر دے۔ ایسی آزادی خود غرضی تو کہلا سکتی ہے۔ اور خود مختاری نہیں کہلا سکتی۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعووں ہی کا انکار کر دیا اور اس انکار کا نام "آزادی رائے" رکھ لیا۔ تو ایسی آزادی ہونے کی حقیقت آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ذرا غور تو کیجئے کہ جس شخص کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو) اللہ تعالےٰ نے حکم و عدل بنا کر بھیجا ہو۔ اور جس کے متعلق ہمارا یہ یقین ہو کہ وہ بیشک خدا کی طرف سے تھا۔ تو پھر ایسی کوئی آزادی رائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو اسی حکم و عدل کے قول و فعل کے خلاف ہو۔ آپ نے خواہ مخواہ جماعت احمدیہ قادیان پر چوٹ کی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا رویہ ہماری دوستی، برادری رواداری اور علمی چھیڑ چھاڑ کے بالکل خلاف ہے۔ ہمیں باوجود اپنی اختلاف رائے کے اپنے اندر اخلاق اور کیریکٹر پیدا کرنا چاہیئے۔ احمدی کیریکٹر کا یہی تقاضا ہے۔ اب اگر جوابی رنگ میں بھی کچھ لکھ دوں تو آپ یقیناً پسند نہ فرمائیں گے۔

اب میں آپ کے سوالات کی طرف آتا ہوں، امید ہے آپ میرے جوابات کو غور سے پڑھیں گے۔ خدا کے لئے یہ نہ سوچئے۔ کہ مجھے کسی نہ کسی طرح "نوجوان" کی بات کو توڑنا ہے بلکہ یہ دیکھئے کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہے اس میں صداقت اور حقیقت بھی ہے یا نہیں، تو خدا تعالےٰ سے دعائیں کیجئے آپ پر حق کھل جائے گا۔

آپ کا ایٹم نمبر ۱۔ آپ کی لفاظی کا آئینہ دار ہے

آپ کا سوال نمبر ۲۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اصطلاحی معنوں میں دعویٰ نبوت ہرگز نہیں کیا ہے۔" آپ کے اس سوال پر مجھے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ .... ذرا آپ ہی بتائیں کہ آپ کی اصطلاح میں اصطلاحی معنوں میں دعویٰ نبوت کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کی تعریف کیا ہے؟ ـــــ آپ نے آگے چل کر لکھا ہے کہ "بلکہ ایسی نبوت کا جو معیار آپ نے بتایا ہے اس پر خود آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) پورے نہیں اُترتے ہیں۔" آپ کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نبوت کے معیار کو آپ نے سمجھ ہی لیا ہے، اب کمی صرف اتنی ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس معیار پر پورے اُترتے نہیں پا رہے۔ آپ کا یہ گمان محض آپ کی سمجھ کا قصور ہے، ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف اپنے آپ کو معیار نبوت پر پرکھنے کا بھی حکم دیا بلکہ اپنے آپ کو معیار نبوت پر اپنے قول و فعل سے پورے اُتار کر بتا دیا۔ جس کا آپ جس قدر چاہیں انکار کریں۔ مگر حضرت اقدس کا دعوےٰ نبوت اپنے زبان و قلم سے پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا ہے:۔

(۱) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس کے مستحق نہیں۔"
(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

(۲) "ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں"
(بدر ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء)

(۳) "جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں"
(آخری خط اخبار عام ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء)

(۴) "صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"
(حقیقۃ الوحی ص ۶۷)

آپ نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اچھا سہارا تلاش کیا ہے۔ کس سادگی سے آپ فرماتے ہیں۔ کہ "کثرت مکالمہ مخاطبہ کو اسلامی اصطلاح میں محدثیت قرار دیئے" ـــــ جس کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا نام آپ محدثیت قرار دیتے ہیں۔ وہ آپ کی خاص کشمیری یا لاہوری اصطلاح تو ہو سکتی ہے لیکن اسلامی اصطلاح ہرگز نہیں کہلا سکتی۔ یہ بڑا ہی حسین دھوکہ ہے جو آپ کو لگا ہے۔ سنئے کشمیری صاحب! ذرا اچھی طرح کان کھول کر سنئے میرے اور آپ کے روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا فرماتے ہیں:۔

(۱) "خدا تعالےٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ (یعنی کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہو۔ ناقل) اسے نبی کہتے ہیں۔" (بدر ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء)

(۲) "پس اس بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے عطا کی گئی ہے۔"
(آخری خط۔ اخبار عام ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء)

(۳) "اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لاتا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ملا ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح۔"
(حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

دیکھ لیجئے جس کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا نام آپ محدثیت رکھتے ہیں، حضور اسی کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتے ہیں۔ لیجئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام واضح الفاظ میں آپ کے محدثیت والے نظریہ کی یوں تردید فرماتے ہیں کہ "اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا پھر بتاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار غیب ہے" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۴) "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوا ۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اس الہامی عبارت کو چار بار پڑھ لیجئے۔ اور پھر غور کیجئے کہ امور غیبیہ اور کثیر وحی الٰہیہ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو نبی قرار دے رہے ہیں یا محدث؟ اگر مندرجہ بالا حوالہ میں نبی کی جگہ بقول آپ کے مکالمہ مخاطبہ کا نام محدث رکھدیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ۱۳۰۰ سال میں محدث کا نام پانے کے لئے صرف حضرت مسیح موعود ہی مخصوص ہوئے۔ اور آپ سے پہلے اس امت میں کوئی محدث نہیں گذرا۔ کیا کوئی صاحب عقل اس تعریف تشریح یا استدلال کو تسلیم بھی کر سکتا ہے .... اور بقول آپ کے "اسلامی اصطلاح کہلا سکتی ہے؟" آپ فرماتے ہیں کہ۔ "اخبار عام کا حوالہ اخبارات میں شائع کرتے ہوئے اُس کے ساتھ ساتھ مسیح موعود علیہ السلام کے ان حوالجات کو بھی آپ ان سارے اخبارات میں شائع کرائیں جنہیں میں پیش کروں گا" آپ کا آخری جملہ بتلاتا ہے، کہ اب تک آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان حوالجات کو پیش نہیں فرمایا۔ تب ہی تو آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ جنہیں میں پیش کروں گا" ـــــ کیوں کیا میں نے اس خط میں شروع میں صحیح نہیں کہا تھا۔ کہ آپ نے اپنے دعوے کی سند میں کوئی دلیل ایسی پیش نہیں فرمائی۔ جس سے آپ کا اشتباہ ہو جاتا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "بقول حضرت مسیح موعود اس کا منکر کافر نہیں ہو سکتا۔" آپ نے ایک قول تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب فرما دیا.... ...مگر حوالہ حضور کا پیش نہیں فرمایا۔ لیجئے میں آپ کو پھر بتاتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

(۱)۔ "دوسرا یہ کفر کہ وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتب میں تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا کے رسول کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم کے ہیں"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۹)

حضور کا یہ عقیدہ بھی ایسا ہے جس پر آپ اپنے آخری دم تک قائم رہے۔ حضور اپنی وفات سے دو دن پیشتر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

(۲) ایک شخص نے سوال کیا۔ کیا آپ کو نہ ماننے والے کافر ہیں؟ حضور نے جواب دیا۔ مولویوں سے جا کر پوچھو۔ کہ ان کے نزدیک جو مسیح اور مہدی آنے والا ہے اس کو جو نہ مانے گا اس کا کیا حال ہو گا۔ پس میں وہی مسیح و مہدی ہوں جو آنے والا ہے"

(بدر ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے ظلی نبی ہونے کا دعوے تو کیا۔ لیکن ظلی مہدی اور ظلی مجدد ہونے کا دعوے نہیں کیا ہے لیجئے صاحب! سن لیجئے..... حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی قرآن و حدیث میں خبر دی گئی ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۱)

اب کیا آپ یہ کہیں گے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیونکہ اس حوالہ میں صرف مجازی اور روحانی طور پر مسیح موعود ہیں۔ لہٰذا آپ حقیقی طور پر مسیح موعود نہ تھے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ تو کیا آپ کا کوئی احمدی کہلانے والا ساتھی ایسا ہرگز نہیں کہے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف "مسیح ہندوستان میں" کے صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں "میں حقیقی مسیح موعود ہوں"۔ بتائیے اب آپ اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ۔ آپ کا سوال نمبر ۶ اور نمبر ۷ بھی عجیب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی کا خطاب پانے اور نبوت کے مقام تک پہنچنے کی توجیہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جو از خود نبی نہ ہو ـــ آپ کے اس نظریہ نے آپ جیسوں کو حقائق کی روشنی سے نکال کر غیر حقائق کی روشنی میں دے مارا ہے۔ کہتے شبہ کہ آپ کی یہ اپنی حجت ـــ دوسروں کو تو منا سکتی ہے۔ لیکن کسی سچے احمدی کو چکمہ نہیں دے سکتی ذرا یہ تو بتائیے کہ جو شخص از خود نبی نہیں وہ بھلا اپنے نبوت کے خطاب یا نبوت کے مقام اور نبوت کی حقیقت کو سمجھ ہی کیا سکتا ہے؟ ۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئیے کہ ـــ ہر مدعی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود بتائے کہ اس کا دعوے کیا ہے؟ لیکن اس کے برعکس آپ فرماتے ہیں کہ "وہی شخص کر سکتا ہے جو از خود نبی نہ ہو"۔ خدارا اس امر پر غور فرمائیے کہ جس شخص کو خدا نے نبی کہا ہو۔ اور اس شخص نے باعلام الٰہی نبوت کا دعوے بھی کیا ہو۔ اور وہ "حقیقت اور اصل" میں آپ لوگوں کے نظریہ کے مطابق نبی نہ ہو، کیا ایسی ایک بھی مثال انبیاء کی تاریخ میں کہیں نظر آتی ہے۔ ؟ اگر ہے تو پیش کیجئے۔

میں حیران ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو پڑھ کر جس میں خدا نے آپ کو نبی اور رسول کہا اور آپ کی واضح تحریرات کو دیکھ کر جن میں آپ دعویٰ نبوت فرماتے ہیں۔ آپ حضرات خدا تعالےٰ کے اس مامور کو ایک مضحکہ خیز پوزیشن میں پیش کرتے ہیں۔ کہ آپ حقیقت میں نبی نہ تھے۔ گویا آپ لوگوں کے نزدیک خدا تعالےٰ کا الہام اور حضرت مرزا صاحب کا دعوے بے حقیقت ہے۔ ذرا اس پر بھی غور کیجئے:۔ (۱) خدا تعالےٰ تو ایک شخص کو نبی قرار دیتا ہے (۲) آنحضرت صلعم اس کو چار بار حدیث مسلم میں نبی اللہ نبی اللہ نبی اللہ نبی اللہ قرار دیتے ہیں (۳) مذہبی کتابوں میں اس کو خدا کا نبی قرار دیا گیا ہے (۴) جو مدعی بحکم الٰہی اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ اور اپنے اس دعوے پر اپنے آخری دم تک قائم رہتا ہے۔ لیکن آپ ہیں کہ اس شخص کے سچے ہونے کو مانتے ہوئے اس کو مامور من اللہ تسلیم کرتے ہوئے اس کے دعوے نبوت سے نہ صرف انکار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس انکار پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر "تناقض" کا الزام لگانے میں بڑی جسارت دکھائی ہے۔ جو میری نظر میں ایک مرید کے شایان شان نہیں۔ آپ ہم سے اختلاف کرتے کرتے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام .... صاف طور پر واضح الفاظ میں اپنے انکار نبوت اور اقرار نبوت کی تعریف اور تشریح مندرجہ ذیل طور پر فرماتے ہیں۔ تو اسی کو طریق فیصلہ کیوں نہیں بنا لیتے۔ صدق دلی سے سلامتی کی راہ کو تسلیم کیوں نہیں کر لیتے۔ حقیقت میں "حکم و عدل" کے فیصلہ کا احترام ہی سعادتمندی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

آپ نے جو نوٹ زیر عنوان "مکرر" لکھا ہے۔ اس کے جواب میں صرف اس قدر لکھدینا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ آپ اگر اپنے پیشکردہ حوالہ کو ذرا غور سے مطالعہ فرمائیں گے تو آپ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ حضور نے اس میں اپنے آپ کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے مشابہت دیکر یہ ثابت کیا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام موسوی شریعت میں نبی تھے اور رسول بھی...... ٹھیک اسی طرح محمدی شریعت میں حضرت مرزا صاحب مشابہت کی بنا پر بھی یقیناً نبی اور رسول ہیں۔ وہ مسیح چودہ سو سال حضرت موسیٰ کے بعد ظاہر ہوا۔ اور یہ مسیح بھی ٹھیک اسی طرح حضرت نبی کریم کے چودہ سو سال بعد تشریف لے آیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح محمدی حضرت مسیح ناصری کی طرح نبی بھی تھے اور رسول بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے۔" (ریویو جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۷۰ بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

اب اگر کوئی کہے کہ حضرت مسیح موعود نبی اور رسول نہ تھے تو پھر مسیح ناصری پر مسیح محمدی کو فضیلت کہاں رہی؟ میں نے آپ کے سارے سوالات کے جوابات متواتر حوالہ جات کے ساتھ لکھے ہیں۔ اور اس طرح آپ پر اتمام حجت کی ہے۔ میرا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ آپ کو ہرا ڈالوں۔ میرا کام ایک حق بات کو آپ تک پہنچانا ہے سو میں نے پہنچا دیا۔ اب یہ آپ کا کام ہے، کہ آپ سوچیں اور خدا تعالےٰ سے دعائیں کریں۔

اب ہماری خط و کتابت کو اپنے اخبار "روشنی" میں شائع کر سکتے ہیں، انشاء اللہ میں بھی شائع کر دوں گا۔ دوست جو چاہیں فیصلہ کریں۔

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

امید ہے آپ خیریت سے خوش ہوں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور تحریر فرماویں۔ خاکسار

(دستخط) محمد کریم اللہ۔ نوجوان

نوجوان صاحب کے پانچویں خط کا جواب

محترمی نوجوان صاحب، ایڈیٹر آزاد نوجوان مدراس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ ۲۸ ۹/۵۷ مجھے ۵ ۱۰/۵۷ کو موصول ہوا۔ شکریہ۔ میں نے ٹھنڈے دل سے آپ کے اس خط کو ایک نہیں دو بار پڑھا۔ اس کے ہر ہر لفظ پر غور کرتا رہا۔ اور اپنے فہم و فکر کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن بخدا مجھے یہ متاثر نہ کر سکا۔ آپ صرف اس وکیل کی طرح بحث کرتے ہیں جسے واقعات و دلائل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، لیکن صرف بسیار گوئی سے کام لیکر بار بار رٹ لگاتے ہوئے اپنی لایعنی باتوں پر اصرار کرتا رہتا ہے۔

۱۔ جس شخص کو آپ نبی بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تو آدمؑ۔ موسیٰؑ، یعقوبؑ، ابراہیمؑ بلکہ مریمؑ ہونے کا بھی دعوےٰ کیا ہے۔ لیکن میں نے کبھی آپ کو انہیں "مریمؑ" کے طور پر پیش کرتے نہیں پایا۔

۲۔ نبی کہلانے یا نبی کا خطاب پانے کے بارے میں آپ کے نظریہ کا میں پہلے جواب دے چکا ہوں سے کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

میں بیان کر چکا ہوں کہ آپ غلط فہمیوں کے جال میں گرفتار ہیں۔ اگر آپ سوچ سمجھ سے کام لیں گے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ خط گھیر و گھنا ٹوپ بادلوں سے نکال کر حقیقت کی روشنی میں لانے کے لئے کافی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے یہ خط نواب صاحب مالیر کوٹلہ کے نام لکھا تھا۔ یہ انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع شدہ کتاب "مکتوبات" میں درج ہے :۔

مکتوب نمبر ۳ ملفوف۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عنایت نامہ پہنچا۔ حال یہ ہے اگرچہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو یہ الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے۔ جیسا کہ یہ الہام ہوا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق۔ اور جیسا کہ یہ الہام جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء اور جیسا کہ یہ الہام "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا"

نوٹ:۔ ایک قرأت اس الہام کی یہ بھی ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" اور یہی قرأت براہین میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لئے یہ دوسری قرأت درج نہیں کی گئی۔

۔ ایسے ہی بہت سے ایسے الہام ہیں۔ جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے جو اس نبوت اور رسالت سے حقیقی نبوت اور رسالت مراد ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے تو صرف اس قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا۔ اور نبی کے لفظ سے صرف اس قدر مراد ہے کہ خدا سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں، اسلام میں فتنہ ہوتا ہے، اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔ اور اس آیت سے انکار کرنا اور استخفاف کی نظر سے اسکو دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ جو شخص انکار میں حد سے گذر جاتا ہے۔ جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے، ایسا وہ بھی خطرناک حالت میں ہے جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں، اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیاطین کی راہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے۔ اور اسلام سے سچی محبت رکھنی چاہیئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پھیلانا چاہیئے۔ ہم خادم دین اسلام ہیں، اور یہی ہمارے آنے کی علت غائی ہے، اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں، اور رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو ..... کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ باتوں یا پوشیدہ حقائق یا معارف کو بیان کرنا۔ سو اس حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ ... معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبیٔ سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کوئی کتاب بجز قرآن شریف نہیں اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے۔ اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے، اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوےٰ بالمقابل نہیں ہے۔ اور جو شخص ہماری طرف یہ منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریمؐ کے ذریعہ فیض برکات پاتے ہیں، اور قرآن کریم کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے خلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جوابدہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں، تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔ زیادہ خیریت۔ والسلام

خاکسار۔ مرزا غلام احمد قادیانی

۷ ر اگست سنہ ۱۸۹۹ء

آپ اپنے متذکرہ صدر خط کے صفحہ ۱۴ سطر ۲۰ تا ۲۱ میں مجھ پر یہ الزام عائد کرتے ہیں۔ کہ گویا میں نے حضرت مسیح موعود کے کلام میں "تناقض" ہونے کا الزام لگانے کی جسارت کی ہے۔ حالانکہ میں نے آپ ہی کے حوالہ پہ گرفت کرتے ہوئے اپنے خط محررہ ۳۱ ۸/۵۷ میں صاف لکھا تھا :۔

"اس کے علاوہ اگر بقول آپ کے
اس کے کلام میں تناقض بھی ہو"

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنے خط محررہ ۱۴ ۸/۵۷ کے صفحہ ۴ پر ایٹم ۳ کی تیسری سطر میں یہ نہیں لکھا ہے کہ :۔

"جس میں حضور نے اپنے کلام کے تناقض
پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے"؟

اس طرح سے کیا آپ نے حضور کے کلام میں تناقض ہونے کا الزام نہیں لگایا اور الٹا چالاکی سے مجھ پر الزام دھرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔

اسی طرح میں نے خط محررہ ۳۱ ۸/۵۷ کے آخر میں "نکر" کے عنوان کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کی جو عبارت درج کی ہے آپ اسے بھی ہٹ دھرمی اور غلو سے مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں! کیا ایسا کرنے کی تربیت آپ کو قصر خلافت میں ملی ہے؟ [1]

---

[1] کیا اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تحریر نہیں فرمایا ہے

(باقی برصفحہ اشتہار کے پیچھے)

آپ کے خطوط

خلیفہ صاحب کا عدالتی بیان

کبھی کبھی الفضل میں آپ کو چیلنج کیا جاتا ہے کہ تبدیلی عقیدہ کی بناء پر متاثر شدہ لوگوں کی فہرست آپ شائع کریں۔ اگر ایسی فہرست شائع کرنے کے لئے آپ کو مجبور کیا جاوے تو سر فہرست میرا نام لکھ رکھیں۔ کہ سب سے پہلے خلیفہ صاحب کے عدالتی بیان سے مجھ پر یہ تاثر ہے کہ آپ نے (خلیفہ صاحب) اپنا عقیدہ تبدیل کیا ہے۔ اور چالیس سال تک جماعت کو دوسرے موقف پر قائم رکھنے کی سعی فرماتے رہے ہیں۔ تاہم خوشی کی بات ہے کہ عدالتی بیان کے مطابق من وعن آیندہ اپنے موقف کو قائم رکھیں۔ اور ملک اور قوم کے اندر خوشگوار تعلقات قائم رکھ کر سلامتی اور نجات ظاہری و باطنی کے حقیقی اسباب تلاش کئے جاویں۔

آپ کا اداریہ ۲۰ر نومبر کا بھی بر وقت اور خوب ہے جزاکم احسن الجزاء

والسلام خاکسار۔ سیّد فیاض حسین رضوی

رضوی میلیشہ سنٹر قائد آباد ضلع سرگودھا

قادیانی جماعت سے علیحدگی

میں مسمی غلام حسین ولد محمد بخش قوم گوجر کشمیری مہاجر آج یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کی جماعت سے علیحدہ ہوتا ہوں کیونکہ میں نے عدالتی بیان پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد سچے ہیں اور آج اس جماعت میں شامل ہو رہا ہوں۔ یہ اعلان پیغام صلح میں شائع کیا جاوے۔

غلام حسین بقلم خود ۲۷-۱۲-۵۷

ربوہ سے جماعت لاہور میں

بخدمت جناب مولانا مولوی صدرالدین صاحب

امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بندہ ضلع کیمبل پور کا باشندہ ہے اور ۱۹۲۵ء سے لیکر ۱۹۵۰ء تک صرف خالص احمدی بلا تخصیص ربوی یا قادیانی یا لاہوری کا رہا۔ اور مجھے شروع سے حضرت مسیح موعود کے متعلق صرف مجدد اعظم ہونے کی تعلیم دی گئی تھی۔ اور اسی پر قائم رہا۔ اور ان الفاظ پر کیمبل پور سے ربوہ میں بیعت کی چٹھی لکھی اور ۱۹۵۵ء میں ربوہ پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ ربوہ والے حضرت صاحب کو نبی مانتے ہیں پھر میں وہاں سے لائل پور آ گیا اور مرزا مظفر بیگ کے ذریعہ جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گیا اور مرزا صاحب نے میرے متعلق ربوہ والوں کو چٹھی لکھ دی لیکن اخبار پیغام صلح میں میری بیعت کا کوئی اعلان نہ بھیج سکے۔ اس لئے میں التجا کرتا ہوں کہ میری بیعت کا اعلان اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر مشکور فرماویں۔ میرا موجودہ پتہ یہ ہے:-

نور حسین چوکیدار محمد محسن مولا بخش کاٹن سیڈ آئل فیکٹری لائلپور۔

نور حسین بقلم خود

مسلم ہائی سکول لاہور کا تفریحی دورہ

سکولوں اور کالجوں کے طلباء اکثر تفریحی دوروں پر جاتے رہتے ہیں۔ یہ دورے علمی نقطۂ نگاہ سے بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سے بچوں کے معلومات میں کافی اضافہ ہوتا ہے اور گونا گون اشیاء کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ان کے لوحِ خاطر پر جو نقوش مرتسم ہوتے ہیں وہ زندگی بھر محو نہیں ہوتے۔

۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو سکول ہذا کے کچھ طلباء اپنے مشفق ہیڈ ماسٹر مرزا خلیل الرحمٰن صاحب اور چند اساتذہ کی معیت میں پہاڑی مقامات کی سیر کے لئے پشاور کی طرف گئے۔ اس مقصد کے لئے چار پہیوں والی ایک بوگی پہلے سے ریزرو کرا لی گئی تھی۔ اور سیکرٹری یوتھ ہاسٹلز ویسٹ پاکستان کی وساطت سے مختلف مقامات پر رہائش کا خاطر خواہ انتظام کر لیا گیا تھا۔ گاڑی رات کو دس بجے لاہور سٹیشن سے روانہ ہوئی اور صبح دس بجے ٹیکسلا جا پہنچی یہاں بچوں نے سٹیشن کے قریب پہاڑیوں میں بادلوں کا دلفریب منظر دیکھا جو اُن کے لئے بالکل نیا تھا۔ پہلے ہم نے عجائب گھر کی سیر کی پھر ٹیکسلا کے قدیم کھنڈرات کے نظارہ کے لئے جولیاں کی طرف چلے گئے۔ یہاں سٹیشن کے قریب ہی یوتھ ہوسٹل کی عالی شان سنگین عمارت ہے۔ رات ہم نے وہاں بڑے آرام و سکون سے بسر کی۔

۷ر دسمبر کو ہم صبح دس بجے کی گاڑی سے پشاور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں چلتی گاڑی میں سے واہ آرڈی ننس فیکٹری اور واہ سیمنٹ فیکٹری کا نظارہ دیکھا۔ اٹک کے پُل کا منظر بہت دلفریب تھا۔ یہاں دریائے سندھ اور دریائے کابل آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں دریاؤں کے سنگم کے قریب دریائے سندھ کے مشرقی کنارے ایک پہاڑ کی بلند چوٹی پر اکبری قلعہ گذشتہ صدیوں کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ پشاور میں ہماری رہائش کا انتظام گورنمنٹ ہائی سکول نمبر۲ کی بالائی منزل میں کیا گیا۔ جہاں ہم نے تین راتیں گزاریں۔

۸ر دسمبر کو صبح سویرے ہم بس کے ذریعے وارسک پہنچے جہاں دریائے کابل پر ایک عظیم الشان بند تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل سے نہ صرف کافی مقدار میں بجلی حاصل ہوگی بلکہ ہزاروں ایکڑ قبائلی علاقہ بھی سیراب ہو سکے گا۔

۹ر دسمبر کو ہم صبح سویرے بس کے ذریعہ درۂ خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور طورخم تک جا پہنچے جہاں پاکستان اور افغانستان کی سرحد آپس میں ملتی ہیں۔ بچوں نے ڈیورنڈ لائن کو جو ان دونوں مملکتوں کے درمیان حدِ فاصل ہے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ واپسی پر چند گھنٹے لنڈی کوتل میں قیام کیا۔ مشہور تاریخی قلعہ جمرود اسی درّے کے دامن میں واقع ہے۔

۱۰ر دسمبر کو ہم گاڑی کے ذریعے مردان پہنچے اور چند گھنٹے مردان شوگر فیکٹری (جو ایشیا کی سب سے بڑی شوگر فیکٹری ہے) کی سیر میں صرف کئے۔ شام ہوتے ہی درگئی جا پہنچے۔ یہاں ہمیں گورنمنٹ ہائی سکول درگئی کی عمارت میں دو کمرے رہائش کے لئے مل گئے۔ وہاں ہم نے تین دن قیام کیا۔

۱۱ر دسمبر کو ہم بس کے ذریعے جبن پاور سٹیشن گئے جہاں دریائے سوات کے پانی کو ساڑھے تین سو فٹ بلند چوٹی سے نیچے گرا کر اس سے پن بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ یہاں ہمیں ایک برقی ٹرالی کے ذریعے چوٹی کی سیر بھی کرائی گئی۔ جبن سے واپس آ کر اسی روز ہم نے بس کے ذریعے سوات کا راستہ لیا۔ مالاکنڈ ایجنسی کی حدود میں داخل ہوتے ہی دُور سے برف پوش چوٹیاں دکھائی دینے لگیں۔ ہم نے تھوڑی دیر بٹخیلا کے مقام پر قیام کیا اور شام ہوتے ہی مینگورہ جا پہنچے۔ یہاں ہم نے رات ہوٹل میں بسر کی۔

۱۲ر دسمبر کو صبح سویرے ہم بس کے ذریعہ مرغزار پہنچے جو سطح سمندر سے ۴۲۰۰ فٹ بلند ہے یہاں ایک بلند چوٹی پر والی سوات کا سفید محل ہے جس کی عمارت سراسر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ یہاں سبزے کا زمردیں فرش سفید محل کی مرمریں چھتیں اور اردگرد کی فلک بوس چوٹیاں غرض ہر چیز برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ بچے اس منظر کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے اور دیر تک برف کے گالوں سے کھیلتے رہے۔

اتفاق سے اسی روز والئے سوات کا جشن سالگرہ تھا۔ ہمارے بچوں نے جلوس میں نمایاں حصہ لیا اور سب لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اسی روز شام کو ہم درگئی واپس چلے آئے۔

اب ہمارا پروگرام ختم ہو چکا تھا۔ ۱۳ر دسمبر کو ہم درگئی سے گاڑی میں سوار ہوئے اور ۱۴ر دسمبر کو بارہ بجے دوپہر لاہور سٹیشن پر پہنچ گئے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس طویل سفر کے دوران میں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

اس تفریحی اور علمی دَورے کے متعلق ایک مفصل مضمون رسالہ "المستعد" کے آیندہ شمارہ میں شائع ہو رہا ہے۔

ماں بیٹی کی پانچویں مجلس

نعیمہ :- "امی جان! آج پھر سناؤ نا ہمارے نبی کی کہانی"

ماں :- "ہاں ضرور۔ اُس دن کہاں چھوڑا تھا؟"

نعیمہ :- اُس دن آپ نے بتایا تھا کہ ہمارے نبی اور اُن کے ساتھی غار میں جا چھپے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ دشمن یہ دیکھ کر واپس چلے گئے کہ اس غار میں کوئی نہیں ورنہ اس پر جالا کیوں تنا ہوتا۔

ماں :- ہاں۔ جب ہمارے نبیؐ اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ غار سے باہر نکلے تو ایک دشمن جس کا نام سُراقہ تھا اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے آپؐ کے پیچھے لپکا۔ اور وہ اپنا تیر مارنے ہی والا تھا کہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ وہ حیران پریشان ہوگیا کہ یہ کیا ہوا۔ یہ قدرت کا ہاتھ تھا۔ بھلا کسی کی کیا طاقت کہ ہمارے نبیؐ پر ہاتھ اُٹھا سکے۔ سراقہ نے حضورؐ سے معافی مانگی۔ حضورؐ نے کمال رحم سے اس کو معافی دے دی۔ اور فرمایا کہ سراقہ وہ دن یاد رکھو جب تمہارے ہاتھوں میں کنگن پہنائے جائیں گے۔ یہ بات حضرت عمرؓ کے وقت میں پوری ہوئی۔ جب ملک ایران فتح ہوا تو وہاں کے بادشاہ کے سونے کے کنگن بھی مدینہ میں لائے گئے۔ تب حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں وہ کنگن پہنائے۔ اس طرح سے جو بات ہمارے نبیؐ نے کئی سال پہلے فرمائی تھی وہ پوری ہوگئی۔ سراقہ واپس چلا گیا اور لوگوں سے جا کر کہنے لگا کہ محمدؐ پر وار کرنا کوئی ہنسی کی بات نہیں۔ میں تیر پھینکنے والا ہی تھا کہ میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ میرے ہاتھ جواب دے گئے۔ میں تو مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگ آیا ہوں۔

غرض کہ ہمارے نبی اپنے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سفر لمبا تھا۔ راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنا پڑا۔ ایک دن وہ ایک خیمہ کے قریب پہنچے جہاں ایک خاتون رہتی تھی۔ اس نے ان دونوں معزز مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت کی مگر اس غریب کے پاس مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ تھا۔ ہمارے حضورؐ نے ایک کونے میں بکری دیکھی اور پوچھا کیا یہ دودھ دیتی ہے۔ اس خاتون نے جواب دیا کہ مدت سے دودھ نہیں دیتی۔ ہمارے حضورؐ اُٹھے اور اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ اور اس قدر دودھ دوہا کہ سارے گھر نے خوب پیٹ بھر کر پیا۔ جب اُس خاتون نے حضورؐ کا یہ معجزہ دیکھا تو اس نے عرض کی کہ میرا ایک سات سال کا بچہ ہے۔ آپ دُعا فرمائیں کہ وہ بولنے لگ جائے۔ حضورؐ نے دُعا فرمائی اور خدا کی قدرت سے وہ لڑکا بولنے لگ گیا۔

نعیمہ - امی جان! ہمارے نبی بڑی شان والے تھے۔ ایسے ایسے کام کر دیئے جو کسی سے نہ ہو سکتے تھے۔

ماں :- ہاں بیٹی۔ ہمارے نبی کی شان کا نہ کوئی ہوا اور نہ کوئی ہوگا۔ آپ نے ایسے ایسے معجزے دکھائے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جب تم بڑی ہوگی۔ تو خود کتابوں میں پڑھ لوگی۔ اب آگے سنو۔ ہمارے نبی اور حضرت ابوبکرؓ آٹھ دن کے سفر کے بعد مدینے پہنچے۔ راستہ میں حضرت علی بھی آپؐ سے آملے تھے۔ جب آپؐ مدینے پہنچے تو وہاں کے لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دف بجا کر گیت گاتیں اور اپنے نبی کو خوش آمدید کہتیں۔ ہمارے نبی کریمؐ مسکراتے، اور فرماتے کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ہم آپ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضرت نبی کریمؐ اُن کے گھر میں ٹھہریں۔ مگر ہمارے حضور کو کسی کی دلشکنی منظور نہ تھی۔ حضور نے فرمایا کہ جس جگہ میری اونٹنی ٹھہر جائے گی میں بھی وہاں ہی ٹھہر جاؤں گا۔ اونٹنی حضرت ایوب انصاری کے گھر کے قریب ٹھہری وہیں آنحضرت نے بھی قیام فرمایا۔ مدینے پہنچکر سب سے پہلے جو کام حضورؐ نے کیا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ اس مسجد کے بنانے میں حضورؐ نے خود بھی حصہ لیا۔ آپ خود گارا لگاتے اینٹیں ڈھوتے اور عام لوگوں کی طرح کام کرتے رہے"

نعیمہ :- ہائے امی جان! اتنے بڑے آدمی ہو کر وہ خود گارا اینٹ اُٹھاتے تھے"

ماں :- ہاں بیٹی! آپؐ کے صحابہ یعنی جو لوگ آپ کو اپنا نبی مانتے تھے وہ بہتیرا عرض کرتے یا رسول اللہ! ہم آپ کے غلام کام کرنے کے لئے موجود ہیں آپ کیوں تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ مگر حضور نہ مانتے اور فرماتے کہ میں بھی تمہارے ساتھ کام کروں گا۔ یہ امت کو سبق دے رہے تھے کہ سب لوگ ایک جیسے ہیں۔ کوئی بڑا چھوٹا نہیں۔ اور یہ کہ سب کام اپنے ہاتھ سے کر لینے چاہئیں کسی کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔
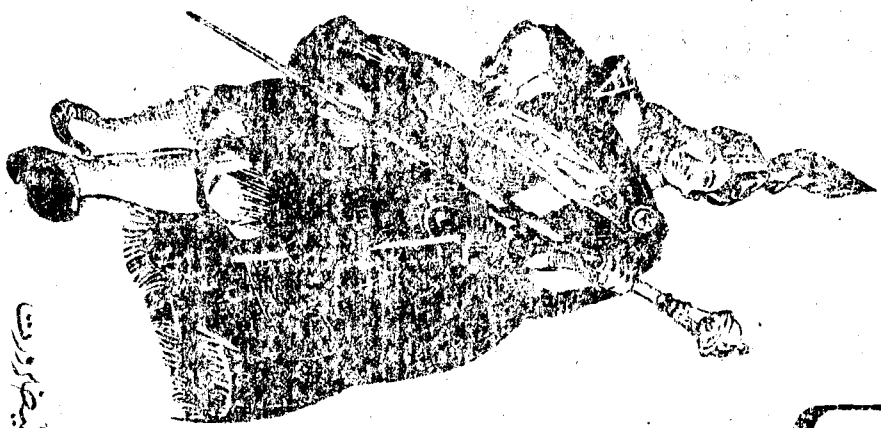
(باقی پھر)

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

مرتضیٰ خاں حسن

ماہِ تاباں محمدِ عربی ✿ مہرِ رخشاں محمدِ عربی

قبلۂ دین و کعبۂ ایماں ✿ دین و ایماں محمدِ عربی

اس سے وابستہ ہے قرارِ دل ✿ راحتِ جاں محمدِ عربی

"جلوہ افروزِ کرسیٔ لولاک" ✿ صاحبِ شاں محمدِ عربی

ہفت اقلیم اسکے زیرِ نگیں ✿ شاہِ شاہاں محمدِ عربی

پیکرِ نور سر سے پاؤں تک ✿ شانِ یزداں محمدِ عربی

ذاتِ اقدس ہے آیۂ رحمت ✿ فضلِ رحماں محمدِ عربی

گمرہوں کو عطا کیا تُونے ✿ نورِ ایماں محمدِ عربی

بقعۂ نور بن گئی تجھ سے ✿ بزمِ امکاں محمدِ عربی

ہم پہ ہیں بیحساب و بیحد ✿ تیرے احساں محمدِ عربی

ہر گنہ گار کیلئے ہے اماں ✿ تیرا داماں محمدِ عربی

بھیجتے تجھ پہ ہیں درود و سلام ✿ جن و انساں محمدِ عربی

تجھ پہ جان و جگر نثار کروں

تجھ پہ قربان محمدِ عربی

مدیر "آزاد نوجوان" اور مدیر "روشنی" کی خط و کتابت

(بسلسلہ صفحہ ۷)
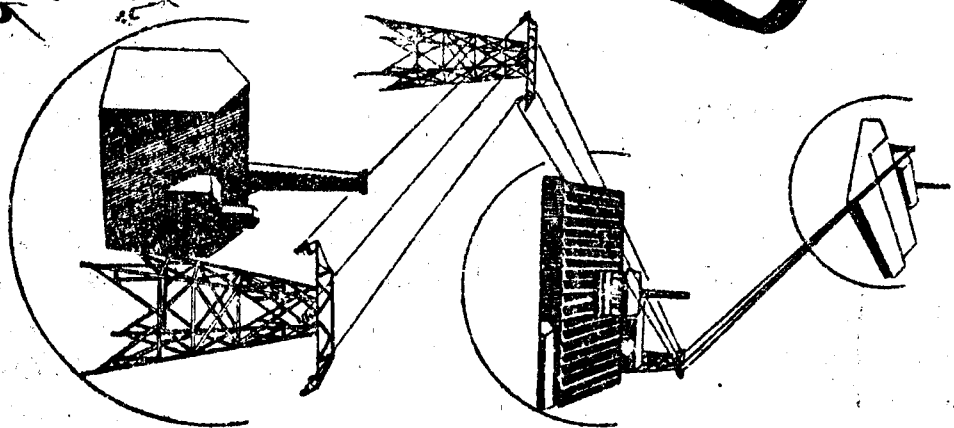
کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

اب اگر میں کچھ شعلہ بیانی سے کام لوں تو؟ ....
لیکن نہیں۔ میں انتہائی صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے گذارش کروں گا۔ کہ اگر آپ لایعنی لفاظی اور بے جا غلو سے اسی طرح کام لیتے رہیں گے۔ تو میں اپنا وقت آپ کے ساتھ خط و کتابت میں ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے ہر اس شخص سے نفرت ہوتی ہے جو واقعات اور حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنی کج فہمی اور ہٹ دھرمی پر مصر رہتا ہو۔ فقط۔

امید ہے آپ خیریت سے ہونگے۔ والسلام

مخلص۔ عزیز کاشمیری۔ ایڈیٹر "روشنی" سرینگر
۱۵/X/۵۷

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۹)

کہ:۔ "چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے اس امت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ....
اس لئے قطعی طور پر یہاں ثابت ہوا کہ اس امت کے محدث اپنی تعداد میں اور اپنی طولانی سلسلہ میں موسوی امت کے رسولوں کے برابر ہیں۔"

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

پیغام صلح مورخہ ۵ فروری سنہ ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ نمبر ۵

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

ایمان و اعمال کے نتائج عالمِ آخرت میں

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جاننا چاہیئے کہ عالمِ آخرت درحقیقت دنیوی عالم کا ایک عکس ہے اور جو کچھ دنیا میں روحانی طور پر ایمان اور ایمان کے نتائج اور کفر اور کفر کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ عالمِ آخرت میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ ہمیں اس تمثلی وجود سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے اور ذرا سوچنا چاہیئے کہ کیونکر روحانی امور عالمِ رؤیا میں متمثل ہو کر نظر آ جاتے ہیں اور عالمِ کشف تو اس سے بھی عجیب تر ہے کہ باوجود عدمِ غیبت حس اور بیداری کے روحانی امور طرح طرح کے جسمانی اشکال میں انہیں آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ بسا اوقات عین بیداری میں ان روحوں سے ملاقات ہوتی ہے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور وہ اسی دنیوی زندگی کے طور پر اپنے اصلی جسم میں اسی دنیا کے کپڑوں میں سے ایک پوشاک پہنے ہوئے نظر آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور بسا اوقات اُن میں سے مقدس لوگ باذنہٖ تعالےٰ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور وہ خبریں مطابق واقعہ نکلتی ہیں۔ بسا اوقات عین بیداری میں ایک شربت یا کسی قسم کا میوہ عالمِ کشف سے ہاتھ میں آتا ہے اور وہ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے، اور ان سب امور میں یہ عاجز خود صاحب تجربہ ہے کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے یہ ایک قسم ہے کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے اور یہاں تک اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شربت غیب سے نظر کے سامنے آ گیا ہے اور وہ ایک غیبی ہاتھ سے منہ میں پڑ جاتا ہے اور زبان کی قوتِ ذائقہ اس کے لذیذ طعم سے لذت اُٹھاتی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں سے باتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور حواس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام دے رہے ہیں۔ اور یہ شربت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے اور اس کی لذت اور حلاوت بھی ایسی ہی کھلے کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے بلکہ وہ لذت اس لذت سے نہایت الطف ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم ہوتا ہے یا صرف بے بنیاد تخیلات ہوتے ہیں بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان لیکل خلق علیم ہے ایک قسم کے خلق کا تماشہ دکھا دیتا ہے۔ پس جبکہ اس قسم کے خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ہر ایک زمانے کے عارف اس کے بارے میں گواہی دیتے چلے آئے ہیں تو پھر وہ تمثلی خلق اور پیدائش جو آخرت میں ہوگی اور میزان اعمال نظر آئے گی اور پلصراط نظر آئیگا اور ایسا ہی بہت سے اور امور روحانی جسمانی تشکل کے ساتھ نظر آئیں گے اس سے کیوں عقلمند تعجب کرے کیا جس نے یہ سلسلہ تمثلی خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی عارفوں کو دکھا دیا ہے اس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی دکھا دے بلکہ ان تمثلات کو عالمِ آخرت سے نہایت مناسبت ہے کیونکہ جس حالت میں اس عالم میں جو کمال انقطاع کا تجلی گاہ نہیں ہے، یہ تمثلی پیدائش تزکیہ یافتہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر عالمِ آخرت میں جو اکمل اور اتم انقطاع کا مقام ہے کیوں نظر نہ آوے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۵ر جنوری ۱۹۵۸ء

عرفانی کبیر کی وفات

ابھی ابھی اپنے نواسہ سے پیغام صلح ۵۰ء کے عنوانات پڑھوا کر سنے جس میں یہ المناک و لخراش خبر درج تھی بزرگ احمدیت عرفانی کبیر اس دار فانی سے کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تبلا مرحوم سے غائبانہ تعارف تھا اُن کے بڑے صاحبزادہ محمود عرفانی مرحوم سے تیس سال قبل بغداد میں ملاقات ہوئی تھی جبکہ وہ مصر جا رہے تھے عرفانی کبیر پر پیغام صلح نے جو کچھ لکھا ہے اس سے بڑھکر یہ فقیر اور کیا لکھ سکتا ہے ؎

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

اللہ تعالیٰ اس خادم اسلام و سلسلہ احمدیہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

الحاج میاں عطاء اللہ صاحب کی وفات کی خبر

۶ر جنوری بروز پیر۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے امروز ۱۱ر دسمبر سے ایک خبر سنی جس میں الحاج شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کے انتقال پُر ملال کی اطلاع مع اُن کی تصویر کے درج تھی اور مرحوم کی نسبت تعریفی کلمات کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ کراچی کی کئی ایک مساجد میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور فاتحہ خوانی کی گئی۔ نیز صوفی صاحب نے پیغام صلح ۵۰ء سے عزیزم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا ایک مضمون بھی سنایا۔

لائٹ کا خاص نمبر

۱۵ر جنوری بروز بدھ۔

سفیر انڈونیشیا الحاج محمود لتجویا قاہرہ اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن المضراوی کو "لائٹ" کا ملاد خاص بر ۳۹ مجریہ ۲۴ر دسمبر ڈاک سے بھجوایا۔ یہ خاص علاد بہت سی ... سعید روحوں جو انگریزی جانتی ہیں ... کو اپنی طرف کھینچنے کا باعث ہے۔ سلسلہ کی تبلیغ اور اس کی طاقت کا اندازہ کسی قدر اس سے لگ سکتا ہے کارکنان لائٹ مستحق مبارکباد ہیں اللھم زد فزد۔

بین الاقوامی اسلامی مذاکرہ اور ہم

۱۹ر جنوری بروز اتوار۔

محترمی جناب شیخ غلام قادر صاحب کا لاہور سے خط مرقومہ ۱۴ر جنوری ہوائی ڈاک سے ملا۔ موتمر الدراسات الاسلامیہ فی لاھور کے منتظمین کی قابل افسوس

ہے وصلی اُن ملاؤں سے ڈر کر بزدلی کا مظاہرہ شرمناک ہے۔ مگر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرانا تھا آقائے نامدار رسول اللہ (صلعم) اور آن کے مقدس صحابہ کے ساتھ جو کچھ مخالفین نے سلوک کیا ... اس کے غلام مسیح دوراں اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ویسا سلوک کیوں نہ ہو یہ تو سلسلہ کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے ہمارے سامنے ہماری اس زندگی میں بیسیوں اسلامی تحریکیں اُٹھیں مگر آسمانی آواز ساتھ نہ تھی اسلئے بیٹھ گئیں میرا ایمان اور یقین ... ہے کہ کوئی بھی تحریک بغیر شمولیت احمدیت کھڑی ہوگی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی "عافیت کے حصار" کے اندر نہ آئے تو درندوں نے ضرور چیر پھاڑ کر کھانا ہے۔ اے وابستگان سلسلہ احمدیہ اب اسلام کا غلبہ مغرب سے ہونا مقدر ہے تمہاری نگاہیں اس طرف ہونی چاہئیں قدم کو متحدہ تیز کرو اللہ پر توکل کرکے اپنی پوری قوت فرمودہ امام علیہ السلام کے مطابق صرف کر دو۔

حضرت امیر کی تازہ تصنیف

۲۰ر جنوری ۱۹۵۸ء بروز پیر۔

استاذ علی محمد سرطاوی صاحب سے گفتگو ہوئی حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف "اسلام از موڈرن" جو استاذ موصوف کو دو تین روز قبل بھجوایا تھا کا شکریہ ادا کرتے تھے اور فرمایا کہ وقت فرصت اس بلند پایہ کتابچہ کا بغور مطالعہ کروں گا۔ میں نے کہا کہ اس پر تبصرہ بھی فرماویں۔

بھائی کی وفات

۲۲ر جنوری بروز بدھ۔

دو روز سے طبیعت اچھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ دھوراجی کاٹھیاواڑ انڈیا سے یہ غمناک اطلاع بذریعہ ہوائی ڈاک ملی کہ میرا چھوٹا بھائی السید مظفر علی ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۱۴ر جنوری کو اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس حادثہ جانکاہ نے میرے مریض قلب کو سخت صدمہ پہنچایا۔ لیکن مشیت ایزدی یہی تھی راضی برضائے مولا۔ مرحوم نے پچاس سال کی عمر پائی آٹھ نو سال میرے پاس بغداد میں ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۲ء تک رہے۔ مرحوم اپنے پیچھے دھوراجی میں چھ بچے اور بیوہ چھوڑ گئے۔ بڑی لڑکی سعیدہ بانو بغداد میں سے فرزند ابراہیم سے بیاہی ہوئی ہے اللہ تعالےٰ اس کے بچوں اور بیوہ کا حافظ و ناصر ہو، کاٹھیاواڑ میں احمدیت کی وجہ سے وہاں کے پیر اور ملاں مرحوم کے سخت مخالف ہو گئے تھے۔ مقدمات تک نوبت پہنچ گئی تھی، ذاتی نقصانات بھی پہنچائے گئے۔ احباب سلسلہ سے جنازہ غائبانہ اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما دے۔ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو بھی علیحدہ خط لکھ رہا ہوں . . . .

. . . .

تفسیر سورۃ فاتحہ

۲۳ر جنوری ۱۹۵۸ء بروز جمعرات۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے۔ آج اخبارات کوئی نہ تھے۔ کل رات میرے نواسہ نے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کی تصنیف لطیف "تفسیر سورۃ فاتحہ" کے چند ابتدائی صفحات پڑھکر سنائے تھے اسے محترم صوفی صاحب نے ختم کیا۔ کتاب ہذا اپنے اندر بہت سی خصوصیات رکھتی ہے مختصر الفاظ میں واقعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم سے لے کر ولا الضالین تک ایک بہت ہی اہم وسیع مضمون کو کمال خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے، حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور تحریک احمدیت پر مغضوبین اور ضالین زمانہ حاضرہ نے جو ظلم و ستم کے تیر چلائے ہیں انکا تدارک باحسن وجوہ فرماتے ہوئے راہ مستقیم کا پتہ بتلایا ہے ایک تحقیق حق کرنے والے شخص کے لئے کتابچہ ہذا نشان راہ کا کام دے گا حضرت موصوف کو اللہ جزائے خیر دے۔

ڈنمارک میں مسلمان

روس میں پاکستانی وفد کے ایک رکن مستنصر حسین چوہدری اپنی رپورٹ (مندرجہ قندیل) کے دوران میں لکھتے ہیں۔

"ہمارے ہوٹل میں ہمارے ساتھ ڈنمارک کا وفد قیام پذیر تھا۔ وہیں مجھے ایک ڈینش مسلمان ملا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ عربی زبان کا کوئی کورس کر رہا تھا۔ اور اس کورس میں قرآن پاک درسی کتاب کی حیثیت سے شامل تھا۔ اور اس کو پڑھ کر وہ سچے دل سے ایمان لے آیا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ڈنمارک میں کافی مسلمان ہیں اور کوپن ہاگن ... COPEN HAGEN میں ایک مسجد بھی ہے"

دعوتِ حق

مولانا اصلاحی کی خدمت میں

اب جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی بقول خود "ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ" چھوڑ کر ایک صحرا میں لیکر کے سہارے تنہا کھڑے" ہیں اور یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ آیندہ انہیں خدمت دین کے لئے اجتماعی یا انفرادی طور پر کیا کرنا چاہیئے" بیجا نہ ہوگا اگر انہیں ایک ایسے قافلہ میں شمولیت کی دعوت دی جائے جو خدا کے فضل سے ساٹھ سال سے صحیح راہ پر چل کر خدمت دین کا کام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دے رہا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ مولانا اصلاحی کو اس بات کا علم ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کی ایک شاخ جماعت احمدیہ لاہور یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے چالیس پینتالیس سال سے لاہور میں قائم ہے۔ ان کو اس بات کا بھی علم ہوگا کہ اس جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ:-

۱- حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس صدی کے مجدد تھے، اور ان کا دعویٰ نبی ہونے کا نہیں تھا- نہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی اس امت میں آ سکتا ہے۔

۲- خلافت یا آمریت کا سلسلہ جو قادیانی جماعت میں رائج ہے اس کو یہ جماعت صحیح نہیں سمجھتی اور حضرت مرزا صاحب کے اپنے قائم کردہ نظام کے مطابق اس شورائیت پر عمل پیرا ہے جو ایک انجمن کے زیر انتظام چل رہی ہے

مولانا اصلاحی کو یہ بھی علم ہوگا کہ ان دو امور پر اس جماعت کو قادیانی جماعت کے ساتھ جھگڑتے ہوئے کم و بیش پینتالیس سال گذر چکے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس جماعت نے حضرت مرزا صاحب کے ارشاد کے ماتحت زیادہ تر مغربی ممالک میں خدمتِ دین کا کام بھی نہایت احسن طریق پر سرانجام دیا ہے اور دے رہی ہے جس کے نتائج اس قدر روشن اور نمایاں ہیں کہ آج بڑے بڑے معاندین کو بھی اس جماعت کے روشن کارناموں اور خدمات دینیہ کا اعتراف ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولانا اصلاحی نے اس جماعت کے مذکورہ بالا اعتقاد اور اس کے مسلک کے متعلق کبھی ذاتی طور پر براہ راست تحقیق کر کے یہ معلوم کیا ہے یا نہیں کہ اپنے اس ادعا میں یہ جماعت کہاں تک حق بجانب ہے اور اس کی خدماتِ دینیہ کہاں تک قابلِ اعتنا اور لائق تائید ہیں اگر انہوں نے اب تک اس طرف توجہ کرنا ضروری نہیں سمجھا اور شاید قادیانی جماعت کے خیالات کے پیش نظر اور مخالفین کے پراپیگنڈا کے زیر اثر وہ کسی مزید تحقیق کی ضرورت ہی نہ سمجھتے ہوں، تو ہمیں معاف فرمایا جائے اگر ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کریں کہ یہ اہل حق کا طریق نہیں، ایک متلاشئ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کے مخالفانہ تاثرات سے بلند ہو کر خود براہ راست علم حاصل کرنے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ یہ جماعت اپنے خیالات اور مسلک میں کہاں تک حق بجانب ہے۔

اس کے لئے مولانا کو کچھ زیادہ مشقت اٹھانی نہیں پڑے گی، حضرت مرزا صاحب کی کتابیں اتنے للفوظات جو اردو اور عربی و فارسی میں ہیں وہ خود چند دنوں میں مطالعہ کر سکتے ہیں، یہ تمام لٹریچر اگر وہ چاہیں تو انہیں بآسانی مہیا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے دیکھنے سے انہیں پتہ لگ جائیگا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے اعتقادات کہاں تک صحیح اور حق بجانب ہیں، اس سلسلہ میں اگر وہ چاہیں تو دو فریق یعنی لاہوری اور قادیانی کا لٹریچر بھی مطالعہ کر کے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق کس فریق کا نقطۂ نظر صحیح ہے

لٹریچر کے مطالعہ کے علاوہ جہاں تک ہر دو جماعتوں کے مسلک کا تعلق ہے، قادیانی جماعت کے متعلق تو وہ معلوم کر چکے ہیں کہ ان کا مسلک ایک مذہبی آمریت کا رنگ رکھتا ہے جماعت لاہور کے متعلق ہم انہیں یقین دلاتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو کچھ دن اس کے اندر رہ کر وہ معلوم کر سکتے ہیں، کہ اس میں آمریت کا شائبہ تک نہیں، اس کے امیر اور صدر اور دیگر تمام عہدیداران و ممبران خالص شورائیت کے پابند ہیں اور یہ خود حضرت مرزا صاحب کے قائم کردہ نظام کا نتیجہ ہے، جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے بعد نظام سلسلہ کو چلانے کے لئے ایک انجمن بنائی اور صاف طور پر لکھ دیا کہ:-

> "جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ
> ایسا ہونا چاہیئے، اور کثرت رائے
> اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا
> چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے"

یہ طریق عمل آج آپ کسی مذہبی جماعت میں نہیں پائیں گے جماعتِ اسلامی کا غلغلہ بہت بلند تھا لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ وہ ایک طبل بلند بانگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور یہ بھی آپ کو نظر آ گیا ہوگا کہ وہ جماعت مذہب کا لبادہ اوڑھ کر زیادہ تر سیاست کا شکار کھیلنے میں مشغول ہے، جہاں تک کوئی خدمت دین ان سے صادر ہو سکے، یہی حال کم و بیش دوسری جماعتوں کا ہے، نہ وہ شورائیت کا رنگ ان کے اندر ہے جس کے آپ خواہشمند ہیں اور نہ صحیح طریق پر خدمتِ دین کا کام ہو رہا ہے۔ جس کے ساتھ مل کر آپ شورائیت سے بھی متمتع ہو سکتے ہیں، اور خدمتِ دین بھی صحیح طریق پر سرانجام دے سکتے ہیں کیا ہم امید کریں کہ مولانا اصلاحی اس مخلصانہ دعوت حق کی طرف توجہ فرما کر اور تحقیق و تفتیش کی راہ میں اپنی غیر جانبدارانہ صلاحیتوں کو کام میں لا کر اصل حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کریں گے اور حقیقت کو پا لینے کے بعد بلاخوف لومۃ لائم خدمتِ دین کے اس کام میں حصہ لینے سے دریغ نہ کریں گے جو یہ جماعت سرانجام دے رہی ہے۔

زکوٰۃ کا روپیہ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنتِ نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو، اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں۔ اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دیکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ یہی سنت نبوی ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا قومی بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور ضروریات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے، جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔ والسلام۔ آنریری افسر تحصیل

آپ کے خطوط

ینگ مینز کا تنظیمی دورہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے تنظیمی پروگرام کے سلسلہ میں پانچ اراکین پر مشتمل وفد نے ۱۳ فروری ۱۹۵۸ء کو مسلم ٹاؤن کا دورہ کیا۔ نوجوانان مسلم ٹاؤن نے اپنے مہمانوں کا جس خلوص و محبت سے پرتپاک خیر مقدم کیا ایسوسی ایشن اس کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اس تقریب کا انتظام ہمارے معزز بزرگ جناب مولانا احمد گل صاحب کے زیر اہتمام ہوا۔ مسلم ٹاؤن کے نوجوانوں نے وفد کے اعزاز میں پر تکلف پارٹی دی۔ بیس پچیس کے قریب نوجوانوں نے اس تقریب میں شرکت کی۔ مولانا موصوف کی اپنے مہمانوں کی عزت و تکریم میں پر خلوص جدوجہد اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ انہیں ایسوسی ایشن سے کس قدر گہری ہمدردی ہے۔ یہ ہمدردی صرف اسی لئے ہے کہ وہ نوجوانوں کے تعمیری مقاصد کے نتائج خوشگوار پاتے ہیں۔

نماز عصر کے بعد میٹنگ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مولانا احمد گل صاحب نے تلاوت قرآن کی۔ بعد ازاں وفد کے قائد جناب ناصر احمد صاحب نے اپنے معزز میزبانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وفد کی آمد کی غرض و غایت پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ اور اپنے بھائیوں سے اپیل کی کہ جن مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسوسی ایشن معرض وجود میں آئی ہے۔ آپ بھی اس میں ہاتھ بٹایئے۔ اور ایسی معیاری اور تعمیری تجاویز سوچیئے کہ جن کو اپنا کر ہم اپنے مقاصد کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں محمود احمد صاحب نے اپنی تقریر میں نوجوانان مسلم ٹاؤن کی طرف سے وفد کو پورے پورے تعاون کا یقین دلایا۔

جناب حکیم عبدالعزیز صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ مذہب و ملت کی توسیع و ترقی کے لئے جہاں اجتماعی کوشش ضروری ہے۔ وہاں یہ بھی ضروری اور اشد ضروری ہے کہ ہر احمدی نوجوان اپنے آپ کو ہر جگہ ہر مقام پر انفرادی اور امتیازی حیثیت سے اس طرح پیش کرے کہ اس کا ذاتی کردار اور قول و فعل ہر شخص کو متاثر کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تبلیغ کا اہم ذریعہ ہے۔ آخر میں شیخ عبدالقادر صاحب نے کام نے وفد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مجلس کی برخواستگی کا اعلان فرمایا۔ جس کے بعد نماز مغرب پڑھی گئی۔

نماز مغرب کے بعد بھی مختلف موضوعات پر بحث و تمحیص جاری رہی۔ تقریباً گھنٹہ بھر کی خوشگوار گفت و شنید کے بعد وفد کو الوداع کہا گیا۔ ایسوسی ایشن عنقریب لاہور چھاؤنی کے نوجوانوں سے ملنے والی ہے۔

رشید احمد پبلسٹی سیکرٹری

نوجوانوں اور خواتین کی تنظیم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

سلام مسنون۔

امید ہے آپ میری ان چند سطور کو اپنے اخبار میں جگہ دے کر ممنون فرماویں گے۔

پاکستان کو معرض وجود میں آئے آج دس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اس مدت میں جہاں دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں ترقیات ہوئی ہیں، جماعت احمدیہ بھی اپنی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے لیکن بیرونی مشنوں سے قطع نظر راولپنڈی جیسے اہم شہر میں ہمارے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں جسے جماعتی طور پر اپنا کہا جا سکے۔ اس کی کمی آج ہم خواتین شدت سے محسوس کر رہی ہیں۔ کیونکہ یہ حصہ جماعت احمدیت کی تعلیم سے بے بہرہ اور صرف نام کا احمدی ہے۔

جماعت کے سربراہ حضرات سے میری گذارش ہے کہ وہ جماعتی تنظیم کی طرف اپنی خاص توجہ دیں اور ہر بڑے شہر میں لائبریری کا قیام عمل میں لائیں۔ تاکہ ہر شہر کی جماعت کے ذمہ بھی کچھ کام ڈالا جا سکے اور اس طرح خواتین حضرات اور دوسرے لوگوں کو بھی دعوت عمل دی جائے۔

راولپنڈی میں "نژاد نو" کے قیام کے بعد جب سے خواتین اور نوجوانوں نے اپنی تنظیم کی طرف توجہ دینی شروع کی ہے۔ ہم خواتین خصوصاً اس چیز کی ضرورت محسوس کر رہی ہیں کہ ہمارے ہاں ایک پبلک لائبریری قائم ہو جس میں ہر فرقہ اور مذہب کو دعوت دی جائے اور اس میں بلا تفریق مذہب و ملت کتب و رسائل جمع کئے جائیں۔

ہماری جماعت کے بزرگوں نے بہت حد تک اپنی خواتین اور نوجوان طبقہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بزرگوں کے نام پر احمدی کہلواتے ہیں اور خواتین میں تو یہ حالت ہے کہ وہ بعض اوقات اپنے کو احمدی کہلوانا پسند نہیں کرتیں۔

ان حالات کے پیش نظر میں چاہتی ہوں کہ اپنی دوسری بہنوں کی حمایت اور معاونت سے ایک دلیلو ...

(باقی بر صـ ۸)

اخبار احمدیہ

مسجد ووکنگ کے لئے عطیہ

حیدر آباد (دکن) سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں کہ مسجد ووکنگ کی مرمت کے لئے ایک مخیر مسلمان اے ایس امان اللہ صاحب نے مبلغ ایک سو روپیہ مرحمت فرمایا ہے، فجزاہ اللہ خیرا۔

کامیابی

محترم شیخ عبدالرحمن صاحب اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس کے صاحبزادہ مسٹر مقصد سلیم نے جو ۱۹۵۵ء میں بی اے کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے تھے، ولایت میں چارٹرڈ اکونٹینسی کے پہلے امتحان میں اعلیٰ اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔ مسٹر سلیم دو ماہ کی چھٹی پر پاکستان آئے تھے ۲۰ جنوری کو واپس تشریف لے گئے۔ ہم اس اعزاز پر انہیں اور ان کے والد صاحب محترم کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے انہیں باقی امتحانات میں بھی نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔

سانحہ ارتحال

بغداد سے سید تصدق حسین قادری لکھتے ہیں:۔

برادر مکرم و معظم مولانا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح سلمہ الرحمن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج دھوراجی کاٹھیاواڑ سے یہ المناک خبر بذریعہ ہوائی ڈاک ملی کہ میرا چھوٹا بھائی السید مظفر علی، ۱۴ جنوری ۱۹۵۸ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالٰے مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مرحوم نے اپنے پیچھے سات بچے اور بیوہ چھوڑے ہیں۔ ایک بچی سعیدہ بانو، فرزند ابراہیم سے بیاہی ہے اور میرے پاس بغداد میں ہے مرحوم نے پچاس سال عمر پائی ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۲ء تک بغداد میں رہے۔ تقسیم ہند سے پہلے اور بعد کاٹھیاواڑ میں احمدیت کی وجہ سے اس کی پیروں اور ملاؤں نے سخت مخالفت کی، نوبت مقدمات تک پہنچی، مرحوم کو ذاتی نقصانات تک پہنچائے گئے ملتمس ہوں کہ اس حادثہ جانکاہ کی خبر پیغام صلح میں شائع فرما دیں اور احباب سے نماز جنازہ غائبانہ اور دعائے مغفرت کی درخواست کریں۔ فقط والسلام

خاکسار۔ السید تصدق حسین القادری

باب الآغا۔ بغداد

پیغام صلح:۔

ہمیں سید صاحب کے اس غم میں ان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالٰے انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت میں جگہ دے،

قربانی کا جذبہ رکھنے والی قوم ہی زندہ رہ سکتی ہے

نبی کریم صلعم اور صحابہؓ کا جذبۂ جہاد — امامِ وقت کی آواز پر لبیک کہو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس علی الضعفاء ولا علی المرضٰی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ ما علی المحسنین من سبیل واللہ غفور رحیم .... وطبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یعلمون ------ (التوبہ ۹۱ تا ۹۳)

حضرت نبی کریم صلعم کی مشکلات اور آپ کا اسوۂ حسنہ

ان آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند کمالات کا ذکر ہے اور اس بات کا ذکر ہے، کہ خدا کی نگاہ میں غریب اور امیر یکساں حیثیت رکھتے ہیں، ہاں جس کا اخلاص بڑھا ہوا، واللہ تعالیٰ کی جناب میں اسی کی قدر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات کا علم کس کو نہیں ہے مشرکین مکہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اور آپ کے دین کو برباد کرنے کی خاطر بار بار آپ پر چڑھائیاں کیں اور احد اور احزاب کے مشہور حملے اسی مقصد کے حصول کے لئے کئے گئے تھے کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ ان کا ارادہ ہے کہ ہمیں ختم کر دیں، مسلمانوں کے پاس اسلحہ نہیں، جتھہ مضبوط نہیں، بے کسی ہے، اس بیکسی اور بے بسی کے عالم میں حضورؐ اپنے رشتہ داروں کو فرماتے ہیں کہ میرے اوپر اور میرے قریبیوں پر فرض ہے کہ خدا کے رستہ میں جان دیں، اور میدانِ جنگ میں سب سے پہلے اپنے عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں۔ حالانکہ بادشاہوں کا تو قاعدہ ہے کہ سب سے پہلے اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان محفوظ کر لیتے ہیں اور پھر جنگ شروع کرتے ہیں، یہ نرالا بادشاہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو میدان جنگ میں بھیجتا ہے جعفر طیارؓ جو حضرت علی رضؓ کے بھائی تھے، علم ہاتھ میں لئے ہوئے لڑتے ہیں، دشمن ہاتھ کاٹ دیتا ہے، وہ علم کو گرنے نہیں دیتے، اور دوسرے ہاتھ میں تھام لیتے ہیں، دوسرا ہاتھ بھی کٹ جاتا ہے، وہ علم کو بازوؤں کے ساتھ چھاتی سے لگا کر تھامے رکھتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ مجھے واپس لے چلو، آخر کار شہید ہو جاتے ہیں، قریباً اسّی زخم ان کے جسم پر لگے، حضرت کے پاس رپورٹ آئی تو بڑا غم ہوا، فرمایا آج آل جعفر پر بڑا مصیبت کا دن ہے ان سے ہمدردی کرو۔ اسی طرح حضرت علی رضؓ نے میدانِ جنگ میں بڑی بہادری دکھائی، حضرت حمزہ رضؓ حضرت زبیر رضؓ حضرت طلحہ رضؓ ہر میدان میں سب سے آگے ہوتے تھے یہ ہے مشکل ترین نمونہ جس کو خدا تعالیٰ، اسوۂ حسنہ کر کے پکارتا ہے۔

جنگ تبوک میں اپنے اپنے گھر سے اسلحہ وغیرہ لانے کا حکم

تو ایک حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دانشمندی کا یہ تھا کہ اپنے رشتہ داروں کو آگے کرتے تھے اور خود بھی آگے رہتے تھے، تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقعہ ملے کہ تو خود پیچھے رہتے اور دوسروں کو لڑاتے ہیں، دوسرا حصہ دانشمندی کا یہ تھا کہ زمانے کا نہ ہوتا، ساز و سامان نہ ہوتا، اور اس حالت میں جرار لشکروں کا مقابلہ کرنا ہو تو اوسان خطا ہو جاتے ہیں، لیکن آپ کے مضبوط قلب میں اس وقت یہ تدبیر آتی ہے کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے گھر سے اسلحہ سواری اور زادِ راہ لے آئے، اور نہایت تھوڑے وقت میں لشکر تیار ہو جائے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنا اپنا نیزہ، اپنی اپنی تلوار اور کھانے کا سامان لے آئے۔ یہ تجویز بڑی مفید ثابت ہوئی علاوہ ازیں حضور نے اپنے نمونہ سے قوم کے ایک ایک فرد کے دل میں جام شہادت پینے کا ولولہ پیدا کر رکھا تھا اور یہ ولولہ کامیابی کا ضامن تھا۔ تبوک کے مقام پر عیسائیوں نے مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا، حضرت صلعم نے جب خبر سنی تو خود فوج لے کر وہاں پہنچنے کے لئے تیار ہو گئے ڈھائی سو میل کا سفر ہے، ضروری ہے کہ سواری بھی ہو اور اسلحہ اور کھانے پینے کا سامان بھی، آپ نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنے گھروں سے اسلحہ اور زادِ راہ ساتھ لیں

جن کے پاس سواریاں نہ تھیں

بعض آدمی جن کے پاس سواریاں نہ تھیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور سواری کا بندوبست کر دیں تاکہ ہم جہاد کرنے کی سعادت سے محروم نہ ہو جائیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا فالتو سواریاں دستیاب نہیں ہیں، تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون ان کو محرومی کا شدید احساس ہوا اور اس وجہ سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

ضعفا اور بیماروں کا استثنا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دانشمندی کی بات یہ ہے کہ آپ ڈکٹیٹر نہیں تھے، ورنہ کہہ دیتے خواہ کچھ ہو سب کو میدانِ جنگ میں جانا ہو گا، جب ہم خود جا رہے ہیں، تو دوسرا کوئی پیچھے نہیں رہ سکتا لیکن یہ آیات بہت بڑا عظیم الشان سبق دیتی ہیں، فرمایا لیس علی الضعفاء ضعیف لوگ جن میں بچے بھی ہیں عورتیں ہیں، بوڑھے آدمی ہیں، اسی طرح ضعفاء کے اندر کئی لوگ آ جاتے ہیں، ان سب پر کوئی پابندی اور کوئی گناہ نہیں کہ وہ جنگ میں نہ جائیں۔ یہ اس لئے بھی قرآن میں فرما دیا کہ ایسے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم محروم رہ گئے ولا علی المرضٰی مریضوں پر بھی گناہ نہیں، مریضوں کو ضعفاء سے الگ رکھا۔ اس لئے کہ بعض ضعفاء میں داخل نہیں ہو سکتا، وہ اچھا ہونے کے بعد طاقت حاصل کر لیتا ہے۔

نادار مخلصین کا استثنا

ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون، ایک حصہ وہ بھی ہے، جن کے پاس جنگ میں جانے کے لئے کوئی سامان نہیں کچھ خرچ نہیں کر سکتے، ان پر بھی کوئی پابندی نہیں اذا نصحوا للہ ورسولہ بشرطیکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے لئے اخلاص اور خیر خواہی کا جذبہ دل میں رکھتے ہوں۔ حدیث میں ہے بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصح پر ہم سے بیعت لی، لوگوں نے پوچھا نصح کیا ہے، فرمایا نصح کے معنی ہیں خیر خواہی کرنا خدا کے احکام کی پابندی کرنا، خدا کا خوف دل میں رکھنا اور خدا کی کتاب پر عمل کرنا، لیڈر کی اطاعت کرنا، اور قوم کے لئے خیر خواہی کرنا، بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وعلی النصح لکل مسلم۔ نماز کی پابندی اختیار کرنے کی بیعت حضور نے لی۔ نماز خدا کا قرب حاصل کرنے کی راہ ہے اس کے ساتھ دوسری چیز زکوٰۃ ہے۔ جس کی بیعت آپؐ نے لی، تیسری چیز مخلوق خدا کی خیر خواہی کا جذبہ دل میں رکھنا ہے، ہر ایک شخص جو مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہے، ضروری ہے کہ اس کی خیر خواہی دل و جان سے کی جائے۔

ما علی المحسنین من سبیل

محسن سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اگرچہ نادار ہیں لیکن محسن ہیں، ان کی وفاداری میں شبہ نہیں

ہوسکتا، ساری کی ساری قوم کے دلوں پر خدا کی نگاہ ہے۔ ساری قوم اس کی برکات اور نعمتوں کے نیچے ہے واللہ غفور الرحیم خدا تعالیٰ مغفرت سے کام لیتا اور رحم کرتا ہے یہ وہ تعلیم ہے جس سے ساری کی ساری قوم کے دل اطمینان سے بھر جاتے ہیں اور یہ بہت بڑی نعمت ہے، ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینہم تفیض من الدمع حزناً الا یجدوا ما ینفقون وہ جو آکر کہتے ہیں کہ ہمارے لئے سواری کا انتظام کر دیجئے تاکہ ہم بھی جہاد میں شریک ہو سکیں کا شرف حاصل کر سکیں، انہیں جواب ملتا ہے کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں۔ وہ واپس چلے جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس غم سے اشکبار ہوتی ہیں کہ ہم ناداری کے باعث ایک نہایت ضروری فریضہ کے ادا کرنے سے قاصر ہیں، لکھا ہے کہ یہ لوگ واپس جاتے ہوئے اس قدر روئے کہ دامن تر ہو گئے، اس سے ظاہر ہے کہ ان کے دلوں میں تڑپ تھی کہ خدا کی راہ میں جا کر لڑیں، ان کا بڑا رتبہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے، ڈکٹیٹروں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم نافذ نہیں کرتے تھے کہ جو شخص جنگ میں جانے کے لئے نہ نکلے اسے ختم کر دو، بلکہ فرمایا ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ما علی المحسنین من سبیل۔ یہ لوگ محسن ہیں خطا کار نہیں ہیں۔ اور محسن سے مواخذہ کرنا ناواجب ہوتا ہے۔

اغنیاء کا جہاد سے گریز قابل مواخذہ ہے

انما السبیل علی الذین یستاذنونک وہم اغنیاء۔ مواخذہ ان لوگوں سے ہو گا جو دولت ثروت کے مالک ہو کر میدان جنگ میں سے آنے سے گریز کرتے ہیں رضوا بان یکونوا مع الخوالف، وہ اس گری ہوئی حالت پر راضی مند ہیں کہ عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں میں شمار ہوں، ان میں غیرت کا احساس نہیں۔ وہ شرف حاصل کرنے کا طریق نہیں جانتے وہ قوم کو زندہ رکھنے کے فوائد سے ناواقف ہیں ورنہ وہ بے ہمتی اور بے غیرتی کی زندگی بسر کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ وطبع اللہ علیٰ قلوبہم فہم لا یعلمون، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ان کی کم ہمتی اور بخل کا کیا نتیجہ ہے۔

قربانی کا جذبہ رکھنے والی قوم ہی زندہ رہ سکتی ہے

فی الحقیقت وہ قوم کبھی زندہ نہیں رہ سکتی جس کا جذبہ قربانی ختم ہو جائے، آج یہ جذبہ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے، اس جماعت میں اس کے امام نے قربانی کا بہت بڑا جذبہ پیدا کیا ہے، یہ بڑی غریب جماعت ہے لیکن خدا کے رستہ میں خرچ کرتے وقت وہ اغنیاء سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ اغنیاء جن کے متعلق فرمایا رضوا بان یکونوا مع الخوالف۔ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے پاس روپیہ نہیں لیکن غریب لوگ عسرت کے باوجود خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے، بڑا فرق ہے اغنیاء اور غرباء میں، غرباء خدا کی راہ میں جتنا روپیہ ان کے پاس ہوتا ہے دیتے رہتے ہیں خدا کو ایسا دل بہت پسند ہے جو دولت کو اس کے رستہ میں خرچ کرتے وقت نہ ہچکچائے، اور جو اغنیاء رکھتے ہوئے خرچ کرنے کے لئے تیار نہ ہو فرمایا طبع اللہ علیٰ قلوبہم ان کے دلوں پر خدا نے مہریں لگا دیں وہم لا یعلمون، وہ جانتے ہی نہیں کہ دولت خرچ کرنے میں ہی ان کی زندگی ہے جس قوم کے اندر قربانی کا جذبہ نہیں وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتی جس قوم میں علماء اور فضلاء کی کمی ہے، وہ کبھی بلند نہیں ہو سکتی، ہر وہ قوم جس کے دل اور دماغ میں سے خرچ کرنے کا جذبہ جاتا رہا وہ مر گئی۔

امام وقت کی آواز پر لبیک کہو

حضرت امام وقت نے فرمایا ہے کہ میں چلا جاؤں گا لیکن خدا کی راہ میں جہاد کرنا تمہارا کام ہے اپنے مالوں کی وصیت کرو تو زندہ رہ جاؤ گے، آپ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہیں اور اپنے اموال اور جائدادوں میں سے کچھ وصیت کریں اور اقرار کریں کہ دین کی ترقی کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرتے رہیں گے۔ اسی جذبے نے اس قوم کا نام روشن کر رکھا ہے اور یہی جذبہ اشاعت اسلام کا کام بڑے پیمانے پر چلانے کا ضامن ہو سکتا ہے۔ امام کی آنکھ دور بین ہے۔ ان کی بصیرت کی اقتضاء ہے کہ وہ قوم کو زندگی کی راہ پر چلائیں۔ اسی لئے انہوں نے وصایا پر زور دیا ہے امام کے عشاق کا فرض ہے کہ وہ اپنے اموال اور جائدادوں میں سے ایک حصہ خدا کی راہ میں وقف کر دیں ایسا کرنے سے خدا تعالیٰ ان کی عمر دراز کریں اور ان کے اموال میں برکت نازل فرمائے گا۔ جس کا دل چاہتا ہے وہ اس سعادت کے حصول کے لئے اپنا مال خدا کی راہ میں دیا ہے:

خواتین اسلام کی شجاعت

ام حکیم کی بہادری

جنگ یرموک کے بعد مسلمانوں کی فوج رومیوں کے مقابلہ کے لئے جا رہی تھی کہ ایک روز اس نے دمشق کے قریب "مرج الصفر" مقام پر قیام کیا۔ خالد بن سعید جنہوں نے انہی ایام میں ام حکیم بنت حارث سے نکاح کیا تھا۔ اسی مقام پر دعوت ولیمہ کی تقریب تھی کہ اہل اسلام ابھی کھانے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ رومی آن پہنچے مسلمان فوراً تیار ہو کر جنگ میں کود پڑے اور اس قدر سے

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

بسم

آفتاب الدین ہومیو پیتھک دار الشفاء کی

مختصر سہ ماہی رپورٹ

عطیہ دینے والے:-

نام	رقم
محترمہ انوری بیگم مرحومہ سالانہ	۱۰—۰—۰
صابر پرویز صاحب لاہور	۰—۱۲—۰
مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائل پور	۶—۱۲—۰
شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری لاہور	۱—۰—۰
فیض الرحمٰن صاحب لاہور	۱—۰—۰
خانصاحب ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب زیرہ	۱۰—۰—۰
زبیدہ بیگم صاحبہ لاہور	۱—۰—۰
شیخ اللہ بخش صاحب بدوملہی	۵—۰—۰
شیخ غلام قادر صاحب لاہور	۱۰—۰—۰
ملک عبدالسلام صاحب لاہور	۰—۸—۰
میاں عبدالرحمٰن صاحب لاہور	۵—۰—۰
میاں عبدالقدوس صاحب لاہور	۵—۰—۰
مظفر حسن خادم صاحب لاہور	۱—۰—۰
بوڈگرز پریس لاہور	۴۰—۰—۰
شیخ محمد عبداللہ صاحب وزیرآباد	۵—۰—۰
شیخ مختار احمد صاحب وزیرآباد	۱۵—۰—۰
سید ابو عبدالجلیل صاحب مردان	۵—۰—۰
فضل الرحمٰن صاحب لاہور	۱—۰—۰
اقبال احمد صاحب ووکنگ	۱۰—۸—۰
شیخ محمد آصف صاحب لاہور	۲۵—۰—۰
مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۵—۰—۰
مرزا محمد بیگ صاحب لاہور	۵—۰—۰
سید حسن شاہ صاحب پٹواری گوجرانوالہ	۵—۰—۰
مسز محمد اسماعیل۔ راولپنڈی	۱۰—۰—۰
طالبات گرلز ہائی سکول ڈنڈوت	۲—۸—۰
قاضی محمد رمضان صاحب حافظ آباد	۵—۰—۰
میزان:-	۱۹۱—۰—۰

آپ بھی

اس کار خیر میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔

ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۵۷ء اور جنوری ۱۹۵۸ء میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد:-

۷۹۴

آپ اپنے عطیہ جات اس پتہ پر بھیجیں:-

شیخ محمد حسین احمدیہ بلڈنگس لاہور
کنوینر دار الشفاء
مورخہ ۱ ۲/۵۸

پاکستان کا خواب

از محمد سلطان ...

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقٰتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ○ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا ۔ واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا ۔ وکنتم علٰی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذالک یبین اللّٰہ لکم اٰیٰتہٖ لعلکم تھتدون ○
(آل عمران: ۱۰۲، ۱۰۳)

"مومنو! خدا سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اور خدا کا احسان جو اُس نے تم پر کیا ہے یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ تو اُس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور اب تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ سو خدا نے تمہیں اُس سے بچا لیا۔ یوں اللہ اپنی آیات تم پر کھولتا ہے۔ شاید تم ہدایت پاؤ"

نسل انسانی کی فلاح کیلئے دستور العمل

اللہ تعالےٰ نے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نسل انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے قرآن پاک کی شکل میں ایک ایسا بے نظیر اور لاثانی دستور رحمت فرمایا جس کے زرّین اصول و قوانین کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے اور صرف یہی ایک ایسا واجب العمل دستور ہے جس کے ذریعہ نسل انسانی امن چین اور سکھ کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ انسان اپنے نفسانی وساوس کی تابعداری میں کیسی ہی سرکشی کیوں نہ اختیار کرے بالآخر اسے طوعاً و کرہاً اس دستور کے قوانین کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ یہ قوانین کائنات قدرت کے ذرہ ذرہ میں کار فرما ہیں۔ صرف ہماری نگاہ کا دھوکہ ہے کہ ہم انہیں دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بعض اوقات یہ قوانین قدرت نمایاں شکل میں بار بار ہمارے سامنے نمودار ہوتے ہیں اور عقل انسانی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھے اور ہدایت اختیار کرے۔

دس سال پہلے مسلمانوں کی کمزور حالت

آج سے دس سال پیشتر ہم پاکستانیوں نے بالخصوص اور بقیہ دنیا نے بالعموم اس دستور کے قوانین کو کار فرما دیکھا ہے۔ مسلمانانِ ہند اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد سے ہندو، سکھ اور انگریز کی غلامی میں بری طرح پھنس چکے تھے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں یہ دشمنان اسلام سے مات کھا چکے تھے۔ ہندوؤں نے انہیں روپیہ دیکر ان کا سب کچھ چھین لیا تھا۔ سکھوں نے اپنی سکھا شاہی کے زور سے انہیں خواہ مخواہ محکوم بنا رکھا تھا۔ اور انگریز نے اپنی سیاست کے ذریعہ انہیں کمزور اور دوسروں کا دست نگر کر رکھا تھا۔

علاوہ بریں دشمنان اسلام نے مذہبی پرچار اور تبلیغ کے ذریعہ بھی مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنا شروع کر دیا ہوا تھا۔ ہندو اس کوشش میں تھے کہ شدھی کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندو مت میں داخل کر لیا جائے اور سکھوں نے جہاں بس چل سکا اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے مساجد پر اذان دینا اور نماز پڑھنا بند کر رکھا تھا۔ اور انگریزوں نے مشنریوں کے ذریعہ، زر و زن کے لالچ سے انہیں عیسائی بنانے کی مہم شروع کر رکھی تھی۔ یہ ایک ایسا خطرناک دور تھا جبکہ مسلمان واقعی آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اور کوئی لحظہ آیا ہی چاہتا تھا کہ وہ مذہبی آتش ہو کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے۔

مسلمانوں کی روحانی دستگیری

مسلمان خود بھی یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ خدا کے سوا کوئی دوسری طاقت اسے اب تباہی و بربادی سے بچا نہیں سکتی۔ ایسے خطرناک دور میں بھی اللہ تبارک تعالےٰ نے اس کی دستگیری کی۔ روحانی و مادی ذریعہ سے اس کی امداد کی۔ ہندو، سکھ اور انگریز کی تبلیغی سرگرمیوں کا بیڑا غرق کرنے کے لئے قادیان میں حضرت مسیح موعود کو پیدا فرما دیا، جنہوں نے مسلمانوں کو راہ حق کی طرف بلایا۔ دین حق کی تجدید کی۔ اور ہندو، سکھ اور انگریزوں کی تبلیغی سرگرمیوں کو بے اثر کر دیا۔ آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو سرزمین ہند تک ہی محدود نہ رکھا۔ بلکہ اپنے خلفاء اور مریدوں کو ایشیا و یورپ کے مختلف ممالک میں تبلیغ دین کی خاطر بھیجا۔ جہاں اب بھی ہر ممکن کوشش سے تبلیغ اسلام کے فریضہ کو ادا کیا . . . . جا رہا ہے۔

سیاسی قوت کے حصول کی کوشش

دوسری طرف ہندو، سکھ اور انگریز کی سیاسی چالوں کا قلع قمع کرنے کے لئے قائد اعظمؒ جیسا سیاسی لیڈر پیدا کیا جنہوں نے اپنے علم و فضل اور سیاسی تدبر سے ان دشمنان اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے اور مسلمانوں میں سیاسی برتری حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ انہیں خواب غفلت سے بیدار کیا اور ان کے دل و دماغ میں آزادی کا صور پھونکا۔ ہندوستان کی تمام اسلامی جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ متحد ہو جائیں اور ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اہل ہنود کی سیاست کا قلع قمع کر دیں۔ تمام مسلمانوں سے اپیل کی کہ اگر ہندوستان پر ہندوؤں کا حق ہے تو مسلمانوں کا حق بھی ان سے کم نہیں۔ مسلمان غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ وہ تو حکمرانی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ مسلمان کو ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بغیر قربانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اتحاد، اخوت اور تنظیم ان کا لائحہ عمل ہونا چاہئے۔

سرزمین پاکستان

۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ میں ایک نئے ملک کا اضافہ ہوا۔ مملکت اسلامیہ میں ایک ایسی اسلامی سلطنت نے جنم لیا جو رقبہ و آبادی کے لحاظ سے ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس مملکت کے قیام نے خصوصاً مسلمانانِ ہند پاکستان اور عموماً مسلمانانِ عالم میں ایک مسرت و شادمانی کی لہر دوڑا دی۔

مگر آج سے دس سال قبل جو خواب مسلمانوں نے دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر الٹ ہو گئی جس جذبہ کے ماتحت مسلمانوں نے قربانیاں دیں وہ سب اکارت گئیں۔ اتحاد، اخوت و تنظیم اب ایک . . . . . خواب بن کر رہ گئے ہیں۔ جب لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند ہوتا تھا تو لوگوں کے دل و دماغ میں ایک مسرت کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ ہمارا تصور ہمیں آج سے تیرہ سو سال دور اسلام کی طرف لے جا رہا تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے دور پھر لوٹ آئیں گے۔ سرزمین پاکستان نیک پاک لوگوں کی آماجگاہ ہوگی۔ ہر طرف قرآن کا ورد ہوگا۔ تمام مسلمان بھائیوں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ اخوت، اتحاد و تنظیم ان کا شعار ہوگا۔ حاکم و محکوم، اعلیٰ و ادنےٰ اور آقا و غلام میں تمیز اور نفرت نہ ہوگی۔ حاکم محکوم کی داد رسی کرنے کو فرض اولین سمجھیں گے۔ اعلےٰ ادنےٰ کے دکھ سکھ میں شریک ہونے میں راحت محسوس کریں گے اور آقا غلام کی فریاد سننا اپنی سعادت سمجھیں گے۔ ہر طرف خوشحالی ہوگی۔ امراء غرباء کی دستگیری کریں گے اور غرباء امراء کے کاروبار میں ہر طرح کی قربانی اپنا فرض سمجھیں گے۔

مگر پاکستان کے قیام کے کچھ عرصہ بعد ہی قائد اعظم علیہ الرحمۃ جیسا محبوب راہنما مالک حقیقی سے جا ملا۔ تحاد ملت

نواب لیاقت علی خان کو راولپنڈی میں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا اور اس کے بعد سے لے کر آج تک حکومت کے وزراء اور اعلیٰ افسران جو کٹھ پتلی کا ناچ ناچ رہے ہیں، وہ بہت ہی افسوسناک ہے پاکستان کی وزارتوں میں نئے دن کے مد و جزر کے پیش نظر باشندگان پاکستان حیران پریشان ہیں اور دیگر ممالک انگشت بدندان۔

عوام اور پاکستان

اگر بنظر غمیق دیکھا جائے تو حصول پاکستان کی خاطر جس قدر قربانیاں پیش کی گئیں وہ غرباء اور عوام کی طرف سے ہی تھیں، امراء جس وقت خواب استراحت کے مزے لیتے تھے غرباء جلسہ و جلوس کی شکل میں حصول پاکستان کی جد و جہد میں مصروف ہوتے تھے۔ رؤسا جب کلبوں اور سینماؤں میں کھیل تماشہ میں مشغول ہوتے تھے غرباء مساجد میں قرآن خوانی۔ نمازوں اور دعاؤں میں منہمک رہتے تھے۔ اور جب امراء اور رؤسا مال و دولت سمیٹ کر ھندوستان سے بیچ کراچی موٹروں پر پاکستان کی طرف بھاگ رہے تھے غرباء ان کو بچانے کے لئے دشمنوں کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ ان کے گھر بار کو لوٹا جا رہا تھا۔ اور انہیں بری طرح تہ تیغ کیا جا رہا تھا۔ اور ان امراء کی کاریں ان شہید مسلمانوں کے لاشوں کو روندتی ہوئی پاکستان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

لیکن آج ان غریبوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہسپتالوں میں امیروں کے لئے رہائش جگہ اور ہر طرح کی سہولت موجود ہے، مگر یہ بیچارے غریب سسک سسک کر جان دے دیتے ہیں اور کوئی پوچھتا نہیں کہ یہ مرا کیسے مہنگائی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ سوائے امیروں کے غریب کا تو جینا موت سے بھی بدتر ہو چکا ہے۔ آئے دن غرباء لوٹے جاتے ہیں۔ معصوم عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ قتل و غارت زوروں پر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کا محکمہ بھی صرف امراء کی حفاظت کے لئے ہے۔ غریب بیچارا تو قربانی کا بکرا ہی بننے کے لئے پیدا ہوا ہے۔

کس کس محکمہ کا رونا رویا جائے۔ ہر جگہ رشوت ستانی چور بازاری جاری ہے۔ اہل و نااہل کی تمیز تو حرف غلط کی طرح مٹ چکی ہے۔ جو جہاں ہے اپنی من مانی میں مشغول ہے۔ اب تو خدا ہی رحم کرے۔ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے دور تو لوٹ کر آنے ناممکن ہیں۔ اس دور میں تو یزید کا دور بھی پلٹ آئے تو غنیمت ہے۔ اس کے دور میں بھی مسلمان کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ نہیں تھی جیسی اب ہے۔

فرقہ وارانہ کشیدگی اور اس کا نتیجہ

اب کیرہ دور بدل رہا ہے بلکہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو کیمبر بوادی جا رہی ہے۔ اس آگ کو پھر بھڑکایا جا رہا ہے جس کا نتیجہ جل کر راکھ ہونے کے سوائے کچھ نہیں۔ ادھر ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھر جنم لے رہی ہے ادھر حکومت کے برسر اقتدار اعلیٰ ہے

اپنی پھونکوں سے اسے بھڑکانے میں مشغول ہیں، ادھر مسئلہ کشمیر زوروں پر ہے۔ ہندوستان کی افواج ہمارے سر پر تیر و تفنگ اور گولہ و بارود سے مسلح کھڑی ہیں۔ مگر انجام سے سب غافل نظر آتے ہیں۔

اجناس اور ملاوٹ

شاذ و نادر ہی آج سے قبل کسی نے یہ دور دیکھا ہو جس میں کوئی چیز بھی خالص نہ ملتی ہو، گھی میں آلو اور ویزلین کی ملاوٹ، دودھ مکھن کشیدہ۔ آٹا میں لکڑی کا برادہ، غرضیکہ کوئی جنس ایسی نہیں ملتی جو ملاوٹ سے خالی ہو۔ اجناس کو تو بالائے طاق رکھیں۔ پاکستانی کے مزاج میں ملاوٹ (گفت گو میں ملاوٹ) کاموں میں ملاوٹ، وعدوں میں ملاوٹ اور تو اور خدا کے حضور کھڑا ہونے اور دعاؤں میں ملاوٹ آ چکی ہے۔ خدا اس ملاوٹ کے انجام سے بچائے۔

ذرا تحقیق کی نگاہ سے ان امور پر غور کیا جائے تو اس کا انجام نہایت بھیانک نظر آتا ہے۔ حکومت میں آئے دن کی تبدیلی۔ تمام شعبہ جات میں من مانی۔ اور خویش پروری غرباء کی بے روزگاری اور تکالیف اجناس میں ملاوٹ اور بیماری۔ روپیہ کا غلط اور فضول استعمال و بربادی۔ مسئلہ کشمیر اور ملکی تفرقہ بازی۔ اس کے علاوہ معین کیا سینکڑوں ایسے مسائل ہیں جن کی تفصیل کے لئے کتب درکار ہیں۔ مگر کیا یہی وہ پاکستان ہے جس کے لئے لاکھوں قربانیاں دی گئیں۔ کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوا۔ یقیناً ہر مسلمان کا دل گواہی دے گا کہ وہ حقیقی پاکستان نہیں، کا خواب آج سے دس سال قبل دیکھا گیا تھا وہ اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع تھا۔

آپ کے خطوط

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اور دیگر اہم مقامات پر لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے اور جماعت کے بزرگوں کو اس صورت حال سے آگاہ اور باخبر کیا جائے جو ہماری راہ میں روک کا موجب ثابت ہو رہی ہیں۔

نوٹ:۔ Seekers کا نام کسی پچھلے اخبار میں آ چکا ہے۔ یہ "نوزادو" کا پہلا نام ہے۔ والسلام۔ سعیدہ عزیز

ممبر "نوزادو" راولپنڈی

سانحۂ ارتحال

مکرمی! السلام علیکم

میرے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے جلسہ پر حاضر نہ ہو سکا۔ تمام جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

آپ کا مخلص۔ قاضی غلام یحییٰ از لائنس پور

جدید تفقہ کی ضرورت

ایڈنبرا (اسکاٹ لینڈ) سے ۱۳ر جنوری کو ایک مقدمہ طلاق کا فیصلہ شائع ہوا ہے جسے ماہرین ایجنسی نے تاریخ قانون میں ایک نادر واقعہ سے تعبیر کیا ہے مختصر روئداد مقدمہ یہ ہے کہ ملک میں ایک شادی ۲۵ر اگست ۱۹۵۲ء کو ہوئی اور میاں بیوی میں یکجائی ۳۱ر مارچ ۱۹۵۴ء سے منقطع ہو گئی۔ ۱۰ر جولائی ۱۹۵۵ء کو بیوی کے بطن سے ایک اولاد پیدا ہوئی، شوہر نے دعویٰ یہ دائر کیا کہ یہ اولاد میری نہیں کسی اور مرد سے پیدا ہوئی ہے اور ناجائز ہے۔ اس لئے بیوی سے طلاق واقع ہو جانا چاہیئے۔ بیوی کی طرف سے جواب دعویٰ یہ تھا کہ حمل، تولید کے معروف و معلوم طریقہ سے اور کسی مرد کے ساتھ صحبت سے نہیں قرار پایا، بلکہ جو مصنوعی تولید کا طریقہ حیوانات میں تو چل چکا ہے اسی کے مطابق فلاں اسپتال سے مرد کا مادۂ منویہ انجکشن کے ذریعہ زنانہ جسم میں داخل کر لیا گیا اور اسی سے حمل ٹھہر گیا، اور بیوی نے کسی جرم قوحیداری یا دیوانی کا ارتکاب نہیں کیا ——— ایڈنبرا کی عدالت سیشن کے جج لارڈ ہٹیلی نے فریقین کے دلائل سن کر بیوی کو بیگناہ قرار دیا، اور کہا کہ مصنوعی تولید، خارج سے کسی نامعلوم شخص کا مادہ منویہ اندر داخل کرا لینا کسی اعتبار سے حرامکاری کے تحت نہیں آتا۔ اس لئے طلاق کی درخواست نامنظور ہوتی ہے۔

جج کا فیصلہ صحیح تھا یا غلط یہ ایک الگ سوال ہے جس سے یہاں بحث نہیں، یہاں مقصود صرف اپنے علماء کو متوجہ کرنا ہے، کہ دیکھئے اب روزمرہ کی زندگی میں کیسے کیسے نئے مسائل پیش آنے لگے ہیں جو قدماء میں سے کسی کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ جو چیز یورپ اور امریکہ میں چل چکی اسے ہند و پاکستان میں پہنچتے دیر ہی کیا لگ سکتی ہے۔ ضرورت اور شدید ضرورت اس کی ہے کہ ہمارے صاحب فہم اور صاحب فکر اور نظر علماء (جیسے کہ پاکستان میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا مودودی ہیں اور ہمارے ہندوستان میں مولانا محمد طیب دیوبندی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی ہیں) مل کر بیٹھیں اور قبل اس کے کہ کوئی بڑا فتنہ رونما ہو لے، از خود کوئی متفقہ و تشفی بخش حل ایسے مسائل کا نکال لیں ——— صرف اسی ایک ایجاد کی زد میں ہماری فقہ کے کتنے مسئلے (صحت نسب۔ ترکہ۔ زنا۔ نکاح طلاق وغیرہ) آ رہے ہیں۔ (صدق جدید)

پیغام صلح:۔ یہ سوال علمائے جماعت احمدیہ کے لئے بدرجہ اولیٰ قابل غور ہے۔

مفسد کون ہے اور مصلح کون؟

تقریر چوہدری فضل الرحمٰن قمر ساماٹوی جو جماعت احمدیہ لاہور کے جلسہ سالانہ پر ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور ہوئی

معزز حضرات! گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پہ میری تقریر کا عنوان "فتنہ ربوہ" رکھا گیا تھا مگر میں نے اس کی بجائے جماعت ربوہ کی تبدیلی عقیدہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ...... کرتے ہوئے اس موضوع پہ کچھ بیان کرنے سے اس لئے احتراض کیا کہ فریقین میں جب بنیادی اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالےٰ کے زبردست ہاتھ نے کر دیا تو پھر مفسد اور مصلح کا فیصلہ بھی اسی سے ہو جائے گا کیونکہ یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ کونسا فریق عقائد صحیحہ پر قائم تھا اور کس فریق کے عقائد غلط تھے تو خود بخود یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ "فتنہ" کون تھا؟ اور حق و باطل کے فیصلے کے لئے یہ ایک اصولی بحث تھا اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے چالیس سالہ قلمی لڑائی کے بعد یہ فیصلہ کر دیا بلکہ ربوائی حضرات کی زبان سے کرا دیا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد صحیح اور درست تھے اور جماعت ربوہ کے عقائد بالکل غلط اور تعلیم اسلام کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف ہونے کی وجہ سے سراسر "فتنہ" کا موجب تھے اور اس پر تحقیقاتی عدالت کی مہر بھی ثبت ہو گئی۔ یوں تو ربوائی دوست آج شور مچا رہے ہیں کہ ہم نے عقیدہ تبدیل نہیں کیا مگر ہمارے پیش کردہ حقائق اور انعامی مطالبات کے جواب میں ان کی خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے پاس ہمارے مطالبات کا کوئی جواب نہیں اور تبدیلی عقیدہ کے بعد پھر ان کا اس تبدیلی سے انکار کرنا ان کے فتنہ ہونے کا از خود ثبوت ہے۔ ایک طرف انہوں نے اس عدالت میں ہونے والے اقرار سے انکار کر کے اپنے فتنہ ہونے کا ثبوت دیا اور دوسری طرف گذشتہ جلسے پر جناب خلیفہ صاحب ربوہ نے جو تقریریں کیں ان میں اپنی زبان سے خود اپنے سب سے بڑا فتنہ ہونے کا اقرار بھی کر لیا پہلی تقریر میں اپنی عادت سے مجبور ہو کر جماعت احمدیہ لاہور کو دل کھول کر گالیاں دیں اور اسے شیطان کا قائم مقام بنانے پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کر کے آخر تان یہاں آ کر توڑی کہ

"جو فتنہ شیطان نے آدم کے وقت اٹھایا تھا اور جس آگ کو وہ پہلے ابراہیم کے وقت تک سلگاتا چلا گیا پھر بنو اسمٰعیل اور بنو اسحٰق کی لڑائی کی شکل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب زمانہ تک بھڑکاتا چلا گیا اور پھر حضرت امام حسینؓ اور یزید کی لڑائی کی صورت میں وہ آپ کے بعد بھی بھڑکاتا چلا گیا اور پھر آخری زمانہ میں یعنی دور حاضر میں مسیح محمدی اور ابناسے مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی صورت میں اس نے بھڑکانا شروع کر دیا تھا اور اب پیغامیوں اور مبائعین ...... کی لڑائی کی شکل میں اس کو جاری رکھے ہوئے ہے وہ بات حرف بحرف صحیح ہے اور اس تمام جنگ کی بنیاد لالچ یا بغض پر ہے کوئی دینی روح اس کے پیچھے نہیں ہے"

(نظام آسمانی کی مخالفت ص۱۳۱)

پھر ارشاد فرماتے ہیں:-

"شیطان ابھی مایوس نہیں ہوا پہلے تو شیطان نے پیغامیوں کی جماعت بنائی لیکن بیالیس سال کے انتظار کے بعد اس باسی کڑھی میں پھر ابال آیا"

(خلافت حقہ اسلامیہ ص۱۱۴)

جناب خلیفہ صاحب کی زبان مبارک سے بعض اوقات جوش غضب میں سچی بات بھی نکل جاتی ہے جیسا کہ اس حوالہ میں آپ نے جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق بغض سے مغضوب الغضوب ہو کر یہ کہہ دیا کہ

"اس تمام جنگ کی بنیاد لالچ یا بغض پر ہے کوئی دینی روح اس کے پیچھے نہیں ہے"

جب جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگ یہی بات کہتے تھے کہ نبوت اور کفر و اسلام کے سب کھیل اقتدار خلافت کے لالچ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ سے بغض کی وجہ سے کھیلے جا رہے ہیں ورنہ کوئی دینی روح اس کے پیچھے نہیں ہے" تو جناب میاں صاحب اور ان کے سب مخلصین یہ شور مچاتے تھے کہ پیغامی گالیاں دیتے ہیں مگر آخر خدا نے ان کی زبان سے یہ اقرار کرا دیا کہ اس جنگ کی بنیاد اسی طرح صرف لالچ اور بغض پر تھی جس طرح

"یزید اور امام حسینؓ کی صورت میں"

ظاہر ہوئی تھی اور یہ جماعت احمدیہ لاہور کے حق پر ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے کہ جو بات جناب خلیفہ صاحب اور ان کے مقلدین کے متعلق پاک ممبروں نے سالہا قبل کہی تھی آخر خرابی بسیار کے بعد انہوں نے خود اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیا دنیائے اسلام آج تک یہ مانتی چلی آ رہی ہے کہ یزید اور یزیدیوں کا وجود جو ادعائے خلافت کی صورت میں نمودار ہوا وہ اسلام میں ایک بڑا فتنہ تھا جس کا اعتراف جناب خلیفہ صاحب نے خود بھی گذشتہ سال ساٹھ ہزار کے مجمع میں کر لیا اب اگر اس پر مزید روشنی نہ بھی ڈالی جائے تو بھی میرا مدعا ثابت ہو جاتا ہے اور اہل ربوہ کے "حضرت امیر المومنین" کی زبان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اہل ربوہ جس خلافت کو پیش کرتے ہیں "وہ خلافت آیت استخلاف کے ماتحت خلافت راشدہ نہیں بلکہ اس کی

"بنیاد لالچ یا بغض پر ہے کوئی دینی روح اس کے پیچھے نہیں ہے"

اور جس چیز کی بنیاد لالچ یا بغض پر ہو اور کوئی دینی روح اس کے پیچھے نہ ہو وہ سراسر فتنہ ہوتی ہے۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے جو دعا تلقین فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب ولا الضالین۔ اس میں تین گروہوں کا ذکر ہے جن میں سے ایک گروہ یعنی منعم علیہ میں شامل ہونے کی دعا سکھلائی اور مغضوب اور ضالین دو گروہوں سے بچنے کی دعا سکھائی گئی معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کے اندر جہاں انعمت علیھم کا مصداق ہوں گے وہاں مغضوب علیہم اور ضالین کا مصداق بھی ہوں گے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر بھی بعینہٖ وہی واقعہ ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا دوسری حدیث میں فرمایا کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع یعنی تم اپنے سے پہلی قوموں کی پوری پوری متابعت کرو گے یعنی ان سے موافقت تامہ کرو گے اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ الیھود والنصارٰی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پہلی قوموں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں تو حضور نے فرمایا کہ فمن کہ اور کیا اس پر علامہ عینی فرماتے ہیں وھذا کنایۃ عن شدۃ الموافقۃ لھم فی المخالفات والمعاصی لا فی الکفر۔ کہ یہ شدت موافقت کی وجہ سے ایک کنایہ ہے جو مخالفتوں اور معاصی کی صورت میں تم سے ظہور میں آئے گا اور کفر میں موافقت نہ ہوگی۔ ان احادیث سے جو در اصل سورۃ فاتحہ کی مذکورہ دعا کی تفسیر ہیں یہ ثابت ہوا کہ امت محمدیہ کے اندر انعمت علیھم کا مصداق کوئی مثیل مسیح پیدا ہوگا جس کا انکار کیا جائے گا اور اس کی شان میں پہلے مسیح کی طرح غلو کیا جائے گا اس کی

تکذیب کرنے والے مغضوب علیہم کا مصداق ہوں گے اور اس کی شان میں غلو کرنے والے ضالین کے مثیل ہوں گے۔

سب سے بڑا فتنہ

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ضالین یعنی غلو کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور اس فتنہ سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے جس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ "وما من نبیّ الّا انذر قومہ لقد انذر نوح قومہ"۔ ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء تشریف لائے سب نے اپنی قوموں کو ضالین کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضالین کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ اور سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ہے اسی لئے ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا اور میرے اس دعویٰ کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:۔

"سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں
اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دور
نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ
حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں"
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۸)

پھر نصاریٰ کے ضالین ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"عیسائیوں نے اس بات پر غلو کیا کہ وہ
خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا اور دنیا
کو نجات دینے کے لئے اس نے
صلیب پر جان دی" (ایضاً)

ثابت ہوا کہ نصاریٰ اس لئے ضالین ہوئے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں غلو کیا یعنی ان کو ان کے اصل مقام مقام نبوت سے بڑھا کر خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا اور انہوں نے نجات کو صرف اور صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت پر ایمان لانے کے ساتھ وابستہ کر دیا اس لئے غلو کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا اور سورۃ فاتحہ میں سکھائی گئی دعا پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے مشابہت کاملہ ثابت ہونے کے لئے یہ مقدر تھا کہ جس طرح موسوی سلسلہ کا آخری خلیفہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح کے نام سے آئیگا (۱) جس طرح موسوی سلسلہ کے مسیح کو اس زمانہ کے لوگوں نے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور اس کی تکفیر و تکذیب کی اور اس وجہ سے وہ لوگ مغضوب علیہم کا مصداق ہوئے اسی طرح ارشاد خداوندی اور فرمان نبوی کے موجب مسیح محمدی کی تکفیر و تکذیب کرنے والا گروہ مغضوب علیہم کا مثیل ہوگا پھر جس طرح مسیح موسوی کے ماننے والا اکثر گروہ ان کی شان میں غلو کر کے نبی سے خدا بنانے والے ضالین میں شامل ہوا اسی طرح مسیح محمدی کے ماننے والوں میں بھی کثیر حصہ آپ کی شان میں غلو کر کے مقام ولایت سے مقام نبوت تک پہنچائیگا اور جس طرح مسیح موسوی کے ماننے والے ایک غالی گروہ نے نجات کو الوہیت حضرت مسیح پر ایمان لانے کو وابستہ کر دیا اسی طرح وہ بھی مسیح محمدی کی نبوت پر ایمان کو "جزو ایمان" اور "مدار نجات" قرار دیں گے اگر امت محمدیہ کے مسیح کو ماننے والوں میں غلو کرنے والوں نے پیدا نہ ہونا تھا تو پھر یہ دعا کیوں سکھلائی گئی؟ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ تم یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلو گے اور ان کی پوری پوری اتباع کرو گے یعنی ان سے مشابہت تامہ پیدا کرو گے۔

غلو کرنیوالوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھلائی کہ خداوندا ہمیں ضالین میں شامل نہ کیجیو یعنی غلو کرنے والا نہ بنائیو دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ میری امت کے لوگ جس طرح مثیل یہود ہونگے اسی طرح مثیل نصاریٰ بھی ہوں گے یعنی میرے مسیح کی شان میں غلو کر کے ان سے مشابہت پیدا کریں گے اور ان کے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ:۔

"وبتحقیق قبیلہ من عنقریب بار دوم
بسوئے فساد رجوع خواہند کرد
. . . .
پس عنقریب امر خدا بر ایشان نازل
خواہد شد چوں خواہد دید کہ ایشاں
در غلو خود زیادت کردند"
(انجام آتھم صفحہ ۲۲۳)

اس حوالہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح مسیح موسوی کے ماننے والوں نے ان کی شان میں غلو کیا اسی طرح آپ کے ماننے والے آپ کی شان میں بھی غلو کریں گے اور اس غلو کی ابتدا ان لوگوں کی طرف سے ہوگی جو آپ کے قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کا کلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح محمدی کے ماننے والوں میں ایک گروہ ضالین کا مثیل ہو کر آپ کی شان میں اسی طرح غلو کریگا جس طرح مسیح ناصری کے ماننے والوں نے انکی شان میں غلو کیا۔ (باقی۔ آئی)

اخبار احمدیہ ــ بسلسلہ صفحہ ۴

گذشتہ جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھایا، بیرونی جماعتوں سے بھی درخواست ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

ضرورت ملازمت

جھنگ صدر سے محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

میری عمر تقریباً تیس (۳۰) سال کی ہے اور میں جھنگ صدر میں پاور ہاؤس میں ملازم ہوں، اور پاور ہاؤس کا آئل انجن ڈرائیور ہوں۔ بوجہ الیکٹریسٹی کے شیڈنگ ہونے کے سبب یکم فروری سے استعفیٰ پر علیحدہ ہو رہا ہوں۔ اگر پاور ہاؤس ملتان یا دیگر جگہ فیصل آباد، یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز میں جگہ مل جاوے تو میں وہاں کام کر سکتا ہوں یا کوئی جماعت کا دوست کہیں ملازمت میں میری امداد فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں عیالدار ہوں خط و کتابت مولوی محمد حسین صاحب امام ۔۔۔ مسجد میاں غلام رسول صاحب کمیانہ کی معرفت کی جاوے:۔
محمد شفیع پردیسی۔ ڈرائیور بجلی گھر
پاور ہاؤس جھنگ صدر

درخواست ہائے دعا

(۱) مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کے برادر خورد حمید اللہ بٹ صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ قبلہ والد صاحب کو ابھی تک آرام نہیں آیا کبھی دردوں کی تکلیف کم ہو جاتی ہے اور کبھی بہت زیادہ، آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ، قبلہ والد صاحب کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرماتے رہیں"

(۲) مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب کا بندش پیشاب کا اپریشن گنگا رام ہسپتال میں ہو چکا ہے، کمزوری اور ناتوانی نے بے حال کر رکھا ہے، ان کی صحت کے لئے احباب کی پُرسوز دعاؤں کی ضرورت ہے۔

(۳) سید تصدق حسین صاحب قادری (بغداد) اور سردار نور خاں (آزاد کشمیر) کے لئے بھی بیماری سے صحت یاب ہونے کی دعا فرمائی جائے۔

(۴) محترم میاں سعید احمد صاحب کی صاحبزادی صاحبہ بہت دیر سے میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ان کی صحت کے لئے احباب کرام کی خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

بواسیر کا مجرّب نسخہ بتائیں

. . . . . . مجھے عارضہ بواسیر مدت سے ہے یہ تکلیف دیتا ہے اور خون جاری رہتا ہے اگر کوئی احباب نسخہ بتادیں تو دعا کروں گا۔

شیخ غلام حسین۔ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح

جماعت ہبلی (کرناٹک جنوبی ہند) کی تبلیغی سرگرمیاں

از شیخ عبدالستار صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی

رام لنگم مٹھ کے سوامی سری سدھ دیر پا مورتی ہر اگست ۱۹۵۷ء کو ہماری تقاریر سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ جہاں کہیں بھی تقریر ہوتی وہاں ہماری بیان کردہ باتوں کو ضرور دوہراتے تھے۔ ایک دن نگرا اشور کے مندر میں بھی دوہراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمانوں میں بھی چند لوگ قابل تعریف ہیں جن کی زبان سے میں نے یہ کلمات سنے ہیں۔ اگر آپ لوگ اُن حضرات سے ملنا چاہتے ہیں تو مَیں بُلا سکتا ہوں آپ بھی اُن کی زبان سے وید و گیتا اور قرآن شریف سُن سکتے ہیں یہ کہکر انہوں نے اپنا ایک مُرید ۲۵ راگست کو صبح ۸ بجے کے قریب ہمیں بلانے کے لئے بھیجا اس شخص نے ہمیں بتایا کہ سوامی جی نے آپ کو نگرا اشور کے دیوائل پر بیٹھے ہیں جہاں بہت سے پنڈت اور لوگ بھی جمع ہیں سب لوگ آپ سے ملنا چاہتے ہیں یہ خبر سنتے ہی میں جناب محمد یوسف صاحب شیموگا کو اپنے ساتھ لیکر انجمن میں آیا اور ایک اطلاع نامہ سیکرٹری صاحب کے نام لکھکر میز پر رکھدیا کیونکہ ہر اتوار کو صبح ۱۰ بجے انجمن میں تمام ممبر جمع ہوتے اور تقاریر وغیرہ ہوتی ہیں اس لئے ان کو اطلاع دینا ضروری تھا۔

جب ہم نگرا اشور کے مندر پہنچے تو ان کا جلسہ ختم ہوگیا تھا تاہم تقریباً ساٹھ آدمی موجود تھے جو سوامیوں سے کچھ مذہبی سوالات کر رہے تھے کل چار پنڈت اور سات سوامی موجود تھے۔ ہم اس مندر میں پہنچے تو سارے پنڈتوں اور سوامیوں نے اُٹھ کر ہمارا سواگت کیا اور ہمیں آرام سے بیٹھنے کے لئے اپنی اپنی نشستوں پر جگہ پیش کی ہم بھی سیدھے دھڑک گھس کر اُن کی مسندوں پر جا بیٹھے۔ اُن میں سے ایک پنڈت نے سری کبیرداس جی کے اشعار سنائے جو اِنّ اللّٰہ علٰی کل شیءٍ قدیر کی تفسیر تھی۔

ان اشعار کے ختم ہوتے ہی جناب محمد یوسف صاحب نے اٰمنت باللّٰہ وملٰئکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالٰی والبعث بعد الموت - پڑھکر اس کی نہایت عمدہ تشریح کنڑی زبان میں کی اتنے میں دفتر انجمن سے دوسرے احباب بھی اطلاع پاکر وہاں آگئے۔

اس کے بعد میں نے وہاں سے جہاں سے محمد یوسف صاحب نے مضمون چھوڑا تھا مزید تشریح کے ساتھ اس بت خانہ میں توحید کا وعظ کیا اور بتایا کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرنا سب مذاہب کے اوتاروں نے سکھلایا ہے پر انسان بہت ہی ناشکر گذار ہے جو اپنے رب کے بتلائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر کہیں کا کہیں بھٹکتا پھرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسی میں میری فلاح ہے اور فلاں بُت کے ماننے سے ہی مجھے نجات حاصل ہوگی اسی ضمن میں مَیں نے سری مد بھگوت گیتا کا پچیسواں شلوک پڑھکر سنایا جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے

"جو کوئی ماں باپ کی پرستش کرے گا وہ
ماں باپ کو ہی پائے گا اور جو کوئی ملائکہ
کی پوجا کرے گا وہ ملائکہ کو ہی پائے گا
اور جو کوئی میری عبادت کرے گا اُسے
میں ہی ملوں گا۔"

میں نے کہا کہ یہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے جو سری کرشن جی مہاراج کے ذریعہ دنیا والوں کو ملا ہوا تھا اس میں خدا تعالےٰ کا صاف ارشاد ہے کہ جو کوئی میری تلاش کریگا وہ مجھے ہی پائے گا۔ اس قسم کے شلوکوں کا ... دن رات ورد کرتے ہوئے بھی ادھر ادھر بھٹکتے پھرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

اس وعظ کو سننے کے بعد ان لوگوں کو شام کے ۵ بجے دوبارہ آکر اور سنانے کے لئے کہا کیونکہ دوپہر ہوجانے کی وجہ سے لوگ زیادہ دیر نہ بیٹھ سکتے تھے۔

شام کے ۵ بجے بارش زیادہ زور سے ہو رہی تھی میں گھر میں ہی جناب محمد یوسف صاحب کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ اس غلط فہمی میں کہ میں چلا گیا ہوں گا۔

جناب عبدالرحمٰن صاحب اُچگی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے وہاں پہلے سے بھگوت گیتا کا درس ہو رہا تھا۔ مندر والوں نے درس کو بند کرکے جناب محمد یوسف صاحب کو بیان کرنے کے لئے کہا، انہوں نے سورۃ والعصر پڑھکر توحید پر ہی وعظ کیا جس کو تمام پنڈتوں نے بڑی دلچسپی سے سنا اور بہت ہی خوش ہوگئے اور ایک پھولوں کا ہار جناب محمد یوسف صاحب کے گلے میں ڈال کر قرآن مجید کی، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی جب ہم وہاں سے چلے آئے تو ایک کالج کے پروفیسر ان لوگوں سے کہا کہ یہ مسلمان جاہل لوگ تھے کل تک غنڈے اور بدمعاش ہوتے تھے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آج یہ ہمارے مندروں میں آکر ہمیں مذہب سکھاتے اور نیکی کا وعظ کرتے ہیں۔ یہ خبر اُن میں سے ایک شخص نے ہمیں سنائی ہے۔ فقط والسلام

خواتین اسلام کی شجاعت

(سلسلہ صلہ)

حملہ کیا کہ رومیوں کو نہایت ذلت کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ ام حکیم جو اس وقت دلہن بنی بیٹھی تھیں ذرا انکے اس وقت کے جذبات کے آئینے میں اس ہولناک منظر کو دیکھئے۔ اور پھر اس ایمانی قوت کو خاطر میں لائیے کہ کس طرح انہوں نے تمام تر نسوانی کمزوریوں کے باوجود شجاعت کا حیرت انگیز نمونہ دکھایا اور اس دلیری سے لڑیں کہ سات آدمی ہلاک کر ڈالے

اسدالغابہ ص ۵۷۷

از عدالت العالیہ آزاد جموں وکشمیر مظفر آباد

ولائت بیگم اپیلانٹیہ

بنام

مسماۃ رسول بی بی وغیرہ، رسپانڈنٹیہ

اپیل بنارافنگی حکم ڈسٹرکٹ جج صاحب میرپور

۲۵-۲-۵۷

اشتہار بنام:- (۱) جلال ولد وہاب الدین۔ (۲) کاکا ولد علمدین۔ (۳) فیروز و فتح پسران فقیر۔ (۴) لعل ولد یعقوب ساکنان ٹے بہ تاہڈ کھاڈک تحصیل وضلع میرپور۔

ہرگاہ مقدمہ عنوان الصدر میں رپورٹ ہے کہ رسپانڈنٹان مندرجہ صدر کی تعمیل بطریق معمولی مشکل ہے۔ کیونکہ رسپانڈنٹان مندرجہ صدر میں سے بعض پاکستان میں سکونت رکھتے ہیں اور بعض انگلینڈ میں

لہٰذا

بذریعہ اشتہار ہذا جملہ رسپانڈنٹان مندرجہ صدر کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۲۹ اپریل ۱۹۵۸ء عدالت ہذا میں بمقام میرپور اصالتاً وکالتاً یا مختارتاً حاضر آویں۔ بصورت دیگر کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۱۷ جنوری ۱۹۵۸ء بثبت مہر عدالت اور میرے دستخط سے جاری ہوا۔

دستخط رجسٹرار

مہر عدالت

پیغام صلح ۱۲ فروری سنہ ۱۹۵۸ء — شمارہ ۷

ہفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ پاکستان سے:- چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ حیدر آباد دکن (انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — گمرہاں را چشم کُن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ تبلیغ لاہور

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۹ رجب سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹ فروری سنہ ۱۹۵۸ء | نمبر ۷

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

کیا خدا تعالےٰ کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی کا نام عیسیٰ یا ابنِ مریم رکھ دے

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد گرامی

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے مومن کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک مثال فرعون کی عورت سے دی ہے۔ جو کہ اس قسم کے خاوند سے خدا سے پناہ چاہتی ہے، یہ ان مومنوں کی مثال ہے جو نفسانی جذبات کے آگے گرجاتے ہیں۔ اور غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔ پھر پچھتاتے ہیں توبہ کرتے ہیں۔ اور خدا سے پناہ مانگتے ہیں، ان کا نفس فرعون جیسے خاوند کی طرح ان کو تنگ کرتا رہتا ہے۔ وہ لوگ نفس لوامہ رکھتے ہیں۔ بدی سے بچنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ دوسرے مومن وہ ہیں جو اس سے اعلےٰ درجہ رکھتے ہیں۔ وہ صرف بدیوں سے ہی نہیں بچتے بلکہ نیکیوں کو حاصل کرتے ہیں۔ ان کی مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے دی ہے احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا (سورہ تحریم) ہر ایک مومن جو تقوےٰ و طہارت میں کمال پیدا کرے وہ بروزی طور پر مریم ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس میں اپنی روح پھونک دیتا ہے۔ جو کہ ابن مریم بن جاتی ہے۔ زمخشری نے بھی اس کے یہی معنے کئے ہیں۔ کہ یہ آیت عام ہے۔ اور اگر یہ معنے نہ کئے جاویں تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ مریم اور ابن مریم کے سوا مس شیطان سے کوئی محفوظ نہیں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ تمام انبیاء پر شیطان کا دخل تھا۔ پس دراصل اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک مومن جو اپنے تئیں اس کمال کو پہنچائے خدا تعالےٰ کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے اور وہ ابن مریم بن جاتا ہے، اور اس میں ایک پیشگوئی ہے کہ اس امت میں ابن مریم پیدا ہوگا۔ تعجب ہے کہ لوگ اپنے بیٹوں کا نام محمدؐ اور عیسیٰؑ اور موسیٰؑ اور یعقوبؑ اور اسحاقؑ اور ابراھیمؑ رکھ لیتے ہیں اور اس کو جائز جانتے ہیں۔ پر خدا تعالےٰ کے لئے جائز نہیں جانتے کہ وہ کسی کا نام عیسیٰؑ یا ابن مریمؑ رکھ دے۔ (الحکم جلد ۵ ۲۸)

اخبارِ احمدیہ

— چوہدری تاجدین صاحب ویروالہ ضلع سیالکوٹ نے اپنے پوتے نصیر احمد کی شادی خانہ آبادی پر مبلغ دو روپیہ انجمن کو بھیجے ہیں۔ جزاہ اللہ ہماری دلی دعا ہے اللہ تعالےٰ اس شادی کو بابرکت بنائے۔

— مظفر گڑھ سے عبدالکریم صاحب لنگڑیال لکھتے ہیں :- مجھے رگِ مثانہ کا عارضہ عرصہ دراز سے لاحق ہے۔ آجکل پیشاب رک رک کر آتا ہے، بہت تکلیف ہے۔ اپریشن سے بہت خائف ہوں۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔ حضرت امیر صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھی عرض کریں۔ اگر مناسب سمجھیں تو اپنے اخبار میں بھی مختصر نوٹ کے ذریعہ بزرگان و برادران کی خدمت میں میری طرف سے استدعا درج کر دیں کہ اس بوڑھے سیہ کار کے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ بخشے اور حامی و ناصر ہو۔"

تحریکِ احمدیت کی اہمیت اور ہماری ذمہ داری

مولانا عبدالباقی صاحب بنوں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ...... الخ

(سورۃ توبہ آیات ۳۹ - ۴۱)

آیات بالا میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ تم کو کہا جائے۔ کہ اللہ کی راہ میں نکل پڑو۔ تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر (گر جانے کو) راضی ہو گئے ہو۔ مگر خبردار دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو تھوڑا ہی ہے اگر تم نہ نکلو۔ تو وہ تم کو دردناک دُکھ کا عذاب دیگا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئیگا۔ اور تم اسے کچھ ضرر نہ دے سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی۔"

ان آیات میں جنگ تبوک کے واقعات کا ذکر ہے جو کہ سلطنت روما کی عیسائی حکومت کے خلاف لڑی جانے والی تھی۔ یہ حکومت اپنے عہد میں طاقت اور قوت کے لحاظ سے تمام معاصر سلطنتوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس نے عرب اور بالخصوص مسلمانوں کو فتح کرنے کے منصوبے بنا لئے تھے۔ ایک ایسی حکومت کے ساتھ جو منظم فوجوں اور خزانوں کی مالک ہو، صحابہ کرام کا مقابلہ حد درجہ دشوار تھا۔ وہ حالات جس میں یہ مہم پیش آئی تھی۔ اور بھی حوصلہ شکن تھے۔ کیونکہ شدت کی گرمی میں دُور دراز کی مسافت صحابہ کو ریگستان میں سے ہو کر طے کرنی تھی۔ راستے میں پانی کا کچھ بھی انتظام نہیں تھا مزید برآں ان کی فصل تیار کھڑی تھی۔ ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کی موجودگی میں لکھا ہے۔ کہ کوئی تیس ہزار کی جمعیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر نکل پڑی۔

آیات بالا میں اگرچہ اس خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ لیکن قرآن پاک کا انداز بیان اپنے اندر عمومیت رکھتا ہے اس واسطے اس کا اطلاق وسیع اور ہر زمانے کے لئے ہے اور یہی قرآن پاک کا اعجاز ہے۔ کہ تھوڑے الفاظ میں ہر زمانے کے مصائب اور مشکلات کا حل ان میں موجود ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ضمن میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تفسیر سے اس نظریہ کی تصدیق کے لئے ایک مختصر سا لطیف تفسیری نوٹ یہاں درج کر دوں، موصوف فرماتے ہیں:-

"یہ جنگ (یعنی جنگ تبوک۔ ناقل) عیسائیوں سے تھی۔ اور اس لئے اس کے ذکر سے پہلے اہل کتاب سے جنگ کا ذکر ہے۔ اور نبی کریم صلعم کی جنگوں میں یہ سب سے آخری جنگ تھی۔ شاید یہ اشارہ تھا۔ کہ آخر کار مسلمانوں کا مقابلہ عیسائیوں ہی سے رہ جائے گا۔" (بیان القرآن جلد دوم ص۸۵۲)

قارئین کرام اندازہ لگائیں۔ کہ جب عیسائیت کا سب سے زبردست معرکہ آخری زمانہ میں اسلام کے ساتھ ہونے والا تھا۔ تو اگرچہ احکام بالا میں اس وقت کے مسلمان مخاطب ہیں۔ تاہم موجودہ حالات کے پیش نظر اس کا خطاب ہمارے زمانہ کے مسلمانوں کو بھی ہے، اور ہم بدرجہ اولیٰ اس کے مخاطب ہیں موجودہ واقعات یہ ہیں کہ عیسائیت اور اس کے علمبردار آج ساری دنیا، بالخصوص مسلمانوں اور اسلام کے لئے ایک زبردست فتنہ بن چکے ہیں فتنہ بھی ایسا کہ پیدائش آدم سے لیکر تا ایندم نسلِ انسانی کو ایسا کوئی فتنہ پیش نہیں آیا۔ ان واقعات کو جب ہم قرآن پاک اور احادیث کی پیشگوئی کی روشنی میں دیکھتے ہیں، تو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ یہی وہ فتنہ ہے جسے قرآن پاک کے اندر یاجوج و ماجوج کے نام سے اور احادیث میں دجّال کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس فتنہ کی نشاندہی ہم نے از خود کر لی ہے۔ نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث کے پڑھنے والے تو بہتیرے تھے۔ مگر یہ راز رسول کریم صلعم کی پیشگوئی کے ماتحت صرف آخری زمانے کے امام پر منکشف ہوا۔ اور وہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہی تھے۔ جنہوں نے اعلان فرمایا کہ ھٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِیْ ذَکَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

جب اس امام کی نشاندہی پر وہ سب راز ہائے سربستہ ہمیں معلوم ہوئے اور ہم ایمان لے آئے کہ یہی عیسائی قومیں فتنۂ دجّال اور یاجوج ماجوج ہیں اور ہم نے ان کے خلاف جہاد کا عہد کر لیا تو آؤ کہ ہم محاسبہ کریں۔ کہ کس حد تک ہم نے اس عہد کو پورا کیا ہے۔ اور احکام بالا کی وعید سے کہاں تک ہم محفوظ ہیں۔

محاسبہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے حالات کا موازنہ اس وقت کے حالات سے کریں جب یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ ہم نے کس حد تک الٰہی عہد کو پورا کیا ہے۔ جنگ تبوک کے مختصر حالات تو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ ان سے اندازہ لگائیں، کہ کیسے سخت ترین حالات و واقعات میں صحابہ کرام کو موت کے منہ میں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن کیا وہ سُست پڑ گئے تھے۔ نہیں بلکہ تیس ہزار کا عظیم الشان لشکر سارے کا سارا اُن مشکلات کا مقابلہ کرنے اور موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ آج پھر یہاں عیسائیت کے ساتھ ایسا ہی مقابلہ ہے، اگو کہ نوعیت میں فرق ہے۔ آج جو سہولتیں ہمیں میسر ہیں صحابہ کرام کو حاصل تھیں ان کو جانی اور مالی دونوں قربانیاں دینی پڑیں لیکن جس روحانی جنگ سے ہم دوچار ہیں، اس میں زیادہ تر مالی قربانیوں اور تبلیغی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ آج دجال کے ساتھ قلم اور دلائل کی لڑائی ہے نہ کہ تلوار کی، آج خدا اور رسول کی خوشنودی اور دین اسلام کا غلبہ اسی روحانی جنگ کیسا تھ وابستہ ہے۔ آج خدا اور رسول اس زمانے کے امام کی توسط سے ہمیں مندرجہ بالا فرمان کے ذریعہ پکار رہے ہیں۔ موت کے لئے نہیں تبلیغ اسلام کے لئے۔ گو کہ مشکلات بہت ہیں۔ مگر موت کے برابر نہیں۔ صحابہ کرام کے نمونے کے بعد اس زمانے کے امام کے ساتھ کام کرنے والے جانبازوں کا دوہرا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ اسلام اور عیسائیت کے اس آخری معرکہ میں ہمیں امام وقت نے ہر قسم کے ہتھیاروں سے ہم کو لیس کر دیا ہے، جن کو استعمال میں لا کر بے شمار متبعین دجّال کو ہم نے روحانی زندگی عطا کی ہے۔

جب صورت حال یہ ہے۔ تو حق یہ تھا۔ کہ اس مہم کو جو امام الزمان علیہ السلام نے جاری کی ہوئی ہے ہم تیز تر کرتے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہمارا قدم آج سُست پڑ گیا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ کے مصداق ہو رہے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس وقت دین کے لئے جو تھوڑی بہت قربانیاں ہم کر رہے ہیں اُن کے ذریعہ دین اسلام غالب آ جائے گا۔ لیکن یہ ایک خام خیال ہے۔ اسلام کا غلبہ اس وقت ہو گا۔ جب ہم اپنے اندر پورا انقلاب پیدا کر لیں۔ اور خدمت دین کے لئے دیوانہ وار تیار ہوں۔ ورنہ سے

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

(ماخوذ، صلح)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۹؍ فروری ۱۹۵۸ء

اپنے قادیانی دوستوں سے ایک مخلصانہ اپیل

۲۵؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کے "پیغام صلح" میں ہم نے ربوہ کے جلسہ سالانہ میں جمع ہونے والے قادیانی دوستوں سے "ایک مخلصانہ اپیل" ذیل کے مفاد کی صورت میں کی تھی، ہم سمجھتے ہیں کہ جلسہ کی ہما ہمی اور مصروفیت میں ہماری یہ اپیل نظروں سے اوجھل ہوگئی، اس لئے چند ابتدائی الفاظ کے تغیر کے ساتھ ہم اس اپیل کو ایک دفعہ پھر اپنے قادیانی یا ربوائی دوستوں کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے اور یہ امید کرتے ہیں کہ وہ اس پر اسی اخلاص اور غیر جنبہ داری سے غور کریں گے، جن مخلصانہ جذبات سے انہیں اس اپیل میں مخاطب کیا گیا ہے :—

اس وقت جبکہ قادیانی جماعت میں بعض ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں جو غور و فکر رکھنے والی طبائع میں ایک بحران پیدا کرنے کا موجب ہوگئے ہیں۔ ہم اس جماعت کے ان سنجیدہ اصحاب سے جو جنبہ داری اور ضد اور تعصب کی صفات ذمیمہ سے پاک ہیں، یہ **اپیل** کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خالی الذہن ہو کر اس بات پر غور کریں کہ جہاں تک دونوں جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے مابین عقائد کی بحث کا تعلق ہے۔ اس کی موجودہ پوزیشن کیا ہے اور اس بحث کے ختم ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان مقالات کے پیش نظر جو ہر دو فریق کے اخبارات میں مسئلہ نبوت کے متعلق آرہے ہیں اس بحث کا ختم ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ لاہوری احمدیہ جماعت کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی نبوت ولایت اور محدثیت سے بڑھکر نہ تھی، بیشک آپ رنگ انبیاء سے اس حد تک رنگین تھے اور کمالات نبوت اس درجہ آپ میں پائے جاتے تھے کہ نبی کا نام مجازی طور پر آپ کو دیا گیا۔ لیکن یہ اصلی اور حقیقی نبوت نہیں جس کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف قادیانی علماء اور اخبارات ابھی تک اس بات پر زور دیئے جا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی تھے جس کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور کسی ایسے مسلمان کا جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں نہیں جنازہ بھی پڑھنا ناجائز ہے یہاں تک کہ غیر احمدی بچوں کا بھی جنازہ ناجائز ہے۔

یہ بحثیں اس قدر لاطائل ہیں کہ آج چالیس سال سے زائد عرصہ ان مسائل پر جھگڑتے ہوئے ہو گیا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا، بلکہ اُلٹا دونوں جماعتوں میں ضد اور تعصب بڑھتا چلا گیا۔ اس لئے دلائل کو چھوڑ کر ہم صرف ایک امر واقع کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جس پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ بحث ایک منٹ میں ختم ہو سکتی ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے جناب خلیفہ صاحب ربوہ کا وہ تاریخی بیان ہے جو ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں انہوں نے دیا یہ "بیان" خود قادیانی جماعت کی طرف سے اسی نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا ہے جس کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے :—

"تحقیقاتی عدالت میں
حضرت امام جماعت احمدیہ کا
بیان
ملنے کا پتہ :۔ صیغہ نشر و اشاعت ربوہ ضلع جھنگ"۔

اس "بیان" میں جہاں خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو نبی تسلیم کیا ہے وہیں اس سوال کے جواب میں کہ

"کیا مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے؟"

کھلے لفظوں میں "جی نہیں" ارشاد فرمایا۔

پھر جب یہ سوال کیا گیا کہ :—

"کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو ان ماموروں میں شمار کرتے ہیں جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لئے ضروری ہے؟"

تو خلیفہ صاحب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ :—

"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا" (ص ۳۷)

اس سے پہلے ص ۲۲ پر ایک سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ ناجائز ہونے کا فتوےٰ صرف اس بناء پر دیا گیا کہ :—

"غیر احمدی علماء نے یہ فتوےٰ دیا تھا کہ احمدیوں کے بچوں کو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے"

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ :—

"البتہ اب ہمیں بانئے سلسلہ کا ایک فتوےٰ ملا ہے جس کے مطابق ممکن ہے کہ غور و خوض کے بعد پہلے فتوےٰ میں ترمیم کر دی جائے"

یہ تینوں بیانات کسی تشریح کے محتاج نہیں، ان سے صاف واضح ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک

ا۔ حضرت مسیح موعود کا ماننا جزوِ ایمان نہیں۔

ب۔ آپ کے انکار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

ج۔ غیر احمدی کے جنازہ کے جواز میں حضرت مسیح موعود کا ایک فتوےٰ خلیفہ صاحب کو مل گیا ہے جس کی بناء پر وہ اپنے فتوے میں ترمیم کے خواہشمند ہیں۔

اب ایک صاحب فہم و فراست کے نزدیک جس کا دل و دماغ تعصب اور جنبہ داری سے خالی ہو، یہ ہر سہ امور اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کس قسم کی تھی آیا وہ ایسی نبوت تھی جس کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا جس کا ماننا جزوِ ایمان ہے اگر ایسا ہو تو خلیفہ صاحب کے بیانات صریحاً غلط ٹھیرتے ہیں۔ لیکن اگر خلیفہ صاحب کے بیانات صحیح ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت اصلی اور حقیقی نبوت نہیں جس کا ماننا جزوِ ایمان ہو یا جس کے انکار سے کفر لازم آئے اور جب یہ نہیں تو زمرۂ انبیاء میں جن کا ماننا جزوِ ایمان ہے ان کو شامل کرنا بھی صحیح نہیں، یہی وہ عقیدہ ہے، جو لاہوری احمدی جماعت شروع سے مانتی چلی آئی ہے۔ اور قادیانی جماعت کے ساتھ یہی بحث چالیس سال سے جاری ہے ہم سمجھتے ہیں، جناب خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا ارشادات کے پیش نظر یہ بحث اب ختم ہو جانی چاہیئے۔ اور قادیانی اخبارات اور علماء کو کھلے طور پر یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ فی الواقعہ حضرت مسیح موعود زمرۂ انبیاء میں شامل نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے وہ زمرۂ اولیاء میں شامل ہیں، جن کا انکار جزوِ ایمان نہیں ہوتا۔

ہم قادیانی جماعت کے اہل دل اور صاحب فہم و فراست اصحاب سے اپیل کرتے ہیں، کہ وہ خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا "بیان" کی روشنی میں اپنے خیالات و عقائد پر ایک نظر ڈالیں، اور جنبہ داری کو چھوڑ کر اور خدا کو حاضر و ناظر اور علیم و بصیر جانتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کریں کہ جہاں تک مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام اور جنازہ وغیرہ کا تعلق ہے قادیانی جماعت حق بجانب ہے یا جماعت احمدیہ لاہور؟

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اسلام مشرق اور مغرب میں

خطوط وصول شدہ دفتر تبلیغ بلادِ غیر

۱- انڈونیشیا سے

پیارے اسلامی بھائی! آپ کا حوصلہ افزا خط موصول ہوا........ آپ کی یہ نصیحت کہ پختگی کے ساتھ مسلسل دعائیں کرتا رہوں، بصدق دل قبول کرتا ہوں، میں نے گذشتہ دو ماہ سے دعاؤں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور مجھے اس کی قدر وقیمت اور فوائد کا تجربہ حاصل ہو چکا ہے، یہ امر کہ میں جماعت احمدیہ کا منظور شدہ ممبر ہوں دن بدن مجھے پاکیزگی کی طرف لے جا رہا اور مجھے سرگرم عمل بنا رہا ہے اور میں اپنی بقایا زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میں اپنے عہد بیعت کا سختی سے پابند ہوں اور روزانہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کا اہل بنائے، میں اعتراف کرتا ہوں کہ احمدیت نے قرآن کریم کی اصل پاکیزگی کو دوبارہ دریافت کر کے جو روشنی اس پر ڈالی ہے اس نے میرے دل پر گہرا اثر پیدا کیا ہے، اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ قرآن کریم وہ کلام الٰہی ہے جو زندگی پیدا کرنے کا موجب ہے۔ یقیناً یہ ایک اعلیٰ معیار کی کتاب ہے، اس اعلیٰ معیار کی کتاب نے مجھ پر یہ واضح کر دیا ہے کہ میں کس طرح الوہیت کو غلط سمجھنے کی وجہ سے (یعنی توحید کے بجائے تثلیث ماننے کے باعث) زندگی بھر غلط راستہ پر چلتا رہا ہوں، قرآن کریم نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ میں تمام عمر صحیح رستہ سے منحرف رہا اور میں بلا تامل اس کی تصدیق کرتا ہوں، قرآن کریم ایک زبردست سرچن ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اچھی تربیت بھی کرتا ہے۔ یقیناً قرآن کریم نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ میں گمراہی کے رستہ پر تھا۔ الحمد للہ کہ عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا اس خدائے واحد نے مجھ پر رحم کیا اور صراط مستقیم پر مجھے ڈال دیا، اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا کہ "اے خدا مجھے سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا نہ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کی جو گمراہ ہو گئے" میری روحانیت کو بڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔

میرے معزز بھائی! ایک نہایت شاندار بات میرے ساتھ واقع ہوئی ہے، اب میں باغی نہیں ہوں میرا اندرونہ اب حالت سکون میں ہے، اطمینان قلب حاصل ہو چکا ہے، خاموشی اور آرام ہے کوئی اعتراض یا سوال پیدا نہیں ہوتا ایسا سکون بابرکت ہے، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ میں پریشانیوں سے آزاد ہوں، اور میرا دل اللہ تعالیٰ کے شکر اور امتنان سے بھرا ہوا ہے جس نے نسل انسانی کی ہدایت و رہبری کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان پیغمبر اور قرآن کریم جیسی نورانی کتاب بھیجی، فی الحقیقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عظمت وشان اور فوائد وبرکات کا جو انہوں نے دنیا کو دیئے اندازہ کرنا بھی مشکل امر ہے، برسبیل تذکرہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انگریزی میری مادری زبان نہیں، میری مادری زبان ڈچ ہے، اس لئے میں انگریزی اچھی نہیں لکھ سکتا......"

آپ کا

سی موتھر۔ انڈونیشیا

۲- پیکنگ (چین) سے

پیارے اسلامی بھائی! آپ کا ۵ر دسمبر کا خط وصول کر کے مجھے بڑی خوشی ہوئی......... میں مشکور ہوں کہ آپ نے کتابوں کا ایک اور پارسل مجھے بھیجا ہے جس کا میں خوشی سے انتظار کر رہا ہوں۔ آپ کی دوستانہ محبت کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ نے زمانہ حاضرہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا جو ارشاد نقل کیا ہے کہ اسلام کی تبلیغ پُرامن طریق سے کی جانی چاہیئے اس سے مجھے کامل اتفاق ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار آیا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی، دین میں کوئی جبر نہیں، کیونکہ صداقت کا رستہ گمراہی کے رستے سے ممیز وممتاز ہو چکا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ امن وصلح کا حامی ہے اور یہی صداقت ہے، اگر کوئی جارحانہ طور پر حملہ آور ہو، تو جس پر حملہ کیا گیا اس کا حق ہے کہ امن کی حفاظت کے لئے اس کا دفاع کرے اس لئے جارحیت کے مقابلہ میں امن کی حمایت ضروری ہے بطور مثال ۱۹۵۶ء میں مصر کا فرانس برطانیہ اور اسرائیل کے جارحانہ حملہ کا مقابلہ کرنا اور حفاظت و امن کے لئے جد وجہد سے کام لینا بالکل حق بجانب تھا صرف جارحانہ جنگوں کا استیصال ہی دنیا میں قیام امن کا موجب ہو سکتا ہے اور نسل انسانی آزاد اور مسرت کی زندگی بسر کر سکتی ہے میرا خیال ہے کہ آپ میرے اس خیال سے متفق ہوں گے۔

"پیپلز چین" میں تمام شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے اور مسلمان اور غیر مسلم سب مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ چینی مسلمان اپنے پاکستانی بھائیوں اور دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر قیام امن کے لئے متحدہ کوشش کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کا بھائی

برہان شہیدی

۳- مینسفیلڈ- اوہایو (امریکہ) سے

جناب من! السلام علیکم

میں تہ دل سے آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے اتنا خوبصورت خط مجھے لکھا ہے اور دلی خیر خواہی سے مجھے تلقین کی ہے کہ میں نمازوں اور دعاؤں میں مداومت اختیار کروں یہ آپ کی از حد نوازش ہے۔

توحید الٰہی کے بارہ میں حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کا جو بیان آپ نے لکھ کر بھیجا ہے وہ نہایت ہی شاندار اور حیرت انگیز ہے۔

جو دو کتابیں "محمد دی پرافٹ" اور "محمدیان ورلڈ سکرپچرز" آپ نے بھیجی تھیں وہ میں نے نوٹرڈم کالج فلیپائن کے ایک نوجوان طالب علم مسٹر سیئنل منصورہ اسے جناح کو بھیج دیں.......

کل آپ کی طرف سے ذیل کی کتابیں اور کتابچے موصول ہوئے ہیں، جو آپ نے بڑی مہربانی سے مجھے بھیجی ہیں:۔

ٹرانسلیشن آف دی ہولی قرآن از مولانا محمد علی، ٹیچنگز آف اسلام، براہین احمدیہ، احمدیہ موومنٹ، پرافٹ آف مجید، کرائیسٹ از کم۔ دی چارج آف ہیریسی، کویسٹ آفٹر گاڈ، دی پرافٹ آف اسلام، اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، ٹرو کنیپشن آف احمدیت اور پرامیسڈ مسیح اینڈ مہدی، گذشتہ دو سال میں میں نے جیسزان ہیون آن ارتھ کی ۲۶ کاپیاں اور انگریزی ترجمۃ القرآن کی قریباً چالیس کاپیاں تقسیم کیں، اور اپنی حقیر خدمت اسلام کے دوران میں میں نے اسلامک ریویو، ووکنگ اور ہفت روزہ لائٹ کے مضامین کو کتابی شکل میں طبع کرا کر چوبیس ہزار کتابچے، پانچ ہزار میگزین اور پچیس ہزار دو دو صفحات کے سرکلر مفت تقسیم کئے ہیں یہ تمام مضامین وغیرہ پہلے مینسفیلڈ کے روزانہ اخبار "مینسفیلڈ نیوز جرنل" میں طبع ہو کر پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں ان کتابچوں وغیرہ کی صرف چند کاپیاں باقی ہیں۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند پیشگوئیوں کے لئے (جو کچھ سال ہوئے حضور نے مجھ پر ظاہر کی تھیں) مجھے خدمت کا موقعہ دیا۔ مگر اب جبکہ میں نے مندرجہ بالا کتابچوں کو پھر مطالعہ کیا ہے تو مجھے یہ خیال کر کے افسوس ہوا کہ

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

غلامی کی بدترین صورت جو علماء اور امراء سے ظہور میں آئی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی غلامی سے نسل انسانی کو نجات دلائی

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ـــــــ (التوبۃ: ۳۴-۳۵)

حضرت نبی کریم کا نسلِ انسانی پر بہت بڑا احسان

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں پر بے شمار قسم کے احسان کئے ہیں، ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ انسانوں کو ہر قسم کی غلامی سے نکال کر آزادی دلائی جہاں جہاں انسان غلامی کی حالت میں رہتا ہے، اس کی اس بیماری کو دور کیا ہے۔ ان آیات میں دو چیزیں بیان کی ہیں، جن کی وجہ سے انسان اپنی رائے کو ترک کرکے دوسروں کا غلام بن جاتا ہے اپنی آزادی سے محروم ہو جاتا ہے اور جسم کی آزادی بھی کھو بیٹھتا ہے، قرآن کریم میں لکھا ہے ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے انسان کو تکریم کے مقام پر کھڑا کیا ہے اس کی آزادی کو چھیننے والا، ان کو ایسے مقام پر رکھنے والا جہاں وہ اپنی رائے کا اظہار نہ کرسکتے ہوں بڑا ہی ظالم انسان ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک تو یہ غلامی تھی، کہ مرد فروخت کئے جاتے تھے، عورتیں فروخت کی جاتی تھیں، بچے فروخت کئے جاتے تھے، یہ غلامی یورپ میں دیر تک چلی، اور انگلستان میں اس کے خلاف بڑی دیر تک جدوجہد ہوتی رہی، پارلیمنٹ میں اس کے خلاف بڑے بڑے لیکچر ہوئے، کہ ہمارے ملک کے باشندے انسانوں کو غلام بنا کر انہیں فروخت کرتے ہیں یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

غلامی کو روکنے کیلئے تحریص و ترغیب

ایک غلامی تو یہ تھی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روکنے کے لئے بہت کچھ ترغیب و تحریص دلائی اور فرمایا کہ جو کوئی غلام کو آزاد کرے وہ بڑی نیکی کا کام کرتا ہے، جس سے فلاں گناہ صادر ہو وہ غلام کو آزاد کرے، جس سے فلاں حرکت سرزد ہو . . . . ـــ . . . وہ غلام کو آزاد کرے۔

غلامی کو فوری طور پر حرام نہ قرار دینے کی وجہ

لیکن غلامی کا کاروبار اس قدر تھا کہ شراب کی طرح اس کو بند نہیں کیا جاسکتا تھا، شراب کے بارہ میں توجب حرمت کا حکم آیا، تو اس کو گلیوں اور نالیوں میں گرا دیا گیا، لیکن غلامی کو فوری حکم سے ممنوع قرار دیا جاتا تو ہزار ہا مرد و عورت گلیوں میں خراب و خستہ ہو کر تباہ ہو جاتے، اس لئے ایک دن میں اس کاروبار کو بند نہیں کیا جاسکتا تھا۔

غلاموں کے خلاف ذہنیت میں انقلاب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ اس کو ختم کرنے کا سامان کیا، فرمایا اخوانکم خولکم تمہارے غلام آج سے تمہارے بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ بھائیوں جیسا برتاؤ کرو۔ حضور نے مسلمانوں کی ذہنیت میں انقلاب پیدا کرکے غلاموں کو ایک ہی فرمان سے عملاً آزاد کر دیا، فرمایا خدا نے جس کو دولت دی اور اس کے بھائی کو اس کے ماتحت کر دیا فلیطعمہ مما یطعم ولیلبسہ مما یلبس اسے چاہیئے کہ جو کچھ خود کھائے ان کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے ان کو پہنائے، ایک شخص نے اپنے کپڑے بنوائے اور ساتھ ہی اپنے غلام کے لئے بھی ویسے ہی کپڑے بنوائے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے غلاموں کو بھائی سمجھو اور وہی کھلاؤ پہناؤ جو خود کھاتے اور پہنتے ہو۔ اس طرح آپ نے آہستہ آہستہ غلامی کو ختم کرنے کا سامان کیا فرمایا انہیں غلام مت کہو فتای کہو اور لونڈی کو فتیاتی، اور گفتگو میں ایسا طریق اختیار کرو، کہ وہ محسوس نہ کرے کہ اس کو ذلیل سمجھا جاتا ہے بلکہ یہی احساس ہو کہ وہ اپنے آقا کا بھائی ہے۔

علماء اور امرا کی پیدا کردہ غلامی

یہاں ان آیات میں ایسی غلامی کا ذکر ہے جو بہت خطرناک ہے۔ یہاں اس غلامی کا ذکر ہے جو علماء اور امراء نے رائج کر رکھی ہے، اور اپنے فائدہ کے لئے دوسروں کے ذہنوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ بعض ربانی علماء صحیح رستہ ہی کی تلقین کرتے ہیں ایسے لوگ قوم کے لئے فائدہ کا موجب ہیں، اس لئے وہ بابرکت ہوتے ہیں، لیکن وہ علماء اور گدی نشین جو لوگوں کو غلط مسائل سنا کر اپنا غلام بنا لیتے ہیں اور وہ امراء جو دوسروں کو مال کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنا فائدہ حاصل کرتے اور ان کی آزادی کو سلب کرتے ہیں، قوم کے اشد ترین دشمن ہوتے ہیں ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ کسی کو غلام بنا کر رکھنا خواہ وہ ذہنی غلامی ہو یا مالی، خدا کو پسند نہیں۔

انسانوں کو غلام بنانے کے خلاف حضرت عمرؓ کا ارشاد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر سے کہا یہ تم نے کب سے سیکھا ہے کہ لوگوں کو غلام بنایا جائے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا منذ کم تعبدتم الناس وامھاتھم ولدتھم احرارا۔ اس گورنر کے بیٹے نے ایک عیسائی کو مارا تھا، حضرت عمرؓ اس پر ناراض ہوئے کہ عیسائی ہونے کی وجہ سے اسے پیٹا گیا حالانکہ اس کا کوئی قصور نہ تھا اور مدینہ بلا کر اس صاحبزادے کو سزا دی۔

غلط مسائل میں الجھا کر مال کھانے والے

اس آزادی اور حریت کا ذکر یہاں بھی ہے لکھا ہے یاایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل۔ اے ایمان والو بہت سے علماء اور گودڑی پوش اور گدی نشین طرح طرح سے ناجائز طور پر لوگوں کے مال کھاتے ہیں، اور ان کو غلط مسائل کے چکر میں پھنسا کر اپنے غلام بنا لیتے ہیں، اپنی اغراض کے لئے قرآن و حدیث کے غلط ترجمے کرکے لوگوں کے مال لوٹتے ہیں ویصدون عن سبیل اللہ اور خدا کے رستہ سے انہیں روکتے ہیں اور اپنے آپ کو معبود بنا کر ان کے مال کھاتے ہیں۔

مال جمع کرنے اور خدا کے رستہ میں نہ دینے والے امراء

اور امراء کے متعلق فرمایا والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم کچھ اور لوگ ہیں جو حب جاہ میں مال جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے یہ دونوں گروہ عذاب الیم میں مبتلا کئے جائیں گے، کیونکہ دونوں کی خواہشات بڑھی ہوئی ہیں، دونوں مال کے لئے خدا کی تعلیم کو پیچھے پھینکتے ہیں اور لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں، ہوا و ہوس میں لوگوں کا مال کھانے کے لئے انہیں غلط رستہ پر لگا دیتے ہیں۔

ہوا و ہوس کے برے نتائج

ھوا کے معنے ہیں گری ہوئی چیز، یہ لوگ جن کی ہوا و ہوس بڑھی ہوئی ہوتی ہو وہ طمع و لالچ میں اپنے آپ کو گرا لیتے ہیں، ایک جج کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں مقدمہ میں اگر قاتل کو چھوڑ دیا جائے تو اتنی بڑی رقم مل سکتی ہے، اگر لے لی جائے تو کسی کو پتہ بھی نہ لگے گا اور مسل میں ایسی وجوہات موجود ہیں، جن کی بناء پر اس کو چھوڑا

جاسکتا ہے اس لئے کیا حرج ہے اگر قسم لیکر اسے چھوڑ دیا جائے اس کے سامنے انصاف نہیں بلکہ دولت کی خواہش ہے، اس سے امن ختم ہو جاتا ہے، لوگوں کے حقوق تلف ہو جاتے ہیں، اور جس وطن میں، انصاف نہ رہا وہ وطن برباد ہوگیا۔ اسی طرح جب ایک انجنیئر پلوں، سڑکوں اور عمارتوں کے بنانے میں ردّی مسالہ لگاتا اور خود روپیہ کھا جاتا ہے، اس کے بنائے ہوئے پل اور عمارات جلد گر جائینگی اور اس کا یہ فعل قوم کے لئے ایک بڑے نقصان کا موجب ہوگا۔ ایک کمانڈر انچیف اگر دشمن سے روپیہ کھا جائے تو فتح تو دشمن کی ہوگی اور لازمی ہے کہ وہ اس کے ملک پر قابض ہو جائے اور اگر کسی بد دیانت حاکم کے ذمے غیر ممالک سے کروڑ ہا روپے کا مال درآمد کرنا لگایا جائے تو ملک کو فائدہ کے بجائے بہت بڑا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ اور ایسے لوگ جو اس قسم کی حرکات کریں خواہ کتنے بھی معزز کیوں نہ ہوں ان لوگوں کی نظروں سے گر جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ ایسے کام کرتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا فاما من طغیٰ و اثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ و اما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ جو شخص سرکشی کرکے دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے اس کے لئے یہی دنیا کی زندگی دوزخ بن جاتی ہے اور جو شخص خدا سے ڈر کر اپنے آپ کو ہوا و ہوس سے بچاتا ہے اس کو جنت مل جاتی ہے۔ وہ شخص جو طمع و لالچ میں پھنس جاتا ہے وہ گر جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کا ملک اور اس کی سلطنت بھی کمزور ہو جاتی ہے دوسری جگہ فرمایا فاما من اعطیٰ و اتقیٰ و صدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ جس شخص نے خدا سے ڈر کر اس کے رستہ میں خرچ کیا اور اچھی باتوں کی تصدیق کی اس کو آسانی میسر آگئی و اما من بخل و استغنیٰ و کذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ جو شخص بخل سے کام لے اور حاجتوں سے بے نیاز ہوگیا، اور منہ پھیر لی، اسکو دوسروں کی احتیاج کی کوئی پرواہ نہیں اس کی کنجوسی اسے نیکی سے محروم کر دیتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا قیمتی ارشاد

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیمتی ارشاد میں فرمایا جاھدوا اھواءکم کما تجاھدون اعداءکم۔ جس طرح کوئی دشمن تم پر حملہ آور ہوتا ہے تو اس کے خلاف تم جنگ کرتے ہو، اسی طرح حرص و لالچ تمہارے شرف و عزت پر حملہ آور ہوتے ہیں، اس کے خلاف بھی جنگ کرو اور اس کے حملہ کو روکو۔

حضرت نبی کریم کی عظیم الشان شخصیت اور قرآن کریم کی یکتائی

کتنے عظیم الشان ہیں ہمارے پیغمبر اور کتنی عظیم الشان

ہے ہماری کتاب۔ نہ ان امراض کا بھی جو تمدن اور سیاست سے تعلق رکھتی ہیں ...... علاج انہوں نے بتا دیا، کیا توریت اور انجیل میں ان بیماریوں کا کوئی ذکر ہے، کیا انہوں نے ان امراض کا کوئی علاج بتایا ہے؟

غلامی کی بیماری نے رُوسی انقلاب پیدا کیا

یہ وہ بیماریاں جس ملک اور قوم کو لگ گئیں وہ قوم اور ملک ختم ہوگیا، زار روس اور اس کے اقرباء کو اسی بیماری نے تباہ کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس نے ناجائز طور پر انہیں غلام بنا رکھا ہے اور رات دن انہیں کھا رہا ہے انہوں نے تنگ آکر اسے باندھ کر گولی مار دی۔ اسی طرح ان پادریوں کو گولی مار دی جو اس کے ساتھ ہو کر لوگوں کا مال کھاتے اور انہیں غلام بناتے تھے۔ معلوم ہوا غلامی ہر ایک کو کھٹکتی ہے جن کو خدا نے آزاد پیدا کیا انکو گدّی نشین اور بادشاہ غلام بنا لیں تو یہ بہت بڑا ظلم ہے اسی سے کمیونزم اور سوشلزم پیدا ہوئی، جو ایک اور غلط رستہ کی طرف لے جاتی اور نئی قسم کی غلامی میں جکڑتی ہے۔

امراء کے مال نہ خرچ کرنے کا نتیجہ

در محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب قسم کی غلامیوں سے مخلوق خدا کو نجات دلائی اور فرمایا یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم، جو امراء خدا کے رستہ میں مال خرچ نہیں کرتے اور اس مال سے لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں ان کی یہ دولت اور روپیہ آگ میں گرم کیا جائے گا جس سے ان کے چہروں کو جن سے ان کی وجاہت اور رعب داب ٹپکتا ہے اور غرباء پر غصہ اور رعب ڈالتے ہیں، اس مال سے داغ دیا جائے گا اور وہ جل جائیں گے، و جنوبھم و ظھورھم اور ان کی آرامگاہیں جن پر وہ لیٹتے ہیں اور ان کا لباس اور فخر کی چیزیں سب کچھ برباد کر دیا جائیگا ھذا ما کنزتم یہ نتیجہ ہے دولت کو جمع کرنے اور اس کو صرف نہ کرنے کا فذوقوا ما کنتم تکنزون اب اس جمع کئے ہوئے مال کا مزہ چکھو۔

قرآن مجید اور حضرت نبی کریم کا احسان عظیم

قرآن کریم نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے اور ہماری سرکار حضور رحمۃ للعالمین واقعی دنیا جہان کے لئے رحمت ہیں جنہوں نے ان اندرونی بیماریوں کا علاج کیا جن کی وجہ سے لوگوں کو غلام بنایا جاتا اور ان کے مال ناجائز طور پر کھائے جاتے ہیں اسی لئے اس کتاب کا نام شفا ہے شفاء لما فی الصدور، یہ کتاب جسم کی اخلاق کی، روح کی بیماریوں کو دُور کرتی ہے یہ یکتا اور بے نظیر کتاب ہے کوئی دوسری آسمانی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے باریک سے باریک رنگ میں مخلوق خدا کی بیماریوں کا علاج کیا ہے اور انہیں ہر قسم کی غلامی سے چھڑایا ہے خدا تعالےٰ ہمارے علماء اور امراء کو توفیق بخشے کہ وہ صحیح رستہ پر لوگوں کو چلائیں اور سمجھ لیں کہ قرآن کو ہم نے اسی طرح بیان کرنا ہے جو اس کا حقیقی منشا ہے اور گمراہی کے رستہ کو چھوڑ دیں ؟

تحریک احمدیت کی اہمیت بسلسلہ صفحہ ۲

آج ہم میں بہتیرے اپنے اندر تبلیغ اسلام کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے معاش کے تفکرات سے بھی ایک حد تک بے نیاز ہیں لیکن پھر بھی راہِ خدا میں نہیں نکلتے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ گھروں میں بیٹھ کر عام دنیا کی طرح دنیاوی دھندوں میں پھنسے رہنے سے بھی اسلام غالب آجائے گا۔ اور ہم مفت میں حامیانِ دین متین میں شامل ہو جائیں گے۔ نہیں۔ ہم اگر یہ خیال کر رہے ہیں۔ تو خدائی وعدوں کو جھٹلا رہے ہیں اور خدائی گرفت کو چیلنج کر رہے ہیں۔ لہذا خدائی وعید سے بچنے کے لئے ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم بیدار ہوں۔ اور پھر اس عہد کو تازہ کریں۔ جو حضرت مسیح موعود سے ہم نے باندھ رکھا ہے۔ لہذا میں پھر آخر پر اللہ تعالیٰ کے فرمان کو دوہراتا ہوں۔ احباب غور سے پڑھ لیں۔

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم کو کہا جاتا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں نکل پڑو۔ تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے ہو مگر خبردار دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تھوڑا ہے۔ اگر تم نہ نکلو تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ اور تم اسے کچھ ضرر نہ دے سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اگر تم نے اس کی مدد نہ کی۔ تو یقیناً اللہ نے ان کی مدد کی"

لکھا ہے۔ کہ جب صحابہ جنگ تبوک کے لئے نکلے تو بعض ایسے تھے جن کے پاس سواریاں نہیں تھیں۔ اور وہ جہاد سے بدیں وجہ محروم ہو رہے تھے تو وہ روتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے۔ لیکن آج ہم ہیں۔ کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اگر ہم میں سے تبلیغ کے اہل تبلیغ کے لئے نہ نکلے، اگر مال قربان کرنے کی اہلیت رکھنے والوں نے مالوں کو قربان نہ کیا اور جوان مردوں میں سے ایک کے بھی قابل نہیں انہوں نے خدا کے حضور گڑگڑا کر اپنی کمزوری کی معافی نہ چاہی۔ تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم خدائی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے اور وہ ہماری جگہ اور لوگوں کو کھڑا کر دیگا اللہ پاک ہمیں توفیق دے کہ ہم جلد اپنا محاسبہ کرکے کسی نہ کسی رنگ میں خدمت دین کر سکیں۔ آمین

بمعنت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

مکتوب لندن

ووکنگ مُسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب

مکرم محترم مولانا دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی مساعی خدا کے فضل سے جاری ہیں اور جہاں بھی موقعہ ملتا ہے اسلام کے ہمہ گیر اصولوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ گذشتہ مہینوں میں مختلف چرچز اور مختلف سوسائٹیز سے دعوتوں کے آنے پر اسلام کے متعلق مختلف موضوعات پر لیکچر دیئے گئے جو بہت پسند کئے گئے۔ ان تمام گذشتہ مہینوں کی رپورٹ لکھنا تو بہت وقت چاہتا ہے۔ البتہ ماہ جنوری میں جو مشن کی تبلیغی مساعی رہیں اُن کی ایک مختصر سی رپورٹ ذیل میں درج کرتا ہوں، جس سے احباب جماعت کو مشن کی مساعی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

احباب کو معلوم ہوگا کہ ہماری مساعی کا دائرہ مختلف شعبوں میں منقسم ہے جن میں سے ایک شعبہ خط وکتابت کا ہے جس کے ذریعہ اسلام سے متعلق سوالات کا جواب دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا شعبہ اجتماعات اور تقاریر کا ہے ہمارے اجتماعات ہفتہ میں دوبار ہوتے ہیں، ایک اجتماع ہر ہفتہ کے دن لنڈن ہوس میں اور دوسرا اجتماع ہر اتوار کو مسجد ووکنگ میں۔ ہر دو اجتماعات میں شمولیت کے لئے احباب کو دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں جس سے حاضرین کی خاصی تعداد جمع ہو جاتی ہے۔ ان دو اجتماعات کے علاوہ لنڈن میں جمعہ کی نماز کا اجتماع ہے۔ جس میں مختلف دفاتر کے ذمہ دار اصحاب طلباء اور کاروباری لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ باہر سے مختلف سوسائٹیز اور چرچز سے دعوت ناموں کے آنے پر تقاریر کے لئے جانا پڑتا ہے۔ اب ان جملہ اجتماعات کی مختصر رپورٹ یہ ہے:-

جمعہ کی نماز } جنوری کے مہینہ میں پانچ بار جمعہ کے اجتماعات لنڈن میں ہوئے۔ اور ہر بار حسب معمول خاکسار ووکنگ سے نماز جمعہ کے لئے لنڈن جاتا رہا۔ ان خطبات میں خاکسار نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم سے وہ اصول بیان کئے جو افراد اور قوموں میں زندگی پیدا کرنے اور انہیں سوسائٹی میں سربلند کرنے میں ممد ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو ایسے تمام اصولوں کو تاریخ عالم کی روشنی میں ہماری رہنمائی کے لئے قلمبند کیا ہے۔ لیکن وہ آج ہم مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان زندگی بخش اصولوں کو از سر نو قوم کے سامنے بیان کرتے ہوئے حاضرین کو ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی گئی۔ مجھے یقین ہے کہ جب ہم مسلمان قرآن کریم کے ان بیان کردہ اصولوں کو اپنی زندگی میں ڈھال لینے پر قادر ہو جائیں گے تو وہ وقت یقیناً ہماری سربلندی اور کامیابی کا ہوگا۔ چند ایک اصول جن پر میں نے اپنے خطبات پہ زور دیا یہ ہیں خدا پر زندہ ایمان۔ حقوق انسانیت کی نگہداشت۔ اتحاد باہمی۔ آزادی فکر وآزادئ رائے۔ نسل انسانی کی ہمدردی عدل وانصاف۔ ذمہ داری کا احساس۔ قومی ضرورت کے لئے قربانی کا جذبہ۔

ہر انسان سوچ سکتا ہے کہ ایک سوسائٹی جس میں ان تمام امور پر عمل کیا جا رہا ہو۔ کہاں تک نسل انسانی کے لئے باعث رحمت ہو سکتی ہے۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور پر خود عمل کیا اور اپنی حین حیات میں ان تمام امور کو اپنی سوسائٹی میں رائج بھی کر دیا۔ پھر کیا تھا مسلمان جدھر نکلے کامیابی ان کے قدم چومتی رہی، میں نے کہا کہ آج جبکہ بہت سے مسلمان ممالک آزاد ہو چکے ہیں۔ انہیں ان امور کی پابندی اپنے عمل میں دکھانا ہے۔ تا دنیا اسلامی حکومت کی اہمیت کو محسوس کر سکے۔

ہفتہ وار اجتماعات } اس مہینہ میں چار اجتماعات لنڈن ہوس میں ہوئے۔ جن میں پاکستانی اور سالی لینڈ کے احباب کو تقاریر کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ ان احباب نے اسلام کے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں اور مسلمانوں میں زندگی کی لہر دوڑانے کے سلسلہ میں بعض تجاویز کیں۔ خاکسار نے بھی ایک ہفتہ لنڈن ہوس میں تقریر کی۔ اور مسلمان قوم کو فکر وعمل کی دعوت دی۔ میں نے بتایا کہ مسلمانوں کے تنزل کا باعث فکر وعمل کی کمی ہے۔ قرآن کریم تو مسلمانوں کو ہر دو امور کی طرف بار بار دعوت دیتا ہے لیکن ہم ہیں کہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ لوگ جو قرآن اور حضرت نبی کریم صلعم کی عملی زندگی کی روشنی میں مسائل پیش آمدہ پر غور وفکر کرتے اور اپنے سامنے کوئی عملی پروگرام رکھکر اس کو نباہ رہے ہیں انہیں لوگ غیر مسلم قرار دینے پر اُتر آتے ہیں۔ میں نے فکر کی طرف دعوت دیتے ہوئے سیدنا حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت معاذ بن جبل کی باہمی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح حضور نے معاذ کو اس بات کو سراہا کہ قرآن اور حضرت کی عملی زندگی میں کسی مسئلہ کے نہ ملنے پر وہ اپنی عقل سے کام لے گا۔ قوم کے زندہ رکھنے کے لئے یہ بہت بڑا اصول ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس کی بنا پر آئمہ اربعہ نے مختلف مسائل کو استنباط کیا۔ اور نیک نیتی سے ایک دوسرے سے اختلاف بھی کیا۔ میں نے کہا یہ اختلاف بتلاتا ہے کہ آج بھی کسی مسئلہ پر آئمہ سے اختلاف کا ہو جانا گناہ نہیں پھر اس کے ساتھ عمل کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہا کہ اسلام حقوق انسانیت کی نگہداشت پر بڑا زور دیتا ہے اس لئے آج ہماری مسلمان حکومتوں کو چاہیئے کہ وہ حقوق انسانیت کی نگہداشت کا زرّین اصول اپنے اپنے ملک میں عملی رنگ میں دکھائیں، ذمہ داری کا احساس ہو اور قانون کی نظر میں سب لوگ مساوی ہوں۔ بڑے سے بڑا آدمی قانون کو توڑے تو اسے بھی سزا دی جائے چھوٹے سے چھوٹے آدمی قومی خدمت کریں تو انہیں معزز سمجھا جائے ان ہر دو امور کی جان خدا پر زندہ ایمان ہے۔

ان اجتماعات میں ہوتا یہ ہے کہ تقریر کے ختم ہو جانے پر حاضرین سوالات کرتے ہیں اور اس طرح تقریر کے ختم ہو جانے پر سوال وجواب کا وقت کافی لمبا ہو جاتا ہے۔

ان اجتماعات کو کامیاب بنانے میں مولنا عبد المجید صاحب کا بہت بڑا دخل ہے۔ مولنا صاحب نے قریباً ۲۶ سال اس ملک میں گذارے ہیں۔ اور اسلامک ریویو کے ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے اسلام کی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں جس سے احباب اُن کی قدر کرتے ہیں۔ سوال وجواب کے دوران میں مولنا صاحب اپنے علم سے حاضرین کو مستفید کرتے ہیں۔

مسجد ووکنگ میں اجتماعات } چار مرتبہ مسجد ووکنگ میں اجتماعات ہوئے۔ کافی رونق رہی۔ ہر بار خاکسار نے نماز ظہر کے ادا کرنے کے بعد اسلام کی مختلف خوبیوں کو بیان کیا اور اس کی تائید میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعض واقعات پر بھی روشنی ڈالی۔

آرچ بشپ آف کنٹربری سے ملاقات } ۲۷ر جنوری کو انڈیا ہوس میں ری پبلک ڈے منانے کے سلسلہ میں دعوت تھی میں اس دعوت میں گیا۔ یہ دعوت ۶½ بجے سے آٹھ بجے شام تک تھی کافی لوگ وہاں موجود تھے۔ ایسی دعوتوں پر یہ ہوتا ہے کہ تمام لوگ مرد وزن ایک بڑے ہال میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور کھڑے کھڑے باہم دوستانہ ماحول میں باتیں کرتے ہیں۔ اس میں مشروبات اور کچھ کھانے کی چیزوں کا انتظام ہوتا ہے۔ چند ایک سفید لوگ ایک طشتری میں مشروبات اور سینڈوچز اور کچھ اور چیزیں اُٹھائے مجمع میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ حاضرین میں سے جس کسی کو اُن میں سے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اُٹھا لیتا اور کھاتا پیتا ہوا باتوں میں مصروف رہتا ہے میں نے بھی اورنج جوس لیا اور مختلف لوگوں سے ملتا رہا......عراق اور انڈیا کے بعض لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ اسی اثنا میں ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے بھی ملاقات ہوئی پاکستان، کشمیر اور سائپرس وغیرہ کے

کے سیاسی مسائل پر گفتگو سے ہٹ کر مذہبی گفتگو شروع ہوگئی۔ میں نے بتایا کہ اسلام کے نظریات بہت وسیع ہیں اور یہی وہ نظریات ہیں جن سے آج قوموں میں باہم صلح اور امن پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں ایک درمیانہ قد، جسم گدا ہوا، سر کے بال کم۔ قریباً ساٹھ سالہ خوش شکل انسان لمبا چغہ پہنے ہوئے اور سینہ پر صلیب کا نشان لٹکائے ہال میں داخل ہوا۔ اور مجمع کو چیرتا ہوا سیدھا ہمارے پاس آکر رک گیا۔ ممبر پارلیمنٹ نے میرا تعارف کرایا۔ اور ان کے متعلق کہا کہ آرچ بشپ آف کنٹربری ہیں۔ اس پر انہوں نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ایک دو ابتدائی باتوں کے بعد ممبر پارلیمنٹ نے انہیں بتایا کہ میں اسلام کے پیغامِ امن کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا چنانچہ میں نے اپنی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے بتانا شروع کیا کہ اسلام قوموں میں صلح پیدا کرنے کا دعوےٰ ہی نہیں کرتا بلکہ ایسے اصول بیان کرتا ہے جن سے واقعی قوموں میں محبت کے جذبات بڑھ سکتے ہیں ان میں سے ایک اصل تمام مذہبی راہنماؤں کی تعظیم کرنا اور ان کے سچے ہونے پر ایمان لانا ہے۔ چنانچہ ہم مسلمان تمام قوموں کے مذہبی رہنماؤں کو مانتے ہیں اور انہیں سچا سمجھتے ہیں۔

ممبر پارلیمنٹ کا سوال:۔ آپ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں؟

جواب:۔ ہم حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ بلکہ ان کو خدا کا نبی مانتے ہیں۔ لیکن نبی کا جو تصور توریت نے پیش کیا ہے اُس سے ہم متفق نہیں۔ توریت میں ایک نبی جھوٹ بولتا۔ شراب پیتا۔ بت پرستی کرتا۔ زنا ایسا فعلِ شنیع کرتا نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام میں نبی کا تصور بہت اعلےٰ و ارفع ہے۔ قرآن کے نزدیک نبی معصوم ہوتا ہے پاک و مطہر ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوم کے لئے عمدہ اخلاق کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ وہ خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرنے والا اور اس کا محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے جب ہم مسلمان حضرت عیسیٰ موسیٰ۔ داؤد سلیمان لوط و ابراھیم کو نبی مانتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تمام کے تمام مطہر لوگ تھے معصوم تھے۔ خدا کے محبوب تھے۔

ان باتوں کے سننے کے بعد آرچ بشپ آف کنٹربری نے سوال کیا کہ کیا آپ لوگ حضرت عیسےٰ کو روح اللہ مانتے ہیں؟

جواب:۔ میں نے کہا ہاں ہم حضرت عیسےٰ کو روح اللہ مانتے ہیں۔

لیکن یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا نے ہر انسان میں اپنی روح پھونکی ہوئی ہے۔

میرا یہ جواب دینا تھا کہ آرچ بشپ صاحب ایک بار پھر گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کرکے ہم سے علیٰحدہ ہوگئے آن کے چلے جانے کے بعد ممبر پارلیمنٹ نے کہا آرچ بشپ صاحب تو حضرت عیسیٰ کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے تو ان کی فضیلت ثابت نہیں ہونے دی۔

دوکنگ اسٹیشن پر ایک پادری سے ملاقات

گذشتہ دنوں میں دوکنگ اسٹیشن پر لنڈن جانے کے لئے گاڑی کا انتظار کر رہا تھا کہ ایک پادری صاحب میرے پاس آ گئے۔ سلسلہ گفتگو شروع ہوگیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں یہاں مسجد میں ہوں۔ اس پر پادری صاحب نے اپنی باتوں میں لفظ محمڈن استعمال کیا۔ میں نے ان کی اصلاح کی کہ ہم محمڈن نہیں ہم مسلم ہیں اور ہمارا مذہب اسلام ہے۔ میں نے اس گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے انہیں اسلام کے معانی بتاتے ہوئے کہا کہ اسلام کے معنی ہیں امن اور خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرنا۔ یہ دو معانی مذہب کی غرض و غایت اور اس غرض کو حاصل کرنے کے ذرائع پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ان معانی کی رو سے میں نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مسلم تھے . . . . .

. . . . لیکن دیگر مذاہب کے نام اس قدر محدود ہیں کہ اُن کے راہنما بھی اس نام میں نہیں آتے اتنے میں گاڑی آگئی اور ہم لنڈن روانہ ہوگئے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی پادری صاحب نے اپنی انجیل نکال لی تمام راستہ اسی کو پڑھتے رہے۔ پادری صاحب نے واٹرلو اسٹیشن پہنچکر خواہش ظاہر کی کہ وہ مسجد دیکھنا چاہتے ہیں، میں نے انہیں اپنا ٹیلیفون نمبر دیا اور کہا کہ جب آپ آنا چاہیں اطلاع کردیں۔ ہمیں خوشی ہوگی۔ ایک سوموار ٹیلیفون آگیا کہ وہ آنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ آ گئے اور اپنے ساتھ ایک جرمن خاتون کو بھی لے آئے۔ ہم نے اُن کی تواضع کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ چائے کے دوران میں سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ میں نے قرآن کریم کی مختلف آیات سے اسلام کے ہمہ گیر تصور کو پیش کیا اور بتایا کہ یہ مذہب کس قدر وسعت قلبی رکھتا ہے کہ غیر مذہب کی خوبیوں کو سراہنا اور ان کے پیشواؤں پر ایمان لانا سکھاتا ہے۔

اس ضمن میں میں نے انہیں سورۃ مریم دکھائی حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا ذکر پڑھایا۔ اسی دوران میں انہوں نے جہاد وغیرہ کے مسائل کے متعلق سوالات کئے جس پر انہیں واضح کیا گیا کہ یہ جنگیں دین پھیلانے یا کسی کو مسلمان کرنے کے لئے نہیں لڑی گئیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دفاع کے لئے یہ قدم مجبوراً اُٹھایا۔ اس پر گفتگو کرتے ہوئے بالآخر میں نے بتایا کہ کس طرح حضرت نے فتح مکہ کے دن اپنے تمام دشمنوں کو معاف فرمایا۔ یہ مجلس قریباً دو گھنٹے رہی اور آخر کار پادری صاحب نے کہا کہ یہ تمام باتیں آپ کسی دن ہمارے گرجا میں آکر کہیں۔ یہ پادری صاحب دوکنگ سے چار میل کے فاصلہ پر . . . . ایک گرجا کے انچارج ہیں۔

لنڈن میں لیکچر

ان تمام سرگرمیوں کے علاوہ ۹ ۲ تاریخ کو ½ ۸ شام لنڈن میں میرا لیکچر تھا۔ حاضرین کی تعداد پچیس کے قریب تھی۔ اس سوسائٹی کے سیکرٹری ایک بیرسٹر ہیں۔ وہ مجھے اسٹیشن پر لینے کے لئے آئے۔ میرے لیکچر کا موضوع تھا اسلام نے ادیان اقوام عالم کو کیا کچھ دیا ہے۔ ساڑھے آٹھ بجے سے ½ ۱۰ بجے تک لیکچر اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ایک ممبر نے ووٹ آف تھینکس تجویز کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنی سوسائٹی میں مذاہب پر لیکچر مختلف نمائندوں کو بلایا ہے۔ لیکن آج جو ہم نے اسلام کے متعلق سنا ہے وہ بلاشک ان تمام پہلے لیکچرز سے وسیع الخیال اور Tolerant ہے۔ اس کے بعد چائے وغیرہ پی گئی۔ اور بالآخر اس سوسائٹی کے سیکرٹری اور چیئرمین دونوں مجھے ٹیوب اسٹیشن پر آکر چھوڑ گئے۔ اس رات قریباً ساڑھے بارہ بجے مسجد واپس پہنچا۔

کیمبرج میں لیکچر

مولانا عبدالمجید صاحب ۲۷ر جنوری کو کیمبرج تشریف لے گئے۔ اور انہوں نے اسلام کے موضوع پر وہاں مؤثر تقریر کی وہاں لیکچر اور سوال و جواب کا سلسلہ دو گھنٹے رہا۔ حاضرین میں طلبا اور پروفیسر تھے۔ اور ان کی تعداد کافی تھی اس اجتماع کا انتظام ہمارے نوجوان رشید صاحب نے کیا تھا۔ رشید صاحب ڈاکٹر این اے خان صاحب آف بزبہا کے لڑکے ہیں۔

یہ ہے ہماری تبلیغی مساعی کا ایک مختصر سا خاکہ جملہ احباب و بزرگوں کو سلام اور درخواست دعا۔

خاکسار محمد یحییٰ

اسلام مشرق و مغرب میں

(بسلسلہ صفحہ ۴)

ان میں سے بعض بہت ہی اہم اور نہایت دلچسپ ہیں جن سے ابھی تک لکھوکھہا مسلمان اور غیر مسلم محروم ہیں، یہ کتابچے پھر طبع ہوکر دنیا میں تقسیم ہونے چاہئیں اور اب اس کام میں اتنی تاخیر واقع ہوگئی ہے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا، دعا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتنی فیاضی عطا کرے کہ وہ ایسے صداقت سے بھرے ہوئے اور ٹھوس لٹریچر کو دنیا میں تقسیم کریں۔ آمین۔

آپ کا۔ محرم ناجی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

مُفسد کون ہے اور مُصلح کون؟

(از قمر ساماٹوی)

(۲)

غلو کرنے والے کون ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ یہاں قبیلہ من سے مراد مرزا نظام الدین اور امام الدین ہیں اس کے متعلق ہم اپنے مضامین میں مفصل بحث کر کے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ بے شک وہ بھی آپ کے قبیلہ کے لوگ تھے اور انہوں نے انکار و تکذیب میں انتہا کی مگر وہ الٰہی وعدہ کے موجب منقطع النسل ہو گئے اس لئے دوسری بار غلو میں زیادتی کرنے کا ان کو موقعہ ہی نہیں ملا۔ اس کے علاوہ پیشگوئی کے اصلی معنی اس وقت کھلتے ہیں جب وہ اپنے وقت پر پوری ہوتی ہے انجام آتھم میں جو حضرت صاحب نے پیشگوئی فرمائی ہے اس نے اپنے وقت پر پوری ہو کر جہاں غلو کرنے والوں کو ظاہر کر دیا وہاں "قبیلہ من" کی بھی تشریح کر دی چنانچہ جب ہم پیدا ہونیوالے واقعات کو سامنے رکھ کر یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل دعویٰ کیا تھا تو ہمیں آپ کی کتب سے یہ جواب ملتا ہے کہ

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

(ازالہ اوہام طبع اول ص ۴۲۱)

یہاں آپ نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے محدث ہونے کا دعوےٰ کیا اور نبوت کے دعوےٰ سے کلی طور پر انکار کیا اب جو لوگ بھی آپ کو نبی ماننے اور منوانے پر مصر ہوں وہی لوگ غلو .... کرنے والے ہوں گے اس خیال کو لیکر جب اہل ربوہ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ:۔

"مسیح موعودؑ کو احمد نبی اللہ تسلیم کرنا اور آپکو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفرِ عظیم ہے اور کفر بعد کفر ہے"

(الفضل ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

"حضرت مسیح موعود محدثیت کی جزوی نبوت سے اُوپر کسی اور نبوت کے مدعی تھے"

(حقیقۃ النبوۃ)

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھدی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے کذاب ہے" (انوار خلافت ص ۶۵)

اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں حوالجات پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی۔ حقیقی نبی عین محمدؐ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بلکہ آپ سے بڑھکر کہا گیا ہے جو غلو کا کھلا کھلا ثبوت ہے اور اس غالیانہ عقیدہ کی بنیاد رکھنے والے جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں جو آپ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے آپ کے قبیلہ میں شامل ہیں۔ اس سے جہاں اُن کے غلو کی وجہ سے ضالین سے مشابہت ثابت ہوتی ہے وہاں یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ انجام آتھم کا مصداق کون ہے؟ جب غلو کرنے والے کا پتہ چل گیا تو پھر یہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ غلو کرنے والوں کا فتنہ ہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔

عذرِ نامعقول

ہمارے استدلال سے تنگ آکر ربوائی دوست یہ کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے آپ کی وحی میں ...... بار بار نبی کہا ہے پھر ان کو نبی ماننا غلو کس طرح کہلا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ قاعدہ درست ہے کہ کسی نبی یا ولی کو اس کی وحی میں جس نام سے پکارا جائے تو اس کا وہی مقام ماننا غلو نہیں بلکہ حقیقت ہوتا ہے تو پھر نصاریٰ نے بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ جناب مسیح علیہ السلام کو ان کی وحی میں بار بار بیٹے کے نام سے پکارا تھا اس لئے وہی مقام ان کو دے دیا اس کے علاوہ اگر یہ قاعدہ صحیح ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں جہاں آپ کو نبی کہا گیا وہاں "ولدی" اور "اولادی" بھی کہا گیا اگر وحی میں نبی کا لفظ آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی ہیں تو اسی وحی میں "اولادی" یا "ولدی" کا لفظ آجانے سے یہ کیوں نہیں مانا جاتا کہ آپ واقعی اللہ تعالےٰ کے بیٹے ہیں؟

ضالین کی علامات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آگئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعوےٰ بھی کرے گا اور خدائی کا بھی ایسا ہی انہوں نے کیا۔ نبوت کا دعوےٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیئے وہ قواعد مرتب کئے اور وہ تنسیخ و ترمیم کی جو ایک نبی کا کام تھا اور اپنی طرف سے عقائد نامے اور عبادت کے طریقے گھڑ لئے اور ایسی آزادی سے مداخلت بیجا کی کہ گویا ان باتوں کے لئے وحی الٰہی ان پر نازل ہو گئی سو الٰہی کتابوں میں اس قدر بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعویٰ ہے" (آئینہ کمالات اسلام)

جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح محمدی کے ماننے والوں میں بھی ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جس نے کلام الٰہی میں "مداخلت بیجا" کر کے اپنی طرف سے وہ دخل دیئے کہ گویا ان باتوں کے لئے وحی الٰہی ان پر نازل ہوتی ہے، مثلاً (۱) اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے یہ معنی کئے کہ

"یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے"۔ (ایام الصلح ص ۴۷)

پھر فرمایا:۔

"کیا ایسا بدبخت اور مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے؟ اور جو آیت

ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین

کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلعم کے بعد نبی اور رسول ہوں" (انجام آتھم ص ۲۷)

اس کے بالمقابل میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیضِ نبوت سے روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالےٰ نے اس انعام کو بند کر دیا اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف نعوذ باللہ من ذالک اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ آپ نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔"

(حقیقۃ النبوۃ ص ۱۸۶-۱۸۷)

اندازہ فرمائیے کہ یہ خیال تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے جیسا کہ "ایام الصلح" کے حوالجات پیش کر دینے سے ظاہر ہے

اس پر جناب میاں صاحب کا یہ فتوے ظاہر کرتا ہے کہ اس کے مورد معاذ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں پس ان کے یہ ناپاک فتوے الہٰی کتاب میں بے جا دخل ہیں جن کی وجہ سے وہ فتوے لیسے مفتیوں کے فتنہ ہونے پر ایک دلیل ہیں۔

آیت میثاق النبیین کے معنوں میں بیجا مداخلت

(۲) اسی پر بس نہ کرتے ہوئے آیت میثاق النبیین میں جس موعود رسول کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ پر اس موعود رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے یہ حکم ہر نبی کی امت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ موجب مواخذہ ہوگا۔ اب بتلادیں میاں عبدالحکیم خاں نیم ملاں خطرہ ایمان کہ اگر توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالےٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری تعالیٰ کے قائل ہیں"

الہٰی کتاب کی اس آیت کریمہ میں بے جا مداخلت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے وہ موعود رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بنایا گیا ثبوت کے لئے ملاحظہ کیجئے میر محمد سعید صاحب مرحوم حیدرآبادی کے تفسیری نوٹ اور اخبار الفضل مؤرخہ ۱۹-۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء کے لیڈنگ آرٹیکل۔

اسمہ احمد

(۳) سورہ صف کی آیت **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی میں سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس عالم میں تشریف نہیں لائے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم جسمانی میں تشریف فرما ہونگے وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل جانا بیان کیا گیا ہے یعنی ایک اس عالم کی طرف چلا گیا ایک اس عالم کی طرف آیا"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۲)

اس میں تصرف بے جا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودہ کے خلاف یہ عقیدہ بنایا گیا کہ:۔

"میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں .... میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے"

"پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی بشارت دی گئی ہے وہ آنحضرت صلعم نہیں ہو سکتے"

(انوار خلافت صفحہ ۲۳)

وبالآخرۃ ھم یوقنون

۴۔ الہٰی کتاب میں بے جا مداخلت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس آیت کے معنے بجائے یوم آخرت کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کئے گئے اور جو پہلا پارہ ۱۹۱۵ء میں شائع کیا گیا اس میں آخری وحی معنی کر کے اس سے مسیح موعودؑ کی وحی کا استدلال کیا گیا پھر پیغام صلح کی گرفت پر بجائے نادم ہونے کے الفضل میں بعض مولویوں کے حلفیہ بیانات شائع کرائے گئے کہ اس آیت سے حضرت مسیح موعودؑ اپنی وحی پر استدلال کیا کرتے تھے۔ یعنی ایک کلام الہٰی میں تحریف یا تصرف اور دوسرے حضرت اقدس پر افتراء حالانکہ آپ نے اس کے معنے یوم آخرت ہی کئے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"متقی وہ ہوتے ہیں جو پہلے نازل شدہ کتب پر اور تجھ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

(تحفہ سالانہ صفحہ ۲۵)

اس کے علاوہ اخبار الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں بھی یہی معنے درج ہیں کہ:۔

"جو پچھلی آنے والی گھڑی اور قیامت پر ایمان رکھے اور جزا و سزا مانتا ہو"۔

اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں ان لوگوں نے اسی طرح بے جا مداخلت کی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے موجب کہ:۔

"الہٰی کتابوں میں اس قدر بے جا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعوےٰ ہے"۔

اس بات کا ثبوت ہے کہ اہل ربوہ کا یہ طریق ضالین یعنی نصاریٰ کے قدم پر اور ان سے مماثلت کاملہ کا کھلا ثبوت ہے جو ان کے فتنہ ہونے پر کھلی اور روشن دلیل ہے۔

باقی دارد

ایک ضروری اپیل

ہمدردان ملت و محبان قوم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے تعمیری مقاصد سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ کہ یہ ایسوسی ایشن قوم کے نوجوانوں کی تنظیم اور ان میں قومی اور مذہبی احساس پیدا کرنے کے لئے معرض وجود میں آئی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن تنظیمی سلسلہ میں مختلف جماعتوں کے دورے کر رہی ہے اور تبلیغی سلسلہ میں اس کا تعمیری اور اہم پروگرام یہ ہے کہ تقریباً ایک سال سے ایک ماہوار بنگالی بلیٹن "دی پیس" اس کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ جس میں تحریک احمدیت کے تبلیغی مضامین کے علاوہ قرآن کریم اور براہین احمدیہ کے تراجم قسط وار باقاعدگی سے شائع کئے جا رہے ہیں۔

مشرقی بنگال میں تبلیغی سلسلہ کی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے لئے ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ نے اپنی میٹنگ منعقدہ ۷ فروری ۱۹۵۸ء میں فیصلہ کیا ہے کہ تحریک احمدیت سے متعلق مختلف مضامین کو ٹریکٹ کی شکل میں طباعت کروا کر تقسیم کئے جائیں گے چنانچہ بالاتفاق رائے یہ تجویز ہوئی کہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے بین الاقوامی مجلس مذاکرہ کے لئے لکھے گئے مضمون کا بنگالی ترجمہ ٹریکٹ کی صورت میں چھپوا کر تقسیم کیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ٹریکٹ کی افادیت کے پیش نظر فصل مذکور کے ایک اور مضمون

"Facts about Ahmadiyya Movement"

کا ترجمہ بھی شامل کر دیا جائے۔ اس کی ایک ہزار کاپی کی طباعت وغیرہ پر تخمینی اندازہ دو سو روپے لگایا گیا ہے۔

قوم کے صاحب ثروت و صاحب استطاعت حضرات سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں مالی امداد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

والسلام

المشتہر۔ خاکسار ناصر احمد
صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بچوں کا صفحہ ـــــــــــ مرتضیٰ خاں حسن

ماں بیٹی کی پانچویں مجلس

ماں :- اب سنو۔ ہمارے نبی کریم تو مدینے بعد میں گئے۔ آپ سے پہلے بہت سے لوگ مکہ سے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ ان کو مہاجر کہتے ہیں یعنے ہجرت کرنے والے۔ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ جانے والے۔ اور جو مسلمان لوگ مدینہ میں پہلے ہی موجود تھے وہ انصار کہلاتے ہیں یعنے مددگار۔ ہمارے نبی نے مہاجرین اور انصار میں بھائی بندی قائم کر دی۔ ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ انصار نے اپنی ہر چیز کا نصف اپنے مہاجر بھائیوں کے حوالے کر دیا۔ اور ان دونوں میں اس قدر محبت ہو گئی جیسے کہ ماں جائے بھائی ہوتے ہیں۔ اب مکہ کے قریش کا حال سنو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام مدینہ میں پھیل رہا ہے تو انہوں نے ہمارے حضرت کے خلاف سازش کرکے حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ اور ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آئے ہمارے نبی کریمؐ صرف ۳۱۳ آدمی تیار کر سکے جن میں بعض بوڑھے اور نوعمر لڑکے بھی تھے اور سامان جنگ بھی کچھ نہ تھا۔ ہمارے نبی تو ان لڑکوں کو جنگ میں لے جانا نہیں چاہتے تھے مگر یہ ضد کرتے تھے کہ ہم نے ضرور جنگ میں شریک ہونا ہے۔ دو لڑکے تو بہت ہی اصرار کرتے تھے۔ تب ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ جو تم دونوں میں سے بڑے قد کا ہوگا اس کو اجازت دے دیں گے۔ اس پر ایک لڑکا جو چھوٹے قد کا تھا اپنے پنجوں پر کھڑے ہو کر کہنے لگا دیکھو حضرت میں تو اس سے بڑے قد کا ہوں۔ ہمارے حضرت نے ان کے شوق کو دیکھ کر دونوں کو اجازت دے دی۔ ایک لڑکا جھولی میں کھجوریں ڈال کر کھا رہا تھا۔ وہ حضرت کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اگر میں جنگ میں جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ حضور نے فرمایا کہ جنت۔ اس نے کھجوریں وہاں ہی پھینکدیں اور میدان جنگ میں جا دھمکا۔ غرض بچے بھی بڑے ذوق و شوق سے جنگ میں شریک ہوتے تھے۔ ان جنگوں میں عورتیں بھی کام کرتی تھیں۔ فوج کو پانی پلاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور بعض وقت تلوار لیکر جنگ بھی کرتیں۔ حضور ایک جگہ ٹھہر گئے اور وہاں خدا کے حضور آپؐ نے دعا کی کہ اے خدا اگر یہ جماعت تباہ ہو گئی تو تیری عبادت کون کرے گا؟ دعا مانگ کر آپ فوج کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کافر شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ دکھا جائیں گے" آخر ایسا ہی ہوا حضور نے اپنے ہاتھ سے تھوڑی سی کنکریاں دشمنوں پر پھینکیں یہ کنکریاں ان کا کام کر گئیں اور دشمن سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے۔ اس کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور کئی لوگ قید میں پکڑے گئے۔ مکہ والوں کا سب سے بڑا جرنیل ابو جہل جو ہمارے نبی کا چچا بھی تھا وہ بھی مارا گیا۔ اس کو دو لڑکوں نے قتل کیا تھا۔ اس شکست سے مکہ کے قریش کو اور بھی غصہ آیا اور اب انہوں نے ایک بڑی لڑائی کا ارادہ کیا اور بہت بڑی فوج جمع کی۔ ۳۰۰۰ بڑے بہادر سپاہی لے کر مدینہ پر حملہ کر دیا۔

ہمارے نبی کریم صلعم کے پاس صرف ۷۰۰ سپاہی تھے یہ لڑائی احد کی لڑائی کہلاتی ہے۔ ہمارے نبی کریم نے فوج کے ایک دستے کو حکم دیا کہ وہ فلاں درّے پر کھڑے رہیں اور خواہ فتح ہی ہو وہ جگہ نہ چھوڑیں۔ اب لڑائی شروع ہوئی اور بڑے زور شور سے ہوئی کافر شکست کھا کر بھاگ نکلے مگر جس فوج کے دستے کو ہمارے نبی کریم نے فرمایا تھا کہ اپنی جگہ نہ چھوڑیں انہوں نے غلطی کی اور یہ سمجھ کر کہ اب فتح ہو گئی ہے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے لوٹ کر حملہ کر دیا۔ مسلمان اسوقت بے خبر تھے۔ اس لئے ان کا بڑا نقصان ہوا۔ بڑے بڑے بہادر مسلمان شہید ہو گئے جن میں ہمارے نبی کے چچا حضرت حمزہ رضؓ بھی تھے۔ اس وقت کسی نے یہ مشہور کر دیا کہ ہمارے نبی شہید ہو گئے ہیں۔ بس پھر کیا تھا تقریباً ساری مسلمان فوج میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ مگر ہمارے نبی خدا کے فضل سے زندہ اور سلامت تھے۔ جب آپ نے فوج کو بھاگتے دیکھا آپ عین میدان جنگ میں شیر کی طرح کھڑے ہو گئے۔

(باقی بر صلہ انجہاد کے نیچے)

ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا مرتضیٰ خاں حسن

کروں کس زباں سے ثنائے محمدؐ ؛ خدا خود ہے مدحت سرائے محمدؐ
مرا دین و ایماں ولائے محمدؐ ؛ میں ہوں جان و دل سے فدائے محمدؐ
ملی سروری اس کو دونوں جہاں کی ؛ پناہِ دو عالم لوائے محمدؐ
محمدؐ کے در کی فقیری ہے شاہی ؛ زہے عزّ و شانِ گدائے محمدؐ
محمدؐ کا ہر حکم حکمِ خدا ہے ؛ ندائے خدا ہے ندائے محمدؐ
شفاعت کا ہے راز پنہاں اسی میں ؛ کہ بندوں کو حق سے ملائے محمدؐ
بصد شوق آنکھوں سے اپنی لگاؤں ؛ ملے گر مجھے خاکِ پائے محمدؐ
شفاعت پر اسکی ہیں نظریں ہماری ؛ نہیں کوئی اپنا سوائے محمدؐ
وہی باعثِ خلقِ کون و مکاں ہے ؛ بنے مہر و ماہ از برائے محمدؐ
محمدؐ سا کوئی ہوا ہے نہ ہوگا ؛ عجب شان لیکر ہیں آئے محمدؐ
فراغت ہوئی اسکو درد و الم سے ؛ وہ دل جو ہوا مبتلائے محمدؐ
محمدؐ ہو خوش جس سے اس سے خدا خوش ؛ رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے ؛ کہ دیکھوں رخِ دلکشائے محمدؐ

حسنؔ اس کا مسکن ہے لاریب جنت
کرے دل سے جو اقتدائے محمدؐ

بچوں کا صفحہ

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

آپ ذرا نہ گھبرائے۔ آپ نے بڑے زور سے مسلمانوں کو اپنی طرف بلایا - الیٰ عباداللہ الیٰ عباداللہ خدا کے بندو میری طرف آ جاؤ میری طرف آجاؤ۔ ایسے وقت میں جبکہ آپ کی فوج بھاگ گئی تھی آپ دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوئے کھڑے تھے۔ ہمارے نبیؐ کی بہادری میں اُن کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟

(باقی آئندہ)

پیغام صلح ۱۹؍فروری ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۱۹۳۷ شمارہ ۸

تنظیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر - دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ تبلیغ۔ لاہور

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۵۸ء | نمبر ۸

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خُدا

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بر و شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

دُرِّ ثمین

از حضرت امامؑ

دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید

در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی

از پئے دینِ محمدؐ کلبۂ احزاں کنید

توانم کہ ایں عہد و پیماں کُنم

کہ جاں در رہِ خلق قرباں کُنم

توانم کہ سر ہم دریں رہ دہم

ولے بدگماں را چہ درماں کُنم

عزیزاں مے دہم صد بار سوگند

بروئے حضرتِ دادار سوگند

کہ در کارم جواب از حق بجوئید

بہ محبوبِ دلِ ابرار سوگند

صادق آں باشد کہ ایامِ بلا

مے گذارد با محبت با وفا

گر قضا را عاشقے گردد اسیر

بوسد آں زنجیر را کز آشنا

ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کونسا وظیفہ پڑھا جائے؟

ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا۔ کہ وہ کونسا وظیفہ کرے۔ آپ نے فرمایا۔ "استغفار بہت پڑھا کرو۔ نیک انسان کی دو ہی خواہشیں ہیں۔ یا تو وہ گناہ سے کھلے اور یا اللہ تعالےٰ کے گئے ہوئے گناہ کے بد انجام سے اس کو بچالے۔ سو استغفار پڑھتے کے وقت دونوں معنوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ سے گذشتہ گناہوں کی پردہ پوشی چاہے۔ اور دوسرا یہ کہ خدا تعالےٰ سے توفیق چاہے کہ اسے آیندہ گناہوں سے بچالے۔ مگر استغفار صرف زبان سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کے لئے دل چاہیئے نماز میں اپنی زبان میں بھی دُعا مانگو۔ یہ ضروری ہے"۔

تقوےٰ اور دل کی نہر

"تقوےٰ اختیار کرو۔ تقوےٰ ہی ہر نیکی کی جڑ ہے۔ تقوےٰ کے معنے ہیں ہر ایک باریک در باریک رگ گناہ سے بچنا۔ تقوےٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو۔ اُس سے بھی کنارہ کرے"۔

"دل کی مثال ایک بڑی نہر کی مانند ہے۔ جس میں سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں جن کو ہماری زبان میں سُوآ یا راجباہ کہتے ہیں۔ دل کی نہر میں سے بہت سی چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں۔ مثلاً زبان وغیرہ۔ اگر چھوٹی نہر یا سُوئے کا پانی خراب اور گندہ اور میلا ہو تو قیاس کیا جاتا ہے کہ بڑی نہر کا پانی ضرور خراب ہے۔ پس اگر کسی شخص کو دیکھو کہ اس کی زبان یا ہاتھ پاؤں وغیرہ میں سے کوئی عضو ناپاک ہے تو سمجھ لو کہ اس کا دل بھی ایسا ہی ناپاک ہوگا"۔

معراج کس طرح ہوا؟

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی بابت کسی نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا آپ نے فرمایا:- "سب حق ہے۔ معراج ہوئی تھی۔ مگر یہ فانی بیداری اور فانی اشیاء کے ساتھ نہ تھی۔ بلکہ وہ اور رنگ تھا۔ جبرئیل بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور آسمان سے نیچے اُترتا تھا۔ اسی رنگ میں آنحضرت صلعم کا چڑھنا ہُوا تھا۔ نہ اُترنے والا کسی کو اترتا ہُوا نظر آتا تھا اور نہ چڑھنے والے کو کوئی چڑھتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔ حدیث شریف میں جو بخاری میں ہے آیا ہے ثم استیقظ یعنی پھر جاگ اُٹھے"۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۵ر جنوری بروز سنیچر:—

اخویم عبدالصمد صاحب قبل الظہر برائے استفسار صحت اور مرحوم بھائی کے پُرسہ کے لئے تشریف لائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء سلسلہ کی باتیں بھی ہوتی رہیں۔ ربوی حکومت کے محمودی منصوبے کا ایک نسخہ لے گئے۔

چند روز ہوئے حافظ شریف حسین صاحب نے کتاب (۱۸۵۷ء) تالیف قیمہ مولانا غلام رسول مہر برائے مطالعہ بھجوائی تھی۔ آج اپنے نواسہ سے اس کی تمہید پڑھوا کر سنی۔ تاریخی لحاظ سے ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔ اور وسیع معلومات کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ قصہ پارینہ اہلِ علم حضرات کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ کا باعث ہوگا ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

کاش اس وقت مسلمانانِ ہند حکم خداوندی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ کی خلاف ورزی نہ کرتے اور اپنے پیش نظر ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم رکھتے تو ۱۸۵۷ء کا روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا آج بھی زعمائے ملت اور علمائے کرام پاکستان و ہند کو ۱۸۵۷ء درس عبرت حاصل کرنے اور اعتصام بحبل اللہ کی دعوت دے رہا ہے اللہ سمجھ عطا فرمائے۔

۲۷ر جنوری بروز پیر:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے مدینہ، نوائے وقت، اور امروز سے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے امروز کے اقتباسات مؤتمر الدراسات الاسلامیہ العالمیہ فی لاہور سے متعلق تھے "انکھ مچولی" کا دلچسپ عنوان جامعۃ القاہرہ کے علامہ الشیخ محمد ابو زہرہ کا اجتہاد پر اظہار رائے مولانا مودودی صاحب کے قرآن وسنت اور اجتہاد پر اظہار خیالات امریکن مستشرق کا مقالہ اور اس پر روسی و چینی مندوبین کا اعتراض وغیرہ وغیرہ سن کر مؤتمر ہذا کی نسبت جو رائے قائم کی تھی کہ "چلمن" کے پیچھے پردہ میں کوئی اور بول رہا ہے مستحکم ہوگئی، یہ مؤتمر بھی "نشستند۔ گفتند۔ برخاستند" کی مصداق ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ الشیخ ابو زہرہ کے خیالات سن کر دل نے چاہا کہ ان کی خدمت میں "کافروں" کی جماعت کے مرحوم امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ عظیم تصنیف "نیو ورلڈ آرڈر" تحفۃً عاصمہ فیصل سے ارسال کروں۔ چنانچہ ایک نسخہ بذریعہ ڈاک بھجوایا۔ اس کتاب کا عربی زبان میں النشر والترجمہ للجامعین قاہرہ نے شائع کیا ایک سے زیادہ ایڈیشن اس کے طبع ہوئے۔ ممالک عربیہ میں اس نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ بلاد عرب کے عظیم المرتبت مشہور اہلِ قلم حضرات اور بیسیوں مجلات اور کثیر التعداد اخبارات نے تبصرے لکھے حضرت العلامہ الدکتور محمد البہی قاہرہ کو رسالہ "ڈاکٹر سر محمد اقبال" سٹیٹمنٹ ڈاک سے بھجوایا۔

۳۰ر جنوری بروز جمعرات:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے۔ لاہور اور ربوہ کے متعلق گفتگو رہی۔ نیز کتابچہ "ربوی حکومت کے محمودی منصوبے" میں سے بیشتر لفظ بلفظ پڑھ کر سنایا۔ اللہ ہمارے میاں صاحب محترم کو ہدایت دے اور جماعت ربوہ کو پیر پرستی کی لعنت سے بچائے۔ آمین۔

بحری ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح نمبر ۱ کی چار کاپیاں میرے نام اور ایک عدد شیر گل صاحب کے نام اور نمبر ۲ دو عدد میرے نام اور ایک عدد شیر گل صاحب کے نام اور اخبار لائٹ نمبر ۱ کے دو پرچے اور نمبر ۲ کے دو پرچے ملے۔ پیغام صلح نمبر ۱ کا پرچہ کھولا۔ صفحہ اول پر امام وقت علیہ السلام کا اقتباس از کتاب براہین احمدیہ بعنوان "ہم نے میدان فتح کر لیا" پڑھوا کر سنا جو روح کی تازگی کا باعث ہوا۔ دوسرا مقالہ افتتاحیہ بعنوان "ایک اور نشان صداقت" میرے عزیز نواسے نے سنایا روح رقص کرنے لگی۔ آج طبیعت بہت ہی خراب ہونے کے باوجود دل کا مریض تڑپ اُٹھا۔ دل و دماغ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ "ایک ہو جاؤ" کا کیا دلکش نظارہ ہے زندہ باد جماعت احمدیہ۔ زندہ باد جماعت لاہور کے پاک ممبران۔ زندہ باد بزرگان سلسلہ۔ یہ اللہ کی جماعت ہے مٹ نہیں سکتی۔ مخالفت کی گھٹائیں کتنی بھی آئیں اس کا قدم امام وقت کے حکم کے مطابق اشاعت وحفاظت دین حقہ میں آگے ہی آگے بڑھتا جائے گا اسلام کا غلبہ اسی غریب جماعت کے ہاتھوں ہونا مقدر ہے دوسروں سے یہ مقدس کام ہرگز نہ ہو سکے گا ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
نوائے فتح نمایاں بنام ما باشد

۳۱ر جنوری بروز جمعہ:—

یہ معلوم ہونے پر کہ مؤتمر الدراسات الاسلامیہ العالمیہ فی لاہور کے رئیس المنتظمین جناب میاں افضل حسین صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی مقرر ہوئے تھے اور ان کی نگرانی میں مقررین کا انتخاب ہوا تھا۔ اوائل میں احمدی حضرات کو دعوت نامے بھجوائے گئے اور پھر کسی خاص وجہ سے مسترد کر دیئے گئے تعجب ہوا۔۔۔۔۔ کہ وہ لوگ جو آج اسلام کا علم ہاتھ میں لئے ہوئے ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں اور کفرستانوں میں اسلام کے جھنڈے لہرا دیئے ہیں اور ایک عالم کا نقطہ نگاہ بدل دیا، وہ لوگ اس مؤتمر میں شامل نہیں ہو سکتے!! چنانچہ میاں صاحب موصوف کی خدمت میں "ذکری مولانا محمد علیؒ" ڈاک سے بھجوایا تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ قلب اسلام کے فضلاء وعلماء وادباء کی نگاہوں میں ان احمدیوں کے علم کلام کی کیا قدر و قیمت ہے ان "کافروں" کی تصانیف کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عربوں نے اپنی زبان میں ترجمے کر ڈالے اور کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ فضلائے پاکستان و ہند کے دلوں کو تعصب سے صاف کرے اور اپنے سچے رہبر کی شناخت کی توفیق دے۔ آمین۔

۲ر فروری بروز اتوار:—

السید فاضل الجمالی سابق وزیر اعظم عراق نے اخبار "العمل" کے نام سے نکالا ہے۔ آج اس اخبار کے دفتر کے لئے اسلامی کیلنڈر "احمدیہ" بدست فرزند ابراہیم بھجوایا یہ روزنامہ سیاسیات کے ساتھ ساتھ اسلامیات پر بھی بحث کرتا ہے بوقت عصر عزیزم محمد یوسف آفریدی یکے از نوجوانان ربوہ گھر تشریف لائے۔ ڈھائی گھنٹہ مختلف تبلیغی مسائل پر گفتگو رہی۔ لائٹ نمبر ۱-۲ سے مؤتمر الدراسات الاسلامیہ العالمیہ فی لاہور سے متعلق اداریہ پڑھ کر سنایا۔ خوب لکھا ہے اظہار حقیقت ہے۔

۳ر فروری ۱۹۵۸ء بروز پیر:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے مدینہ، امروز، اور کوہستان سے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے ۲۷ر/ہیں دس جنوری کے کوہستان کی ایک عجیب غریب پرواز افترا خبر سنائی وہ یہ کہ "عراق سے قادیانی مبلغ کا اخراج" اس سفید جھوٹ خبر اڑانے کے ذمہ دار مسٹر سراج الدین منیر صاحب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عراق میں کوئی قادیانی مبلغ تھے ہی نہیں تو پھر اخراج کے کیا معنے۔ افسوس پاکستان کے اخبارات ایسے جھوٹی خبریں اپنے اخبارات میں شائع کر کے اپنا اعتبار بھی کھو بیٹھے۔ میں نے پرچہ مذکور برائے ملاحظہ اپنے ایک لیبی دوست حاجی عبداللطیف صاحب کو بھجوایا۔

ملک عبدالغنی صاحب کارکن دفتر تحصیل کو ایک حادثہ میں شدید چوٹیں آئی ہیں، ملک صاحب احباب کرام سے دعائے صحت کے خواہشمند ہیں۔

میاں صاحب کا دعوے مصلح موعود

میاں محمود احمد صاحب کو مصلح موعود بنانے اور اس کا پروپیگنڈا کرنے میں قادیانی جماعت اور ان کے اخبارات وغیرہ جس مستعدی، جوش و خروش اور انہماک سے کام لے رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک میاں صاحب ہی سب کچھ ہیں، اور حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی حیثیت ان کے مقابلہ میں نہیں نہ اس قسم کا پراپیگنڈا آپ کے متعلق کبھی کیا گیا، ہر سال ۲۰ر فروری کو "الفضل" کا ایک خاص مصلح موعود نمبر شائع ہوتا ہے، اس سال بھی ہوا ہے جبکہ نشر و اشاعت کی طرف سے کتابیں اور اشتہارات نکلتے ہیں اس سال بھی مولوی جلال الدین شمس کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا نام ہے "پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق ....."۔ لیکن قادیانی اور ربوی جماعت کی ساری زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی مسیح موعود نمبر شائع نہیں ہوا نہ کوئی خاص دن کبھی منایا گیا، اب تو جو کچھ ہیں میاں محمود احمد صاحب جن کو مصلح موعود ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔

اس تمام قادیانی لٹریچر کو ایک طرف رکھئے اور جناب میاں صاحب کا وہ بیان ایک طرف جس میں انہوں نے مصلح موعود ہونے کا دعوے کیا تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا دعوے ہے اور اس کے لئے اتنا زبردست پراپیگنڈا کرنے کا کیا مطلب ہے۔ جیسے تو میاں صاحب کو اُن کے مریدین شروع ہی سے مصلح موعود بناتے چلے آئے ہیں، اگرچہ میاں صاحب کا رویہ اقرار و انکار کے بین بین رہا ہے خلیفہ بننے سے پہلے انہوں نے لکھا کہ :-

"ان الہامات سے (جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں) یہ مراد نہ تھی کہ حضرت اقدس کے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں میری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا" (دیکھو اشتہار صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے)

پھر ۱۹۱۴ء میں ... سبز اشتہار کی پیشگوئی کا اپنے آپ کو مصداق قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں یہ ارشاد فرمایا :-

"میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ مصلح موعود میں ہوں کیونکہ خدا تعالےٰ نے مجھے اس کی خبر نہیں دی"

اگر خدا تعالےٰ نے خبر نہیں دی تھی تو ۱۹۱۴ء میں اپنے آپ کو کس طرح سبز اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق قرار دے دیا تھا۔ یہیں تک بس نہیں۔ ۱۹۳۵ء میں پھر کہہ دیا کہ میں اس کا مصداق ہوں اور الہاماً دعوے کی ضرورت نہیں، یہ شرط مامور کے لئے ہے، اس کے بعد ۱۹۴۴ء میں ایک خواب کی بناء پر مصلح موعود ہونے کا الہاماً دعوے کر دیا، اور ساتھ ہی فرما دیا کہ میں مامور نہیں ہوں، اور نہ میرے خواب یا الہام کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف ہیں۔

چلو چھٹی ہوئی، ہم حیران ہیں کہ جب میاں صاحب مامور بھی نہیں، نہ ہی اُن کے خواب یا الہام کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف ہیں تو پھر دعوے وہ کس لئے کر رہے ہیں، اور دوسرے لوگوں کو اس زور و شور سے انہیں مصلح موعود ماننے کی دعوت کیوں دی جا رہی ہے، کیا قادیانی اخبارات اس پر روشنی ڈالنے کی جرأت کریں گے؟

اسی سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں تک جناب خلافت مآب کے عقائد کا تعلق ہے وہ ان کے مصلح موعود ہونے کی راہ میں سدِ سکندری کا حکم رکھتے ہیں، جو شخص چالیس سال تک اس عقیدہ پر مصر رہے کہ حضرت مسیح موعود اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی ہیں ایسا نبی جس کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور پھر ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں یہ بیان دیدے کہ حضرت مسیح موعود کا ماننا جزوِ ایمان نہیں، نہ آپ کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اس کو مصلح موعود کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

بددیانت کون؟

الفضل کے مصلح موعود نمبر (مورخہ ۱۸ر فروری) میں مولوی جلال الدین شمس نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر سورۃ فاتحہ کی ایک دلیل پر تبصرہ کرتے ہوئے بار بار ان الفاظ کا اعادہ کیا ہے کہ :-

"امیر منکرین خلافت یا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے حد درجہ جاہل ہیں یا پرلے درجے کے بد دیانت اور دھوکہ دینے والے ہیں"

ہم پسند نہیں کرتے کہ ان الفاظ کا اعادہ قادیانی جماعت کے "امیر المومنین" کے متعلق کریں، لیکن اسی مضمون کے شروع میں مولوی شمس نے خلیفہ صاحب کا ایک حلفیہ بیان نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :-

"میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا صاحب کو اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے اسی قسم کا نبی مانتا تھا جس طرح کہ اب مانتا ہوں، میں اس بات کے لئے بھی قسم کھاتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے رؤیا میں مجھے منہ در منہ کھڑے ہو کر کہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے"

(الفضل ۲۳ر ستمبر ۱۹۱۵ء)

ہم مولوی شمس صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر میاں صاحب کا یہ بیان صحیح ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی انہیں نبی مانتے تھے تو تشحیذ الاذہان کے اس مضمون کے متعلق کیا کہا جائے گا جس میں انہوں نے آیت خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے **کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا** کے متعلق یہ نکتہ بیان کیا تھا کہ :-

"آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی .... آپ (حضرت محمد رسول اللہ صلعم) کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا پس اس طرف ...... اشارہ تھا کہ **کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا** یعنی ہم نے آپ کو **خاتم النبیین** بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا"

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء)

پھر الحکم ۱۴ر مارچ ۱۹۱۱ء میں خاتم النبیینؐ کے زیر عنوان جو مضمون لکھا اس میں بصراحت تحریر کیا کہ :-

"اللہ تعالےٰ نے آپ (حضرت محمد رسول اللہ صلعم) کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا"

کیا مولوی شمس صاحب اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ ان دونوں بیانات کی روشنی میں میاں صاحب کے مندرجہ بالا حلفیہ بیان کی کیا حقیقت ہے، اور ان میں سے کونسا صحیح ہے اور آیا کوئی شخص اُن کے مؤخر الذکر دونوں بیانات کی روشنی میں مندرجہ بالا حلفیہ بیان کو "بد دیانتی" یا افتراء قرار دیدے تو بجا نہ ہوگا؟

بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ

اس نام سے ایک دو سو صفحہ کی کتاب عبد الرب خاں برہم لائلپوری نے شائع کی ہے جس میں خلیفہ ربوہ کے حالات و واقعات پر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی روشنی میں تبصرہ کیا گیا ہے قیمت دو روپے ملنے کا پتہ :- عبد الرب خاں برہم کوارٹر نمبر ۳۶۲ اے بلاک پیپلز کالونی لائلپور

اخبار و افکار

غیرت حمیت کا جنازہ

آج کل اخبارات میں ایک سکھ نو مسلم جمیل احمد عرف بوٹا سنگھ کا بہت تذکرہ ہو رہا ہے۔ جو ایک اغوا شدہ مسلمان عورت کی بازیابی پر اس کی محبت کے جوش میں اسلام قبول کر کے اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آ گیا، اور یہاں اس عورت کی طرف سے ٹھکرائے جانے پر اس نے خودکشی کر لی، ہمیں افسوس ہے کہ بعض بڑے بڑے سنجیدہ روزناموں نے اس واقعہ کو ایسی طرز سے ہوا دی ہے جو شریعت اسلامی اور غیرت ملی کے سراسر خلاف ہے، انہی اخبارات سے متاثر ہو کر مسلمانان لاہور نے بوٹا سنگھ کو ایک قومی ہیرو اور شہید محبت قرار دیکر اس کے جنازہ کو ایسی عقیدتمندی کے ساتھ دفنایا کہ شاید کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی ایسی عزت و عقیدت نصیب ہوئی ہو گی حالانکہ ایک خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنا ویسے بھی حرام ہے چہ جائیکہ ایسے شخص کا جنازہ اس عزت و عقیدت کے ساتھ پڑھا اور دفنایا جائے جو خدا اور رسول کے لئے نہیں بلکہ ایک عورت کی محبت میں مسلمان ہوا اور خواہ مخواہ خودکشی کر کے اس نے اپنی جان ضائع کر لی،

اس سلسلہ میں ہم معاصر کوہستان کی صاف گوئی اور جرأت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جس نے ۱۲ فروری کے "مقالہ خصوصی" میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"جہاں تک جمیل احمد کے ساتھ انسانی ہمدردی کا سوال ہے وہ اپنی جگہ بجا اور درست ہے لیکن اسے قومی ہیرو اور شہید محبت کی حیثیت سے ملک کے سامنے پیش کرنا ایک غیر معقول بات ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جمیل احمد عرف بوٹا سنگھ شہید محبت تھا تو وہ تمام درندے اور بھیڑیئے جنہوں نے عفیف اور معصوم خواتین کو اغوا کیا اور ان کو زبردستی اپنی بیویاں بنایا کیا وہ بھی اسی طرح شہید محبت قرار دیئے جائیں گے۔ غور کیجئے کہ اس کا ان مسلمان خواتین پر کیا اثر ہوا ہو گا جو آج بھی بھارتی علاقوں میں درندوں کے قبضہ میں ہیں اور اس آس پر جی رہی ہیں کہ کسی دن انہیں پاکستان کی مقدس سرزمین میں اپنے اعزا و اقارب سے ملاپ نصیب ہو گا اور وہ بے غیرتی اور اذیت کی موجودہ زندگی سے نجات پائیں گی۔

یہ عورتیں جب سنیں گی کہ پاکستان میں ان لوگوں کو جنہوں نے انہیں اغوا کیا ہے، شہید محبت قرار دیا جاتا ہے۔ اور انکی تربت پر پھولوں کی بارش کی جاتی ہے تو ان پر کیا گذرے گی۔

جمیل احمد کے اسلام کا معاملہ اب خدا کے حوالے ہے ہم کسی کے باطن پر حکم نہیں لگا سکتے۔ لیکن جمیل احمد نے خود تسلیم کیا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کو نہیں بلکہ زینب کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان ہوا تھا۔ اسلامی شریعت میں ایسے انسان کا ایمان اور اسلام ڈھکوڑی کا نہیں جو خدا اور اس کے رسول کے لئے مسلمان نہیں ہوتا۔

حضور نبی کریم صلعم کے زمانہ میں بعض لوگوں نے عورتوں کے لئے ہجرت کی تھی، آپ نے ان لوگوں کی ہجرت کو جائز قرار نہیں دیا۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ وہ اپنے ماننے والے کو صرف ایک استانہ کے سامنے گردن جھکانے کی اجازت دیتا ہے اور وہ آستانہ ہے ذات باری تعالیٰ ــــ کیا جمیل احمد اس لحاظ سے سلمان اور اس کا باطن سچے مومن کی طرح پاکیزہ تھا؟

خدا کے لئے جذبات میں نہ بہیئے۔ بوٹا سنگھ سے کہیں زیادہ ہمدردی اور شفقت کی مستحق وہ مسلمان خاتون ہے جو دس سال تک ایک غیر مسلم کے ساتھ ذلت کی زندگی گذارنے کے باوجود مذہب اور وطن کو نہ بھول سکی۔"

ہم معاصر کوہستان کے مقالہ کی حرف بحرف تائید کرتے ہوئے ان اخبارات سے جنہوں نے اس واقعہ کو غلط طریق پر ہوا دیکر مسلمانوں میں جوش پیدا کیا، یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات پر تبصرہ کرتے یا عقیدت مندی کے رنگ میں انہیں پیش کرتے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ کیا بوٹا سنگھ کی محبت کو عقیدت کے پھول چڑھا کر اور اسے قومی ہیرو بنا کر آپ اپنے نوجوانوں کو ایسی راہ اختیار کرنے کی ترغیب نہیں دیتے جو نہ صرف شریعت اسلامی کے سراسر خلاف بلکہ بے حیائی و بے غیرتی کی طرف لے جانیوالی ہے اگر اس عزت و عظمت کو دیکھ کر جو بوٹا سنگھ کے نعش اور اس کے جنازہ کی کی گئی، کوئی اور نوجوان ایسے ہی عشق و محبت کا اظہار کرنے لگیں، اور اپنی جانیں اس عشق و محبت کی راہ میں قربان کر دیں، تو کیا آپ اس کو جائز اور پسندیدہ قرار دیں گے؟

مولانا ابوالکلام آزاد

اس ہفتہ برعظیم ہند و پاکستان میں یہ خبر نہایت رنج و افسوس سے سنی گئی کہ مولانا ابوالکلام آزاد فالج کے شدید حملہ سے دو دن بیہوش رہ کر ۲۲ر فروری کو انتقال فرما گئے فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا اپنے علم و فضل، انشا پردازی اور ادبیت اور ان قربانیوں کی وجہ سے جو برصغیر کی آزادی کے لئے قید و بند کے مصائب جھیل کر انہوں نے دیں بہت بڑی شہرت و عظمت کے مالک تھے۔ اگرچہ آزادی کی جدوجہد میں انہوں نے ہمیشہ کانگریس کا ساتھ دیا اور تحریک پاکستان کی حمایت سے ہمیشہ کنارہ کش رہے تاہم آزادی کے بعد بھارتی حکومت میں وزیر تعلیم کی حیثیت سے ان کا وجود مسلمانان ہند کے لئے بسا غنیمت تھا۔

مولانا کی شہرت ابتداءً الہلال اور البلاغ کے ذریعہ ہوئی جو انہوں نے آج سے چالیس پچاس سال پہلے کلکتہ سے جاری کئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے متعدد تصانیف کیں، جو علم و ادب کی جان ہیں، ان میں "تذکرہ" اور "ترجمان القرآن" خاص طور پر قابل ذکر ہیں، موخر الذکر تو قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر ہے اور اول الذکر میں اولیائے امت اور مجددین کرام کے مراتب عالیہ اور ان مصائب و مشکلات کا ذکر ہے، جو انہیں تبلیغ حق کی راہ میں پیش آتی رہیں، اس کتاب کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مولانا سلسلہ احمدیہ کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔

اس جگہ یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا کہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق مولانا کے خیالات ابتداً بہت اچھے رہے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر امرتسر کے اخبار "وکیل" میں جو اس وقت ان کی ادارت میں شائع ہوتا تھا ایک بسیط مضمون شائع ہوا، جس میں حضرت مرزا صاحب کی خدمات دینیہ اور دشمنان اسلام (آریہ اور عیسائیوں) کے بالمقابل آپ کی پُرشوکت تصانیف کا بڑے شاندار الفاظ میں اعتراف کیا گیا، گو مولانا ابوالکلام آزاد نے دو تین سال ہوئے کسی شخص کے استفسار پر کہہ دیا تھا کہ وہ مضمون ان کا اپنا لکھا ہوا نہیں تھا، تاہم جس کسی کا بھی لکھا ہوا ہو، بہرحال ان کے زیر ادارت ایڈیٹوریل کالموں میں اس کی اشاعت ثابت کرتی ہے کہ انہیں حضرت مرزا صاحب کی خدمات جلیلہ کا اعتراف تھا۔

یہ اعتراف اور بھی واضح ہو جاتا ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب کی ولایت کا اعتراف بھی انکے ایک فقرہ سے پایا جاتا ہے جو انکی مہتم بالشان تصنیف "تذکرہ" میں سید محمد جونپوری کے متعلق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی حسب ذیل عبارت نقل کرتے ہوئے انہوں نے لکھا، لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

"در اعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلعم داشت در سید محمد را نیز بود، فرق ہمین ست کہ آنجا بالاصالتہ بود و اینجا بہ تبعیتہ و تبعیتہ رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شد"

اس پر مولانا نے یہ حاشیہ آرائی کی ہے:-

"شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر مجھ کو خیال ہوا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کے ۲۰

۴۰ معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ بھی مرزا صاحب کی نسبت بعینہٖ یہی اعتقاد رکھتا ہے اور ان اصالت و تبعیت کے فرق پر اپنے تمام غلو و اغراق کی بنیاد رکھی ہے وما انتسبك اللیلۃ بالبارحۃ"

اور آگے چل کر اس قسم کی باتوں کو معتقدین کے غلو و اغراق اور سوء فہم یا اولیاء اللہ کے سکر کا نتیجہ قرار دیا ہے، کچھ بھی ہو بہرحال اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق انہیں ایک وقت تک اس قدر حسن ظن تھا کہ وہ انہیں اولیاء اللہ کے زمرہ میں شامل سمجھتے تھے، اگرچہ بعد میں ایسے حالات پیش آ گئے جن میں انہیں مجبوراً جماعت احمدیہ کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کرنا پڑا جن کی ان جیسے روشن خیال عالم سے توقع نہ ہو سکتی تھی لیکن اس موقعہ پر ان کی ایسی کمزوریوں کا اظہار یا ان پر تبصرہ کرنا مناسب نہیں اور ہماری دعا ہے کہ مامور من اللہ کے متعلق ان کا حسن ظن اور ...

تبلیغ آپ کا فرض ہے اور مخلوق خدا کی ہمدردی

مٹھی بھر جماعت نے حیرت انگیز کام کیا اس کام کو شائع کرو

خطبۂ جمعہ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۵۸ء۔ فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ــــ (المائدہ : ۶۷)

تبلیغ رسالت کا فرض

انبیاء دنیا میں ایک خاص مشن لے کر آتے ہیں۔ وہ مشن کیا ہوتا ہے؟ خدا کی توحید کو قائم کرنا اور لوگوں کو راستی اور حق کی طرف بلانا ...... جب انبیاء کے آنے کی یہ غرض ہے اور وہ خدا تعالےٰ سے حکم پاکر نسل انسانی کی ہدایت کے لئے آتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ ان کے ذریعہ پیغام ہدایت بھیجتا ہے، تو ان کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ جو پیغام انہیں ملا ہے دنیا میں پہنچائیں، کیونکہ اگر وہ پیغام نہ پہنچا تو ان کے آنے کی غرض فوت ہوگئی۔ اسی لئے اس آیہ کریمہ میں فرمایا یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اے رسول جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا اسے دوسروں کو پہنچاؤ، اگر نہ پہنچایا تو تم نے رسالت کا فرض ادا نہ کیا، رسالت یہ نہیں کہ محض اعزاز کے طور پر کسی کو رسول بنا لو دیا، بلکہ یہ ایک فرض ہے کہ جو پیغام خدا کی طرف سے ملے اسے لوگوں کو پہنچایا جائے، اگر یہ فرض پورا نہ ہو تو منصب رسالت بے کار ہے۔

تبلیغ میں حفاظت الٰہی کا وعدہ

حق کو پہنچانا بڑا ہی جان جوکھوں کا کام ہے، وہ لوگ جو حق کو لے کر آتے ہیں وہ اس کو پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، اس کے لئے ان کو بہت دکھ اٹھانے پڑتے ہیں، ان کی بڑی سختی سے مخالفت کی جاتی ہے، ہر طرح سے ان کو ستایا جاتا ہے اور جان تک لینے سے دریغ نہیں کیا جاتا اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے واللہ یعصمک من الناس لوگوں کی ایذا رسانی سے اللہ تعالےٰ تمہیں بچائے گا، میں سمجھتا ہوں وہ لوگ جو تبلیغ کے میدان میں کام کرتے ہیں وہ ان مشکلات کو سمجھتے ہوں گے جو پیغام حق پہنچانے میں پیش آتی ہیں، انبیاء بھی ہماری طرح کے انسان ہیں ان کو بھی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ لیکن جب یہ آواز آتی ہے واللہ یعصمک من الناس تو انہیں بہت بڑا حوصلہ ہوتا ہے، جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے حفاظت کا ذمہ لے لیا جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا تسلی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان ہو، اور انبیاء سے بڑھ کر اور کس کو کامل ایمان حاصل ہوتا ہے لکھا ہے جب اس آیت کا نزول ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ ہٹا دیا اور فرمایا کہ اب خدا تعالےٰ نے حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے اس لئے پہرہ کی ضرورت نہیں، واقعی ایمان اسی کو کہتے ہیں، کہ خدا کے وعدہ پر کامل یقین ہو، ورنہ ہزاروں وساوس پیدا ہو سکتے ہیں، کیا پتہ ہے کیا صورت پیش آئے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ کفر کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ ہدایت نہیں دیتا، ہدایت کے معنے ہیں کامیاب ہونا اور منزل مقصود پر پہنچ جانا۔ تو فرمایا کہ ایسے لوگ جو پیغام حق کا انکار کرتے ہیں کامیاب نہ ہوں گے۔

امتوں پر تبلیغ رسالت کا فرض

انبیاء تو اپنا فرض ادا کر کے چلے جاتے ہیں۔ پھر یہ فرض بطور وراثت ان کی امتوں پر عاید ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ احکام الٰہی کا پہلا مخاطب مہبط وحی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ فرض سب سے پہلے اسی پر عاید ہوتا ہے کہ پیغام الٰہی کے پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے لیکن جو لوگ ماموران الٰہی کو مانتے ہیں ان پر بھی فرض عاید ہو جاتا ہے، کہ وہ اس پیغام کو آگے پہنچائیں، اور اگر وہ نہیں پہنچاتے تو انہوں نے تبلیغ رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

فرض تبلیغ سے ہماری غفلت

ہم نے بھی ایک مامور کو مانا ہے۔ اس نے بھی جو پیغام دیا ہے ہم تک پہنچایا اس کے بعد یہ فرض ہم پر عاید ہوتا ہے کہ ہم اس پیغام کو آگے لے جائیں اور دوسروں تک پہنچائیں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس فرض سے غافل ہو چکے ہیں، ہم نے وہ پیغام دوسروں تک تیار پہنچایا شاید ہمیں اس حصہ آیت واللہ یعصمک من الناس پر ایمان نہیں رہا۔ مجھے تھوڑی دیر ہوئی ایک کاغذ دفتر سے ملا جو افسر تبلیغ نے بھیجا ہے، انہوں نے کسی کو تبلیغ کے لئے لکھا تھا، جس کا جواب یہ آیا ہے کہ میدان میں نکل کر تبلیغ کرنا تو مشکل امر ہے، مجھے اس بات کو پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ حق کو پہچان کر اپنے ہی پاس رکھنا اور دوسروں کو نہ پہنچانا یہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کے خلاف ہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کا وعدہ .... واللہ یعصمک من الناس ہر ایک حق کو پہنچانے والے کے ساتھ ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ ڈرنے کی وجہ کیا ہے؟

۱۹۵۳ء کا فتنہ اور اسکی ناکامی

۱۹۵۳ء کے فتنہ نے ہم لوگوں کو بڑا مرعوب کر دیا۔ حالانکہ اس فتنہ سے جس طرح خدا نے ہمیں بچایا چاہیئے تھا کہ ہماری تبلیغی سرگرمیاں اور تیز ہوتیں، کس زور و شور اور منظم طریق سے تحریک احمدیت کو کچلنے کی منظم سکیم بنائی گئی اور کس طرح باوجود ہماری بے بسی کے مامور من اللہ سے خدائی وعدہ کے مطابق خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے وہ تحریک ناکام ہوئی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے بانیان تحریک کو ناکام اور ذلیل و رسوا ہوتے دیکھا۔

وھن اور استکانت

چاہیئے تھا کہ اس سے ہم میں اور زیادہ قوت پیدا ہوتی ہمارا ایمان اور زیادہ بڑھتا اور زیادہ ہمت کے ساتھ ہم مامور الٰہی کے پیغام کو دنیا میں پہنچاتے اور وھن اور استکانت ہمارے نزدیک نہ آتی، لیکن میں نے بڑے بڑے دوستوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس وقت جذبات مشتعل ہیں کوئی سننے کو تیار نہیں اس سوئے ہوئے فتنے کو جگانے سے خاموشی بہتر ہے۔ میرے نزدیک یہ خاموشی خودکشی کے مترادف ہے۔ ایک تحریک جو مامور الٰہی لے کر آتا ہے، اگر اس کو آگے نہ چلایا جائے تو وہ مٹ جائے گی، اور اس کو زندہ رکھنے کا یہی طریق ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے اور اس کو چھپا کر رکھنے کی بجائے الم نشرح اس کی تبلیغ کی جائے۔ مخالفت تو حق کے پودے کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے اس سے مرعوب ہونے کے کیا معنے۔

احمدیہ تحریک کی معقولیت

مجھے تو تعجب اس پر آتا ہے کہ جب ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک معقول تحریک ہے جس کے اصول و مسائل دلوں اور دماغوں کو اپیل کرنے والے ہیں تو پھر اسے پہنچانے سے کیوں گریز کیا جائے، اگر کوئی بودی چیز ہوتی تو ڈر بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ جو باتیں مامور الٰہی نے کہی تھیں مجبور ہو کر لوگ ان کو مانتے چلے جاتے ہیں، تو سمجھ میں نہیں آتا کہ خاموشی کیوں اختیار کی جائے، صرف لیبل لگا لینا کہ ہم احمدی ہیں یہ تو کافی نہیں، ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنے نظریات کو دوسروں تک پہنچائیں، دیکھنا چاہیئے کہ ہم اس فرض کو ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ وسعت قلبی اچھی چیز ہے لیکن وسعت قلبی کے یہ معنے نہیں کہ اپنے اصل فرض کو چھوڑ دیا جائے اور غلطیوں کو دور نہ کیا جائے خصوصاً ایسی غلطیاں جن کی کلام پاک اجازت نہیں دیتا۔ ادعوا الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ ہر مرض کا علاج ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ مریض اپنی مرض سے بے خبر ہو بلکہ الٹا اس کو صحت سمجھے۔

میں اپنے دوستوں سے خاص طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے اس کمزوری کا ہمیں علاج کرنا چاہیئے۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ جب ہمارے پاس چیز ایسی ہے

جس کے لئے ہم شرمندہ نہیں اور کوئی معقول انسان ان باتوں کا انکار نہیں کر سکتا جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیں تو پھر ان کو پیش کرنے میں ہچکچاہٹ کیسی؟

ناسخ و منسوخ کا عقیدہ

جہالت سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آتا ہے کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ ہے، کبھی انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کے علم پر حملہ ہے، اور قرآن کریم کی نص صریح ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً، مامور من اللہ نے اس غلطی کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ قرآن کریم میں کوئی ناسخ و منسوخ نہیں، آج روشن خیال طبقہ سوائے چند لکیر کے فقیر کوڑ مغز مولویوں کے اس کو تسلیم کرتا ہے۔

نزول مسیح اور ختم نبوت

پھر مسلمان اس غلطفہمی میں مبتلا تھے کہ مسیح علیہ السلام آسمان سے امت کی اصلاح کے لئے آئیں گے، حضرت مسیح موعودؑ نے اس خیال کی غلطی کو واضح کیا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ختم نبوت کو باطل کرتا ہے اس لئے مسیح دوبارہ نہیں آسکتے، نہ کوئی اور نبی آسکتا ہے، اس میں شک نہیں کہ جماعت احمدیہ کی دوسری شاخ نے جو مسلک اختیار کیا وہ بھی صحیح نہیں، لیکن آپ کے خیالات تو دنیائے اسلام میں قبولیت کا موجب ہیں، آج وفات مسیح کا عقیدہ عام طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے، علمائے ازہر نے بھی فتوے دے دیا کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

ہماری غفلت اور سستی

الغرض آپ کے خیالات ایسے نہیں کہ دنیائے اسلام کے لئے قابل قبول نہ ہوں، مگر ہم نے آنکھیں بند کر لیں، معاف کیجئے گا اگر میں یہ کہوں کہ ہم اور کھیلوں میں پڑ گئے اور اصل مقصد سے غافل ہو گئے۔ مامور الٰہی جس کے ہاتھ پر ہم نے وعدہ کیا تھا کہ دنیا کے چاروں کونوں میں اسلام کو پہنچائیں گے ہماری یاد سے اتر گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مٹھی بھر جماعت نے حیرت انگیز کام کیا ہے لیکن اب ہم میں سستی آگئی ہے۔ خدا کے لئے اس کام کو ضائع نہ کرو، آپ کاش چاہتا ہے کہ اس جماعت کو ترقی دی جائے تاکہ صحیح اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے۔

بنیادی چیزوں کی طرف توجہ کریں

میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ ہر ایک آپ میں سے اٹھے اور اپنا احمدی ہونا اپنے عمل سے ثابت کرے، مجھے کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی کہ کیوں آپ کی جماعت ترقی نہ کرے۔ اس جماعت کی اساس نہایت مستحکم ہے اور اس پر عظیم الشان عمارت بن سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کو چھوڑ کر ہم نے اپنے کاموں کی بنیاد فرضی اور عارضی چیزوں پر رکھیں تو نہ صرف عمارت ہی نہ بنے گی بلکہ ہماری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، لہذا بنیادی چیزوں کی طرف توجہ کریں۔ بے فائدہ اور معرض ملامت نہ ہوں۔ اپنی استطاعت کے مطابق تھوڑا کام کریں مگر ٹھوس کام کریں۔

مامور الٰہی کے پیغام کو آگے پہنچائیں

آخر میں میں درخواست کرتا ہوں کہ آج آپ عہد کریں کہ جو پیغام مامور لایا اس کو آگے پہنچائیں گے، احمدیوں کو تو مرحوم بھی ایک جنون تھا کہ ہر ایک تبلیغ کرتے پھرتے تھے، ایسا کئی دفعہ ہوا کہ ایک شخص گھر سے سودا لینے نکلا اور کسی سے گفتگو شروع ہو گئی تو سودا لینا ہی بھول گیا۔ میں کسی پیشہ ور مبلغ کا تو قائل نہیں، تبلیغ وہی ہے جو بطور پیشہ نہ ہو، بلکہ دل سے ہو، اور کوئی ذاتی غرض اس کے پیچھے نہ ہو، بعض لوگ کہتے ہیں ہم نے زندگی وقف کر دی ہے، زندگی وقف کرنے کا مطلب تو یہ تھا کہ اپنی تمام خواہشات کو ترک کر کے صرف خدمت دین میں اپنے آپ کو لگا دے۔

تبلیغ آپ کا فرض ہے اور مخلوق کی ہمدردی

بہرحال آج بھی آپ اس چیز کو سمجھ لیں اور اٹھ بیٹھیں اور دنیا میں اسلام کا پیغام پوری قوت کے ساتھ پہنچائیں، اس میں دو باتیں ہیں ایک تو آپ کا فرض ہے دوسرے مخلوق کی ہمدردی حقیقی ہمدردی اور اخوت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ خدا نے آپکو ایک نعمت دی ہے، اس کو اپنے بھائیوں تک پہنچاؤ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم کے مطابق اپنا عہد پورا کرو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اور غیب سے آپ کی امداد کرے گا۔

کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ آپ اسی چیز کو یہاں نہیں چھوڑ جائیں گے بلکہ اس کو ساتھ لے جائیں گے اور عملی طور پر اس پر کاربند ہوں گے۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

مرکزی ایسوسی ایشن نے بیرونی ممالک کے چار نوجوان طالب علموں کو ۱۹ فروری ۱۹۵۸ء کی شام کو چائے پر مدعو کیا۔ ان معزز مہمانوں میں سفیر عراق کے صاحبزادے بھی شریک تھے۔ تقریباً دو گھنٹے تک احمدیت کا موضوع زیر بحث رہا۔ ایسوسی ایشن کے سربراہ مسٹر ناصر احمد نے تحریک احمدیت پر مفصل روشنی ڈالی۔ نوجوان مہمانوں کے تاثرات اس تحریک کے متعلق بہت اچھے تھے انہوں نے کہا کہ ہم پہلی دفعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے متعارف ہو رہے ہیں۔ خدمت اسلام کے لحاظ سے اس کا ماضی اور مستقبل دونوں روشن ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جس کے نوجوان خواہ وہ عملی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ہوں، مذہبی جوش و خروش سے ضرور مالا مال ہیں، یہ بات اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ یہ جماعت اسلامی خدمات کی وجہ سے زندہ ہے۔ اور خدا اس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔

ایسوسی ایشن کی طرف سے ان حضرات کو لٹریچر پیش کیا گیا۔ اور انجمن کے مختلف شعبہ جات، مثلاً ڈسپنسری (جہاں مفت علاج کیا جاتا ہے)، لائبریری، مہمانخانہ، مسجد اور دفاتر وغیرہ دکھلائے گئے۔ جس سے وہ کافی متاثر ہوئے۔

رشید احمد۔ سیکرٹری نشر و اشاعت

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات (۲۰ فروری) کو راولپنڈی تشریف لے گئے اور جمعہ کی نماز راولپنڈی ہی میں پڑھائی جس کے بعد دوسرے دن آپ مانسہرہ تشریف لے گئے جہاں خانبہادر غلام ربانی خاں کے فرزند ارجمند کی شادی میں شمولیت فرمائی۔ آپ کی غیر حاضری میں ۲۱ فروری کا جمعہ محترم ڈاکٹر غلام محمد نے پڑھایا، خطبہ جمعہ دوسری جگہ درج ہے محترم خان عبد العزیز خان جنرل سیکرٹری بھی اس شادی کی تقریب پر مانسہرہ تشریف لے گئے اور اب واپس تشریف لے آئے ہیں۔

انتقال پر ملال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ محترم میاں سعید احمد صاحب ملز اونر کی ۲۵، ۲۶ سالہ صاحبزادی صاحبہ جو چھ سات ماہ سے بیمار چلی آتی تھیں، ۲۳ فروری کی شام کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوگئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ کے علاج معالجہ اور تیمارداری میں میاں صاحب ممدوح اور تمام خاندان نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کافی عرصہ تک انہیں میو ہسپتال میں بہترین ڈاکٹروں کے زیر علاج رکھا گیا۔ لیکن تمام ڈاکٹر بیماری کی صحیح تشخیص سے عاجز رہے، آخرکار گھر میں رکھ کر دوسرے اچھے اچھے ڈاکٹروں کا علاج کرایا گیا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا جو ہو کر رہا، اس سانحہ کی خبر پا کر لاہور اور بیرونجات سے خاندان کے اکثر افراد پہنچ گئے، اور مقامی جماعت کے بھی کافی دوستوں نے جنازہ میں شمولیت فرمائی، ہمیں مرحومہ کے والدین اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں، میاں سعید احمد صاحب کا پتہ حسب ذیل ہے:-

پروپرائٹر رائل رولر فلور اینڈ آئل ملز بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور۔

درخواست دعا

(۱) مولانا مرتضیٰ خاں حسن پہلے کی نسبت رو بصحت ہیں۔

(۲) محمد یعقوب بٹ صاحب سیالکوٹ ابھی بدستور بیمار ہیں۔

(۳) ڈاکٹر محمد حسین خاں ممدری ضلع لائلپور کا بچہ بعض عوارضات میں مبتلا ہے جس سے تمام خاندان پریشان ہے۔ تینوں کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

علمائے کرام کی خدمت میں چند گذارشات

از قلم الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

تاریخ عیسویت کا ایک اہم واقعہ اور مسلمانوں کو تنبیہہ

عوام الناس کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص قرآن کریم نے عیسائیوں کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ بیان کر کے تنبیہہ کی ہے۔ کہ وہ نصاریٰ کی پیروی نہ کریں۔ ارشاد ہے:-

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم ج

ترجمہ:- انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا کے سوائے ربّ بنا لیا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کو (بھی) مسلمانوں کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ عیسائیوں کے بہت سے واقعات کو دوہراتی ہے۔ اور ہمارے عوام نے بھی بہت سے علماء اور مشائخ کو اربابا من دون اللہ کا درجہ دیا ہوا ہے۔ وقت آگیا ہے۔ کہ علم کی بڑھتی ہوئی روشنی میں لوگ آنکھیں کھولیں اور علم و حکمت کی باتیں خود کوشش کر کے سیکھیں۔ ہمارے سب علماء و مشائخ تو یقیناً ایسے نہیں جو اپنے لئے اربابا من دون اللہ کا منصب خود تجویز کریں۔ یا وہ پسند کریں۔ کہ لوگ اُن کو وہ مرتبہ دیں جن کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ یقیناً ایسے علماء اب بھی مسلمانوں میں موجود ہیں۔ جو مسیح کی زبان میں ایسے موقعوں پر جبکہ انہیں غیر معمولی مراتب بخشے جائیں پکار اُٹھیں گے:-

سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ط

"تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں"

یقیناً ایسے علماء بھی مسلمانوں میں موجود ہیں جو جانتے ہیں۔ کہ تورات کے نزول کے بعد بنی اسرائیل میں انبیاء کے علاوہ ایسے مشایخ اور علماء بھی موجود تھے۔ جو تورات کے احکام کو منشاء خداوندی کے مطابق بیان کرتے تھے۔ اور وہ اللہ کی کتاب کی خوب حفاظت کرتے تھے۔ اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ سورۃ مائدہ آیت ۴۴:-

انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور ج یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء ج

ترجمہ:- ہمیں نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور روشنی ہے اُسی کے مطابق جو نبی فرمانبردار تھے یہودیوں کے لئے فیصلہ کرتے رہے اور مشائخ اور علماء بھی اسی کے مطابق جو اللہ کی کتاب کی حفاظت کرنے کو انہیں کہا گیا تھا۔ اور وہ اس پر گواہ تھے۔

عیسائی علماء کی اس تعریف و توصیف کے بعد علماء اسلام کو نہایت زوردار الفاظ میں یوں انتباہ فرمایا گیا ہے:-

فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا ط ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکٰفرون ۝

ترجمہ:- سو لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو۔ اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی کافر ہیں۔ (سورۃ مائدہ ۴۴)

ہم جانتے ہیں کہ بہت سے علماء گم گشتہ راہ ہو چکے ہیں۔ اُن سے حق و راستی کی توقع فعل عبث ہے۔ مگر ہمارے مخاطب ...... وہ علماء ربانی ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے اور جو خدا کی کتاب کی حفاظت کرتے ہیں اور خدا کے خوف کے ماتحت قرآن کے مطالب کی توضیح کرتے ہیں۔ اب ہم اُن علماء حق سے چند باتیں دریافت کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے آج ان استفسارات کے جوابات نہ دیئے تو علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ عوام کا بڑھتا ہوا شعور چند سالوں کے بعد اُن سے بعینہٖ یہی سوالات پوچھے گا اس وقت شاید مستفسرین کا طرز تخاطب اس سے کچھ مختلف ہو!

جمہوریہ اسلامیہ میں قرآن و سنت کی طرف رجوع

ہم علماء کو مستحق مبارکباد سمجھتے ہیں۔ کہ اس ملک میں اسلامی آئین نافذ کرانے میں ان کا معتدبہ حصہ ہے اس آئین کی سب سے اہم اور وزن دار شق یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت پر مبنی ہے اور قرآن و سنت کے متعلق اگر کسی کے دل میں کوئی سوال پیدا ہو۔ تو اس کا حق ہے۔ کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے۔ اور اُن کا فرض ہے کہ وہ اسے بلاخوف لومۃ لائم صحیح جواب دیں۔ اور دین کے معاملہ میں سوائے خدا کے خوف کے اُن کے دل میں کوئی اور جذبہ نہ ہو۔

اخبار "لائٹ" کا سوال — چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

انگریزی اخبار "لائٹ" نے علماء سے یہ مطالبہ کر رکھا ہے کہ وہ بتائیں کہ یہ جو متفق علیہ حدیث اُمت میں متواتر مشہور چلی آتی ہے کہ:-

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

کہ "بیشک اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا۔ جو دین کی تجدید کرتا رہے گا"

اور جس کے ماتحت بڑے بڑے صلحائے اُمت نے خدا سے روشنی پا کر مجدد ہونے کے دعاوی کئے آج وہ کس پر صادق آتی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ بتائیں کہ اس صدی کا مجدد کون ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ نے اپنے اس وعدے کو اس صدی میں بھی پورا کیا ہے یا نہیں صدی کا تین چوتھائی حصہ گذر چکا ہے۔ کیا ابھی تک اس صدی کے مجدد کی بعثت نہیں ہوئی؟ اگر ہوئی ہے تو کہاں اور کب اور وہ بزرگوار کون ہیں جن کو مجدد ہونے کا منصب بخشا گیا ہے۔ کیا اس بزرگ کو خود بھی علم ہو چکا ہے کہ وہ اس صدی کے لئے بطور مجدد مبعوث کیا گیا ہے اگر اسے علم تھا۔ یا ہے تو اس نے کبھی کسی کے پاس اپنے دعوے کا اظہار کیا یا اپنی کسی کتاب میں اس موضوع پر کچھ لکھا یا کسی اخبار میں اپنا دعوےٰ شائع کیا؟ اگر فی الواقع کوئی ایسا مجدد اس صدی چہار دہم پر آچکا ہے۔ تو اس کے وجود سے تجدید کے متعلق کیا کیا کارنامے ظہور پذیر ہوئے۔ مشرق اور مغرب میں اُس نے کتنے تبلیغی مراکز قائم کئے ہیں بتایا جائے کہ اس کی جماعت نے کتنی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے اور تفاسیر شائع کیں اور اس کی تعلیمات نے حکماء فرنگ کو کس حد تک متاثر کیا۔ علماء کا فرض ہے کہ ان اسرار پر سے پردے ہٹا دیں اور اس صدی کے مجدد کا نورانی چہرہ لوگوں کو دکھلا دیں۔ بالخصوص جبکہ ایک شخص اور اس کے متبعین بانگ دہل ۷۷ سال سے پکار رہے ہیں۔ کہ عین تیرھویں صدی کے سرے پر اس زمانہ کے مجدد کی بعثت ہو چکی ہے۔ اور اس نے ایک جماعت بھی قائم کی ہوئی ہے جو دن رات اسلام اور قرآن کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ اور اس کی وجہ سے انوار اسلام دنیا کے دُور دُور کونوں تک پھیل چکے ہیں۔

اخبار "لائٹ" کے اس مطالبہ کا جواب نہ دینا اعتراف عجز اور اقبال شکست ہے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں ڈگری صادر کر دینے کے مترادف ہے۔ اسلامی جمہوریہ کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے اور سنت میں احادیث صحیحہ بھی شامل ہیں۔ اس صحیح حدیث کے متعلق اگر "لائٹ" اخبار کا مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ تو سمجھ لیا جائے گا کہ علماء آئین کے متعلق بڑے مخلص اور سنجیدہ ہیں۔ اور وہ صاف گوئی اور راستبازی سے لوگوں کے دلوں کے تجسس کا تسلی بخش جواب دے سکتے ہیں اور ایسے جوابات دیتے وقت ان کے دلوں میں لوگوں کا کچھ خوف نہیں ہوتا بلکہ صرف خدا کا ڈر ہی ان کے قلوب پر ...... مستولی رہتا ہے۔

اسلامی پریس سے استدعا

اسلامی پریس سے بھی ہماری یہ استدعا ہے۔ کہ وہ "لائٹ" اخبار کے اس مطالبہ کی تائید کرے۔ تاکہ حق وباطل کا یکسر فیصلہ ہو جائے۔

حدیث مجدد کی صحت کے متعلق آج تک کسی عالم نے انگلی تک نہیں اٹھائی۔ ماسوائے منکرین حدیث کے جو تمام احادیث کو مجموعہ اکاذیب سمجھتے ہیں۔ اور وہ اس وقت ہمارے مخاطب بھی نہیں ہیں۔

دوسرا مطالبہ ـــ وفات مسیح کا اعلان کیجئے

قرآن کریم بہرحال ہمارے آئین کی بنیادِ اوّل ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول ج قد خلت من قبله الرسل ط

ترجمہ:۔ مسیح ابن مریم سوائے رسول کے کچھ نہیں۔ اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے۔

تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت مسیح کے قبل تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔ بالکل انہیں الفاظ میں غالباً اتمام حجت کے لئے قرآن کریم میں یوں مذکور ہے

وما محمد الا رسول ج قد خلت من قبله الرسل ط

ترجمہ:۔ اور محمد ایک رسول ہی ہے۔ اس سے پہلے (سب) رسول فوت ہو چکے ہیں۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور بعض عقیدتمندوں کو خیال گذرا کہ حضرت محمد رسول اللہ وفات یافتہ نہیں ہو سکتے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ محکم آیت ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے پڑھکر سنائی۔ اور اس سے استدلال کیا کہ جب حضور سے قبل تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات یافتہ سمجھے جانے چاہئیں۔ اس وقت کسی ایک فرد بشر نے بھی احتجاج نہ کیا۔ کہ حضور سے قبل جو بنی اسرائیل کا آخری نبی ہوا ہے۔ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ تو حضور کو کیونکر موت آسکتی ہے۔

اسی طرح قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً و ھم یخلقون ط اموات غیر احیاء ج وما یشعرون ایان یبعثون ط

ترجمہ:۔ اور وہ جنہیں اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔ اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے اور وہ نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے"۔

اب ظاہر ہے کہ کروڑہا انسان حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خدا کہکر پکارتے ہیں۔ اس آیہ شریفہ میں ان معبودان کا ذکر ہے جو ذی شعور یعنی انسان ہیں۔ کیونکہ وما یشعرون ایان یبعثون کے الفاظ صرف ذی شعور جاندار پر ہی صادق آتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس میں ایسے اشخاص کا ذکر ہے جو اس وقت مردہ ہیں اور غیر احیاء کہکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ کبھی زندہ تھے۔ مگر اب زندہ نہیں ہیں۔ پس حضرت مسیح اس آیت کی رو سے قطعی طور پر مردہ ہیں اور کسی آسمان پر زندہ نہیں۔ اسی طرح متعدد آیات سے وفات مسیح ثابت کی جاسکتی ہے۔

اب ہم علماء کرام سے پوچھتے ہیں۔ کہ اب حیات مسیح کے متعلق آپ کی محفلوں میں کوئی گرمی نہیں اس موضوع پر یعنی "حیات مسیح" کے مسئلہ پر اب کوئی وعظ نہیں ہوتے۔ خطبوں میں اس کا ذکر نہیں ہوتا۔ مناظروں کے لئے قائلین وفات مسیح کو چیلنج نہیں دیئے جاتے۔ یہاں تک آپ کے سب سے بڑے مزاج شناس رسول مولوی اپنی تفسیر میں گول مول الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور سید سلیمان ندوی اور محمد عبدہٗ مصری ایسے جیّد علماء بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ علاّمہ عنایت اللہ خاں المشرقی اپنی مشہور تصنیف تذکرہ میں وفات مسیح کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اپنے زعم میں سب سے زیادہ قرآن کو جاننے والا پرویز بھی وفات مسیح کا قائل ہے۔ ازہر یونیورسٹی کے علماء بھی وفات مسیح کے حق میں فتوےٰ دے چکے ہیں۔

مزید برآں آیت ختم نبوّت وفات مسیح پر قطعی الدلالت ہے۔ آپ حضرات کے دل میں تو ختم نبوّت کی بڑی غیرت ہے کم ازکم آپ آئے دن ظاہر ایسا ہی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے اس غیرت کے خطرناک مظاہر بھی کئے ہیں۔ آپ کی غیرت کو ہم اپیل کرتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔ تو خدا را بتلائیے خاتم الانبیاء حضرت عیسٰی ہوتے ہیں۔ یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

ہمارا اب آپ صاحبان سے یہ مطالبہ ہے۔ کہ آپ اس اسلامی جمہوریہ کے اندر رہتے ہوئے قرآن کی رُو سے یہ اعلان کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو چکے ہیں۔ دگرنہ وقت ایسا آگیا ہے۔ کہ روسی سائنسدان آپ کو کسی پٹسنک میں بٹھلاکر چوتھے آسمان پر لے جائے گا۔ اور وہاں کا کونہ کونہ چھان کر بتا دیگا کہ حضرت مسیح کا وہاں کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ جو بات آپ نے کل روس سے سیکھنی ہے۔ وہ آج قرآن کریم سے کیوں نہیں سیکھ لیتے۔ پس اعلان کیجئے کہ مسیح وفات پا چکے ہیں اور اس پر اب مزید بحث محض تضیع اوقات ہے۔

تیسرا مطالبہ ـــ حضرت مسیح کی آمد ثانی کیسے ہوگی

حضرت مسیح کی آمد ثانی کے متعلق جو احادیث مذکور ہیں، ان کو آپ سب مانتے ہیں اور ان میں کچھ ایسے آثار اور نشانات بتائے گئے ہیں۔ جو زمانہ حال پر صادق آتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے صحت حدیث پر ایمان قائم ہو جاتا ہے۔ تحقیقاتی عدالت میں مولانا مودودی صاحب نے بڑے زور سے عدالت کے روبرو بڑے زبردست دلائل بیان کرکے حضرت مسیح کی آمد ثانی کے متعلق احادیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اور غالباً آپ سب اس معاملے میں اُن سے متفق ہیں۔ اور آپ کو قرآن کریم کا یہ ارشاد بھی یاد ہوگا۔ کہ مرکر اس دنیا میں کوئی واپس نہیں آسکتا اس پر قرآن کی تعلیم واضح ہے۔ کہ انہم لا یرجعون یعنی مردے واپس نہیں آتے۔ اسی طرح ایک اور حکم سورۃ انبیاء میں مذکور ہے:۔

وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد

(آیت ۳۵) یعنے "ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا"

اب ہمارا علماء کرام سے یہ مطالبہ ہے۔ اگر حضرت مسیح کی از روئے قرآن وفات ثابت ہے تو اس کی آمد ثانی کی کیا صورت ہو گی بالخصوص جبکہ احادیث نے جانے والے مسیح کا حلیہ اور، اور آنیوالے مسیح کا حلیہ اور لکھا ہے۔ ایک کے بال گھنگھریالے اور رنگ سُرخ ہے، اور دوسرے مسیح کے بال سیدھے اور رنگ گندمی ہے۔ اگر اس کی یہ توضیح کردی جائے۔ کہ آنے والا اصل مسیح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مثیل ہوگا تو کونسی آفت آجائے گی اس سے تو قرآن کریم اور حدیث کی تطبیق ثابت ہوگی۔ بلکہ اس پر یہ مشہور حدیث بھی بالکل صادق آجائے گی:۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

جس سے مماثلت کے نظریہ کی مزید تائید ہو جائے گی۔ کیا اس سے قرآن وحدیث کی اس حیرت انگیز معنوی تطبیق پر ایمان نہیں بڑھ جاتا۔ اور کیا یہ وہ عظیم الشان نکتہ نہیں جو صرف تائید الہٰی سے کسی کو حاصل ہو سکتا ہے اور کیا اس نکتہ کو جاننے والا مورد فضائل الہٰی نہیں۔ اور اس کے خلاف زبان کھولنا موجب ہلاکت نہیں کیا یہ بھی حق نہیں کہ اس قسم کی مماثلت ختم نبوت کے بعد اب کسی امتی ہی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ باب نبوت اب مسدود ہو چکا ہے۔ اور فی الواقع مسیح موعود اس صدی کا مجدد ہی ہوگا نہ کہ نبی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

چوتھا مطالبہ

کیا قرآن کریم نے مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کلام نہیں کیا۔ اور کیا خداوند تعالیٰ کی ذات اقدس کے متعلق قرآن شریف میں یہ ارشاد نہیں:۔

لیس کمثله شیئی یعنی اسکی مثال

کوئی شئے نہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ کے متعلق قرآن کریم میں ایسے الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔ جو انسانی اعضاء پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کی حسب ذیل آیات سے واضح ہے:۔

کل شیئٍ ھالکٌ الا وجھہ $\frac{۲۸}{۱۲}$

اس کی ذات کے سوا ہر شئے فنا ہو جانے والی ہے۔

اور دوسری جگہ ہے:۔

کل من علیھا فانٍ ۝ و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ($\frac{۵۵}{۲۶-۲۷}$) سطح ارض پر جو کوئی بھی ہے۔ فانی ہے۔ اور باقی رہنے والی تیرے رب صاحب جلال و عظمت کی ذات ہے۔

سورۃ بقرہ میں ہے:۔

وللّٰہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ ط ان اللّٰہ واسع علیم ($\frac{۲}{۱۱۵}$)

ترجمہ:۔ اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے جہاں کہیں بھی تم (اللہ کی طرف) رخ کر لو تو اللہ تمہارے سامنے ہے وہ بڑی وسعتوں والا جاننے والا ہے۔"

وجہ کے علاوہ ید (ہاتھ) کا لفظ بھی بہت جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ آل عمران میں ہے:۔

قل ان الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یشآء ۝ ($\frac{۳}{۷۲}$)

ترجمہ:۔ کہو کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے (اپنے قانون مشیت کے ماتحت) عطا کر دیتا ہے۔

اور قرآن کریم میں حضرت ابراہیم اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے متعلق فرمایا۔۔۔۔۔۔ اُولی الایدی والابصار۔ $\frac{۳۸}{۴۵}$

ترجمہ:۔ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔

اس کے معنی واضح ہیں کہ وہ صاحب قوت بصیرت تھے۔ یہاں ید (ہاتھ) کے معنی قبضہ و اختیار قوت شوکت ہیں۔ ذاریات میں ہے:۔

والسمآء بنینھا باید و انا لموسعون۔ ($\frac{۵۱}{۴۷}$)

ترجمہ:۔ اور آسمان کو ہم نے قوت (ہاتھوں) سے بنایا اور ہم یقیناً وسیع (عریض کائنات) پیدا کرنے والے ہیں۔

ایک اور جگہ قرآن میں حدیبیہ کے مقام پر بیعت کرنے کے متعلق ارشاد ہوا:۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم $\frac{۴۸}{۱۰}$

ترجمہ:۔ (اے رسول) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

اور سورۂ زمر میں یوں مذکور ہے:۔

والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسمٰوٰت مطویّٰت بیمینہ سبحٰنہ وتعالیٰ عما یشرکون ۝

ترجمہ:۔ قیامت کے دن تمام زمین اس کے قبضہ میں ہوگی۔ اور آسمان لپٹے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ میں اللہ پاک اور بلند ہے۔ اس شرک سے جو لوگ اس کے ساتھ کرتے ہیں"۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کے بیان میں فرمایا۔

واصنع الفلک باعیننا۔

ترجمہ:۔ "ہماری آنکھوں کے سامنے اور حکم کے مطابق ایک کشتی بناؤ"۔

ظاہر ہے کہ "ہماری آنکھوں کے سامنے" کا۔۔۔ مفہوم یہ ہے کہ ہماری زیر نگرانی کشتی بناؤ۔

ایسا ہی ایک اور جگہ فرمایا:۔

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ۝

ترجمہ:۔ یعنی اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی لیکن وہ (سب) نگاہوں کو پا رہا ہے۔ وہ بڑا ہی باریک بین اور آگاہ ہے۔

ان آیات بینات میں الفاظ وجہ۔ اید۔ یمینہ۔ اعیننا اور ابصار محض بطور پیرایہ کلام استعمال ہوئے ہیں۔ دنیا کے تمام لٹریچر میں اس قسم کا انداز بیان موجود ہے۔ ورنہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس وہ ہے جو لطیف و خبیر ہے اور منزہ مقدس اور تمام مادی نسبتوں سے مبرا ہے۔ یہ سب مجازات، استعارات ہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں اگر الوہیت کے مقام پر بھی مجاز اور استعارہ کا استعمال جائز ہے۔ تو نبوت کے مقام پر ایسے مجازات کا استعمال کیوں جائز نہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا سب سے بڑا جرم یہی استعمال مجاز و استعارہ ہے جس کی نشاندھی ہمارے علماء وقتاً وقتاً کرتے رہتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو حقیقت کے پیرائے میں نبی ظاہر کیا مگر یہ پیرایہ مجاز محض مکالمہ و مکاشفہ الٰہیہ کی نعمت کے اظہار کے طور پر لغوی معنوں میں اپنے لئے نبی کا لفظ لکھا اور اُمتی نبی کے معنی محدث کئے۔ کیا اُن کا یہ جرم ایسا نہیں۔ کہ معاف کیا جا سکے اس جرم کا ارتکاب مرزا صاحب سے قبل بہت سے صلحائے اُمت کر چکے ہیں۔ بلکہ بعض تو یوں بھی پکار چکے ہیں ؎

من نمی گویم انا الحق یار میگوید بگو
چوں نہ گویم چوں مرا دلدار میگوید بگو

ان حالات میں ہماری علمائے کرام سے یہ استدعا ہے۔ کہ کیا وہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بیان کردہ

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ مارچ ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۵ مارچ ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ مارچ ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو ان کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے (مینجر)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۹	۹	۴۰۱	۶
۲۲	۶	۴۰۴	۶
۳۸	۶	۴۲۶	۱۲
۸۵	۶	۴۴۰	۶
۹۹	۶	۴۴۲	۶
۱۴۲	۱۰	۴۵۸	۶
۱۵۱	۶	۴۹۹	۲۳
۱۶۰	۱۳	۵۰۶	۶
۱۶۲	۱۲	۵۶۸	۶
۱۷۳	۱۲	۵۷۱	۶
۱۷۴	۶	۵۷۶	۲۱
۱۷۵	۶	۶۰۰	۶
۱۸۴	۳۶	۶۲۱	۶
۲۰۳	۶	۶۲۹	۱۲
۲۱۰	۶	۶۴۸	۱۲
۲۱۲	۶	۶۵۱	۱۲
۲۴۴	۶	۶۶۹	۱۲
۲۸۷	۶	۷۲۷	۶
۲۹۶	۶	۷۳۴	۶
۳۲۰	۱۲	۹۵۱	۳
۳۳۴	۶	۹۵۲	۶
۳۳۷	۶	۹۵۴	۶

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مفسد کون ہے اور مصلح کون؟

(از قمر سمانوی)

(۳)

مثیل ضالین کے عقائد نامے

نصاریٰ کے نبوت کے دعویٰ کی تشریح حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فرمائی کہ :-

" کلام الٰہی میں اپنی طرف سے دخل دیئے
...... تنسیخ و ترمیم کی ....
یہ بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت
کا دعویٰ ہے "

یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مثیل نصاریٰ نے اصل کی طرح کلام الٰہی میں بیجا دخل دیکر اُن سے مشابہت کا پورا ثبوت بہم پہنچا دیا مگر اس میں آپ نے نصاریٰ کے متعلق یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے :-

" اپنی طرف سے عقائد نامے گھڑ لئے "

جب ہم اہل ربوہ کو دیکھتے ہیں تو انہوں نے بھی حذو النعل بالنعل کے موجب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف عقائد نامے گھڑے مثلاً

(۱)- جو شخص مسیح موعود علیہ السلام کو سچا بھی سمجھتا ہے مگر بیعت نہیں کی وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(۲)- غیر احمدی کا بچہ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک ہندو یا عیسائی کا بچہ اس لئے اس کی نماز جنازہ حرام ہے

(۳)- چونکہ غیر احمدی کافر ہیں اس لئے ان کو احمدی کی لڑکی کا رشتہ دینا حرام ہے۔

(۴)- ایک شخص ترقی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا بن سکتا ہے۔

(۵)- عام دیدائی ترقی کر کے صحابہ سے بڑھ سکتے ہیں

(۶)- حضرت مسیح موعود عین محمدؐ ہیں۔

(۷)- مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو گیا اور قادیان سے وہ دودھ جاری ہوا۔

(۸)- قادیان میں ظلی حج ہوتا ہے

(۹)- غیر احمدیوں کا خدا اور اسلام اور رسول اور ہے اور ہمارا اور ہے

(۱۰)- جناب میاں محمود احمد صاحب کو خلیفہ نہ ماننے والے " بمنزلہ مرتد" اور "بمنزلہ کافر" کے ہیں

پس یہ عقاید نامے بھی نصاریٰ کے ساتھ مماثلت کا زبردست ثبوت ہیں اور حسب الارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

" دوسرے رنگ میں نبوت کا دعوےٰ ہے"

خدائی کا دعوےٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضالین کے متعلق ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ جس طرح نبوت کا دعوےٰ کرے گا اسی طرح خدائی کا دعوےٰ بھی کرے گا اور اس کی وضاحت آپ نے یوں فرمائی ہے :-

" خدائی کا دعوےٰ اس طرح پر کہ اُن کے
فلسفہ دانوں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح
تمام کام خدائی کے ہمارے قبضہ میں آ
جائیں " (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸)

یہاں بھی بالکل اس کے موجب خدائی صفات پر قبضہ کیا جا رہا ہے مثلاً :-

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ یعنی اس کے افعال کے متعلق اس سے کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا - اس کے متعلق قادیان میں وہاں کے "فلسفہ دانوں" نے جمعہ میں اس قسم کے خطبات دیئے کہ خلیفہ کی شان لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ ہے جس کی تائید جناب خلیفہ صاحب کی ان تحریرات سے بھی ہوتی ہے کہ :-

۱- " اگر کوئی یہ کہتا پھرے کہ اُس نے فلاں
فلاں فیصلہ غلط کیا یا فلاں غلطی کی چاہے
وہ غلطی ہی ہو پھر بھی خدا تعالیٰ اسے
پکڑے گا " (الفضل ۴ر نومبر ۱۹۲۷ء)

۲- " اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری
ذات پر کرو گے تو خدا کی تم پر لعنت ہوگی
اور تم تباہ ہو جاؤ گے "

۳- " میری اطاعت میں خدا کی اطاعت اور
میری نافرمانی میں خدا کی نافرمانی ہے "
(الفضل ۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

۴- " میری موت اور ناکامی حضرت مسیح موعود
کے مشن کی موت اور ناکامی ہے "
(الفضل خطبہ ۱۷ر جنوری ۱۹۵۶ء)

۵- " اگر میں مٹ گیا تو محمد رسول اللہ صلعم مٹ
جائیں گے " (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

پس یہ قسم لغو تحدیاں خدائی دعوےٰ نہیں تو اور کیا ہے اور یہ سب کچھ ضالین سے مماثلت کا ثبوت ہے۔

خدا تعالیٰ کے پاکباز بندوں پر الزام

ضالین کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ انہوں نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو گنہگار ٹھہرایا اور ان کی معصومیت سے انکار کیا اور باوجود ان کو ماننے کا دعوےٰ کرنے کے طرح طرح کے ناپاک الزام انکی طرف منسوب کئے ٹھیک اسی طرح مثیل نصاریٰ نے بھی برسر عدالت تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المعصومین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت سے بھی غیر مبہم الفاظ میں انکار کیا اور کہا :-

" اگر تو لفظ معصوم کے معنے یہ ہیں کہ نبی
کبھی کوئی غلطی نہیں کر سکتا تو ان معنوں کے
لحاظ سے کوئی فرد بشر بھی معصوم نہیں
حتیٰ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بھی ان معنوں کے لحاظ سے معصوم نہ
تھے " (عدالتی بیان صفحہ ۵-۶)

فرداً فرداً خدا تعالیٰ کے مقدس بندوں پر یوں الزام لگائے کہ جب کوئی شخص جناب میاں صاحب کی ذات پر ان کے ذاتی چلن کے متعلق اُن کے مریدوں کی طرف سے لگائے گئے الزامات کو پیش کر کے ان سے بریت کا مطالبہ کرتا ہے تو بجائے بریت کا کوئی ثبوت دینے کے وہ ان الزامات سے ان کا "مثیل مسیح" "مثیل یوسف" اور "مثیل مسیح موعود" ہونا ثابت کرتے ہیں اور اور بڑی دلیری سے یہ بات کہتے ہیں کہ جس طرح جناب میاں صاحب پر الزام لگے اسی طرح حضرت مسیح، حضرت یوسفؑ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے عظام پر بھی لگے، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ ان سب انبیاء کے مثیل ہیں - غرضیکہ حسب الفرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

؎ جتنے نبی تھے آئے یوسف ہو یا کہ عیسےٰ
بدکار ہیں یہ سارے انکی ندا یہی ہے

انبیاء کے متعلق تو آپ نے سُن لیا اب خلفائے راشدین کے متعلق بھی ایک حوالہ سُن لیجئے فرماتے ہیں کہ :-

" مجھے ایک شخص نے خط لکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ میرے خلاف لڑکے اور لڑکیوں کے علاوہ میری بھی گواہی گذاریں گے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری گواہی سے مراد میری کوئی تحریر پیش کرنا چاہتے ہیں اور کوئی معنے اس فقرہ کے میری سمجھ میں نہیں آتے اگر ایسا ہو بھی تو بھی خلفائے سابق سے میری ایک اور مماثلت ثابت ہو جائیگی پہلے خلفاء کے مقابلہ میں لڑکیاں پیش کی گئیں " (الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۳۷ء)

اسم دار بعض انبیاء کے متعلق ربوائی دوستوں کی تحریرات پیش کی جا سکتی ہیں مگر یہ اپنی جگہ ایک مستقل مضمون ہے جس پر میں نے اپنے مضمون "مصلح موعود" میں تفصیلی بحث کی ہے جو انشاء اللہ تھوڑے دنوں تک کتابی صورت میں شائع ہو جائے گا۔ اب وقت اور عنوان کی مناسبت سے اس پر بس کرتا ہوں۔ اگر ہمارے ربوائی دوست چاہیں گے تو پھر بوقت ضرورت یہ سب حوالجات پیش کئے جا سکتے ہیں اس وقت مقصد یہ ہے کہ دیگر امور کی طرح اس معاملہ میں بھی ہمارے دوستوں نے ضالین کے ساتھ مشابہت پیدا کی ہے۔ ..

(باقی)

بچّوں کا صفحہ ———— مولانا مرتضیٰ خاں حسن

ماں بیٹی کی چھٹی مجلس

ماں:- جب دشمنوں کو معلوم ہوا کہ محمدؐ زندہ ہیں اور وہ فلاں جگہ ہیں تو حضورؐ پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ دشمنوں نے اُن پر تاک تاک کر تیر مارے۔ صحابہؓ نے یعنی آپ کے ساتھیوں نے جب دیکھا کہ اُن کے نبیؐ پر تیر چلائے جا رہے ہیں فوراً آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آپؐ کو ایک حلقے میں لے لیا۔ اب جو تیر پڑتا تھا ان پر پڑتا تھا۔ ہمارے نبیؐ کے صحابہؓ ایسے جاں نثار تھے۔ مگر ہمارے نبیؐ کو بھی زخم آئے نیچے کے ایک دو دانت بھی شہید ہو گئے اور آپ گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔ آپؐ کے سر پر خود یعنی لوہے کی ٹوپی تھی وہ آپ کی پیشانی میں دھنسی جس سے آپؐ کے ماتھے سے خون جاری ہو گیا۔

نعیمہ:- ہائے امی جان! میرا تو دل کانپنے لگا ہے۔ ہمارے نبی کو اس قدر تکلیف ہوئی۔ ہائے آپ کو ظالموں نے تیر مارے۔ ہائے امی جان وہ کیسے ظالم لوگ تھے۔ امی جان! ہمارے نبی کا خون بہنے لگ گیا۔

ماں:- ہاں بیٹی ...... (روتے ہوئے) ہمارے نبی صلعم کی پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ آپؐ کو بہت تکلیف پہنچی۔ ان ظالموں نے اتنا نہ سوچا کہ جس شخص کو یہ تیروں سے مار رہے ہیں وہ تو ان کا بے انتہا ہمدرد اور خیرخواہ ہے۔ اس کو اپنی ذاتی غرض تو کچھ ہے نہیں۔

نعیمہ:- ہائے امی جان! خدا نے ان ظالموں کو کچھ نہ کہا؟"

ماں:- بیٹی! اگر اس وقت ہمارے نبی کریمؐ ایک کلمہ بد دعا کا زبان سے نکالتے تو تمام کافر اسی وقت تباہ کر دیئے جاتے۔ مگر جب ایک شخص نے حضور سے کہا کہ حضور ان ظالموں کے حق میں بد دعا فرمائیے کہ انہوں نے حضور کو اس قدر تکلیف پہنچائی ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا نہیں میں ان کے حق میں بد دعا نہیں کروں گا۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں اُن کے لئے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو سیدھا رستہ دکھائے آج نہیں تو کل ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی"۔

نعیمہ:- امی جان! ہمارے نبی دشمنوں سے بھی اچھا سلوک کرتے تھے ایک بد دعا کا کلمہ بھی زبان سے نہ نکالا۔ کیسے اچھے نبیؐ تھے۔

ماں:- ہاں بیٹی! یہی تو بات ہے ہمارے نبی سرتا سر رحمت تھے۔ دشمنوں سے بھی نیک سلوک کرتے تھے۔ آپؐ کو خدا نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا یعنے سب قوموں اور سب لوگوں کے لئے رحمت۔

نعیمہ:- "امی جان! اب آگے سناؤ نا ہمارے نبیؐ کا حال"

ماں:- ہاں میں اُس دن اُحد کی لڑائی کا حال تمہیں سُنا رہی تھی۔ میں نے تم کو بتایا تھا کہ اس لڑائی میں دشمنوں نے ہمارے نبی کو بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ آپؐ کی پیشانی پر زخم آ گیا۔ آپؐ کے دانت شہید ہو گئے۔ آپؐ گھوڑے سے نیچے آ رہے۔ پھر بھی آپ نے ان دشمنوں کے حق میں بد دعا نہ کی۔ بلکہ دعا ہی کی کہ اے خدا ان کو معاف فرما کیونکہ یہ جانتے نہیں۔ .... ہمارے نبی اور آپؐ کے صحابہ پہاڑی کے اوپر ایسی جگہ چلے گئے جہاں وہ دشمنوں کے حملے سے محفوظ ہو گئے۔ دشمنوں نے مکّہ واپس جانے سے پہلے ایک اور بڑا ظلم کیا۔ انہوں نے مسلمان شہیدوں کے ناک اور کان اور دوسرے اعضاء کاٹ ڈالے"۔

نعیمہ:- امی جان! شہید کس کو کہتے ہیں؟

ماں:- جو مسلمان خدا کے رستہ میں لڑتا ہوا مارا جائے اسے شہید کہتے ہیں، ہندہ ایک عورت تھی۔ اس نے تو ظلم میں کمال ہی کر دیا۔ ہمارے نبی کے ایک چچا تھے۔ حضرت حمزہ۔ یہ بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی۔ شہیدوں کے ناک اور کان کاٹ کر ان کا اپنے گلے کا ہار بنایا۔

نعیمہ:- "اُف! کیسی ظالم تھی یہ عورت۔ اس کو ذرا ڈر نہ لگا"

ماں:- ہندہ اور اس کا خاوند ابوسفیان ہمارے نبی کے بڑے دشمن تھے۔ لیکن جب ہمارے نبی نے مکّہ فتح کر لیا تو یہ بھی مسلمان ہو گئے اور ہمارے نبی نے ان کو معاف کر دیا۔

نعیمہ:- امی جان! ایسے دشمن کی تو اچھی طرح خبر لینی چاہیئے تھی

ماں:- ہمارے نبی بڑے رحمدل تھے۔ کسی سے بدلہ لینا تو جانتے ہی نہیں تھے۔ آپؐ نے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ہاں اب اُحد کی لڑائی کا حال تو تم نے سُن لیا۔ اس سے دو سال بعد دشمن ۲۴ ہزار کی فوج لے کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ یعنے وہ جنگ جس میں عرب کی تمام قوموں اور قبیلوں نے ملکر ہمارے نبی صلعم پر حملہ کیا۔ جب ہمارے نبی صلعم نے سُنا کہ دشمن ایک بہت بڑی لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ مدینہ کے ارد گرد خندق کھود دی جائے تاکہ دشمن شہر کے اندر نہ آ سکے اس لئے اس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کی کھدائی میں ہمارے نبیؐ نے بھی پورا پورا حصّہ لیا۔ اس طرح سے آپ نے دنیا کو سبق دیا کہ بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیئے۔ خندق کھودتے کھودتے ایک چٹان ایسی سخت آ گئی کہ کسی سے ٹوٹتی نہیں تھی۔ صحابہؓ نے حضور نبی کریم صلعم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے بیلچہ ہاتھ میں لے کر ایک ضرب لگائی۔ چٹان میں ایک دراڑ پڑ گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس میں سے روشنی نمودار ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر۔ صحابہؓ نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضور نے فرمایا مجھے شام کی چابیاں دی گئی ہیں۔ شام ایک بہت بڑا ملک ہے۔ پھر حضور نے دوسری ضرب لگائی۔ اب چٹان میں زیادہ بڑی دراڑ پڑ گئی۔ پھر اس سے روشنی نمودار ہوگئی اور حضور نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضور نے فرمایا مجھے ایران کی چابیاں دی گئیں۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی اب چٹان ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اس دفعہ بھی روشنی نمودار ہوئی۔ حضور نے پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور آپ کے صحابہ نے بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی چابیاں دی گئی ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل فرشتہ نے اطلاع دی ہے کہ میرے ماننے والے ان ملکوں کو فتح کریں گے۔ اور ان پر حکومت کریں گے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ یہ تمام ملک مسلمانوں نے فتح کئے اور ان پر حکومت کی"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر ۔ گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ تبلیغ ۔ لاہور

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ شعبان ۱۳۷۷ھ ۔ مطابق ۵ مارچ ۱۹۵۸ء | نمبر ۹

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بر و شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

حضرت امامِ زمانؑ کے ارشادات

جہاد

جہاد کے ذکر پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ "نادان مولوی ذرا ذرا سی بات پر جہاد کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ حالانکہ جہاد تو آخر الحیل تھا یہ اس کو اول الحیل بناتے ہیں، اگر کوئی بدذات مخالف کسی طرح بھی حملہ کرنے سے باز نہ آوے تب حکم تھا۔ کہ تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرو۔ اور یہ صاف بات ہے کہ جب تمام مسائل سنائے جائیں۔ روشن دلائل دیئے جائیں۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا نمک حرام اس کے نشانات کا نمک حرام باز نہ آوے اور دین میں سدِ راہ ہووے۔ تو ایسے شخص کے لئے خس کم جہاں پاک کہنا بیجا نہیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود تلوار ہرگز نہیں اٹھائی۔ بلکہ صرف مدافعت کے لئے آپ کو تلوار اٹھانی پڑی، اور یہ بالکل سچ ہے کہ دشمنانِ اسلام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر پہلے تلوار اٹھائی۔ اور آخر وہ تلوار خود انہیں پر پڑی"۔

مسیح کس راہ سے آسمان پر گئے

"اس دنیا سے اُس جہان میں جانے کے لئے مُردوں کے واسطے تو ایک راہ بنا ہوا ہے اور مُردے ہمیشہ جایا کرتے ہیں لیکن اس کے سوا اور کوئی دوسری سڑک نہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح بھی اسی مُردوں والی سڑک کی راہ گئے اور مُردوں میں جا بیٹھے، ورنہ حضرت یحییٰ کے پاس کیونکر بیٹھ گئے"۔

تقوےٰ کا اثر

"تقوےٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ادھار نہیں بلکہ نقد ہے، جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تقوےٰ کا اثر بھی ہوتا ہے"۔ (الحکم جلد ۵ ۲۹)

احتیاطی نماز

ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا کہ احتیاطی نماز کے لئے کیا حکم ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے: "احتیاطی نماز کیا ہوتی ہے۔ جمعہ کے تو دو ہی فرض ہیں، احتیاطی فرض کچھ چیز نہیں۔ لدھیانہ میں ایک بار میاں شہاب الدین بڑے پکے موحد نے جمعہ کے بعد احتیاطی نماز پڑھی میں نے ناراض ہو کر کہا۔ کہ یہ تم نے کیا کیا۔ تم تو بڑے پکے موحد تھے۔ اس نے کہا کہ میں نے جمعہ کی احتیاطی نہیں پڑھی۔ بلکہ میں نے مار کھانے کی احتیاطی پڑھی ہے"۔

مسیح موعودؑ حنفی مذہب پر

اس کے بعد مولوی بہاؤ الدین صاحب احمد آبادی نے دریافت کیا۔ کہ مکتوبات امام ربانی میں مسیح موعودؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ حنفی مذہب پر ہو گا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے:۔ "اس سے یہ مراد ہے کہ جیسے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قرآن شریف ہی سے استدلال کرتے تھے اور قرآن شریف ہی مقدم رکھتے تھے۔ اسی طرح مسیح موعود بھی قرآن شریف ہی کو مقدم اور حقائق کو لیکر آئے گا۔ چنانچہ اپنے مکتوبات میں دوسری جگہ انہوں نے اس راز کو کھول بھی دیا ہے اور خصوصیت سے ذکر بھی کیا ہے کہ مسیح موعود کو قرآنی حقائق کا علم دیا جائے گا"۔ (الحکم جلد ۵ ۲۹)

قادیانی منجھلے میاں کا مجوزہ لائحہ عمل

محمد اسلم پرویز ایم اے ۔ نہرو پارک ۔ سنت نگر لاہور

رنج خود سمجھنا ہے وہیں حدِ حقیقت بھی
بشر کے دامنِ افکار کی وسعت جہاں تک ہے

جب سے "خلیفہ صاحب" بقول حضرت مسیح موعود "دکھ کی مار" اور "خبیث مرض" یعنی فالج میں مبتلا ہیں، اور ان کی عقل و شعور پر ہذیان کا اثر نمایاں ہے۔ اُن کے منجھلے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب جو قادیان میں اُن کے ہملر (HIMMLER) تھے اور اب ربوہ میں گوئبلز کا پارٹ ادا کر رہے ہیں آئے دن جماعت کو بڑے متصوفانہ انداز میں وعظ و تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ الفضل مؤرخہ ۸ رفروری میں "بیاسال اور ہماری ذمہ داریاں" کے عنوان کے تحت انہوں نے جماعت کے آلام و عوارض کا جائزہ لیا ہے اور اُن سے نجات پانے کے لئے اپنی قرابادین سے چند بیش پا افتادہ نسخے پیش کئے ہیں۔ "منجھلے میاں" نے موعظت کے دبیز اور رنگین پردوں میں اپنی اور خاندانی کوتاہیوں کو مستور کرنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ مگر اُن کا ہر فقرہ اُن کے "سِرِّ پنہاں" کی غمازی کرتا ہے اور کئی جگہ تو اُن کے "رموزِ نہانی" سطور کے پردوں کو چاک کر کے قارئین کے سامنے آجاتے ہیں، بقول غالب ؎

"قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا"

قبل اس کے کہ ان بین السطور رازوں کی نقاب کشائی کی جائے میاں صاحب کی تحریر کے تضادات کو واشگاف کرنا ضروری ہے تاکہ اُن کے اپنے ہاتھوں جو ان کی اور جماعت قادیان کی ذہنیت بن چکی ہے اس کی نشاندہی ہو سکے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"حضرت خلیفۃ المسیح کے احسان کو شناخت کرنے کے لئے اس بات پر غور کرنا کافی ہے کہ حضور نے اپنی خلافت کے آغاز میں جماعت کو کس کمزوری اور بے بسی کی حالت میں پایا اور اب وہ خدا کے فضل سے کس وسعت اور کس کثرت اور کس طاقت کو پہنچ چکی ہے۔"

اس اقتباس میں نہ صرف "خود ساختہ خلافت" کی بے جا توقیر ہے بلکہ حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کی بے باکانہ تحقیر بھی نمایاں ہے۔ گویا حضرت مولوی صاحب نے اپنی چھ سالہ خلافت میں جماعت کو کمزور اور بے بس کر دیا تھا اور جماعت کو وسعت اور وقعت مرزا محمود احمد صاحب کے "دورِ خلافت" میں ہی نصیب ہوئی۔ چوالیس سال میں جماعت قادیان کو جو وقار اور قوت اُن کے "خلیفہ صاحب" نے عطا کی اس کا حال مرزا بشیر احمد صاحب کے اپنے الفاظ میں پڑھئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

"جماعت کا ایک حصہ کمزوریوں میں مبتلا ہے اور اسے اخلاص اور عمل صالح میں وہ مقام حاصل نہیں جو خدا تعالےٰ کی نصرت کا جاذب ہوا کرتا ہے۔ اور نہ ہی یہ طبقہ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے لئے کسی کشش کا موجب ہے ...... نمازوں میں سستی۔ مرکز کے ساتھ وابستگی میں کمی، بلکہ اعتراض کرنے میں جلدی وغیرہ وغیرہ ایسی کمزوریاں ہیں جو نوجوان طبقہ اور خصوصاً نسلی احمدیوں کے ایک حصہ میں سرایت کر رہی ہیں"۔

مندرجہ بالا اقتباس درونِ در کی پردہ دری کر رہا ہے۔ اب بیرونِ خانہ کا حال بھی منجھلے میاں کی اپنی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:-

"اکثر لوگ احمدیت کی مخالفت میں یکساں رنگین نظر آتے ہیں اور مولویوں یا اخبار نویسوں یا آتش زیر پا مقرروں کی طرف سے اُکسائے جانے پر اس طرح بھڑک اُٹھتے ہیں جس طرح کہ ایک خشک لکڑی دیا سلائی دکھانے پر شعلہ زن ہونے لگتی ہے"۔

اپنے مضمون کے اکثر حصوں میں جماعت کے وقار کے سقوط اور اخلاق کے انحطاط کا رونا رو رہا ہے۔ اور اس زوال و نکبت کے مہیب عواقب کی طرف یہ کہکر اشارہ کیا ہے کہ ان کو ۳۱ دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی شب ایک خواب میں زلزلہ کا نظارہ دکھایا گیا ...... یہ ہے وہ وسعت اور وقعت جس کے لئے جماعت قادیان کو اپنے ساختہ پرداختہ "خلیفہ صاحب" کا ممنونِ احسان ہونا چاہیئے۔ جب جماعت پر زلزلہ آئے گا تو فوراً کہہ دیا جائے گا کہ اُن کے خواب کی تعبیر ہے۔ حضرت مسیح موعود کے مشن کی صحیح روح سے اعتزال اور حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کے مسلسل استخفاف کا یہ وبال ہے جو جماعت قادیان اور اس کے سربراہوں کو نت نئے فتنوں اور ابتلاؤں کی صورت میں پیش آ رہا ہے۔ اور ان کے لئے ایک خواب کا مبہم حوالہ دے کر فتنوں کے صدور اور ظہور کو بھی اپنا اعجاز قرار دیتے ہیں۔ منجھلے میاں کچھ عرصہ سے شکوک و ظنون کا ہدف بنے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ "خلیفہ صاحب" نے صلہ رحمی کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مرزا بشیر احمد صاحب کی لڑکی کو جو خلیفہ صاحب کی بہو تھی اپنے لڑکے سے طلاق دلوائی۔ قطع نظر اس سے کہ ان دو بھائیوں نے اپنے اس رویے سے جماعت کے سامنے کیا نمونہ پیش کیا حالانکہ افرادِ جماعت کو رحماء بینھم کی تلقین کرتے رہتے ہیں یہ واقعہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ خود مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنے "خلیفہ صاحب" سے وہ ربط نہیں ہے جس کا وعظ انہوں نے اپنے مضمون میں فرمایا ہے۔ یہ باطنی تضاد کی دوسری روشن مثال ہے۔

میاں صاحب موصوف نے اس مقہوریت سے نجات پانے کے لئے قصیدہ نگاری اور مدح خوانی کی ایک طویل ریاضت شروع کی۔ اس کا پہلا باب وہ مضمون ہے جس میں میاں صاحب نے حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کا اپنے برادرِ اکبر "خلیفہ صاحب" سے تقابل کر کے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مولوی صاحب ہر لحاظ سے مرتبہ میں موجودہ "خلیفہ صاحب" سے ادنےٰ اور فروتر ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف محض ایک پرانے عالم اور قدیم بزرگ تھے حالانکہ موجودہ "خلیفہ صاحب" خدا کے فرستادہ خلیفہ اور خوارق صفات سے متصف امام ہیں (توبہ نعوذ باللہ) اس مذموم مضمون سے حضرت مولوی صاحب کی ذات کے خلاف ایک ایسی نامحمود تحریک کا آغاز ہوا جس کا نقطۂ معراج مرزا محمود احمد صاحب کی وہ تقاریر تھیں جو انہوں نے ۱۹۵۶ء کے سالانہ جلسے میں کیں اور مولوی صاحب کے خلاف "غیر مطبوعہ روایات" کا چکر چلا کر جماعت میں اُن کے احترام کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اپنے کارخاص کے ...... ارکان کے توسط سے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی مطبوعہ سوانح حیات کو جلسہ گاہ میں پاؤں کے نیچے مسلا گیا۔ جلسہ کے بعد اُن بہتان آمیز تقاریر کو طبع کر کے جماعت کو مطالعہ کی تلقین کی گئی۔ بلکہ جماعتی امتحانوں میں ان کو بطور نصاب کے رکھا گیا۔ تاکہ رُوسی طریقۂ تعلیم سے مولوی صاحب کے خلاف نفرت کو جماعت کے رگ و پے میں اُتار دیا جائے۔

حالانکہ مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے حاشیہ برداروں نے اسی مولوی نور الدین کے بعض جذباتی کلمات کو دہرا دہرا کر قادیانی خلافت کو استوار کیا۔ اب یہی وہ لوگ ہیں جو ان کی مذمت میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کی اولاد کی بے احتجاج خاموشی کو اپنے حق میں دلیل سمجھتے ہیں۔ گویا ایک فلک پیما بزرگ اپنی رفعت اور عظمت کی بقا کے لئے اپنی اولاد کا محتاج ہے۔

حضرت مولوی صاحب کا ذکر ناگزیر تھا۔ کیونکہ جو لوگ اپنے مقدس پیشرؤں کے مقام کو پیچ در پیچ اسلوب سے گرانا چاہتے ہیں۔ ان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ واعظانہ انداز میں نوجوانوں کے دلوں سے خطاب کریں۔ حضرت مولوی صاحب کی عظمت اور رفعتِ ذکر "خلیفہ صاحب" کے لئے آسیب بنا رہا۔ ان کے بعد مولوی محمد علی صاحب مرحوم کا وجود ان کے لئے سوہانِ روح رہا۔ وہ اپنے مرشد کے صلبی بیٹے کی ناوک اندازیوں کے ہدف اس لئے بنتے رہے کہ وہ اسلام کی خدمت میں سبقت لے گئے۔ اور اپنی بلند پایہ تصنیفات سے اسلامی ادب کے ایوان کو منور کیا۔ ان کی وفات پر "الفضل" کے کالموں میں کوئی کلمۂ خیر نہ چھپا۔ لیکن مولوی ظفر علی خان مرحوم کی وفات پر دو دفعہ الفضل میں تعزیتی نامے شائع ہوئے جن میں کہا گیا کہ مولوی صاحب موصوف کی وفات سے پنجاب کی علمی ادبی تاریخ کا ایک باب ختم ہو گیا۔ اس باب کا تین چوتھائی حصہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے خلاف غلیظ گالیوں سے

(باقی برصفحہ کالم نمبر ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۵ رمارچ ۱۹۵۸ء

ایک نیک تحریک

تبلیغ اسلام ایک ایسا فریضہ ہے جس کو ہر مسلمان کی زندگی کی غرض وغایت قرار دیا گیا ہے، امتِ مسلمہ کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس وتامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ۔ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے ۔ نیک باتوں کی تلقین کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو، قرآن کریم کے اسی ارشاد کی تعمیل میں مسلمان ربع مسکون کے ہر حصہ اور ہر خطہ میں اسلام کا پیغام لیکر نکل گئے، اور کلمۂ توحید کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔ اور اپنے اخلاق وکردار سے دنیا جہان کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا۔ یہی امر مسلمانوں کی عظمت اور رفعت کا موجب ثابت ہوا سلطنتیں اور ملکی فتوحات ایک ضمنی چیز تھی جو تبلیغ اسلام کے رستہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئیں، اصل چیز جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سربلندی کا موجب ہوئی وہ مسلمانوں کا تبلیغی ولولہ تھا جو انہیں ایک طرف مشرق بعید اور دوسری طرف مغرب بعید تک لے گیا، لیکن جب تبلیغی جوش سرد پڑ گیا اور سلطنتوں کے نشہ اور عیش پرستیوں میں مسلمان غرق ہو گئے تو انحطاط کا دور دورہ شروع ہو گیا، آج اگرچہ مشرق ومغرب میں بہت سی مسلمان سلطنتیں موجود ہیں، لیکن مسلمانوں کی نکبت وانحطاط بدستور قائم ہے، یہ صرف ان کے اخلاق وکردار کی درستی اور اسلام کی صحیح تعلیم کو دنیا میں پہنچانے سے ہی دور ہو سکتی ہے۔

اسی بات کے پیش نظر حضرت مجدد وقت نے مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلائی اور ایک جماعت اسی غرض سے پیدا کی کہ اسلام کا پیغام دنیا کے ان حصص تک پہنچایا جائے جو ابھی تک اس کے نور سے محروم ہیں۔۔۔ یہ جماعت خدا کے فضل سے اس فریضہ کو نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہی ہے جس کی وجہ سے اسلام کے متعلق دنیا کی رائے عامہ بہت کچھ بدل چکی ہے اور جس مذہب کو وحشیانہ اور بربریت کا مذہب سمجھا جاتا تھا آج اسے معقول ترین امن وصلح کا مذہب سمجھا جانے لگا ہے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس پیغام کی طرف توجہ نہ دی اور یہ سمجھتے ہوئے کہ جہاد بالسیف ہی اسلام کی عظمت ورفعت کا موجب ہو سکتا ہے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہے، اگر وہ اس طرف توجہ کرتے اور تمام اسلامی جماعتیں باہم الجھنے اور اپنے فرقی اختلافات پر لڑنے جھگڑنے اور حربۂ تکفیر کے ذریعہ اپنے بھائیوں کو اسلام سے خارج کرنے کے بجائے اپنے اپنے حلقوں میں اسلامی اخلاق وکردار پیدا کر کے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا علم لے کر دنیا میں نکل جاتیں تو اطراف عالم نور اسلام سے جگمگا اٹھتیں اور تمام دنیا ایک اسلامی بلاک کے نیچے آجاتی، جو موجودہ سیاسی اقتدار سے بہت بڑھکر مسلمانوں کی عظمت ورفعت کا موجب ہوتا۔

ہمیں خوشی ہے کہ یہ خیال اب کچھ کچھ مسلمانوں میں پیدا ہونے لگا ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کو مٹانے کا خیال بھی موجزن ہے۔ چنانچہ کراچی کے اخبار "الجماعت" کے ایڈیٹر سید سرور شاہ گیلانی نے اسی موضوع پر اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"امریکہ کی حکومت اور امریکہ کے لوگ مشرق وسطیٰ اور اسلامی ممالک میں آج کل اپنی سیاسی ضروریات کے لئے بے حد دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایٹم بم کی دوڑ میں تو ہم جلدی امریکہ اور روس کے مقام تک رسائی حاصل نہ کر سکیں گے لیکن یہ تو ہم پاکستانی مسلمان کر سکتے ہیں کہ امریکہ میں ایٹم بم بنانے والوں، ایٹمی اسلحہ سازوں اور ایٹم کے تجربات کرنے والوں کے سامنے احسن طریق پر اسلام کی دعوت پیش کر سکیں"

اور پھر آگے چل کر لکھا ہے :-

"راقم السطور کا اپنا خیال ہے کہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں امریکہ کا سفر کیا جائے اور پورے امریکہ کی سیاحت کر کے وہاں تبلیغ اسلام کے سنٹر کھولنے کے لئے حالات کا جائزہ لیا جائے پاکستان کے مسلمانوں کا سب سے اہم فریضہ ہے کہ وہ امریکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لئے میدان عمل میں آئیں اور امریکہ کے گلی کوچوں میں سیرت نبوی اور اسلامی لٹریچر لاکھوں کی تعداد میں پھیلا دیں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اس مقصد کے لئے اسی سال یا اگلے سال کے شروع میں امریکہ کی تبلیغی سیاحت کا ہمارا پروگرام ہے امریکہ میں پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے تبلیغی سنٹر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ضرور قائم کریں گے اس سے پہلے کراچی میں مرکزی تبلیغی سنٹر کے قیام کے سلسلہ میں اکابر ملت سے تبادلۂ خیالات ہو رہا ہے اور مستقبل قریب میں ایک تبلیغی ادارہ کا قیام انشاء اللہ عمل میں لایا جائے گا۔"

سید سرور شاہ گیلانی کا یہ بیان حضرت مجدد وقت کے خیالات کا مؤید اور جماعت احمدیہ کی کھلی تائید ہے جس پر ہم خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے، حضرت مسیح موعود نے یہی بات آج سے سالہا سال پیشتر کہی تھی ؎

از رہِ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید ہمیں آید ہم ازیں رہ بالیقیں

ہمیں خوشی ہے کہ سید سرور شاہ گیلانی کو بھی آخر کار اسلام کی عظمت دنیا میں قائم کرنے کے لئے وہی راہ صحیح نظر آئی جس کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی تھی، فی الواقع تبلیغ اسلام ہی وہ سب سے بڑا ذریعہ ہے جس سے ہم یورپ اور امریکہ کو اسلام کا مطیع ومنقاد بنا سکتے۔۔۔ اور اس ذریعہ سے جنگ کے خطرہ کو مٹا کر ان کے بنائے ہوئے جنگی اسلحہ اور ایٹم بم وغیرہ سے مفید ترین کام لے سکتے ہیں۔

ہماری دلی آرزو ہے کہ سید سرور شاہ گیلانی کی یہ تحریک کامیاب ثابت ہو اور تمام مسلمانوں کا ایک مشترکہ تبلیغی مرکز قائم ہو جائے جس کے ماتحت دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغی مشن کھولے جائیں، ہم سمجھتے ہیں اگر مسلمانوں کی توجہ اس طرف ہو جائے اور وہ ایک دوسرے سے الجھے بغیر تبلیغ اسلام کے کام میں لگ جائیں تو اس سے بڑھکر نیک کام اور کوئی نہیں ہو سکتا، یہ شیعہ سنی، دیوبندی اور بریلوی اہلحدیث اور اہل قرآن وغیرہ کے جھگڑے اسی صورت میں ختم ہو سکتے ہیں کہ تمام فرقے اور جماعتیں تبلیغی مشن لے کر غیر ممالک میں نکل جائیں اور ایک دوسرے سے الجھے بغیر فرقی اختلافات سے قطع نظر کرتے ہوئے محض توحید اور رسالت کا وعظ کریں اور اسلام کی خصوصیات اور اس کی خوبیاں لوگوں کو بتائیں، یہی وہ طریق ہے جو چالیس پچاس سال سے ووکنگ مسلم مشن نے اختیار کر رکھا ہے اور خدا کے فضل سے اسے اسلام کے بارہ میں یورپین نقطہ نگاہ کو بدلنے اور لوگوں کو اسلام کی طرف لانے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے، اگر تمام اسلامی فرقے باہم الجھنے کے بجائے اسی طریق سے تبلیغ اسلام میں لگ جائیں اور اس رنگ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں کہ کون تبلیغ اسلام کی خدمات دوسروں سے بڑھ چڑھ کر سرانجام دیتا ہے، تو یہ ایک بڑی نیکی کا کام بھی ہو گا اور ایک دوسرے پر فتحیابی کا بھی ایک مستحسن ذریعہ ہو گا ہم سمجھتے ہیں کہ یہی وہ راہ ہے جس سے مسلمانوں کی عظمت رفتہ واپس آسکتی ہے بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ خدمتِ دین کرنا مدنظر ہو۔

لیکن کیا ایسا ہو گا؟ سید سرور شاہ کی تحریک کو دیکھ کر جہاں ہمیں خوشی ہوئی ..... اور ہم اسے ایک نیک تحریک سمجھتے ہوئے بدل اس کی کامیابی کے آرزو مند ہیں وہیں اسی پرچہ میں یہ دیکھ کر ہمیں افسوس ہوا کہ انہوں نے خود ہی اس نیک تحریک کو ناکام بنانے کا سامان بھی پیدا کر دیا ہے، کیونکہ اسی پرچہ میں انہوں نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ :-

"مجلس ختم نبوت اور دیگر دینی جماعتوں کا مطالبہ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے بلکہ مطالبہ یہ ہونا چاہیئے کہ قادیانیت کو پاکستان کی اسلامی مملکت میں خلافِ قانون جماعت قرار دیا جائے"

لیجئے صاحب! تبلیغ اسلام ہو چکی، جو جماعت تبلیغ اسلام کے کام میں پہلے سے لگی ہوئی ہے اور بااحسن وجوہ اس کام کو سرانجام دے رہی ہے اس کو تو سید سرور شاہ صاحب دنیا سے ہی مٹا دینا چاہتے ہیں اور خود چلے ہیں تبلیغ اسلام کرنے، آج وہ پاکستان میں احمدیوں کو مرتد اور خلافِ قانون جماعت قرار دینا چاہتے ہیں کل یورپ وامریکہ میں یہی تحریک اٹھائیں گے اور تبلیغ اسلام کی بجائے احمدیوں کے اخراج اور ان تبلیغی مشنوں کو بند کرانے کی کوشش کریں گے جو وہاں کام کر رہے ہیں، ان کے اس فعل کو دیکھ کر یورپ اور امریکہ کا مسلمان ہونا تو کجا الٹا اسلام کے متعلق ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ جس مذہب میں اختلاف خیالات کی بھی برداشت نہیں اور فروعی اختلافات پر ارتداد کا فتویٰ لگ جاتا اور مرتد کو گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے، وہ کس طرح قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ اگر یہی تبلیغ اسلام ہے جو سید سرور شاہ کرنا چاہتے ہیں تو اس پر جس قدر نفرین کا اظہار کیا جائے کم ہے، فی الحقیقت ان لوگوں کے منہ پر تو تبلیغ اسلام کا لفظ ہے اور دل احمدیوں کی تبلیغی کامیابیوں سے جل رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے نام سے کئی تحریکات پیدا ہوئیں لیکن چند دنوں کے بعد ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا، اگر اخلاص ہوتا تو شاید اللہ تعالیٰ

(باقی بر صفحہ ۔۔۔ کالم ۳)

اخبار و افکار

جماعت اسلامی کا حُلیہ

لائلپور کی جماعت اسلامی کا سابق نقیب "المنبر" مولانا اصلاحی کے ساتھ جماعت سے علیحدہ ہو گیا ۲۸ ر فروری کی اشاعت میں ایک خط کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے :-

" جماعتی حلقوں کی فضا بالعموم ایسی بنا دی گئی ہے کہ تعصب اپنی انتہا پر ہے اور ارباب حق و ناحق میں امتیاز کی صلاحیت بالعموم کھو بیٹھے ہیں اور بعض مقامات پر تو کیفیت یہ ہے کہ جماعت اسلامی سے علیحدگی کفر کے مترادف سمجھی جا رہی ہے ـــــ اور اگر کوئی شخص زبانی گفتگو یا کسی خط کے جواب تک میں بھی جماعت سے علیحدگی کی وجوہ بیان کرے (چہ جائیکہ اخبار کے ذریعہ) تو اس کے بارے میں حق کا دشمن، اسلام کا غدار وغیرہ ہونے کا تصور ہی نہیں ہے "

" اسی طرح یہ مشاہدہ بھی بکثرت ہوا ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ذات گرامی بہت سے حضرات کے نزدیک اسلامی جماعت ہی نہیں اسلام کے مترادف سمجھی جانے لگی ہے ـــــ اور حد یہ ہے کہ ایسے اصحاب بھی پائے گئے ہیں جن کی اپنی زبانیں صحابہ کرام، ائمہ عظام، علماء و صلحاء امت ـــــ بلکہ ان پاکباز نفوس پر تنقید بھی طاقت کا ثبوت پیش کرتی ہیں جن کی شاہ رگ کا خون اسلام کے غلبہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بہایا گیا اور وہ اللہ رب العزت کے ہاں اس حال میں حاضر ہوئے کہ گمان غالب ہے کہ ان سے زندگی کے کسی حال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائیگا ـــــ لیکن ان حضرات کے نزدیک اگر کوئی بات ناقابل برداشت ہے تو یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے (نصب العین نہیں طریق کار اس کے فیصلوں ـــــ بلکہ خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کسی رائے اور فیصلے پر ملائم سے ملائم تر الفاظ میں تنقید کی جائے "۔

پھر لکھا ہے :- " ہمیں کامل یقین ہے کہ جو طرز عمل جماعت کے ارباب حل و عقد نے اختیار کیا اور جو نیا فکر ایک عرصہ سے جماعت میں رائج کیا جا رہا ہے اور جو فلسفہ اب اساسی حیثیت اختیار کر رہا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ اقامت دین کی جد و جہد کے بار آور ہونے کی ہمیں کوئی توقع نہیں بلکہ ہم یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ اگر یہی فلسفہ، یہی طریق کار، یہی طرز عمل اور یہی پالیسی تادیر جاری رہی تو جماعت اسلامی اور اقامت دین کی جد و جہد کو تو جو نقصان پہنچے گا وہ پہنچکر رہیگا اس سے مزید یہ کہ اسلام کو، اسلام کے عقائد کو، اسلام کے مخصوص فلسفہ کو اور اقامت دین کے صحیح تصور کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچے گا "

پھر لکھا ہے :- " جو لوگ مدتوں جماعت میں رہے جنہوں نے کٹھن ترین مراحل میں جماعت کی خدمت ـــــ بلکہ راہ نمائی ـــــ کا فرض انجام دیا اور جنہوں نے صحیح معنوں میں اس جماعت کے شجر کو اپنے خون سے سینچا جب وہ سالہا سال کی اندرونی کشمکش اور طویل ترین کرب ناکیوں سے دوچار رہنے کے بعد انتہائی رنج اور غم کے ساتھ جماعت سے الگ ہوئے۔ ان کے بارے میں بعض حضرات نے بڑا بے رحمانہ سلوک روا رکھا۔ بعض نے ان کی شخصیتوں کو مجروح کرنے اور عوام میں ان کی علیحدگی کے اثرات کو مٹانے کے لئے ان کے خلاف محاذ کھول دیئے اور بعض جماعتی تعصب سے مغلوب ہو کر ایسی ایسی باتیں کیں جن کے لئے اخلاق اور اسلامی حدود و احکام کے نکتہ نظر سے کوئی وجہ جواز پیش نہیں کی جا سکتی ـــــ ـــــ لیکن ہم نے اسے نظر انداز کیا۔ مگر اب جماعت کے بعض حلقوں کی طرف سے یہ بات بالوضاحت کہی جانے لگی ہے کہ جماعت اسلامی اور اسلام مترادف المعنی الفاظ ہیں، جماعت اسلامی ہی الجماعت ہے جس سے علیحدگی معصیت اور فسق کا درجہ رکھتی ہے اور کہیں کہیں یہ بھنبھناہٹ بھی پائی جاتی ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صرف جماعت اسلامی کے امیر نہیں بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے امیر ـــــ امیر المومنین ـــــ ہیں "۔

یہ ہے اس جماعت کا حلیہ جو بڑے طمطراق کیساتھ اقامت دین کی غرض لیکر اٹھی تھی اور بظاہر قرآن و سنت کی داعی بن کر سیاسی اقتدار کیلئے کوشاں ہے ابھی کل تک وہ جماعت احمدیہ کے باہمی اختلافات کو اس کے اختتام کا نشان قرار دے رہی تھی، کیا اس کا یہ اندرونی خلفشار اور ناگفتہ بہ حالات اس کی موت کا پیش خیمہ نہیں؟۔

عجیب تنگ نظری

معاصر "صدق جدید" سے بلا تبصرہ :-

" قادیانیت کو زک " کے عنوان سے جماعت اسلامی پاکستان کے ایک مشہور نقیب کے ایڈیٹوریل سے :-

" مذاکرہ (لاہور) کے ایک اجلاس میں چودھری ظفراللہ صاحب کو صدارت دی جا رہی تھی۔ پہلے تو اس سے نجات ہوئی، پھر اندیشہ تھا کہ اسلم صاحب (پرنسپل ٹریننگ کالج) اپنے مقالہ میں قادیانی ذہنیت کا انعکاس پیش فرمائیں گے، لیکن یہ مقالہ بھی ساقط ہو گیا .... مجلس مذاکرہ کی مجموعی فضا اس کی متحمل نہ تھی کہ قادیانیت کو یہاں سر اٹھانے کا موقع ملے "

لیکن اس عالمی مذاکرہ میں جس میں شیعہ اور سُنی اور مودودی اور "پرویزی" اور "ثقافتی" سب ہی قسم کے مسلموں ہی نے نہیں متعدد غیر مسلموں نے بھی پوری طرح حصہ لیا تھا، قادیانیت کے سر اٹھانے کا آخری محل ہی کیا تھا؟ مجمع تو ان کا تھا جو اپنے کو کسی نہ کسی اعتبار سے مسلم کہتے ہیں (اس سے بالکل قطع نظر کر کے کہ دوسرے بھی ان کے اسلام کو کہاں تک معتبر مانتے ہیں) اور ان کا بھی جو توحید و رسالت کے عدم اقرار کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے ہمدرد ہیں اور تقریروں کا موضوع تو اسلام کے مشترک مفاد کے مسائل تھے وہاں قادیانیت کی تبلیغ کا محل ہی سرے سے کیا تھا، جو اس سے اتنا خوف و اندیشہ ہو گیا کیا کوئی قادیانی اگر کہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ تو اس کی "قادیانیت" کے جرم میں اس کے سننے سے ہی انکار کر دیا جائے گا؟ حضرت تھانوی سے بڑھ کر دین کی غیرت کس کو ہو گی۔ ایک بار ان کی محفل میں ذکر قادیانیت ہی کا تھا اور گفتگو رد قادیانیت کی ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے غلو کر کے کہا کہ ان لوگوں کے دین و ایمان کا کیا ٹھیک۔ یہ نہ توحید کے قائل نہ رسالت کے۔ حضرت نے فوراً ٹوکا، اور فرمایا کہ نہیں توحید میں تو وہ ہمارے بالکل ساتھ ہیں ـــــ یہی معنی ہیں آیہ کریمہ

يا ايها الذين آمنوا لا يجرمنكم شنآن قوم على الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوى

(المائدہ، ع)

اے ایمان والو، کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ لے آئے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو عدل ہی کرتے رہو کہ یہی تقوے کے قریب تر ہے۔ اللہ ہم سب کو غلو سے اپنی پناہ میں رکھے "

مقالہ ـــــ (بقیہ صفحہ ۳)

کوئی کام نہ لیتا لیکن جہاں ایک مخالف تحریک کا مقابلہ نیز حسد اور بغض کام کر رہا ہے وہاں کامیابی کہاں سے آسکے، سید سرور شاہ بھی آزما کر دیکھ لیں، ان کے تبلیغی مرکز اور یورپ، امریکہ کے سفر (جس کا وہ ارادہ رکھتے ہیں) اس وقت تک بابرکت نہیں ہو سکتے جب تک مجدد وقت کی تحریک کے ساتھ بغض و حسد کی آگ ان کے دل میں بھڑک رہی ہے اور تبلیغ اسلام کے نام سے احمدیوں کو زک پہنچانے کا خیال ان کے قلب میں موجزن ہے۔

اخبار احمدیہ

۲۱ فروری ۱۹۶۷ء کو ملتان میں ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب کی دختر نسیم بیگم بی اے کا نکاح ڈاکٹر شیخ یوسف احمد صاحب ایم۔ ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے ساتھ مبلغ ۵۰۰۰/- روپے حق مہر شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے پڑھایا اس تقریب میں ملتان کے سرکردہ ...

تمدن یا حیاتِ اجتماعیہ کے متعلق قرآن کریم کی ہدایات

سود خوری جنگوں کی طوالت اور قوموں کی تباہی کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ ...... وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ——— (آل عمران رکوع ۱۴) ———

زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق قرآن کریم کی ہدایات

قرآن کریم نے انسان کی مختلف حالتوں پر بحث کی ہے اور مختلف حالتوں کے متعلق اس نے رہنمائی کی ہے، ایک حالت تو حکومت کی ہے جس کو سیاسیات کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے سیاسیات پر بڑی بحث کی ہے اور اس کے متعلق ہدایات دی ہیں، یہ انسانی زندگی کا سب سے مشکل حصہ ہے، اس لئے قرآن کریم نے اس بارہ میں پوری رہنمائی کی ہے پھر اقتصادیات پر لمبی بحث کی ہے۔ یہ بھی مشکل حصہ ہے ایسا ہی تمدن پر بھی بحث کی ہے۔

تمدن یا حیاتِ اجتماعیہ

تمدن یا مدنیت مدینہ سے ہے۔ مدینہ کے معنے ہیں اکٹھے مل کر رہنے کی جگہ، اکٹھے مل کر رہنے کو شہریت بھی کہتے ہیں، اسلامی اصطلاح میں اس کو حیاتِ اجتماعیہ کہا جاتا ہے اسی کو قومی زندگی کہتے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث میں اس حیاتِ اجتماعیہ کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں، یہ تمدن کی زندگی بتاتی ہے کہ قوم کے اخلاق کیسے ہیں، اس کا مل کر رہنے کا طریق کیا ہے۔

مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعیہ

آج یورپ کو اس کے غلط نظریات اور اعتقادات کی وجہ سے بُرا سمجھا جاتا ہے، لیکن یورپ کا تمدن آپ سے بہتر ہے، حالانکہ آپ کے اعتقادات و نظریات یورپ کے نظریات سے بہتر ہیں، لیکن آپ کے اعمال اور طریق بود و باش ان اعتقادات و نظریات کے مطابق نہیں، آپ کے اندر کوئی اگر رہے تو قرآن میں جو سیرت بیان کی گئی ہے، حدیث میں ایک مسلمان کے مل جل کر رہنے کا جو طریق بتایا گیا ہے، وہ اس کے سامنے نہیں آتا، ہندوؤں اور سکھوں کے اندر رہتے ہوئے آپ کو صدیاں گذر گئیں، لیکن ہندو یا سکھ پر آپ اثر نہ ڈال سکے اور اپنی حیاتِ اجتماعیہ سے انہیں متاثر نہ کر سکے، اس لئے نہیں کہ آپ کے اعتقادات و نظریات صحیح نہیں، بلکہ فی الحقیقت آپ کا طریق بود و باش پسندیدہ نہیں تھا، ہندوؤں کے یہاں ہوتے ہوئے کبھی کوئی نیک آدمی ان کے سامنے آیا تو وہ کہتے تھے یہ میاں جی تو ہندو بدھ ہیں، گویا اچھا چال چلن اور نیکی تو ہندوؤں میں ہے مسلمانوں میں نیک کرداری .... نہیں پائی جاتی۔

اسلامی تمدن کا ایک نقشہ

اسلامی تمدن کا ایک نقشہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے، فرمایا اگر اکٹھے رہتا ہو تو کسی کی مصیبت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ یا ایھا الذین امنوا لا تاکلو الربوا ایک شخص مصیبت زدہ ہے، اس پر افلاس آگیا۔ تمہارے اندر درد ہونا چاہیئے، کہ اس کی مصیبت میں مدد کرو اگر تم ایسا کرو اور اس پر کچھ خرچ کرو، تو ایک تو اکٹھے مل کر رہنے سے اس کی غرض پوری ہو گئی، دوسری تمہاری روحانیت بلند ہو گئی، وہ نہ رحم جو خدا تم پر کرتا ہے، وہ تم اس کی مخلوق پر کر کے خدائی صفات سے متصف ہو جاؤ۔

سود خوری کی ممانعت

لیکن اگر کسی کو روپیہ دو اور پھر آہستہ آہستہ اس کا مکان خرید لو اور اس کو نکال باہر کرو، تو یہ اسلامی تمدن نہیں، سود خوری مسلمان کا طریق نہیں ہونا چاہیئے۔ فرمایا ایسا نہ ہو کہ کوئی مفلس ہے تا کہ اس کو کچھ روپیہ دے کر اور سود در سود کے چکر میں لا کر اس کی جائداد و املاک پر قابض ہو جاؤ، فرمایا اس طریق کو چھوڑ دو واتقوا اللہ اس کے ترک کرنے میں خدا تمہارے سامنے ہو اور تمہیں اس بات کا خیال ہو کہ خدا تعالےٰ نے اکٹھے رہنے کے کچھ قواعد مقرر کئے ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، یہ ایک تقوےٰ کی راہ ہے، کہ مصیبت زدہ کی مدد کی جائے اور سود خوری نہ کی جائے لعلکم تفلحون اسی کو نیکی کہتے ہیں اور کامیابی کی راہ یہی ہے۔

سود جنگ کو لمبا کرنے کا موجب ہے

سود خوری اتنی بڑی لعنت ہے کہ باہمی جنگوں کو لمبا کرنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے، جنگ کو جاری رکھنے کے لئے ایک فریق کے پاس کسی چیز کی کمی ہے، وہ سوچتا ہے امریکہ سے سود پر روپیہ لے لینا چاہیئے، فلاں ملک سے لے لینا چاہیئے اور روپیہ ملتا جاتا اور جنگ لمبی ہوتی جاتی ہے جب تک یہ "لینا چاہیئے لینا چاہیئے" کا دروازہ کھلا ہے، جنگ جاری رہتا ہے اور یہ سود خوری کا نتیجہ ہے۔

سود سے سلطنتوں اور قوموں کی تباہی

ربوا اس لئے بھی منع ہے کہ اس سے بڑی بربادی پیدا ہوتی ہے، ایک سلطنت جس پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا، وہ آج سود کے چکر میں آ کر اور جنگوں میں مبتلا ہو کر برباد ہو گئی، مری میں ایک انگریز سے میں نے پوچھا کہ کیسا ہے انگلستان میں کھانے کی چیزیں بہت کم ملتی ہیں، اس نے کہا ہر چیز کا راشن ہے، ہفتہ میں ایک انڈا ملتا ہے، اور ہم نے وہ بھی لینا چھوڑ دیا ہے، اس کی بیوی نے بتایا کہ یہ صاحب سوٹ لینے کیلئے بازار گئے، ان کو کہا گیا کہ ایک چیز ملے گی یا کوٹ لے لیجئے یا پتلون، اور خود مجھے جب میں اپنے لئے سوٹ لینے گئی یہی جواب ملا کہ یا اوپر کا کوٹ لے لو یا نیچے کا لباس، اس سے ظاہر ہے کہ ملک کی حالت کہاں تک پہنچ چکی تھی، یہ کیا وجہ ہے کہ جنگ اس قدر لمبی ہو گئی، برطانیہ نے سمجھ لیا کہ امریکہ مددگار ہے۔ اور اس سے روپیہ سود پر ملتا جاتا ہے۔

جنگ کے ناگوار اثرات

اس جنگ میں برطانیہ کا خزانہ بھی ختم ہو گیا، اور روس جرمنی، اور فرانس کے خزانے بھی ختم ہو گئے، اس کا اثر ہم پر بھی پڑا اور یہاں تک مہنگائی ہو گئی کہ آج ہم کو بھی ڈھائی تین روپے سیر گوشت ملتا ہے اور روپیہ کا سوا دو سیر آٹا ملتا ہے اور کپڑا بھی بہت گراں ہو گیا۔

یورپ کی تہذیب اور عیسائیت کی ناکامی

یورپ کی تہذیب ایسی بُری طرح فعل ہوئی ہے کہ اس کی بربادی نے ساری دنیا کو لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اسلام نے اس سے منع کیا ہے کہ جنگ نہیں کرنی، اور اگر مجبوراً کرنی پڑے تو شرافت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے، لیکن گذشتہ جنگ کے بعد جاپانیوں کو چن چن کر تہ تیغ کیا گیا، بڑے بڑے جرمن سائنسدانوں کو گولی سے اڑا دیا گیا، اور ایسے ایسے وحشیانہ مظالم کئے گئے جن میں شرافت کا نام بھی نہ تھا۔ یہ ہے وہ عیسائیت جو دشمن سے محبت کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے کریمانہ اخلاق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے خطرناک مقامات پر دشمنوں سے ایسا شریفانہ برتاؤ کیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ابو سفیان بڑا سخت دشمن تھا۔ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوا۔ حضرت صلعم نے فرمایا آج جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں آ گیا۔ اس خطرناک دشمن کو حضور کے کریمانہ اخلاق نے حضور کا غلام بنا دیا، تو سیاست میں جب خدا مدنظر نہ ہو، انسانی رحم مدنظر نہ ہو، تو بربادی کے سوائے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔

غربا کی امداد روحانیت کی بلندی اور جنت کا موجب ہے

یہاں اس آیت میں تمدن کی بات ہے۔ تمدن میں ربوا کا حصہ آ گیا اس سے منع کیا کہ اس سے بربادی پیدا ہوتی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قوموں کی حفاظت کی ہے، ہدایت دی ہے کہ غریبوں کا مال مت کھاؤ، ان سے ہمدردی کرو، الذین ینفقون فی السراء والضراء تنگی اور فراخی میں غریبوں کی مدد کرو، اس سے انسانیت کی خدمت ہو گی، تمہارے دل پاک ہوں گے اور روحانیت بھی بلند ہو گی۔ وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض، اللہ تعالےٰ کی مغفرت کی طرف دوڑو، اور جنت کی طرف دوڑو، وہ زندگی دوزخ کی زندگی ہے جس میں دوسروں پر رحم نہ ہو، ایک دوسرے سے ہمدردی کی زندگی جنت کی زندگی ہے، جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔

جس قدر تمہارے اخلاق وسیع ہوں گے، اسی قدر تمہاری جنت وسیع ہوگی، چاہو تو یہ وسیع جنت حاصل کرلو اور چاہو تو اپنی تنگ ذہنیت سے ایک چھوٹا سا گھر بنا لو۔

قومی زندگی کیلئے غریب اور امیر سب حسب توفیق دیں

تو فرمایا خدا ترسی کی زندگی، نیک نفسی کی زندگی اختیار کرو، تاکہ تمہاری زندگی جنتی زندگی بن جائے، قومی اور تمدنی زندگی یہ ہے کہ الذین ینفقون فی السراء والضراء ساری کی ساری قوم خواہ کوئی تنگ حال ہو یا فراخی رکھتا ہو، ایک وقت میں قدم اٹھائے گی، کوئی مفلس ہے تو اپنی مفلسی میں سے کچھ نہ کچھ دے اور کوئی امیر ہے تو وہ اپنے حسب توفیق دے، عسر کی زندگی ہو یا یسر کی سب ایک ساتھ بیت المال میں دیں لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اٰتٰه الله۔ لا یکلف الله نفسا الا ما اٰتٰها ...... یعنی زیادہ مال ہو تو زیادہ دے دو اور تھوڑا مال ہو تو تھوڑا دے دو، خدا تعالےٰ کسی کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا۔ عُسر اور یُسر راستے ہیں جس کے معنے سرور کے ہیں، مال کی فراوانی کے باعث مسرت کے سامان میسر آتے ہیں، آسائش اور آرائش کی اشیاء آسانی سے حاصل ہوتی ہیں اس لئے انسان کو مال سے محبت ہو جاتی ہے اس لئے مالدار کو شقیق القلب کہتے ہیں، کیونکہ اس کا دل پسند نہیں کرتا کہ مال اس سے جدا ہو۔ جب ایسی محبت کی چیز کو انسان خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے تو ایسا کرنا اس کے اخلاص کی دلیل ہوتی ہے اور ایسا کرنا اس کو اجر عظیم کا مستحق ٹھہراتا ہے خدا تعالےٰ کو اس دل سے محبت ہو جاتی ہے۔

تمدن کا ایک اور قاعدہ — غصہ کو دباؤ معاف کرو اور احسان کرو

پھر ایک اور تمدن کا قاعدہ بتایا جو بڑا مشکل ہے، فرمایا والکاظمین الغیظ خفگیاں چھوڑ دو، یہ تباہی لاتی ہیں، اشتعال میں آجانا پسندیدہ نہیں۔ اشتعال میں آکر کسی کو گالی دی یا کسی کو تھپڑ لگا دیا، کسی پر پستول چلا دیا، اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ دوسری طرف بھی اشتعال پیدا ہوگا اور وہ بدلہ لیگا اور پھر تم بھی اشتعال میں آکر بدلہ لوگے اور اس طرح بات بڑھتی جائیگی جس سے بربادی ہوگی۔ اس لئے خفگی اور غصہ کو دباؤ، عموماً کمزوروں پر بہت جلد خفگی آتی ہے، طاقتور سے تو ہر کوئی ڈرتا ہے، ایسا شخص بیوی اور بچوں کے لئے تو عذاب بن جاتا ہے لیکن باہر گیدڑ نظر آتا ہے۔ اس لئے فرمایا غصہ کو دباؤ اس کے بغیر تمدن نہیں چلتا، وہ جو بڑا طاقتور ہے، اسے چاہیئے کہ کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کظم الغیظ وهو یقدر علی نفاذه ملأ الله قلبه من نور جو شخص اپنے غصہ کو دباتا ہے جبکہ وہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے قلب کو اپنے نور سے بھر دے گا۔ اس طریق کو اختیار کرو تو راحت ہوگی، غصہ اور خفگی آخر کار پشیمانی پیدا کرتی ہے مشتعل ہونا کمزوری کی علامت ہے اور غصہ کو کھا جانا حوصلہ مندی کی علامت۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان غصہ کو دبا لیتا ہے لیکن دل سے معاف نہیں کرتا، خیال کرتا ہے وقت آنے پر بدلہ لوں گا اس لئے فرمایا والعافین عن الناس غصہ کو دباؤ ہی نہیں، دل سے معاف کر دو، اور اس سے بھی آگے بڑھایا واللہ یحب المحسنین دوسروں کے ساتھ نیکی اور احسان بھی کرو، اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اگر ایسا ہو جائے تو قوم کی زندگی میں ہیئت پیدا ہو گئی، اور انسان خدا کا محبوب بن گیا، اور یہ خدارسیدہ بن گیا۔

ایک تاریخی واقعہ

لکھا ہے ایک غلام سے کوئی حرکت سرزد ہو گئی جس سے مالک کو غصہ آ گیا، غلام نے دیکھا کہ آقا خفا ہے اور اب میری خیر نہیں، اس نے کہا والکاظمین الغیظ یہ سن کر آقا کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، لوگ اس وقت قرآن کا بڑا ادب کرتے تھے، غلام اور آقا، عورتیں اور مرد، مقتدی اور امام سب قرآن جانتے اور اس کا احترام کرتے تھے۔ غلام نے جب دیکھا کہ آقا کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے تو اس نے اگلا حصہ پڑھ کر سنا دیا واللہ یحب المحسنین، یہ سن کر آقا نے کہا فاذهب انت حر جا تو آزاد ہے یہ تھے مسلمان اور یہ تھا ان کا قرآن پر عمل۔

حضرت عمر کا عمل

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی واقعہ لکھا ہے، وہ عظیم الشان انسان جس کی سلطنت روم اور ایران اور مصر تک پھیلی ہوئی تھی، وہ دونوں طرح کا بادشاہ تھا، جسمانی بھی اور روحانی بھی، ایک دن دربار لگا ہوا تھا ایک شخص نے آکر کہدیا لا تحکم بالعدل ولا تعطینا بالجزل آپ نہ تو عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں اور نہ ہمیں دل کھول کر دیتے ہیں، حضرت عمرؓ تو بڑے صاحب عدل و انصاف انسان تھے، یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، ایک درباری نے دیکھا اور خیال کیا کہ اب اس شخص کی خیر نہیں۔ اس نے فوراً کہا۔ خذ العفو وأمر بالمعروف وأعرض عن الجاهلین یہ بھی قرآن کی آیت ہے یعنی معاف کر دیجئے اور جاہل آدمیوں سے اعراض کیجئے، یہ سن کر حضرت عمرؓ وہیں ٹھہر گئے لکھا ہے فما تجاوز عمر لانه كان وقافا عند كتاب الله حضرت عمرؓ نے کوئی تجاوز نہ کیا کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے آگے ٹھہر جایا کرتے تھے۔

بری حرکت پر استغفار

یہ تمدن ہے جو قرآن نے سکھایا ہے۔ اسی تمدن کا نقشہ کئی مقامات پر مختلف رنگوں میں کھینچا ہے، ایک جگہ فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم وہ لوگ بھی ہیں، جن سے اگر کوئی بری حرکت سرزد ہو جائے یا اپنی جانوں پر کوئی ظلم کر بیٹھیں تو پھر اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے اور اس سے معافی مانگتے ہیں، ومن یغفر الذنوب الا الله اور خیال کرتے ہیں کہ اس زمین آسمان کے بادشاہ کے سوائے کون گناہوں کو معاف کرنے والا ہے ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وهم یعلمون اور جو کچھ وہ کر بیٹھتے ہیں اس پر مصر نہیں ہوتے اور اس بات کو جانتے ہیں کہ اصرار کرنا اچھا نہیں،

اپنے اعمال کا محاسبہ کرو

پس تم خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔ اور دیکھو کہ کس حد تک خدا کے احکام کے مطابق چل رہے ہو اور کس حد تک روزانہ زندگی میں اسلامی تمدن کو ملحوظ رکھتے ہو کبھی کسی بری حرکت پر اصرار نہ کرو اور یاد رکھو کہ خدا ہی معافی دے سکتا ہے اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجري من تحتها الانهار خالدین فيها ونعم اجر العاملين ایسے لوگوں کے لئے جنات ہیں اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرماتا اور نیک عمل کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔ آگے فرمایا قد خلت من قبلكم سنن فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين۔ زمین میں پھرو اور پہلے لوگوں کے حالات دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا حشر ہوا

ڈسپلن تمدن کا حصہ ہے

قومی تمدن میں ایک یہ بھی بات ہے، فرمایا اطیعوا الله واطیعوا الرسول کو سامنے رکھنے سے تمدن بابرکت ہو جاتا ہے، ہر حالت میں ایک ڈسپلن کی زندگی اختیار کرو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ جہاں جاؤ جو اجتماعی زندگی کا کام ہو اس میں تمہارا ایک لیڈر ہونا چاہیئے یہ ڈسپلن سکھایا اس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

کامیابی مومن ہونے سے وابستہ ہے

هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين۔ یہ باتیں جو بیان کی جاتی ہیں، تمدن کی اساس اور بنیاد ہیں۔ اور متقیوں کے لئے ان میں نصیحت ہے ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين۔ دیکھو کمزوری دکھانا اور غمگین ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا، اگر تم مومن بن جاؤ اور عمل کرو تو تم ہی کامیاب ہوگے، اور یہی ہم چاہتے ہیں کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ضرورت رشتہ

ہمارے ایک بہت مخلص دوست اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہیں برادری کے لوگ مخالف ہیں۔ ٹوپیاں بنانے کا کام کرتے ہیں، دس پندرہ سال سے جماعت میں شامل ہیں۔ باوجود خاندان میں اکیلا احمدی ہونے اور گذشتہ فسادات اور مخالفت کے ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی حالانکہ جس علاقہ میں وہ رہتے ہیں وہ احرار گڑھ تھا۔

انہیں اپنے لڑکے کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے، برادری میں ایک دو جگہ رشتہ ہونے کے باوجود احمدی ہونے کی وجہ سے انکار ہو گیا ہے۔ لڑکا بھی ٹوپیاں بنانے کا کام کرتا ہے، چار پانچ روپے روزانہ کما لیتا ہے اس بچے کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے جو دوست رشتہ کے خواہشمند ہوں وہ ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں:۔ محمد عبداللہ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مکان نمبر 350/H گارڈن کالج روڈ۔ راولپنڈی

علمائے کرام کی خدمت میں چند گذارشات

از قلم الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۲)

پانچواں مطالبہ ——— تکفیر اہل قبلہ

کیا اب وقت نہیں آ گیا۔ کہ آپ حضرات پر یہ حقیقت واضح طور پر کھل جائے۔ کہ کسی اسلامی جمہوریہ میں تکفیر اہل قبلہ سے بڑھ کر کوئی اور جرم نہیں ہے اور یہ فعل قتل انسان سے زیادہ سنگین ہے۔ اس سے اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کی قوم میں افتراق اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے، کیا توحید اور رسالت پر ایمان کوئی معمولی بات ہے، کیا اس ایمان کی کوئی عزت آپ کے دل میں نہیں ہے؟ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد معلوم نہیں۔ کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا؟ اور قرآن پاک کے یہ الفاظ آپ کے لوح دل پر نقش نہیں ہو جاتے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا تبتغون عرض الحیوٰۃ الدنیا۔

ترجمہ:۔ جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو؟

کیا ذیل کا مضمون کبھی آپ کی نظر سے گزرا ہے۔ اسے پڑھئے اور بار بار پڑھئے اور فیصلہ فرمایئے کہ کیا اہل قبلہ کی تکفیر جائز ہے؟ کیا سیاسی اغراض کے ماتحت یا نعرہ بازی اور جذبات پرستی سے کسی جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا صحیح ہے؟

ہم اس طویل اقتباس کو یہاں درج کر کے ایک مرد مومن کی درد کی چیخ اور دودھیری فغان سے آپ کے قلوب میں ہیجان پیدا کرنا چاہتے ہیں:۔

"مسلمان کی تعریف ایک غیر جانبدار ہندی مبصر کے قلم سے"

منقول از صدق جدید ۶ و ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء۔

"لاہور کے معاصر آزاد نے سوال اٹھایا ہے۔ کہ جب صدر مملکت کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ تو لفظ مسلمان کی آئینی تعریف بھی قانون میں شامل ہونی چاہئے اور جبکہ رائے دہندوں کو مسلمان اور نا مسلمان کے خانوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے مسلمان کی تعریف اور بھی ضروری ہو گئی ہے، ورنہ رائے دہندوں کی تقسیم بالکل بیکار ہو جائے گی۔ اور فلاں فرقہ کو بھی مسلمانوں میں شامل کر لیا جائے گا (روزنامہ آزاد ۱۸ نومبر ۱۹۵۷ء) بیشک لفظ مسلمان کی تعریف ضرور واضح ہونی چاہیئے، مگر اس کی تعریف علماء کرام ہی فرمائیں گے تو ہوگی۔ اس کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں اوّل یہ کہ جس فرقہ کو اسلام سے خارج قرار دینا ہو اسے پہلے ذہن میں محفوظ رکھیں، اور پھر مسلمان کی کوئی ایسی تعریف نکالیں، جس میں صرف وہی فرقے داخل ہو سکیں جن کو تعریف کرنے والے داخل کرنا چاہیں مگر یہ طریقہ اختیار کرنے سے علماء کو بڑا تکلف کرنا ہوگا پہلے سے مسلمان کی تعریف کئے بغیر یہ فیصلہ کر لینا کہ فلاں فرقہ اسلام سے خارج ہے۔ اور پھر اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کتاب و سنت کے ساتھ زور آزمائی کرنا بڑی محنت اور ساتھ ہی بڑی بد دیانتی چاہتا ہے، اگر ہر فرقہ نے دوسرے فرقہ کو اسلام سے نکالنے کے لئے لفظ مسلمان کی من مانی تعریف کی تو کسی ایک تعریف پر بھی اتفاق نہ ہو سکے گا اور نتیجہ میں کوئی فرقہ بھی مسلمان ثابت نہ ہوگا لیجئے میدان صاف اور مسلمان کی تعریف متعلق روز روز کے جھگڑوں سے نجات اور مسلمان در گیرد اور مسلمانی در کتاب۔

دوسرا طریقہ یہ کہ کتاب و سنت کے الفاظ میں پہلے سے فیصلہ کئے بغیر ایمانداری سے مسلمان کی تعریف تلاش کر لی جائے۔ نہ تو ذہن میں یہ ہو۔ کہ فلاں فرقہ کو ضرور مسلمان ثابت کرنا ہے۔ نہ یہ کہ فلاں فرقہ کو اسلام سے نکالنا ہے۔ کتاب اللہ اور اقوال پیغمبر سے ان ہی کے الفاظ میں مسلمان کی تعریف اخذ کر لی جائے۔ اور اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے کہ اس کی رو سے کون مسلمان اور کون کافر قرار پاتا ہے۔ جو فرقہ بھی اس تعریف میں آتا ہو اسے آنے دو اور جو اس سے نکلتا ہو اسے نکل جانے دو۔ نہ تو کسی کو زبردستی داخل کرو اور نہ زبردستی نکالو اگر کوئی تعریف سب کو اسلام کی آغوش میں لے لیتی ہے تو تم بھی اسے گلے لگاؤ اور اسے دھکے دینے کی کوشش نہ کرو۔

کتاب و سنت میں لفظ مسلمان کی کوئی متفق علیہ تعریف موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ علمائے کرام نے کتاب و سنت کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور اس کا منشاء معلوم کر کے ایک عقیدہ مقرر کیا ہے، اور یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اس عقیدے کو سچے دل سے مانتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی فرقہ سے ہو۔ وہ عقیدہ یہ ہے:۔

"میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور اس بات پر کہ خیر و شر کا وہی مالک ہے اور اس پر کہ مرنے کے بعد جینا برحق ہے ایمان لاتا ہوں"

اگر یہی عقیدہ مسلم کی کسوٹی ہے تو ہر فرقہ سے پوچھو کہ اس عقیدہ کی تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر ایمان رکھتا ہے۔ تو اسے مسلمان سمجھو۔ اور تفصیلات کو علام الغیوب کے حوالے کر دو، کسی کو حق نہیں کہ پھر ایسے فرقہ کو اسلام سے خارج کر دے۔ اور اس عقیدے کو سب اتر اور بے نتیجہ بنائے۔ اگر اس استدلالی اور استنباطی عقیدہ سے کام نہیں چل سکتا تو پھر کتاب اللہ سے کتاب اللہ کے الفاظ میں پوچھو اور قرآن کریم سے لفظ مسلم کی تعریف نکالو قرآن ہر زمانہ میں بولنے والی کتاب ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ ضرورت کے وقت وہ ہمیں لفظ مسلم کی تعریف سے آگاہ نہ کرے۔ اور ہمیں مسلمان کی تعریف نہ بتائے۔ ہم نے جب اس مقصد کے لئے قرآن حکیم سے پوچھا! اس نے بتایا

(۱) مومن وہ ہیں کہ ذکر الٰہی کے وقت ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور جب آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے بخشے ہوئے رزق کو خرچ کرتے ہیں یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے۔

(۲)۔ اگر وہ تمہاری بات کا جواب نہ دے سکیں۔ تو سمجھ لو کہ یہ قرآن خدا کے علم کے مطابق اترا ہے۔ اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم مسلمان ہو۔

(۳) اور ہم نے حواریوں کو وحی کی۔ کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(۴)۔ کہدو کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے۔ پس کیا تم اسلام قبول کرتے ہو۔

اب خواہ آپ کسی ایک آیت سے لفظ مسلم اور مومن کی تعریف اخذ کریں یا تمام آیات کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالیں خلاصہ یہی ہے۔ کہ جو شخص خدا کی توحید اور صاحب قرآن کی رسالت کا قائل ہے۔ نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ سچا مومن۔ مسلمانوں کا بھائی ہے۔ ہدایت یافتہ ہے۔ اور حواری تو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لا کر لوگوں کو گواہ بنا چکے ہیں۔ کہ بانا مسلمون

قرآن کے بعد صاحب قرآن کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو مسلم قرار دیا۔

(۱) حضرت جبرائیل نے پوچھا۔ ایمان کیا ہے۔ فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر اس کی ملاقات پر اس کے رسولوں پر دوسری زندگی پر یقین کرو۔ فرشتہ نے پوچھا اور اسلام؟ فرمایا اسلام یہ ہے۔ کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو

رمضان کے روزے رکھو۔ (بخاری کتاب الایمان)

(۱) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی شہادت کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کا قیام۔ زکوٰۃ کی ادائیگی۔ بیت اللہ کا حج۔ رمضان کے روزے۔ (بخاری)

(۲) جس شخص نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو قبلہ مانا اور ہمارا ذبیحہ کھایا۔ تو وہ مسلمان ہے۔ (مشکوٰۃ)

مسلم کی تعریف میں قرآن نے جو کچھ بتایا ہے۔ کیا صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری راہ اختیار کی؟ ایمان کی تعریف میں اور مسلم کی تعریف میں اسلام کی بنیادیں کیا ہیں۔ اس کا اجمال قرآن میں اور تفصیل صاحب قرآن کے فرمان میں ہے۔ پس جو شخص فرقہ ایمان و اسلام کی ان تمام باتوں کو مانتا ہے۔ وہ سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر کسی کو اسلام سے خارج کرے اور کتاب اللہ اور ارشادات رسول سے تجاوز کر کے صرف اپنے اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ آیات اور احادیث مسلم کی تعریف میں کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ کچھ اور آیات اور احادیث ہیں۔ جو مسلم کی تعریف میں قول فیصل کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو وہ آیات اور احادیث پیش کرو۔ اور ان میں اپنی طرف سے کچھ نہ ملاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام سے اس فرقہ کو خارج کریں جسے کتاب اللہ اور اقوال رسول اللہ خارج کریں۔ اور ان فرقوں کو مسلمان سمجھیں جن کو خدا اور رسول مسلمان قرار دیں۔ ایک حرف کی کمی بیشی نہ کرو الفاظ اور ان کا صحیح مفہوم جوں کا توں رہنے دو۔ اور پھر دیکھو کہ اسلام میں کون داخل ہوتا ہے اور اس سے کون خارج ہوتا ہے"۔

اس مضمون کے لکھنے والے کے متعلق مولانا عبدالماجد صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے:۔

"یقین فرمائیں کہ مضمون نگار صاحب نہ قادیانی ہیں، نہ رافضی ہیں۔ نہ وہابی، نہ بدعتی نہ پرویزی نہ چکڑالوی، نہ خارجی نہ مودودی بلکہ ٹھیٹھ اہل سنت ہیں۔ جمعیت علماء سے تعلق رکھتے ہیں"۔

چھٹا مطالبہ

زبانوں پر لفظ جہاد اور دلوں میں جمود

اس صدی کے ابتدا ہی سے علماء نے مسئلہ ..... جہاد کے متعلق بھی ایک طوفان برپا کیا ہوا ہے۔ اس صدی کے مجدد نے واقعات عالم پر نگاہ ڈال کر اور مسلمانوں کی اندرونی حالت کا اندازہ کر کے اور آسمان سے روشنی حاصل کر کے عالم اسلامی کو یہ پیغام دیا تھا کہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے خدا کا...... یہ منشا نہیں کہ امت محمدیہ فولاد کی تلوار ہاتھ میں لیکر اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دیوے بلکہ انسانی شعور اور فراست ترقی کے اس مقام تک پہنچ چکا ہے کہ اسے دلائل اور براہین ہی سے حقائق علمیہ اور اسرار روحانیہ اور رموز باطنیہ کا قائل کیا جا سکتا ہے۔ مادی ترقی کے منتہا تک پہنچ کر بھی انسان روحانی درس کا محتاج ہے اور یہ وہ شربت شیریں ہے جو صرف اسلام کے سرچشمہ سے مل سکتا ہے۔ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا ۝ عینا یشرب بہا عباد اللہ یفجرونہا تفجیرا (الدہر ۵-۶) نیک اس پیالے سے سیراب ہوتے ہیں جو کافوری خصوصیت رکھتا ہے۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے اپنی (فطری) پیاس بجھاتے ہیں وہ (اسے بند نہیں رکھتے) بلکہ پھاڑ کر (میدانوں اور وادیوں میں) بہا دیتے ہیں۔

تین چوتھائی صدی گذر چکی ہے۔ اسلام کی مخالف طاقتیں مادی ترقیات میں اس حد تک چلی گئیں کہ اب وہ زمین سے پرے دیگر آسمانوں کی سیر کر رہی ہیں اور اسلام کی سب سے بڑی اور زبردست حکومتیں یعنی ترکی اور پاکستان امریکی آلات کو اس شرط پر حاصل کر رہی ہیں کہ وہ امریکہ کی اجازت کے بغیر استعمال نہیں کر سکتیں، اور اگر امریکہ آپ کی سپلائی بند کر دے تو عین جنگ کے دوران میں یہ دونوں حکومتیں بے بس ہو کر رہ جائیں گی۔ اب حضرات علماء فرما دیں کہ سیف کے جہاد کی مخالفت اور قرآن کے جہاد پر اصرار اس صدی کے مجدد کا صحیح اور مفید فلسفہ تھا یا نہیں۔ اس کی جماعت اس تمام زمانہ میں جاھدھم بہ جہادا کبیرا پر عمل پیرا رہی ہے اور آپ حضرات احمدیوں کے خلاف ہنگامے برپا کرنے اور کفر بازی کے مشغلوں میں اپنے اوقات اور اپنے قوٰے ضائع کرتے رہے کیا ملت اس وقت روس یا اینگلو امریکن بلاک سے مادی سطح پر نبرد آزما ہو سکتی ہے۔ اگر نہیں ہو سکتی تو حضرت مرزا صاحب نے قوم کو جو یہ مشورہ دیا تھا کہ تمہارے پاس زبردست روحانی قوت ہے اپنے روحانی ہتھیار سنبھال لو اور مادی طاقتوں پر حملہ کر دو۔ کامیابی تمہارے پاؤں چومے گی اسے کیوں نہ قبول کیا گیا۔ آج انگلستان روحانی طور پر پیاسا ہے۔ آج سارا یورپ روحانی غذا کا بھوکا ہے۔ آج امریکہ اخلاقی اور روحانی حیثیت سے مفلوک الحال ہے۔ قرآن کریم روحانیت کا وہ زبردست خزانہ ہے کہ اس ... سے تمام کائنات کی روحانی پرورش ہو سکتی ہے۔ اب ہم علماء کرام سے پوچھتے ہیں کہ اب بتایئے آپ مسلمانوں سے جہاد بالسیف کیسے کرا سکتے ہیں۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ آپ کے ہمسایہ ملک نے زبردستی محض مادی طاقت کے بل بوتے پر آپ سے کشمیر چھین لیا ہے۔ آپ جہاد کیوں نہیں کرتے۔ اس سے بڑھ کر جہاد کے لئے اور کونسا موزوں وقت ہو سکتا ہے آپ مظلوم ہیں۔ یہ جہاد ہے بھی دفاعی۔ کوئی فرد یا قوم آپ کو متہم نہیں کر سکتی کہ آپ نے طاقت کے مقابلہ پر طاقت کو کیوں استعمال کیا۔ پھر یہ کیوں ہے کہ کشمیر کے لئے جہاد نہیں کیا جاتا بلکہ اسی جہاد کو آپ کا سب سے زیادہ روشن خیال اور من چلا سیاسی مولوی حرام قرار دے چکا ہے جس کے لئے وہ آپ کے سامنے کئی دفعہ معذرتیں پیش کر چکا ہے۔ کیا زمانہ کی موجودہ کیفیت اور مسلمانوں کی مادی اور اقتصادی حالت آپ کو مجبور کر رہی ہے یا نہیں۔ کہ آپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے نظریۂ جہاد کو زبان سے تسلیم کر رہے ہیں۔ کیا واقعات عالم کی رفتار آپ کو اس صدی کے مجدد سے ہم آہنگ ہونے پر مجبور نہیں کر رہی؟ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا نظریہ کہ اصل جہاد، موثر اور کامیاب جہاد اسلام اور قرآن کریم کی تبلیغ و اشاعت ہے صحیح نہیں؟ کیا انکی جماعت نے اس نظریہ پر عمل کر کے مہذب دنیا میں ایک زلزلہ برپا نہیں کر دیا؟ کیا اکابر یورپ اب اسلام کے متعلق اپنے نظریات کو بدل نہیں رہے۔ کیا تحریک احمدیت نے دنیا کے مفکرین کو اسلام کی تعلیمات پر زیادہ سنجیدگی اور زیادہ خلوص سے غور کرنے پر مجبور نہیں کر دیا۔ کیا جو گذشتہ دنوں لاہور میں جو مجلس مذاکرہ (عالمی اسلامی مجلس مذاکرہ) منعقد ہوئی ہے۔ اس میں مفکرین عالم کے انداز فکر سے آپ نے قیاس نہیں کیا۔ کہ اسلام کا مستقبل شاندار ہے۔ اور دنیا کی فضا اب اسلام کی تعلیم قبول کرنے کے لئے سازگار ہو رہی ہے۔ آہ! جس تحریک نے یہ خوشگوار تبدیلی اور یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے اسی تحریک کے متبعین کو آپ نے اس مذاکرہ میں حصہ لینے سے روک دیا۔ اگر موقعہ دیا جاتا۔ تو وہ وہاں اسلام کے آبدار موتی بکھیرتے اور نور قرآن سے مجلس کو جگمگا دیتے ہمارا مطالبہ یہ ہے۔ کہ علماء وقت قوم کو جہاد کے صحیح مفہوم سے آگاہ کریں۔ اور حضرت مرزا صاحب کے نظریۂ جہاد کی روشنی میں اپنے تین چوتھائی صدی کے سہم عمل کا جائزہ لیں۔ عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولوی محمد علی جالندھری اپنی سحر بیانیوں سے موچی دروازہ کی پبلک کو تو گرما سکتے ہیں۔ مگر ٹھوس واقعات کا جائزہ لیتے وقت ٹھنڈی منطق سے پیدا شدہ مسائل کا کوئی حل نہیں پیش کر سکتے۔ علماء بتلائیں کہ وہ کب تک ...... دنیا کی دجالی۔ قہاری اور جباری قوتوں کی مادی جنگ میں منصادم ہو کر امت مسلمہ کو فتوحات حاصل کرنے کے قابل بنا دیں گے؟ کیا وہ موجودہ شغلۂ تکفیر مسلمانان ترک کر کے سائنس کے علوم پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ ایٹمی اور ہائیڈروجنی قوتوں کو مسخر کر کے وہ ایسے نادر آلات حرب ایجاد کر دیں جن کی امداد سے اُن کے تصور کا جہاد کامیابی سے لڑا جا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً ایسا نہیں کریں گے۔ تو مادی جہاد کے گمراہ کن نظریہ کو ترک کر کے اپنے قول اور عمل میں تطبیق پیدا کریں۔ اور احمدیوں کے نظریۂ جہاد کو اختیار کر لیں۔ احمدیوں کا جہاد کوئی آسان جہاد نہیں۔ زبردست جہاد ہے۔ اس کے لئے قرآن کا علم چاہیئے۔ اور قرآن کی تعلیمات پر عمل چاہیئے۔ اس کی اشاعت کا عشق ہونا چاہیئے۔ اور اس عشق کا اظہار یوں ہوتا ہے۔ کہ لاکھوں روپے نثار کر دیئے جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ احمدی جماعتوں میں یورپ افریقہ امریکہ اسلام

کے لئے کس قدر مالی قربانیوں کا جوش ہے۔ لاہور کی جماعت بمشکل کسی شہر کی معمولی جمعہ مسجد کے نمازیوں کی تعداد برابر ہوگی جانتے ہو۔ ان کا سالانہ بجٹ کیا ہے ۵ لاکھ کے قریب ہے۔ ربوی جماعت تو خیر بہت بڑی جماعت ہے اور اس کی قربانیاں بھی کچھ کم نہیں۔ ان احمدی جماعتوں نے وسط یورپ میں انگلستان میں ہالینڈ میں امریکہ میں جزائر میں افریقہ میں چین میں الغرض دنیا کے تمام کونوں اور گوشوں میں اسلام کے تبلیغی مراکز قائم کر دیئے ہیں سب سے شمار زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر لکھ ڈالی ہیں۔ یہ ہے اصل جہاد اور یہ ہے اس پر صحیح عمل۔

احمدیت کے مخالف عناصر

قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔ الم تر کیف ضرب الله مثلا کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء ۰ توتی اکلها کل حین باذن ربها ۰ و یضرب الله الامثال للناس لعلهم یتذکرون ۰ و مثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار ۰ یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا و فی الاخرة۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اچھی بات کی مثال کس طرح بیان کی ہے۔ اچھی بات ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے اس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔ اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں (اچھی تحریک) ہر وقت (متمتع حاصل کرنے والوں کو) اپنا پھل دیتی ہے اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے اس کو کچھ بھی قرار نہیں۔ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں یقینی بات کے ساتھ مضبوط کرتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

گذشتہ پون صدی کے احمدی نظریات اور اس کے مخالفوں کی کشمکش ایک تاریخ کی حیثیت سے دنیا کے سامنے ہے۔ مختلف اوقات میں مختلف افراد اور جماعتوں نے احمدیت کا مقابلہ کیا۔ بے شمار لٹریچر ردِ احمدیت میں پیدا کیا گیا۔ مگر مخالفوں اور مخالفتوں کو کوئی ثبات حاصل نہ ہوا مگر تحریکِ احمدیت بڑھتی پھیلتی۔ ترقی کرتی، اور وسیع و عریض دنیا میں زیادہ گھستی اور باطل طاقتوں کو مسلط کرتی اور حق کی آواز بلند کرتی چلی جاتی ہے۔ کیا یہ واقعات دلوں کے لئے ہزار دل سبق جیسا نہیں کرتے۔ محمد حسین بٹالوی اور اس کے ساتھی مکفر علما کی جماعت، اور اس کے کارنامے کہاں ہیں۔ مولوی محمد حسین کی تصانیف کو مقبولیت کہاں ہے، اس کے فتاویٰ تکفیر کی کہاں تشہیر ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے احمدیت کے خلاف چیلنج اب کدھر گئے۔ مولوی عبدالحق غزنوی کی تصانیف اب کہیں سے دستیاب ہو سکتی ہیں؟ مولوی رحمت اللہ لدھیانوی جو حضرت مرزا صاحب کو مغلظ گالیاں دیا کرتا تھا۔ اب لوگوں کے حافظہ سے محو ہو چکا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب جو فاتح قادیان کہلاتے تھے۔ اب دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہا۔ مولوی کرم دین بھیں، مولوی محمد حسین فیضی، مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی، ڈاکٹر عبدالکریم صاحب وغیرہ اعداء احمدیت کے نام اب صرف احمدیہ لٹریچر میں ملتے ہیں، یہ لوگ دنیا سے ایسے مٹ گئے۔ کہ ان کا نام و نشان اب باقی نہیں رہا۔

احرار کی جماعت جس نے احمدیت کو مٹانا اپنا مقصد حیات بنا رکھا تھا۔ اب جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اور حق و باطل کے معرکہ کے نتائج پر ایک فیصلہ کن دلیل بن گئی ہے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے

کذالک یضرب الله الحق و الباطل ۰ فاما الزبد فیذهب جفاء ۰ و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ۰

یوں اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے جھاگ تو ضائع ہو جاتی ہے مگر وہ چیز جو لوگوں کے لئے نفع دینے والی ہوتی ہے۔ وہ زمین میں موجود رہتی ہے۔ قرآن کریم کی بیان ہوئی سنت، بڑی صداقت احرار نے اپنے وجود سے ثابت کر دی، تحریک احمدیت زندہ و پائندہ ہے مگر احرار عصف ماکول کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ علمائے کرام واقعات کی اس رفتار کو ٹھنڈے دل سے دیکھیں۔ اور اپنے نظریات کو علم کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھیں کہ کہیں ان کی روش غلط تو نہیں ہے۔ تعجب ہے۔ کہ ہمارے علماء یہ تو چاہتے ہیں کہ احمدیت دنیا سے مٹ جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی تبلیغ کے تمام کام جو اس وقت چار دانگ عالم میں ہو رہے ہیں ختم ہو جائیں۔ ووکنگ مشن بند ہو جائے۔ جہاں سے دن رات جو تمام دنیا کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور تمام ممالک کے نمائندوں کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ اور اسلام کی عالمگیر اخوت کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ انہیں یکسر ختم کر دیا جائے برلن مسجد میں اسلام کے پیغام کی اشاعت کو روک دیا جائے۔ ہالینڈ میں ہمارے مسلم مشنری تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو چھوڑ کر واپس آ جائیں، جزائر فجی ٹرینیڈاڈ وغیرہ اور براعظم امریکہ میں اسلام کی اشاعت نہ ہو۔ افریقہ سے احمدی مبلغین تبلیغ کا کام بند کر کے لوٹ آئیں۔ اور قرآن شریف کی انگریزی، جرمنی، ولندیزی زبانوں میں کی ہوئی تفسیریں جزدانوں میں بند کر دی جائیں۔ تو کیا ایسا دن مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن ہوگا یا ماتم کا دن۔ کیا ان تبلیغی کارناموں کو بند کر کے ہم علماء سے توقع کر سکتے ہیں۔ کہ وہ اپنی مساجد و مدارس سے نکل کر اشاعت اسلام کی تحریک کو ایک دن کے لئے ہی چلا سکیں گے۔ ذرا خدا کے لئے انصاف کرو۔ کہ آپ کن لوگوں کی مخالفت میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ خدا کا خوف پیدا ہو۔ اور عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔ اسلام کے نفع و نقصان کا بھی کچھ خیال ہو۔ ہمیشہ جذبات کی رو میں بہتے چلا جانا اور سستی شہرت اور بازاری نعرہ بازی میں قوم کو گرفتار رکھنا نہ کوئی صالحیت ہے اور نہ ہی صحیح قیادت ہے۔

بیرنگ احمدیہ ایسوسی ایشن کے کرم فرما حضرات

ان معاونین حضرات کی فہرست درج ذیل ہے، جنہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء کی تقریب پر ایسوسی ایشن کی مالی امداد فرمائی عجلت میں بعض حضرات کے مکمل اسمائے گرامی رسیدات پر درج نہ ہو سکے۔ ان حضرات سے گذارش ہے کہ اپنے مکمل پتہ جات سے مطلع فرما دیں اور وہ حضرات جن کے اسماء گرامی ذیل میں درج نہیں ہیں اور انہوں نے چندہ مرحمت فرمایا ہو، ان سے بھی التماس ہے کہ وہ بنام فنانشل سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور اپنے اسمائے گرامی اور عطا کردہ رقم سے اطلاع دیکر ممنون فرمائیں۔

نوٹ:۔ ایسوسی ایشن کی طرف سے چندہ وصول کنندگان کو شناختی کارڈ جاری کئے گئے ہیں۔ بوقت ضرورت چندہ دہندگان حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ والسلام۔ خاکسار۔ محمد فاضل رمضان۔ فنانشل سیکرٹری

نام	رقم	نام	رقم
چوہدری غلام رسول صاحب لاہور	1/-	ڈاکٹر نذیر خان صاحب	2/-
ماسٹر برکت علی صاحب لاہور	1/-	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب	5/-
پروفیسر سعد اللہ صاحب لاہور	2/-	ڈاکٹر حسن علی صاحب	2/-
حکیم منظور ملک صاحب لاہور	1/-	خان غلام ربانی خان صاحب	10/-
ملک فضل الٰہی صاحب سرائے عالمگیر	0/8/-	مختار احمد صاحب	2/-
اللہ رکھا صاحب لاہور	2/-	شیخ نثار احمد صاحب	10/-
عبدالستار صاحب لاہور	1/-	محمد صابر صاحب گوجرانوالہ	5/-
ریاض احمد صاحب لاہور	1/8/-	مسٹر افضل صاحب	5/-
خواجہ ضیاء الحق صاحب طاہر لاہور	1/-	نصیر احمد صاحب فاروقی	5/-
عبدالحفیظ صاحب لاہور	5/-	مسٹر عزیز صاحب	5/-
یعقوب صاحب	5/-	مسٹر سیف صاحب	2/-
جلال الدین احمد صاحب	10/-	مسٹر ؟	1/-
مسٹر خلیل احمد صاحب	1/-	مسٹر محمود دین صاحب	2/-
مسٹر محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹ	2/-	مسٹر غلام مصطفےٰ فاروقی صاحب	5/-
کیپٹن عنایت شاہ صاحب پشاور	1/-	رشید احمد صاحب	1/-
شیخ انعام اللہ صاحب سیالکوٹ	5/-	ناصر احمد صاحب	1/-
عبدالعزیز شاہ صاحب	10/-	رشید احمد صاحب	5/-
چوہدری عنایت علی صاحب	10/-	فاضل رمضان صاحب	1/-
چوہدری عبدالرحیم صاحب	5/-	رشید احمد صاحب	10/-
شیخ غلام ربانی صاحب لاہور	5/-	ڈاکٹر وحید احمد صاحب	10/-
مسٹر ظفر صاحب	5/-	شیخ مختار احمد صاحب	20/-
ڈاکٹر نذیر الاسلام صاحب آزاد کشمیر	5/-	حاجی صاحب ؟	5/-
ڈاکٹر سعید احمد صاحب	5/-	انیس احمد صاحب	1/-
پروفیسر عبدالستار صاحب	2/-	بشیر احمد تنویر صاحب	1/-
محمد شریف صاحب	2/-	مظفر حسن خادم صاحب	1/-
چوہدری ظفر صاحب	2/-	عطاء اللہ سلیم صاحب	2/-
مسٹر مسعود انور صاحب	2/-	محمد علی انیس صاحب	1/-
غلام ربانی خان صاحب ڈرائیور	15/-	مسٹر سکھی محمد صاحب	2/-
مسٹر بشارت احمد صاحب	1/-/1	مسٹر محمد اقبال صاحب	1/-
شیخ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹ	5/-	؟	1/-
مسٹر سکھر صاحب	2/-	؟	1/-

مفسد کون ہے اور مصلح کون؟

(از قمر ساماتوی)

(۴)

شروع اختلاف کے وقت پیغام صلح میں جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے ایک سلسلہ مضامین لکھا تھا جس میں ربوائی حضرات کی خلافت کو پوپ کی خلافت سے تشبیہہ دی تھی، انہی دنوں میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ نے بھی یہ فرمایا تھا:-

"جس شان کی خلافت میاں صاحب پیش کرتے ہیں وہ یا تو ازمنہ وسطیٰ کے پوپ کو حاصل تھی یا فرقہ باطنیہ میں ان کے امام کو حاصل تھی یا پھر بہاء اللہ نے اس عظمت کبریٰ کے مقام کا دعوےٰ کیا تھا کہ وہ کہدے وہ صحیح ہے یا پھر آج میاں محمود احمد صاحب اس کے مدعی ہیں جن پر سچے اعتراض کرنے والا مستوجب عذاب ہے"

(مرآۃ الاختلاف صـ۲۳)

اس وقت اہلِ ربوہ نے بڑا شور مچایا تھا کہ ہمارے خلیفہ کو پوپ کے ساتھ مشابہت دے کر ان کی ہتک کی گئی ہے مگر

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

جو حقیقت تھی بیالیس سال کے بعد جناب خلیفہ صاحب کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا اور جلسہ سالانہ میں ہزارہا کے مجمع میں کرنا پڑا اور جو بات جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں نے سالہا پیشتر کہی تھی آپ نے ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء کو اس کی حرفاً لفظاً تصدیق کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان کی خلافت پوپ کی خلافت کے مشابہ ہے نہ کہ خلافت راشدہ کے اور ان کا گروہ بالکل نصاریٰ کے مشابہ ہے۔ ان کی ان تقریروں کو جو گذشتہ جلسہ پر جناب خلیفہ صاحب نے کی تھیں بڑی اہمیت دی گئی ہے، یہاں تک کہ تمام جماعتوں سے ان کا ... امتحان لیا گیا ہے ان میں پہلی تقریر میں تو اپنے مخالفین خصوصاً جماعت احمدیہ لاہور کو جی کھول کر گالیاں دی گئی ہیں اور دوسری تقریر میں اپنی خلافت کو پوپ کی خلافت کے مشابہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے۔ جس کے چند اقتباسات میں اس وقت پیش کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے اس مضمون کا ہیڈنگ خلافت حقہ اسلامیہ اس لئے دکھا ہے کہ جس طرح موسوی زمانہ میں خلافت موسویہ دو حصوں میں تقسیم تھی ایک دور حضرت موسےٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک تھا اور ایک دور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے اسی طرح اسلام میں بھی خلافت کے دو دور ہیں ایک دور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع ہوا اور اس کی ظاہری شکل حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اور دوسرا دور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ الاول رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا"

(خلافت حقہ اسلامیہ صـ۳-۴)

اس وقت میرے مضمون کا عنوان خلافت نہیں اس لئے ان سب باتوں کو نظرانداز کرتا ہوں جن کا تعلق خلافت محمدیہ کے ساتھ ہے میں نے اس وقت صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ربوائی تحریک کوئی الٰہی تحریک نہیں بلکہ یہ ضالین یعنی مثیل نصاریٰ کا فتنہ ہے اگر پوپ کی خلافت الٰہی تحریک ہو سکتی ہے تو پھر اس کی مثل جو تحریک جاری ہو، وہ بھی خدائی تحریک کہلا سکتی ہے اور اگر وہ خلافت اپنے قیام کے زمانہ سے آج تک دنیا کے لئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کے لئے فتنہ کا موجب رہی ہے تو پھر اس کے مشابہ جو تحریک ہوگی، وہ بھی یقیناً فتنہ ہوگی۔ جناب میاں صاحب نے خود یہ اقرار کر لیا کہ خلافت راشدہ کا دور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگیا اب جو خلافت ہے وہ خلافت راشدہ یا خلافت محمدیہ نہیں بلکہ ویسی خلافت ہے جیسی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد پولس نے قائم کی تھی اور جو آج تک عیسائیوں میں پوپ کی شکل میں چلی آ رہی ہے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ بالکل غلط ہے کہ خلافت محمدیہ کا دور حضرت علی رضؓ پر ختم ہو گیا مگر چونکہ یہ انکا اپنا اقرار ہے اس لئے اس کی رُو سے وہ خود پوپ کے مثیل بن گئے، ہمارے اس استدلال کی صداقت جناب میاں صاحب کے اس اعلان سے اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ:-

"اب نبی اور بادشاہ بنانا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ہمارے اختیار میں نہیں لیکن جو تیسرا امر خلافت کا ہے اور اس حیثیت سے کہ خدا تعالیٰ بندوں سے کام لیتا ہے ہمارے اختیار میں ہے چنانچہ عیسائی اس کے لئے انتخاب کرتے ہیں اور اپنے میں سے ایک شخص کو بڑا مذہبی لیڈر بنا لیتے ہیں جس کا نام وہ پوپ رکھتے ہیں گو پوپ اور اس کے متبعین اب خراب ہوگئے ہیں مگر اس سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ پھر اُن سے مشابہت کیوں دی"

(ایضاً صـ۵)

اس عبارت نے ہمارے اور ان کے کئی جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا:-

(۱) آج تک ہمارے دوست یہ کہا کرتے تھے کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے اور اسی کے اختیار میں ہے اور جناب خلیفہ صاحب بھی بڑی تحدی سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں" "مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے" مگر اب اس کے خلاف یہ اقرار کر لیا کہ خلیفہ بنانا ہمارے اختیار میں ہے۔

(۲) - یہ کہ جس طریق سے وہ خلیفہ بنے وہ اسلامی طریق انتخاب نہیں بلکہ عیسائیوں کا طریق ہے۔

(۳) - جس طرح عیسائیوں کا منتخب کردہ لیڈر پوپ کہلاتا ہے اسی طرح اُن کے طریق سے منتخب ہونے والا لیڈر بھی پوپ کہلائے گا نہ کہ خلیفہ راشد۔

(۴) - جس طرح پوپ اور اس کے متبعین خراب ہو گئے اسی طرح اس کے مثیل بھی خراب ہوں گے۔

(۵) - پوپ اور اس کے متبعین کے مثیلوں کو اُن سے مشابہت دینا قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ مماثلت کاملہ ثابت کرنے کے لئے اُن سے مشابہت دینا ضروری ہے۔

پولس سے مشابہت کا ناقابلِ تردید ثبوت

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:-

"پھر جب مسیح موعود آجائے گا تو جس طرح مسیح ناصری کے سلسلہ میں خلافت چلائی گئی تھی اسی طرح تمہارے اندر بھی چلاؤں گا"

(ایضاً صـ۶)

عیسائیوں میں پوپیت کی بنیاد رکھنے والا پولوس تھا جس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ:-

"پولس کی طرف سے جو ہمارے منجی خدا اور ہمارے امیدگاہ مسیح یسوع کے حکم سے مسیح یسوع کا رسول ہے"

"پولس رسول کی طرف سے جو اس زندگی کے وعدہ کے موافق جو یسوع مسیح میں ہے خدا کی مرضی سے یسوع مسیح رسول ہے"

"پولس رسول کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور یسوع مسیح کا رسول ہے اور اس نے مناسب وقتوں پر اپنے کلام کو اس پیغام میں ظاہر کیا جو ہمارے منجی خدا کے حکم کے مطابق میرے سپرد ہوا"

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ عیسائیت کا بانی پولس تھا، جس کو نہ خدا تعالےٰ نے رسول بنایا اور نہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مگر اس کے باوجود اس کا یہی دعوےٰ تھا کہ میں خدا اور مسیح کی طرف سے اس کا رسول ہوں ٹھیک اسی طرح جناب میاں صاحب کو نہ خدا نے خلیفہ بنایا نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مگر آپ ہمیشہ یہ دعوےٰ فرماتے ہیں کہ

(۱) "مجھے خدا نے خلیفہ بنایا" - "میں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں" - "میں آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ ہوں" - "میں مسیح موعود کے وعدہ کے موافق خلیفہ ہوں"۔

(۲) - جس طرح پولس خدا کے کلام کو اپنے سپرد کئے جانے کا دعویدار تھا اسی طرح یہاں بھی وہی دعوےٰ کیا گیا -

(۳) پولس اپنے ساتھیوں کو یہ کہا کرتا تھا کہ وہ

"میرا سچا فرزند ہے"

اسی طرح یہاں بھی خلیفہ نے باپ کا مقام حاصل کر کے ساتھیوں کو بیٹا بنایا -

(۴) - جس طرح پولس نے غلط عقائد اختراع کئے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے بالکل مخالف تھے اسی طرح یہاں بھی وہ عقائد بنائے گئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مخالف ہیں

(۵) - جس طرح پولس نے پاپائیت کی بنیاد رکھی اسی طرح یہاں بھی اسی قسم کی نام نہاد خلافت کی بنیاد رکھی -

جھوٹی خلافت

جناب میاں صاحب کی زبان سے اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص تصرف کے ماتحت ہر جگہ اصل حقیقت کا انکشاف کرا کر ان کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا جس کی تائید میں وہ فرماتے ہیں کہ :-

"عیسائیوں کو دیکھو تو جھوٹی خلافت ہی سہی انیس سو سال سے وہ اس کو لئے بیٹھے آرہے ہیں" (ایضاً ص ۵)

یہاں آپ نے یہ صاف اقرار فرما لیا کہ عیسائیوں میں انیس سو سال سے جو خلافت چلی آرہی ہے، وہ سچی نہیں بلکہ جھوٹی ہے مگر باوجود جھوٹی ہونے کے وہ انیس سو سال سے چلی آتی ہے ٹھیک اسی طرح

"اگر جماعت احمدیہ (یعنی ربوائی جماعت، ناقل) خلافت کے ایمان پر قائم رہی اور (اس جھوٹی) خلافت کے قیام کے لئے صحیح جدوجہد کرتی رہی تو اس میں قیامت تک (یہ جھوٹی) خلافت قائم رہے گی جس طرح عیسائیوں میں اب تک چلی آرہی ہے"
(ایضاً ص ۱۳)

پہلے فرمایا کہ انیس سو سال سے جو خلافت عیسائیوں میں پوپ کی شکل میں چلی آرہی ہے وہ سچی نہیں بلکہ جھوٹی خلافت ہے اور دوسری طرف یہ اقرار کر لیا کہ جماعت ربوہ میں آجکل [illegible]

جو خلافت رائج ہے اور جس کی بنیادوں کو پائندہ عظم کرنے کے لئے یہ تقریر کی گئی تھی وہ "پوپ کی شکل میں ہے" نتیجہ یہ نکلا کہ جب عیسائیوں میں پوپ کی خلافت آج سے نہیں بلکہ انیس سو سال سے جھوٹی چلی آرہی ہے تو اس کے مشابہ جو خلافت ہوگی وہ بھی پوپ، کی خلافت کی طرح یقیناً جھوٹی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو "پوپ کی شکل" کی خلافت سے اپنی پناہ میں رکھے اور جو لوگ اس پوپ کے مشابہ خلافت کے پھندے میں پھنس چکے ہیں ان کو بھی اس سے نجات دے۔ اللھم آمین

خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں ہمیں جو دعا سکھلائی گئی تھی وہ عبث نہ تھی اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح موسوی کے ماننے والے اپنے عقائد میں غلو کر کے دنیا کے لئے فتنہ کا باعث بن گئے تم ایسا نہ کرنا مگر لتتبعن سنن من قبلکم کے موجب مقدر یہی تھا کہ مسیح محمدی کے تابعین میں بھی ایک گروہ قدم بقدم نصاریٰ کی پیروی کر کے ویسا ہی ظہور میں آگیا اور جس طرح پہلے مسیح کے متبعین دنیا کے لئے فتنہ بنے اسی طرح دوسرے مسیح کے متبعین کا ایک گروہ بھی فتنہ کا موجب ہوا اور جس طرح انہوں نے جھوٹی خلافت کو قائم کر کے مخلوق خدا کو گمراہ کیا اسی طرح یہ بھی کر رہے ہیں اور اپنے عمل اور قول سے انہوں نے خود اس امر کی تصدیق کر دی کہ وہ پوپ کے مثیل ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو آنکھیں عطا کرے تاکہ وہ اس پر غور کریں کہ اُن کا قدم کس طرف جا رہا ہے -

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؂

قادیان [illegible] ہیں۔

قادیانی حضرات پہلے قادیان اور اب ربوہ میں اپنے بچوں کو بھیجتے ہیں چند سالوں کے بعد وہی بچے "خلیفہ صاحب" ان کے بھائیوں اور ان کی اولادوں کی زندگیوں سے آگاہ ہو کر نہ صرف جماعت سے متنفر ہوتے ہیں بلکہ دین سے ہی بیزار ہو جاتے ہیں - اس پر "خلیفہ صاحب" حکم لگا دیتے ہیں کہ جو ان کو چھوڑتا ہے وہ دہریہ ہو جاتا ہے - پھر وہ والدین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو عاق کر دیں۔ وہ مغالطہ اندازی کا شکار ہو کر اولاد سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، کسی کو خیال نہیں آتا کہ آخر کی اولاد کو بیدین بنانے والے وہی لوگ تو ہیں جو اُن کے نگران تھے - آخری گمراہی کے محرکات ربوہ میں ہی تھے کہیں باہر سے نہیں آگئے تھے - جب کوئی بچہ تعلیم و تربیت میں ناکام رہتا ہے تو اس کا ذمہ دار معلم اور مربی ہوتا ہے - اسی طرح ربوہ میں رہتے ہوئے گمراہی کے ذمہ دار خود "خلیفہ صاحب" ہی ہو سکتے ہیں یا اُن کے خاندان کے افراد جن کو انہوں نے الہامی مرتبہ دے رکھا ہے، ان کے علاوہ کسی اور کی لغزش دہریت نہیں پیدا کر سکتی، مرشد ہی وہ ہے جس کا اسوہ تعمیر یا تخریب کا موجب ہو سکتا ہے، اسکی لغزش کے منظر کے بعد کوئی مداوا کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن "خلیفہ صاحب" کا کمال ملاحظہ ہو کہ وہ اپنی تباہ کاریوں کے نتائج کو بھی اپنا معجزہ قرار دیکر دھوکہ کھانے والوں کو معتوب بنا کر الٹے [illegible]

قادیانی پچھلے میاں کا لائحہ عمل

(بسلسلہ صفحہ ۔۔)

محصور ہے - اس دشنام طرازی کے ختم ہونے کا الفضل کو شدید صدمہ ہوا - حضرت مولوی محمد علی صاحب اپنی زندگی میں اور ان کے رفقاء اُن کے بعد گالیاں سنتے ہیں اور یہ کہکر خاموش ہو جاتے ہیں ؎

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

اب اس پس منظر میں مرزا بشیر احمد صاحب کے مجوزہ لائحہ عمل کا اخلاقی جائزہ بڑا سبق آموز ہوگا - موصوف کو شکایت ہے کہ جماعت کے نوجوان دین سے مہجور ہو رہے ہیں بلکہ "خلافت" کے دامن کو چھوڑ کر اعتراضات کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور والدین کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولادوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائیں اور سال رواں میں ان کو خادم دین بنائیں میاں صاحب موصوف کی اپنی ذاتی مثال بڑی عبرت آموز ہے اُن کے ایک بیٹے ڈاکٹر ہیں انہوں نے اپنی زندگی کو "خلیفہ صاحب" کے حکم پر وقف کیا - پاکستان بننے کے بعد "میاں صاحب" کی تحریک پر وقف کو منقطع کر کے سرکاری ملازمت اختیار کر لی - اس پر "خلیفہ صاحب" نے میاں صاحب کی الفضل کے کالموں میں خوب گت بنائی - لیکن میاں صاحب نے جو ابوالدین کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنی اولادوں کو خدمت دین کے لئے وقف کریں - تلافی کا کوئی اقدام نہ کیا - جب اسی بیٹے کی شادی ہوئی - تو "خلیفہ صاحب" نے وقف توڑنے کی وجہ سے شادی کی تقریبات کا مکمل بائیکاٹ کیا - میاں صاحب خود ہی بتائیں کہ اُن پر اُن کے "مرشد" کی اصلاحی تدبیروں کا کیا اثر ہوا - پھر میاں صاحب کے ہی ایک صاحبزادے ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کے مالک تھے - اُن کے حالات عدالتوں میں بے نقاب ہوئے اور اُن کا لائسنس بھی منسوخ ہو گیا - پھر ایک اور صاحبزادے ہیں جو ایک سینما کے مالک ہیں، حالانکہ سینما دیکھنا "خلیفہ صاحب" کے حکم کے ماتحت جماعت کے لئے منع ہے - اپنی اولاد تو وقف توڑتی ہے اور ممنوعات اور مکروہات سے کسب معاش کرتی ہے - اور دوسروں کو دلسوزی سے خدمت دین اور کسب حلال کی تلقین ہوتی ہے ؎

"تو درون در چہ کردی کہ بیرون خانہ آئی"

میاں صاحب کو یہ بھی یاد ہوگا - کہ "خلیفہ صاحب" نے ایک خطبے کے دوران میں یہ کہا تھا کہ وہ جب مرزا بشیر احمد کی اولاد کو دیکھتے ہیں تو ان کو خیال ہوتا ہے کہ یہ ٹامسن جانسن کے بیٹے ہیں - ان حالات میں میاں صاحب کو پہلے اپنی اولاد کی فکر کرنی چاہیئے - ان کو سوچنا چاہیئے کہ کہیں اُن کا اپنا نمونہ ہی اولاد کے اخلاقی انحطاط کا ذمہ دار نہیں کیونکہ اُن کے اپنے اعمال مثنوی مولانا روم کے کس باب سے نسبت رکھتے ہیں اور یہ مار اُن پر اس واسطے پڑی ہے کہ انہوں نے خاندانی ترجیح کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس مشن کو مسخ کیا اور اب حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کی متبرک یادوں کو مٹانے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں - اس کیلئے صرف یہ سہارا ہے کہ جماعت اور "اولاد" [illegible]

بواسیر کا نسخہ کسی گزشتہ اشاعت میں ایک دوست نے بواسیر کا نسخہ دریافت کیا تھا۔ بعض احباب نے چند نسخے لکھ کر بھیجے ہیں جن کے لئے اُن کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے ایک نسخہ تیلا نگ سے ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب نے لکھ کر بھیجا ہے جو افادہ عام کیلئے درج ذیل ہے:—

Biochemic Kali Mur 6X one dose in the morning. Kali Fluor 5X or 6X Thrice i.e midday, sun-set and bed time

پاپیتا کی کثرت سے استعمال اور مرغی کے گوشت سے پرہیز۔

پیغام صلح ۵ مارچ ۵۵ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۰

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور

قیمت سالانہ:۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ۔

ہندوستان میں ہمارے نمایندہ کا پتہ:۔ شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۱ شعبان ۱۳۷۷ھ - مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۰

راہِ حق میں صبر و استقلال سے کام لینا ضروری ہے

حضرت امامِ زمان کے ارشاداتِ عالیہ

یکم اگست ۱۹۰۱ء بوقت شام - مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا کہ یہ شخص بہت سی گدیوں میں پھرا ہے، اور بہت سے پیروں اور مشائخ کے پاس ہو آیا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے مخاطب کر کے فرمایا - اچھا کہو کیا کہتے ہو ؟ -

شخص - حضور میں بہت سے پیروں کے پاس گیا ہوں - مجھ میں بعض عیب ہیں - **اوّل** :- میں جس بزرگ کے پاس جاتا ہوں تھوڑے دن رہ کر واپس چلا آتا ہوں - اور جلد بعد اس سے بد اعتقاد ہو جاتی ہے - **دوم** :- مجھ میں غیبت کرنے کا عیب ہے - **سوم** :- عبادت میں دل نہیں لگتا - اور بھی بہت سے عیب ہیں -

حضرت مسیح موعود :- میں نے سمجھ لیا اصل مرض تمہارا بے صبری کا ہے - باقی جو کچھ ہیں اس کے عوارض ہیں - دیکھو انسان اپنے دنیا کے معاملات میں جیسے بے صبر نہیں ہوتا اور نہایت صبر و استقلال سے اُن کے انجام کا انتظار کرتا ہے - پھر خدا کے حضور بے صبری لے کر کیوں جاتا ہے، کیا ایک زمیندار ایک ہی دن میں کھیت میں بیج ڈال کر اس کے پھل کاٹنے کے فکر میں ہو جاتا ہے - یا ایک بچہ کے پیدا ہوتے ہی کہتا ہے کہ یہ اسی وقت جوان ہو کر میری مدد کرے - خدا تعالےٰ کے قانون قدرت میں اس قسم کی عجلت اور جلد بازی کی نظیریں اور نمونے نہیں ہیں وہ شخص سخت نادان ہے جو اس قسم کی جلد بازی سے کام لینا چاہتا ہے - اس شخص کو بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہیئے جس کو اپنے عیب عیب کی شکل میں نظر آ جاویں، ورنہ شیطان بدکاریوں اور بد اعمالیوں کو خوش رنگ اور خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے - پس تم اپنی بے صبری کو چھوڑ کر صبر اور استقلال کے ساتھ خدا تعالےٰ سے توفیق چاہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو - بغیر اس کے کچھ نہیں ہے، جو شخص اہل اللہ کے پاس اس غرض سے آتا ہے کہ وہ پھونک مار کر اصلاح کر دیں - وہ خدا تعالیٰ پر حکومت کرنی چاہتا ہے - یہاں تو محکوم بن کر آنا چاہیئے - ساری حکومتوں کو جب تک انسان نہیں چھوڑتا تب تک کچھ بھی نہیں بنتا، جب ایک بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنی بہت سی شکایتیں بیان کرتا ہے - مگر طبیب شناخت اور تشخیص کے بعد معلوم کر لیتا ہے، کہ اصل میں فلاں مرض ہے اور وہ اس کا علاج شروع کر دیتا ہے - اسی طرح سے تمہاری بیماری صرف بے صبری کی ہے، اگر تم اس کا علاج کرو - تو دوسری بیماریاں بھی خدا تعالےٰ چاہے تو دفع ہو جائیں گی، ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ انسان خدا تعالےٰ سے کبھی مایوس نہ ہو، اور اس وقت تک طلب میں لگا رہے جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے اور جب تک اپنی طلب اور صبر کو اس حد تک نہیں پہنچاتا انسان بامراد نہیں ہو سکتا، اور یوں تو خدا تعالےٰ قادر ہے وہ چاہے تو ایک دم میں بامراد کر دے - مگر عاشق صادق کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ راہِ طلب میں پوپاں رہے، سعدیؒ نے کہا ہے سے گر نہ یابد بدوست رہ بردن ۔ شرطِ عشق است در طلب مردن

مرض دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک مرض مستوی اور دوسرا مرض مختلف، مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد غیر محسوس ہو، جیسے برص - اور مرض مختلف وہ ہے کہ جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے - اس لئے اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے لیکن مرض مستوی کی چنداں پروا نہیں کرتا - اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان

(باقی صفحہ کے پیچھے)

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
(مسیح موعودؑ)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۸ء

صداقت اسلام کے ثبوت میں خدا تعالیٰ کا ایک قہری نشان

مارچ کا مہینہ تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جبکہ آج سے نصف صدی پہلے اس مہینہ کی چھ تاریخ کو خدا تعالےٰ کا ایک ایسا قہری نشان دُنیا نے دیکھا جو نہ صرف مامور زمانہ کی ایک پیشگوئی کو سچا ثابت کرنے کا موجب تھا بلکہ اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک زندہ نشان ثابت ہوا۔ یہ نشان ایک دریدہ دہن آریہ سماجی پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوا، جس نے اس واقعہ سے چھ سال پہلے حضرت مرزا صاحب کو بار بار للکارا اور یہ مطالبہ کیا تھا کہ:-

"رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو"

یہ شخص ایک نہایت دریدہ دہن انسان تھا، جو زبان اور قلم کے ذریعہ سے اسلام اور حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمسخر و استہزا کرتا اور ان دلائل کو بیہودہ طریق سے جھٹلاتا رہتا تھا جو حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دیئے، حضرت مرزا صاحب کے الہامات پر بھی نہایت تمسخر آمیز پیرایہ میں پھبتیاں اُڑایا کرتا تھا، جیسا کہ اس کے مندرجہ بالا فقرہ سے ظاہر ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس کو بہت سمجھایا کہ کسی طرح وہ اس بیہودہ طریق سے باز آجائے، چنانچہ مندرجہ بالا فقرہ کے جواب میں انہوں نے اسے لکھا:-

"یہ کس قدر ہنسی اور ٹھٹھے کے کلمے ہیں گویا آپ اس خدا پر ایمان نہیں لاتے جو بے باکوں کو تنبیہہ کر سکتا ہے"۔

لیکن جب وہ باز نہ آیا اور بار بار اپنے متعلق نشان نمائی کا مطالبہ کرتا رہا تو آخر کار آپ نے جناب الٰہی میں توجہ کی، جس پر آپ کو بتایا گیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کے بعد چھ سال کے عرصہ میں لیکھرام کسی سخت عذاب میں مبتلا ہوگا جو اس کی ہلاکت کا موجب ہوگا، آپ نے اس کا اعلان ایک اشتہار کے ذریعہ کیا جس میں آپ لکھتے ہیں کہ "اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ تک آج کی تاریخ سے یعنے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے کوئی ایسا عذاب جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت ہو اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو نازل نہ ہو تو سمجھو میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر ... سولی پر کھینچا جائے"

کس قدر خدا تعالیٰ پر زبردست ایمان اور اس کی دی ہوئی خبر پر کتنا پختہ یقین ہے، کوئی ایسا شخص جو اپنے پاس سے باتیں بنا کر پیش کرتا ہو، اس تحدی اور یقین کیساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو گلے میں رسہ ڈال کر مجھے سولی پر کھینچا جائے، یہ خدا رسیدہ انسانوں اور ماموران الٰہی کا کام ہے کہ پیش از وقت ایسے یقین اور تحدی کا اظہار کریں،

یہیں تک نہیں آپ نے مندرجہ بالا پیشگوئی کے چند دن بعد اپنا ایک کشف شائع کیا جس سے اس بات کا پتہ لگتا تھا کہ لیکھرام کی ہلاکت کس طریق سے ہوگی، فرماتے ہیں:-

"آج ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں، اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اسکو دیکھتا ہی تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ "لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا اور میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے"

اس کشف سے صاف ظاہر ہے کہ لیکھرام کی موت کسی فرشتہ کے خونیں ہاتھوں سے وقوع پذیر ہوگی اور پھر اس سے بھی بڑھ کر آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ عظیم الشان نشان کس دن دکھایا جائے گا:-

وبشرنی ربی و قال مبشراً
ستعرف یوم العید والعید اقرب

میرے رب نے مجھے بشارت دی اور مبشر نے بتایا کہ تو عید کے دن کو پہچان لیگا اور عید بالکل قریب ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا، ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے پانچ سال گذر جانے کے بعد خدا تعالےٰ کے قہری ہاتھ نے تجلی فرمائی۔ ایک شخص لیکھرام کے پاس آیا اور کہا کہ میں شدھ ہونا یعنی آریہ بننا چاہتا ہوں، لیکھرام نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے گھر پر اسے رکھ کر خوب پراپیگنڈا کیا اور ۷ مارچ ۱۸۹۷ء اس کے شدھ ہونے کی تاریخ مقرر کی لیکن ابھی ۷ مارچ میں ایک دن باقی تھا کہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو جو عید کا دوسرا دن تھا نصف النہار کے وقت اس شخص نے لیکھرام کے پیٹ میں خنجر مار کر اس کی انتڑیاں باہر نکال دیں اور پھر ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا پتہ نہیں، حالانکہ جس مکان میں یہ واقعہ ہوا، وہ محلہ وچھو والی لاہور کی ایک ایسی گلی میں ہے، جہاں کثرت آبادی اور لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے کسی ایسے شخص کا اس خونیں واقعہ کے ارتکاب کے بعد بھاگ نکلنا چھپ نہیں سکتا لیکن خدا جانے اسے زمین کھا گئی یا آسمان، آریوں اور گورنمنٹ انگریزی کی پوری تگ و دو اور سراغرسانی کے تمام وسائل کو استعمال کرنے کے باوجود اس آدمی کا کہیں کھوج نہ مل سکا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک فرشتہ تھا، جو خدا تعالےٰ کی طرف سے لیکھرام کی ہلاکت کے لئے مامور کیا گیا تھا،

کس قدر کھلا اور بیّن نشان ہے اس نشان سے حضرت مرزا صاحب ہی کی صداقت کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ہستی باری تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بھی یہ ایک روشن دلیل ہے، اور ان لوگوں پر بھی اتمام حجت ہے جو دعائے مستجاب کے قائل نہیں، چنانچہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے پاک بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان کے لئے خارق عادت نشانات بھی ظاہر کرتا ہے۔

آج اس واقعہ کو کم و بیش نصف صدی گذر چکی ہے اور کسی بڑے سے بڑے مخالف کو بھی اس نشان کو جھٹلانے یا اس پر کوئی حرف گیری کرنے کی جرأت نہیں ہوئی، پھر کیوں وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کے الہامات اور آپ کی پیشگوئیوں پر تمسخر کرتے اور پھبتیاں اڑانے کے عادی ہیں، اس کھلے اور روشن نشان پر غور نہیں کرتے کیوں اس بیّن نشان کو دیکھ کر اس مامور من اللہ کی صداقت پر ایمان نہیں لاتے اور نہیں دیکھتے کہ اس زمانہ میں جب کہ اسلام کی تکذیب اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز کلمات کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دلوں کو چھلنی کیا جا رہا تھا، اور کسی کو ہمت نہ تھی کہ اُن کا جواب دے سکے، ایک اکیلے مرزا صاحب ہی تھے جنہوں نے دلائل و براہین کے ساتھ دشمن کا منہ بند کرنے کے علاوہ خارق عادت نشانات کے ذریعہ اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دکھایا وہ عید کا دوسرا دن تھا جب لیکھرام کی ہلاکت کا نشان ظاہر ہوا گویا مسلمانوں کے لئے ایک دوسری عید تھی جو پہلے دن کی عید سے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے، احمدیت کی تاریخ ایسے کئی نشانات سے لبریز ہے جن پر غور کرنے سے مرزا صاحب کی ہی نہیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے جن کی تائید میں وہ نشانات دکھائے گئے کاش ہمارے مخالفین بغض و عناد کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے ان نشانات پر غور کریں۔

سلسلہ صفحہ اوّل

ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خدا تعالےٰ سے استغفار کرتا رہے۔ قبروں پر جانے سے کیا فائدہ؟ خدا تعالےٰ نے تو اصلاح کے لئے قرآن شریف بھیجا ہے۔ اگر پھونک مار کر اصلاح کر دینا خدا تعالیٰ کا قانون ہوتا ..... تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک مکہ میں کیوں تکلیفیں اٹھاتے ابوجہل وغیرہ پر اثر کیوں نہ ڈال دیتے ابوجہل کو جانے دو ابوطالب تو آپ کے بھی محب تھے حاجت تھی۔ غرض بے صبری اچھی نہیں ہوتی۔ اس کا نتیجہ ہلاکت تک پہنچاتا ہے (الحکم جلد ۵ ص ۲۹)

کعبۃ اللہ اور اس کا دین دنیا جہان کے لئے برکات کا موجب ہے

محمد رسول اللہ صلعم کے اصول و نظریات دنیا میں قبولیت حاصل کر رہے ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۷ مارچ ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا و ھدی للعٰلمین فیہ اٰیٰت بینٰت مقام ابراھیم ومن دخلہ کان اٰمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العٰلمین

(آل عمران رکوع ۱۰)

کعبۃ اللہ کی لا انتہا برکات

قرآن شریف میں کعبۃ اللہ کی نسبت چند پیشگوئیاں ہیں اور وہ نہایت مشکل ہیں۔ فرمایا ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ سب سے پہلا گھر جو خدا کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا، للناس تمام انسانوں کے لئے، وہ کعبۃ اللہ ہے جو مکہ معظمہ میں واقع ہے اس کے متعلق دو تین پیشگوئیاں فرمائیں، پہلی صفت اس گھر کے متعلق مبارکا کے لفظ سے بیان فرمائی یعنی اس کی برکات ہمیشہ جاری رہیں گی، یہ کس طرح پر کہہ دیا، کس انسان کے اختیار میں یہ بات ہے کہ کسی شہر یا کسی عبادت گاہ کے متعلق یہ کہہ دے کہ اس کی برکات کبھی ختم نہ ہوں گی، خدا تعالےٰ نے اپنی ذات کے متعلق بھی مبارک کا لفظ فرمایا ہے تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا برکات کا سرچشمہ ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا، جب وہ مبارک ہے تو اس سرچشمہ سے جو چیز پھوٹی اس کے بابرکت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، مبارک لفظ خود قرآن کریم کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ ھٰذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرک اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس پاک کتاب کی برکات اس قدر ہیں کہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتیں، تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ جس کی طرف سے یہ نازل ہوئی وہ فی الواقعہ برکات کا سرچشمہ ہے تبٰرک الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض وما بینھما وہ بڑی مبارک ذات ہے جو زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا بادشاہ ہے، اس کی قدرت اس کی عظمت اس کی سطوت لا انتہا ہے وہ رب العالمین ہے اس کے انعامات لا انتہا ہیں یہاں لفظ مبارکا کعبۃ اللہ کے متعلق فرمایا کہ اس کی برکات کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

کعبۃ اللہ کی دوسری صفت ــــ دنیا جہان کے لئے ہدایت

دوسری صفت ہے وھدی للعٰلمین سارے جہان کے لئے ہدایت کے چشمے یہاں سے جاری ہوں گے، تمام اقوام عالم اس کعبۃ اللہ سے ہدایت پائیں گی۔

تیسری صفت ــــ مرجع خلائق

تیسری صفت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا یہ کعبۃ اللہ مرجع خلائق ہوگا لوگ اس میں بار بار آئیں گے، یہ کون کہہ سکتا ہے، دنیا میں کئی بڑے بڑے عظیم الشان معبد مٹ گئے، بڑے بڑے مندر فنا ہو گئے، ایران کے آتشکدے جن کے متعلق وہم بھی نہ ہو سکتا تھا کہ برباد ہو جائیں گے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ ان پر ہمیشہ کے لئے پانی پڑ گیا۔

عیسائیت کا سب سے بڑا گرجا اور اس کی ویرانی

اٹلی کا وہ عظیم الشان گرجا جو مسیح کے فرمان کے مطابق پطرس کا گرجا کہلاتا ہے (پطرس کے معنے چٹان کے ہیں گویا اس کی بنیاد مضبوط چٹان پر رکھی گئی) اور یورپ کے تمام بادشاہوں نے اس کو سنہری روپہلی زینت بخشنے کے لئے اور اس کی وسعت و شان بڑھانے کے لئے اپنے خزانے اس کی تعمیر پر انڈیل دیئے یہ گرجا اٹلی جیسے شاداب ملک میں واقع ہے۔ جس میں دلکشی، قدرتی مناظر ہیں اور جس کی وادیاں پھل و پھول سے لدی ہوئی ہیں لیکن یہ گرجا باوجود ان کشش کے سامانوں کے میسر آنے کے آج ویران پڑا ہے پوپ اپنے محل کے گرجا میں عبادت کرتے ہیں وہ اس گرجا میں نہیں آتے اور نہ ہی کسی دوسرے پادری کی ہمت ہے کہ اس میں گرجا کرے۔ تمام دنیا کے مندر اور معبد اور گرجے جو بڑی بڑی امنگوں کے ساتھ بنتے ہیں تھوڑے عرصہ کے بعد تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ کعبۃ اللہ آج ہزارہا سال سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور لوگ اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم کی دعا

حضرت ابراہیمؑ دعا کرتے ہیں، ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ اے مولا! اس ریتلے میدان میں جہاں نہ پانی ہے نہ چشمے ہیں نہ سبزہ ہے اپنی اولاد کو بساتا ہوں تسلی صرف اتنی ہے کہ تیرے محترم و معزز گھر کا قرب ہے۔ اس قرب کی لاج رکھ لیجیو۔ ؎

مسجد کے زیر سایہ گھر بنا لیا ہے
یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

اے مولا! اس ریت کی جگہ پر جہاں پانی اور سبزہ کوئی نہیں تیرے گھر کے قرب میں اپنا گھر بسایا ہے اس کی لاج رکھ لینا، یہ تیرا گھر بڑی احترام کی جگہ ہے۔ اسی جگہ کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ مبارک ہے۔ مثابۃ للناس ہے جوق در جوق لوگ یہاں آیا کریں گے، اور اس جگہ کی آبادی کبھی ختم نہ ہوگی۔

چوتھی صفت ــــ امن کی جگہ

و امنا، پھر یہ بھی نہیں کہ جگہ جگہ کے لوگ یہاں آکر ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کریں، اس کو امن کی جگہ بنایا۔ عرب کے وہ جنگجو لوگ، جو ہمیشہ ذرا ذرا سی بات پر لڑتے جھگڑتے رہتے تھے، جن کے نزدیک انتقام لینا ضروری سمجھا جاتا تھا، ان کو بھی اس کعبۃ اللہ کی حدود میں کسی پر ہاتھ اٹھانے یا جھگڑنے کی مجال نہ تھی اولم یروا انا جعلنا حرما امنا ویتخطف الناس من حولھم، کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس کو احترام اور امن کی جگہ بنایا ہے حالانکہ اس کے ارد گرد جان و مال لٹ جاتے ہیں کس قدر حیرت انگیز تخالف ہے ارد گرد ہر قسم کا فتنہ و فساد ہے لیکن جونہی کعبۃ اللہ کی حدود میں آئے امن میں آ گئے، یہاں کوئی ایک چڑیا نہیں مار سکتا ولو وجد رجل قاتل ابیہ لم یزعجہ اگر حرم کے اندر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو پا لے تو اس کو بھی چھیڑ نہیں سکتا، کوئی کسی سے انتقام نہیں لے سکتا، ایک بہت بڑے انسان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی لفظ کہے لو رای قاتل ابیہ ما مسستہ کس قدر امن کی جگہ ہے، کوئی خون نہیں، کوئی لڑائی جھگڑا نہیں، کوئی گالی گلوچ نہیں، کوئی فسق و فجور نہیں، ایک جوں تک ماری نہیں جا سکتی، ایک کانٹا بھی نہیں کاٹا جا سکتا، لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج اتنا بڑا انبوہ ہو اور کوئی حادثہ پیش نہ آئے، یہ کتنا بڑا معجزہ ہے۔

سفر میں اخلاق کا انکشاف

اتنے بڑے انبوہ میں ایک امیر آدمی کو جس کے نوکر چاکر بھی ساتھ ہوں تکلیف پیش آسکتی ہے لیکن اسے صبر اور حوصلہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے، کہتے ہیں سفر کو سفر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں انسان کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں، کبھی آپ نے گاڑی میں دیکھا ہوگا کہ ایک آدمی ریل کے ڈبے میں گھس کر دروازہ بند کر لیتا ہے، دوسری سیٹوں پر اپنا سامان پھیلا دیتا اور

بستر کر لینا ہے کہ کوئی دوسرا آکر نہ بیٹھ سکے اور دروازے پر ہی آنے والوں کو کہہ دیتا ہے کہ یہاں جگہ نہیں یہ اسکے اخلاق کا انکشاف ہے۔

مکہ معظمہ بین الاقوامی اتحاد کا ذریعہ

مکہ معظمہ ایک نشان ہے فیہ ایات بینات اس میں ہستی باری تعالےٰ کے بڑے کھلے دلائل ہیں، مقام ابراھیم سب سے بڑی دلیل جو اسلام کو بین الاقوامی مذہب ثابت کرتی ہے، یہ ہے کہ حضرت ابراھیمؑ جو یہودیوں کے بھی باپ ہیں اور عیسائیوں کے بھی اور مشرکین مکہ کے بھی باپ تھے، کعبۃ اللہ میں ان کا مقام ہے، اسی لئے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف منہ کرنے کا حکم نہیں دیا، مدینہ میں مسجد نبوی کی طرف منہ کرنے کا حکم نہیں دیا، اس مقام کی طرف جو ساری قوموں کے باپ کی جگہ ہے، منہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کو ایک دیکھنا چاہتے ہیں، اس لئے اپنے نفس کو مٹا دیا اور اس جگہ قبلہ بنایا جو سب قوموں کے باپ کی جگہ ہے، مشرق اور مغرب سے ہر قوم اور ہر نسل و رنگ کے لوگ وہاں جاتے ہیں تمام نسلی و قومی اختلافات امیر و غریب اور سیاہ و سفید کے فرق وہاں مٹ جاتے ہیں، اور سب ایک خدائے واحد کے آگے ایک انسانیت کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

بعثت رسول کیلئے حضرت ابراھیمؑ کی دُعا

اور حضرت ابراھیمؑ کی دعا بھی ہے ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایٰتك ۔ مولا! ان میں ایک رسول کو مبعوث کر جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ اگرچہ کوئی مدرسہ وہاں نہیں لیکن خدا کی درگاہ میں بیٹھ کر وہ کتاب اور حکمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باتیں سیکھیں، خدا کی معرفت کی درسگاہ انہیں میسر آجائے ویزکیھم اور جو بُری عادات ان میں ہوں، زنا، جوا، شراب نوشی، لڑائی جھگڑا سب کو وہ رسول دھو ڈالے، اور ان وحشیوں کو خدا رسیدہ انسان اور بادشاہ بنا دے حضرت ابراھیمؑ کی یہ دُعا حرف بحرف پوری ہوئی۔

ایک خدا اور ایک انسانیت کی تعلیم

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہر رنگ میں دنیا کے لئے رحمت و برکت ثابت ہوا، جو اتحاد کی تعلیم آپ نے دی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی، اس تعلیم کا اہم حصہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور وہ سب اقوام عالم کا رب ہے اور یہ کہ ساری انسانیت ایک قوم کا حکم رکھتی ہے یہ تعلیم عالمگیر ہے، اور تمام قومیں اسی کا حصول چاہتی ہیں، پس یہ کعبۃ اللہ ھدی للعالمین ہے اور اس لئے مبارک ہے اس کی برکات کبھی منقطع نہ ہوں گی۔ اور ظاہر ہے یہ تعلیم اور اس کی برکات بھی کبھی ختم نہ ہوں گی حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے فرمایا سنو لوگو اِنَّ ربکم واحد و ابیکم واحد ۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، سُنو ہم تعصبات کا خاتمہ کرتے ہیں لافضل لعربی علی اعجمی کسی عرب کو غیر قوم کے آدمی پر فضیلت نہیں ولا لاعجمی علی عربی اور نہ غیر قوم کے آدمی کو عرب پر فضیلت حاصل ہے ، آج سے چودہ سو سال پہلے ایک شخص جس کو دنیا کی سیاست کا علم نہیں وہ بات کہتا ہے جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے آج ہٹلر کہتا ہے کہ ہماری قوم سب سے بہتر ہے، انگریز کہتے ہیں، ہماری قوم سب سے بہتر ہے اور فرانس اور دوسرے ممالک اپنی اپنی قوموں کو بہترین قرار دیتے اور دوسری قوموں پر اپنا تفوق جتاتے ہیں اور اسی قومیت کے نشہ میں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں، اس قومیت کے نظریہ نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو سال پہلے اس تفریق کو مٹا کر دنیا کو ایک کرنے کا سامان کرتے ہیں، اور پھر اس سے بڑھ کر ایک اور تعصب کو مٹاتے ہیں لافضل لاحمر علی اسود کسی گورے چٹے کو سیاہ رنگ انسان پر فضیلت نہیں ہے ولا لاسود علی احمر اور نہ کالے آدمی کو کسی گورے پر فضیلت حاصل ہے الا بتقوی اللہ۔ ہاں کسی قوم کو دوسروں پر فضیلت اگر ہو سکتی ہے تو وہ ایک ہی چیز ہے تقوے اللہ، خدا کا خوف جس کے دل میں ہو، وہی قوم دوسروں پر فضیلت رکھتی ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے نظریات مٹ نہیں سکتے

کیسول صاحب، یہ خدا رب العالمین ہے یا نہیں یہ وہ اصول اور نظریات ہیں جو کبھی مٹ نہیں سکتے جس طرح کشش ثقل کا ایک قانون ہے جو مٹ نہیں سکتا، جس طرح پانی اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے، نیچے سے اوپر کی طرف نہیں جا سکتا، اور اپنی سطح کو برابر رکھتا ہے لا تبدیل لخلق اللہ، خدا کی پیدائش میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریات اور اصول بھی مٹ نہیں سکتے، یہ وہ ابدی صداقتیں ہیں جن کو کوئی مٹا نہیں سکتا نہ ان اصولوں کو کوئی توڑ سکتا ہے

دوسرے مذاہب کے اصولوں کی ناکامی

تو کعبۃ اللہ کے متعلق کتنی بڑی پیشگوئیاں ہیں جو آج تک سچی ثابت ہو رہی ہیں، کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ ایسی پیشگوئیاں کرے اور پھر انہیں پورا بھی کر کے دکھا دے، ہمارے سامنے بڑے بڑے گرجے ویران ہو گئے، بڑے بڑے بتکدے فنا ہو گئے۔ عیسائیوں نے تین خدا بنائے جب وہ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں بھی برہما، وشنو اور شیو جی تین خدا پوجے جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ شیطان نے یہاں تثلیث کو ایک اور شکل دیدی ہے۔ لیکن یہ تثلیث آج یورپ سے مٹ چکی ہے پڑھے لکھے لوگ علانیہ کہہ رہے ہیں کہ "تین خدا" کا نظریہ بالکل غلط ہے، عیسیٰ پرستی سے وہ بیزار ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنڈے (اتوار) حضرت عیسےٰ کا تہوار نہیں یہ تو سورج پرستوں کا دن ہے، حضرت عیسیٰ تو یہودی تھے ان کا تہوار تو ہفتہ تھا۔ روس نے تو بالکل ہی عیسائیت

(باقی صفحہ ۱۲ کے نچلے حصہ میں)

کو جواب دے دیا، بلکہ عیسائیت سے بیزار ہو کر مذہب کو ہی جواب دے دیا، ہٹلر نے کہا ہم عیسےٰ کو اس لئے نہیں مانتے کہ وہ مشرقی آدمی تھا، ہم مغربی سب سے اونچے ہیں۔ اور یونیورسٹیوں کے پڑھے لکھے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایک انسان کا بچہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، ماں کے پیٹ میں رہا ہو، پیدا ہوا خدا کیسے ہو سکتا ہے

لیظھرہٗ علی الدین کلہ کا نظارہ

آج ہندوستان میں بھی وہ لوگ پیدا ہو گئے جو بت پرستی سے بیزار ہو کر ایک خدا کے پرستار بن گئے، سکھ قوم خدا کو ایک ماننے لگ گئی۔ اس کا حق تو بابا نانک کو پہنچتا ہے جنہوں نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی اور اپنی قوم کو توحید کا سبق پڑھایا اور پھر آریہ پیدا ہوئے انہوں نے بھی بت پرستی کو چھوڑ کر توحید پر زور دیا۔ آج ہندوؤں ہی میں نہرو یہ اعلان کر رہا ہے کہ ایک گائے اور گھوڑے میں کوئی فرق نہیں ہے اور گائے کی پوجا انسانیت پر داغ ہے۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظریات دنیا کو دیئے، آج چار و ناچار دنیا کو قبول کرنے پڑ رہے ہیں، ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعٰلمین مکہ معظمہ تمام انسانیت کے لئے ابدی رہبری کا موجب ہے، مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی خوشخبری ہے کہ ان کا دین لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ پیش کر رہا ہے اور وہ اس طرح کہ اُن کے مذہب کے اصولوں کی بین طور پر برتری نظر آ رہی ہے، اور اس کا نقشہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور وہ وقت آ رہا ہے جب ہر رنگ میں اسلام سب مذاہب پر فوقیت رکھے گا۔ مسلمانوں کو عموماً اور ہماری جماعت کو خصوصاً اس کی تبلیغ کے لئے سرگرمی دکھانا چاہیئے۔

علمائے اسلام کی خدمت میں - (بقیہ صفحہ ۱۱)

تو تمام جماعت کا نظم و نسق اکثریت کے نمائندوں کے ہاتھوں میں آجائے گا۔ کیا ابھی وقت نہیں آگیا۔ کہ آپ لوگ سنجیدگی اور متانت سے ان مسائل پر غور کریں۔ اور لفظی نزاعوں اور تفرقہ انگیز جھگڑوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا چھوڑ دیں۔ تکفیر کی مہم آپ کافی عرصہ تک چلا چکے ہیں، اب اتفاق اور اتحاد بین المسلمین کی طرح ڈال کر دیکھیں کہ کیسے حوصلہ افزا نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

اجرائے نبوت ایک اشتعال انگیزی ہے

آخر ختم نبوت کے بعد یہ تمام اشتعال انگیزیاں کس غرض سے کی جاتی ہیں۔ آپ حضرت صاحب کو نبی تو کہتے ہیں، مگر اس نبی کی کوئی امت نہیں بناتے کوئی کلمہ تجویز نہیں کرتے کسی نئی شریعت کا انہیں بانی نہیں قرار دیتے، یہ نبوت آپ کے قول کے مطابق صرف کثرت مکالمہ و مکاشفہ تک محدود ہے۔ یہ تو آپ

(باقی صفحہ ۱۲ کے نچلے حصہ میں)

کیا احمدیت ترقیٔ معکوس ہے یا زمانہ کی پکار؟

ملک محمد جعفر خاں مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

از محمد یعقوب خان

(۱)

ملک محمد جعفر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ مغربی پاکستان نے جو ایک پیدائشی احمدی (قادیانی) تھے، قادیانی جماعت سے الگ ہو کر "احمدیہ تحریک" کے نام سے ایک کتاب حال ہی میں شائع کی ہے جس میں سلسلہ احمدیہ (بالخصوص قادیانی جماعت) اور حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت اور مسائل سلسلہ پر ایک ایسے انداز میں تنقید کی ہے، جس کی بناء قرآن اور حدیث کے بجائے اقبال کے لادینی فلسفہ پر رکھی گئی ہے۔ محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب نے ذیل کے مکتوب میں ملک صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے اُن کے خیالات پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے:۔

مکرم ملک صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کی تصنیف "احمدیہ تحریک" کو میں نے دلچسپی، اور غور اور ہمدردی سے پڑھا۔ اس میں کسی احمدی کو کلام نہیں ہوگا کہ اس وقت ہم اس اعلیٰ معیار سے گر گئے ہیں جس کے لئے احمدیہ تحریک اپنے آغاز اور شباب میں ممتاز تھی۔ آپ کے جذبات بغاوت اس لحاظ سے نہ صرف حق بجانب ہیں بلکہ شاید بہت سے مخلص اور حقیقت پسند احمدیوں کے قلوب کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ بجائے خود ایک اچھی علامت ہے کہ کسی قوم میں حسِّ خود موازنہ بکلی مرنے نہ پائے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ آپ بظاہر احمدیت سے باغی ہو رہے ہیں، میں آپ کی بغاوت کو ایک نیک علامت سمجھتا ہوں کہ تحریک ابھی زندہ ہے۔

یہ امر بھی میرے لئے موجب حیرت نہیں کہ آپ نے اپنی تنقید کو تحریک کی موجودہ بدعنوانیوں اور انحطاطی رجحانات تک محدود نہیں کیا۔ اور تحریک کے بنیادی محرکات کو بھی ہلانے کی کوشش کی ہے۔ ہر ایک ردِ عمل (Reaction) کا یہی خاصہ ہوتا ہے کہ حدِ اعتدال سے تجاوز کر کے انتہا پسندی کی طرف مائل ہو۔ ہر افراط اپنے بطن سے ہی تفریط کے جراثیم پیدا کرتا ہے۔

اسلام کی عالمگیریت جماعت احمدیہ لاہور میں

اس سے قبل کہ میں آپ کے مشورہ کا جو آپ نے احمدی نوجوانوں کو دیا ہے کسی قدر تفصیلی جائزہ لوں میں آپ کے ہی انصاف پر یہ فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ کیا باوجود اس انحطاط کے جو تحریک کے دونوں بازوؤں کو لاحق ہے کیا آپ مسلمانوں میں کوئی اور تحریک پیش کر سکتے ہیں جو اس سے بہتر ہو یا کم از کم اس کے ہم پلہ ہو۔ کیا آپ لاہوری فریق کے اعتقادات کی جو اسلام کی عالمگیریت کے حامل ہیں کسی اور اسلامی جماعت یا فرقہ میں مثال پیش کر سکتے ہیں۔ ہر ایک کلمہ گو کو عالمگیر اخوت اسلامی کا ایک برابر کا رکن سمجھنا جو اسلام کے پیغام کا سنگ بنیاد ہے۔ اگر ساری اسلامی دنیا میں کہیں دیکھنے میں آتا ہے تو وہ صرف احمدیہ جماعت لاہور ہے۔

ووکنگ مسلم مشن کی کامیابی کا راز

آپ نے ووکنگ مسلم مشن کی خدمات کا بجا اعتراف کیا ہے۔ کیا آپ ساری اسلامی دنیا میں اس خدمت اسلام کی نظیر پیش کر سکتے ہیں جو مشیت الٰہی نے احمدی جماعت لاہور کے پاک ہاتھوں کے سپرد کیا۔ آج اسی مشن کو ناپاک ہاتھوں کے حوالے کریں تو دیکھئے کہ جو خاک اسلام کی ہو نہ اُڑے اسلام میں اُڑتی ہے۔ انگلستان میں بھی اُڑنے لگ جائے گی جعفر صاحب! یاد رکھئے، ووکنگ کا تاریخی کارنامہ حضرت مرزا صاحب کے اس کلیہ کا کرشمہ ہے کہ اگر تقویٰ کی جڑ قائم رہے تو سب کچھ ٹھیک ہے، اگر یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اگر دنیا کو تقویٰ کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر کوئی معاشرہ چل نہیں سکتا تو غالباً اس کا آپ بھی انکار نہیں کریں گے کہ اس دور میں یہ جنس جو مفقود ہو چکی تھی، مرزا صاحب کی بدولت دوبارہ پیدا ہوئی۔ اس کے علاوہ ووکنگ کی کامیابی کا راز اس عالمگیر اسلامی اخوت کی علمبرداری میں ہے جو لاہوری جماعت کا بلا شرکت غیرے امتیاز ہے۔

فریق قادیان کی تنظیمی صلاحیتیں

دوسرے فریق کو لیجئے۔ اُن کے اعتقادات سے ہمیں بھی ویسا ہی اختلاف ہے جیسے آپ کو ہے۔ مگر کیا تنظیمی صلاحیتوں کے لحاظ سے مسلمانوں میں کوئی اور جماعت اس کے مقابلہ آپ پیش کر سکتے ہیں۔ جماعت احرار کا تو خیر کہنا ہی کیا جماعت اسلامی جو بڑے زور شور سے اور مجددانہ انداز میں اُٹھی، چند روزہ چکاچوند کے بعد ابھی سے انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔

پابندیٔ صوم و صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ

اس کے علاوہ ایک اور معیار کو لیجئے کیا ہر دو فریقوں میں اب بھی جسے آپ دورِ انحطاط کہتے ہیں کثرت سے ایسے لوگ موجود نہیں جو پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔ راتوں کو خدا کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، خدا کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔

اقبال ازم اور اسلام

آپ نے بالمقابل احمدی نوجوانوں کو "اقبال ازم" کی طرف دعوت دی ہے۔ کیا آپ اس حلقہ میں چند انگلیوں پر گنے چنے افراد دکھا سکتے ہیں جن کی زندگیوں میں اس صحیح اسلامی زندگی کی جھلک نظر آتی ہو۔ علامہ اقبال مرحوم و مغفور کی ذات سے مجھے بھی ویسی ہی عقیدت ہے جیسے آپ کو یا اُن کے کثیر مداحوں کو۔ اُن کے کلام نے مسلمانوں میں جو بیداری پیدا کی وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ باوجود اس کے کیا یہ صحیح نہیں کہ اسلامی زندگی کا صحیح نقشہ دیکھنا ہو تو اس کے لئے ہمیں "محمد رسول اللہ والذین معہ" کی طرف ہی لوٹانا پڑے گا، جن کی شان میں فرمایا ہے:۔

"تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانا۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" —— اقبالی دوستوں میں اسلامی جذباتیت کی تو بے شک فراوانی ہے۔ مگر آپ ہی از راہ انصاف کہئے کہ کیا ان میں اور "سیماھم فی وجوھھم" میں دور کا واسطہ بھی نظر آتا ہے؟

اقبال کی پرورش آغوشِ احمدیت میں

اور اس اسلامی جذباتیت کا سرچشمہ بھی بالآخر حضرت مرزا صاحب تک پہنچتا ہے۔ آپ سے مخفی نہیں کہ اقبال کی ابتدائی زندگی جس میں یہ شخصیت کی بنیادیں قائم ہوئی ہیں آغوشِ احمدیت میں گزری۔

انتشار اسلامیت کا مرکز

حقیقت یہ ہے (اور ایک آنے والا مؤرخ جس کی عینک معاصرانہ تعصبات سے بے غبار ہوگی اسے دیکھ سکیگا) کہ جس قدر انتشارِ اسلامیت ہمیں گذشتہ نصف صدی میں مسلمانان ہند و پاکستان میں عمل پذیر ہوتا نظر آتا ہے اس کی شعاعوں کا مرکز مامورِ زمانہ مرزا غلام احمد صاحب تھے۔

تحریکِ آزادی اور احمدیت

آپ کو یقیناً غلطی لگی ہے جب آپ نے یہ لکھا کہ احمدیت کا تحریک آزادی میں کوئی حصہ نہیں اور اگر سب لوگ احمدیت اختیار کرتے جو اطاعت حکومت کو مذہبی جزو سمجھتی ہے تو یہ برّ اعظم کبھی آزاد نہ ہوتا۔ آپ جیسے دقیق النظر انسان سے بہتر فیصلہ کی توقع تھی۔ آپ ایک پیدائشی احمدی ہیں، آپ سے مخفی نہیں کہ مسلمانوں پر ایک عالمگیر مایوسی چھائی ہوئی تھی جب احمدیہ تحریک نمودار ہوئی، خود اسلام کو وہ اپنی پسماندگی کا ذمہ دار قرار دیتے تھے، یہ بجائے خود ایک طویل داستان ہے جو مفصل توضیح چاہتی ہے، مگر آپ جیسے واقف کار کے لئے اتنا اشارہ ہی کافی ہونا چاہیئے کہ اس تاریک ترین فضا میں امید کی سب سے پہلی کرن کہاں چمکی۔ وہ افق قادیان پر چمکی، حضرت مرزا صاحب کی کتاب "فتح اسلام" پہلا نعرہ تھا جس سے یہ تاریک بادل چھٹ گئے اور رفتہ رفتہ وہ ذہنی ماحول پیدا ہونا ممکن ہوا جو ہر ایک تحریک آزادی کا ضروری پیش خیمہ ہوتا ہے۔

اقبال کا تصور پاکستان احمدیت کا اثر ہے

علامہ اقبال کو عام طور پر تصور پاکستان کا موجد سمجھا جاتا ہے، مگر جیسے میں پہلے لکھ چکا ہوں جس چیز نے علامہ اقبال کے دل و دماغ کو انوارِ اسلامی سے معمور کیا وہ صرف احمدیت تھی۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ سیالکوٹ حضرت مرزا صاحب کی اسلامی سرگرمیوں کی سب سے پہلی جولانگاہ تھا اور نا ممکن تھا کہ ایک سیالکوٹی نوجوان جس کو اللہ تعالےٰ

سے ایک فطرت رسا عطا ہوئی تھی اس سے متاثر نہ ہو — اور حیاتی آزادی نہ آسکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے جب تک اس کے علمبردار کامل آزادیٔ ذہنیت کی دولت سے متمتع نہ ہوں۔ یہ وہ دولت ہے جس سے محض علم سے بے بہرہ ہو گیا ہے۔ مجھے معاف فرمایئے، آپ نے بھی بہرہ وری کا کوئی بڑا ثبوت نہیں دیا جب آپ نے احمدیت کو چند "دعاوی" اور "عقاید" کا مترادف سمجھ لیا۔ یقین جانیئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کا کوئی دعوےٰ نہ ہوتا تو میرے قلب میں انکے ساتھ عقیدت اور محبت میں کوئی کمی نہ ہوتی اور نہ ہی مجدد مهدی اور مسیح موعود کے دعاوی سے اس عقیدت میں کوئی اضافہ ہوا — حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کیوں جاذب قلوب ہوئی، اس کی ایک اور صرف ایک ہی وجہ تھی وہ قرآن اور حضور نبی کریمؐ کے سچے عاشق تھے اور شب و روز ان کی زندگی کا ایک ہی شغف تھا کہ کسی طرح اس مردہ کا جلال و جمال دوبارہ نمایاں ہو جائے جس کے خوبصورت چہرے کو ملائیت نے مسخ کر دیا تھا۔

حضرت مرزا صاحب کا عشق قرآن

آپ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیلئے سب سے بڑی سند علامہ اقبال کے اقوال ہیں، اس بارہ میں علامہ اقبال کا یہ مقولہ غالباً آپ تک نہیں پہنچا کہ مسلمانوں نے نبی کریمؐ سے تو بہت عشق کیا ہے مگر قرآن سے عشق کرنے والے صرف مرزا صاحب ہی ہوئے ہیں، قرآن سے مرزا صاحب کی والہانہ محبت کا اندازہ آپ اُن کی اس نظم سے کر سکتے ہیں جو یوں شروع ہوتی ہے ؎

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

آپ ایک دفعہ پھر "درثمین" اٹھایئے (جو غالباً اب بھی آپ کے کتب خانے کے کسی گوشے میں ہو گی) اور اس ساری نظم کو پڑھ جایئے۔ پھر اپنے دل پر ہاتھ رکھکر کہیئے کہ کیا یہ ایک ایسے قلب کی آواز ہے جس کے سامنے اپنا یا اپنے خاندان کا اقتدار ہو یا ایک سچے عاشق قرآن کی تڑپ ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا عشق رسُولؐ

نبی کریمؐ سے آپ کے عشق و محبت کی داستان تو بہت طویل ہے۔ جس کثرت سے آپ نے اپنے منظوم کلام میں اس کا اظہار کیا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں، اس ایک شعر کو پڑھیے ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کیا یہ کسی شاعرانہ بناوٹ اور تصنع کی آواز ہو سکتی ہے — یہ تو آپ بھی تسلیم کریں گے کہ مرزا صاحب کو شعراء کے طور طریق سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا اور جو اشعار انہوں نے لکھے ہیں وہ کسی فن کاری کا نتیجہ نہیں بلکہ اُن کے قلب کی گہرائیوں کی آواز ہے۔

مرزا صاحب کی تاثیر قدسی

یہ تھی وہ چیز جس نے مرزا صاحب کو مرجع خلائق بنایا اور سعید رُوحیں ملک کے ہر ایک گوشہ سے کشاں کشاں [illegible] کہ مولوی صاحبان لوگوں کو قادیان جاتے سے یہ کہکر روکتے تھے کہ مرزا کے پاس جادو ہے جس کا تم پر اثر ہو جائے گا۔ وہ جادو عشق الٰہی تھا، عشق قرآن تھا، اور عشق محمدؐ تھا۔

حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں وحی کی باریک سے باریک کیفیات

اس بارے میں مجھے ایک فاضل دوست کا تبصرہ یاد آیا جو انہوں نے مرزا صاحب کے زور تحریر پر کیا یہ صاحب نوجوانی میں احمدی تھے بلکہ احمدیت کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ بعد میں آپ کی طرح فرنٹ ہو گئے اور دین کو بھی جواب دے دیا اور دہریہ منش ہو گئے۔ مرزا صاحب کے زور تحریر کا تذکرہ آیا تو فرمانے لگے کہ جس روانی اور زور سے مرزا صاحب وحی کی باریک سے باریک کیفیات کو بیان کرتے ہیں پڑھنے والے کو وہ اپنے ساتھ اُس عالم پر منتقل کر دیتے ہیں اور اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کے قلب پر بھی وحی کی کوئی تجلّی ہو۔

دعاوی کی بحث

معاف فرمایئے آپ نے بحث کے میدان کو "دعاوی" تک محدود کر کے وہی غلطی کی جس کی آپ نے احمدیت کے دوسرے موافقین و مخالفین سے شکایت کی ہے۔ آپ نے شکایت کی ہے کہ احمدیت کے متعلق جس قدر بحث ہوتی رہی ہے وہ غلط سطح پر ہوتی رہی ہے اور چند الفاظ اور اصطلاحات از قسم نبی، امتی نبی، ظلّی نبی، مجدّد، محدث وغیرہ کے ارد گرد گھومتی رہی ہے آپ نے بھی تو بحث کے لئے اسی سطح کو پسند فرمایا جو میرے نزدیک ایک بالکل ثانوی اور اتفاقی (accidental) حیثیت رکھتا ہے۔ مرزا صاحب کی عظمت اس میں نہ تھی کہ وہ ان مختلف امتیازی القاب سے نامزد کئے گئے بلکہ یہ القاب انہیں ان کی روحانی عظمت و بلندی کی وجہ سے ملے۔ اور اگر ان ناموں میں سے ایک بھی ان کے لئے استعمال نہ ہوتا تو بھی ایک حقیقت بین نگاہ میں ان کی عظمت میں کوئی کمی نہ ہوتی۔ بقول شیکسپیئر گلاب کے پھول کی خوشبو تو وہی رہے گی خواہ کسی نام سے اسے پکارا جائے۔

سب سے بڑا مقام انسان بننا ہے

ایک زمانہ ہوا میں نے انگریزی میں ایک مختصر سا کتابچہ لکھا تھا جس کا نام تھا "مرزا غلام احمد دی مین"۔ ...... Mirza Ghulam Ahmad The Man — ہمارے قادیان کے دوستوں نے اس پر شور بھی مچایا کہ یہ لو لاہوری جماعت کا حشر — مرزا صاحب کی نبوّت کا انکار کرتے کرتے اب مجددیت کو بھی جواب دے بیٹھے اور اب ان کے نزدیک [illegible] کر مرزا صاحب ایک "انسان" بن کر رہ گئے — مگر ہر کس بقدر ہمت اوست [illegible]

اور دعاوی اور پیشگوئیوں اور مباحثات میں پڑنے کی بجائے قابل توجہ چیز مرزا صاحب کی شخصیت تھی۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ آپ کا دل کن امنگوں، کن جذبات اور کن ولولوں سے لبریز تھا اور آپ کی شخصیت کا سب سے بڑا جذبۂ محرکہ کونسا تھا۔ اس کتاب میں مَیں نے یہی بتایا ہے کہ مرزا صاحب ایک جویائے حق تھے (Seeker after truth) آپ خدا کی تلاش میں اسی انداز اور ولولہ سے نکلے جیسے ایک سائنسدان کسی نئی تحقیق اور ایجاد میں لگ جاتا ہے۔ آپ نے اس تلاش میں باریک سے باریک عقلی اوزار بھی استعمال کئے اور صحیح سائنٹیفک سپرٹ میں بھی تجربات کئے۔ اور بالآخر خدا کو پا لیا۔ مرزا صاحب کی شخصیت صرف ان لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے جنہیں خدا کی تلاش ہے۔ ناموں میں کیا رکھا ہے؟ آپ مرزا صاحب کو جس نام سے چاہیں پکاریں۔ اصل چیز یہ ہے کہ وہ آئینۂ خدا نما تھا اور اس میں یقیناً بہت کچھ رکھا ہے۔

دعوےٰ نبوّت کس طرح؟

مگر میں وہ غلطی نہیں کرنا چاہتا جس کی آپ نے دوسروں سے شکایت کی ہے اور پھر خود بھی اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بعض "دعاوی" کے متعلق آپ نے جو بحث کی ہے میں اس میں اُلجھنا بے سود سمجھتا ہوں۔ یہ بحث ہماری جماعت اور قادیانی فریق کے درمیان بیالیس سال سے ہو رہی ہے مگر اس کا نتیجہ؟ آپ خود اس باہمی بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریروں میں ہر دو فریقوں کی پوزیشن کے لئے مواد موجود ہے۔ قادیانی دوست سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوٰی نبوّت کا تھا، لاہوری سمجھتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں دعوےٰ نبوّت نہ تھا۔ آپ خود جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اس سے معاملہ اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ہر دو فریق کی بحث پڑھنے کے بعد آپ کی رائے یہ ہے کہ نہ قادیانی قطعی طور پر ثابت کر سکے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ نبوّت کا تھا اور نہ لاہوری قطعی طور پر ثابت کر سکے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ حقیقی نبوّت کا نہ تھا — یہ منطق کمرہ عدالت کے لئے تو شاید موزوں ہو مگر عام سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر قادیانی آپ کے خیال میں دعوےٰ نبوّت کو قطعی طور پر ثابت کرنے سے قاصر رہے ہیں تو اور کیا چاہیئے۔ اس اعتراف کے باوجود آپ کس طرح مرزا صاحب کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرتے ہیں؟ اصل تحقیق طلب امر — کیا خدا مرزا صاحب سے ہمکلام ہوتا تھا؟

بہرحال میں لفظی نزاع میں پڑنا تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔ فیصلہ کا آسان طریق یہ ہونا چاہیئے کہ آیا مرزا صاحب

کو واقعی خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا یا نہ تھا۔ اگر تھا تو اس کا نام جو کچھ کوئی چاہے رکھ لے۔ اصل چیز جس پر احمدیت کے سوال کا فیصلہ ہونا چاہیئے وہ اسی قدر ہے کہ آیا بحیثیت امر واقعہ یہ صحیح ہے یا نہیں کہ مرزا صاحب سے خدا ہمکلام ہوتا تھا۔ اس پہلو پر کوئی روشنی نہیں ڈالی اور سارا انحصار الفاظ پر رکھا ہے۔ یعنی قرآنی الفاظ خاتم النبیین پر جن کا صحیح مفہوم فریقین میں معرض بحث ہے۔ ایک امر واقعہ کی تردید الفاظ سے کرنا وہی قصہ ہے جو زمانہ گذشتہ میں مغربی سائنس دانوں کے دو فریقوں میں اس بات پر گرما گرم بحث ہوتی رہی کہ آیا از روئے مسلمات سائنس مرغی کے دانت ہیں یا نہیں۔ مشہور سائنس دان بیکن نے اس بے سود بحث کو یہ کہکر ختم کر دیا کہ بھائیو معاملہ تو بہت سیدھا سادہ ہے۔ ایک مرغی پکڑ لو اس کا منہ کھول کر دیکھ لو کہ اس کے دانت ہیں یا نہیں۔ مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق تحقیق طلب امر یہ ہونا چاہیئے کہ آیا خدا ان سے واقعی ہمکلام ہوتا تھا؟ اس طرف نہ علماء آتے نہ دوسرے مخالفین۔ نہ آپ نے اس موضوع پر جو درحقیقت تمام ما بہ النزاع کی جڑ ہے خامہ فرسائی ضروری سمجھی۔

ختم نبوت کا نیا غیر اسلامی تصوّر

اس بارے میں آپ نے اپنی پوزیشن کی وضاحت یوں کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ وحی و الہام اور خوابوں کے قصوں اور بحثوں میں پڑنا تضیع اوقات ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے آپ نے ختم نبوت کا وہ جدید تصوّر پیش کیا ہے جس کے موجد علامہ اقبال تھے اور اس سے قبل تاریخ اسلام میں اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ علامہ موصوف نے کہاں سے یہ نیا تصوّر لیا یہ بجائے خود ایک لمبا موضوع ہے جس کے متعلق آپ جیسے کسی ذہین اور جرأت مند محقق کو ریسرچ کرنی چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ انسانی خودی کی نشو و نما میں وحی اور عقل کے مقام (functions) کے متعلق علامہ نے مغربی سائنس کے اصول ارتقاء سے تاثر قبول کیا ہے اور ایک ایسے نتیجہ پر پہنچے ہیں جس میں مغربیت زیادہ ہے اور اسلامیت کم۔

پرویزیت اور اقبالیت

آپ نے نہایت بسط و شرح سے یہ نیا تصوّر ایک پورے باب میں پیش کیا ہے اور اسے "نذر اقبال" کا عنوان دیا ہے۔ درحقیقت یہی تصوّر احمدیت کے خلاف آپ کے استدلال کی جان ہے۔ حیات و وفات مسیح، نزول مسیح، نزول مہدی۔ دجال، یاجوج ماجوج۔ ابن صیاد، دمشقی منارہ وغیرہ وغیرہ مسائل جو احادیث میں مذکور ہیں آپ کے نزدیک قصہ و افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ نے احادیث کے اس تمام انبار کو جو متفق علیہ ہیں بیک جنبش قلم مسترد کر دیا ہے، اور ایک نئے مفکر غلام احمد پرویز کو خراج عقیدت پیش کیا ہے کہ حدیث کے بارے میں انہوں نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ زمانہ حال کی سب سے بڑی اسلامی اصلاح ہے۔ مگر ختم نبوت کے مفہوم میں آپ نے پرویز صاحب سے بھی اختلاف کیا ہے اور علامہ اقبال کے تصوّر کو صحیح قرار دیا ہے۔ پرویزیت اور اقبالیت میں آپ نے یہ حد فاصل قائم کی ہے کہ پرویز صاحب تو زندگی کے اہم چوراہوں پر ہمیں قرآنی روشنی کے دست نگر بناتے ہیں اور علامہ اقبال کا تصوّر ختم نبوت انسان کے دل و دماغ پر اس آخری زنجیر کو بھی توڑ دیتا ہے اور اسے مکمل طور پر آزادی بخش کر صرف اپنی عقل و خرد کے پاؤں پر کھڑا کرتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ میں طوالت کی قباحت کے باوجود اس بارے میں آپ کے اپنے الفاظ نقل کر دوں:-

> "پرویز صاحب کا نظریہ نہ صرف علامہ اقبال کے عقیدہ کی غلط توجیہہ ہے بلکہ اس سے انسان اپنے فکر و عمل میں آزاد ہونے کی بجائے پہلے سے زیادہ پابندیوں میں جکڑا جاتا ہے بظاہر پرویز صاحب (مذہبی) پیشوائیت کے خلاف ہیں لیکن حقیقتاً ان کی تعلیم ایک جدید اور نہایت سخت گیر پیشوائیت کی بنیاد ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے بعد ہماری "احتیاج فقط یہ ہے کہ شاہراہ زندگی میں جہاں جہاں دوراہیں آئیں وہاں نشان راہ (sign posts) نصب ہوں، جن پر واضح اور بیّن الفاظ میں یہ لکھا ہو کہ یہ راستہ کدھر جاتا ہے۔ اور دوسرا راستہ کدھر" اب صورت یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحے ہم ایک دوراہے سے دوچار ہیں۔ sign posts سے پرویز صاحب کی مراد قرآنی آیات ہیں لیکن کیا ان sign posts پر کوئی واضح اشارہ موجود ہوتا ہے؟ اس پر ہم متفق ہیں کہ قرآنی آیات میں جو ہدایت درج ہے وہ واضح اور بیّن ہے۔ خود قرآن کا دعوےٰ یہی ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ بیشتر آیات کے جو معانی پرویز صاحب کرتے ہیں وہ آج تک کسی نے نہیں کئے اور قرآن کے ظاہری سیاق و سباق اور تاریخی پس منظر کے سراسر خلاف ہیں۔ اس صورت میں اگر پرویز صاحب کے معانی درست ہیں تو قرآنی آیات ایک ایسا sign post ہے کہ جن کی عبارت سمجھنے کے لئے ہر وقت ایک مذہبی رہنما کی ضرورت قائم رہے گی۔ بلکہ اس صورت میں بہتر یہی ہوگا کہ یہ رہنمائی ایک نبی کے ذریعے کی جائے تاکہ گو قرآن کے معنی ہماری عقل کے مطابق نہیں ہیں تو کم از کم ہمیں یہ تو تسلی ہو کہ ان معانی کی تائید وحی سے کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک درست صورت یہ ہے کہ ختم نبوت کی تکمیل پر انسان مکمل طور پر آزاد ہے جس طرح راستہ پر چلنا اس کے اختیار میں ہے اسی طرح sign posts قائم کرنا بھی اس کا اپنا کام ہے۔ جو خیال اس صورت حال کے خلاف ہے۔ وہ لازماً اس حد تک نظریۂ ختم نبوت کے خلاف ہے"

اقبال ازم میں وحی سے مکمل آزادی

میں سمجھتا ہوں علامہ اقبال کے جدید تصوّر ختم نبوت کی یہ بالکل صحیح تشریح ہے، میں نے خود اسی وقت اس سے یہی کچھ سمجھا تھا جب علامہ موصوف نے اپنے رسالہ "احمد ازم" میں یہ تصوّر پیش کیا اور اخبار "لائٹ" میں جس کا میں اس وقت بھی ایڈیٹر تھا یہی لکھا تھا کہ علامہ کا تصوّر ختم نبوت خود قرآن پر بھی خط تنسیخ کھینچتا ہے۔ اس وقت ہمارے اقبالی دوستوں کے حلقہ پر ہماری یہ تشریح قدرے گراں بھی گذری کیونکہ مسلمان خواہ وہ کس قدر بھی ترقی پسند اور "آزاد منش" ہو قرآن کے جوئے کو اپنی گردن سے اتار پھینکنے کی جسارت نہیں کر سکتا جو اقبالی تصوّر ختم نبوت کا لازم و ملزوم ہے۔ مگر جیسے آپ نے علامہ اقبال کے حوالہ سے ایک اور سلسلہ میں لکھا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اپنی جڑ سے۔ آپ کا یہ اعلان کہ ختم نبوت کے معنی وحی سے انسانی عقل و فکر کی مکمل آزادی ہے خواہ وہ قرآنی ہو یا کوئی جدید وحی اس درخت کا پھل ہے جس کا نام بوزن "احمد ازم" "اقبال ازم" رکھنا بیجا نہ ہوگا۔

احمدیت — طوفان مخالفت کی لہروں پر ایک چٹان

حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کی مخالفت کی آخری خندق وہ انداز فکر ہے جو "اقبال ازم" یا اقبالیت کے نام سے مروج ہوتا جاتا ہے۔ "ملا ازم" (ملائیت) خود ایک طبعی موت مر چکی ہے اور مر رہی ہے۔ سیاسی نعرہ بازوں کی مخالفت بھی جو احرار کی صورت میں طوفان بن کر اٹھی تھی احمدیت کے درخت کو جڑوں سے ہلا نہ سکی۔ مولانا مودودی کا معجون مرکب بھی جس نے "مذہبی سیاست" یا "سیاسی مذہب" کی شکل اختیار کی احمدیت کا نعم البدل نہ بن سکا۔ احمدیت کا درخت باوجود طوفان مخالفت کی یکے بعد دیگرے لہروں کے ایک چٹان کی طرح بدستور قائم ہے اور اصلها ثابت کا نظارہ پیش کر رہا ہے۔

اقبال کا لادینی فلسفہ

اس میں کلام نہیں کہ اس وقت احمدیت کا اگر کوئی قابل ذکر مد مقابل باقی ہے تو وہ "اقبال ازم" ہے جس نے روشن خیال طبقہ پر، ان جدید نظریات حیات نے بالخصوص بڑی مضبوط گرفت حاصل کی ہے جنہوں نے علامہ اقبال کے "پیغام" سے جنم لیا ہے۔ پیغام کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے علامہ اقبال کی حیثیت بتدریج ایک پیغمبر کی ہوتی جاتی ہے۔ اقبال کے متعلق شاعر کا یہ قول ہے "پیغمبری کرد و پیامبر نتواں گفت" ایک حقیقت بن رہا ہے۔ یہ نیا "پیغام" کیا ہے اس پر یہاں کسی تفصیل سے لکھنا نہ ممکن ہے نہ ضروری۔ اس کا ایک جزو جو انسان کی

... رکھا ہے مگر اس کا
دوسرا پہلو جو فلسفۂ خودی ہی میں غلو پر مشتمل ہے پیغام اقبال کے ڈانڈے اسلام کی بجائے مغربیت سے ملا دیتا ہے اور انسان کو آسمانی روشنی کے خارجی سہارے سے مستغنی کر کے اپنی ذہنی صلاحیتوں (~~~~~~) کے سہارے سفر کرنا چاہتا ہے بالفاظ دیگر علامہ اقبال کا فلسفہ خودی مسلمانوں کو اس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے جو مغرب نے سیکیولرازم (Secularism) کے نام سے صدیوں قبل اختیار کی۔ یہ وہ چیز ہے جس پر اب مغرب خود پشیمان ہے اور برملا کہہ رہا ہے کہ ہماری تہذیب کی تباہی کے جرم اسی نئے نظریہ سیکیولرازم میں پرورش پا رہے ہیں جس کو ایک بت بنا کر ہم پوجتے رہے ہیں اور جب تک ہم دوبارہ آسمانی روشنی کو جو الہامی مذاہب لیکر آئے مشعلِ راہ نہ بنائیں گے ہماری تہذیب تباہی سے بچ نہیں سکتی۔

سیکیولرازم اور وحی و الہام

ملک صاحب مکرم۔ آپ نے ختم نبوت کے بعد وحی و الہام کے سلسلہ کو ترقیٔ معکوس قرار دیا ہے۔ مگر جن کی (یعنے مفکرین مغرب کی) نادانستہ اتباع میں آپ نے ایسا کیا ہے وہ سیکیولرازم پر صدیوں کے تجربہ کے بعد ترقیٔ معکوس کا فتوےٰ دے رہے ہیں، وہ علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ الہامی عنصر کو اپنی زندگی سے خارج کر کے ہم نے سمجھا تھا کہ ہم ایک قدیم جہالت سے ترقی کی طرف قدم اُٹھا رہے ہیں۔ مگر جس سیکولرازم کو ہم اپنی نجات سمجھتے تھے وہ ایک سراب ثابت ہوا اور زندگی کی بقا اور بالیدگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کا رشتہ ان روحانی سرچشموں سے نہ جوڑا جائے جو بانیان الہامی مذاہب نے تلاش (~~~~~~) کئے۔ عقل اور وحی اور انسانی تمدّن کے ارتقاء میں ہر دو کا مقام ایک لمبی بحث چاہتا ہے، یہ دونوں انسانی نشوونما کے لئے ضروری ہیں، اسلام میں سیکیولرازم، اور روحانیت علیحدہ چیزیں نہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے اس پر جو روشنی ڈالی ہے صرف اسی سے ان کا عالی مقام بخوبی ظاہر ہوتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ جس سرچشمہ سے وہ روشنی لے رہے ہیں وہ کوئی اور ہی ہے ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بہ خلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ زلالِ محمدؐ است

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کا لیکچر

۱۶ مارچ ۵۸ء بروز اتوار بوقت ۴ بجے شام مسلم ہائی سکول ملا احمدیہ بلڈنگس لاہور میں "تحریک احمدیت کا پیغام اور اس کے مستقبل پر ہوگا" اس موقع پر چائے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے احباب جماعت اور خصوصاً نوجوانوں سے پرزور درخواست ہے کہ اس میں شرکت فرمائیں۔ سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

…مائے کرام کی خدمت میں چند گذارشات

از قلم الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۱۴)

اسلامی جماعت کا حسرتناک انجام

جماعت اسلامی صالحیت کا نعرہ لیکر اُٹھی تھی۔ اسے اعتدال کے راستہ پر چلایا گیا تھا۔ ابتداء میں تکفیر بازی اور فرقہ سازی سے اُسے الگ رکھا گیا تھا۔ نہایت شاندار لٹریچر اسلام کی تائید میں اس جماعت نے لکھا۔ اور شائع کیا اسلام کی فی الواقع بڑی خدمات ان لوگوں نے انجام دی ہیں۔ مگر بالآخر یہ بھی جذبات کی رَو میں بہ گئی۔ سیاسی اقتدار کی ہوس نے اس کی قیادت پر غلبہ حاصل کر لیا۔ گندی سازشوں میں اس نے حصہ لینا شروع کر دیا۔ احرار جیسی بدنام جماعت کے شور شرابا سے اس نے خیال کر لیا کہ شاید وہ دوبارہ زندہ ہو کر عوام پر چھا جائے گی۔ اور یہ لوگ پیچھے رہ جائیں گے۔ اس نے بھی وہی ادنیٰ حربے اختیار کرنے شروع کر دیئے۔ احرار کا عمل پر ہ گرام مسلمانوں کو مشتعل رکھنا تھا۔ اس جماعت نے بھی اپنے تمام ذرائع وسائل اور پروپیگنڈہ کی تمام مشینری مسلمانوں کو مشتعل کرنے پر لگادی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا۔ گھر گھر فساد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور پبلک کا امن خطرہ میں پڑ گیا، مارشل لاء نافذ ہوا اور تحقیقاتی عدالت نے تمہارے تمام علماء کو عریاں کر کے رکھ دیا۔ اور سوائے ناکامی، محرومی، یاس اور حرماں کے مولویوں کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ جب ہر طرف ناکامی و نامرادی کے بادل چھا گئے۔ تو اسلامی جماعت نے تمام علماء اور قائدین کو مخاطب کر کے مسئلہ قادیان کے حل کے متعلق ۵۴-۲-۴ کو نعیم صدیقی مدیر چراغ راہ کے قلم سے جو اس وقت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے دستِ راست ہیں۔ یوں اعلان کیا۔

"جو نیلے طریق کار کی ناکامی کے بعد اب مسئلہ (تحریک احمدیت کو مٹانے کا مسئلہ) کو صحیح طریق سے حل کرنے کے لئے یہی ایک طاقت یعنی (اسلامی جماعت ناقل) باقی ہے۔ اور ایسا کام کرنے کا چانس اس کے لئے ہے"۔

یعنی اب اعتراف کر لیا گیا ہے۔ کہ پاکستانی علماء ......
..... کے تمام شورش پسند عناصر احمدیت سے متصادم ہو کر ناکام ہو چکے ہیں۔ اور اُن سے آیندہ کسی کام کی کوئی امید باقی نہیں رہی، اب جماعت اسلامی ہی ایک قوت اور طاقت ایسی ہے۔ جو احمدیت سے نبرد آزما ہو کر اسے مٹا دیگی۔ مگر آہ! یہ جماعت بھی اب حسرتناک انجام کو پہنچ رہی ہے۔ ہم اپنے الفاظ میں اسے بیان نہیں کر سکتے۔ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی جو جماعت کے رُوحِ ناطقہ تھے۔ اپنا چشم دید حال یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ اسے پڑھئے اور خون کے آنسو بہائیے۔ مولانا مودودی صاحب کی خود رائی اور اس جماعت کی حالت کو وہ اپنے استعفیٰ کی وجوہ بیان کرتے ہوئے یوں ظاہر فرماتے ہیں:

"آپ (مولانا مودودی۔ ناقل) کے اس نقطۂ نظر سے اُن چند لوگوں کے سوا جو آپ کی رائیوں سے اپنی رائے بناتے ہیں۔ شوریٰ کے تمام صاحب فکر ارکان نے اختلاف کیا۔ انہوں نے آپ کے نقطۂ نظر کے برعکس جائزہ کمیٹی کی خدمات کو سراہا۔ رپورٹ کی اہمیت کا اظہار کیا۔ اور اس کے ذریعہ سے جماعت کی جو تشویشناک تصویر سامنے آئی تھی۔ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی دعوت دی۔ سلطان صاحب کو تقریر کرتے وقت میں نے پہلی بار جماعت کی حالت پر پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا اور اُن کے رونے نے بہتوں کو رلایا۔ غازی صاحب اس قدر روئے۔ کہ اسی حالت میں ان پر دل کا دورہ پڑا .... ہا۔ اور ان پر تشنج کے ایسے سخت حملے ہوئے کہ ہم اُن کی زندگی سے مایوس ہو گئے رات کے بارہ بجے ڈاکٹر بلانا پڑا۔ میں نے یہ ماجرا شوریٰ کی پوری تاریخ میں .... پہلی بار دیکھا میری اور میری طرح شوریٰ کے اکثر ارکان کی رائے یہی تھی کہ یہ تاثر اس صورت کا پیدا کردہ ہے۔ جو جائزہ کمیٹی کی رپورٹ سے سامنے آئی تھی"۔

واضح ہو کہ شوریٰ نے جماعت کی عام حالت کا جائزہ لینے کے لئے جماعت کے ذمہ دار ترین ارکان پر مشتمل ایک جائزہ کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس نے تمام جماعتوں میں دورہ کر کے جماعت کی عام حالت کا جائزہ لیا۔ اور اس کے متعلق اپنی مفصل رپورٹ لکھی یہ وہی رپورٹ ہے، جسے پڑھکر خود جائزہ کمیٹی کے ارکان کو دَورے پڑ رہے ہیں اور وہ رو رو کر اور چیخ چیخ کر اپنے امیر کو بتلا رہے ہیں۔ کہ جماعت کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ جس گندی سیاست سے اسے آلودہ کر دیا گیا ہے۔ وہ اسے تباہی اور بربادی کے کنارے پر لے آئی ہے یہ وہ فعال اور صالح جماعت ہے۔ جو اصلاحِ خلق کی دعوت لے کر اُٹھی تھی۔ اور چونکہ مجدّد وقت کی تردید اس نے اپنے پروگرام میں داخل کر لی۔ مجدّد کو مبعوث کرنیوالا خدا بھی انتقام لیتا اُسے اس کے افعال کا مزہ چکھانے لگ گیا۔ اگر اس نے اپنی روش کو نہ بدلا۔ تو خدا بھی اپنی روش کو نہ بدلے گا۔ اور نتیجہ جلد ہی دنیا کے سامنے آجائیگا ....

خلاصۂ گفتگو

میرے بزرگو اور قوم کے رہنماؤ۔ میں نے آپ کے سامنے تحریک احمدیت کی خصوصیات رکھ دی ہیں۔ میں نے قرآن کریم کی آیات سے حضرت مسیح کی وفات کی اصل حقیقت آپ عیاں کر دی ہے۔ آنے والے مسیح اور جانے والے مسیح کے تفاوت کو آشکار کر دیا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث کی صحیح تطبیق صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے، کہ جانیوالے مسیح کو جو عظیم الشان نبی تھا۔ وفات یافتہ مان لیا جائے۔ اور اس کے بعد نزول کو ممتنع الوقوع تسلیم کر لیا جائے اور اس کی بجائے اس امت کے کسی ولی اللہ کو مجدد کے منصب پر قائم سمجھ کر مسیح اول کی روحانی خصوصیات کا حامل قرار دے کر مثیل مسیح کی شکل میں تسلیم کر لیا جائے۔ تا کہ حالت منتظرہ ختم ہو۔ تا آسمانی نشانات جو آثار میں مذکور ہیں، اپنے اعجازی نشان کی جلوہ نمائی کرنے لگ جائیں۔ اور کسوف قمر اور خسوف شمس کے جو دو نظارے ایک ہی مقدس ماہ رمضان میں حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوئے، صداقت کے دو آسمانی گواہ مان لئے جائیں۔

حدیث مجدد کی جو تخفیف علماء کی طرف سے آج تک ہوتی چلی آئی ہے۔ اپنی اصلی حقیقت میں تسلیم کر لی جائے۔ تا اس صدی کا واحد مجدد جس کے تجدیدی کارنامے مشرق و مغرب میں شاندار نتائج پیدا کر رہے ہیں۔ پورے جلال و جمال سے اپنی مسند رشد و ہدایت میں بیٹھ کر تسخیر عالم کا کام زیادہ مؤثر پیرایہ اور زیادہ سرعت سے کرنے لگ جائے اور آپ حضرات بھی تعاونوا علی البر کے ماتحت اس کی معیت اور رفاقت میں تکفیر کے کام کی بجائے تسلیم اپنی زندگی کا مشن بنا لیں۔ اور دنیا کی تخریبی طاقتوں سے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے ماتحت برسر پیکار ہو جائیں اور الحاد، زندیقیت و کفر اور ارتداد جیسے فتنوں کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکیں، اور پیاسی اور مرجھائی ہوئی درماندہ اور خستہ حال افسردہ خاطر اور بے روح دنیا کو روحانیت کے سرچشموں سے سیراب کرنے لگ جائیں تا اقوام اور افراد کے دشمن نہ رہیں، انسانیت اور ایک خاندان کی شکل اختیار کر لے بھائی بھائی کے لئے جان تک قربان کرنے کو تیار ہو جائے۔ اور جس طرح تمام کائنات پر ایک خالق کی حکومت ہے تمام انسانیت ایک ہی اسلامی جھنڈے کے نیچے پناہ گزین ہو جائے۔ اور قرآن کی حکومت عالمگیر طور پر قبول کر لی جائے، اور مشرق و مغرب، احمر و اسود اور امیر و غریب کے امتیازات مٹ جائیں۔ اور انسانی اخوت، حریت اور مساوات کا نیا دور شروع ہو جائے، جہاں جنگ و جدال ایک داستان پارینہ بن کر رہ جائے اور امن و آشتی صلح و محبت کا سورج پورے آب و تاب سے چمکنا شروع ہو جائے اور روحانیت کا وہ عظیم الشان نیر جو ہمیشہ مشرق سے طلوع ہوتا رہا اب مغرب سے طلوع کرے۔ تا کہ فرمودہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم پورا ہو۔ اے خدا! ایسا ہی کر اور جلدی کر تا انسانیت خون کی ہولی کھیلنے سے باز آ جائے۔ اور تیرے آسمانوں کی سیر کرنے کی تمنا کرنے والا۔ حوصلہ مند اور بلند خیال انسان امن کا پیغام پستیوں سے بلندیوں کی طرف لے جائے۔ اور اس کی ایجاد کردہ جملہ اختراعات اور سائنس کے کامیاب تجربات امن عالم کو قائم کرنے اور اسے استقلال بخشنے میں صرف ہوں۔ نہ کہ کرۂ ارض کو توڑنے پھوڑنے، پاش پاش کرنے اور اسے فتنہ و فساد کی ہولناک آگ میں بھسم کر دینے میں استعمال ہوں۔ یہ کام اسلام اور صرف اسلام کی روحانی تعلیمات سے ہی سر انجام پا سکتا ہے۔ اور آپ حضرات اس طرف متوجہ ہوں تو اس جہان کی کایا پلٹ سکتے ہیں!

تحریک احمدیت کا پیغام

احمدیت امن عالم کی ضامن ہے۔ یہ تحریک جمال و استدلال ہے یہ دماغ کو بھی اور دل کو بھی اپیل کرتی ہے، یہ بندہ کو خدا سے ملاتی اور انسانوں میں آشتی قائم کرتی ہے۔ اس کے اندر عظیم الشان قربانی کا درس ہے، اس کے ماننے والے پاکستان میں بیٹھے افریقہ، یورپ اور امریکہ کے باشندوں کی اصلاح کی فکر کرتے ہیں۔ انسانیت کو اسلام کی نعمت سے متمتع کرنے کے لئے اپنی زندگیاں اور اپنا آرام اپنا مال اور اپنی قوتیں بدریغ صرف کرتے ہیں۔ اس تحریک کے اندر داخل ہو کر انسان خدا کے قرب کو حاصل کر لیتا ہے اور اس کا ایمان اپنے خالق پر بڑھ جاتا ہے، وہ غلبۂ اسلام کی خوابیں دیکھنے لگ جاتا ہے اسے اخوت انسانی کے آنے والے جلوؤں کی تصویریں دکھائی جاتی ہیں۔ وہ خدا سے ہمکلام ہونے لگتا ہے۔ اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں خدا بسنے لگتا ہے۔ وہ مصیبت کے وقت خدا کی گود میں جا گرتا ہے۔ جو اسے ظالموں کے مظالم اور جفاکاروں کی ستم آرائیوں سے پناہ دیتا ہے۔ یہ تحمل و بردباری انکسار اور عبودیت کی تحریک ہے۔ یہ سرکش انسان کو خدا کی چوکھٹ پر سجدہ ریز کراتی ہے۔ اور غصہ کو محبت میں عجلت کو اعتدال میں سرکشی کو حلم میں تبدیل کر دیتی ہے تبلیغ اسلام کی یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے۔ جو ایمان کو ثریا سے واپس لانے کے لئے خود خداوند عالم نے منظم کی ہے۔ آؤ ہم سب اس میں شامل ہو کر تمام انسانوں کو حلقہ بگوش اسلام بنا دیں۔ ہم خوب جانتے ہیں، کہ جب ہم اس تحریک کا ذکر کرتے ہیں، تو آپ حضرات مرزا بشیر الدین محمود کے تخریبی عقائد اور اس کے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے والے عزائم کا بھی تصور دماغ میں لے آتے ہیں۔ ہمیں تسلیم ہے، کہ خلیفہ ربوہ نے اس تحریک کو بدنام کر دیا ہے اس کے پھیلائے ہوئے اصولوں نے اس تحریک کے دامن کو داغدار کر رکھا ہے جس طرح مسیح اول کے پیرؤوں کی غالب اکثریت نے اس عاجز انسان کو الوہیت کے تخت پر بٹھا کر اسے خدا کے حضور شرمسار کر رکھا ہے، بعینہ اسی طرح اس مسیح ثانی کے عقیدت مندوں کی اکثریت نے اس پاک انسان کو بدنام کیا انہوں نے اس سے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

پکارنے والے مجدد کو نبوت کی خلعت پہنا کر ختمیت مآب کے دربار میں رنجیدہ خاطر اور افسردہ دل بنا کر بٹھا رکھا ہے ہم گواہی دیتے ہیں، کہ اس اللہ کے بندہ کا دامن دعوے نبوت سے پاک ہے۔ اس کے جسم کا لخت لخت اور اس کی روح کا ذرہ ذرہ امتیت کا مظہر ہے۔ اس کی کتب اس کی تصانیف اس کے مضامین اس کے مقالات اس کے اقوال اس کے ملفوظات اور اس کے مکتوبات میں اس کے دل کے درد اور اس کی روح کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ میں نبی نہیں ہوں۔ نہیں ہوں، نہیں ہوں۔ امتی ہوں امتی ہوں، امتی ہوں، جس طرح مسیح اول پکار پکار کر کہتا رہا۔ کہ خدا ایک ہے۔ واحد ہے لم یلد ولم یولد ہے مگر ظالموں نے ایک نہ سنی۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ خدا کا بیٹا ہے۔ خدا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح اس مجدد کے ماننے والوں نے بھی از راہ افراط اسے نبی بنا دیا۔ اور ایک خطرناک ظلم کا ارتکاب کیا۔ مرزا صاحب کا اس میں کوئی قصور نہیں ؎

میرے ساقی نے عطا کی ہے مئے بے دُرد و صاف
رنگ جو کچھ دیکھتے ہو میرے پیمانے کا ہے

آؤ ہم تمہیں اس مجدد کی آوازیں سنائیں وہ کس طرح اپنی ذات کے متعلق فریاد کرتا ہوا اعلان پر اعلان کرتا ہے:۔

"افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوے کیا ہم تو تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں"

(کتاب البریہ صفحہ ۱۸۲)

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے:۔

"لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اس کا کوئی اصل ہے اس کو انہوں نے صرف اس لئے تراشا ہے تاکہ لوگوں کو تکفیر اور گالی اور لعن طعن پر اکسائیں"

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے:۔

"جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبی اور رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں"

(ایک غلطی کا ازالہ)

پھر فرمایا:۔ "ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے یہ ان کا سراسر افترا ہے"

ان کا ارشاد یوں بھی ہے:۔

"اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوے کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لاتا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت کی اتباع

صلعم کی اتباع سے ملا ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح۔"
(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۸)

یاد رہے کہ حقیقت الوحی حضرت مرزا صاحب کی آخری تصنیف ہے۔

مورخہ ۷ راگست ۱۸۹۹ء کو حضرت مرزا صاحب نے نواب صاحب مالیر کوٹلہ کو ایک خط لکھا تھا جو انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع شدہ کتاب "مکتوبات" میں درج ہے۔ اس میں حضرت صاحب نے نہایت درد بھرے دل سے اپنے مافی الضمیر کو کھول کھول کر بیان کیا ہے اور لفظ نبی کے استعمال کی بار بار وضاحت فرمائی ہے۔ اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

"وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے حقیقی نبوت اور رسالت مراد ہے"

آگے چل کر اس کی یوں تشریح فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں"

پس حضرت صاحب کا سب سے بڑا دعوےٰ اور سب سے بڑی فضیلت اس میں ہے کہ وہ دین اسلام کے خادم ہیں۔ اب خدمت اسلام ہی انسانیت کے لئے سب سے بڑی فضیلت ہے اسی خط میں اس کی مزید توضیح یوں فرماتے ہیں:۔

"نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں اور رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق معارف کو بیان کرنا سو اس حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنی کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں، کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوٰے بالمقابل نہیں ۔ ۔ ۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے"

اس وضاحت کے بعد حضرت مرزا صاحب کے خلاف زبان طعن دراز کرنا شیوۂ اہل حق نہیں۔

پس اہل علم حضرات سے استدعا ہے کہ وہ علم کی عینک سے اس تمام مسئلہ کو دیکھیں اور یقین کر لیں کہ حضرت مرزا صاحب صرف خدمت دین کے لئے مامور ہو کر آئے ہیں اور اس سے بڑھکر ان کا کچھ دعوٰی نہیں، اور خدمت دین کرنے والے ہی اس امت میں ولی، قطب، ابدال، غوث، مجدد، محدث، مہدی اور مسیح کہلا سکتے ہیں۔ یہ سب فضیلتیں اور یہ سب القابات خدمت دین کے صلہ ۔ ۔ ۔ میں مقربین الٰہی ۔ ۔ ۔ کو ملتے ہیں مجازات اور استعارات سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے ان کا استعمال دنیا کے تمام لٹریچر میں موجود ہے خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی مجاز کے استعمال نے عیسائیوں کو گمراہ کیا اور وہ مسیح کو حقیقی معنوں میں خدا کا بیٹا سمجھنے لگ گئے اور اسی سے قادیانیوں کو ٹھوکر لگ گئی۔ اسی کو صحیح نہ سمجھنے سے راجچندر اور کرشن الوہیت کی گدی پر بٹھا دیئے گئے اور اسی وجہ سے بدھ کی پرستش شروع ہو گئی۔ یہ علم کا زمانہ ہے اور تحقیقات کا دور ہے اب انسان ترقی کے ایسے مقام تک پہنچ گیا ہے کہ اسے ان مجازات اور استعارات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے، کیا آپ ان قادیانیوں کو نہیں دیکھتے کہ ایک طرف تو حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اذانوں میں نبوت محمدیہ کی شہادت دیتے ہیں، نمازوں میں خدا کی توحید اور رسالت محمدیہ کا اقرار کرتے ہیں۔ عمل شریعت محمدیہ پر کرتے ہیں نماز بھی محمدؐ کی بتلائی ہوئی پڑھتے ہیں، محمدؐ کے بعد کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ محمدؐ کی مقرر کردہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ محمدؐ کے بیان کردہ احکام کے ماتحت روزے رکھتے ہیں، قربانیاں کرتے ہیں، وصیتیں کرتے ہیں میراث تقسیم کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو عملاً صرف خادم دین ہی کا مقام بخشتے ہیں یہ نادان دوست سخت غلطی خوردہ ہیں، ذرا سی تبدیلیٔ نگاہ کی ضرورت ہے، وہ تبدیلی ان کے قائد یعنی خلیفہ بشیر الدین محمود احمد صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں صاف الفاظ میں کر دی ہوئی ہے۔ اصل قصہ تو ختم ہو چکا ہے۔ البتہ جماعت کو ابھی اپنے زیر نگیں رکھنا مقصود ہے۔ اس کے اپنے علی الاعلان مشتہر کردہ موقف کے خلاف کبھی کبھی ربوہ کے عمائد پرانی لکیر کو پیٹتے رہتے ہیں۔ مگر اب جماعت کے اندر ایک زبردست تحریک موجود ہے۔ توجہ کی لہریں اٹھ رہی ہیں، اور انقلاب کے آثار نظر آنے لگے ہیں بیرونی دنیا کو ابھی تک قادیانی عوام تک رسائی نہیں۔ ان سے نفرت کرنے کی بجائے اس سے محبت سے پیش آنا چاہیئے۔ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی بجائے انہیں اپنا دینی بھائی سمجھنا چاہیئے اور رشد و ہدایت، تلقین و تبلیغ سے انکی غلطیوں کو دور کرنا چاہیئے۔ وہ صرف غلطی خوردہ ہیں، ان کے دلوں میں اسلام کے لئے بڑی غیرت ہے۔ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی ہیں وہ حضرت مرزا صاحب پر اس لئے فدا ہیں کہ مرزا صاحب نبیٔ عربی پر فدا تھے۔ آپ امت کے ان مفید اعضا کو کیوں کاٹ دینا چاہتے ہیں، اس کا ذرا سا علاج ہو جائے تو یہ اسلام کے عظیم الشان سپاہی بڑی بڑی معرکۃ الآرا لڑائیاں لڑیں گے اور اسلام کے غلبہ اور فتح کے لئے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیں گے بلکہ دے رہے ہیں۔ اب ہمیں اپنے ان ربوی دوستوں سے چند باتیں کرنی ہیں اس کے بعد ہم اپنے اس مضمون کو ختم کر دیں گے۔

علمائے ربوہ سے چند باتیں

اے علمائے ربوہ آپ بھی ذرا ٹھنڈے دل سے اپنی حالت پر غور کریں۔ آپ حضرت مسیح موعود کے پیغام کو دنیا کے کنارے کنارے پہنچانے کے لئے ایک منظم جماعت میں داخل ہوئے، حضرت صاحب کو فوت ہوئے بھی نصف صدی گذر رہی ہے کیا آپ نے اس عرصہ میں محسوس نہیں کیا۔ کہ حضرت صاحب، کی اصل تعلیمات کو دنیا طوعًا و کرہًا مان رہی ہے

کیا حضرت مسیح کے متعلق عقیدۂ حیات کو زندہ رکھنے کے لئے عالم اسلامی میں کوئی گرم جوشی ہے؟ کیا کیا تمام اہل شعور طبقہ اس عقیدہ سے دستبردار نہیں ہو گیا؟ کیا مسیح کی آمد ثانی کا کہیں بھی کوئی انتظار ہے؟ گذشتہ صدی کے بڑے بڑے صلحا موجودہ صدی کی نشاندہی کر کے اعلان کر چکے ہیں۔ کہ یہ صدی مسیح کی آمد کی صدی ہے۔ اس صدی کے گذرنے کو اب ایک چوتھائی حصہ رہ گیا ہے۔ اور دنیا نے مسیح کی آمد ثانی کے لئے آسمان کی طرف دیکھنا بند کر دیا ہے۔ اس طرح حدیث مجدد کے ماتحت اس تمام صدی میں حضرت مرزا صاحب کے سوا کوئی دعوے دار مجددیت نہیں۔ ہمارے چیلنجوں کے باوجود کسی مصلح کو مجدد ہونے کا دعوے نہیں ہے۔ درحقیقت حضرت مرزا صاحب کی اس پوزیشن کو منطقیانہ طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے دنیا اس بات کو بھی تسلیم کر چکی ہے۔ کہ تبلیغ اشاعت کا اصل کام صرف تحریک احمدیت ہی سے سرانجام پا رہا ہے آپ کے جہاد کا نظریہ بھی اب باطل قرار دیا جا چکا ہے تمام عالم اسلامی کا عمل مرزا صاحب کی تعلیم پر ہے۔ مذہب کے نام پر اب کوئی جہاد کہیں بھی نہیں ہو رہا۔ اور نہ ہی ایسے جہاد کا اب کوئی امکان نظر آتا ہے، جہاد بالقرآن کی ضرورت ہر جگہ محسوس ہو رہی ہے، اب ہماری مساجد اور مکاتب میں قرآن کریم کے باقاعدہ درس دیئے جا رہے ہیں۔ ان درسوں کی ابتدا کرنے والے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ یہ تمام وہ امور ہیں جنہیں دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہو چکی ہے۔ مگر جس طرح قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے کہ نافع الناس تحریک کو زندہ رکھا جاتا ہے۔ اور مضر چیز کو جھاگ کی طرح بٹھا دیا جاتا ہے یا جس طرح کلمہ طیبہ کی جڑیں مضبوط کر دی جاتی ہیں۔ اور کلمۂ خبیثہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا عقائد کو پائداری حاصل ہو چکی ہے، مگر اجرائے نبوت کے اور تکفیر اہل قبلہ کے گھناؤنے عقائد کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پائی جاتی ہے دلوں میں ان باطل عقاید کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ انکار ہے، تحقیر آمیز اباحت ہے۔ طبائع میں ان عقائد کے متعلق اشتعال پیدا ہو جاتا ہے۔ فسادات پنجاب کے بعد آپ کے ذہین خلیفہ اور آپ کی جماعت کے پیروکاران نے نہایت عقلمندی سے تحقیقاتی عدالت میں یہ بیان دے کر جان چھڑائی۔ کہ ہم کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے اور کفر دون کفر کی اصطلاح بیان کر کے منکرین حضرت صاحب کو بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار نہ دے کر صلح و آشتی کی طرف ایک قدم بڑھایا اسی طرح یہ بیان کر کے کہ غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ایک فتوے بھی آپ کو دستیاب ہو گیا ہے جس سے جواز جنازۂ غیر احمدی ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے منافرت کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ یہی فتوے آپ کو ۱۹۱۵ء میں بھی دستیاب ہوا تھا۔ اور اس وقت بھی آپ کے خلیفہ صاحب نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر افسوس ۱۹۱۵ء سے لے کر ۱۹۵۳ء تک اس پر غور کرنے کی ان کو فرصت نہیں ملی۔ اب ۱۹۵۸ء ہے۔ آپ خلیفہ صاحب سے مطالبہ کریں۔ کہ خدارا ایسے اہم مسئلہ پر آپ غور کیوں نہیں فرماتے۔ **آپ لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اپنی مشاورت میں اس معاملہ کو پیش کر کے اس کا فیصلہ چاہیں**، وگرنہ دس بیس برس کے بعد پھر آپ کو یہ فتوے یاد آ جائے گا۔ اور سہ بارہ اس پر غور کرنے کا وعدہ کرنا پڑے گا۔

یاد رکھئے تکفیر اہل قبلہ کا عقیدہ پنپ نہیں سکتا ختم نبوت کے بعد اجرائے نبوت کا عقیدہ آسمان پر مردود ہے اس لئے زمین اسے قبول نہیں کر سکتی ان دونوں باطل عقیدوں کو ترک کر دیجئے اور آج تحریک احمدیت کے لئے فضا سازگار ہو جائے گی۔ آپ کی جماعت لاہوری جماعت سے زیادہ ہے۔ لوگ آپ کی عددی کثرت کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں اور اس سے حضرت مرزا صاحب کی شخصیت پر زد پڑتی ہے۔

ربوہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل جائیں

اب وقت ہے کہ آپ ایک جرأت آمیز قدم اٹھائیں، آپ کے خلیفہ صاحب کی زبردست شخصیت ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اپنی زندگی میں دونوں جماعتوں کو یکجا کرتے جائیں جو مصلح موعود کا پروپیگنڈا آپ لوگوں نے شروع کر رکھا ہے اور اخبار کے خاص نمبر نکال رہے ہیں۔ اور مستورات میں خصوصیت سے اس نظریہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور آیندہ نسلوں کے دماغوں میں اس کے نقش ثبت کر رہے ہیں۔ تو یہ نفسیاتی اور سیاسی طور پر تو شاید آپ کے دنیاوی مفاد کے لئے درست ہو۔ مگر اخلاق و روحانیت اور معیار صداقت اور حقیقت شعاری کے لحاظ سے تو کمیونسٹ طرز کی نقالی اور خطرناک باطل پرستی ہے۔ ایک طرف مصلح موعود کا دعوے ہے۔ دوسری طرف مامور من اللہ ہونے سے انکار ہے، ایک طرف ملہم ہونے کا پروپیگنڈا ہے۔ اور دوسری طرف اپنے الہامات کو کسی کے لئے حجت نہیں قرار دیا جاتا۔ یہ کیا کھیل ہے۔ جس میں قوم کو دھکیلا جا رہا ہے یاد رکھئے۔ اصل کام اشاعت اسلام ہے یہ کام کیجئے۔ اور ان عقائد کو پھیلایئے جن سے اشاعت اسلام کی تحریک کامیاب ہو۔ اور ان باطل عقیدوں کو یکسر چھوڑ دیجئے جن سے تحریک بدنام ہوتی ہے، اور اشاعت اسلام کے کام کو ضعف پہنچتا ہو،

لاہور جماعت پر خدا کے افضال

کیا آپ نہیں دیکھتے۔ کہ آپ کی بقول آپ کے دس لاکھ جماعت کے مقابل پر یہ پانچ ہزاری جماعت اپنے مشن میں کتنی کامیاب اور اہمیت کے لحاظ سے کتنی شاندار ہے۔ اس پر خدا کے بے حد فضائل و برکات ہیں۔ اس جماعت کو مولانا محمد علی صاحب سا رہبر ملا جس کی نظیر اسلام کی کوئی دوسری جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ اس اکیلے انسان نے اسلام کی تائید میں اتنا لٹریچر پیدا کر دیا ہے۔ کہ کئی جماعتیں مل کر اس قدر کامیاب اور موثر لٹریچر پیدا نہیں کر سکیں۔ پھر اس جماعت کو خواجہ کمال الدین سا ان تھک کامیاب لائق اور مقبول مبلغ مل گیا۔ جن کی شہرت کا کوئی دوسرا مبلغ اس صدی میں پیدا نہیں ہوا محمد علی کی لکھی ہوئی تفسیر قرآن اور خواجہ کمال الدین کا چلایا ہوا ووکنگ مشن، دو ایسی عظیم الشان یادگاریں ہیں جن پر تحریک احمدیت جس قدر فخر کرے تھوڑا ہے پھر ان ہر دو بزرگوں کی تصانیف آج بھی یورپ میں نور اسلام کی ضیا پاشیاں کرتی نظر آتی ہیں۔

اس جماعت کے ایک فرد خواجہ نذیر احمد نے JESUS IN HEAVEN ON EARTH ایسی شہرہ آفاق کتاب لکھ کر تحریک احمدیت کا وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اس سے مسیحیت کے تمام ستون گر پڑے ہیں اور اب مسیحیت کی گری ہوئی عمارت کے ملبہ کو اٹھا لینے کے بعد احمدیت کی بنیادیں تعمیر کی جا رہی ہیں، یہ کتاب بذاتہ اس دور کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے، اس جماعت کا ایک ماہوار رسالہ "اسلامک ریویو" اس وقت چار دانگ عالم میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس رسالہ کے پایہ کا ایک رسالہ بھی تمام عالم اسلام میں شائع نہیں ہو رہا۔ اس جماعت کو اس وقت حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی شخصیت میں ایک بلند پایہ فصیح اللسان مقرر اور معقول اور مدلل پیرایہ میں تعلیم اسلامی کو لکھنے والا مصنف مل گیا ہے جس کی تصنیف کردہ تازہ ترین کتب بڑے بڑے علماء سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اس انجمن کے پاس اچھے اچھے مبلغ اور معقول طرز میں اسلام کو پیش کرنے والے مقالہ نگار موجود ہیں۔ اس انجمن کے مشن امریکہ اور برلن میں کام کر رہے ہیں اور اس جماعت کی۔۔۔۔ ایک معتمد ہستی نے یعنی الحاج شیخ میاں محمد صاحب نے اپنے ذاتی خرچ پر ہالینڈ میں مشن کھولا ہوا ہے۔ اس انجمن کے ماتحت تین ہائی سکول چل رہے ہیں۔ اور اس جماعت نے اشاعت اسلام پر بے شمار روپیہ خرچ کرنے کے باوجود انجمن کے لئے کافی جائداد بھی پیدا کر رکھی ہے، میں یہ تمام باتیں اس لئے بیان کر رہا ہوں تا آپ کو پتہ لگ جائے۔ کہ اس انجمن کے ساتھ مل جانے سے ان تمام فضائل و برکات پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا یہاں انتظام جمہوریت کی بنیادوں پر قائم ہے۔ انجمن کے فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں، یہاں نہ کوئی آمریت ہے نہ استبدادیت، آپ اپنے باطل عقائد سے تائب ہو کر جب اس جماعت میں شامل ہوں گے

(باقی بر صفحہ کالم نمبر ۳)

(علمائے اسلام کی خدمت میں) بقیہ صـ

بھی مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کو صرف نبی نہیں کہا جاسکتا۔ امتی نبی کہہ سکتے ہیں۔ امتی تو آپ حقیقی معنوں میں ہیں، اس لفظ کی بھی کوئی تاویل نہیں ہوئی۔ مگر نبی آپ مجازی معنوں میں ہیں، بروزی اور ظلی رنگ میں ہیں۔ مگر امتی کے حقیقی منصب پر قائم ہیں۔ اس پر ذرا غور فرمائیں حضرت صاحب نے محدث کے بعینہٖ یہی معنی کئے ہیں

کہ وہ ایک پہلو سے امتی ہوتا ہے۔ یعنی حقیقی معنوں میں تو وہ امتی ہوتا ہے، مگر مجازی بروزی اور ظلی معنوں میں اسے نبی کہہ سکتے ہیں۔ اسے بہ کثرت مکالمہ و مکاشفہ کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے۔ جب آپ کے لفظ نبی کی حقیقت اس قدر ہے۔ اور خود آپ کے خلیفہ صاحب نے شرح اختلافات میں آپ کو یہ بھی ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ نبی کا لفظ صرف [illegible] استعمال کرتے ہیں

وغیرہ کا استعمال خود بھی [illegible] کہیں ہے۔ لاہوری نظریہ احمدیت ہی صداقت و راستی پر مبنی ہے، اسے قبول کیجئے، اور آئندہ [illegible] انگیزیوں کو بند کر دیجئے۔ یہ مصلح موعود کا پروپیگنڈا از قسم "گدی" کو مضبوط کرنے کا ایک نفسیاتی منصوبہ ہے جو گدی دوسری نسل میں جاکر دوسری گدیوں کی طرح [illegible] اور [illegible] کا ایک مرکز بن کر رہ جائے گی۔ آؤ

مل کر دعا کریں۔ عجز و انکساری سے دربار خداوندی میں گڑگڑائیں اور زور و آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائیں اور زبانوں اور دلوں سے بار بار پکاریں۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ۝ ربنا انك جامع الناس ليوم لا ريب فيه ان الله لا يخلف الميعاد ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ

جلد [illegible] | چہار شنبہ مورخہ ۲۸ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۱

ہمارا مذہب

— از حضرت مسیح موعود —

با مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

— ✱ —

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

بدوملہی میں ایک دن

مولانا محمد یعقوب خان

بدوملہی (ضلع سیالکوٹ) میں ہمارا ایک ہائی سکول گزشتہ ۳۵ سال سے تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ہر سال یہ سکول "یوم والدین" (Parents day) مناتا ہے جو اس سکول کی زندگی میں ایک اہم تقریب کی اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ ایک قسم کا "سالانہ جلسہ" سمجھئے جس میں طلباء کے والدین اور علاقہ کے سربرآوردہ چوہدری کثرت سے شریک ہوتے ہیں۔ اس سال یہ "یوم" ۱۱ مارچ کو منایا گیا جس میں شمولیت کا مجھے بھی موقعہ ملا۔ جو تاثرات میں لے کر آیا اس میں احباب کو بھی شریک کرتا ہوں۔

نئی عمارت

سکول کی نئی عمارت دیکھ کر میرا دل بڑا خوش ہوا اور اللہ تعالےٰ کا شکر کیا کہ ہمیں یہ توفیق دی کہ باوجود مالی مشکلات کے ایک ایسی شاندار عمارت کھڑی کر سکے۔ سنہ ۱۹۵۵ء کا سیلاب ایک عذاب تھا جس نے اس علاقہ میں بھی فصلوں اور آبادیوں کو اپنی تباہ کاری کی لپیٹ میں لے لیا۔ مگر اس تباہی کا کم از کم ایک اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سکول کی پرانی اور بوسیدہ عمارت جو تعلیمی ضروریات کے لئے قطعاً موزوں نہ تھی ہمارا پیچھا چھوڑا اور اس کے سیلاب برد ہونے کے بعد اس جگہ آج ہمیں اس شاندار وضع قطع کی عمارت نظر آرہی ہے۔

وسیع ہال اور حاضرین کی کثرت

سکول کا اپنا ایک وسیع ہال ہے جس میں کوئی چھ صد آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ "یوم والدین" اور "تقسیم انعامات" کا جلسہ اسی ہال میں ہوا جو والدین اور علاقہ کے لوگوں سے بھر گیا تھا۔ اس لئے سکول کے طلباء اور عوام مجمع کے ایک خاصہ حصہ کے لئے ہال کے باہر بیٹھنے کا انتظام کرنا پڑا۔

ایک دلچسپ پروگرام

سکول کے طلباء نے ایک دلچسپ پروگرام پیش کیا جو تلاوت قرآن و نعت کے علاوہ مکالموں، مباحثوں، ڈراموں اور اخلاقی دیہاتی گیتوں پر مشتمل تھا اور جو باوجود کافی لمبا ہونے کے سامعین نے بڑی دلچسپی سے سنا۔

عشقِ قرآن میں ڈوبا ہوا کلام

ایک طالب علم نے حضرت صاحب کی نظم "جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے" پڑھی جس کا بڑا گہرا اثر سامعین کے چہروں پہ دیکھ کر میں نے نظم کے خاتمہ پہ مجمع کو توجہ دلائی کہ جن پاکیزہ جذبات کا اس میں اظہار کیا گیا ہے کیا وہ ایک ایسے قلب کی عکاسی نہیں کرتا جو عشقِ قرآن میں ڈوبا ہے۔ پھر میں نے انہیں بتایا کہ یہ بانیٔ تحریک احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا کلام ہے اور اسی سے آپ اندازہ کریں کہ اس تحریک کے جذباتِ محرکہ اور عزائم اور مقاصد اسلامیت کے کس اعلیٰ معیار پہ ہیں۔

وحدتِ اسلامی — جماعتِ احمدیہ کا بنیادی اصول

اس سے قبل اپنی افتتاحی تقریر میں بھی میں نے اپنی جماعت کے اس بنیادی اصول کی وضاحت کی کہ وحدتِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا جائے جو درحقیقت تعلیم اسلامی کی روح ہے۔ اسلام اور فرقہ پرستی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ جہاں فرقہ بندی ہے وہاں اسلام نہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ فرقہ بندیوں سے بالاتر صرف یہی ایک جماعت احمدیہ لاہور ہے جو ہر ایک کلمہ گو مسلمان سمجھتی ہے۔

(باقی پر صـ۲)

بلند پایہ تہذیب اور اعلیٰ معاشرتی اخلاق کی تعلیمات

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کی وصیت اور صحابہ کرام کے تاثرات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا .... ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون

(الانعام آیات ۱۵۲ تا ۱۵۵)

ان آیات کے متعلق صحابہ کے تاثرات

ان آیات کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وصیت فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان آیات کے متعلق اپنے تاثرات کا ذکر کیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے بھی ان آیت کے متعلق ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا جملہ فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ربیع اور حضرت علیؓ نے بھی اپنے تاثرات بیان کئے، وہ کیا تاثرات تھے، ان لوگوں کے سامنے تو ان آیات کے معانی عیاں تھے وہ ان کے مفہوم اور مقاصد کو سمجھتے تھے، اس لئے جو کچھ اثر ان پر ہوا اس کو انہوں نے بیان کیا میں چاہتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ ان کے تاثرات کا ذکر کروں، ان آیات کا ترجمہ آپ کو سناؤں، تاکہ آپ بھی ان آیات کے مضمون سے آگاہ ہو جائیں۔

بیان کردہ احکام کی اہمیت

لیکن ترجمہ بیان کرنے سے پہلے میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ان احکام کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ بڑے زور سے فرمایا ہے کہ ہم وصیت کے طور پر حکم دیتے ہیں کہ ان پر عملدرآمد کیا جائے۔ پہلی آیت کے بعد فرمایا ذالکم وصکم بہ لعلکم تعقلون، پھر دوسری آیت کے بعد فرمایا ذالکم وصکم بہ لعلکم تذکرون پھر تیسری آیت کے بعد فرمایا ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون۔ معلوم ہوا کہ یہ آیات اپنے اندر بہت بڑے اہم مطالب و مقاصد رکھتی ہیں اسی لئے اتنے تکرار اور زور کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی وصیت کی ہے۔

توحید الٰہی کی برکات

پہلی آیت میں اسلام کی بنیادی تعلیم توحید الٰہی پر زور دیا الا تشرکوا بہ شیئا خدا تعالیٰ کے ساتھ جو موجودات عالم کا موجد و رب ہے شرک نہ کرو، یہ کائنات جو نہایت وسیع ہے ایک قانون کے اندر جکڑی ہوئی ہے اور اس حکمت سے اس کی تخلیق ہوئی ہے کہ آسمان کے اجرام..... اور زمین

میں ایک ارتباط ہے اور اُن کے درمیان تعاون ہے اور یہ تعاون اہل زمین کے لئے ہزارہا برکات کا موجب ہے جس سے نمایاں طور پر نظر آتا ہے، کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے نظام کا چلانے والا ایک ہی بادشاہ ہے یعنی وہ احد یگانہ ہے اس کی تدبیر عالم اس کے علم و حکمت پر اور اس کی لا انتہاء قدرت پر دلالت کرتی ہے۔

شرک بلندی سے گرا دیتا ہے

اس کائنات کی ہر چیز مخلوق ہے کسی مخلوق کو خالق کا درجہ دینا جہالت ہے اسی طرح کسی مربوب چیز کو رب کا رتبہ دینا اور اسکو حاجت روا یقین کرنا حماقت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی الا تشرکوا بہ شیئا۔ توحید سے انسان کو بلند مقام حاصل ہوتا ہے اور شرک .....

....

اختیار کرنے سے وہ بلندی سے گرتا ہے کبھی شجر اور حجر کے آگے سر جھکاتا ہے، کبھی حیوان و بشر کے آگے جھکتا ہے، کبھی سورج اور چاند کو خدا بناتا ہے، کبھی گنگا جمنا کو معبود سمجھتا ہے، کبھی گائے کو پوجتا ہے یہ تمام چیزیں خدا کی مخلوق اور مربوب ہیں، مربوب کو رب مان لینا ظلم ہے۔

شرک کرنا ظلم عظیم ہے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان پر ترحم فرما کر اس کو شرک سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ان الشرک لظلم عظیم یہ بڑی جہالت کا مظاہرہ ہے کہ اتنے بڑے مقتدر اور محسن خدا کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو خدا بنا لیا جائے، ظلم کس کو کہتے ہیں وضع الشئی فی غیر محلہ کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھ دینا ظلم ہے رامچندر ہو یا مسیح، سب بے بس اور بے کس ہیں، رامچندر کی بیوی سیتا کو ایک بدمعاش راون اٹھا کر لے گیا کیا یہ خدا ہے، مسیح کے دشمنوں نے ان کو سولی پر چڑھا دیا، کیا یہ خدائی ہے؟ فی الواقعہ ان الشرک لظلم عظیم۔ شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

والدین کی فرمانبرداری میں اطاعت اور ڈسپلن کا سبق

توحید کا سبق دینے کے ساتھ فرمایا ہے وبالوالدین احسانا والدین کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آؤ اس سے اس حکم کی اہمیت کو بڑھایا ہے۔ معلوم ہوا خدا کے بعد والدین ہر طرح کے ادب و فرمانبرداری کے مستحق ہیں اس سے گھر کی معاشرت میں برکت پیدا ہوتی ہے والدین کی اطاعت سے ڈسپلن کا سبق ملتا ہے، گھر کی معاشرت ہو یا تمدنی زندگی یا سیاسیات سب میں اطاعت اور ڈسپلن ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر کوئی ادارہ، کوئی سوسائٹی، کوئی حکومت چل نہیں سکتی اس لئے پہلی بات اور قیمتی تعلیم یہ ہے وبالوالدین احسانا۔ جو بچے والدین کی اطاعت کا سبق پڑھ لیتے ہیں، وہ آگے چل کر ہر شعبۂ زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں، اطاعت کا سبق پڑھ لینا انسان کی ترقی کا موجب ہے، تمام نظام کائنات فرمانبرداری اور اطاعت سے ہی چل رہا ہے ولہ اسلم من فی السموات والارض خدا کی فرمانبرداری اختیار کرنے کی وجہ سے یہ کائنات برکات کا سرچشمہ بنی ہوئی ہے، اسی لئے والدین کی اطاعت کا حکم دیا تا انسان ماں کی گود میں اطاعت کا سبق پڑھ کر ہر شعبہ زندگی میں اطاعت فرمانبرداری کے فوائد سے متمتع ہو، اور جس محکمہ میں جائے وہاں کے قوانین کی اطاعت کرے اور ڈسپلن کو ملحوظ رکھے۔

والدین کی تعظیم کس طرح کی جائے

والدین کی اطاعت و تعظیم یہ نہیں کہ جیب میں روپے دے دیئے اور پھر پوچھے تک نہیں، یا اگر کوئی بات والدین نے کی تو انہیں دھتکار دیا، جب تک طبیعت میں ادب، لحاظ اور مروت نہ ہو، اس وقت تک محض کچھ دے دینے سے خدا خوش نہیں ہوتا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا نمونہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین تو چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے، آپ کی کھلائی دائی حلیمہ تھیں، ان کے پاس چند سال آپ نے تربیت حاصل کی لیکن ان کا ادب اور احسان آپؐ کو ساری عمر یاد رہا اور ہمیشہ ان کی تعظیم کی، اپنے علم کے متعلق تو آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ خدا نے مجھے تعلیم دی ہے۔ لیکن آپ کو یہ بھی اعتراف تھا کہ حلیمہ سعدیہ کے قبیلہ میں رہ کر آپ نے ادبی زبان سیکھی، اللہ اکبر یہ بنی آدم کا سردار ہمیں کیا سکھاتا ہے کہاں تک بڑوں کی تعظیم کا سبق دیتا ہے، بنی ہوازن کے چھ ہزار مرد و زن حنین کی جنگ میں قیدی ہو کر آئے۔ حلیمہ آپ کے پاس آتی ہیں، اور کہتی ہیں محمدؐ! تو نے اپنی پھوپھیوں اور خالاؤں کو قیدی بنا لیا، ایک بد وضع عورت جس کا نہ لباس اچھا ہے نہ پاؤں میں جوتا ہے وہ آکر اس طرح خطاب کرتی ہے، وہ یا رسول اللہؐ بھی نہیں کہتی، حلیمہ کو اس بات کا کوئی لحاظ نہیں کہ آپؐ بادشاہ ہیں اور آپؐ بھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ان کی تکریم کے لئے اپنی چادر بچھاتے ہیں اور اس پر

اسے بٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ ہماری اماں ہیں، اس تہذیب کے دور میں بعض ڈپٹی اور اعلےٰ عہدیدار جب اپنے باپ کو جو تہبند باندھے ہوئے ہو، دور سے آتے ہوئے دیکھتے ہیں تو چپراسی سے کہہ دیتے ہیں، یہ ہمارے محلے کا آدمی ہے اسے باہر بنچ پر بٹھا دو، لیکن بنی آدم کے سردار ایک گنوار بدو عورت کو جو محض آپ کی کھلائی رہ چکی ہے، کہتے ہیں یہ میری اماں ہیں اور اس کے لئے چادر بچھاتے ہیں اور یہ جملہ اس کے منہ سے سنتے ہیں کہ محمدؐ تو نے اپنی خالاؤں اور پھوپھیوں وغیرہ کو قیدی بنا لیا، آپؐ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جناب قیدی تو تقسیم ہو چکے ہیں لیکن میں اپنا اور قریشیوں کا حصہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور جہاں تک انصار کا تعلق ہے میں نماز ظہر کے بعد وعظ کروں گا اور ان سے سفارش کروں گا، جبر نہیں کر سکتا۔ اللہ اللہ کیا جمہوریت ہے، کس قدر حقوق کی آزادی ہے، لیکن آپ کی سفارش کو کون رد کر سکتا تھا، ایک بدو عورت چھ ہزار قیدی چھڑا کر لے گئی ماں باپ کا بڑا ادب آپ نے سکھایا ہے، آپ کہتے ہیں جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور فرماتے ہیں وہ بڑا بد بخت ...... انسان ہے جو ماں باپ کو بوڑھا پاتا ہے اور ان کی خدمت کرنے سے جنت حاصل نہیں کرتا۔

اکرام اولاد کا حکم

جہاں اللہ تعالےٰ نے ماں باپ کی اطاعت اور تعظیم کا حکم دیا وہاں اولاد کے متعلق بھی نہایت ضروری اور مفید تعلیم دی ہے، فرمایا ولا تقتلوا اولادکم من املاق۔ اولاد کی بھی قدر کرو، مفلسی کی وجہ سے اولاد کو قتل نہ کرو، نحن نرزقکم وایاھم تمہارے رازق بھی ہم ہیں اور ان کے رازق بھی ہم ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکرموا اولادکم اپنی اولاد کی عزت کرو، جو لوگ اولاد کی تکریم نہیں کرتے بلکہ ان کی عزت نفس کو روندتے رہتے ہیں وہ خدا اور اس کے رسول کی تعلیم کے منکر ہیں اور وہ معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

بلند پایہ تہذیب

اسلام تو حریت سکھاتا ہے، جہاں اپنے سے بڑے کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا وہاں بڑوں کو بھی ڈسپلن ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی آپ کے امام صاحب نماز پڑھاتے ہوئے جب غلطی کرتے ہیں تو پیچھے سے مقتدی کہتا ہے سبحان اللہ، یہ بھی عبادت کا کلمہ ہے، عبادت کا کلمہ بھی کہدیا اور امام کو متنبہ بھی کر دیا، گویا افسر اور ماتحت، بڑے اور چھوٹے، والدین اور اولاد سب کو تلقین ہے کہ ایک دوسرے کی عزت اور تعظیم کرو۔ بتانے کی بھی تکریم کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا، یہ کوئی تکریم نہیں کہ اسے کہا جائے کہ تم یتیم ہو، قرآن کریم نے ہر فرد کی تکریم کا حکم دیا ہے ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے تو بنی آدم کی عزت و تکریم کی ہے یہ نہایت بلند پایہ تہذیب ہے، جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سکھانا چاہتا ہے۔

عفت و عصمت کی تعلیم

آگے فرمایا ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن، بے حیائی کے قریب مت جاؤ۔ ظاہر طور پر بے حیائی کا کام یا چھپ چھپ کر کرنا ہم سے کچھ پوشیدہ نہیں، تمہاری سب حرکات ہمارے سامنے ہیں، تمہاری نیات کا بھی ہمیں علم ہے، عفت اور عصمت بڑا قیمتی زیور ہے تمام دنیا کی عورتوں کے بالمقابل مسلمان عورت عفت کے لحاظ سے ایک فرشتہ ہے، تمام مسلمان مرد دوسروں سے زیادہ عفیف ہیں، یہ اسلامی تعلیم کا ثمرہ ہے۔ اس تعلیم کو ہاتھ سے دے دینا بڑے نتائج پیدا کرتا ہے اور قوم بدنام ہوتی ہے۔

انسانی جان و مال کی حفاظت

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ کسی کی ناحق جان نہ لو، دشمنی کی بناء پر دوسروں پر ظلم کرنا اچھا نہیں، ایک شخص خفگی کے باعث کہتا ہے میں تمہاری ٹانگ توڑ دوں گا اسے معلوم نہیں کہ دوسرا بھی جذبہ انتقام رکھتا ہے، اس طرح ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے اور ایک دوسرے کی جان لینے سے دنیا کا امن تباہ ہوتا ہے از روئے اسلام انسانی جان محفوظ ہے اور انسان کی عزت اور مال بھی محفوظ ہے، از روئے اسلامی تعلیمات معاشرے کی جان اور مال کو محفوظ کرنا نہایت ہی ضروری امر ہے اور یہ تعلیمات انسان کو فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے روکتی ہیں۔ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تعقلون یہ عقل کی باتیں ہیں جن کی تمہیں وصیت کی جاتی ہے۔ ان پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔

ناپ تول میں کمی اور اشیائے خوردنی میں ملاوٹ موجب تباہی ہے

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ یتیم کا مال نہ کھاؤ، اور جب تک وہ بالغ نہ ہو احسن طریق سے اسے خرچ کرو واوفوا الکیل والمیزان بالقسط اور ناپ اور تول جو کچھ بھی ہو اس میں عدل و انصاف ملحوظ رکھو دودھ بیچتے وقت یہ مدنظر ہو کہ کتنا دودھ دے رہے ہیں، اور کتنا پانی، کتنا گھی ہے اور کتنی چربی، اور پھر تول اور ناپ بھی صحیح ہو، یہ معلوم ہوتا ہے یہ اس زمانہ کی بیماری ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے، دوسری جگہ فرمایا ویل للمطففین ناپ تول میں کمی کرنا اور ملاوٹ کی چیزیں دینا قوم کی بربادی کا موجب ہے، عدل اور انصاف سے کام لو، خالص چیز دو اور پوری دو، ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا فلاں ہندو دودھ میں پانی ملا کر دیتا ہے، انہوں نے پوچھا کہ کتنا عرصہ ایسا کرتے ہوئے ہو گیا ہے، اس نے تخمیناً چند سالوں کا ذکر کیا آپ نے کہا کہ اگر ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں وہ پانی ڈالا جائے جو اس نے دودھ میں ملایا اور اس میں اسے کھڑا کیا جائے تو اب تک گو وہ پانی اتنا نہیں ہے کہ اس کے سر سے اوپر تک پہنچ جائے، تاہم عنقریب وہ وقت آ جائے گا جب وہ اسی پانی میں غرق ہو جائے گا، تو وہ لوگ جو خراب چیزیں دیتے ہیں، ملاوٹی گھی، ملاوٹی دودھ، ملاوٹی دوائیاں بیچتے ہیں، وہ ظلم کرتے ہیں، وہ قوم کی صحت خراب کرتے ہیں۔ ایسا کرنے والے اس ظلم کے سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرو

لا نکلف اللہ نفساً الا وسعھا ہم کوئی ایسا حکم نہیں دیتے جو تمہاری طاقت سے باہر ہو، یہ جو کچھ احکام دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرنا تمہاری طاقت میں ہے، اس لئے عمل کر کے فائدہ حاصل کرو واذا قلتم فاعدلوا جب کوئی بات کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ کرو اور اس بات کا خیال نہ کرو کہ فلاں اس سے ناراض ہو گا۔ فلاں کی طاقت سے تم ڈرتے ہو، خدا سے ڈرو، اور عدل و انصاف کی بات کرو ولو کان ذا قربیٰ اگر تمہارا رویہ عدل و انصاف تمہارے اقربا اور دوستوں کے خلاف بھی پڑتا ہے تو پڑا کرے، اپنے خلاف بھی کہنا پڑے تو بھی سچی اور انصاف کی بات کہو کلمۃ الحق عند سلطان الجائر کو افضل الجہاد کہا گیا ہے، تم معمولی رشتہ داروں سے ڈرتے ہو۔ مسلمانوں کو جہاں بڑوں کا ادب سکھایا گیا ہے وہاں حق بات کی شہادت کا بھی حکم دیا گیا ہے، خواہ کسی کے خلاف ہو، حضرت مرزا صاحب نے کئی شہادتیں اپنے خلاف دیں، اور کبھی عدل و انصاف کو اپنے ہاتھ سے نہ دیا، یہ بہت مشکل ہے لیکن اس پر عمل کرنا قوم کو بلند کر دیتا ہے۔

پابندی عہد

وبعھد اللہ اوفوا اللہ کے عہد کو بھی پورا کرو، عہد کی پابندی، قول کی پختگی مسلمان کا فرض ہے لادین لمن لاعھد لہ جو عہد کا پختہ نہیں، اس کا کوئی دین نہیں، اس لئے عہد کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، اور جو تم نے اس کے عہد کو بھی پورا کرو، اور انسانوں کے ساتھ عہد ہو تو اس کو بھی پورا کرو۔ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تذکرون، یہ وہ باتیں ہیں جن کی ہم تمہیں بڑے زور سے وصیت کرتے ہیں تاکہ تم انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل پیرا ہو۔

منزل مقصود پر پہنچانے والی شاہی سڑک

وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ - یہ ہمارا سیدھا رستہ ہے اسی پر چلو، یہ شاہی سڑک ہے اسی پر چل کر تم منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہو، خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہو، یہ نہیں ہوتا کہ خدا کے رستہ پر چل کر کوئی خدا بن جاتا ہے

(باقی صفحہ پر)

کیا احمدیت ترقیٔ معکوس ہے یا زمانہ کی پکار

ملک محمد جعفر خاں مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

از محمد یعقوب خاں

(۲)

احمدیت مجاہدین اسلام کی جماعت کا نام ہے

مکرم ملک صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

احمدی نوجوانوں سے آپ نے اپیل کی ہے کہ احمدیت کا حسن و قبح پرکھنے کے لئے وہ ان بعض بڑی شخصیتوں سے مرعوب نہ ہوں جو اس تحریک میں نظر آتی ہیں بلکہ آزادانہ اپنی عقل استعمال کریں۔ یہ ایک صحیح مشورہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی احمدی نوجوان نے اپنی عقل کی روشنی اور پورے انشراح صدر سے احمدیت کو نہیں پرکھا اور پیدائشی طور پر یا دیکھا دیکھی اس میں شامل ہو گیا تو جس قدر جلد وہ اسے چھوڑ دے خود اس تحریک کے لئے بہتر ہوگا۔ احمدیہ جماعت ایک مجاہدین اسلام کی جماعت ہے اس لئے اس میں تماشبین کی بھرتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کو تو علم ہونا چاہیئے کہ خود بانیٔ تحریک کی نظر میں اس جماعت کا صرف ایک ہی رول (ROLE) تھا یعنے اسلام کی فوج۔ اور اس بارے میں ان کا اعلان بالکل واضح ہے کہ جو کوئی تین ماہ تک چندہ نہ دے وہ کسی جہاد اسلام میں شریک نہیں ہوتا وہ جماعت سے خارج ہے۔ اسی سے آپ اندازہ لگا لیں کہ احمدیت کسی "دعاوی" یا "معتقدات" کے مجموعے کا نام نہیں ہے کوئی شخص اگر حضرت مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو مانتا بھی ہو مگر اس جہاد میں شریک نہ ہو تو بانیٔ تحریک کے نزدیک جماعت کا فرد نہیں شمار ہو سکتا۔ اسی سے آپ پر مزید یہ بھی کافی طور پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ احمدیت کسی نئے مذہب کا نام نہیں، جس میں پیدائشی اور کمزور اور بدکردار لوگوں کے لئے بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔ خود بانیٔ تحریک کے اس عمل سے کہ چندہ نہ دہندہ جماعت کا ممبر نہیں رہ سکتا، اس نتیجہ پر مہر تصدیق لگ جاتی ہے کہ اس کا مقصد اور منشا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلامی شاہراہ حیات کی پوری حرارت ایمانی کے ساتھ دوبارہ نشان دہی کی جائے۔ آپ نے تو محض تکلف سے کام لیا ہے جبکہ احمدی نوجوانوں کو بغاوت کی دعوت دی ہے۔ کم از کم جماعت لاہور میں تو ہم ایسے نوجوانوں کو خود ہی مشورہ دیتے ہیں کہ اگر تمہیں خدمتِ اسلام تضیع اوقات معلوم ہو تو خدا کے واسطے ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ ہمارے ہاں پیدائشی احمدی ایک مہمل سا جملہ ہے۔ احمدی اگر مجاہد اسلام نہیں تو وہ احمدی ہی نہیں خواہ پیدائشی ہو خواہ غیر پیدائشی۔

احمدیت کی جڑ علامہ اقبال کی نظر میں

مگر معاف فرمایئے آپ بھی مجھے پیدائشی احمدی کی اس کمزوری میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ احمدیت کوئی ایسی چیز ہے جو بطور ورثہ بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ میں اس نتیجے پر اس لئے پہنچا ہوں کہ آپ نے جو دلائل پیش کئے ہیں اس سے کچھ بہت آزادانہ غور و توضح نہیں ٹپکتا۔ لیجئے آپ کے غیر آزادانہ انداز غور و فکر کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ درخت اپنی جڑ سے نہیں بلکہ اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اس کلیہ کو آپ نے بلاچون وچرا تسلیم کیا ہے اور حسب معمول اس کی تائید میں علامہ اقبال کی سند پیش کی ہے، جن کی شخصیت سے آپ نے اپنے آپ کو باوجود دوسروں کو وعظ و نصیحت کے اس حد تک مرعوب ہونے دیا کہ اپنی عقل کو تقریباً معطل کر دیا۔ آپ نے اپنی تائید میں علامہ اقبال کی وہ توجیہہ نقل کی ہے جو انہوں نے احمدیت کے متعلق پہلی اچھی رائے بعد میں تبدیل کرنے کے بارے میں پیش کی جو حسب ذیل ہے:۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر (جس میں احمدیت کو اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ بتایا تھا۔ ناقل) میں نے ۱۹۱۱ء میں یا اس سے قبل کی تھی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی .... لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح نمایاں ہونے کے لئے برسوں چاہئیں۔ تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانیٔ تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے۔ معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی .... درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے"

آپ نے یہ حوالہ نقل کر کے اپنی ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔ اس حوالہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں تک تحریک کی جڑ کا سوال تھا علامہ اقبال کو نہ صرف اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا بلکہ اس کو اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ سمجھتے رہے۔ کم از کم ۱۹۱۱ء تک علامہ اس تحریک سے بڑی توقعات وابستہ کرتے تھے۔ آپ کو علم ہے کہ بانیٔ تحریک کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی ان کے "دعاوی" ان کے الہامات ان کی تحریریں، ان کی پیشگوئیاں، یہ سب کچھ منظر عام پر آ چکے تھے اور ایک طوفانِ مخالفت برپا کر چکے تھے۔ یہ سب کچھ علامہ اقبال کی آنکھوں کے سامنے ہوا، باوجود اس کے اگر علامہ کو اس برصغیر ہند و پاکستان میں اسلام کا کہیں ٹھیٹھ نمونہ نظر آیا تو قادیان میں نظر آیا۔ اب آپ کس منطق سے احمدی نوجوانوں کو علامہ اقبال کا واسطہ دے کر قائل کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی جن احادیث پر مبنی تھے وہ ایک طومار افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ان کے الہامات ایک نفسیاتی خود فریبی تھے، ان کی نظم سے علم و حکمت کی کوئی خاص بات نہیں نکلتی۔ علامہ موصوف کو تو ان کے "دعاوی" یا الہامات اور پیشگوئیوں میں کوئی غیر اسلامی بات نظر نہ آئی ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ باوجود ان تمام چیزوں کے جن کا آپ نے سہارا لیا ہے مرزا صاحب کو ٹھیٹھ اسلامی تخیل اور زندگی کا علمبردار سمجھتے اور اس کا باوجود عام مخالفت کے اعلان بھی ضروری سمجھتے۔ بعد میں اگر تحریک کسی ایسے راستہ پر پڑ گئی جو علامہ کے نزدیک یا آپ کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو اور آپ کو حق پہنچتا ہے کہ ان نئے رجحانات کی مذمت کریں، اس سے بانیٔ تحریک پر کیا زد پڑتی ہے؟

پیرؤوں کی بدعقیدگی کی ذمہ داری بانیٔ تحریک پر نہیں

جہاں تک حضرت مرزا صاحب کا تعلق ہے خود علامہ اقبال کے نزدیک انہوں نے تحریک کو صحیح اسلامی بنیادوں پر اٹھایا صحیح خطوط پر قائم کیا اور چلایا ان کو ناکردہ گناہ کے لئے موردِ الزام ٹھیرانا جو آپ کی کتاب "احمدیہ تحریک" کی غرض ہے، کہاں تک انصاف یا معقولیت پر مبنی ہے؟

حضرت مسیح ناصری نے سوائے توحید الٰہی اور عبادت الٰہی کے کوئی تعلیم نہیں دی تھی مگر بعد میں ان کے پیرؤوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا کیا آپ کے نزدیک وہ خدا کے برگزیدہ نبی بھی اس لئے قابلِ مواخذہ ٹھیرتے ہیں کہ کیوں اُن کے درخت کو یہ غلط پھل لگا، علامہ اقبال کے کلیہ کا دجو آپ نے پیش کیا ہے کہ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے، تو یہی منطقی نتیجہ نکلتا ہے۔ کم از کم قرآن کریم آپ کی یا علامہ کی اس بارے میں تائید نہیں کرتا، اور حضرت مسیح کو اپنے پیرؤوں کی خود تراشیدہ بدعقیدگیوں سے بری الذمہ قرار دیتا ہے۔ حضرت مسیح کا جواب کہ جب تک میں ان میں رہا میں نے انہیں ایسی کوئی تعلیم نہیں دی، خدا کے نزدیک تو قابل پذیرائی

قرار پایا مگر آپ اور علامہ اقبال کے معیارِ عقل کے رو سے خود مقدس بانیٔ مسیحیت اس غلط روی کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں جو ان کے پیروؤں نے اختیار کی۔

ایک نظری مغالطہ

ملک صاحب! ذرا آپ اسی کلیہ کو ٹھنڈے دل سے عقل کی کسوٹی پر پرکھیں کہ اس میں کس قدر نظری مغالطہ (fallacy) ہے آپ غور کریں کہ جب ایک درخت اپنی جڑ پر ہی قائم نہ رہا تو وہ وہی درخت کیسے رہا۔ وہ تو کوئی اور ہی درخت بن گیا اور اس کے ... جو بعد میں پیدا ہوئیں — یہی حال اسلام کے درخت کا ہے۔ ہم سب کی نگاہیں اگر اسلام کے دورِ زرین کی متلاشی ہوتی ہیں تو ہم اس کی جڑ کی طرف رجوع کرتے ہیں نہ کہ بعد کی خرابیوں کی طرف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی صحیح صورت یہی ہے کہ "خیر القرون قرنی"۔ آپ کے قائم کردہ کلیہ کے رُو سے تو اسلام کے درخت کو بھی جڑ سے ہی اُکھاڑ پھینک دینا چاہیئے اس لئے کہ اسے فرقہ بندیوں، باہمی قتال و جدال، ملائیت، پیریت، جمود اور پسماندگی کے نہایت کڑوے پھل لگے

صحیح اسلامی پھل احمدیت میں

آپ کا قائم کردہ معیار بالکل صحیح ہے۔ اور اس معیار پر احمدیت کو پرکھنے کا آپ کو نہ صرف حق ہے بلکہ آپ کے لئے ہماری طرف سے ایک چیلنج ہے، کہ آپ دورِ حاضر میں تمام اسلامی دنیا میں کوئی بھی ایسی تحریک پیش کریں جس کو وہ سب سے شیریں پھل لگا ہو جو اسلام کا پھل ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ تعلیم، ادب، شعر و سخن، سیاست، وغیرہ میدانوں میں آپ اسلامی معاشرے میں قابلِ فخر کارہائے نمایاں پیش کر سکتے ہیں، مگر اسلامی بولے کا، قرآنی نور سے ساری دنیا کو منوّر کرنے کا جذبہ آپ کو سوائے احمدیت کے کہیں اور بھی نظر آتا ہے؟ خود علامہ اقبال کو اگر یہ ...

تحریک احمدیت کا پس منظر

مگر آپ ایک بڑی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جب آپ بعد کی بعض کجرویوں کو بھی اصل درخت کا پھل تصور کرتے ہیں۔ اس کی غیر معقولیت میں پہلے واضح کر چکا ہوں، آپ احمدیت کو اس کے دورِ زرین کے معیار کو کیوں نہیں پرکھتے جو صحیح طریق ہے، بدقسمتی سے آپ نے اس ماحول سے بہت دور کا زمانہ پایا جس میں احمدیہ تحریک نے جنم لیا۔ کسی چیز کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو اس پس منظر میں کرنا چاہیئے، جس میں وہ پیدا ہوتی ہے۔ اسلام اس وقت ایک کس مپرسی کی حالت میں تھا۔ ہر طرف سے حملہ آوروں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ مغربی تہذیب کی چکا چوند نے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ایمان متزلزل کر دیئے تھے۔ وہ مسلمان کہلانے سے بھی شرماتے تھے۔ اسلام کو اپنی پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ سمجھتے تھے۔ ملائیت اور پیر پرستی نے عوام الناس اور اسلام کے صحیح نور کے درمیان ایک سدِ سکندری حائل کر دی تھی، اسلام کے حسین اور دلربا چہرے پر قسما قسم کے پردے ڈالے گئے تھے۔ اسلام کا نام ہی نام تھا، اس کی حقیقت ایک فسانۂ پارینہ بن چکی تھی۔

حضرت مرزا صاحب کا اسلام کیلئے اضطراب

... سرگرداں نظر آتے ہیں کہ کس طرح اسلام کا خوبصورت چہرہ دوبارہ اپنی پوری آب و تاب سے دنیا کو نظر آئے۔ تعجب ہے کہ آپ ایک پیدائشی احمدی ہیں، مگر آپ کو حضرت مرزا صاحب کے اس گہرے قلبی اضطراب کا ان کے کلام سے احساس نہیں ہوا جس نے ان کی زندگی کی بنیادوں کو ہلا دیا اور ان کو حقائق و معارفِ اسلام کی نقاب کشائی میں اس انداز سے منہمک کیا جیسے ایک جانباز سپاہی اپنے وطن کی حفاظت اور سربلندی کے لئے سربکف ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ مجھے تو (خوش قسمتی سے میں پیدائشی احمدی نہیں ہوں) حضرت مرزا صاحب کے ایک ایک شعر سے ان کے خلوص، ان کی صداقت، ان کے والہانہ عشقِ قرآن و عشقِ محمدؐ کا عکس نظر آتا ہے۔ اگر بارِ خاطر نہ ہو تو مشتے نمونہ از خروارے پیش کر دوں ؎

درداکہ حسنِ صورتِ قرآں عیاں نہ ماند
آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نہ ماند

ہمہ دردہائے قرآں راچہ خاشاکے بیفگندند
زِ علمِ ناتمامِ شاں چہا گم گشت ملت را

از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

از وحیِ خدا صبحِ صداقت بدمیدہ
چشمیکہ ندید آں صحفِ پاک چہ دیدہ

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں
تا برد زیت الگماں سوئے یقیں

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں
کو بماند نہاں ز دیدہ وراں

رُوحانیت کا ایک روشن مینار

ملک صاحب! میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی باقی تمام کتابیں نابود ہو جاویں اور ان کے دعاوی کا بھی دنیا پر نام و نشان نہ ہے، اور صرف ایک دُرِّ ثمین باقی رہ جائے تو صرف یہی مجموعۂ کلام اس بات کے لئے کافی ہے کہ آنے والی نسلیں ان کی خدا شناسی، عشقِ قرآن اور عشقِ رسول کا اندازہ کر سکیں اور انہیں روحانیت کا اس زمانہ میں **ایک روشن مینار** قرار دیں۔

خاندانی اقتدار کا الزام

... کے لئے آلۂ کار بنائے۔ مجھے تو حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کے سارے طور و طریق اور تصنع اور بناوٹ میں دُور کا واسطہ بھی نظر نہیں آتا۔ جس شخص نے کبھی عدالت میں اپنے بچاؤ کے لئے حقیقت کو نہ چھپایا ہو اور مخالف فریق ان کو آبائی مقدمہ بازیوں میں خود ان کو بطور گواہ طلب کرتے ہوں، اس کے متعلق اس وسوسہ میں پڑنا کہ وہ اسلام کے حقائق و معارف کے دریا صرف اسی لئے بہا رہا ہے کہ خود اپنے لئے ایک مقام پیدا کرے اور اپنے خاندانی اقتدار کی بنیاد رکھے۔ یہ فطرتِ انسانی کے ساتھ سخت بے انصافی ہے۔

بانیٔ احمدیت علامہ اقبال کی نظر میں

آپ سے تو زیادہ علامہ اقبال نے اس تحریک اور اس کے بانی کے ساتھ انصاف کیا ہے اور اس کے سب کاروبار کو نیک نیتی پر محمول کیا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ احمدیت کے نظریات کے ابطال میں تو علامہ اقبال کا سہارا لیتے ہیں۔ مگر اس بارے میں ان کی یہ رائے نظر انداز کر دی ہے جو آپ نے خود نقل کی ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:—

"میرا یہ مطلب نہیں کہ بانیٔ احمدیت اور اس کے رفقاء نے سوچ سمجھ کر اپنا پروگرام تیار کیا ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ بانیٔ احمدیت نے ایک آواز سنی"

یہ ہے علامہ اقبال کی رائے۔ وہ تو حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعوے الہام میں بھی مفتری نہیں سمجھتے۔ مگر آپ کے نزدیک تو وہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کو بروئے کار لا رہے تھے جب وہ اسلام کے حقائق کے انکشافات میں منہمک تھے، اور وہ منصوبہ اپنے آپ کو مسیح موعود ...... کے منصب پر قائم کرنا تھا اور اپنے خاندان کے اقتدار کے لئے رستہ صاف کرنا۔ علامہ اقبال آپ کے برعکس یقین رکھتے تھے کہ بانیٔ احمدیت اور ان کے رفقا جنہوں نے "احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا" جو ...... کچھ کر رہے تھے مگر خود فریبی میں مبتلا تھے۔ ان دونوں پوزیشنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علامہ نے ایک آن واحد

کے لئے ...حضرت مرزا صاحب کے خلوص نیت پر شبہ نہیں کیا بلکہ اُن کے دعوئے الہام کو بھی افتراء قرار نہیں دیا مگر آپ بہت دُور نکل گئے آپ کو مرزا صاحب کے کاروبار میں اقتدار کے لئے منصوبہ بازی نظر آئی - وجہ ظاہر ہے - علامہ اقبال نے حضرت مرزا صاحب کو بچشم خود دیکھا تھا - اور مرزا صاحب کے دوران قیام سیالکوٹ میں ان کی مذہبی سرگرمیوں اور ولولوں کو بڑے نزدیک سے مطالعہ کیا تھا اور آپ ماشاءاللہ پیدائشی احمدی ہیں یعنے احمدیت کو صرف ایک ورثہ سمجھا ہے -

روشن خیال مسلمانوں کی نظر میں احمدیت کا مقام

ناممکن تھا کہ اقبال جیسا نوجوان جو ایک مذہبیت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے خاندان کا چشم و چراغ تھا - حضرت مرزا صاحب کی مقناطیسی شخصیت سے متاثر نہ ہوتا - حقیقت یہ ہے کہ کوئی لکھا پڑھا آدمی اُن ایام میں ایسا نہیں تھا جسے مرزا صاحب کے تصور اسلام اور ولولۂ اسلام نے متاثر نہ کیا ہو - مجھے یاد ہے کہ ایک زمانہ میں جبکہ مسلمانان پنجاب کی قیادت میاں فضل حسین مرحوم کے ہاتھ میں تھی میاں صاحب نے قومی کارکنوں کے سامنے ایک موٹا سا خاکہ غالباً سائیکلوسٹائل کرا رکھا تھا جس میں یہ جائزہ لیا تھا کہ آیا بحیثیت مجموعی مسلمانوں کا قدم آگے بڑھ رہا ہے یا نہیں - میں اس میٹنگ میں موجود تھا - ملک برکت علی صاحب مرحوم بھی تھے - اور کئی امور میں سے جو مسلمانوں کی بحیثیت قوم پیش قدمی کی تائید میں لکھے تھے، احمدیہ تحریک کو بھی ایک ترقیاتی اقدام بتایا تھا -

احیائے اسلام کی تحریک کے خلاف احرار کا جہاد

علامہ اقبال کا وہ بیان جس میں احمدیت کے متعلق انہوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کیا خود آپ کے نزدیک "سنہ ۱۹۳۵ء کے قریب" کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے - یہ وہ زمانہ ہے جب احرار کا طوفان احمدیت کے خلاف اس زور و شور سے اُٹھا کہ ہر خاص و عام یہ سمجھنے لگا کہ یہ احمدیت کا خاتمہ ہے لاہور سے سپیشل ٹرین قادیان تک چلائی گئی جہاں احرار نے احمدیت پر اپنی آخری یلغار کی تیاریاں مکمل کر دی تھیں اس سپیشل ٹرین کا بڑا چرچہ ہوا اور میں خود اس طوفان بدتمیزی کا کچھ اندازہ کرنے کے لئے لاہور سٹیشن کے اس پلیٹ فارم پر پہنچا جہاں سے یہ سپیشل روانہ ہونے والی تھی - غالباً یہ وہ پلیٹ فارم تھا جسے اب لاہور اور امرتسر کے درمیان چلنے والی گاڑیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے - وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق اس ولولہ سے اس میں آکر سوار ہو رہے تھے گویا کسی بڑے جہاد پر چلے ہیں رسول کے زمانے کے میرے ایک محترم ٹیچر جو ریٹائر ہو چکے تھے انہیں بھی اس ہجوم میں بستر کندھے پر اُٹھائے ہوئے دیکھ کر میں دل ہی دل میں ہنسا اور رو دیا کہ یہ سادہ لوح کس طرح سیاسی شعبدہ بازوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو کر خود اس تحریک کو مٹانے کو سب سے بڑا جہاد سمجھتے ہیں جو محض احیاء اسلام کے لئے نہ صرف قائم ہوئی بلکہ احیاء اسلام کر کے دکھایا -

علامہ اقبال پر ماحول کا اثر

یہ ہے وہ ماحول جس سے علامہ اقبال بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے - علامہ ایک عظیم مفکر تھے، مگر ساتھ ہی ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے اور شاعری اس صلاحیت یا کمزوری سے مستثنےٰ نہ تھے کہ معاشرہ کے جذبات و حسیات سے متاثر ہو اور متاثر ہو کر ان کی عکاسی کرے، اگر احرار نہ ہوتے تو علامہ اقبال کی مخالفت بھی نہ ہوتی --- اور احرار کی مخالفت جیسے اب طشت از بام ہو چکی ہے محض سیاسی نعرہ بازی تھی - اس میں کسی مذہبی جذبہ کو قطعاً دخل نہ تھا -

سنہ ۱۹۳۵ء تک علامہ کے جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلقات

اس کے علاوہ جو چیز قابل غور ہے وہ ۱۹۳۵ء کا سال ہے - کہاں سنہ ۱۹۱۱ء اور کہاں سنہ ۱۹۳۵ء - تقریباً ربع صدی تک علامہ کو اپنی سابقہ رائے پر نظر ثانی کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی - نظر ثانی تو کیا وہ اس لمبے زمانے میں بھی احمدیت کے مداح رہے احمدیہ بلڈنگس میں وقتاً فوقتاً ہمارے جلسوں کی صدارت فرماتے رہے - ویسے بھی احمدیہ بلڈنگس میں اکثر آنا جانا رہتا تھا - ایک دن کا واقعہ ہے کہ احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کے مکان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے کہ پاس مسجد سے ظہر کی اذان ہوئی ڈاکٹر صاحب نے کہا اقبال صاحب چلیئے نماز پڑھنے آئیں - اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں فرمانے لگے ڈاکٹر صاحب ہم تو ہر وقت نماز پڑھنے کے قائل ہیں اور ساتھ ہی "مقولہ فرمایا" "یک دم غافل سو دم کافر" - مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے اور غالباً اُن کی کتاب "ریلیجن آف اسلام" پر ریویو بھی لکھا اور بڑے تعریفی کلمات استعمال کئے - میں ان ایام میں "لائٹ" کے علاوہ ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ "مسلم ریوائول" بھی ایڈٹ کرتا تھا اور اس کے لئے علامہ اکثر مضامین لکھوا دیا کرتے تھے ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض وقت انہوں نے اپنے خیالات کا مجھ سے مفصل اظہار کیا اور مجھے اجازت دی کہ مضمون لکھ کر اُن کے نام سے شائع کر دوں - شائع کرنے کے بعد میں اُن سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ ان کا مافی الضمیر ٹھیک طرح سے میں نے واضح کر دیا ہے یا نہیں تو وہ ہمیشہ اطمینان کا اظہار فرماتے تھے - یہ ان ایام کا ذکر ہے جب علامہ میکلوڈ روڈ والے مکان میں رہتے تھے - یہ وہ تمام تعلقات جو ایک لمبے زمانے تک علامہ اقبال کے ساتھ رہے نہیں دہرانا چاہتا، وہ ایک لمبی داستان ہے - میرا مطلب یہ جتانا ہے کہ احرار کے طوفان (یعنے سنہ ۱۹۳۵ء کے قریب قریب زمانہ) تک اقبال احمدیت کے مداحوں میں تھے - اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے اچھی طرح لگا سکیں گے جو دو کیلانہ پیشہ سے تعلق رکھتا ہے - آپ وکیل ہیں اور اچھی طرح طرح جانتے ہیں کہ بغیر فیس لئے وکیل اپنے کسی عزیز دوست کا مقدمہ بھی نہیں لیتا مگر کیا آپ کو یقین آئیگا کہ جب "لائٹ" پر ایک مضمون کی بناء پر مقدمہ چلا اور مجھے اس میں سوا سال کی سزائے قید ہوئی تو ہائی کورٹ میں اپیل کے لئے کون پیش ہوئے اور بغیر ایک پیسہ لئے مفت پیش ہوئے وہ مرحوم شیخ عبدالقادر اور مرحوم علامہ اقبال تھے جو اس وقت اسلامی ہند کے دو درخشاں ستارے تھے - انہیں احساس تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور ایک خادم اسلام جماعت ہے اور اس کی حمایت کرنا ان کا قومی اور مذہبی فرض ہے - اس کے علاوہ مختلف مقامات سے نامی مسلمان اپنے خرچ پر چل کر بطور گواہان صفائی پیش ہوئے - خود آپ کے شہر کیمبل پور سے اس وقت کے چوٹی کے وکیل شیخ محمد اصغر صاحب مرحوم (غالباً یہی نام تھا) اور جھنگ کے چوٹی کے وکیل شیخ عبدالرحیم صاحب مرحوم بطور گواہ پیش ہوئے - اسلامیہ کالج کے اس وقت کے انگریز پرنسپل جن کا نام غالباً ولسن (Alexander Wilson) تھا اور میرے محترم دوست اور نامور ادیب صحافی مولانا عبدالمجید صاحب سالک جو خدا کے فضل سے بقید حیات موجود ہیں بھی گواہوں کے طور پر ہماری امداد کو پہنچے - یہ سنہ ۱۹۲۵ء یا سنہ ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے -

شیخ عبدالقادر مرحوم کا نظریہ احمدیت کے متعلق

میرا مقصد یہ جتانے کا ہے کہ جب تک سیاسیات کا گند اُچھلنے نہیں پایا تھا تحریک احمدیت کو ایک مسلم خادم اسلام کی حیثیت حاصل تھی اور اس کے اثر کا حلقہ ہمہ گیر تھا مخالفت اس وقت بھی تھی مگر وہ مولویوں تک محدود تھی جنہیں پڑھا لکھا طبقہ در خور اعتنا نہیں سمجھتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ مولانا محمد علی صاحب نے اپنے مکان واقعہ احمدیہ بلڈنگس پر آسٹریا کے خاندانی نومسلم بیرن عمر ایرنفلس کے اعزاز میں چائے پر چند چیدہ اکابرین کو دعوت دی تھی، باتوں باتوں میں بیرن صاحب نے احمدیت کا ذکر چھیڑ دیا تو شیخ عبدالقادر صاحب مرحوم نے کہا میں سمجھا دیتا ہوں کہ احمدیت کیا ہے - فرمانے لگے کہ جیسے کوئی طالب علم ابتدائی تعلیم ختم کر کے اعلیٰ ڈگری حاصل کرتا ہے اسی طرح جب اسلام میں کوئی مسلمان اعلیٰ منزل تک پہنچتا ہے تو وہ احمدی کہلاتا ہے

ملک صاحب نے کس ماحول میں آنکھیں کھولیں

ملک صاحب! مشکل یہ ہے کہ آپ نے احمدیت کی بقول آپ کے ۸۰ سالہ تاریخ میں سے صرف وہ باب اپنی نکتہ چینی کے لئے چن لیا جو غالباً گذشتہ دس پندرہ سال پر مشتمل ہے، اور آپ کے سامنے نہ وہ ماحول تھا، اور نہ آپ احمدیت کے اس ہمہ گیر اثر سے باخبر تھے جس کا عرصہ آپ کے حساب کے رو سے بھی ۶۰ - ۶۵ سال بنتا ہے - معلوم ہوتا ہے آپ نے جب ہوش و خرد سنبھالا تو آپ کے سامنے احمدیت کا وہی نقشہ آیا جس کے

معاشرتی اور سیاسی رجحانات کو آپ نے ترقی اور جمہوریت کی نشو ونما کے لئے خطرناک بتایا ہے۔ آپ کی ٹریجڈی یہ ہے کہ آپ نے جس ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں اس کی فضائیں استبداد اور regimentation argued سے معمور تھیں اور آپ نے اسی کو احمدیت سمجھا۔ اور نفسیاتی اصولوں کے رُو سے آپ کا ردعمل (reaction) وہی ہونا چاہیئے تھا جو ہوا یعنی اس قفس کو جس سے آپکا بچپن اور آپ کی جوانی احمدیت کے نام سے مانوس رہی توڑ کر کھلی اور آزاد فضاؤں میں پرپرواز کھولنا۔ اور اس طبعی لہر میں آپ اتنے دُور نکل گئے کہ آپ نے شجر احمدیت کے اس دوسرے پھل کی طرف سے جو جماعت لاہور کی شکل میں لگا آنکھیں ہی بند کر لیں۔

جماعت لاہور کے عالمگیر نظریات

اگر آپ کو ساری اسلامی دنیا میں صحیح معنوں میں آزاد ذہنی ماحول کہیں مل سکتا ہے تو وہ صرف اس جماعت کے عالمگیر اسلامی نظریات میں مل سکتا ہے جو افراد کو ہر ایک جکڑ بند سے آزاد کر کے اپنی عقل و خود کا مالک بناتا ہے ہاں اتنا بے لگام ضرور نہیں چھوڑتا کہ قرآن و حدیث سے بھی بے نیاز کر دے۔ وہ بھی اس لئے کہ ایسا کرنا خود عقل و خرد کے خلاف ہوگا جیسے میں انشاء اللہ پھر عرض کروں گا۔

احمدیت معاشرتی پہلو سے

آپ نے جو فرد جرم معاشرتی پہلو سے احمدیت کے خلاف قائم کئے ہیں وہ بھی صرف ایک "پھل" کو سامنے رکھ کر لگائے گئے ہیں۔ غیر از جماعت لوگوں سے تعلقات مناکحت منقطع کرنا، یا نمازوں میں علیحدگی یا جنازہ نہ پڑھنا یہ کبھی بھی جماعت لاہور کا مسلک نہیں رہا ہے میرے خیال میں ستر اسی فیصدی رشتے غیر از جماعت خاندانوں میں ہوتے ہیں، اسی طرح نمازوں اور جنازوں میں شرکت پہ کوئی پابندی نہیں سوائے اس کے کہ پیش امام حضرت مرزا صاحب کا برملا مکفر نہ ہو۔ یہ پابندی بھی احمدیت کی کسی غرض کے پیش نظر نہیں لگائی گئی ہے، بلکہ مسلمانوں میں تکفیر کی بیماری پہ ایک تعزیر کے طور پر عائد کی گئی ہے۔

احمدیت کا جمہوری نظام

باقی رہا جمہوری نظام کو خطرے کا سوال اس میں بھی آپ نے احمدیت کی ایک ہی شاخ کو مدنظر رکھا ہے اور جماعت لاہور کے مسلک کو نظر انداز کیا ہے۔ آپ کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ایک احمدی اپنا ووٹ آزادی سے استعمال نہیں کر سکتا اور مرکز کی ہدایت کی پابندی اس پر لازمی ہے یہ جمہوریت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ آخر دوسری جس قدر پارٹیاں ہیں وہ بھی تو ووٹ کے معاملہ میں اپنے مرکزی نظام کی ہدایات کی پابند ہوتی ہیں اور اسی مقصد کے لئے ان پارٹیوں میں وہ پرزہ ایجاد ہوا ہے جسے وہپ (whip) کہتے ہیں۔ بہرحال یہ میرا دردِ سر نہیں کہ آپ کے اس اعتراض کا تفصیلی جائزہ لوں کیونکہ جماعت احمدیہ لاہور اپنے ممبروں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتی کہ کس کو ووٹ دے اور کس کو نہ دے۔ اس معاملہ میں ہر ایک کو پوری آزادی حاصل ہے۔

عالم اسلامی میں احمدیت کی صدائے بازگشت

ملک صاحب آپ سے تحریک احمدیت پہ بحیثیت تحریک کے فتوے صادر کرتے وقت دو فاش فروگذاشتیں ہوئیں۔ ایک تو آپ اس ماحول کو اپنے چشم تخیل میں لانے سے قاصر رہے جس میں احمدیت نے جنم لیا اور جو گہرا اثر عام مسلمانوں کے تصور اسلام پر چھوڑا۔ دوسرے یہ کہ اگر درخت اور پھل کی منطق پر ہی فتوے صادر کرنا تھا جس کی غلطی میں واضح کر چکا ہوں تو بھی ایک پھل کو جو آپ کی تلخ کامی کا موجب ہوا دیکھ کر دوسرے پھل کو بکلی رد نہیں کرنا چاہیئے تھا —— اس وقت اگر آپ کو مسلمانوں کے لکھے پڑھے طبقے کے تصور اسلامی میں کسی قدر روشن خیالی نظر آتی ہے تو یہ تحریک کے غیر محسوس تاثرات کی صدائے بازگشت ہے۔

ملک کی مجموعی ترقی کا سوال

آپ نے نوجوانوں سے سوال کیا ہے کہ اس وقت جو ملک بحیثیت مجموعی سرعت ترقی کر رہا ہے اس میں احمدیت کس طرح اثر انداز ہوتی ہے، بلکہ آپ کے نزدیک "یہ ترقی" احمدیت کے باوجود ہو رہی ہے یہ موضوع بھی ایک مفصل بحث چاہتا ہے۔ اور اگر توفیق ملی تو انشاء اللہ اس بارے میں کچھ عرض کروں گا۔ سردست اتنے پر کفایت کرتا ہوں کہ میرے لئے تو یہ بڑی خوشخبری ہے کہ ہم واقعی "ترقی" کر رہے ہیں خدا کرے ایسا ہی ہو، سابق وزیر اعظم چوہدری محمد علی صاحب کی تقریر نیشنل اسمبلی میں آپ کی نظر سے یقیناً گزری ہوگی ان کی تشخیص تو یہ ہے کہ ہم کسی بڑے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور عام آدمی (Commen men) کا دم ناک میں آیا ہوا ہے اور جب سے آزادی آئی ہے نااہلیت (inefficiency) اور بددیانتی (corruption) کا دَور دَورہ ہے۔

ملک صاحب! آپ جیسے ذہین آدمی کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے اور حقیقت پسندی سے چوہدری محمد علی صاحب جیسے مسلمہ عقل و دانش کے مالک اور دیانت دار آدمی ـــ جائزے کا جواب تلاش کرنا چاہیئے۔ کیا آپ انکار کر سکتے ہیں کہ اگر معاشرے میں دیانت و امانت کے اس معیار کا عشر عشیر بھی ہوتا جو احمدیت نے قائم کیا اور جو ہر دو گروہوں میں اب بھی بڑی حد تک قائم ہے تو ہمارا ملک اب تک ایشیا کا (بشمولیت ہندوستان) سب سے خوشحال اور مضبوط ملک ہوتا؟ کسی چیز کی اثر اندازی کا اندازہ تو اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی عدم موجودگی کا کیا اثر ہو رہا ہے یہ تو آپ کے اس سوال کا ایک مجمل جواب ہے کہ احمدیت کا موجودہ "ترقی" میں کیا حصہ ہے

(باقی پھر)

خطبہ جمعہ ـــــ بقیہ صفحہ ۴

جس طرح یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ منہاج نبوت پر چل کر انسان نبی بن جاتا ہے یہ بالکل صحیح نہیں، منہاج نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس پر عمل کرنے سے کوئی نبی نہیں بن سکتا جس طرح ایک شخص جو خدا کے رنگ میں رنگین ہو، خدا نہیں بن جاتا، اسی طرح جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہو وہ نبی نہیں ہو جاتا اور جو شخص شاہی سڑک پر چلتا ہے وہ بادشاہ نہیں بن جاتا..... تو فرمایا یہ تمام باتیں جو ہم نے بتائی ہیں یہ خدا کا راستہ ہے، ان پہ عمل پیرا ہونے سے ہی انسان ضرور کامیاب ہوتا ہے اور اگر اس رستہ کو چھوڑ کر دوسری راہوں کو اختیار کرے تو برباد ہو جاتا ہے۔ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون، ان باتوں کی بڑے زور سے ہم تمہیں وصیت کرتے ہیں تا کہ تم متقی بن جاؤ یعنے نیکی اور بھلائی کی زندگی اختیار کرو اور برائی کے طریق اختیار کرنے سے بچتے رہو۔

ان آیات کے متعلق صحابہ کرام کے تاثرات

اب چونکہ ان آیات کا ترجمہ سامنے ہے اس لئے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ کرام کے تاثرات بھی سن لیں، عبادہ بن صامت نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایکم یبایعنی علےٰ ھٰؤلاء الاٰیات الثلاث۔ ثم وفّٰی بھن فاجرہ علی اللہ جس نے ان تین آیات پہ میری بیعت کر لی اور ان پہ پورا پورا عمل کیا وہ خدا کے ہاں بہت بڑے ثمرات کا حقدار ٹھہرایا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم اور اس کے بعد کی دو آیات وہ وصیت ہے جس پہ حضور نبی کریم کی مہر ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔ من سرّہ ان ینظر الی وصیۃ محمد التی علیھا خاتمہ فلیقرأ ھٰؤلاء الاٰیات جس شخص کو اس بات سے لطف آتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت جس پر آپ کی مہر لگی ہے پڑھے وہ ان آیات کو پڑھ لے.............

.... حضرت الربیع بن خثیم نے منذر ثوری ..... کو مخاطب کر کے کہا:۔ ایسرک ان تلقی صحیفۃ محمد بخاتمہ۔ قال نعم قال فلتقرا ھٰؤلاء الاٰیات۔

مشرکین عرب کو تلقین اور ان پر ان آیات کا اثر

اور اس تلقین کا بھی ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے جو مشرکین کو کی گئی، وہ کہتے ہیں حج کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل میں جاتے اور انہیں اسلام کی تلقین کرتے تھے، کیونکہ ایام حج کی وجہ سے

(باقی صلا پر)

حضرت امام الزمان کی صداقت کا ایک واضح نشان

بین الاقوامی مجلس مذاکرہ میں حضرت امام الزمان کے نظریات کی تائید

تدائے فتح نمایاں بنام ما باشد (حضرت اقدس)

فخرالدین احمد راولپنڈی

"اُٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانے میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا ہے" (الہام حضرت امام الزمان)

خدا کے مامور جب دنیا میں آتے ہیں تو آسمان سے انوار و برکات الٰہیہ کا نزول اُن کی آمد کی نشان دہی کرتا ہے روحانیت کے گلشن میں زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں چمن خزاں دیدہ میں نئے شگوفے پھوٹتے ہیں اور آمدِ بہار کی نوید سنائی دیتی ہے۔ چشم بینا اور وہ کان اور دل جس پر جبر نہ لگ گئی ہو آنے والے انقلاب روحانی سے فائدہ اُٹھانے کے لئے مستعد ہو جاتے ہیں، مامور ببانگ دہل اعلان کرتا ہے ؎

آسماں پر دعوت حق کے لئے ایک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

دُور کیوں جائیں اسی زمانے کی مثال ہمارے سامنے ہے، حضرت میرزا غلام احمد قادیانی نے اس صدی کا مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا اور آنے والے دور میں اسلام کی ترقی اور فتح مندی کی پیشگوئیاں کیں، چنانچہ فرمایا ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

جس زمانے میں آپ نے یہ ارشادات فرمائے اس وقت اسلام بے کسی اور مظلومیت کی حالت میں تھا، مسلمان علماء اور اکابر مغربی فلسفہ سے مرعوب تھے، مذہب کلیسا کی ایک یلغار تھی، کفر اور الحاد یزید کی افواج کی طرح موج در موج اس بے کس دین پر حملہ کرنے کے لئے اُمڈتی چلی آتی تھیں۔ اسلام پر ہر ایک نار وا حملہ ہو رہا تھا۔ حضرت امام الزمانؑ نے قومی شاعروں کے نوحوں اور مرثیوں سے کوئی اثر قبول نہ کیا اور ایسے نازک دور میں ملت کو فتح اور نصرت کی خوشخبری دی جس کو اس وقت کوئی قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن عصرِ حاضر کا مؤرخ انگشت بدنداں ہے کہ اسلام کی فتح اور نصرت کیوں کر معجزہ بن کر ظاہر ہوئی۔ مغرب جہاں حضرت امام الزمان کی بعثت سے پہلے بے دینی اور الحاد کی تعلیم فروغ پاتی تھی اب خدا کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ تثلیث کا پجاری اب اسلام میں اپنی عافیت اور امن کو ڈھونڈتا ہے۔ وہی دین جو حضرت امام الزمان کی بعثت کے وقت مظلوم اور بیکس تھا آج تعین اور ہر ملک میں غالب آ رہا ہے جو حضرت کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر ایک بیّن دلیل ہے۔ یہ تو غیروں کی باتیں ہیں۔ خود مسلمان اب انہیں اسلامی نظریات اور اعتقادات کو اپنا رہے ہیں جو حضرت امام الزمانؑ نے بیان فرمائے تھے یہ الگ بات ہے کہ وہ حضرت اقدس کا احسان نہ مانیں۔ مگر اہل بصیرت جانتے ہیں ؎

گر گفتۂ عشق گیے حرف آشنا
آنہم حکایتیست کہ از من شنیدہ

مجالس مذاکرہ اسلام

خدا کا کتنا فضل و احسان ہے کہ آج اہلِ مغرب کو راہِ ہدایت دکھانے کے لئے اہلِ مشرق جوق در جوق ان ملکوں کا رخ کر رہے ہیں جہاں سے اسلام پر حملے ہوتے رہے ہیں اور جن کے پیدا کردہ فلسفے سے وہ مرعوب تھے۔ ان مجاہدوں کے سینے اور ہاتھ انہیں ہتھیاروں اور اسی اسلحہ سے آراستہ ہیں جو حضرت امام الزمانؑ نے رائج کئے۔ نہ صرف یہ کہ اسلامی مبلغ دیارِ مغرب میں کامیابی سے تبلیغ اسلام کرتے ہیں بلکہ کچھ عرصہ پہلے کے شکست خوردہ ذہنیت والے مسلمان اب ان ملکوں میں محاسن اسلام بیان کرنے کے لئے مجالس، مذاکرہ منعقد کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں اضلاع متحدہ امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی میں پہلی مرتبہ ایک مجلس مذاکرہ ثقافت اسلامیہ منعقد ہوئی جس میں ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ سے علمائے اسلام اور مستشرقین نے مقالات پڑھے، اس مجلس کی کارروائی دو جلدوں میں مرتب کی جا چکی ہے۔ ایک انگریزی میں اور دوسری عربی میں۔ گو اس مجلس کے بعد مستشرقین یورپ کم و بیش ہر سال ایسی کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں جن میں مذاہب عالم، دنیا کی زبانوں اور تہذیبوں سے متعلقہ مسائل پر تحقیقاتی مقالے پڑھے جاتے ہیں، مگر ۱۹۵۷ء کے آخری دنوں میں پرنسٹن یونیورسٹی کی طرز پر ایک مجلس مذاکرہ مغربی پاکستان کے دارالسلطنت لاہور میں بھی منعقد ہوئی، اس کانفرنس کا افتتاح ۳۰ دسمبر ۱۹۵۷ء کو صدر جمہوریہ پاکستان جناب اسکندر مرزا نے کیا۔ یہ کانفرنس پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام ہوئی، اور اس میں ایشیا افریقہ، یورپ اور امریکہ سے قریباً ایک سو پچاس علماء اور مستشرقین نے شمولیت کی۔ اس تعداد کا ایک تہائی پاکستانی علماء پر مشتمل ہے اور باقی دوسرے بتیس ممالک کے علماء پر۔ غیر ممالک سے آنے والے مندوبین پر ایک اندازہ کے مطابق چھ ہزار روپیہ فی کس خرچ آیا۔ ان کے قیام اور طعام کا انتظام پنجاب یونیورسٹی نے کیا جو اس مجلس مذاکرہ کی داعی تھی، کانفرنس میں اسلامی تمدن، ثقافت، ادب اور تعلیمات سے متعلقہ مسائل پر ۹ مختلف موضوعات زیر بحث آئے، یہ کانفرنس ۹ جنوری تک جاری رہی اور روزانہ اس کے دو اجلاس ہوتے رہے، صبح کے اجلاس میں مقالات پڑھے جاتے تھے اور بعد دوپہر والے اجلاس میں ان مقالات پر بحث اور تنقید کی جاتی تھی، صرف ایک دن ایک مصری مندوب کی اچانک موت کے احترام میں مجلس کی کارروائی جاری نہ رہ سکی۔

حضرت امام الزمان کا علم کلام

یہ سچ ہے کہ کارپردازانِ مجلس مذاکرہ نے ملاؤں کے ڈر سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علماء کو باوجود مدعو کرنے کے مجلس مذاکرہ میں شمولیت کا موقع نہ دیا، تاہم اس مجلس میں حضرت امام کا علم کلام ہی غالب رہا مقررین احمدی نہ تھے مگر انہوں نے زیادہ تر وہی نظریئے پیش کئے جن کی حامل امام ربانی کی یہ جماعت ہے۔ مقالات پر سیر حاصل تبصرہ تو تب ہی ممکن ہے جب اس مجلس کی کارروائی مرتب ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہو گی مگر جو کچھ معلومات اخبارات کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں اُن سے ہمیں...... حضرت امام الزمان کی صداقت پر ایک واضح نشان نظر آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے:-

"جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے
حکم بن کر آیا ضرور تھا کہ جیسا کہ
لفظ حکم کا مفہوم ہے کچھ غلطیاں
اس قوم کی ظاہر کرتا جن کی طرف
وہ بھیجا گیا ورنہ اس کا حکم
کہلانا باطل ہو گا"۔

حضرتؑ چونکہ حکم بن کر آئے تھے اس لئے یہ ضروری تھا کہ جو نظریہ بھی آپ نے پیش کیا وہی دنیا تسلیم کرے، اور غلط عقائد اور غلط خیالات کی جو آپ کی بعثت کے وقت مسلمانوں میں پائے جاتے تھے اصلاح کرنا آپ کا ہی کام تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ضرورت الامام میں امام الزمان کی شناخت کے لئے جو کچھ علامات آپ نے بیان فرمائی ہیں اُن کی تمہید میں فرماتے ہیں:-

وہ (امام الزمان) روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالے کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قوے بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اُٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں"

اسی کتاب میں امام الزمان کی تیسری قوت بسطۃ فی العلم کے ماتحت فرماتے ہیں:۔

"اور اگر دینی حقائق کے بیان کرنے میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اس کی مدد کرتا ہے اور وہ نور اُن چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء"

"امام الزمان حامی بیضۂ اسلام کہلاتا ہے اور اس باغ کا خدا تعالے کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے اور اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دُور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کرے اور صرف یہ نہیں بلکہ یہ بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ نہ صرف اعتراضات دُور کرے بلکہ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دنیا پر ظاہر کر دے"

یہ تحریرات حضرتؑ کے اوائل زمانہ کی ہیں مگر دوست دشمن اپنے بیگانے سبھی معترف ہیں کہ حضرت نے اپنی پاک زندگی میں اسلام کی خوبی اور خوبصورتی دنیا میں کس عظیم بالشان طریقے پر ظاہر کی اور کس طرح ان غلط فہمیوں کو جو اسلام کے متعلق پائی جاتی تھیں دور کیا۔ اور مسلمانوں کے مروجہ غلط عقائد اور غلط خیالات کی کس طرح اصلاح کی۔

قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں

علمائے سلف قرآن مجید میں ناسخ منسوخ کے قائل تھے۔ حضرت امام زمان وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس صدی میں یہ دعوٰی کیا کہ آیت تو کجا قرآن مجید کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں۔ ناسخ منسوخ کے غلط اقوال کی آپ نے اصلاح کی اور ثابت کیا کہ قرآن مجید میں جہاں وحی آسمانی کے نسخ کا ذکر ہے اس سے مراد توریت، انجیل اور قرآن کریم کے نزول سے پہلے کی شرائع ہیں۔ قرآن چونکہ خدا کا آخری کلام ہے اور وہ مکمل اور اتم شریعت ہے جس کی حفاظت کا وعدہ خود اس کے نازل کرنے والے نے کیا ہے اس لئے اس کا کوئی لفظ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ علماء نے حضرت امام الزمان کی مخالفت کے زور میں اس طرف خیال نہ کیا مگر کلام الامام امام الکلام" یہ عقیدہ جو حضرت امام الزمان نے قائم کیا تھا آج تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مجلس مذاکرہ میں ڈاکٹر داؤد رہبر نے اپنے مقالے میں جونہی اس فرسودہ نظریے کو دہرایا تو باقی علماء مصر و عرب نے انہیں مجبور کیا کہ وہ ان الفاظ کو واپس لیں اور مطالبہ کیا کہ ان کو پرچہ واپس کر دیا جائے اور کہا جائے کہ وہ قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونے کے قول کو اپنے مقالے سے خارج کریں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بڑی کوشش کی کہ وہ اپنا نقطۂ نظر واضح کر سکیں مگر فضلائے عرب، وعجم نے ان کی ایک نہ سُنی اور مجبوراً ان کو اپنا پرچہ واپس لینا پڑا۔ دیکھ لیا آپ نے حضرت کا یہ فرمانا:۔

"اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے (امام الزمان) کی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے"

اس زمانے کے حکم نے کہدیا ہے کہ "قرآن مجید میں کوئی ناسخ و منسوخ نہیں" اس لئے اب اس کے خلاف کوئی رائے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

جہاد بالسیف

جہاد کے متعلق بھی حضرت امام الزمانؑ کا ارشاد سُن لیجئے:۔

"سو جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف یونہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے، جو خدا تعالے کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالے کے حکموں پر کاربند ہوں، اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالے کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں"

(نور الحق حصہ اوّل)

اقتباس کو پڑھیئے اور پھر حسب ذیل عبارات پر غور کیجئے گا۔

جہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا کہ جہاد اپنے اندر مدافعانہ رنگ رکھتا ہے اور اس سے مقصود مسلمانوں کا تحفظ، بقا اور دفاع ہے نہ کہ جیسا بعض غیر مسلم بلکہ مسلم علماء کا کہنا ہے کہ ہر حکومت اسلامی کو ہمیشہ اس حربے کو کام لانا چاہیئے تا کہ غیر مسلموں کو بجبر اسلام میں داخل کیا جا سکے"

یہ مقرر احمدی جماعت کا کوئی رکن نہیں بلکہ ڈاکٹر محمد موسےٰ شفیق ہیں، اور یہ کسی غیر مسلم ادارے سے منسلک نہیں بلکہ حکومت افغانستان کی وزارت عدلیہ کے محکمہ قضا اور افتاء کے سررشتہ دار ہیں) اب اس سے بڑھکر حضرت مجدد وقت کے حکم ہونے کی تائید اور کیا ہوگی کہ افغانستان جیسے ملک کے سررشتہ دار افتاء نے بھی جہاد کے متعلق وہی بات کہی ہے جو امام وقت نے کہی تھی کہ جہاد بالسیف کی اجازت صرف ایسے مخصوص حالات میں ہے۔ جب مذہبی آزادی حاصل نہ ہو۔ اور مسلمانوں کی جان، مال اور دین محفوظ نہ رہے ایک اور مقرر کے الفاظ سنیئے:۔

"قرآن کریم نے تشدد اور اکراہ فی الدین کی سختی سے مخالفت کی ہے۔ البتہ اگر مذہبی آزادی حاصل نہ ہو اور مداخلت فی الدین اور مسلمانوں پر مذہبی رنگ میں تشدد کیا جا رہا ہو تو قرآن جہاد کی **اجازت** دیتا ہے اور (جہاد کی) اجازت صرف اس حد تک ہے کہ مظلوم اور ستم زدہ .... ہی تلوار اُٹھائیں یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں صلح اور امن کے پیامیوں کو لازم ہے کہ ہر ایسے تشدد اور جبر و اکراہ فی الدین کو روکیں چاہے وہ مسجد کے خلاف ہو یا کلیسا کے یا کنشت یا کسی اور عبادتخانے کے "گویا تشدد کے خلاف قدم اُٹھانا اور موثر کارروائی کرنا اسی صورت میں روا ہے جب مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کا تحفظ ضروری ہو"۔ جہاد کا مفہوم کوئی ایسی مذہبی جنگ نہیں جو بلا وجہ غیر مسلموں اور کافروں سے لڑی جاتے بلکہ ملکی لڑائیوں میں بھی اسلام نے مدافعانہ روش اختیار کرنے پر زور دیا ہے اور جارحانہ کارروائیوں سے روکا ہے"۔

یہ الفاظ ڈاکٹر محمد شاہد اللہ پروفیسر راجشاہی یونیورسٹی پاکستان کی تقریر سے لئے گئے ہیں۔ فرمائیے اس سے بڑھکر امام وقت کی تائید اور کیا ہوگی۔ یہ نظریاتی انقلاب کس مصلح کا پیدا کردہ ہے؟ کہاں ملّاں دن کے لئے ہر وقت تلوار اُٹھانے پھرنے کو بنیاد دین کہا کرتا تھا اور کہاں یہ انقلاب

(باقی صفحہ ۱۲ کے نیچے)

خطبہ ــــــ بسلسلہ صفحہ

کوئی اپ کو ضرر نہ پہنچاتا تھا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ میرے اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مقام منیٰ پر پہنچے جہاں حج کے آخری دن قربانیاں دی جاتی ہیں اور جہاں مشرکین عرب اسلام سے پہلے اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کیا کرتے تھے جس رسم بد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹا دیا۔ کیونکہ اس سے قبائل میں تباغض و تحاسد پیدا ہوجاتا تھا جو قبیلہ اپنے باپ دادوں کے کارنامے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا، اس سے دوسروں کی ہتک منصور ہوتی اور جنگ و جدال تک نوبت پہنچتی تھی، رسول اللہ صلعم نے اس رسم کو مٹا کر اس کی بجائے ذکر الٰہی کھدیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح باپ دادوں کا کرتے ہو، بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر، اسی لئے اب وہاں اللھم لبیک اللھم سعدیک لاشریک لک لبیک کی آوازیں بلند ہوتی ہیں، تو آپ دین کی تلقین کے لئے منا چلے گئے، یہ جگہ مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ڈیرے ڈیرے پر پھرے، ایک ڈیرے پر جب گئے تو وہاں عرب کا بہت بڑا شاعر مفروق تھا، لکھا ہے فالتفت مفروق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم رسول اللہ وجلس وقام ابوبکر یظللہ بثوبہ فقال لہ مفروق الام تدعو یا اخا قریش فتلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھؤلاء الآیات الثلاث۔ وقال مفروق ماھذا من کلام اھل الارض ولو کان من کلامھم لعرفناہ۔ ثم قال الام تدعو ایضا یا قرشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یامر بالعدل والاحسان فقال مفروق تدعو الی مکارم الاخلاق ومحاسن الاعمال اس خوش کن گفتگو کے بعد نھض رسول اللہ قابضا علی ید ابی بکر۔ یعنے مفروق آپ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ آپ کے اوپر چادر تان کر کھڑے ہو گئے تا کہ دھوپ سے بچے رہیں حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ آپکی خدمت کی، غار حرا میں بھی پہلے خود اندر جا کر زمین کو صاف کیا اور سوراخ بند کئے، جب غار سے نکل کر مدینہ کے رستہ میں جا رہے تھے تو ایک جگہ آپ کے لئے ایک چٹان کے سایہ میں زمین کو صاف کر کے حضور کے لئے اپنی لوئی بچھا دی اس پر حضور لیٹ گئے اور نیند آگئی، حضرت ابوبکرؓ نے دور سے بکریوں کا ایک گلہ آتے دیکھا، اس کے مالک کو آپ نے بلایا اور پوچھا کیا یہ دودھ دیتی ہیں، اس نے کہا ہاں، انہوں نے کہا پہلے اپنے ہاتھ خوب صاف کر کے پھر بکری کے تھنوں کو جھاڑ لو اور پھر دودھ نکالو، کیونکہ یہ صاحب جو سو رہے ہیں بڑے صفائی پسند ہیں) غرض حضرت ابوبکرؓ منیٰ کے اس ڈیرے میں آپ پر چادر تان کر کھڑے ہو گئے کیونکہ حضرت ان لوگوں کو جو وہاں تھے، مخاطب کرنا چاہتے تھے مفروق نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا الی ماتدعو یا اخا قریش اے قریشی بھائی کس چیز کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں، یہ اخا قریش عزت کا کلمہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ سنو اور آپ نے یہی آیات قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم پڑھ کر سنائیں، مفروق نے سن کر کہا ماھذا کلام اھل الارض یہ کسی زمینی آدمی کا کلام نہیں، اگر زمینی آدمی کا کلام ہوتا تو ہم اس کو شناخت کر لیتے۔ پھر اس نے پوچھا اور

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

کہ بڑے بڑے روشن خیال فضلاء تلوار کے جہاد کو مذہبی آزادی کے ہوتے ہوئے کسی حالت میں جائز نہیں سمجھتے، غرض ان مجلس مذاکرہ میں جو کچھ کسی نے کہا وہ حضرت امام زمان ہی کا فرمودہ تھا۔ کیا اب بھی آپ کے امام برحق ہونے میں کوئی شک

ہو سکتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو آج بھی آپ کے مکان محبت سرائے میں امن پانے کے لئے دوڑا چلا آئے ۔ خدمت دین کا تو کھو بیٹھے جو بغض و کین میں وقت اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگوں کو جھٹلانے کے دن

پیغام صلح ۱۹ مارچ ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۱۱

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
قیمت سالانہ پاکستان سے: چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ محمد انعام الحق صاحب۔ مکان نمبر ۱۰۰ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ حیدر آباد دکن (انڈیا)

نعیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۲

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان:

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے
اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور
اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک
ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا
عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق
رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ الله ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح
اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص
قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء
ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق
ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو
شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور
اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے
ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ الله اور اسی پر مریں
اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں
اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام
فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔
غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو
اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان
اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس
مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا
ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے
دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان
لعنة الله على الكاذبين والمفترين۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

برلن مسلم مشن کی ماہ جنوری ۱۹۵۸ء کی تبلیغی رپورٹ

۳ جنوری (بروز جمعہ) خطبہ جمعہ لیس البیان تونوا وجوھکم قبل
المشرق والمغرب الخ کے موضوع پر دیا گیا۔

۵ جنوری (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

۱۰ جنوری (جمعہ) دوزخ کی سزا کے بارہ میں خطبہ جمعہ دیا گیا اور بتایا گیا کہ جزا اور
سزا کے دن منکران الٰہی بھی مایوس ہو کر رحمت الٰہی کے لئے دوہائی دیں گے۔

۱۲ جنوری (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی درس دیا۔

۱۵ جنوری (بدھ) ایک اجتماع عام میں اسلام پر بحث مباحثہ ہوا، حاضرین کی
تعداد بہت کافی تھی اور انہوں نے اس بحث میں بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔

۱۷ جنوری (جمعہ) خطبہ جمعہ اس موضوع پر دیا گیا کہ ہر شخص کا رویہ دوسروں کے
متعلق کیا ہونا چاہیئے، ہمیں اپنے بھائیوں کی عیب جوئی نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ اپنی
توجہ زیادہ تر ان کی خوبیوں پر رکھنی چاہیئے۔

۱۸ (ہفتہ) مس چیلر کا جو اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں ایک مسلمان مسٹر
زندجان سے نکاح پڑھا گیا۔

۱۹ جنوری (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔

۲۴ جنوری (جمعہ) حضرت رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ
اور نیک کردار کے موضوع پر خطبہ دیا گیا

۲۵ جنوری (ہفتہ) ڈاکٹر ہنی مین نے ایک لیکچر میں اپنے سفر مصر کے حالات سنائے
اور مصر کے اہرام، وہاں کے مقبروں اور مساجد پر ایک مجمع میں تقریر کی، حاضرین اس
رپورٹ کو سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

۲۶ جنوری (اتوار) مسز موسلر اور مسٹر احمد Schmiede نے برلن
کے علاقہ "Zehlendorf" میں لیکچر دیا اور اسلامی طرز پر دعا کی۔
اسی دن ایک جلسہ مسجد میں ہوا، جس میں اسلام پر بحث مباحثہ ہوا، حاضرین کی
تعداد بہت کافی تھی۔

۳۱ جنوری (جمعہ) صدقہ و خیرات اور رحم و شفقت
کے موضوع پر خطبہ جمعہ دیا گیا۔

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــ لاہور ـــــــ مؤرخہ ۲۶ مارچ ۱۹۵۸ء

پاکستانی جمہوریت اور اسلام

اس ہفتہ (۲۳ مارچ کو) پاکستان کا یوم جمہوریہ بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا۔ پاکستان کے جمہوری مملکت بننے کی یہ دوسری سالگرہ تھی، جس پر تمام ملک کے طول و عرض میں خوشی کا اظہار اس رنگ میں کیا گیا کہ سرکاری عمارتوں اور پرائیویٹ اداروں کو برقی روشنی سے نہایت شاندار طور پر سجایا گیا، ریڈیو پاکستان نے ایک ہفتہ تک ہر رات محفل موسیقی منعقد کی، صدر پاکستان وزراء، گورنروں اور ملکی لیڈروں نے قوم کے نام پیغامات تہنیت نشر کئے۔

اس میں شک نہیں کہ ہر پاکستانی کو ایسے موقعہ پر بجا طور پر خوش ہونا چاہیئے لیکن خوشی کا یہ اظہار جو ہر سال کیا جاتا ہے کیا ان تقاضوں کے مطابق ہے جو حقیقی اسلامی جمہوریت سے تعلق رکھتے ہیں؟ یہ محفل موسیقی، یہ چراغاں اور یہ پیغام ہائے تہنیت حقیقی طور پر خوشی کا موجب ہو سکتے تھے، اگر ہمارے ملک میں جمہوریت کا وہ رنگ پیدا ہو جاتا جو اسلام مسلمان قوم کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے، جمہوریت کا جو رنگ آج ہمارے ملک میں پایا جاتا ہے، ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ اسلامی تو ایک طرف غیر اسلامی ممالک میں بھی نظر نہیں آتا، ہماری مجالس آئین ساز میں بدنظمی رہ دکھائی دیتا ہے، ملکی لیڈر ہر طرز سے ایک دوسرے پر لعن طعن کرتے پھبتیاں اڑاتے اور گالی گلوچ تک اُتر آتے ہیں، کیا وہ کسی مہذب قوم کے شایان شان کہا جا سکتا ہے؟ یہی نہیں ہر پارٹی کے ممبران جب جی چاہے اور جس پارٹی میں اپنا ذاتی مفاد نظر آئے بھرے اجلاس میں اپنی پارٹی کو چھوڑ کر ان میں جا شامل ہوتے ہیں، کیا اس کی کوئی مثال دوسرے مہذب ممالک میں نظر آتی ہے؟ کیا جمہوریت اسی کا نام ہے کہ کرسئ اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایک دوسری پارٹی کو زک پہنچانے کی کوشش کی جائے اور اس کے لئے جو بھی ناجائز سے ناجائز ہتھیار کام دے سکے اس سے کام لے لیا جائے۔ اگر کرسئ اقتدار کے حصول کے لئے بڑے بڑے قومی منصوبوں کو بھی جن پر ملک کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے تباہ کرنا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ اگر یہی جمہوریت ہے تو اس پر خوشی کا اظہار کرنے کے بجائے جس قدر بھی رنج و افسوس کیا جائے کم ہے کم از کم اسلام اس کا حامی نہیں۔

ہمارے لیڈروں کے انہی حالات کو دیکھ کر عوام کی حالت بھی بگڑتی جا رہی ہے، پاکستانی عوام اخلاقی پہلو سے جس قدر گر چکے ہیں اور "اسلام" "اسلام" پکارنے والے خود اسلام سے جس قدر بیگانہ اور دُور ہوتے جا رہے ہیں، اس سے کون ہوشمند انسان واقف نہیں، قسما قسم کے جرائم، بات بات پر قتل و غارت۔ بڑے بڑے عہدیداروں کی رشوت ستانیاں، سمگلنگ کی فراوانی، غذائی اشیاء میں ملاوٹ، آخر کونسے اسلامی اخلاق ہیں جن کی خوشی پاکستانی مسلمان کو ہونی چاہیئے، کیا پاکستان کی بنیاد انہی اخلاق پر رکھی گئی تھی، کیا ان اخلاق و اعمال کے ہوتے ہوئے اس ملک کو اصلی اور حقیقی معنوں میں پاکستان کہا جا سکتا ہے۔

ہمیں حیرت ہے کہ وہ اسلامی روح، وہ غیرت و حمیت اور حب الوطنی کا وہ جذبہ جو پاکستان بننے سے پہلے اس قوم کے اندر پایا جاتا تھا، وہ پاکستان بننے کے ساتھ ہی کہاں چلا گیا، کاش ہم مغربیت کو رہنما بنانے کے بجائے حقیقی اسلامی جمہوریت کو شاہراہ عمل بناتے، اسلامی اخلاق اپنے اندر پیدا کرتے۔ خلافت راشدہ کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھتے گاندھی جی نے بھی ہندوؤں کو کہا تھا کہ سلطنت کا بہترین نمونہ وہ ہے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی حکومتوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے مسلمان ہو کر اسے تمام نمونوں سے آنکھیں بند کر لیں اور جمہوریت کا وہ رنگ پیدا کر لیا جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اور جو یکسر تباہی کی طرف لئے جا رہا ہے۔ کاش سنجیدہ اور مخلص خیر خواہان وطن اس صورت حال کو بدلنے اور حقیقی جمہوریت کا رنگ قوم اور ملک میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

مجاہد اسلام خانبہادر غلام ربانی خان صاحب

ایڈووکیٹ و رئیس مانسہرہ

کی روانگی انگلستان کے موقعہ پر اہل ہزارہ کا اظہار عقیدت

قبل ازیں یہ اطلاع دی جا چکی ہے، کہ خان بہادر غلام ربانی خان صاحب ووکنگ مسلم مشن میں تبلیغی خدمات کی سرانجام دہی کے لئے بطور امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) روانہ ہو گئے ہیں۔ ہزارہ سے روانگی کے وقت ان کے اعزاز میں جو دعوت لنچ دی گئی اور جس محبت اور جوش و خروش کا اظہار کیا گیا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

ہماری جماعت کے ایک مقتدر بزرگ خان بہادر غلام ربانی خان صاحب سابق انٹی کرپشن جج رئیس مانسہرہ ووکنگ مسجد کے امام کے طور پر تشریف لے گئے، آپ کے لندن جانے کی اطلاع پر مختلف علاقوں کے لوگ جوق در جوق خان بہادر صاحب موصوف کو الوداع کہنے کے لئے مانسہرہ تشریف لائے آخری دن کیپٹن عنایت شاہ صاحب آف مغازی کوٹ نے خانبہادر صاحب کے اعزاز میں ایک عظیم الشان لنچ دیا جو نہایت ہی پر تکلف تھا، آپ نے عمدہ نسل کی مرغیاں روسٹ کیں اور آسٹریلیا کا ایک دنبہ ذبح کیا اور دیگر اعلےٰ قسم کی ماکولات سے اپنے معزز مہمانوں کو نوازا۔

لنچ میں علاوہ معزز مہمانوں کے موصوف کے مجسٹریٹ۔ جج صاحبان۔ علماء اور سول اور فوج کے اعلےٰ احکام نے شمولیت کی اور لنچ سے فارغ ہونے کے بعد نماز ادا کی گئی اور خان بہادر صاحب موصوف کو الوداع "بسلامت روی و باز آئی" سے کی گئی۔

لنچ میں علاوہ مردوں کے مستورات بھی شامل ہوئیں جن کا انتظام علیحدہ باپردہ جگہ میں کیا گیا۔

عبدالاحد خان سواتی ساکن مانسہرہ

---

۱۴ مارچ کے خطبے کے متعلق ایک تجویز

وزیر آباد سے محترم ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی نے ذیل کا خط حضرت امیر کی خدمت میں لکھا ہے :-

اخی معظم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

طالب عافیت بخیریت۔ آج ۱۹ مارچ ۱۹۵۸ء کا پیغام صلح کا پرچہ ملا۔ آنجناب کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ مارچ ۱۹۵۸ء کو پڑھا۔ میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ خطبہ نہ صرف جماعت کے احباب کو بھی نہایت غور و خوض کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، اور پھر اس پر عامل ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ خطبہ ایسا ہے کہ اس کو مختلف زبانوں میں شائع کیا جائے۔ بلکہ خدا اگر توفیق دے تو یہ ہر ایک پڑھے لکھے مسلمان کے ہاتھوں تک ہم کو پہنچانا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ایسا انتظام کیا جانا ممکن ہو، تو اس خطبہ کو ریڈیو پاکستان پر براڈکاسٹ کرایا جائے نیز مساجد کے اماموں سے درخواست کی جائے کہ وہ اس خطبہ سے استفادہ کر کے مقتدیوں پر اس کو کھول کر بیان کریں۔ بلکہ سکولوں اور کالج کے اساتذہ سے مل کر اس خطبہ کو صبح کی عبادت کے وقت بچوں کے ذہن نشین کرانے کا بندوبست کیا جائے۔

اگر آنجناب پسند فرمائیں۔ تو اس پر مزید نظر ثانی فرما کر اس میں چند اور اخلاقی تعلیمات کا اضافہ فرما کر اردو اور انگریزی میں شائع فرمانے کا انتظام فرمائیں۔ اس پر جو خرچ ہو، ہم لوگ حصہ رسدی اس کو پورا کریں۔

پیغام صلح ڈاکٹر صاحب کی یہ تجویز اس قابل ہے کہ اس کو عملی جامہ پہنایا جائے، جو دوست اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں وہ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی وزیر آباد کے پتہ پر رقوم بھیجیں۔

غریبوں اور بیکسوں کے ساتھ امداد الٰہی کا ایک شاندار نظارہ

موسیٰ اور فرعون کے قصہ میں نبی کریم صلعم اور آپکے ساتھیوں کو نصرت الٰہی کی خوشخبری

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

طسم۔ تلک ایٰت الکتٰب المبین .... انّ وعد اللّٰہ حق ولکنّ اکثرھم لایعلمون ـــــ

ـــــ (سورۃ قصص رکوع ۱)

فرعون کے مظالم بنی اسرائیل پر

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے دو ایک ایسے امر بیان کئے ہیں جن سے مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے پہلی بات جس کی طرف توجہ دلائی ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے۔ وہ کائنات پر تصرف رکھتا ہے اور ہر ایک کام جس کو وہ کرنا چاہتا ہے خواہ وہ انہونا ہی ہو، ہو جاتا ہے، جب انسان اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ ایک بات جو انہونی تھی وہ قدرت الٰہی سے ہو گئی تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اس کی مثال یہاں بیان فرمائی ہے، کہ فرعون کو بہت بڑی طاقت حاصل تھی، اس کی شان و شوکت، اس کا جاہ و جلال اور غلبہ و دولت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو خدائی کے مرتبہ پر سمجھنے لگا ان فرعون علا فی الارض یعنی فرعون اپنے ملک کی کمزور رعایا پر ناحق ہر طرح کی زیادتی اور ظلم کرتا تھا اور ان پر رعب جمانے کے لئے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کرتا تھا اس کے مقابل پر ایک غریب ترین قوم تھی، جس کو اس نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور اُن پر سخت ترین ظلم و ستم توڑتا تھا وجعل اھلھا شیعًا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم اس نے اپنی رعایا کے درمیان پھوٹ ڈال رکھی تھی۔ ایک حصہ کو مضبوط اور دوسرے کو کمزور بنا کر اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کرتا تھا اور بنی اسرائیل کو کمزور اور ذلیل کرنے کے لئے ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔

بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ دینے کا ارادہ الٰہی

اس غریب و بیکس قوم کے متعلق فرمایا ونرید ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ ہم نے ارادہ کر لیا کہ ان کمزوروں اور بیکسوں پر احسان کریں، ان کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر انہیں آزاد کر دیں، اور انہیں مراتب عالیہ عطا کریں اور فرعونیوں کا انہیں وارث بنا دیں، یہ کس کے مقابل پر فرمایا، فرعون اور ہامان کے مقابلہ پر جن کے متعلق اس قوم کے وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ان پر انہیں غلبہ حاصل ہو گا، لیکن اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان وعد اللّٰہ حق، خدا کا وعدہ حق ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا

فرعون کے قصہ میں حضرت نبی کریمؐ کو تسلی

اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یقین دلایا کہ فراعنہ مکہ آپکے کمزور اور غریب ساتھیوں کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں، تو یہاں ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض ہم نے ارادہ کر لیا ہے۔ ان کمزوروں کی بھی مدد کریں اور مکہ کے فراعنہ پر انہیں غلبہ عطا کریں، اور جس طرح ایک غریب عورت (ام موسےٰ) کو ان وعد اللّٰہ حق کے الفاظ سے تسلّی دی تھی اسی طرح آپ اور آپ کی جماعت کو بھی انہی الفاظ میں تسلی دی جاتی ہے اور یہ بھی وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا معھم ہمارے بھیجے ہوئے مرسلین جن کی حیثیت بظاہر کوئی نہیں اور جن کے ساتھی بھی غریب اور کمزور آدمی ہیں، اور ان کے مقابلہ میں بڑے بڑے فراعنہ کھڑے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں ہم ان کو تباہ کر دیں گے، ان رسولوں کی اور ان کے ماننے والوں کی ہم مدد کریں گے اور ظالموں کو ان کے سامنے ہلاک کریں گے۔ یہ فرعون اور ام موسےٰ کا قصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں سنایا، فرمایا یہ قصص اس لئے ہم بیان کرتے ہیں کہ تیرا دل مضبوط ہو جائے وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک۔ پہلے رسولوں کو بھی ایسی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور آخر کار اللہ تعالےٰ نے انہیں غالب کیا، ایسا ہی اب بھی ہو گا، یہ تاریخ ہے جو اپنے آپ کو دہراتی ہے، جس طرح چاہیں یہ فراعنہ ستم ڈھائیں انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے رہتے ہیں اور ان کی بھی جو ان کا ساتھ دیتے ہیں کیا ہوا اگر وہ غریب ہیں، غرباء بھی ہماری ہی مخلوق ہیں ہمارے عبد ہی ہیں، ان کی دستگیری ہم کریں گے۔ جس طرح فرعون کے مقابلہ میں ایک غریب قوم بنی اسرائیل کی دستگیری کی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جو فراعنہ ہیں، مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہو گا جس طرح موسیٰ کو فرعون پر غلبہ حاصل ہوا۔

ام موسےٰ کی طرف وحی

اس کی تفصیل آگے بیان کی ہے کہ کس طرح بنی اسرائیل کو مصیبت سے بچایا، کس طرح انہیں فرعون سے آزادی دلائی اور فرعونیوں کو اُن کے سامنے غرق کیا۔ فرمایا واوحینا الی ام موسےٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم اس وقت جبکہ نوزائیدہ بچوں کے قتل کئے جانے کا حکم ہو چکا تھا اور اس حکم کے اعلان کے بعد حضرت موسےٰ پیدا ہوئے تھے اور آپکی والدہ انتہاء درجے کے غم و الم کا شکار تھیں انہیں یہ وحی ہوئی کہ بچہ کو دودھ پلاؤ پھر جب اس کے متعلق خطرہ پیدا ہو تو اس کو دریا میں ڈال دو۔ یہ اس لئے کہا کہ فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو بچہ پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اسے نجومیوں نے بتا دیا تھا کہ اُن کے ایک بچے کے ہاتھ سے اس کی ہلاکت ہونے والی ہے، جب موسےٰ پیدا ہوئے تو انکی ماں کو انتہاء درجے کا غم لاحق ہوا کہ میرے بچے کو قتل کر دیا جائے گا، غم کے مارے اسے دودھ بھی نہ پلا سکتی تھی۔ بچہ کے پیدا ہونے کی خوشی بھی تھی، اور اس کی حفاظت کی فکر بھی دامنگیر تھی، کیونکہ اس کی جان جانے کا خطرہ لاحق تھا اور اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اس لئے فرمایا کہ ہم نے اسے وحی کی کہ ان ارضعیہ فکر و غم میں دودھ دینا بند نہ کرو اس کو دودھ پلاؤ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم جب دیکھو کہ اس کے جان جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے تو اسے دریا میں ڈال دو، یہ کیا حکم دے دیا؟ کیا یہ حفاظت کا سامان ہے؟ لیکن ساتھ ہی فرمایا ولا تخافی ولا تحزنی، خوف مت کرو کہ دریا کی موجیں اسے نگل جائیں گی یا کسی دریائی جانور کے پیٹ میں چلا جائے گا، اور نہ ہی بچہ کی جدائی کی وجہ سے کسی طرح کا حزن کرو انا رادوہ الیک یہ بچہ تیری ہی گود میں واپس آجائے گا صرف اتنا ہی نہیں وجاعلوہ من المرسلین بلکہ ہم اس کو ایک عزت کے مقام پر پہنچا دیں گے یعنی خدا کی جانب سے مخلوق کی بھلائی کے لئے یہ مرسل ہو گا۔

کلام الٰہی کا اعجاز

اس معجز کلام ربانی کے متعلق ایک شاعر اصمعی نامی اور ایک چھوٹی سی لڑکی کی گفتگو نہایت دلچسپ ہے لکھا ہے کہ وہ لڑکی اصمعی کے قریب یہ اشعار پڑھ رہی تھی:—

استغفر اللّٰہ لذنبی کلّہ
قتلتُ انسانًا بغیر حلّہ
مثل غزال ناعم فی دلّہ
وانتصف اللیلُ ولم اُصلّہ

اصمعی یہ شعر سن کر پھڑک اٹھا اور لڑکی سے کہا قاتلک اللّٰہ ما افصحک، تو نے غضب ڈھایا تو اس قدر فصاحت و بلاغت پر قدرت رکھتی ہے، اس لڑکی نے

کہا خدا کے کلام کے مقابلہ میں یہ کیا فصاحت ہے فصاحت خدا کے اس کلام میں ہے جہاں ایک ہی جملہ میں کتنی باتیں کہہ دی ہیں ایک دو امر ہیں ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم اور دو نواہی ہیں ولا تخافی ولا تحزنی اور دو مستقبل کی خوشخبریاں ہیں انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فصاحت اس کو کہتے ہیں، یہ بھی کوئی فصاحت ہے جو میرے شعروں میں تم نے کہی ہے پھر اس سے بڑھکر یہ کہ انہونی باتیں ہیں جن کو ایسے مختصر جملہ میں بیان کیا اور وہ واقعہ ہو گئیں۔

اس واقعہ کی ایک تصویر

تو حکم الٰہی کے مطابق ماں نے بچہ کو ایک ٹوکری میں ڈال کر دریا میں پھینکدیا۔ میں نے یورپ کی پکچر گیلریوں میں اس واقعہ کا نقشہ کسی نہایت ہی قابل مصور کا تیار کردہ دیکھا مصور نے اس میں جان ڈال دی ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ ٹوکری دریا میں بہتی ہوئی فرعون کے محل کی طرف جا رہی ہے، بڑے بڑے بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے محل دریاؤں کے کناروں پر بناتے ہیں، فرعون کے محل کی پچھلی دیوار دریا کی طرف تھی، فرعون کی بیٹی نہانے کے لئے نکلتی ہے، خادمائیں ساتھ ہیں، وہ ٹوکری کو بہتی ہوئی دیکھتی ہے تو کہتی ہے وہ کیا ہے خادمائیں لپک کر ٹوکری نکال لیتی ہیں۔

حضرت موسےٰ فرعون کے گھر میں

لیجئے اب جس کا ڈر تھا، اسی کے پاس بچہ پہنچ گیا فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدواً وحزناً۔ آل فرعون نے اسے اچک لیا، وقالت امرأت فرعون قرت عین لی ولک لا تقتلوہ عسی ان ینفعنا او نتخذہ ولداً وھم لا یشعرون فرعون کی بیوی نے اس کے خوبصورت چہرہ کو دیکھکر دہائی دی، خبردار اس کو قتل نہیں کرنا، یہ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، شاید یہ ہمارے لئے مفید ہو، یا ہم اسے بیٹا ہی بنالیں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس نے کیا بننا ہے۔

خدائی طاقت کا کرشمہ

یہ ہے خدا کی طاقت، وہ جو دشمن ہیں وہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار بن گئے، ایک طرف فرعون کا حکم بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا جائے گا دوسری طرف ملکہ کا حکم ہے لا تقتلوہ یہ بڑی جرأت کا کلمہ ہے فرعون کے مقابلہ میں بیٹے بیٹیوں اور درباریوں کے حکم کیا چیز ہیں لیکن ایسا ہی ہوا ایک طرف اس کو قتل سے بچانے کے لئے ماں نے دریا میں پھینکا اور اس کا یہ حال ہو رہا ہے کہ فاصبح فؤاد ام موسےٰ فارغاً۔ موسےٰ کی ماں کا دل صبر سے خالی ہو چکا تھا، دوسری طرف اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے ایک اور ماں پیدا کر دی، دوسری جگہ فرمایا والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علی

عینی (طٰہٰ رکوع ۲) میں نے اپنی جناب سے تیرے چہرے کو ایسا پیارا بنا دیا کہ دیکھنے والے بے اختیار اس کو محبت کرنے لگے "تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے ہو، ادھر ماں ہے کہ اس کا دل کڑھا جا رہا ہے کہ خدا جانے بچہ کے ساتھ کیا ہوگا، ادھر ایک اور ماں پیدا کر دی جس نے محبت سے اس کی پرورش اپنے ذمہ لے لی وقالت لاختہ قصیہ، ماں نے بچہ کو دریا میں ڈال کر اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے چلی جا فبصرت بہ عن جنب وھم لا یشعرون، چنانچہ وہ پیچھے پیچھے دور سے اس کو دیکھتی جاتی ہے، اس نے دیکھ لیا کہ موسےٰ اس کا بھائی دشمن کے قبضہ میں آگیا ہے اسلئے وہ محل کے قرب و جوار میں ٹہلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ محل کے اندر یہ سانحہ پیش آتا ہے کہ بچہ کسی شاہزادی کا دودھ نہیں پیتا وحرمنا علیہ المراضع من قبل ہم نے بچے کی طبیعت میں ڈال دیا کہ کسی کا دودھ نہیں پینا اس لئے محل میں کہرام مچ گیا کہ ملکہ کا محبوب بچہ مرتا ہے، لوگ اندر باہر دوڑتے نظر آتے ہیں، دودھ پلانے والی آتی ہیں اور وہ منہ بھی نہیں لگاتا، ادھر ایک ماں مر رہی ہے کہ بچہ کا کیا ہوگا، ادھر یہ دوسری ماں مرنے لگی، اور کہتی ہے کوئی ایسی عورت لاؤ جو اس کو دودھ پلائے

موسےٰ واپس ماں کی گود میں

لڑکی کو اس سانحہ کا علم ہو جاتا ہے وہ اندر پہنچ جاتی ہے فقالت ھل ادلکم علےٰ اھل بیت یکفلونہ لکم وھم لہ ناصحون کہنے لگی اگر ضرورت ہو تو میں آپ کو ایک ایسے گھر والوں کا پتہ دوں جو آپ کے لئے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں فرددنٰہ الی امہ کی تقر عینھا ولا تحزن ولتعلم ان وعد اللہ حق ولٰکن اکثرھم لا یعلمون۔ ملکہ نے یہ خوشخبری سنی تو فوراً اس کی ماں کو بلا بھیجا۔ ماں آگئی اور اس کی گود میں ہم نے بچہ کو بٹھا دیا۔ تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کا غم جاتا رہے اور تاکہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

قدرتِ خداوندی کا ایک اور کرشمہ

کس قدر قدرت خداوندی ظاہر ہوتی ہے، کتنا بڑا خدا کی ہستی کا نشان ہے، خدا نے فرعون کو اسی بچہ کا غلام بنا دیا جس کو وہ قتل کرنا چاہتا تھا یہ ہے ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین کا نظارہ، کیسی ان غریبوں اور بیکسوں کی دستگیری کر کے دکھائی کتنا بڑا احسان ان پر کیا ان وعد اللہ حق، بیشک خدا کا وعدہ سچا ہوتا ہے

حضرت نبی کریم صلعم کا غلبہ مکہ کے فراعنہ پر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ سنایا کہ ہم اس طرح کمزوروں کی دستگیری کرتے ہیں اور آپ تو رسول ہیں انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت ہے کہ ان مصائب و شدائد کے اندر جو آپ کو پیش آنے کوئی آپ کو تسلی دینے والا ہو، تسلی واقعات سے ہوتی ہے اور یہ واقعہ اسی لئے سنایا کہ آپ کے دل کی مضبوطی کا موجب ہو نثبت بہ فؤادک، غرباء اور کمزوروں کے ہم محافظ ہیں ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا، ایسے حالات میں جب یقین نہیں آسکتا اللہ تعالےٰ غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے جو غریبوں اور کمزوروں کی حفاظت کا موجب ہو جاتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی غریب تھے، اس قدر غربت ان پر چھائی ہوئی تھی کہ مخالف ان کی ہنسی اڑاتے کہ یہ غریب غربے ڈینگیں مارتے ہیں اور کہتے ہیں نحن اکثر منھم اموالاً واولاداً، ہماری دولت بہت بڑی ہمارا جتھہ اور اولاد بہت زیادہ، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بتا دیا انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا ہم اپنے رسولوں اور ان کے ساتھیوں کی امداد کریں گے۔ جس طرح موسےٰ کی قوم کمزور اور غریب ہونے کے باوجود فرعون پر غالب آگئی، یہ غریب لوگ بھی مکہ کے فراعنہ پر غلبہ حاصل کریں گے، اور بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک بن جائیں گے، چنانچہ وہ بدو اور ساربان سلطنتوں کے مالک بن گئے اور اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ وہ فرشتہ سیرت بن گئے۔ اس سے بڑھکر اور کیا کامیابی ہوگی، یہ سب سے بڑی کامیابی ہے کہ وہ لوگ دین اور دنیا کے بلند ترین مقامات پر فائز ہو گئے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

کیا احمدیت ترقی معکوس ہے یا زمانہ کی پکار؟

ملک محمد جعفر خاں مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

محمد یعقوب خاں

(۳)

کتاب "احمدیہ تحریک" کا مرکزی نقطہ

مکرمی ملک صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
آپ کی کتاب "احمدیہ تحریک" کے مرکزی نقطہ کو اگر میں صحیح سمجھ سکا ہوں تو وہ اس قدر ہے کہ چونکہ ختم نبوت سے ارتقائے انسانی کا وہ دور ہی ختم ہو گیا جس میں انسانیت وحی و الہام کے خارجی سہاروں کی محتاج تھی اور انسانیت ایک نئے دور میں داخل ہو گئی ہے جو عقل کا "دور" ہے، جس نے اسے تمام بیرونی سہاروں سے بے نیاز کر دیا ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب، ان کے دعاوی، ان کے مشن پر غور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب جبکہ انسان کی پختگی عقل کا آفتاب عالمتاب طلوع ہو چکا ہے۔ اور اس طرح الٰہی منصوبہ تخلیق اپنے انتہائی کمال کو پہنچ چکا ہے، تو وحی و الہام کی بیرونی روشنی کا سہارا لینا گھڑی کی سوئیوں کو پیچھے کی طرف گھمانا ہو گا اور اس لئے آپ نے احمدیہ تحریک کو ایک "ترقی معکوس" قرار دیا ہے۔

وحی اور عقل کا باہمی رشتہ

اگر یہ نتیجہ اخذ کرنے میں میں نے غلطی نہیں کی اور مجھے یقین ہے کہ آپ تسلیم کریں گے کہ نہیں کی ہے تو کیا آپ کے ہی اس نتیجہ کی رُو سے یہ اور بھی ضروری نہیں ہو جاتا کہ احمدیہ تحریک کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے اس لئے کہ دورِ حاضر میں یہی ایک تحریک ہے جو وحی کی علمبردار ہے اور جب آپ کی بحث کا تمام نچوڑ وحی اور عقل کے باہمی رشتے اور انسانیت کے نشوونما میں ان کے حصے (share) تک محدود ہو جاتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وحی کے نمائندہ کو بھی غور اور غیر جانبداری سے سنا جائے۔ اس سے قبل کہ عقل کے حق میں یک طرفہ فیصلہ اس لئے صادر کیا جائے کہ اس کے علمبردار علامہ اقبال ہیں۔ بحیثیت وکیل کے آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ یکطرفہ فیصلہ صادر کرنا نہ قرینِ انصاف ہے اور نہ غلطی کے احتمال سے خالی۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب ساری بحث وحی کے مسئلہ پر آ کر مرکوز ہو گئی ہے تو کیا خود عقل کا تقاضا یہ نہیں کہ جو شخص اس بارے میں صاحب تجربہ ہونے کا مدعی ہے اس کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے تا کہ وحی کی حقیقت کما حقہ، انہی طور پہ ہمارے سامنے آ سکے۔ عقل کو جو بہر حال حواس خمسہ کی چار دیواری سے باہر پرواز کی اہلیت ہی نہیں رکھتی وحی جیسی مابعد الطبیعاتی کیفیت پر حکم بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

تجرباتِ وحی سائنٹیفک غیر جانبداری سے پرکھئے

جیسے میں گذشتہ ایک مکتوب میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ جب خود اس بات کے حق میں ہیں کہ بحث کو "واقعات" (facts) کی سطح پر لانا چاہئے اور الفاظ کے چکر میں جس میں احمدیت کے موافق و مخالف پڑے رہے ہیں کوئی نتیجہ خیز بات پیدا نہیں ہو سکتی تو پھر آپ خود اپنے اس صحیح نظریے سے کیوں گریز کرتے ہیں اور مرزا صاحب کے تجربات وحی کو اسی سائنٹیفک غیر جانبداری (objectivity) سے کیوں نہیں پرکھتے جیسے آپ اور علوم کے تجربات کو پرکھتے ہیں۔ مثلاً آپ بحث تو کریں جوہری طاقت کے جدید انکشافات کے متعلق مگر جو کچھ اس سائنس کے ماہرین کہتے ہیں وہ سننے کے لئے تیار تک نہ ہوں، اور یہ کہہ کر ان کی بات مسترد کر دیں کہ انہوں نے اپنے کسی ذاتی مقصد یا مفاد کی خاطر یہ سب افسانہ بنایا ہوا ہے تو یہ کہاں کی دانشمندی ہوگی؟ یہ خود اس عقل کے خلاف ہوگا جس کو آپ اس دور میں انسانیت کا آخری سہارا بتلاتے ہیں۔

جذبۂ اقتدار کا سوال

آپ نے جس عینک سے احمدیت کا مطالعہ کیا ہے معاف کیجئے تو وہ عینک رنگ آلودہ ہے۔ اور اس لئے حضرت مرزا صاحب کی ہر ایک سیدھی سادی بات بھی آپ کو اسی رنگ میں رنگیں نظر آتی ہے۔ جو حقیقت تک پہنچنے میں آپ کے لئے ایک بڑا حجاب بن جاتا ہے۔ آپ اس مفروضہ سے چلتے ہیں کہ اسلام کے نام پر حضرت مرزا صاحب کی تمام ہنگامہ آرائی کے پیچھے صرف ایک ہی جذبہ کار فرما تھا۔ اپنا اور اپنے خاندان کا اقتدار ـــــ آپ لکھتے ہیں:۔

> "مرزا صاحب نے اپنی خطابت کی تمام قوتیں اس بات پر مرتکز کر دیں کہ کسی طرح لوگ یہ مان لیں کہ مرزا صاحب کے ذاتی مفاد کے علاوہ دنیا کو بھی کسی نہ کسی طرح کی نبوت کی ضرورت ہے لیکن دنیا کی تمام آبادی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرزا صاحب کی کوششیں زیادہ کامیاب نہیں ہوئیں۔ اس میں شک نہیں کہ اتنے لوگ جماعت میں ضرور شامل ہو گئے کہ جس سے مرزا صاحب کی ذات اور ان کے خاندان کی وجاہت محفوظ ہو گئی۔ لیکن بحیثیت مجموعی لوگوں نے مرزا صاحب کی نبوت کے بغیر ہی کام چلانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کا اعتراف مرزا صاحب نے اپنے الہام میں کیا ہے:۔
>
> "دنیا میں ایک نذیر آیا لیکن دنیا نے اسکو قبول نہیں کیا ......"

دعوے مسیحیت سے پہلے مرزا صاحب کا اقتدار

ان سطور میں تین ایسی چیزیں ہیں جو آپ کی رنگ آلود عینک کی پیداوار ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرزا صاحب کے پیش نظر اپنا اور خاندانی اقتدار تھا۔ پہلے مرزا صاحب کا اپنا "اقتدار" لیجئے۔ آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ مرزا صاحب نے اس سارے کھیل (جیسے آپ سمجھتے ہیں) سے کیا حاصل کیا، سوائے اس کے کہ بیشمار گالیاں سنیں اور بھڑوں کے ایک چھتے کو چھیڑ دیا۔ آپ کو غالباً انکار نہیں ہوگا کہ مسیح موعود کے دعوے سے قبل تک مرزا صاحب کا اقتدار انتہائی عروج تک پہنچ چکا تھا اور خود مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو بعد میں مخالفت اور تکفیر بازی کے سپہ سالار بنے ببانگ دہل اعلان کیا تھا کہ تیرہ سو سال میں اسلام کی اس قدر شاندار تائید کی نظیر بہت کم ملتی ہے یہ تائید صرف عقلی براہین تک محدود نہیں بلکہ حالی نصرت بھی کی۔ "براہین احمدیہ" پر مولانا موصوف کے الفاظ تو بحیثیت پیدائشی احمدی آپ کو ازبر ہوں گے مگر آپ کے حافظہ کو تازہ کرنے کے لئے اس کے چیدہ چیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

> "اور مؤلف (مرزا صاحب) اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے زمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقۂ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے

بات کے لئے اسلام کی طرف اُڑ رہی ہیں۔
ن ہی جیسے مفکر کو تو نظر آ رہا ہے کہ جماعت
یہ لاہور کی تبلیغی سرگرمیوں میں ایک نئی تہذیب
کے لئے انگڑائیاں لے رہی ہے۔

ملک صاحب، آپ کس دنیا میں رہتے ہیں۔
قل عقل پکارتے پکارتے واقعات عالم کے
منے بھی آنکھیں بند کرنے لگے ہیں؛ ذرا آج سے
۶۰ سال پہلے کا بھی اسلام کے متعلق مغرب کا
یہ نگاہ دیکھیں جو سخت متنفرانہ اور معاندانہ تھا،
اب بھی دیکھیں کہ اسلام کے متعلق قدردانی اور
لگالی کی ایک پوری رَو چل پڑی ہے۔ ملک صاحب!
غور کیجئے۔ یہ کہاں سے آئی ہے۔ یہ مرزا صاحب
الہامِ محبت اسلام کی صدا کی بازگشت تھی جس
محمد علی، کمال الدین، صدر الدین اور آفتاب الدین
عبداللہ جیسے فدائیان اسلام پیدا کئے۔ جن کی
افروز تحریروں اور تقریروں نے اور پاکیزہ زندگیوں
اسلام کے متعلق مغرب کے خیالات اور احساسات
بالپلٹ دی۔ ملک صاحب، آپ جیسے ذہین
صاحب قلم نوجوان کا اپنی زندگی کسی بار روم کی نذر
نا اسے ضائع کرنا ہے۔ آپ کا صحیح مقام تو یہ
آپ ووکنگ جاکر اسلام جیسے زندگی بخش ضابطۂ
ت کی وکالت کرتے اور بجائے احمدی نوجوانوں
دلی پھیلانے کے جو بہرحال ایک تخریبی کام
ی تعمیری کام میں مصروف ہوتے اور اہل مغرب
لام کے خوبصورت چہرہ سے روشناس کرتے
خدا نے آپ کو اہلیت تو دی ہے مگر توفیق نہیں
ے۔

رزا صاحب کا مشن ــــ غلبۂ اسلام

مرزا صاحب کی ناکامی کے ثبوت میں آپ نے
ام پیش کیا ہے اس میں نہ صرف انصاف سے
بن لیا بلکہ جادۂ صحت سے بھی تجاوز کیا ہے اور
ہام کو ادھورا نقل کرنے پر کفایت کی ہے پورا
یہ ہے :-

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا
نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے
قبول کرے گا اور بڑے زور آور
حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا"

قبولیت کے یہی معنے ہیں کہ یہ مقدر ہو چکا ہے
صاحب کا مشن جو غلبۂ اسلام کے سوا نہ تھے کچھ
ن دنیا میں کامیاب ہوگا۔ اس کامیابی کے بہت
آثار جیسے میں پہلے دکھا چکا ہوں ظاہر ہو چکے
ور ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ ہاں اگر آپ کے
یں کامیابی سے مراد سلطنت ہے جس کی خواب
ئولیاں ہمارے دوسرے گروہ میں بڑی فراخدلی
بٹ رہی ہیں تو مجھے معاف فرمائیے ہمارے
سا مرزا صاحب کا یہ مشن ہی نہ تھا ـــ
مرا بس است کہ ملکے بدست آید

خلوص نیت مرزا صاحب کا فطرتی جذبہ تھا

میں اس وقت جو کچھ آپ کی مندرجہ بالا عبارت
پر بطور تبصرہ لکھ رہا ہوں اس سے میرا منشاء یہ نہیں کہ مرزا
صاحب کی صفائی پیش کروں۔ میرے نزدیک جہاں
تک جذبہ محرکہ (m) کا تعلق ہے کسی
مخالف نے بھی مرزا صاحب کی طرف ہوس اقتدار
منسوب نہیں کی ہے، مرزا صاحب کی جتنی مخالفت
ہوئی اسلامی تاریخ میں شاید ہی کسی کی ہوئی ہو مگر شدید
سے شدید مخالف کو بھی کبھی ان کے کیرکٹر پر کسی جگہ انگلی
رکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ان کی خلوص نیت ان کے
چہرے سے برستی تھی۔ ان کو غلطی لگ سکتی تھی۔ مگر کسی
کو مغالطہ میں ڈالنا ان کی افتادِ فطرت ہی کے خلاف
تھا۔

وحی کی حقیقت اور علامہ اقبال

میرا منشا اس طول نویسی سے صرف اس قدر
ہے کہ اگر ہو سکے تو آپ کو اس بات پر آمادہ کر سکوں
کہ بدظنی سے بچکر مرزا صاحب کے کیس (case)
کا مطالعہ کریں۔ جس کا سارا دار و مدار اس پر ہے
کہ آیا وحی کوئی حقیقت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو
ختم نبوت کے بعد ملتِ اسلامیہ کی زندگی میں اس کا
کیا مقام ہے۔ آپ علامہ اقبال کی آڑ لے کر دنیا
کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اب زمانہ ہی عقل کا آ گیا
ہے اور زندگی کی جدوجہد میں عقل کا ہی ہتھیار ہمارے
لئے کافی ہے۔ گو خود علامہ اقبال بھی عقل کے اتنے
دلدادہ نظر نہیں آتے۔ ایک خاتون کے نام خط میں لکھتے
ہیں :-

"اگر عقلِ انسانی ہی کو معیار قرار دیا
جائے تو یزدان کی نسبت ایک
قادرِ مطلق اور ابدی اہرمن پر ایمان
لانا زیادہ آسان نظر آتا ہے"
(اقبال نامہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۹)

پھر یہ شعر کہنے والا ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

وحی کو اس قدر کم قیمت نہیں سمجھ سکتا جیسے آپ نے
سمجھ رکھا ہے۔

وحی کے متعلق ریسرچ کیجئے

اس سے قبل کہ میں عقل اور وحی کے متعلق آپ
کے ارشادات کا جائزہ لوں۔ میں آپ سے صرف
یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ آپ واقعات سے
آنکھیں بند نہ کریں۔ جب ایک شخص وحی کا دعویدار موجود
ہے اور یہ واقعہ ایک ٹھوس حقیقت بن کر منظر عام
پر آ گیا ہے کہ مرزا صاحب سے خدا ہمکلام ہوتا
تھا تو آپ بدگمانی کی عینک اتار کر وحی کے موضوع
پر تحقیق و ریسرچ کے لئے مرزا صاحب کے پاس
جاویں جو اس میدان کے ماہر ہیں۔ مغربی دنیا کے
اہل علم لوگ اب اس میدان میں اسی انداز سے ریسرچ
کر رہے ہیں جیسے مادی سائنسوں میں کرتے رہے
ہیں مگر ایسا ریسرچ اس وقت نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے
جب آپ ہر تعصب اور مفروضات سے بالاتر ہو کر
صحیح محققانہ نگاہ پیدا کریں۔ مرزا صاحب کی طرف اقتدار
ہوئی منسوب کرنا محققانہ نگاہ کی علامت نہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی زوجہ اوّل کا معاملہ

اس کے علاوہ آپ نے محمدی بیگم والے معاملہ
کو جس انداز سے اچھالا ہے وہ بھی آپ کی شان محققانہ
کے شایاں نہیں۔ مثال کے طور پر لیجئے۔ مرزا صاحب
کی پہلی بیوی (والدۂ فضل احمد) کے متعلق مرزا بشیر احمد
صاحب نے "سیرت المہدی" میں لکھ دیا ہے کہ لوگ
عام طور پر انہیں "پھجے دی ماں" کہا کرتے تھے۔ آپ
نے اس پر تقریباً دو صفحے لکھ کر عورت کی مظلومیت کا
نقشہ اس انداز میں کھینچا ہے کہ گویا یہ الفاظ کہنے
والے مرزا صاحب تھے۔ مرزا بشیر احمد صاحب
نے اگر کوئی بات ایسی لکھ دی جو نہیں لکھنی چاہیئے
تھی تو آپ حضرت مرزا صاحب پر برس پڑنے میں کیسے حق
بجانب تھے۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب کا دوسری
شادی کے بعد پہلی بیوی کے نام پیغام میں آپ نے
بعض الفاظ کو بالکل اُلٹ مفہوم میں پیش کر کے
فسانہ نویسانہ انداز میں اس پر رنگ آمیزی کی ہے
(صفحہ ۲۱۹) مرزا صاحب کے ان الفاظ میں کہ "آج
تک تو جس طرح ہوتا رہا ہوتا رہا" شکوہ پہلی بیوی
کے سلوک کا ہے جو مخالف کیمپ کے زیر اثر اس
حد تک پہنچ چکا تھا کہ سالہا سال سے مرزا صاحب
تجرد کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے تھے اور دوسری
شادی کی موجب بھی یہی بات تھی کہ پہلی بیوی نے خود جدائی
اختیار کر لی تھی! آپ ان الفاظ سے مرزا صاحب کی
مظلومیت کی بجائے انکا بیوی کیساتھ ظلم ثابت کرنا
چاہتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک لمبی داستان ہے اور
اگر آپ یہ سستا کھیل کسی احراری پھبتی باز کے لئے
چھوڑ دیتے تو بہتر ہوتا۔ اسی پیغام کا ایک ایک لفظ
پکار پکار کر کہتا ہے کہ مرزا صاحب اتقاء کے کس
بلند مقام پر تھے۔ ایسی بیوی کو جس سے سوائے
بدسلوکی کے ان کو کچھ نہیں ملتا لکھتے ہیں :-

"اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے
اس لئے اگر دونوں بیویوں میں برابری
نہ رکھوں گا تو میں گنہگار ہوں گا۔
اس لئے اب دو باتیں ہیں یا تو
تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے
اپنے حقوق (زوجیت) چھوڑ دو
میں تم کو خرچ دیئے جاؤں گا"

بدگمانی کا بُرا ہو کہ اچھی بات بھی بری دکھائی دینے لگتی
ہے۔ ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں شریعت
کا حکم ہے کہ سب سے یکساں سلوک ہو۔ پہلی بیوی نے
تو مدت سے علیحدگی اختیار کی ہوئی تھی۔ اب دوسری شادی
پر مرزا صاحب کو فکر دامنگیر ہوا کہ کہیں الٰہی مواخذہ کے

سابقہ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو دجود الہام میں شک ہو ہمارے پاس آکر تجربہ ومشاہدہ کرے۔ اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو"

اگر حصول اقتدار کی خواہش ہوتی!

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے علماء میں سے تھے مرزا صاحب کے متعلق ان کی رائے مرزا صاحب کے اس روحانی اقتدار کا آئینہ سمجھئے جو انکو عامۃ المسلمین کے قلوب پر حاصل تھا۔ آپ نے جب محدثیت کا دعویٰ کیا تو مخالفت تو کجا ہر ایک مسلمان کے قلب نے آواز دی کہ حق بحقدار رسید۔ یہی وہ دوش مبارک ہے جس پر یہ ماموزانہ جبہ راست بیٹھتا ہے۔ معمولی عقل کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اقتدار کی چوٹی پر پہنچکر کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ لایا جائے جس سے وہ سارا اقتدار خاک میں مل جائے۔ اگر کوئی منصوبہ ہوتا تو خاموشی زیادہ قرین مصلحت تھی اور چاہیئے تھا کہ دمسیح موعود کے دعوے سے اجتناب کرتے، مرزا صاحب خوب جانتے تھے کہ اس دعوےٰ سے طوفان مخالفت بپا ہوگا۔ کیا کوئی اقتدار کا بھوکا آدمی ایسی یقینی غلطی کرسکتا ہے؟

ملک صاحب! اسی سے آپ اندازہ لگادیں کہ مرزا صاحب کیا تھے، ان کی حیثیت کیا تھی، ان کا مشن کیا تھا، وہ ایک مامور تھے۔ خدا کا جو حکم ہوتا تھا بلاکم وکاست بلا خوف لومۃ لائم لوگوں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ منصوبہ باز لوگوں کے کاروبار تو اس نظریہ کے ماتحت چلتے ہیں کہ دروغ مصلحت آمیز بہ ز راستی فتنہ انگیز ـــــ یہاں تو کسی دروغ گوئی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ محض خاموشی کافی تھی اگر آپ کے سامنے کوئی ذاتی مصلحت ہوتی۔ مرزا صاحب کی ساری زندگی شاہد ہے کہ وہ اس دَور میں ایک ہی فرد واحد نظر آتے ہیں جنہوں نے مذہبی معاملات میں رائے عامہ کی کبھی پروا نہیں کی۔ اور یہی ایک مامور کی شان ہونی چاہیئے۔

خاندانی اقتدار

دوسرا وہم جس میں آپ مبتلا ہیں خاندانی اقتدار کے متعلق ہے۔ اور میرے نزدیک آپکی بغاوت کا اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو اس کی تہ میں یہی جذبہ ملے گا کہ مرزا صاحب کے .... خاندان کو اتنا اقتدار کیوں حاصل ہوا۔ اقتدار تو ضرور ملا اور ایسا ملا کر بایدوشاید مگر کیا یہ مرزا صاحب کے کسی منصوبہ کے نتیجہ میں ملا۔ نہیں، بلکہ مرزا صاحب کی اس سوچی سمجھی سکیم کے باوجود ملا جو انہوں نے اپنی وفات سے کچھ قبل اپنی جماعت کے لئے "الوصیت" کے نام سے چھوڑی۔ اس میں نہ صرف اپنے خاندان کے لئے کوئی خاص مقام تجویز نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی ایک باقاعدہ انجمن کی بنیاد ڈالی جس کو اپنا "جانشین" قرار دیا پھر کچھ مدت بعد اپنے ہاتھ سے ایک مختصر مگر جامع فیصلہ (مسلسل) بھی لکھدیا جس میں جماعت کے نظام کو صحیح جمہوری بنیادوں پر استوار کیا۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے"

اس کے بعد ذیل کی چند سطور صرف اس لئے ایزاد کیں کہ خاندانیت کی عام بیماری کا سدِباب کیا جائے جو مذہبی تحریکات میں پیدا ہو جاتی ہے:-

"لیکن اس قدر زیادہ لکھنا **پسند** کرتا ہوں کہ بعض **دینی امور** میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے .... ہر کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو، اور یہ **صورت صرف میری زندگی تک** ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"

مندرجہ بالا سطور میں جلی قلم والے الفاظ کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیا کسی ہوس اقتدار میں گرفتار لیڈر کا یہی لب ولہجہ ہوتا ہے کہ اپنے پیروؤں کو بجائے "ہدایت" یا "حکم" دینے کے محض اپنی ایک خواہش کا اظہار کرے کہ "میں ایسا پسند کرتا ہوں" ـــ مذہبی پیشواؤں سے تو یہ عاجزانہ طرز تحریر کوسوں دُور ہے۔ دوسرا قابل غور امر یہ ہے کہ اپنے اختیارات خصوصی بھی صرف "دینی امور" تک محدود کئے جہاں تک مالی اور انتظامی معاملات کا تعلق تھا اپنی زندگی ہی میں کلی انجمن کے سپرد کئے مگر آخری جلی سطر نے تو خاندانیت کے کسی خفیف سے خفیف شائبہ کو بھی جڑوں سے کاٹ دیا اور لکھ دیا کہ ان کی وفات کے بعد دینی اور مالی اور انتظامی سب کے سب امور انجمن کے سپرد ہوں گے۔

ملک صاحب! آپ ہی از روئے انصاف بتائیے، کیا یہ ایسے آدمی کی تحریر ہوسکتی ہے جو ساری زندگی اپنے خاندان کے اقتدار کی خوابیں دیکھتا رہا ہو؟ کیا رکاوٹ ہوسکتی تھی اگر وہ لکھدیتے (اگر وہ چاہتے) کہ میرے بعد میرا کوئی عزیز رشتہ دار میرا جانشین ہوگا؟ آخر ہمارے سامنے مرحوم ہز ہائی نس آغا خاں نے بھی تو اپنے ایک نوعمر پوتے کو اپنی وفات سے پہلے ہی اپنا جانشین نامزد کردیا۔

اولاد کے لئے دعائیں

میرا مقصد بتانے کا یہ ہے کہ یہ محض ایک وہم ہے جو آپ کے سر پر سوار ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب کے سامنے اپنا اقتدار تھا یا اپنے خاندان کا بیشک انہوں نے اپنی اولاد کے لئے بڑے جوش و خروش سے دعائیں کی ہیں جو بالکل طبعی چیز ہے۔ کون باپ ہے جو نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد دینی دنیاوی سعادتوں سے مالا مال ہو۔ خود حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذرّیت کے لئے دعا کی کہ دینداری کے علاوہ وہ دنیاوی ثمرات سے بھی متمتع ہو، مرزا صاحب کی دعائیں بھی زیادہ تر یہی ہیں کہ ان کی اولاد خادمان دین ہوں۔ اور اُن سے بے دینی کا اندھیرا دُور ہو۔ اور اگر اُن کے لئے دنیادی خوشحالی بھی چاہی تو کیا گناہ کیا؟ کم از کم اس آخری حصہ دُعا کے پورا ہونے کے تو آپ بھی قائل ہوں گے جو بجائے خود ایک نشان ہونا چاہیئے اگر آپ ایک منٹ کے لئے تعصب کی پٹی اُتار کر دیکھیں۔

کیا یہ ناکامی کا اعتراف ہے

میں سمجھتا ہوں میں کافی واضح کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب کم از کم اس جرم کے تو مرتکب نظر نہیں آتے جو آپ نے ان پر لگایا ہے کہ وہ اقتدار کے بھوکے تھے۔ نہ اپنے لئے انہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جو اقتدار کی طرف لے جانے والا ہو نہ اپنی اولاد کو اس راستے پر ڈالا جس سے وفات کے بعد ان کی گدی قائم ہو سکے ـــ تیسری کم نگاہی جو آپ کے منقولہ بالا حوالہ سے نظر آرہی ہے، وہ الہام کو ذاتی رائے کے مترادف سمجھنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کی ناکامی خود اُن پہ عیاں ہو گئی تھی اور اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں ان کا الہام ـــ یہاں آپ پیر الہام اور وحی کی حقیقت کو نہ سمجھنے سے قاصر رہنے کی مثال پیش کرتے ہیں۔ الہام تو ایک آسمانی آواز ہے اور ملہم اس کو ظاہر کرنے کا محض ایک آلہ ہوتا ہے اسے مرزا صاحب کا اعتراف بتلانا آپ جیسے صاحب فہم کے قلم سے متوقع نہیں ہو سکتا تھا۔ مرزا صاحب کو ایک آن واحد کے لئے بھی کبھی اپنے مشن کی ناکامی کا وہم نہیں گذرا ـــ وہ تو اپنے آپ کو ایک ایسا "چمن" سمجھتے رہے جس میں ہزاروں گُل کھل چکے تھے، وہ تو اس زور سے چلاتے ہیں کہ "مدا سے فتح نمایاں بنام ما باشد" کہ گویا مایوسی اور شکست خوردگی کبھی اُن کے دل ودماغ کے نزدیک نہیں پھٹکی۔

مرزا صاحب کی کامیابی پر ٹھوس ثبوت انعام کی شہادت

پھر ٹھوس واقعات کو دیکھئے۔ کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں ہے کہ مرزا صاحب کی بدولت مذہبی دنیا میں ایک انقلاب عظیم آچکا ہے اور خود یورپ میں جہاں اسلام کو ایک نیم وحشیانہ مذہب سمجھا جاتا تھا اب یہ حالت ہے کہ مفکرین کی نگاہ، موجودہ تہذیب

کے نیچے نہ آویں (اس سے پہلے تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا) چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر انہیں لکھنا پڑا کہ مجھے اپنے حقوق زوجیت بخش دو یا پھر طلاق لے لو۔ یہ پھر بھی نہیں کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں ان کی مرضی پر چھوڑا کہ دونوں صورتوں میں جو چاہیں پسند کریں۔ پیش نظر ایک ہی چیز تھی کہ چونکہ علیحدگی کی وجہ سے جو خود پہلی بیوی سے اختیار کر رکھی تھی اندیشہ پیدا ہوا کہ حکم مساوات کی پابندی نہ ہو سکے گی، اس لئے یہ دو صورتیں پہلی بیوی کے سامنے پیش کرنی پڑیں جس پر انہوں نے اپنے حقوق زوجیت بخش دیئے۔

محمدی بیگم سے شادی کا معاملہ

جس شخص کا دل اس قدر خشیۃ اللہ سے بھرا ہو اس کے متعلق یہ وہم بھی دل میں لانا زیادتی ہے کہ وہ نفس کا بندہ تھا اور محمدی بیگم سے شادی کی تجویز ...... کسی نفسانی جذبہ ...... کے ماتحت تھی۔ پیشگوئی کا اصل منشاء تو صرف اس قدر تھا کہ مرزا صاحب کا آبائی خاندان جو بے دینی اور دین کی بے حرمتی میں حد سے بڑھ گیا تھا کوئی آسمانی نشان دیکھ کر اس روش سے باز آئے اور خدا کی طرف رجوع کرے۔ چنانچہ بالآخر ایسا ہی ہوا پیشگوئی کے ماتحت جب خاندان میں کئی اموات ہوئیں تو جو رہ گئے ان کے قلوب میں رجوع الی اللہ پیدا ہوا۔

اندازِ تحریر پر اعتراض کی حقیقت

حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں ایسی ہیں جو روز روشن کی طرح پوری ہوئیں اور ہر ایک اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ اس کا منبع زمینی نہیں آسمانی تھا۔ مگر آپ نے محمدی بیگم والی پیشگوئی تو ایک نئے نقطۂ نگاہ سے لیکر اسے اس غرض کے لئے ایک پورے باب کا موضوع بنایا ہے کہ آپ کے نزدیک اس سے مرزا صاحب کے صنف نازک کے متعلق تصورات پر بڑی گھنونی روشنی پڑتی ہے اس باب پر آپ نے عنوان بھی جو چسپ فرمایا ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے یعنی "مرزا صاحب اور صنف مجبور" اس سلسلے میں ایک واقعہ جسے آپ نے اپنی طبع آزمائی کے لئے چنا تو پہلی بیوی کے متعلق تھا جس کی حقیقت میں اوپر بیان کر آیا ہوں، مگر دوسری چیز جسے آپ نے نقل کیا ہے "نور افشاں" میں مرزا صاحب کے ایک مضمون کے اقتباسات ہیں، میں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا میں آپ سے صرف اتنی درخواست کروں گا کہ آپ ان سطور کو بھی بیچ میں شامل کر لیں، جو آپ نے (خدا جانے کیوں ؟) حذف کر کے ان کی جگہ نقطے لگائے ہیں اور پھر اقتباسات کو پڑھ کر بتائیں کہ کیا ان کا تاثر ...... (effect) جو آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں بالکل بدل نہیں جاتا۔ وہ حذف کردہ سطور تو ان اقتباسات کی جان ہیں۔ اقتباس مذکور میں الفاظ "بیاہ کی جئے" کے بعد اصل مضمون میں مرزا صاحب کی تحریر یوں چلتی ہے:-

"یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں وہ دو یا تین بیویاں جمع کرنا ایک گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کو زنا اور حرامکاری خیال کرتے ہیں"

ان سطور سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب جو کچھ لکھ رہے ہیں اور جو آپ کے ذوق سلیم پر گراں گزرا ہے اس میں ان کے پیش نظر صرف اسلام کا مسئلہ تعدد ازدواج تھا جس پر عیسائی ہمیشہ معترض ہوتے ہیں، آپ نے یہی سطور حذف کر کے یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا جو نقشہ مرزا صاحب مرد اور عورت کے تعلقات زوجیت کے متعلق پیش کر رہے ہیں اس میں ان کے پیش نظر اپنی ذات ہے۔ وہ ایک عام اسلامی مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں جو کسی قدر صاف گوئی چاہتا ہے۔ آپ کے عمل تحذف نے اسے ایک بالکل مختلف رنگ دے دیا ہے۔ آپ خود ہی انصاف سے بتایئے کہ اس طرح نامکمل تصویر سامنے لانے سے ہم مرزا صاحب کے متعلق کہاں تک کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

الہام کو پورا کرنے کی کوشش

ملک صاحب اس پیشگوئی کو بھی دیکھنے کا صحیح زاویہ وہی ہو سکتا ہے جو خود مرزا صاحب کا زاویہ تھا یعنی یہ کہ کسی طرح خدائی الہام جو انہیں اس بارے میں ہوا تھا پورا ہو۔ آپ اسے مرزا صاحب کی کمزوری سمجھتے ہیں کہ جب الہام ہوتا ہے تو ہاتھ دھو کر وہ اس بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ کس طرح وہ پورا ہو۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھنے کی کوشش کرتے کہ ایک سائنس دان کی طرح جو اپنی لیبارٹری میں تجربات کرتا رہتا ہے۔ مرزا صاحب بھی اپنے الہامات کے ساتھ تجربات کرتے رہتے اور یہ دن رات ان کا مرغوب ترین مشغلہ بن گیا تھا کہ کس طرح دنیا پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ خدا ہے اور آج بھی ...... وہ انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ آپ اگر اس زاویہ سے مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو دیکھتے تو آپ کو کوئی نیت کی خرابی ان کی طرف منسوب کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ اگر آپ اس نشیب فراز کو بھی سمجھنا چاہتے جو پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کے درمیانی وقفہ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور کئی ایک لوگوں کے لئے باعث ابتلاء بھی بن جاتے ہیں تو صحیح طریق یہ ہوتا کہ آپ اس حیثیت سے مرزا صاحب کی طرف رجوع کرتے جیسے ایک طالب علم کسی شعبہ علم میں ایک ماہر فن کی طرف رخ کرتا ہے۔

عالم روحانیات کی سائنس

آخر یہ تو انکار نہیں ہو سکتا کہ عالم روحانیات کی بھی ایک سائنس ہے اور اس سائنس کے بھی بعض قاعدے اور قانون ہیں جو مشیت الٰہی کے مقرر کردہ ہیں۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے وضع کردہ قاعدوں اور عقلی پیمانوں کے مطابق انہیں ناپنے لگیں۔ بعض وقت ایک پیشگوئی کا پورا نہ ہونا یا معرض التوا میں پڑنا ہی بڑی حکمتیں اپنے اندر رکھتا ہے جو ایک عارف ہی جان سکتا ہے۔ اس کی توضیح اور تشریح کے لئے ہمیں بجائے معترضانہ رویہ اختیار کرنے کے اس کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا چاہیئے۔ اس میدان کے اپنے علیحدہ عجائبات ہیں ان کی نقاب کشائی کے لئے اگر آپ انہی روحانی ماہروں کے پاس جاویں تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی اور ان مختلف کیفیات میں جو ان بزرگوں پر وارد ہوتی ہیں کوئی قابل اعتراض چیز نہ دیکھیں گے۔

علامہ اقبال کی سند

لیجئے خود علامہ اقبال کی سند سے ہی سمجھنے کی کوشش فرماویں۔ ایسے روحانی شاہبازوں کے متعلق جاوید نامہ میں علامہ فرماتے ہیں:-

مردِ حق از آسمان افتد چو برق
ہیزم او شہر و دشت غرب و شرق
ما ہنوز اندر ظلام کائنات
او شریک اہتمام کائنات
او کلیم و او مسیح و او خلیل
او محمد او کتاب او جبرئیل

لیجئے خود علامہ بھی ایک فنا فی اللہ انسان کے متعلق یہی خیال ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ مجازی رنگ میں موسیٰ عیسیٰ یا ابراہیم بن جاتا ہے۔

وحی کے متعلق ایک پوزیشن اختیار کیجئے

یہ تو محض نام ہیں اور ناموں میں کیا رکھا ہے ؟ اصل چیز کی طرف آئے کہ آیا مرزا صاحب واقعی مہبط وحی تھے یا نہیں اور اگر تھے تو اسے ختم نبوت کے مسلمہ اسلامی عقیدہ کے ساتھ کیسے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔ واقعات تو عدالت میں بھی معرض بحث نہیں بنائے جا سکتے۔ واقعات کے متعلق تو دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا یہ کہ وہ واقع ہوئے یا یہ کہ نہیں ہوئے۔ آپ ان میں سے ایک پوزیشن لیجئے تو پھر گفتگو آگے چل سکتی ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ اس موضوع پر سوچنا بھی ضروری نہیں واقعات کا انکار نہیں تو اور کیا ہے ؟

تحریک احمدیت اور میں

از سردار محمد اکبر صاحب پٹیل مہاجر حیدرآباد دکن حال بنوں

احمدیت سے میرا تعارف

جنوری ۱۹۵۲ء میں علالت کے بعد تبدیلی آب ہوا کے غرض سے میں ستھانہ ضلع ہزارہ گیا ہوا تھا۔ اور تقریباً ایک ماہ محترم بادشاہ صاحب سید عبدالجبار شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مہمان رہا۔ اس دوران میں پہلی مرتبہ موصوف سے حضرت مسیح موعودؑ اور ان کی پیشگوئیوں اور الہامات کے علاوہ دیگر اہم متنازعہ دینی امور کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔

چونکہ پہلے ہی سے میں نے سُن رکھا تھا کہ احمدی غیر اسلامی تصورات و عقائد کا حامل گمراہ فرقہ ہے اور یہ لوگ مختلف طریقوں پر مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس معاملہ میں بادشاہ صاحب سے جن کی معروف شخصیت میرے لئے اجنبی نہ تھی۔ میں نے کھل کر اُن جملہ مشہور و من گھڑت فتاوے کفر اور دیگر اعتراضات کے بارے میں اُن سے پوری وضاحت کے ساتھ پوچھا۔ چنانچہ انہوں نے تفصیل کے ساتھ میرے پیش کردہ جمیع اعتراضات پر روشنی ڈالی جس سے میری پوری تشفی ہوگئی۔ اور انہوں نے حقائق کو کچھ اس طرح بے نقاب کیا۔ کہ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ میں برابر حضرت مسیح موعود اور اُن کے فکر و فہم کے مولود حضرات کے علم کلام کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد جیسی جلیل القدر عظیم المرتبت شخصیت جن کے خداداد الہامی فکر و فہم کی بے پایاں رفعت و وسعت کے سامنے دورِ حاضر کی حیرت انگیز ایجادات کے مدعیان و رہنمایانِ ادیان ہی نہیں۔ بلکہ دورِ فتنہ کی اولوالعزم صدیوں تک ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر و خاموش نظر آتی ہیں۔ اُنکے متعلق کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ لیکن تشکرانِ نعمت کے تقاضہ کے طور پر چند سطور قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اسلام مرزا صاحب سے پہلے

عین اُس وقت جبکہ ایک طرف یورپ کے عیسائی دجل نے مکمل طور پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے اسلام کی روح و عقائد کو بری طرح پامال کرنا شروع کر دیا تھا اور جس کا مقصد اسلام کا کلیتہً ایسا ہی استیصال و اختتام کرنا تھا۔ جس طرح کہ سیاسی لحاظ سے سارے عالم اسلام کو پامال کیا گیا اور دوسری طرف خود روایتی ملّا اور خاندانی مشائخوں اور عیار و عیاش پیروں اور شعبدہ باز فقیروں نے مذہب کو اپنی مطلب برآری نفسانی ہوا و ہوس اور تعیش و تفریح کا مرقعہ بنا رکھا تھا اور اسلام کے تابناک و منور چہرہ پر عقائد باطلہ بدعت و رذیلہ کی سیاہی مل دی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں صحیح قرآنی فکر و فہم عملاً مفقود ہو چکا تھا۔ اسی طرح خود دعیانِ اسلام و وارثانِ رسالت و نبوت نے اس دین حنیف پر حملہ آور ہونے اور اس کا صفایا کرنے والوں کے لئے راہ ہموار کرنے کے علاوہ ان کو اپنے غلط عقائد کی شکل میں مہلک ہتھیار تک فراہم کر رکھے تھے جن سے مسلح ہو کر عیسائی پادری آزادانہ طور پر قصرِ اسلامیہ کی بنیادوں کو متزلزل کرنے لگے تھے۔ نیز انکی دیکھا دیکھی آریہ، سناتن دھرمی وغیرہ قسم کے مردود مُردہ ادیان کے پنڈت پروہتوں اور اُن کے پریس اخبارات نے بھی بے شمار وسائل دولت و طاقت کے ساتھ چاروں طرف سے اسلام اور بانیٔ اسلام اور قرآن کے خلاف طوفانی یلغار شروع کر دی تھی جس کے نتیجہ میں پنجاب، یوپی اور بہار وغیرہ میں ایک ایک روز میں کئی کئی ہزار روسے خاندانوں کے مسلمانوں کو مرتد ہوتے دیکھا گیا یہاں تک کہ مرتدین کی مجموعی تعداد صرف ملکھانہ میں نو لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ باطل کی اس یلغار اور کفر کے اس سیلاب کو روکنے میں دس کروڑ مسلمانوں کے پیشوا اور راہنماؤں کی مجموعی علمی اور مادی طاقت ناکام ثابت ہو چکی تھی۔ عیسائی اور آریائی عالموں کے حوصلہ شکن اعتراضات و دلائل کی ایک ادنےٰ سی جنبش پر تندوری [illegible] کے ملّا اور ریکی رو ٹی کے فاضل بگلوں کی طرح پھڑ پھڑا کر اُڑ جاتے تھے ان حالات میں "اسلام کو تلوار کے زور پر پھیلا" کہنے والے منہ زور ملّا اس وقت مٹتے ہوئے اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلاتا تو درکنار اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ظہور مہدی و نزول مسیح

ایسے پُرآشوب دور میں جبکہ اسلام موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا، یہی وہ موزوں و مسعود گھڑی تھی۔ کہ اللہ تعالےٰ اسلام کی دستگیری کرتا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہور مہدی آخرالزمان و نزول مسیح موعود کے متعلق پیشگوئیاں پوری ہوتیں تاکہ اس دور میں یورپ کی بڑھتی ہوئی مادی طاقت اور سرکش انسانیت کو اسلام کی صداقت اور حقانیت کی طاقت کا احساس دلایا جاتا اور ان کے ذہن سے اس بے ہودہ تصور کو کہ "اسلام ہمیشہ تلوار کے زور سے" نہ کہ اپنی صداقت سے پھیلتا رہا ہے باطل ٹھہرایا جاتا نیز عہدِ حاضر کے دوسرے عالمگیر مذہبی فتنوں اور خاصکر اس انقلابی صدی کا شدید تقاضا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ مہدی مسعود کا ظہور ہوتا کہ ان سب فتنوں کا سدباب ہو۔

آخر اللہ تعالےٰ نے اپنے دین فطرت، صحیفہ مقدسہ و مطہرہ اور اپنے برحق آخری پیغمبر دو جہاں کی بقاء کے عزت و ناموس نیز اپنے ایفائے عہد کی تکمیل کے لئے قادیان جیسے ایک غیر معروف قریہ کے ایک دہقان زادہ کو اس جلیل القدر منصب امامت کے لئے چن لیا۔ تاکہ قدیمی سنت الٰہیہ کی حجت پوری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ فرعون کے مقابلہ میں ہر سلسلہ موسےٰ کو کھڑا کرتا رہا ہے۔ اس مقدس شخصیت کو زمانے کے پیدا کردہ۔ لاکھوں فرعون صفت انسانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریمؐ کی غلامی میں وہ تمام کمالات علم و فہم، گہری ایمانی فکر و نظر اور الہامی روشنی سے منور دل و دماغ عطا فرمائے، جو حقیقت میں مثیل عیسےٰ و مہدی آخرالزمان مجدد دوران کے شایانِ شان ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اسی الٰہی تائید اور الہامی علم کے بل پر ان متحدہ باطل ادیانوں کی یورش و یلغار کا صرف مقابلہ ہی نہیں کیا بلکہ اسلام کی صداقت اور قرآنی حقانیت پر قرآن ہی سے وہ فیصلہ کن دلائل دئیے جس کی بدولت اسلام کے سامنے عیسائیت، آریائیت، دہریت اور دیگر ادیانِ عالم صرف ایک موہوم خیال اور محض ایک لہر سراب بن کر رہ گئے۔ چنانچہ از ابتداء تے اسلام تاہنوز مسلمانوں کو مذہبی طور پر عیسائیت، یہودیت اور ہنودیت پر ایسا غلبہ عظیم کبھی نصیب نہیں ہوا جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مقدسہ میں ہوا ہے اور یہی آپ کے منجانب اللہ ہونے کی ایک ناقابل انکار حقیقت اور واضح دلیل ہے۔

روحانی علم کلام اور فتوے کفر

آپ نے ان جملہ مذاہب باطلہ کا مقابلہ کرنے والی خداداد علمی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ پوری قوم کو ایک جدید اسلوب فکر کا حامل اور فہم قرآن سے بھرپور حیات افروز روحانی علم کلام دے کر ان تمام بوسیدہ اور خود ساختہ نیم مولویانہ عیاریوں، ان کے من گھڑت عقائدوں، جھوٹے پیروں کے دینی شعبدوں اور مشرکانہ کراماتی عجوبوں اور تماشوں کو ہمیشہ کے لئے فنا کے گھاٹ اُتار کر دفن کر دیا جن کے پھندے میں پھنسکر اسلام اور مسلمان دونوں ہی جاں بلب تھے۔ لیکن جب ان کو اسلام پر سے اپنی دیرینہ روایتی اجارہ داری اور بالادستی ختم ہوتی نظر آئی اور پرانی خدائی اور خود رائی کا بیڑہ ڈوبتے دیکھا تو انہیں دینی شعبدہ بازوں کی چوری سینہ زوری یاد آٹھری۔ اور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" انہوں نے اس کفر شکن پر کافر کا فتوے دے دیا۔ حضرت مرزا صاحب پر ان کا یہ فتوے کفر آپ کے دعوے

ہو کر وہاں کی سعید روحوں کے دلوں پر قبضہ کر کے ان کو اسلام اور بانیٔ اسلام کا حلقہ بگوش اور گرویدہ بنا رہے ہیں۔ آج انگلینڈ (لندن) جرمنی اور امریکہ میں جو عیسائیت کے گڑھ ہیں حضرت مرزا صاحب کے پیروکاروں کی طرف سے تبلیغ اسلام کے مراکز قائم ہو چکے ہیں جہاں سے نہایت احسن پیرائے میں اسلام کا نور پھیلایا جا رہا ہے، یہی وہ حقیقی اور عظیم فتوحات ہیں۔ جن کو مہدی مسعود کے سرفروش سپاہی حاصل کر رہے ہیں۔ سچ فرمایا تھا آپ نے ؎

ابن مریم ہوں مگر آیا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
ملک سے مجھ کو نہ مطلب اور نہ جنگوں سے غرض
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

اس کے برعکس پچاس کروڑ مسلمانان عالم کی متحدہ و مجموعی عسکری قوت یورپ کے سامنے لرزاں و ترساں ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس مرد مومن کی ایک جمالی نظر نے عیسائیت کی تقدیر کو بدل دیا تو بے اختیار دل آپ کی صداقت کے سامنے جھک جاتا ہے کیا اُن کا یہ کارنامہ اُن کے مہدی برحق ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ سچ ہے۔ ٹیڑھے دل کبھی سیدھی راہ کو پسند نہیں کرتے۔

موجودہ دَور کا فطری تقاضا

آج کے ترقی یافتہ دَور کا یہ شدید فطری تقاضا تھا۔ کہ اس بے پناہ بڑھتی ہوئی مادی برتری، علم سائنس کی ہولناکیوں سے سہمی ہوئی مایوس دنیا کے لئے روحانی تسکین و طمانیت و دنیا و آخرت کی فلاح و نجات اور امن و آشتی کی راہ دکھانے کے لئے کوئی ہوتا۔ قرآن پاک ایسے تقاضوں کو رہتی دنیا تک پورا کرنے اور نوع انسان کا تا قیامت ہادی و رہنما ہونے کا بلند و برتر دعوٰے کرتا ہے لیکن اس دجالی دَور میں مسلمانوں کے اندر ان الٰہی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی مبلغ اور بالغ نظر مجتہد باقی نہیں تھا۔ ہمارے بھائی مسلمان اس ناقابل تردید حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ واقعات بزبان حال دنیا کے قطعہ قطعہ سے بیانگ دہل یہ صدا بلند کر رہے ہیں۔ کہ ان جملہ امراض کا دوا صرف اور صرف حضرت غلام احمد قادیانیؒ ہی ثابت ہوئے جنہوں نے موجودہ فتنہ دجالیت سے بچنے کا صحیح راستہ دنیا کو بتا دیا ہے

مہدی مسعود کا دلآویز کلام

بلا مبالغہ مہدی مسعود کے دل آویز کلام کو پڑھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ باوجود علوم جدیدہ سے بے بہرہ ہونے کے کس طرح خدا تعالےٰ نے آپ کو وہبی طور پر ان علوم کی کنجیاں عطا کر دیں۔ چنانچہ آپ کے علم کلام کے ایک ایک نقطہ سے صداقت اور روحانیت ٹپکتی ہے اور قرآنی علوم کے معارف و حقائق کے بے شمار پر فیض چشمے اُبلتے نظر آتے ہیں۔ جب آپ صحیفۂ فطرت کے رُوح پرور ایمان افروز معارف بیان فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی اور کا کلام نہیں سن رہے بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی پُر ہیبت و جبروت ہستی سے انسان ہمکلام ہو رہا ہے آپ کا حیات بخش کلام، وہ کیف و نشاط پیدا کرتا ہے، کہ جس سے دیرینہ روحانی افسردگی وجد و مستی میں تبدیل ہو جاتی ہے، انسان اُن کے علم کلام فلسفہ روحانی کا جوں جوں مطالعہ کرے۔ اس کے سامنے سے جہالت اور تاریکی کے پردے ایک ایک ہو کر اُٹھتے لگتے ہیں، اور ایمان میں ایک نئی تازگی اور روح میں ایک نئی بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ ایک حقیقی خشیت و خوف الٰہی اور طہارت و تقوٰے پر جا کر منتج ہوتی ہے، جو انسان کی صحیح منزل مقصود ہے۔

انسان کے روحانی مردہ مزرعہ کو سرسبز و شاداب روحانی مرغزاروں میں تبدیل کرنا صرف ایسے ہی تعلق باللہ رکھنے والی صاحب دل ہستی کا حصہ ہے، جس کی نگاہ براہ راست تجلیات ربانی سے روشن ہوں۔ جن کے کان ہر ذرۂ کائنات سے نغمہ ہائے تسبیح و تہلیل کی صدائیں سنتے رہے ہوں اور جن کا دل اُلوہیت کا نشیمن بن گیا ہو۔ اور تم اسے مذہب کو باعث فساد بنانے اور اس کے نام پر روزی کمانے والے مُلاّ! تمہارے دل فہم و ادراک سے خالی، رموز کائنات سے بے خبر، خدا اور رسول کی سچی معرفت سے کوسوں دُور، اور تمہارا وجود باعث تحقیر ملت۔ مگر پھر بھی تم جنت و حور کے وارث۔ سبحان اللہ کیا کہنے۔ کیا ایک ایسی مقدس شخصیت اور ان کے مخلص پیرو..... جو کہ خدا تعالےٰ کی رضا کی خاطر صحراؤں اور سمندروں دشت و جبل کو پھاندتے ہوئے اقلیم در اقلیم دربدر صعوبت و سختی، مصائب و مشکلات کو اپنا زاد راہ بنا کر دینی فرائض کی تعمیل و تکمیل میں سرفروش و سرگرداں ہیں ایسے ہی سلوک کے مستحق ہیں، جو تم نے اُن سے روا رکھا ہے، اے الٰہی احکامات کو اپنی تعیش کوشی کے بدلے فروخت کرنے اور قرآنی آیات کو خدا کی بھولی بھالی مخلوق کے گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرنے اور پھر اُن سے اپنی تقدیس و بزرگی اور برتری تسلیم کرانے والو! کچھ تو خوف خدا سے کام لو ورنہ یاد رکھو اللہ پاک کا وعدہ ہے :۔

ولنجزین الذین
صبروا اجرهم
باحسن ما كانوا
يعملون ؕ

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(منیجر)

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے انکے نمبر خریداری اور چندہ بقایا ان سے اجبا وصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے، اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر بیکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تا کہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ اپریل ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۵ اپریل ۱۹۵۸ء تک انکی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ اپریل ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو آپ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(منیجر)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۲	۶	۴۱۹	۶
۲۴	۶	۴۲۶	۱۲
۲۸	۶	۴۴۶	۱۸
۵۱	۶	۴۷۹	۶
۵۵	۶	۴۹۹	۲۳
۹۳	۴۲	۵۵۵	۶
۹۶	۶	۶۲۲	۶
۱۰۱	۶	۶۳۰	۶
۱۰۲	۶	۷۰۴	۱۲
۱۵۵	۶	۷۳۳	۶
۱۷۱	۶	۷۴۳	۶
۱۷۴	۶	۷۶۵	۶
۲۱۹	۶	۹۳۱	۶
۲۳۰	۱۸	۹۵۱	۳
۲۳۷	۶	۹۵۴	۶
۲۵۳	۶	۹۸۷	۶
۲۵۴	۶	۱۰۴۰	۳
۲۷۵	۶	۱۰۶۳	۶
۲۸۹	۶	۱۰۸۷	۶
۲۹۲	۱۲	۷۸۵ رعایتی	۳
۲۹۴	۱۲	۸۱۱	۴
۳۰۵	۶	۸۲۹	۱۴
۳۳۷	۶	۸۸۱	۶
۳۷۷	۶	۸۸۹	۳
۳۹۸	۱۸	۹۱۶	۶
		۹۲۳	۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر ۔ گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۴

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور قبولیتِ دُعا

(از حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ)

اور اس سوال کا جواب کہ جس شخص کو شرف مکالمہ الٰہیہ کا نصیب ہو، وہ کب اور کن حالات میں افاضہ کلامِ الٰہی کا زیادہ تر مستحق ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ اکثر شدائد اور مصائب کے نزول کے وقت اولیاء اللہ پر کلامِ الٰہی نازل ہوتا ہے تا ان کی تسلی اور تقویت کا موجب ہو۔ جب وہ نزول آفات اور حوادث فوق الطاقت سے نہایت شکستہ اور دردمند اور کوفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور حزن اور قلق انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی صفت کلام ان کے دل پر متجلی ہوتی ہے اور کلماتِ طیّبہ الٰہیہ سے ان کو سکینت اور تسلی بخشی جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ ملہم کی انکساری حالت الہامی آگ کے افروختہ ہونے کے لئے بہت ہی دخل رکھتی ہے۔ جب ایک شرف یاب مکالمہ الٰہی کمال دردمند اور مضطر ہوتا ہے اور اس کی توجہ درد اور حزن سے ملی ہوئی ایک تار بندہ جانے کی حالت تک پہنچ جاتی ہے اور وفاداری اور تضرع اور صدق کے ساتھ ربوبیت کی شعاعوں کے نیچے جا پڑتی ہے۔ ایک دفعہ ربوبیت کا ایک شعاع اپنی ربوبیت کی تجلّی کے ساتھ اس پر گرتا ہے اور اس کو روشن کر دیتا ہے اور وہ روشنی کبھی کلام کی صورت میں اور کبھی کشف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور رجوع کرنے والے دل کو اس فتیلہ کی طرح جو آگ کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اپنے ربّانی نور سے منوّر کر دیتی ہے۔ کیا یہ بدیہی طور پر محسوس نہیں ہوتا جو ایک فتیلہ جو پاکیزہ تیل اپنے اندر رکھتا ہے، جب آگ کے نزدیک کیا جاتا ہے تو وہ فی الفور صورت بدل لیتا ہے۔ اور آگ کی صحبت سے واپس آتے وقت ایک چمکتا ہوا شعلہ اپنے ساتھ لاتا ہے۔ پس ایک عارف اور کامل انسان اس وقت مکالمہ الٰہیہ کے لئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے۔ جب وہ دردمند ہو کر آستانۂ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر یک طرف سے منقطع ہو کر اس موافقت اور مسادقت کو جو اس کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور نیا جوش دیتا ہے اور دردناک روح کے ساتھ خدا تعالےٰ کی مدد کے لئے التجا کرتا ہے۔ تب خدا تعالےٰ اس کی سنتا ہے اور اسے تودد اور محبت کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے اور اس کی دعاؤں کو اکثر قبول فرما لیتا ہے۔ آج کل کے بعض ملحدانہ خیال والے جو یورپ کے فلسفہ اور نیچر کے تابع ہو گئے ہیں۔ اور اجابت اور قبولیت دعا سے منکر ہیں، اُن کے یہ خیالات سراسر باطل ہیں کہ قبولیت دعا کچھ چیز نہیں۔ اور تحصیل مرادات کے لئے دعا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور اس کی درخواستیں گو کیسے ہی مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر یہ پایۂ اجابت پہنچتی ہیں، اور یہ دراصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو یہ نسبت اوروں کے بہت دعائیں قبول ہوں۔ کیونکہ ولی خدا تعالےٰ کا دوست ہوتا ہے۔ اور خالص دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستیں اس کی قبول کی جائیں۔ پس جو شخص کہتا ہے کہ دعا قبول ہونے کے اس سے زیادہ اور کچھ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ جان لیتا ہے کہ اس نے دعا کی

ص ۲۴۴ سے ۲۴۸ ۔ ایسا شخص مسخرہ ہے اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور اس کے دین سے محض بیگانہ ہے۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۹ مارچ ۱۹۵۸ء

قابلِ غور بات

بد دلی کے ایک مولوی صاحب نے ایک لمبے چوڑے اشتہار میں یہ اعلان کیا ہے کہ:-

" آپ کے حضرت صاحب" (حضرت مرزا صاحب) پر پھر الزام عائد کرتا ہوں کہ ان کا دامن جھوٹ اور غلط بیانی سے پاک نہ تھا اور انہوں نے اکثر قرآن مجید، احادیث نبویہ، بزرگان دین کے اقوال بلکہ خود اپنی تحریرات میں کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے مخلوقِ خدا کو فریب دینے کی کوشش کی ہے اور ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ حضرت صاحب" ساری عمر جھوٹ اور فریب کاری سے کام لیتے رہے ہیں اور احمدیت کی ساری عمارت سراسر جھوٹ اور فریب پر استوار اور مرزا صاحب کا سارا لٹریچر دجل و فریب کا پلندا ہے"۔

اس دعوے کے ثبوت میں مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی مختلف کتابوں سے دس حوالے پیش کئے ہیں، جن میں حضرت مسیح موعود نے بتایا ہے کہ مسیح موعود کا آنا قرآن، حدیث اور اولیاء کے مکاشفات سے ثابت ہے" یا مہدی اور مسیح کے متعلق بعض باتوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں احادیث کی طرف منسوب کیا ہے، ان تحریرات کے بعد مولوی صاحب پھر آخر میں جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

" میں آپ سے سچائی اور دیانت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو جو قرآن مجید احادیث نبویہ، بزرگانِ دین کے اقوال اور خود اپنی تحریروں میں غلط بیانی کرتا اور خلق خدا کو دھوکہ اور فریب دیتا ہے، نبی اللہ، امام مہدی، مسیح موعود اور مجدد وغیرہ کہتے ہوئے خدا کا خوف کرو اور ان معزز القاب کی توہین نہ کرو"

مولوی صاحب کی اپیل سر آنکھوں پر، لیکن ایک بات ہم اُن سے پوچھنا چاہتے ہیں، حضرت مرزا صاحب کی جن باتوں کو انہوں نے جھوٹ اور دھوکا و فریب کے نام سے موسوم کیا ہے اُن پر ہم علیحدہ پمفلٹ میں جو امید ہے ایک دو ہفتہ تک شائع ہو جائے گا تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے کہ ان پر جھوٹ یا دھوکہ و فریب کا الزام کہاں تک صادق آتا ہے۔ اور وہ فی الواقعہ مرزا صاحب کا دھوکہ و فریب ہے یا مولوی صاحب اپنی علمی فرمائگی اور کج فہمی یا بغض و تعصب کی وجہ سے انہیں دھوکا و فریب سمجھنے پر مجبور ہیں۔ یہاں ہم اس اپیل کے متعلق جو منقولہ بالا الفاظ میں انہوں نے کی ہے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت و مہدویت و مجددیت کو علیحدہ رکھتے ہوئے وہ ہمیں بتائیں کہ جو تعلیم حضرت مرزا صاحب نے ہمیں دی ہے، قرآن و حدیث کا جو عشق ہمارے دلوں میں پیدا کیا ہے، اسلام کو دنیا میں سربلند کرنے اور غیر ممالک میں اسلامی جھنڈے گاڑنے کا جو ولولہ ہمارے سینوں میں موجزن ہے، آیا وہ بھی مرزا صاحب کا دھوکا اور فریب ہے جس سے ہمیں بچنا چاہیئے؟ آپ چاہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو امام مہدی، مسیح موعود اور مجدد وغیرہ کہنا چھوڑ دیں، اور انہیں معاذ اللہ جھوٹا اور دغاباز انسان سمجھیں لیکن یہ بھی ہمیں بتا دیجئے کہ کیا اشاعت اسلام کا مقدس کام جس پر حضرت مرزا صاحب نے ہمیں لگایا ہے اس کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے یا نہیں؟ اگر چھوڑنا نہیں چاہیئے تو خدارا ہمیں بتا دیجئے کہ مرزا صاحب کو چھوڑ کر یہ کام آج دنیا کے کس ملک کس جماعت، کس طبقہ و فرقہ کی طرف سے ہو رہا ہے اگر نہیں ہو رہا اور اکیلے مرزا صاحب ہی ہیں، جنہوں نے اس مقدس کام کی طرح ڈالی اور اپنے ماننے والوں کو اس میں لگا دیا تو اس سے بڑھکر ان کی مسیحیت و مہدیت اور مجددیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، آپ کہتے ہیں ان معزز القاب کو اپنے اوپر چسپاں کرنے میں انہوں نے معاذ اللہ دھوکہ و فریب سے کام لیا ہے، اگر ایسا ہوتا تو وہ اعلےٰ درجہ کی خدماتِ اسلام اُن سے صادر نہ ہوتیں جو آج آپ جماعتِ احمدیہ کی سرگرمیوں میں دیکھ رہے ہیں، کیا آپ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی دھوکہ باز اور فریبی انسان نے وہ اعلےٰ درجہ کی اسلامی خدمات سرانجام دی ہوں اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس طرح کفرستانوں میں روشن کیا ہو جیسا حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے اور نصف سے زیادہ صدی ان خدماتِ جلیلہ کی سرانجام دہی میں گذر گئی ہو، اگر آپ کوئی مثال پیش نہیں کر سکتے اور اس کے باوجود امام مہدی، مسیح موعود اور مجدد وغیرہ کے معزز القاب اختیار کرنے میں آپ مرزا صاحب کو دھوکا باز اور فریبی سمجھتے ہیں، تو یہ نام نہاد دھوکا و فریب اس اسلام سے ہزار درجہ بہتر ہے جو آپ لئے پھرتے ہیں۔

آپ کو غور کرنا چاہیئے کہ اگر بالفرض حضرت مرزا صاحب نے مہدی، مسیح اور مجدد کے القاب قرآن و حدیث کی طرف منسوب کر کے اپنے اوپر چسپاں کرنے میں جھوٹ بولا ہے (جو ہرگز صحیح نہیں) تو آپ کو یا ہمیں اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے، ہمیں اس کام سے مطلب ہے جس میں انہوں نے ہمیں لگایا۔ اگر یہ کام صحیح اور مقدس کام ہے تو وہ القاب بھی صحیح ہیں، آپ کام کو دیکھئے نہ القاب کو اور کم از کم اس رجل مومن کی نصیحت کو یاد رکھئے جس نے موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں سے کہا تھا کہ ان کان کاذبًا فعلیہ کذبہ وان کان صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم ہم بھی آپ سے کہنا چاہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب نے بالفرض ان القاب کو اختیار کرنے اور قرآن و حدیث کی طرف انہیں منسوب کرنے میں معاذ اللہ کذب بیانی سے کام لیا ہے تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہونگے ہمیں تو ان القاب کے اندر وہ روشنی اور نورِ فراست نظر آتا ہے جس نے ہمیں ایک ایسے نیک کام میں لگا دیا ہے جس سے اسلام کی عظمت اور بھلائی وابستہ ہے، اگر یہ القاب جھوٹے ہیں تو مولوی صاحب اس کے ذمہ دار نہیں اور نہ انہیں پوچھا جائے گا، اور اگر ان القاب کے اختیار کرنے میں حضرت مرزا صاحب سچے ہیں، اور مولوی صاحب کے الزامات جھوٹ کا پلندا ہیں تو آپ اپنی فکر کیجئے کہ ایسے مقدس انسان کو جھوٹا قرار دیکر اس عذاب الیم کو مول لے رہے ہیں جو صادقوں کی تکذیب کرنے والوں کیلئے مقرر ہے۔

ہم حیران ہیں کہ آخر مرزا صاحب سے ہم کو چھڑا کر آپ ہمیں کیا دینا چاہتے ہیں، کیا یہ کہ قرآن کو سب چیزوں پر مقدم کرنے کے بجائے حدیث کو اس پر قاضی قرار دیا جائے جیسا کہ اہلحدیث کا مذہب ہے؟ کیا یہ کہ فقہ کو قرآن اور حدیث دونوں پر مقدم کیا جائے جیسا کہ اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے؟ کیا یہ کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ مان کر اللہ تعالیٰ کو تضاد بیانی کا مرتکب قرار دیا جائے؟ مرزا صاحب نے ان سب باتوں سے ہمیں چھڑایا اور قرآن کی عظمت اور حدیث کی جو قرآن کے مطابق ہو صداقت ہمارے دلوں میں بٹھا دی اور اس کام میں لگا دیا جو انبیا کا کام ہے یعنی توحید الٰہی کو دنیا میں پھیلانا، کیا آپ اس مقدس کام سے ہمیں روکنا چاہتے ہیں جو مرزا صاحب کے نفوس قدسیہ کے طفیل دنیا میں ہو رہا ہے؟ افغیر اللّٰہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون؟

خوب یاد رکھئے کہ یہ پیغام اب رُک نہیں سکتا نہ مرزا صاحب کا نام تاریخ کے ان روشن صفحات سے مٹ سکتا ہے جو اولیاء و مجددین کے لئے وقف ہیں، تم انہیں جھوٹا اور فریبی سمجھتے رہو، ان کی خدمات اور زمانہ کے حالات ببانگ دہل پکار رہے ہیں کہ وہی اس صدی کے مجدد ہیں جن پر مسیح اور مہدی کے معزز القاب صادق آتے ہیں، آپ عالم اور مولوی کہلاتے ہیں اس علم کو ہم کیا کریں جس کیساتھ نورِ فراست نہیں جو حضرت مرزا صاحب نے قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے ہمیں دیا ہے

علم آں بود کہ نورِ فراست رفیقِ اوست
ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

بہرحال مولوی صاحب نے جن باتوں کا سہارا لے کر حضرت مرزا صاحب کو معاذ اللہ جھوٹا اور فریبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان پر مفصل بحث اس پمفلٹ میں ملاحظہ کیجئے جو عنقریب چھپکر شائع ہونیوالا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

رمضان میں قرآن کا نزول اس کی عظمت کو بڑھانے کا موجب ہے

قرآن و سنّت کی حفاظت کا معجزانہ اہتمام

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۴ر اپریل ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔۔۔۔۔۔۔۔ وانتم تعلمون ـــــــ (البقرہ رکوع ۲۲)

روزے کی بڑی غرض تو اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان خدا خوفی اور نیک عملی اختیار کرے تاکہ اس کو خدا کا قرب میسر آئے۔ اس کے بعد دو تین باتیں اور بھی بیان کی ہیں، ایک اس امر کا بیان ہے کہ قرآن کریم کا تعلق خاص طور پر ماہ رمضان کے ساتھ ہے یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، فرمایا شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ حدیثوں میں اس کے متعلق تفصیل سے ذکر ہے کہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت کے لئے جایا کرتے تھے، اور اس ضمن میں حضرت خدیجہ کا بھی ذکر ہے کہ وہ آپؐ کے لئے کھانا وغیرہ تیار کر دیتیں اور آپ لیکر جنگل میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ کی عظمت و بزرگی اور آنحضرت صلعم سے نکاح

یہ بی بی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی غمگسار اور بڑی ہمدرد تھیں وہ عرب کے سارے ملک میں بالخصوص مکّہ کے اندر ایک بڑی بلند پایہ خاتون سمجھی جاتی تھیں، لوگ انہیں السیدۃ الطاہرہ کے خطاب سے یاد کرتے تھے، اور بڑے بڑے امیر اور بلند پایہ آدمی یہ تمنّا رکھتے تھے کہ وہ اُن سے نکاح کرکے اپنے شرف کو بڑھائیں۔ لیکن حضرت خدیجہؓ نے ایک ایک کی درخواست کو ٹھکرا دیا۔ اور انہوں نے ایک غریب آدمی کے ساتھ نکاح کرنے کو ترجیح دی یعنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ انہوں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، آپؐ نے فرمایا کہ یہ پیغام غلط جگہ پہ آیا ہے۔ مجھ سے وہ نکاح کیوں کرنے لگیں، وہ بڑی صاحب عزت و مال ہیں کسی اور کو پیغام بھیجا ہوگا۔ پیغام دینے والے نے جب واپس جاکر یہی جواب دیا تو حضرت خدیجہؓ نے دوبارہ کہلا بھیجا، کہ آپؐ ہی کو پیغام بھیجا گیا ہے، ہمیں مال کی ضرورت نہیں، اخلاق اور حسن اعمال کی ضرورت ہے جس سے خدا نے آپ کو مالا مال کیا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا ضبط نفس اور انقطاع الی اللہ

آپ پچیس سالہ نوجوان ہیں، خدیجہ بڑی امیر کبیر ہونے اور ظاہری محاسن میں شہرت رکھنے کے علاوہ بطور حسن و جمال میں بھی یکتا ہیں، ایسی عالی صفات رکھنے والی بیوی کو چھوڑ کر آپ جنگل میں چلے جاتے اور کئی دن عبادت الٰہی میں گذار دیتے ہیں، یہ کامل انقطاع الی اللہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نفس پر پورا پورا ضبط حاصل ہے۔ یہ تو زمانہ نبوت سے پہلے کا رنگ ہے۔ زمانہ نبوّت میں اور زمانۂ بادشاہت میں بھی یہی فطری رنگ قائم و دائم رہا، حضور صلعم ہمیشہ ہمیشہ تہجد کی نماز کی خاطر اپنے آرام اور اپنی نیند کو ترک کرکے بستر سے علیحدہ ہو جایا کرتے تھے اور ساری عمر بہت سویرے صبح کی نماز با جماعت ادا کرتے رہے، یہ حد درجے کا عشق الٰہی ہے۔ وہ لوگ جو نفس پرست، عیش و عشرت کے دلدادہ ہوتے ہیں، وہ ایسی بیوی کو چھوڑ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ ان کی راتیں عیش و عشرت میں گذرتی ہیں، اور صبح بھی رات کے جاگنے اور بدن ٹوٹا ہوا ہونے کی وجہ سے وہ اُٹھ نہیں سکتے لیکن آپؐ رات کو تہجد پڑھتے، صبح کی نماز پڑھتے اور دن کو امور سلطنت کی سرانجام دہی، دوستوں سے میل ملاقات، اور دینی تعلیم میں وقت صرف کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ایسی عظیم الشان شخصیت کے مالک ہیں جن کا اپنے نفس پر پورا پورا تسلط ہوتا ہے۔ آپؐ کو انقطاع الی اللہ میسّر تھا۔ اسی انقطاع الی اللہ کی وجہ سے قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب آپ پر نازل ہوئی۔

نزول قرآن اور حضرت نبی کریمؐ کی بلندی مرتبت

قرآن کریم کے نزول کی وجہ سے ہی آپ رحمۃ للعالمین قرار پائے کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم دنیا کے لئے رحمت کا موجب ہے، یہ تعلیم انسانیت کو بلند کرنے بلند اخلاق پر پہنچانے اور اخوت و اتحاد پیدا کرنے کی موجب ہے۔ یہ وہ فضل ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپکی ذات پاک کے ذریعہ سے دنیا پر کیا وکان فضل الله علیك عظیما۔ یہ کتاب صرف عرب کے لئے نہیں ساری دنیا کے لئے ہے اس رنگ میں بھی کان فضل الله علیك عظیما آپ بہت بڑے افضال الٰہی کے مورد ٹھہرے، اتنا بڑا مرتبہ، اتنا کمال اور اتنی عظمت، اور کسی شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔

حفاظت قرآن کا وعدۂ الٰہی اور نبی کریمؐ کا اہتمام

دوسرے انبیاء کو جو کتابیں دی گئیں وہ مختص الزمان اور مختص القوم تھیں لیکن آپؐ کو ایک کامل کتاب دی گئی جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے ہے اور اس کے متعلق قرآن کریم میں ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ہم ہی نے اس کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، یہ تو اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملی جامہ پہنانے کا اہتمام کیا کہ اس کو اپنے سینے پر لکھ لیا۔ یہ قرآن ایسی قوم کے اندر اترا جو ان پڑھ ہے، کوئی مکتب وہاں نہیں نہ کوئی علمی چرچا یا کتب خانہ وغیرہ ہے، اس امی قوم کے اندر قرآن اترا، اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے اسباب اس کے خلاف ہیں لیکن یہ انہونی بات ہو کر رہی۔

دوسری کتابوں کی حفاظت نہیں ہوئی

اسی سے معلوم ہوا کہ دوسری کتابوں کی حفاظت نہیں ہوئی، اور ان کی حفاظت کرنا مقصود الٰہی بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ خاص خاص قوموں اور خاص خاص زمانوں کے لئے تھیں، ایسی حالت میں انکی حفاظت کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ہماری ہمسایہ قوم (ہندو) کہتی ہے کہ وید شروع دنیا میں اترے اور وہ کامل و مکمل کتاب ہے۔ لیکن انہی میں سے ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے لکھا ہے کہ وید کی کوئی کوئی شرتی اور کوئی کوئی منتر اصلی ہے باقی الحاقی ہیں، ان کی زبان اس قدر مشکل اور اس قدر پرانی ہے کہ کہتے ہیں اس کا سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ یعنی دونوں طرح سے کتاب گم شدہ ہے۔ اور اسی طرح تورات کے مفسرین نے خود لکھا ہے کہ دو دفعہ بیت المقدس پر تباہی آئی۔ ایک دفعہ بخت نصر بابلی نے اور دوسری مرتبہ طیطلیس رومی نے اس کو تاخت و تاراج کیا۔ اس تباہی میں تورات کے تمام نسخے جلا دیئے گئے، اور پھر ایک شخص اُٹھا اور اس نے اس کو دوبارہ اپنی یادداشت سے لکھا۔ اور اسی میں یہ بھی لکھ دیا کہ "خداوند کا بندہ موسٰے خداوند کے حکم کے موافق مواب کی سرزمین میں مر گیا اور اس نے اسے مواب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا اور موسٰے اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا کہ نہ اس کی آنکھیں دھندلائیں اور نہ اس کی تازگی جاتی رہی" (استثنا باب ۳۴ آیت ۵ تا ۸)

یہ موسٰے پر نازل ہونے والی کتاب، اور موسٰے ہی کے مرنے اور دفن کئے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ یہ اصلی تورات نہیں۔

اور انجیل میں (جو کہ حضرت عیسٰی پر نازل ہوتے

کتاب کہا جاتا ہے، لکھا ہے:-

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے انہیں ہم کو پہنچایا اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے انہیں تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے اُن کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔"

یہ لوقا کی انجیل کا دیباچہ ہے، یہ شخص اپنے بادشاہ تھیفلس کا معلم تھا، اس نے جب دیکھا کہ دوسرے لوگ بھی انجیلیں لکھ رہے ہیں تو اس نے بھی ایک انجیل اپنے مربی کے لئے لکھ دی۔ میں نے یہ بات ایک یوروپین پادری صاحب سے کہی کہ لوقا نے ایسا لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، جس قدر انجیلیں لکھی گئی ہیں وہ حضرت عیسٰے کی انجیلیں نہیں، اس نے کہا میں نے اس سے پہلے کبھی اس پر غور نہیں کیا میرے لئے یہ نئی بات ہے اور یوحنا کی انجیل کے آخری حصہ میں بعض لوگوں نے اس انجیل کی اور اس کے مصنف یوحنا کی تعریف لکھدی ہے جو وہ بھی انجیل کا حصہ بن گئی ہے لکھا ہے:-

"یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے"

(یوحنا باب ۲۱ - آیت ۲۴)

اور یہ بھی لکھا ہے:-

"اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں اُن کی دنیا میں گنجائش نہ ہوتی"

(یوحنا باب ۲۱- آیت ۲۵)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انجیلیں لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں اور ان میں کئی باتیں درج ہونے سے رہ گئی تھیں جس سے ثابت ہے کہ یہ کتابیں ناقص ہیں۔

صحابہ کا حفظ قرآن

قرآن کریم کے متعلق تو اللہ تعالے فرماتا ہے:-

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، اور امیوں کے اندر اس کو نازل کر کے اس کی حفاظت بھی فرما دی، اور ایسی حفاظت فرمائی جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی یورپ کے لوگوں نے لکھا ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جس کا لفظ لفظ وہی ہے جو ابتدا میں محمد رسول اللہ کے منہ سے نکلا، یہ کیسے ہوا؟ حضرت نے اپنے سینے پر اس کو لکھ لیا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو ازبر کر لیا۔ صحابہ میں کثرت سے ایسے لوگ ..... تھے جو اس کتاب کے حفاظ تھے، چنانچہ بیئر معونہ پر جب ستر قاری مارے گئے تو رسول اللہ صلعم کو بڑا دکھ ہوا، ایک تو دوستوں کے مارے جانے کی وجہ سے اور دوسرے اس وجہ سے کہ ان ستر آدمیوں نے قرآن حفظ کیا ہوا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے حفظ کرنے کا بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔

صحابہؓ کی قرآن خوانی

حضرت ابوبکرؓ جس محلہ میں رہتے تھے، وہاں کے لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ قرآن خاموشی کے ساتھ پڑھا کریں یا یہاں سے چلے جائیں۔ اس لئے کہ آپ کی قرآن خوانی کا ہماری عورتوں اور بچوں کے دلوں پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری ایک دن قرآن پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن اُن سے کہا کہ آپ قرآن پڑھنے میں غضب کے خوش الحان ہیں انک اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد، آپ کو آل داؤد جیسی خوش الحانی عطا کی گئی ہے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ سُن رہے تھے؟ فرمایا ہاں، انہوں نے کہا اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں اور بھی خوش الحانی سے پڑھتا۔ حضورؐ نے معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو یمن کا حاکم اور قاضی مقرر کر کے بھیجا تو ایک دن .... ان کی گفتگو کا موضوع قرآن کریم تھا، ایک نے کہا کہ میں تو دن رات قرآن کریم پڑھتا رہتا ہوں، دوسرے نے کہا میں تو اپنا کام کاج کرتا ہوں اور جس وقت فارغ ہوتا ہوں قرآن پڑھتا ہوں۔

امت میں حفظ قرآن کا شوق

اس سے پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی دن رات قرآن پڑھا کرتے تھے، ان کی وجہ سے سارے عرب میں قرآن پھیل گیا، اور قرآن کی حفاظت کے لئے حضرت کے اس اہتمام کو دیکھ کر قرآن کے ساتھ آپ کے عشق کو دیکھ کر تمام دنیا میں قرآن کے حافظ پیدا ہو گئے، اور آج بھی دنیا کے تمام حصوں میں مرد اور عورتیں قرآن پڑھتی اور حفظ کرتی ہیں مجھے عزیزم ڈاکٹر اسلم علی صاحب نے بتایا کہ جب وہ جنگ کے زمانہ میں عرا اور مصر کے ملحقہ اسلامی ممالک میں گئے تو دیکھا کہ قیروان میں تمام مرد اور تمام عورتیں حافظ قرآن ہیں، لوگوں نے انہیں بتایا کہ ہماری دکانوں کے پچھلے دروازے مسجدوں کی طرف کھلتے ہیں۔ اذان ہونے پر سب لوگ مساجد میں آ جمع ہوتے ہیں اور نماز کے بعد قوم کی بزرگ عورتیں مساجد میں بیٹھ کر لڑکے اور لڑکیوں کو قرآن کریم حفظ کراتی ہیں۔

نماز تراویح میں قرآن سُنانے کا اہتمام

یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ رمضان میں کتنا قرآن پڑھا جاتا ہے، بخاری میں نماز تراویح کا ایک باب ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں چند دن نماز تراویح پڑھائی، اس کے تتبع میں تمام اسلامی دنیا میں تراویح پڑھی جاتی ہیں، روس کے شہر سینٹ پیٹرز برگ سے ایک بزرگ موسیٰ جار اللہ مجھ سے ملے اور انہوں نے بتایا کہ روس کی ہر مسجد میں نماز تراویح پڑھی جاتی ہے، اور اس سے اوپر فنلینڈ میں بھی تراویح پڑھی جاتی ہے۔ یونان کے قریب میں جو البانیہ کی طرح اور بھی اسلامی ریاستیں ہیں وہاں سے طالب علم میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ وہاں بھی نماز تراویح ہوتی ہے، ان تمام ملکوں میں یہی قرآن پڑھا جاتا ہے، ایران میں، افغانستان میں اور چین وغیرہ سب ممالک میں یہی نظارہ نظر آتا ہے۔

حدیث کی حفاظت

اس کے بالمقابل حدیث کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتکتبوا امتی شیئا میری کسی بات کو مت لکھو، یہ اس لئے کہا کہ قرآن کے ساتھ التباس نہ ہو جائے، یہ کتنی بے نفسی ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے کلام کو جمع کرنے اور اس کی حفاظت کا اہتمام کیا تو خدا نے بھی آپ کے کلام کی حفاظت کا سامان کر دیا فرمایا وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (التوبہ ۲۲) یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب مسلمان دین سیکھنے کے لئے نکل پڑیں اور حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، لیکن یہ کیوں نہ ہو کہ ہر جگہ سے ایک ایک جماعت چلی آئے جو دین میں تفقہ حاصل کرے اور پھر واپس جا کر اپنی قوم کو دین سکھائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس سے محمد رسول اللہ صلعم کی سنت اور آپ کے اخلاق و اعمال کا نقشہ تمام عرب میں پھیل گیا اور وہاں سے دنیا کے مختلف حصوں میں اس کی اشاعت ہوئی۔

قرآن و سنت کی حفاظت کا معجزانہ اہتمام

یہ کیسا معجزانہ اہتمام ہے جو رسول اللہ صلعم نے کتاب اللہ کے متعلق کر دکھایا اور جو سنت اللہ کی حفاظت کے لئے خود خدا تعالےٰ نے کر دیا۔ آپ افریقہ کے دور دراز علاقوں میں چلے جائیں، کشمیر کی چوٹیوں، افغانستان کے پہاڑوں پر جا کر دیکھیں، وہی نماز، وہی روزہ وہاں ہے جو یہاں یا عرب میں پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے ان دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا، آج قرآن بھی موجود ہے، دین اور سنت بھی موجود ہے۔

قرآن- کثرت سے پڑھی جانیوالی کتاب

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن - رمضان کو قرآن سے مناسبت ہے، آج اس مہینہ میں تراویح کے اندر قرآن پڑھا جاتا ہے گھروں میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اور قرآن کا نام ہی ایسا ہے کہ اس میں کثرت سے پڑھے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنے یہ وہ کتاب ہے جو کثرت سے پڑھی جاتی ہے اور پڑھی جائے گی، اس کے اندر ایسی باتیں ہیں، جن کے عجائبات ہر زمانہ میں کھلتے رہیں گے

(باقی صفحہ ۔ پر)

کیا احمدیت ترقیٔ معکوس ہے یا زمانہ کی پکار؟

ملک محمد جعفر صاحب مصنّف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

محمد یعقوب خان

(۵)

مکرمی ملک صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مجھے آپ سے پورا اتفاق ہے کہ جب مسلمانوں کا شروع سے یہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ نبی کریم صلعم کی ذات میں سلسلہ نبوت اپنے کمال کے انتہائی نقطہ کو پہنچ گیا تو اس کے بعد کسی نئی ہدایت کی ضرورت نہیں - جہاں تک احمدیہ جماعت لاہور کا تعلق ہے، اس کی پوزیشن بالکل واضح ہے - ہم نے حضرت مرزا صاحب کی آواز پر قطعاً اس لئے لبیک نہیں کہی کہ وہ کوئی "ہدایت" لے کر آئے تھے - قرآن کریم کے بعد کسی ہدایت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

مرزا صاحب شجرِ اسلام کا پھل تھے

ہمارے لئے مرزا صاحب میں ایک ہی کشش تھی اور ایسی کشش جسے اگر آپ جادو بھی کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا - ان کی ذات میں ہمیں شجرِ اسلام کا ایک نہایت ہی خوشنما اور شیریں پھل نظر آیا - کیا بلحاظ سیرت و کردار کے کیا بلحاظ عشقِ قرآن اور عشقِ نبی کریم صلعم کے کیا بلحاظ معارفِ قرآنی کے جن کے دروازے ان پر کھولے گئے، کیا بلحاظ سپاہیانہ جانبازی کے جس سے تنِ تنہا وہ اسلام کی حمایت کے لئے بے شمار حملہ آوروں کے مقابل پر کود پڑے، اور کیا بلحاظ زندہ تعلق باللہ کے، ہم نے مرزا صاحب کو یگانۂ روزگار پایا - یہ تھا وہ جذبۂ محرکہ جس نے ہر ایک سعید روح کو جو اسلام کو دوبارہ ایک زندہ قوت دیکھنے کی متمنی تھی، ملک کے دور دراز گوشوں سے کشاں کشاں لا کر مرزا صاحب کے قدموں میں بٹھا دیا -

عملی زندگی کے لئے زندہ نمونہ کی ضرورت

آپ جیسے فہیم آدمی کے لئے یہ سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیئے، کہ عملی زندگی میں نیک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ ایک زندہ نمونہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور محض تعلیم خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ ہو کافی نہیں ہوتی - اسی لئے قرآن کریم کا فرمان ہے کونوا مع الصادقین - اور اسی ضرورت کے پیشِ نظر احادیث صحیحہ نے خبر دی ہے کہ اس فطرتی زنگ کو جو مرورِ زمانہ سے انسانی قلوب کو لگ جاتا ہے دور کرنے اور ان کو دوبارہ جلا دینے کے لئے اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث کرے گا جو بجھی ہوئی ایمانی چنگاریوں کو پھر سے روشن کرے گا - یہ ایک ضرورتِ حقہ ہے - جس کا انکار عقلِ سلیم کا انکار ہوگا - آپ یہ کہنے کا تو حق رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب ایسے آدمی نہ تھے مگر ایسے انسان کے ظہور سے انکار کرنا فطرت کے ایک بڑے تقاضے کا انکار ہوگا -

جماعتِ لاہور کا مسلک

آپ جماعت لاہور کے معتقدات کے متعلق مطمئن ہیں کہ وہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں مگر آپ اسے ہماری اور بھی حماقت سمجھتے ہیں کہ محض مجدد کے گرد ایک جماعت قائم کی - یعنے باوجود بغاوت کے آپ کا دل بھی ابھی تک نبوت میں اٹکا ہوا ہے اس سے نیچے کسی چیز کو درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے - آپ فرماتے ہیں -

"بات یہ ہے کہ سیاست ہو یا مذہب اعتدال کی راہ بہت کم پسند کی جاتی ہے حقیقتاً لاہوری جماعت کسی کو دھوکا نہیں دے رہی بلکہ خود فریب خوردہ ہے - اپنے زعم میں یہ جماعت مرزا صاحب کے مقام کی نسبت ایک ایسا عقیدہ رکھتی ہے جو بظاہر نظریۂ ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ خود مرزا صاحب کی تحریریں بحیثیت مجموعی لاہوری عقیدہ کی متحمل نہیں ہوسکتیں، یعنے ان تحریروں سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا تھا - لاہوری نظریہ کو قابلِ قبول بنانے کے لئے مرزا صاحب کی اپنی کتب کی ایسی تاویل و تحریف کرنی پڑتی ہے جو ہم کسی طرح جائز نہیں سمجھتے - پھر یہ بھی سوال ہے کہ اگر فی الواقع مرزا صاحب کی حیثیت محض مجددِ وقت کی تھی اور کسی حقیقی معنی میں نبوت کا دعوےٰ ان کا نہیں ہے تو پھر اس فی سبیل اللہ فساد کی ضرورت کیا ہے؟ مجدد پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟ اور مجدد کی اتباع میں الگ فرقہ اور جماعت قائم کرنا کس طرح جائز ہے؟ اس قسم کے فرقوں کی پہلے ہی کیا کمی ہے کہ ایک اور کا اضافہ کیا جائے"

اعتدال پسندی میں انتہا پسندی

ان سطور میں آپ نے اس میلان کی مذمت کی ہے کہ عام طور پر لوگ اعتدال کی راہ پسند نہیں کرتے نہ سیاست میں نہ مذہب میں - یہ کہنے کے بعد آپ معاً خود انتہا پسندی کی طرف چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ نبوت کا دعوےٰ ہوتا تو کوئی بات بھی تھی بھلا محض مجدد کی سی چیز کو اتنی اہمیت دینے کے کیا معنے - یہ ہے آپ کے الفاظ کا لب لباب - معاف فرمایئے جس اعتدال پسندی کی آپ تلقین کر رہے ہیں، اسی کے خلاف روش خود اختیار کر لیتے ہیں -

اشاعتِ اسلام کیلئے جماعت کی ضرورت

پھر فی سبیل اللہ فساد کی بھی خوب کہی - کیا اشاعتِ اسلام کا کام جو اس جماعت کے قیام کا واحد مقصد ہے فی سبیل اللہ فساد ہے؟ اگر آپ کو اس سے انکار نہیں کہ اشاعتِ اسلام ایک اہم دینی فریضہ ہے تو آپ کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس کے لئے ایک منظم جماعت کا وجود بھی ضروری ہے - اگر تعلیمی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی مقاصد اور پروگراموں کو بروئے کار لانے کے لئے جماعتوں کا قیام آپ کی سمجھ میں آسکتا ہے تو اشاعتِ اسلام کے لئے جماعت پر کیوں اعتراض ہے؟

جماعتِ لاہور فرقہ نہیں

پھر جماعت لاہور کو فرقہ کہنا بھی زیادتی ہے جس جماعت کی بنیاد ہی اس اصول پر ہو کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں وہ تو صحیح معنوں میں فرقہ کش جماعت ہے - اسے فرقہ بندی کا الزام دینا قرینِ انصاف نہیں - آپ کہتے ہیں اس قسم کے فرقوں کی کمی نہیں - بھلا ایک ہی ایسا فرقہ بتا دیجئے جو تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھنے کے عقیدہ پر قائم ہو - ایسی جماعت کی تو مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ ضرورت ہے - مسلمانوں کی تباہی کی ایک بڑی وجہ یہی باہمی تکفیر کی بیماری ہی ہے - جماعت لاہور ایک ہی ایسی جماعت ہے جو اس بیماری کا صحیح علاج پیش کرتی ہے -

بدگمانی کی انتہا

اب میں آپ کے پہلے اعتراض کو لیتا ہوں کہ دعوئے نبوت کے متعلق ہمارے موقف کی تائید مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے نہیں ہوتی - یہاں آپ پھر لفظی بحث میں پڑ گئے ہیں جو خود آپ کے نزدیک مرزا صاحب کے متعلق فیصلہ کا صحیح طریق نہیں ہے اس بارے میں آپ کے سارے دلائل میری نظر سے گذرے ہیں - میری دانست میں اگر آپ مرزا صاحب کی تحریروں کو اس نظر سے دیکھتے کہ وہ جو کچھ لکھتے تھے نیک نیتی سے لکھتے تھے تو آپ کو ان کی صحیح پوزیشن کے تعین میں مایوسی پیش نہ آتی مگر آپ کے دماغ میں کسی طرح یہ بات سما گئی ہے کہ مرزا صاحب، ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ماتحت اپنی پوزیشن بتدریج نبوت کی طرف لے جانا چاہتے تھے اور جیسے جیسے دیکھتے تھے کہ لوگ برداشت کرنے لگے ہیں، تو ایک خفیف غیر محسوس حرکت اسی طرف عمل میں لے آتے تھے - ملک صاحب! بدگمانی کی بھی حد ہوگئی ہے - آپ اسی چیز کو اچھی عینک سے دیکھنے کی کوشش کرتے تو آپ کو کچھ مشکل پیش نہ آتی -

دعوے اور عقیدہ میں تبدیلی کی بحث

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ الفاظ اور حوالوں اور جوابی حوالوں کے چکر میں نہ پڑتے اور بحث کو محض واقعات اور اصول تک محدود رکھتے تو کوئی نئی چیز بھی ہوتی۔ حوالہ جات کی بحث تو دونوں جماعتوں میں اس قدر طولانی ہو چکی ہے کہ اس کی طرف اب ۱۹۵۸ء میں پھر متوجہ ہونا مرے ہوئے گھوڑے کو پیٹنے کے برابر ہے۔ آپ نے کتاب کے پانچ باب اس بحث کی نذر کئے ہیں۔ مگر ان سے کوئی نتیجہ خیز بات نہیں نکالی۔ اور اگر نکالی بھی ہے تو اس سے جماعت لاہور کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۸ پر آپ فرماتے ہیں:۔

"کہا جاتا ہے کہ رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں مرزا صاحب نے اپنے منصب کی نسبت عقیدہ کی تبدیلی کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن جب ہم اس رسالہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس طرح کا کوئی اعلان نہیں ملتا بلکہ اس میں مرزا صاحب نے اشارۃً بھی اپنے عقیدہ کی تبدیلی کا ذکر نہیں کیا اور نہ کہیں اپنی سابقہ غلطی ہی کا اعتراف کیا ہے، اس کے برعکس مرزا صاحب اس رسالے میں اس غلطی کے لئے بھی اپنے مریدوں کو ہی قصوروار ٹھہراتے ہیں"

یہی جماعت لاہور کی پوزیشن ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور جو کچھ ابتداء میں کہا وہی آخر تک کہتے رہے۔ مندرجہ بالا کے علاوہ آپ پھر ایک اور موقع پر اعتراف کرتے ہیں کہ تبدیلی ثابت کرنا مشکل ہے

"عقیدہ کی تبدیلی کے اعلان سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع مرزا صاحب نے اپنے منصب کے متعلق اپنے دعویٰ اور عقیدہ میں تبدیلی کی بھی تھی؟ یہ سوال ذرا پیچیدہ ہے اور اس کا دوٹوک جواب نہیں دیا جا سکتا۔ کوئی ایسا سال یا وقت معین نہیں ہو سکتا جس کے متعلق کہا جا سکے کہ اس سے پہلے مرزا صاحب اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے اور اس کے بعد نبی قرار دینے لگے۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنی پہلی کتاب "براہین احمدیہ" کی تصنیف سے لے کر اپنی وفات تک مرزا صاحب متواتر اپنے دعوے میں ترمیم اور تبدیلی کرتے رہے۔ لیکن بتدریج اور غیر محسوس طور پر" (صفحات ۳۲۹-۳۳۰)

ایک طرف تو آپ فرماتے ہیں کہ دوٹوک جواب نہیں دیا جا سکتا کہ دعوے اور عقیدہ میں تبدیلی کی تھی۔ اور اسی سانس میں فرماتے ہیں کہ تبدیلی کرتے رہے مگر محسوس نہیں ہوتی رہی، وہ تبدیلی بھی تو عجیب رہی جو محسوس تک نہ ہو۔

دعوے نبوت ثابت نہیں

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:۔

"کہ مجموعی طور پر تمام کتب ایک چیستان بن کر رہ گئیں۔ جس پر نہایت دیانتداری سے غور کرنے سے بھی قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ مرزا صاحب کا دعوے کیا تھا؟"

اصل سوال جس کا آپ کو حل تلاش کرنا چاہیئے تھا یہ تھا کہ آیا واقعی مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا تھا جب آپ اپنی تحقیقات کے رُو سے یہ ثابت کرنے سے قاصر رہے کہ قطعی طور پر نبوت کا دعوے کیا تھا تو باقی کیا رہ گیا۔ بارِ ثبوت تو ہمیشہ مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ جب وہی ثبوت ندارد ہے تو دعوے خارج کر دینے میں تامل کیا ہے۔

نبوت سے مراد مکالمہ الٰہیہ

یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ نبوت کا دعوے ثابت نہیں ہوتا اس قدر وسوسہ آپ کے دل میں رہ جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ نبوت کی بات بھی نظر آتی ہے گو قطعی طور پر نہیں آپ کا یہ نتیجہ بالکل درست ہے "کچھ کچھ" نبوت کا ذکر تو ضرور تھا جس کی تشریح بھی مرزا صاحب نے خود کر دی کہ اس سے مراد مکالمہ الٰہیہ کے سوا کچھ نہیں۔

مسئلہ نبوت کے حل کی چابی

اگر آپ اسی ایک چابی کو لے کر اس مسئلہ کا حل تلاش کرتے تو تمام معاملہ شیشے کی طرح صاف نظر آجاتا۔ ایک طرف تو مرزا صاحب بہرحال مصر ہیں کہ نبوت کے لفظ کا استعمال مجازی معنوں میں ہوتا ہے اور دوسری طرف حقیقی نبوت کا بکرات و مرات نہایت وضاحت سے انکار کیا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوگونہ اصرار و انکار کیوں؟ اسی سے آپ کا دماغ بھی چکر میں پڑ جاتا ہے۔ منشاء صرف اس قدر ہے کہ چونکہ اس زمانہ کی سب سے بڑی بیماری ہی خدا کی ہستی کا انکار ہے۔ اس لئے اس کا ایک ہی مؤثر تریاق ہو سکتا ہے اور وہ خدا سے ہمکلامی ہے۔ دلائل و براہین کے خواہ کتنے ہی انبار جمع کئے جاویں اُن سے خدا کے متعلق شکوک کے بادل چھٹ نہیں جاتے۔ خدائی ہمکلامی ایک ہی چیز ہے جس سے پورے سائنٹیفک معیار پر خدا کی ہستی ایک حقیقت بن جاتی ہے۔

زمانے کی پکار اور مرزا صاحب کا دعویٰ

موجودہ دور سائنس کے تجربات کا دور ہے۔ اس وقت خدا کی ہستی کے متعلق ممالک یورپ میں عقیقت حال بھی یہی ہے، کہ وہاں کے ماہرین علوم نفسیات و روحانیات اس جستجو میں لگے ہوئے ہیں کہ عالم روحانی سے براہ راست رابطہ قائم کریں۔ رویاء، کشف، اور غیب سے آواز سننا، یہ اب باقاعدہ موضوعات بن گئے ہیں، جن پر نامی گرامی سائنسدان بڑی بڑی کتابیں لکھ رہے ہیں۔ یہ عین زمانے کی پکار کا جواب تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے لئے جو مامور بھیجا اسے بھی کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ سے سرفراز فرمایا اور سینکڑوں نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر کئے تا کہ اس طرح خدا تعالےٰ کے وجود کا

ایک برہان قاطع قائم کی جائے۔ مرزا صاحب نے محض شاعری نہیں کی جب کہا ؎

وقت ہے وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

لکلٍ ان یصطلح

مرزا صاحب کا اصل دعوے اتنا ہی تھا یعنی خدا سے ہمکلامی کا۔ اسے آپ جو نام چاہیں دیدیں اور جو نام چاہیں ترک کر دیں اور یہ ایسا دعوے ہے جس میں دونوں جماعتوں کو کوئی اختلاف نہ ہوا ہے نہ ہی۔ دونوں جماعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کو خدا کی طرف سے وحی ہوتی تھی۔ اس کا نام جو چاہیں رکھ لیں۔ خود مرزا صاحب نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی اور فرمایا کہ لکلٍ ان یصطلح۔ ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ کوئی اپنی اصطلاح تجویز کرے۔

ناموں کا چکر اور اصل حقیقت

مرزا صاحب اگر ناموں کی بحث میں پڑے بھی تو اس لئے نہیں کہ اس سے انہوں نے کچھ لینا تھا۔ آپ نے بڑی کاوش سے یہ سراغ لگانے کی سعی کی ہے۔ کہ کس طرح بتدریج مرزا صاحب نے اپنی پوزیشن "امتی نبی" سے کھینچ کر "امتی بھی اور نبی بھی" کر دی۔ یہ باریکیاں بھی آپ کو مبارک۔ ہمیں تو دونوں میں کوئی بڑا فرق نظر نہیں آتا۔ بالفرض ہو بھی تو پھر کیا؟ مرزا صاحب کو اس سے ذاتی فائدہ کیا تھا کہ مسیحا کہلائیں یا نبی کہلائیں ــــ بات صرف اتنی سی تھی کہ احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے اور مرزا صاحب نے اس لئے نبی کے لفظ کو اس قدر اہمیت دی۔ ناموں کے چکر میں اصل حقیقت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے اور وہ صرف اسی قدر ہے کہ آپ سے خدا ہمکلام ہوتا تھا۔ ناموں کو خود مرزا صاحب کتنی اہمیت دیتے تھے خود ان کے اس شعر سے اندازہ لگائیے:؎

حاذق حکیم پاتے ہیں ما تم سے ہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

یہ بھی کہا ہی دیجئے اس سے بھی انکار نہیں کہ اولیاء سینکڑوں مسیح آویں۔ مگر اس زمانہ کے ــــ موعود میں ہی ہوں، پھر یہ الفاظ جو خود آپ نے بھی نقل کئے ہیں کہ اگر کسی کی حسِّ اسلامی پر لفظ "نبی" کا استعمال ان لغوی اور مجازی معنوں میں بھی گراں گذرتا ہو تو اسے کٹا ہوا سمجھیں اور اس کی جگہ محدث کا لفظ سمجھ لیں۔

واقعہ ہمکلامی

اصل مقصد واقعہ ہمکلامی پر زور دینا تھا، اور ہمکلامی ختم نبوت سے کسی طرح منافی نہیں اس لئے کہ غیر نبی کی طرف وحی آنا خود قرآن کریم کی رُو سے مسلم ہے۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کو، حضرت مریم کو، حواریوں کو سب کو وحی ہونے کا قرآن کریم میں ذکر ہے جن میں سے کسی کا بھی نبوت کا منصب نہیں تھا۔

وحی ولایت کا منشاء صرف اس قدر ہوتا ہے کہ

خدا تعالےٰ کے ساتھ انسانیت کا جو رشتہ بشری کمزوریوں کی وجہ سے کمزور پڑجاتا ہے وہ دوبارہ استوار ہو۔ وہ زیادہ تر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے جنکا پورا ہوجانا ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی وحی کی پوزیشن نہایت وضاحت سے بیان کردی ہے کہ گو جہاں تک اُس کے یقینی ہونے کا سوال ہے اس میں کسی شک وشبہ کا شائبہ بھی نہیں۔ مگر قرآنی وحی کے بالمقابل وحی ولایت کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی، اور اگر قرآن یا حدیث کے خلاف ہو تو خود ملہم اسے مسترد کردیتا ہے ملاحظہ ہوں مرزا صاحب کے الفاظ:-

"جو کچھ مجھے قرآن کی مشکلات کا فہم دیا گیا یا اللہ رحمان سے الہام کیا گیا میں اُس کو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کرتا ہوں اگر فرضِ محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اُس سب کو اپنے ہاتھوں سے ردّی چیز کی طرح اور کناسہ کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے"۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۱)

وحی کی ضرورت اور ایک غلط مفروضہ

آپ کو زیادہ غلط فہمی اس وحی کی ضرورت کے متعلق لگ رہی ہے۔ آپ اپنا ایک مفروضہ قائم کر لیتے ہیں اور پھر اس کی بناء پر ایک نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ یہاں آپ کا مفروضہ یہ ہے کہ "خدائی کلام بہرحال خدائی کلام ہے خواہ کسی پر نازل ہو" اور اس طرح بیک جنبشِ قلم وحی نبوت اور وحی ولایت کو ہم پلّہ قرار دیکر اگلے اعتراض کے لئے راستہ صاف کر لیتے ہیں کہ:-

"اللہ تعالےٰ کیوں ایک غیر نبی پر ایسی وحی نازل کرے جو اس ملہم کے نبی متبوع کی وحی کے خلاف ہو اور ملہم کو وحی کے ساتھ یہ حکم بھی بھیجے کہ پہلے ہماری اس وحی کو اپنے نبی متبوع کی وحی پر پیش کرو اگر یہ اس کے خلاف ہو تو بے شک ردّ کردو۔ آخر اس سارے تکلف کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ختم نبوت کے بعد امتیوں میں وحی جاری ہے۔ تو بھی اس وحی کے نازل کرنے میں قطعاً کوئی حکمت نہیں ہوسکتی جسے خود ملہم ہی ردّ کردیتا ہے"

یہ ساری عبارت آپ نے اپنی طرف سے بڑھائی ہے اللہ تعالےٰ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ پہلے تو وحی بھیج دیتا ہے اور ساتھ ہی حکم بھی دیتا ہے کہ اسے قرآن پر پیش کرو صحیح ہو تو ٹھیک ورنہ ردّ کردو سب آپ کے اپنے تخیل کی جولانی ہے۔ وحی جیسے روحانی تجربہ EXPERIENCE کو جرح کے لئے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کردینا سب سے پہلی بنیادی غلطی ہے۔

تمام وحی ہم پلہ نہیں ہوتی

آپ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ تمام وحی ہم پلہ ہوتی ہے وحی کی کیفیت کیا ہوتی ہے نہ میں بتا سکنے کا اہل ہوں نہ آپ سمجھ سکے۔ اس میدان میں ہم دونوں غیر ماہر layman ہیں معلوم یوں ہوتا ہے۔ اس کی ہئیت اور کیفیت میں ملہم علیہ کی اپنی استعداد کو بھی دخل ہوتا ہے۔ اس لئے تمام وحی کو محض اس وجہ سے کہ اس کا سرچشمہ خدا ہے ایک ہی فہرست میں شامل کر لینا صحیح نہیں ہے۔

علامہ اقبال مدعی وحی

آپ کو شاید تعجب ہوگا کہ خود علامہ اقبال بھی جن کی سند پر آپ وحی کے دور کو جواب دے رہے ہیں وحی کے مدعی تھے، مولنا عبدالمجید صاحب سالک اپنی کتاب "ذکر اقبال" ص۴ میں فارمن کرسچین کالج کے پرنسپل کے اظہار تعجب پر کہ علامہ اقبال جیسے بلند پایہ فلسفی کیسے لفظی وحی کا قائل ہوسکتا تھا۔ علامہ نے جواب دیا کہ قرآنی وحی کا تو ذکر ہی کیا ہے مجھے خود بعض اوقات اشعار پر اشعار لفظی جامہ میں ہی القا ہوتے ہیں اور یہ کیفیت سال میں ایک دو بار ہوتی ہے۔

وحی کی مختلف نوعیتیں

ظاہر ہے کہ ایک شاعر کی وحی کی اپنی ہی کوئی نوعیت ہوگی۔ بہرحال ایک ماموری وحی کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں مثلاً علامہ کا ارشاد ہے کہ الفاظ کے الفاظ ان کے دل پر القا ہوتے چلے گئے۔ مرزا صاحب کا ایک خطبہ جو خطبہ الہامیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک اور خاص نوعیت کا تھا۔ سب کے سب الفاظ سامنے لکھے نظر آتے تھے۔ دہلی میں ایک مناظرہ کے لئے بخاری سے بعض حوالوں کی ضرورت تھی، روایت ہے کہ مرزا صاحب تیزی کے ساتھ ورق گردانی کرتے تھے، جس صفحہ پر حوالہ ہوتا تھا وہاں رک کر سیدھے اس حوالے پر انگلی رکھ دیتے تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ مجھے تمام صفحات خالی نظر آتے رہے اور صرف مطلوبہ حوالہ کی عبارت لکھی ہوئی موجود تھی، اس لئے میں صرف وہیں جاکر رک جاتا تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب کے بے شمار الہامات ہیں جو حیرت انگیز طریق سے پورے ہوئے۔ مثلاً بنگالہ کی دلجوئی، "آریوں کا بادشاہ آیا"، اور سب سے بڑھکر لیکھرام کا معین مقررہ دن اپنے مکان میں سندوؤں کی گنجان آبادی میں اپنے مکان کی بالائی منزل میں قتل ہونا یہ تمام اور نوعیت کی وحی تھی۔ اس لئے تمام وحی کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا صحیح نہیں ہے اور آپ کی اس مشکل کی یہی خود پیدا کردہ وجہ ہے۔

وحی کے مفہوم میں اخفا اور ابہام

آپ فرماتے ہیں خدا کو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی، خدا کو آپ کے مشورہ کی ضرورت نہیں، آپ کو علم ہونا چاہیئے کہ خود قرآن کریم کی بعض وحی ایسی تھی جس کے صحیح مفہوم کا انکشاف اس سے مختلف ثابت ہوا جو نبی کریم نے سمجھ رکھا تھا۔ آپ جیسا کوئی معترض ہوتا تو کہتا کہ واہ، خدا بھی عجیب ہے، بھلا ایسی وحی ہی کیوں بھیجتا ہے، جس کے مفہوم میں کسی قسم کا ابہام ہو، حضرت مرزا صاحب کو اگر اپنی وحی کے مفہوم کے متعلق کبھی غلطی لگی اور بعد میں اس کی تصحیح کرلی تو اس میں کوئی چیز محل اعتراض نہیں۔ قرآن کریم میں متشابہات قسم کی آیات کثرت سے موجود ہیں، خود حروف مقطعات بھی ایک پُر اسرار چیز ہیں آپ فرمائیں گے بھلا خدا نے یہ طرز ہی کیوں اختیار کی کہ وحی بھی بھیجی اور اس کا مفہوم بھی پردوں میں لپیٹ دیا!

مرزا صاحب کے الہامات اور دعاوی اور تفسیر قرآن اور تشریح احادیث کے متعلق آپ کے سارے اعتراضات اسی ذیل میں آتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک وحی اور الہام کے معانی میں کسی قسم کا اخفاء اور ابہام نہ ہو۔ اسی میں انسان کی روحانی فراست کی تربیت اور نشوونما کا راز ہے۔ خود کائنات میں اللہ تعالےٰ نے لاانتہا خزائن بھر دیئے ہیں۔ مگر ان خزائن کو مخفی رکھا تاکہ انسان اپنی جدوجہد سے ان تک پہنچکر اپنے ذہنی قویٰ کی نشوونما کرسکے۔ سرزمین عرب کو ہی لیجئے۔ وہاں تیل کے کس قدر لاانتہا خزانے عہد نبوت میں بھی موجود تھے مگر ان کا انکشاف صحابہ کے ہاتھوں کی بجائے ایک اور قسم کے ماہرین سائنس کے ہاتھ سے ہوا۔ مرزا صاحب کے معاملہ کو بھی آپ ایک ایسے ماہر روحانیات کا معاملہ سمجھیں جو اپنی روحانی کیفیات اور واردات سے تجربہ کرتا رہتا ہے۔ قرآن کے معارف کی غواصی بھی کرتا ہے اور بے شک کبھی کبھی خود ان واردات کی تعبیر کرنے سے قاصر رہتا ہے، قرآنی معارف کے تعین میں بھی غلطی کرسکتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن

غالباً آپ جماعت لاہور کی اس پوزیشن سے بھی ناواقف نہ ہوں گے کہ ہم مرزا صاحب کے الہامات اور تفسیر قرآن، ہر ایک چیز کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھ کر قبول کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ولادت مسیح کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ بن باپ کا تھا مگر مولنا محمد علی صاحب مرحوم کی تحقیقات یہ تھی کہ وہ عام انسانوں کی طرح انسانی باپ رکھتے تھے۔ اس سے مرزا صاحب کی بنیادی پوزیشن پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی اور نہ ہمارا ایمان اُن کے متعلق متزلزل ہوسکتا ہے۔ ان کی بنیادی پوزیشن خدا سے ہمکلامی کی تھی اور وہ پوزیشن ایسی ہے جو اظہر من الشمس ہے، ان کی بے شمار پیشگوئیاں روز روشن کی طرح پوری ہوئیں، وہ مستجاب الدعوات تھے۔ اور انہونی بات ان کی دعاؤں سے ہوجاتی تھی ؎

پوزیشن او بہ یری کار یک دعا باشد

آپ کی غلطی یہ ہے کہ آپ پہلے مرزا صاحب کو ایک ایسے مقام پر بٹھا دیتے ہیں جو انہوں نے کبھی اختیار نہیں کیا اور پھر اسی خود تراشیدہ پوزیشن پر اپنی جسارت شروع کردیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب اور حکومت انگریزی

بے شک اس سے انکار نہیں کہ آپ کی کتاب ایک دیانتدارانہ کوشش ہے، اور غالباً مرزا صاحب کے متعلق سب سے پہلی کوشش ہے جس میں دیانت داری کے تقاضوں کو غیر ضروری نہ سمجھا گیا ہو۔ ورنہ عام طور پر تو مرزا صاحب کے متعلق ہر ایک حربہ جائز سمجھا جاتا ہے مثال کے طور پر آپ نے انگریزی حکومت کے متعلق مرزا صاحب کے رویہ پر جو اظہار رائے کیا ہے وہ

ایک عام لہر کے بالکل خلاف ہے۔ حکومت برطانیہ سے وفاداری احمدیت کے خلاف ایک بڑا بوسیدہ طعنہ بن گیا ہے۔ جس نے ایک فسانہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ آپ نے نہایت دیانتداری سے تسلیم کیا ہے کہ یہ الزام غلط ہے اور احمدیت کے نکتہ چینوں کو مشورہ دیا ہے کہ غلو اور عدم اعتدال کی راہ اختیار نہ کرنی چاہیئے" اور پھر لکھتے ہیں :-

"اگر ہم یہ طریق اختیار کریں تو معلوم ہوگا کہ جماعت احمدیہ کی شروع زمانہ کی ترقی میں انگریزی حکومت کی سرپرستی کو بہت کم دخل ہے۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں اپنے معتقدین کو ایک منظم اور روبہ ترقی جماعت کی صورت میں قائم کر چکے تھے۔ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تھے۔ اس وقت تک ہندوستان میں تحریک آزادی نے صحیح معنی میں جنم ہی نہ لیا تھا اور انگریزوں کو اپنی رعایا میں وفا پیشہ افراد اور جماعتوں کی خاص طور پر حاجت پیدا نہ ہوئی تھی۔ مرزا صاحب کے زمانے میں ان کے مشہور مقتدر مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی ثناء اللہ صاحب، سر سید احمد خان (سید صاحب مخالفین میں نہ تھے .... ناقل) سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کی رد میں لکھا گیا اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضامند رہنے کی تلقین کی ہے۔" (صفحہ ۲۴۳)

اخلاقی جرأت کی ایک کرن

یہ کھلا اعتراف آپ کی ذہنی دیانت داری کی آئینہ داری کرتا ہے۔ عام طور پر مرزا صاحب کے معاملہ میں تو اسلامی دیانت کو اس طرح بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے کہ کوئی حربہ خواہ کتنا ہی بھونڈا ہو اُن کے خلاف استعمال کرنا جائز بلکہ خدمت اسلام سمجھا جاتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آنے والی نسلیں خود اسی ذہنی کیفیت کو جو عام طور پر مرزا صاحب کے معاملہ میں نظر آتی ہے اسلامی معاشرہ اور اسلامی لیڈرشپ کی انتہائی پستی اور غیر اسلامیت کا ثبوت سمجھیں گی۔ اس تاریک تصویر میں آپ کی مندرجہ بالا اخلاقی جرأت ایک روشن کرن ہے۔ مرزا صاحب کی شخصیت کو، انکے دعاوی کو ان کے الہامات کو، ان کی پیشگوئیوں کو، ان کے قرآنی معارف کو بیشک سخت سے سخت جرح کے نیچے لائیں اور مجھے یقین ہے کہ ایسی جرح تحریک احمدیت کی تقویت کی موجب ہو گی۔ مگر اس جرح کے لئے میں صرف ایک شرط لگانے کی درخواست کروں گا اور وہ یہ کہ اس میں دیانت داری کو جو اسلامی روایات کا سب سے شاندار ورثہ ہے بل خوش نصیب ہو دیا جا سکتا ہے۔

آپ نے دیانتداری کا حق ادا کر دیا ہے، مگر یہ ہوا فت میں آپ کو غلطی ہو گئی ہے کہ آپ مرزا صاحب کو غلط پوزیشن دے کر جج کر رہے ہیں آپ لاہوری جماعت کے نقطہ نگاہ سے انہیں دیکھیں اور پھر سمجھنے کی کوشش فرماویں۔

جماعت احمدیہ لاہور کی مظلومیت

اس جماعت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ یہ بڑی "مظلوم" ہے۔ غیر احمدی اسے احمدی سمجھ کر کوستے ہیں۔ قادیانی دوست زبانِ طعن دراز کرتے ہیں کہ احمدیت سے مرتد ہو گئے ہیں۔ آپ کا فتویٰ ہے کہ یہ جماعت کسی کو دھوکہ دینا نہیں چاہتی بلکہ خود فریب خوردہ ہے۔ ملک صاحب! آپ کا یہ فتویٰ بھی مزید ترمیم کا محتاج ہے۔ ہم فریب خوردہ نہیں، ہم نے مرزا صاحب کو سچا خادم اسلام اور عاشق رسول سمجھ کر ان کا ساتھ دیا اور اس لئے دیا کہ اسلام کا نام دنیا میں روشن ہو۔ اسلام کے نام سے بھی بڑھکر یہ کہ لوگوں کو آبِ حیات کا وہ سرچشمہ جو قرآن کریم ہے کسی طرح پہنچ سکے جس کے ساتھ انسانیت کی حقیقی فلاح اور ترقی وابستہ ہے۔ "ترقی معکوس" نہیں حقیقی ترقی کی راہ یہی قرآن کی راہ ہے۔

جماعت لاہور کے متعلق علامہ اقبال کی رائے

آپ چونکہ علامہ اقبال کی سند سے جلد قائل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس جماعت کے متعلق بھی علامہ کی رائے ملاحظہ ہو۔ چوہدری محمد احسن کے استفسار دربارہ جماعت لاہور پر علامہ لکھتے ہیں:۔

"میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے افراد ایسے ہیں جن کو میں غیرتمند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں کسی جماعت میں شریک ہونا یا نہ ہونا انسان کی ذاتی افتادِ طبیعت پر بہت کچھ انحصار رکھتا ہے۔ تحریک میں شامل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہیئے۔"

(اقبال نامہ جلد دوم صفحہ ۲۳۲)

اخبار احمدیہ

——— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز ہے احباب کرام آپ کی صحت کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

——— مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نماز تراویح حافظ بوستان صاحب پڑھاتے ہیں اس وقت تک ۱۸-۱۹ پارے سنا چکے ہیں۔

——— سیالکوٹ سے عبداللہ بٹ صاحب لکھتے ہیں:۔ قبلہ والد صاحب کو ابھی تک مکمل آرام نہیں آیا۔ دورہ کی حالت میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے جس سے ہم سب پریشان ہیں۔ انکی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائی جائے۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

چنانچہ خود حضورؐ نے فرمایا لا تنقضی عجائبہ اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے۔

امام وقت کا عشق قرآن

ہمارے سامنے اس زمانہ کے امام نے قرآن کے ساتھ بڑا عشق کیا، یہ جماعت ہی نہیں ایک دنیا گواہی دیتی ہے کہ قرآن کا بڑا علم اس امام کو دیا گیا ایک نہایت ہی قابل انسپکٹر مدارس جن کا نام سندر داس ایم اے تھا، انہوں نے مجھے کہا کہ میں جلسہ جہوتسو (جلسہ اعظم مذاہب) میں موجود تھا، اور اس میں حضرت مرزا صاحب نے قرآن سے اسلام کو بیان کیا تھا اور اس لیکچر کو پڑھنے والے ایک نہایت عمدہ مقرر مولانا عبدالکریم سیالکوٹی تھے، لالہ سندر داس صاحب نے کہا کہ اس لیکچر نے اسلام کے متعلق میری آنکھیں کھول دیں

That lecture was an eye-opener to me.

جلسہ کے ججوں نے اعلان کیا کہ حضرت مرزا صاحب کا مضمون سب پر فائق رہا۔ تو اس زمانہ میں ایسا امام ہمیں ملا جس کو قرآن کریم کا عشق ہے اور ساٹھ ستر کتابوں میں اس نے قرآن کے معارف بیان کئے ہیں آپ ان کتابوں کو پڑھیں کیونکہ خدا نے یہ ایک نعمت ہمیں دی ہے۔ علامہ اقبال نے میرے سامنے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصیدے اور نعتیں تو ہم نے بہت سنی ہیں، بہت لوگوں نے آپ کے گیت گائے ہیں، لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والا اور اس کے گیت گانے والا ایک ہی شخص مرزا غلام احمد ہے، قرآن کریم کی تعریف میں فرماتے ہیں

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

کتنا شاندار شعر ہے قرآن کریم ایک عالم کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں تمام دنیا اور تمام زمانوں کی ہدایت کا سامان مہیا کیا گیا ہے،

امام وقت کی قدر کرو

اس امام کی قدر کرو، یہ قدر اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جو پیغام وہ لایا اس کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ وہ کوئی نئی بات نہیں لایا، قرآن و سنت کو وہ تازہ کرنا چاہتا ہے اپنا کچھ نہیں چاہتا، وہ خود کہتا ہے کہ جو بات قرآن سے باہر ہے وہ مردود ہے۔

تو آپ اس قرآن کو عمل کے لئے پڑھیں، اس لئے بھی کہ آپ پر دوبارہ حجت قائم ہو گئی، امام وقت نے وصیت کی کہ اس قرآن پر قائم ہو جاؤ، میں اس پر قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں اور اس کے سوا میری کوئی اور غرض نہیں ہے۔

نقد و نظر

بلائے دمشق اور خلافتِ اسلامیہ

تصنیف عبدالرب برہم ۔ صفحات ۱۹۶ ۔ قیمت ۲ دو روپیہ

(تبصرہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

جماعت ربوہ کے داخلی انتشار اور اس کے اندرونی حالات سے متعلق اس سال اس وقت تک تین کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اولاً "احمدیہ تحریک"، از محمد جعفر صاحب۔ دوم "ربوہ کا راج کے محمودی منصوبے"، از ارکان مرکزی حقیقت پسند پارٹی، اور تیسری متذکرہ بالا کتاب۔ جن صاحبان نے ان کتب کو تحریر کیا ہے وہ سب پیدائشی احمدی اور جماعت ربوہ سے دیرینہ و گہری وابستگی رکھنے والے ہیں جنہیں مدتوں اپنی جماعت کے اندر رہ کر بلکہ ان میں سے اکثر کو جماعتی نظام کے کارکن رہ کر اس کے اندرونی حالات سے براہِ راست واقفیت حاصل ہے۔ ان اصحاب میں سے محمد جعفر صاحب نے تو جماعت احمدیہ سے برگشتہ ہو کر اس کے خلاف علانیہ علم بغاوت بلند کیا ہے لیکن برہم صاحب مثل ان دوسرے اصحاب کے بلکہ ان سے بھی مدت دراز قبل جماعتی ناگفتہ بہ حالات سے پوری طرح اور براہ راست خبر رکھتے ہوئے بھی بانئ سلسلہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر دلی ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس بارہ میں ان کے پائے ثبات میں نہ صرف کوئی تزلزل یا تشکک واقع نہیں ہوا بلکہ یہی واقعات ان کے یقین میں اضافہ اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے ہیں۔ اس کا باعث یہ امر ہے کہ جہاں انہیں اہل ربوہ کے جماعتی نظام کی ناگفتہ بہ حالت واقعات کی صورت میں نظر آتی ہے وہاں اپنی بصیرت و معرفت سے انہی واقعات کو آپ حضرت اقدس کے الہامات و رؤیا میں پیشگوئی کے رنگ میں درج پاتے ہیں کسی بشر کے لئے کیونکر یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی وفات کے نصف صدی بعد کے آنے والے واقعات کو ایسی صفائی اور تواتر سے پیش از وقت بیان کر دے کہ الہامات کے پیش کردہ نقشہ اور پیش آمدہ واقعات میں سرمو فرق نہ رہ جائے یہ ہو نہیں سکتا بجز اس کے کہ اس کے قلب صافی پر آئندہ کے پیش آمدہ واقعات کا انکشاف علیم و خبیر ذات الٰہی کی جانب سے ہوا ہو۔

دراصل اس کتاب کے لکھنے سے برہم صاحب کا مقصد بھی یہی ہے، ان کا پیغام یہ ہے کہ :-

اے میری جماعت کے بزرگو، عالمو، مخلص دانشمندو! اپنے گرد و پیش کے جماعتی نظام کے حالات سے آنکھیں

- - - - - - - - - - - - - -

بند نہ کرو جماعت کے نام اور اتحاد کے واسطہ سے جو انسانیت سوز مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، اپنی جماعت کے مظلوم طبقہ سے اس کی سچی داستانیں سنو اور اس کے عواقب و نتائج پر غور کرو۔ لیکن اگر تمہیں اپنی اپنی تحقیق کے نتیجہ میں یہ ثابت ہو کہ یہ امور تو معمولی انسانی شرافتِ اخلاق سے بھی بعید ہیں، چہ جائیکہ کسی مزعومہ آسمانی نظام کے مناسب قرار دیئے جا سکیں تو تب بھی ایسی واقعاتی تحقیق کے نتیجہ میں نہ تو تمہیں واقعاتِ حقہ سے انکار یا ان سے عمداً اعراض و لاپرواہی برتنی مناسب ہے اور نہ ہی یہ رویہ اختیار کرنا درست ہے کہ حقیقت پسندی کا ساتھ دیکر حضرت اقدسؑ کے منجانب اللہ مامور ہونے میں شک پیدا کرو۔ بلکہ جب تمہیں ایک طرف اپنی جماعت کے نظام میں واقعاتی رنگ میں ناگفتہ بہ حالات نظر آئیں اور دوسری طرف حضرت اقدس کی پیشگوئیوں میں انہی کا ہو بہو نقشہ دکھلائی دے دے تو تمہارے ایمانوں کو دھکا لگنے کی بجائے ان میں اور اضافہ کا باعث ہونا چاہیئے"

یہ ہے خلاصہ اس پیغام کا جو برہم صاحب اپنی جماعت کے مخلص و سنجیدہ طبقہ کو اس کتاب کے ذریعہ دینا چاہتے ہیں۔

یہ بات قدرتی ہے کہ جب کسی نظام کے ادعا اور اس کے عمل میں نہ صرف مطابقت نہ ہو بلکہ صریح تضاد نظر آئے تو وہاں مخلص و سنجیدہ نوجوان طبقہ کا ردِ عمل تمام حدود و قیود کو توڑنے پر اتر آتا ہے۔ ان حالات میں برہم صاحب کی اصلاحی جدوجہد اور بھی قابل مبارکباد ہے کہ انہوں نے اپنے مضبوط ایمان معرفت اور استقلال و توازن کو برقرار رکھکر بعض ایسے ادعاؤں کی تو لاد عملاً نفی کر دی ہے جن کا مفاد یہ ہے کہ جو کوئی جماعتی نظام پر نکتہ چینی بھی کرے گا وہ صداقت سلسلہ سے ہی منکر یا دہریہ ہو جائے گا۔

"بلائے دمشق اور خلافتِ اسلامیہ" کے مصنف نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ربوی نظام پر حقیقت پسندانہ ۔۔۔۔ تنقید کرنے والے ایسے اصحاب بھی موجود ہیں جو جماعتی ناگفتہ بہ واقعات کو بچشم خود دیکھ لینے کے بعد حضرت مسیح موعود سے برگشتہ ہونے کے بجائے آپ کے الہامی سلسلہ پر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے ایک اور امر بھی قابل مبارکباد ہے کہ اگرچہ برہم صاحب کی طرزِ تحریر بیشتر منذرانہ رنگ رکھتی ہے لیکن اصل محرک سچا جذبۂ خیر خواہی و خلوص ہی ہے جیسے کہ مفصلہ ذیل چند اقتباسات سے معلوم ہو گا :-

"ہمارا دراصل محرک ہماری اس تحریر کا اظہار حق ہے اور یہ ذمہ داری براہِ راست خدا تعالےٰ کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہے لہذا ہماری تحریر میں ہمارے نفس کا کوئی دخل نہیں اور جو کچھ ہم تحریر کریں گے محض ابتغاءً لمرضات اللہ کریں گے اور اس پر ہم خدا تعالےٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ وہ دلوں کے بھید دل کو جاننے والا ہے اور اس حالت کو بھی جانتا ہے جو ہم پر ہر روز گذرتی ہے۔ وران سطور کے لکھتے وقت بھی ہمارا دل گداز ہو کر اس کے آستانہ پر پانی کی طرح بہہ رہا ہے پس اگر یہ ہماری یقین دہانی محض شاعرانہ جذبات اور فریب ہے تو ہم یقیناً خدا تعالےٰ کے مواخذہ سے نہیں بچ سکتے ۔۔۔۔۔ پس ہم ہر احمدی بھائی سے نیک دلی سے گذارش کریں گے کہ وہ خدارا ہماری تحریر پر ٹھنڈے دل سے غور کریں"

(صفحہ ۳ و ۴)

پھر صفحہ نمبر ۱۲ پر تحریر کرتے ہیں :-

"ہم اس درد کے پیش نظر جو اپنے بھائیوں کی گمراہی پر ہمارے دل میں ڈالا گیا ہے اور جس حالت میں ہم یہ تحریر کر رہے ہیں اس وقت بھی ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل پانی کی طرح گداز ہو کر آستانہ الوہیت پر بہہ رہا ہے یقین رکھتے ہیں کہ ہماری یہ تحریر جماعت کے فاسدانہ عقائد کو بدلنے اور اس کی اصلاح کرنے میں تخم کاری کا کام دے گی"

ایسا ہی صفحہ نمبر ۱۶۲ پر لکھا ہے :-

"ہماری یہ باتیں کسی بغض کی وجہ سے نہیں - درد کی وجہ سے ہیں اگر اپنا گھر قارون کا دامن نعروں، ریزولیوشنوں، انسانیت سوز مقاطعوں اور ظلم و طاغوتی نظام سے پاک ہوتا اور اگر وہ پاک طینت ہوتے تو ان پر جاں نثاری میں ہم کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ احمدیت کے لئے ہمارے اسلاف نے اپنا خون تک پیش کیا ہے۔ ۔۔۔۔ لیکن ان چیرہ دستیوں کے باوجود کیا کوئی ہماری تحریر پڑھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارا ایمان متزلزل ہو گیا ہے۔ پس ہمیں کسی سے کوئی بغض و عناد نہیں۔ بالخصوص حضرت اقدس کے اہل بیت سے بغض رکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مگر اگر کوئی اس باغ کو ہی پامال

کرنے لگ جاتے جو حضرت مسیح موعود نے لگایا ہے خواہ وہ پامالی حضرت اقدس کی اولاد کے ہاتھوں ہی کیوں نہ ہو رہی ہو تو ہم مجبور ہیں کہ احتجاج کریں اور اپنے بھائیوں کو سمجھائیں کہ محض اس بات سے مطمئن ہو کر آنکھیں بند مت کرو کہ حضرت اقدس کے اہل بیت ہی ان کے باغ میں چل پھر رہے ہیں۔ نہیں وہ اس باغ کو پامال کر رہے ہیں جو حضرت اقدس کی غرض و غایت تھا۔ خدارا اس کی تباہی سے اہل نادم کو روکو"۔

اپنے اس انتہائی درد و کرب کا اظہار جو مصنف کے لئے اس کتاب کے لکھنے کا محرک ہوا۔ یوں بھی کیا ہے:۔

"خدا کے لئے کوئی ایسا ذریعہ تلاش کرو کہ سن سکو اور ہلاکت سے بچ جاؤ ہم اس درد کے ہاتھوں کہ جو اپنے بھائیوں کے لئے ہمارے دل میں ڈالا گیا مجبور ہیں کہ آنے والے طوفان کی اطلاع دیں اور ہم حیران ہیں کہ ہم کس نوبت اور کس نقارے سے اور کس دف اور کس دمامہ کے ذریعہ ایسی منادی کر سکیں کہ جسے تم سن سکو اور ہلاکت سے بچ جاؤ"۔

(صفحہ ۱۴۷ - ۱۴۶)

ان تمام بیانات سے نہ صرف ظاہری بلکہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ برہم صاحب نے واقعی جماعت احمدیہ ربوہ کی محض خیر خواہی و عاقبت اندیشی کے پیش نظر ہی یہ کتاب لکھی ہے۔

آمرانہ خلافتی نظام کے بارہ میں آج تک بہت ناز و فخر کیا گیا۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ جس قسم کے الزامات اس کی اپنی داخلی تحریکیں اس پر آج لگاتی ہیں ان کا تمام تر باعث کہیں یہی آمریت تو نہیں ہوتی؟ خدارا غور کرو کہ کسی غیر مامور خلیفہ کو مطاع الکل و مختار مطلق بنا لینا یہاں تک کہ یہ عقیدہ گوارا کر لینا کہ ہمیں اعتراض کرنے والا بھی جہنمی ہے، کہاں تک تعلیم اسلام و بانی سلسلہ کی الوصیت کے مطابق ہے؟

پھر قطع نظر اختلاف عقائد یا اختلاف طریق کار و نظام کے، ہر دینی و اخلاقی نظام کا نتیجہ لازماً آزادی ضمیر و خیال اور انسانی تخلیقی صلاحیتوں کا ارتقاء ہوا کرتا ہے نہ کہ اندھی عقیدت کے باعث حقائق کا انکار یا ان سے اعراض و اغماض۔

آہ! ایک حساس و حقیقت شناس قلب کے لئے اس سے بڑھ کر دلخراش اور کیا واقعہ ہو سکتا ہے کہ جس آسمانی نظام کا ادعا ظلم و بدی کا قلع قمع ہو، اسی کے اندر سے ایسی تحریکیں متواتر رونما ہو رہی ہوں جو اپنے ہی مبینہ مظالم سے فارقانہ نظام سے تنگ و نالاں ہونے کی ازحد شاکی ہوں!

آہ! اس چودھویں صدی کا اس سے بڑا المیہ اور کونسا ہوگا کہ وہ نظام جو کبھی غیروں کی نگاہ میں خالص اسلامی تہذیب کا نمونہ پیش کرنے والا تھا، اس قدر جلد اس کے اپنے اندر کے کارکنوں کے نزدیک ہی وہ نہ صرف غیر اسلامی بلکہ انسانیت سوز کہلانے کا مستحق ہو گیا!!!

"بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ" میں برہم صاحب اپنے ماتی الضمیر کا خلاصہ صفحہ ۱۴۳ پر اس طرح بھی لکھتے ہیں:۔

"پس سنو اے دوستو! جو احمدی کہلاتے ہو۔ اگر تم حقیقت حال سے آگاہ ہونا چاہتے ہو تو اس انسانیت سوز بائیکاٹ سے بیزاری کا اعلان کرو۔ غریبوں کی درد بھری کہانیوں اور سنسنی خیز واقعات کو سننے اور سوچنے کی عادت ڈالو اور اس عظیم فریب سے نجات حاصل کر کے دنیا کو اپنی ہوشمندی کا ثبوت دو۔ یقین جانو کہ دور حاضر کا یہ عظیم فراڈ ہے کہ تمہارے ہی چند دلوں سے تمہارے ہی کانوں کو بہرہ کر دیا جائے تمہارے ذہنوں کو مفلوج کر دیا جائے بائیکاٹ اور نظام سلسلہ کے بہانہ تم میں ہی ان لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے کہ جو حقیقت حال سے آگاہ ہو کر فریاد کرنا چاہیں اور تمہیں اپنے ہی بھائیوں کے خلاف ریزولیوشن پاس کرانے نعرہ لگانے پر رضامند کر لیا جائے۔ یہ ایک بہت بڑا چکر ہے جسے صرف تم نہیں جانتے اور نہ جاننا چاہتے ہو کہ تم فریب خوردہ ہو، ورنہ ساری دنیا جانتی ہے اور تمہارے ان بیہانہ مظالم پر احتجاج بلند کرتی ہے، دیکھو نوائے وقت اپنے ۱۱ رجنوری ۱۹۵۵ء کے شمارہ میں کیا کہتا ہے"۔

الزامات کے سچ یا جھوٹ ہونے سے قطع نظر، برہم صاحب کی یہ اپیل کہ ربوی جماعت سے وابستہ دوست اپنی ہی جماعت کے غریب لوگوں کی دکھ درد بھری کہانیاں سننے اور ان پر سوچنے کی عادت ڈالیں ایک معقول اور عام انسانی حقوق کی برقراری کی اپیل ہے اور قابل توجہ ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے بانی نے تو جبر و تشدد سے جھوٹ یا گالیوں کو بھی دبانے کے برخلاف تعلیم دی ہے چنانچہ آپ کی زندگی میں جب بعض مخالفین نے حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں ہتک آمیز، دشنام دہ کتب شائع کیں اور مسلمانوں کی طرف سے ایسی کتب کے ضبط کئے جانے کی اپیل کی گئی تو آپ نے ایسے نازک معاملہ میں بھی یہ فرمایا کہ یہ طریق کار صحیح نہیں کیونکہ اس سے غیر جانبدار اصحاب کو شکوک و شبہات کا موقع ملتا ہے بلکہ درست طریق یہ ہے کہ ان الزامات کے معقول و مدلل جواب دیئے جائیں چنانچہ اس حقیقت کو آپ اس شعر میں بھی ادا فرماتے ہیں ؎

بہ ہوش باش کہ جبر است نوع دلیل گریز
تسلی دل مردم ازیں کجا باشد

اور اپنی جماعت کے باہمی برتاؤ کے بارہ میں تو آپ کا الوصیت میں ارشاد یہ ہے کہ

"سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو"

پھر غیروں کی مخالفت کے بارہ میں آپ کی ہدایات یہ ہیں:۔

اے مرے پیارو! شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشک تتار
گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار

برہم صاحب کا یہ مطالبہ کہ جبر و تشدد، انتہائی بائیکاٹ وغیرہ کی بجائے کم از کم اپنی ہی جماعت کے اصحاب کی باتیں سننے اور ان پر غور کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے ایک ایسا انسانی مطالبہ ہے جس سے کوئی شخص اختلاف نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ وہ نظام جس کے مقدس بانی کی تعلیم مندرجہ بالا ہو اور جسے آپ کی خلافت کا دعوے ہو۔ کسی حق پرست نظام کے شایان شان یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ہی لوگوں کے برخلاف ایسے حربے استعمال کرے جو ہمیشہ سے باطل پرستوں کا شیوہ رہے ہیں۔

کتاب میں اس امر پر بھی مفصل بحث ہے کہ آیت استخلاف کے ماتحت کونسی خلافت آتی ہے۔ برہم صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ صرف مرسلوں و ماموروں کی بعثت ہی اس سے مراد ہے اور کسی غیر مامور کو قطعاً یہ سزاوار نہیں کہ وہ اس آیت کی ذیل میں اپنی خلافت کو لا کر اس غیر مشروط اطاعت کو واجب قرار دے جس کا حق بجز ماموروں کے اور کسی کو حاصل نہیں۔

احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ برہم صاحب کی کتاب کا مطالعہ کریں اور ربوی دوستوں کو بھی توجہ دلائیں کہ وہ اپنی ہی جماعتی خیر خواہی کے پیش نظر اپنے ہی لوگوں کے لئے انسانی آزادی و مروت کی فضا پیدا کرنے میں ممد و معاون ہوں۔ ہماری رائے میں منذرانہ طریق خطاب کی بجائے واقعاتی علم مہیا کرنے کی جانب توجہ دینا جدوجہد آزادی کے لئے شاید زیادہ موزوں ہوتا۔

کتاب ملنے کا پتہ:۔

عبدالرب خان برہم
کوارٹر ۳۶۴ (اے بلاک)
ہسپتال کالونی - لائلپور

آپ کے خطوط

مسیح و خضر سے اونچا مقام

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - ہفتہ وار "چٹان" مجریہ بواسطے ۱۰ر مارچ ۱۹۵۸ء کے ٹائیٹل پیج کے صفحہ اول پر تصاویر مقابر بزرگانِ اسلام دہلی کے ذیل میں تصویر مرقد حضرت محبوب ربانی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے نیچے شعر لکھا ہے:-

تیری لحد کی زیارت ہے۔ زندگی دل کی
مسیحؑ و خضرؑ سے اونچا مقام ہے تیرا
(اقبالؔ)

حضرت مسیح موعود قادیانی علیہ السلام کے الہامی شعر ؎

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غلام احمد ہے

پر اعتراض کرنے والے اہلِ علم اصحاب مندرجہ بالا شعر اقبال پر غور فرمائیں - والسلام - غلام محمد گوپال - لاہور

بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ

گرامی قدر ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" لاہور - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - محولہ بالا کتاب کو غور سے پڑھا - حضرت مسیح موعود کے الہامات کی روشنی میں رواتی خلافت کی حقیقت کو جس اچھوتے انداز میں آشکارا کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ تعلیمات اور رواتی خلیفہ کے قول و فعل میں واضح تضاد کو دیکھ کر دل میں بڑی خلش رہتی تھی کہ یہ ماجرا کیا ہے - اس کتاب کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان وایقان بڑھتا ہے - کتاب میں خلافت پر سیر کن بحث کے علاوہ پیشگوئی مصلح موعود پر بھی فیصلہ کن روشنی ڈالی گئی ہے مصلح موعود کی پیشگوئی کے الہامی الفاظ کہ:-

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"

تو ساری بحث میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں - یہ الہامی الفاظ آج تک نظر انداز کئے جاتے رہے ہیں - انکے صاف معنی یہ ہیں کہ مصلح موعود مامور و مرسل ہوگا - میری رائے میں دونوں شاخوں کے احمدی بھائیوں کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے - غایت درجہ ایمان افروز ہے، براہ مہربانی میرے خط کو اخبار میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں -

والسلام

خاکسار - محمد انور - پیپلز کالونی - لائلپور

ضرورت رشتہ

خاکسار کو اپنے بڑے لڑکے کے لیئے رشتہ مطلوب ہے - لڑکے کی عمر ۲۲ سال ہے - ایف اے پاس ہے - اس وقت کالونی ٹیکسٹائل ملز اسماعیل آباد میں سپننگ ماسٹر کی ٹریننگ لے رہا ہے - اللہ کے فضل و کرم سے شاندار مستقبل کی توقع ہے - خواہشمند احباب خاکسار سے خط وکتابت کریں - ممنون ہوں گا -

خاکسار محمد یوسف گرنتھی
۹۲۳ نواں شہر ملتان

ڈسپنسر اور وارڈ بوائے کی ضرورت

ایک ہسپتال کے انتظام کے سلسلہ میں ایک کوالیفائڈ تجربہ کار ڈسپنسر اور دو وارڈ بوائے کی ضرورت ہے جو پنشنر یا کچھ تربیت یافتہ ہوں ملٹری ریٹائرڈ کو ترجیح دی جائے گی -

تنخواہ ساٹھ روپیہ اور رہائش مفت ہوگی - خواہشمند اپنے جملہ کوائف سے بذریعہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح آگاہ کریں - اور درخواستیں بھیجدیں ۔

پیغام صلح ۹ر اپریل ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۴

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے ایجنٹ کا پتہ:- شیخ انعام الحق صاحب - مکان نمبر [illegible] اعظم پورہ - ملک پیٹھ - حیدرآباد دکن - انڈیا

تعلیمی پرنٹنگ پریس ... لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

ایڈیٹر - دوست محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت بر آر
گمرہاں را چشم کُن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور — پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۵

ہمارا مذہب
از حضرت مسیح موعود

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

———★———

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

ووکنگ میں عید کیلئے دعوت جماعتیں ایک ایک دیگ پکوانیکا خرچ ادا کریں
خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کی اپیل

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح، سلمہ اللہ تعالیٰ

بفضلِ ایزدی ۲۴ مارچ ۱۹۵۸ء سے کام شروع کر دیا ہے۔ مولانا عبد المجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نہایت محنت و کاوش سے اپنے کام میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت بخشے۔ مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب اور مسٹر اقبال احمد بھی بڑی تندہی سے کام کر رہے ہیں انہوں نے جہاں جہاں لیکچر دیئے ہیں ان کی تفصیل بھی شامل ہے۔ خط و کتابت کا سلسلہ وسیع تر کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں اخبارات میں بھی اسلامی نکتہ نگاہ کے مطابق حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ دیا جا رہا ہے، مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ اچھا خاصہ بڑھ رہا ہے اور حق کے متلاشی بھی آتے رہتے ہیں۔ انشاء اللہ جلدی ہی مفید پوند ے کر جب دو یا ے حضرت مہدیٔ مسعود مجدد دوران و مسیح موعود پکڑنے کی خوش خبریاں ...... بھیجی جائیں گی۔ آپ میری طرف سے سب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تہجد کی نمازوں میں نصرتِ دین کیلئے خصوصیت سے دعا کریں۔

رمضان المبارک کا آج گیارہواں دن ہے الحمد للہ کہ سحری یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً ۴ بجے ختم ہو جاتی ہے اور افطاری ۱/۲-۶ بجے شام ہوتی ہے۔ سردو تقریباً ۴ منٹ کا فرق پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں بیگم ڈاکٹر عبد اللہ مرحوم کی کاوش کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ وہ انتظامات مہمانداری میں بڑی محنت و خلوص سے کام لے رہی ہیں۔

ووکنگ مشن نے اوقاتِ سحری اور افطاری کا ایک ٹائم ٹیبل چھاپ رکھا ہے اور مجھے یہ بیان کرنے میں بڑی خوشی ہے کہ انگلستان میں مقیم مسلمان بڑی تعداد میں مذکورہ ٹائم ٹیبل کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر اکثر مسلمان پابند روزہ ہیں۔

عید الفطر کے لئے دعوتی کارڈ تیار ہو چکے ہیں اور ایک دو روز کے اندر اندر سپردِ ڈاک کر دیئے جائیں گے۔ اندازہ ہے کہ انشاء اللہ اس دفعہ ضرور ڈھائی تین ہزار کے قریب مہمان عید پر تشریف لائیں گے اس ضمن میں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ گذشتہ سال یہاں سے دیگوں کیلئے اپیل کی گئی تھی جس میں بہت سے احباب جماعت نے حصہ لیا تھا۔ مجھے یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہاں سے دیگیں منگوانے کی بجائے دیگوں کی قیمت ووکنگ مشن کے حساب میں دیدی جائے تو ہم یہاں دیگیں خرید لیں گے۔ گو یہاں کی دیگیں ذرا مختلف ہیں تاہم وہاں بنوا کر منگوانے میں ایک عرصہ لگے گا اور کرایہ وغیرہ کی بجائے یہاں خرید لینا زیادہ قرین صواب ہے۔

اس دفعہ میری طرف سے ایک اپیل دوسری شکل میں ہے وہ یہ کہ عید کے موقعہ پر آنیوالے مہمانوں کی دعوتِ طعام کے سلسلہ میں تمام جماعت بطور میزبان مہمانداری میں حصہ لے۔ ایک دیگ پکانے پر تقریباً پچاس روپیہ خرچ آتا ہے۔ جو احباب ایک یا ایک سے زیادہ دیگیں پکوانا چاہیں ان کی کرم فرمائی ہے وہ رقم برائے مہربانی انجمن کو بھیجدیں اور دیگر احباب اجتماعی رنگ میں حصہ لیں یعنی ہر مقامی جماعت اپنی طرف سے کم از کم ایک دیگ کے پکانے کیلئے رقم جمع کرنیکا اہتمام کرے۔ امید ہے احباب کرام اسمیں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں۔

گذشتہ جمعہ سید رحیم شاہ صاحب نے میری آمد کی تقریب ایک پر تکلف دعوت کا اپنے گھر واقعہ RAYNS PARK لندن میں انتظام کیا۔ مسجد کے مہمانوں کے علاوہ کم و بیش ۲۰ انگریز، پاکستانی و ہندوستانیوں کو مدعو کیا۔ یہاں پر نہ صرف احباب نے عمدہ پاکستانی کھانا کھایا بلکہ بہت سے امور بھی زیر بحث آئے۔ سید رحیم شاہ صاحب میرے ہم وطن ہیں اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ان کو با افراط معیشت عطا فرمائی ہے۔

نوٹ: بقیہ تفصیل آئندہ شائع ہوگی (ایڈیٹر پ ص)

معجزہ اور کرامت

قبل ازیں ۸ ار فروری کے "الفضل" کے حوالہ سے یہ بتایا جا چکا ہے، کہ ربوہ کے نام نہاد خالد بن ولید (برعکس نہند نام زنگی کافور) مولوی شمس نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی ذات گرامی کے متعلق ایسے عامیانہ الفاظ استعمال کئے ہیں، جو کسی شریف آدمی کے قلم سے نہیں نکل سکتے ہم ان کے اس فعل کو انکی فطرت کا تقاضا سمجھتے ہوئے قالوا سلاما پر عمل کرتے لیکن جس بنا پر انہوں نے وہ الفاظ لکھے ہیں، بعض احباب کا تقاضا ہے کہ اس کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی کتاب تفسیر سورۃ فاتحہ میں حضرت مسیح موعود کے متعلق دعوٰے نبوت کے الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"اپنی سب کتابوں میں اپنے آپ کو مجدد وقت کر کے پیش کیا اور کہا کہ میری طرف دعوٰے نبوت منسوب کرنا افترا ہے اور بد دیانتی ہے اور ان تصانیف میں بعض کتب کے نام ہی ایسے تجویز کئے جن سے وہ مجدد و محدث اور ولی اللہ ظاہر ہوتے ہیں مثلاً کرامات الصادقین لکھی، اس میں وحی نبوت کا دعوٰے نہیں بلکہ الہام کا دعوٰے ہے، آپ اس میں اپنے نشان صداقت کو کرامات لکھتے ہیں اور معجزہ کا لفظ استعمال کرنا ناجائز سمجھتے ہیں اگر بالفرض محال وہ نبی ہوتے تو بجائے کرامات الصادقین کے معجزات النبیین لکھتے"۔

مولوی شمس نے حضرت امیر کے اس بیان پر نہایت رذیل اور عامیانہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے متعلق لفظ نبی بھی استعمال کیا اور اپنے نشانات کے متعلق معجزات کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، ہم نہیں جانتے کہ مولوی شمس نے اپنے اس بیان میں قارئین "الفضل" کو عمداً دھوکا دینے کی کوشش کی ہے یا حضرت مسیح موعود کی کتب سے اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے، یہ کس نے کہا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے متعلق نبی کا لفظ اپنی کتب میں استعمال نہیں کیا، سوال یہ ہے کہ کن معنوں میں استعمال کیا ہے، اور تو اور حقیقۃ الوحی میں بھی صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ:-

"ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے .... صرف یہ دعوٰے ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" (صفحہ ۳۹۰)

اب اس میں صاف طور پر ایک تو اپنی نبوت کو کثرت مکالمہ مخاطبہ کی حد تک محدود کر دیا جو محدث کی صفات میں سے ہے اور دوسرے مجدد الف ثانی کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے بکثرت امور غیبیہ حاصل کرنے والے کو محدث قرار دیا ہے حضرت مسیح موعود نے مجدد صاحب کا اصل حوالہ دوسری کتابوں میں نقل کیا ہے، جس میں محدث ہی کا لفظ ہے نبی کا نہیں، حقیقۃ الوحی کی اس عبارت میں نبی کا لفظ اس مفہوم کے لحاظ سے استعمال کیا ہے کہ محدث بھی بالقوۃ نبی ہوتا ہے، اگرچہ بالفعل منصب نبوت پر فائز نہیں ہوتا، اس لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ کہنا بے جا نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے کسی بھی کتاب میں نبوت کا دعوٰی نہیں کیا صرف مجدد اور محدث کا دعوٰے کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی شمس صاحب نے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے نشانات کو معجزات قرار دیا ہے اس میں شک نہیں کہ معجزہ کا لفظ بعض مقامات پر حضرت مسیح موعودؑ نے استعمال کیا ہے، لیکن اس بارہ میں آپ نے متعدد مقامات پر صفائی کیسا تھ یہ بھی بتا دیا ہے کہ ایک تابع اور امتی کا نشان نبی متبوع کا معجزہ ہوتا ہے اور اس کا اپنا نشان ہونے کے لحاظ سے کرامت کے لفظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصہ چہارم میں آپ لکھتے ہیں:-

"جو امر خارق عادت کسی ولی سے صادر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اس نبی متبوع کا معجزہ ہے جس کی وہ امت ہے اور یہ بدیہی اور ظاہر ہے کیونکہ جب کسی امر کا ظاہر ہونا کسی شخص اور کسی خاص کتاب کی متابعت سے البتہ ہے اور بدون متابعت کے وہ ظہور میں آ ہی نہیں سکتا تو بداہت ثابت ہے کہ اگرچہ وہ امر بظاہر صورت کسی تابع سے ظہور میں آیا ہو لیکن درحقیقت مظہر اس امر کا نبی متبوع ہے جس کی متابعت سے ظہور اس کا مشروط ہے ....

.... پس جو کچھ انوار و آثار بعد متابعت کامل کے مترتب ہوں گے وہ حقیقت میں اس نبی متبوع کے فیوض ہیں، سو اس جہت سے اگر ولی سے کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو تو اس نبی متبوع کا معجزہ ہوگا" (براہین احمدیہ ۴۹۹ تا ۵۱۱)

پھر آئینہ کمالات اسلام میں لکھتے ہیں:-

"وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس (وارث نبی) میں کرامت کے نام سے ظاہر ہو جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے"

(آئینہ کمالات اسلام ۲۳۷-۲۳۸)

ایسا ہی اعجاز المسیح میں جو ۲۰ ر فروری ۱۹۰۱ء کی شائع شدہ ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:-

فبعث عبداً من عبادہ لاتمام الحجۃ واودع کلامہ اعجازاً لیکون ظلاً للمعجزۃ النبویۃ علیہ الوف الصلوٰۃ والتحیۃ ولا یمس منہ منقصۃ شان کلام رب الکائنات فان الکرامات اظلال للمعجزات"

(اعجاز المسیح صفحہ ...)

یعنے "اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو مبعوث فرمایا اور اس کے کلام میں معجزہ ودیعت کر دیا تا کہ وہ کلام حضرت نبی کریم (آپ پر ہزارہا درود اور تحیۃ ہو) کے معجزہ کا ظل ہو اور اس سے کلام الٰہی کی کوئی منقصت یا کسر شان لازم نہیں آتی کیونکہ کرامات معجزات کا ظل ہوتے ہیں"

ان تمام حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک ایک ولی، مجدد، محدث کے خارق عادت امور نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہوتے ہیں اور بذاتہ انکو اس ولی کی کرامات یا ظل معجزات کہا جاتا ہے جس سے وہ صادر ہوتے ہیں اسی لحاظ سے حضرت مسیح موعود کے نشانات یا خارق عادت امور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں اور آپ کی کرامات۔

ان تصریحات کے باوجود مولوی شمس کا حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں معجزہ کا لفظ دیکھ کر حضرت امیر

مفتری علی اللہ کو خدا تعالیٰ گرفتار کئے بغیر نہیں چھوڑتا

بدوملہی کے مولوی ابراہیم کمیرپوری کو خدائی فیصلہ کے لئے دعا کرنیکی دعوت

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۸ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین

(سورۃ الحاقۃ آیات ۴۴ تا ۴۷)

معرفت الٰہی پر قرآن کریم کے واضح دلائل

خدا تعالیٰ کی ذات نہاں در نہاں بھی ہے، اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ہستی پر شہادت بھی دے رہا ہے هو الاول والآخر والظاهر والباطن وہ اول بھی ہے، آخر بھی ہے، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، انسان کو خدا تعالیٰ نے اس واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا کی معرفت حاصل کرے اس لئے جہاں تک اپنی معرفت کا تعلق ہے اسکے متعلق قرآن کریم نے کھول کر ایسے دلائل دیئے ہیں جن سے اس کی ہستی کو شناخت کیا جا سکتا ہے اور ہر ایک ایسی بات جس سے خدا کی ہستی پر اشتباہ پیدا ہو، اس کو چیلنج کیا ہے، مثلاً بعض لوگوں کا یہ خیال کہ مخلوق بھی تخلیق کر سکتی ہے اس کو بڑے زور سے رد کیا ہے فرمایا الله خالق کل شئ وهو علی کل شئ وکیل اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے (الزمر: ۶۳) یہ بھی کہا ہے ام جعلوا لله شرکاء خلقوا کخلقه فتشابه الخلق علیهم قل الله خالق کل شئ وهو الواحد القهار کیا خدا کے ساتھ جن کو شریک بناتے ہیں انہوں نے اس کی مخلوق کی طرح کوئی چیز پیدا کی ہے جو خدا کی مخلوق کے ساتھ مل جل گئی ہے؟ اور یوں بھی چیلنج کیا ہے، کہ کوئی چیز ان معبودانِ باطلہ نے پیدا کی ہے تو لاؤ اس کو پیش کرو،

مشرکانہ معتقدات میں مسلمانوں کا حصہ

غرض قرآن کریم نے تو ہر رنگ میں خدا تعالیٰ اور اس کی خالقیت کو بہت واضح کیا ہے، لیکن اور تو اور مسلمانوں پر افسوس ہے، کہ وہ بھی ایسی غلطیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، جن سے متنبہ کیا گیا تھا، آپ جانتے ہیں، مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰے بھی چڑیاں بنایا کرتے تھے اور مُردے زندہ کرتے تھے، حالانکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اللہ تعالےٰ نے صفت خالقیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اور موت و حیات بھی اپنے ہی ہاتھ میں رکھی ہے هو یحیی و یمیت وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اس قدر صراحت کے باوجود ایسا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے لیکن آج مسلمان ان سب صراحتوں کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

مفتری علی اللہ کی گرفت اللہ تعالیٰ کیطرف سے

ایک اور بات بھی قابل غور ہے، ایک شخص کہتا ہے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور خدا نے مجھے ایسا کہا ہے، اگر وہ اپنے پاس سے یہ بات کہتا ہے اور خدا نے اسے ایسا نہیں کہا، تو اس سے چونکہ بڑا مغالطہ پیدا ہوتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو خدا پر افتراء کرے نہیں چھوڑتا، جو شخص ایسی باتیں خدا کی طرف منسوب کرے جو اس نے نہیں کہیں، اس کو ضرور وہ پکڑتا ہے، یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے لو تقول علینا بعض الاقاویل اس میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اور کون ہو سکتا ہے، ان کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ ہم پر افتراء کرے لاخذنا منه بالیمین، تو داہنے ہاتھ سے اسے پکڑ لیں ثم لقطعنا منه الوتین پھر اس کی رگ جان کو کاٹ دیں فما منکم من احد عنه حاجزین اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو ہمیں اس سے روک سکے، یہ کیوں کہا؟ اس لئے کہ اگر ایک مفتری علی اللہ سے ایسا معاملہ اللہ تعالےٰ نہ کرے تو اس سے اس کی ہستی مشتبہ ہو جاتی ہے اور انسانوں کو دھوکہ لگتا ہے اور ایک مرسل من اللہ اور ایک مفتری میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بدوملہی کے ایک مولوی کا حضرت مسیح موعود پر الزام

میں نے خصوصیت سے یہ آیت اس لئے بھی پڑھی ہے کہ آپ نے اخبار پیغام صلح میں پڑھا ہوگا کہ بدوملہی کے ایک مولوی (ابراہیم کمیرپوری) نے ایک لمبے چوڑے اشتہار میں حضرت مسیح موعود پر افتراء علی اللہ اور جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔ مجھے بڑا تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ کس

حضرت مسیح موعودؑ کا بلند مقام

...... لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس قدر مخالفت جو ہو رہی ہے اور اتنا عرصہ گذر گیا، مخالفت ختم ہونے میں نہیں آتی۔ میرے نزدیک یہ مخالفت بتاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کا مقام بہت بلند ہے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں اور وہ مخالفت کئے چلے جاتے ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کی خدماتِ اسلام اور آپکی پیشگوئیاں

حیرت ہے کہ باوجود اس کے کہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اسلام کو غیر مذاہب پر غالب کیا، اسلام کا روشن چہرہ دکھایا ہے اور اسے دنیا کا زندہ مذہب ثابت کیا ہے اور پھر آپ کی پیشگوئیاں ایسی زبردست، اتنی کثیر اور تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ہیں کہ پہلے مجددین میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا، ساری دنیا پر آپ کی پیشگوئیاں چھائی ہوئی ہیں یعنی دنیا کے تمام بڑے بڑے ممالک کے متعلق کوئی نہ کوئی پیشگوئی ہے، یہ کسی مفتری علی اللہ کا کام نہیں بالخصوص جبکہ ان پیشگوئیوں کا کثیر حصہ آپ کی زندگی میں پورا ہو گیا، اور جو رہ گئیں ان کے متعلق آپ کا الہام ہے، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وامّا نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك، ہو سکتا ہے بعض پیشگوئیوں کا پورا ہونا ہم تجھے دکھا دیں گے اور بعض تیری وفات کے بعد پوری ہونگی، تاہم بڑی بڑی پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں پوری ہو گئیں، مثلاً لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی، یہ کتنی واضح کتنی کھلی اور صاف پیشگوئی تھی، جس کا کتنا عرصہ پہلے حضرت نے اعلان کر دیا تھا۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ چھ سال تک عید کے دوسرے دن یہ واقعہ ہو گا، اور پھر قاتل بھی پکڑا نہیں جائے گا اور پھر آتھم کے متعلق پیشگوئی، ڈوئی کے متعلق پیشگوئی، اس قدر پیشگوئیاں پوری ہوئیں، جو ایک شخص کے ملہم من اللہ ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

اگر یہ افتراء تھا تو خدا نے کیوں نہ پکڑا

لیکن یہ شخص کہتا ہے کہ مرزا جھوٹ کہتا ہے کہ خدا اس سے ...... بولتا ہے اور حیرت ہے کہ بقول اس کے وہ دن رات خدا پر افتراء کرتا چلا جاتا ہے لیکن خدا اسے نہیں پکڑتا وہ جو علی کل شئ قدیر ہے، جس کی بطش شدید سے کوئی مجرم بچ نہیں سکتا جس کے قبضۂ قدرت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں ہو فرماتا ہے، یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان وہ خدا اس لمبے عرصہ تک جو محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کی میعاد سے بھی تجاوز کر گیا...... سویا رہا اور کوئی گرفت نہ کی، اور آج یہ مولوی لوگ رٹتے جا رہے ہیں کہ مرزا صاحب خدا پر افترا کیا کرتے تھے حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ اگر مجھ پر کوئی افترا کرے تو میں اس کی رگ جان کو کاٹ دیتا ہوں۔ اور عجیب بات ہے کہ اس آیت سے پہلے فرمایا وما هو بقول کاهن یہ کسی شاعر یا کاہن کا قول نہیں بلکہ خدا کا قول ہے۔

دین میں جبر و تشدد کا دخل نہیں

بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کا قانون ہے یضل من یشاء ویهدی من یشاء جو شخص ضلالت کی طرف جانا چاہے اسکو وہ گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اور جو ہدایت کی طرف قدم بڑھائے اسے ہدایت

دے دیتا ہے، فی الحقیقت خدا تعالیٰ انسانوں کے افعال میں تعرض نہیں کرتا، دین میں جبر نہیں، جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ دین کو عبث چیز ٹھہراتے ہیں۔ خدا نے تو انسان کو دونوں رستے بتا دیئے ہیں۔ اب یہ اس کا اپنا کام ہے کہ جس رستہ کو چاہے اختیار کرے انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً، اسی اختیاری قانون میں انسان کا شرف ہے جس میں اسے حیوانوں سے متمیز کیا گیا ہے۔

مرزا صاحب کی مخالفت سے اسلام کو نقصان

بڑا افسوس آتا ہے کہ ایک شخص جس کو خدا نے غلطیوں سے نکالنے کے لئے بھیجا تھا، ان لوگوں نے قدر نہ کی حالانکہ اسے آخرین منھم میں شامل کیا گیا ہے یہ اللہ تعالےٰ کا بڑا فضل ہے کیونکہ اگلی آیت میں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم فرما کر اس کو فضل قرار دیا لیکن اس فضل کی یہ لوگ مخالفت کرتے رہتے ہیں، اور نہیں دیکھتے کہ اس مخالفت سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے۔

مرزا صاحب کی خدماتِ اسلام

بدوملہی کے اس مولوی کے جواب میں ایڈیٹر صاحب نے بھی لکھا ہے، کہ حضرت مرزا صاحب نے خدماتِ اسلام کا کس قدر عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے، وہ شخص ایسے وقت میں جب اسلام چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں تھا، یکہ و تنہا مدافعت اسلام کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک جماعت پیدا کی، جس کو اشاعت اسلام کے کام پر لگا دیا، مرزا صاحب کو چھوڑنا خدمتِ اسلام کے کام کو چھوڑنا ہے، یہ درست ہے کہ یہ لوگ اپنی بصارت کھو چکے ہیں اور جب انہیں ایک ایسی چیز جس کو اغیار بھی تسلیم کر چکے ہیں نظر نہیں آتی تو ایسے اندھوں کے سامنے یہ دلائل پیش کرنا بے سود ہے، بہتر ہے کہ ان کو اب خدائی فیصلہ کی طرف بلایا جائے اور بدوملہی کے مولوی سے مطالبہ کیا جائے کہ اگر ان کو حضرت مرزا صاحب کے متعلق حق الیقین ہے کہ وہ مفتری علی اللہ تھے اور قرآن و حدیث پر جھوٹ باندھتے رہے اور ساری عمر جھوٹ و فریب کاری سے کام لیتے رہے تو وہ علانیہ خدائے عزوجل کو مخاطب کر کے دعا کریں کہ اے قادر و توانا خدا مرزا غلام احمد قادیانی جو تیری طرف سے اس صدی کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے ایک جھوٹا اور فریب کار انسان ہے اور اگر وہ سچا ہے تو مجھے ایک سال کے اندر اندر ایسے عذاب سے ہلاک کر جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو اور حق و باطل میں فیصلہ فرما

اسوۂ رسول صلعم کی پیروی کرو

میرے نزدیک اب اس کے سوا چارہ نہیں۔ اس باب میں انسانی کوشش کے تمام ذرائع استعمال ہو چکے ہیں لیکن یہ ظالم لوگ کسی طرح بھی نہیں مانتے اب انہیں بھی چاہیئے کہ وہ خدائی فیصلہ کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ یہی اسوہ حسنہ ہے ...... حضرت رسول کریم سردار انبیاء صلعم نے بھی جب عیسائیوں سے مباحثہ میں واضح دلائل سے انکار کیا گیا تو مباہلے کے لئے للکارا مجھے امید ہے کہ بدوملہی کے مولوی صاحب اسوہ حسنہ کی پیروی سے انکار نہ کریں گے۔

مسیح موعود کو براہ راست پیش کرو

میں یہاں اپنے احباب کو اس طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے حضرت اقدس کو بالواسطہ پیش کرنے میں غلطی کی ہے۔ ہمارا کام اور ہمارے عقائد پیش کرنے سے ہم امام وقت کی طرف لوگوں کو متوجہ نہیں کر سکے آؤ اب ہم مجدد وقت مسیح موعود و مہدی معہود کو براہ راست پیش کریں اور آپ کی تحریرات، نشانات اور پیشگوئیاں لوگوں تک پہنچائیں آپ نے فرمایا ہے کہ میرے نشانات کو باسی نہ ہونے دو۔ اور ان کو سجا سجا کر پیش کرو

احمدی کی ذمہ داری

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ بحیثیت احمدی ہونے کے ہماری بڑی ذمہ داری ہے، آؤ ہم اپنے آپ کو سچے احمدی بنائیں، وہ مامور من اللہ جس سے ہم نے وابستگی اختیار کی ہے، وہ ہم سے جو کردار چاہتا تھا وہ بہت بلند کردار ہے، اس نے کہا کہ تقوے کی باریک راہوں پر جب تک نہ چلو تم سچے احمدی نہیں، تمہاری ہر حرکت ہر فعل اور ہر کردار و گفتار میں صرف سچائی مدنظر ہو آخر ایک انسان اپنے مافی الضمیر کو انسانوں سے تو چھپا سکتا ہے لیکن خدا سے تو نہیں چھپا سکتا، کیوں نہ وہ کام کیا جائے اور وہ بات منہ سے نکالی جائے جو دل کی آواز کے مطابق اور خدا کو راضی کرنے والی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ آخر ہم نے مرنا اور خدا کے سامنے جانا ہے ہم سے وہاں محاسبہ کیا جائے گا اس لئے میں اپنے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو احمدی کہنے سے ڈپلوما نہیں مل جاتا۔ خدا کے ہاں ڈپلوما عمل سے ملتا ہے خدا ہم سے پوچھے گا کہ تم نے احمدی کہلا کر تقوے کو کہاں تک ملحوظ رکھا۔ اس بارہ میں ہر شخص اپنا محاسبہ کر سکتا ہے۔ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ بڑا اہم ہے، دنیا کو نیکی کی طرف لانا، دوسروں کو تقوے سکھانا، اسلام کا والہ و شیدا بنانا یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں، یہ کام نہیں ہو سکتا جب تک ہم خود متقی نہ بنیں اور اپنی عملی زندگیوں میں اسلام کا صحیح نمونہ پیش نہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی میں کہوں گا کہ انسان بڑا کمزور واقع ہوا ہے ہمیں چاہیئے کہ خدا سے دُعا مانگیں کہ حضرت امام کی وصیت پر آپ کے نصائح پر ہم عمل کریں اور اپنے آپ کو سچا احمدی بنائیں تاکہ اسلام کو دنیا میں پہنچا سکیں۔

مامور مصلح اور مصلح موعود (بسلسلہ صفحہ ۱۱)

بالا مثالیں اس میں سے بقدر یک قطرہ از سمندر ہیں۔ میاں صاحب مکرم نے بالفاظ دیگر اپنے مریدین مخلصین کو ثابت کر کے دکھلا دیا ہے کہ گم گشتہ راہ ہدایت علمائے سُو کی چند ایک غلطیوں کی اصلاح کرنے کی وجہ سے مصلح اعظم سمجھے جانے والے تمہارے حضرت مسیح موعود نے ایک دو نہیں چار پانچ نہیں بلکہ قدم قدم پر علمی ٹھوکریں کھائی ہیں اور فہم و فراست کے معاملہ میں انواع و اقسام کی غلطیاں کی ہیں۔ جن کی اصلاح میرا کام تھا جو میں نے کر کے دکھلایا ہے اور اگر علمائے سُو کی چند ایک غلطیوں کی اصلاح کر کے مسیح موعود علیہ السلام مصلح اعظم کہلانے کے مستحق ہو جاتے ہیں تو میں جس نے خود اس مصلح اعظم کی غلطیوں کی اصلاح کی اتنی طویل فہرست تیار کر دی ہے کیونکر مصلح موعود نہیں؟ اور تم سب یا کوئی اور کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہے۔ اور بات بھی سولہ آنہ صحیح ہے۔ اب وہ تمام لوگ جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واقعی وہ سب غلطیاں کی ہیں جو میاں صاحب نے شمار کرائی ہیں اور جن میں سے دس کا اوپر ذکر ہے وہ کسی طرح جناب میاں صاحب کے مصلح موعود ہونے کا انکار نہیں کر سکتے۔ پس حضرت مسیح موعود کا مصلح اعظم ہونا اور میاں صاحب کا مصلح موعود ہونا ہر دو باہم متناقض امور ہیں۔ پس جو شخص میاں صاحب کو مصلح موعود مانتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کو غلطیاں کرنے والا ٹھہرا کر دراصل آپ کے مامور مصلح ہونے سے انکار کرتا ہے۔ اور جو شخص مسیح موعود کو غلطیوں سے پاک سمجھ کر مامور مصلح تسلیم کرتا ہے۔ میاں صاحب کو کسی طرح مصلح موعود نہیں مان سکتا۔

خلاصۃ المقال۔ حق یہ ہے کہ میاں صاحب کا یہ فخر واقعی بجا ہے۔ معلوم نہیں شمس صاحب نے اگرچہ متعدد دُور از قیاس اور بیکار دلیلیں سنانے کا تکلف تو کیا مگر اس کار آمد فیصلہ کن دلیل کا ذکر کرنا کیوں بھول گئے حالانکہ میاں صاحب کے مصلح موعود ہونے پر یہی وہ اکلوتی لاجواب دلیل ہے کہ ہمارے حلقہ بگوشان مسند خلافت مولانا حضرات اگر اس کو پیش کرنا اختیار کریں تو موافق ہوئے موافق مخالفین کو بھی مجال انکار نہ ہو۔ مزید برآں پھر شمس صاحب کو اپنے مضمون میں بیان کردہ الف لیلائی کہانیاں سنانے کی ضرورت ہرگز درپیش نہ ہوگی۔ بلکہ دریں صورت مخالف اور موافق سب کے جواب میں اُن کے لئے صرف ایک فقرے کو دہرا دینا کافی ہوگا ؎

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے

(شکر اللہ خان منصور)

صدقہ فطر و عید فنڈ

امسال عید الفطر کے موقعہ پر صدقہ فطر آٹھ آنہ فی کس مقرر ہوا ہے جو نماز عید سے پہلے گھر کے ہر متنفس کی جانب سے ادا ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ مستطیع احباب کو چاہیئے کہ ایک روپیہ عید فنڈ اشاعت اسلام کے کام کے لئے ادا کریں۔

کیا احمدیت ترقی معکوس ہے یا زمانہ کی پکار؟

ملک محمد جعفر صاحب مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

محمد یعقوب خان

(۶)

انسانی زندگی کا نشوونما خدا سے ہمکلامی پر

مکرمی ملک صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

احمدیہ تحریک کی اہمیت یا غیر اہمیت کا سوال صرف ایک چیز کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ یہ کہ آیا انسانی زندگی کے صحیح اور پورے طور پر نشوونما میں خدا سے ہمکلامی یا وحی والہام کو بھی کوئی دخل ہے یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں آپ نے یہ کہکر کہ اب اس خارجی سہارے کی قطعاً کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہی احمدیت کی شاہ رگ پر ہاتھ ڈالا ہے۔ احمدیت کیا خود اس چیز کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔ جو عرف عام میں مذہب کے مفہوم میں داخل ہے۔ آپ نے وہی معاملہ کیا ہے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ جب آپ کا ارتقائی نظریہ خود قرآن سے ہی بالآخر انسانیت کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے تو احمدیت کا تو کہنا ہی کیا جو قرآن کی روشنی کی محض ایک جھلک ہے مجھے آپ سے یہاں تک تو کلی اتفاق ہے کہ اگر خدا سے ہمکلامی ہی ایک بے مصرف چیز ثابت ہو جائے تو احمدیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ میرے نزدیک بھی احمدیت کسی نام یا القاب یا عہدے یا کتابی حوالہ جات کی بحث کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اسی ایک واقعہ (FACT) ہمکلامی کا دوسرا نام ہے اگر تو یہ واقعہ ہی غلط یا بے مصرف ثابت ہو جائے تو مجھے آپ سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ احمدیت کا سارا قلعہ مسمار ہو کر سرنگوں ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہم باہمی تبادلہ خیال سے اس نتیجہ پر پہنچ جاویں کہ خدا سے ہمکلامی نہ صرف ایک حقیقت حقہ ہے۔ بلکہ اس کے بغیر انسانی زندگی اپنی نشوونما کے عروج کو حاصل ہی نہیں کر سکتی تو اس صورت میں آپ کو ماننا چاہیئے کہ احمدیت دور حاضر کا سب سے اہم ترین سوال ہے اور انسانی تہذیب میں جو خطرناک رجحانات اس وقت ہمیں نظر آ رہے ہیں اُن کا واحد علاج انہی روحانی اقدار کی تلاش میں ہے جنہیں احمدیت اور صرف احمدیت نے اس دور میں اجاگر کیا۔

انسانی زندگی کا مقصد اور علامہ اقبال

اس بارے میں آپ کے ارتقائی نظریئے میں مجھے ایک اور بنیادی غلطی نظر آتی ہے۔ یہ نظریہ انسانی زندگی کا مقصد صرف یہاں تک محدود کرتا ہے کہ انسان اپنے "ماحول" پر قابو پا سکے۔ آپ نے انسانی زندگی کے اس محدود تصور کے لئے بھی علامہ اقبال کے استدلال پر بھروسہ کیا ہے ---------------- اس لئے پہلے میں علامہ کے اس اقتباس سے جو آپ نے تشکیل نو کے پانچویں لیکچر (مسلم ثقافت کی روح) سے نقل کر کے اپنے نظریہ کے لئے بطور اساس پسند فرمایا ہے چند حوالے پیش کرتا ہوں جن سے میرے منشاء کی وضاحت ہو سکے گی۔ ملاحظہ ہوں اقتباس مذکور (صفحات ۳۴۸ و ۳۴۹) کی ذیل کی سطور:-

"نبی کی شخصیت میں زندگی کا مرکز اپنی ہی ذات کی لامحدود گہرائیوں میں ڈوب کر تازہ قوت حاصل کر کے ابھرتا ہے تاکہ قدیم نظام کو ختم کر کے زندگی کی نئی راہیں آشکار کرے"

"قیاس کرنے والی عقل جو انسان کو اپنے ماحول پر قادر بناتی ہے ایک حاصل کی ہوئی استعداد ہے۔ اس استعداد کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اس کی مزید تقویت کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ علم کے دیگر ذرائع کی مناہی کر دی جائے"

قطع نظر اس کے کہ نبی جو روشنی لے کر آتا ہے اس کا منبع اس کی اپنی ہی ذات کی لامحدود گہرائیاں ہوتی ہیں یا ایک خارجی سرچشمہ ہے جسے ہم خدا کہتے ہیں (میں اس بحث میں اس وقت پڑنا نہیں چاہتا) مندرجہ بالا سطور سے اتنی نشاندہی ضرور ہو جاتی ہے کہ علامہ اقبال کے سامنے ایک ہی نصب العین تھا اور وہ یہ کہ انسان زندگی کی نت نئی شاہراہیں تلاش کرتا ہوا بام عروج پر پہنچے اور اپنے ماحول یعنے کائنات کے اسرار اور قوی پر قدرت حاصل کرے۔

علامہ اقبال کے پیغام کا مرکزی نقطہ

مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ بجائے خود ایک عظیم مقصدِ حیات ہے جس پر قرآن نے بھی بڑا زور دیا ہے اور علامہ اقبال نے اسی مقصد کو اپنے کلام اور پیغام کا مرکزی نقطہ بنا کر دورِ حاضر میں انسانیت کی بالعموم اور مسلمانوں کی بالخصوص بڑی خدمت کی ہے۔ علامہ اقبال کے پیغام کی مقبولیت کا راز اسی میں ہے کہ اس نے انسان کو زندگی کے ٹھوس مسائل سے برسرپیکار ہونے کیلئے ابھارا، اس میں اپنے بے شمار خداداد جوہروں پر اعتماد پیدا کیا اور اس کی نگاہیں ترقی کے لامحدود افقوں کی طرف پھیر دیں۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ یہی قرآن کا پیغام تھا جسے مسلمان فراموش کر چکے تھے اور ضرورت تھی کہ یہ فراموش کردہ سبق انہیں یاد دلایا جائے، اور علامہ اقبال نے یقیناً اس کا حق ادا کر دیا۔

عقل پر انحصار اور وحی سے انکار کی وجہ

مگر یہ کہہ چکنے کے بعد میں علامہ کے ارتقائی نظریہ کے حق میں وہ سب کچھ کہہ چکا ہوں جو کہا جا سکتا ہے، اور یہ حقیقت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ نظریہ انسانی زندگی کا ایک اہم تر پہلو نظر انداز کر دیتا ہے جس کا تعلق اس کے بیرونی "ماحول" سے نہیں بلکہ اس کے اندرونی "ماحول" یعنے اپنے نفس سے ہے۔ چونکہ علامہ کے سامنے بیرونی ماحول پر ہی انسان کو قادر بنانا تھا اس لئے اُن کے ارتقائی نظریئے نے عقل پر ہی سارا زور دیا بلکہ عقل کو ہی انسانی زندگی کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے واحد ہتھیار قرار دیا [illegible] اور اس کی تقویت اور استحکام کے لئے ضروری سمجھا کہ وحی جیسے بیرونی ذرائع کی مناہی کر دی جائے جس کی عہد طفولیت میں تو ضرورت تھی مگر جب عقل بلوغت میں داخل ہوئی تو وہ وقت آگیا کہ اس کی کلی مناہی کی جائے تاکہ عقل کا ہتھیار زیادہ سے زیادہ استواری حاصل کر سکے۔

دنیوی ترقی کیساتھ روح کی صحیح تربیت کی ضرورت

لیکن کیا یہ سچ ہے کہ انسان کی زندگی محض اس کرۂ خاکی تک محدود ہے اور یہی کائنات رنگ و بو ہی اس کی کشمکش حیات کا پہلا اور آخری سٹیج ہے؟ میرے نزدیک یہ زندگی کا ایک بالکل ہی ادھورا تصور ہے اور انسان کی ترقی صرف یہ نہیں کہ وہ ہواؤں میں اُڑ سکے یا سمندر کے سینے کو چیر سکے یا فضاؤں کو مسخر کر سکے۔ اس کی سب سے بڑی متاع اس کا وہ اندرونی جوہر ہے جسے نفس یا قلب یا روح کے الفاظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر اسی کی صحیح تربیت اور نشوونما سے ہم غافل رہیں تو بقول حضرت مسیحؑ اگر ابن آدم ساری دنیا کو بھی حاصل کر لے مگر اپنی روح ہی کھو بیٹھے تو اس کے کس کام؟

اندرونی ماحول سے عہدہ برآ ہونیکے لئے وحی کی ضرورت

وحی کا ہتھیار اس اندرونی ماحول سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہے۔ بے شک عقل بھی ایک حد تک اس میدان میں ہماری رہنمائی کر سکتی ہے اور کرتی ہے۔ مگر بسا اوقات نیکی اور بدی کے چوراہوں پر جو قدم قدم پر ہم کو پیش آتے ہیں عقل کا سہارا جواب دے دیتا ہے جب تک وحی والہام ہماری دستگیری نہ کرے ہم شکست کھا جاتے ہیں اور ہم پر وہ حالت وارد ہوتی ہے جس کے لئے ہبوط آدم کی اصطلاح مروّج ہو گئی ہے۔

علامہ اقبال کا تصور ہبوط آدم کے متعلق

خود علامہ اقبال اپنے ارتقائی نظریہ کی وضاحت کے لئے ہبوط آدم کے مرحلے تک پہنچتے ہیں اور وہاں ارتقاء انسانی کی کہانی شروع کرتے ہیں۔ علامہ کے نزدیک انسان پر اپنی ارتقائی منازل کے سفر میں ایک مرحلہ بھی تھا جبکہ اس میں شعور یا عقل ابتدائی شکل میں بھی موجود نہ تھی اور وہ ابھی حیوان محض کی سی شکل میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کو علامہ وہ جنتی زندگی بتلاتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ اس میں انسان بھوک اور پیاس اور گرمی اور دوسری جسمانی اذیتوں سے محفوظ تھا۔ بہتر ہوگا کہ یہ نقشہ بھی علامہ کے اپنے الفاظ میں سامنے آ جائے۔

جو آپ نے (صفحات ۳۵۴، ۳۵۵) پر پیش کیا ہے:-

"یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کے قصے (legends) میں جنت یا باغ کے لفظ سے مراد جسمانی لذت سے مکمل طور پر لطف اندوز ہونے کی کوئی فردوس بریں ہے جہاں سے انسانوں کو نکال کر باہر پھینک دیا گیا ہو...... اس باغ کو ایسی جگہ قرار دیا گیا ہے جہاں قرآنی الفاظ کے مطابق نہ بھوک تھی نہ پیاس، نہ گرمی اور نہ عریانی، میرا خیال ہے کہ اس کہانی میں جنت سے مراد انسان کی وہ نہایت ابتدائی حالت ہے جب کہ اس کا اپنے ماحول سے کوئی تعلق قائم نہ ہوا تھا...... اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں ہبوطِ آدم کے قصے کا اس کرۂ ارضی پر انسان کی پہلی نمود کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اس (قصے) سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کس طرح انسان اپنی ابتدائی حالت سے جبکہ وہ حیوانی خواہشات کا غیر شعوری طور پر محکوم تھا، ترقی کر کے اس حالت میں داخل ہوا، جس میں وہ شعور اور آزاد شخصیت کا مالک بنا اور شک اور نافرمانی کے قابل ہوا...... یہ گویا احساس محض سے احساس خودی کی طرف ارتقاء کی پہلی منزل میں داخل ہونا ہے، جیسے انسان اپنی فطری خواب سے بیدار ہو کر پہلی بار اپنی شخصیت کا احساس کرنے لگے"۔

آپ ان الفاظ کی یوں تشریح فرماتے ہیں:-

"اقبال کے نزدیک ہبوطِ آدم کے قصے میں جنت سے مراد فردوسِ بریں نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد انسانی وجود کی وہ حالت ہے جس میں وہ ابھی اذیتِ شعور سے آزاد تھا۔ یعنی فی الواقعہ انسان نہ بنا تھا لیکن بننے کے قریب تھا"۔

قرآن کے رُو سے خطرۂ ہبوط ہر انسان کو ہر آن لاحق ہے

میرے نزدیک قرآن سے اس تصور کی تائید نہیں بلکہ کھلی تردید ہوتی ہے۔ علامہ کی توجیہہ کے رُو سے ہبوط کا واقعہ ارتقاءِ انسانی کی ایک خاص منزل سے تعلق رکھتا ہے جبکہ ابھی وہ صحیح معنوں میں انسان بھی نہ بنا تھا اور ایک قسم کا حیوان تھا مگر قرآن ہبوط کو ایک ایسا خطرہ بتاتا ہے جو ہر زمانے میں ہر روز اور ہر آن ہر ایک انسان کو لاحق ہے اور آج بھی جبکہ عقل اپنے معراج تک پہنچ چکی ہے اسی طرح لاحق ہے۔ ملاحظہ ہوں قرآنی الفاظ:-

یٰبنی آدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنھما لباسھما لیریھما سواٰتھما

یہ قرآنی آیت محتاجِ تشریح نہیں۔ اس کے رُو سے ہبوط کا سانحہ ہر دم اور ہر آن ہم میں سے ہر ایک کو اس بیسویں صدی میں بھی ویسے ہی درپیش ہے جیسے روزِ اوّل تھا۔ اس سے آپ کے ارتقائی نظریئے کی ٹانگ ہی ٹوٹ جاتی ہے اور عقل اور وحی کا سارا ارتقائی قلعہ جو اسی بنیاد پر کھڑا کیا ہے ڈگمگانے لگتا ہے۔

وحی — ہبوطِ انسانی کا واحد علاج

میرے نزدیک وحی کی دائمی ضرورت کے حق میں یہی ایک ایسی دلیل ہے جس کا انکار کرنا فطرتِ انسانی کا انکار کرنا ہے۔ اگر ہبوط کا خطرہ اب بھی ہمیں ویسا ہی لاحق ہے اور ہمیشہ لاحق رہے گا تو پھر قرآن کے رُو سے اس کے لئے بطور واحد علاج کے ہے یعنے وحی، اس کی بھی ویسی ضرورت رہے گی۔ اگر ہم نے اپنے تصورات اسلامی کی تشکیل قرآنی روشنی میں کرنی ہے اور علامہ اقبال کی بھی کوشش یہی تھی تو ہمیں اس کے سوائے چارۂ کار نہیں کہ انسانی زندگی میں وحی کا صحیح مصرف معین کرنے کے لئے قرآن کی طرف رجوع کریں۔ قرآن کے رُو سے یہ حقیقت بالکل واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ وحی کی ضرورت انسان کے لئے اپنے ماحول پر قابو پانے سے بڑھ کر اپنی اندرونی دنیا پر قابو پانے کے لئے تھی۔ ہبوط کے واقعے میں قرآن انسانی زندگی کا یہی رُخ ہمارے سامنے لاتا ہے۔

ہبوطِ آدم کے قصے کا تفصیلی جائزہ

اس قرآنی نظریہ کو سمجھنے کے لئے جو آپ کے ارتقائی نظریئے سے بالکل مختلف بلکہ اس کے متضاد ہے ہمیں ہبوطِ آدم کے قصے کا جیسے قرآن نے پیش کیا ہے کسی قدر تفصیلی جائزہ لینا چاہیئے۔ قرآن کے رُو سے آدم پر ایک زمانہ ایسا تھا جب وہ جنت میں تھا اور پوری فارغ البالی سے بسر اوقات کرتا تھا۔ اس کو اور اس کی زوجہ کو کھلی چھٹی تھی کہ جو چاہیں کھائیں۔ صرف ایک درخت کو شجرِ ممنوعہ قرار دیا گیا جس کے متعلق حکم ہوا کہ اس کا پھل نہیں کھانا۔ شیطان نے دونوں کو اس فرمانِ الٰہی کی خلاف ورزی پر آمادہ کیا جس کی وجہ سے دونوں کو بیک بینی و دو گوش جنت بدر ہونا پڑا۔ مگر ساتھ ہی یہ تسلی دی گئی کہ:-

فاما یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا یضل ولا یشقٰی ○ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشة ضنکا ونحشرہ یوم القیامة اعمٰی۔

ان آیات کے رُو سے یہ سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی کہ وحی کی اصل غرض کیا تھی۔ اس کی غرض شیطان کے مقابلہ کے لئے انسان کو ایک مؤثر ہتھیار سے مسلح کرنا تھا۔ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے انسان کو جنت سے نکلنا پڑا۔ اس نافرمانی پر اُکسانے والا کون تھا؟ وہی شیطان۔ آپ کے ارتقائی نظریئے نے شیطان کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے جو تمام مصیبت کی جڑ ہے۔ یہ میں نہیں کہتا، خود قرآن شریف کا یہی ارشاد ہے کہ شیطان اس کرۂ ارض پر حیاتِ انسانی کے ڈرامے کا ایک جزو لاینفک ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ سب سے بڑا ایکٹر ہی وہی ہے جس کی کارستانیوں کے سدِباب کے لئے انبیاء کا سلسلہ قائم کرنا پڑا۔ یاد رہے کہ یہ سرد جنگ کوئی ہنگامی چیز نہ تھی جیسے آپ کے ارتقائی نظریئے نے سمجھا ہے بلکہ ایک لامتناہی جنگ ہے جس میں شیطان اکیلا ایک طرف اور حضرت انسان اور آسمانی فرشتے دوسری طرف دو مستقل بلاکوں میں نظر آ رہے ہیں، قرآن کے رُو سے (جیسے میں پہلے بتا چکا ہوں) یہ جنگ آدم اور شیطان تک محدود نہ تھی بلکہ جیسے آیت:-

"یٰبنی آدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنة"

میں بالصراحت بتایا ہے ابن آدم بھی ابدالآباد تک اسی جنگ میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے تنبیہ کی گئی ہے کہ شیطان سے بچ کر رہنا۔ اور ساتھ ہی اس سے بچنے کا واحد علاج بھی بتلا دیا ہے کہ صرف وحی الٰہی کی اتباع سے وہ اس اندرونی دشمن سے بچ سکتا ہے۔

عقل کا ترقی یافتہ ہونا شیطان سے رہائی کی ضمانت نہیں

آپ کے ارتقائی نظریئے میں شیطان کے عنصر کو جو انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے بکلی نظرانداز کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عقل تو عہدِ طفولیت سے بلوغت کی طرف ارتقائی ترقی کرتی رہی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ شیطان پر کیا گذرتی رہی ہے؟ کیا وہ بھی ترقی کرتا رہا ہے یا کمزور پڑتا گیا ہے یا ویسے کا ویسا ہی ہے؟ سیدھے الفاظ میں یہ فرمایئے کہ کیا دورِ حاضر کا مہذب اور ترقی یافتہ انسان اپنی عقل کی بدولت شیطان کے پنجہ سے بھی رہائی حاصل کر چکا ہے؟ کیونکہ اگر شیطان کی گرفت اب بھی موجود ہے تو لازماً اس کے لئے جو تریاق (وحی) قرآن نے تجویز کیا ہے اس کی ضرورت بھی بدستور باقی رہتی ہے۔ عقل کا ترقی یافتہ ہونا لازمی طور پر شیطان سے رہائی کی ضمانت نہیں ہے۔ بلکہ شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ بعض وقت انسان جتنا زیادہ عقلمند ہوتا ہے اسی قدر اس کا شیطان بھی زیادہ عیار ہوتا ہے۔ اور اگر آپ دجال کی حدیثوں کے قائل ہوتے تو یہی شہادت کافی ہونی چاہیئے تھی کہ موجودہ زمانہ شیطانی فتنوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

وحی کا مقصد رہنمائی ہی نہیں دستگیری بھی ہے

میرا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ وحی کا مقصد صرف اس قدر نہیں کہ انسان کی اپنے ماحول پر قابو پانے میں امداد کرے۔ اس سے بڑھ کر اس کی یہ ضرورت ہوتی ہے کہ انسان کے اندر نیکی اور بدی کی جو دائمی جنگ لگی ہوئی ہے اس میں انسان کی دستگیری کرے۔ محض راہنمائی بھی کافی نہیں ہے۔ بدی کی طاقتوں کے بالمقابل انسان کو رہنمائی

کے علاوہ قوت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قوت عقل حیلہ جو سے قطعاً پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس محکم ایمان سے پیدا ہوتی ہے جسے علامہ اقبال عشق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ محکم ایمان صرف وحی آسمانی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ عقل رہنمائی تو کسی حد تک کر سکتی ہے، اور وہ بھی نامکمل۔ مگر جہاں تک ایسی روحانی قوتوں کا سوال ہے جن کے بغیر انسان زندگی کی جد و جہد میں کامیاب نہیں ہو سکتا مثلاً استقامت، ہمت، ایثار، جفاکشی، آزمائشوں میں ثابت قدمی، وہ صرف خدائی سرچشمہ سے انسان کو حاصل ہوتی ہیں جو تمام طاقت اور قوت کا منبع ہے۔ وحی الٰہی اس سرچشمے سے رابطہ قائم کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

شیطانی اور رحمانی جنگ میں وحی کے بغیر عقل کی بے بسی

سارا قرآن انہی کارناموں کی تفسیر ہے۔ درحقیقت قرآن کا بنیادی موضوع ہی یہی ہے کہ انسانی زندگی شیطانی اور رحمانی قوتوں کی جنگ کی جولانگاہ ہے اور انسانیت کا سب سے بڑا مقصد اور مشن یہی ہے کہ رحمانی قوتوں کو قوی اور قوی تر بنایا جائے۔ یہ محض عقل کے بس کی بات نہیں ہے۔ وحی کی دستگیری کے بغیر کوئی انسان شیطان کے پنجے سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا۔ تمام انبیاء کا یہی مشن رہا ہے اپنے اپنے زمانہ میں وہ طاغوتی قوتوں کو چیلنج کرتے رہے ہیں اور سنت اللہ اسی طرح چلی آ رہی ہے تاکہ مومنین کی جماعت کو ایمانی طاقتوں میں پختگی حاصل ہو۔ اس کے علاوہ انفرادی زندگی میں بھی انسان کو بے شمار مشکلات اور مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایسے تمام حالات میں عقل محض بے دست و پا ہو جاتی ہے اور صرف خدا کا ایک سہارا رہ جاتا ہے۔

کڑی آزمائشوں میں خدا کی معیت و نصرت

ایسی کڑی آزمائشوں کے وقت انسان کو اگر کہیں سے تقویت مل سکتی ہے تو وہ صرف خدا کی معیت سے مل سکتی ہے۔ قرآن ایسی نصرتوں اور بشارتوں سے بھرا پڑا ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ چند آیات:۔

ان اولیاء اللہ ——— لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔۔۔۔۔۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔۔ ۔۔۔۔۔۔ لاتحزن ان اللہ معنا۔۔۔۔۔

کفار کے اعتراض کا جو جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں بھی بدیں الفاظ وحی کا مصرف بتایا ہے:۔

وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القراٰن جملۃ واحدۃ کذالک ۔ لنثبت بہ فوادک ورتلنٰہ ترتیلا۔

یعنے کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک مرتبہ ہی کیوں نہیں نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیتا ہے یہ اس لئے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے کہ اے پیغمبر اس سے تیرے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ جب خود نبی کریم کو ضرورت پیش آتی تھی کہ مشکلات اور مصائب کے مقابلہ کے لئے انہیں آسمانی سہارا ساتھ ساتھ ملتا جائے تو آپ کا یہ فرمانا کہ اس نئے دور میں محض عقل کا سہارا کافی ہے، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟ اس لئے آپ کا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اب عقل کا دور دورہ آ گیا ہے اور وحی کی طرف رجوع کی اب ضرورت ہی باقی نہیں رہی یا پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ صرف بڑے بڑے چوراہوں پہ قرآن کی طرف بطور sign post رجوع کر لینا چاہئے محض خود فریبی ہے۔ انسانی زندگی کا قدم قدم ایک چوراہہ پیش کرتا ہے اور انسان محتاج ہے کہ وحی کے پنجے سے نہ صرف روشنی حاصل کرے بلکہ ساتھ ہی ہمت اور قوت حاصل کرے جس کے بغیر زندگی زندگی ہی نہیں کہلا سکتی۔

کمال عقل کے باوجود وحی کی ضرورت

یہ ہے وحی کی ضرورت اور وحی کا مصرف جو قرآن کی روشنی میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ آپ کا ارتقائی نظریہ اس غلط مفروضہ پہ قائم ہوتا ہے کہ گویا انسان کا اس کرۂ ارضی پر ایک ہی مشن ہے اور وہ یہ کہ اپنے ماحول پہ قدرت حاصل کر سکے۔ بلاشبہ جد و جہد زندگی کے اس پہلو کے لئے عقل ہی ایک ہتھیار ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مسلح کیا ہے اور بلاشبہ جیسے جیسے انسان بلوغت کی طرف قدم اٹھاتا گیا۔ اس کے ذہنی قویٰ میں پختگی پیدا ہوتی رہی۔ مغربی دنیا کی موجودہ ترقی اسی عقلی میدان سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ چونکہ عقل ترقی کے معراج کو پہنچ گئی ہے اس لئے وحی کی ضرورت باقی نہیں رہی صحیح نہیں اس لئے کہ وحی کا جو میدان عمل روز اول تھا وہی اب بھی ہے۔ یعنے شیطانی قوتوں سے تصادم (خواہ وہ قوتیں اندرونی ہوں یا بیرونی) جیسے آدم کو پیش آیا تھا ویسے ہی ابن آدم کو درپیش ہے۔ قرآنی قصۂ آدم کا تو یہی منشاء ہے۔

آپ کا نظریہ ہبوط غیر قرآنی ہے

آپ کا ارتقائی نظریہ ہبوط کو جس رنگ میں پیش کرتا ہے وہ بالکل غیر قرآنی ہے اور مغربی سائنس کے مسئلہ ارتقاءِ انسانی کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے رو سے ہبوط ارتقاءِ انسانی میں ایک منزل کا نام ہے۔ یہ توجیہہ ہبوط کے لفظی مفہوم کے بھی خلاف ہے جو ایک منزل سے گر کر کسی نچلی منزل پہ جانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پھر جو وحی اس گراوٹ کا اثر زائل کرنے کے لئے آئی اسے بھی آپ کا ارتقائی نظریہ وہ فطرتی وحی قرار دیتا ہے جو جمادات اور نباتات اور حیوانات میں بھی کام کرتی ہے۔ قرآن صاف طور پہ کہتا ہے کہ یہ وحی لفظی نوعیت کی تھی:۔

فتلقّٰی اٰدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ ۔ انہ ھو التواب الرحیم

اس سے ظاہر ہے کہ ارتقاءِ انسانی کا جو نظریہ آپ بہ تتبع علامہ اقبال پیش کر رہے ہیں وہ کم از کم قرآن کے نظریۂ ارتقاء سے بالکل مختلف ہے۔ آپ کا نظریہ انسانی زندگی کے مقصد کو مادی ترقی تک محدود کرتا ہے قرآن مادی ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کو بہتر انسان اور بالآخر باخدا انسان بنانا چاہتا ہے۔ آپ کے نظریہ کا منطقی نتیجہ بلاشبہ یہی ہونا چاہئے کہ وحی کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں۔ انسان اپنی عقل سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر قرآنی نظریہ کے رو سے تہذیب نفس کے لئے، اور انسانی فطرت کی بے انتہا اخلاقی اور روحانی قوتوں کو بیدار کرنے اور ان کے نشو و نما کے لئے وحی ایسی ہی ضروری ہے جیسے جسمانی زندگی کے لئے سانس کی ہوا، میں مانتا ہوں کہ عقل خود اپنے اندر ایک نور رکھتی ہے اور ایک حد تک وہ مقصد پورا کرتی ہے جس کے لئے وحی آتی ہے۔ مگر اسلئے روحانی منازل کے لئے عقل کی اپنی پرواز قطعاً کافی نہیں۔

وحی کے حصول کیلئے انسان کی اندرونی استعداد

اس کے علاوہ آپ کے نظریہ کی یہ حد بندی کہ عقل تو انسان کی اپنی اندرونی قوت ہے اور وحی ایک بیرونی چیز ہے، بھی صحیح نہیں ہے، وحی کا منبع خواہ بیرونی ہے مگر اس کے حصول کی استعداد تو انسان کی ایسی ہی اندرونی چیز ہے جیسے عقل — اس لئے آپ کا سارا نقشہ جو طفولیت اور بلوغت کی تمثیل سے پیدا ہوتا ہے یعنی بیرونی اور اندرونی سہاروں کی تمثیلات کے فطرت انسانی کے نقشہ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ انسانی فطرت کے عمل سے تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ کوئی بیرونی سہارا انسان کے کسی کام کا نہیں ہوتا جب تک اس کے اندر اس کے حصول کے لئے اندرونی استعداد نہ ہو۔ سورج کی روشنی کسی مادر زاد اندھے کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی نہ ہی پیدائشی بہرا موسیقی کی سُروں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

بیرونی چیزوں سے اکتساب فیض انسان کی اپنی استعداد ہے

اس لئے مجھے آپ کے ارتقائی نظریئے کی یہ اختراع ایک جذباتی چیز معلوم ہوتی ہے کہ انسان کو بالآخر اپنی استعداد پہ ہی کھڑا ہونا سیکھنا چاہیئے اور بیرونی سہاروں سے بے نیاز ہونا چاہیئے۔ علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کے لحاظ سے تو اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا سمجھ میں آ سکتا ہے۔ مگر حقیقت اس کے خلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان جسمانی لحاظ سے بھی بیرونی سہاروں کا ہمیشہ محتاج رہا ہے اور رہے گا اور اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی — آسمان سے بارش نہ آئے تو زمین پہ کوئی زندگی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح زندگی کے ہر قدم پر ہم محتاج ہوتے ہیں کہ کوئی بیرونی فیضان ہماری دستگیری کرے اس میں ہماری کوئی ہتک نہیں، ہوا کو یا پانی کو یا سورج کی روشنی کو اس لئے مسترد کرنا کہ یہ بیرونی سہارے ہیں شاعری تو ہو سکتی ہے۔ مگر ٹھوس حقائق زندگی نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح ان بیرونی چیزوں سے اکتساب فیض کرنا بھی انسان کی اپنی استعداد ہے۔ اس لئے یہ سوال اٹھانا ہی بے معنی ہے کہ چونکہ انسان بلوغت تک پہنچ گیا ہے اسے تمام بیرونی سہاروں سے بے نیاز ہونا چاہیئے اور اپنی

ہی استعدادوں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی کے لئے بیرونی فیوض اور اندرونی استعدادوں کا بیک وقت عمل ضروری ہوتا ہے۔ اور قرآن کے دو مختصر الفاظ رحمٰن اور رحیم میں معرفت کا یہی دریا ایک کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

ختم نبوت وحی کے سہارے سے مستغنی نہیں کرتی

ملک صاحب، میں سمجھتا ہوں کہ میں کافی واضح کر چکا ہوں کہ وحی کی انسان کو آج بھی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے روز اوّل تھی جب آدم جنت بدر ہوتے تھے۔ انسان کے اندر جہاں بے انتہاء عقل و خرد کی استعدادیں قدرت نے ودیعت کی ہیں، وہیں بے انتہاء روحانی قوتیں بھی اسے عطا کئے ہیں۔ کائنات پر قدرت حاصل کرنا تو عقل و خرد کا کام ہے مگر روحانی قوتوں کی نشو و نما کے لئے خدا کا کلام ایسا ہی ضروری ہے جیسے جسمانی زندگی کے لئے ہوا اور پانی — اس لئے مجھے آپ سے اتفاق نہیں ہے کہ منشاء الٰہی یہ ہے کہ انسان بالآخر وحی کے سہارے سے بکلی بے نیاز ہو جائے اور کہ ختم نبوت اسی حقیقت کا اعلان تھا کہ اب چونکہ انسان کی عقل بلوغت تک پہنچ چکی ہے اس لئے اسے وحی کا سہارا تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خود خدا کی عقلمندی پر حرف رکھنا ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب انسان وحی کی ضرورت سے ہی مستغنی ہونے کو تھا اپنی سب سے روشن ترین اور سب سے کامل ترین وحی نازل کی۔ اس کے علاوہ انسان کی خود یہ کس قدر محرومی ہوگی کہ جب اللہ تعالےٰ نے اس کی روحانی آبیاری کے لئے قرآن جیسا آب صافی کا ایک دریا بہا دیا تو وہ اکڑ کر اس کی طرف یہ کہکر پیٹھ پھیر دے کہ میں تو بالغ ہو چکا ہوں، میری شان بلوغت کی ہتک ہے کہ میں ایسے بیرونی سہاروں پہ زندگی بسر کروں، میں تو اب اپنی عقل و خرد کے سہارے چلنا چاہتا ہوں۔

قرآن ایک روحانی کائنات ہے

ملک صاحب! خدارا آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور شخصیتوں سے مرعوب ہوئے بغیر غور کریں کہ آخر یہ کیا ادا ہے۔ کیا یہ بچپن نہیں کہ ایک بے حقیقت ذرہ ہو کر انسان اتراتا پھرے کہ میں سب کچھ ہوں اور مجھے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ بے شک انسان کے اندر خدا نے بڑی بڑی استعدادیں رکھی ہیں مگر خدا کے سامنے اور اس کی پیدا کردہ کائنات کی بے کنار پہنائیوں اور گہرائیوں کے بالمقابل اس کا رویہ اکڑ بازانہ نہیں بلکہ عبودیتانہ ہونا چاہیئے۔ اور اسی میں اس کی لاانتہاء استعدادوں کی برومندی کا راز پنہاں ہے۔ قرآن کائنات مادی کی طرح ایک روحانی کائنات ہے۔ اس سے بے نیازی کے کیا معنے؟

حضرت مرزا صاحب کے قلب و نظر کا جذبۂ محرکہ

احمدیہ تحریک اسی روحانی سمندر کی طرف انسانیت کو دوبارہ بلانے کا نام ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے قلب و نظر کا ایک ہی جذبۂ محرکہ تھا اور وہ یہی کہ معارف قرآن کے دروازے جو صدیوں سے ملاّؤں کی بدولت مقفل ہو چکے تھے دوبارہ دنیا پر کھولے جاویں ؎

یاالٰہی تیرا فرقان ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

احمدیت قرآن کی تائید میں خدا سے ہمکلامی کا نام ہے

ملک صاحب! آپ پوچھتے ہیں احمدیت کس مرض کی دوا ہے۔ احمدیت اس مرض کی دوا ہے کہ قرآن جیسے روحانی چشمہ سے انسانیت پھر سیراب ہو۔ احمدیت کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ قرآن پر ایمان جو اٹھ چکا ہے دوبارہ زندہ کیا جائے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی وحی کا مقام اس کے سوا کوئی نہیں کہ قرآن کی صداقت پر ایک تازہ حجت اور نشان قائم ہو۔

تحریک احمدیت خدا سے ہمکلامی کا نام ہے اور بس اور وہ بھی قرآن کی تائید اور تصدیق کے طور پر ——— اصل چشمہ جس میں انسانیت کی روحانی پیاس بجھانے کا سامان مکمل طور پر موجود ہے، قرآن ہے۔ اس چشمے اور انسانیت کے درمیان ایک بڑی روک جو حائل ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ خود خدا سے ہمکلامی کو ہی ایک قصۂ پارینہ سمجھا جا رہا ہے، احمدیہ تحریک اس بیماری کا واحد علاج ہے۔ اس کا بنیادی پتھر یہی ہے کہ خدا انسان سے آج بھی ویسے ہی ہمکلام ہوتا ہے جیسے پہلے زمانوں میں، قرآن ایسی ہمکلامی کا مانع نہیں۔ ملاحظہ ہو یہ قرآنی بشارت :-

ان الذین قالوا ربنا اللہ
ثم استقاموا تتنزل علیھم
الملئکۃ الا تخافوا ولا
تحزنوا وابشروا بالجنۃ
التی کنتم توعدون۔

(۳۰:۴۱)

آخر یہ فرشتے نیک بندوں پر خدا کی طرف سے خوشخبری ہی لے کر آتے ہیں جو بذریعہ وحی ہی ہو سکتی ہے، حدیث بھی ایسی وحی کی مانع نہیں لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ایک مشہور حدیث ہے۔

زندہ ایمان کے لئے مکالمہ مخاطبہ کی ضرورت

مگر آپ پوچھتے ہیں کہ اگر ہمکلامی کے بغیر زندہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا تو ہمیں اس کا کیا فائدہ ہے کہ ایک تیسرے آدمی یعنے حضرت مرزا صاحب سے خدا ہمکلام ہوتا تھا۔ ہمارے ایمان کو تو اسی صورت میں فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ ہمارے ساتھ ہمکلامی کرے آپ اپنی اس مشکل کو یوں پیش فرماتے ہیں :-

"مستقل ذریعہ ..... جوہر عقل اور کائنات کا نظام ہے اور اسی پر قرآن میں انحصار کیا گیا ہے۔ حیرت ہے کہ کائنات کا یہ نظام تو انسان کو خدا کی ہستی کا قائل نہ کر سکے اور اس بات سے وہ قائل ہو جائے کہ خدا کلام بھی کرتا ہے اور پھر یہ کلام اس سے نہیں کیا گیا بلکہ ایک اور شخص سے کیا گیا ہے۔ اس دلیل کے رُو سے تو خدا پر مکمل ایمان صرف ان لوگوں کا ہو سکتا ہے۔ جن سے خدا کلام کرے۔ موجودہ دور میں اگر مرزا صاحب کے ساتھ اُن کے متبعین میں سے چند خواص کو بھی شامل کر لیا جائے تو بھی مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونے والے چند اشخاص بنتے ہیں۔ دیگر مخلوق خدا کیوں خدا پر ایمان لائے۔ اگر خدا کی ہستی اس کے کلام سے ثابت ہوتی ہے تو چاہیئے یہ تھا کہ خدا ہر ایک سے کلام کرتا اور خدا کی "زندگی" کا یہ کوئی اعلےٰ نمونہ نہیں ہے۔ کہ چودہ سو سال کے بعد کلام کرے تو صرف ایک شخص کے ساتھ اس درمیانی دَور میں اُن کے لئے مرزا صاحب پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟ اور اگر خدا کی ہستی کے ثبوت کے لئے اس کا کلام ضروری ہے تو قرآن اور پہلے انبیاء کی وحی کی صورت میں یہ کلام موجود ہے مرزا صاحب کے الہام سے اس ثبوت میں کیا اضافہ ہوتا ہے؟"

یہ سب کے سب بڑے معقول سوالات ہیں۔ محض عقل سے خدا کی ہستی پر ایمان کیوں پیدا نہیں ہو سکتا اس پر آپ نے حیرت کا اظہار کیا ہے۔ سوال سکنے یا نہ سکنے کا نہیں ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ ہوا کیا ہے۔ کیا عقل سے ایمان پیدا ہو سکا ہے۔ اگر نہیں ہو سکا ہے تو آپ اس واقعہ کو سمجھئے اور آگے چلئے۔ واقعات پر بحث نہیں ہوا کرتی۔ واقعہ یہی ہے کہ عقل سے کامل ایمان پیدا نہیں ہو سکتا اور ایمان کے بارے میں حرف آخر وحی ہے۔ یوں سمجھئے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ عقل شنید پر چلتی ہے اور وحی دید کے برابر ہے ——— پھر آپ کا یہ مطالبہ بھی صحیح ہے کہ جب تک ہر ایک آدمی خود صاحب الہام نہیں ہوتا وہ ایمان کی پختگی سے بے بہرہ رہتا ہے۔ مرزا صاحب کے دعوے الہام کا بھی تو یہی منشاء ہے کہ ایمان صرف اس صورت میں زندہ ایمان ہو سکتا ہے کہ جب خدا ایک قصہ کہانی نہ ہو، صرف عقل کی قیاس آرائی نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہو جو انسان سے کلام بھی کرتا ہے۔ کسی عارف نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے، کہ جب تک قرآنی آیات بھی دوبارہ قلب انسانی پر اسی کیفیت سے نہیں وارد ہوتیں جیسے گویا وہ دوبارہ نازل ہوئی ہیں، اس وقت تک انسان اُن کے معارف کی پوری گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ کوشش ہر ایک انسان کی یہی ہونی چاہیئے کہ خدا سے اسے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو۔ انعمت علیھم میں اسی طرف اشارہ ہے

دوسرے کا الہام بھی ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے

سب سے بڑا انعام خدا سے ہمکلامی ہے تاہم اگر خود انسان صاحب الہام نہیں بن جاتا اور اس کا پڑوسی صاحب الہام ہے تو اس کا تجربہ بھی اس کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے اور اسی غرض کو پورا کرتا ہے

مرزا صاحب کی وحی کا منشاء ہے ـــــ آپ کا یہ استدلال
کہ چونکہ مجھے الہام نہیں ہوتا اس لئے میں کیوں حضرت پر ایمان
لاؤں بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی بیمار دوائی پینے سے
اس لئے انکار کر دے کہ مجھے خود اس دوائی کا تجربہ نہیں ہے
آخر اگر ہم دنیا میں ہر ایک معاملہ میں دوسروں کے تجربوں سے
فائدہ اٹھاتے ہیں تو کسی صاحب الہام کی شہادت سے
کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے کیوں فائدہ نہ اٹھائیں۔

استحکام احمدیت کا راز کلام الٰہی میں

اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعوئے الہام
الٰہی ہی سینکڑوں ہزاروں لوگوں میں نیا ایمان پیدا کرنے
کا موجب ہوا۔ مرزا صاحب کی جماعت کی شدید مخالفت
کے باوجود اس کے استحکام کا راز اسی میں ہے کہ اس
تحریک کی جڑیں کلام الٰہی میں ہیں جو فطرت انسانی کا تقاضا ہے
اور اس سے پیدا شدہ ایمان کسی طوفانِ مخالفت سے
متزلزل نہیں ہو سکتا۔

چودہ سو سال میں ہزاروں کو شرفِ ہمکلامی حاصل ہوا

آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ چودہ سو برس میں صرف مرزا
صاحب سے خدا نے کلام کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس امت
میں سینکڑوں ہزاروں لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہیں خدا سے
ہمکلامی کی نعمت حاصل ہوئی۔ اور یہی اسلام کے زندہ مذہب
ہونے کا ثبوت ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے یہی
معنے ہیں۔ ہمکلامی سے حیاتِ تازہ کی رو پیدا ہوتی ہے
اس غرض کو پورا کرنے کے لئے انبیاء مبعوث ہوا کرتے
تھے۔ اس امت میں وہی غرض مجددین اور اولیائے کرام کی ہمکلامی
سے پوری ہوتی ہے۔ الغرض ہمکلامی انسان کی روحانی
نشوونما کے لئے ایک دائمی ضرورت ہے اور ختم نبوت
کے ساتھ یہ ضرورت ختم نہیں ہو جاتی، ہاں اس کے پورا کرنے
کی شکل بدل دی گئی ہے یعنے بجائے انبیاء کے وہی غرض
اولیاء اللہ کی وحی سے پوری کی جاتی ہے۔

مرزا صاحب کے بعد روحانی تموج

آپ کا اگلا سوال یہ ہے کہ اب مرزا صاحب کے
بعد کیا ثبوت ہے۔ یہ بھی بڑا معقول سوال ہے۔ اس
کا جواب یہ ہے کہ جو روحانی تموج ابھی مرزا صاحب کی وحی و
الہام کی بدولت پیدا ہو چکا ہے وہ ابھی بالکل ختم نہیں
ہوا۔ اور خدائی سکیم بھی یہی بتائی گئی ہے کہ مجددیت
ایک لہر ہے کہ قلب اسلامی کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے
اور جو روحانی جمود پیدا ہو چکا ہوتا ہے اس کو دور کرتی ہے
اس لہر کے زوال پذیر ہونے پر ایک اور لہر اٹھتی ہے جو
ایک نیا تموج اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔ ختم نبوت
سے پہلے یہ تموج انبیاء کے پے در پے آنے سے پیدا
ہوتا تھا۔ ختم نبوت کے بعد وہی سلسلہ جاری ہے۔ مگر
مجددیت کی شکل میں۔ مرزا صاحب کے بعد کوئی بڑا روحانی
تموج جو وحی کے ذریعہ رونما ہو وہ بھی اپنے وقت پر آ کر رہیگا
مگر اس وقت بھی اس جماعت میں کثرت سے لوگ صاحب
کشف و الہام موجود ہیں۔

مرزا صاحب پر ایمان کا مفہوم

جو لوگ خدا کے قائل ہیں ان کے متعلق آپ پوچھتے
ہیں کہ ان کے لئے مرزا صاحب پر ایمان لانا کیوں
ضروری ہے۔ میں نہیں جانتا "ایمان لانے" سے آپ
کے ذہن میں کیا مفہوم ہے اگر اس کے معنے یہ ہیں کہ
مرزا صاحب کا دعوےٰ مانے بغیر کوئی شخص مسلمان
نہیں ہو سکتا تو آپ جانتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کے
ماننے کو ان معنوں میں جزو ایمان نہیں سمجھتے اور نہ خود
مرزا صاحب نے کبھی ایسا سمجھا۔ خود علامہ اقبال کی شہادت
گذشتہ کسی مکتوب میں اس بارے میں پیش کی جا چکی ہے
کہ مرزا صاحب نے میاں فضل حسین صاحب کے استفسار
کے جواب میں بلا تامل دو ٹوک یہ جواب دیا کہ ان کے
نہ ماننے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا۔ مرزا صاحب
کے ماننے کے جو معنے ہم سمجھتے ہیں وہ اسی قدر ہے
کہ ان کے روحانی تجربہ سے فائدہ اٹھایا جائے، اور
اشاعت اسلام کا جو قرآنی نصب العین انہوں نے مسلمانوں
کے سامنے رکھا اس کی طرف ہم متوجہ ہوں اور جو فرض
خدا اور رسول اور انسانیت کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا
ہے اس سے اس طرح عہدہ برآ ہوں کہ اپنے قوےٰ اور
اموال اور اوقات کا ایک معتدبہ حصہ اس نیک مقصد کے
لئے وقف کر دیں۔ قرآن کہتا ہے من احسن قولا
ممن دعا الی اللہ خدا کی طرف بلانا سب سے
اعلےٰ نصب العین ہے جو کوئی انسان اپنے سامنے
رکھ سکتا ہے ـــــ مرزا صاحب کا ماننا انہی معنوں
میں ہے۔ اگر کوئی شخص احمدی کہلا کر ان مقاصد میں عملی حصہ
نہیں لیتا وہ خود فریبی میں مبتلا ہے۔ ایسے احمدیوں کے
لئے ہمارے دوسرے فریق میں تو شاید جگہ ہو جائے
لاہور میں ایسے احمدیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے
احمدیہ تحریک کے متعلق ہمارا تصور ایک فعال جماعت
کا ہے جو ہر وقت مصروف جہاد ہو، اور جہاد بالقرآن کو
ہی ہم سب سے بڑا جہاد سمجھتے ہیں۔

قرآن کے بعد مرزا صاحب کی وحی کا فائدہ

آپ کا سب سے آخری سوال بھی بڑا برمحل ہے
کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی وحی سے خدا کی ہستی کے
ثبوت میں کیا اضافہ ہو جاتا ہے ـــــ جیسے میں پہلے
عرض کر چکا ہوں قرآن پر اضافہ تو اگر جن و انس مل کر بھی
کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔ قرآن کی وحی کی مثال یوں سمجھئے
جیسے سورج نصف النہار پر پہنچکر پوری آب و تاب سے
چمکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا ایک ایک
لفظ ایک آئینہ خدا نما ہے اور خدا تک پہنچانے کے
لئے جو مقام اس کتاب کو حاصل ہے اسے ہماری روزمرہ
کی بولی میں یوں سمجھ لیجئے کہ خدا تک گرانڈ ٹرنک روڈ
اب قرآن ہی ہے۔ مجددین کا کام صرف اس قدر ہوتا
ہے کہ چونکہ فطرتی کمزوریوں کی وجہ سے انسان اس
سڑک سے بھٹک جاتا ہے اور طرح طرح کی پگڈنڈیوں
پر پڑ جاتا ہے اسکو دوبارہ اس شاہراہ کی طرف لایا جائے
حضرت مرزا صاحب کا مشن بھی اتنا ہی تھا اور بس ـــــ
ان کے دلائل و براہین، ان کے مناظرے، انکی تصانیف
ان کے رؤیا، ان کے الہامات ان کی پیشگوئیاں سب کچھ
ان ایک ہی مقصد کے لئے مختلف ذرائع تھے۔ آیا
ان کی کوئی ضرورت تھی یا نہیں، ہے یا نہیں، یہ بھی ایک
ایسا سوال ہے جو واقعات کی ذیل میں آتا ہے۔ یہ ایک
امر واقعہ ہے کہ یہ تمام ذرائع ایمان کی تازگی اور ازدیاد
کے لئے ضروری ہوتے ہیں ـــــ ایمان کوئی ساکن چیز
نہیں کہ ایک دفعہ جیب میں ڈال دی اور وہیں پڑی رہی
ایمان بڑھنے اور گھٹنے والی جنس ہے۔ اس لئے ایسے
سامانوں کی ہر وقت ضرورت ہے جن سے ایمان میں ازدیاد
ہو۔ مقولہ مشہور ہے کہ ہمیشہ چوکس رہنا آزادی کو برقرار
رکھنے کی قیمت ہے ـــــ ایمان کی بھی یہی قیمت ہے کہ ہم
ہر وقت اس عزیز ترین انسانی متاع کی نگہداشت کریں۔
مجددین، مامورین اور صادقین کا سلسلہ دراصل حقیقت
اپنے ہی ازدیاد ایمان اور روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار
لانے کے لئے ایک خدائی انتظام ہے۔

اقبال کا پیغام قرآن سے بے نیاز نہیں کرتا

ملک صاحب! میں نے آپ کے ساتھ بہت سر
کھپایا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ جب تک خدا تعالےٰ
اپنے فضل سے آپ کے دل کے دروازے نہیں کھولتا
جس پر کسی طرح محض ایک نظری نقل اور اتفاقی نظریے کی
شکل میں لگ گیا ہے یہ سب کچھ ہیچ ہے۔ میں یہ بھی
ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ خود علامہ اقبال جو اس نظریے
کے موجد ہیں مسلمانوں کو قرآن سے بے نیاز کرنا چاہتے
تھے۔ ان کا اپنا سب پیغام حرارت قرآنی کی ایک مستعار
چنگاری تھی جو شخص یہ کہتا ہو کہ ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

وہ کس طرح یہ تعلیم دے سکتا تھا کہ اب عقل کا دور دورہ ہے
اور ختم نبوت نے وحی کے بیرونی سہارے کو ختم کر دیا ہے
اقبال کے پیغام کو تو خود اقبال کے ذہنی اور روحانی
پس منظر ہی میں سمجھا جا سکتا ہے، کسی فرصت میں انشاءاللہ
میں وہ پس منظر بھی آپ کے سامنے رکھنے کا ارادہ رکھتا
ہوں۔

احمدیت ضرورتِ حقہ کو پورا کرنیوالی تحریک ہے

اس مکتوب کو اس پر ختم کرتا ہوں کہ خدا سے ہمکلامی
اگر ایک انسانی فطرتی تقاضا ہے جو صرف ہمکلامی سے
پورا ہو سکتا ہے اور جس کے پورا کرنے سے عقل
محض اپنی ساخت کے لحاظ سے قاصر ہے تو احمدیہ تحریک
ایک ضرورت حقہ کو پورا کرنے والی تحریک ہے بمصداق
آیت قرآنی:-

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ

یہ اس قابل ہے کہ اس کو تقویت پہنچائی جائے۔
احمدی نوجوانوں کو ایسی نافع الناس تحریک سے بغاوت
پر آمادہ کرنا آپ جیسے فہیم اور سنجیدہ مزاج انسان کو
زیب نہیں دیتا۔

مامور مصلح اور مصلح موعود

چوہدری شکراللہ خانصاحب منصور

جماعت ربوہ کے دسمبر ۱۹۵۷ء کے سالانہ جلسہ پر مولانا جلال الدین شمس صاحب نے ایک طویل تقریر سنائی جو بعد ازاں اخبار الفضل کے متعدد شیوع میں قسط وار چھپتی رہی ہے۔ اور شاید اب اس کو بطور یادگار کتابی صورت میں محفوظ کر کے دائم الوجود بنا دیا گیا ہے مطلب یہ کہ ربوہی احمدیوں کے نزدیک اس تقریر کا موضوع اور مواد اپنی اہمیت اور پختگی کے لحاظ سے ناقابل فراموش ہے۔ اس تقریر کا اس جماعت میں فوری ردِ عمل یہ ہوا ہے کہ جگہ بجگہ مصلح موعود کے جلسے کئے جا رہے ہیں اور اس وقت سے اب تک الفضل کا شاید ہی کوئی ایسا پرچہ نکلا ہو جس میں حلقہ بگوشانِ خلافت کو یہ تسلی دلانے کی کوشش نہ کی گئی ہو کہ جناب میاں صاحب ہی مصلح موعود ہیں۔ اسی تقریر میں مولانا شمس صاحب نے بھی صفات، حالات اور واقعات کے ہر ممکن استدلال سے یہ ثابت کرنے اور یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ اُن کی جماعت کے موجودہ خلیفہ صاحب ہی فی الواقعہ مصلح موعود ہیں، سلسلۂ مضمون میں مولانا موصوف نے موضوع کے لحاظ سے اپنی انتہائی قوتِ علمی و اعتقادی کے مطابق مقدور بھر کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور قوتِ خیال کی تمام تر بلند پروازیوں کو آزمایا ہے۔ میں اُن کی اس محنت و کاوش اور عقیدتُ ارادت سے حق نمک کی ادائیگی کی اس جد و جہد کی مصیبت خیز ہم میں اُن سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ لیکن سوال غور طلب یہ ہے کہ اس محنت و کاوش اور جد وجہد کی اس وقت ضرورت کیا آن پڑی۔ جس اجتماع میں یہ تقریر سنائی گئی وہ تو خاص مریدوں کا اجتماع تھا جو اس تقریر سے پہلے اور اس کے بغیر ہی یہ سب کچھ مان رہے تھے۔ کیا اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ خدانخواستہ مریدینِ مخلصین ہی میں سے فسونِ تقلید سے کچھ آزاد اور ہوشمند ہو کر اس بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہونے لگے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بلاشک افسوسناک ہے۔

لیکن شمس صاحب کا یہ تخاطب اگر حلقہ بگوشانِ مسندِ خلافت سے نہیں بلکہ ایسے احمدیوں سے ہے جو اُن سے اختلاف رکھتے ہیں اور جن کو یہ مولانا اور اُن کے ہم حلقہ دیگر مولانا صاحبان "منافق" لکھ لکھ کر ایک طرف صاحبانِ فکر و فہم افرادِ جماعت کی عقل و ضمیر کی اُلجھنوں کو تسکین دینے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنی افتادِ طبع اور کیفیت ذہن کا نمونہ دنیا کو دکھاتے ہیں تو میں عرض کروں گا (حسد و عداوت سے نہیں جیسا کہ یہ الفاظ ان مولاناؤں کی نوکِ زبان پر رہتے ہیں بلکہ بنظر انصاف اور بغرض حق پسندی و حق طلبی) کہ مولانا شمس صاحب کی یہ تمام تقریر معہ جملہ دلیل آرائی کے ایک ایسی محنت و کاوش اور جد وجہد ہے جو کوشش ناتمام اور سعی ناکام ہونے کے علاوہ سراسر بیکار اور لاحاصل ہے۔ جو مرید ہو چکے اور عقل و فکر بھی بیع کر چکے وہ تو بے بس ہیں۔ انہوں نے تو ماننا ہی ماننا ہے، خواہ آپ کچھ بھی نہ بولیں اور کوئی دلیل بھی نہ سنائیں۔

حق و انصاف اور معقولیت کا تقاضا

لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ حق و انصاف اور معقولیت کا تقاضا کیا ہے اور وہ تقاضا یہ ہے کہ میاں صاحب مکرم کا وہ "مصلح موعود" ہونا جس کا ذکر اور پیشگوئی حضرت امام الوقت علیہ السلام کی تحریروں میں پائی جاتی ہے قطعاً ناممکن اور خلاف عقل ہے خواہ وہ مصلح موعود جناب میاں خود بنتے رہے ہوں، یا شمس صاحب معہ دیگر ہمنوا مولاناؤں کے اُن کو ایسا بناتے پھریں مگر انصاف اور معقولیت سے سوچنے والے بہر صورت مجبور ہیں کہ ان سب کو غلطی خوردہ قرار دیں۔ کیونکہ حضرت امام الوقت علیہ السلام جو مسیح موعود، مہدی معہود۔ ظلّ و بروزِ محمد اور مسیح ثانی ہو کر مبعوث ہوئے تو ایک بہت بڑے مصلح موجود تھے جو اپنا کام پایہ تکمیل کو پہنچا کر ۱۹۰۸ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ آپکی، وفات کو ابھی چھ سال نہیں گزرے تھے کہ ۱۹۱۴ء میں پھر ایک مصلح موعود پیدا ہو گیا اور اس کی مصلحت کی ضرورت لاحق ہو گئی تو اس کے ساتھ یہ تسلیم کرنا بھی لازم آئے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا کام نامتمام چھوڑ گئے اور ایک ناکام مصلح ثابت ہوئے۔ لیکن اگر آپ ایک کامیاب مصلح تھے جیسا کہ آپ فی الواقعہ تھے تو پھر جناب میاں صاحب کو مصلح موعود قرار دینا صریحاً عقلِ سلیم اور سنّتِ الٰہیہ کے منافی ہے۔ اور ایسا کرنا صحیح طور پر انہی شمس صاحب جیسے مولانا کو زیبا ہے۔ جن کی تحریروں میں تہذیب، شرافت اور اخلاق کے اکثر ایسے نمونے پائے جاتے ہیں کہ اُن کے دیکھنے والے پر سکھ ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سکھ حضرات کی بلا استثنا یہ مشہور و معروف مسلمہ عادت تھی کہ بلاتمیز اور بلالحاظ ہر چھوٹے اور ہر بڑے مخاطب کو گالی اور درشت کلامی سے یاد کرنے میں لطف و سرور حاصل کرتے تھے۔ مولانا شمس صاحب بھی اس قابلِ رشک صفت کے زیور سے بدرجہ اولیٰ مزیّن ہیں۔ جس کسی کو اس امر کے اقرار میں تامل یا انکار ہو اس کی تسلی اور تشفی کے لئے کسی تفصیل اور طوالت میں جانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے حال ہی کے ایک مضمون میں سے منقولہ ذیل صرف ایک فقرہ بہت کافی ہے ملاحظہ ہو - لکھتے ہیں:-

"امیر منکرین خلافت یا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے حد درجہ جاہل ہیں یا پرلے درجہ کے بد دیانت اور دھوکہ دینے والے ہیں۔"

(الفضل ۱۸۔ فروری ۱۹۵۸ء)

شمس صاحب کے یہ الفاظ حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق ہیں جو صحابہ حضرت مسیح موعود اور اُن کی جانشین انجمن کے اراکین میں سے ہیں اور جو ایک اعلےٰ تعلیمیافتہ معزز احمدی افراد کی جماعت کے امیر اور اُن میں سب سے بڑھ کر قابلِ تعظیم و تکریم ہیں۔ پھر ایک بار یہ الفاظ لکھ دینے میں مولانا شمس صاحب کا لطف و سرور پورا نہیں ہوا بلکہ بار بار اس مضمون میں اسی قسم کے الفاظ کا اعادہ کیا ہے۔ اصل بات یہ صاحب خلیفہ صاحب کے بھی خیر خواہ نہیں۔ اُن کا مطلب صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اس درشت کلامی سے مشتعل ہو کر بالمقابل کوئی دوسرا شخص خلیفہ صاحب کے خلاف اسی قسم کے مہذبانہ اور شریفانہ الفاظ کا استعمال کرے اور پھر ان مولانا صاحب کو اپنے اس جوہر اور صفتِ خصوصی کے اظہار کا کماحقہ ثبوت دے کر پورا پورا لطف و سرور حاصل کرنے کا موقع ملے۔

مصلح موعود ہونے کا ثبوت

مولانا شمس صاحب نے صفاتی۔ حالاتی اور واقعاتی جس قدر دلائل بیان کئے ہیں وہ سب کے سب اپنے موضوع کے اثبات کے لحاظ سے ناکافی اور نامکمل ہیں اور ان کی بناء پر جناب میاں صاحب کو مصلح موعود سمجھنا زبردستی ہے جیسا کہ سطور بالا میں واضح کیا گیا ہے۔ ہاں ایک کارنامہ اصلاح کا جناب میاں صاحب نے ایسا سرانجام دیا ہے۔ جو بہت نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ عدیم المثال بھی ہے۔ اگر مولانا موصوف اور حلقہ بگوشانِ مسندِ خلافت اور دیگر علمایان کرام میانصاحب کے اس کارنامہ پر انحصار کریں تو بنیاد بہت پختہ اور دلیل بہت پکی ہوگی۔

میانصاحب کا اصلاحی کارنامہ

چودھویں صدی ہجری میں علمائے اسلام صحیح دینی علم اور فہم و فراست سے محروم ہو جانے کے سبب اپنے عقائد میں بہت سی غلطیاں داخل کر چکے تھے اور اکثر امور میں غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اس صدی کے لئے منجانب اللہ مجدد مبعوث ہو کر بحیثیت مہدی معہود ان تمام غلطیوں اور غلط فہمیوں کو طشت از بام کیا۔ اور اس اصلاحی کارنامہ کی وجہ سے مصلح اعظم کہلانے کے مستحق ہوئے۔ لیکن آپ کی وفات کو ابھی چند ہی سال گذرے کہ جناب میاں صاحب نے معلوم کیا کہ حضرت مسیح موعود مہدیٔ معہود علیہ السلام نے خود علمائے سُو سے کہیں زیادہ غلطیاں کر ڈالی ہیں، چنانچہ انہوں نے بصد ہمت۔ جرأت اور اولوالعزمی حضرت مسیح موعود کی غلطیوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ میاں صاحب کے اس اصلاحی کارنامہ کی فہرست بہت طویل ہے جس

میں سے چند ایک بطور نمونہ مشتے از خروارے مندرجہ ذیل ہیں۔

اوّل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موافقین اور مخالفین کو مخاطب کر کے بتلایا کہ اصطلاح اسلام کے رُو سے نبی اس کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لائے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے یا نبی سابق کا امتی نہ کہلائے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ نبی کی یہ تعریف غلط ہے اور حضرت مسیح موعود کا یہ تعریف بیان کرنا حقیقت نبوت کے متعلق آپ کی علمی غلطی تھی جو عوام کی پیروی کی وجہ سے آپ سے سرزد ہوئی۔

دوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موافقین اور مخالفین سب کو سمجھایا کہ امت محمدیہ میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور اطلاع بر علوم غیب کا شرف پانے والے محدث کہلاتے ہیں اور اس شرف کا نام مجازی لغوی یا جزوی طور پر نبوتِ محدثیت ہے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ مکالمہ مخاطبہ اور اطلاع علی الغیب کا یہ شرف فی الحقیقت نبیوں والی نبوتِ کاملہ ہے اور حضرت مسیح موعود کا اس کو نبوتِ محدثیت قرار دینا حقیقتِ محدثیت سے آپ کی علمی غلطی ہے۔

سوم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار بتلایا کہ آپ کے الہامات میں جو نبی اور رسول کے الفاظ مستعمل ہیں وہ اصلی اور حقیقی طور پر نہیں بلکہ محض مجاز اور استعارہ کے طور پر ہیں۔

لیکن

میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ آپ کے الہامات میں آنے والے نبی اور رسول کے یہ الفاظ اصلی اور حقیقی طور پر ہیں مجاز اور استعارہ کے طور پر ہرگز نہیں اور کہ حضرت مسیح موعود نے ان کو مجاز اور استعارہ کے طور پر قرار دینے میں خدا کی وحی میں اور خدا کی منشاء سمجھنے میں غلطی کی۔

چہارم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد بار بتلایا کہ آپ کے الہامات میں وارد شدہ نبی اور رسول کے الفاظ ظلی بروزی رنگ میں ہیں اور صرف محدث کے معنوں میں ہیں۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ ایسا لکھنا دراصل خدا کی وحی کا مفہوم سمجھنے میں آپ کے فہم و فراست کی غلطی تھی کیونکہ یہ الفاظ حقیقی اور اصلی طور پر فی الواقعہ نبی کے معنوں میں ہیں۔

پنجم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

کو پیش کر کے بتلایا کہ حسب تصریح قرآن کریم کوئی نبی دوسرے نبی کا مطیع اور امتی نہیں ہو سکتا۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ ایسا لکھنا حضرت مسیح موعود کی تفہیم قرآن کی غلطی تھی اور نادان مسلمانوں ایسی نادانی تھی۔ کیونکہ نبی دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو سکتا ہے۔

ششم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موافقین اور مخالفین سب کو بتلایا کہ حدیث میں آنے والے مسیح کے لئے جو نبی کا لفظ لکھا ہے وہ ناقص نبی یعنے محدث کے معنوں میں ہے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ یہ تشریح بیان کرتے ہوئے حدیث کا اصل مفہوم سمجھنے میں غلطی کی۔ کیونکہ اس سے حقیقتاً نبی ہونا مراد ہے۔

ہفتم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنے والے مسیح کی متعلقہ احادیث پر بحث کرتے ہوئے بتلایا کہ امتی نبی یعنے ایسا شخص جس کے متعلق "امتی بھی اور نبی بھی" کے ہر دو نام بطور مرکب نام کے مستعمل ہوں وہ محدث ہوتا ہے کیونکہ ان کا مشترکہ استعمال ناقص نبی ہونا ظاہر کرتا ہے اس لئے اس کو فی الواقعہ نبی سمجھنا غلط ہے جیسا کہ علمائے سوء کا عقیدہ ہے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ اس بارے میں دراصل خود مسیح موعود کی غلطی تھی اور علمائے سوء کا عقیدہ درست تھا۔

ہشتم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موافقین و مخالفین سب پر واضح کیا کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو چکی ہے اب امت میں صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ اور بتلایا کہ ان مبشرات کو "جزوی نبوت" کی اصطلاح سے موسوم کر سکتے ہیں جس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ آپ نے مبشرات کی اس تشریح میں بہت بڑی غلطی کی۔ مبشرات جزوی نبوت نہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے لکھا بلکہ یہ عین اور کامل نبوت ہیں۔

نہم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتلایا کہ نبوت محمدیہ پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے ہاں محمدی نبوت باقی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔ اور جس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ اب صرف محمدی نبوت باقی ہے جو چراغ نبوت محمدیہ سے نور لیتی ہے۔ مگر اس کو محدثوں والی نبوت قرار دینا مسیح موعود کی غلطی ہے جو محدثیت اور نبوت کی اصل حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے آپ سے سرزد ہوئی۔

دہم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتلایا کہ الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنے الگ الگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ نبی اور رسول کے لغوی اور اصطلاحی معنے مختلف ہیں اور فرمایا کہ اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے۔

لیکن

جناب میاں صاحب بتلاتے ہیں کہ نبی اور رسول کے لغوی اور اصطلاح اسلام کے معنے ایک ہی ہیں۔ مسیح موعود کا ان کو الگ الگ قرار دینا لغت اور اصطلاح ہر دو کے متعلق علمی غلطی ہے فیصلوں کی اصل حکم تو لغت ہی ہے اس لئے جو لغت کو چھوڑتا ہے اس سے بحث کرنا ہی فضول ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔ جناب میاں صاحب نے وحی الٰہی کو سمجھنے۔ نبوت و محدثیت کی حقیقت کو جاننے اور لغت اور اصطلاح سے واقفیت رکھنے کے متعلق حضرت مسیح موعود کے علم۔ فہم اور فراست کی غلطیوں کی اصلاح کا جو انبار اکٹھا کیا اور شمار کرایا ہے مندرجہ

(باقی بر صفحہ)

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت ہنوز پورے طور پر صحتیاب نہیں، ۱۵ اپریل کو آپکی طرف سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ:۔ "بحمد اللہ میری بیماری میں بہت تخفیف ہے"

احباب کرام سے استدعا ہے کہ آپ کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرماویں۔

الوداعی دعوت

۱۴ اپریل کو مسلم ہائی سکول کے سٹاف کی طرف سے سکول کے دفتر کے انچارج مسٹر احمد صادق کے اعزاز میں بعد نماز مغرب شاندار الوداعی دعوت طعام دی گئی، احمد صادق صاحب سکول سے مستعفی ہو کر اپنا کاروبار شروع کر رہے ہیں، دعا ہے اللہ تعالے انہیں اپنے نیک عزائم میں کامیابی عطا فرمائے، دعوت کے اختتام پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے آپکی حسن کارکردگی کی تعریف بڑے شاندار الفاظ میں کی۔

درخواست دعا

محبوب اشرف صاحب بی اے (سندھ) درخواست کرتے ہیں، کہ مقابلہ کے امتحان میں ان کی کامیابی کے لئے تمام جماعتیں دعا فرمائیں، یہ امتحان مقابلہ اسلامیات میں ہوگا۔

پیغام صلح مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۵

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۶

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعودؑ

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

خطبہ عید الفطر

(مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۹۵۸ء)

فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

عبادتِ الٰہی کے ساتھ مخلوق کی خدمت اور غربا کی امداد اسلام کا خلاصہ اور لُبِ لباب ہے

سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:—

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جو دین دیا اس کے دو بڑے حصے یہ ہیں کہ ایک تعلق اس قوم کا خدا کے ساتھ ہو اس کی عبادت بجا لائیں اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کریں اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ قوم کے دل میں غربا کی خدمت کا جذبہ ہو، ان کے ساتھ ہمدردی ہو، اور اُن کی بھلائی اور بہبودی کے لئے سعی کی جائے چنانچہ عید کی تقریب پر خدا کی عبادت کے ساتھ غرباء کے لئے فطرانہ ادا کرنے کا حکم ہے، حضور نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز عید نہ ہوگی جو نماز سے پہلے فطرانہ ادا نہیں کرتا۔ فطرانہ ادا کرنے کو عبادت پر مقدم کیا گیا گویا مسجد یا عید گاہ کے داخلے کا ٹکٹ فطرانہ ادا کرنا ہے تاکہ غرباء بھی عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ جب صحابہ کرام کسی سفر پر جاتے یا جہاد کے لئے نکلتے تو ڈیرے لگاتے وقت نماز ادا کرنے سے پیشتر اپنی سواریوں کو ہر طرح کا آرام بہم پہنچایا کرتے تھے، یہ تھا دین حضور نبی کریم صلعم کا اور صحابہ کرام رض کا۔ خدا کی عبادت کے ساتھ مخلوق کی خدمت کرنا، ان کی خاطر داری کرنا، ان کی خیر خواہی اور بہبودی چاہنا دین کا اہم حصہ ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تو مخلوق کے ساتھ رحمدلی اور شفقت کا سبق دیا، اور دوسرے اقتصادی تنگی سے بھی نجات دلانے کا سامان کر دیا، اہلِ یورپ نے اندازہ لگایا ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی آبادی پچاس کروڑ ہے اگر ہر شخص آٹھ آنہ فی کس فطرانہ عید کے موقعہ پر دے تو پچیس کروڑ روپیہ نہایت آسانی سے جمع ہو سکتا ہے جس سے سکول اور کالج کھل سکتے ہیں، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم ہو سکتے ہیں اور رفاہِ عام کے ادارے بن سکتے ہیں۔ پاکستان کی آبادی ساڑھے سات کروڑ ہے عید کے موقعہ پر پاکستان پونے چار کروڑ روپے فراہم کر سکتا ہے اور یہ رقم خطیر غربا کی تعلیم و تربیت پر صرف کی جا سکتی اور ان کی حالت بہتر بنائی جا سکتی ہے عید کے معنے بار بار آنا ہے عید کی یہ آمدنی بھی بار بار آتی رہیگی، اور بار بار کا آمد ثابت ہو سکتی ہے یہ کتنی بڑی بات ہے۔ عید کے دن ہر شخص خوشی اور مسرت کے سامان کرتا ہاں بچوں کے لئے طرح طرح کی چیزیں خریدتا ہے اس کے ساتھ غرباء کے لئے بھی خرچ کرنا اور ان کے لئے خوشی کے سامان مہیا کرنا بھی ان کا فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے تؤخذ من امراءھم وترد الی فقراءھم امیروں سے روپیہ لے کر غریبوں میں تقسیم کیا جائے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کان اجود الناس، کان اشجع الناس، کان احسن الناس، آپ سب سے بڑھکر سخاوت کرتے تھے، سب سے بڑھکر بہادر تھے اور سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ اور رمضان میں تو آپ سخاوت کی حد کر دیتے تھے، اجود ما یکون فی رمضان، لکھا ہے اذا دخل العشر الاواخر من رمضان جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو راتوں کو جاگتے اور عبادت کرنے کے لئے آپ کمربستہ ہو جاتے، گھر والوں کو بھی اُٹھاتے اور راتوں کو زندہ کر دیتے تھے شد مئزرہ وایقظ اھلہ واحیا لیلہ

(باقی بر صفحہ ۱۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب

پاکستانی حکام کی توجہ کے قابل

اسلام وہ مذہب ہے جو صرف دینی و روحانی ترقیات اور آخرت کی فلاح و بہبود کا رستہ ہی نہیں بتاتا بلکہ اس کے اندر وہ صلاحیتیں بھی موجود ہیں جو دنیوی عروج کی انتہا سے اعلیٰ منازل پر پہنچاتے اور ایک بہترین اور مثالی حکومت کے قیام کا موجب ہو سکتی ہیں، انہی صلاحیتوں کو کام میں لانے کی وجہ سے مسلمان دنیا کے مختلف حصص میں سینکڑوں اور ہزاروں سال حکومت کرتے رہے ایسی حکومت جو ہر رنگ میں دنیا کے لئے خیر و برکت کا موجب ثابت ہوئی، اور ہر قسم کے فوائد اس نے دنیا کو پہنچائے، مدینہ سے لیکر مصر، شام اور بغداد ایک طرف اور مراکش، الجزائر اور سپین، دوسری طرف اسلامی حکومت کے وہ مرکز تھے جو کئی صدیوں تک علم و حکمت اور اخلاق و روحانیت کے گہوارے بنے رہے، اور دنیا چاروں طرف سے امڈ امڈ کر ان کی طرف آتی اور ان سے فیض حاصل کرتی رہی، کوئی اقلیتوں کا مسئلہ، کوئی زبان کا جھگڑا کوئی قبائلی یا صوبائی تعصبات، کوئی اعلیٰ و ادنیٰ کا تفاوت اور کسی قسم کا ناجائز استحصال زر، کسی قسم کے سمگلنگ کا کاروبار یا ذاتی فوائد کے لئے دشمنوں کی ساز باز کا طریق نہ حکام میں پایا جاتا تھا نہ رعایا میں، ہاں بعد میں جب یہ چیزیں پیدا ہونے لگیں تو سلطنت میں بھی زوال شروع ہو گیا، حتیٰ کہ وہ وقت بھی دنیا نے دیکھا کہ بغداد جیسی عظیم الشان اسلامی سلطنت کفار کے ظلم و تشدد سے تباہ و برباد ہو کر مٹ گئی اور سپین جیسی شاندار اسلامی حکومت دشمنوں کی ساز باز سے فنا ..... ہو کر رہ گئی۔

ان سلطنتوں کی بنیاد ابتدائی جن اصولوں پر قائم ہوئی ان کا عملی نقشہ جہاں خلافت راشدہ کے پاکیزہ عہد میں نظر آتا ہے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان مکتوبات میں ان کی تلقین واضح الفاظ میں پائی جاتی ہے، جو انہوں نے سلطنت کے مختلف حصص میں صوبائی گورنروں کو خطوط کے ذریعہ کی ان میں سے ایک خط جو ابو موسیٰ اشعری کے نام ہے اس قابل ہے کہ قارئین کرام کے مطالعہ میں لایا جائے فرماتے ہیں :-

"رعایا اپنے حکام ..... سے بھاگتی ہے اللہ تعالیٰ سے مجھے احمقانہ تکبر و غرور سے دلی کدورت اور بغض و نفرت، خواہشات نفس اور دنیوی عیش و عشرت میں مبتلا ہونے سے بچائے رکھے، یہ وہ چیزیں ہیں، جو حکام کو رعایا کی خدمت و امداد سے روک دیتی ہیں، تم قانون کا نظم و نسق قائم کرو، اور عوام کی مشکلات پر نظر رکھو، خواہ اس کے لئے روزانہ ایک گھنٹہ ہی تمہیں خرچ کرنا پڑے

اگر تمہارے سامنے دو متبادل رستے ہوں جن میں سے ایک اس دنیا کی خوشحالی کی طرف لے جانے والا ہو اور دوسرا آخرت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو، تو دوسرے رستہ کو اختیار کرو، کیونکہ اس دنیا کی زندگی تو ختم ہونے والی ہے اور آنے والی زندگی ابدی و دائمی ہے، خبردار پبلک فنڈز کا غلط استعمال نہ ہو، فساق یا قانون شکن لوگوں کے دلوں کو خوف و دہشت سے بھر دو اور ان کے ہاتھوں کو توڑ دو۔ اگر قبائل میں جنگ چھڑ جائے اور وہ اپنے ایام جاہلیت کے طرز پر یا فلاں یا فلاں کے نعروں سے اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکاریں، جو شیطانی وسوسوں کے سوائے کچھ حقیقت نہیں رکھتے تو تم ان کو تلوار سے سزا دو، یہاں تک کہ وہ قانونِ الٰہی کی طرف لوٹ آئیں۔ اور ان کی پکار اللہ تعالیٰ اور اسلام کے لئے ہو ....

بیمار مسلمانوں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں شمولیت اختیار کرو، اپنے دروازے ان کے لئے کھلے رکھو اور ان کے معاملات کی بذات خود نگہداشت کرو، کیونکہ اس سے زیادہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں کہ تم ان میں سے ایک ہو سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک بڑی بھاری ذمہ داری ڈال دی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے لباس، خوراک اور سواری کے جانور اور تمہارا خاندان ایسی شکل و صورت اختیار کر رہا ہے، جو دوسرے مسلمانوں سے برتر نظر آتی ہے، عبداللہ ابن قیس! خبردار ایک جانور جیسے افعال اختیار نہ کرو، جو جب کسی سرسبز وادی میں سے گزرتا ہے تو بھوک نہ رکھتے ہوئے بھی محض موٹا ہونے کے لئے منہ مارتا ہے اگرچہ اس کا موٹاپا دوسروں ہی کے کام آنے والا ہو، اور اس کے موٹاپے میں اس کی موت ہو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر حاکم خدا کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اگر وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جائے تو اس کی رعایا بھی بھٹک جائے گی اور بلاشبہ سب سے بڑھکر بدقسمت وہ حاکم ہے جو خود اور اس کی رعایا اپنے اعمال بد کی وجہ سے بدقسمت ثابت ہوں، والسلام۔"

کتنے پاکیزہ اور کس قدر شاندار نصائح ہیں جن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صوبائی گورنر کو تلقین کی اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے یہی وہ قیمتی اصول ہیں، جو خلافت راشدہ کی وسعت اور استحکام کا موجب ہوئے جس کی وجہ سے آج تک دنیا کی تمام حکومتوں میں اس کو ایک مثالی حکومت سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ گاندھی جی نے بھی کانگریس کو نصیحت کی کہ اگر کامیاب سلطنت بنانا چاہتے ہو، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو، یہی وہ اصول ہیں جن کو چھوڑنے کی وجہ سے اسلامی حکومت زوال پذیر ہوئی۔

آج پاکستان کے اندر جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں غور سے دیکھا جائے تو یہ وہی خرابیاں ہیں جن سے بچنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مکتوب میں تاکید کی ہے حکام کا خواہشات نفس اور دنیوی عیش و عشرت میں مبتلا ہونا اور رعایا کی خدمت و امداد سے لاپرواہ رہنا عوام کی مشکلات کی طرف ایک گھنٹہ روزانہ تو ایک طرف ایک منٹ بھی توجہ نہ کرنا، اُخروی فلاح و بہبود کے مقابلہ میں دنیا کی خوشحالیوں کو ترجیح دینا پبلک فنڈز کا غلط استعمال قانون شکن لوگوں کی بے خوفی اور غنڈہ گردی و دست درازی صوبائی اور قبائلی تعصبات اور اسلامی اخوت کے بجائے دورِ جاہلیت کے طرز پر سندھی، پنجابی، بلوچی و سرحدی اور پختونی اور بنگالی کی تفریقات قائم کرکے یا فلاں یا فلاں کے نعرے لگانا اور ..... قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہونا یہ وہ امراض ہیں جو آج پاکستان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو پڑھو اور بار بار پڑھو، کس طرح انہوں نے ان امراض سے بچنے کی تاکید کی ہے، ہمارا یقین ہے کہ اگر پاکستانی حکام اس خط کے مندرجات کو اپنا لائحہ عمل بنا لیں، تو یہ تمام بیماریاں دور ہو کر پاکستان کی اسلامی مملکت نہایت مستحکم بنیادوں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ اگر حکام غریب مسلمانوں کی تیمارداری کو شعار بنا لیں ان کے جنازوں میں شامل ہونا ضروری سمجھیں اپنے دروازے عوام الناس کے لئے کھلے رکھیں اپنے لباس، خوراک اور سواریوں سے برتری کا اظہار کرنا چھوڑ دیں اور سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں ایک بہت بڑی ذمہ داری کے نیچے ڈالا گیا ہے تو پاکستان حقیقی معنوں میں پاکستان بن سکتا ہے ورنہ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:-

"سب سے بڑھکر بدقسمت
وہ حاکم ہے، جو خود اور
اس کی رعایا اپنے اعمالِ بد
کی وجہ سے بدقسمت
ثابت ہوں۔"

روزہ کی غرض و غایت تقوےٰ اور اصلاح نفس پیدا کرنا ہے

احمدیت نے اسلامی تعلیمات کو دوبارہ اصلی شکل میں زندہ کیا

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء فرمودہ مولانا یعقوب خان صاحب، بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لعلہم یرشدون

(البقرہ رکوع ۲۲)

روزہ کی غرض اصلاح نفس ہے

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ روزہ کی غرض کیا ہے۔ لعلکم تتقون۔ روزہ کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان متقی بن جائے، روزہ تو بہت لوگ رکھتے ہیں، مگر یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ اس کی غرض کیا ہے، اسلام کا ہر ایک رکن جو ہم پر فرض کیا گیا ہے اس کے پیش نظر یہی مقصد ہوتا ہے کہ اصلاح نفس ہو جائے جسے تقوےٰ کہا جاتا ہے

تقوےٰ ایک ٹریننگ چاہتا ہے

تقوےٰ ایک ٹریننگ چاہتا ہے، یہ خود بخود پیدا نہیں ہو جاتا، ایسا بھی نہیں ہوتا کہ کسی پیر کے پاس چلے جائیں اور وہ پھونک مار کر متقی بنا دے، ویسے تو کہتے ہیں کہ کسی پیر صاحب نے چور کو قطب بنا دیا، کیسے بنا دیا، یوں تو ہو نہیں سکتا کہ رات کو جب سویا تو چور تھا اور صبح کو جو اٹھا تو قطب تھا، ہاں یہ ممکن ہے کہ اس نے چوری سے توبہ کر کے ایک مدت تک پیر صاحب کے زیر اثر نیکی اور تقوےٰ کی ٹریننگ حاصل کی ہو، نیک اور متقی بننا ایک زندگی بھر کا کام ہے جب تک ساری زندگی اسی راستہ میں اسی نصب العین کی سرانجام دہی میں نہ گذر جائے اس وقت تک اتقاء کے اعلیٰ درجہ کو حاصل کرنا مشکل ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا، تو اس سے پہلے آپ کی زندگی نیکی اور اعمال حسنہ کا نمونہ تھی، اسی لئے فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون میری زندگی بھر کے حالات سے تم واقف ہو، اسی سے اندازہ لگا لو کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں، اور کیا جھوٹ بول سکتا ہوں

شیطان کی عیاری

تو یہ جو اندرونی اصلاح ہے اس کے لئے ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے، شیطان بڑا ہوشیار ہے، مولوی کے ساتھ مولوی بن جاتا ہے اور مولویانہ حیلوں بہانوں سے اسے گمراہ کرتا ہے ایک پیر کا شیطان اور طرح پر چلتا ہے، ایک سیاسی لیڈر کو سیاسی باتیں سکھاتا ہے، یہ ہر وقت ہر حالت میں انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے تاکہ اسے ورغلائے اور جھوٹی نیکی اور اعمال میں سے بناوٹ اس کا اپنا ہو۔ پیچھے سے ہٹانے کا سبب ہے اسے کارگر حملہ اس کا اسی وقت ہوتا ہے جب انسان خود فریبی میں مبتلا ہوتا ہے۔

عقل اور وحی و الہام

آجکل میں ایک دوست کا جواب لکھ رہا ہوں، جو قادیانی جماعت میں پیدا یعنی احمدی تھے، اور اب منحرف ہو کر ایک کتاب انہوں نے احمدیت کے خلاف لکھی ہے، وہ کہتا ہے وحی و الہام ایسے وقت ضروری تھا جب انسانی عقل ابھی پختہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اب جبکہ انسانی عقل پختگی حاصل کر چکی ہے، تو اس کو وحی و الہام یا کسی بیرونی سہارا کی ضرورت نہیں رہی، اور محض عقل کا سہارا کافی ہے۔ میں نے اس کا یہی جواب دیا ہے کہ جب عقل پختہ ہوتی ہے تو شیطان بھی پختہ ہو جاتا ہے، عقل کے پختہ ہونے سے شیطان کا حملہ ختم نہیں ہو گیا شیطان کے ساتھ کشمکش جو انسان کے اندر رہتی ہے لامتناہی ہے وحی و الہام اس شیطانی حملہ سے انسان کو بچاتا ہے، محض عقل اسکو بچا نہیں سکتی۔

روزہ کی نمود و نمائش

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تقوےٰ پیدا ہو، یہ ایسی عبادت ہے کہ اس میں نمود و نمائش نہیں ہوتی، مگر لوگوں نے اس کو بھی نمود کا ذریعہ بنا لیا ہے، روزہ رکھ کر منہ لٹکا کر بیٹھ رہتا، چڑچڑا ہو جاتا، اپنے روزہ کی تشہیر کرتا ہے پھر کئی لوگوں کے دلوں میں اپنے روزہ پر گھمنڈ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک دن میں ریل میں سفر کر رہا تھا، روزوں کے دن تھے، ایک شخص سگرٹ پی رہا تھا، ایک پٹھان بھی اسی کمرہ میں سفر کر رہا تھا اس نے اٹھ کر سگرٹ پینے والے کو ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ میں روزہ دار ہوں؟ اس طرح اپنے روزہ دار ہونے کا اعلان کر کے اور دوسرے کو تکلیف پہنچا کر اس نے روزہ کی غرض و غایت کو کھو دیا، روزہ اور تمام عبادات کا رُخ اسلامی تعلیمات کی رُو سے انسان کے اپنے نفس کی طرف پہلے ہونا چاہیئے، لوگ ظاہری رسم و رواج پورا کر لیتے ہیں اسکی حقیقت کو پا لینا کسی کسی کو آتا ہے۔

احترام مذہب کا غلط طریق

مجھے یاد ہے کہ شروع شروع جب پاکستان بنا تو اس بات پر زور دیا گیا کہ روزہ کا احترام ہونا چاہیئے انہی دنوں کہیں یہ خبر آئی کہ ایک شخص کو روزہ نہ رکھنے یا کھانے پینے کی وجہ سے گدھے پر سوار کر کے پھرایا گیا اور اس کو رسوا کیا گیا تاکہ مذہب کا احترام قائم ہو۔ قرآن احترام مذہب گدھے کے زور سے پیدا کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنی اندرونی اصلاح اور نیکی و تقوےٰ کے ذریعہ سے قائم کرنا چاہتا ہے۔ روزہ کا احترام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر پاکیزگی پیدا ہو، کسی کو مار دینے، کسی کو رسوا کرنے، کسی کو دھوکا دینے، جھوٹ بولنے یا ڈنڈے کے زور سے تو احترام نہیں ہوتا۔

مامور وقت کا انقلابی نظریہ

اس زمانہ میں مامور وقت نے جہاں اور انقلابی نظریئے پیش کئے، وہاں ایک بڑا CONTRIBUTION یہ کیا کہ اس بات کو ذہن نشین کرا دیا کہ اسلام کو جسمانی طاقت کی ضرورت نہیں، یہ وہ چیز ہے جس کو علامہ اقبال مرحوم بھی نہیں سمجھا، وہ یہ خیال کرتے تھے کہ حکومت ہی کے ذریعہ سے اسلام ترقی کر سکتا ہے۔

ختم نبوت کے باوجود الہام کی ضرورت

آپ دیکھئے مامور اکیلا انسان تھا، ساری دنیا مخالف تھی، باوجود اس کے ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے قدم میں لغزش نہ آئی، اسی سرچشمہ سے جو وحی و الہام کا منبع ہے آپ کہتے ہیں نبوت ختم ہو گئی بیشک ٹھیک ہے دین کی تکمیل ہو گئی بالکل سچ ہے، لیکن الہام کی ضرورت پھر بھی باقی ہے، آپ کہتے ہیں رستے تو سارے معلوم ہو گئے، اب کونسی چیز باقی ہے جس کے لئے الہام کی ضرورت ہو، جہاں تک تعلیم کا سوال ہے، یہ بیشک ٹھیک ہے کہ اب کسی نئی تعلیم کی ضرورت نہیں، لیکن تعلیم کے علاوہ اور بھی چیز ہے جسے توفیق اور ہمت کہتے ہیں، نیکی کے کرنے کی طاقت، بدی سے بچنے کی ہمت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتی ہے، اسی لئے الہام کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ حضرت مرزا صاحب میں یہی بات تھی کہ تمام مخالفتوں کے باوجود وہ ہمت و استقلال کا پہاڑ تھا، یہ چیز ہے جس کی طرف ہم سب کو توجہ کرنی چاہیئے

روح کو کمزور کرنے والی غذا اور بیماری

قرآن کریم نے کھول کر بتایا ہے کہ آپ کھانے پینے کا روزہ رکھیں، حج کریں، اس کا کوئی نتیجہ نہیں، جب تک ان کے اندر روح نہ پیدا ہو، اسی لئے فرمایا لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ الخ جس طرح کھانا پینا بند کیا جاتا ہے اسی طرح ضروری ہے کہ اس ذہنی غذا سے بھی پرہیز کیا جائے جو روح کو کمزور کرنے والی ہو، مثلاً احمدیت کے متعلق مولوی جس طرح کہتا ہے اس کو ٹھیک سمجھتے ہوئے اس کا پراپیگنڈا کیا جاتا ہے تو یہ وہ ناپاک ذہنی خوراک ہے، جو روح کو فنا کرنے والی ہے ہماری جماعت کی طرف سے ہزاروں مرتبہ اعلانات ہو چکے ہیں کہ ہم کوئی فرقہ نہیں، نبوت ختم ہو چکی، قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کے اندر نور اور روشنی بھری ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ اس کے یہ حق پسندی نہیں کہ احمدیت کو خلاف اسلام تحریک

قرار دے کر اس کے خلاف ناحق پروپیگنڈا کیا جائے، انکو سوچنا چاہیئے، کہ مولوی لوگ کیوں احمدیوں کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں، عقائد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ پراپیگنڈا خلافِ اسلام ہے، یہ لوگ روزہ رکھکر بھی ناپاک ذہنی غذا کھاتے ہیں جو روزہ کے مقصد کو فوت کر دیتی ہے، روزہ کا مقصد ہے لعلکم تتقون قرآن مسلمانوں کو بہت بلند لے جانا چاہتا ہے

دنیا کی سربلندی دین کے ذریعہ سے

آج بھی اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ معاشرے کی حالت اچھی ہو جائے تو یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ روزہ کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے نیکی اور تقوے کی راہ اختیار کی جائے، ماموروقت نے کیا خوب کہا ہے۔

در انتظاری بنگر کہ چوں شد کار نادانی
کہ از تابیدیں سرچشمۂ دولت شود پیدا

صحابہ کو دیکھو ان کو دنیا کی سربلندی دین کی بدولت ملی، یعنی جب ان کے اندر نیکی اور تقوے پیدا ہو گیا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک انہوں نے استحقاق پیدا کر لیا کہ دنیا کی امامت اور لیڈرشپ اُن کے سپرد کی جائے،

اپنی زندگیوں میں نمایاں انقلاب پیدا کرو

تو نیکی اور تقوے وہ چیز ہے جس کی طرف ہمارے معاشرہ کو توجہ کرنی چاہیئے۔ ہم احمدی شاید دوسروں سے کچھ اچھے ہوں کہ ہم نیک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہماری حالت اور دوسروں کی حالت میں انیس بیس کا ہی فرق ہوگا، حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ جس قوم نے مامور کو پایا، اس کی زندگیوں میں نمایاں انقلاب نظر آئے، ایک چلتا پھرتا تقوے دنیا کے سامنے ہو،

ابتدائی احمدیوں کا نمونہ

وہی دوست جس کا میں جواب لکھ رہا ہوں کہتا ہے آخر احمدیت کی ضرورت ہی کیا ہے، اس کا مشن ہی کیا ہے اب جب ہم ترقی کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں، تو تم احمدیت کو کیا لئے پھرتے ہو، احمدیت نے کیا کیا۔

میں ایک دن علامہ اقبال کی سوانح حیات پڑھ رہا تھا، جو لوگ علامہ کے حالات لکھتے ہیں وہ اُن کے استاد سید میر حسن کا ذکر ضرور کرتے ہیں، اس ضمن میں ایک بات لکھی ہے، سید میر حسن کے ایک بھتیجے میر حامد شاہ تھے، وہ حضرت صاحب کے زمانہ کے پرانے احمدیوں میں سے تھے، بعد میں اُن کا تعلق جماعت قادیان سے ہو گیا اور وہاں کا حکم یہ تھا کہ کسی غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھا جائے وہ ایک دن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے پوچھا اگر آپ کے چچا سید میر حسن فوت ہو جائیں تو کیا اُن کا جنازہ آپ نہیں پڑھیں گے، میر حامد شاہ نے مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ سید میر حسن سے پہلے مجھے موت دے دے تاکہ یہ نوبت ہی نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ سید صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تو جب چچا (سید میر حسن) اُن کے جنازہ میں شامل ہوئے تو انہوں نے کہا آج ہمارے گھر سے نیکی اور تقوے کا جنازہ اٹھ گیا، اس شخص کی ساری زندگی میرے سامنے ہے اور میں کہیں بھی انگلی نہیں رکھ سکتا کہ یہاں کوئی اعتراض کی چیز تھی، یہ تھا اس وقت کے احمدیوں کا نمونہ، یہ وہ چیز تھی جو احمدیت نے پیدا کی ہمیں بھی اس چیز کو زندہ کرنا چاہیئے۔

دوسروں میں تبلیغ سے پہلے اپنے آپکو درست کرو

ہماری کوتاہی یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ دوسروں کو تبلیغ کریں، اپنے آپ کو ہم نہیں دیکھتے حالانکہ دوسروں سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو درست کریں، یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ انگریزوں کو تو ہم مسلمان کریں اور اپنا عمل اچھا نہ ہو، ضروری ہے کہ ہم اپنی طرف زیادہ توجہ کریں علمی بحثوں اور حقائق و معارف سے بڑھکر جھکتی ہوئی چیز جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہے وہ اپنا پاکیزہ نمونہ ہے، خود مسلمان بنو اور دوسروں کو مسلمان بناؤ۔ کہتے ہیں ایک پٹھان کو جو مذہبی جوش آیا تو ایک ہندو کو پکڑ لیا اور کہا کہ بے ایمان، ابھی کلمہ پڑھکر مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہاری خبر لیتا ہوں، اس نے کہا اچھا خان مجھے کلمہ پڑھا دو، یہ سن کر خان سوچ میں پڑ گیا، اور کہنے لگا وہ تو ہم کو بھی نہیں آتا، تو کہیں اس پٹھان والی بات نہ ہو کہ ہم اسلام دوسروں تک تو پہنچانے کے لئے بیتاب .... ہو جاتے ہوں مگر خود اس کی حقیقت کو پانے سے غافل ہوں، اسلام کو اس حقیقی اسلام کو جو احمدیت نے ہمیں دیا ہے پہلے اپنے اندر پیدا کرو، ہمیں اسلام کی اصلیت کو تلاش کرنا چاہیئے، اسی لئے حکم دیا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون، تقوے اختیار کرو، یہی روزہ کی اصلیت ہے۔

رمضان میں نزول قرآن

اس کے بعد اس رکوع میں بتایا ہے کہ یہ بڑا مبارک مہینہ ہے، قرآن اس کے اندر نازل ہوا، دیکھئے کس قدر توجہ دلائی ہے قرآن کی طرف کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کرو، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تقوے کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے، تو رمضان کے مہینہ میں قرآن کریم کا نزول شروع ہو گیا۔

رمضان میں قبولیت دُعا

اس کے بعد بتایا کہ روزہ میں اذا سألك عبادي عني فاني قريب، اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لي وليومنوا بي لعلهم يرشدون، دعا بڑی چیز ہے، احمدیت کا امتیازی نشان دعا ہے۔ جس کو مسلمانوں نے بہت کم قیمت بنایا ہوا ہے۔ خدا سے ہمکلامی، خدا ہماری دعاؤں کو سنتا ہے، یہ احمدیت کے خصائص ہیں۔

احمدیت نے اسلام کو اصلی شکل میں زندہ کیا

احمدیہ تحریک کوئی نئی چیز تو لائی نہیں، لیکن ایک رنگ میں اس کی تعلیمات نئی ہیں کیونکہ مسلمان اسلام کی ان تعلیمات کو بھول چکے تھے احمدیت نے انکو دوبارہ اپنی اصلی شکل میں زندہ کیا جو مسلمانوں کے لئے نئی تھی۔ احمدیت کا مشن سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ اس کھوئے ہوئے راستے کی جو نبی کریمؐ اور صحابہ کے عہد میں روشن ہوا دوبارہ کھوج لگایا جائے۔ ہم لوگوں کو جنہوں نے مامورِ وقت کو دیکھا ہے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

وفاتِ مسیح وغیرہ پر بحث بے مصرف ہے

اب احمدیت کی بہت سی چیزیں ہیں، جن پر بحث کرنا بے مصرف ہو چکا ہے، مثلاً مسیح کی وفات کا مسئلہ دجال اور یاجوج ماجوج اور بعض دوسرے مسائل جو احمدیت لائی، ان کو مسلمان اور عیسائی عموماً تسلیم کر چکے ہیں، سمجھدار عیسائی اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ خدا کا بیٹا ہونا اور مخلوق کے گناہوں کے لئے کفارہ ہونا وغیرہ باتیں محض افسانہ تھیں، تو احمدیت کی ان چیزوں پر بحث بہت حد تک اب بے مصرف ہو چکی ہے،

بے مصرف نہ ہونیوالی بات جس پر مامور نے زور دیا

ایک بات جو کبھی بے مصرف نہ ہوگی وہ تقوے ہے، اور اسی پر مامورِ وقت نے بڑا زور دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے معاشرے میں تقوے کا ایسا عملی نمونہ دکھائیں جو عام معاشرہ سے بلند ہو، ہماری زندگیوں میں تقوے نہیں تو کچھ نہیں، آپ مامورِ وقت کی کتابیں پڑھیں، جن میں بار بار تقوے کی یا نیک راہوں پر چلنے کی نصیحت کی گئی، اگر آپ ایک نیک معاشرہ پیدا کریں تو یہ احمدیت کی صداقت کا ایسا ثبوت ہے جس کا کوئی جواب نہیں، اس رمضان سے یہی سبق حاصل کریں تو یہ بہت بڑی بات ہے، یہ ٹریننگ کا مہینہ ہے، دیکھنا چاہیئے کہ خدا و رسول کے منشاء کو ہم نے کہاں تک پورا کیا ہے یہ جو احمدیت کا لیبل لگا رکھا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں جب تک عملی نمونہ نہ ہو۔

ہمارا اجتماعی معاشرہ قرآنی رنگ میں رنگین ہو

قرآن سے بڑھکر معرفت الٰہی کی کوئی کتاب نہیں ہو سکتی مگر اس کے ہوتے ہوئے اسلامی زندگی پیدا ہونے میں نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ اسلامی زندگی پیدا کرنے کے لئے معاشرہ میں قرآنی فضا کی ضرورت ہے، نبی کریمؐ کے زمانہ میں وہ فضا قائم ہوئی تھی، حضرت مرزا صاحب کی کتب نے اسلامی اقدار کو اجاگر کیا۔ مگر یہ ساری کتب بھی ہم میں وہ تقوے پیدا نہیں کر سکتیں جو مامورِ زمانہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ یہ مقصد بھی اسی وقت حاصل ہو سکے گا جب ہمارا اجتماعی معاشرہ قرآنی رنگ میں رنگین ہو۔ مامورِ زمانہ تقوے اور معرفت الٰہی کے جس بلند مقام پر ہمیں لے جانا چاہتے تھے۔ اس کا ہمیں کما حقہٗ احساس نہیں رہا۔ ہم نے اس کی وہ قدر نہیں کی جیسی قدر ہونی چاہیئے آپ نے سچ کہا تھا۔

امروز قوم من نشناسد مقام من
فردا بگریہ یاد کنند وقت خوشترم

میں معافی مانگتا ہوں، میرا یہ منشا نہیں کہ آپ کو وعظ کروں میں نے اپنے آپ کو بھی وعظ کیا ہے۔

کیا احمدیت ترقیٔ معکوس ہے یا زمانہ کی پکار؟

ملک محمد جعفر صاحب مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

محمد یعقوب خان

(۷)

ملک صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -
گذشتہ مکتوب کسی قدر لمبا ہو گیا - میں چاہتا تھا کہ وحی کے بارے میں تصویر کے دونوں پہلو بیک وقت سامنے آجاویں - آپ کے نظریہ ارتقاء کے رُو سے وحی کا کام یہ تھا کہ انسان کو اپنے ماحول پر قابو پانے کے قابل بنائے اور چونکہ عقل کی بتدریج پختگی سے یہ کام بھی بذریعہ احسن عقل نے سنبھال لیا اس لئے وحی ایک بے مصرف چیز ہو کر رہ گئی - قرآنی نظریہ کے رُو سے وحی کا کام نیک و بد میں تمیز کرنا سکھانا تھا اور بدی کی قوتوں کے بالمقابل نیکی کی قوتوں کو ابھارنا اور مستحکم کرنا تھا - اور یہ کشمکش اب بھی ویسے ہی جاری ہے جیسے آدم و حوا کے وقت میں، گو شکل ممکن ہے بدل گئی ہو، اس لئے وحی کی انسانیت کے لئے ضرورت بدستور موجود ہے - بلکہ قرآن میں وحی کا نقطۂ کمال تک پہنچ جانا ہی بتاتا ہے کہ اب انسانیت ایک ایسے دَور میں داخل ہوئی ہے جبکہ شیطانی قوتیں بھی زوروں پر ہیں اور اس لئے ازمنہ ماسبق کی نسبت وحی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے -

دَورِ حاضر کی بیماریوں کا علاج احمدیت میں

میں نہیں کہہ سکتا کہ میں یہ قرآنی نظریہ ثابت کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں، اگر آپ کو میرے استدلال میں کوئی جان نظر آتی ہے تو آپ کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ احمدیت جو خدا سے ہمکلامی کی اس دورِ جدید میں **ایک ہی تحریک** ہے ایک ضرورتِ حقہ کو پورا کرتی ہے - بلکہ میں کھول کر کہوں گا کہ اگر حضرت مرزا صاحب خدا سے ہمکلامی کا نظارہ دنیا کے سامنے پیش نہ کرتے تو زمانہ حال کے لئے ان کا آنا نہ آنا برابر ہوتا - یہ زمانہ انکارِ خدا کا زمانہ ہے، عجائبات سائنس نے خدا کے نقش کو ہی قلوب سے مٹا دیا ہے - یہ زمانہ زبانِ حال سے پکار رہا ہے کہ میرے زہر کا اگر کوئی تریاق ہے تو وہ صرف خدا سے ہمکلامی میں ہے - اس لئے میں پورے اطمینان اور یقین سے عرض کرتا ہوں کہ اور کوئی تحریک سوائے احمدیہ تحریک کے دورِ حاضر کی بیماریوں کا مداوا نہیں ہو سکتی -

اسلام کی تصویر جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کی

اسلام کی جو تصویر ہمارے علماء کرام پیش کرتے ہیں اس کو عقلِ سلیم دھکے دیتی ہے - صرف ایک ہی تصویر ایسی ہے جو دلوں کو کھا جانے والی ہے - یہ وہ تصویر ہے جو حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالےٰ سے روشنی پا کر دنیا کے سامنے پیش کی - آپ تو گھر کے بھیدی ہیں - جلسہ مذاہب والی تقریر آپ نے کئی دفعہ پڑھی ہو گی - بنابریں یہ کس سرچشمہ کی نشاندہی کرتی ہے - جو تقریر اپنی روحانیت کا ایک گہرا نقش مسلم اور غیر مسلم ہر دو کے قلب پر چھوڑ جاتی ہے - کیا وہ کسی منصوبہ بازی یا خود فریبی کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟ اگر آپ مرزا صاحب سے ناانصافی کرنے پر تلے نہیں ہیں تو یہ ایک تقریر ہی یہ اندازہ کرنے کے لئے کافی ہونی چاہیئے کہ وہ آسمانی چشمہ سے سیراب ہوئے تھے اور وہی آبِ حیات دوسروں تک پہنچانا چاہتے تھے -

خدائے بے نشان کی نشاندہی الہامِ الٰہی سے

اسلام کی جو تصویر حضرت مرزا صاحب نے دنیا کے سامنے پیش کی، وہ قلبِ انسانی کی عمیق گہرائیوں کے تقاضوں کو پورا کرنے والی تھی، مگر باایں ہمہ دلپذیری یہ تصویر نامکمل ہوتی اگر وہ خدا سے ہمکلامی کے اپنے تجربات دنیا کے سامنے پیش نہ کرتے - اس تجرباتی دَور میں یہ عین وقت کے تقاضے کا جواب تھا کہ مرزا صاحب نے ببانگِ دہل اعلان کیا کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے، میری دعائیں سنتا ہے اور مجھے امورِ غیبیہ کی قبل از وقت اطلاع دیتا ہے تاکہ دنیا پر اس کی ہستی کی حجت قائم ہو، جس اہتمام سے مرزا صاحب اپنی دعاؤں، الہامات اور پیشگوئیوں کو قبل از وقت لکھواتے رہے اور نقد انعامات اور مباہلوں کے ساتھ ان کی اہمیت ذہن نشین کرتے رہے اور پھر ان کے پورا ہونے پر انہیں مشتہر کرتے رہے، وہ اُن کے مشن کے لحاظ سے ضروری تھا، اور اگر ایسا نہ کرتے تو اپنے مشن میں کوتاہی کرتے - وہ مشن صرف اس قدر تھا کہ کسی طرح خدائے بے نشان کی نشاندہی ہو سکے جس کی ہستی ایک قصۂ پارینہ بن گئی تھی -

مغرب کے بلند پایہ سائنسدان خدا کی تلاش میں

ملک صاحب، اس وقت انسانی تفکر ایک نئے دور میں قدم رکھ رہا ہے جو روحانیت کا دَور ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر علامہ اقبال ہمارے درمیان اس وقت موجود ہوتے تو ان کی روح وجد میں آتی جب وہ دیکھتے کہ مغربی مفکرین کا ہراول دستہ جن نئی فضاؤں میں مصروفِ پرواز ہے، وہ وہی فضائیں ہیں جن سے مکمل شکل میں قرآن نے دنیا کو روشناس کیا - جن کا مرکزی نقطہ خدا کی ہستی اور اس سے انسان کا براہِ راست تعلق ہے - ان نئے پیدا شدہ حالات میں وہ اپنا یہ نظریہ کہ وحی ایک بے مصرف چیز ہے، تبدیل کرتے - میرے پاس یہ یقین کرنے کے لئے ٹھوس وجوہات ہیں کہ مغرب کے بلند پایہ محققین اور سائنسدان اب اسی انہماک سے خدا کی تلاش میں نکلے ہیں جیسے کبھی یہ لوگ نئے ممالک یا براعظم یا معدنیات دریافت کرنے کے لئے نکلے تھے - عالم روحانیات کو وہ ایک نیا براعظم تصور کرنے لگے ہیں جو بقول ان کے ابھی دریافت (discover) کرنا باقی ہے اور وہ پوری سائنٹیفک تکنیک سے مسلح ہو کر اس میدان میں جستجو (research) کر رہے ہیں -

ایک سائنسدان کے سوالات

ایک بڑا سائنسدان جو ایم اے - پی ایچ ڈی اور ڈاکٹر آف سائنس (D.Sc.) کی ڈگریاں رکھتا ہے اور ساری عمر ایک یونیورسٹی میں پروفیسر فزکس رہا ہے اپنی کتاب The Imprisoned Splendour کے دیباچہ میں لکھتا ہے :-

"بہت کم لوگ ہیں جنہیں سنجیدگی سے اور تواتر سے یہ خیال آتا ہو کہ اپنے آپ سے یہ پوچھیں کہ ہم کیوں معرضِ وجود میں آئے ہیں - اور کہ جس دنیا میں ہم رہتے ہیں وہ کیسی دنیا ہے یا یہ کہ یہ دنیا ہے ہی کیوں؟ ان سوالات کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ فلسفیوں کی دلچسپی کی چیزیں ہیں جن کا عملی زندگی سے سروکار نہیں، میں یہ اہلیت تو نہیں رکھتا کہ اپنے آپ کو اس جیدہ طبقہ میں شمار کروں - تاہم میرے لئے یہ سوالات محض نظریاتی ...... (academic) نہیں ہیں یہ سوالات میرے اندازِ فکر اور میری زندگی کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں - اگر مجھے کہا جائے کہ یا ان سوالات کے قابلِ اعتماد اور تشفی بخش جوابات لے لو یا جزائر غرب الہند کا سارا سونا لے لو تو میں ان سوالات کے جوابات کو ترجیح دوں گا - یہ جاننا (to know) ——— نہ کہ محض اعتقاد، نہ محض امید، نہ محض ایمان ——— بلکہ یہ **جاننا** (to know) کہ یہ کائنات ہماری بھلائی کی کائنات ہے، کہ (زندگی کے تیس) جا ترا پر ہم گامزن ہیں اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آ سکتی ہے، اور یہ کہ اشیاء کے قلب میں محبت کا جذبہ کارفرما ہے - یہ وہ علم ہے جس کے لئے میں ابھی تک مصروفِ جستجو ہوں اور اس بیش بہا موتی کے لئے میں بڑی خوشی سے ہر ایک دوسرا علم بطور تبادلہ دینے کے لئے تیار ہوں"

احمدیہ تحریک میں ان سوالات کے یقینی جوابات

یہ میں نے محض ایک مثال پیش کی ہے کہ آپ کو اس دنیا کی دلی دھڑکنوں کا اندازہ ہو سکے جس کو آپ "ترقی یافتہ" دنیا سمجھتے ہیں اور جس "ترقی" کا واسطہ دے کر آپ احمدی

نوجوانوں کو احمدیت سے بغاوت پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں — اس مشہور و معروف سائنس دان کے نزدیک سب سے بڑی دولت وہ یقینی ذاتی علم ہے جو اس زندگی کے پُر اسرار ڈرامے کی نقاب کشائی کر سکے۔ اس کے بالمقابل سب دولت ہیچ ہے۔ سب علوم ہیچ ہیں، آپ ہی فرمایئے ان سوالات کا جواب سوائے احمدیہ تحریک کے کہیں نظر آتا ہے؟ مرزا صاحب کا ذاتی تجربہ کہ اس کائنات کے پیچھے ایک حقیقی ہستی ہے، جس کا علم انہیں صرف عقلی قیاس آرائیوں سے نہیں ہوا بلکہ خود اس ہستی کی طرف سے انا الموجود کی آواز سے ہوا۔ ایک ہی چیز ہے جس سے دورِ حاضرہ کے سائنس زدہ انسان کی روحانی پیاس بجھ سکتی ہے۔

موجودہ زمانہ کی بے یقینی کا علاج احمدیت ہے

بے یقینی اور بے خدائی کی بیماری نے جو وبائی صورت اس زمانہ میں اختیار کی ہے اس کی مثال پہلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ اور اس لحاظ سے کہ موجودہ دور میں سائنس نے ایک بے پناہ تباہ کن طاقت انسان کے ہاتھ میں دے دی ہے اس روحانی خلا کے جو موجودہ تہذیب میں پیدا ہو چکا ہے، نتائج بھی ایسے خطرناک ہو سکتے ہیں جس سے یہ ساری تہذیب جل کر ایک خاکستر کا ڈھیر بن جائے۔ اس بے یقینی کا واحد علاج وہی ہے جسے آپ "ترقی معکوس" کا طعنہ دے رہے ہیں یعنی **خدا سے ہمکلامی**، حضرت مرزا صاحب کا یہ شعر نبضِ زمانہ کی بالکل صحیح تشخیص اور علاج پیش کرتا ہے ؎

ایں آتشے کہ دامنِ آخر زمان بسوخت
از بہرِ چارہ آتش بجز ابرِ کوثرم

موجودہ دور ترقیات میں تسکین قلب کا فقدان

ملک صاحب، مجھے آپ جیسے ذہین آدمی پر تعجب آتا ہے کہ آپ کی نظر "ترقی" کے کن ابتدائی تصورات میں اٹک کر رہ گئی، جس چیز کو آپ "ترقی" کہتے ہیں اور جس پر مغربی سائنس کو بڑا ناز ہے اس کا نچوڑ کیا اسی قدر نہیں ہے کہ ہمیں روزمرہ کی زندگی میں زیادہ سہولتیں مہیا ہو گئی ہیں، اونٹ یا گھوڑے کی بجائے موٹر کار کی سواری ہے، یا کھانا پکانے اور کپڑے دھونے کا کام ہم مشینوں سے لینے لگے ہیں۔ اس سے ہمیں تن آسانی تو ضرور حاصل ہوئی مگر کیا تسکین قلب بھی ہاتھ آئی جو زندگی کی حقیقی خوشی اور راحت ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ جس قدر سہولتوں میں زیادتی ہونے لگی تسکینِ قلب اسی قدر مفقود ہوتی گئی اور موجودہ دور کا انسان باوجود اس کثرت ساز و سامان کے جس قدر پریشان خاطر اور سراسیمہ ہے شاید ہی پہلے کبھی ایسا ہوا ہو —— یہ ہے وہ آخری زمانے کا فتنہ جس سے تمام انبیاء نے ڈرایا تھا اور جس کا نقشہ نبی کریمؐ کی کشفی نگاہ نے استعارہ کی زبان میں **دجّال** کے جامع اور بلیغ لفظ میں کھینچا تھا۔

احادیث میں دورِ فتن کے کشفی نظارے

آپ نے ایک پورے باب میں اس مثالی (تصویر کا مذاق اُڑایا ہے) جو احادیث میں اس دورِ پرفتن کی کھینچی ہوئی ہے تعجب ہے کہ آپ باایں ہمہ ذہانت و فطانت یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ کشفی نظارہ کشفی نظارہ ہوتا ہے جو ہمیشہ تصویری زبان میں ہوتا ہے اور محض اس لئے کہ ان کی بعض تفصیلات کی ظاہری شکل عجوبہ معلوم ہوتی ہے آپ احادیث کے اس تمام ذخیرہ کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل سمجھتے ہیں — حالانکہ آپ آگے چل کر خود تسلیم کرتے ہیں کہ:—

"احادیث کا صحیح یا موضوع ہونا بعض شہادتی امور کے قابلِ اعتبار ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ ہے۔ اگر کوئی حدیث شہادت کی میزان پر پوری اترتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس میں دی ہوئی خبر وہی قول ہے جو رسول کریم صلعم نے بیان کیا اور صحابہ اور تابعین اور محدثین کے ذریعہ ہم تک پہنچ گیا۔ اس صورت میں اس پر بلا چون و چرا اور من و عن ایمان لانا چاہیئے۔ اس کے برعکس اگر روایت اور درایت کے اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت صحیح ہے تو اس صورت میں اس کا کوئی حصہ بھی قابل قبول نہ ہوگا"۔

(صـــ ۱۳۷)

آپ نے دجّال، ابن صیاد، جساسہ، نزول مسیح، دمشق کا منارہ وغیرہ موضوعات پر بڑا زورِ قلم دکھایا ہے ان کو بے حقیقت ثابت کرنے پر تقریبًا ایک سو صفحات سیاہ کئے ہیں مگر خود آپ کے مندرجہ بالا قائم کردہ اصول کے مطابق یہ سب کی سب باتیں شہادت کی میزان پر پوری اُترتی ہیں اور ہمیں سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ان کو رسول اللہ صلعم کا قول تسلیم کریں۔

ان کشفی نظاروں کو لفظی معنوں میں لینے کی غلطی

اس بارے میں ایک دوسری غلطی آپ یہ کرتے ہیں کہ آپ چاہتے ہیں کہ ان حدیثوں کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر انہیں لفظی معنوں میں لینا چاہیئے اور انکی تاویل نہیں ہونی چاہیئے۔ دجّال کا گدھا بھی گدھا ہی ہونا چاہیئے دمشق بھی دمشق ہی ہونا چاہیئے، اس کا منارہ بھی منارہ ہونا چاہیئے مسیح بھی ابن مریم ہی ہونا چاہیئے۔ اس کا اترنا بھی جسمانی اترنا ہونا چاہیئے، دو زرد چادریں بھی کپڑے کی چادریں ہی ہونی چاہئیں جو زیب تن ہوں گی اور فرشتوں کے پر بھی سچ مچ پر ہونے چاہئیں جن پر وہ اتریں گے۔ تعجب ہے کہ آپ جیسا فہیم آدمی اور یہ مطالبات۔ مگر آپ کو احمدیت کی پوزیشن پر یہی اعتراض ہے کہ اگر ان احادیث کو مانتے ہو تو لفظی معنوں میں مانو، ان کی توجیہہ اور تاویل کیوں کرتے ہو۔ آپ فرماتے ہیں:—

مرزا صاحب نے حدیث میں سے دجال، مسیح، دمشق، منارہ بیضا وغیرہ چند الفاظ لئے ہیں اور انکو کھینچ تان کر جو معنی اپنے حالات کے مناسب معلوم ہوتے ہیں کر دیئے ہیں اور احادیث کے اصل مضمون کو رد کر دیا ہے"

اس بناء پر آپ احمدی نوجوانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ:—

"وہ کیوں خالی الذہن ہو کر معاملے کو نہیں سوچتے۔ احادیث کے معتقدین کا مسلک سمجھ میں آسکتا ہے اسی طرح ان کا انکار کرنے والوں کا موقف بھی قابل فہم ہے آپ ان میں سے کسی فریق کا ساتھ دے سکتے ہیں لیکن یہ راہ اختیار کرنا کیونکر جائز ہے کہ احادیث کا انکار کرتے ہوئے ان پر ہی اپنا عقیدہ کی بنیاد قائم کی جائے"

استعارات کی تاویل انکارِ حدیث نہیں

ملک صاحب، یہ معمولی سی بات آپ کے لئے کیوں ایک ناقابلِ فہم الجھن بن گئی ہے۔ استعارات کی تاویل سے انکار حدیث لازم نہیں آتا۔ آپ ہماری طرف انکار محض اس لئے منسوب کرتے ہیں کہ ہم انہیں لفظی معنوں میں کیوں نہیں لیتے اور ان کی تاویل کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ مجاز اور استعارہ کو لفظی معنوں پر محمول کیا جائے، خود قرآن جگہ جگہ رؤیا اور اس کی تاویل کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت یوسف نے رؤیا میں دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے مجھے سجدہ کیا۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے مصر میں انکو منصب حکومت پر سرفراز کیا اور انکے والدین اور بھائی بھی وہاں اُن سے جا ملے تو سب نے مل کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اسی کو حضرت یوسف کہتے ہیں **یٰاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ** یہ ہے میرے خواب کی تعبیر — اسی طرح قرآن میں بادشاہ مصر کے خواب کا ذکر ہے جس میں اس نے دیکھا کہ سات موٹی گائیں سات دُبلی گائیوں کو نگل رہی ہیں اور سات ہرے خوشے ہیں اور سات سوکھے۔ حضرت یوسف نے اس کی تاویل یہ کر دی کہ سات خوشحالی کے سال ہوں گے ان میں غلہ بچا کے رکھو تا کہ سات قحط کے سالوں میں تمہارے کام آئے۔ اسی طرح قید خانے میں حضرت یوسف کے دو نوجوان ساتھیوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف نے ان کی تعبیر کر کے دی۔

مرزا صاحب نے جو تاویل کی اس سے بہتر کوئی نہیں

ملک صاحب، آپ کو خوابوں کی باتیں قصہ کہانی معلوم ہوں تو علیحدہ بات ہے۔ مگر قرآن تو خوابوں اور ان کی تاویل کو ایک باقاعدہ علم قرار دیتا ہے۔ دجّال اور نزول مسیح اور دمشق اور منارہ وغیرہ یہ سب کچھ بہرحال کشفی نظارے تھے اور حضرت مرزا صاحب کا انکی تاویل کرنا عین سنت اللہ کے مطابق ہے۔ اور یہ تو زمانہ نے مان لیا ہے کہ جو تاویل ان معمہ نما ہائے سربستہ کی مرزا صاحب نے پیش کی اس سے بہتر ان کی کوئی تاویل

ممکن ہی نہیں۔ آپ چاہیں تو ان احادیث کو افسانہ سمجھیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک عارف کی نگاہ میں ان سے نبی کریمؐ کی عظمت کو اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ان کشفی نظاروں میں انہیں اللہ تعالےٰ نے اس آنے والے دور کا بھی نقشہ دکھایا۔

آنیوالے حقائق تصویری پردوں میں کیوں؟

آپ بڑی بے تکلفی سے کہہ دیتے ہیں کہ بھلا اتنے بڑے فتنہ کو اور اتنے بڑے انقلابی واقعہ کو جو خروجِ دجّال اور نزول مسیح کے ساتھ وابستہ ہے کھلے الفاظ میں کیوں نہ بیان کیا اور کیوں ان حقائق کو تصویری زبان کے پردوں میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ میری گذارش ہے، کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ یہی سنت اللہ ہے، یہی اللہ تعالےٰ کا طریق ہے، اسی میں ہماری ایمانی ترقی کا راز ہے، اعتراض کرنے والوں نے تو یہ بھی اعتراض کیا کہ اے پیغمبر تو جو ہمیں خدا کی طرف بلاتا ہے تو کیوں نہیں خدا ایسا کرتا کہ ایک فرشتہ ہمارے سامنے آسمان سے اتارے جو تیری طرف پیغام لاتا ہو۔ یا تو ہمارے لئے چشمے جاری کرے یا تیرے پاس باغات ہوں اور سونے چاندی کے ڈھیر ہوں تاکہ ہمیں ایمان لانے میں آسانی ہو۔ اس کا جواب یہی ملتا ہے کہ سبحان اللہ۔ اللہ تعالےٰ ایسی باتوں سے پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہوں، جو تمہارے پاس خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ دجّال اور نزول مسیح کے متعلق آپ کے اعتراضات اسی نوعیت کے ہیں آپ کہتے ہیں کہ ان میں ابہام کیوں ہے، ان کی تاویل کیوں کی گئی۔ کیا آپ سچ مچ یہ توقع رکھتے ہیں کہ احادیث میں یا قرآن ہی میں بدیں الفاظ بتا دیا جاتا کہ اس کرۂ ارض پر ایک ملک ہندوستان ہوگا، وہاں ایک موضع قادیان ہوگا جو لاہور سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہوگا، وہاں ایک شخص مرزا غلام احمد پیدا ہوگا وہی درحقیقت آنے والا مسیح ہوگا۔ خدا کے لئے تو یہ سب تفصیلات دے دینا مشکل نہ تھا۔ دور کیوں جاویں خدا کے لئے تو یہ بھی بڑا آسان ہے کہ اس سب جھگڑے کو ختم کر دے اور اب غیب سے ایک آواز بھیجدے جو ہر ایک کو سنائی دے جس میں یہ بتائے کہ ان پیشگوئیوں کی حقیقت کیا ہے۔

خروجِ دجّال اور نزول مسیح کی احادیث تعاملِ قولی کی حیثیت رکھتی ہیں

آپ کا یہ مطالبہ بھی صحیح نہیں کہ خروجِ دجّال اور نزول مسیح کی احادیث اگر قبول کرتی ہیں تو ساری تفصیلات کے ساتھ قبول کرنی چاہئیں۔ تفصیلات میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے، انسانی حافظہ ایک واقعہ کو تو محفوظ کر لیتا ہے مگر اس کی تفصیلات کی طرف کم توجہ دیتا ہے ممکن ہے جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے، راویوں کے حافظوں سے غلطی ہو گئی ہو، مگر تفصیلات میں ایسی چیزوں کا ہونا جن کی کوئی معقول توجیہہ آپ کے نزدیک نہیں ہو سکتی خود ایسے دو عظیم واقعات جن کے متعلق امت میں ابتداء سے ہی تواتر پایا جاتا ہو، ساقط الاعتبار نہیں کر سکتا، اگر تواتر کی شہادت مسترد کی جاسکے تو غالباً ارکانِ اسلام اور تاریخ اسلام کے بیشتر حصہ کو جواب دینا پڑے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تواتر کی شہادت ہی ایک ناقابل تردید شہادت ہو سکتی ہے، اور ان ہر دو آنے والے واقعات (خروج دجّال اور نزول مسیح) کو بلحاظ تواتر وہی مقام حاصل ہے جو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے ارکان کی تفصیلات کا۔ ان کے متعلق یہ حتمی فتویٰ کہ رسول کریم صلعم نے ہر دو کے ظہور کی خبر دی اس لئے نہیں کہ احادیث کی مسلمہ مستند مجموعوں میں ان کا ذکر ہے بلکہ ان مجموعوں میں ان کا ذکر اس لئے ہے کہ امت میں ان ہر دو کا ظہور زبان زد عام چلا آ رہا تھا جو اس بات کی ایک ناقابل تردید شہادت تھی کہ ان کا منبع نبی کریمؐ کی زبانِ حق ترجمان تھی، آئمہ حدیث مجبور تھے کہ ایسی متفق علیہ روایتوں کو اپنے مجموعوں میں جگہ دیتے۔ مرزا صاحب نے اس تواتر کے لئے تعاملِ قولی کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ آپ اس پر بھی معترض ہیں، آپ کا کہنا ہے کہ تعامل صرف فعلی ہی ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض برائے اعتراض کی ایک مثال ہے۔ لکھنے والے کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ امت میں ان واقعات کے ظہور کی خبر تواتر کے ساتھ چلی آتی تھی، جب آپ کو اس مفہوم کا انکار نہیں تو پھر آپ ایسے تصورات کو جن کا ماخذ قطعیت کے ساتھ رسالتمآبؐ تک پہنچتا ہے کس طرح مسترد کر سکتے ہیں، یہ اشتباہ کہ یہ مجوسی تصورات ہیں جو بعد میں مسلمانوں میں داخل ہوئے اس صورت میں قابلِ غور ہو سکتا اگر تواتر کا سلسلہ خود عہدِ رسالت تک نہ پہنچتا۔

نزولِ مسیح کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں؟

ملک صاحب، آپ کے مطالبات بعض وقت عجیب و غریب ہونے کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ نزولِ مسیح کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں؟ آپ ہی فرمایئے کہ اس میں احمدی بیچاروں کا کیا قصور ہے اگر قرآن کے نازل کرنے والے نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ خدا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور اگر ہمارا فہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہو تو قصور ہمارے فہم کا ہی سمجھنا چاہیئے، آپ کئی مرتبہ یہ طریق استدلال بھی اختیار کر لیتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں یوں کیوں ہے، یوں ہونا چاہیئے تھا۔ میری دانست میں یہ انسانی عقل پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کرنا ہے۔ ہماری عقل خود کئی قسم کی حدبندیوں میں جکڑی ہوئی ہے شایان یہ ہے کہ بجائے خدا یا رسول کو مشورہ دینے کے ان کے پُرحکمت اقوال و افعال کی کنہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم نے موسےٰ اور خضر کے مکالمے میں اسی قسم کے سیرانہ اعتراضات کی غلطی بیان کی ہے۔ وہی افعال جو حضرت موسےٰ کو قابلِ اعتراض نظر آتے تھے خدائی علم میں (جیسے بعد میں معلوم ہوا) اپنے اندر بہت بڑی حکمت رکھتے تھے۔ بہرحال اگر قرآن میں نزولِ مسیح کا ذکر ظاہری الفاظ میں نہیں آیا تو مجددین کا ذکر کہاں ہے؟ کیا آپ اس بناء پر مجددین کے سلسلہ سے بھی انکار کریں گے جو امت میں ایک مسلمہ حقیقت چلی آ رہی ہے۔ سرہند کے حضرت شیخ احمد رحؒ تو عرفِ عام میں مجددِ الف ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔

پیشگوئی میں ابہام کا ہونا ضروری ہے

ایک اور اسی قسم کا عجیب و غریب مطالبہ آپ کا یہ ہے کہ اگر نبی کریمؐ کو مستقبل کے متعلق کوئی پیشگوئی کرنی ہی تھی تو ایسے الفاظ میں کرتے کہ ان کے مخاطب اسے سمجھ بھی سکتے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> "سنجیدہ کلام کا اوّلین مقصد مخاطب کو اپنا ما فی الضمیر سمجھانا ہوتا ہے نہ کہ اس کو گمراہ کیا جائے۔ کیا رسول کریمؐ کا منصب یہ تھا کہ مستقبل کی نسبت پیشگوئی کرتے تو ایک مسلسل پہیلی ہوتی اور امت کا کوئی آدمی اس کا مطلب نہ پا سکتا؟"

معاف کیجئے، آپ کے اس نظریئے کی زد تو خود قرآن پر بھی پڑے گی، کیا متشابہات قسم کی آیات کے متعلق مفسرین میں اختلاف آ جانے کی وجہ سے آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا مفہوم کیوں واضح نہیں کیا؟ خود وفات و حیات مسیح کو لیجئے ایک ہی قرآنی آیات سے بعض مفسرین انہیں وفات یافتہ اور بعض زندہ سمجھتے ہیں۔

پیشگوئی میں ابہام ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتا ہے

پیشگوئی میں تو ابہام کا ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ پیشگوئی ہی نہ رہے گی۔ اس کی پوری حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب وہ پوری ہو جاتی ہے۔ اور یہی طریق ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتا ہے جو پیشگوئی کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں اگر پیشگوئی میں گدھے کی بجائے ریل گاڑی کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہوتا تو اس کا سارا لطف ہی جاتا رہتا۔ اگر یہ بھی وضاحت سے بتایا ہوتا کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا اور ملک ہندوستان میں پیدا ہوگا تو بھی تعیین میں آسانی ہوتی مگر یہ پیرایہ ایمان افروز تو نہ ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان پیشگوئیوں کو نبی کریمؐ کا ان معنوں میں کلام کہنا جیسے وہ دینی امور لوگوں کو سمجھانے کے لئے استعمال کرتے تھے صحیح نہیں۔ یہ پیشگوئیاں نظارے ہیں جو نبی کریمؐ کو دکھائے گئے، یہ نظارے قلبِ نبوت پر تصویری زبان میں منکشف کئے گئے۔ اور اسی طرح نبی کریمؐ نے انہیں بیان کر دیا۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ چونکہ ان میں ابہام ہے اس لئے وہ نبی کریمؐ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں۔

ابہام کے پُرحکمت ہونیکا اعتراف

ایک جگہ آپ خود بعض آنے والے واقعات کے متعلق آسمانی نوشتوں میں ابہام کو ایک پُرحکمت چیز قرار دیتے ہیں۔ قیامت کے متعلق قرآن کریم میں جو محض اشارات پائے جاتے ہیں ان کی توجیہہ آپ یوں فرماتے ہیں:

> "قرآن میں اس دور کے بیان میں نہایت درجہ کا اجمال پایا جاتا ہے۔ ایسا کرنا ناگزیر بھی تھا

تھا اور مبنی برحکمت بھی، ناگزیر اس لئے کہ انسان کے لئے نامعلوم حالات کے ادراک کی استعداد غیر محدود نہیں ہے اس لئے ان حالات کا ایک دھندلا سا خاکہ بھی موجود اور محسوس اشیاء کے معیار کو سامنے رکھ کر ہی ذہن میں لاسکتے ہیں .... اس لئے قیامت کی نسبت قرآنی بیان سے زیادہ تفصیل ممکن ہی نہ تھی اور ہمارے نزدیک یہ حالات پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہونا مناسب بھی نہ تھا، آخری منزل کے بارے میں ابہام اور حجاب انسان کی متجسس فطرت کے لئے ترقی کے محرک ہیں"

(صـــ ۱۳۴)

دجّال اور خرِ دجّال کا پُرحکمت نقشہ

آپ اسی کلیہ کو احادیث خروج دجّال اور نزول مسیح پر کیوں چسپاں نہیں فرماتے؟ وہاں کیوں توقع کرتے ہیں کہ دجّال کی کوئی معین تصویر کھینچکر رکھ دی جاتی۔ جو نقشہ دیا گیا ہے اس پر غور فرمادیں کہ کس قدر پُرحکمت ہے محض ایک لفظ ہیں کہ وہ ایک آنکھ سے "کانا" ہوگا اور دوسری آنکھ بڑی روشن ہوگی، سارے موجودہ مغربی تہذیب کا نچوڑ پیش کردیا گیا ہے جو مادی ترقیات میں تو بے نظیر ہے مگر روحانی اقدار کی طرف اس کی آنکھ بلکل بند ہے ـــ گدھے پر اسے کیوں سوار کیا اس میں آپ ہی کوئی بہتر طبع آزمائی فرمادیں۔ اگر آپکو ریل گاڑی پسند نہیں تو اور کچھ تعبیر کرکے دکھائیے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ اگر آپ مرزا صاحب کی توجیہہ کو مان کر دجّال کے "گدھے" پر یعنی ریل گاڑی ایمان نہیں لاتے تو گویا آپ مرزا صاحب کے منکر ہوئے ایک توجیہہ ہے جو مرزا صاحب نے کردی ہے آپ چاہیں آزمائیں اس سے دجّال کے واقعہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

خرِ دجّال کی تاویل کی کوشش

آپ نے ایک جگہ کوشش کی بھی ہے جو بڑی دلچسپ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

" حدیث میں گدھے کا رنگ بھی دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سفید براق ہوگا اس کی تشریح مرزا صاحب نے ضروری خیال نہیں کی۔ میں نے بڑے غور کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ غالبًا اس سے مراد گدھے کے نگہبان یعنی ریل کے گارڈ ہوں گے جن کی وردی عام طور پر سفید ہوتی ہے" (صـــ ۹۴)

توجیہہ پر جرح نہیں ہونی چاہیئے

اب اگر کوئی خوردبین لگا کر آپ کی توجیہہ پر جرح کرنے لگے تو کہہ سکتا ہے کہ سفید وردی تو صرف اس ملک میں ہوتی ہے اور وہ بھی گرمیوں میں تو میرے نزدیک درست نہیں ہوگا۔ توجیہہ ایک توجیہہ ہی ہوتی ہے جو ضروری نہیں کہ تمام جزئیات پر حاوی ہو، کوئی چاہے تو یہ توجیہہ بھی کرسکتا ہے، کہ گدھے کے سفید رنگ میں سفید قوموں کی طرف اشارہ ہے جن کا گدھا پن بھی اس سے عیاں ہے کہ ایک انسان کو خدا بنایا ہے۔ بہرحال آپ اطمینان رکھیں کہ احمدیت اس کا نام نہیں کہ دجّال کے گدھے کی حقیقت کیا ہے۔

فہم قرآن کے متعلق مرزا صاحب کے بیان پر جرح

مگر آپ نے مرزا صاحب کے بیانات پر جرح کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ اسی نوعیت کا ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ مرزا صاحب کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش فرمادیں آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان میں کوئی خامی تلاش کی جائے۔ فہم قرآن کے باب میں بھی یہی طرز نظر آتی ہے۔ مرزا صاحب نے ایک عام مسلمہ اصول بیان کردیا ہے کہ قرآن کے معارف کی تہ کو پہنچنے کے لئے محض عربی دانی کافی نہیں، پاکیزہ قلبی کی بھی ضرورت ہے اور اس پر لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ سے استدلال کیا ہے۔ اس سیدھی سادھی بات پر آپ کی جرح ملاحظہ ہو:۔

"زبان خیال کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ کلام کا مقصد ہی کسی خیال کو ایک ذہن سے دوسرے ذہن تک پہنچانا ہے ..... خدا کو بیان پر پوری قدرت حاصل ہے اس کا مقصد انسانوں کی ہدایت ہے پھر یہ کیوں ممکن ہے کہ قرآن کی زبان ایسی ہو کہ سوائے محدودے چند خواص کے اور کوئی اس کے معنے ہی نہ سمجھ سکے۔ اس سے تو وحی کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔ قرآن کا دعوٰی ہے کہ یہ تمام جہانوں کے لئے ذکر اور نصیحت ہے۔ خدا سے زیادہ کون اس بات سے آگاہ ہے کہ دنیا کی بہت بھاری اکثریت نہایت معمولی علمی استعداد رکھتی ہے۔ قرآن کو عالمین کے لئے ذکر مقرر کرنے کے لئے اس کی زبان بھی عالمین کی زبان ہونا چاہیئے تھی۔ اس کے برعکس کوئی مجلس قائم کرنا قرآن کے اپنے دعوے اور مقصد کے منافی ہے"

(صـــ ۱۴۵)

کلام الٰہی کے سمجھنے کی استعداد

ملک صاحب! ایک طرف آپ اپنے اس کلیہ کو رکھئے اور دوسری طرف اس حقیقت کو کہ بعض جگہ قرآن کی زبان ایسی دقیق انداز اختیار کرلیتی ہے جو عالمین تو کیا خواص کی سمجھ بھی اس کے مفہوم کے متعین کرنے میں ہم آہنگ نہیں ہوتی۔ پھر اگر یہی استدلال درست ہے جو آپ نے پیش کیا ہے اور وہ پیغام خدا کا پیغام ہی نہیں ہوسکتا جس کا مفہوم پورے طور پر عوام کے ذہنوں میں اتر نہیں جاتا تو بتائیے کہ قرآن تو کیا کوئی کتاب بھی اس معیار پر پورا اتر سکتی ہے؟ مسلمانوں کی بھاری اکثریت تو زبان عربی کے ادب سے بھی ناآشنا ہے تو پھر کیا قرآن ان کے لئے نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا کلام ہو یا انسان کا، اس کو سمجھنے کے لئے خود سننے والے یا پڑھنے والے کی اپنی استعداد کو بھی دخل ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے بیان کا منشاء صرف اسی قدر ہے ان کے نزدیک "اپنی استعداد" میں زبانی اور ذہنی استعدادوں کے علاوہ ایک اور استعداد ہونا بھی ضروری ہے جسے اندرونی روشنی یا پاکیزگی یا روحانی بینائی کہہ سکتے ہیں۔ ویسے تو عامی سے عامی آدمی بھی اپنی استعداد کے مطابق قرآنی الفاظ سے کسب فیض کرسکتا ہے اور کرتا ہے مگر ان کی پوری گہرائیوں تک پہنچنا اور بات ہے اس کے لئے روحانی استعداد بھی چاہیئے اور یہی مرزا صاحب کا منشاء ہے خود مادی عالم میں بھی ہمیں یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ درخت کا ایک پتہ ایک عامی کے لئے ایک پتہ ہی ہے جو شاید اس کی بکری کے لئے ایک مفید چارہ ہوتا ہے یا کسی اور کام آسکتا ہے۔ مگر وہی پتہ ایک عارف کی نگاہ میں "معرفت کردگار کا ایک دفتر" بن جاتا ہے۔ وہی ایک پتہ ایک ماہر علم نباتات (Botany) کی نگاہ میں بیشمار ایسے خواص اور جواہر کا حامل ہوتا ہے جو ایک نگاہ عامی سے مخفی ہوتے ہیں ـــ یہی حال کلام الٰہی کا ہے۔

تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج مرزا صاحب کی ماموریت کا تقاضا تھا

مرزا صاحب کو سب سے بڑا دعوٰی یہ تھا کہ جو فہم قرآن ان کو عطا ہوا تھا اور کسی کو نہیں ہوا تھا اور اس لئے انہوں نے سربرآوردہ علماء اور سجادہ نشینوں کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا وقت کا ضائع کرنا تھا۔ تفسیر نویسی تو مرزا صاحب کا کام ہی ہونا چاہیئے تھا اور ان کا فرض منصبی تھا کہ وہ کرکے دکھاتے قطع نظر اس کے کہ علماء مقابلہ میں آتے یا نہ آتے۔ یہاں بھی آپ نے مرزا صاحب کے منشاء کو سمجھنے سے گریز کیا ہے۔ ان کا کام صرف تفسیر نویسی نہ تھا بلکہ یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ وہ خدا کے مامور ہیں اور قرآن سمجھنے میں انہیں روح القدس کی تائید حاصل ہے، یہ چیز پایۂ ثبوت تک صرف اسی صورت میں پہنچ سکتی تھی کہ مقابلہ ہوتا۔ مگر جیسے آپ نے تسلیم کیا ہے کسی مولوی یا سجادہ نشین کو مقابلہ پر نکلنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

بطور خود تفسیر نویسی

رہا یہ امر کہ تفسیر نویسی بطور خود کرتے، تو انہوں نے اس بارے میں بہت کچھ کیا، اور جتنا بھی کیا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ جس سرچشمہ سے اکتساب فیض کررہے تھے وہ آسمانی تھا، زمینی نہ تھا، سارے قرآن کی تفسیر بے شک نہ ہوسکی، یہ ہماری بدقسمتی تھی، مگر ذمہ داری بھی ہماری ہی تھی، یورپ کی کسی قوم میں ایسا انسان پیدا ہوتا تو اس کے لئے ہر طرح کے سازوسامان مہیا ہوتے

یہاں عالم یہ تھا کہ رات دن خود اپنی قوم سپنے آزار رہے اور غالباً اسی میں حکمت الہٰی تھی اور یہی سنت اللہ ہے کہ ہر مامور کی مخالفت ہو۔ پہلے تو ہم نے مرزا صاحب کو اپنی مخالفت سے فرصت ہی نہیں دی کہ وہ پورے قرآن کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے، اب آپ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ فرض منصبی ادا کیوں نہیں کیا!

تفسیر نویسی میں معارف وحقائق

پھر بھی اگر آپ محض فاتحہ کی تفسیر کو دیکھیں جو مرزا صاحب نے بسط وشرح سے کی ہے تو آپ کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ان کا دعوےٰ بے دلیل نہ تھا اور معارف کے جو دریا اس میں بہائے ہیں، وہی انسان کی روحانی سیرابی کے لئے کافی ہونے چاہئیں۔ اس کے علاوہ بھی جس سورت یا آیت کو مرزا صاحب نے چھوا ہے اس کے اندر سے وہ لعل و جواہر نکالے ہیں کہ انسان کی روح وجد میں آجاتی ہے۔ ایک جلسہ مذاہب والے لیکچر کو ہی لیجئے جس نے مذہبی دنیا پر پہلی مرتبہ ایک ایسا نقش ثبت کیا جس سے مذہب کا تخیل ہی بدل گیا۔

اپنی تائید میں قرآنی آیات سے استدلال

آپ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب کھینچا تانی کرکے قرآنی آیات سے اپنی تائید میں کوئی مفہوم پیدا کر لیتے تھے یہاں بھی اگر آپ حسن ظن کی عینک لگا کر دیکھتے تو اس میں آپ کو خوبی نظر آتی۔ ان کی ایسی تاویلات صحیح ہوں یا صحیح نہ ہوں یہ علیحدہ بات ہے مجتہد غلطی بھی کرسکتا ہے۔ جو بات دیکھنے والی تھی اور جو آپ کو دیکھنا چاہیئے تھا وہ مرزا صاحب کی دلی تڑپ تھی کہ ہر ایک معاملہ کو قرآن کی روشنی میں دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ کہنا بالکل مبالغہ نہیں ہوگا کہ قرآن ہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا تھا۔ وہ قرآن میں اس قدر منہمک ہوگئے تھے کہ اگر انہیں فنا فی القرآن ہی کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا۔ یہ دوست دشمن کا مشاہدہ تھا کہ جب کبھی بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو اس کے متعلق وہ سارے قرآن کی ورق گردانی کرتے تھے۔ جو شخص معارف قرآنی کی اتنی عمیق گہرائیوں میں جاتا ہو، وہ بعض معارف ایسے بھی نکال لیتا ہے جو اس کے ذوق سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم جیسے لوگوں کو جو "محرم درون خانہ" نہ ہوں قدرے عجوبہ بھی معلوم ہوں۔ ان کو محل اعتراض ٹھہرانا اور معارف کے ان چشموں سے آنکھیں بند کر لینا جن سے مخالف بھی استمداد کرتے تھے بعید از انصاف ہے۔

مرزا صاحب کو بحیثیت مجموعی جج کریں

آپ کو علم ہوگا کہ خود مخالف مولوی جب کبھی انہیں عیسائیوں اور آریوں سے مناظرہ پیش آتا تھا اپنے بغل میں مرزا صاحب کی کتابیں دبا کر لے جاتے تھے اور وہی نکات ومعارف آڑے وقت ان کے کام آتے تھے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ایک آدمی کو اور اس کے معاملات کو بحیثیت مجموعی جج کریں۔ اور اگر کہیں کوئی اجتہادی غلطی نظر بھی آئے تو اسے نظر انداز کریں۔ مرزا صاحب کا کبھی یہ دعوےٰ نہیں تھا کہ وہ معصوم من الخطا ہیں، وہ تو اپنے الہامات کو بھی پہلے قرآن اور حدیث پر پرکھتے تھے۔ ایک عید الفطر کے موقع پر جب حسب معمول ہلال کے نظر آنے یا نہ آنے کے بارے میں اختلاف ہوا تو آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ عید آج ہے مگر آپ نے اس پر عمل نہ ہونے دیا۔ جب تک شریعت کے مطابق شہادت کی شرط پوری نہ ہوئی۔

فیصلہ کا مدار ایک امر واقعہ سے

ملک صاحب، معاف فرمائیے مجھے ان تفصیلات میں جانے پر آپ نے مجبور کیا۔ اگر آپ اپنے ہی نظریئے تک بحث کو محدود رکھتے یعنے یہ کہ ختم نبوت کے بعد وحی کے لئے کوئی گنجائش بھی باقی رہ جاتی ہے یا نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں گفتگو زیادہ نتیجہ خیز ہوتی۔ جیسے میں کئی دفعہ عرض کرچکا ہوں۔ مرزا صاحب کے معاملہ کا فیصلہ اسی ایک واقعہ پر ہونا چاہیئے کہ آیا انہیں فی الحقیقت کوئی وحی یا الہام ہوتا بھی تھا یا نہیں۔ یہی ان کا بنیادی دعوےٰ تھا۔ اسی کا معلوم کرنا دورِ حاضرہ کا سب سے بڑا تقاضا ہے اگر دعوےٰ ہمکلامی ہی غلط تھا تو باقی سب بحث از قسم دجّال، مسیح، مہدی، مجدد، دمشق بیکار ہوجاتی ہے اور اگر ہمکلامی کا دعوےٰ ایک حقیقت ہے جو ناقابل تردید ہے جس کو آپ نے بھی چیلنج نہیں کیا تو مرزا صاحب کا مشن وقت کے سب سے اہم تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور یہ مختلف نام یا القاب یا پیشگوئیاں یا ان کی تفصیلات جو ضمنی باتیں ہیں اور سرِ دست تشریح طلب ہیں ان کے مقام کو تسلیم کرنے میں روک نہیں ہونی چاہئیں ؛

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت پہلے کی نسبت کسی قدر اچھی ہے آپ کو بائیس دن بخار رہا۔ گذشتہ جمعہ مولنا یعقوب خاں صاحب نے پڑھایا اور عید کی نماز حضرت امیر نے باوجود کمزوری کے پڑھائی۔ ہر دو خطبات اسی پرچہ میں درج ہیں، احباب کرام حضرت امیر کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

سانحۂ ارتحال

ملک عطا الہٰی صاحب پنشنر پونالہ اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی صاحبزادی سکینہ بی بی جو تین چار سال سے بعارضہ ٹی بی بیمار تھی، ١٣ر اپریل کو فوت ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ نہایت نیک، بردبار، اور اپنے رشتہ داروں میں ہردلعزیز رہی ہے۔

ہمیں اس سانحہ میں ملک صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے، احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

قبولِ اسلام

تین نفوس نے عیسائیت کو ترک کرکے [٢] مرزا مظفر بیگ صاحب۔ ساطع مبلغ اسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ اللہ کریم انہیں استقامت عطا فرمائے ؛

جن احباب کا چندہ ختم ہوچکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہوچکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے ادا ہونا ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کرکے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کردیں تا کہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرماکر ٥ر مئی ١٩٥٨ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوادیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کرسکیں گے۔ اگر ٥ر مئی ٥٨ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ١٠ر مئی ١٩٥٨ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کردیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑیگا جو آپ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنادیا گیا ہے۔

(مینیجر)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۵۶	۶	۴۴۴	۶
۶۵	۶	۵۷۱	۶
۱۲۲	۶	۶۱۹	۶
۱۴۳	۶	۶۲۴	۶
۱۵۵	۶	۶۵۱	۱۲
۱۶۱	۶	۶۵۳	۶
۲۴۲	۶	۷۴۴	۶
۲۵۵	۶	۷۴۵	۶
۳۰۶	۲۴	۹۳۶	۵
۳۳۴	۶	۹۵۶	۶
۳۴۴	۶	۹۵۷	۱۲
۴۰۴	۶	۹۶۴	۶

درخواستِ دعا

مولنا محمد یحییٰ بٹ کے والد صاحب سیالکوٹ میں بیمار پڑے ہیں ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

مولانا مرتضےٰ خاں حسن کو اب بفضل خدا آرام ہے، لیکن کمزوری بہت ہے۔ احباب سے دعاؤں کے طالب ہیں ؛

کا یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ آخر ووٹ آف تھینکس پر جلسہ ختم ہوا۔ بعد میں ہیڈ مسٹرس سے بٹ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ اُس نے چائے کا پُرتکلف انتظام کیا ہوا تھا۔ استانی نے بتایا کہ ان کے مہمان روزہ دار ہیں، اس پر روزہ کی فلاسفی پر بحث چھڑ گئی جو تقریباً آدھ گھنٹہ جاری رہی۔ بعد میں ہیڈ مسٹرس نے بڑے خلوص سے شکریہ ادا کرتے ہوئے بٹ صاحب کو رخصت کیا۔ بعد میں جو اُن کا شکریہ کا خط آیا اس کی عبارت درج ذیل ہے:۔

Thank you once again for your most stimulating lecture last Friday. I have been asked numerous questions by the girls today, which shows how much you interested them.

ترجمہ:۔ گذشتہ جمعہ کو آپ کے انتہائی جاذب آفرین لیکچر کا میں ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی ہوں لڑکیوں نے آج مجھ سے متعدد سوالات پوچھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے لیکچر میں اُن کے لئے کس قدر دلچسپی کا سامان تھا۔

روزہ پر لیکچر

۱۵ مارچ ۱۹۵۶ء بروز ہفتہ

Institute of fasting in Islam یعنی اسلام میں روزہ کی تعلیم کے موضوع پر جناب مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب نے مؤثر انداز میں روزہ کی حقیقت کو واضح کیا اور قرآن کریم کی تعلیم کے تحت فلسفیانہ رنگ میں روزہ کی اہمیت اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ روزہ فی الحقیقت تقوےٰ پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور انسان کے اندر احکام ربانی کی تعمیل۔ قربانی اور ایثار کا جوہر پیدا کرتا ہے روزہ سے مراد وہ تزکیۂ نفس ہے جس سے انسان اپنے جذبات احساسات اور خواہشات پر قابو پا کر محض اللہ کی ذات پر ٹھوس ایمان لائے اس مشق کو جو مسلمان سال میں ایک مہینہ مسلسل کرتا ہے۔ اس کے اندر وہ تمام صلاحیتیں پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے جو اس کے دل و دماغ پر ایک گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں اور یہ عملی زندگی میں کامیابی و کامرانی کی کلید ہے۔ لیکچر کے بعد معمول کے مطابق سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہو گیا معترضین نے بالخصوص دنیا کے ان حصص کے روزہ پر نکتہ چینی کی جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات مسلط رہتی ہے۔ بٹ صاحب نے آیت قرآنی والذین یطیقونہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ ایسے علاقہ جات میں روزہ کی بجائے فدیہ طعام مسکین دینے کا حکم ہے۔ اور اس کی مزید تشریح بھی کی اور بتایا کہ روزہ ایک معین وقت کے اندر کھانے پینے سے باز رہنا ہے یعنے صبح صادق سے غروب آفتاب تک جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اتموا الصیام الی اللیل۔ اس لئے جہاں دن اس قدر لمبے ہیں کہ لیل آتی ہی نہیں، اور آتی بھی ہے تو چھ ماہ کے بعد، وہاں یہ امر انسانی طاقت سے بعید ہے۔ کیونکہ انسان چھ ماہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے طعام مسکین اس کا بدل ہے۔ حاضرین نے اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ ایسے علاقہ جات میں وقت کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ یوں کہ اوقات کے مطابق سحری اور افطاری کی جائے۔

خطبہ نکاح

۱۵ و ۲۹ تاریخ مارچ ۱۹۵۶ء کو بٹ صاحب نے دو بار خطبہ نکاح پڑھا۔ پندرہ تاریخ کو انڈونیشیا کے نوجوان Sumara کا نکاح محترمہ Rusmana نامی انڈونیشین لڑکی سے پڑھایا گیا۔ اس موقعہ پر انڈونیشیا کے سفارت خانہ کے چند افسران اعلےٰ بھی شریک تھے۔ ۲۹ تاریخ کو John E. Clark ایک نومسلم کا نکاح ایک ایرانی خاتون Miss Parvin Najand سے پڑھا گیا۔ مسٹر کلارک نے گذشتہ سال ووکنگ مسجد میں قبول اسلام کیا تھا دولھا کے ایک دوست نے خطبہ نکاح اور تمام تقریب کو مووی کیمرہ کے ذریعہ فلمایا، یہ فلم بھی رنگین ہوگی۔ مسٹر Sumara نے دو پونڈ اور مسٹر جان کلارک نے سات پونڈ مسجد کو عطیہ دیا۔ جزاکم اللہ۔ بٹ صاحب نے خطبہ نکاح میں عورت کے مساوی حقوق کو اسلامی نظریہ کے ماتحت واضح کیا اور بتایا کہ اسلام نے سوسائٹی میں عورت کی شخصیت اور وقار کو قائم کیا ہے۔ اور دینی و دنیوی زندگی میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے اسے یکساں حقوق عطا کئے ہیں، ایک عورت اپنے اعمال صالحہ سے اللہ کے حضور ویسی ہی برگزیدہ ہو جاتی ہے جیسے ایک مرد، آخر میں بٹ صاحب نے میاں بیوی کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ عاشروھن بالمعروف کا حکم میاں کو دیا گیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیرکم خیرکم لاھلہ اسی طرح بیوی کو حکم ہے کہ وہ اپنے میاں کی امر معروف میں اطاعت کرے اور اس کی غیر حاضری میں اس کی مملوکہ چیزوں اور اس کی عزت کی نگہبان ہو۔ غرضیکہ یہ پررونق مجمع بخیر و خوبی سرانجام پایا۔

خطبات جمعہ اور دیگر اجتماعات

ماہ رواں میں ہر جمعہ کو بٹ صاحب خطبۂ جمعہ کے لئے لندن جاتے رہے اور روزہ کی فلاسفی اور دیگر موضوعات پر خطبات دیئے۔ اس ماہ حسب معمول بروز اتوار مسجد میں اجتماع ہوتے، مولینا عبدالمجید صاحب نے ان اجتماعات کو مخاطب کیا اور اسلام میں تصور توحید پر عالمانہ تقریریں کیں۔

اقبال احمد صاحب کا لیکچر کیمبرج میں

مسٹر اقبال احمد نے ... چھ مارچ ۱۹۵۸ء کو کیمبرج یونیورسٹی کی ایک مذہبی سوسائٹی کو کارپس کرسٹی کالج میں مخاطب کیا۔ مضمون کا عنوان یہ تھا:۔

"اسلام میں ابدی زندگی کا تخیل کیا ہے"

اس اجلاس کے صدر پروفیسر سٹرین صاحب تھے۔ اقبال صاحب نے فرمایا کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق موت کے بعد ایک عالم برزخ ہوتا ہے اور اس کے بعد ایک نئی زندگی انسانوں کو اپنے اعمال کے مطابق ملتی ہے، اور یہ زندگی ابدی قرار دی گئی ہے جس میں لامتناہی ترقیات روحانی حاصل ہوں گی۔ حتے کہ ذات باری تعالیٰ کی کامل رضا نصیب ہوگی۔

خطبہ [عید الف]طر (سلسلہ صفحہ اول)

ایک طرف یہ عبادت ہی اور دوسری طرف مخلوق خدا کی خدمت کا یہ جذبہ ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے محاسن ہیں، آپ نے فرمایا اے مالدار لوگو! اے کارخانہ دارو! اور صنعت کارو! اے تاجرو! تنصرون وترزقون بضعفاءکم، یہ رزق جو تمہیں خدا دیتا ہے، یہ مال و متاع جو تمہیں میسر آیا ہے، یہ سب کچھ غرباء کی وجہ سے ہے، یہ تمہارے بینک بیلنس تمہاری کمائی نہیں، یہ ان غرباء کی کمائی ہے جو تمہارے لئے دن رات محنت مشقت کرتے اور تمہارے کارخانوں کو چلاتے ہیں، اس لئے تمہیں سب سے پہلے ان کا خیال کرنا چاہیئے اور ان کی حالت کو سدھارنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے،

اور فرمایا بئس الطعام طعام الولیمہ یدعی الیہ الاغنیاء ویترک الفقراء۔ ولیمہ میری سنت تو ہے لیکن وہ ولیمہ سب سے بدتر ہے، جس میں امراء کو بلایا جاتا ہے اور غرباء کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور اگر آ جائیں تو انہیں دھکے دیئے جاتے ہیں، امراء کی منتیں کی جاتی ہیں، وہ انکار کرتے ہیں کہ ہماری خوراک پرہیزی ہے۔ باوجود اس کے ان کی خوشامد کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ شامل ہو جائیں، خواہ کچھ نہ کھائیں اپنی شمولیت سے ہی ہماری عزت افزائی کریں اور غریبوں کو پوچھتے تک نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم ساری کے لئے حکم دیتے ہیں بلکہ اپنا نمونہ پیش کرتے ہیں فرمایا من مات وترک مالا فلورثتہ ومن مات وترک ضیاعاً او دیناً فالی وعلی جو شخص مر جائے اور مال چھوڑے وہ اس کے ورثاء کے لئے ہے اور جو اپنے پیچھے ضعیف اولاد یا قرضہ چھوڑے، وہ میرے پاس آ جائے، ان بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے اور اس کے قرضہ کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں، یہ رحمۃ العالمین ہے جو قوم سازی کے نمونے پیش کرتا ہے۔ بھلا اس کی آواز پر قوم کس طرح لبیک نہ کہے اور اپنی جانیں فدا نہ کرے لیکن جس قوم کے یتیم بچوں کا کوئی کفیل نہ ہو تو اس کے

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)
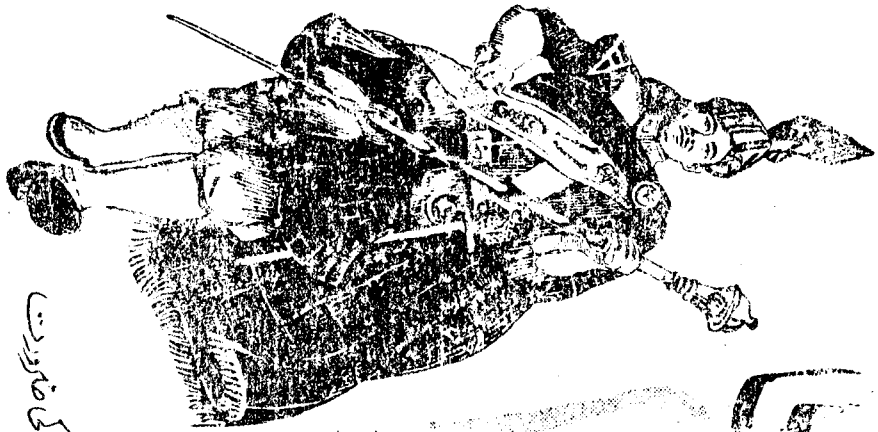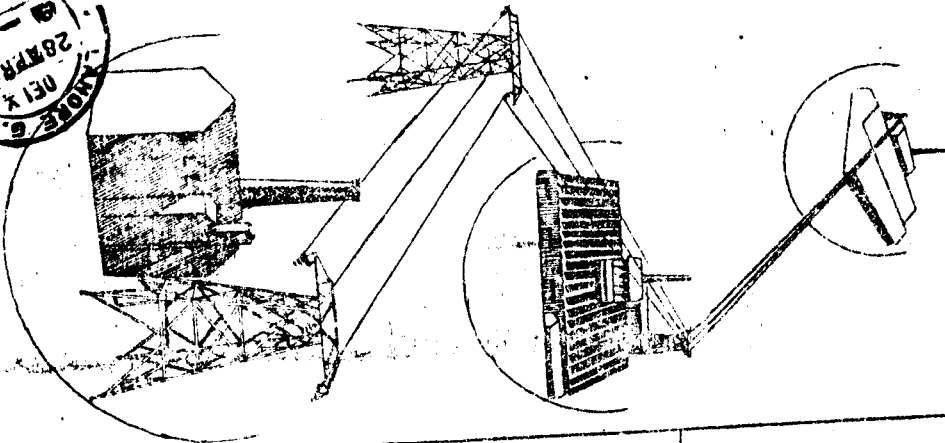
خطبہ عید الفطر (بسلسلہ صفحہ ۱۱)

اندر قربانی کا جذبہ کس طرح پیدا ہو، فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے، کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، نہیں اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ کرو، حق تلفی سے بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے جو تباہی کا موجب ہے اس سے بچنا چاہیئے اور مروت کرنے کو دستور العمل بنانا چاہیئے، اس سے قوم کے دلوں میں وابستگی پیدا ہوتی ہے۔ غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دین یہ ہے کہ خدا کی عبادت کے ساتھ مخلوق کی بھی خدمت کرو، اور فرمایا ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، خدا تعالیٰ کو سب سے پیارا وہ شخص ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتا ہے، یہ وہ سبق ہے جو آج کے دن ہمیں دلوں پر لکھ لینا چاہیئے، اگر کوئی اس پر عمل نہیں کرتا، تو اس کا روزہ منظور نہیں، اس کی نماز منظور نہیں، اس کا حج منظور نہیں، اس مختصر خطبہ کے بعد آپ کو عید مبارک کہتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں۔

پیغام صلح ۲۳ اپریل ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۶

ھفت روزہ پیغام صلح لاھور
قیمت سالانہ۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
ہندوستان میں ہمارے نمایندہ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر... اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدر آباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۷

شاہجہان مسجد ووکنگ کی نمازِ عید الفطر میں اڑھائی ہزار نفوس نے شرکت کی

سائپرس کے ترکی مسلمانوں نے ایک دن پہلے ووکنگ ہی میں نمازِ عید پڑھی

محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب اپنے مکتوب مورخہ ۲۴ راپریل میں رقمطراز ہیں :-

خداوند کریم کی لاکھ لاکھ حمد اور شکر ہے کہ اس نے مسجد ووکنگ کو بہت بڑی قدر و منزلت عطا کی ہے۔ ۲۰ راپریل کو سائپرس کے ترکی مسلمانوں نے جو انگلستان میں آباد ہیں، دُور دراز مقامات سے جمع ہو کر مسجد کے احاطہ میں عید منائی، اس تقریب میں کل ایک ہزار کے قریب مرد و زن اور بچے شامل تھے، نماز ان کے امام نے پڑھائی اور خطبہ دیا، بعدہٗ ہم نے چائے سے ان کی تواضع کی انہوں نے اس تاریخ کو اپنے ملک کی اطلاع کے مطابق عید پڑھی ہمارا اس دن روزہ تھا، اس لئے ہم اُن کے ساتھ شریک نماز نہ ہو سکتے تھے، لیکن اُن کے ساتھ اخوت و رواداری کا یہاں کے سب کارکنوں نے پورا ثبوت دیا۔ مسٹر یحییٰ بٹ صاحب نے ان کے امام کو یاد دلایا کہ نماز سے پہلے اڑھائی شلنگ فی کس فطرانہ ادا کرنے کا حکم ہے اور کہ وہ جمع شدہ رقم سائپرس کے غریب مسلمانوں کو دینے کے لئے ساتھ لے جا سکتے ہیں اس پر انہوں نے مشورہ کر کے بٹ صاحب کو جواب دیا کہ وہ فطرانہ کی رقم ووکنگ مسجد کو دینا چاہتے ہیں، چنانچہ ۴۳ پونڈ کی رقم جمع ہوئی۔

۲۱ راپریل کو باقی مسلمانوں نے ہمارے ساتھ نماز عید پڑھی باوجودیکہ لندن کی دیگر مساجد (ایسٹ اینڈ ماسک، اسلامک کلچرل سنٹر، اور ریلیٹی ماسک) میں بھی نماز عید پڑھی گئی۔ لیکن خدا کی شان! مسجد ووکنگ کو اس قدر جاذبیت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے کہ لندن سے پچیس تیس میل دُور ہونے کے باوجود کثیر اخراجات اور سفر کی تکلیف برداشت کر کے ہزاروں زائرین یہاں آ گئے اور نماز میں شریک ہو گئے، کھانا کھایا، چائے پی، اور خوب چہل پہل میں، وقت گذارا، یہ منظر دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

ایک انگریز نوجوان کا قبول اسلام

ایک اور خدا کا فضل یہ ہوا کہ خطبہ کے بعد ایک انگریز نوجوان کھڑا ہوا اور کہا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں، چنانچہ اسی مجمع میں اسے کلمہ طیبہ پڑھایا گیا، اور پھر تمام مسلمان مردوں اور عورتوں نے اسے مبارکباد دی، اسلام کی ایک شان نظر آتی تھی اس مشن اور مقام کو اللہ تعالیٰ نے بلند کر دیا۔ فالحمد للہ

ایک صاحب نے جو غالباً ایرانی تھے، اس مجمع میں اس انگریز نوجوان کا اسلامی نام حسن تجویز کیا اور پھر کسی پاکستانی نے اقبال نام کا اضافہ کیا، چنانچہ اس کا اسلامی نام "اقبال حسن" رکھا گیا، گویا کہ اللہ تعالیٰ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا منظر دکھا رہے مجھے حضرت مسیح موعود کا یہ شعر الہامی معلوم ہوتا ہے

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

فطرانہ عید

فطرانہ عید کی کل رقم بفضلِ ایزدی ۱۵۰ پونڈ جمع ہوئی دعا فرماویں اور جماعت سے دعا کی درخواست کریں کہ اسلام کا بول بالا ہو، اور اس جماعت کی مساعی سعیٔ مشکور ہوں، خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہاں مسجد کا ہر فرد مجھے مجسمہ ایثار نظر آتا ہے ۲۴ گھنٹے خدا کا نام بلند کرنے کے لئے سب کے سب کوشاں ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر او شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

★

خدائی فیصلہ کیلئے دعوتِ دعا کے جواب میں

مولوی ابراہیم کا اضطراب

بدوملہوی مُلّا کا دوسرا اشتہار اور اس کا جواب

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۲۵ر اپریل ۱۹۵۸ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

واضرب لهم مثلاً اصحٰب القرية اذ جاءها المرسلون ...... وما علينا الا البلٰغ المبين ——— (یٰسٓ رکوع ۲)

جب دنیا خدا کو بھول جاتی اور عصیان وطغیان میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو مبعوث فرماتا ہے کہ اسکو راہ ہدایت کی طرف لائے لیکن بدقسمت انسان خواہشاتِ نفس کے زیر اثر اس فرستادۂ خدا کی آواز پر جس میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے کان نہیں دھرتا اور کہتا ہے کہ تم ہماری طرح کے ہی انسان ہو، خدا نے کچھ نہیں اتارا تم جھوٹ کہتے ہو۔ قالوا ما انتم الا بشر مثلنا ... ان انتم الا تكذبون۔ اور دوسری طرف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے دو باتوں کا پروپیگنڈا کرتے ہیں، ایک یہ کہ اس شخص کا مقصد یہ ہے کہ اسے بڑائی حاصل ہو جائے اور دوسری یہ بات پھیلاتے ہیں کہ یہ ہمیں ہمارے آبائی دین سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے یہ چیزیں پیش کر کے وہ مامور من اللہ کے خلاف ایک طوفانِ مخالفت برپا کر دیتے ہیں، یہ لوگ ایسی حالت کو پہنچ جاتے ہیں کہ انہیں سمجھ ہی نہیں آسکتی کہ ہم میں سے ایک آدمی ہماری اصلاح کے لئے مامور ہو سکتا ہے۔ ءالقي الذكر عليه من بيننا بل هو كذاب اشر کیا ہمارے درمیان سے اسی پر ذکرِ الٰہی اترا ہے؟ بلکہ یہ تو بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے۔

اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو مبعوث کیا، اس نے حدیث نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر صدی کے سر پر دعوےٰ کیا کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں، اور کہا کہ مجھے منہاجِ نبوت پر رکھو لیکن ہمارے مخالف ہیں کہ اس طرف آتے ہی نہیں اور محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسی شرارتیں کرتے ہیں جن سے لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ بھڑک اٹھتے ہیں، آج خدا کے فضل سے اس فرستادۂ الٰہی کے دعوے پر ستر سال کے قریب ہو گئے ہیں، اس عرصہ میں بڑے بڑے حملے اس پر کئے گئے، بڑے بڑے مغالطے دیئے گئے کئی مقدمات بنائے گئے، طرح طرح کی شرارتیں کی گئیں، لوگوں سے کہا گیا کہ یہ ساحر ہے، جو اس کے پاس جاتا ہے اس پر جادو کر دیتا ہے، غرض مخالفت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا، کئی بحث مباحثے بھی ہوئے۔ بعض لوگ ایسے بھی اُٹھے جنہوں نے خدائی فیصلہ طلب کیا اور اپنے لئے بد دعائیں کیں، کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ خدا نے ان کو ہماری آنکھوں کے سامنے ہلاک کر کے اپنے مامور کی سچائی کو ظاہر کر دیا۔

آج ایک عرصہ کے بعد پھر بدوملہی سے آواز اُٹھی ہے، کہ یہ شخص مفتری ہے، جھوٹ بولتا ہے، قرآن حدیث اور آئمہ پر افترا کرتا ہے جو باتیں اس مولوی نے پیش کی ہیں، وہ اس قدر معمولی ہیں کہ ہرگز انکو وہ وقعت حاصل نہیں جو وہ ان کو دیتا ہے، اس زمانہ کے مجدد نے وہ عظیم الشان مسائل ہمارے سامنے رکھے ہیں اور قرآن کی تائید میں ایسے روشن دلائل دیئے ہیں کہ جو بڑے بڑے دہریوں اور فلسفیوں کو اسلام کی طرف کھینچنے والے ہیں، وہ باتیں جو قرآن وحدیث کے خلاف امت میں جاری وساری تھیں، اس نے انہیں صاف کر کے اس اصل اسلام کی طرف بلایا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اسے جھوٹا کہا جاتا ہے اور اس پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جاتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج تک اعتراض نہیں ہوتے؟ ان لوگوں کا کام ہی یہی ہے کہ راستبازوں کو جھوٹا ٹھہرائیں اور انہیں بُرا بھلا کہتے رہیں وہ اپنے آپ کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا دین کے بڑے خیرخواہ ہیں، ہرگز نہیں وہ نفسانیت کے پتلے ہیں، اور صرف اپنے فائدہ اور نفسانیت کی خاطر مجدد وقت کو بُرا کہتے رہتے ہیں۔

میں نے اس سے قبل ایک خطبہ میں بدوملہی کے اس مولوی کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ یہ بحث مباحثے اتنے برسوں سے ہو رہے ہیں، لیکن کوئی فیصلہ اب تک نہیں ہوا، اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ خدائی فیصلہ کے لئے دعا کی جائے، اور میں نے کہا تھا کہ جب آپ کو حق الیقین ہے کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے اور مکار ہیں تو بہتر یہ ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو ایک سال کے اندر اندر آپ پر کوئی عبرت انگیز عذاب نازل ہو، میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس شخص کو اس فیصلہ کی طرف آنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے، اگر واقعی وہ حضرت صاحب کو نعوذ باللہ جھوٹا اور مفتری سمجھتا ہے اور اسے اس بارہ میں حق الیقین ہے تو اسے بلا حیل وحجت اس طریق فیصلہ کی طرف آجانا چاہیئے تھا، جو اعتراض اس نے کئے ہیں، ان میں یہی ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن اور حدیث پر افترا کیا ہے، میں کہتا ہوں، کہ قرآن اور حدیث تو رہے ایک طرف جو شخص خدا پر افترا کر سکتا ہے تو وہ .... جو قرآن وحدیث پر بھی افترا کرے تو کونسی بات ہے، جب تم سمجھتے ہو، کہ مرزا صاحب معاذ اللہ مفتری علی اللہ ہیں، تو ان کے افتراء علی اللہ کو پہلے لیکر اس کے متعلق فیصلہ کرنا چاہیئے اصل چیز کو پہلے لینا چاہیئے اس لئے آپ پہلے خدا کی کچہری میں مقدمہ دائر کرو، اور اس سے فیصلہ چاہو، یہ سالہا سال جو مباحثے ہوتے رہے ان کا کیا نتیجہ ہوا، کیا وہ مسکت اور دندان شکن جواب جو دیئے گئے ان سے لوگوں نے کوئی فائدہ اُٹھایا؟ اور کیا یہ شخص ہمارے جوابات سے خواہ وہ کتنے بھی معقول ہوں کوئی فائدہ حاصل کرے گا، اس کی تو کوشش یہ ہے کہ مرزا صاحب کو کسی طرح جھوٹا ثابت کرے، اختلافات تو ہوتے ہی رہتے ہیں، قرآن میں محکمات ومتشابہات پر بحثیں ہوتی رہیں، حدیث پر کس قدر اختلافات ہوئے، کسی کو جھوٹا کہنا یہ کہاں جائز ہے اور اپنی خواہش کے مطابق مطالبہ درست نہیں۔ یہ کج بحثی ہے۔ شراب حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی بدعادت کو نہ چھوڑنے کے لئے یہ حیلہ پیش کرے کہ قرآن سے مجھے شراب کے متعلق حرام کا لفظ دکھاؤ تو کیا اس کا یہ مطالبہ درست تسلیم کر لیا جائے گا، قرآن کریم میں ہر ایک چیز تفصیلی طور پر درج نہیں مل سکتی ہو سکتی ہے، اسی غلطی میں پڑ کر اہل قرآن نے نماز کی تعداد اذکار اور ارکان میں اختلاف کیا، جن لوگوں کی نظریں وسیع ہوتی ہیں اور خدا سے تعلق ہوتا ہے انہیں سب کچھ قرآن سے مل جاتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے تو ہر صحابی کا نام قرآن میں نظر آتا ہے وہ آنکھ جو ان کو دی جاتی ہے، وہ عام لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی "لا يمسه الا المطهرون" نیک اور پاکباز لوگوں کو ہی قرآن سے مس ہوتا ہے دوسروں کو وہ باتیں نظر نہیں آتیں جو ان کو دکھائی دیتی ہیں،

تو بات تو سیدھی تھی، جو میں نے ان مولوی صاحب سے کہی کہ خدا سے دعا کرو کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو تم پر ایک سال کے اندر عذاب نازل ہو، اب اس نے جو تازہ اشتہار دیا ہے اس میں .... چند باتیں مجھے مخاطب کر کے لکھی ہیں۔ ان کے جواب میں سب سے پہلے میں انہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے

(باقی صد ۱۱ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــ لاہور ـــــــ ۳۰ اپریل ۱۹۵۸ء

ایک کور باطن مُلّا کی فریب دہی اور کذب بیانی

"پیغام صلح" کی ایک سابقہ اشاعت میں ہم بدوملہی کے ایک ملّا کی اس فریب دہی اور دشنام طرازی پر اجمالی تبصرہ کر چکے ہیں، جو ایک لمبے چوڑے اشتہار میں کی گئی ہے ملّا مذکور نے جس ڈھٹائی کے ساتھ حضرت امام وقت پر جھوٹ، دھوکہ بازی اور فریب دہی کے الزام عائد کئے ہیں، وہ اسکی کور باطنی کا ایک کھلا ہوا نقشہ ہے۔ اگر دیانتداری اور تحقیق حق مدنظر ہوتی، تو انہی سوالات کو جو "دس جھوٹ" کے عنوان سے اس نے اپنے اشتہار میں درج کئے ہیں، تہذیب اور شائستگی کے ساتھ پیش کر کے جواب طلب کر سکتا تھا۔ لیکن اشتہار کے شروع اور آخر میں جس گندہ دہانی اور دشنام طرازی سے کام لیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ مستفسر کی غرض تحقیق حق نہیں بلکہ اس ذریعہ سے وہ طرۂ اعزاز حاصل کرنا مقصود ہے جو آجکل جماعت احمدیہ اور اس کے پاک امام کو گالیاں دینے سے عوام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آج کل عام طور پر پبلک میں نام پیدا کرنے یا کھوئی ہوئی شہرت کو دوبارہ حاصل کرنے یا کاروباری سرد بازاری کو چمکانے اور مال و زر پیدا کرنے کے لئے ایک ہی آسان راہ ہر چھوٹے بڑے مسلمان کے سامنے ہے، وہ یہ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی جماعت کو بُرا بھلا کہا جائے، ناپاک سے ناپاک گالیاں انہیں دی جائیں، کشتنی اور گردن زدنی ٹھیرایا جائے اور طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگا کر انہیں بدنام کیا جائے۔ اگر ووٹ حاصل کرنا ہو تو مرزائیوں کو گالیاں دو، روپیہ کمانا ہو تو مرزا کے خلاف کتاب لکھو، اخبار کی اشاعت بڑھانا ہو تو مرزا اور اس کی جماعت کو بُرا بھلا کہو، اور کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنا اور لیڈر بننے کے لئے لوگوں کی تائید حاصل کرنا مقصود ہو تو مرزائیوں کو مورد الزام ٹھہراؤ، یہ پیشہ ہے جو آجکل عام طور پر ہر چھوٹے بڑے مسلمان نے اختیار کر رکھا ہے، اور یہی رستہ بدوملہی کے ملّا نے بھی اس ...... عزت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا ہے جو کچھ عرصہ ہوا ایک شرمناک کرتوت کی وجہ سے برباد ہو کر اس کے وہاں سے اخراج کا موجب ہوئی، ہمیں تعجب ہے کہ یہ لوگ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے خود اپنے آپکو کیوں نہیں دیکھتے، اپنے نفس کا محاسبہ کیوں نہیں کرتے اپنی کرتوتوں پر نظر کیوں نہیں ڈالتے ان کا اپنا اعتقاد تو یہ ہے کہ انبیاء بھی جھوٹ بول لیں تو جائز ہے ان کے تقدس میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا، حضرت ابراھیم علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی پر جس کے متعلق قرآن شہادت دیتا ہے کان صدیقًا نبیًا تین جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں اور پھر بھی ان کو نبی ہی مانتے ہیں، حضرت داؤد جیسے پاک نبی پر یہ الزام لگاتے ہوئے انہیں ذرا دریغ نہیں آتا کہ انہوں نے ننانوے بیویاں رکھتے ہوئے دوسرے شخص کی عورت کو برہنہ نہاتے ہوئے دیکھا اور اس کے خاوند کو مروا کر اسے اپنے گھر میں ڈال لیا اور ایسے شرمناک الزام کے باوجود پھر بھی انہیں نبی ہی مانتے ہیں، پھر اس سے بھی بڑھکر حضرت ختم المرسلین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو بھی مس شیطان سے پاک نہیں سمجھتے، اور حضرت زینب کے ساتھ نکاح کے بارہ میں جو شرمناک قصہ تفاسیر میں لکھا ہے اور حضور امام المطہرین کی ذات والاصفات پر جو شرمناک اتہام لگایا گیا ہے اس کی تفصیل لکھنا ہم پسند نہیں کرتے، لیکن یہ کس قدر ستم ہے انہیں سردار انبیاء بھی یقین کرتے ہیں، لیکن حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور چاکروں میں سے ہیں، محض اس بناء پر کہ ان کی تحریرات میں بعض پیش کردہ حوالے بدملہوی ملّا کی متداولہ کتب حدیث میں نہیں پائے جاتے، مفتری اور کذاب اور جھوٹا اور مکار وغیرہ لکھکر اپنی کور باطنی اور بے بصیرتی کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی مثال مکذبین انبیاء کے سوائے اور کہیں نظر نہیں آتی، اگر اس ملّا کے دیدہ میں کچھ شرم و حیا ہوتا، کوئی ایمان کی رتی اس کے قلب میں موجود ہوتی، تو حضرت مرزا صاحب پر الزام لگانے سے پہلے اسے چاہیئے تھا کہ یہ اعلان کرتا کہ صحیح بخاری کی حدیث لم یکذب ابراھیم الا ثلثا (حضرت ابراھیم نے تین مرتبہ جھوٹ بولا) صحیح نہیں اور یہ محض راوی کی کذب بیانی ہے، اسے چاہیئے تھا کہ حضرت سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو مس شیطان سے بری قرار دیتے ہوئے یہ اعلان کرتا کہ صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں مسیح ابن مریم کے سوائے تمام بنی آدم کو مس شیطان کا مورد قرار دیا گیا ہے اگر غلط نہیں تو اس کے وہ معنی بھی نہیں جو عام طور پر کئے جاتے ہیں۔ اسے چاہیئے تھا کہ ان تفاسیر کو مردود قرار دیتا جن میں حضرت داؤد جیسے نبی کی عفت و عصمت پر الزام لگایا گیا ہے اور ان تفاسیر کو بھی جن میں حضرت سرور انبیاء پر اتہام تراشی کی گئی ہے نا پاک قرار دیتا اس کیساتھ ہی یہ بھی اسے دیکھنا چاہیئے تھا، کہ حضرت مرزا صاحب وہ پاک اور مقدس انسان ہیں، جو تمام انبیاء کی عصمت کے قائل اور ان الزامات سے انہیں بری الذمہ سمجھتے ہیں جو ان مقدس انسانوں پر لگائے گئے، وہ جھوٹ کو ایک ایسی ہی نجاست یقین کرتے ہیں جس پر کوئی راستباز انسان منہ نہیں مار سکتا ایسا شخص خود کیسے جھوٹ بول سکتا ہے، جن احادیث کا انہوں نے اپنی تحریرات میں ذکر کیا ہے اگر وہ بدوملہوی ملّا کی نظروں سے نہیں گذریں تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ احادیث ہیں ہی نہیں ہیں اور ضرور ہیں لیکن بدوملہوی ملّا کا علم و فہم چونکہ ان تک نہیں پہنچا اس لئے وہ اپنے ہی ناقص علم کو تمام علوم پر حاوی سمجھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کی بیان کردہ احادیث کو جھوٹ اور افتراء قرار دیکر اپنی جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ایسے ہی ملّاؤں کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ اپنی کمی علم کی وجہ سے وہ مسیح موعودؑ کے بیان کردہ حقائق و دقائق کو کفریہ کلمات قرار دیں گے، اور پھر فرماتے ہیں:—

> ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را
> منحصر دراں ساختہ ماورائے معلوم او را نفی نمایند و آنچہ
> نزد ایشاں ثابت نشدہ منتفی مے سازند
> چوں آں کرمے کہ در سنگے نہان است ✽ زمین و آسمان او ہمان است
> (مکتوبات جلد ۳ مکتوب ۵۵)

یعنے چند ناقص انسان چند احادیث کو یاد کر لیتے ہیں اور احکام شریعت کو انہی پر منحصر سمجھتے ہیں، اور ان معلوم باتوں کے ماسوا دوسری سب باتوں کی نفی کر دیتے ہیں اور جو چیز ان کے نزدیک ثابت شدہ نہیں اس کا انکار کر دیتے ہیں، وہ اس کیڑے کی طرح ہیں جو پتھر کے اندر چھپا ہوا ہو، اور اسی کو اپنا زمین و آسمان سمجھتا ہو۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدوملہوی ملّا کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے جو چند احادیث کو یاد کر کے اپنے ناقص علم سے باہر ہر چیز کو جھوٹ اور فریب کاری قرار دیتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ اس کا علم تمام کتب احادیث پر حاوی نہیں، ممکن ہے کہیں نہ کہیں وہ احادیث بھی موجود ہوں جن کا حضرت مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے، اس لئے اس کو جھوٹ اور افتراء قرار دینا اپنے ناقص علم کی پردہ دری کرنا ہے اور عجیب بات ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ کلمات مکفرین مسیح کے متعلق ہی کہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:—

> "نزدیک است کہ علما نے ظواہر مجتہدات او (عیسیٰ علیہ السلام)
> علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت
> و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند۔
> مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ بہ برکت ورع
> تقوےٰ و بدولت متابعت سنت درجۂ علیہ در اجتہاد و
> استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز اند و مجتہدات
> او را بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند"

یعنے قریب ہے کہ ظاہری علم رکھنے والے علماء حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی اجتہادی باتوں کا ان کی کمال باریکی اور گہرے ماخذ کی وجہ سے انکار کر دیں گے اور انہیں کتاب و سنت کے مخالف قرار دیں گے، حضرت روح اللہ کی مثال امام اعظم کوفی کی طرح ہے کہ اپنے زہد و ورع اور تقوےٰ کی برکت اور سنت کی تابعداری کی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ایسا بلند درجہ رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے فہم سے عاجز ہیں، اور ان کی اجتہادی باتیں کو باریکیٔ معنی کی وجہ سے کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

یہ تو بدوملہدی ملاّ کے علم و فہم کی وہ تصویر ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کھینچی ہے، اب ہم اس کے پیش کردہ حوالوں کو لیتے ہیں، جن میں اسے حضرت مرزا صاحب کا جھوٹ اور افتراء نظر آتا ہے، حالانکہ ان میں کوئی جھوٹ اور افتراء نہیں بلکہ اس کی اپنی کم فہمی، علمی فرومائگی اور کور باطنی ہے جو اسے جھوٹ اور افتراء بن کر نظر آ رہی ہے، ملاحظہ کیجئے تفصیل ذیل:۔

پہلا حوالہ:۔

"مرزا صاحب اپنی کتاب شہادۃ القرآن ص۵۹ پر اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا قرآن، حدیث اور اولیاء کے مکاشفات سے ثابت ہے"۔۔۔ بتایا جائے کہ یہ مضمون قرآن مجید کے کس پارہ اور کونسی سورت میں ہے اور یہ مضمون حدیث کی کونسی کتاب کے کونسے صفحہ پر ہے؟ یا تسلیم کیا جائے کہ یہ حضرت صاحب کا مقدس جھوٹ ہے"

الجواب:۔ یہ حضرت صاحب کا "مقدس جھوٹ" نہیں بلکہ تمہاری اپنی فریب کاری اور بجروی ہے، کہ شہادۃ القرآن کے ایک فقرہ کو نقل کر کے اس کے سیاق و سباق کو چھوڑ دیا حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے اسی جگہ صفائی کے ساتھ قرآن کریم کی وہ آیت بھی نقل کی ہے جس میں چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا بطور اشارۃ النص بیان کیا گیا ہے، آپ لکھتے ہیں:۔

"دوسری مماثلت تامہ کاملہ استخلاف محمدی کی استخلاف موسوی سے مسیح موعود کا آنا ضروری ٹھہراتی ہے جیسا کہ آیت مندرجہ ذیل سے مفہوم ہوتا ہے یعنے آیت وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم صاف بتلا رہی ہے کہ ایک مجدد حضرت مسیح کے نام پر چودھوی صدی میں آنا ضروری ہے کیونکہ امر استخلاف محمدی اور امر استخلاف موسوی سے اسی حالت میں اکمل اور اتم مشابہت پیدا کر سکتا ہے کہ جبکہ اوّل زمانہ اور آخری زمانہ باہم نہایت درجہ کی مشابہت رکھتے ہوں اور آخری زمانہ کی مشابہت دو باتوں میں تھی ایک امت کا حال ابتر ہونا اور دنیا کے اقبال میں ضعف آجانا اور دینی دیانت اور ایمانداری اور تقوےٰ میں فرق آجانا دوسرے ایسے زمانہ میں ایک مجدد کا پیدا ہونا جو مسیح موعود کے نام پر آئے"

(شہادت القرآن ص۵۵)

کیا اس عبارت میں صفائی کے ساتھ حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کی وہ آیت نقل نہیں کی جس سے چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا بطور اشارۃ النص ثابت ہے؟ کیا اس وضاحت کے باوجود یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ بیان کہ قرآن کریم میں چودھویں صدی کے سر پر "مسیح موعود" کے آنے کا ذکر ہے "مقدس جھوٹ ہے" خود معترض کا سفید جھوٹ اور فریب کاری نہیں؟ شہادت القرآن کے ص۵۵ کی مندرجہ بالا عبارت کو چھوڑ دینا اور صفحہ ۵۹ کا ایک فقرہ نقل کر کے اسے جھوٹ قرار دینا کہاں کی ایمانداری اور کونسی دیانت و امانت ہے لیکن جن لوگوں کا کام ہی رات دن جھوٹ بولنا ہو اور انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی جھوٹ منسوب کرنے سے انہیں دریغ نہ ہو، ان سے ایسی فریب کاری کے سوا اور کیا توقع کی جا سکتی ہے، معترض نے اس آیت کا پارہ اور رکوع دریافت کیا ہے جس میں مسیح موعود کے آخری زمانہ میں آنے کا ذکر ہے، اگر اسے آیت استخلاف کا پتہ نہیں تو سورہ نور پارہ ۱۸ کا رکوع ۱۳ کھول کر دیکھ لے اور اپنے منہ پر شرم و ندامت کی سیاہی مل کر بیٹھ جائے۔ رہا یہ کہ کس حدیث میں مسیح موعود کے چودھویں صدی کے سر پر آنے کا ذکر ہے، اس بارہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ احادیث میں ظہور مہدی، خروج دجّال اور نزول عیسےٰ کا ایک ہی زمانہ بتایا گیا ہے چنانچہ حجج الکرامہ میں صاف لکھا ہے کہ "ما ئتہ ظہور مہدی و نزول عیسےٰ و خروج دجّال واحد است" یعنے ظہور مہدی و نزول عیسےٰ اور خروج دجّال ایک ہی صدی میں ہوگا۔ نہ صرف یہی بلکہ مہدی اور مسیح کی علامات بھی ایک ہی بتائی گئی ہیں جن سے لا المھدی الا عیسیٰ کی حدیث کی تصدیق ہوتی ہے، اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کی آمد غلبۂ صلیب کے زمانہ سے وابستہ ہے، جو چودھویں صدی میں ہوا، اس لئے حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا حدیث سے ثابت ہے بالکل صحیح ہے، آپ نے "حدیث سے ثابت ہے" ہی لکھا ہے یہ نہیں لکھا کہ حدیث میں چودھویں صدی کا لفظ لکھا ہے، فقرہ کی بناوٹ بتا رہی ہے، کہ یہ آپ کا استدلال ہے جو متعدد حدیثوں سے آپ نے کیا ہے۔ پھر اولیاء اللہ میں سے جن بزرگوں کو حضرت مرزا صاحب کے متعلق مکاشفات ہوئے اُن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت سیّد المعروف بہ پیر کوٹھے والے
(۲) سیّد گلاب شاہ مجذوب
(۳) مولوی سیّد عبداللہ صاحب غزنوی ثم امرتسری
(۴) حضرت پیر صاحب العلم ساکن سندھ
(۵) حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی
(۶) سائیں شیر شاہ صاحب جموّں
(۷) عزیز الواعظین ملہم ربانی مولوی غلام امام صاحب
(۸) منشی ظفر احمد صاحب ملہم ساکن کپورتھلہ
(۹) پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی
(۱۰) سید امیر علی شاہ صاحب مجذوب ساکن بستی سیداں والہ ضلع سیالکوٹ

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے، اگر ان کے الہامات و کشوف کی ضرورت ہو تو وہ بھی نقل کئے جا سکتے ہیں۔

دوسرا حوالہ:۔

"مرزا صاحب تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴ پر اپنی مسیحیت کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔۔۔ "قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں عیسیٰ پرستی کی شامت سے زمین اور آسمان میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے (مفہوم) بتایا جائے کہ یہ مضمون قرآن مجید کے کس پارے اور کونسی صورت میں ہے؟ یا محض کتابت کی غلطی ہے؟"

الجواب:۔ اس عبارت میں بھی جو معترض نے حقیقۃ الوحی سے بطور مفہوم نقل کی ہے، نہ صرف حسب معمول لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کیا ہے اور سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے ایک فقرہ کو بطور مفہوم پیش کر دیا ہے بلکہ اس کے ثبوت کے لئے پارے اور سورت کا مطالبہ کر کے اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ تتمہ حقیقۃ الوحی کے ص۶۴ کے جس فقرہ کا مفہوم بیان کیا گیا ہے وہ سیاق و سباق سمیت حسب ذیل ہے:۔

"اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں یہ

سراسر غلطی ہے کیونکہ جس حالت میں اللہ تعالے نے قرآن شریف میں بڑا فتنہ عیسٰے پرستی کا فتنہ ٹھیرایا ہے اور اس کے لئے وعید کے طور پر یہ پیشگوئی کی ہے، کہ قریب ہے کہ زمین و آسمان اس سے پھٹ جائیں اور اسی زمانہ کی نسبت طاعون اور زلزلوں وغیرہ حوادث کی پیشگوئی بھی کی ہے اور صریح طور پر فرما دیا ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہونگے وہ عیسٰے پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے اور پھر دوسری طرف یہ بھی فرمایا وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا پس اس سے مسیح موعودؑ کی نسبت پیشگوئی کھلے کھلے طور پر قرآن شریف میں ثابت ہوتی ہے۔"

لیجئے اب اس عبارت میں معترض کے پہلے سوال کا جواب بھی پھر زیادہ وضاحت کے ساتھ آ گیا۔ غالباً اسی وجہ سے اس نے ساری عبارت چھوڑ کر صرف ایک درمیانی فقرہ کا مفہوم پیش کر دیا کہ پڑھنے والا یہ خیال نہ کرے کہ اپنے پہلے سوال کا جواب خود ہی حضرت مرزا صاحب کی عبارت میں دے رہا ہے۔ بہرحال اس کے ایک جھوٹ کی تو قلعی کھل گئی، اب دوسرے کا جواب سنئے :۔

معلوم ہوتا ہے معترض نے قرآن شریف کی سورۃ کہف کبھی نہیں پڑھی، حالانکہ یہی وہ سورت ہے جس کی ابتدائی دس آیات دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے پڑھنے کی تاکید حدیث میں کی گئی ہے، اسے چاہیئے کہ اس سورت کی ان ابتدائی آیات کو بڑے غور سے پڑھے وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا، مالھم بہ من علم ولا لاٰبائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا، فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا، انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا، وانا لجاعلون ما علیھا صعیدا جرزا۔ ان آیات میں صاف طور پر عیسٰے پرستی کے فتنہ کا ذکر ہے اور اس کی اہمیت اور اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین رنج و اندوہ کا ذکر کرتے ہوئے آخری آیت میں ان خوفناک حوادث کی پیشگوئی کی گئی ہے جو عیسٰے پرستی کی شامت سے آخری زمانہ میں آسمان و زمین میں پیدا ہونے والے تھے اور جن کا کچھ حصہ ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں فرمایا وانا لجاعلون ما علیھا صعیدا جرزا۔ اور ہم یقیناً جو کچھ اس (زمین) پر ہے اسے خالی چٹیل میدان بنا دیں گے، کیا یہ ایک ہی آیت ان خوفناک فتنوں کا پتہ نہیں دے رہی جو عیسٰے پرستی کی شامت سے آسمان سے بم برسانے والے ہوائی جہازوں نے پیدا کئے اور جن کی وجہ سے کئی آباد اور سرسبز وادیاں چٹیل میدان ہو کر رہ گئیں اور یہیں تک نہیں قرآن کریم نے تو عیسٰے پرستی سے پیدا ہونے والے فتنہ کو اس قدر خوفناک بتایا ہے کہ فرمایا تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا" قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں اس لئے کہ وہ رحمٰن کا بیٹا بناتے ہیں (سورۃ مریم آیات ۹۰-۹۱) فرمایئے ابھی اور کسی وضاحت کی ضرورت ہے۔ ابھی اور کسی خوفناک فتنہ کی پیشگوئی آپ قرآن کریم سے دیکھنا چاہتے ہیں، جو آخری زمانہ میں عیسٰے پرستی کی شامت سے پیدا ہوگا! کیا یہی وہ جھوٹ ہے جو حضرت مرزا صاحب نے بولا، اگر یہ جھوٹ ہے تو پہلے قرآن کریم کو جھٹلاؤ تا کہ وہ نام نہاد ایمان جو تم لئے پھرتے ہو اس کی حقیقت دنیا کے سامنے آ جائے،

تیسرا حوالہ :۔

"مرزا صاحب اپنی کتاب شہادت القرآن ص۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ امام مہدی کے لئے آسمان سے آواز آئے گی کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی، ہمارا دعوے ہے کہ مرزا صاحب نے صحیح بخاری پر جھوٹ باندھا ہے اور خلق خدا کو فریب دیا ہے، قادیانی جماعت کا فرض ہے کہ وہ صحیح بخاری میں سے یہ حدیث نکال کر دکھائے یا اقرار کرے کہ مرزا صاحب نے جھوٹا حوالہ دیا ہے۔"

الجواب :۔ پیشتر اس کے کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی حدیث کے متعلق مندرجہ بالا سوال کا جواب دیا جائے ہم معترض کے سامنے دو تین اور احادیث پیش کرنا چاہتے ہیں جن کے متعلق بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ بخاری میں ہیں حالانکہ وہ بخاری میں نہیں ہیں :۔

(۱) یکثر لکم الاحادیث بعدی۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کثرت سے احادیث تمہارے لئے بیان کی جائیں گی۔ اس حدیث کے متعلق علامہ سعد الدین تفتازانی، ملا خسرو، اور ملا عبد الحکیم تینوں نے لکھا ہے کہ یہ بخاری میں ہے، حالانکہ یہ بخاری میں نہیں (ملاحظہ ہو توضیح شرح تلویح جلد ۱ صـ۳۶۱)

(۲) خیر السوان ثلاثۃ لقمان وبلال ومھجع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری فی صحیحہ عن واثلۃ ابن الاسقع مرفوعا کذا ذکر ابن الربیع لکن قول البخاری سھو قلم اما من الناقل او من المصنف فان الحدیث لیس فی البخاری (موضوعات کبیر صـ۳۷) یعنے ابن الربیع نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث کہ سوڈان کے بہترین آدمی تین ہیں، لقمان، بلال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام مھجع، یہ حدیث بخاری میں واثلۃ بن الاسقع سے مرفوعاً مروی ہے، لیکن موضوعات کبیر کے مصنف ملا علی قاری کہتے ہیں کہ علامہ ابن ربیع کا یہ کہنا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے یا تو ناقل کا سہو ہے یا مصنف کا کیونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔

(۳) امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں لکھا ہے کہ کیف انتم اذا نزل عیسی ابن مریم فیکم من السماء و امامکم منکم رواہ البخاری یعنے کیف انتم .... من السماء .... کی حدیث بخاری نے روایت کی ہے حالانکہ بخاری میں من السما کا لفظ موجود نہیں،

اب ان تینوں احادیث کو بڑے بڑے آئمہ نے بخاری کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ وہ بخاری میں نہیں ہیں، کیا اس کو ان بزرگوں کا افتراء اور جھوٹ قرار دیا جا سکے گا؟ کیا معترض کے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انہوں نے "صحیح بخاری پر جھوٹ باندھا ہے اور خلق خدا کو فریب دیا ہے" نہیں بلکہ جیسا کہ حضرت ملا علی قاری نے لکھا ہے یہ مصنف کی سبقت قلم ہے یا کاتب کا سہو، فی الحقیقت لکھنے والوں کے ذہن میں یہ بات کسی طرح رہ گئی کہ یہ حدیثیں بخاری میں ہیں، انہوں نے اسی طرح لکھ دیا، اس کو جھوٹ اور خلق خدا کو فریب دینا نہیں کہہ سکتے۔

یہی حال ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی حدیث کا ہے، باوجود اس کے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ...... "مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں اور اسی وجہ سے امامین (بخاری اور مسلم۔ ناقل) نے ان کو نہیں لیا" (ازالہ اوہام ص۲۳۵) پھر بھی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کے متعلق لکھ دیا کہ وہ بخاری میں ہے، یہ غالباً اس وجہ سے ہوا کہ حاشیہ ابن ماجہ کے حسب ذیل الفاظ کا اثر ان کے ذہن میں باقی رہ گیا کذا ذکرہ السیوطی وفی الزوائد ھذا اسناد صحیح ورجالہ ثقات ورواہ حاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین (ابن ماجہ جلد ۲ صـ۲۶۹ حاشیہ مطبوعہ مصر) یعنے حدیث

ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کا ذکر سیوطی نے بھی کیا ہے اور زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور حاکم نے بھی مستدرک میں اس کو روایت کیا ہے اور اس کو شیخین (بخاری اور مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

کیا اس صراحت کے بعد بھی یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مرزا صاحب نے بخاری پر جھوٹ باندھا اور خلق خدا کو فریب دیا اگر یکثر لکم الاحادیث بعدی کو بخاری کی طرف منسوب کرنا علامہ تفتازانی، ملا خسرو اور ملا عبد الحکیم کا جھوٹ نہیں ہو سکتا، اگر خیر السودان ثلاثۃ الخ کی حدیث بخاری کی طرف منسوب کرنا علامہ ابن الربیع کی فریب دہی نہیں بلکہ بقول ملا علی قاری ان کا سہو قلم ہے اگر کیف انتم اذا نزل الخ کی حدیث میں من السماء کا لفظ بخاری کی طرف منسوب کرنا امام بیہقی کا جھوٹ اور افترا نہیں، تو حضرت مرزا صاحب کا ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بخاری میں ہے، جھوٹ باندھنا یا خلق خدا کو فریب دینا نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ معترض کی فریب دہی ہے کہ وہ اس کو سبقت قلم یا سہو سمجھنے کے بجائے جھوٹ اور فریب دہی قرار دیتا ہے، تعجب ہے ایک طرف تو یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کی طرف تین جھوٹ منسوب کرنے اور نہ پھر بھی نبی یقین کرتے ہیں، اور دوسری طرف ایک معمولی سہو قلم کو حضرت مرزا صاحب کا جھوٹ اور فریب قرار دینے سے نہیں جھجکتے اگر حضرت ابراہیمؑ معاذ اللہ صریح جھوٹ بول کر نبی کے نبی رہ سکتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب اس سہو قلم سے مجددیت اور مسیحیت کے منصب سے ہٹ نہیں سکتے۔

چوتھا حوالہ :-

" صحیح مسلم میں آتا ہے کہ مسیح موعود جب آسمان سے
نازل ہوگا تو اس کا لباس زرد ہوگا "

اس پر مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

" ہمارا دعوٰی ہے کہ مرزا صاحب نے جھوٹ لکھا ہے
اور صحیح مسلم میں مسیح کے آسمان سے نازل ہونے کی
حدیث ہرگز ہرگز نہیں ہے "

الجواب :- اس فقرہ میں حضرت مرزا صاحب نے کوئی حدیث نقل نہیں کی، بلکہ اپنے الفاظ میں اس کا مفہوم بیان کیا ہے اور اس میں آسمان کا لفظ نزول کے اس مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے، کیا مولوی ملا .... نزول کے اس مفہوم کا قائل نہیں؟ کیا وہ آسمان سے مسیح کا نزول نہیں مانتا، اگر مانتا ہے اور یقیناً اس کا یہی اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسی حدیث ہے جس کی بناء پر وہ ایسا سمجھتا ہے، کیا یہ جھوٹ نہیں کہ آسمان کا لفظ کسی حدیث میں نہ ہونے کے باوجود آپ اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث میں مسیح کے آسمان سے نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے؟ اگر محض نزول کے لفظ کی بناء پر یہ اعتقاد ہے تو حضرت مرزا صاحب نے کیا گناہ کیا کہ صحیح مسلم کے الفاظ اذا نزل ابن مریم کا مفہوم آپ جیسے مولویوں کے خیالات کے پیش نظر "جب آسمان سے نازل ہوگا" لکھ دیا، پھر جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، امام بیہقی نے بھی کیف انتم الخ کی حدیث بخاری کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس میں من السماء کا لفظ لکھ دیا ہے حالانکہ بخاری میں من السماء نہیں لکھا، پس کیوں تم امام بیہقی کو جھوٹا اور مفتری قرار نہیں دیتے۔

پانچواں حوالہ :-

" مرزا صاحب انجام آتھم صفحہ ۳۰ پر یہ تحریر کرتے ہیں کہ
" احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ امام مہدی کو کافر ٹھہرایا
جائے گا "

اس پر معترض لکھتا ہے :-

" کسی قادیانی میں جرأت ہے تو احادیث صحیحہ سے یہ مضمون ثابت کرے وگرنہ مرزا صاحب کے غلط گو ہونے کا اقرار کرے "

آئیے سن لیجئے، حجج الکرامہ میں مہدی کی بحث میں لکھا ہے :-

" چوں مہدی علیہ السلام مقابلۂ احیاء سنت و اماتت بدعت فرماید علماء وقت کہ خوگر تقلید و اقتداء مشائخ و آباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملت ما است و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم تکفیر و تضلیل وے کنند "
(حجج الکرامہ ص ۳۶۳)

کیوں اب تسلی ہوئی؟ حجج الکرامہ کے مصنف کو آخر کوئی الہام تو نہیں ہوا کہ ایسا ہوگا، اس نے حدیث اور آثار سے ہی یہ اطلاع حاصل کی ہے کہ مہدی کے ساتھ ایسا سلوک ہوگا۔ اگر جرأت ہے تو نواب صدیق حسن خاں اور ان تمام چھوٹے بڑے علماء کو جھوٹا قرار دو جنہوں نے یہ لکھا ہے،

اس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی رح کی عبارت بھی اوپر نقل کی جا چکی ہے جس میں انہوں نے پیشگوئی کی ہے کہ مسیح موعود کی تکفیر کی جائے گی، بہتر ہے ان کو بھی جھوٹا قرار دو۔

اور اس میں جھوٹ کی بات ہی کونسی ہے؟ الٹا گنگن کو آرسی کیا؟ تم خود ہی تو تکفیر کرکے حضرت مرزا صاحب کی بیان کردہ روایات اور حجج الکرامہ اور مجدد الف ثانی کے بیانات کی تصدیق کر رہے ہو اور پھر پوچھتے ہو کہ کہاں لکھا ہے۔ جہاں بھی لکھا ہو، تمہارے عمل نے اس کی تصدیق کر دی کہ انہوں نے صحیح لکھا ہے۔

(باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب لائلپوری مرحوم و مغفور کے صاحبزادہ
میاں مغیث احمد صاحب کی شادی خانہ آبادی
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو دس ہزار کا عطیہ

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ ہماری جماعت کے ایک قابل فخر نوجوان شیخ میاں مغیث احمد صاحب فرزند ارجمند شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب لائلپوری مرحوم و مغفور کی شادی ۲۶ راپریل کی شام کو پاکستان منٹ کے مینیجر خواجہ فیروز الدین صاحب کی صاحبزادی فوزیہ بیگم کے ساتھ نہایت تزک و احتشام سے ہوئی، اس تقریب میں پاکستان کے اعلیٰ طبقہ کے تمام رؤساء اور جج اور وزراء وغیرہ شامل تھے، خطبہ نکاح حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب نے پڑھا۔

اس خوشی کے موقعہ پر دولہا کے برادران گرامی شیخ میاں عزیز احمد صاحب، شیخ میاں نصیر احمد صاحب، شیخ میاں فاروق احمد صاحب نے انجمن کو دس ہزار روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ہم دولہا اور ان کے ہر سہ بھائیوں اور تمام خاندان کو دلی مبارکباد دیتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کو خطبہ عید دینے کے بعد پھر کسی قدر حرارت ہوگئی تھی۔ اسی وجہ سے گذشتہ جمعہ کی نماز نہ پڑھا سکے۔ اب خدا کے فضل سے آرام ہے۔

—— ہمارے محترم بھائی خان عبد العزیز خان صاحب جنرل سیکرٹری انجمن کے صاحبزادہ عبد النعیم خان صاحب ۲۶ راپریل کو بی اے کے امتحان میں شامل ہونے والے تھے۔ امتحان سے چند دن پہلے کچھ دماغی تکلیف لاحق ہوگئی، جس کی وجہ سے انہیں علاج کے لئے دماغی ہسپتال میں داخل کرنا پڑا، احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس عزیز نوجوان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں، کہ اللہ تعالےٰ انہیں جلد از جلد صحتیاب کرکے والدین

کیا احمدیت ترقی معکوس ہے یا وقت کی پکار؟

ملک محمد جعفر صاحب مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

محمد یعقوب خان

۸

اصولی سطح پر احمدیت کا جائزہ لیں

مکرمی ملک صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اگر ہم ایک دفعہ الفاظ کے چکر سے باہر نکل کر اصولی سطح پر احمدیت کا جائزہ لیں تو ہم کسی مفید نتیجہ پر پہنچنے کی امید کر سکتے ہیں - آپ نے اصول ارتقاء کو معیار ٹھہرا کر ایک بالکل صحیح اقدام کیا - مگر اس اقدام کے باوجود الفاظ کا چکر بھی بدستور آپ کے تفکر اور تدبر کو دامنگیر رہا - میں چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ ہم ان لفظی جھاڑیوں میں سے کسی طرح نکل جاویں جس میں مذہبی مباحثات بالآخر الجھ کر رہ جاتے ہیں تو اصولی گفتگو کے لئے میدان صاف ہو گا - مجھے آپ سے اس حد تک تو پورا اتفاق ہے کہ ارتقاء کا اصول تمام کارخانۂ کائنات میں جاری و ساری نظر آتا ہے - مگر ارتقاء کا اسلامی تصور اور ہے اور اس کا مغربی تصور جس کو آپ نے پیش کیا ہے اور ہے مگر اس سے قبل کہ میں اس طرف رخ کروں - اصطلاحات کے متعلق جو بادل بن کر حقیقت کو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں چند آخری الفاظ عرض کرتا ہوں -

حضرت مرزا صاحب کی وحی قرآن کی توثیق تھی نہ دعویٰ نبوت

مسئلہ کے اس پہلو کو جو خود آپ کے نزدیک کوئی بنیادی حیثیت نہیں رکھتا آپ نے پورے چار ابواب دیئے ہیں یعنے "نبوت" - "نبی بمعنی محدث" - "غیر تشریعی نبوت" - "امتی نبی" ـــــ باب نبوت میں آپ نے یہ تحقیق کی ہے کہ دعوئے نبوت کا صحیح مفہوم کیا ہے - آپ کے نزدیک نزول قرآن کے زمانہ میں :-

" ہر اس شخص کو مدعی نبوت سمجھا جاتا تھا جو اپنی وحی کو لوگوں کے سامنے بطور ہدایت پیش کرے خواہ وہ اپنا کوئی نام ہی رکھے یا کوئی نام بھی نہ رکھے" - (صـ ۲۴۸)

آپ کی اس اپنی قائم کردہ تعریف نبوت کے رو سے حضرت مرزا صاحب نبی قرار نہیں پاتے - مرزا صاحب نے کبھی اپنی وحی کو بطور ہدایت پیش نہیں کیا اور نہ ہی لوگوں کو اس کی طرف بلایا - آپ کا مشن صرف اس قدر تھا کہ قرآن اور اسوۂ رسول کی طرف لوگوں کو بلائیں اور آخری سانس تک آپ اسی ایک مشن میں منہمک رہے آپ کی اپنی وحی کا صرف اس قدر مقام تھا کہ وحی کے [illegible] پر سے جو ایمان اُٹھتا جاتا ہے اسکو تازہ نشانات سے دوبارہ مستحکم کیا جائے - اور ظاہر ہے کہ یہ قرآنی وحی کی تائید اور توثیق کے طور پر تھی -

مرزا صاحب کوئی "تعلیم" یا "ہدایت" یا "پیغام" لیکر نہیں آئے

اگر آپ مرزا صاحب کی کم و بیش اسی کتب اور رسائل اور بکثرت اشتہارات میں سے ایک لفظ بھی ایسا بتائیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ کوئی "تعلیم" یا "ہدایت" یا "پیغام" لے کر آئے تھے اور لوگوں کو اس طرف بلاتے تھے تو بے شک مرزا صاحب مدعی نبوت قرار پاتے ہیں، لیکن اگر ایک لفظ بھی اس مفہوم کا نہیں ملتا تو آپ کو کس طرح زیب دیتا ہے کہ خود ہی ایک تعریف وضع کر کے اس کے رو سے مرزا صاحب کو اس الزام سے بری نہیں ٹھہراتے اس بارے میں مرزا صاحب نے اپنی پوزیشن کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہنے دی ہے - فرماتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

مرزا صاحب کا دعوے صرف اس قدر تھا کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور میں تمہیں خدا کی نافرمانی سے ڈراتا ہوں ـــــ اور یہی ہر ایک مجدد کا کام ہوتا ہے -

"نبی بمعنی محدث"

"نبی بمعنی محدث" میں آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ اصطلاح مرزا صاحب کی کوئی اختراع ہے اور چونکہ مرزا صاحب اسے نبوت کا ہم مفہوم قرار دیتے ہیں اس لئے لفظ محدثیت کے استعمال سے وہ دعوئے نبوت کے الزام سے بری نہیں ہو جاتے یہ محض آپ کی رائے ہے - جب ایک شخص خود کہتا ہے کہ میں نبی نہیں ہوں، محدث ہوں تو آپ اس کے الفاظ میں اپنا مفہوم کیوں ڈالتے ہیں ؟ یہ بھی صحیح نہیں کہ مرزا صاحب محدثیت کو نبوت کا کلی ہم مفہوم قرار دیتے ہیں - ہم مفہومی صرف اس قدر ہے کہ خدا سے ہمکلامی کے لحاظ سے محدث میں نبوت کی استعداد پائی جاتی ہے اور یہ امت میں ایک مسلم چیز ہے -

محدثیت و مجددیت مولانا ابوالکلام کی نظر میں

مذہب کے معاملہ میں مولانا ابوالکلام آزاد ایک مسلمہ النظارتی تھے - اپنی کتاب "تذکرہ" صفحہ ۵۵-۵۶ میں مجددین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" نظام شمسی کی طرح نظام انسانی کے بھی مرکز و محور ہیں - مگر تم کو ان کا حال نہیں معلوم - تم کو اجرام سماویہ کا حال معلوم کرنے میں ہزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالم انسانیت کے نظام و مراکز کے لئے کتنا زمانہ درکار ہو گا - تاہم یہ معلوم رہے کہ ہر عہد و دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبۂ انجذاب ہوتا ہے" -

آگے چل کر انہی مجددین کو محدث کے نام سے موسوم کرتے ہیں - لکھتے ہیں :-

" از انجملہ سب سے اعلیٰ و امثل طبقہ اخص الخواص نفوس مرکزی کا ہے جن کو قائد توفیق الٰہی و سائق فیضان ربانی عزائم امور کے لئے چن لیتا ہے کہ وان ذالک من عزم الامور - اور جن کا نور علم و عمل مشکوٰۃ نبوۃ سے ماخوذ اور جن کا قدم طریق منہاج نبوت پر واقع ہوتا ہے - انہی افراد خاصہ کو حدیث بخاری میں محدَّث (بالفتح) کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور یہی مورد و مصداق حدیث مجدد کے ہیں جو مختلف طرق سے مروی اور اس لئے بلحاظ صحت متن اسکی صحت میں کلام نہیں - یہی لوگ ہیں جن کا وجود فی الحقیقت نظام حق و ہدایت کا مقوم و منتظم ہے اور انبیاء کرام کی اصلی وراثت انہی میں منتقل ہوتی ہے"

(تذکرہ صـ ۹۳)

ملک صاحب! میں اور آپ مذہب کے معاملہ میں ماہرین میں سے نہیں ہیں۔ مذہبی امور میں ہمیں بہرحال ماہرین کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور تبحر علمی کے لحاظ سے مولانا آزاد مسلمہ طور پر نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ مندرجہ بالا حوالہ جات میں وہ مجدد کو روحانی زندگی کا مرکز قرار دیتے ہیں اور محدثیت کو بھی ایک مسلمہ اسلامی اصطلاح قرار دیتے ہیں جو نبی کا نہیں بلکہ مجدد کا ہم مفہوم ہوتا ہے۔

مرزا صاحب ۔۔۔ انسانیت کی حیات روحانی کیلئے مرکز

مرزا صاحب کو خدا نے اس آخری دور کے لئے جو اپنے فتنوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ خطرناک دور ہے، انسانیت کی حیات روحانی کے لئے بطور مرکز اور محور چنا۔ اور یہ صرف بے دلیل دعوے ہی نہیں بلکہ وہ باریک عرفان جو عالم روحانیات کے متعلق اللہ تعالےٰ نے آپ کو دیا۔ اس پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ محدثیت کی جو اصطلاح انہوں نے قائم کی اس میں بھی نبی گرا باریک عرفان کوٹ کوٹ کر بھرا نظر آ رہا ہے۔ اور اس اصطلاح میں قطعاً کوئی ایسی چیز نہیں جو غیر اسلامی ہو یا ختم نبوت کے منافی ہو۔ مولانا آزاد جیسے جید عالم نے شہادت دی ہے کہ یہ اصطلاح بخاری کی حدیث پر مبنی ہے جس کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

"امتی نبی" کی بنیاد امامکم منکم پر

اس کے بعد میں "امتی نبی" کی اصطلاح کے متعلق آپ کے اعتراض کو لیتا ہوں۔ اس کی بنیاد بھی وہ حدیث ہے جس میں آنے والے مسیح کے متعلق "امامکم منکم" کی تصریح ہے۔ یعنے امت میں سے ہی ایک فرد ہو گا۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:-

> "اصل احادیث میں یہ الفاظ تو امام مہدی علیہ السلام کے متعلق بیان ہوئے ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ مسیح کے زمانے میں ہی ظاہر ہوں گے، اور وہ مسلمانوں کے امام ہوں گے۔"

ملک صاحب بہتر ہو گا کہ آپ اپنی اس رائے پر نظرثانی فرماویں۔ "بخاری" کے الفاظ صاف طور پر یہ ہیں **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔** "مسلم" میں الفاظ نے اور بھی وضاحت کر دی ہے جو یہ ہے:- **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم** اس سے ظاہر ہے کہ **امامکم منکم** کے الفاظ مسیح موعود ہی کے متعلق ہیں اور انہی پر امتی نبی کی بنیاد ہے جو غیر حقیقی نبوت ہے۔

جماعت لاہور کی پوزیشن اور غیر تشریعی نبوت

آگے چلتے "غیر تشریعی نبوت" کی طرف۔ اس باب میں آپ کو تسلیم ہے کہ لاہوری جماعت ملنے حقیقی نبوت نہیں سمجھتی۔ آپ فرماتے ہیں:-

> "لاہوری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ غیر تشریعی نبوت حقیقتاً نبوت ہی نہیں ہوتی۔ یہ محض ایک اعزازی نام ہے۔ جس سے مراد اولیاء کرام کا مقام ہے اور جب ہم مرزا صاحب کو غیر تشریعی نبی کہتے ہیں تو اس سے مراد یہی اعزازی غیر حقیقی نبوت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خود مرزا صاحب نے اپنے نبی ہونے سے متواتر انکار کیا ہے۔" (ص ۲۵۹)

آپ جماعت لاہور کی اس پوزیشن کو اس لئے غلط قرار دیتے ہیں کہ "اربعین" میں مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے الہامات میں امر و نواہی بھی ہیں۔ یہ محض ایک الزامی جواب ہے جو معترضین کے مسلمات کو مدنظر رکھ کر دیا گیا ہے۔ خود وہی حوالہ جو آپ نے پیش کیا ہے انکار دعوئے تشریعی نبوت سے شروع ہوتا ہے۔ اصل مسئلہ جس پر مرزا صاحب بحث کرتے ہیں وہ قرآنی وعید ہے جو قطعنا منہ الوتین والی آیت میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی بھی خدا پر افترا کرے کہ اس نے مجھے وحی بھیجی ہے تو خدا تعالےٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب اس آیت کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں تئیس سال سے اس بات کا مدعی ہوں کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے، اگر یہ خدا پر افترا ہوتا تو مجھے کبھی کی گرفت ہو گئی ہوتی۔ اس پر جب کسی نے یہ اعتراض کیا کہ یہ وعید تو ایسی وحی کے متعلق ہے جو حامل شریعت ہو، تو اس کا جو جواب مرزا صاحب دیتے ہیں اس کا پہلا فقرہ ہی ان کی صحیح پوزیشن کی وضاحت کر دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

> "اول تو یہ دعوے بے دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی"

کیا یہ تشریعی نبوت کا صاف انکار نہیں ہے۔ اگر مرزا صاحب واقعی اپنے آپ کو تشریعی نبی سمجھتے تو ان کا یہ فقرہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔

معترضین کا اعتراض غیر تشریعی نبوت کا ثبوت ہے

خود معترضین کا اعتراض اس امر کا اعتراف ہے کہ مرزا صاحب کا دعوے تشریعی نبوت کا نہ تھا۔ ان کا اعتراض ہی بتاتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کو غیر تشریعی نبوت کا مدعی سمجھتے تھے۔ تعجب ہے کہ آپ معترضین سے بھی زیادہ مرزا صاحب کی پوزیشن کو سمجھنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ معترضین تو مرزا صاحب کے ہمعصر تھے اور ان میں ہر ممکن عیب چینی کے درپے تھے۔ اگر مرزا صاحب نے کبھی اور کہیں اشارةً یا کنایةً تشریعی نبوت کا دعوےٰ کیا ہوتا تو وہی ہمعصر معترضین سب سے پہلے اسے پکڑتے۔ یہ چڑھاتے اور مرزا صاحب کے خلاف ان کو ایسا کاری حربہ ہاتھ آتا کہ اس کا کوئی جواب مرزا صاحب سے نہ بن پڑتا۔ آپ ایک اور الزام کے متعلق (جو احمدیت کے فروغ کو حکومت کی سرپرستی کا نتیجہ قرار دیتا ہے) ہمعصروں کی شہادت کو سب سے قوی شہادت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس وقت کے مخالفانہ لٹریچر میں کہیں بھی احمدیت پر یہ الزام نہیں لگایا گیا کہ یہ انگریزوں کی غلامی سکھاتی ہے۔ مگر خود تشریعی نبوت کے متعلق ہمعصروں کی شہادت کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے اور چند الفاظ کی بناء پر جو خود محتاج تشریح ہیں، مرزا صاحب کی طرف تشریعی نبوت کا دعوے منسوب کرتے ہیں۔ جس انداز میں مرزا صاحب نے اپنی وحی میں امر و نواہی کا ذکر کیا ہے اس سے کوئی صاحب شریعت نبی نہیں بن جاتا۔ وہ وہی لفظی اور حقیقی معنوں والا انداز بیان ہے۔ خود معترضین نے ان الفاظ سے جو آپ نے نقل کئے ہیں یہ مفہوم نہیں لیا کہ ان سے مرزا صاحب کا دعوے تشریعی نبوت کا ہو گیا ہے۔ تنقید کا صحیح طریق یہ ہوتا ہے کہ مصنف کے منشاء کو معلوم کیا جائے۔ مرزا صاحب کا منشاء "اربعین" کے منقولہ حوالہ میں صرف اس امر پر زور دینا ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے گرفت ہونی چاہیئے تھی اگر میں مفتری ہوتا۔

قانونِ حکومت کو شریعت کے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کیوں نہ کی

اس کے علاوہ اس باب میں آپ نے ایک اور اعتراض اُٹھایا ہے جو معقول ہے اور اس قابل ہے کہ اس پر روشنی ڈالی جائے۔ آپ لکھتے ہیں کہ بحیثیت ایک ریفارمر کے مرزا صاحب کا فرض منصبی تھا کہ احیائے شریعت کے لئے جدوجہد کرتے جو انہوں نے نہیں کی ۔۔۔ اور یہ انداز فکر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہاں اس لحاظ سے وہ ضرور غیر تشریعی تھے۔ یعنے کہ شریعت کے احیاء کے لئے انہوں نے انگلی تک نہیں اُٹھائی۔ آپ نے اس کی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں شریعت کا ایک حصہ تو وہ تھا جو حکومت وقت کے قانون کے اندر آ گیا تھا اور مرزا صاحب نے اس کو شریعت اسلامی کے ہم آہنگ بنانے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب حکومت سے مطالبہ کرتے کہ مسلمان چوروں کو قطع ید کی سزا دی جائے۔ یہ سزا تو اس اسلامی مملکت میں بھی نہیں دی جاتی اور نہ کسی نے ایسا مطالبہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جرائم کی سزائیں حالات کو بہت کچھ دخل ہے۔ شریعت اسلامی میں جس قدر تعزیریں ہیں ان سب میں اس قدر لچک موجود ہے کہ تمام قسم کے حالات پر ان کا اطلاق ہو سکے۔ اور جو سزائیں یا تعزیرات لادینی حکومت میں بعد غور و خوض تجویز کی جاویں وہی شریعت کی منشاء کو پورا کرتی ہیں۔"

پرسنل لا کے بارہ میں تحریک نہ چلائی

دوسری مثال آپ نے یہ دی ہے کہ پرسنل لا میں بھی..... جس میں غیر ملکی حکومت نے مسلمانوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا مسلمانوں نے شریعت کی بجائے رواج کو ترجیح دی اور مرزا صاحب نے اس کے خلاف بھی آواز نہ اٹھائی۔ اسی طرح عورتوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا تھا وہ اسلامی تعلیم کے خلاف تھا۔ مگر مرزا صاحب نے اس کے خلاف بھی کوئی اقدام نہیں کیا۔ یہ سوالات اور مرزا صاحب کی بقول آپ کے "فروگذاشت" دونوں مجھے تسلیم ہیں۔ سوالات معقول ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ مرزا صاحب نے ایسی کوئی تحریک نہیں "چلائی" جس سے ان برائیوں کا دور کرنا مقصود ہو۔ "چلائی" کا لفظ میں نے جان بوجھ کر استعمال کیا ہے، آپ کے اعتراض کے پیچھے جو ذہنیت کام کر رہی ہے وہ ان تحریکات سے متاثر شدہ ہے جو آج کل "چلائی" کے تحت میں آتی ہیں "چلانے" کے لفظ ہی میں یہ بین السطور مفہوم موجود ہے کہ یہ سب تحریکات محض ایک اسٹنٹ (STUNT) ہوتی ہیں اور ان کا مقصد دولت یا اقتدار یا چندہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔

جماعت اسلامی نے ایک تحریک "چلائی"

جماعت اسلامی نے ایک تحریک "چلائی" کہ ملک میں اسلامی آئین رائج ہو۔ "یوم مطالبات" منائے گئے جلسے جلوس نکالے گئے ۔۔ اور مقصد صرف اس قدر تھا کہ زمام اقتدار علماء کرام کے ہاتھ میں آنی چاہیئے اس لئے کہ ان کی دانست میں اسلامی آئین کی تشکیل کی اہلیت انہی کو حاصل تھی۔ جماعت اسلامی نے جب دیکھا کہ ہر دلعزیزی کے لئے سب سے آسان راستہ احمدیت کی مخالفت ہے تو اپنے مطالبات میں ایک اور مطالبہ کا اضافہ کیا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اور جب حکومت نے کہا کہ اچھا ہم اسلامی آئین رائج کرنے کے لئے تیار ہیں، اس کا کوئی مسودہ تیار کرکے ہمیں دو تو جواب کیا ملا۔ یہ کہ حکومت کی گدی سے اترو اور ہمیں وہاں جانے دو تو ہم خود وہ آئین رائج کرلیں گے۔

سستی نعرہ بازی مرزا صاحب کے شایان شان نہ تھی

مجھے تسلیم ہے کہ مرزا صاحب اس قسم کی نعرہ بازی سے کوسوں دور تھے، ان میں اور نعرہ بازی اور سٹنٹوں میں دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مسلم معاشرہ تو از سرتاپا غیر اسلامی طرز زندگی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ نے تو ایک دو باتیں گن کر دکھائی ہیں، وہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا جو زبان حال سے پکار رہا تھا کہ کوئی مصلح پیدا ہو جو ان مفاسد کو دور کرے۔ اور یہی مشن تھا جس کے لئے مجدد خدا کی طرف سے آتا ہے اور مرزا صاحب اس صدی کے لئے مجدد بن کر آئے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا؟ کونسی اصلاح کی؟ ہمیں تو کوئی تحریک ایسی نظر نہیں آتی جو انہوں نے ان مفاسد کے خلاف "چلائی" ہو۔

بیشک یہ درست ہے کہ اس قسم کی نعرہ بازی ہمیں حضرت مرزا صاحب کی اصلاحی سرگرمیوں میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اور میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی مجددیت کے ابطال کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہوتی اگر وہ اس قسم کی سستی واہ واہ اور نعرہ بازیوں سے کام لیتے انہوں نے وہی کوہ وقار طریق اختیار کیا جو ایک مامور کے شایان شان تھا۔

مرزا صاحب کی طرز اصلاح

مرزا صاحب کی اپنی طرز اصلاح قوم کے مقصد کے حصول کے لئے کیا تھی اسے میں دو ایک مثالوں سے واضح کرتا ہوں:-

ایک دفعہ حنفیوں اور اہل حدیث کے درمیان بمقام بٹالہ ایک مناظرہ قرار پایا جو حدیث کے مقام کے متعلق تھا۔ مرزا صاحب حنفی المذہب تھے یعنی فقہی معاملات میں امام ابوحنیفہ کی پیروی کے قائل تھے، اس لئے حنفیوں کی نظر انتخاب اس اہم مناظرے کے لئے انہی پر پڑی۔ چنانچہ مرزا صاحب بٹالہ پہنچے اور مناظرہ شروع ہوا ۔۔۔ جب اہل حدیث کے نمائندہ نے حدیث کے متعلق اپنی پوزیشن بیان کی اور مرزا صاحب کی باری آئی کہ اس پر جرح کریں تو ان کے رفقاء کی مایوسی کا اندازہ آپ خود لگائیں جب مرزا صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور مجھے اس میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے مجھے اختلاف ہو۔

ملک صاحب! یہ تھے مرزا صاحب ۔۔ وہ طالب حق تھے وہ دھڑے باز نہ تھے وہ خواہ مناظرانہ طرز سے جیسے مخالف میں کوئی اچھی بات نظر ہی نہیں آتی کوسوں دور تھے ان کی ہستی کی ساری افتاد ہی اس قسم کی تھی کہ بناوٹ اور تصنع اور تکلف کا اس میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ وہ سراپا خلوص تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ قولوا قولاً سدیدا کا مجسم تھے ۔۔ راست گفتاری و راست روی راست کرداری ان کی فطرت ثانیہ تھی، جو لوگ مرزا صاحب کو قریب سے دیکھ چکے ہیں ان کے تصور میں نہیں آسکتا کہ مرزا صاحب میں کسی قسم کی وہ چیز بھی پائی جاتی ہو جسے "سیاست" کہتے ہیں ۔ نازک سے نازک ذاتی معاملات کے متعلق بھی اگر گفتگو کی ضرورت پیش آئی تو سرِ بازار کی۔ صیغۂ راز میں کوئی بات جانتے ہی نہ تھے۔ اور جب ایک اہل حدیث مولوی صاحب نے حدیث کے متعلق ایسی پوزیشن بیان کی جو صحیح تھی تو اگر ان کی جگہ کوئی مولانا بالفضل اولانا ہوتے تو وہ کھڑے ہو کر ایک دھواں دھار تقریر کرتے آئیں بائیں شائیں کرتے۔ شعر بہت کرتے ۔ مجھے ایک مشہور مولوی صاحب کی (اللہ تعالیٰ مغفرت کرے) طرز یاد آگئی جو احمدیت کے سرکردہ مخالفین میں سے تھے۔ ان سے جب ہوا ہے کہ یہ نہ بن پڑا تو ازراہِ خوش الحانی سے ایک شعر پڑھ دیتے تھے

جس کا موضوع سے دور کا بھی واسطہ نہ ہوتا تھا۔ اور للکار للکار کر کہتے کہ میرے اعتراض کو تو ابھی تک تم نے چھوا تک نہیں وغیرہ وغیرہ۔ کجا اس قسم کے کیڑے مکوڑے اور کجا وہ نور مجسم جسے خدا نے خلعت مجددیت کے لئے چنا۔ مرزا صاحب کو کسی سستی واہ واہ کی پرواہ نہ تھی۔ اور جب حق کا سوال آیا تو اپنے ساتھیوں کے جذبات سے بکلی بے پرواہ ہو کر "مخالف" کی تائید کی۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اسی کو کہتے ہیں۔

اصلاح قوم کی تکنیک

ایک اور مثال سن لیجئے جس سے آپ کو پتہ لگ سکے گا کہ وہ کونسی تکنیک تھی جو مرزا صاحب نے اصلاح قوم کے لئے اختیار کی جو ان کا فرض منصبی تھا اور جس کے لئے وہ مامور ہو کر آئے۔ وہ وہی تکنیک تھی جو تمام انبیاء و ماموریں کی تھی یعنی اصلاح قلوب۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ جب تک قلوب کی اصلاح نہیں ہوتی کوئی "چلائی" ہوئی اصلاحی تحریکیں کارگر نہیں ہوسکتیں۔ اور یہی مرزا صاحب نے کیا۔ ایک معترض نے اعتراض کیا کہ حضور آپ کی باتیں تو سب اچھی ہیں مگر ایک بات سمجھ نہیں آتی آپ کے مرید اکثر داڑھی منڈے ہیں، آپ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا:

"تمہیں ان کی داڑھیوں کی فکر ہے مجھے ان کے دلوں کی فکر ہے"

یہ تھی کنجی مرزا صاحب کے اصلاحی پروگرام کی۔ اصلاح ہمیشہ اندرونی چیز ہے اوپر سے ٹھونسی نہیں جاسکتی اور اس اندرونی اصلاح کے لئے مرزا صاحب نے وہی ہتھیار استعمال کئے جو نبی کریم اور صحابہ کے اسوہ میں ہمیں نظر آتا ہے۔ خدا کی طرف رجوع ہونا، خدا کے آگے جھکنا، خدا کے آگے رونا، خدا سے مانگنا وہی نقشہ جو قرآن نے کھینچا ہے نبی کریم اور ان کے رفقاء کا تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا۔

اس اصلاحی نقشہ کی کوئی مثال پیش کیجئے

ملک صاحب، انصاف سے بتایئے، کیا آپ کو اس ساری صدی میں جس کی تین چوتھائی گزر گئی ہے، ایک تحریک بھی ایسی نظر آتی ہے جو یہ نقشہ پیش کرتی ہو ۔۔ ہم نے خلافت کی تحریک بھی دیکھی، ہجرت کا زمانہ بھی دیکھا، احرار کا طوفان بھی اٹھا، جماعت اسلامی کی اقتدار پسندانہ صلاحیت بھی دیکھی مگر جو بے لوث للہیت، والہانہ عشق قرآن، پر استغراق نمازیں اور تہجدیں اور راہ خدا میں دل کھول کر اپنے اموال کو خرچ کرنا مجدد زمان نے پیدا کیا اس کا عشر عشیر بھی تو کہیں نظر نہیں آتا۔

مرزا صاحب کا پیدا کردہ انقلاب

ملک صاحب، خدا کے واسطے آپ اقوات سے

آنکھیں بند نہ کریں آپ نے وکالت سے کسی دن کرسئ عدالت پر بیٹھا ہوا، تو آپ کس طرح انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکیں گے اگر آپ کی انصاف پسندی کا یہ معیار ہو جو آپ نے احمدیت کے متعلق اختیار کیا ہے - آپ خود از روئے انصاف بتائیں کہ کیا آج بھی احمدی جماعت ہی ایک منفرد جماعت نہیں ہے جو بحیثیت جماعت باخدا جماعت کہلانے کی مستحق ہے اور جس کا قدم صحیح معنوں میں نبی کریمؐ کے نقش قدم پر ہے - الفاظ کے چکروں کو چھوڑ دیئے - ٹھوس واقعات کی طرف آیئے - کیا مرزا صاحب نے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں ایک نیک انقلاب پیدا نہیں کیا - اگر آپ اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر "نہیں" میں جواب دیدیں تو آپ جیتے میں ہارا -

انقلاب کی ایک مثال

لیجئے مشتے نمونہ از خروارے میں آپ کے سامنے صرف ایک مثال اس انقلاب کی پیش کرتا ہوں جو مرزا صاحب نے انفرادی زندگیوں میں جو درحقیقت قومی زندگیوں کی اینٹیں ہوتی ہیں پیدا کیا - یہ شہادت ایک ایسی ہستی کی سند سے پیش کرتا ہوں جو خود علامہ اقبال کے روحانی باپ تھے اور جس کے متعلق علامہ کے جذبات کی عکاسی ان اشعار میں ملاحظہ ہو :-

وہ شمع بارگاہِ خاندانِ مرتضوی
رہیگا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھکو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھکو

اب وہ واقعہ سنئے جو میں بطور مثال پیش کرنا چاہتا ہوں اسے میں لفظ بلفظ "ذکر اقبال" مصنفہ مولانا عبدالمجید صاحب سالک سے نقل کرتا ہوں :-

"میر حامد شاہ حضرت شاہ صاحب (میر حسن شاہ صاحب) کے چچیرے بھائی کے بیٹے تھے - یہ احمدی ہوگئے تھے (اختلاف کے بعد وہ جماعت قادیان میں شامل رہے - ناقل) جب یہ حکم ہوا کہ کوئی احمدی غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھے - تو کسی نے میر حامد شاہ صاحب سے پوچھا کیا تم اپنے چچا میر حسن کا جنازہ بھی نہ پڑھو گے؟ انہوں نے مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی کہ الٰہی مجھے شاہ صاحب سے پہلے موت دے چنانچہ وہ پہلے فوت ہوئے جب جنازہ تیار ہوا تو شاہ صاحب (سید میر حسن شاہ صاحب) نے کہا کہ آج ہمارے خاندان سے تقویٰ اور پرہیزگاری رخصت ہوگئی - حامد شاہ میرے بھتیجے تھے - ان کی ساری زندگی میرے سامنے ہے اور اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں نکل سکتی جس پر انگلی رکھی جا سکے -"

ملک صاحب! خدارا غور فرمایئے کہ ایک منصوبہ باز انسان دوسروں کی زندگی میں یہ پاک انقلاب پیدا کر سکتا ہے، شہادت ایک ایسے انسان کی طرف سے ہے جو خود ایک بلند پایہ ولی اللہ تھے - اور جن کا خود اس عیسائی مشن کالج کے ارباب حل و عقد پر اتنا گہرا اثر تھا کہ جب بوجہ ضعیف العمری کے وہ ریٹائر ہوئے تو ان کی پوری تنخواہ ماہ بماہ تاحیات انہیں بطور پنشن پیش کر دی جاتی تھی اور دلوں میں ان کے احترام کا یہ عالم تھا کہ بقول مصنف "ذکر اقبال" :-

"تنخواہوں کے رجسٹر میں بطور اعزاز سب سے اوّل شاہ صاحب کا نام لکھا جاتا - پرنسپل بھی اپنا نام شاہ صاحب کے بعد درج کرتا - جب تک شاہ صاحب زندہ رہے کالج سے پوری تنخواہ انکو بطور پنشن ملتی رہی - بلکہ بطور اعزاز کالج کے ہال کا نام بھی "میر حسن ہال" رکھ دیا گیا"

ملک صاحب! اگر آپ دیانتداری سے یہ کھوج لگانا چاہتے ہیں کہ احمدیت کیا چیز تھی تو میں عرض کروں گا کہ یہ تھی احمدیت جس نے سید میر حسن شاہ صاحب جیسے بلند پایہ روحانی انسان کو اس قدر متاثر کیا کہ اپنے احمدی بھتیجے کی موت کو تقویٰ اور پرہیزگاری کا جنازہ قرار دیا -

عملی مسیحائی

حضرت مرزا صاحب کے تمام دعاوی بیکار رہتے اگر وہ انسانوں کی زندگیوں میں کوئی نیک تبدیلی پیدا نہ کر سکتے - میرے نزدیک ان کی مسیحائی کی نزول ابن مریم کی حدیث کی نسبت بھی زیادہ ٹھوس دلیل یہ عملی مسیحائی ہے کہ حامد شاہ جیسے سینکڑوں ہزاروں کو باخدا بنا دیا - اس ٹھوس حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا یا الفاظ، اصطلاحات، اور نظریات کی بھول بھلیوں میں اس کو اُلجھا دینا کہاں کا انصاف ہے؟

مرزا صاحب کا مشن

حضرت مرزا صاحب کا مشن سوائے اس کے کچھ بھی نہ تھا کہ نیکی اور تقویٰ جو اسلام کی روح ہے اور جو دنیا سے اُٹھ چکا تھا دوبارہ قائم ہو، ملاحظہ ہو وہ ایک ہی ولولہ جو ان کے دل میں موجزن تھا :-

بہ تو نتیجہ بود جہانے خموش و سربستہ
من آدم بقدومیکہ از صبا باشد
چہ فتنہ ہائے کہ بزاد است اندریں ایام
کدام راہِ ہدیٰ کو درا اقتفا باشد
کمالِ پاکی و صدق و صفا کہ گم شدہ بود
دوبارہ از سخن و وعظِ من بپا باشد

موجودہ ترقی کے دور میں احمدیت کا اثر

ملک صاحب! آپ احمدی نوجوانوں سے پوچھتے ہیں بتاؤ موجودہ "ترقی" کے جس دور میں پاکستان داخل ہو رہا ہے اس میں احمدیت کس طرح اثر انداز ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کا منشاء یہ ہے کہ پاکستان میں نیکی اور دیانت کے لئے کوئی مانگ نہیں ہے؟ آپ جیسے آدمی کی طرف سے ان اقدار کی بے قدری سمجھ میں نہیں آتی - کسی قوم اور ملک کی سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا استحکام دیانتدار فرض شناس اور محنت شعار شہری ہوتے ہیں اور اگر حامد شاہ صاحب جیسے چالیس آدمی بھی برسر اقتدار ہوں تو کیا ملک جس بد دیانتی، سہل انگاری اور غفلت شعاری کے چکر میں پڑا ہوا ہے - اس سے دنوں میں نجات نہیں ہو سکے گی؟ یہ تو جانے دیجئے کہ مجدد کا ماننا اللہ اور رسول کا حکم ہے، محض دنیاوی بہبود کے لحاظ سے بھی کیا احمدیت کوئی بڑا اسودا ہے؟

اخبارِ احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۔)

—— ہمارے ایک عزیز بھائی گلاب علی چپڑاسی دفتر انجمن کی اہلیہ صاحبہ بہت دنوں سے بخار میں مبتلا ہیں حالت بعض وقت بہت مخدوش ہو جاتی ہے - احباب کرام سے استدعا ہے کہ اس کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائی جائے ٭

—— ایبٹ آباد سے عبدالحکیم خاں صاحب لکھتے ہیں :- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بزرگان سلسلہ کی دعاؤں کی برکت سے موضع لگہ ولہ ضلع پشاور کے ضیا زخان احمدی معہ چار ساتھیوں کے مؤرخہ ۱۱ اپریل کو پشاور کے سیشن کورٹ سے بری ہو گئے - الحمد للہ - اس خوشی میں مبلغ تیس (۳۰) روپے کی حقیر رقم برائے اشاعت اسلام فنڈ ارسال خدمت ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف ٭

پیغام صلح :- ہم اس رہائی پر ضیا زخان صاحب اور آن کے

خطبہ جمعہ ـــــ بسلسلہ صـ۲

آپ کے مطالبات کو اس لئے قابل التفات نہیں سمجھا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں جن کی بناء اس امر پر تھی کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام مثل سابق انبیاء فوت ہو چکے ہوئے ہیں اور کہ آنے والا مسیح اسی امت کا ہی ایک فرد ہوگا اس قدر دلائل بیّنہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے دیئے ہیں جن کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں، ان کو نظر انداز کر کے آپ نے کی تحریروں سے چند ایسے فقرات سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن کی تاویل کی جا سکتی ہے، اور جن کا اصل مسئلہ پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں محض کم فہم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اقتباس سلئے ہیں اور ان تمام نشانات کو جو زبان نبوی صلعم سے احادیث صحیحہ میں مرقوم ہیں اور بتمام و کمال صفائی سے پورے ہو چکے ہیں پس پشت ڈال دیا ہے، آپ خود غور فرمائیں کہ ان براہین ساطع کے مقابل آپ کی کاوش کیا حقیقت رکھتی ہے خدا کے فرستادوں کو ہمیشہ منکرین نے کذاب، اشر اور ساحر کہا کیا اُن کے ایسا کہنے سے وہ ایسے ثابت ہو گئے۔ ہرگز نہیں، بلکہ خدا نے عزوجل جس نے انہیں مامور کیا تھا، اپنی تائید و نصرت اور نشانات سے ان کی سچائی کو ثابت کیا اور وہ دنیا سے اپنے مشن کو کامیابی سے پورا کر کے رخصت ہوئے اور منکرین نے اپنے لئے جہنم کی آگ خرید لی ۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو منہاج نبوت پر پیش کیا، مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دعوے کیا۔ قبل از وقت خدا سے خبر پا کر پیشگوئیاں کیں جو پوری ہوئیں، قرآن کی تفسیر کے لئے عرب و عجم کو للکارا ۔ استجابت دعا کے لئے مقابلہ پر بلایا تاکہ معلوم ہو کہ کس کا تعلق خدا کیساتھ ہے۔ دین اسلام کو سب مذاہب پر غالب کر کے دکھایا۔ آریہ اور فتنہ مسیح الدجال کو کچل کر رکھ دیا۔ مسلمانوں کو حیات مسیح، ناسخ و منسوخ عصمت انبیاء سے متعلق غلطیوں سے خبردار کیا اور قرآن کریم کو جس پر تدبر نہ کرنے سے وہ ان غلطیوں میں مبتلا ہوتے تھے سب پر مقدم کیا ۔ خدارا آپ غور کیجئے کہ آپ ان تمام امور سے آنکھیں بند کر کے کس بے حقیقت چیز پر گر رہے ہیں ۔ مرزا صاحب کی تحریرات کو قرآن کا مرتبہ حاصل نہیں ۔ ان میں بظاہر اجتہادی غلطی اور سہو ہو سکتا ہے اور خدا کے کلام کے بالمقابل، تمام انسانی تحریرات ہر نقص سے پاک نہیں ہو سکتیں لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ امور پیش کردہ کا اصل دعوے یا مسائل متنازعہ فیہ سے کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں ۔ عموماً یہ طرز عمل مغالطہ انگیزی اور اذیت رسانی کی نیت سے اختیار کیا جاتا ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ اور ایسی ایذا دہی کے وقت خدا کو یاد کرنا چاہیئے اور اس ہی سے استمداد اور فیصلہ طلب کرنا چاہیئے ۔ کیا میرا اس موقع پر بیتوں کی ایذا دہی سے خدا کی طرف رجوع کرنا آپ کے نزدیک باعث اعتراض ہے ۔

دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ آج حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے پر قریباً ستر سال گذر چکے ہیں آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد ہر قسم کے اعتراضات آپ پر کئے گئے لاتعداد مباحثات ہوئے اشتہارات اور تحریریں شائع ہوئیں، ہر دفعہ اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا لیکن ہر دفعہ باوجود واضح دلائل کے تسلیم حق سے انکار کیا گیا ۔ آپ پہلے معترض نہیں اور جب آپ پورے وثوق اور یقین سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مفتری علی اللہ سمجھتے ہیں تو ایسے بحث و مباحثہ میں اُلجھنا جو بالآخر نتیجہ خیز نہ ہو اور ہر ایک فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھے وقت ضائع کرنا ہے ۔ بہتر ہوگا کہ مفتری علی اللہ کا فیصلہ خدا کی عدالت میں ہی پیش ہو اور وہاں ہی سے فیصلہ صادر ہو تاکہ دنیا کے لئے نشان ہو، لہذا یہ راستہ دور دراز کا نہیں بلکہ نزدیک ترین ہے، رسول کریم صلعم کا عیسائیوں سے مباحثہ سالوں پر ممتد نہ تھا، ایک دو دن کی بات تھی ۔ جو دلائل محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین نے عیسائیوں کے سامنے پیش کئے وہ واضح تھے مگر عیسائیوں نے حق کو قبول نہ کیا باوجودیکہ وہ ہر موقع پر لاجواب ہوتے۔ اس علانیہ روگردانی پر آپ نے جانچ لیا کہ ان کی ماننے کی نیت نہیں لہذا بحکم ربی ان کو مباہلہ کے لئے بلایا اب جس وثوق اور یقین کا آپ نے اظہار کیا ہے اس کے ماتحت آپ دلائل و براہین سے نہیں مان سکتے آپ کی ماننے کی نیت ہی نہیں لہذا آپ کے لئے بھی خدائی فیصلہ بہتر ہے ۔ اور میں اسی اسوہ حسنہ کی پیروی کر رہا ہوں ۔

(سوم) جناب مولانا صاحب اپنی جماعت کا کم از کم ایک سال اس حیلہ سے اضطراب دُور کرنے کی بھی آپ نے ایک ہی کہی ۔ احمدیوں نے علی وجہ البصیرت حضرت مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد مانا ہے وہ ایسی کچی باتوں سے مضطرب نہیں ہوتے، اور میرے نزدیک یہ چالیں درست نہیں آپ شاید اس اشتہار بازی سے اپنا مقصد حاصل کر لیں کیونکہ ان اغراض کے لئے حضرت مرزا صاحب کی مخالفت آسان ترین طریقہ ہے ۔ لیکن میں ایسا ناعاقبت اندیش انسان نہیں کہ ایسی ریت کی دیوار کا سہارا لوں ۔

(چہارم) جو عملی صورت میں نے فیصلہ کی تجویز کی ہے وہ ہی درست ہے ۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب کو مفتری علی اللہ کہا ہے، ان کا دعوے تھا کہ ان کو خدا نے چودھویں صدی کا مجدد مقرر کیا ہے آپ کے نزدیک خدا نے انہیں مامور مقرر نہیں کیا ۔ وہ خود تو دنیا میں موجود نہیں ۔ مگر مقدر جس نے ان کو بھیجا تھا موجود ہے پس وہ ہی اب اس کا فیصلہ کرے گا اور اپنے بندے سلسلہ کی تربیت کرے گا جہاں تک میرا سوال ہے میں تو شرح صدر سے حضرت مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد مانتا ہوں اور ان کا مشکور رہوں کہ ان کی طفیل میں نے اسلام کا صحیح چہرہ دیکھا، خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوا اور اکل حلال اور حقوق اللہ اور حقوق العباد حسب استطاعت ادا کرنے کی فضل ربی سے توفیق ملی، پس میں اطمینان قلب سے مرفضوں کا لاحظہ دیکھتا رہوں گا ۔ ہاں اگر آپ مجھ پر کوئی ایسا الزام لگائیں گے جس کا میں مرتکب نہیں ہوا تو میں آپ سے مباہلہ کر لوں گا ۔

(پنجم) مجھے اس امر کی ضرورت نہیں کہ اگر آپ ایک سال خدائی فیصلہ طلب کرنے کے بعد عذاب الٰہی سے محفوظ رہے تو اس کا نتیجہ حضرت مرزا صاحب کے حق میں کیا ہوگا اور میری پوزیشن کیا ہوگی ۔ عذاب سے محفوظ رہنے کی صورت میں یہ سوال آپ پر بھی لوٹایا جا سکتا ہے بہتر ہے کہ دعا کے بعد اس فیصلہ کو دنیا پر چھوڑ دیں ۔

البتہ مجھے کامل یقین ہے کہ اللہ تعالٰے ہم پر آپ کا مزعومہ وقت نہیں لائے گا ۔ اور اپنے وعدہ کے مطابق حق کی حمایت کرے گا ۔

اس امر میں ہماری طرف سے صرف یہ شرط ہوگی ۔ کہ دعا کے تجویز کردہ الفاظ آپ کم از کم تین اخباروں میں بحروف جلی مشتہر کر دیں، اور ایک مجمع عام کی پر امن اور پرسکون فضا میں آپ الحاح سے خدا کے حضور فیصلہ کے طالب ہوں، ہم اس پر آمین کہیں گے اور ایک سال تک صبر و اطمینان سے نتیجہ کا انتظار کریں ستر سال کا جھگڑا اگر ایک سال میں طے ہو جائے تو کوئی لمبی مدت نہیں، نیز آپ کی دعا کو مغربی و مشرقی پاکستان میں تشہیر کرنے میں آپ کی اعانت کریں گے ۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا و انت خیر الفاتحین ۔

ایک مشورہ آپ کو دیتا ہوں اگر پسند فرمائیں تو قبول کریں ۔ جلد بازی سے کام نہ لیں اپنے نفس پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اس سے علیحدہ ہو کر اور بغض و عناد کو دل سے دور کر کے خدا تعالٰے سے دعا کریں اور اس کے لئے چالیس دن استخارہ کریں، شاید خدا تعالٰے آپ کی راہنمائی کرے ۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ مجددیت کا دعوے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے کوئی معمولی دعوے نہیں ۔ ممکن ہے کہ آپ کو غلطی لگی ہو ۔ لیکن اگر مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اپنے فعل کے عواقب اور نتائج پر آپ کو غور کرنا چاہیئے ۔ میں نے تو آپ کے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالٰے آپ پر حق کھول دے ۔ ایک شخص چراغ دین جمونی نے آپ کی طرح سے دعا کی تھی اس کا انجام اچھا نہ ہوا ۔ حضرت مرزا صاحب کی ایک کتاب جس میں چراغ دین جمونی کی دعا اپنے الفاظ میں مندرج ہے ارسال خدمت ہے اس کو بھی پڑھ لیں اور تنہائی میں اس پر غور کریں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالٰے آپ کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرے ۔

(باقی صـ۱۲ پر اشتہار کے نیچے)

ہمارا اخلاقی و ایمانی تنزّل اور اس کا علاج

ایڈیٹر روزنامہ "ہمارا پاکستان" کے نام کھلی چھٹی

مولانا عبدالباقی صاحب بنوں

معاصر روزنامہ "ہمارا پاکستان" نے مسلمانان پاکستان کے موجودہ اخلاقی و ایمانی تنزّل پر ایک افتتاحیہ لکھا ہے جس پر مولانا عبدالباقی صاحب نے ایک کھلی چھٹی کی صورت میں حسب ذیل تبصرہ کیا ہے۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا ۱۱ اپریل ۱۹۵۸ء کا ایڈیٹوریل مطالعہ سے گذرا۔ اس کے اندر آپ نے قوم کی بیماری کی صحیح معنوں میں نشاندہی کی ہے۔ فی الواقع مسلمان قوم کے "اخلاق و ایمان" کا بقول آپ کے دیوالہ نکل گیا ہے جس پر آج قوم کا ہر فرد بشر اس بات کا رونا رو رہا ہے کہ یہ ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ اگرچہ یہ بیماری بہت پرانی ہے لیکن اس کا احساس اس قدر شدید نہیں تھا۔ جس قدر کہ اب پایا جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ کچھ عرصہ پہلے ہم غیر قوموں میں ملے جلے رہتے تھے۔ جن میں رہتے ہوئے ہمارے عیوب اور ہماری کمزوریاں پوشیدہ تھیں لیکن آج تو یہ "تبدل ت لهما سوا تهما" کا کھلم کھلا نظارہ پیش کر رہا ہے اور ہمیں وہ پتے نہیں ملتے جن سے ان عیوب کو ڈھانک سکیں۔ بقول جناب کے "مغربی تہذیب" نے ہم کو اخلاق و ایمان کی ایمان سے نکال کر کچھ ایسا ننگا کر دیا ہے کہ ہمارے عیوب اب چھپانے سے نہیں چھپتے۔ کیونکہ اس شیطانی تہذیب کا "شجرہ ممنوعہ" جس کی تصویر آپ نے اپنے مضمون کے اندر "تبیرہ اسباب" کی شکل میں کھینچ رکھی ہے ابھی تک پورے جوبن پر ہے۔ پوری صفحۂ زمین اور فضاؤں تک اس کا دامن پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ ایمان ثریا پر چڑھ گیا ہے۔ اور تو اور خود علماء دین اور مساجد تک ہدایت سے خالی ہیں۔ اگر کوئی ان کے ہاں جائے اور تسکین کا سامان ان سے چاہے۔ تو آشفتہ ناگفتہ بہ سلوک حالت کو دیکھ کر آپ جیسا ہر حساس آدمی خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔

مخبرِ صادق کا بتایا ہوا نقشہ

آخر ماجرا کیا ہے۔ کہ ہم ہیں بھی مسلمان بڑے بڑے علماء دین بھی ہمارے اندر موجود ہیں۔ خوشنما مساجد اور مذہبی تعلیم کی درسگاہوں کی بھی کمی نہیں۔ نمازی بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ہمارا قدم "اخلاقی و ایمانی" لحاظ سے پیچھے کو ہی ہٹ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اور اسلام کے درمیان بہت بڑی خلیج واقع ہو چکی ہے جس سے ہماری نگاہیں اصل اسلام سے اوجھل ہیں۔ جناب من یہ کوئی اتفاقی امر نہیں۔ ہماری اس حالت کا نقشہ آج سے چودہ سو سال پیشتر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کھینچ رکھا تھا۔

لتتبعن سنن من قبلکم
شبر بشبر و نعل بنعل الخ

حدود شرعی کا نفاذ

قوم کی اس مشکل کا جناب نے یہ حل پیش فرمایا ہے۔ کہ اگر حدود شرعی کا نفاذ کر دیا جائے۔ تو ہمارا معاشرہ بہت ہی معمولی محنت کے بعد درست ہو سکتا ہے" ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے کسی حد تک ہم معاشرہ کو درست کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن موجودہ حالات میں اس کے نفاذ کا الٹا اثر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محض شرعی آئین بھی تو کچھ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کے نافذ کرنے والے صالح نہ ہوں۔ کیونکہ اول الذکر صورت میں اس کے ناجائز استعمال کا خطرہ ہے۔ اور ثانی الذکر صورت میں اس کے نفاذ اور صحیح استعمال کے لئے ذرائع کا پانا محال ہے۔ کیونکہ غیر صالح حکام سے (جیسے کہ دیگر ممالک اسلامی میں ہمیں نظر آتا ہے) شریعت کے ہوتے ہوئے رشوتوں کے بدلے شرعی احکام کا ناجائز استعمال میں لانا ناممکن نہیں، اور ایسے ہی غیر صالح معاشرہ (جیسے کہ ہمارا ہے) میں کسی ایک جرم کے نفاذ کے لئے صحیح گواہی کا حاصل کرنا بھی محال ہے لہٰذا اگر آئین اسلامی کو جاری بھی کیا جائے۔ تو آئین "درکتاب" اور اس کا صحیح استعمال "درگور" والا معاملہ ہوگا۔ اور بصورت اس کے غلط استعمال کے لوگوں کا رہا سہا ایمان بھی شریعت کے نام پہ دھوکہ دے کر اٹھ جائے گا۔ پھر اس کا فائدہ کیا؟

"صالح حکومت" اور علمائے کرام

اس غرض کے حصول کے لئے آپ نے بھی "صالح حکومت" کا وجود ضروری قرار دیا ہے۔ مگر سوال تو وہی رہ جاتا ہے۔ کہ جب سارا معاشرہ بگڑا ہوا ہو۔ تو "صالح حکومت" کب اور کیسے لائی جائے۔ گویا ضروری ہے۔ کہ معاشرہ میں تبدیلی کی ابتدا کسی اور ذریعہ سے کی جائے جس کے لئے آپ نے علمائے کرام کو تجویز فرمایا ہے۔ اور بالخصوص مولوی مودودی صاحب کو آپ نے دعوت دی ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کے مشن میں ان اخلاق سوز حرکات کی اصلاح کو شامل کر لیں۔"

شریعت کا نفاذ دلوں میں

میرے خیال میں اگر واقعات سے چشم پوشی نہ کی جائے۔ تو یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ یہ کام علمائے ظاہر بین کا نہیں۔ کیونکہ خود ہمارے ہی ملک میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح اور مولانا شبلی صاحب رح وغیرہ وغیرہ جیسے اعلیٰ پایہ کے علماء جن کو کسی حد تک روحانیت سے بھی ملکہ حاصل تھا۔ اسی غم میں دنیا سے ناکام رخصت ہو گئے۔ جب وہ کچھ نہ کر سکے تو آج کل کے مستر قسم کے نیم دینی اور نیم سیاسی علماء یہ اہم کام کیسے کر سکیں گے۔ در اصل اس کا واحد علاج کچھ اور ہے۔ جس کو ہم ختم سمجھے بیٹھے ہیں۔ وہ ہے، شریعت کا معاشرہ کے اندر حقیقی معنوں میں انفرادی طور پر نافذ کرنا۔

روحانی خلفاء کا کام

حکومت کے ڈنڈے سے یہ اصلاح نہ پہلے ہوئی ہے۔ نہ اب ہوگی اور نہ آئندہ۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے روحانی خلفاء کرتے رہے ہیں۔ جو کہ خیر القرون کے بعد اللہ تعالیٰ کے سورۃ نور کے اندر دیئے ہوئے وعدہ استخلاف کے مطابق مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ ان کا شرعی منصب مجددین ہونے کا ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے کامل و مکمل ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے رہے ہیں در آں حالیکہ وہ نبی نہیں ہوتے اور خدا تعالیٰ سے اس زندہ تعلق کے ذریعہ وہ لوگوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان پیدا کر کے ان کے اندر "ایمان اور اخلاق" کو بھر دیتے ہیں۔

مرض کی ابتداء

چنانچہ اصلاح کے اس موعودہ طریقہ کا خود آپ کے پرچہ زیر نظر کے صـ۳ پہ "اسلامی تحریکیں" کے زیر عنوان بھی ثبوت موجود ہے۔ پیشتر اس سے کہ میں وہ اقتباسات درج کروں، جن سے اس روحانی نظام کا ثبوت مہیا ہوتا ہے، ضروری سمجھتا ہوں کہ قوم کے موجودہ مرض کے متعلق بھی ایک دو اقتباسات اسی مضمون سے درج کروں، جس سے یہ ثبوت مل جاتا ہے کہ یہ مرض کب سے شروع ہوا ہے:۔ مضمون نگار موصوف فرماتے ہیں:۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کہ بارہویں صدی ہجری یا اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں دنیائے اسلام کا دینی اور اخلاقی انحطاط اپنی انتہاء کو پہنچ چکا تھا اپنے تو اپنے غیر بھی اس دور کے

(باقی صـ۱۱ پہ)

بحوالہ روزنامہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۷ رمئی ۱۹۵۸ء

بدوملہی کے ایک مُلّا کی فریب دہی اور افتراپردازی

(۲)

پیشتر اس کے کہ بدوملہوی ملا کے بقیہ مطالبات کا جواب دیا جائے ہم گذشتہ جوابات میں سے دو ایک پر مزید روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

۱۔ "صحیح بخاری میں ہے کہ امام مہدی کے لئے آسمان سے بشارت آئے گی کہ هٰذا خلیفۃ اللّٰہ المهدی"

(شہادۃ القرآن ص۳۵)

جہاں تک صحیح بخاری کا تعلق ہے ہم اس پر مفصل روشنی ڈال چکے ہیں، اس کے ساتھ ہی حدیث کے نفس مضمون کا جہاں تک تعلق ہے، واقعات کی تصدیقی مہر اس پر لگ چکی ہے اور اس لئے بخاری سے بڑھکر اس کی صداقت ثابت ہو چکی ہے۔ کیا بدوملہوی ملا کو وہ حدیث یاد نہیں جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انّ لمهدينا ايتين لم تكونا منذ خلق السمٰوات والارض ينكسف القمر لاوّل ليلة من ..... رمضان) وتنكسف الشمس فی النصف منه

یعنی ہمارے مہدی کے دو نشانات ہیں جو جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے کبھی ظہور پذیر نہیں ہوئے وہ یہ ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن اس کی پہلی رات کو ہوگا اور سورج گرہن اس کے درمیانی دن کو ہوگا۔

کیا اسے معلوم نہیں کہ اس حدیث کے مطابق ۱۸۹۴ء کے رمضان المبارک میں یہ دونوں نشان آسمان پر ظہور پذیر ہوئے، چاند نے اپنے گرہن کی راتوں میں سے پہلی شب یعنے رمضان کی تیرھویں رات کو اور سورج نے ایام گرہن کے درمیانی دن یعنے ۲۸ رمضان کو آسمان سے آواز دی کہ هٰذا خليفة اللّٰه المهدی، یہ آواز دوسرے سال ۱۸۹۵ء میں امریکہ میں بھی سنی گئی اور دنیا نے تخلیق عالم کی تاریخ میں پہلی مرتبہ رمضان کی ان تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن کے ذریعہ حضرت مرزا صاحب کے دعوئے مہدویت کی تائید میں آسمان کی اس آواز کو سُنا، یہ الگ امر ہے کہ مولویوں کے ایک طبقہ نے اپنے کانوں کو بند کر لیا اور زبان حال سے قلوبنا غلف کہہ کر اپنی کور باطنی کا ثبوت دیا، اگر بصارت کے ساتھ بصیرت کی آنکھ بھی انہیں ملی ہوتی، تو اس آسمانی آواز کو سن کر ماننا پڑتا، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں واقعات نے سچی ثابت کر دیں، چاند اور سورج گرہن کی حدیث بھی سچی ثابت ہو گئی اور اس طرح آسمان کی آواز بھی آگئی۔ کہ هٰذا خليفة اللّٰه المهدی، غور کرو اور کچھ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ مرزا صاحب کو جھٹلا کر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو جھٹلا رہے ہو، پیشگوئی تو لفظاً لفظاً پوری ہو چکی، اب یہ کہنا کہ بخاری میں یہ حدیث موجود نہیں اپنی کور باطنی کا ثبوت دینا ہے، بخاری میں نہ سہی آسمان نے تو گواہی دے دی، اس روشن شہادت کے ہوتے ہوئے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

۲۔ "چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا قرآن، حدیث، اور اولیاء اللہ کے مکاشفات سے ثابت ہے" (شہادت القرآن ص۵۹)

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے آیت استخلاف سے اشارۃ النص کے طور پر یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن کریم سے مسیح موعود کا چودھویں صدی کے سر پر آنا ثابت ہے، حدیث کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ ....

علامات زمانہ مسیح موعود کی احادیث سے آپ نے استدلال کیا، لیکن بدوملہوی ملا کی علمی فرمائش کو رفع کرنے کے لئے ذیل کی حدیث درج ہم سنا دیتے ہیں جس میں صاف طور پر مسیح موعود کے چودھویں صدی کے سر پر آنے کا ذکر ہے:۔

عن ابی جعفر القمّی هٰذا باسناده عن علیّ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ابشروا ثلاث مرات انما مثل امتی کمثل غیث لایدری اوّله خیر ام اخره وکیف یهلك امة انا اولها واثنا عشر خلیفة من بعدی والمسیح عیسی ابن مریم اخرها۔

ترجمہ:۔ ابوجعفر قمی نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک اسناد پہنچا کر یہ حدیث بیان کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خوش ہو، خوش ہو، خوش ہو، (یہ لفظ تین مرتبہ دہرایا) کہ میری امت کی مثال اس بارش کی مانند ہے کہ جس کی نسبت معلوم نہیں ہو سکتا، کہ اس کا اوّل اچھا ہے یا آخر اچھا ہے اور وہ امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے کہ جس کی ابتداء میں میں ہوں اور سب سے آخر مسیح عیسے بن مریم ہے۔

(ملاحظہ ہو فصل الخطاب امام محمد پارسا ص۴۶۸)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ مسیح موعود کے چودھویں صدی کے سر پر آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، بارہ خلفاء جن کا حدیث میں ذکر ہے وہی ہیں جن کو دوسری حدیث میں مجدّد کا نام دیا گیا ہے اور وہ دوسری صدی ہجری سے لے کر تیرھویں صدی تک امت میں آتے رہے، ان کے بعد بموجب حدیث چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا ثابت ہے، جس کی یہ شان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے کہ وہ امت ہلاک نہیں ہو سکتی جس کے اوّل میں میں ہوں اور سب سے آخر میں مسیح۔

حیرت ہے کہ ایسی کھلی حدیث کے ہوتے ہوئے بدوملہوی ملا حضرت مسیح موعود کے بیان کو "حضرت صاحب کا مقدس جھوٹ" قرار دیتا ہے اسے چاہیئے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "مقدس جھوٹ" کا الزام دے کر اپنے فقدان ایمان کا مظاہرہ کرے اور اگر اتنی جرأت نہیں تو اس حدیث کو پڑھکر اپنی روسیاہی کا اعلان کرے۔

اب ہم بدوملہوی مُلّا کے باقی مطالبات پر نظر ڈالتے ہیں:۔

مطالبہ ۷:۔

"مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ پر مجدّد صاحب سرہندی کے حوالہ سے یہ مضمون لکھا ہے کہ

"جس کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہو اسے نبی کہتے ہیں"

حالانکہ مرزا صاحب نے جب دعوئے نبوت نہیں کیا تھا تو انہوں نے خود ازالہ اوہام، براہین احمدیہ اور تحفہ بغداد میں مجدّد صاحب کی یہ عبارت ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ "جسے کثرت مکالمہ مخاطبہ ہو اسے محدث کہتے ہیں" احمدی دوستو! کیا مرزا صاحب کے دعوے تبدیل کرنے سے مجدّد صاحب کی کتاب میں بھی تبدیلی ہو گئی؟ ہم کھلے الفاظ میں مرزا صاحب پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے مجدّد صاحب کے حوالہ میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے اور بد دیانتی کی ہے اگر آپ میں دم خم ہے تو اپنے حضرت صاحب کو اس الزام سے بری کرو"

الجواب:۔

دعوے تبدیل کرنے کی بھی ایک ہی کہی، ہم کھلے الفاظ میں تم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ تم نے حضرت مرزا صاحب پر تبدیلی دعوے کا الزام دیکر اور دعوئے نبوت ان کی طرف منسوب کر کے عمداً جھوٹ بولا ہے اور بد دیانتی کی ہے، کیا حقیقۃ الوحی کے اسی صفحہ پر مجدّد صاحب کے حوالہ سے پہلے تم نے یہ عبارت لکھی ہوئی نہیں دیکھی کہ:۔

"پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک

پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں
اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف
مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں"

با دعوےٰ نبوت کی اس کھلی تردید کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنا یا تبدیلی دعوےٰ کا الزام عائد کرنا کھلی بد دیانتی اور جھوٹ نہیں اس عبارت کے ساتھ ہی اگلے الفاظ جن کو تم نے مجدد صاحب پر جھوٹ باندھنا قرار دیا ہے یہ ہیں :-

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں
لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص
ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ
مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں
وہ نبی کہلاتا ہے"

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں حضرت مرزا صاحب نے مجدد صاحب سرہندی کے اصل الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ روایت بالمعنی کے طور پر ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اور اس میں نبی کا لفظ آپ نے محدث ہی کے معنوں میں استعمال کیا ہے کیونکہ بارہا آپ اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں کہ محدث اگرچہ بالفعل نبی نہیں ہوتا (یا بالفاظ دیگر منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جاتا) لیکن بالقوۃ نبی ہوتا ہے اور خود مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کئی مقالات میں محدث کی یہی شان بیان کی ہے جیسا کہ ان کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے:-

"گویا ہر دو (تابع ومتبوع) از یک چشمہ آب میخورند وہر دو آغوش یک کنارند
وہر دو در یک بسترند وہر دو در رنگ شیر وشکراند تابع کجا متبوع کجام
تبعیت کرا در اتحاد نسبت تغائر گنجائش ندارد"

یعنی گویا دونو (تابع اور متبوع یا محدث اور نبی) ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں
اور دونو ایک ہی گود میں ہم آغوش میں ہیں اور دونو ایک ہی بستر میں ہیں اور دونو
شیر وشکر کا رنگ رکھتے ہیں، تابع کجا اور متبوع کہاں، اور متابعت کس کی!
اتحاد میں غیریت کی گنجائش نہیں ہوتی۔

پس اگر حضرت مرزا صاحب نے بھی اسی خیال کے پیش نظر روایت بالمعنی کے طور پر مجدد صاحب کی عبارت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نبی بمعنے محدث لکھدیا تو یہ جھوٹ اور بددیانتی کس طرح ہو گئی، کیا کتب احادیث میں کئی روایات بالمعنی کے طور پر مروی نہیں ؟ کیا کبھی کسی نے آج تک یہ فتوےٰ دیا ہے کہ چونکہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ نہیں اس لئے راوی نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے اور بد دیانتی کی ہے بدو ملہوی ملا میں کچھ بھی دم خم ہے تو اسے چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب پر الزام دینے سے پہلے ان راویان حدیث پر جھوٹ اور بد دیانتی کی تہمت لگائیے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے الفاظ منسوب کئے ہیں جو آپ کے نہیں بلکہ راویوں کے الفاظ ہیں، اور اگر یہ جھوٹ اور بد دیانتی نہیں تو حضرت مرزا صاحب کے الفاظ جھوٹ اور بد دیانتی کس طرح ہو گئے۔

مطالبہ نمبر ۵

"مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی سے مباحثہ لدھیانہ کا ذکر کرتے ہوئے
ازالہ اوہام صفحہ آخر پر لکھا ہے کہ:-
"مولوی محمد حسین بٹالوی کو لدھیانہ سے نکل جانے کا حکم ڈپٹی کمشنر
کی طرف سے ملا تھا لیکن مجھے اخراج کا حکم نہیں ملا"
ہمارا دعوےٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق عمداً
غلط بیانی کی ہے ہم قادیانی لٹریچر سے ثابت کر سکتے ہیں
کہ مرزا جی کو بھی لدھیانہ چھوڑنے کا باقاعدہ حکم ہوا تھا"

الجواب :-

ازالہ اوہام کے صفحہ آخر میں حضرت مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے لدھیانہ سے اخراج اور اپنے عدم اخراج کا ذکر کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر لدھیانہ کی چٹھی بھی نقل کی ہے، اس کو کیوں تم نے چھوڑ دیا ؟ کیا اسلئے کہ تمہارا جھوٹ ثابت نہ ہو جائے ؟ کیا حضرت مرزا صاحب کے ان الفاظ کو تم نے نہیں پڑھا کہ :-

"ہاں یہ سراسر سچ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث
کی شامت سے شہر بدر کئے گئے لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم اخراج
کا صادر نہیں ہوا چنانچہ ذیل میں نقل مراسلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ لکھی
جاتی ہے :-

"از پیشگاہ مسٹر ڈبلیو چیونس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لدھیانہ
مرزا غلام احمد رئیس قادیان سلامت - چٹھی آپکی مورخہ دیروزہ
موصول، ملاحظہ وسماعت ہو کر بجوابش تحریر ہے کہ آپ کو
بمتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لدھیانہ میں ٹھہرنے کے
لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار
انگریزی کو حاصل ہیں - المرقوم ۶ ر اگست ۱۸۹۱ء :
دستخط صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

کیا اس چٹھی کے ہوتے ہوئے بدوملہوی ملا کا دعوےٰ کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق عمداً غلط بیانی کی ہے کھلی فریب ہی اور بد دیانتی نہیں، "قادیانی لٹریچر" سے اگر جماعت ربوہ کی کوئی تحریر مراد ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں نہ مرزا صاحب پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، مسٹر چیونس ڈپٹی کمشنر لدھیانہ کی چٹھی کی موجودگی میں کسی اور لٹریچر کی کیا حقیقت ہے کہ اسے درخور اعتنا سمجھا جائے - باقی آئندہ

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر
"پیغام صلح" کا خاص نمبر اور مرکزی انجمن کا جلسہ

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر پچاس برس گزر چکے، ۲۶ ر مئی ۱۹۵۸ء کو آپ کی پچاسویں برسی ہو گی اس موقعہ پر حسب دستور "پیغام صلح" کا ایک خاص نمبر شائع کیا جائے گا جس میں حضرت کے مجددانہ کارناموں علمی کمالات، سیرت طیبہ اور اخلاق واعمال پر مختلف اہل قلم اصحاب کے بیش قیمت مضامین درج ہوں گے، یہ پرچہ ۲۸ ر مئی کو شائع ہو گا۔

اس کے علاوہ مرکزی انجمن کی طرف سے لاہور میں ایک شاندار جلسہ منعقد ہو گا جس میں جماعت کے چیدہ چیدہ اصحاب تقاریر کے ذریعہ سے حضرت مجدد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور خدمات اسلام پر روشنی ڈالیں گے، ہم ان احباب سے جو لاہور کے قریبی اضلاع میں سکونت پذیر ہیں بالخصوص گوجرانوالہ، وزیر آباد، گجرات، لائلپور، جہلم اور ملدکا زہ وغیرہ مقامات کے اصحاب سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ اس جلسہ میں شمولیت کی تکلیف گوارا کریں گے، دور کی جماعتوں سے ہماری استدعا ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جلسے منعقد کریں اور ضروری لٹریچر بھی لوگوں میں تقسیم کریں، حضرت مسیح موعود کے متعلق اللہ تعالےٰ کا الہام ہے لا نبقی لک من المخزیات شیئا ہم تیری رسوائی کی کوئی بات باقی نہ رہنے دیں گے اس الہام کو پورا کرنے کا فرض تمام جماعت پر عائد ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کی غلط فہمیوں کو جلسوں اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ووکنگ مسلم مشن کی مہمان نوازی

(بسلسلہ صفحہ اول)

Mr. Bernard Harrison
2 St. Stephen Crescent
Bayswater London W.2.

اللہ تعالیٰ کی شان ربّ العالمین کا مظاہرہ

انسانی تخلیق اور کائناتِ عالم میں

ربّ العالمین پر ایمان دلوں میں وسعت پیدا کرنیکا موجب ہونا چاہیئے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ الذی جعل لکم الارض قراراً والسّماءَ بناءً وصوّرکم فاحسن صورکم ورزقکم من الطیبٰت۔ ذالکم اللہ ربکم فتبٰرک اللہ ربّ العالمین۔۔۔۔۔ وامرت ان اسلم لربّ العٰلمین ــــــ (المومن آیات ۶۵ - ۶۶)

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق انسانی عقل و فہم کو اپیل

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل و فہم کو اپیل کی ہے اور ایک اپیل اس کے اس احساس کو کی ہے کہ وہ اپنے محسن کے سامنے اپنی گردن جھکاتا اور اس کی فرمانبرداری بجالاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی ہستی کا ثبوت کسی حکم سے نہیں دیا۔ بلکہ انسان کی عقل و فہم کو اپیل کی ہے کہ تم خود غور کرو کہ اس کائنات کا کوئی بنانے والا ہے یا نہیں اور جب غور کرو گے تو تمہیں سمجھ آجائے گی کہ یہ تمام نظامِ کائنات فی الحقیقت کسی مدبر بالارادہ محسن ہستی کی تخلیق ہے، اور جب اس بات کی سمجھ آجائے گی، تو تم خود بخود اس کے آگے جھک جاؤ گے اور تمہارے اعمال میں خوبصورتی کی جھلک نظر آئے گی۔

انسانی پیدائش سے پہلے اس کی زندگی کے ساز و سامان

ان تمام باتوں کے پیش نظر فرمایا اللہ الذی جعل لکم الارض قراراً۔ اے انسانو دیکھو تمہاری پیدائش سے پہلے ہم نے کیا کیا ساز و سامان تمہارے بھلے کئے تمہاری آمد سے پیشتر ایک مکان تمہارے لئے بنایا اس میں زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا والسماء بناءً اور آسمان کو چھت بنا دیا ورزقکم من الطیبات تمہیں زندگی عطا کرنے سے پیشتر اس گھر میں تمہاری ما یحتاج مہیا کر دیں، کتنا بڑا مکان بنایا، کتنا سامان رزق اس میں پیدا کیا۔ پہاڑوں کے پہاڑ بنائے۔ کسی ایک پہاڑ پر چلے جائیں، وادیوں کی وادیاں، سبزہ زار اور پھولوں اور پھلوں سے لدی ہوئی بیلیں۔ ان کے اندر چشمے بہتے ہیں۔ خوبصورت پھول، رنگا رنگ کے جانور ان کے اندر ایک کشش اور دلربائی پائی جاتی ہے، یہ تمام چیزیں ہماری آمد سے پیشتر پیدا کیں۔ اور پھر ہمیں پیدا کیا۔ ہمارے جسم کے تقاضے۔ ہماری استعدادوں کے تقاضے جس قدر ہیں وہ سب کے سب پہلے سے پورے کر دیئے اٰتیٰکم من کل ما سألتموہ یعنی تمہارے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے سامان پیدا کئے۔ پھر اس گھر کے اندر روشنی اور گرمی پہنچانے کے لئے سورج و قمر پیدا کئے۔ ایک دن کو روشنی بخشتا اور حرارت پہنچاتا ہے اور دوسرا رات کو سکون بخش روشنی دیتا ہے۔ کس قدر خوبصورت چاند نظر آتا ہے کتنا سکون اس سے پہنچتا ہے، مسافروں کو اس سے اور ستاروں سے رہبری حاصل ہوتی ہے، اور سورج کی حرارت سے پانی کے مشکیزے سمندروں سے اٹھ کر آسمان میں تیرتے ہیں، سخت گرمی کے عالم میں بادل آجاتا ہے بارشیں ہوتی ہیں اور ایک زندگی کی لہر پیدا ہو جاتی ہے وجعلنا من الماء کل شئی حی، ہر چیز کو پانی سے زندگی ملتی ہے۔ سورج کی گرمی سے ہوا کے پروں پر پانی کی ٹرینیں بھری ہوئی آجاتی ہیں اور مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتی ہیں، و یحی الارض بعد موتھا اس طرح ہم زندگی پیدا کرتے ہیں پھر جب کھیتیاں ہری بھری ہو جاتی ہیں تو پھر سورج کی گرمی اُن کے پک جانے میں ممد ہوتی ہے۔

اعلیٰ درجہ کی انسانی تشکیل اور حصول علم کیلئے یکساں استعدادیں

تو فرمایا ہم نے یہ تمام سامان پہلے بنایا پھر تمہیں پیدا کیا وصوّرکم فاحسن صورکم کیا خوبصورت شکل تمہیں عطا کی، کیا استعدادیں دیں۔ جن کے تخیّل کی بلندی پرواز اور علوم و فنون میں کمال محو حیرت کر دیتا ہے اس میں سفید اور کالے کا کوئی تفاوت نہیں۔ جن لوگوں نے افریقہ کے کالے آدمیوں کو جرمنی اور انگلستان کی یونیورسٹیوں میں علمی کمالات حاصل کرتے دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ کالے آدمی بھی وہی دل و دماغ رکھتے ہیں، جو سفید آدمیوں کو خدا نے دیا ہے، تو تمام انسانوں کو اعلیٰ درجہ کی تخلیق اور تشکیل عطا کی، سب کے لئے ایک جیسے سامان بھی عطا کئے، دل اور دماغ کی روشنی سب کو یکساں عطا کی اور پھر ایک ہی قسم کا رزق سب کو دیا ذالکم اللہ ربکم یہ ہے تمہارا خدا جس نے تمہیں زندگی بھی عطا کی اور زندگی کو قائم رکھنے کے لئے سامان بھی عطا فرمائے فتبٰرک اللہ ربّ العٰلمین، پس کیا ہی بابرکت ہے وہ ذات پاک جو تمام جہانوں کی ربوبیت کے سامان فراہم کرتی ہے۔ تمہیں بھی چاہیئے کہ ساری کائنات کے لئے تمہارے دل اس قدر وسیع ہو جائیں کہ سب کی خیر خواہی اور بہبودی پیش نظر ہو، اور سب انسانوں کو اپنا بھائی سمجھو۔

ایک ہی سرچشمۂ زندگی

ھو الحی لا الٰہ الا ھو، وہی زندگی کا سرچشمہ ہے، یہ جس قدر حیوانات اور نباتات وغیرہ کے اندر زندگی پائی جاتی ہے، سب اسی کی دی ہوئی ہے زندگی نہایت قیمتی شئے ہے۔ دیکھتے نہیں کہ کسی کو ذرا تکلیف پیش آجائے، کسی کا بیٹا بیمار ہو جائے، بیوی یا کوئی عزیز خطرناک بیماری میں مبتلا ہو تو کس قدر قلق اور اضطراب کے ساتھ دعائیں کرتا اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے زندگی طلب کرتا ہے، زندگی بڑی قیمتی چیز ہے۔ زندگی پیدا کرنے اور انسان کو نشوونما کے سامان مہیا کرنے والا وہی ایک خدا ہے جو خود بھی زندہ ہے اور دوسروں کو بھی زندگی عطا کرتا ہے، یہ سورج یہ چاند، یہ ہوا کس نے پیدا کی؟ انسان کا دل بول اُٹھتا ہے کہ یہ خدا ہی کے دیئے ہوئے انعامات ہیں لا الٰہ الا ھو، اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہو سکتا فادعوہ مخلصین لہ الدین، پس اسی کی عبادت کرو، مخلصانہ اور بے لوث فرمانبرداری ہو، خالص عبادت ہم چاہتے ہیں، الحمد للہ ربّ العالمین انعامات الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کے دل سے یہ کلمہ نکلتا ہے کہ تمام قسم کی حمد اور اعلیٰ درجہ کی صفات اسی ذات پاک کو سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنیوالی ہے۔

ایک ہی صانع عالم جو عبادت کے لائق ہے

قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ لمّا جاءنی البیّنٰت من ربی ان سے کہو کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میرے ربّ کی طرف سے کھلے دلائل آجانے کے بعد پھر کسی اور کی عبادت کروں کوئی اور ہستی مجھے بتاؤ، جس کے ایسے کارنامے ہوں جو اس کائنات میں نظر آتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایک طرف ایک پتھروں کا ڈھیر پڑا ہوا ہو، اور دوسری طرف اس کے ساتھ ہی ایک نہایت شاندار محل ہو تو کیا اس ڈھیر کے مقابلہ میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس محل کا بنانے والا کوئی بہت بڑا قابل انسان ہے کیا تاج محل کو دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ نہیں آتے، اور اس کی خوبصورتی کی تعریفیں نہیں کرتے یورپ کے لوگ سپین کے محلات اور مساجد اور باغات اور نہریں جب دیکھتے ہیں تو عش عش کر اُٹھتے ہیں اور ان کے دل بول اُٹھتے ہیں کہ ان کے بنانے والے بہت ہی بڑے قابل انسان تھے۔ یہ محلات اس صنعت گری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں جو صنعت گری اور وسعت کائنات

میں پائی جاتی ہے اس صنعت کو دیکھ کر ضرور یقین آتا ہے کہ اس کائنات کا ایک صانع ہے اور وہ بہت بڑی قدرت اور بہت بڑے علم کا مالک ہے وہ مدبر بالارادہ ہے اس لئے اس کائنات کو خوبی اور مضبوطی سے چلاتا ہے غرض خدا تعالے ربوبیت پیش کر کے انسان کو یقین دلاتا ہے کہ خدا ہے اور وہ محسن ہے اور اس کے سوائے اس کائنات کو چلانے میں کسی کا حصہ نہیں ہے۔ پس ہر چیز جو اس کائنات میں ہے مخلوق ہے اور مربوب ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے

رب العالمین پر ایمان دلوں میں وسعت کا موجب ہونا چاہیئے

ان آیات میں تین مرتبہ رب العالمین کا لفظ دہرایا گیا ہے تاکہ دلوں کے اندر تنگ ظرفی نہ رہے، تنگدلی ہر مذہبی آدمی کا شعار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے سوا سب دوسروں کو خدا سے دور اور اس کی رحمتوں سے مہجور سمجھنے لگتا ہے، اگر زبان سے الحمد للہ رب العالمین کہنے کے بعد دل میں وسعت نہیں، اور خدا کی مخلوق سے بغض اور عناد ہے تو اس کی نماز کوئی نہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ تمام انسانیت ایک قوم ہے، جب تک دلوں کے اندر وسعت نہ ہو اس وقت تک کوئی فائدہ عبادت کا نہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو بادشاہ ہو کر یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ جو اہل عرب میں ایک بڑا سردار تھا، آپ سے کہنے لگا میں تو ابھی آپ کی رسالت کو نہیں مان سکتا۔ مکہ فتح ہو چکا ہے اس پر فوج کا پورا تسلط ہے اور ایک متکبر انسان اطاعت قبول نہیں کرتا، ان حالات میں بیسویں صدی کا فاتح فوراً اس کو گولی کا نشانہ بناتا۔ جیسا کہ امریکہ نے جاپان میں کیا یا جیسا انگلستان نے جرمنی میں کر دکھایا۔ لیکن حضور نے فرمایا تمہیں غور کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اور تم سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ چار ماہ تک وہ آزاد رہا۔ اس چار ماہ میں حضور نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا اور ایسے اخلاق فاضلہ کا مظاہرہ کیا کہ اس نے دل سے اسلام قبول کر لیا اسکو آزادی اس حد تک دی گئی تھی کہ فتح مکہ کے فوراً بعد جنگ حنین در پیش آئی اس موقعہ پر حضور نے صفوان بن امیہ سے چند ہزار تیر طلب کئے اس پر اس آزاد اور متکبر انسان نے کہا غصبا یا محمد او عاریۃ یعنے اسے محمد آپ زبردستی تیر لینا چاہتے ہیں یا مستعار طور پر؟ فرمایا بل عاریۃ۔ ہم ادھار لیتے ہیں، آپ اندازہ لگائیں اس پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ یہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا آج کوئی بادشاہ خواہ وہ انگلستان کا بادشاہ ہو، یا فرانس اور امریکہ کا صدر کسی مغلوب کو یہ موقعہ دیتا ہے کہ وہ آزاد رہے اور آزادی سے ہتھیار رکھ سکے؟ آخر کار چار مہینے کے بعد صفوان ہار گیا، اور آپ کے اخلاق، آپ کی ہمدردی اور

اخلاقی و ایمانی تنزل

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

کے مسلمانوں کا اسلام کے قرون اول کے ساتھ مقابلہ کرتے۔ تو انہیں تعجب اور افسوس ہوتا۔" (صـ۳ کالم اول)

یہی صاحب اس امر کی مزید تصدیق کے لئے ایک امریکن مصنف "نوتھرپ سٹاوڈ" کی رائے یوں درج کرتے ہیں:۔

"قرآن مجید کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈالی گئی۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مقامات مقدسہ بداعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے۔ فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی۔

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروؤں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے"

(ایضاً اخبار مذکور)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ثابت ہوا۔ کہ موجودہ مرض جس کی طرف آپ نے علماء کرام کی توجہ مبذول کرائی ہے آجکل کی نہیں۔ بلکہ یہ بارھویں صدی ہجری کے آغاز سے ہے جس کی اصلاح کے لئے علمائے ظواہر نے ضرور کوشش کی ہوگی مگر معاملہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" والا ہوا ہوگا۔

صحیح علاج

اب رہا یہ امر کہ اس کا صحیح علاج کیا ہے۔ اس کے متعلق مضمون مذکور کا حسب ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"یہی زمانہ ہے۔ کہ غیرت حق کو حرکت ہوئی اور دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں بیداری کے آثار ہوئے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ احمد دہلوی (۱۱۱۵ھ - ۱۲۶۹ھ) یمن میں محمد بن اسماعیل الامیر .... نے اصلاح و تجدید کا علم بلند کیا۔ ان کے بعد ہندوستان میں سید احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید نے شاہ صاحب کے کام کی تکمیل کی"

(صـ۳ کالم ۲ـ۳)

دیکھا کس قدر صفائی کے ساتھ موصوف لکھتا ہے۔ کہ انحطاط کے اس دور میں "غیرت حق" کو حرکت ہوئی ... اور

حسن سلوک نے اس کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا۔ یہ ہے اللہ تعالے کی صفت رب العالمین کا رنگ اختیار کرنے کا نتیجہ، ایک خدا پرست انسان کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کے ساتھ وہ سلوک کرے جو خدا کی خدائی کا حق ہے ۔

اس نے شاہ صاحبؒ۔ سید صاحب اور شہید صاحب رحمہ جیسی ہستیاں اصلاح خلق کے لئے مبعوث کر دیں۔ ان میں اول الذکر دو بالاتفاق مجددین امت ہو گذرے ہیں چنانچہ خود شاہ صاحب کا دعوے ہے قل البسنی اللہ خلعۃ المجدد دیۃ "اسی طرح سید احمد صاحب بریلوی کو بھی ایک کثیر حصہ ہمارے پاک و ہند کے مسلمان مجدد مانتے ہیں۔

مجددین کا سلسلہ بند نہیں ہوا

اب سوال یہ رہ جاتا ہے۔ کہ جب مسلمان اخلاقی و ایمانی لحاظ سے دن بدن نیچے کو گر رہے تھے اور آب بھی گر رہے ہیں۔ تو "غیرت حق" کا قدیمی سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یا نہیں۔ جہاں تک اللہ تعالے کی سنت قدیمہ کا تعلق ہے۔ یہ سلسلہ تو بند نہیں ہو سکتا لیکن جب کوئی قوم مریض ہو جائے۔ تو وہ معالج حقیقی اور مصنوعی حکیم میں تمیز نہیں کر سکتی۔ اور خیال کر لیتی ہے کہ معالج حقیقی کا اب آنا فضول ہے۔ اس واسطے وہ اسکو جھٹلانے لگ جاتے ہیں اور اصلاح کے لئے مصنوعی ذرائع کو تلاش کرتے ہیں اور یوں سنت الہیہ کے قدیم سلسلہ کو وہ ختم سمجھ بیٹھتے ... ہیں۔ چنانچہ اسی غلط تطابق کی رو سے شاہ صاحب رح وغیرہ کے بعد "غیرت حق" کی دستگیری کا یہ سلسلہ بند سمجھا گیا۔ چنانچہ مضمون نگار مذکور فرماتے ہیں:۔

"انیسویں صدی کے وسط تک ان دینی اور علمی تحریکوں کا زور رہا۔ اس کے بعد سیاسی تحریکوں کا زور شروع ہوا۔ ابتداء میں ان سیاسی تحریکوں کی سربراہی دیندار لوگوں کے ہاتھ میں رہی ..... مگر عملی طور پر وہ کچھ زیادہ کامیاب نہ ہو سکے اسی زمانہ میں دنیم دینی اور نیم سیاسی تحریکیں بھی نمودار ہوئیں۔ جو مخالف طاقتوں کی چیرہ دستیوں کے باعث ناکام رہیں"۔ (ایضاً اخبار مذکور)

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

معلوم ہوا کہ "غیرت حق" کی تحریک کے تحت کا جو سلسلہ چلا آتا تھا۔ وہ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جا کر ختم سمجھا گیا۔ حالانکہ جہاں تک اصل مرض کا تعلق ہے وہ روز بروز بڑھتا گیا۔ حتی کہ آپ کے الفاظ میں "ہمہ گیر تباہی" کی شکل میں آج وہ نمودار ہے۔ لہذا آپ ہی بتائیں کہ جب تائید الہی کا روحانی نظام ختم سمجھا گیا تو پھر یہ کام علماء بالخصوص مولوی مودودی صاحب سے کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود محتاج اصلاح ہیں جماعت اسلامی جو نہایت چمک دمک کے ساتھ اٹھی۔ اس کے متعلق جماعت۔ کا ایک نہایت مخلص اور دیرینہ راہنما لکھتا ہے کہ یہ ایک "راہ گم کردہ قافلہ" ہے۔ جب صورت حال یہ ہے۔ تو پھر ان سے اصلاح کی توقع اپنے آپ کو دانستہ طور سے دھوکا دینا ہے۔ مگر چونکہ آپ کے سامنے اگر

کیا احمدیت ترقی معکوس ہے یا زمانہ کی پکار

ملک محمد جعفر صاحب مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

محمد یعقوب خان

(۹)

مصنف کا ارتقائی نظریہ قرآن کی روشنی میں

مکرمی ملک صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کسی گذشتہ مکتوب میں میں آپ کے ارتقائی نظریے کا جائزہ قرآن کی روشنی میں لے کر دکھا چکا ہوں کہ از روئے قرآن انسانیت پر ایسا کوئی دَور نہیں آسکتا جب وہ وحی کے سہارے سے مستغنی ہو سکے - قرآن بالصراحت انسانی زندگی کا یہ نقشہ پیش کرتا ہے کہ اسے ہر وقت ہبوط کا خطرہ لاحق ہے اور ہبوط کا علاج بھی خود قرآن نے یہ بتایا ہے کہ خدا کی طرف سے وحی نازل ہو آپ کا نظریہ اس کے برعکس یہ ہے کہ چونکہ انسانی عقل بلوغت کو پہنچ گئی ہے، اس لئے وحی کی ضرورت باقی نہیں رہی - اور قرآن کے الفاظ خاتم النبیین کا منشاء یہی اعلان کرنا تھا - ظاہر ہے کہ یہ دونوں نظریے بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتے - آپ نے اپنی تائید میں بے شک علامہ اقبال جیسی بڑی اتھارٹی پیش کی ہے مگر آپ کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ اسلام کا ماخذ قرآنی تعلیمات ہیں اور اس کے رُو سے ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنے سے کوئی چارہ ہی نہیں کہ ہبوط انسانی زندگی کا ایک دائمی خطرہ ہے، اور اس لئے اس خطرے کا جو علاج قرآن تجویز کرتا ہے یعنے وحی، وہ بھی ایک دائمی ضرورت ہے -

ارتقائی نظریہ تاریخ کی روشنی میں

آج میں تاریخ کی روشنی میں آپ کے نظریہ کا جائزہ لینا چاہتا ہوں - آپ فرماتے ہیں کہ وحی کا دَور نبی کریمؐ کے ظہور کے ساتھ اس لئے ختم ہوا کہ انسانی عقل طفولیت سے نکل کر بلوغت کے دَور میں داخل ہو چکی تھی اور وحی بے مصرف چیز ہو گئی - میں پوچھتا ہوں کہ یہ فرض کرنے کے لئے آپ کے پاس کونسی وجوہات ہیں کہ انسانی عقل ارتقاء کی صرف اسی منزل پر آکر بلوغت تک پہنچی اور اس سے ماقبل زمانوں میں اس پر ابھی طفولیت ہی کا عالم تھا -

بعثت نبویؐ کے وقت عرب اور دوسرے ممالک کا معیار تہذیب

سرزمین عرب میں تو ہمیں نبی کریمؐ کے ظہور کے وقت تہذیب و تمدن کا جو معیار نظر آتا ہے، وہ کچھ بہت بلند نہ تھا - تاریخ نے تو اسے قابل ذکر ہی نہیں سمجھا - اس کے برعکس عرب کے پڑوس میں روما اور ایران جیسی دو عظیم الشان سلطنتیں تھیں جو اپنی اپنی جگہ ایک قدیم اور اعلےٰ تمدن کا گہوارہ تھیں -

اگر کسی ملک کو بلوغت عقل کی بناء پر ختم نبوت کے اعلان کے لئے چننا تھا تو زیادہ حقدار تو شاید روما ہوتا یا ایران، جہاں انسانی عقل ارتقاء کے کہیں اونچے مقام تک پہنچ چکی تھی - خود قرآن کریم نے سرزمین عرب کے تمدن کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بعث فی الامیین رسولا کے الفاظ سے ظاہر ہے - جو قوم بحیثیت قوم لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتی تھی، اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ عقلی ارتقاء کے مقام بلوغت تک پہنچ چکی تھی خوش فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

اسلام سے ہزارہا سال قبل کا معیار تہذیب

اس کے برعکس اگر آپ تاریخ کی ورق گردانی کریں یا ان زیر زمین مدفون تہذیبوں کی طرف نظر ڈالیں جن کا دنیا کے مختلف حصوں میں علم آثار قدیمہ نے انکشاف کیا ہے تو ماننا پڑے گا کہ جہاں تک عقلی ارتقاء کا تعلق ہے - انسانیت ہزارہا سال قبل از اسلام بھی اتنی بلندیوں پر نظر آتی ہے جن پر طفولیت کے لفظ کا اطلاق کرنا صحیح نہ ہوگا - مصر میں فراعنہ کی تہذیب کو لیجئے جس کی عظمت پر ان کے اہرام Pyramids آج تک شاہد غیر ناطق کھڑے ہیں اور اس بیسویں صدی کے ترقی یافتہ انسان سے بھی خراج تحسین لے رہے ہیں - اگر عقل کی بلوغت کے ساتھ ہی ختم نبوت ہونی تھی تو وہ بھی بڑا موزوں دَور معلوم ہوتا ہے اور چاہیئے تھا کہ حضرت موسیٰؑ ہی اس قسم کا اعلان کر دیتے -

قرآن سے قبل کی بڑی بڑی تہذیبیں

اس کے علاوہ تاریخ انسانی نے ہزارہا سال قبل از اسلام کئی ایک ایسے دَور دیکھے ہیں جن میں تہذیب و تمدن کا پایہ بہت بلند تھا، خود ہمارے پاکستان میں ٹکسلا، ہڑپا اور موہنجو داڑو کے کھنڈرات بزبان حال پکار رہے ہیں کہ کسی زمانے میں یہ علاقے تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہ چکے ہیں - قرآن میں بھی بڑی بڑی تہذیبوں کا ذکر ہے جو کسی زمانے میں انتہائی عروج تک پہنچیں - مگر بالآخر ہبوط کا شکار ہو کر پیوست زمین ہوئیں اور ان کا نام و نشان تک مٹ گیا - عاد اور ثمود بھی دو بڑی متمدن قومیں تھیں جن کے کارناموں کا قرآن میں ذکر ہے - داؤدؑ اور سلیمانؑ کی شان و شوکت کچھ کم تھی؟ حضرت ابراہیمؑ کا نمرود بھی کچھ کم جاہ و جلال کا مالک نہ تھا - اس کی سلطنت میں بھی تہذیب و تمدن کا جو معیار نظر آتا ہے اس کے متعلق یہ کہنا یقیناً زیادتی ہوگی کہ ابھی انسان عقلی لحاظ سے نیک و بد میں اور نفع نقصان میں تمیز کرنے کے بھی قابل نہ تھا اور عہد طفولیت سے گزر رہا تھا - حضرت نوحؑ کا زمانہ غالباً قدیم ترین دَور ہے جس کا ذکر بائبل اور قرآن میں ملتا ہے - یہ آج سے ۶۰۰۰ سال پہلے کا زمانہ تھا - مگر جو نقشہ اس دَور کا صحیفوں میں ہمیں ملتا ہے اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ جس قوم کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے وہ اعلےٰ پایہ کی متمدن قوم تھی -

عقلی بلوغت کا دَور ظہور اسلام سے پہلے

میرا منشاء یہ بتانے کا ہے کہ عقلی بلوغت کے دَور کو ظہور اسلام کے زمانے کے ساتھ متعین کرنا محض ایک خود ساختہ تھیوری ہے - تاریخ کی شہادت تو یہ ہے کہ اس سے ہزارہا سال قبل بھی دنیا نے تہذیب و تمدن کے کئی بڑے بڑے دَور دیکھے جو اپنے اپنے زمانے میں بام عروج تک پہنچے اور بالآخر لاتقربا هذه الشجرة کی خلاف ورزی کے جرم میں ہبوط کا شکار ہوئے اور دست قدرت نے ان کی صف لپیٹ دی -

عقلی بلوغت کا ماحول خاتمہ وحی کا متقاضی نہیں

ختم نبوت کے قرآنی اعلان میں جو نیا رنگ آپ نے بھرنے کی کوشش کی ہے اور عقل انسانی کو طفولیت اور بلوغت کے دو ایسے دوروں میں تقسیم کیا ہے، جن کی حد فاصل آپ نے آج سے چودہ سو سال قبل ظہور اسلام کے واقعہ کے ساتھ قائم کی ہے اس کی تائید نہ دنیاوی تاریخ سے ہوتی ہے اور نہ دینی تاریخ سے - ویسے تو آج بھی دنیا کے دور دراز کونوں یا افریقہ کے جنگلات میں ایسے لوگ موجود ہوں گے جو شاید عقلی لحاظ سے دَور طفولیت میں ہوں گے - باوجود اس کے کہ اسی دنیا کے دوسرے حصوں میں عقلی ترقی کا یہ عالم ہے کہ وہاں کے لوگ آسمانوں سے باتیں کر رہے ہیں - یہی نقشہ کم و بیش پہلے زمانوں میں بھی رہا ہے - کوئی قومیں بام عروج پر نظر آتی ہیں اور کوئی ایسی بھی ضرور ہوں گی جو نیم وحشیانہ حالت میں ہوں گی - اس لئے یہ طفولیت اور بلوغت کے دو علیحدہ علیحدہ خانے تجویز کرنا ایجاد بندہ والی بات معلوم ہوتی ہے کُرّہ ارض کے بعض حصوں پر بلوغت کا دَور دورہ آج سے ہزارہا سال پہلے بھی نظر آتا ہے - اس لئے یہ کہنا کہ دورِ بلوغت کا آغاز ظہور اسلام کے زمانے پیدا ہوا ایک بے سر و پا دلیل ہے - اگر عقلی بلوغت کا ماحول ہی خاتمۂ وحی کے اعلان کا متقاضی تھا تو وہ ماحول تو حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسےٰؑ کے زمانوں میں بھی نظر آتا ہے -

خاتم النبیین کے سیدھے سادے معنی

اس لئے میری گذارش ہے کہ خاتم النبیین کے الفاظ میں جو نیا فلسفہ آپ نے پیدا کیا ہے یعنے یہ کہ چونکہ عقلِ انسانی بلوغت کو پہنچ گئی اسلئے وحی کے بیرونی سہارے کو مشیت ایزدی نے ہٹا دیا۔ وہ ایک ہوائی قلعہ ہے اور تعلیماتِ قرآنی اور شواہد تاریخی ہر دو اس کی کھلی تردید کرتے ہیں لہذا خاتم النبیین کے وہی سیدھے سادے معنے ہی، جو امت میں اب تک مسلم چلے آتے ہیں، صحیح ہیں، یعنے یہ کہ نبوت نبی کریمؐ پر ختم ہوئی اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا، سوائے اس روحانی تجربہ کے جسے مبشرات کہتے ہیں جو وحی و الہام کی ایک شکل ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ ہمکلامی کا ماحصل

یہی وہ معنے ہیں جو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ ہمکلامی کا ماحصل ہے، یعنے یہ کہ نبوت تو بے شک نبی کریمؐ کی ذاتِ والا صفات میں بام عروج اور پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی اور ہمیشہ کے لئے ختم ہوئی مگر خدا تک پہنچنے کا اور اس سے ہمکلامی کا دروازہ بدستور کھلا ہے۔ اور یہی تقاضا تھا نبی کریمؐ کی شانِ رحمت للعٰلمینی کا اور قرآن کے شفاء للناس ہونے کا۔

انقطاع ہمکلامی کا لازمی نتیجہ

جس بے خدائی کا دور (جو انقطاع ہمکلامی کا نتیجہ ہے) آپ ہم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں وہ تو ایک عذاب ہے جو آپ انسانیت پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ انسان کی اس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں ہو سکتی کہ خدا سے اس کا رشتہ کٹ جائے۔ روس کا ایک مشہور عارف، مفکر اور مصنف ٹالسٹائی لکھتا ہے کہ جب کبھی میری طبیعت پر یہ خیال غالب آتا ہے کہ خدا نہیں ہے تو معاً میرا دل چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں کیونکہ مجھے زندگی سب بے معنی نظر آنے لگتی ہے اور اس لئے احتیاطاً میں اپنی جائے رہائش میں رسّی تک نہیں رہنے دیتا تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے ..... رفت کے وقت اسے گلے میں ڈال کر اپنی زندگی کا خاتمہ کروں۔

قرآنی اور غیر قرآنی ارتقاء

ملک صاحب، آپ کو ترقی کی جستجو ہے۔ یہ نہایت مبارک خیال ہے۔ درحقیقت پیغام قرآن کا واحد مقصد ہی یہ ہے کہ ترقیات کے دروازے انسان پر کھولے۔ مگر بعض ترقیات ایسی ہوتی ہیں جنہیں خود قرآن ایک سراب قرار دیتا ہے۔ یہ وہ ترقیات ہیں جو خدا سے دور لے جانے والی ہوں، ان کے لئے قرآن میں حصبِ جہنم کی وعید ہے۔ قرآن جن ارتقائی منازل سے انسان کو لے جانا چاہتا ہے، وہ مادی اور روحانی ہر دو قسم کی ترقیات .... پر مشتمل ہیں۔

قرآنی ارتقائی منازل کی ایک جھلک

لیجئے، اس جامع ارتقاء کی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہو، جو ہمیں قرآن میں نظر آتی ہے اور جسے قرآن نے آدم کے قصّے میں ایک تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے۔ آدم کا قصّہ درحقیقت انسانی زندگی کا ایک خاکہ ہے جو قرآن نے ہماری رہنمائی کے لئے پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بتا دیا کہ اس زمین کے ذرائع سب کے سب ہم نے تمہارے لئے کھلے چھوڑ دیئے ہیں۔ ان سے جو استفادہ بھی چاہو، کرو، ملاحظہ ہوں قرآنی الفاظ:-

يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا۔

یہ گویا اعلان تھا کہ ترقی کے تمام دروازے ہم نے تم پر کھول دیئے۔ تمہارے لئے ہم نے زمین کو بے شمار قدرتی خزانوں سے بھر دیا ہے۔ ان قدرتی ذرائع کو ڈیولپ کرو اور اپنے لئے سامانِ زیست جیسے اور جتنا چاہو حاصل کرو۔ ساتھ ہی ایک خطرے سے یہ کہہ کر خبردار کیا۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

اس ایک درخت کے قریب نہ جانا۔ ورنہ تم حدود سے تجاوز کرنے والے ہو جاؤگے مگر جب آدم اور حوا نے شیطان کے پھسلانے میں آکر شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لیا تو نتیجہ کیا ہوا۔

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

جنتِ ارضی جہنم کی شکل میں

وہی جنتِ ارضی انسان نے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں تبدیل کر لی اور آپس میں فتنہ و فساد میں مبتلا ہو گئے۔ مگر ساتھ ہی اس ہبوط کا علاج بھی بتایا۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

بتایا کہ اس کا علاج وحی الٰہی کی اتباع سے ہے ویسے ... انسان اپنے طور پر (یعنے اپنی عقل کے بل بوتے پر) بھی بہتیرے ہاتھ پاؤں مارتا ہے کہ ہبوط کے اثرات کو زائل کرے۔ ان الفاظ میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے:-

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

یعنے جب انسان گناہ کر گزرتا ہے تو اس وقت اس کو احساس ہوتا ہے اور اپنے فعل کی برائی اس پر آشکار ہو جاتی ہے اور پھر اس عریانی کو ڈھانپنے کی کوشش کرتا ہے مگر ڈھانپنے کے لئے "ورق" کہاں سے لیتا ہے۔ وہ بھی اسی دنیاوی زندگی کے مدرسے سے حاصل کردہ تلخ تجربات کے ورق ہوتے ہیں"

قرآن بتاتا ہے کہ حقیقی لباس جس سے سفلی زندگی کی عریانی ڈھانپی جا سکتی ہے وہ لباس التقویٰ ہے:-

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔

لباس التقویٰ — انسانی برہنگی کا صحیح علاج

تمثیلات کو چھوڑتے ہوئے یہاں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی ساز و سامان سے بڑھ کر ایک اور لباس ہے جو انسان کی برہنگی کا صحیح علاج ہے اور جو انسانیت کی صحیح زینت ہے۔ وہ تقویٰ کا لباس ہے۔ اور گو یہ تمہاری عقل میں نہ آئے مگر یہ زندگی کے حقائق میں سے ایک حقیقت ہے جو تمہیں فراموش نہیں کرنی چاہیئے۔

عریانی — سفلی زندگی کا لازمی نتیجہ

ملک صاحب، معلوم ہوتا ہے یہاں مخاطب وہ لوگ ہیں جو دلدادگانِ عقل و خرد ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عقل کی کرشمہ سازیوں سے ان عواقب سے بچ سکتے ہیں جو سفلی زندگی کا لازمی نتیجہ ہیں جسے قرآن نے عریانی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے عریانی کا لفظ بھی بڑا برمحل ہے۔ انسان جو اقدام بھی کرتا ہے یا جو مسلک بھی اختیار کرتا ہے۔ اپنی طرف سے یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ اسی میں میری بھلائی ہے۔ اس کے عواقب اس کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ مگر کہیں نہ کہیں اس کے اندر وہ چیز سرایت کر جاتی ہے جس کو قرآن نے شجرِ ممنوعہ کے استعارہ سے سمجھایا ہے اور بالآخر ایک وقت آتا ہے۔ جب وہ پوشیدہ خرابیاں بے حجاب ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔ اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس چیز کو میں اپنی بھلائی اور ترقی سمجھتا تھا، وہ جنت الحمقاء سے بڑھ کر نہ تھی۔ اور پھر وہ ایک نئی کوشش میں لگ جاتا ہے کہ

۔اس نئی عریانی کا ازالہ کرے۔

بین الاقوامی سطح پر عریانی کو ڈھانپنے کی کوشش

لیگ آف نیشنز بناتا ہے۔ وہ ناکام ہوتی ہے تو یونائیٹڈ نیشنز بناتا ہے کہیں دفاعی پیکٹ بناتا ہے۔کہیں کانفرنس منعقد کرتا ہے۔ یہ بین الاقوامی سطح پر موجودہ تہذیب و تمدن کی عریانی کو ڈھانپنے کی مختلف کوششیں ہیں۔

تمام قسم کی عریانیوں کا صحیح علاج

مگر قرآن کا فرمانِ الٰہی جو ہو چکا وہ ہو چکا، وہی صحیح اور اٹل ہے کہ ہماری تمام عریانیوں کا علاج [illegible]

یہ لباس وہ لباس ہے جو کسی پی۔آئی۔ڈی۔سی کے ملوں میں تیار نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اسی مل میں تیار ہوتا ہے جس کی بنیاد اس فرمانِ الٰہی پر ہو:۔

فمن اتبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

یعنے ایک ایسا کارخانہ جو سٹیم یا بجلی کی بجائے وحیٔ الہام کی طاقت سے چلتا ہو۔ وحی کا سلسلہ ابتداء آفرینش سے ہی اسی غیر محسوس طاقت کے پیدا کرنے کا انتظام ہے اور ختم نبوّت کے بعد مجدد دین کا سلسلہ اسی دائمی ضرورت کو پورا کرنے کا انتظام ہے۔ آپ کا نظریہ کہ اب عقل انسانی ہماری دستگیری کے لئے کافی ہے، وہی ناکام کوشش ہے جو آدم نے ورق الجنۃ سے اپنی عریانی کو ڈھانپنے کے لئے کی تھی۔ اور جس غلط فہمی کو قرآن نے یہ کہہ کر دُور کرنے کی کوشش کی کہ یہ عریانی صرف لباس التقوٰی سے دُور ہو سکتی ہے اور لباس التقوٰی کسی زمینی کارخانہ میں تیار نہیں ہو سکتا بلکہ آسمانی وحی کی طاقت سے تیار ہو سکتا ہے۔

استعارہ کی زبان میں باریک حقائق

میں مانتا ہوں کہ یہ سب نقشہ استعارہ کی زبان میں ہے۔ مگر ان زندگی کے باریک حقائق کو انسانی ذہن میں منتقل کرنا انسانی زبان کے بس کی بات نہیں۔ اس کے علاوہ یہ نقشہ اپنے اندر ایک عمومیت رکھتا ہے جو زندگی کے ہر ایک مرحلہ اور ہر ایک سطح اور ہر ایک گہرائی اور ہر ایک وسعت پر حاوی ہونے کے قابل ہے اور یہی خدا کے کلام کا اعجاز ہے۔ شجر کا استعارہ جو قرآن نے نیک اور بد آئیڈیالوجی کے لئے کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ ایک پورے فلسفہ کا حامل ہے۔ جیسے ایک بیج کے اندر تمام کا تمام درخت بمعہ اپنی جڑوں تنے شاخوں۔ پتوں، پھولوں اور پھلوں کے چھپا ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح زندگی کے بنیادی اصول مثلاً توحید، رسالت، آخرت پر ایمان یا عدم ایمان بڑے ثمرات اور عواقب کے حامل ہوتے ہیں۔ جنہیں ارتقائی چکی میں سے گذارنے کے بعد میٹھا یا کڑوا پھل لگتا ہے جسے جنت اور جہنم کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ان استعارات میں واقعاتِ زندگی کا صحیح نقشہ

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ان استعارات میں جو حقائق پوشیدہ ہیں کیا وہ واقعاتِ زندگی کا صحیح نقشہ نہیں۔ انسانی جد و جہد ایک عمارت کھڑی کرتی ہے اور جہاں تک تو اس کی بنیاد وحیٔ الٰہی کے اصولوں پر ہو وہ عمارت کھڑی رہتی ہے مگر جب کبھی بھی لا تقربا ھذہ الشجرۃ کی خلاف ورزی ہوئی اور آسمانی روشنی سے انسان کا قدم ہٹ گیا اس پر ہبوط وارد ہوئی۔ اور یہ ایک ہی لامتناہی کوشش ہے جس میں انسانیت ہمیں مصروفِ تگ و دَو نظر آتی ہے۔ تہذیبوں کا اُٹھنا اور گرنا، سلطنتوں کا عروج و زوال، کلچروں کا پیدا ہونا اور فنا ہو جانا، جن سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں یہی ڈراما پیش کرتے ہیں۔

ہٹلر اور مسولینی کی متابعتِ شیطان اور اسکا نتیجہ

ہماری آنکھوں نے ہٹلر اور مسولینی کا دَور دورہ دیکھا ہے جو دنیا کو مسخر کرنے کے خواب دیکھتے تھے۔ ایسا کرنے میں انہوں نے رحمان کی بجائے شیطان کی پیروی کی جس سے قرآن نے متنبہ کیا تھا اور نتیجہ وہی ہوا جو مقدر تھا۔ ہر ایک ظالم اور سرکش کی طرح جس نے فرمانِ الٰہی سے سرتابی کی ان کا وہ حشر ہوا جو لرزہ خیز تھا۔ ایک نے اپنے ہاتھ سے زہر کا پیالہ نوش کر کے اپنا خاتمہ کیا دوسرے کو اپنے ہی لوگوں نے گولیوں کا نشانہ بنایا۔

احمدیہ تحریک — خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا شجرہ طیبہ

ملک صاحب، آپ قوم اور ملک کی کوئی خدمت نہیں کرتے جب آپ روحانی اقدار کو کمزور کرنے پر اپنی قوت صرف کر رہے ہیں۔ یقین جانیئے احمدیہ تحریک اس زمانہ میں خدا کے اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا شجرۂ طیبہ ہے تا روحانیت کی سوتیں جو بند ہو چکی تھیں دوبارہ کھول دی جاویں، جس کے بغیر خیابانِ ملت کی شادابی اور سرسبزی ایک خیالِ خام ہے۔ دورِ حاضرہ کی تمام اسلامی تحریکات کا بیشک جائزہ لے کر دیکھیں، ثبات اور نیکی اور تقوٰی کے پھل کے لحاظ سے یہی ایک تحریک اس قرآنی تمثیل کی مصداق قرار پاتی ہے۔

لباس التقوٰی کا حشر ہمارے معاشرہ میں

آپ ہی بتائیے کہ لباس التقوٰی کا ہمارے معاشرہ میں باوجود دعوٰیٔ بلند بانگ کے کیا حشر ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ خوراک کی کمی کو پورا کرنے کے لئے تو منصوبہ بندی ہو، ڈیولپمنٹ سکیموں پر بھی کافی زور اور زر خرچ ہو رہا ہے لیکن اگر کسی چیز کی طرف توجہ نہیں بلکہ جسے عملاً ایک بے مصرف چیز سمجھا جاتا ہے وہ وہی ہے جس کی اہمیت ہمیں ذہن نشین کرنے پر قرآن کریم نے سارا زور صرف کیا ہے۔ یعنے لباس التقوٰی۔ شعبہ ایسا ہے جہیں ہماری عریانی فبدت لھما سوأتھما کا نظارہ پیش نہیں کرتی؟ کہیں رشوت ستانی کا بازار گرم ہے تو کہیں چور بازاری اور سمگلنگ کا۔ ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا کے فرمانِ الٰہی کی جگہ سازشوں اور سفارشوں نے لے لی ہے۔ ووٹ جو ایک امانت ہے خرید و فروخت کی متاع بن گیا ہے۔ دیانتدار افسر کے لئے ترقی کرنے کے دروازے اس لئے مسدود ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے اُوپر والوں کے چشم و ابرو کے اشاروں پر رقص کرنا نہیں چاہتے۔ سیاست کا تو کیا کہنا، ارباب زہد و ارشاد کا جو نقشہ ہے وہ بھی کوئی کم تاریک نہیں۔ ناجائز الاٹمنٹیں، ہوس اقتدار، وہاں بھی زوروں پر، ہر ایک آدمی خواہ پتلون پوش ہے خواہ جبہ پوش ایک ہی دوڑ میں ہمہ تن مصروف ہے اور وہ یہ کہ کس طرح جلد سے جلد امیر کبیر بن جائے۔ بقول علامہ اقبال ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

حضرت مرزا صاحب نے آج سے نصف صدی پیشتر معاشرے کا نقشہ قرآنی اصطلاحات میں ان الفاظ میں کھینچا تھا۔

تقوے کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے

ترقی کا راز روحانی اقدار کے فروغ میں ہے

ملک صاحب، کیا آپ کو سچ مچ یقین ہے کہ اس عریانی اور چاک دامانی کا جس نے وبائی شکل اختیار کی ہے عقل و خرد سے علاج ہو سکتا ہے؟ یہ وہ "ترقی" ہے جس کی طرف آپ احمدی نوجوانوں کو بلا رہے ہیں۔ ایسا خیال اس اٹل قانونِ الٰہی کے ساتھ کھیلنا ہے جو سارے قرآن کا واحد موضوع ہے یعنے یہ کہ ہر ترقی کا راز خواہ انفرادی ہو یا قومی اس میں ہے کہ معاشرہ میں روحانی اقدار کو فروغ دیا جائے اور انسانیت کا رشتہ خدا سے جوڑا جائے۔

احمدیت خدا سے ٹوٹے رشتہ کو جوڑنے کا نام ہے

احمدیہ تحریک اسی ٹوٹے رشتے کو جوڑنے

کانام ہے۔ "مجدد" اور "مسیح" اور "مہدی"، یہ خود استعارات ہیں جو اس لئے اختیار کرنے پڑتے ہیں کہ روحانی کیفیات کو کسی نہ کسی انسانی زبان کے محاورات میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ خود قرآن کریم کو انسانی زندگی کا سارا خاکہ آدم اور شیطان اور جنت اور عریانی اور ورق الجنۃ سے ڈھانپنے کی کوشش اور لباس التقویٰ کی استعاراتی زبان میں کھینچنا پڑا۔

اصل مقصد توحید الٰہی کو دلوں میں اتارنا ہے

اصل چیز وہ حقیقت ہے جو ان اصطلاحات کے لباس میں ہمارے قلوب میں اتارنا مقصود ہے۔ وہ حقیقت صرف ایک ہی نقطہ ہے اور وہ یہ کہ دنیا کو اس قدیم سرچشمہ کی طرف بلایا جائے جس کی طرف ابتداء آفرینش سے ہر ایک نبی اور پیغمبر نے اپنی اپنی بولی میں اپنی قوموں کو بلایا۔ وہ سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ ہے **توحید الٰہی**۔ میرے نزدیک، تمام انبیاء یہی ایک ہی پیغام لے کر آئے۔ اور **لا تقربا ھذہ الشجرۃ** میں صرف یہی تاکید مقصود تھی کہ دیکھو خدا کے ساتھ شریک بنانے سے بچنا۔ تجزیہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہر ایک برائی، خرابی نقصان اور تباہی کے پیچھے شرک کا ہی کوئی نہ کوئی شائبہ کام کرتا ہوا نظر آئے گا۔ قرآن ایک اور جگہ شرک کو ہی ظلم عظیم قرار دیتا ہے اور شجر ممنوعہ کے پھل کھانے کی سزا بھی انہی الفاظ میں بتاتی ہے کہ **فتکونا من الظٰلمین**۔

کوئی بھی انسانی معاشرہ ہو، نظام ہو، تہذیب تمدن ہو، حکومت ہو، کلچر ہو، اس کے فروغ کا راز اسی میں ہے کہ وہ کہاں تک توحید کے محور پر گھوم رہی ہے اور یہ ضرورت صرف قرآن نے آکر پوری کی۔ حضرت مرزا صاحب قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں:-

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ اک چشمۂ اصفیٰ نکلا

قرآن کا مغز سوائے اس کے کچھ نہیں کہ دنیا میں خدا کی توحید قائم کی جائے اور ناممکن ہے کہ حقیقی توحید کا مقام عقل کی دھندلی اور ٹمٹماتی روشنی سے حاصل ہو۔

موجودہ تہذیب ایک اہم تاریخی دوراہے پر

موجودہ تہذیب و تمدن اس وقت ایک ایسے اہم تاریخی دوراہے پر کھڑی ہے کہ انسان یا تو مادیت اور سیکولرزم (یعنی بے خدائی) کے بتوں کو جو اس نے تراش رکھے ہیں توڑ کر دوبارہ خدائے واحد کے سامنے سربسجود ہو جائے یا سائنس اور ٹیکنالوجی کی یہ تمام کرشمہ سازیاں لات و منات کی طرح پاش پاش ہوں اور یہ تہذیب اپنے ہی ہاتھوں خودکشی کر کے دنیا کی بے شمار مدفون تہذیبوں کی فہرست میں ایک اور کا اضافہ کر دے۔ جس کا سراغ جب کبھی آنے والے دور کے ماہرین آثار قدیمہ تلاش کریں گے۔ تو تعجب کریں گے کہ جو قومیں ہوا میں

اڑتی پھرتی تھیں اور ایٹم کے سینہ کو چیر کر اس سے ایک بے پناہ طاقت پیدا کر سکتی تھیں اور جو فضا میں مصنوعی سیارے اڑا سکتی تھیں ان پر کس طرح تباہی آئی۔

خاتم النبیین کے الفاظ میں بنی نوع کو ایک رشتہ میں منسلک کرنے کا سامان

خاتم النبیین دنیا کے اس انتہائی ارتقائی دور کے روحانی تقاضوں کا واحد جواب ہے۔ مشیت ایزدی نے اس وقت روئے زمین کو ایک ملک واحد کی طرح کر دیا ہے اور سارے بنی نوع انسان کو ایک ہی قوم کی طرح کر کے ایک ہی کشتی میں ڈال دیا ہے۔ کہ ڈوبیں گے تو سب ڈوبیں گے یا تیریں گے تو سب مل کر تیریں گے، انسانیت کے یہ سنئے اقدار (جو ذہنی افق پر ہر جگہ نمودار ہو رہے ہیں) **ایک دنیا اور ایک سٹیٹ اور ایک مذہب** کے تصورات کی طرف انگشت نمائی کر رہے ہیں۔ دیر یا بدیر انسانیت کو اسی نصب العین کی طرف جانا ہوگا خواہ اس کے لئے ابھی دو تین اور جنگوں کی چکی میں پسنا پڑے اور یہ **نئی دنیا** صرف **ایک خدا** اور **ایک مذہب** کے تصور پر جو رب العلمین ہے، تمام قوموں اور نسلوں کا خالق اور رب ہے۔ استوار ہو سکتی ہے۔ اور وہ مذہب ایک اور صرف ایک ہے:- **"اسلام"** یہی وہ مذہب تھا جو ہر ایک نبی اور پیغمبر لایا۔ یہ غلط ہے کہ انبیاء کے پیغامات میں کوئی فرق تھا۔ بنیادی تعلیم سب کی ایک ہی تھی اور وہ یہ تھی کہ خدا ایک ہے اور اس کی رضا کے سامنے سربسجود ہونا یہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے اور اسی میں اس کی حقیقی فلاح و بہبود اور ترقی اور سعادت اور راحت ہے، جزئیات میں، یا انداز خطاب میں تفاوت ہے تو وہ وقتی حالات کا تقاضا تھا اور بات ہے۔ اس سے اس بنیادی حقیقت میں کوئی فرق نہیں آتا کہ ہر ایک نبی نے اپنی اپنی قوم کو اپنی اپنی زبان میں جس مذہب کی طرف بلایا وہ **اسلام** ہی تھا اور یہی قرآن کا اپنا اعلان ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ میں کوئی نئی چیز نہیں لایا۔ میری تعلیمات سارے انبیاء ماسبق کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ از روئے قرآن مسلمان وہ نہیں ہوتا جو صرف قرآنی وحی پر ایمان لائے۔ بلکہ تمام انبیاء ماسبق کی وحی پر بھی ایمان لائے۔ اور اس پر یہاں تک زور دیا ہے کہ حکم دیا ہے کہ **لا نفرق بین احد من رسلہ**۔ جہاں ایک طرف تمام انبیاء ماسبق نے اپنی اپنی امتوں کو ایک **آخری نبی** کی بشارت دی جو مذہبی صحیفوں میں اب بھی موجود ہے۔ وہاں پیغمبر اسلام ایک ہی ایسے نبی تھے جو ہر ایک ماسبق نبی کے مصدق تھے اور جنہوں نے تمام انبیاء کو ماننا جزو ایمان قرار دیا۔ خاتم النبیین کے الفاظ میں تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرنے کا سامان تھا۔

قرآنی نظریہ اور آپ کے نظریہ میں فرق

ملک صاحب، یہ ہے قرآنی نظریۂ ارتقاء اور یہ ہے وہ تاریخی راز جو **خاتم النبیین** کے دو لفظی پیغام میں مضمر معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے نظریۂ ارتقاء کا ماحصل یہ ہے کہ اب عقل کا دور دورہ ہے اور انسان وحی کے بندھنوں سے بکلی آزاد ہو گیا ہے۔ قرآن کے نظریۂ ارتقاء کا ماحصل یہ ہے کہ اب جبکہ انسان کی عقل اپنے عروج تک پہنچ چکی ہے یہی بے خدا ترقی اسے تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اور اگر کوئی چیز اسے بچا سکتی ہے تو وہ آسمانی روشنی ہے جو انبیاء لے کر آئے اور جس کا ایک ہی صاف و شفاف چشمہ قرآن کریم ہے جس کے ماننے سے ہر ایک قوم فی الحقیقت اپنے ہی نبی کی اصلی تعلیم کو پا سکے گی۔ آپ کا ارتقاء وحی کا دور دورہ ختم کرتا ہے۔ قرآن کا ارتقاء وحی کو عالمگیر پیمانے پر آنے والی نئی دنیا کے لئے ریڑھ رسنگ بنیاد قرار دیتا ہے:-

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

خاتم النبیین میں انسانیت کو ارتقاء کے انتہائی نقطہ پر پہنچانا مقصود ہے

اور احمدیہ تحریک اسی تصور اور جدوجہد کا نام ہے کہ آنے والی نئی دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہی مذہب تمام ادیان عالم کا جامع ہے اور اسی کے ماننے میں تمام بانیان مذاہب پر ایمان لانا آجاتا ہے اور اس طرح وہ ایک ہی عملی صورت ممکن ہو جاتی ہے جس سے تمام بنی نوع انسان ایک روحانی رشتۂ اخوت میں منسلک ہو جاتی ہے۔ خاتم (بفتح تاء) النبیین میں جس کے معنے آخری نبی کے علاوہ مصدق النبیین بھی ہیں انسانیت کو ارتقاء کے اس انتہائی نقطہ پر پہنچانا مقصود ہے جہاں رنگ و نسل اور ملک اور زبان کے امتیازات مٹ کر سب انسان ایک ہی عالمگیر برادری بن جائیں۔

ملک صاحب، آپ خود ہی غور فرماویں آپ احمدی نوجوانوں کو کس مقصد بلند سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور کس "ترقی" کی طرف بلا رہے ہیں جس کا جنازہ خود مغرب کے کندھوں پر اٹھ رہا ہے۔

ضروری اعلان

تمام احباب اور جماعتوں کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے جگہ جگہ جماعتوں اور احباب سے اپنی ذات کے لئے چندہ مانگتے پھرتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق احتیاط کرنا ضروری ہے کہ جب تک مرکز سے تصدیق نہ کرائی جائے کوئی چندہ انہیں نہ دیا جائے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگز

سیب کی قیمت

ایک دفعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح کے والد محترم حضرت ثابتؒ ایک نہر میں نہا رہے تھے۔ کہ پانی میں بہتا ہوا ایک سیب پاس سے گذرا آپ نے اسے پکڑا اور کھا لیا۔ لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ میں نے سیب تو کھا لیا لیکن اس کی قیمت ادا نہیں کی۔ اور خدا تعالیٰ قیامت کے دن ضرور حساب لیں گے۔ آپ اسی وقت نہر کے کنارے کنارے چل پڑے۔ جدھر سے سیب بہتا ہوا آیا تھا۔ چلتے چلتے دوسرے روز ایک پل کے پاس پہنچے آپ کو دوسرے کنارے سے کچھ ہی دور سیبوں کا ایک باغ نظر آیا۔ وہاں پہنچے اور رکھوالے کو تمام کہانی بتائی اور کہا کہ یا تو مجھ سے سیب کی قیمت لے لو۔ یا مجھے بخش دو۔ مالی نے جواب دیا۔ میں تو اس باغ کا مالک نہیں۔ اس لئے نہ تو میں اس کی قیمت لے سکتا ہوں۔ اور نہ ہی بخش سکتا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مالک کے پاس جائیں جو یہاں سے دس منزل کے فاصلے پر رہتا ہے۔ شاید وہ آپ کو بخش دے۔ ورنہ وہ قیمت لے لے گا۔ آپ نے سوچا کہ بے شک یہ دس منزل کا فاصلہ ہے لیکن میں نے بھی تو بغیر قیمت ادا کئے کسی کا مال کھایا ہے۔ اس کا عذاب قیامت کے روز اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ آپ نے مالک کا پتہ پوچھا اور ادھر کا رُخ کیا۔ تین روز کے بعد آپ مالک کے ڈیرہ پر پہنچے اور ساری بات سُنائی۔ اور کہا کہ یا تو آپ مجھ سے سیب کی قیمت لے لیں یا مجھے معاف کر دیں باغ کا مالک بہت ایما آدمی تھا اس نے مذاق کے طور پر کہا کہ میں تو قیمت لوں گا۔ آپ نے قیمت پوچھی تو مالک نے جواب دیا کہ آپ کو تمام عمر میری غلامی میں رہنا ہوگا۔ حضرت ثابتؒ بخوشی راضی ہو گئے۔ چند دن کے بعد مالک نے آپ کو بلایا اور کہا کہ چونکہ تم میرے غلام ہو اس لئے تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا۔ "جی بے شک" آپ نے جواب دیا۔ تو پھر میں میری ایک لڑکی ہے جس کی دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں۔ دونوں آنکھوں سے بینائی سے محروم ہے۔ اور اس کے بازو بھی ناکارہ ہیں سے شادی کرنی ہوگی۔ کیا تم رضامند ہو؟

آپ نے سوچا کہ بے شک یہ ساری عمر کے لئے تکلیف ہے لیکن نہ جانے مالک کے سامنے انکار کرنے کی صورت میں آخرت کا عذاب کتنا سخت ہو شادی پر رضامندی ظاہر کر دی۔ وہ شخص آپ کی نیک نیتی سے پہلے ہی متاثر ہو چکا تھا اب اس کو پاک دامنی کا بھی بالکل یقین ہو گیا۔ مالک نے کہا کہ فلاں کمرے میں وہ لڑکی بیٹھی ہے جا کر اسے دیکھ لو۔ آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تو آپ کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ وہاں ایک انتہائی خوبصورت پاک باطن دوشیزہ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہے۔ حیرانی کے عالم میں آپ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ یا اللہ میں کسی اور کمرے میں تو نہیں آ گیا۔ سے آواز آئی نہیں میں نے صرف تمہاری پاک دامنی کا امتحان لیا تھا۔ واقعی صرف اور صرف تم ہی اس لڑکی کے لائق ہو۔ اسی وقت آپ

پاکستانی صنعت کی سرپرستی ہمارا پہلا فرض ہے
صنعتی ترقی ہمارے ملک کی قوت اور اقتصادی استحکام کی علامت ہے سب کو اس اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے کوشاں رہنا چاہیئے
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد
حتی المقدور اس بلند مقصد کی طرف مصروف جہد ہے ہماری ملوں میں ۷۵۰۰۰ تکلے اور ۱۵۲۰
کھڈیوں سے علی الترتیب ۲۰٬۰۰۰٬۰۰۰ پونڈ سوت اور ۳۵٬۵۰۰٬۰۰۰ گز کپڑا سالانہ تیار ہوتا
ہے ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ ہمارا ملک کپڑے کی ضرورت
میں خود کفیل نہیں ہو جاتا۔ استدعا ہے کہ اس رفیع الشان مقصد کیلئے آپ بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں۔
کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد
ہفت روزہ پیغام صلح

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۹

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَالْمُفْتَرِيْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

۱۹۵۴ء سے شامل ہو رہی ہیں۔

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

ماہ فروری ۱۹۵۸ء کی کارگذاری

از ــ امینہ موسلر

اتوار ۲ فروری ۔ مسز موسلر نے بچوں کو دینیات کا سبق دیا۔

جمعہ ۷ فروری ۔ امام صاحب نے جمعہ کا خطبہ اس موضوع پر دیا کہ مسلمان اسلام کے صحیح راستہ سے کس طرح بھٹکے ہیں۔

اتوار ۹ فروری ۔ مسز موسلر نے دینیات کا سبق پڑھایا۔

بدھ ۱۲ فروری ۔ سوشل اجتماع ہوا جس میں اسلام پر غور و بحث کی گئی، اس اجتماع میں بہت سے نئے مہمان شامل ہوئے جنہوں نے اس مباحثہ میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ ایک سکول مسجد دیکھنے آیا طلباء نے اسلام کے متعلق بہت سے سوالات کئے جن کے جواب دیئے گئے۔

جمعہ ۱۴ فروری ۔ خطبہ جمعہ اس موضوع پر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نیک نفس لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔

اتوار ۱۶ فروری ۔ مسز موسلر نے دینیات کا سبق دیا۔

منگل ۱۸ فروری ۔ ایک سکول مسجد دیکھنے آیا۔ مسز موسلر نے طلباء کو اسلام پر مفصل لیکچر دیا۔

جمعہ ۲۱ فروری ۔ اخوت اسلامی پر خطبہ دیا گیا۔

ہفتہ ۲۲ فروری ۔ ایک فرینیس لاج مسجد کی زیارت کے لئے آیا مسز موسلر نے اسلام پر لیکچر دیا نیز کمالا کیرل نے البانیا کے متعلق رپورٹ سنائی، حاضرین اس رپورٹ کو سن کر بہت خوش ہوئے یہ ایک بہترین رپورٹ تھی جو برلن مسجد کے مہمانوں کے سامنے البانیا کے متعلق پڑھی گئی۔

اتوار ۲۳ فروری ۔ مسز موسلر نے دینیات کا سبق دیا، سہ پہر کو مسز موسلر نے بچوں کو ایک مختصر سی پارٹی دی۔

بدھ ۲۶ فروری ۔ ایک سوشل اجتماع منعقد ہوا جس میں مذہب اسلام پر بحث مباحثہ ہوا اس اجتماع میں شامل ہونے والے مہمانوں نے اس قدر دلچسپی کا اظہار کیا کہ وہ مسجد کے مکان سے رات کے گیارہ بجے رخصت ہوئے۔

جمعہ ۲۸ فروری ۔ خطبہ جمعہ ہجرت کی تعلیم دینی پر دیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ ہمیں اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے، اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ نماز کے بعد ... Mr. ... اسلام میں داخل ہوئیں وہ دینیات کے سبق میں ...

بدوملہی کے ایک مُلّا کی فریب دہی اور افترا پردازی

(۳)

گذشتہ اشاعت میں بدوملہوی مُلّا کا چھٹا مطالبہ نظر انداز ہوگیا، اس مطالبہ میں اُس نے لکھا ہے کہ :-

" مرزا صاحب اپنی کتاب ضرورت الامام صہ پر فرماتے ہیں کہ :-
"پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہوجائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے"
"ہمارا دعوےٰ ہے کہ یہ مرزا صاحب کا احادیث نبویہ پر صاف اور صریح افترا ہے، ہم جماعت احمدیہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کا فرمودہ مضمون احادیث نبویہ سے ثابت کرے اور ہمیں بتائے کہ کتنی عورتوں کو الہام ہوا اور کتنے نابالغ بچے منصب نبوت پر فائز ہوئے "

الجواب :-

ہمیں تعجب ہے کہ اس کو معترض ملا نے تمام احادیث نبویہ پر کب سے احاطہ کر لیا ہے، کہ جو حدیث اس کے علم میں نہیں اس کو افترا قرار دیئے بغیر اسے چین نہیں آتا ہم اس سے پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ کئی بزرگوں نے بعض باتیں احادیث کی طرف منسوب کی ہیں بلکہ کتب احادیث کے حوالے بھی دیئے ہیں، لیکن وہ متداول کتب احادیث میں نہیں ملتیں، اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ احادیث ہیں ہی نہیں، کئی ایسی احادیث ہیں جو سیرت کی کتابوں اور تفاسیر میں لکھی ہیں لیکن کتب احادیث میں نہیں کیا ان کو مفسرین اور سیرت نویسوں کا افترا قرار دیا جائے، نہیں، ہاں معین احادیث نے جن احادیث کو اپنے نزدیک اپنی مقرر کردہ شرائط کے مطابق صحیح سمجھا ان کو اپنی کتب حدیث میں لے آئے اور باقی کو چھوڑ دیا، ہوسکتا ہے ان متروکہ احادیث میں کئی ایسی ہوں جو محدثین کے نقطہ نگاہ سے نہ سہی لیکن فی الحقیقت صحیح ہوں، اس قسم کی احادیث کئی غیر معروف کتابوں سیرتوں اور تفاسیر وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، حضرت مرزا صاحب نے اگر انتشار نورانیت والی محولہ بالا حدیث کسی ایسی کتاب میں دیکھی ہو جو بدوملہوی ملا کے علم میں نہ آئی ہو تو اس کو افترا کہنا اپنی علمی فرومائگی کا ثبوت دینا ہے۔ بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو کتب احادیث میں موجود نہیں، لیکن بعض اولیاء اللہ کو خواب میں خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں، ایسی باتیں اگر احادیث کے اصطلاحی معنوں پر منطبق نہ بھی ہوتی ہوں تاہم ان کے احادیث نبویہ ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پھر جو باتیں واقعات میں آجائیں اس کے متعلق یہ پوچھنا کہ حدیث کی کس کتاب میں ہے اور بھی جہالت کا ثبوت دینا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں انتشار نورانیت اس حد تک ہوا کہ عورتوں کو بھی الہامات ہوئے سلسلہ احمدیہ میں کئی ایسی عورتیں ہو گذری ہیں اور بعض اب بھی زندہ ہیں جو الہامات الٰہیہ سے مشرف ہوئیں، بطور مثال سید عبدالجبار شاہ صاحب مرحوم سابق والئے سوات کی ہمشیرہ محترمہ جو اب تک زندہ ہیں مشہور ملہمہ ہیں، اور بھی بعض خواتین ہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرنا نہیں چاہتیں لیکن الہام کا شرف ان کو بھی حاصل ہے یہ سب مسیح موعود کے انتشار نورانیت کا نتیجہ ہے،

رہا یہ کہ " نابالغ بچے نبوت کریں گے" اس سے یہ مراد لینا کہ :-
" بچے منصب نبوت پر فائز ہوئے "

بدوملہوی ملا کی جہالت کا ایک اور ثبوت ہے، نبوت کرنا اور منصب نبوت پر فائز ہونا دو الگ الگ باتیں ہیں، دونوں کا ایک ہی مفہوم نہیں ہوسکتا، نبوت کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ بچے بھی ایسی خوابیں دیکھیں گے جن میں آئندہ کی خبریں ہوں۔ نبوت کرنا گویا پیش از وقت خبر دینا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں انتشار نورانیت اس حد تک ہوا کہ بچوں کو بھی سچی خوابیں آئیں اور اس طرح نابالغ بچوں نے بھی نبوت کی، ان بچوں کی فہرستیں ہم نے بنائی ہوئی نہیں کہ بدوملہوی مُلّا کی خدمت میں پیش کر دیں، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ نابالغ بچوں کو بھی حضرت مسیح موعود کی زندگی میں سچی خوابیں آئیں جن میں پیش از وقت آئندہ کی خبریں تھیں، ایک موقعہ پر ایک بچے کے ایک خواب کی بناء پر قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کے حکم سے کئی بکروں کی قربانی بھی دی گئی، بدوملہوی ملّا کو اس سے انکار ہے تو ہوا کرے، اس کے انکار سے حقائق تو بدل نہیں سکتے

نواں مطالبہ

بدوملہوی ملّا نے یہ کیا ہے کہ :-

" مرزا صاحب نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صہ ۲۴ پر دعوےٰ کیا ہے کہ :
"مسیح کے متعلق کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں کہ وہ آسمان سے اُترے گا"
ہمارا دعوےٰ ہے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کے لئے احادیث میں آسمان کا لفظ موجود ہے اور ہم یہ بھی ثابت کرسکتے ہیں کہ مرزا صاحب کو ان احادیث کا علم تھا اور انہوں نے عمداً غلط بیانی سے کام لیا ہے"

الجواب :- دروغگو را حافظہ نباشد ابھی چوتھے مطالبہ میں اسی ملّا نے یہ لکھا تھا کہ :-
"صحیح مسلم میں مسیح کے آسمان سے نازل ہونے کی حدیث ہرگز ہرگز نہیں ہے" اور اب اب فرمایئے، دونوں میں سے کونسی بات صحیح ہے، اگر کہو کہ صحیح مسلم میں نہیں، دوسری کتب احادیث میں ہے تو ان کا حوالہ کیوں نہیں دیتے ؟ اور "ثابت کرسکتے ہیں" کا کیا مطلب؟ جس جگہ مرزا صاحب نے ایسی احادیث کی موجودگی کا ذکر کیا ہے جن میں نزول کے ساتھ آسمان کا لفظ ہو، اس کا حوالہ کیوں پیش نہیں کرتے ؟ ہمارا دعوےٰ ہے کہ بدوملہوی ملّا نے محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے عمداً جھوٹ بولا ہے، اگر اس کے بیان میں ذرا بھی صداقت ہے تو اسے چاہیئے کہ کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کرے کہ جس ...... میں مسیح علیہ السلام کے نزول کے لئے آسمان کا لفظ موجود ہے" اور یہ بھی ثابت کرے کہ حضرت مرزا صاحب کو ایسی احادیث کا علم ہونے کے باوجود انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا،

اس کے ساتھ ہی ہم متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں بیہقی کا حوالہ دینا صحیح نہ ہوگا کیونکہ بیہقی کا قلمی نسخہ سب سے پہلے ۱۳۲۸ھ میں چھپکر شائع ہوا، حضرت مرزا صاحب اس سے دو سال پہلے ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوچکے تھے۔ پس یقینی امر ہے کہ اس مطبوعہ نسخہ میں حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے طابع نے از راہ تحریف من السماء کا لفظ لکھدیا ورنہ اصل قلمی نسخہ میں من السماء کا لفظ نہ تھا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر "درمنثور" میں بیہقی سے اسی حدیث کو نقل کیا ہے لیکن اس میں من السماء کا لفظ نہیں چنانچہ لکھا ہے واخرج احمد والبخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء والصفات قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم، ظاہر ہے کہ اس میں من السماء کا لفظ موجود نہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ بعد میں ملایا گیا ہے

اس کیساتھ ہی یہ امر بھی قابل ذکر کہ امام بیہقی نے مذکورہ حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے رواہ البخاری)، اور ظاہر ہے کہ بخاری میں من السماء کا لفظ موجود نہیں، پس کیا ...... بدوملہوی ملا امام بیہقی پر یہ فتوےٰ دینے کے لئے تیار ہے کہ انہوں نے بخاری پر جھوٹ بولا ہے ؟ یا امام بخاری پر یہ الزام لگانے کی جرأت اسے ہے کہ انہوں نے من السماء کا عمداً چھوڑ دیا ؟

بدوملہوی مُلّا کے نو مطالبات کے جواب بفضلہٖ تعالیٰ ہم دے چکے اب صرف ایک دسواں مطالبہ باقی ہے جس کا جواب بسبب عدم گنجائش آئندہ اشاعت پر ملتوی کیا جاتا ہے۔

نظامِ کائنات میں تعاون و ارتباط ہستی باری تعالیٰ پر شاہد ہے

قرآن کریم میں تعاون و ارتباط کا حکم

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ مئی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الرحمٰن علم القراٰن ۔ خلق الانسان علمہ البیان ...... کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام (سورۃ الرحمٰن رکوع ۱)

اللہ تعالیٰ کے دو صحیفے

اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے دو صحیفوں کا ذکر کیا ہے ایک آسمانی صحیفہ ہے اور ایک قانون قدرت کا یا اس کائنات کا صحیفہ ہے، آسمانی صحیفہ قرآن کریم ہے جو خدا تعالیٰ کی قولی کتاب ہے، اور قانون قدرت کا صحیفہ ساری کائنات ہے جو خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب ہے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری کائنات کا مطالعہ کرو، اگر میرے اس فعل کا جو کائنات کے اندر نظر آتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے افضال اور اس کی برکات پائی جاتی ہیں تو میرے قولی صحیفہ پر بھی جو شخص چلے گا وہ بھی افضال و برکات کا مورد ہوگا۔ یہ دونوں صحیفے اللہ تعالیٰ کے افضال و برکات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔

دونوں صحیفے رحمانیت الٰہی کا نتیجہ ہیں

جس طرح یہ فعلی صحیفہ ہمارے اجسام کی نشوونما کے لئے ہے اور یہ ہماری کسی درخواست پر نہیں بنایا گیا نہ ہماری کوشش یا اعمال کا نتیجہ ہے بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے تقاضے سے ظہور میں آیا اسی طرح قرآن کریم بھی جو خدا تعالیٰ کا قولی صحیفہ ہے ہماری کسی کوشش یا اعمال یا درخواست کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت جوش میں آئی اور ہماری روحانی تربیت کے لئے یہ آسمانی صحیفہ نازل ہوا چنانچہ فرمایا الرحمٰن علم القراٰن ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے ہی قرآن کا علم دنیا کو دیا۔

اجرامِ فلکی میں توازن و ارتباط

اس کائنات کو دیکھنے سے نظر آتا ہے کہ اس کے اندر نظام ہے کائنات کی ساری چیزیں ایک دوسرے کی ممد و معاون ہیں، ان کے اندر توازن ہے اس توازن کی وجہ سے وہ قائم ہیں ورنہ گر جائیں فرمایا والسماء رفعہا ووضع المیزان ۔ اجرام سماویہ کو بلندی پر استوار کیا اور ان کے اندر میزان یعنی توازن قائم کیا ۔ الا تطغوا فی المیزان ان کو حکم دیا کہ خبردار جو میزان تمہارے اندر قائم کر دی گئی ہے اس سے آگے نہیں بڑھنا ۔ دیکھ لیجئے اس فضا کے اندر سیارے ہیں، ستارے ہیں، جو بغیر کسی سہارے کے معلق ہیں، صرف معلق ہی نہیں چلتے بھی ہیں، اور صرف چلتے ہی نہیں تیزی سے چکر کاٹ رہے ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فضا میں اجرام فلکی کا ایک دوسرے سے ارتباط ہے، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نظام کائنات نہایت خوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔

ارتباط و تعاون کا سبق

ہمیں بھی خدا تعالیٰ تلقین فرماتا ہے کہ تمہارے اندر ارتباط ہو، اتفاق ہو، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہو، کونوا قوامین بالقسط شدت کے ساتھ ایک دوسرے کی معاونت کی جائے قوت کے ساتھ تمہارے اندر ارتباط نظر آئے تو فرمایا الرحمٰن علم القراٰن ہماری رحمانیت کا تقاضا جس طرح جسمانیات میں ہماری پرورش اور نشوونما کا موجب ہے اسی طرح روحانیات کی پرورش کے لئے بھی ہماری رحمانیت نے قرآن کو اتارا۔

اجرامِ فلکی کا ٹھیک حساب سے چلنا ایک مدبر بالارادہ ہستی کے ماتحت ہے

وہ صحیفہ جو کائنات میں ہے اس کو دیکھو کس قدر توازن اور ارتباط اس میں پایا جاتا ہے الشمس والقمر بحسبان سورج اور چاند کو دیکھو یہ حساب سے چلتے ہیں ان کے اپنا ارادہ کوئی نہیں کوئی فہم ان میں نہیں لیکن ٹھیک حساب سے چلتے ہیں، ایسا پختہ حساب ان کا ہے کہ سو سو سال کی جنتریاں لوگوں نے بنائی ہیں اس اعتماد پر کہ کوئی غلطی اس میں نہیں ہو سکتی ۔ ان اجرام کے اندر کوئی ارادہ نہیں کوئی فہم نہیں، کوئی عقل و دانش نہیں، کوئی خرابی اور غلطی پیدا نہیں ہوتی جس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسی قوت ان کے اوپر ہے، جس کے حکم کے ماتحت وہ کام کر رہے ہیں۔

درختوں اور نباتات کا سورج و چاند سے ارتباط

والنجم والشجر یسجدان ۔ چھوٹی چھوٹی بوٹیوں سے لے کر شاہ بلوط اور دیودار اور پیپل جیسے بڑے درختوں تک اور جس قدر پھل، پھول اور لکڑی وغیرہ ہے جو زمین سے اُگتی ہے، سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہیں، ان سب کے اندر حیات ہے، یہ بھی ہماری طرح پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، جوان اور بوڑھے ہوتے ہیں، بیمار ہوتے اور سوکھ جاتے ہیں، لیکن قوت ارادی اور فہم ان کے اندر نہیں، تاہم ان کا تعلق آسمان سے ہے آسمان کے دو نیروں کے بغیر زمین میں روئیدگی نہیں ہوتی، دنیا میں جس قدر درندے، چرندے، پرندے اور دوسرے حیوانات وغیرہ ہیں، ان سب کا دارومدار نباتات پر ہے، اور ان سب کا خدا تعالیٰ نے دو آسمانی نیروں کے ساتھ رابطہ بنا دیا ہے۔

زندگی رابطہ و تعاون سے وابستہ ہے

اس رابطہ اور تعاون کے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا ۔ کوئی زندگی پیدا نہیں ہو سکتی نہ قائم رہ سکتی ہے، اس ارتباط اور تعاون ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان و حیوان و نباتات کی نشوونما ہوتی ہے اور اسی سے انسانوں کے لئے دولت پیدا ہوتی ہے وفی السماء رزقکم تمام رزق اور جس قدر دولت کوئی شخص حاصل کرتا ہے اس کے سامان آسمان سے پیدا ہوتے ہیں، اور پھر زمین کے ساتھ ارتباط کی وجہ سے رزق پیدا ہوتا ہے۔

ہوا کا انسانی زندگی سے تعلق

انسان کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اگر ایک منٹ ہوا نہ پہنچے تو ختم ہو جائے، ساری کی ساری زندگی ہوا ہی سے وابستہ ہے، ہوا کے بغیر زندگی ایک منٹ قائم نہیں رہ سکتی۔

ہوا کے متعلق ایک عجیب انتظام

غور کرنا چاہیئے روئے زمین پر انسانوں کی کتنی بڑی تعداد ہے جو دن رات اس ہوا کو کھاتی اور اسے گندہ کر کے اندر سے کاربانک ایسڈ گیس کی صورت میں نکالتی ہے، ایک پاک چیز کو انسان اپنے اندر لیتا اور اسے گندہ کر کے نکالتا ہے انسان کا سانس اس پاک ہوا کو گندہ کر رہا ہے اور اس کے اندر زہر پھینک رہا ہے اس سے کیوں تمام فضا متعفن نہیں ہو جاتی، ایک عجیب انتظام اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے جس قدر کاربانک ایسڈ گیس انسان نکالتا ہے، درخت اس کو کھا جاتے ہیں، درختوں کی زندگی اسی سے ہے، جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ ہمالیہ پہاڑ ۵½ میل بلند ہے لیکن ہوا کا سمندر اسّی میل کی بلندی تک پہنچا ہوا ہے اس لئے کاربانک ایسڈ گیس سے ہوا خراب نہیں ہوتی، ایک طرف ۸۰ میل کی بلندی تک پاک صاف ہوا کا سمندر چلتا ہے اور دوسری طرف نباتات کو اس پر لگا دیا کہ کاربانک ایسڈ گیس کو وہ کھاتے جائیں اور پاک ہوا انسان کے لئے چھوڑ دیں، یہ ایک باہمی ارتباط اور تعلق ہے جو ایک دوسرے کی زندگی کا باعث ہے، یہ کتنا بڑا انتظام ہے اور کس قدر ارتباط ہے۔

یہ کارخانہ چل رہا ہے۔

ہوا کے ذریعہ سے تعاون اور ارتباط

ہوا ہی کے ذریعہ سے بچے کا تعلق کائنات سے ہوتا ہے، ہوا کے ذریعہ سے وہ ماں باپ اور چڑیا چڑیا کی آواز سنتا ہے اور اس طرح اس کو علم حاصل ہوتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بچے کے کان میں اللہ اکبر کی آواز پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ اسی ہوا کے ذریعہ سے جب آندھی آتی ہے تو تمام جراثیم کو ختم کر دیتی ہے، اس طرح صحت کا بھی سامان کیا، اس سے آگے ایک اور سامان بھی کیا فرمایا وارسلنا الریٰح لواقح تلقیح کننده ہیں ایک درخت سے بیج اٹھا کر دوسرے پر لے جانا، گویا ایسی بھی ہوائیں ہیں جن کے ذریعہ درختوں کے پھلوں وغیرہ کا پیوند ہوتا رہتا ہے، گویا اس تمام کائنات میں ایک دوسرے کا تعاون اور باہمی روابط کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اسی سے نظام کائنات چل رہا ہے باوجودیکہ ان اشیاء میں کوئی تدبیر، کوئی فہم اور عقل و دانش نہیں، تاہم ایک ایسا توازن اور ارتباط ان میں موجود ہے، جس سے سلسلہ کائنات نہایت خوبی سے چل رہا ہے، معلوم ہوا کوئی مدبر بالا رادہ ہستی اس کے اوپر ہے جو اپنی حکمت اور ارادہ سے اس سارے سلسلہ کو چلا رہی ہے۔

سمندر خشکی سے زیادہ کیوں پیدا کیا گیا

ان آیات میں پانی کا بھی ذکر ہے، اس کائنات میں خشکی کا حصہ روپیہ میں سے پانچ آنہ کی نسبت سے ہے اور پانی گیارہ آنے کی نسبت سے ہے، سوال ہو سکتا ہے کہ زمین اتنی چھوٹی کیوں بنائی، آجکل گندم کی بڑی ضرورت ہے، اللہ تعالےٰ نے ایسا کیوں نہ کیا کہ خشکی کا حصہ زیادہ ہوتا اور پانی تھوڑا، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ سمندر بھی ایک قسم کا ریزروائر ہے، جہاں سے قدرت نے ہم تک پانی پہنچانے کے لئے انتظام کر رکھا ہے یہ پانی ندی نالے اور چشمے کی صورت میں بہتا ہے اور وادیوں اور میدانوں کو سبزہ زار بنا دیتا ہے اور ایک دنیا کو آباد کرتا ہے اس کے علاوہ یہ پانی دنیا بھر کی میل کچیل دھوتا اور اسکو سمندر میں جا ڈالتا ہے اور اس طرح سے صحت کے لئے مفید ٹھہرتا ہے، سمندر کا پانی نمکین ہوتا ہے بلکہ کڑوا ہوتا ہے وہ اس میل کچیل کو جلا ڈالتا ہے اور تعفن پیدا ہونے نہیں دیتا ہے۔ اگر سمندر کی گہرائی اور وسعت تھوڑے پیمانہ پر ہوتی تو اس کے اندر تعفن پیدا ہو جاتا۔ سمندر ہمارے لئے خوراک بھی مہیا کرتا ہے، ہر روز جہازوں کے جہاز مچھلیوں سے لدے ہوئے ساحلوں پر اترتے ہیں، اور اسی سمندر میں موتی اور عنبر اور کاڈ مچھلی پائی جاتی ہے جو انسان کے لئے نہایت مفید ہے،

انسان کو باہمی ارتباط کی ضرورت

یہ صحیفہ قدرت کے انتظامات ہیں، فرمایا

ہمارے اس صحیفہ کو مطالعہ کرو، اس کے اندر تعاون اور ارتباط ہے، تعاون میں برکات ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا تقاضا تھا کہ یہ تمام سامان اس نے ہماری پرورش کے لئے پیدا کر دیئے، اس کے ساتھ ہی ہماری روحانی تربیت کا بھی اپنی رحمانیت ہی کے تقاضا سے اس نے انتظام فرمایا ہے جو اس کی قولی کتاب قرآن کریم کے ذریعہ سے کیا گیا ہے وہ فرماتا ہے کونوا قوامین بالقسط اگر ایک ارتباط سطحی ہے تو ایک یہ ہے کہ ہمارے ہاتھوں کسی کی حق تلفی نہ ہو، ان اللّٰہ یامرکم بالعدل والاحسان باہمی تعلقات میں عدل کو پیش نظر رکھو، اور کسی کے ساتھ کوئی زیادتی یا بے انصافی نہ کرو، یہی نہیں عدل سے بڑھ کر ایک دوسرے کے ساتھ مروت کا برتاؤ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ارتباط پیدا کرو کہ اسی میں انسانی ترقی کا راز اور برکات پوشیدہ ہیں۔

قرآن پر عمل برکات کا موجب ہے

تو یہ دو چیزیں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہمیں دی ہیں۔ ایک اس کی فعلی کتاب ہے یعنی یہ کائنات اور دوسری اس کی قولی کتاب قرآن کریم ہے اگر اس قرآن پر عمل پیرا ہو گے تو یقیناً یقیناً برکات ہی برکات تمہارے اندر پہنچتی ہوئی نظر آئیں گی۔

ملتان میں جلسۂ یوم وصال

ایک ضروری اطلاع

حلقۂ ملتان کے جملہ احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ ۲۴ مئی بروز ہفتہ۔ حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی یاد میں (ملتان) عزیز ہوٹل میں ۸ بجے شب ایک جلسہ ہو گا۔ مضافات سے تشریف لانے والے احباب کے لئے خورد و نوش اور رہائش کا انتظام جماعت ملتان کی طرف سے ہو گا۔

ڈیرہ غازی خاں، رکھم سر، بورے والا، وہاڑی، خانیوال، علی چیپہ، مظفر گڑھ، کوٹ ادو، لودھراں، چھکسی، کبیروالا اور بہاولپور کے احباب دوپہر کا کھانا عزیز ہوٹل میں آ کر تناول فرمائیں اور شب کا کھانا اور ۲۵ مئی کا صبح کا ناشتہ بھی عزیز ہوٹل میں ہو گا۔ احباب اپنی تشریف آوری سے دو روز قبل خاکسار کو ضرور اطلاع بخشیں۔ والسلام

خاکسار عبد العزیز خاں صدر جماعت ملتان، عزیز ہوٹل ملتان

حضرت مسیح موعودؑ کے "یوم وصال" پر

پیغام صلح کا خاص نمبر اور مرکزی انجمن کا جلسہ

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر پچاس برس گذر چکے۔ ۲۶ مئی ۱۹۵۸ء کو آپ کی پچاسویں برسی ہو گی اس موقع پر حسب دستور پیغام صلح کا ایک خاص نمبر شائع کیا جائے گا جس میں حضرت کے مجددانہ کارناموں، علمی کمالات، سیرت طیبہ اور اخلاق و اعمال پر مختلف اہل قلم اصحاب کے بیش قیمت مضامین درج ہوں گے، یہ پرچہ ۲۸ مئی کو شائع ہو گا۔

اس کے علاوہ مرکزی انجمن کی طرف سے لاہور میں ایک شاندار جلسہ منعقد ہو گا جس میں جماعت کے چیدہ چیدہ اصحاب تقاریر کے ذریعہ سے حضرت مجدد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور خدمات اسلام پر روشنی ڈالیں گے، ہم ان احباب سے جو لاہور کے قریبی اضلاع میں سکونت پذیر ہیں بالخصوص گوجرانوالہ، وزیر آباد، گجرات، لائل پور، جہلم، اور اوکاڑہ وغیرہ مقامات کے اصحاب سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ اس جلسہ میں شمولیت کی تکلیف گوارا فرمائیں گے دور کی جماعتوں سے ہماری استدعا ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جلسے منعقد کریں اور ضروری لٹریچر بھی لوگوں میں تقسیم کریں، حضرت مسیح موعود کے متعلق اللہ تعالےٰ کا الہام ہے لا نبقی لک من المخزیات شیئاً۔ ہم تیری رسوائی کی کوئی بات باقی نہیں رہنے دیں گے، اس الہام کو پورا کرنے کا فرض تمام جماعت پر عائد ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کی غلط فہمیوں کو جلسوں اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(آخری قسط)

کیا احمدیت ترقی معکوس ہے یا زمانہ کی پکار؟

ملک محمد جعفر صاحب مصنف "احمدیہ تحریک" کے نام مکتوب

(محمد یعقوب خان)

میں معذرت خواہ ہوں، آپ سے بھی اور قارئین کرام سے بھی، کہ یہ سلسلہ لمبا ہوتا جاتا ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ اس مکتوب میں تمام گفتگو کا ملخص پیش کر سردست اسے ختم کردوں۔

اصطلاحات میں اُلجھنا صداقت کا گلا گھونٹنا ہے

کسی صداقت یا حقیقت زندگی کا گلا گھونٹنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ اسے الفاظ، اصطلاحات، اعتقادات، ارکان اور اسی قسم کے قواعد و ضوابط میں محبوس کر دیا جائے۔ کہتے ہیں ایک دن شیطان اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک سڑک پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ کچھ فاصلے پر ایک آدمی نظر آیا۔ یہ آدمی چلتے چلتے یک قدم جھک گیا۔ اور اس نے سڑک پر سے کوئی چیز اُٹھا کر نہایت احتیاط سے جیب میں ڈال دی۔ دوست نے شیطان سے پوچھا کہ کونسی چیز تھی جو اس شخص نے یوں لپک کر اُٹھالی اور اس خوشی سے جیب میں محفوظ کرلی۔ شیطان نے بتایا کہ یہ صداقت کا ایک ٹکڑا تھا جو اس شخص کو مل گیا ہے۔ دوست نے کہا کہ پھر یہ تمہارے لئے تو ایک خبر بد ہی ہوئی۔ شیطان نے برجستہ جواب دیا کوئی فکر کی بات نہیں۔ میں نے بھی اس کا علاج سوچ لیا ہے میں اب اسے اس بات پر آمادہ کردوں گا کہ اس صداقت کے ٹکڑے کو ایک باقاعدہ سسٹم یا کسی اِزم کی شکل دیدے۔

شیطان ملعون ہی سہی مگر اس کی یہ بات بڑے پتے کی ہے۔ یہی ماجرا ہمیں ہر ایک مذہب، ہر ایک تحریک، ہر ایک نئے تصوّر میں نظر آتا ہے۔ "پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند" کی مشہور ضرب المثل اسی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔ اصل بانی کا منشاء کچھ ہوتا ہے، لوگ (موافق اور مخالف دونوں) اس کے مفہوم اور منشاء کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کمیونزم کے بانی کارل مارکس کو بھی اس قسم کا ایک حادثہ پیش آیا۔ ایک جوشیلا نوجوان جو تازہ تازہ کمیونسٹ ہوا تھا اس سے کمیونزم کے متعلق بحث کرنے لگا۔ مارکس نے جواب دیا: "معاف کرنا میں مارکس ہوں مارکسٹ نہیں ہوں"۔

بانیٔ احمدیت کا مقصد و منشاء اور ہمارا طریق عمل یہی کچھ احمدیت کے ساتھ ہوا، بانیٔ تحریک کے [illegible] اسلام اور قرآن اور اسوۂ رسول کریم [illegible] اپنے اصلی حسن اور نور اور حرارت کے ساتھ انسانیت پر ظاہر ہوں تاکہ وہ اُن سے متمتع ہو۔ مگر یہ سیدھی سی بات الفاظ کے پردوں میں اُلجھ کر ایک چیستان بن گئی۔ آپ کا کیا قصور جب ہم احمدی کہلانے والوں کے دو گروہ ۴۴ سال تک اسی بھول بھلیاں کو احمدیت سمجھتے رہے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کے مشن کی بنیادی چیز کی نسبت سارا زور اس پر صرف کیا گیا کہ اُن کا دعویٰ کیا تھا اور کیا نہ تھا۔

احمدیت سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ اسلام دنیا میں دوبارہ پوری آب و تاب سے چمکے اور سربلند ہو۔ یہ کوئی ایسا مقصد نہیں جس سے کسی مسلمان کو بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سُنّی، شیعہ، اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی، اثناعشری، وغیرہ وغیرہ، کسی فرقۂ اسلامی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا اور ہر ایک اس مقصد کے لئے باہم اشتراکِ عمل کے لئے تیار ہوگا۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ مشترکہ اغراض و مقاصد کے لئے سب مل کر کام کریں، ہر ایک کا سب سے محبوب مشغلہ یہی ہوگیا ہے کہ کس طرح دوسروں کی تکذیب بلکہ تذلیل کی جائے۔

اسلامی فرقوں کا نقشہ

قرآن کریم نے جس قدر شدت سے فرقہ بندی کی مذمت کی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں مگر اسی قرآن کو سب ہاتھ میں لے کر اسی سے ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں۔ اس ضمن میں مجھے خوشحال خان خٹک کا ایک شعر یاد آیا جو اس نے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا ہے۔ خوشحال خان ایک شاعر کے علاوہ ایک جنگجو سردار بھی تھا، اورنگ زیب نے اسے ایک قلعے میں کئی سال قید رکھا۔ یہ پٹھان شاعر اس کی ہجو میں لکھتا ہے کہ جس چھری سے اورنگ زیب قرآن کریم کے صفحے کاٹتا ہے، اسی سے اپنے بھائیوں کے گلے کاٹتا ہے۔ خوشحال خان کی یہ ذاتی رائے تھی، میں نے اسے صرف اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ تمثیل نہایت فصاحت سے اسلامی فرقوں کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ ایک طرف تو ہر ایک فرقہ کو قرآن سے اس قدر شغف ہے کہ اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہے، مگر دوسری طرف اسی قرآن کو ہاتھ میں لیکر جو انما المومنون اخوۃ کا اعلان کرتا ہے اپنے مسلمان بھائیوں کے گلے کاٹنا بھی کارِ ثواب سمجھتا ہے۔

اشتراکِ عمل کے زرین اُصول کو چھوڑ کر جزئیات پر جنگ و جدال

اگر قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کی طرف بھی اشتراکِ عمل کا ہاتھ یہ کہکر بڑھایا کہ:- تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الخ

کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔ خدا ایک، نبی ایک، کتاب ایک، قبلہ ایک، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک، اور یہ سب کے سب بنیادی ارکانِ اسلام ہیں۔ تعجب ہے کہ اس بنیادی اشتراک کو تو نظر انداز کر دیا اور چند ایک جزئیات پر جہاں باہم اختلاف ہے اس قدر زور دیا کہ ان کی بناء پر مختلف کیمپ بن گئے اور صدیوں باہم جنگ و جدال میں مصروف رہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کے خلاف قرآن و حدیث کا انتباہ

حضرت مرزا صاحب نے اسی غیر متوازن ذہنیت کے متعلق اپنے مخالفین اور مکفرین کی توجہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی طرف دلائی تھی کہ اگر کسی مسلمان میں ننانوے وجوہ کفر کے موجود ہوں مگر ایک علامت بھی اس میں اسلام کی نظر آئے تو اسے کافر مت کہو۔ قرآن کریم خود پکار پکار کر کہتا ہے کہ لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ حدیث کے الفاظ میں کس قدر صراحت ہے:- من صلی صلوٰتنا و استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ۔

حضرت خالد کا واقعہ ایک مشہور چیز ہے۔ جنہوں نے میدان جنگ میں ایک پچھاڑے ہوئے دشمن کو تہ تیغ کیا باوجود اس کے کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جواب طلبی پر انہوں نے یہ توجیہہ پیش کی کہ اس نے کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا، محض جان بچانے کے لئے پڑھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ڈانٹ بتائی اُس سے ہر ایک مسلمان کا جو کلمہ گو کی تکفیر کرتا ہے دل کانپ جانا چاہیئے۔ فرمایا ھلا شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

مسلمان کی تعریف اور علمائے کرام

تعجب ہے کہ ایک طرف ان روشن تعلیمات کو سر آنکھوں پر بھی رکھتے ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو ان سب کو ردّی کی ٹوکری کے حوالہ کردیا جاتا ہے۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے سب سے مضحکہ خیز چیز یہ آئی کہ گو علماءِ کرام اس پر تو

متفق تھے کہ احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی اسلام کی ایسی تعریف نہ کر سکا جس پر سب کا اتفاق ہو، ایسی نظریاتی بحثوں میں الجھنا وہی قصہ ہے جو شیطان نے اپنے دوست کو کہا تھا کہ فکر نہ کر دیں اس صداقت کے ارد گرد بحثوں کا بازار گرم کر دوں گا کہ وہ صداقت دھری کی دھری رہ جائیگی۔ ایک موٹی شناخت مسلمان کی یہ بھی ہے کہ جسے غیر مسلم مسلمان سمجھیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کا ایک موٹا سا خاکہ ہر ایک کے ذہن میں موجود ہے۔ ہم باہمی تعصبات کی وجہ سے ان موٹے موٹے خط و خال کو دیکھنے کی بجائے جزئیاتی موشگافیوں میں چلے جاتے ہیں اور اس لئے ہم پر وہ مثل صادق آجاتی ہے کہ درختوں کو تو دیکھ لیتے ہیں مگر جنگل کو دیکھ نہیں پاتے۔

احمدیت کیا ہے اور احمدی کون ہے

احمدیت کون ہے؟ احمدیت کیا ہے؟ اس کا بہترین جواب راولپنڈی کے دکاندار نے دیا تھا، جسے انٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے دنوں میں محلے کے چند غنڈے لوٹنے کے لئے آئے اور الزام یہ لگایا کہ تو احمدی ہے ۔۔۔۔ اس دکاندار نے اُن سے پوچھا کہ تم ہی ایمانداری سے بتاؤ کبھی تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے، کیا تمہارے ساتھ ہی مل کر میں جوا نہیں کھیلتا رہا اور شراب نہیں پیتا رہا۔ پھر یہ احمدی ہونے کا جھوٹا الزام کیسا؟ اس دکاندار نے احمدیت کو بالکل صحیح سمجھا کہ یہ تو تقوےٰ اور پرہیزگاری کے مترادف ایک چیز ہے اور حقیقت یہی ہے۔ احمدیت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ آدمی اسلامی جذبہ سے سرشار ہو، اور قرآن کی روشنی اور نبی کریمؐ کے اسوہ کو اپنا متاع عزیز ترین سمجھے۔ حضرت مرزا صاحب نے مکرر (؟) مراۃ یہ ذہن نشین کرنے کی کوشش کی کہ میری ذات کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ ہے نبی کریمؐ ہی ہیں۔ وہی تمام فیوض کا سرچشمہ ہیں، میں اسی سرچشمہ سے سیراب ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں اس کی حقیقت محمدؐ کے روحانی سمندر سے محض ایک قطرہ ہے ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ زلال محمدؐ است

تعجب ہے کہ یہ چیز کسی کی طبع پر کیسے گراں گزر سکتی ہے؟ کیا ایک مسلمان کے دل کی یہ تڑپ نہیں ہونی چاہیئے کہ ہمارے اندر ایسے لوگ پیدا ہوں جو اسلامی معارف اور اسلامی اخلاق اور اسلامی زندگی کی جھلک اپنے اندر رکھتے ہوں؟

اتحادِ اسلامی کی اہمیت حضرت مرزا صاحب کی نظر میں

حضرت مرزا صاحب نے تو اتحادِ اسلامی کو اس قدر اہمیت دی کہ یہاں تک کہہ دیا کہ اگر نبی کا لفظ مجاز اور استعارہ کے معنوں میں بھی کسی کو ناگوارِ خاطر ہو تو اسے کٹا ہوا سمجھ کر اس کی جگہ محدّث کا لفظ ڈالدیں۔ ایک مرتبہ کسی کے سوال کے جواب میں کہا کہ قرآن کریم کی ایک آیت اِنّی متوفیک کا ترجمہ یہ کر دو کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں تو ہم میں اور تم میں کوئی اور فرق نہیں۔

حضرت مرزا صاحب اسلام کو عالمی طاقت بنانا چاہتے تھے

مرزا صاحب اسلام کو ایک عالمی طاقت کی حیثیت دیتے تھے اور ان کی ساری جدوجہد یہ تھی کہ وہ دوبارہ ایک عالمی طاقت بنے۔ مسئلے مسائل جیسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں اسے الجھانا نہیں چاہتے تھے۔ وفاتِ مسیح پر بھی اس لئے زور دیا کہ حیاتِ مسیح کا تصور اسلام کی ترقی میں ایک ہی بڑی روک تھی۔ اسی طرح جہاد کے متعلق انہوں نے بہت کچھ لکھا اس لئے کہ غلط مروجہ تصور کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا تھا اسلام کی ترقی کے راستہ میں ایک اور بڑی روک تھی۔ آپ سینکڑوں تلاش کریں، آپ کو کوئی مسئلہ ایسا نہیں ملے گا جس پر مرزا صاحب نے قلم اُٹھایا ہو اور اس کا تعلق اسلام کی ترقی کے ساتھ نہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے فقہی مسائل کو جن سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوا انہوں نے چھوا تک نہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی قوتوں کو باہمی خانہ جنگیوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے، بلکہ اسلام کی ساری قوتوں کو اس بیرونی محاذ پر صف آرا کرنا چاہتے تھے جو ایڈیولاجیکل جنگ کی شکل میں قائم ہو چکا تھا اور آنے والے ایام میں مشیت ایزدی میں تیز تر ہونے کو تھا۔ مرزا صاحب کی نگاہ اسلام کی اس عالمی مفاد پر تھی۔ ان کا ایمان تھا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اسلام افقِ عالم پر چمکے اور دوبارہ ایک ورلڈ فورس بنے جیسے کبھی تھا۔

احمدیت سے تین چوتھائی فاصلہ کا قرب

ملک صاحب جہاں تک وفاتِ مسیح کا تعلق ہے کیا آپ اور ہر ایک لکھا پڑھا آدمی آگے ہی دل سے احمدیت قبول نہیں کر چکا گو زبان سے کچھ کہتے پھریں۔ کیا کوئی تعلیم یافتہ مسلمان اب چراغ لے کر تلاش کرنے سے بھی مل سکتا ہے جو یہ یقین رکھتا ہو کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور کسی دن دمشق کے منارے پر زرد رنگ کی چادریں ملبوس فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر اتریں گے؟ اسی ایک چیز میں کم از کم نصف احمدیت تو آ جاتی ہے۔ اگر مسیح ناصری فوت شدہ ہیں، جیسے تمام فہمیدہ طبقہ نے بزبان حال تسلیم کر لیا ہے تو اس کے بعد دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا یہ کہ آنے والا مسیح امت کا ہی کوئی فرد ہوگا جو صدی کا مجدد ہو سکتا ہے یا یہ کہ نزولِ مسیح کی احادیث کو ہی جواب دے دیا جائے۔ جو لوگ پہلی صورت کو صحت اور احتیاط اور احترامِ حدیث کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں وہ تو ایک چوتھائی اور بھی احمدیت کے قریب آ جاتے ہیں ان میں اور احمدیوں میں صرف اس قدر تھوڑا سا فرق رہ جاتا ہے کہ احمدیوں نے حضرت مرزا صاحب کی شخصیت میں اس موعود نزول کو تسلیم کر لیا اور وہ ابھی کسی اور آدمی کے منتظر ہیں جو بہرحال امت کا ہی کوئی فرد ہوگا اور یہ کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ اگر تو احادیث کو ہم اپنے تصوراتِ اسلامی سے بیک بینی و دو گوش نکالنے کی جسارت کے لئے تیار نہیں تو سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ نزولِ مسیح کی جو تعبیر احمدیت نے کی ہے اصولی طور پر اسے تسلیم کیا جائے۔ خواہ ایسے لوگ مرزا صاحب کو اس کا مصداق بے شک نہ سمجھیں، کسی اور کے انتظار میں لگے رہیں مگر اصولاً وہ احمدیت کی پوزیشن کو صحیح تسلیم کر لیتے ہیں کہ آنے والا مسیح امت کا ہی کوئی فرد ہونا چاہیئے۔

احمدیت کی مخالفت میں احادیث کا انکار

مگر بدقسمتی سے احمدیت کی مخالفت میں ایک طبقہ اس قدر دور نکل گیا ہے کہ احادیث کو ہی جواب دے دیا گیا ہے اور، اور خروجِ دجال اور نزولِ مسیح کی احادیث کو جن بھوت کی کہانی بتلانے لگے ہیں۔ اسی کا نام ہے پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک کاٹنا۔ انہیں یہ بھی احساس نہیں رہتا کہ مسلم الصحت احادیث کو رد کر دینا ایک ایسا دروازہ کھولنا ہے جس سے غالباً دین کے ایک کثیر حصہ کو جو تواتر سے چلا آتا ہے جواب دینا پڑے گا۔ ایک مرتبہ ایسا قدم اُٹھ گیا تو اس کے بعد دوسرا قدم زیادہ خطرناک قسم کا اٹھنا بھی ممکنات میں سے ہو جاتا ہے۔ آپ غلام احمد پرویز صاحب کے بڑے مداح ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی گردنوں کو احادیث کے جوئے سے آزاد کر دیا۔ مگر آپ کو شکایت ہے کہ قرآن کا جوا اب بھی انہوں نے قائم کر رکھا ہے حالانکہ خاتم النبیین کے اعلان کا منشاء ہی یہی تھا کہ یہ آخری جوا بھی اتار دیا جائے اور انسان کلی آزاد ہو کر اپنی عقل و خرد کے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھے۔

پرویزی معارفِ قرآن کا نمونہ

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عملی طور پر وہ جوا بھی انہوں نے اتار پھینکا ہے۔ ان کے نزدیک اسلام کمیونزم کی ایک شکل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قرآن کا سارا پیغام اسی قدر ہے کہ روٹی کی تقسیم منصفانہ اور مساویانہ ہو۔ اس ایک جنون میں قرآن کو اس طرح اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے کہ اس پر علامہ اقبال کا یہ تبصرہ حرف بحرف صادق آتا ہے ؎

ز تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

نبی کریمؐ اور صحابہ کرام کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ ہوگا کہ جب ہم "اللّٰہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد کوئی بالاتر ہستی نہیں جو ایک (Personality) ہے۔ بلکہ اس کے معنے ہیں معاشرہ کے۔

ان اللّٰہ اشترٰی من المؤمنین
انفسھم و اموالھم بان لھم
الجنۃ

کے معنے صرف اس قدر رہ گئے کہ ۔۔

"اب معاشرہ اور ان افراد (مومنین) کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ افرادِ معاشرہ اپنی جان اور مال سب کچھ اس مرکز کے سپرد کر دیتے ہیں جو قرآنی نظام ربوبیت کو عمل میں لانے کا ضامن ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں یہ مرکز انہیں الجنۃ کی ضمانت دیتا ہے .... الجنۃ کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس میں زندگی کی تمام بنیادی ضروریات (خوراک - لباس - مکان اور حفاظت) شامل ہیں - لہذا اس معاہدے کی رُو سے نظام معاشرہ اس امر کی ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ افرادِ معاشرہ کی تمام بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کریگا .... ہم نے اللہ کا ترجمہ کیا ہے' وہ معاشرہ جو قانونِ خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے متشکل ہو"

(نظامِ ربوبیت صـ۷۲–۱۷۱)

ایاک نعبد وایاک نستعین میں ک کی ضمیر مثلاً معاشرہ کی طرف جاتی ہے اور جب ایک مسلمان روزانہ نماز میں یہ الفاظ دوہراتا ہے تو وہ اپنی حکومت سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تمہاری اطاعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ تم ہمارے کھانے پینے کے سامانوں کی ذمہ داری پوری کرو:-

"جو نظام (حکومت) خدا کے نام سے قائم ہوتا ہے وہ ان تمام ذمہ داریوں (افرادِ معاشرہ کی ربوبیت) کو اپنے سر لیتا ہے جو خدا کی طرف منسوب ہیں اور اس کے بدلے میں افرادِ معاشرہ وہ تمام فرائض و واجبات پورے کرتے رہتے ہیں جن کا عہد انہوں نے اپنے خدا سے کر رکھا ہوتا ہے۔ افرادِ معاشرہ اس نظام کی اطاعت کے اس وقت تک مکلف ہوتے ہیں جب تک یہ نظام ان ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین کا یہی عملی مفہوم ہے"

(نظامِ ربوبیت صـ۱۷۴)

لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون کے یہ معنے ہیں کہ جب مسلمان میدانِ جنگ میں نکلے تو اس کو اطمینان ہو کہ اگر میں مر جاؤں تو حکومت میرے پسماندگان کی ہر طرح خبر گیری کرے گی:-

"اب سوچئے کہ ایسا معاشرہ دنیا میں کیا کچھ نہیں کر سکتا - آج دنیا حیران ہے کہ **محمد رسول اللہ والذین معہ** کی قلیل جماعت نے اتنے مختصر عرصے میں ایسی محیر العقول ترقی کس طرح کر لی تھی .... اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے وہ معاشرہ متشکل کر لیا تھا جو قرآنی نظام ربوبیت کا حامل تھا .... جس معاشرے کے افراد کے دلوں میں نہ مرنے کا خوف ہو اور نہ پسماندگان کے مستقبل کا حزن (لاخوف علیھم ولاھم یحزنون) تو اُن کی قوتوں کا کیا ٹھکانا ہے؟ ...... اور (اسی لئے) یہ معاشرہ مشرق و مغرب پر چھا گیا"

(نظامِ ربوبیت صـ۱۸)

جانبازانِ اسلام کی ہتک

اناللہ وانا الیہ راجعون - صحابہ کی جانثاریوں اور جانبازیوں پر یہ کہہ کر پانی پھیر دیا گیا کہ گویا وہ اللہ پہ ایمان اور عشق کا نتیجہ نہ تھیں، بلکہ اس لئے ممکن ہوئیں کہ اپنی اور بال بچے کی روٹی کپڑے کی فکر سے آزادی ہو - پرویز صاحب نے مجاہدینِ اسلام کو جو محض عشقِ خدا اور عشقِ رسول میں ہر طرح کی اذیتیں برداشت کرتے تھے اور جان دینے میں بھی لذت محسوس کرتے تھے آجکل کے امریکن سپاہیوں کی سطح پر لا کھڑا کر دیا ہے، جن میں سے ہر ایک کی زندگی انشور (insured) کرائی جاتی ہے - جو افرادِ معاشرہ روٹی کپڑے کے الفاظ میں سوچتے ہوں اور کسی مقصد (cause) کے لئے جان لڑانا نہ جانتے ہوں ان سے زیادہ بزدل کوئی نہیں ہو سکتا اسلام کے جانباز مجاہدین کی اس سے بڑھ کر ہتک نہیں ہو سکتی۔

ملک صاحب، غور فرما دیں کہ جس "ترقی" اور "آزادی" کی آپ دہائی دے رہے ہیں وہ مسلمانوں کے قدم کو کہاں سے کہاں لے جا رہا ہے - کیا پرویز صاحب کے مندرجہ بالا "معارفِ قرآنی" کی نسبت **تلعب بالقرآن** کی کوئی بدتر مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

احمدیت میں آزادی کا مفہوم — قرآن اور نبی کریم صلعم کی غلامی

مجھے تسلیم ہے کہ احمدیت ابھی اسقدر "ترقی یافتہ" نہیں کہ الفاظِ قرآنی کے بارہ میں وہ گستاخی کرے جو آپ کے ممدوح پرویز صاحب کے منقولہ بالا حوالہ جات کر رہے ہیں - احمدیت تو قرآن اور اسوۂ نبیؐ کی غلامی میں ہی حقیقی آزادی سمجھتی ہے اور ایسی غلامی پر ہزار آزادیاں قربان کرنے کے لئے تیار ہے - ان جذبات کی عکاسی کے لئے حضرت مرزا صاحب کے صرف دو اشعار پیش کرتا ہوں:-

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونیوالا انسان

معاف فرمائیے میرا قلم پھر بحث کے میدان کی طرف جھکنے لگا ہے، جو میرا منشاء نہیں ہے - میں عرض یہ کر رہا تھا کہ بجائے اس کے کہ مختلف فرقے ایک دوسرے کی مخالفت پر زور صرف کریں تو میں قرآنی تعلیمات کے منشاء کے مطابق ہوگا - اگر مرزا صاحب کے ہمعصر علماء اور سجادہ نشین بجائے انکی مخالفت کے آریوں اور عیسائیوں کے حملوں کا مقابلہ کرتے جو بڑی شدت سے اسلام پر ہو رہے تھے تو کیا زیادہ مناسب نہ ہوتا؟

مگر اس دُور پر فتن میں جب اسلام ہر طرف سے حملہ آوروں کا نشانہ بنا ہوا تھا ہمیں ایک ہی انسان ایسا نظر آتا ہے جو ان کے بالمقابل سینہ سپر ہوا اور وہ مرزا صاحب ہی تھے - اس حقیقت کا اعتراف مخالفت کے دل نے بھی کیا -

احراری لیڈر چودھری افضل حق کا اعترافِ حق

احمدیت کی مخالفت میں احرار سے شاید ہی کوئی بازی لے جا سکے ہوں، وہ بھی مرزا صاحب کی اس اسلامی خدمت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے - چنانچہ مرحوم چوہدری افضل حق صاحب جو اس تحریک کے ایک معتمد لیڈر تھے لکھتے ہیں:-

"آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی، سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا - مگر حسبِ معمول جلدی خوابِ گراں طاری ہو گئی مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل (مرزا غلام احمد) مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا - ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام

کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا........ اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"

اپنی طاقت کو تعمیری کام پر صرف کیجئے

میری گذارش صرف اس قدر ہے کہ آخر یہ کیا مشغلہ ہے کہ اپنی طاقت کو باہمی جھگڑوں میں ضائع کیا جائے؟ کیوں نہ وہی طاقت اس نیک اور تعمیری کام پر لگائی جائے کہ اسلام کا پیغام دنیا کو پہنچایا جائے جس کی اس زمانہ میں اتنی ضرورت ہے جتنی ساری تاریخ اسلام میں کبھی نہیں تھی۔ آپ اگر اپنا وقت اور دماغ بجائے "احمدیہ تحریک" لکھنے کے اسلام کے کسی سماجی یا معاشی پہلو پر صرف کرتے جس کی خود پاکستان کو بڑی ضرورت ہے، تو کیا بہتر نہ ہوتا؟

احمدیوں کو اشاعت اسلام کے کام میں شکست دو

خدا عبد المجید قرشی بانی تحریک سیرت پر اپنی مغفرت کرے۔ انہوں نے مسلمانوں کو کیا نیک مشورہ دیا تھا کہ اگر تم احمدیت کو مٹانا چاہتے ہو تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ احمدیوں سے بڑھکر اشاعت اسلام کر کے دکھاؤ۔ اگر تم اس میدان میں گہرا نقش پیدا کرسکو تو احمدیت کا نقش خود بخود ماند پڑ جائے گا یہ مشورہ عین اس قرآنی تعلیم کے مطابق تھا کہ فاستبقوا الخیرات۔ ایک دوسرے سے نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو یہ ایسی جنگ ہوگی جو فاتح اور مفتوح دونوں کے لئے موجب سعادت ہوگی، ہم زیادہ مشن کھولیں تو آپ کو خوش ہونا چاہیئے۔ آپ زیادہ کھولیں تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ مقصد تو صرف یہ ہونا چاہیئے کہ کسی طرح اسلام کا پیغام دنیا کو پہنچے۔ خواہ پہنچانے والا کوئی ہو جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے میں ان کے قلوب کی صحیح ترجمانی کروں گا، اگر میں یہ کہوں کہ انہیں سچی دلی راحت ہوگی اگر مسلمانوں میں کوئی لوگ ایسے اٹھیں جو خدمت قرآن اور اشاعت اسلام کے کام کو انکے ہاتھ سے چھین رکھیں۔ کوئی کرنے والا بھی ہو۔ مگر مامور زمانہ نے سچ کہا تھا کہ یہ کام میرا ہے یا اس کا جو مجھ میں ہے اور میری شاخ ہے۔ اور کسی سے نہیں ہوگا۔

آپ کے ارتقائی نظریہ کی خامی

ملک صاحب، آپ نے احمدیت کے ابطال کے لئے ایک نیا زاویہ نگاہ پیش کیا ہے اور مغربی سائنس کا سہارا لے کر اپنی طرف سے یہ فرض کر لیا ہے کہ گویا آپ کا ارتقائی نظریہ احمدیت کی تابوت میں آخری کیل ہوگا۔ مگر جیسے میں پہلے دکھا چکا ہوں، یہ نظریہ بجائے خود ایک بالکل کچی سی بات ہے۔ قرآنی الفاظ میں یہ ایک بیت عنکبوت ہے۔ نہ تاریخ انسانی سے یہ پتہ لگتا ہے، نہ قرآنی تعلیمات سے کہ انسانیت پر عقلی لحاظ سے کوئی ایسے دور آئے جن پر طفولیت اور بلوغت کا اطلاق ہوسکتا ہو، عقل کی خامی اور پختگی اضافی الفاظ ہیں۔ ابتدائی دور میں جب انسان جنگلوں اور غاروں میں رہتا تھا، اس وقت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس شعور سے عاری تھا جسے عقل کہتے ہیں۔ جس شخص نے چقماق سے آگ کی چنگاری پیدا کی اور آگ جلانا ایجاد کیا وہ اپنے ماحول کے لحاظ سے ایک ترقی یافتہ جینیئس تھی مگر جہاں تک عقل کے عمل کا تعلق ہے، دونوں صورتوں میں ہمیں نظر یہی آتا ہے کہ اس کا طور طریق ایک ہی قسم کا تھا۔ اسی طرح جس نے پہلی دفعہ گول پہیہ ایجاد کیا جو بعد میں آنے والی ٹرانسپورٹی ترقیوں کے لئے بطور زینہ اول کے تھا وہ اپنے ماحول کے لحاظ سے کوئی کم حیثیت موجد نہ تھا۔ عقل کا اچھا خاصہ عمل ہمیں وہاں بھی نظر آتا ہے۔ بعد میں آنے والوں کو سابقوں کی نسبت ایک سہولت بھی ہوتی ہے وہ سابقہ تجربات سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی طرح ایک سائنس ترقی کرتے کرتے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ مگر سائنس کی یہ ترقی یافتہ شکل اسی قدر اس ابتدائی موجدوں کی رہینِ منت ہوتی ہے خواہ ان کی ایجادات کی سطح اس قدر بلند نہ ہو جس قدر بعد میں آنے والوں کی۔ آج کل کے زمانہ ہی کو لے لیجئے مغربی اقوام سائنس میں بہت ترقی کر چکی ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے عقلی قویٰ مشرقی اقوام کے قویٰ سے اعلیٰ واقع ہیں۔ سوال صرف مواقع کا ہوتا ہے۔ مشرقی اقوام کے افراد کو موقع ملتا ہے تو کیمبرج اور آکسفورڈ یونیورسٹیوں کے اعلیٰ ترین علوم اور سائنسوں میں ریکارڈ توڑ کر دکھا دیتے ہیں۔ افریقہ کے کالے لوگوں میں سے (جب ان کو موقع ملتا ہے) ایسے ایسے افراد نکل آتے ہیں جو یورپ اور امریکہ کے گورے لوگوں پر سبقت لے جاتے ہیں اسلئے یہ کلیہ بالکل بے بنیاد ہے کہ کوئی دور ایسا تھا جب انسان عقل کے جوہر سے بکلی عاری تھا۔ قرآن کی تعلیم بھی یہ نہیں ہے، قرآن کا یہ اعلان لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے۔ احسن تقویم میں عقلی قویٰ بھی آجاتے ہیں۔ قرآن نے لقمان کو جو زمانہ ظہور اسلام سے بہت پہلے گذر چکا ہے عقل و حکمت کے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک، آپ کا یہ نظریہ بھی جو طفولیت اور بلوغت کی بنیادوں پر کھڑا کیا گیا ہے ایک ریت کا قلعہ ہے۔ اور ایسے بے بنیاد نظریئے کی بناء پر وحی کے تجربہ کو ہی ختم کر دینا اور قرآنی اعلان خاتم النبیین میں یہ مفہوم پیدا کرنا ایک زبردستی ہے۔

خاتم النبیین کا تعلق دور حاضرہ سے

خاتم النبیین میں بے شک ایک ارتقائی حقیقت کا اعلان مدنظر تھا۔ مگر اس کی تعیین خود قرآنی تعلیمات کی روشنی میں کرنی چاہیئے نہ کہ سائنس کے مفروضوں پر جو آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ یہ تعیین میں گذشتہ مکتوب میں کر چکا ہوں۔ میرے نزدیک یہ الفاظ اس موجودہ دور کی طرف انگشت نمائی کرتے ہیں جبکہ سائنس کی کرشمہ سازیوں کی بدولت تمام روئے زمین کے انسان ایک دوسرے کے اس قدر قریب آ گئے ہیں، گویا وہ ایک ہی شہر بلکہ ایک ہی محلہ کے رہنے والے ہیں جیسے قرآنی ارشادات و اذا النفوس زوجت ظاہر کرتے ہیں سریع السیر نئی سواریوں کے معرض وجود میں آنے کی طرف بھی و اذا العشار عطلت میں کھلا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور اذا الصحف نشرت کے الفاظ دیکھ کر کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ ان میں موجودہ دور کا نقشہ ہے، جبکہ علی الصبح ہر شہر اور ہر قریہ میں سب سے پہلی آواز جو کان میں پڑتی ہے اخبار والے کی ہوتی ہے۔ اس دور کو از روئے قرآن خاص اہمیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ انسانی تقدیر کا کوئی تاریخی موڑ وابستہ ہے۔

عروج یاجوج ماجوج اور خروج دجال کا زمانہ

اسی دور کو ایک اور جگہ عروج یاجوج و ماجوج کا زمانہ بتلایا ہے اور خود علامہ اقبال نے حضرت مرزا صاحب کی اس تشریح کو قبول کیا ہے کہ اس سے مراد یورپین اقوام کا موجودہ عروج ہے۔ حدیث نے اسی دور کا ذکر خروج دجال کے الفاظ میں کیا ہے۔ آپ وکیل ہیں اور معمولی وکیل بھی نہیں بلکہ خدا کے فضل سے ایک ذہین وکیل ہیں، آپ قرآن اور حدیث میں بکھرے ہوئے نقشوں کو باہم ملا کر دیکھیں تو آپ کو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر چارہ ہی نہیں رہے گا کہ یہ تمام استعاراتی اشارات اسی دور پُر فتن کی طرف انگشت نمائی کر رہے ہیں۔ فتنۂ دجال سے محفوظیت کا جو نسخہ احادیث میں دیا ہے اس سے بھی اس تعیین میں مدد ملتی ہے کہ یہ کونسا فتنہ تھا جس سے ڈرایا گیا۔ وہ نسخہ یہ ہے کہ سورہ کہف کی پہلی اور آخری دس آیات پڑھیں۔ اب آپ خود ہی قرآن کو کھول کر دیکھیں کہ ان آیات میں کس فتنہ کا ذکر ہے۔ اس میں مسیحیت کا ہی ذکر تو ہے۔

مسیحیت و مادیت ـــــ انسانیت کے مستقبل کے لئے عظیم خطرہ

کیا بلحاظ مذہبی خیالات اور کیا بلحاظ مادیت مسیحی اقوام کا موجودہ عدیم النظیر عروج انسانیت کے مستقبل کے لئے ایک بڑا عظیم خطرہ لاحق کرتا ہے۔ مذہبی

عقائد میں قرآن نے مسیحی عقائد الوہیت و ابنیت کو ایسا خطرناک بتایا ہے کہ کہا ہے کہ قریب ہے کہ زمین و آسمان ان سے پھٹ جاویں - اور دوسری چیز جو اس موجودہ مغربی تہذیب کی بدولت تمام دنیا پر چھائی جا رہی ہے وہ مادیت اور دہریت کے رجحانات ہیں جن سے انسان کا خدا سے رشتہ کٹ کر وہ محض ایک زمینی کیڑا بن جاتا ہے اور پھر اس کا انجام بھی وہی مقدر ہے جو حشرات الارض کا ہوتا ہے۔

کسر صلیب اور قتل خنزیر کی احادیث

احادیث کے الفاظ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر میں انہی دو فتنوں کی طرف کھلا کھلا ارشاد ہے۔ انہی کا قلع قمع کرنا آنیوالے مسیح کا کام بتایا ہے - آپ کا تو مطالبہ یہاں تک ندرت اختیار کر چکا ہے - کہ آپ چاہتے ہیں کہ اگر ان پیشگوئیوں کو قبول کرنا ہے تو لفظی معنوں میں کرنا چاہیئے۔ آپ تو دہی فرماویں کیا کسی مصلح اور مذہبی راہنما کا سنجیدگی کے ساتھ یہ شغل ہو سکتا ہے کہ گرجوں پر سے صلیبیں اُتروا کر توڑتا پھرے یا بندوقیں اور شکاری کتے لے کر جنگل بہ جنگل پھرتا رہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی سؤر ملے اسے قتل کرے - ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی دیکھ سکتا ہے کہ کسر صلیب سے مراد صرف مسیح کی خدائی اور ابنیت کے عقائد کو توڑنا ہے۔

تاریخ اسلام میں کسر صلیب کرنیوالا ایک ہی انسان

اور اس سے تو یقیناً آپ کو بھی انکار نہیں ہوگا کہ اگر ساری اسلامی تاریخ میں کوئی ایسی شخصیت نظر آتی ہے جس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا یہی تھا کہ کسی طرح حضرت مسیح کو دوسرے انسانوں کی طرح وفات یافتہ ثابت کر دے تو وہ ایک اور صرف ایک شخصیت ہوئی ہے یعنی حضرت مرزا صاحب - آپ کو تو شکایت بھی ہے کہ مرزا صاحب کوئی اور کسی مسئلہ پر بحث کر رہے ہوں بیچ میں خواہ مخواہ حضرت مسیح کو لے آتے ہیں اور ان کی وفات پر دلائل دیتے جاتے ہیں - مرزا صاحب کے مدنظر ادبیت کے تقاضے نہ تھے کہ انھیں لٹریری معیار کیا چاہتا ہے - ان کا تو ایک مشن تھا کہ کسر صلیب کریں اور اسی ایک دھن میں لگے رہتے تھے - اس لئے ان کی تصانیف کے اس پہلو کو ادبی عینکوں سے نہیں دیکھنا چاہیئے تھا جو ایک راہنما، ریفارمر یا لیڈر کا ہوا کرتا ہے - قائد اعظم مرحوم مغفور کے پیش نظر ایک ہی مقصد تھا کہ کسی طرح پاکستان بن جائے - ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے تھے۔ ایک انگریز کا جو قیام پاکستان پر اعلیٰ عہدے پر فائز ہوا کہنا ہے کہ ایک دن قائد اعظم کے ساتھ کھانے کی میز پر گفتگو میں کسی نے اس ذہنیت کی مذمت کی جسے fanaticism کہتے ہیں۔ قائد اعظم نے فرمایا یہ غلط ہے اگر میں پاکستان کے معاملہ میں fanaticism سے کام نہ لیتا تو پاکستان کبھی نہ بنتا - حضرت مرزا صاحب کا بھی ایک ہی مشن تھا کہ جن غلط عقائد پر کلیسا کی بنیاد ہے یعنے مسیح کی الوہیت اور ابنیت انہیں پاش پاش کر دیا جائے اور ایک دنیا شاہد ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کام ایسا کر کے دکھایا کہ اس کا حق ادا کر دیا - کسر صلیب اور کسے کہتے ہیں ؟

مادیت اور دہریت کے رجحانات کا قلع قمع

اسی طرح حضرت مرزا صاحب کا دوسرا کام از رو ئے احادیث مادیت اور دہریت کے رجحانات کا قلع قمع کرنا تھا اور آپ کو ماننا چاہیئے کہ یہ کام دلائل و براہین سے نہیں ہو سکتا - اگر دلائل سے ہو سکتا تو خود یورپ جہاں سے یہ بلاء اٹھی ہے فلسفہ کے عروج پر ہے - بلکہ اسی فلسفہ سے ہی تو یہ زہر پیدا ہوا اور پھیل رہا ہے، اس کی ایک نزدیک کی مثال تو آپ کا نظریۂ ارتقاء ہے - جس کے رو سے وحی جیسے اہم انسانی تجربہ سے انکار لازم آتا ہے -

کیا خدا کو علم غیب نہیں

فلسفہ کی تنگ نگاہی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو - ایک صاحب جنہیں علامہ اقبال کے فلسفہ کی ترجمانی کے لحاظ سے اگر علامہ موصوف کا خلیفہ کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا انہوں نے ایک مقامی انگریزی روزنامہ کے اقبال ڈے کے نمبر میں "اقبال کے نظریۂ حیات" کے موضوع پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے یہ مقالہ نہایت دلآویز ہے اور معلومات سے بھرا ہوا ہے - مگر باوجود اس کے آخر فلسفہ فلسفہ ہی ہے اور بعض ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جو تعلیمات قرآنی سے کوسوں دور ہیں - لکھا ہے:-

"اقبال کا تصوّر خدا عام اسلامی عقیدہ سے بہت کچھ دور ہٹ گیا ہے اقبال کے نزدیک خدا کے قلب mind میں آنے والے واقعات کا کوئی تفصیلی علم نہیں ہوتا جو آیندہ زمانوں میں ظہور پذیر ہونے والے ہوں .... تمام علم ایک عمومی رنگ کا علم ہوتا ہے اور اس لئے خدا کو تفصیلات کا علم نہیں ہوتا برگساں کی طرح اقبال اس سے بھی ایک قدم آگے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا خالق نہیں ہو سکتا - اگر وہ محض ایک ایسے منصوبہ بندی کو بروئے کار لانے والا ہو جو ابدالآباد سے موجود چلا آتا ہے - خدا اپنے عمل میں آزاد ہے - اس لئے اقبال نہ تقدیر کو مانتا ہے نہ اس کو کہ خدا پہلے ہی سے اس تقدیر کا علم رکھتا ہے"

فلسفہ کے لحاظ سے یہ ارشادات کس قدر بھی دلآویز ہوں - قرآنی روشنی میں یہ تصورات بیت عنکبوت سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتے - قرآن بالصراحت اعلان کرتا ہے کہ خدا کو تمام آنے والے واقعات کا علم ہوتا ہے نہ صرف عمومی رنگ میں بلکہ ان کی تفصیلات کا بھی ملاحظہ ہو -

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا - اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۵۷:۲۲)

یعنی زمین میں یا انسانی زندگی میں کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آتا جو پہلے سے ہی لکھا ہوا موجود نہ ہو قبل اس سے کہ ہم (خدا) اسے ظاہر کریں - یہ اللہ تعالےٰ کے لئے بڑا آسان ہے اس آخری فقرہ میں فلسفیوں کی اس دقت کا جواب معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف بھی کسی قسم کی عدم آزادی منسوب کی جائے جو اس تصور کا لازمی نتیجہ ہے کہ خدا جو کچھ کرتا ہے ایک پہلے ہی سے موجود منصوبہ کے مطابق کرتا ہے، اس کی شان خالقیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے سے اسے کوئی علم نہ ہو کہ وہ خود کل کیا کرنے والا ہے - یہ گورکھ دھندا آنے والے واقعات کے متعلق علم (fore-knowledge) کو خدا کی آزادانہ خالقیت کے منافی قرار دیتا ہے - قرآن کہتا ہے تمہاری سمجھ میں آئے نہ آئے خدا کے لئے اس میں کوئی مشکل نہیں - اس فلسفہ نے ایک گورکھ دھندا تو بیشک کھڑا کر دیا ہے - مگر اس کا حل پھر بھی پیش نہیں کر سکا - اگر شانِ خالقیت کو برقرار کیا تو شان علیم و خبیر پر تو حد بندی لگا دی - ایک نقص کو دور کیا تو دوسرا پیدا کر دیا -

اس کے علاوہ قرآن آنے والے مخصوص واقعات کے متعلق پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ روما کے مغلوب ہونے اور اس کے بعد غالب ہونے کی صرف پیشگوئی نہیں بلکہ زمانہ کی تخصیص بھی کر دی گئی ہے کہ اتنے عرصہ میں یہ واقعہ ہوگا۔ نبی کریم کی زندگی میں آنے والی جنگوں کے متعلق پیشگوئیاں ہیں کہ **یولون الدبر** (دشمن شکست کھا جائے گا)۔ خود نبی کریمؐ کے متعلق حضرت مسیحؑ کی زبان سے نہ صرف یہ پیشگوئی ہے کہ ایک آخری نبی کا ظہور ہوگا بلکہ نام تک بتا دیا کہ:-

مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

علامہ اقبال کی دقت

میرے خیال میں علامہ اقبال کو خروج دجال اور نزول مسیح کے متعلق بھی سب سے بڑی دقت اسی لئے پیش آئی کہ ان کے تصورِ خدا کے رو سے خدا کو آنے والے واقعات کا تفصیلی علم ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ فلسفہ تو ہو سکتا ہے مگر قرآن کی تعلیم نہیں ہے۔ قرآن خود اس دور کے موٹے موٹے نشانات کا ذکر کرتا ہے جیسے میں پہلے بتا چکا ہوں، قرآن چاہتا تو ساری تفصیلات بھی دے دیتا مگر اس سے ایمانی نشو و نما کا مقصد فوت ہو جاتا جو پیشگوئیوں میں مدنظر ہوتا ہے۔ اس لئے سنت الٰہی یہی ہے کہ پیشگوئیاں چند اشارات تک محدود ہوتی ہیں، بلکہ استعارات میں لپیٹ دی جاتی ہیں۔

فلسفیانہ رجحانات کا علاج —— خدا سے ہمکلامی

فلسفیانہ رجحانات بالآخر اس طرف لے جاتے ہیں کہ انسان روزمرہ کی زندگی میں خدا کے عمل دخل کو بھی جواب دے دے جو روحِ مذہب کے بالکل الٹ پوزیشن ہے۔ ان رجحانات کا علاج صرف خدا سے ہمکلامی ہے۔ ہمکلامی سے خدا کی ہستی روز روشن کی طرح ایک حقیقت بن جاتی ہے اور فلسفہ کے پیدا کردہ ظنیات کے بادل چھٹ جاتے ہیں

حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں خدائی علم پر شاہد ہیں

اس کے علاوہ حضرت مرزا صاحب کی بکثرت پیشگوئیوں نے اس فلسفیانہ گورکھ دھندے کا بھی ازالہ کر دیا ہے کہ خدا کو آنے والے واقعات کا تفصیلی علم نہیں ہوتا۔ بنگال کی دلجوئی کی جائے گی والی پیشگوئی لے لیجئے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ تقسیم بنگال کے بعد پھر اسے منسوخ کر دیا جائے گا۔ مگر ہوا وہی جو خدا کے علم نے پہلے ہی مامور کی زبان سے بتا دیا تھا۔ اور خود بادشاہِ وقت کو لندن سے چل کر دہلی آنا پڑا کہ خدا کے کہے ہوئے الفاظ پورے ہوں اور تنسیخ تقسیم کا اعلان کرے صرف اعلان کیا بلکہ ان الفاظ میں کیا جو خدا کے کہے ہوئے تھے یعنے کہ یہ بنگال کی دلجوئی کے لئے کیا جاتا ہے۔ زارِ روس کے با حال زار ہونے والی پیشگوئی کس عبرت انگیز طریق سے پوری ہوئی۔ مشہور شاتم رسول پنڈت لیکھرام کا جو حشر ہوا آپ سے مخفی نہیں پیشگوئی صرف وقت کے تعین کے لحاظ سے حرف بحرف پوری ہوئی۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ قاتل کا پتہ ہی نہ چل سکے گا جس کی طرف پیشگوئی کے لفظ "فرشتہ" میں اشارہ تھا۔ اس کے علاوہ بیسیوں سینکڑوں واقعات جو قبل از وقت بتائے گئے ویسے ہی ونما ہوئے۔

حضرت مرزا صاحب کے جہاد بالقلم کا سارا زور

حضرت مرزا صاحب کے جہاد بالقلم کا سارا زور انہی دو باتوں پر لگا تھا ایک تو وفات مسیح پر۔ دوسرے خدا سے ہمکلامی کو ایک واقعہ ثابت کرنے پر۔ اور دورِ حاضرہ کے مفاسد کا اس سے بہتر علاج متصور ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر مرزا صاحب ان دو مسئلوں میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کر دیتے تو ایک بڑے عالم دین تو ہوتے مگر مامورِ وقت نہ ہوتے جس کا کام زمانہ کی بیماریوں کا علاج کرنا تھا۔

خاتم النبیین کے الفاظ میں اظہار دین کی پیشگوئی

الفاظ **خاتم النبیین** میں یہ اعلان کرنا مقصود تھا کہ اس دور میں جبکہ دنیا بھر کی مختلف الانواع ذہنی، ثقافتی، اخلاقی اور مذہبی لہروں کا باہم امتزاج ہوگا اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان ایک دوسرے کے خیالات اور تصورات حیات سے متاثر ہوں گے اور ان کے لئے اسی مجوراً باہمی آمیزش کی وجہ سے چارہ کار ہی نہ ہوگا کہ وہ روایتی اور روایتی تعصبات کی چار دیواریوں سے باہر نکل کر ایک دوسرے کے خیالات وعقائد کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں۔ اور بالآخر یہ کوشش کریں کہ ایک نئی دنیا ایک عالمگیر مذہب کی بنیادوں پر استوار کریں۔ اسی کے متعلق قرآن نے اعلان کیا ہے کہ جب مذاہب کا باہم اس طرح میل جول ہوگا تو اسلام کو ہی سب مذاہب اور سب ایڈیالوجیز پر غلبہ ہوگا۔ **لیظھرہٗ علی الدین کلہ**۔

احمدیت —— خدائی منصوبہ بندی کو بروئے کار لانے کا ذریعہ

احمدیہ تحریک اسی خدائی منصوبہ بندی ... (Planning) کو بروئے کار لانے کا ایک ذریعہ ہے —— اگر ہم انسان بھی ترقیاتی منصوبہ بندیاں کر لیا کرتے ہیں۔ کہیں ورسک ڈیم بن رہا ہے۔ تو کہیں غلام محمد بیراج ہے۔ کہیں سوئی گیس ہے۔ تو کیا خدا کے متعلق یہ کوئی اچھا تصور ہے کہ اس کے ہاں کوئی سوچ بچار نہیں، کوئی منصوبہ بندی نہیں ہم خدا نے چاہا کہ یہ دور معرض وجود میں آئے جس سے ساری دنیا جسمانی رنگ میں ایک ہو جائے تاکہ وہ ذہنی اور روحانی رنگ میں بھی ایک ہو جائے اور ایک خدا کے سایہ میں عالمگیر انسانی اخوت ایک ہی عالمگیر مذہب (اسلام) کی بنیادوں پر استوار ہو۔

یہ ہیں وہ الفاظ اور تصورات جن میں احمدیہ تحریک سوچتی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ اس عالمگیر نظرہ عزائم کو ترک کر کے احمدی نوجوان دوبارہ ان تنگ و تاریک چار دیواریوں میں گھس آویں جو مختلف فرقوں کی شکل میں قائم ہو چکی ہیں۔ احمدیت ان چار دیواریوں کے توڑ پھوڑ کا نام ہے، تاکہ اسلام اپنی عالمگیر وسعتوں اور پہنائیوں سے دوبارہ ہمکنار ہو سکے جس کے دست قدرت نے اسے مقدر کر رکھا ہے۔ کیا آپ واقعی سنجیدگی سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ احمدی نوجوان احمدیت کی اس صحیح اسلامی وسعتِ نگاہ، اور عالمگیر انسانی ہمدردیوں کو چھوڑ کر آمین بالجہر اور رفع یدین اور پاجامے کی لمبائی یا داڑھی مونچھ کی تراش خراش کی سطح پر اتر آویں جو پرانے خیال کے لوگوں کے اسلام کا مفہوم ہے، یا پھر پرویز صاحب جیسے ترقی پسند طبقہ میں شامل ہو جاویں جنہوں نے حدیث کو تو ردی کی ٹوکری کے سپرد کر دیا اور قرآن کو جس شکل میں رکھا بازیچۂ اطفال بنا کر رکھا؟

خاتم النبیین کے پیغام میں مسلمانوں کے لئے چیلنج

ملک صاحب، **خاتم النبیین** کے پیغام میں مسلمانوں کے لئے ایک چیلنج ہے کہ وہ قرآن کو ہاتھ میں لے کر دنیا کے کناروں تک پہنچ جاویں اور تمام قوموں کو بتا دیں کہ اب آسمان کے نیچے یہی ایک کتاب خدا کا کلام ہے جس میں ان کی بیماریوں کا صحیح علاج ہے۔ ان کو بتائیں کہ خود تمہارے بانیان مذاہب نے جو تعلیم دی، وہ اپنی صحیح شکل میں صرف قرآن میں ملے گی، اس کے علاوہ قرآن ہی میں موجودہ روحانی خلا کو پُر کرنے کا سامان ہے جس نے موجودہ تہذیب تمدن کو باوجود فراوانی کے ذہنی انتشار، روحانی بیقراری اور خوف وہراس میں مبتلا کر رکھا ہے۔ **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ امن عالم اور اطمینانِ قلب جس کے لئے موجودہ انسانیت محو تگ و دو ہے نہیں مل سکتے جب تک انسان خدا کی تلاش نہیں کر لیتا۔ احمدیہ تحریک اسی تلاش و جستجو کا دوسرا نام ہے۔

احمدیت کا بڑا معجزہ

ملک صاحب، اگر آپ کو اس سے اتفاق ہے کہ اسلام کا پیغام دنیا تک پہنچانا اعلیٰ ترین کام ہے جو کوئی مسلمان اپنے سامنے رکھ سکتا ہے تو آپ ہی بتایئے کہ احمدیوں کے سوا تمام دنیائے اسلام میں کہیں بھی کوئی نظر آتا ہے جو اس کام کو درخور اعتنا بھی سمجھتا ہو —— احمدی اگر اشاعتِ اسلام کو زندگی کا مقصد وحید سمجھنے لگ گئے ہیں اور اس کام کے لئے اپنی آمدنیوں میں سے ماہوار ایک مقررہ رقم ساری عمر دیتے رہتے ہیں اور مرنے سے پہلے اپنی جائدادوں کا ایک حصہ اس کام کے لئے وقف کر جاتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ بجائے خود ایک معجزہ نہیں ہے؟ اس سے بڑا معجزہ کیا ہو سکتا ہے جس سے بانی تحریک کی صداقت ثابت ہو۔ اس عالمگیر لامذہبیت کے دور میں احمدیہ جماعتوں کا اپنے تولے اور اموال اور زندگیوں کو خدا کے راستے میں وقف کر دینا صرف مامورِ زمانہ کے دامن سے وابستگی کا نتیجہ ہے۔ میں مانتا ہوں کہ مسلمانوں کے روشن خیال طبقہ نے

(باقی صفحہ ۱۲ پر اشتہار کے نیچے)

ہمارا اخلاقی و ایمانی تنزل اور اس کا علاج

ایڈیٹر روزنامہ "ہمارا پاکستان" کے نام کھلی چٹھی

مولانا عبدالباقی صاحب بنوں

(۲)

غیرت حق کا سلسلہ

اگر اجازت ہو - اور برا نہ منائیں - تو آپ کو یہ بتا دوں - کہ "غیرت حق" کا یہ سلسلہ انیسویں صدی کے وسط پر ختم نہیں ہوا - بلکہ وہ اسی زمانہ میں بہت ہی زور اور شور کے ساتھ خود اس ہمارے ملک ہی میں اٹھا اور آج بفضلہ تعالیٰ ایک تناور درخت کی شکل میں یہ غیرت الٰہی اکناف عالم میں اپنی شاخیں پھیلا رہی ہے - افسوس ہے - کہ اس کی شناخت میں پہلے پہل علماء سوء کی مخالفت روک بن گئی - اب حکومت کا ڈر ہے - اور راستے عام کا ہجوم اس کے ساتھ مل کر زبردست روک بن گئے ہیں لیکن جن کی فطرت نیک ہے اور جن کے انجام کار سعید الفطرت لوگ اب بھی اس روشنی کے مینار کو پا لیتے ہیں -

آسمانی نظام کے ماتحت قوم کی رہنمائی کریں

آپ کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں قوم کی ایمانی و اخلاقی "تباہی" کا سخت درد ہے - کیوں نہ ہو - جب معاملہ اس سٹیج پر پہنچ جاتا ہے - تو ہر ایک حساس دل کا یہ تقاضا ہے - کہ وہ قوم کے غم میں پریشان ہو - لیکن سوال یہ ہے کہ اگر فی الواقع آپ کا درد سچائی پر مبنی ہے - تو جناب کو چاہیئے کہ اس مرض کا صحیح حل تلاش کریں - یعنی قوم کی رہنمائی اس زمانے کے آسمانی نظام کے تحت ہو کر کریں - جہاں ایمان و اخلاق کی فراوانی ہے جس کے ارادے بلند ہیں - اور جن کو اپنی فکر نہیں وہ دوسروں بالخصوص یورپ اور امریکہ کی تباہی سے پریشان ہیں - اور تجاویز پر تجاویز کر رہے ہیں - کہ کسی طرح ان کو روحانی طور پر فتح کر لیں - جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے :-

"لو ان اھل الکتاب امنو
واتقوا لکفرن عنھم
سیاتھم"

تباہی کا اصل باعث

ذیل کی سطور میں قدرے وضاحت کے ساتھ اس خدائی سلسلہ کی طرف جناب کی توجہ مبذول کرتا ہوں - کیا عجب ہے - کہ اللہ تعالیٰ آپ پر حقیقت منکشف کر دے - واللہ غالب علیٰ امرہ -

آپ نے اپنے مضمون میں اس ہمہ گیر تباہی کا باعث "مغربی تہذیب" کو گردانا ہے - اگر آپ غور فرمائیں تو صرف مغربی تہذیب ہی نہیں - بلکہ اس کے پیدا کرنے والے یعنی موجودہ یورپین قومیں ہی در اصل ہماری شوکت کو بھی انہوں نے خاک میں ملا دیا ہے - اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا - کہ پوری ربع مسکون پر ان کا قبضہ ہے اور اہل زمین ان کی صنعتوں اور اس سے پیدا کردہ قوت کے سامنے تھرا رہے ہیں گویا ہماری تباہی کے اصل ذمہ دار عیسائی قومیں ہیں - جن کی قوت و ہیبت اور آئے دن کے کرشموں سے دنیا حیران ہے - یہی وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے جو آخری زمانہ میں گرجا سے المسیح الدجال کی صورت میں نکلنے والا تھا - (جس کے معنی ہیں - وہ گروہ جو مسیح کی طرف جھوٹی تعلیم منسوب کرتا ہو -) افسوس کہ جس دشمن کو آپ "مغربی تہذیب" کے نام سے یاد کرتے ہیں - وہ در اصل المسیح الدجال ہے - جس کی شناخت سے آپ آسمانی نور کے نہ دیکھنے کی وجہ سے محروم ہیں -

سچے مامور کی شناخت

اس مختصر سی تمہید کے بعد جناب کو یاد دلاتا ہوں - کہ کیا آپ کے کانوں میں یہ آواز نہیں پڑی :-

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

یہ تو ایک امتیازی نام ہے - اصل دعویٰ سنئے :-

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

سچے مامور کی یہ بھی ایک شناخت ہے - کہ اس کے کلام میں اقتدار ہوتا ہے - یعنی وہ جو کچھ کہتا ہے خدا سے سن کر کہتا ہے - اور اس کی پشت پر الٰہی تائید ہوتی ہے - اور اس کی بات پوری ہوتی ہے - اس اصول پر امام وقت اپنی انتہائی بے سروسامانی کے وقت میں ارشاد فرماتے ہیں :-

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گاتے کے دن
ایک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں جانو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
وہ گھڑی نزدیک ہے - جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

مامور وقت کا اقتداری کلام

ایک وقت تھا - کہ یورپین قوموں کے سامنے اسلام کا اظہار کرنے سے بھی مسلمان شرماتے تھے اور تبلیغ اسلام کو دیوانہ پن سمجھا جاتا تھا لیکن آج امام الزمان کی طفیل یورپین قومیں حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہیں - اس کی دوررس نگاہوں نے بہت پہلے کتنا صحیح کہا تھا :-

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار

کیا انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جبکہ تاریکی کے بادل ہر طرف چھا رہے تھے - کوئی ملا کوئی مولوی کوئی سجادہ نشین اس قسم کی پیشگوئی کر سکتا تھا - یہ تو چھوڑیں اس بے سروسامانی اور روحانی تشنگی کے زمانہ میں امام الزمان کس قدر پُر زور الفاظ میں شوکت ایمان کا اظہار کر کے تسلی کا سامان مہیا فرما رہے ہیں :-

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیوں بیٹھے ہو تم لیل و نہار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
جلدی کرو میری طرف آؤ کہ اس میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

احمدی جماعت کا ایمان و اخلاص

اگر تو دنیا نہ لفظی جھگڑوں کو چھوڑ دیا جائے - اور واقعات کو دیکھا جائے - تو یہ بات بآسانی سمجھ آ سکتی ہے کہ موجودہ مسلمان فرقوں میں صرف احمدی جماعتیں ہیں - جو من حیث الجماعت اسلامی تعلیمات پر پوری طرح کاربند ہیں - صرف یہ ہی نہیں - کہ وہ ذاتی طور سے اسلام پر کاربند ہیں - بلکہ ان کا اسلامی تعلیمات پر اس قدر یقین ہے کہ ان کے ذریعہ غیر قوموں کو حلقہ بگوش اسلام کر رہے ہیں - اور اس غرض کے لئے باوجود اشد سے اشد مخالفت کے نہایت منظم طریق سے جانی و مالی قربانیاں کر رہے ہیں - جہاں تک ایمان و اخلاق کا تعلق ہے احمدی من حیث الجماعت عام مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں -

احیائے قوم کا بہترین طریق

حیرانی کی بات ہے - کہ احیائے قوم کے لئے اس سے بہتر اور کیا طریق ہو سکتا ہے - لیکن پھر بھی قوم کی نگاہیں اس کی طرف نہیں اٹھتیں - اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے، کہ احیائے دین و ملت کا سامان موجود ہو، اور اس پر تجربہ ہو گیا ہو - پھر بھی اپنی تشنگی کو صحرا کی سراب سے بجھانے کی کوشش کی جاتی ہے ساء ما یحکمون - امام الزمان نے کیا خوب فرمایا ہے :-

تشنہ بیٹھے ہو کنارے جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

ہمارا خیال ہے - اگر پوری مسلم دنیا کو اس نہج پر چلایا جائے جس پر احمدی چل رہے ہیں، تو مایوسی کا کوئی شائبہ نہ رہ سکتا - شاید آپ کہیں گے - کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے میں کہوں گا - کہ اگر آج ہی بے جا تعصب اور دنیا کا خوف دل سے نکالا جائے - تو حق و صداقت کے سامنے کوئی مشکل بھی روک نہیں بن سکتی - لہٰذا میں جناب جیسے ذی ہوش اور درد مند انسان کی التماس کروں گا - کہ - ایک بار اس نسخہ کو بھی تو آزما کے دیکھیں، کہ اخلاقی و ایمانی سرمایہ کا جو دیوالیہ آج نکلتا نظر آ رہا ہے وہ امام وقت کے دامن سے وابستگی کیونکر ...

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۰

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود رحمۃ اللہ علیہ

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم ٭ کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

۲۷ مئی ۱۹۵۸ء

توحید کے چشمہ کے پیاسے مرہون رہیں گے میرزا کے

:- مرتضیٰ خان حسن -:

عرصہ ہوا حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح حیات لکھنے کا شوق پیدا ہوا حضرت کی ولادت کے ضمن میں چند اشعار بھی کہے تھے - وہ کسی قدر اضافہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین کرام ہیں

(مرتضیٰ خان حسن)

پیدا ہوئے صاحبِ محامد ؛ نوباوۂ گلستانِ احمدؐ
پیدا ہوئے صاحبِ کرامت ؛ سرآمدِ اولیائے امت
دُردانۂ دُرجِ احمدیت ؛ کشافِ رموزِ معنویت
پیدا ہوئے زینتِ شریعت ؛ گلگونۂ عارضِ طریقت
پیدا ہوئے نازشِ ولایت ؛ پیدا ہوئے افتخارِ ملت
پیدا ہوئے ماحیٔ ضلالت ؛ پیدا ہوئے ناشرِ ہدایت
ہے مصحفِ رُخ کہ ماہِ رخشاں ؛ انوار کا ہو رہی ہے باراں
پیدا ہوئے کاسرِ چلیپا ؛ ہے اوج پہ دین کا ستارا
اسلام کا آفتاب چمکا ؛ ظاہر ہوا نورِ مصطفیٰؐ کا
پیدا ہوئے عیسیٔ مکرم ؛ مہدیٔ زماں امامِ اعظم
چھوٹے بڑے منتظر تھے بیٹھے ؛ کرتے تھے دعائیں دردِ دل سے
فرزندِ جلیل مصطفیٰؐ کا ؛ اسلام کی ناؤ کا کھویا
وہ علم و عمل کی زندہ تصویر ؛ احکامِ خدا کی تازہ تفسیر

آیا لئے ہاتھ میں براہیں ؛ کانپ اُٹھے عدوئے بددیں
اللہ رے دین کی یہ غیرت ؛ کس شان سے دی ہے دعوت
شاہوں کو پیامِ حق دیا ہے ؛ تبلیغ کا حق ادا کیا ہے
کفار کی دھجیاں بکھیریں ؛ کیسا ہے یہ کارنامہ زریں
دی قبرِ مسیح کی خبر بھی ؛ اب شبہ نہ رہ گیا ذرا بھی
آئے گا نہ آسماں سے کوئی ؛ حق بات یہی ہے مولوی جی!
توحید کے چشمہ کے پیاسے ؛ مرہون رہیں گے میرزا کے
کس شان و شکوہ سے وہ چمکا ؛ گویا کہ ہے چاند چودھویں کا
ٹھیرا نہ کوئی بھی اس کے آگے ؛ دشمن سبھی دم دبا کے بھاگے
اب نصرتِ دیں کے آئے ہیں دن ؛ اب غلبۂ دیں کے آئے ہیں دن
اب فتح و ظفر کا وقت آیا ؛ اب کفر ہے منہ چھپائے پھرتا
تھے زد میں دشمنانِ بدخو ؛ تھا قوم میں اضطراب ہر سو
صد شکر کہ مل گیا سکوں اب ؛ پرچم ہوا کفر کا نگوں اب

آئی ہے بہار گلستاں میں
بلبل ہے چہکتا بوستاں میں

تعارف

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس سال پھر ہم حضرت امام وقت مسیح موعود کی شان میں عقیدت و محبت کا یہ ہدیہ پیش کرنے کے قابل ہوئے ہیں تا گر قبول افتد زہے عز و شرف

ہمیں خوشی ہے کہ اس پرچہ میں جماعت کے چیدہ اہل قلم حضرات نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی قائم کردہ تحریک کی عظمت و صداقت کو اپنے پاکیزہ اور شاندار مضامین میں ایسی عمدگی کے ساتھ واضح کیا ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جن کے ضمیر بغض و حسد کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں کوئی معقول انسان کھلے طور پر نہیں تو دل میں اس سلسلہ کی صداقت پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

افسوس ہے کہ قلت گنجائش کی وجہ سے ہر مضمون کا الگ الگ تعارف کرانے سے ہم معذور ہیں صرف اسی قدر عرض کرنا کافی ہے کہ اس چھوٹے سے گلدستہ میں ایسے خوشنما پھول پروئے گئے ہیں کہ جن کی خوشبو بیشمار دلوں اور دماغوں کو معطر کرنے کا موجب ہو گی بشرطیکہ ہمارے قارئین اس پرچہ کو خود پڑھنے کے بعد دوسروں کو بھی پہنچائیں اور تا بحدِ امکان زیادہ سے زیادہ لوگوں کے مطالعہ میں لانے کی کوشش کریں۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۸ء

مسیحِ زمان کا وصال اور دوسری قدرت کا نظارہ

حضرت مسیح موعودؑ کو واصل باللہ ہوئے پچاس سال گذر گئے، پوری نصف صدی، وہ نظارہ جو اس وقت دیکھنے میں آیا ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کل کی بات ہے جب امام وقت قادیان سے چل کر لاہور تشریف لائے اور احمدیہ بلڈنگس کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے ایسا مشرف فرمایا کہ اسے ہمیشہ کے لئے برکاتِ افضال و الٰہی کا مورد بنا دیا، راقم الحروف کو وہ نظارہ نہیں بھولتا جب حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ مرحوم کے مکان میں جہاں اب ووکنگ مشن کا دفتر ہے، جمعہ کی نماز حضرت مولانا نورالدین صاحب نے پڑھائی اور تمام جماعت نے حضرت امامِ وقت کی معیت میں پڑھی جس کے بعد حضرت ممدوح ایک کرسی پر بیٹھ گئے — اور بہت سے لوگوں نے جن میں راقم الحروف بھی شامل تھا، بیعت کا شرف حاصل کیا، پھر حضرت خلیفہ رجب دین صاحب مرحوم نے (جو اگرچہ ناخواندہ تھے لیکن دینی واقفیت، اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے جماعت میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے اور حضرت مسیح موعودؑ کے مقربین میں سے تھے) کھڑے ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ سوال کیا کہ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ جس حالت میں ہم نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، اور دین کے تمام ارکان بجا لاتے ہیں پھر حضور کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس سوال کے جواب میں حضرت نے کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی، جو حجۃ اللہ کے نام سے بعد میں شائع ہوئی، یہ ایک ایسا پُر لطف نظارہ تھا جس کو یاد کر کے آج بھی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں، کہ آہ! اس کے بعد خدا کے مسیح کی زیارت سے ہم محروم ہو گئے تقریریں بعد میں بھی ہوئیں لیکن وہ عام نہ تھیں اس لئے راقم الحروف کو شمولیت کا موقعہ نہ ملا۔ ہاں حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے مکان کی بالائی منزل پر باہر سے دیکھنے میں آیا کہ حضرت امام وقت کوٹھے میں ٹہل ٹہل کر کچھ لکھ رہے ہیں، دونوں اطراف میں دو دواتیں پڑی ہیں، اور جس طرف جاتے ہیں قلم سیاہی میں ڈبو کر لکھتے چلے جاتے ہیں، مخالفین نے بھی سامنے انجمن حمایت اسلام کی زمین میں جہاں اب انجمن کا کارخانہ ہے/ایک کیمپ لگا رکھا تھا۔ اور مولوی لوگ بے ہودہ اعتراضات، طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے اپنے دامن تقدس کو داغدار کر رہے تھے۔

جس روز حضرت کا وصال ہوا وہ منگل کا دن تھا، راقم الحروف کچھ .... دور شہر میں سکونت پذیر تھا خبر سنتے ہی دوڑا چلا آیا، اور احمدیہ بلڈنگس پہنچ کر جو نظارہ دیکھا، جس بے حیائی کے ساتھ عوام الناس نام نہاد علماء کی قیادت میں ناچتے، کودتے اور بھنگڑا ڈال رہے تھے، اس سے معلوم ہوتا تھا کہ شیطان اپنی ذریت کے ساتھ زمین پر اترا ہے، خدا کا شکر ہے کہ حضرت کا جنازہ مخالفین کی ناشائستہ حرکات کے باوجود نہایت عزت و احترام کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گیا جہاں سے بذریعہ ریل بٹالہ اور پھر ہاتھوں ہاتھ قادیان پہنچا دیا گیا۔

یہ وہ واقعات ہیں جنہوں نے احمدیہ بلڈنگس کی سرزمین تقدیس کا وہ مقام حاصل کر چکی ہے جس کی وجہ سے اسے الہام الٰہی "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" کے مطابق اس کو مدینہ ہونے کا شرف حاصل ہو گیا اور جس طرح مدینہ سے اسلام کا نور عرب سے نکل کر بیرونی دنیا میں پھیلنا شروع ہوا اور پھیلتا چلا گیا۔ اسی طرح احمدیہ بلڈنگس کا مدینۃ المسیح بھی فتوحاتِ اسلام کا مرکز بن گیا، یہاں تک کہ آج دنیا کے چاروں اطراف میں تبلیغ اسلام کا کوئی مرکز اگر ہے تو وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا دفتر اور احمدیہ بلڈنگس لاہور کی سرزمین ہے جہاں دنیا کے ہر ملک سے تحقیق مذہب کے لئے خطوط آتے اور دینی معلومات فراہم کی جاتی ہیں اور جہاں سے ان مشنوں کو غذا پہنچتی ہے، جو دنیا کے مختلف حصص میں اس انجمن نے کھول رکھے ہیں۔

یہ وہ برکات ہیں جو حضرت امامِ وقت کے ذریعہ سے ہمیں مل رہی ہیں، اور جو الہامات کا ثبوت ہے، کہ حضرت ممدوح کی روح اب تک یہاں کام کر رہی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ کرتی رہے گی۔ یہی وہ قدرت ثانیہ ہے جس کی بشارت حضرت نے اپنی وفات سے پہلے رسالہ الوصیت میں دی تھی اور لکھا تھا کہ:-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس (اپنی موت کے متعلق۔ ناقل) بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں، کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔"

یہ الفاظ کھلے طور پر بتا رہے ہیں کہ دوسری قدرت وہی فتوحات ہیں، جو حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد اس جماعت کو جو آپ کے پیرو ہیں حاصل ہوئیں، گذشتہ پچاس سال کے واقعات بتا رہے ہیں کہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ دوسروں پر غالب کیا کتنے کتنے بڑے فتنے اس کے خلاف اُٹھے اور اس کے استیصال میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ (ان فتنوں کی تفصیل انہی صفحات میں آپ کو چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کے مضمون میں ملے گی) لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اس جماعت کو غلبہ دیا اور فتنہ پرداز ناکامی و نامرادی کی موت مر گئے اس سے بڑھ کر اس دوسری قدرت کا وہ نظارہ ہے جو یورپ و امریکہ میں اس جماعت کے ذریعہ سے اسلامی فتوحات کے اندر نظر آ رہا ہے، چنانچہ اسی الوصیت میں کھلے طور پر یہ بشارت بھی موجود ہے کہ

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔"

یہ بہت بڑی بشارت ہے جو حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو دی ہے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ روئے زمین کی سعید روحوں کو دینِ واحد پر جمع کرنا چاہتا ہے، جہاں جہاں اس جماعت کی طرف سے اسلام کی دعوت پہنچتی ہے وہاں سے اسلام حق کی آواز چار دانگ عالم میں گونج جاتی ہے، اسلئے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے اختلافات کو چھوڑ کر مامور الٰہی کی وصیت کے مطابق سب مل کر کام کریں اور خدا تعالیٰ کے مقصد کی پیروی میں نرمی...

جلسۂ یومِ وصال

مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بزرگانِ جماعت احمدیہ کی ایمان افروز تقاریر

۲۵ مئی کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب میں ایک عظیم الشان جلسہ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر حضرت امیر ایدہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مقامی جماعت کے علاوہ بیرونجات سے بھی متعدد اصحاب شامل ہوئے۔ سب سے پہلے حاضرین کو چائے پلائی گئی۔ اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ چودھویں صدی کے مجددؒ کا احادیث میں بہت بڑا مقام بیان کیا گیا ہے، اور بڑا مشکل کام اس کے سپرد کیا گیا ہے، احادیث میں آیا ہے کہ اس زمانہ میں ایمان ثریا پر چلا جائے گا۔ اور چودھویں صدی کا مجددؒ جو مسیح بھی ہے اسے واپس لے آئے گا، یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دجّال کا مقابلہ کرے گا اور اسے قتل کر دے گا پھر فرمایا کہ وہ مسیحِ مرزنگ و ڈوپ میں آئے گا، پھر اسلام اس کو کیدینا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے اعلیٰ اخلاق اور سیرت کے لحاظ سے اس بلند مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ آپ کے معاصرین میں سکھ اور ہندو بھی آپ کو جاپرتش کہتے تھے، وہ اپنی مشکلات میں ان سے دعائیں منگواتے بیماریوں میں اُن سے مفت دوائیں لیتے اور ان کے خدا رسیدہ ہونے کے قائل تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے ایسا پاکیزہ ماحول پیدا کیا تھا کہ قادیان کا ہر مرد و عورت اور بچوں تک نیکی اور نیک کرداری میں فرشتوں کا نمونہ تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابندی درس قرآن میں شمولیت اور دینی مشاغل ان کا روزمرہ کا کام تھا) ایک چپراسی تک بھی جھوٹ نہیں بولتا، خیانت نہیں کرتا) اور دین کا پورا پورا پابند تھا، وہ کتنی بزرگ ہستی تھی جس نے ایسا ماحول پیدا کر دیا، اور پھر قادیان تک ہی محدود نہیں۔ تمام وہ لوگ جو آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے وہ فرشتے بن گئے، ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور اب بھی اس جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں، جن کی دعائیں اللہ تعالےٰ سنتا اور انہیں شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ پنجاب میں تمام قومیں ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان آپ کے خطرناک دشمن ہوگئے دعوے سے پہلے مسلمان انہیں مجددِ وقت اور ولی اللہ سمجھتے تھے۔ لیکن دعوائے مسیحیت و مہدویت کے بعد ایسے دشمن ہوئے کہ حکومت کے پاس جا جا کر شکایتیں کرتے تھے کہ یہ شخص انگریزی حکومت کا دشمن ہے، اتنے سخت مقابلہ کے باوجود وہ گھبراتا نہیں اور ہر ایک کا پورا پورا جواب دیتا ہے، پادریوں کے اس نے دانت توڑ دیے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم کسی مرزائی سے مباحثہ نہیں کریں گے، اس ضمن میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے عیسائیوں کے لاٹ پادری بشپ لیفرائے کے لیکچر .... اور حضرت مرزا صاحب کے جواب اور مناظرہ سے اسکے فرار پر پوری روشنی ڈالی اور فرمایا کہ اسی کو کہتے ہیں مسیح زمان اور یہ ہے دجّال کا قاتل،

آخر میں آپ نے فرمایا کہ کاسر جو اسلام پر چڑھائی کرنے آئے تھے، حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف اُن کے مقابلہ میں اسلام کی پوری مدافعت کی بلکہ انگریزوں کے ملک میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے، قرآن کا انگریزی ترجمہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت نے کیا جو بہت مقبول ہوا۔ اسلام کی عظمت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بیش بہا لٹریچر شائع کیا جو آج یورپ اور امریکہ کی سعید روحوں کو اسلام کی طرف لا رہا ہے، اور وہاں کے لوگ اس بات سے حیران ہیں کہ اسلام بغیر کسی تلوار کے ان پر مسلط ہو رہا ہے، یہ حضرت مجددِ وقت کے فیض روحانی کے اثرات ہیں جن سے ایک دنیا متحیر ہے اور خیال کرتی ہے کہ یورپ کے مشن کسی سلطنت کے خزانہ سے چل رہے ہیں، حالانکہ مجددِ وقت کی غریب جماعت کے دل ہی وہ خزانہ ہیں جن کی مالی قربانیاں یورپ میں اسلام کی آبیاری کر رہی ہیں۔

مولانا یعقوب خاں صاحب

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس مختصر تقریر کے بعد مولانا یعقوب خاں صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جہاں تک قرآن کریم کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا ہے کسی مامور یا اس کے پیغام کی صداقت کے دو بڑے ٹسٹ ہوتے ہیں:۔

۱۔ نقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون کے مطابق ایک مدعی ماموریت کی زندگی ہر قسم کی بری آلائشوں سے پاک ہونی چاہیئے۔ میں اس بات کو اہمیت نہیں دیتا کہ کوئی شخص کیا کہلاتا ہے، وہ نبی کہلائے یا مجدد بن جائے اگر اس کی زندگی اچھی نہ ہو تو اس کا دعویٰ کوئی چیز نہیں اس نقطۂ نگاہ سے جب ہم حضرت مرزا صاحب کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ سخت سے سخت مخالفت کے باوجود کسی شخص کو آپ کے کیرکٹر پر اُنگلی رکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ایسی پاکیزہ زندگی آپ نے بسر کی کہ مخالف سے مخالف بھی آپ کی نیکی اور تقوےٰ کے معترف تھے، ایسی پاکیزہ زندگی کی ہمیں ضرورت ہے حضرت مولانا نورالدین رح فرمایا کرتے تھے ؎

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

ایسی پاکیزہ زندگی رکھنے والے شخص کی طرف اُڈ کر جانا چاہیئے، ایسا شخص خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔

(۲)۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اسلام کو حقیقی رنگ میں انہوں نے ہمیں سکھایا۔ اگر وہ نہ آتے تو قرآن کی عظمت کا انکشاف نہ ہوتا، احادیث میں لکھا ہے کہ مسیح خزانے لٹائے گا، درحقیقت قرآن میں خزانے بھرے ہوئے ہیں جو حضرت مسیح موعود نے لٹائے ہیں۔ اور آج غیر اسلامی دنیا انہی خزانوں سے مستفید ہو رہی ہے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت مرزا صاحب جس کام کے لئے آئے تھے وہ یہی تھا کہ خدا پر زندہ اور مستحکم ایمان پیدا ہو اسی مقصد کو آپ تمام زندگی بھر اپنے سامنے رکھا اور اللہ تعالےٰ کی ہستی پر دلائل دیتے چلے گئے اور جب دیکھا کہ دلائل کافی نہیں تو اپنے روحانی تجربات ہستی باری تعالےٰ کے ثبوت میں پیش کر دیئے بیشمار نشانات آپ کو دیئے گئے جو ابھی ختم نہیں ہوئے ابھی بہت سے نشان ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہوں گے، ایک تازہ نشان ابھی ہمارے سامنے پورا ہوا ہے، ایک اخبار نویس (مسٹر سلہری) نے حال ہی میں لاہور سے ایوننگ ٹائمز کے نام سے ایک اخبار جاری کیا اور اس کے پہلے ہی پرچہ میں حضرت مرزا صاحب پر لے دے شروع کر دی، تا کہ اس کا اخبار لوگوں کی نظروں میں مقبول ہو، خدا کی شان حضرت مسیح موعود کا الہام انی مھین من اراد اھانتک ایسا پورا ہوا کہ اس سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے، مسٹر گورمانی کے مقدمہ ہتک عزت میں ہائیکورٹ کے جج مسٹر شبیر احمد نے جو فیصلہ مسٹر سلہری کے خلاف دیا ہے، وہ اس الہام کا پورا مصداق ہے، ذرا اس اہانت کو سامنے رکھئے جو اس فیصلہ کی رو سے اس کی کی گئی ہے۔ ایسا سخت فیصلہ اس قسم کے مقدمہ کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ جب اسے جیل میں اے یا بی کلاس میں رکھنے کی درخواست کی گئی تو جج نے کہا کہ میں تو اسے قطعاً کلاس بی کا قابل نہیں سمجھتا۔

آپ نے فرمایا کہ میں مانتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے پیغام کو ان کی قوم نے رد کیا لیکن وہ خود کہتے ہیں کہ میرا منہ اہل مغرب کی طرف ہے۔ اور میرا تجربہ ہے کہ اسلام کی جو تصویر انہوں نے پیش کی ہے۔ وہی اہل مغرب کے دلوں میں جا بیٹھتی ہے، اور اسی کو دیکھ کر مغرب کے لوگ اسلام کی صداقت کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آج مغرب کے سائنسدان اس بات کی تلاش میں ہیں کہ خدا سے تعلق کیسے قائم ہو سکتا ہے اس کا جواب آج احمدیت ہی میں مل سکتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کا پیغام ہی ان کی راہبری کا موجب ہے۔ مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ کبھی گالیوں کا زمانہ تھا اور اسی لاہور میں مولوی درختوں پر چڑھ چڑھ کر حضرت کو گالیاں دیتے تھے۔ اور اپنے اس عمل سے اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ یہ خیال کر کے کہ حدیثیں حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی مؤید ہیں پہ بھیجے

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ نظریات اور اعلیٰ تعلیمات

حضرت مرزا صاحب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۳ مئی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد منّ اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ——— (اٰل عمران اٰیت ۱۶۴)

نبی کریم صلعم کے بیان کردہ نظریات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس آیت میں کچھ دلائل دیئے ہیں اور وہ دلائل نہایت ہی اہم ہیں۔ ان دلائل میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ صفات بیان کی ہیں اور وہ مشکل ترین صفات ہیں، نہ صرف اس وقت کے لئے جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ایسی صفات کا ظہور پذیر ہونا ایک مشکل ترین امر تھا، بلکہ رہتی دنیا تک اس پایہ کا انسان پیدا نہ ہوگا آپ کی صداقت کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ جو اصول و نظریات آپ نے دنیا کو دیئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سچے، معقول اور مفید ثابت ہوئے اور ہوں گے قرآن کریم کے نظریئے اور اعتقادات جو نبی کریم صلعم نے بیان کئے، لاجواب ہیں اُن سے آگے ایک قدم بھی ترقی نہیں کی جا سکتی اور نہ ان نظریوں کو چھوڑ کر دنیا امن کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

قوم کو تمام اخلاقی بیماریوں سے پاک کر دیا

دوسری بات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس آیت میں بیان فرمائی ہے وہ ہے ویزکیھم وہ لوگوں کو پاک کر دیتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کی تمام بد اخلاقیوں، تمام توہمات، تمام لڑائی جھگڑوں، حسد اور بغض سے قوم کو پاک کر دیا، یہ اور بھی زیادہ مشکل بات ہے، جس طرح وہ اعلیٰ درجہ کے نظریات جو آپ نے دنیا کو دیئے بہت ہی مشکل ہیں اسی طرح قوم کو پاک کر دینا سب سے مشکل کام ہے حضرت نے قوم کو تمام آلودگیوں سے پاک کر دکھایا سارے عرب کو ایک کر دیا جبکہ ان کے اندر لڑائی جھگڑے کی بنیادیں مضبوط ہو چکی تھیں، جبکہ اُن کے مرنے والے پچھلوں کو وصیت کر جاتے تھے کہ فلاں قبیلہ سے بدلہ لینا ہے، کس قدر مشکل کام تھا، جسم کی بیماریوں کا علاج اس قدر مشکل نہیں جتنا اخلاقی بیماریوں اور بری عادات کو جو نسلاً بعد نسلٍ چلی آ رہی ہوں، دُور کرنا مشکل ہے لیکن ان تمام بیماریوں کو دُور کر کے حضرت نے ایک قوم پیدا کر دکھائی، ان لوگوں کو جنہوں نے کبھی حکومت اور بادشاہت کا نام نہ سنا تھا، عرب و عجم کا بادشاہ بنا دینا یہ کوئی معمولی کام نہ تھا، آج اس تہذیب کے زمانہ میں بھی دنیا کو اس بات کا اعتراف ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بادشاہ پیدا کئے ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے بادشاہ، ان کی نظیر نہیں ملتی۔

بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد اسلام میں

غرض حضرت نے جو کارنامہ دکھایا وہ بہت ہی بے نظیر ہے، ایسے اصول و نظریات پیش کئے جن کی دنیا کو آج بھی ضرورت ہے، مثلاً آپ نے فرمایا اٰمنت بما انزل اللّٰہ من کتاب۔ اس جملہ میں من کتاب پر غور کیجئے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں آسمانی کتابوں ایمان رکھتا ہوں بلکہ فرمایا من کتاب کوئی کتاب جو کسی زمانہ میں کسی قوم پر کسی بولی میں نازل ہوئی ہو، اس پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد ہے۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نے رکھی کہ رب العلمین کی طرف سے تمام اقوام کو انکی ہدایت کے لئے کتابیں دی گئیں، اور آپ نے فرمایا کہ میں تمام کتابوں پر جو کسی زمانہ میں کسی قوم پر نازل ہوئی ہو ایمان لاتا ہوں۔

قومی و نسلی تفرقات اور پاکستان

قومی و نسلی تفرقہ دنیا میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے آج پاکستان میں بھی اسی قسم کا تفرقہ پایا جاتا ہے کسی کو سندھی ہونے پر فخر ہے اور کسی کو پنجابی اور کسی کو سرحدی یا بنگالی یا ہندوستانی ہونے کا ادعا ہے اور ہر کوئی چاہتا ہے کہ اسی کی بولی پاکستان کی سرکاری زبان بن جائے اور اس پر باہم مناقشات اور لڑائیاں جاری ہیں۔ اس تفرقہ کو دُور کرنے کے لئے آج پاکستان کے اندر بھی اس نظریہ کو قائم کیا جائے کہ اسلام نے ملک و وطن اور رنگ و نسل اور بولیوں کے اختلاف کو کوئی اہمیت نہیں دی اور تمام انسانوں کو ایک رب العلمین کی مخلوق قرار دیا۔

یورپ اور امریکہ میں نسلی تفرقات

پاکستان سے باہر جا کر دیکھیں، روس اور جرمنی کیا کر رہے ہیں، برطانیہ میں کیا ہو رہا ہے، نسلی اور وطنی اختلافات نے کس قدر مناقشات کھڑے کر رکھے ہیں، امریکہ میں کالے اور گورے کا جھگڑا کس قدر زوروں پر ہے۔ کالے آدمیوں کے بچے سفید لوگوں کے سکولوں میں نہیں جا سکتے نہ ہی سفید لوگوں کے گرجا میں اور نہ سفید لوگوں کے ہوٹل میں کالے آدمی جا سکتے ہیں۔ پچھلے دنوں جب پاکستان میں آنیوالے امریکنوں کا تانتا بندھا ہوا تھا وہ میرے پاس بھی آ جاتے تھے، اور بعض امریکن خواتین بھی میرے گھر میں آ جاتی تھیں، اسی سلسلہ میں ایک امریکن پروفیسر بھی آئے جو وہاں پر اسلامیات کی تعلیم دیتے ہیں، ان سے میری مفصل گفتگو ہوئی، میں نے دوران گفتگو میں انہیں کہا یہ کیا بات ہے کہ امریکہ کی سرزمین میں جسے God's land (خدا کی دھرتی) کہا جاتا ہے اب تک کسی کالے آدمی کو کسی سکول یا ریسٹورنٹ میں نہیں جانے دیتے۔ اس نے کہا یہ فی الواقعہ مذمت کی بات ہے لیکن میں اس کے لئے ایک عذر کرتا ہوں کہ امریکہ کے شمالی حصہ میں یہ تفریق بہت کم ہے جنوبی حصہ میں یہ تفریق زوروں پر ہے۔ میں نے کہا کم ہو یا زیادہ بہرحال اس تہذیب کے زمانہ میں آپ کے ہاں انسانوں کے اندر ایسی تفرق روا رکھی جاتی ہے تو ان قوموں کی تہذیب کہاں ہے ان کے اصول کہاں ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آج سے چودہ سو برس پیشتر یہ فرمانا کہ اٰمنت بما انزل اللّٰہ من کتاب میں ہر ایک کتاب کو جو کسی زمانہ میں کسی بھی قوم پر نازل ہوئی ہو خدا کی طرف سے مانتا ہوں، دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ کتنا بڑا پیغام ہے اور کتنا مؤثر نظریہ ہے۔

حضرت نبی کریم کا عدل و انصاف اور وحدت نسل انسانی

اور اگلا جملہ کس قدر خوشخبری دینے والا ہے فرمایا وَاُمِرتُ لِاَعدِلَ بَینَکُم مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف سے کام لوں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل و انصاف کیا ہے۔ تمام انسانوں کو برابر سمجھنا، جب آپ بادشاہ ہوئے اس وقت بھی کالے اور گورے کی کوئی تمیز روا نہ رکھی، سیاہ اور سفید، غلام اور آقا سب ایک کر دیئے۔ عیسائی اور یہودی سب حضور کے عدل و انصاف کے گیت گاتے تھے۔ اس کو کہتے ہیں آخری پیغمبر، یہ ہے وہ کامل تعلیم جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اور آگے کس قدر کمال کا جملہ فرمایا و الٰھنا والٰھکم واحد کسی وطن اور کسی قوم کا خدا علیحدہ نہیں جیسا کہ یہودی یقین کرتے ہیں کہ یہوواہ صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے، اور ہندو برہما کو صرف ہندوستان کا خدا سمجھتے ہیں۔ فرمایا تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے۔ اس کے احسانات تمام قوموں پر یکساں ہیں۔ یہ توحید کی تعلیم بھی بے نظیر ہے

اس سے نسلِ انسانی میں وحدت پیدا ہوتی ہے۔

نیک بد اعمال کا اجر سب کے لئے یکساں ہے

تیسری بات یہ فرمائی ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ہمارے اعمال کا اجر ہمیں ملیگا اور تمہارے اعمال کا اجر بھی تمہیں ضرور ملے گا، جو شخص بھی جیسا عمل کرے گا ویسا ہی اس کا پھل کھائیگا۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ مولوی صاحب تو نفل پڑھتے رہیں اور اُن کے کھیت میں فصل آپ سے آپ اُگ آئے؟ اور ایک سکھ جو زیادہ محنت کرتا ہے اس کی فصل تباہ ہو جائے؟ نہیں ...... محنت کرنے والے کو اس کی محنت کا پھل ضرور ملیگا اور جو نفل پڑھتا ہے اسے نفلوں ہی کا ثواب ملیگا فصل کی امید اسے نہ رکھنی چاہیئے، کیا ایک ہندو جو رات کو چوٹی چھت سے باندھ کر پڑھتا ہے وہ کامیاب ہوگا یا وہ مسلمان طالب علم جو کھیل کود میں وقت ضائع کرتا ہے؟ ایسا ہی ایک مسلمان دوکاندار اگر جھوٹ بولتا، کم تولتا اور ملاوٹ کرتا ہے اور ایک ہندو اچھی اور خالص اشیا بیچتا اور پورا تولتا ہے تو دونوں میں سے کس کی دوکان زیادہ چل سکتی ہے ظاہر ہے کہ ہندو ہی کی دوکان زیادہ چلے گی دغابازی کرنے والے مسلمان کی دوکان نہیں چل سکتی، منھم صالحین ومنھم دون ذالک دوسرے مذاہب کے متبعین میں بھی صالح لوگ ہوتے ہیں اور خراب بھی لیکن کامیابی آخر صالحین ہی کو ملتی ہے نیک اعمال ہی عذاب الٰہی سے بچا سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ کچھ لوگ دوزخ کی طرف لے جائے جا رہے ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں، بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ عمل صالح ہی انسان کو انسان بنا سکتے اور غضب الٰہی سے بچا سکتے ہیں، آپ نے اپنی پھوپھی اور اپنی بیٹی سے کہا انی لا املک من اللہ شیئاً میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتا، خدا کے ہاں میرا کوئی اختیار نہیں اگر آپ عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہیں تو اپنے اعمال کو درست کرو، یہ وہ دین ہے جس کو ہر معقول انسان قبول کر سکتا ہے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریات ہیں، کس قدر خوبصورت کتنے بلند پایہ نظریات ہیں، کس قدر معقول اور کسقدر مفید ہیں۔

فضیلت کا معیار

چوتھی بات آپ نے یہ فرمائی لا حجۃ بیننا وبینکم اب تمہارے اور ہمارے درمیان جھگڑے کی کونسی بات ہے آؤ ایک امر پر جمع ہو جائیں اللہ یجمع بیننا اللہ تعالےٰ ہمیں ایک کر دے گا، یہ کیا کرشمہ ہے کہ ایک آیت میں تمام دنیا پر حجت تمام کر دی ہے، حضرت نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ فرمائی اس میں وحدت نسل انسانی پر بڑا زور دیا، قومی اور نسلی فضیلت کے جھگڑے ہمیشہ دنیا میں تباغض اور فساد پیدا کرتے ہیں عرب کہتے ہیں کہ عرب قوم سب سے بلند ہے، انگریز کہتے ہیں ہم سب سے بلند ہیں، ایسا ہی دنیا کی ہر قوم اپنے آپ کو دوسروں سے بلند سمجھتی ہے، حضرت نے چودہ سو سال ہوئے اس جھگڑے کو یہ کہکر مٹا دیا کہ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے الا بتقوے اللہ ہاں ایک صفت ایسی ہے جو کسی قوم کو دوسری پر فضیلت کے قابل بنا دیتی ہے اور وہ تقوےٰ اللہ ہے یعنی خدا خوفی اور نیک عملی کی زندگی، یہ وہ نظریہ ہے جس کو دنیا پسند کرے گی اور ایک دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر فخر کرے گی ایسا انسان ایسے بلند خیالات و نظریات دینے والا انسان نہ پہلے کبھی پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔

اولیاء اللہ میں رنگ نبوت

یہ ایک بڑا لمبا اور بڑا وسیع مضمون ہے اس کو میں یہیں چھوڑتا ہوں اور اس مشکل مقام پر جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے، حضرت مرزا صاحب کو ہم پرکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو بھی وہی مقام حاصل ہے، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تھا، نہ اس سے انہیں نبوت کے مقام پر کھڑا کرنا مقصود ہے، جب اولیاء اللہ کو ہم انبیاء کے سامنے لاکر پرکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں بھی انبیاء کی طرح تخلقوا باخلاق اللہ کا رنگ پایا جاتا ہے یا نہیں، ان میں بھی وہ بلند نظریات پائے جاتے ہیں یا نہیں جن کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی تو اس سے وہ نبی نہیں بن جاتے جس قدر اولیاء اللہ اس امت میں ہوتے ہیں ان میں ایک نہ ایک رنگ نبوت کا پایا جاتا ہے لیکن اس سے وہ نبی نہیں بن گئے۔

حضرت مرزا صاحب کا چیلنج عرب و عجم کو

آپ دیکھئے حضرت مرزا صاحب کو جو اولیاء اللہ میں سے ایک ہیں اور اس امت کے لئے مسیح اور مہدی ہو کر آئے ہیں اسی اصول پر پرکھیں۔ چند دن ہوئے ہیں ایک پروفیسر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کیوں مرزا صاحب کو مانتے ہیں، میں نے کہا قادیان پنجاب کا ایک دور افتادہ گاؤں ہے، وہاں کوئی اُردو نہیں بولتا، دیہاتی پنجابی بولی جاتی ہے، کوئی عالم، فاضل، وہاں نہ بستے تھے ایسی جگہ مرزا صاحب پیدا ہوتے اور وہیں زندگی بسر کرتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ اور تمام عرب ممالک کے علماء و فضلاء کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ میں ایسی فصیح و بلیغ عربی کتابیں لکھوں گا جن کا مقابلہ تم لوگ نہیں کر سکو گے۔ کیا یہ ناممکن بات ہے یا نہیں کہ پنجاب کے ایک گاؤں کا رہنے والا ایسا دعوےٰ کرے؟ ہم انگریزی زبان پڑھنے میں عمریں بسر کر دیتے ہیں، پھر بھی جب لکھتے ہیں، تو کوئی نہ کوئی نقص اس میں رہ جاتا ہے۔ ایک انگریز جب ہماری تحریر کو پڑھتا ہے تو کہتا ہے کہ بیشک اچھی زبان لکھی ہے لیکن فلاں فقرہ یا فلاں محاورہ غلط ہے، لیکن یہ کس قدر دلیر انسان ہے، کس قدر خدا پر اسے یقین ہے کہ وہ دعوےٰ کرتا ہے کہ کوئی غلطی میری عربی تحریر میں بلحاظ فصاحت و بلاغت تم نہیں دکھلا سکتے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی دعوےٰ کرتا ہے کہ فصیح عربی میں قرآن کریم کے جو معارف میں بیان کروں گا کوئی دوسرا شخص ایسے معارف بیان نہیں کر سکتا۔

حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تائید الٰہی

یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ یہ دونوں دعوے آج تک برقرار ہیں اور کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا فاضل انسان ان کو جھٹلا نہیں سکا، ایک طرف اس مخالفت کو دیکھئے جو ہر طرف سے آپ کی کی گئی، برق و باد کی تیزی آپ کے مقابلہ میں اختیار کی گئی۔ لیکن کسی سے اتنا نہ ہو سکا کہ ایک چھوٹی سی کتاب آپ کے اس دعوے کے بطلان میں پیش کر سکے۔ کہاں گئے وہ علماء جو آپ کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، کہاں ہیں مکہ اور مدینہ اور بیروت کے علماء جن کو اہل زبان ہونے اور قرآن کو بہتر سمجھنے کا دعوےٰ ہے کیوں وہ مرزا صاحب کے مقابلہ پر فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کے حقائق و معارف بیان نہ کر سکے یا کم از کم مرزا صاحب کی کوئی غلطی ہی کیوں نہ نکال سکے، ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے ساتھ خدا کی تائید تھی، اور انہوں نے جو کچھ لکھا تائید الٰہی سے لکھا اور اس دعوے سے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مخالفین کے دانت توڑ دیئے۔

حضرت مرزا صاحب کی قوتِ قدسی

میری اس تقریر کو سن کر پروفیسر کہنے لگا، یہ تو آپ نے غضب کی بات سنائی۔ لیکن یہ تو ایک بات ہے جو اُن کے مجاب اللہ ہونے پر شاہد ہے۔ اور بھی کئی باتیں میں نے سنائیں، حضرت مرزا صاحب کی قوت قدسیہ نے قادیان میں ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ ہر ایک مرد و عورت بچہ اور بوڑھا، قرآن اور نماز کا عاشق بن گیا۔ رات دن قرآن اور حدیث کا چرچا رہتا اور نیکی اور تقوےٰ کی باتوں کا تذکرہ رہتا اور عمل پر زور دیا جاتا تھا۔ ہماری جماعت میں ... کئی ایسے ڈاکٹر پیدا ہوئے جو اپنے پیشہ کو خدمت خلق کا ذریعہ سمجھتے اور محض خدا کی خوشنودی کے لئے غربا کا علاج کرتے تھے۔ مفت دوائیاں دیتے اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر تہجد میں دعائیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ ان مریضوں کو شفا عطا فرمائے۔ ایسے تاجر پیدا ہوئے جو تہجد خوان تھے اور بے شمار مخلوق آپ کے زیر اثر

پچاس سال کے بعد — احمدیہ تحریک ٹھوس واقعات کی روشنی میں

مولانا احمد یعقوب خان

۲۶ مئی ۱۹۵۸ء کو بانی تحریک احمدیہ کی وفات پر پوری نصف صدی گزر جاتی ہے اور اس لئے احمدیہ جماعتیں اس اہم تاریخی واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے جو مسیح موعود کے ظہور کی شکل میں رونما ہوا۔ اس پچاسویں یوم وصال کو خاص اہتمام سے منا رہی ہیں

موجودہ دورِ فتن میں روشنی کا مینار

اولیاء امت درحقیقت شعائر اللہ ہوتے ہیں ان کی زندگیوں کی ہمارے لئے وہی قدر و قیمت ہوتی ہے جو کسی پُرخطر طوفانی سمندر میں سفر کرنے والوں کے لئے اس روشنی کے مینار کی ہوتی ہے جسے لائٹ ہاؤس کہتے ہیں۔ ان کے حالات اور یاد تازہ رکھنا اسی لئے ضروری ہوتا ہے کہ ایمانی قوتوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ مسیح موعود کے ظہور کے متعلق احادیث میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں تو مینار سے پر نزول کا استعارہ اسی حقیقت کی طرف ایک نہایت ہی کھلا اشارہ ہے یعنے یہ کہ اس دورِ پُرفتن میں، جو اپنی ظلمت کے لحاظ سے دجالیت کا دور کہلانے لگا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت سے ایمان کا ایک روشن مینار کھڑا کر دے گا جو بے یقینی، بے خدائی اور دہریت کی اس عالمگیر تاریکی میں جو سب دنیا پر چھائی ہوئی ہو گی خدا کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوگا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب جب تک بقید حیات رہے دوست دشمن کی اس کا اعتراف کرنا پڑا کہ مذہبی دنیا میں ایسی ہلچل پیدا کر دی کہ ہر ایک کو مذہب کی طرف متوجہ ضرور کیا۔ مگر آج بھی جبکہ انہیں اس دنیا سے رخصت ہوئے نصف صدی گذر چکی ہے، اگر اس روئے زمین پر مذہب اور خدائے واحد کے نام کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے تو وہ اسی تحریک کی بدولت ہو رہا ہے جس کی بنیاد خدا کے حکم سے حضرت مرزا صاحب نے رکھی۔ وہ روشنی کا مینار اب بھی اسی طرح قائم ہے اور اپنی چمک دکھا رہا ہے۔ بلکہ مرورِ زمانہ نے اس اثنا میں جو نئے تقاضے پیدا کئے ہیں، انہوں نے اس مینار کی ضرورت اور اہمیت اور چمک کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ آیئے ذرا ان تقاضوں پر ایک نظر ڈالیں اور واقعات کی روشنی میں اس حقیقت کا جائزہ لیں۔

حضرت مرزا صاحب کا مشن — ہستی باری تعالیٰ پر ایمان

حضرت مرزا صاحب مجدد صد چہاردہم تھے اور اسی منصب جلیلہ کے لئے مشیت ایزدی میں مقدر تھا کہ مہدی اور مسیح کے دو اور اعزازی القاب اس کے ساتھ ہی منتقی کئے جاویں۔ آپ کا مشن جیسے ہر ایک احمدی جانتا ہے صرف اس قدر تھا کہ خدا کی ہستی پر ایمان جو اٹھ گیا تھا اسے دوبارہ قائم کیا جائے یہی ایک مشن ان کی شبانہ روز زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا تھا کہیں باریک سے باریک فلسفیانہ دلائل کے انبار لگ رہے ہیں کہ کسی طرح خدا کی ہستی پر یقین قلوب میں اتر سکے۔ کہیں مناظروں پر مناظرے ہو رہے ہیں کہ اس ایمان اور یقین کا روئے زمین پر ایک ہی سرچشمہ ہے یعنے قرآن۔ کہیں الہام پر الہام شائع ہو رہے ہیں جو آنے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں اور اپنے اندر ایک آسمانی شوکت رکھتے ہیں تاکہ خدا کی ہستی ایک امرِ واقع بن جائے۔ کہیں منکرین کو مباہلہ کے لئے للکارا جاتا ہے۔ الغرض انکی زندگی ایک ایسا نقشہ پیش کرتی ہے جیسے ایک سپاہی میدانِ جنگ میں سربکف ہو کر ہر طرف تلوار چلاتا ہے تاکہ بے یقینی کے گھٹا ٹوپ بادل پھٹ جاویں۔

مغربی مفکرین خدا کی تلاش میں

اس وقت اگرچہ حضرت مرزا صاحب کی یہ للکار مقابلۃً صدا بصحرا ثابت ہوئی اور جس قدر عالمگیر پیمانے پر اس کی طرف توجہ چاہیئے تھی نہیں ہوئی، مگر آج وہی للکار خود زمانہ کے قلب کی ایک ایسی پکار بن گئی ہے جسے ہر ایک وہ انسان جو روحانی بصیرت سے بکلی عاری نہیں محسوس کر سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا مشن خاص طور پر مسیحی دنیا کی طرف تھا جو موجودہ ظلمت ایمانی اور دجالیت کا منبع ہے۔ آج اسی دنیا سے چوٹی کے مفکرین، فلسفی اور سائنسدان چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم خدا کو تلاش نہ کر سکے اور اپنی تہذیب کو روحانی اقدار کی بنیادوں پر استوار نہ کر سکے تو ہمیں تیار رہنا چاہیئے کہ کسی وقت اس تہذیب کی صف لپیٹ دی جائے گی۔

مغربی دنیا اسلام کے دروازہ پر — لاہور کے احمدی مبلغین کا کارنامہ

مشہور مؤرخ ٹائن بی کے حوالے میں آگے بھی دے چکا ہوں۔ وہ لکھتا ہے کہ مذاہب اور تہذیبوں کی باہمی آویزش سے جو نقل و حرکت اور رسل و رسائل کے سریع السیر وسائل نے ممکن کر دی ہے ایک نیا مذہب جنم لینے کے لئے انگڑائیاں لے رہا ہے اور وہ محسوس کر رہا ہے کہ توحید الٰہی اور عالمگیر انسانی اخوت کے تصورات جو اسلام پیش کرتا ہے ایسے حقائق ہیں جنہیں اہل مغرب کو بہرحال تسلیم کرنا ہوگا وہ لکھتا ہے کہ رنگ و نسل کے امتیازات مٹانے میں صرف اسلام ہی کامیاب ہوا ہے اور مغربی تہذیب باوجود روشن خیالی اور علمی ترقی کے اس میں ناکام رہی ہے۔ اس لئے اس رفتارِ واقعات میں اسے یہی نظر آ رہا ہے کہ مغربی دنیا اسلام کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اور اس حقیقت سے آنکھیں بند کرنے والوں کو کہتا ہے کہ اگر اس آنے والے انقلاب کے آثار دیکھنے ہوں تو ذرا ان احمدیہ مبلغین اسلام کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھیں جو لاہور سے مغربی ممالک کی طرف نکل پڑے ہیں۔

یورپ میں عروج اسلام کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا اعلان واقعات کی روشنی میں

حضرت مرزا صاحب کا یہ اعلان کہ میری آنکھ نے اس باریک ہلال کو دیکھ لیا ہے جو عروج اسلام کا ہلال ہے، اس وقت تو ممکن ہے بہت سے لوگوں کو ایک بلند بانگ دعوے ہی معلوم ہوتا ہو مگر آج ان کی وفات سے پچاس سال بعد واقعات عالم نے اس آسمانی آواز کی تصدیق کر دی ہے۔ مامور کی کوئی بات جو خدا کی روشنی سے دیکھتا اور بولتا ہے شاعرانہ انداز کی نہیں ہوتی بلکہ اس کی تہ میں ٹھوس حقائق ہوتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے جب یہ فرمایا تھا کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

تو ممکن ہے اس وقت خود احمدیوں نے یہی سمجھا ہو کہ یہ صرف ان کی دلی تڑپ کی آواز ہے۔ مگر آج واقعات نے بتا دیا کہ سچ مچ مغربی مفکرین یکے بعد دیگرے یہی اعلان کر رہے ہیں کہ ہمیں روحانی اقدار کی تلاش میں اسلام کی طرف رجوع کرنا چاہیئے

احمدیت کا تصور اسلام مغربی مفکرین کی نظر میں

واقعات کی روشنی میں ہمیں ایک قدم اور آگے جانا ہوگا اور وہ یہ کہ مغربی مفکرین اپنی مشکلات کے حل کے لئے جس اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں وہ وہی تصور اسلام ہے جو احمدیت نے پیش کیا ہے وہ خدا سے ذاتی تعلق کو ہی مذہب کی سچی روح سمجھتے ہیں، اور جہاں یہ نہ ہو وہاں ظاہری عبادات اور رسومات کو محض پھوک ہی کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کا تصورِ مذہب۔ اور یہی درحقیقت اسلام کی ساری تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ مگر بدقسمتی سے خود مسلمانوں کے اندر سے یہ روح اسلام اٹھ گئی اور اس سے اس حد تک بیگانگی ہوئی کہ خدا سے ہمکلامی انکے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی، بلکہ اس کے تصور کو بھی ایک بے دینی سمجھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب علماء کے نزدیک گردن زدنی صرف اسی لئے تھے کہ انہوں نے وحی و الہام کا دعوے کیا۔ قال یقول تک بات محدود رہتی تو انہیں اطمینان ہوتا۔ مگر جیسے ہی مرزا صاحب نے یہ کہا کہ مجھ سے خدا ہمکلام ہوتا ہے تو بس ان کا قدم ایک خطرناک حلقہ میں پڑنے لگا۔ جو علمائے کرام کے مبلغِ علم اور رافق نگاہ سے کوسوں دور تھا مگر یہی ایک چیز ہے جسے مغربی مفکرین حقیقتِ مذہب سمجھتے ہیں۔ اور جس کی تلاش میں وہ نکل پڑے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ متاعِ عزیز اگر اسلام کے کسی تصور میں مل سکتی ہے تو وہ صرف احمدیت ہے جس کی بنیاد

ہی خدا سے ہمکلامی پر ہے۔

مغرب میں اشاعت اسلام صرف احمدیت کے لئے مقدر ہے

اس طرح واقعات نے مہر تصدیق لگادی کہ بات پکی وہی ہے جو ماہولر نے کہی تھی یعنے زندہ خدا کی تلاش۔ اسی کی تحقیق دنیا کو تلاش ہے۔ اسی کی اہلِ مغرب کو تلاش ہے۔ اور اس طرح حضرت مرزا صاحب کا یہ دعوے بھی کہ ؎

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

شاعریت کے شائبہ سے خالی تھا اور آنے والے واقعاتِ عالم کی طرف انگشت نمائی کرتا تھا ــــ آج مغربی دنیا نے خدا سے ذاتی تعلق کا جو نعرہ اُٹھایا ہے وہ لفظاً لفظاً اس دعوے سے مطابقت رکھتا ہے کہ مرزا صاحب کا مشن ہی اہلِ مغرب کی روحانی پیاس کو بجھانے کا سامان رکھتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو اس پر اس قدر انشراح صدر تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کا کام صرف احمدیت کے لئے مقدر ہے اور کوئی گروہ جو محض چھلکے لے کر وہاں جائے گا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ نے بڑی تحدی سے کہا کہ یہ کام صرف میرا ہے یا اس کا جو مجھ سے ہے اور میری شاخ ہے۔

دنیائے اسلام تصورِ احمدیت کی تائید میں

آیئے، ذرا اپنے گھر کا جائزہ لیں اور واقعات کی روشنی میں دیکھیں کہ آیا خود دنیائے اسلام تصورِ احمدیت کی طرف آ رہی ہے یا اس سے دور ہٹ رہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی حیات میں جب فضا میں تلخی تھی اندازہ کرنا مشکل تھا۔ مگر زمانہ ہر ایک کجی کا بہترین علاج ہے، ایک ایک کجی جو حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کے تصورِ اسلام سے نکالنا چاہتے تھے آج خود بخود ان کے اندر سے نکل چکی ہے یا نکل رہی ہے۔ کوئی لکھا پڑھا آدمی آج حیاتِ مسیحؑ کا نام نہیں لیتا۔ کوئی لکھا پڑھا مسلمان اب مذہب میں جبر کا نام تک سننے کا روادار نہیں۔ ہر ایک سمجھدار مسلمان اب وہی کچھ کہتا ہے جو آواز احمدیت نے اُٹھائی تھی کہ زندگی کا سرچشمہ قرآن ہی ہے اور مسلمانوں کو حیاتِ نو کی چنگاری اگر کہیں سے مل سکتی ہے تو وہ قرآن اور اسوۂ رسولؐ سے مل سکتی ہے۔ آج کوئی مسلمان نہیں جو فرقہ بندی کی لعنت کو گلے سے اتار پھینکنے کے لئے بیتاب نہیں۔ یہ نیا جذبہ بھی احمدیہ جماعت لاہور کے اس نعرہ کی صدائے بازگشت ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا اور مسلمان خواہ کسی فرقہ سے ہوں ارشاد قرآنی انما المؤمنون اخوۃ کے رو سے بھائی بھائی ہیں۔

قرآن اور حدیث کے متعلق "ترقی پسندی" کے رجحانات کی اصلاح

حضرت مرزا صاحب کی بنیادی حیثیت مجدد کی تھی جس کا کام خود مسلمانوں کی اصلاح تھا ــــ اس میدان میں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ گو زبانیں کچھ کہیں قلوب نے احمدیت کو قبول کر لیا ہے۔ پرانے تصورات کو چھوڑ کر احمدیت کے تصوراتِ اسلام کو ایک ایک کر کے اپنا لیا۔ کچھ اصلاحات کا میں نے اوپر ذکر کر دیا ہے ایک اور بڑی اہم اصلاح ان خطرناک رجحانات کی بھی کی ہے جو "ترقی" پسندی کے نام پر مسلمانوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سے سب سے خطرناک دو رجحانات ہیں ایک، یہ کہ خاتم النبیین کے اعلان نے وحی و الہام کا دور ختم کر دیا اور اب ہمیں محض اپنی عقل و خرد کے سہارے پر چلنا ہے۔ کہنے والے تو زیرِ لب یہاں تک بھی کہہ گئے ہیں کہ خود قرآن کی پابندی سے بھی اب مسلمان آزاد ہے ــــ دوسرا خطرناک رجحان احادیث کو مسلمان کی زندگی سے بکلی نکال دینا ہے۔ قرآن تو خیر مٹ نہیں سکتا اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے۔ اس کی روشنی سے روتابی تو بعینہٖ ایسی ہی حماقت ہے جیسے کوئی کہے کہ مجھے سورج کی روشنی نہیں چاہیئے، میں اپنی آزادی میں ایسی خارجی مداخلت اپنے انسانی شرف کی ہتک سمجھتا ہوں۔ ہاں یہ خطرہ ضرور بڑھ رہا ہے کہ حدیث کو جواب دیدیا جاوے اور اس میں کئی ایک تعلیم یافتہ مسلمان حد سے بہت تجاوز کر چکے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے دعاوی صحت حدیث پر حجت ہیں

حضرت مرزا صاحب کے دعاوی مہدی و مسیح نے بالواسطہ ایک بڑی خدمت یہ کی کہ صحت احادیث پر واقعات کی ایک حجت قاطعہ قائم کر دی اب کسی کے لئے یہ گنجائش ہی نہیں رہی کہ یہ کہہ سکے کہ خروج دجال یا نزولِ مسیح کی حدیثیں محض قصہ کہانی ہیں۔ دجال آ چکا ہے اور ایک حقیقتِ باہرہ بن کر آ چکا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی طفیل اس کی ایک ایک ادا بے نقاب ہو چکی ہے۔ اس کے ایک ایک خد و خال کی تعیین ہو چکی ہے۔ اور جیسے احادیث میں لکھا ہے کہ اس کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوگا۔ اب ہر ایک مسلمان ایک نظر میں دیکھ سکتا ہے کہ یہی اقوام مغرب دجال ہیں۔ اسی طرح مسیح نازل ہو چکا ــــ یہ ایک امر واقع بن چکا ہے۔ وہ اپنا مقررہ کام بھی کر چکا۔ صلیب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ مادیت اور اس سے پیدا ہونیوالی سفلی رذائل کے لئے بھی خدا سے ہمکلامی کا تریاق مہیا کر چکا۔ اس لئے حدیث کی حقانیت بحیثیت مجموعی سب جیسے ان پیشگوئیوں کے حضرت مرزا صاحب کی ذات میں پورا ہو جانے سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے اور کسی طرح سے ہونی ممکن نہ تھی۔ احیائے حدیث کا کام بوجہ احسن کر کے دکھایا

حضرت مرزا صاحب کا ہم پر یہ بڑا بھاری احسان ہے کہ ہم میں اور نبی کریمؐ میں جو رشتہ کٹنے کو تھا وہ ایسا جوڑ دیا کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ نبی کریمؐ سے رشتہ کٹ جانا تو گویا اسلام سے رشتہ کٹ جانا ہے۔ نبی کریمؐ کے نقش پا ہی ہیں تو ہمیں خود قرآن کی صحیح تفسیر نظر آتی ہے اور ان قرآنی الفاظ کی تعمیل کہ ہمارے لئے نبی کریمؐ کی زندگی ہی اسوۂ حسنہ ہے صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے کہ حدیث کی سالمیت قائم رہے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی نے اس سالمیت کو قائم رکھنے میں جو مدد دی ہے وہ شاید ہی کسی اور شہادت سے ممکن ہو سکتی۔ خروج دجال اور نزولِ مسیح کی احادیث سب سے زیادہ وقت طلب احادیث تھیں اور ان کی تفاصیل جو استعارات میں لپٹی ہوئی تھیں خاص طور پر موجودہ "ترقی" پسند طبقہ کے لئے ٹھوکر کا موجب بن رہی تھیں جب انہیں کو عیاں را چہ بیان کا مصداق کر کے دکھا دیا تو حدیث کا مقام بحیثیت مجموعی اتنا مستحکم ہوا کہ اب کوئی "ترقی" پسندی اسے ہلا نہیں سکے گی۔ ان الفاظ میں یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب نے احیاء حدیث کا کام بھی بوجہ احسن کر کے دکھایا جو ایک مجدد کا کام ہونا چاہیئے تھا۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

رفتارِ زمانہ نے پچاس سال کے اندر جو کروٹیں لی ہیں خواہ دنیائے اسلام میں، خواہ مغربی ممالک میں اُن میں سے ایک ایک کروٹ اسی تصورِ اسلام اور اسی ضرورت کی طرف انگشت نمائی کرتی ہے جو حضرت مرزا صاحب نے آ کر اُجاگر کی۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ پچاس سال اور گزر نے دیجئے۔ ہم تو نہیں ہوں گے مگر ہمارے نوجوان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اسلام کے عروج کا چاند کس طرح بدرِ کامل بنتا جاتا ہے اور مامور کی آنکھ کو جو کچھ دکھایا گیا تھا وہ کس طرح ایک حقیقت بنتا جاتا ہے۔ مغربی ممالک حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر رہیں گے۔ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا کی یہ تقدیر ٹل نہیں سکتی ؎

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

مُسلم ہائی سکول لاہور کا شاندار نتیجہ

اس سال سکول ہذا سے تیرہ لڑکے ورنیکلر فائینل کے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے تین فسٹ ڈویژن میں، اور ۹ سیکنڈ ڈویژن میں، اور ایک تھرڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے نتیجہ سو فیصد رہا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

برکت علی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا پیدا کردہ عظیم الشان انقلاب

اولیاء اللہ میں آپ کی نمایاں حیثیت اور تبلیغ اسلام کا عظیم الشان کام

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ جمعہ

وکاین من آیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (یوسف ع ۱۲)

حق کی تجلی دنیا میں جب آتی ہے تو بصیرت والوں کے لئے وہ ایسی ہی روشن ہوتی ہے جیسا کہ آنکھوں والوں کے لئے آفتاب روشن ہے فرمایا وکاین من آیۃ فی السمٰوٰت والارض کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ آیت ہیں ظاہر کھلی علامت کو تو بتایا کہ حق کی تجلی جو دنیا پر ہوتی ہے اس کی صداقت کے نشانات بہت ہوتے ہیں۔ یمرون علیھا لوگ اُن کے اُوپر سے گذر جاتے ہیں وھم عنھا معرضون۔ لیکن جب آنکھیں بند ہوں دیکھنا ہی نہ ہو تو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ منہ پھیر کر گذر جاتے ہیں۔

حق کی سب سے بڑی تجلی

سب سے بڑی حق کی تجلی جو دنیا پر ہوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ یہ محض دعوے نہیں جیسا کہ اور پیشواؤں کے متعلق لوگ دعوے کرتے ہیں بلکہ یہ امر واقعہ ہے، ایک محسوس و مشہود اور یقینی بات ہے کہ جتنی بڑی تجلی محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں ظاہر ہوئی یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جو موافق اور مخالف دونوں کو تسلیم ہے کہ جتنا بڑا انقلاب محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کیا اور کسی شخصیت نے پیدا نہیں کیا۔

محمد رسول اللہ کا پیدا کردہ انقلاب

خوب یاد رکھو کہ کسی شخصیت کا اندازہ ہمیشہ اس انقلاب سے ہوتا ہے جو وہ دنیا میں پیدا کرتی ہے۔ یوں تو کئی لوگ دنیا میں آئے جو معمولی اصلاحی تحریکات پیدا کر کے چلے گئے وہ اتنی بڑی شخصیت کے مالک نہیں ہو سکے جتنی بڑی شخصیت وہ شخص رکھتا ہے جو دنیا کو پلٹ دیتا ہے، اس کے رسم و رواج کو بدل دیتا ہے اس کے اخلاق کو بدل دیتا ہے۔ اس کی تاریخ کو بدل دیتا ہے۔ مردہ انسانوں کو اتنی بڑی قوت کا مالک بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ یہ شخص بڑی عظیم الشان شخصیت کا مالک ہے۔

آنحضرت کے بعد حق کی تجلیاں

محمد رسول اللہ صلعم کے بعد بھی حق کی تجلیاں شعاعت وجودوں میں ظاہر ہوتی رہیں اور ان کے بعد اولیاء اللہ مجددین اور محدثین کے ذریعہ سے مختلف زمانوں میں اسی تجلی کا ظہور ہوتا رہا۔

حق کی ایک عظیم الشان تجلی ہمارے سامنے ہیں

ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک عظیم الشان حق کی تجلی ہوتی ہے جو اولیاء اللہ اور محدثین میں وہی شان رکھتی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کی شان دوسرے انبیاء میں ہے، یہ محض دعوے نہیں جو شخص چاہے دیکھ لے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں جو حق کی تجلی ہوئی وہ دوسرے اولیاء میں نہیں ہوئی۔ شروع سے ارادہ الٰہی میں یہی تھا کہ ایک بڑی عظیم الشان حق کی تجلی آخری زمانہ میں ظاہر ہو۔

ایام جوانی میں حضرت مرزا صاحب کا کام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب جوانی کے ایام میں بھی اسلام کے ایک بڑے زبردست پہلوان تھے۔ اس قدر زبردست کہ کوئی مخالف اُن کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا اس زمانہ کے حالات کو دیکھا جائے تو عیسائیت بہت زور سے مسلمانوں پر غالب ہوتی جا رہی تھی حضرت مرزا صاحب نے جس جوش اور قابلیت سے کسی سے قبل اس سے کہ آپ کو کسی مقام پر کھڑا کیا جائے اس کا مقابلہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے بعد آریہ سماج پیدا ہوئی جس نے اسلام پر ایک زبردست حملہ کیا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے دندان شکن جوابات سے اس کو نیچا دکھایا۔

آپ کا دعویٰ مجددیت اور اسکی عام قبولیت

اسی زمانہ میں آپ کو مجددیت کے مقام پر کھڑا کیا گیا۔ اور عین صدی کے سر پر کھڑا کیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صدی سے دس بیس سال ادھر یا ادھر آپ کو کھڑا کیا جاتا کیونکہ راس مائۃ میں اس قدر گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ ایک تو صدی کے سر پر آپ کو مامور کیا گیا اور دوسرے ایسا عظیم الشان کام آپ کر چکے تھے کہ کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کی مجددیت کو تسلیم کیا گیا اس زمانہ میں بھی حق کی حمایت اور اسلام کی خدمت کا بڑا عظیم الشان کام آپ نے کیا۔ اور مخالفین کے حملوں سے اسلام کو بچایا اور اسلام کی صداقت کو واضح کرنے میں پورا زور لگایا۔

دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا انقلاب انگیز واقعہ

اس زمانہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے تاریخ اسلام میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا آپ کا دعوے تھا کہ میں وہ مسیح ہوں وہ مہدی ہوں جس کے آنے کا انتظار مسلمانوں کو لگا ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مہدویت کے دعویدار پہلے بھی ہوتے رہے ہیں، مگر نزول ابن مریم کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونا اس کا دعوے ...... پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے ہی کیا۔ یوں اپنے آپ کو کسی نے مسیح کہدیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔

دعویٰ مسیحیت انسانی اختیار کی بات نہیں

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جس طرح مہدویت کے دعویدار ہوتے رہے۔ حضرت مرزا صاحب نے مسیحیت کا بھی دعوے کر دیا۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کے ساتھ ایسے واقعات لگے ہوئے ہیں جو تمام کے تمام یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک انسان کے اختیار کی بات نہیں بلکہ یہ وہ علم تھا جو خدا کی طرف سے آپ کو دیا گیا۔ اور اس نے پیشگوئیوں کے تمام پہلوؤں کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔

دعویٰ مسیحیت میں سب سے بڑی روک حیات مسیح

مسیحیت کے دعوے کے لئے سب سے بڑی روک یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس جسد عنصری

کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے۔

دوسری بڑی روک:۔ مہدی اور تلوار

مگر یہ صرف اکیلی روک نہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کر دینے سے آپ کا رستہ صاف ہو جاتا ہے بلکہ دوسرے درجہ پر یہ روک بھی آپ کے رستہ میں تھی کہ مسیح کے نام کے ساتھ اسلام کا غلبہ وابستہ تھا اور ایک دوسرے وجود مہدی کا آنا بھی اس کے ساتھ شامل تھا اور یہ خیال عام طور پر پایا جاتا تھا کہ مہدی کے آنے پر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا اور کوئی کافر دنیا میں نہ رہے گا اور تلوار کے ساتھ سب کو مسلمان کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔ یہ دوسری روک تھی کہ مسیح اور مہدی کے آنے سے اسلام کا غلبہ ہوگا اور وہ بھی تلوار کے ساتھ جب تک یہ دو باتیں صاف نہ ہوں اس وقت تک آپ کا دعویٰ کون مان سکتا تھا۔

تیسری روک:۔ دجال

تیسری روک جو آپ کے رستہ میں تھی وہ یہ تھی کہ نزول مسیح کے ساتھ بعض ایسی پیشگوئیاں شامل تھیں جن کو پورا کرنا آپ کے بس کی بات نہ تھی، دجال آئے گا جو ایک آنکھ سے کانا اور یک چشم ہوگا، اس کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوگا۔ ایک عجیب الخلقت گدھا اس کے ساتھ ہوگا جو اس کے ماننے والے ہیں ان کو بہشت میں رکھے گا اور جو اس کے کافر ہوں گے ان کو دوزخ میں ڈال دے گا یہ اتنی بڑی روک تھی کہ اس کا اٹھانا بہت ہی مشکل کام تھا۔

چوتھی روک:۔ یاجوج ماجوج

پھر چوتھی بات اس دجال کے ساتھ ایک عجیب مخلوق کا ہونا ہے۔ جو ہیں تو انسان ہی مگر انہیں معمولی انسان نہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی یاجوج ماجوج جن کے متعلق پیشگوئی ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور کسی کو ان سے . . . . لڑنے کی طاقت نہ ہوگی

پانچویں روک:۔ مغرب سے طلوع آفتاب

پھر ایک پانچویں بات یہ تھی کہ مسیح کے زمانہ میں آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ یہ اور بھی زیادہ خطرناک روک تھی . . . . . اگر باقی چیزوں کو انسان منطق سے دلائل سے حل بھی کر لے تو بھی آفتاب کے مغرب سے طلوع کا معاملہ ایسا نہ تھا کہ وہ آسانی سے حل ہو سکتا۔ یہ پانچ باتیں ایسی زبردست رکاوٹیں تھیں کہ کسی کو دعوے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

پہلا انقلاب

وفات مسیح کو منوایا

غور کیجئے وہ عیسیٰ جو تیرہ سو سال سے آسمان پر زندہ چلا آتا تھا اس کو زمین میں مدفون بتانا یہ تو خیر کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان کر سکتا ہے لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہ تھا کہ اس کو دنیا سے منوا لیا جاتا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں قومیں مسیح کو زندہ مانتی چلی آتی تھیں، اس خیال کو سینہ ہو یا غور سے نکال دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ لیکن دیکھئے کہ وہ خیال آپ کے سامنے ہی مسلمانوں میں سے بھی اور عیسائیوں میں سے بھی نکل گیا ہے ترکی زمانہ کو دیکھ لیجئے، اس وقت وفات مسیح کا نام بھی لینا کفر سمجھا جاتا تھا لیکن کتنا عظیم الشان انقلاب حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ آج حضرت عیسیٰ کی زندگی کے خیال کو بھی مٹا دیا ابھی تھوڑے اور زمانہ میں آپ دیکھ لیں گے کہ لوگ تعجب کریں گے اس بات پر کہ مسیح کو زندہ آسمان پر سمجھا جاتا تھا۔

دوسرا بڑا انقلاب

تلوار سے اشاعت کا عقیدہ مٹ گیا

تلوار کے ساتھ غلبہ اسلام دوسری روک تھی آپ کے رستہ میں جو یہاں تک اہمیت حاصل کر چکی تھی کہ فقہا نے بھی اس بات کو ایک نہ ایک رنگ میں تسلیم کر لیا تھا۔ اور قرآن کی اس آیت کے ہوتے ہوئے کہ لا اکراہ فی الدین۔ پھر بھی تلوار سے مسلمان کرنے کا عقیدہ عام طور پر رائج تھا۔ لیکن اس انقلاب کو دیکھئے کہ اس خیال کو بھی کہ تلوار کے ذریعہ دوسروں کو مسلمان کیا جا سکتا ہے یا پہلے مسلمان کیا جاتا رہا اور آئندہ بھی کیا جائے گا اس طرح مٹا دیا کہ اس کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ یہ خیال بھی مٹ گیا کہ اسلام کو گزشتہ زمانہ میں تلوار کے زور سے پھیلایا گیا اور یہ خیال بھی باقی نہ رہا کہ آئندہ کبھی اسلام پھیلانے کے لئے ضرورت پیش آئے گی۔ یہ دوسرا بڑا انقلاب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اسلام اپنی معقولیت اور خوبیوں کی وجہ سے پھیل سکتا ہے تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔

حقیقت دجال کی وضاحت اور اسلامی دنیا کا تسخر

تیسری بات جیسا کہ میں نے کہی دجال کے متعلق عام خیال جو تیرہ سو سال سے حدیثوں کے اندر ایسا لکھا ہوا تھا اس کو کوئی نکال نہیں سکتا تھا، بھلا اتنے بڑے خیال کو مٹانا کتنا بڑا انقلاب ہے۔ اور جب حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو پیش کیا کہ دجال سے مراد یہی عیسائی قومیں ہیں اور اس کا کانا ہونا جسمانی نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دین کی . . . آنکھ بند ہے اور دنیا کی روشن، اور اس کے گدھے سے مراد ریل ہے۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ جب اس خیال کو پیش کیا گیا تو بچہ بچہ اس پر ہنستا تھا اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی تھیں کہ یہ خوب ہے کہ گدھا ریل بن گیا اور بہشت یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ ہو جائے اس کو وہ آرام دیتا ہے اور دوزخ یہ ہے کہ جو مخالف ہو اس کو عذاب دیتا ہے۔

تیسرا انقلاب

حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ حقیقت دجال مان لی گئی

مگر غور کیجئے آج سے پچاس ساٹھ سال پیشتر ۱۸۹۱ء میں جو خیال حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اور اس وقت اس پر تمسخر کیا تھا آج یہ دن ہے کہ سخت سے سخت مخالف بھی اسی خیال کا حامی ہے۔ یہ کس انسان کے بس کی بات تھی کہ دماغوں کو اس طرح بدل دے اور جس چیز پر آج سے پچاس سال پیشتر ہنسی کی جاتی تھی اس کو سب کے سب ماننے لگ جائیں۔

چوتھا انقلاب

یاجوج ماجوج کے متعلق مرزا صاحب کے خیال کا اثر

اسی طرح یاجوج ماجوج کے متعلق آپ نے بتایا کہ یہ یورپین اقوام ہی ہیں۔ لیکن اس وقت کون مانتا تھا۔ مگر آج سب اسی کے قائل ہیں؟ کیا یہ کسی انسان کا کام ہے؟

دماغوں کا بدلنا خدا کا کام ہے

خوب یاد رکھو کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ اس طرح خیال کو بدل دے کبھی کوئی تاریخ نویس ان باتوں پر غور کرے گا تو وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے گا کہ یہ خدائی کام تھا اور ذہنی ناممکن تھا کہ انسان کے دماغ میں یہ بات آ سکے کہ دجال کیا ہے اور یاجوج ماجوج کون ہے۔ اور پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ دوسرے لوگوں کے دماغوں کے اندر بھی وہ بات جاگزین ہو جاتی۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا کام نہ تھا یہ خدائی فعل ہے کہ اس نے وہ بات جو اپنے بندہ کے منہ سے نکلوائی سخت سے سخت مخالفین سے بھی منوالی۔

دجال کی حقیقت بتانے والے شخص کا ذکر حدیثوں میں

عجیب بات ہے کہ دجال کی علامات حدیث میں جہاں بیان ہوئی ہیں، وہیں ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص میری امت میں سے اٹھے گا اور کہے گا ھٰذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر دجال وہی ہوتا جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا، اس کے ساتھ ستر ہاتھ لمبا گدھا اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ اور اس کے ماتھے پر ک، ف، ر لکھا ہوگا تو کون ہے جو اس کو پہچان نہ سکے، پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی شخص لوگوں کو بتائے کہ یہ وہ دجال ہے کہ جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے کیا ہے، یہ کس نے لوگوں کو بتایا؟ سوائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کون ہے جس نے دجال کی حقیقت کو دنیا پر واضح کیا اور ایسا واضح کیا کہ چار و ناچار دنیا کو ماننا پڑا۔

یاجوج ماجوج اور علامہ اقبال

میں کہتا ہوں اول تو یہ خیال ہی انسانی دماغ

میں آنا مشکل تھا کہ دجال سے یہ مراد ہے مگر یہ کس طرح ممکن تھا کہ جس خیال پر آج سے پچاس سال پیشتر لوگ ہنستے تھے اسی کو اُن کے دماغوں میں ایسا راسخ کر دیا جائے کہ اس کے سوائے پہلے خیال کو قابل مضحکہ سمجھنے لگیں، حتیٰ کہ یاجوج ماجوج کے متعلق علامہ اقبال جیسا آدمی بھی پکار اُٹھے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

یہ تمام انقلابات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت کا نتیجہ ہیں

تو یہ چار پرانے خیالات مٹا کر چار نئے خیال پیدا کر دینا۔۔۔۔ اور اس قوت سے پیدا کر دینا کہ بڑے بڑے مخالف اس کو روک نہ سکے بلکہ خود انہیں کے قائل ہو گئے یہ کسی انسان کا کام نہ تھا جس طرح سے تیر کو کمان میں سے جس قدر قوت کے ساتھ پھینکا جائے اسی قدر تیزی سے اور اسی قدر دُور وہ جا کر پڑتا ہے اسی طرح جس قوت کے ساتھ ایک خیال کو پیش کیا جائے اسی قدر وہ مؤثر ہوتا ہے، اور یہ قوت پیدا کرنا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی یہ قوت ملتی ہے۔ دیکھ لو ان چاروں خیالات کا مقابلہ بڑی قوت کے ساتھ علماء نے کیا۔ لیکن آج یہ چاروں خیالات دنیا میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ یہ خدائی اقتدار کا نتیجہ ہے جس نے حضرت مرزا صاحب کا ساتھ دیا

مغرب سے طلوع آفتاب کا حل بھی حضرت مرزا صاحب کو ہی بتایا گیا

میں نے کہا تھا کہ ایک اور پانچویں روک آپ کے رستہ میں بڑی زبردست تھی وہ یہ کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا اس کو حل کرنا بڑا مشکل کام تھا لیکن روشنی کی شعاع پڑنے پر ساری چیزیں اس طرح روشن ہو جاتیں اور ایک دوسرے کی مؤید نظر آتی ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے نے اسی خیال کے مدنظر بات کہی تھی۔ جس انسان کو یہ بتایا گیا کہ دجال عیسائی اقوام ہیں جس کو یہ علم دیا گیا کہ یورپین اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں۔ اسی کو یہ بھی بتایا گیا کہ جس طرح آفتاب اسلام پہلے مشرق میں طلوع ہوا اور اس کی ترقی مشرق میں ہی زیادہ تر ہوتی چلی گئی اسی طرح آخری زمانہ میں مغرب سے آفتاب اسلام طلوع کرے گا اور مغرب کی سرزمین کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر دے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ۔۔۔۔۔۔ گذشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسلام کا قدم مشرق میں ہی زیادہ تر پھیلا باوجودیکہ مغرب میں مسلمانوں کی بادشاہتیں قائم ہوئیں مگر دیکھ لیجئے کہ مغرب سے آفتاب اسلام طلوع نہ ہوا یہ اس آخری زمانہ کیلئے ہی مقدر تھا۔

تبلیغ اسلام کا خیال مسلمانوں میں مٹ چکا تھا

اگر کبھی تاریخ اسلام کو ٹٹولیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اسلام کا خیال آہستہ آہستہ مسلمانوں میں سے مٹتا چلا گیا یہاں تک کہ ہمارے اس زمانہ میں بالکل ہی یہ خیال دماغوں سے نکل چکا ہے۔ اگر مزید ثبوت کی ضرورت ہو تو اسی سے دیکھ لیجئے کہ آج خواہ کتنے بھی دلائل آپ تبلیغ اسلام کی ضرورت کے حق میں دیں اپنا کام اور اس کے عملی نتائج بھی پیش کریں تاہم مسلمانوں کے اندر تبلیغ کا ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس کو دوبارہ زندہ کیا

ایسی حالت میں بڑا مشکل تھا کہ ایک معمولی ولولہ بھی اس کے لئے پیدا کیا جا سکتا۔ مگر وہ شخص جس کو کھڑا کیا گیا اس نے نہ صرف تبلیغ اسلام کے خیال کو دوبارہ قوت دی بلکہ اسے ایک نیا رخ بھی دیا اور ان مغربی ممالک کی طرف اس کا رُخ پھیر دیا، جن کو یہ خیال ہے کہ وہ تبلیغ کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیائے امت میں

اسی لئے میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیائے امت کے اندر اتنا ہی نمایاں ہے جتنا محمد رسول اللہ صلعم کا وجود انبیاء میں روشن اور نمایاں ہے۔

تبلیغ اسلام کا عملی کام

پھر نری یہی بات نہیں کہ تبلیغ کا خیال ہی پیش کر دیا ہو بلکہ عملی رنگ میں بھی اس کو کر دکھایا کہ باوجودیکہ قوم کا ایک بڑا حصہ اس اصل مقصد سے ہٹ بھی چکا ہے وہ کام بفضلہ تعالےٰ جاری ہے۔ اور یورپ میں جگہ جگہ تبلیغ اسلام کے مرکز اور مسجدیں بن گئی ہیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

قادیان کے غلو کا نتیجہ

غور کیجئے کہ کیا نتیجہ ہوا ہے اس غلو کا جو قادیان میں پیدا ہوا۔ جس مقصد کے لئے حضرت مرزا صاحب صاحب کو کھڑا کیا گیا تھا وہ مقصد سامنے نہ رہا۔ اور صرف نبی منوانا باقی رہ گیا۔ اگر مجدد کی حیثیت آپ کو دیں تو بڑا عظیم الشان کام آپ کا نظر آتا ہے کہ مغرب میں اسلام کی تبلیغ کی بنیاد رکھ دی۔ یہ تو حضرت مرزا صاحب کا کارنامہ بحیثیت مجدد ہونے کے ہے۔ کہ مغرب میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ لیکن نبی کی حیثیت اگر آپ کو دیں تو نبی تو اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں (آئینہ کمالات اسلام ص۲۳۹) اسی لئے میں بار بار زور دیتا ہوں کہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آج لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح کلمہ ان کے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے۔ لیکن اس کو صاف طور پر نہیں کہہ سکتے کیونکہ جانتے ہیں کہ لوگ کہہ دیں گے نیا دین بنا دیا۔

حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانیکا نتیجہ

اب غور کر لیجئے یہی کام آج قادیانیوں کے مدنظر رہ گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے وجود کو بحیثیت نبی منوائیں تو ایک قادیان کی توجہ اصل مقصد سے پھر گئی جو اس غلو کا نتیجہ ہے کہ آپ کو مجدد سے نبی بنا دیا اگر مجدد کی حیثیت رکھتے تو آپ کا کام بڑا شاندار نظر آتا لیکن نبی کی حیثیت سے کیا کام ہوا تیرہ سو سال میں مسلمانوں کی جو تعداد چالیس کروڑ تک پہنچ چکی تھی۔ وہ فقط دس لاکھ رہ گئی ۱۹۲۸ء میں بھی جب میاں محمود احمد صاحب ولایت سے آئے تھے تو کہتے تھے کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے۔ آج بھی وہی دس لاکھ کا دعوےٰ ہے۔ یہ نبی بنانے کا نتیجہ ہے۔

جماعت احمدیہ کا شاندار کام اور مسلمانوں کا اعراض

تو باوجودیکہ جماعت کے ایک بڑے حصہ نے اصل مقصد کو چھوڑ دیا ہے تاہم اصل کام کو خدا تعالےٰ نے ضائع نہیں ہونے دیا بلکہ ایک چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے اس کام کو زندہ رکھا اور باوجود جماعت کی قلت کے اس قدر شاندار پیمانہ پر اس کام کو چلایا کہ آج باہر سے آنے والے نہیں پہچان سکتے کہ یہ وہ جماعت ہے جو اس قدر شاندار تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے لیکن مسلمانوں کے سامنے لاکھ دلائل رکھو کوئی حرکت ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور نہیں دیکھتے کہ ایک چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا کام کر لیا ہے تو وہ سب مل کر اگر کریں تو کتنا بڑا کام ہو سکتا ہے وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون جس طرح مسلمانوں کی آنکھیں اس سے بند ہیں اور وہ اس کھلے نشان کو نہیں دیکھتے اسی طرح قادیانیوں کی بھی آنکھیں اس سے بند ہیں۔

اپنی جماعت سے خطاب

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری آنکھیں کھلی ہیں کیا تم بھی خیال کرتے ہو کہ یہ کتنا بڑا کام ہے تعلیم اسلام کو پہنچانا کیا تمہارے دل اس کام کی عظمت کو محسوس کرتے ہیں؟ اگر نہیں محسوس کرتے تو ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

تبلیغ اسلام کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھو

لیکن اگر اس کام کی عظمت تمہارے دلوں میں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کو اپنا لو۔ اس کو اپنا کام بنا لو انسان جس کام کو اپنا سمجھتا ہے اس میں اس کی قوت کم نہیں ہوتی بلکہ ہر حال میں اس کو پورے زور کے ساتھ جاری رکھتا ہے۔ ایک تاجر خواہ کچھ ہو جائے اپنی توجہ کو اپنی تجارت سے ہٹنے نہیں دیتا۔ جو کام انسان کا

(باقی بر صفحہ ۳۱)

الٰہی انتخاب

نبوت کا اختتام اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا اجراء

از فیض منصور صاحب

بانی سلسلہ احمدیہ کو جب اللہ تعالےٰ نے مبعوث فرمایا۔ تو بقول حالی اسلام کے ضعف و زوال کا یہ عالم تھا۔ ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

در چند مصلحین قوم وملت کے دلوں میں وہ سب تدابیر اُبھریں جو کسی گری ہوئی قوم کے اُٹھانے کے لئے ضروری سمجھی گئی ہیں۔ لیکن بحیثیت قوم مسلمان یہی سمجھتے تھے۔ کہ یہ زوال کی رات آفتاب حکومت و دولت کے غروب ہونے سے آئی ہے۔ اور پھر اسی کے طلوع ہونے سے یہ زوال اقبال سے بدل سکتا ہے ازبسکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو ثواب اور اجر بخشنے کی خاطر حفاظت اسلام کی خدمت کا کچھ حصہ ان کے ذمہ بھی لگا رکھا ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت اسکی حفاظت واستحکام کا کام خود اس نے اپنے ہی ذمہ لے رکھا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

پس جب اس نے دیکھا کہ مریض اسلام کا علاج بندوں کے بس سے باہر ہوگیا ہے۔ اور مریض جاں بلب ہو رہا ہے ع

کوئی دم میں دہلت ہے اب گلستاں کی

تو اس نے حسب وعدہ اس کی حفاظت اور احیاء کے لئے اپنا مسیح بھیجا۔ لیکن جیسے کہ ہمیشہ سنت اللہ پہلے سے چلی آرہی ہے کہ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم کہ جب کبھی بھی کوئی بھی مصلح آیا۔ لوگوں نے اسے اپنی خواہشات کے مطابق نہ پایا۔

سو اب بھی خدا تعالےٰ نے جو مسیحا بھیجا۔ اس کی شخصیت اور نسخہ علاج بھی لوگوں نے اپنی پسند کے مطابق قرار نہ دیا۔ بہرحال جس تقدیر اور ارادہ الٰہی نے اسے کھڑا کیا۔ اس کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اعلان کیا۔ کہ میرے آنے پر اسلام کا نہ صرف یہ کہ احیاء ہوگا بلکہ تمام ادیان پر اس کا غلبہ ہوگا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اور مرض کی تشخیص کے متعلق کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم سے مجھ پر منکشف فرمایا ہے کہ اسلام کی موجودہ مصیبت اور مغلوبیت کا باعث یہ ہے۔ کہ مسلمان ختم نبوت کے متعلق صحیح عقیدہ سے ہٹ چکے ہیں۔ اور اس عقیدہ کے خط صحت سے ہٹ جانے کی وجہ سے حصار اسلام میں دو شگاف پڑ گئے۔ جن میں سے گذر کر دو مخالف طاقتیں اسلام پر حملہ آور ہوئیں۔ ان میں سے ایک شگاف تو یوں ایک مخالف طاقت کو مل گیا۔ کہ مسلمان باوجود اس سچائی پر محکم ایمان رکھنے کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ انبیاء کے آخری نبی ہیں۔ اور قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔ اس عقیدہ کو بھی اختیار کئے ہوئے ہیں کہ خاتم الانبیاء کے بعد بھی کسی زمانے میں ایک نبی اور رسول یعنی حضرت عیسیٰ نبی اللہ دنیا میں آئیں گے اس غلط عقیدہ سے عیسائیت کو حضرت مسیح ابن مریم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت کرنے کا اختیار مل گیا۔ اور اس شگاف سے عیسائیت اسلام پر حملہ آور ہوگئی۔ پس ختم نبوت کے بارہ میں مسلمانوں کی اس غلطی کے متعلق خدا کے فرستادہ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر فرمایا:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی کو چاہتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے۔ تو آپؐ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہوسکتا ہے ...... قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے، اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے۔ کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہوچکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کو جاری کر دیا جائے"

(ایام الصلح)

اسلام کی انتہائی مغلوبیت کے وقت خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مسیحا کے آنے اور آکر یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ خاتم الانبیاء کے بعد کیا نیا اور کیا پرانا کسی بھی نبی کا آنا بالکل ممتنع ہے حالات نے جو پلٹا کھایا۔ وہ کوئی نظری امر نہیں کہ کلام کے زور سے اسے ظاہر کیا جائے نہ ہی کوئی کوئی صدیوں پیشتر کے کسی مجادلہ کا قصہ ہے کہ وقائع نگاروں کے بیانات پڑھے جائیں۔ بلکہ ہمارے ہی عہد اور ہماری ہی حین حیات کی بات ہے کہ عیسائی مناد بلا محاسبہ مسلمانوں کے گھروں آداخل ہوتے تھے۔ اور مسلمان اُن سے لاجواب ہونے کے ڈر سے چھپتے پھرتے تھے۔ لیکن آج مسیح محمدی کے جواب سے عیسائیت کی پسپائی کا یہ عالم ہے کہ ھل تحس منھم من احد او تسمع لھم رکزا۔

مسیح محمدی کی فتح یہاں تک ہی پہنچکر نہ رک گئی۔ آپ کے عسکریوں نے عیسائی حملہ آوروں کا تعاقب کیا۔ ان کے مواطن اور قلعوں پر یلغار کی۔ وہاں مساجد تعمیر کر دیں، اذانیں بلند کیں، اور کل کے اُن اسلام پر حملہ آوروں میں سے بہتوں کو کلمۂ شہادت پڑھا دیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نائب کے ذریعہ جو دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوچکا ہے اس کی کیفیت احمدی مشنوں کی کارگذاری اور احمدیہ لٹریچر سے پیدا شدہ انقلاب کی رپورٹوں سے ظاہر وباہر ہے۔

ختم نبوت کے متعلق جہاں مسلمانوں نے یہ غلطی کھائی ہے۔ کہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے بکلی بند کیا تھا۔ اسے بالکل بند نہ سمجھا۔ یعنی خاتم الانبیاء کے بعد بھی ایک نبی اللہ آنے کو روا قرار دے لیا وہاں ختم نبوت ہی کے متعلق دوسری غلطی یہ کھائی گئی۔ جس چیز کو ختم نبوت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے بند نہیں کیا تھا۔ اسے انہوں نے بند قرار دے دیا۔ یعنی انہوں نے سمجھا کہ ختم نبوت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ حالانکہ ؎

فرق است میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب مے بینم

جس چیز پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگائی وہ وحی نبوت تھی نہ کہ اپنی صفت تکلم پر مہر۔ حق یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے بڑھ کر فیضان وحی سے مشرف فرمایا۔ سو آپ کے ورثہ کے طور پر آپ کی امت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی امتوں سے بڑھکر شرف مکالمہ مخاطبہ کا انعام مقرر فرمایا۔ پس مسلمانوں کے ختم نبوت کے متعلق دوسرے غلط عقیدہ نے فلسفہ جدیدہ کے لئے اسلام پر حملہ آور ہونے کے لئے شگاف پیدا کر دیا۔ اور جہاں پہلے غلط عقیدے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آپؐ کی افضلیت پر زد پڑی۔ یہ دوسرا غلط عقیدہ خود ذات باری تعالےٰ پر زد پڑنے کا باعث بن گیا۔ اور فلسفہ کی طرف سے یہ کہا گیا۔ کہ اسلام کی باقی تعلیم کی افضلیت کے متعلق تو بعد میں غور ہوگا پہلے یہ تو بتلایا جائے۔ کہ خود باری تعالیٰ کا بھی کوئی وجود ہے یا نہیں۔ پس اس وسوسے کے سامنے

(باقی پر صفحہ ۳۸)

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

لا تبقی لک من المخزیات شیئاً (الہام مسیح موعود)

سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کے چار دور

از قلم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ گجرات

احمدیہ تحریک اپنی صدی کے آخری ربع میں داخل ہو رہی ہے۔ خود بانی تحریک کے زمانے میں مختلف مذاہب کے پیرؤوں نے شدید مخالفت کے خوفناک طوفان اٹھائے۔ آریوں کی سترانیاں اور دلآزاریاں ابھی تک ہمارے سینوں میں خلش پیدا کر رہی ہیں۔ عیسائیوں کی آتشباریاں اور ایذارسانیاں بھی ابھی تک ہمیں نہیں بھولیں۔ سکھوں کی بیہودہ گوئیاں اور افتراء پردازیاں بھی ہمیں اب تک یاد ہیں۔ برہمو سماج کی طعن و تشنیع اور ذاتی حملے بھی ہمیں فراموش نہیں ہوئے، حضرات علماء کی بہتان طرازیاں اور کذب بیانیاں اب تک احمدیہ لٹریچر میں بطور یادگار موجود ہیں۔ اور یہ حقیقت بھی سب کو مسلم ہے۔ کہ ان تمام دشمنانِ حق کے مقابل صرف حضرت مرزا صاحب کا واحد قلم پچیس سال تک نہ صرف مدافعت کرتا رہا بلکہ مخالفوں کے باطل عقائد کے بخیئے بھی ادھیڑتا رہا۔ حضرت صاحب کی وفات کے ساتھ یہ مخالفت کا دور ختم ہو گیا۔ چونکہ حضرت صاحب کی لڑائی دنیا کے تمام مذاہب سے تھی اور ان کا مقصد تمام ادیانِ باطلہ پر اسلام کا غلبہ دکھانا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتب میں اسلام کی تقویت اور غیر مذاہب کی تردید میں ایسا مواد جمع کر دیا کہ بالآخر اشاعت اسلام کے لئے راستہ صاف ہو گیا اور مسلموں اور غیر مسلموں کو اسلام کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ آریوں کا زور ٹوٹ گیا عیسائیت احمدیت کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ مسلمانوں کا ملحد طبقہ اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ البتہ مسلمانوں کے واعظین اور علماء جنگ و جدال میں بدستور مصروف رہے، تاہم حضرت صاحب کی مخالفت کا کوئی پائیدار نشان اب موجود نہیں ان کے ہمعصر مخالفین خائب و خاسر ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور جو کچھ باقی رہ گئے وہ بھی آخر بے نام و نشان ہو کر دنیا سے کوچ کر گئے۔

مخالفت کا دوسرا دور

تحریک احمدیت کے بنیادی اصول یہ تھے کہ

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور آنے والا مسیح اس امت کا ایک فرد ہو گا جسے مسیح اسرائیلی سے مماثلت ہو گی۔

(۲) دجال سے مراد عیسائیوں کے پادری ہیں جو اسلام کے مقابلہ پر دجل سے کام لیں گے۔

۳- یاجوج ماجوج یورپ کی دو قومیں ہیں جو آپس میں جنگ و جدال کریں گی، اور وہ ہیں انگریز اور روسی۔

۴- آثار قیامت کے متعلق احادیث میں جو کچھ لکھا ہے اس کا بیشتر حصہ تاویل طلب ہے۔

۵- تمام دنیا پر اسلام کا غلبہ ہوگا اور وہ تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ دلائل سے ہو گا۔ اور یہ کام اس صدی کے مجدد کے ذریعے ہوگا جو مسیح موعود کہلائے گا اور مہدی مسعود بھی اس کا لقب ہو گا

بالمقابل علماء کو یہ اصرار تھا کہ احادیث میں بیان کردہ پیشگوئیاں لفظ بہ لفظ پوری ہوں گی۔ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے۔ اور وہ خود بذاتہٖ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دشمنانِ اسلام کی گردنیں تلوار سے کاٹ کر رکھ دیں گے۔ دجال ایک عجیب الخلقت مخلوق ہے جس کی سواری ایک گدھا ہوگا جس کے دو کانوں کی لمبائی مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوگی۔ جوں جوں مولویوں کی طرف سے مخالفت بڑھتی گئی اور لفظ پرستی پر مصر رہے ملک کا باشعور طبقہ ان سے متنفر ہوتا گیا۔ مخالفت کا یہ دور ۱۹۳۳ء تک یعنی حضرت صاحب کی وفات کے بعد پچیس سال تک چلتا رہا۔

مخالفت کا تیسرا دور

۱۹۳۳ء تک بھی مولوی صاحبان کی طرف سے احمدیت کے خلاف بکثرت لٹریچر شائع ہوا جیسا کہ محمد الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" کے صفحہ ۳۵ سے ظاہر ہے۔ برنی صاحب لکھتے ہیں:-

"قادیانی صاحبان کی یہ غیر معمولی یورش اور سرگرمیاں دیکھ کر بالآخر مسلمانوں میں بھی توجہ اور حرکت پیدا ہوئی تحقیق کا شوق پھیلا چنانچہ مذکورۂ بالا رسالہ کے جواب میں ختم نبوت کے مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی رسالے نکلنے شروع ہوئے۔ ایک رسالہ "ثبوت ختم نبوت" کے عنوان سے من جانب مجلس الموتلفین سید ابوالحسنات مولوی شجاع الدین علی صاحب صوفی قادری نے شائع کیا۔ دوسرا رسالہ "قادیانی جماعت کے شائع کردہ ٹریکٹ کا مدلل جواب" قاری محمد تاج الدین صاحب قادری نے شائع کیا۔ ان دونوں سے بڑھ کر مفصل جواب "ہدیۃ الرشید للغوی المرید" کے عنوان سے سید محمد حبیب اللہ صاحب قادری (عرف رشید پادشاہ) نے شائع کیا۔ علیٰ ہذا ایک رسالہ "تکذیب مرزا صاحب بزبان مرزا صاحب" ان کے بھائی سید ولی اللہ صاحب (عرف حبیب بادشاہ) نے شائع کیا۔ ختم نبوت کے اثبات میں ایک رسالہ مولوی سید درویش محی الدین صاحب قادری نے بھی شائع کیا لیکن اس سلسلے میں سب سے مدلل اور جامع رسالہ "آواز حق" نکلا جو مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا علمی کرشمہ ہے اور جو مولوی فخر الدین رازی صاحب کی سعی سے حیدر آباد میں شائع ہوا۔

رسالوں کے علاوہ کچھ دو ورقے بھی نکلے۔ مثلاً "ختم نبوت کے متعلق سکرٹری صاحب جماعت احمدیہ کا صریح مغالطہ"۔ اس عنوان سے عزیزم الحاج میاں سید محمود موسوی القادری سلمہ نے ایک دو ورقہ شائع کیا۔ علیٰ ہذا "قادیانی جماعت کی دعوت قادیانیت پر ہمارے استفسارات" اس عنوان سے ایک دو ورقہ قاری محمد تاج الدین صاحب قادری نے شائع کیا۔ "مرزائیوں کے عقائد" اس عنوان سے بھی ایک دو ورقہ با جازت حضرت مولانا مولوی محمد عبد العزیز صاحب صدیقی القادری مسلمانان حیدر آباد کی طرف سے شائع ہوا اور بہت مقبول ہوا۔ اس کے سوا اخبار اور رسالوں میں بھی مضامین نکلے۔ چنانچہ "خاتم النبیین" کے عنوان سے الحاج ابوالحسن محمد خیر اللہ صاحب سنوسی القادری نے "ختم نبوت" کے عنوان سے مولانا عیسیٰ شاہ صاحب نظامی نے اور "خاتم الانبیاء" کے عنوان سے قاری محمد تاج الدین صاحب قادری نے مقامی اخبار رہبر دکن اور رسالہ تحلیق میں سلسلہ وار مضامین شائع کئے۔ جلسوں اور صحبتوں میں بھی تذکرے پھیل گئے۔ غرضکہ خدا کے فضل سے بیداری پیدا ہو گئی۔ اور غفلت میں جو نقصان پہنچ رہا تھا۔ اس کا اندیشہ آئندہ کے واسطے دفع ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ"

۱۹۳۳ء تک یہ حالت تھی کہ مخالفت نے اچانک اپنا کانٹا بدل دیا۔ اور مولویوں کے بجائے پروفیسر صاحبان۔ سیاستدان اور فلسفی گویا اہلِ علم کا جدید طبقہ

مخالفت پر اترا - اور انہوں نے احادیث کی بیان کردہ پیشگوئیوں کو یکسر چھوڑ دیا - اور اس کے بجائے مرزا صاحب کی عبارات کو قطع برید کر کے اس رنگ میں پیش کیا جس سے استہزا کا پہلو نمایاں ہو - یٰحسرۃ علی العباد ماتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون -

اخبار "صدق" لکھنؤ مورخہ ۱۲ ماہ جون ۱۹۳۶ء نے حسب ذیل الفاظ میں الیاس برنی کو خراج تحسین پیش کیا:-

" قادیانیت کی تردید میں اب تک علمائے اسلام نے دفتر کے دفتر تیار کر دیئے ہیں۔ لیکن عموماً وہ تحریریں مولویوں کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں۔ جو انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کی ذہنیت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں - اور اس لئے اپنے مقصد میں بھی زیادہ موثر نہیں ثابت ہوتی ہیں حال میں سر اقبال اور سر مرزا ظفر علی وغیرہم کی تحریروں کے باعث بحث کا رخ بدلا ہے اور اب ہمارا جدید طبقہ بھی ادھر متوجہ ہو چکا ہے پروفیسر الیاس برنی صاحب اس سلسلے میں السابقون الاولون میں شامل ہونے کا شرف رکھتے ہیں - اور وہ ترتیب زمانی میں سر اقبال وغیرہ سے بھی اس باب میں متقدم ہیں"

مخالفت کے اس دور میں ہمیں یہ نظر آتا ہے - کہ جدید طبقہ سابقہ علماء کے طرز مخالفت کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ علماء تحریک احمدیت کی معقولیت اور استدلال کا جواب دینے سے قاصر رہے ہیں، اس زمانہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے سیاست میں قدم رکھا تھا اور کشمیر کمیٹی کی صدارت پر متمکن ہوئے تھے - جہاں پہلے سر محمد اقبال کام کر رہے تھے اسی زمانے میں مولوی ظفر علی نے احمدیت کے خلاف پرزم ہنگامہ برپا کیا - اور عوام کو احمدیوں کے خلاف بھڑکایا - مولانا سید حبیب مدیر "سیاست" مولوی ظفر علی کے اس ہنگامے کو پسند نہ کرتے تھے - مولوی ظفر علی نے ان کے خلاف بھی بڑا زبردست پراپیگنڈا کیا بلکہ مشہور کیا کہ مولانا سید حبیب قادیانی ہو گئے ہیں اس پر مولانا سید حبیب کو اپنا دامن پاک کرنے کے لئے ایک کتاب تحریک قادیان لکھنی پڑی - چنانچہ اس کتاب کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

" لہذا یہ (اخبار سیاست - ناقل) فرقہ وار جھگڑوں میں بادل ناخواستہ کم سے کم دخل دے کر جلد سے جلد ان سے اجتناب کرتا ہے - اور دشمنان دین کے مقابلہ میں شیعہ سنی وغیرہ کی تفریق کو معیوب و مفاد ملت کے منافی سمجھ کر اس سے تغافل روا رکھتا ہے - یہی وجہ ہے کہ تحریک کشمیر کے وقت سیاست نے امیر جماعت احمدیہ قادیان کی ان تجاویز کو جو یقیناً نتائج کے لحاظ سے مفید ثابت ہوئیں - لبیک کہا - اور ان کے ساتھ تعاون کیا - سیاست ان کی خدمات کشمیر کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کی محنت و عرق ریزی کا شکریہ ادا کرتا ہے - مولوی ظفر علی صاحب نے حال ہی میں تحریک قادیان کے خلاف جو ہنگامہ برپا کیا ہے - سیاست اس سے علیحدہ رہا - اس لئے کہ سیاست مولوی صاحب کے اس فعل کو خلوص نیت پر مبنی نہیں سمجھتا - اور نہ موجودہ زمانہ کو ایسی ہنگامہ خیزی کے لئے مفید جانتا ہے - تاہم ارادہ یہ تھا - کہ جوں ہی مولوی ظفر علی صاحب کا پیدا کردہ ہنگامہ فرو ہو جائے - تحریک قادیان کے متعلق گالی گلوچ سے بالکل مبرا چند ایسے مضامین سپرد قلم کئے جائیں - جو کسی اصول پر مبنی ہوں"

تحریک قادیان" مولفہ مولانا سید حبیب کے صفحہ ۲ پر مولانا رشید صحرائی مدیر اخبار کشمیری لاہور کے حسب ذیل الفاظ الفاظ قابل غور ہیں:-

"اس مقصد (استیصال تحریک قادیان - ناقل) کے لئے فوری و عارضی استقصائے جوش میں اکثر اصحاب نے ہنگامہ آرائی کی - پرجوش جلسے کئے - ولولہ انگیز و محشر خیز تقاریر کیں - مگر یہ فرہادی "تیشہ" قادیانی "سنگ گراں" کو نہ کاٹ سکا - اور اس تحریک کی فنا میں التوا پیدا ہو گیا - آخر ملک کے مشہور صحیفہ نگار مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک "روزنامہ سیاست" بہمہ فراست کمر ہمت باندھ کر اور جرأت و بسالت جلو میں لے کر میدان مجادلہ میں مردانہ وار اترے اور تاویلات باطلہ کو بیک ضربت استدلال و استشہاد فنا کر کے رکھ دیا -"

اس دور کی دو خصوصیات بڑی نمایاں نظر آتی ہیں - ایک تو یہ کہ مخالفین دور اول کی پرزور تنقیص کی جانے لگی اور طبقہ جدید کی مخالفت کو سراہا جا رہا ہے اور یہ بھی عام احساس پیدا ہو رہا ہے کہ اب مخالفت زیادہ ہوشیار اور باشعور طبقہ کے ہاتھ میں آ گئی ہے اور اب تحریک کا زندہ رہنا دشوار ہو جائے گا - مولانا عبد الماجد ایسے ثقہ آدمی کو بھی ۱۹۳۵ء میں یہ لکھنا پڑا - (ملاحظہ ہو "قادیانی مذہب" صفحہ ۷)

" دیکھا یک قدرت کی طرف سے یہ عجیب معاملہ ہو رہا ہے کہ قادیانی بحث مباحثہ جسے اب تک خالص دیوبند و فرنگی محل - بریلی اور سہارن پور کے جبہ و دستار والے مولویوں کا ایک مذہبی مشغلہ سمجھا جا رہا تھا، جدید تعلیم یافتہ گروہ کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئی ہیں - ایک طرف جماعت احرار جس میں تعلیم یافتوں کی ایک معقول تعداد شریک ہے - وہ اس تحریک کے استیصال کے لئے آستین چڑھا چکی ہے - تو دوسری طرف مولوی ظفر علی خان کا شدید خامہ ان کے تعاقب میں سرپٹ چھوٹا ہوا ہے - اور حال میں علامہ سر محمد اقبال ادام اللہ فضلہ وطول اللہ عمرہ کے اس ولولہ انگیز و حقیقت خیز مقالے نے ہمالیہ سے راس کماری تک ہلچل ڈال دی ہے - جس میں انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے فلسفیانہ پہلو کو قدرتی قانون پر منطبق کر کے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا عظیم شرف حاصل کیا ہے متع اللہ المسلمین بطول بقائہ -

لیکن جدید طبقہ کی تمام کاوشوں میں سب سے زیادہ منظم - باضابطہ متین و سنجیدہ مشکل ہی وہ عظیم و خطیر کارنامہ ہے جس کے لئے قدرت کے ہاتھوں نے مسلم یونیورسٹی کے ایک ہونہار سپوت عثمانیہ یونیورسٹی کے جلیل القدر استاد - پروفیسر الیاس برنی - ایم اے - ایل - ایل - بی - ناظم دار الترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی کو منتخب کیا"

یہ وہی مولانا عبد الماجد دریابادی ہیں جو اب تمام علماء کے محض اس لئے زیر عتاب آ رہے ہیں کہ وہ ہنگامہ ۱۹۵۳ء میں علمائے پاکستان کے ہم نوا نہیں رہے اور ان کے اس مطالبہ کو کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دینا چاہیئے ایک غیر اسلامی اور غیر معقول مطالبہ دیتے رہے ہیں اور جو حال ہی میں .... ایک جید عالم کا ایک زبردست مقالہ "مسلم کی تعریف" پر شائع کر چکے ہیں اور جس کی رُو سے احمدی مسلمان قرار دیئے جا سکتے ہیں اور جس مقالہ میں وہ تمام علماء کو جو تحقیقاتی عدالت میں مسلم کی صحیح تعریف نہ کر سکنے کی وجہ سے فاضل اراکین کمیشن کی نکتہ چینی کا شکار ہو چکے ہیں تلقین کرتے ہیں کہ وہ اصولوں کو مدنظر رکھیں اور قرآن کے رُو سے جسے مسلمان قرار دیا جانا چاہیئے مسلمان سمجھیں اور اپنی من مانی تاویلات اور مہاوس کی پیروی کر کے خواہ مخواہ کلمہ گوؤں کی تکفیر نہ کریں - جس طرح اس دور کے معصروں نے مولانا سید حبیب و الیاس برنی کو زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے اسی طرح علامہ اقبال کے مداحوں نے علامہ کے مضمون کو جو انہوں

نے ۱۹۳۵ء میں احمدیوں کے خلاف لکھا۔ احمدیت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دینے والا مضمون سمجھا اور اب تک سمجھ رہے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں ناظم طلوع اسلام کراچی نے رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق جون ۱۹۵۶ء میں "احمدیت اور اسلام از حضرت علامہ اقبال و ختم نبوت از جناب پرویز صاحب" ایک پمفلٹ شائع کیا۔ اس کے "پیش نظر" میں بھی حضرت مولوی صاحبان ایسے پرانے خیال کے لوگوں اور علامہ اقبال ایسے روشن خیال مفکر کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں اظہار خیال کیا:۔

"مولوی صاحبان پچاس برس تک مرزائیوں سے مناظرات کرتے رہے۔ لیکن نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ نکلا "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" حقیقت یہ ہے کہ اس روگ کا مداوا نہ مولوی صاحبان کے بس کی بات ہی نہ تھی۔ آنے والے کے عقیدہ کی ذمہ دار خود ہماری کتب روایات ہیں اور یہ لوگ ان روایات کو دین تسلیم کریں وہ اس سیلاب کو کس طرح روک سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ کتب روایات میں ہر عقیدے کے موافق و مخالف احادیث مل جاتی ہیں۔ اس لئے روایات کے رد سے کسی متنازعہ فیہ مسئلہ کا تصفیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ قریب چالیس پچاس برس سے یہی ہوتا چلا آرہا تھا کہ علامہ اقبال نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ کرتے ہوئے قرآن کی ضرب کلیمی کا ایک بھرپور وار کیا اور صرف ایک بیان سے مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر کر رکھدیں"

باایں ہمہ پورے ۱۷ سال بعد خود پرویز صاحب کو فسادات پنجاب سے قبل دوسروں کے دیکھا دیکھی اس کاغذی قلعہ کی بکھری ہوئی دھجیاں اتنی خطرناک معلوم دینے لگیں اور انہیں خود میدان میں کودنا پڑا۔ اور ناظم صاحب ادارہ طلوع اسلام کو مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ الفاظ درج کرنے پڑے:۔

"علامہ اقبال کا بیان (ان کے اسلوب کے مطابق) اصولی ارشادات پر مشتمل تھا ان قرآنی ارشادات کی تفصیل مفسر قرآن اور ترجمان اقبال جناب پرویز کے حصہ میں آئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بصیرت افروز تصنیف "معراج انسانیت" کے آخری باب میں "ختم نبوت" کے عنوان سے ایک ایسا جامع مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے جو اس موضوع پر فی الحقیقت حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔"

اور اس پیش نظر میں ناظم صاحب کا ارشاد ہے کہ:۔

"ہمارے مولوی صاحبان جس مسئلہ کو پچاس برس تک روایات کی رو سے حل نہ کر سکے وہ خالص قرآن کی روشنی میں کس طرح چند منٹوں میں حل ہو جاتا ہے"

مگر یہ کیا ستم ہے کہ جو مسئلہ علامہ کے ایک بھرپور وار سے ختم کیا جا سکتا تھا اس کے لئے خود علامہ پچاس برس تک انتظار کرتے رہے اور اپنی آنکھوں کے سامنے "جسد ملت کو فتنہ قادیان سے مسموم ہوتا دیکھتے رہے" اور خود پرویز صاحب جس فتنہ کو چند منٹوں میں حل کر سکتے تھے اور آخر میں حل کرتے ہیں بزعم خود کامیاب بھی ہو گئے پورے پچاس برس تک اس کو تمام دنیا میں پھیلنے پھولنے کا موقعہ دیتے رہے۔ حقیقت میں یہ سب بے جا تعلیاں اور طفل تسلیاں ہیں۔ تحریک احمدیت اب بھی ایک زندہ اور تابندہ تحریک ہے اور اسے کوئی طاقت نابود نہیں کر سکتی۔ یہ الٰہی تحریک ہے۔ یہ چھا جانے کے لئے معرض وجود میں آئی ہے، مٹ جانے کے لئے نہیں پیدا ہوئی۔

ان تمام دعووں۔ تعلیوں اور لاف زنیوں کے باوجود ۱۹۵۳ء میں ملک میں ایک ایسا منظم اور عالمگیر ہنگامہ برپا کیا گیا اور اس میں تمام علماء قدیم اور تمام طبقہ جدید کے سیاست دان۔ تمام خطیب اور واعظ۔ تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین۔ حکومت کے کارندے۔ عوام کا جم غفیر احمدیت کے خلاف اس طرح اٹھ کھڑا ہوا کہ اس سے قبل چشم فلک نے کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ ان فسادات سے ملک کا امن برباد ہو گیا۔ آتش زدگی اور لوٹ مار، قتل و غارت کے ایسے افسوسناک واقعات رونما ہوئے کہ خود حکومت اور ملک کی سالمیت خطرہ میں پڑ گئی۔ ان تمام فسادات میں جماعت اسلامی جو اس زمانہ میں حفاظت دین کی واحد اجارہ دار جماعت ہونے کی دعویدار ہے سخت متہم ہوئی۔ اس کے امیر کو فوج کی عدالت سے موت کی سزا ہوئی اور آخر اس جماعت کے ایک ذمہ دار فرد نے جو جماعت کا نفس ناطقہ ہے، مارچ ۱۹۵۴ء میں چراغ راہ رسالہ کا قادیانی اقلیت نمبر شائع کیا اور اس میں حسب ذیل عبرتناک الفاظ میں اپنے معتقدین مخالفین احمدیت کے متعلق ارشاد ہے۔

"بدقسمتی سے اس مسئلہ کو گذشتہ کئی سال سے ایسے عناصر لے کر اٹھ رہے تھے جو ایک طرف اپنے سیاسی کردار کے لحاظ سے تعلیم یافتہ حلقوں میں وقار نہیں پا سکے۔ پھر ان کی سطح ایسی تھی کہ وہ اس مسئلہ کی توضیح کے لئے ٹھوس استدلال کرنے جیسا کام مجبور ہیں مزید برآں مصیبت یہ تھی کہ انکی زبان اور انداز بیان بسا اوقات رکاکت اور ابتذال۔ تمسخر اور استہزاء کی حد تک کو چھو جانے کی وجہ سے کبھی اپیل نہیں کر سکا"

یہ جدید طبقہ کے مخالف احمدیت عناصر کو خراج تحسین ہے پھر فسادات کی ناکامی کو یوں تسلیم کیا ہے:۔

"جماعت اسلامی ان تمام غیر اسلامی اور غیر آئینی سرگرمیوں سے قطعی طور پر علیحدہ رہی ہے (گو تحقیقاتی عدالت اس نظریہ سے متفق نہیں ہے۔ ناقل) چنانچہ جوشیلے طریق کار کی ناکامی کے بعد اب مسئلہ کو صحیح طریق سے حل کرنے کے لئے یہی ایک طاقت (یعنی جماعت اسلامی ناقل) باقی ہے اور اب کام کرنے کا چانس اس کے لئے ہے"

یعنی ۱۹۵۳ء کے فسادات کے بعد بھی مسئلہ قادیان جوں کا توں ہے اور اب تمام باقی طاقتیں فیل ہو کر رہ گئی ہیں اور صرف جماعت اسلامی اس کو حل کر دے گی۔ آج ۱۹۵۸ء ہے ہمارے سامنے اس جماعت کی کوئی ایسی کاوش موجود نہیں جسے مسئلہ قادیان کا "حل" تصور کیا جا سکے پھر فسادات کی فتنہ خیزیوں پر یوں اظہار خیال ہوا کہ:۔

"اس کے دوران میں آتش زدگی اور لوٹ مار کا وہ ہنگامہ اٹھ پڑا جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ ہر شہر میں بیش بہا رقمیں چندہ کے لئے جمع کی گئی تھیں لیکن رسید پرچے اور حساب کتاب کا سلسلہ ہی سرے سے نہ تھا۔ چنانچہ جس کے ہاتھ جو کچھ آیا۔ غائب ہو گیا۔ آج نہ کوئی حساب مانگنے والا ہے۔ نہ بتانے والا ہے"

اور تحریک میں جن فسادی عناصر سے مخالفین احمدیت نے کام لینا چاہا اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

"تحریک کے مجاہدین جو ہار پہنے نعرے لگاتے۔ جیل جانے کے لئے بے چین نظر آتے تھے۔ وہ جیل پہنچنے کے فوراً بعد ہی گھبرا گھبرا کر دریافت کرتے تھے کہ اب راہ نجات کیا ہے۔ اور یہ راہ نجات .... صرف معافی ناموں کے بل پر کھلتی نظر آتی۔ جو کچھ کوئی لکھواتا لکھ کر پیش کر دیتے ایک طرف گولیاں کھانے کے لئے متحاشت کا اظہار تھا تو دوسری طرف رخساروں سے ڈھلکتے ہوئے آنسو تھے اور لبوں سے اٹھنے والی آہیں تھیں۔ جلوسوں میں ناموس رسول کے پروانے جس شان سے آگے بڑھتے تھے اس کا سارا بھرم جیل کے اندر جا کر کھل جاتا جب ان کے سیرت و کردار

کے گوشے بے نقاب ہونے لگے۔"

یہ مجاہدین تحریک مخالفت احمدیت کو ان کے محرکین کی طرف سے خراج تحسین ہے۔ اور یہ نظارہ بڑا عبرتناک ہے۔

پرویز اور مودودی

پرویز صاحب کا تو یہ کہنا ہے۔ کہ جب تک احادیث اور روایات موجود ہیں۔ احمدیوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا خیال یہ ہے کہ حدیث کا انکار کر دینے سے احمدیت کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ پہلے علماء نے معقولیت، استدلال۔ فہم و ادراک تنقید و تحیص، تاویل و تبیان کو ناجائز قرار دیا تھا۔ پرویزی گروہ نے تمام احادیث اور فرمودات رسول ہی کا انکار کر دیا۔ مگر فسادات کے بعد تحقیقاتی عدالت میں مولانا مودودی نے مسیح کی آمد ثانی کے متعلق ایک زبردست بیان دے کر ان روایات اور احادیث کی اہمیت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:-

"بخلاف اس کے حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے نزول کی خبر دی ہے۔ اس باب میں ۷۰ سے زیادہ حدیثیں تقریباً ۱۴ صحابیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ جن راویوں نے یہ احادیث صحابہ سے سنیں اور پھر بیچ کے جو راوی نہیں کتب احادیث کے مصنفین تک پہنچانے والے ہیں۔ ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ ان میں بکثرت ثقہ لوگ ہیں وہ یمن سے لے کر آذر بائیجان تک اور مصر سے لے کر ماوراء النہر اور سیستان تک مختلف علاقوں کے لوگ ہیں۔ اور بکثرت روایتوں کی سند کتب حدیث کے مصنفین سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بالکل متصل ہے۔ جس میں کوئی کڑی چھوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اتنے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے۔ اس قدر کثیر التعداد انسانوں کے متعلق یہ باور کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ کہ ان سب نے کسی وقت کوئی کانفرنس کر کے باہم یہ قرارداد کر لی ہوگی کہ نزول مسیح کی ایک داستان گھڑ کر خدا کے رسول کی طرف منسوب کرنی ہے اور اگر وہ ایسا کرتے بھی تو ان کی تصنیف کردہ داستانوں میں وہ مطابقت اور مناسبت پیدا ہونی محال تھی۔ جو نزول مسیح کی احادیث میں ہم کو نظر آ رہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان روایتوں کے مضمون میں دو تین فروعی اختلافات کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب روایتیں مل کر ایک مربوط اور مسلسل قصہ بناتی ہیں۔ جس کے تمام اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ ہم نے ضمیمہ ۱ میں ۲۰ معتبر ترین احادیث لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں جو تیرہ صحابیوں سے مروی ہیں۔ ان کو دیکھ کر محترم عدالت خود معلوم کر سکتی ہے۔ کہ ان مختلف صحابیوں کی روایات قصے کے تمام ضروری اجزاء میں بالکل متفق ہیں۔ (صرف ایک معاملہ میں روایت نمبر ۹ نمبر ۲ دوسری روایتوں کے خلاف یہ کہتی ہیں کہ حضرت عیسٰے مسلمانوں کی نماز کے امام ہوں گے ۲ اور روایات نمبر ۲، ۶، ۸، ۱۴، ۱۵، یہ کہتی ہیں کہ امام جماعت مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا۔ اور حضرت عیسٰے اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اسی وجہ سے مفسرین و محدثین نے بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا ہے جو روایات کی اکثریت سے ثابت ہے اس بناء پر یہ بات یقینی ہے، اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی ضرور خبر دی ہے۔ یہ بات خواہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مگر یہ امر واقعہ کہ حضور نے ایسی خبر دی ہے ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت ہے۔ اگر ایسی شہادتوں کو بھی رد کیا جا سکتا ہے تو پھر دنیا کا کوئی تاریخی واقعہ بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پہلی صدی سے آج تک امت کے تمام علماء اور فقہاء اور مفسرین و محدثین کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کی خبر صحیح ہے۔ ضمیمہ ۳-۵ میں اکابر علماء کے اقوال ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں"۔ (ملاحظہ ہو مولانا مودودی کا تحقیقاتی عدالت میں تیسرا بیان۔ ترجمان القرآن بابت ماہ جون ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۲۵-۱۲۶)۔

یہ تھے حالات جب کہ مخالفت نے اپنے چوتھے دور میں قدم رکھا۔

مخالفت کا چوتھا دور

مخالفت اس دور میں داخل ہونے سے پیشتر اپنے تین ادوار گذار چکی تھی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ مولوی صاحبان ہمیشہ حضرت نبی کریم صلعم کے اقوال اور پیشگوئیوں کو نظر احترام سے دیکھتے تھے۔ ان کی غلطی یہ تھی کہ وہ ان پیشگوئیوں کے استعارات اور متشابہات کو محکمات کی روشنی میں نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اور لفظاً لفظاً ان کے پورا ہونے کے متمنی تھے حالانکہ پیشگوئیاں تاویل طلب ہوتی ہیں۔ ان حضرات کو معقولیت اور استدلالات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس لئے وہ اہل شعور طبقہ میں مقبول نہ ہوئے۔ اور مخالفت کے لئے سیاستدانوں کو میدان میں اترنا پڑا۔ ان سیاستدانوں کے پاس دینی علوم کم تھا۔ انہوں نے احمدیت کو شکست دینے کے لئے تاریخ روایات اور احادیث سے انکار کر دیا۔ پرویز صاحب فرماتے ہیں:-

"ہمارے مولوی صاحبان ۵۰ برس سے قادیانیوں کے ساتھ مناظرے مباحثے مجادلے۔ مباہلے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن بھنور میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح معاملہ وہیں کا وہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ مولوی صاحبان خود ایک آسمانی مسیح کے انتظار میں ہیں"

(ملاحظہ ہو صفحہ ۴۶ رسالہ احمدیت اور اسلام ختم نبوت۔ مطبوعہ طلوع اسلام)

اور آگے چل کر اسی صفحہ پر ارشاد ہے:-

"مہدی، مجدد، مسیح موعود کے تصورات غیر قرآنی ہیں"

ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے جمہور اور سواد اعظم کو یہ نظریات قابل قبول نہیں۔ اسی مخالفین نے تحریک احمدیت پر ایک اور گھناؤنا الزام یہ لگایا ہے کہ انگریزی حکومت نے اس تحریک کو جنم دیا ہے۔ سیاست کی سرشت یہ ہے کہ وہ بہتان طرازی اور بازی نوازی کے سہارے جیتی ہے۔ احمدیت سے بھی اس کا یہی سلوک ہے، پرویز صاحب اس فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں ارشاد ہے:-

"ہوا یہ انگریزوں نے جب ہندوستان میں اپنے قدم جمانے شروع کئے تو ان کی نگاہ دوربین نے بھانپ لیا کہ ہرچند مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہو رہا ہے لیکن بایں ہمہ اس راکھ کے نیچے دبی ہوئی ایسی چنگاریاں ہنوز موجود ہیں، جو پھر سے بھڑک اٹھ سکتی ہیں۔ پہلے ان کا خدشہ محض نظری تھا لیکن سید احمد بریلوی کی تحریک جہاد اس خدشہ کو واقعہ کی صورت میں سامنے لے آئی اس تحریک کو کس طرح ختم کیا گیا اور اس کے بعد جن جن افراد کے متعلق دور کا گمان بھی ہو سکتا تھا کہ انہیں اس تحریک سے ہمدردی تھی۔ ان پر کس کس قسم کے ظلم توڑے گئے۔ یہ ایک حدیث سے الم انگیز اور ایک داستان ہے جگر خراش جو الگ فرصت کی محتاج ہے۔ اس تحریک کو تو انگریزوں نے ختم کر دیا لیکن اس خطرے کے امکان کا خیال ان کے دل سے دور نہ ہوا ہنٹر کی مشہور کتاب (Our Indian Musalmans) اور "تحریک وہابیت کی تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ" انگریزوں کے اس خطرہ اور وسوسہ کی غماز ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس خطرہ کا

اصل سبب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جہاد دین کا بڑا فریضہ اور جنت کی کفیل ہے۔ اور اس فریضہ کی تکمیل اس وقت ہوگی جب مہدی آخر الزمان آئیں گے۔ اور پھر ساری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا ... انہوں نے کہا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقاید موجود ہیں۔ انگریزوں کی سلطنت کو بقا حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کا علاج یہ ہے۔ کہ انہیں ایک ایسا مہدی دیا جائے جو جہاد کو حرام قرار دیدے اور انگریزوں کی وفاداری کو عین اسلام ثابت کرے۔ انگریزی استعمار کی یہ ضرورت تھی جسے تحریک قادیان نے پورا کر دیا۔ انگریزی سیاست نے مسلمانوں کی توجہ کو نظری مسائل میں الجھائے رکھنے کے لئے پادریوں کے جھنڈ کے جھنڈ یہاں بھیج رکھے تھے۔ چنانچہ آپ انیسویں صدی کے آخری ربع میں دیکھیں گے تو پوری کی پوری قوم پادریوں کے ساتھ مناظروں میں الجھی ہوئی دکھائی دے گی۔ مرزا غلام احمد صاحب نے سب سے پہلے عیسائیت کی مخالفت کے رنگ میں اپنے آپ کو متعارف کرایا۔ اور جب اس طرح سے مسلمانوں کی توجہات کو اپنی طرف کھینچ لیا تو پھر انہیں آہستہ آہستہ جہاد کی حرمت اور انگریزوں کی وفاداری کی افیون پلانی شروع کی اور اس مقصد کے لئے کہ افیونی اثر کو عقیدت کی گہرائیاں بھی میسر ہو جائیں مجددیت، مہدویت، بروزیت، مسیح موعودیت۔ اور بالآخر نبوت کے جال پھیلائے گئے۔ چنانچہ سادہ لوح مسلمان اس جال میں پھنس گئے اور جو نہ پھنسے ان کی تمام قوتیں اس تحریک کی مخالفت میں ضائع ہو گئیں، یہی انگریز کا مقصود تھا کہ مسلمانوں کو اس طرح الجھایا جائے کہ اس کی توجہ کسی اور طرف پھرنے نہ پائے"

(ٹریکٹ احمدیت اور اسلام و ختم نبوت صفحہ ۳۲ و ۳۴ مطبوعہ طلوع اسلام)

مگر واقعات بتلاتے ہیں کہ اس قدر سحر نگار اہل قلم کے پیدا کئے ہوئے زبردست لٹریچر کے باوجود • مخالفت مطمئن ہوتی نظر نہیں آتی۔ اب مخالفت چوتھے دور میں داخل ہو کر یہ اعلان کرتی ہے کہ احمدیت کے سابقہ مخالفین اپنے مقاصد میں ناکام و نامراد رہے ہیں۔ اس نئی مخالفت کے علمبردار ملک محمد جعفر خاں صاحب ایڈووکیٹ ہیں، جنہوں نے حال ہی میں ایک کتاب "احمدیہ تحریک" تحریر کی ہے جو ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بڑے بلند بانگ دعاوی سے دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ ناشر نے سرورق کتاب کے سرورق پر ان الفاظ میں اس کتاب کا تعارف کرایا ہے:—

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور احمدی تحریک پر گذشتہ تقریباً ستر سال میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ حق میں بھی اور خلاف بھی۔ لیکن یہ تمام تر مناظرانہ رنگ میں ہے۔ جس میں فریق مخالف کو زچ کرنے کی تو بے شک بڑی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن غیر جانبدارانہ طور پر اصل مسئلے تک پہنچنے کو زیادہ ضروری نہیں سمجھا گیا، چنانچہ یہ کتابیں مسئلہ کو اتنا سلجھاتی نہیں جتنا الجھاتی ہیں اور قاری ان کی مدد سے کسی واضح نتیجے پر نہیں پہنچ پاتا۔

یہ پہلی کتاب ہے جس میں احمدی تحریک اور اس کے بانی پر خالص علمی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے اور ان کا منصفانہ تجزیہ کیا گیا ہے"

اس تعارف کو ان الفاظ پر ختم کیا گیا ہے:—

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کی احمدی تحریک جیسے پیچیدہ اور نزاعی موضوع پر ملک صاحب کی یہ تصنیف غیر جانبدارانہ تنقید اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کا شاہکار ہے"

اس شاہکار نے سب سے پہلے اپنے متقدمین کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔ لکھتے ہیں:—

"احمدیت کے مخالفین کی چند مشہور تصانیف پڑھنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو اصحاب اس کام کے لئے سب سے زیادہ اہل تھے انہوں نے اس ضمن میں اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ اکثر کتب معاندانہ جذبے کے ماتحت لکھی گئی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کتاب لکھنے سے پہلے ہی قطعی طور پر فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ احمدیہ جماعت کے افراد کو قائل کرنا ناممکن ہے"

(ملاحظہ ہو کتاب "احمدیہ تحریک" مصنفہ ملک محمد جعفر خاں صفحہ ۵)

اسی طرح صفحہ ۷ پر جعفر صاحب کا قلم یوں حقیقت نگاری کا حق ادا کرتا ہے:—

"اس سلسلے میں سب سے زیادہ مایوسی پروفیسر الیاس برنی صاحب کی کتاب "قادیانی مذہب" کے مطالعہ سے ہوئی۔ واقف لوگوں سے میں نے اس کتاب کی تعریف سنی تھی پھر مصنف کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ مولوی نہیں بلکہ کالج کے پروفیسر ہیں اور وہ بھی اقتصادیات کے۔ اس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ انہوں نے مولویوں کے طرز تحریر سے مختلف انداز اختیار کیا ہوگا اور متنازعہ امور پر مدلل اور سائنٹیفک طریق پر بحث کی ہوگی۔ لیکن کتاب پڑھنے سے یہ خیال غلط نکلا۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور مصنف کی محنت واقعی قابل داد ہے۔ انہوں نے مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کے دیگر زعماء کی تحریروں کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور ہر موضوع پر احمدیوں کی کتب کے اقتباسات پر ہی انحصار کیا ہے۔ کتاب کے محاسن میں سب سے بڑی بات یہ بیان کی گئی ہے، کہ مصنف نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے۔ بے شک یہ دعویٰ درست ہے۔ پروفیسر صاحب نے صرف کہیں کہیں مختصر سی تنقید کی ہے جیسے عام طور پر پرانی کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع کرتے وقت مرتب حضرات حاشیوں پر چند تنقیدی فقرات لکھ دیتے ہیں۔ لیکن مصنف کے یہ چند جملے اور ابواب اور پیروں کے عنوان دل آزادی کے کامیاب نمونے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ کتاب کسی قابل تعریف مقصد کو حاصل نہیں کرتی اور نہ کسی ایسے مقصد کے لئے لکھی گئی معلوم ہوتی ہے چنانچہ کتاب ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ بنیادی متنازعہ امور کی نسبت درست فیصلہ کیا ہے، یا کم از کم اس تک پہنچنے کے لئے صحیح انداز فکر اور طرز استدلال کیا ہے۔ اس کتاب سے تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ختم نبوت حیات و ممات مسیح، ظہور مہدی، نزول مسیح، فتنہ دجال وغیرہ مسائل کے متعلق مصنف کے خیالات کیا ہیں؟ اور شبہ گذرتا ہے کہ اہم معاملات میں مصنف کے اپنے خیالات اور رجحانات اصولی طور پر مرزا صاحب سے مختلف نہیں ہیں۔

اس ضمن میں دوسری کتب کا ذکر میں ضروری خیال نہیں کرتا۔ ان کا درجہ بہرحال برنی صاحب کی کتاب سے کم ہی ہے۔ عام مولویوں کو جانتے ہوئے مجھے ان کی کتابوں کی نسبت کوئی اچھی توقعات نہیں ہیں"

ملک محمد جعفر خاں صاحب غلام احمد پرویز صاحب کو مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اظہار خیال پر ضرور خراج تحسین ادا

کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ اعلان بھی کئے دیتے ہیں :۔

"لیکن مجھے افسوس ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں آخری نتائج پر میں اپنے آپ کو پرویز صاحب سے متفق نہیں پاتا"

(ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵ کتاب مذکور)

ملک محمد جعفر صاحب یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ احمدیہ تحریک انگریزوں کی سرپرستی میں منازل ترقی طے کرتی رہی ان کا ارشاد ہے :۔

"لیکن حکومت کا یہ نظریہ اس کی انتشار پسندی کی عمومی پالیسی کا ایک حصہ تھا۔ اس عمومی پالیسی سے علیحدہ احمدیہ تحریک کی بالخصوص سرپرستی سے انگریزوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا"

(صفحہ ۲۴۱ کتاب مذکور)

آگے چل کر صفحہ ۲۴۲ پر وہ لکھتے ہیں :۔

"غلو اور عدم اعتدال کی راہ اختیار نہ کرنی چاہیئے اگر ہم یہ طریق اختیار کریں تو معلوم ہو گا کہ جماعت احمدیہ کی سرتاسر ترقی میں انگریزی حکومت کی سرپرستی کو بہت کم دخل ہے۔ مرزا صاحب اپنے معتقدین کو ایک منظم اور رو بہ ترقی جماعت کی صورت میں قائم کر چکے تھے۔ مرزا صاحب سنہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تھے اس وقت تک ہندوستان میں تحریک آزادی نے صحیح معنوں میں جنم ہی نہ لیا تھا۔ اور انگریزوں کو اپنی رعایا میں وفا پیشہ افراد اور جماعتوں کی خاص طور سے حاجت پیدا نہ ہوئی تھی، مرزا صاحب کے زمانے میں اُن کے مشہور معتقد مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی - پیر مہر علی شاہ صاحب۔ مولوی ثناء اللہ صاحب۔ سر سید احمد خاں وغیرہ سب انگریزوں کے ایسے وفادار تھے جیسے مرزا صاحب - یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے رد میں لکھا گیا۔ اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضا مند رہنے کی تلقین کی ہے"

ملک محمد جعفر خاں صاحب نے اپنی اس مایۂ ناز کتاب میں دو شخصیتوں کی خاص طور پر مدح سرائی کی ہے - وہ ہیں علامہ سر محمد اقبال اور غلام احمد پرویز - ملک صاحب کو یہ تسلیم ہے کہ احمدیت کی بحث میں سب سے اہم مسئلہ ختم نبوت ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ احمدیت نے دنیا کو یہ بتایا کہ بلاشبہ نبوت ختم ہو گئی لیکن خدا کا انسان سے تعلق منقطع نہیں ہوا - جس طرح سابقہ امم میں غیر انبیاء پر وحی ہوتی تھی - اس امت میں بھی جاری ہے۔ مسیح کے حواریوں کو بذریعہ وحی تلقین کی گئی کہ وہ مسیح پر ایمان لائیں، اُم عیسیٰ اور اُم موسیٰ پر بھی وحی نازل ہوئی حالانکہ وہ نبی نہ تھیں یہی

ایک مضمون ایسا ہے جسے احمدیت کو سمجھنے کے لئے ضرور زیر بحث آنا چاہیئے پرویز صاحب نے بھی اس پر خامہ فرسائی فرمائی ہے اور اس بیان کو نیا انداز ہے، اور علامہ اقبال نے بھی اس پر اظہار خیال فرمایا ہے - جو بالکل نیا اور اچھوتا ہے - ملک جعفر خاں صاحب کا کہنا یہ ہے کہ اگر پرویز صاحب کے نظریہ ختم نبوت کو تسلیم کر لیا جائے تو قادیانیوں کا اجرائے نبوت کا عقیدہ ثابت ہو جاتا ہے، بالفاظ دیگر پرویز قادیانیت کے رد میں بالکل ناکام و نامراد رہے ہیں - ملک صاحب کے اس انکشاف سے قادیانیوں سے زیادہ پرویزی حلقوں میں کھلبلی مچنی چاہیئے - ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ ملک صاحب کے الفاظ میں اس حقیقت کو ظاہر کر دیتے ہیں، فرماتے ہیں :۔

"پرویز صاحب کا نظریہ نہ صرف علامہ اقبال کے عقیدہ کی غلط توجیہ ہے بلکہ اس سے انسان اپنے فکر و عمل میں آزاد ہونے کے بجائے پہلے سے زیادہ سخت پابندیوں میں جکڑا جاتا ہے - لہٰذا مسٹر پرویز صاحب پیشوائیت کے خلاف ہیں - لیکن حقیقتاً اُن کی تعلیم ایک جدید اور نہایت سخت گیر پیشوائیت کی بنیاد ہے - پرویز صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے بعد ہماری احتیاج فقط یہ ہے کہ شاہراہ زندگی میں جہاں جہاں دوراہیں نظر آئیں وہاں نشان راہ (Sign Posts) نصب ہوں جن پر واضح اور بین الفاظ میں لکھا ہو کہ "یہ راستہ کدھر جاتا ہے اور دوسرا راستہ کس طرف - اب صورت یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحے ہم ایک دوراہے سے دوچار ہیں۔ Sign Posts سے پرویز صاحب کی مراد قرآنی آیات ہیں۔ لیکن کیا ان Sign Posts سے کوئی واضح اشارہ موجود ہوتا ہے؟ اس پر ہم متفق ہیں کہ قرآنی آیات میں جو ہدایت درج ہے وہ واضح اور بین ہے خود قرآن کا دعوےٰ یہی ہے - لیکن مشکل یہ ہے کہ بیشتر آیات کے جو معنی پرویز صاحب کرتے ہیں وہ آج تک کسی نے نہیں کئے اور قرآن کی ظاہری عبارت سیاق و سباق اور تاریخی پس منظر کے سراسر خلاف ہیں - اس صورت میں اگر پرویز صاحب کے معانی درست ہیں - تو قرآنی آیات ایک ایسا Sign Post ہے کہ جس کی عبارت سمجھنے کے لئے ہر وقت ایک مذہبی رہنما کی ضرورت قائم رہے گی بلکہ اس صورت میں بہتر یہی ہو گا کہ یہ راہنمائی ایک نبی کے ذریعے کی جائے تا کہ گو قرآن کے معانی ہماری عقل کے مطابق نہیں ہیں - تو کم از کم ہمیں یہ تو تسلی ہو کہ ان معانی کی تائید وحی سے کی گئی ہے۔"

(ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۳ احمدیہ تحریک مصنفہ ملک محمد جعفر خاں)

یہ ہے ملک صاحب کا پرویزی نظریات پر تبصرہ جو اپنے زعم میں تحریک احمدیت کے سب سے بڑے قاتل ہیں۔ اب رہ گئے علامہ اقبال - ملک صاحب نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اگر ان کی زندگی میں یہ کیا جاتا تو یقیناً وہ پکار اٹھتے کہ اس سلوک سے یہ بہتر ہے کہ مجھے زمین میں گاڑ کر سنگسار کر دیا جائے اقبال کی اس توہین کو وہ یوں نشر کرتے ہیں :۔

"لیکن وہ نقطہ جس پر پہنچ کر پرویز صاحب اور علامہ اقبال کے خیالات میں اختلاف ایک شدید صورت میں ظاہر ہوتا ہے نوع انسانی کے عالم جوانی میں آ جانے کے مقام کی نسبت ہے پرویز صاحب کے نزدیک نبوت کے ختم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی ذہن نے سن بلوغ حاصل کر لیا ہے اس مقام پر پہنچنے کے بعد آئندہ ارتقا کے لئے جدید وحی کے ذریعے ہدایت پہنچانا ضروری نہیں رہا جو "اصولی غیر متبدل" قواعد عمل ... ایسے ہیں جن کو عقل وضع نہیں کر سکتی وہ ایک مستقل اور منزہ من الخطا وحی کی صورت میں مہیا کر دیئے گئے ہیں - اور اس وحی کی ہمیشہ کے لئے حفاظت کا ذمہ خود خدا تعالےٰ نے لے لیا ہے ان اصولی قواعد کے اندر رہتے ہوئے انسان کو تفصیلی احکام اپنی عقل کی مدد سے خود متعین کرنے ہیں - فی الواقعہ یہ خیالات نظریہ ارتقاء کی درست تعبیر نہیں ہیں - حقیقتاً یہ طرز فکر انسان کو آزاد کرنے کی بجائے اسکو جدید اور پہلے سے زیادہ سخت پابندیوں میں جکڑنے کا موجب ہے لیکن اس کی تصریح ذرا بعد میں آئیگی فی الحال یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس ضمن میں بھی علامہ اقبال کا نظریہ پرویز صاحب کے خیال سے واضح طور پر مختلف ہے۔ اقبال کے نزدیک ارتقاء کے آخری دور میں انسان کے لئے عمل کے تمام قواعد کی نسبت (خواہ وہ اصولی ہوں یا تفصیلی اور فردی) تنہا عقل پر انحصار کرنا مقدر ہے"

اس کے بعد ملک صاحب اپنی تائید میں علامہ اقبال

کے حسب ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں :-

"اس (ختم نبوت) سے مراد اس امر کا شدید احساس ہے کہ زندگی ہمیشہ کے لئے خارجی سہارے کی محتاج نہیں رہ سکتی اور یہ کہ خود شعوری کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ بالآخر انسان محض اپنی استعداد پر انحصار کرنے لگے"

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۲۴۶)

اس مضمون پر طویل بحث کا خلاصہ ملک صاحب یوں بیان کرتے ہیں کہ :-

"ہمارے نزدیک درست صورت یہ ہے کہ ختم نبوت کی تکمیل پر انسان مکمل طور پر آزاد ہے جس طرح راستے پر چلنا اس کے اختیار میں ہے اسی طرح Sign Post قائم کرنا بھی اس کا اپنا کام ہے۔ یہ خیال اس صورت حال کے خلاف ہے۔ وہ لازماً اس حد تک نظریہ ختم نبوت کے خلاف ہے"

(ملاحظہ ہو ۱۵۰ صفحہ کتاب مذکور)

اس کتاب کے "پیش لفظ" میں ملک صاحب نے اپنا مدعا یہ ظاہر کیا تھا کہ احمدی ہمارے بچھڑے ہوئے بھائی ہیں۔ ان کو جدا ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ انہیں واپس لانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے زعم میں یہ کتاب ان کی اسی کوشش کا نام ہے مگر اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے دین کی مقرر کردہ تمام حدود سے ہمیں آزاد کر دیا۔ قرآن کی وحی سے بھی ہمیں مستغنی کر دیا اور ہمیں یہ بتلایا کہ قرآن کریم دنیا میں اس لئے آیا کہ وہ نوع انسانی کو وحی کی تمام بندشوں سے آزاد کر دے اور انسان آئندہ اپنی عقل پر انحصار رکھے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ عقل کے اس کمال کو بھی عقل نے نہیں بلکہ وحی الٰہی نے ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ عجیب وحی ہے جو لوگوں کو یہ تلقین کرتی ہے کہ اب مجھے ماننے کی کچھ ضرورت نہیں اور میرے بتلائے ہوئے قواعد عمل بیکار ہیں۔ اپنی عقل کے مطابق خود اصول اور تفصیلات وضع کر لو۔ اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ایک جملہ ہی کافی تھا۔ قرآن کریم کی ۲۳ برس کی مسلسل وحی جس میں تمام دنیا کے لئے انسانی معاشرہ کے تمام مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں۔ محض تضییع اوقات ہے۔ قرآن کا بقول ملک صاحب سب سے بڑا مشن اپنے خلاف ایک جہاد ہے اور اس جہاد کا سب سے پہلا رازدان ملک صاحب کے خیال میں علامہ اقبال ہے۔ اب احمدیوں کو امت مسلمہ کے سواد اعظم میں واپس لانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں تمام قیود اور بندشوں سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ اگر خروشیف کی عقل تیز ہے تو اسکی پیروی کرنی چاہیئے۔ اگر یورپ کا کوئی مفکر زیادہ ذہین اور قابل ہے تو اس سے کچھ سیکھ لینا چاہیئے بہرحال وحی سے خواہ اس کا نزول کسی پر ہوا ہو کسی زمانہ میں ہوا ہو مکمل نجات حاصل کر لینی چاہیئے۔

مخالفین کے پہلے گروہ نے عقل کو جواب دیکر احمدیوں کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ دوسرے گروہ نے احادیث سے انکار کر کے اباحت کا دروازہ کھولا تھا اور اب تیسرے گروہ نے قرآن کی وحی سے انسانوں کو آزاد کر دیا ہے۔ نہ معلوم محمد رسول اللہ صلعم کیوں تمام عمر اسی وحی کی تلقین فرماتے رہے اور ان کے بعد ان کے متبعین تمام دنیا میں قرآن کا پیغام لیکر انسانوں کو محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی میں جکڑتے رہے۔ غالباً علامہ اقبال کے وقت تک اس وحی کی ضرورت تھی اور علامہ اقبال نے دنیا میں آکر انسانوں کو مکمل آزادی بخش دی، افریقہ کے وحشیوں، ہندوستان کی پس ماندہ قوموں کے لئے بھی شاید اب فرنگی حکماء کا فلسفہ کافی ہوگا اور انہیں بھی وحی کی زنجیروں میں جکڑنا فلسفۂ اقبال کے رو سے ناجائز ہوگا۔

ملک صاحب آپ احمدی نوجوانوں کو کیا تلقین فرما رہے ہیں، آپ کہاں سے چلے تھے اور انہیں کہاں لے گئے ؎

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

ہمیں اپنے حال پر ہی چھوڑ دیں۔ ہم قرآن کی وحی کے تابع ہیں اور وابستگان خدا سے وابستہ ہیں۔ آپ ہمیں مشرک کہتے ہیں تو کہتے رہیں ہمیں تو محمدؐ کی غلامی پر فخر ہے اور مرزا صاحب کا دعوےٰ سوائے محمدؐ کی غلامی کے اور کچھ نہیں، اسی غلامی سے ولایت، قطبیت، محدثیت، مجددیت اور مسیحیت اور مہدویت ملتی ہیں ؎

خلق مے گوید کہ خسرو بُت پرستی مے کند
آرے آرے مے کنم با خلق عالم کار نیست

ملک جعفر خاں کی لکھی ہوئی کتاب سے زیادہ مایوس کن فتنہ انگیز اور الحاد پرور شاید ہی کوئی کتاب ہو۔ مولانا نورالدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ احمدیت کو چھوڑ کر سوائے الحاد و زندیقیت اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس کتاب کا مفصل جواب تو مولانا محمد یعقوب خاں صاحب بڑی بلند سطح پر کھڑے ہو کر دے چکے ہیں، ہم نے تو مخالفت کے مختلف ادوار پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی ہے اور حضرت مسیح موعود کے اعجاز کو یہ دکھلایا گیا ہے کہ کس طرح مخالفین کا ایک گروہ دوسرے گروہ کی خود بخود تردید کرتا چلا جاتا ہے مگر آخر میں خود ہی اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔

آخری دور کے مخالفین چاہتے ہیں کہ اب دنیا میں نہ کوئی عیسائی ہو نہ یہودی نہ ہندو نہ بدھ نہ مسلمان بلکہ صرف عقلمند ہو اور اپنی عقل سے تمام کار انسانی سرانجام دیوے۔ حالانکہ دانایان فرنگ اور نکتہ دانان روس کی باہمی آویزش سے دنیا کی مکمل بربادی اور تہذیب انسانی کی تباہی سامنے صاف نظر آتی دکھائی دیتی ہے اور جب تک انسان وحی الٰہی کا سہارا نہیں لے گا نوع انسان کو فنا سے نہیں بچایا جا سکتا۔ اور یہی ایک سہارا ہے جس کی طرف تحریک احمدیت دنیا کو پکار پکار کر بلا رہی ہے اور بالآخر انسان مجبور ہو کر احمدیت کی دعوت کو طوعاً و کرہاً تسلیم کرے گا اور مخالفین کی فرضی موشگافیوں کو درخور اعتنا نہ سمجھے گا۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ۔ انک انت الوھاب
ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ ۲۰)

وسلم اُنکے خلفاء، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے نقش قدم پر چلنا اختیار کریں جس سے نہ صرف انفرادی زندگی میں لاثانی کامیابی ہو سکتی ہے بلکہ قومی اور اجتماعی صورت حالات کو بھی چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے موثر تبصرہ کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا مدعا و منشاء ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسلام نے رہبانیت کی تلقین کی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روزمرہ کی زندگی حتیٰ کہ غزوات میں بہ نفس نفیس شامل ہونا ہمیں رہبانیت سے دور بھاگنے کا درس دیتا ہے کوئی انسان تمام انسانی حقوق سے گھبرا کر رہبانیت اختیار کرتا ہے وہ بزدل ہے مسلمان پر تو ہر وقت یہ حالت طاری رہنی چاہیئے "دست در کار دل با یار" لوگ جب اپنی سالگرہ مناتے ہیں تو بڑی خوشیاں مناتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص نے زندگی میں اگر وقت کو اچھے استعمال میں نہیں گذارا تو جب وہ اپنی سالگرہ کی خوشی مناتا ہے تو اس کی صدائے بازگشت ہے ...... زبان حال سے یہ کہتی ہے کہ زندگی میں تیرے لئے ایک سال کی اور کمی کر دی گئی ہے۔ آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

میجر حبیب اللہ خاں مسجد ووکنگ میں

بروز ہفتہ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۸ء میجر جنرل حبیب اللہ خاں صاحب نے جو خانبہادر قلی خان مرحوم کے صاحبزادے ہیں خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب امام مسجد ووکنگ کو ٹیلیفون کیا کہ وہ ان کی آمد کا سن کر بہت خوش ہوئے ہیں اور بوقت چار بجے شام تشریف لادیں گے۔ چنانچہ صاحب موصوف وقت مقررہ پر تشریف لاتے ہی پہنچے اور اہلیہ محترمہ بھی انکے ہمراہ تھیں۔ دو گھنٹے تک مشن کی کامیابی اور مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق معلومات

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

از:- قلم محمود حسین صاحب - ووکنگ

ایک خطبۂ نکاح

انگلستان کے قانون شادی کے تحت ہر مذہب والے کو اپنے مذہبی طور طریقہ سے شادی رچانے سے قبل سول میرج کا سرٹیفکیٹ لازمی لینا پڑتا ہے۔

بروز جمعرات مورخہ ۱۰ اپریل کو ایک ایرانی مسلمان مسٹر ابوالحسن ورزی اور ان کی منسوبہ خاتون اپنی خالہ کے ہمراہ نکاح کے لئے ووکنگ تشریف لائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے سول میرج سرٹیفکیٹ لینے کی خاطر وہ یہاں کے سول میرج کے رجسٹرار کو بھی ہمراہ لائے تھے چنانچہ پہلے سول میرج کی رسم نکاح منائی گئی اور بعد میں خانبہادر صاحب نے اسلامی طریقہ پر نکاح پڑھا جس میں فریقین کے کہنے پر دس لاکھ روپیہ (تقریباً پچاس ہزار پونڈ) مہر مقرر ہوا۔ نکاح سے پہلے جناب خانبہادر علام ربانی خاں نے ازدواجی زندگی میں طرفین کے فرائض اور مقصد نکاح و مہر کو واضح فرمایا۔ مسنون خطبہ نکاح عربی میں پڑھنے کے بعد آپ نے اس کا لفظی ترجمہ اور بعد میں اس کی تفسیر انگریزی میں بیان فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ یہ وہ خطبہ ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے پڑھا تھا اور یہی خطبہ آج تقریباً چودہ سو سال کے بعد بھی اسی طرح حرف بحرف پڑھا جاتا ہے۔ اور جب تک دنیا میں اسلام قائم ہے یہ خطبہ اسی طرح پڑھا جائے گا۔ آپ نے کہا خطبہ کے الفاظ میں شوہر و بیوی کے فرائض کو بہت ہی جامع اور دقیق طور پر درج کیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے عورت کے مقام کو یہ بتا کر بلند کیا گیا ہے کہ مرد و زن کی تخلیق نفس کے لحاظ سے برابر ہے۔ حالانکہ دیگر مذاہب نے عورت کا کہیں پاؤں اور کہیں پسلی سے پیدا ہونا بیان کر کے عورت کو پست مقام دیا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ دنیا کے دوسرے مذاہب میں نکاح کے وقت صرف علامتی وفاداری کی تلقین ہوتی ہے، مگر کلام مجید کی ان آیات:-

یایها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سدیدا ۝ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ط ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظیما۔

میں لفظ تقوےٰ کا استعمال ان معنوں میں کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر شوہر و بیوی ایک دوسرے کے حقوق کی پوری طرح نگہداشت کریں اور ان کو پورا کریں تاکہ احسن طور پر! ہم گذر زندگی گذار سکیں۔ اس کے علاوہ .... ایک دوسرے کے اقربا کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے کا ذکر ان خوبصورت میں الفاظ میں فرمایا:-

"واتقوا الله الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا"

کہ تم سے ان کے حقوق کی عدم ادائگی کے متعلق باز پرس ہوگی۔

پس چاہیئے کہ خاوند اپنی بیوی کے اقربا اور بیوی اپنے شوہر کے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ گذارہ کریں۔ موجودہ مغربی تمدن جس کی تقلید میں خاوند بیوی اپنے آپ کو تمام فرائض کی ادائگی سے الگ تھلگ کر دیتے ہیں اور ایک خود غرضانہ زندگی گذارنے کو خالص مسرت اور خوبی سمجھتے ہیں۔ مگر اس طرح کرنے سے خانگی زندگی کا نقشہ بدل جاتا ہے ایک اور بڑا حکم اور نصیحت اس بارے میں خداوند تعالےٰ نے صادر فرمائی ہے کہ:-

"خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹے اور فرضی وعدے وعید اور قول و اقرار نہ کریں جن کو وہ آیندہ زندگی میں نباہ نہ سکیں"

فرمایا:-

"قول اور اقرار کے الفاظ مضبوط ہونے چاہئیں"

اور ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس حکم کی عدم تعمیل کے طفیل بہت سے سبز باغ دکھائے ہوئے اقرار نہ پورے ہونے کی وجہ سے بیسیوں ازدواجی تعلقات بگڑ جاتے ہیں۔ اللہ نے یہ بھی ساتھ فرمایا کہ اس ... تعلق کی وجہ سے تمہارے اعمال کی صحت و اصلاح ہو جائے گی اور تمام کمزوریوں کی معافی کا وعدہ دے کر حکم فرمایا کہ جو بھی ان احکام کی اطاعت کرے گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پہ چلیگا اس پر اللہ تعالےٰ کے افضال ہوں گے۔

خطبۂ نکاح کی تشریح سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مسٹر ورزی ایران کے دور حاضرہ کے مشہور شعراء میں سے ہیں۔ آپ نے باتوں باتوں میں خانبہادر صاحب سے ان کا ذاتی نام پوچھا اور وہیں بیٹھے بیٹھے چند اشعار کاغذ پر لکھ دئے جو درج ذیل ہیں:-

اے جناب غلام ربانی
کہ امامے و مرد روحانی
عقد ما را بدرست خود بستی
جان ما را بہم تو پیوستی
دل ما را چہ از صفا کردی
جام ما را جہاں نما کردی
دل ما را تو شادماں کردی
عشق ما را تو جاوداں کردی
چہ غم از آفت خزاں دارد
گر گل چوں تو باغباں دارد

ورزی صاحب کو خانبہادر نے کہا کہ وہ ان کی ذاتی تعریف و توصیف کے اشعار نہ کہیں اس مشن اور اس کے بلند مقاصد کے لئے اشعار لکھیں اور دعا بھی کریں جس کا انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ ان مہمانوں کی موجودگی ہی میں کیمبرج اور آکسفورڈ کے دو نوجوان انگریز طالب علم آگئے اور ان سے مذہبی گفتگو شروع ہوگئی، دونوں نے یکے بعد دیگرے سوالات پوچھے۔ مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب نے نہایت تسلی بخش جوابات سے انہیں مطمئن کر دیا۔

لندن میں خطبہ جمعہ

بروز جمعہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۸ء خانبہادر صاحب حسب معمول لندن نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ مذکورہ جمعہ میں گذشتہ جمعہ سے زیادہ ہجوم تھا۔ آپ نے تلاوت ..... سورۃ عصر کے بعد بیان فرمایا:-

"یہ سورۃ اگرچہ سب سے چھوٹی اور مختصر سورتوں میں سے ہے مگر بڑی قدر و منزلت رکھتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جب ایک دوسرے سے ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک اس سورت کو نہ پڑھ لیتے۔ اس سورۃ میں وقت کی قدر و منزلت کرنے اور وقت کو مفید کام میں صرف کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ نے یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ صرف وہ انسان وقت کا صحیح مصرف جانتا ہے اور وقت کو ضائع کرنے سے گریز کرتا ہے جو مکمل طور پر نہ صرف ایمان باللہ رکھتا ہے، بلکہ نیک و پاک اعمال کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ اس کی موجودہ یا آیندہ زندگی کو بہتر بنانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ اجتماعی بہتری اور برتری کے لئے حکم فرمایا کہ دوسروں تک خواہ افراد ہوں یا اقوام پیغام حق پہنچانے میں تساہل سے کام نہ لیا جائے۔ اور ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کر کے پیغام حق کو چاردانگ عالم میں پھیلایا جائے"

آپ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور گذشتہ انبیاء کرام کی تواریخ کی طرح اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں متوجہ فرمایا ہے کہ کس طرح پیغام حق کو پہنچانے اور اس راستے میں استقامت دکھانے سے دین و دنیا کی فلاح و سرخروئی حاصل ہوتی تھی"

کاش! ہم مسلمان پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے دوستوں سے حُسنِ سلوک

مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کی علالت اور فوتیدگی کے حالات

مرزا مسعود بیگ صاحب

اخی مکرم مولوی دوست محمد صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ضروری سمجھتا ہوں کہ "مسیح موعود نمبر" کے لئے کچھ رقم کر کے ثواب میں شریک ہو سکوں والّا ان دنوں مجھے کثیر مصروفیت ہے۔ حضرت اقدس کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں میں سے صرف ایک پہلو کو سامنے رکھ کر ایک ہی واقعہ پر اکتفا کروں گا۔ وھو ھذا

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم جماعت احمدیہ کے اولین بزرگوں اور حضرت مسیح موعود کے مقربین میں سے تھے، یہ بہت سی امتیازی صفات کے مالک تھے۔ بڑے مؤحد، غیور، جری، باوقار اور جرأت و ہمت کے انسان تھے۔ سلسلہ احمدیہ میں شمولیت سے قبل نیچری خیالات رکھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے مامور وقت کی شناخت کی توفیق مل گئی اور ان کے خاص الخاص احباب میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ نہ صرف یہ بلکہ مامور کی موجودگی میں نماز کی امامت کی سعادت بھی انہیں کے حصہ میں آئی کہ بوجہ ان کی اعلےٰ درجہ کی قرآن خوانی اور مصری لہجہ کی قرأت کے احباب جماعت اور خود حضرت مسیح موعود بھی ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے میں لذت محسوس کرتے تھے۔

مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم ذیابیطس کے مریض تھے اور اگست ۱۹۰۵ء میں ان کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان شدید قسم کا کاربنکل نمودار ہوا۔ جس کا چھ سات مرتبہ اپریشن کیا گیا۔ راقم کے عم مرحوم مغفور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم سے بڑے محبت کے تعلقات تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود کے اصحاب نے بھی اصحاب نبویؐ کے اتباع میں باہمی مواخاۃ اور آپس میں بھائی بھائی بننے کا سلسلہ قائم کیا تھا اور مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم بھائی بن گئے تھے اور محبت و اخلاص کا ایسا بے نظیر تعلق قائم ہوا جسے آخر تک خوب نباہا گیا۔ مولانا صاحب مرحوم کی اس علالت کے دوران میں ڈاکٹر مرزا صاحب مرحوم مسلسل کئی ماہ قادیان میں مقیم رہے اور اپنے دینی بھائی کے علاج میں مصروف رہے اور بھائی چارہ کا خوب حق ادا کیا۔ لیکن ڈاکٹری علاج اور حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کے طبی علاج کے علاوہ جو لطف و کرم اور توجہ اور ہمدردی حضرت مسیح موعود کی طرف سے ظہور میں آتی رہی ہے، وہ بیان کرنا اس وقت مقصود ہے۔

علاج اور سامان

قادیان اس زمانہ میں ایک گاؤں کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں معمولی ضروریاتِ زندگی بھی پوری طرح مہیا نہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن حضرت اقدس نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے علاج اور تیمارداری کے لئے اس قدر اہتمام کیا جو عام حالات میں ناممکن نظر آتا ہے۔ ہر قسم کی ادویات اور سامان جراحی قادیان میں مہیا کیا گیا۔ انگور، سردا، انار اور ہر قسم کے پھل مولوی صاحب کے لئے ہر وقت موجود رہتے۔ دو تین من برف اکٹھی لاہور یا امرتسر سے منگوائی جاتی اور ہر وقت برف کا ذخیرہ رہتا۔ ایک مہینہ سے زائد عرصہ غذا کے لئے ہر روز رات کو تین چار مرغ کی یخنی تیار کرائی جاتی اور بکری کے گوشت کا دیگ سوپ اس کے علاوہ تیار کرایا جاتا۔ بعد میں حضرت کو جب یہ معلوم ہوا کہ انگلستان کا تیار شدہ گوشت کا ست یا بیف ٹی سربند شیشی میں دستیاب ہوتا ہے اور دو اونس کی شیشی تین روپے میں ملتی ہے۔ تو اس کی بہت سی شیشیاں حضرت نے منگوائیں۔ الغرض حضرت اقدس کی دعاؤں اور پدرانہ شفقت و محبت کے علاوہ جس قدر ظاہری سامان اور اسباب کا تعلق ہے ان کی فراہمی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔

دعائیں

دعاؤں کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت اقدس نے مولوی صاحب مرحوم کے لئے بڑے التزام سے اور مسلسل توجہ سے دعائیں کیں اور کئی مرتبہ حضور نے فرمایا کہ اپنی اولاد کے لئے بھی انہوں نے ایسی دعا کبھی نہیں کی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر تقدیر مبرم نہ ہوئی تو ٹل جائے گی۔ اس تمام کیفیت کے عینی شاہد مرزا یعقوب بیگ صاحب فرماتے ہیں:

"مجھے کئی دفعہ بہت عرصہ حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اور بارہا میں نے حضرت اقدس کے بچوں کو بہت سخت بیماری کی حالت میں دیکھا ہے .... مگر جہاں تک میرا علم ہے میں یہ بات حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کو کبھی بھی اس قدر تڑپ اور اضطراب اور خدا تعالےٰ کی جناب میں تضرع اور ابتہال نہیں ہوا جتنا کہ مولوی صاحب کی علالت پر ہوا"

حضرت اقدس کی دعاؤں نے بارہا معجزانہ اثر دکھایا جب حضرت مولوی صاحب مرحوم کا آخری اپریشن بے ہوشی دے کر کیا گیا تو اس کے بعد مولوی صاحب کی حالت بہت نازک ہو گئی اور نبض ساقط ہونے لگی اور ظاہر بچنے کی کوئی صورت نہ رہی۔ حضرت اقدس جو بار بار مولوی صاحب کا حال دریافت کرتے تھے یہ کیفیت معلوم کر کے بہت صدمہ زدہ ہوئے اور ایک حقیقی غمگسار اور سچے مشفق کی طرح تڑپ اور اضطراب سے دعا شروع کی۔ سب سے اول رعایت اسباب کے طور پر مولوی صاحب کو مشک لا کر دیا اور پھر حضور نے دعا شروع کر دی اور دعا شروع کرنے سے قبل فرمایا کہ خدا کے فضل سے ناامید نہ ہونا چاہیئے وہ چاہے تو مردوں میں جان ڈال سکتا ہے کہ اس کو سب قدرت ہے۔ حضرت کی دعا نے معجزانہ اثر کیا اور مولوی صاحب کی حالت جو سخت خطرناک تھی اصلاح پذیر ہونے لگی اور تھوڑی ہی دیر بعد دل قوی ہو گیا اور نبض درست ہو گئی۔

آثارِ صحت

اپریشن کے چند روز بعد تک زخم کی حالت خراب رہی۔ حضرت سے دعا کی درخواست کی گئی۔ آپ نے دعا فرمائی اور صبح کے وقت رؤیا سنایا کہ آپ نے مولوی صاحب کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی روز زخم پر انگور آ گیا اور حالت بہتر ہونی شروع ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب کی صحت میں نمایاں تبدیلی آنے لگی۔ زخم بھرنا شروع ہو گیا اور کثرت بول میں کمی آ گئی، اور مولوی صاحب موصوف کو یقین ہو گیا کہ چند دن بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود نے مولوی صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص ایک سخت اور مہلک مرض سے صحت یاب ہوتا ہے وہ گویا ایک بھٹی میں سے پاک اور صاف ہو کر نکلتا ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے حضور نے مولوی صاحب سے دعا کی درخواست کی کہ خدمت دین کا یہ کام جو خدا تعالےٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اس میں کامیابی عطا ہو اور اللہ تعالےٰ مدد فرمائے۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آپ کا یہ پیغام سن کر بہت روئے اور دیر تک حضرت اقدس کے اخلاق اور محبت و شفقت کا ذکر کرتے رہے۔

موت کی خبر

حضرت مسیح موعود کی دعاؤں سے کاربنکل شفایاب

ہو گیا اور مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کی تمام پیچیدگیاں دور ہو گئیں اور صحت عود کر آئی، اور حالت اطمینان بخش ہو گئی۔ لیکن حضرت اقدس کو بعض منذر الہام ہوئے۔ سب سے اوّل یہ الہام ہوا:—

"خوف خسیتی و ... عبلی اور انکے ساتھی گھبرا گئے اور غمگین ہوئے۔" پھر الہام ہوا:—

"... سینتالیس سال کی عمر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون"

مولوی عبدالکریم صاحب کی عمر سینتالیس سال تھی اور یہ الہام صریحاً ان کی موت پر دلالت کرتا تھا۔ تاہم حضرت اقدس جناب الٰہی سے مایوس نہ ہوئے بلکہ دعاؤں میں کثرت شروع کر دی اور شب و روز نہایت عجز و ابتہال سے دعا کرتے رہے کہ شاید یہ تقدیر ٹل جائے۔ اور کئی مرتبہ فرمایا کہ الہامات سے موت مقدر معلوم ہوتی ہے لیکن دعا برابر بڑے زور سے کر رہا ہوں اگر تقدیر مبرم نہ ہوئی تو انشاء اللہ ٹل جائے گی۔ لیکن موت چونکہ تقدیر مبرم تھی اس لئے کاربنکل سے شفایابی کے باوجود ایک اور مرض سے دو چار ہو گئی۔

اکتوبر ۱۹۰۵ء کی دس تاریخ کو مولوی صاحب پر ذات الجنب کا حملہ ہوا جس سے یک دم بخار ہوا جو ۱۰۶ درجہ تک پہنچ گیا اور قریباً چھبیس گھنٹہ تک رہا اور گیارہ اکتوبر کو بعد از نماز ظہر مولانا عبدالکریم صاحب وفات پا گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت اقدس کی یا تو یہ حالت تھی ... کہ مولوی صاحب کی علالت میں بے تاب رہتے اور اضطراب سے دعائیں کرتے اور علاج معالجہ میں اس قدر سعی کی اور اتنا زر کثیر صرف کیا کہ کوئی اور کر نہ سکتا تھا۔ اور یا اب یہ حالت تھی کہ وفات کی خبر سنتے ہی ساری بے چینی اور بیقراری دور ہو گئی اور آپ ایک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم ہو گئے۔ اور خدا کی عظمت و جبروت کے سوا کوئی کلمہ بے صبری کا آپ کی زبان سے نہیں نکلا۔ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو بہت روتا دیکھ کر قریب بلایا اور فرمایا "صبر کرو۔ اللہ تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔ مگر بے نیاز بھی ہے۔ یہی مقدر تھا جو ظہور میں آیا۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر شاکر رہو"۔

تجہیز و تدفین

اسی روز شام کے قریب مولوی صاحب مرحوم کا جنازہ پڑھا گیا اور دوسرے دن صبح عام قبرستان میں مولوی صاحب کو امانتاً دفن کیا گیا۔ اور دسمبر میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کا تابوت قبر سے نکالا گیا اور بہشتی مقبرہ میں سب سے اول آپ کو دفن کیا گیا۔ لوح مزار کیلئے حضرت اقدس نے خود ایک نظم تصنیف فرمائی جس کا پہلا شعر یوں ہے ؎

کے تواں کردن شمار خوبی عبدالکریم
آنکہ جاں داد از شجاعت بر صراط مستقیم

بے نظیر نمونہ

یہ تھا حضرت مسیح موعود کا نمونہ اور یہ تھی حضور کی شفقت و محبت، اپنے دوستوں اور خدام کے ساتھ۔ اس قدر ہمدردی اور غمگساری اور سچی محبت خونی رشتوں میں بھی ممکن نہ تھی۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر اُن کے والد نے یہ شہادت دی اور بر ملا اعلان کیا کہ اگر وہ اپنی ساری جائیداد نیلام کر دیتے اور چاہتے کہ اُن کے بیٹے کا اس قدر توجہ سے ڈاکٹر اور حکیم علاج کرتے رہیں اور ان کی خدمت میں رات دن مصروف رہیں تب بھی ایسا نہ ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے مولوی صاحب کی بیماری میں کمال محبت اور ایثار اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل کا جو نمونہ دکھایا وہ اہل بصیرت کے لئے آپ کے تعلق باللہ اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ جیسا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی کہ بالمؤمنین رؤف رحیم اسی طرح آپ کے نائب اور خلیفہ نے بھی اس زمانہ میں اسوۂ رسول کا نمونہ دنیا کو دکھایا اور اپنے متبعین و احباب کے ساتھ شفقت و محبت اور جانسوزی و غمگساری کا ایسا برتاؤ کیا کہ لوگ دنیاوی رشتوں کو چھوڑ کر اس دینی رشتہ کو سب تعلقات پر ترجیح دینے لگے اور آپ کی شفقت کے سایہ میں آجانے کو رحمت ایزدی تصور کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ ہم بھی اپنے مرشد کی راہ پر قدم ماریں اور اپنے بھائیوں سے بھائیوں کا سا سلوک کر سکیں۔

آمین

خطبہ جمعہ (بسلسلہ صـ ۶)

آ کر نمازوں اور تہجد کی پابند ہو گئی۔

حضرت مرزا صاحب کے ماننے والوں میں دین کا عشق

آج بھی آپ کراچی سے لے کر پشاور تک چلے جائیں، مرزا صاحب کے ماننے والوں میں دین کا جو عشق پایا جاتا ہے۔ اس کی نظیر آپ کو کہیں نہیں ملے گی، ان کی دولت میں دین کا حصہ ہے جس سے یورپ کے اسلامی مشن چل رہے ہیں۔ جو شخص وہاں جاتا اور ان مشنوں کو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے کہ کہاں سے اتنی دولت آتی ہے کہ انگلستان جیسے مقام پر مشن چلائے جاتے ہیں، کیا کوئی خزانہ ان کے پیچھے ہے یا کوئی سلطنت امداد دے رہی ہے، یہ خزانہ فی الحقیقت ایک غریب قوم ہے جن کے دلوں میں حضرت مرزا صاحب نے دین کو پھیلانے کا جذبہ پیدا کر دیا ہے اور ان کی غریبانہ کمائی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے ایسی برکت رکھ دی ہے کہ بڑے بڑے مشن اس سے چل رہے ہیں۔

علوم کا سمندر

ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضرت مرزا صاحب کو پرکھیں تو نظر آتا ہے کہ ان کا قدم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر عمل پیرا ہیں قرآن کریم کا اتنا علم اور عربی زبان پر ایسی قدرت اللہ تعالےٰ نے انہیں عطا کی ہے کہ عربی نثر لکھنے بیٹھتے ہیں تو لکھتے چلے جاتے ہیں، اور جہاں نثر سے قلم رکا، نظم شروع کر دی اور پھر قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں عربی اشعار لکھتے چلے جاتے ہیں، وہ آریوں کا مقابلہ کرتا ہے عیسائیوں کا مقابلہ کرتا ہے، سکھوں کو راہ ہدایت دکھاتا ہے، علوم کا ایک سمندر ہے جو اس کے قلم سے بہتا چلا جاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب ہیں رنگ انبیاء

تو وہ مشکل مقام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میں نے بیان کیا وہ تو اپنی جگہ پر ہے اس کی شان اور بلندی کا کون مقابلہ کر سکتا ہے لیکن اگر اس کا کوئی رنگ کسی متبع میں پایا جاتا ہو تو ہم کہیں گے کہ وہ آپ کے نقش قدم پر ہے۔ یہی حال حضرت مرزا صاحب کا ہے آپ رنگ انبیاء میں رنگین ہیں، ایک طرف علمی رنگ میں اسلام کی وہ خدمت کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور دوسری طرف مخلوق خدا کی خدمت اس رنگ میں بھی کی کہ جو بھی حاجتمند آپ کے دروازہ پر آیا، اگر بیمار ہے تو دوا دارو سے اور دوسری کوئی ضرورت ہے تو اس کے لئے اس کی حاجت روائی کی، ادنےٰ اور گنوار لوگ آپ کے پاس آجاتے اور بڑی بڑی قیمتی دوائیاں آپ سے لے جاتے ہندو اور آریہ آپ کے مخالف ہونے کے باوجود اس بات کے معترف ہیں کہ مخلوق خدا کی خدمت میں آپ نے ادنےٰ اور اعلیٰ، مخالف اور موافق (ہندو اور مسلمان) کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھی، کسی ہندو یا سکھ کو کستوری کی ضرورت پیش آئی تو وہ بھی آپ سے لے گیا، کسی ہندو یا سکھ نے کہا کہ میرا بچہ بیمار ہے دعا کریں تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور پوری دلسوزی سے جناب الٰہی میں التجا کی اور ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آپ کی دعا کو اللہ تعالےٰ نے شرف قبولیت بخشا، دعوے کے ساتھ تو لوگوں نے مخالفت شروع کر دی لیکن اس وقت جب دعوےٰ نہیں کیا گیا تھا، بڑے بڑے مولوی اس بات کے معترف تھے کہ مرزا صاحب بے نظیر انسان ہیں، جو خدمت اسلام انہوں نے کی ہے چودہ سو سال میں ایسی خدمت کسی نے نہیں کی، کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ مرزا صاحب اس زمانہ کے امام اور مجدد ہیں، اور ان کے ساتھ ہو کر کام کرنا سب سے بڑی سعادت اور دین کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی شان از روئے قرآن

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین (حٰم سجدہ ع ۵)

از جناب شیخ عبد الرحمٰن مصری صاحب

مفہوم آیت قرآنی

آیت مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ:۔
اس شخص سے بڑھکر کس کا قول اچھا ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا اور خود اعمال صالحہ بجا لاتا ہے اور علی الاعلان نہی طور پر یہ دعوے کرتا ہے کہ میں اس جماعت کا ایک فرد ہوں جس نے کلیتہً اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کیا ہوا تھا اور جس کی ساری لذت اسی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں تھی۔
آیت مندرجہ بالا میں اس مومن کو بہترین مومن قرار دیا گیا ہے جس میں تین صفات اس قدر وضاحت سے پائی جائیں کہ دیکھنے والے کے لئے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے جیسا کہ اننی کا لفظ اس پر صراحت سے دلالت کر رہا ہے، اوّل اس کا داعی الی اللہ ہونا دوم اس کی عملی زندگی علی الاعلان یہ بتلا رہی ہو کہ جس حقیقت کی طرف وہ دوسروں کو دعوت دے رہا ہے اس پر خود بھی ایسے محکم ایمان ہے اور اس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کو وہ موجب ہلاکت یقین کرتا ہے۔ سوم وہ ان انعامات اور برکات کو اپنے وجود میں یقینی طور پر ایسے رنگ میں محسوس کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی مشاہدہ کرانے کے لئے تیار ہے، اور اننی من المسلمین کے الفاظ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

ان صفات سے متصف اس دور میں صرف ایک شخص

دور حاضر میں اگر یہ تینوں حقیقتیں بیّن طور پر کسی شخص میں نظر آتی ہیں تو وہ ایک ہی شخص ہے جس کا اسم گرامی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

ہر قوم میں داعی الی اللہ اور ان کی اس راہ میں مساعی بے شک ہر مذہب میں آپ کو داعی الی اللہ ملیں گے کیونکہ ہر مذہب کے پیرو اپنے اپنے رنگ میں خدا کو مانتے ہیں اور جو خدا ان کے تصور میں ہے اس کی طرف وہ دوسروں کو دعوت بھی دیتے ہیں، ہندو عیسائی، زرتشتی، بدھ، سکھ، بہائی وغیرہ سب ہی اپنے اپنے مذہب کے پیش کردہ خدا کو دوسروں سے منوانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اس کام پر کافی روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں، مبلغ بھی تیار کرتے ہیں ان کو دوسرے ممالک میں بھی بھیجتے ہیں غرضکہ اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش سے کام لیتے ہیں۔ اس میدان میں عیسائی اقوام سب سے سبقت لے گئی ہیں کوئی حیلہ نہیں جسے انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا منوانے میں استعمال نہ کیا ہو اور کوئی تدبیر نہیں جسے وہ دیگر مذاہب کو عموماً اور اسلام کو خصوصاً لوگوں کی نظروں میں گرانے کے لئے بروئے کار نہ لائے ہوں اسی طرح مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو دعوت الی اللہ کے فریضہ کو سر انجام دینے میں مشغول نظر آتے ہیں۔ یہ تو پہلی شق کا حال ہے اب رہی دوسری شق یعنی وعمل صالحاً والی شق سو اس کے متعلق بھی ان سب کا خیال ہے کہ ان کے اعمال "اعمال صالحہ" ہی ہیں اور کون ہے جو اپنے اعمال کو اعمال بد قرار دے گا۔

تیسری جزو کا مصداق

لیکن جب ہم تیسری شق کی طرف آتے ہیں تو دیگر مذاہب کے پیروان میں تو کجا خود مسلمانوں میں بھی ایک شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اننی من المسلمین کا نعرہ بلند کر سکے اور غیر مذاہب کے سامنے اپنے آپ کو حقیقی مسلم کی حیثیت سے پیش کرنے کی جرأت کرے اگر میرے اس دعوے میں کسی کو کلام ہو تو سارے عالم اسلامی میں بجز حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے کسی ایک مسلمان کا نام بتلایا جائے جس نے اننی من المسلمین کی آواز بلند کی ہو ایسی آواز بلند کرنا تو کجا ان کے مشائخ، صوفیاء، گدی نشینوں اور اولیاء کے نام سے موسوم ہونے والوں نے تو الٹا اس کمزوری کو چھپانے کے لئے ذہنوں میں یہ عقیدہ راسخ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں کہ دعوے کرنا اولیاء اللہ کی شان کے ہی خلاف ہے بلکہ گناہ عظیم ہے۔ تعجب ہے قرآن تو یہ کہے کہ ایسے مقربان الٰہی دنیا کے سامنے دھڑلے سے اپنے آپ کو کامل مسلم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے عملی نمونہ اور خدا کا ان کے ساتھ تعلق کو مشاہدہ کر کے غیر مسلموں کو اسلام میں داخل ہونے کی رغبت پیدا ہو اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا دعوے ولایت کی شان کے ہی منافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہی شق ایسی ہے جو قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیقی معنی میں داعی الی اللہ کون ہے اور کس کے اعمال خدا کے نزدیک اعمال صالحہ ہیں کیونکہ نتائج ہی ان حقیقتوں کی صحت و عدم صحت کو پرکھنے کے لئے اصلی کسوٹی ہیں خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں اگر کوئی شخص دوسروں کو اس بات کا مشاہدہ کرانے کے لئے تیار ہے کہ جو نتائج اس کے افعال پر مترتب ہوتے ہیں وہ بالکل صحیح یعنی اس کی کتاب کے دیئے ہوئے وعدوں کے مطابق ہیں تو لامحالہ اس امر کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس شخص کی دعوت الی اللہ اور اس کے دیگر اعمال خدا کی نظر میں پسندیدہ اور مقبول ہیں اور وہ دوسروں کے لئے قبولیت کے شرف سے بہرہ ور ہیں۔

ان اوصاف کا باہمی تعلق اور سچے مسلم کے دل میں دعوت الی الحق کی دائمی تڑپ

اصل بات یہ ہے کہ یہ تینوں اوصاف ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور ایک دوسرے کے لئے بطور نتائج کے ہیں حقیقی معنی میں دعوت الی اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسا داعی اعمال صالحہ کو دلی صدق و کلی رغبت سے بجا لائے اور اعمال صالحہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے بندہ کو اپنے ان بندوں میں داخل کرے جنہوں نے اس کی کامل فرمانبرداری کی حالت میں دنیا کو الوداع کہا ہے اور اسے ان تمام انعامات کا وارث بنائے جو وہ اپنے پہلے فرمانبردار بندوں پر نازل کر چکا ہے ایسا بندہ جب اپنے اوپر خدا کے افضال اور انعامات کو مشاہدہ کرتا ہے اور حقیقی خدا کا چہرہ اس کے قلب صافی کے آئینہ میں منعکس ہونا شروع ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں دوسرے لوگوں کو بھی اس حقیقی خدا سے تعلق پیدا کرانے کی تڑپ از سر نو موجزن ہونی شروع ہو جاتی ہے اور وہ ایک نئے عزم اور مزید ہمت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے کام کو سر انجام دینے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کی یہ کوشش آیت فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب کے ماتحت نئے رنگ اور نئی شان کیساتھ دائمی طور پر جاری رہتی ہے۔

دعوت الی اللہ کا مفہوم

اسلامی نقطہ نگاہ سے اللہ تعالےٰ کی طرف لوگوں کو بلانے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کو بتلایا جائے کہ ان کا ایک خالق ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے وہ تمام صفات حمیدہ سے متصف اور تمام رذائل سے پاک ہے تمام خوبیوں اور تمام محامد کا وہی مالک ہے جو خوبی بھی ہم کو کسی چیز میں نظر آتی ہے وہ خوبی اس چیز کی نہیں بلکہ اللہ کی عطا ہے اس لئے وہی اس کا مالک ہے یہ ساری کائنات اس نے انسانوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بنائی ہے اس لئے وہی تمام انسانوں کا حقیقی رب ہے جس طرح اس نے مادی زندگی کی ربوبیت کا ذمہ اٹھایا ہے اسی طرح روحانی زندگی کی ربوبیت کا بھی وہی کفیل ہے اس کے لئے اس نے اپنے رسول بھیجے کتابیں نازل کیں جن کی کامل اتباع سے انسان

ترقی کرتے کرتے خدا کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ اس کی ہم کلامی کا شرف حاصل کر لیتا ہے اور اس سے نہ صرف اس کی اپنی زندگی مطہر اور پاکیزہ بن جاتی ہے بلکہ دوسروں کی زندگی کو پاکیزہ بنانے کا بھی وہ موجب ہو جاتا ہے اور اسی کا نام روحانی زندگی ہے۔

قابل پرستش صرف اسلام کا پیش کردہ خدا ہی ہے

جس خدا کو اسلام نے پیش کیا ہے وہ چونکہ مادی اور روحانی دونوں قسم کی زندگیوں کے لئے سامان پیدا کرنے کا کفیل ہے اس لئے قابل پرستش اور لائق ستائش صرف وہی ایک ہستی ہے۔ اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا نہ صرف گناہ کبیرہ بلکہ ظلم عظیم بھی ہے اس وجہ سے ایسے مشرک لوگوں کی عبادت کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتی اور ان کی زندگی بھر کی تمام کوششیں رائگاں جاتی ہیں اور وہ حبطت اعمالھم کا مصداق بن کر رہ جاتے ہیں

دعوت الی اللہ کے مفہوم میں دو باتیں

خلاصہ کلام یہ کہ دعوت الی اللہ کے مفہوم میں دو باتیں داخل ہیں ایک تو حقیقی خدا کی شناخت کروانا اور اس کی ذات پر محکم ایمان پیدا کرانا اور اسکی محبت کو دلوں میں راسخ کر دینا اور اس کی عبادت کی طرف دلوں کو راغب کر دینا اور دوسرے تمام معبودان باطلہ کے بے حقیقت ہونے کا یقین دلا دینا تا ماسوی اللہ سے قلوب کلی طور پر متنفر ہو کر حقیقی معبود کی طرف اپنا رُخ پھیر لیں۔

حضرت مرزا صاحب کے سوا دوسروں کی دعوت کے بے اثر ہونے کی وجوہ

ویسے تو جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں مسلمانوں کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کے پیرو بھی داعی الی اللہ ہیں لیکن ان کی دعوت کیوں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتی یعنی اس دعوت کے نتیجہ میں خدا پر کیوں حقیقی اور محکم ایمان پیدا نہیں ہوتا اور کیوں اس کی کامل محبت دلوں میں راسخ نہیں ہوتی جو انہیں والذین امنوا اشد حبا للّٰہ کا مصداق بنا دے اس کی دو ہی وجہیں ہیں اول تو یہ کہ بیشک یہ تمام لوگ خدا کی طرف ہی لوگوں کو بلاتے ہیں لیکن ان کی دعوت کا رُخ حقیقی خدا کی طرف ہوتا ہے جو ان کے اپنے دماغوں یا چند فلاسفروں کے دماغوں کا اختراع ہے بدقسمتی سے مسلمان بھی اس حقیقی خدا سے دور جا پڑے ہیں جس کی صفات قرآن کریم میں مذکور ہیں یعنی وہ خدا جو اپنے بندوں خصوصًا مقرب بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان کی دعاؤں کا جواب دیتا اور قبولیت کی بشارتوں سے نوازتا ہے اگر مطلوبہ چیز ان کے لئے ضرر رساں ہے یا تقدیر الٰہی کے منافی ہے تو ان کو اس کی طلب سے روک دیتا اور اس سے بہتر چیز عطا کر دیتا ہے وہ خدا جو قادر مطلق اور فعال لما یرید ہے اور وہ خدا جو اپنے مقرب بندوں کو اپنی ہمکلامی کا شرف عطا کرتا ہے اور آئندہ کے واقعات پر

ان کو اطلاع دیتا ہے کہ ان کے تعلق باللہ کو لوگوں پر واضح کر دیتا اور ان کے ہاتھ پر خوارق اور کرامات دکھلا کر اپنی ہستی پر ناقابل تردید دلیل قائم کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ قرآن شریف میں لکھا ہوا موجود ہے لیکن مادیت کے زور و غلبہ سے دب کر مسلمانوں نے بھی بدقسمتی سے ان حقائق کے متعلق منکرانہ ہی نہیں بلکہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا ہے اور اس کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ عرصہ دراز سے عالم اسلامی میں ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو ان روحانی نعمتوں سے مالا مال ہوتا اور جس شخص کو ان نعمتوں سے اقرب سمجھا جاتا اس کے خلاف اُن کے دل میں بغض پیدا ہو گیا اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ ان نعمتوں کے وجود سے ہی یہ انکار کر بیٹھتے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ پس پہلی وجہ ایسے لوگوں کی دعوت کے بے ثمر رہنے کی یہی ہے کہ یہ حقیقی خدا کی طرف دعوت ہی نہیں دیتے اس لئے اگر لوگ اسے قبول بھی کر لیں تب بھی ان کے دلوں میں طہارت اور پاکیزگی کی طرف کوئی انقلاب پیدا نہیں ہوتا بہرحالت ان کے قلوب کی قبولیت سے قبل بھی وہی بعد میں بھی رہتی ہے کوئی نمایاں تبدیلی ان میں پیدا نہیں ہوتی جو اُن کے اعمال پر اثر انداز ہو اور خدا کی محبت اور اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکے ہیں جب لوگوں کو ایسے خدا کے ماننے کا کوئی معتد بہ فائدہ نظر نہیں آتا اور قلوب میں طمانیت پیدا ہونے کے کوئی آثار دکھلائی نہیں دیتے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ بعض تو کھلم کھلا خدا کی ہستی کا انکار کر دیتے ہیں اور بعض علانیہ انکار تو نہیں کرتے لیکن دل انکار کی طرف ہی مائل رہتے ہیں اگر دل میں کچھ ایمان ہوتا بھی ہے تو اس کی بناء یا تو تقلید پر یا انکار کو سوسائٹی میں بری نظر سے دیکھے جانے کے خوف پر ہوتی ہے۔ یقین سے اُن کے دل بالکل خالی ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ داعیان الی اللہ کی کوششوں کے بار آور نہ ہونے کی یہ ہے کہ خود ان کے اپنے دلوں میں حقیقی خدا کی ہستی پر ایسا ایمان نہیں ہوتا جس کی بناء بصیرۃ پر ہو اور جو شخص بصیرۃ سے خالی ہے قرآن کریم اسے اندھا قرار دیتا ہے پس اندھا اندھے کو کیا راہ دکھلائے گا جن لوگوں نے حقیقی خدا کے چہرہ کو خود نہیں دیکھا وہ دوسروں کو کیسا دکھلائیں گے اس لئے ان کے وعظ اور ان کی دعوت بے اثر رہتی ہے نہ وہ دل سے نکلتی ہے اور نہ دلوں تک اس کی رسائی ہوتی ہے آنحضرت نبی کریم صلعم کے ظہور سے قبل عیسائیوں نے بڑا زور لگایا کہ عربوں کے دلوں کو فتح کریں لیکن چونکہ حقیقی خدا پر ایمان سے وہ خود محروم تھے اس لئے وہ اپنے مقصد میں بری طرح ناکام رہے لیکن نبی کریم صلعم کی مساعی اس راہ میں چند سالوں میں ہی کامیابی سے ہمکنار ہو گئیں اور اس کی وجہ یہی تھی کہ آنحضرت صلعم کی دعوت بصیرت پر مبنی تھی۔

وہ امور جو داعی الی اللہ میں پائے جانے ضروری ہیں

پس پہلی چیز جس کا داعی الی اللہ میں پایا جانا ضروری ہے وہ حقیقی خدا کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے افعال کی کامل معرفت ہے جس کی بنیاد محض قیاسات یا رسومات پر نہیں بلکہ بصیرت تامہ پر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلوائے قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی اعلان کر دو کہ میری راہ یہی ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دوں اور یہ میری دعوت بصیرہ کی بناء پر ہو گی وہ بھی اٹکل پچو سے کام نہیں لیں گے یہ کلمات اس مفہوم پر بھی مشتمل ہیں کہ نبی کریم صلعم کے کامل متبع کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بصیرت تامہ کے انعام سے نوازا جاتا ہے اسی لئے دوسری آیت میں ان کو شھداء علی الناس قرار دیا ہے یعنی یہ ایسے لوگ ہوں گے جن کی عملی زندگیاں اسلام کی صداقت اور اس کے رسول کی سچائی اور ان دونوں کی دائمی حیات پر شہادت کا کام دینگی اسی طرح ایک اور آیت میں بتلایا کہ نبی کریم صلعم کی اتباع متبع کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے اور اپنے محبوب کو اللہ تعالےٰ اندھا رکھے اور بصیرۃ عطا نہ کرے یہ ناممکن ہے وہ آیت یہ ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کے مدعی ہو تو اس کے اظہار کے لئے جو طریق بھی تم اختیار کرو گے وہ سب بے سود ثابت ہوں گے سو اس کا اب ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ میری اتباع کرو کیونکہ انسان کی محبت پر خدا کی محبت کا نزول اب صرف میری اتباع سے ہی وابستہ ہے پس اگر تم میری اتباع کرو گے تو خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ کونسی نعمت ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کو عطا نہیں کرے گا بالفاظ دیگر نبی کریم صلعم کے حقیقی متبع کو ان تمام نعمتوں کے عطا کرنے کا وعدہ دیا جا رہا ہے جو پہلے منعم علیہم بندے حاصل کر چکے ہیں۔ اس آیت سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ امم سابقہ میں جو غیر نبیوں کو نعمت الہام و وحی سے نوازا جاتا تھا اس نعمت کا دروازہ اب اس امت کے لئے مسدود ہے اگر الہام و وحی کا سلسلہ پہلے نبیوں کے امتیوں میں جاری تھا اور یہ وحی ولایت ایک انعام ہے اور یقینًا ہے تو امت محمدیہ کے کامل افراد کو اس کا ملنا بھی ضروری ہے جس پر آیت مندرجہ بالا شاہد ناطق ہے۔ تیسری چیز جس کا داعی الی اللہ میں پایا جانا ضروری ہے وہ براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے ہتھیاروں سے مسلح ہونا ہے اور یہ براہین دو دھاری تلوار کی طرح ہونی چاہئیں ایک دھار سے

تو وہ غیر حقیقی خدا یہ قائم کردہ دلائل کو کاٹتا چلا جائے اور دوسری دھار سے وہ حقیقی خدا کا سکہ دلوں پہ جماتا چلا جائے پھر یہ دلائل عقلی بھی اور روحانی بھی ہوں یعنی عقلی دلائل سے بھی وہ حقیقی خدا کی ہستی کو ثابت کر دکھلائے اور روحانی دلائل سے بھی وہ اس کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دے روحانی دلائل سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ثبوت وہ اپنے وجود میں عملی طور پر دکھلا دے۔ مثلاً خدا کے قادر ہونے علیم ہونے۔ رازق ہونے کے متعلق وہ صرف نظری طور پر ہی یہ بیان نہ کرے کہ خدا قادر علیم رازق وغیرہ ہے بلکہ ایسے نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں جن سے خدا کی قدرت علم صفت رزاقیت دنیا پر واضح ہو جائے اس کی تفصیل انشاء اللہ کسی اور موقع پہ کی جائے گی۔

چوتھی چیز جو داعی الی اللہ میں ہونی ضروری ہے وہ اس کی اپنی عملی زندگی اور اس کے کردار کی بلندی ہے اس کا تعلق چونکہ دوسری شق وعملِ صالحاً کے ساتھ ہے اس لئے اسے وہاں بیان کیا جائے گا۔

حضرت مرزا صاحب کی دعوت الی اللہ کا آغاز

حضرت مرزا صاحب قادیانی نے دعوت الی اللہ کا کام شروع کرنے سے قبل اللہ تعالےٰ کی کامل معرفت حاصل کر لی تھی اور اس کے متعلق آپ بصیرہ تامہ کی چوٹی پہ پہنچ چکے تھے۔

حضرت مرزا صاحب کی ایک تحریر

اس کے ثبوت کے لئے حضرت مرزا صاحب کی کتب سے بے شمار تحریریں پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن خوف طوالت سے میں سر دست ایک ہی تحریر کو نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جو آپ کی مشہور کتاب کشتی نوح سے لی گئی ہے اس تحریر میں قارئین کرام کو مذکورہ بالا حقیقت کی جھلک نظر آ جائے گی اور انہیں پتہ لگ جائے گا کہ یہ شخص کس خدا کو مانتا اور اس پر کس قدر محکم ایمان اسے حاصل ہے اور کس قدر بصیرۃ سے وہ اس کی ہستی پر یقین رکھتا ہے وہ تحریر یہ ہے:۔

"کیا بد بخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلےٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت لینے کے لائق ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالےٰ تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے، اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت میں کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بیخود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو۔ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی ہے اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا۔ اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کے تمام اندرونی اعضا کاٹ دئیے ہیں۔ پس تم اس جذام سے ڈرو۔ میں تمہیں حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے۔ اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔"

آپ کے ساتھ عقیدہ میں اختلاف رکھنے والوں کی شہادت

آپ کی وفات کے بعد آپ کی کامیاب دعوت الی اللہ اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے بارے میں اخبارات میں جو آراء شائع ہوئیں وہ بھی بتلاتی ہیں کہ باوجود عقیدہ میں سخت اختلاف رکھنے کے لوگوں کے دلوں میں آپ کے حامی اسلام ہونے اور مطہر..... زندگی بسر کرنے کا سکہ کس قدر دلوں میں بیٹھ چکا تھا ان آراء میں سے صرف بعض کا ذکر اور وہ بھی مختصر طور پر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ مولٰنا عمادی ایڈیٹر اخبار الوکیل لکھتے ہیں:۔

"ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ..... بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب..... پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کے اس تعلیم یافتہ اور روشن خیال طبقہ کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ اُنکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے .... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی

حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں۔ اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔"

"اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا ...... انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے"

. . . .

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا"

"اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے ...... اُن کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں ...... اپنے مذہب کے علاوہ مذاہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مذہب و ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی .... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے فقط"

"........ وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے ہم اسے بے چین پاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے۔ کبھی وہ آریوں سے مباحثہ کرتا ہے۔ کبھی حمایت اور حقیقت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور جو مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا ... غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں اُن کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا ہے ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے .... کیرکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا۔ اور اس نے ایک متقی زندگی بسر کی۔ غرضکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانانِ ہند میں ان کو ممتاز برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔" ایڈیٹر کرزن گزٹ لکھتے ہیں:-

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلے میں زبان کھول سکتا۔ جو بینظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے ملاسے یا پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں کوئی معقول جواب اب تک نہ دیا نہ دے سکتے ہیں.... .... اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے ...."

یہ آراء بتلا رہی ہیں کہ آیت کے حصہ اوّل و دوم کے آپ پورے پورے مصداق تھے اور ان کے بارے میں شہادت ایسی واضح ہے کہ اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ اسی کا یہ اثر تھا کہ آپ نے ہزاروں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا آپ کے ظہور سے قبل مسلمانوں کے قلوب وساوس سے پُر ہو چکے تھے اسلام کے آخری دین اور نبی کریم صلعم کے آخری نبی ہونے کے متعلق یقین کی جگہ شکوک نے لے لی تھی اور حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اگر دوسری قومیں اسلام کو قریب المرگ یقین کر رہی تھیں تو مسلمانوں کے خیالات بھی قریباً قریباً یہی تھے یہاں تک کہ خود

مسلمانوں میں سے بعض نے تو کھلم کھلا یہ دعوے کر دیا کہ اسلام کا زمانہ اب ختم ہو چکا ہے اور قرآن کریم اور نبی کریم صلعم کی قوت قدسیہ کی تاثیروں کی نہر اب خشک ہو گئی ہے اس لئے اب نئے دین اور نئے مظہر الہٰی کی ضرورت ہے نئے باب اور بہاء اللہ کے وجود میں پیش کیا گیا اور قرآن شریف کی جگہ کتاب اقدس کو دی گئی لیکن حضرت مرزا صاحب کے ظہور کے ساتھ ہی پاسا پلٹ گیا مسلمانوں کے دلوں سے تمام وساوس هبآء منثورا ہو گئے اور شکوک کے بادل چھٹ کر یقین کا سورج اپنی پوری چمک کے ساتھ نمودار ہو گیا کہ اس دین کے لئے وہ ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور قربانی کی یہ روح اس زور کے ساتھ ان کے دلوں میں سرایت کر گئی کہ باوجود اس کے کہ آپ کی وفات پر پچاس سال گذر گئے مگر وہ روح ابھی تک برابر اپنا کام کر رہی ہے اور دونوں احمدی جماعتیں اشاعت اسلام کے لئے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کو پانی کی طرح بہا رہی ہیں حالانکہ کوئی دنیاوی فائدہ ان کے مدنظر نہیں صرف اسلام کی کامیابی پر محکم یقین ہی ہے جو یہ سب کچھ ان سے بشرح صدر کروا رہا ہے صرف مالی قربانی کا جذبہ ہی پیدا نہیں کیا بلکہ ان کی علمی و عملی حالت میں ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا کہ ہر احمدی عالم باعمل نظر آتا تھا ادھر کوئی شخص احمدی ہوا نہیں کہ اس کی کایا پلٹ جاتی تھی تمام بدیوں کو وہ خیرباد کہہ دیتا تھا اور تمام نیکیوں پر گامزن ہو جاتا تھا نمازوں سے نفرت کرنے والے نمازوں میں دوڑتے اور صرف پانچ فرض نمازوں پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ تہجد بھی التزام سے پڑھنے لگ جاتے۔ قرآن کا عشق دلوں میں پیدا کر دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ سینکڑوں کو صاحب الہام اور مستجاب الدعوات بھی بنا دیا۔ ادھر اس دعوت الی اللہ نے مسلمانوں کے اندر یہ تغیر پیدا کیا اور ادھر غیر مسلموں کے دل آپ کے حملہ سے ہل گئے کہاں تو وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ بس اب اسلام صرف چند دن کا مہمان ہے اور کہاں ان کو اپنے مذاہب کے خاتمہ کی فکر دامنگیر ہو گئی انہیں بھی یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے اسلام میں دوبارہ زندگی کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ جلسۂ مذاہب اعظم کے موقعہ پر آپ کا لیکچر سن کر سب نے اسلام کی برتری کا اعتراف کیا مسلمان مانیں یا نہ مانیں لیکن دشمنان اسلام کے دل مان گئے کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کے قصر کو ایسی مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا ہے کہ اس کے گرانے کا اب وہم بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہی آنے والا مسیح کا کام تھا جو حضرت مرزا صاحب نے کر کے دکھلا دیا پس اگر دوسرے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروؤں کی دعوت الی اللہ بے ثمر نظر آتی ہے تو اس کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب کی دعوت الی اللہ بار آور دکھلائی دے رہی ہے اور ہر پہلو سے کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے اور قرآن کریم کے الفاظ ومن احسن قولاً ممن دعآ الی اللّٰہ کس خوبی کے ساتھ آپ پر صادق آ رہے ہیں خدا کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا وہ کیسا خوبصورت اور دل آویز تھا کہ دلوں کو اپنی طرف کھینچتا چلا جاتا تھا معبودان باطلہ کی خدائی پر ایسے حملے کئے کہ ان کو حضرت ابراہیم کی طرح چکنا چور کر کے رکھ دیا۔ خصوصاً حضرت عیسٰے کی خدائی اور صلیبی موت اور اس کے نتیجہ میں کفارہ کے عقیدہ پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ اس کے محل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور وہ آسمان سے باتیں کرنے والا قصر اب زمین بوس نظر آ رہا ہے اور خدا کے فضل سے وہ دن نزدیک آ رہا ہے جبکہ عیسائی اقوام اسلام کی پناہ میں آنے کو ہی اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھیں گی۔

دوسری شق

قارئین کرام نے دیکھ لیا ہے کہ آیت کا پہلا حصہ کس صفائی کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کو بہترین مومن قرار دے رہا ہے اور آپ کی عظمت شان پر قطعی دلیل قائم کر رہا ہے۔ نہ کوئی دکھلا کر کسی اور کی دعوت الی اللہ کے ثمر کو بھی یہ ثمر پہنچا سکے ہوں۔ اب آیت کا دوسرا حصہ وعمل صالحاً بھی واضح ہے اول تو جس شخص کا ایمان باللہ بصیرت پر مبنی ہو وہ اللہ تعالےٰ کی ہدایات پر عمل کرنے سے کس طرح گریز کر سکتا ہے وہ تو ذرہ سی نافرمانی کو بھی اپنے لئے ہلاکت کا موجب یقین کرے گا۔ لیکن اس سے بڑھ کر آپ کے اعمال کے اعمال صالحہ ہونے پر دو زبردست شہادتیں بھی ہیں اول تو خود دشمنوں کی شہادتیں آپ کے کردار کی بلندی پر موجود ہیں مشکل سے مشکل حالات میں بھی آپ نے کبھی سچائی کا دامن نہیں چھوڑا یعنی ایسے حالات میں بھی جبکہ سچ بولنے سے آپ کی عزت اور آپ کا مال خطرہ میں تھا آپ جھوٹ کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ سچ پر ہی قائم رہے اور عزت اور مال کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی اس بارے میں دوست دشمن سب کی شہادتیں موجود ہیں، پھر ان سب باتوں سے بڑھکر یہ کہ آپ نے اپنے دعوے کے ساتھ ہی فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون کہکر اپنے تمام مخالفین کو جن کے اندر آپ نے عمر گذاری تھی چیلنج کیا کہ آپ کی زندگی پر اگر کوئی حرف گیری کر سکتے ہیں تو کر کے دکھائیں۔ لیکن باوجود شدید دشمنی کے کسی کو ایسا کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور یہ یقینی ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کی زندگی نہایت ہی پاکیزہ زندگی تھی۔

دوسرا ثبوت آپکی زندگی کے پاکیزہ ہونے کا یہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ زندگی کی تاثیر سے آپ کے پاس بیٹھنے والے ہزاروں کی زندگی پاکیزہ بن گئی جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اگر آپ کے اعمال صالحہ نہ ہوتے تو ایسی پاک تاثیر کا وقوع میں آنا ناممکن تھا گندہ چشمہ تو ہی پھیلائے گا پاک پانی پاک چشمہ سے ہی نکل سکتا ہے ضرب المثل ہے صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند۔ پس اعمال کے لحاظ سے بھی آپ کی شان بہت بلند ہے۔

تیسری شق

آیت کے تیسرے حصہ یعنی "وقال انني من المسلمين" یعنی اس کا یہ اعلان ہو گا کہ میں خدا کے کامل فرمانبردار بندوں میں سے ہوں اور اے لوگو میرے اس دعوے میں ذرا بھی شک نہ کرو اس اعلان کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ کامل فرمانبردار بندوں کی جو علامات ہیں وہ مجھ میں مشاہدہ کر لو اور جن جن انعامات الہٰی کے وہ وارث ہوتے ہیں ان کا مورد میں بھی ہوں، اگر آزمانا چاہو تو آزما لو اسی طرح قرآن کریم نے کامل مومن کے لئے جو جو علامات بیان کی ہیں آؤ اور دیکھ لو کہ وہ مجھ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب قادیانی نے ڈنکے کی چوٹ یہ دعوے کیا اور اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت ان تمام علامات کے ذریعہ دیا جن کا ایک سچے مسلمان میں قرآن کریم کی رو سے پایا جانا ضروری ہے۔ یہ دعوے کوئی معمولی دعویٰ نہیں اس دعوے کی صداقت صرف حضرت مرزا صاحب کی بلندی شان کو ہی ثابت نہیں کرتی بلکہ قرآن کریم کے زندہ کتاب اور نبی کریم صلعم کے زندہ رسول ہونے کو بھی ثابت کر دیتی ہے اور دنیا کے تمام مذاہب کے پیروؤں پر اتمام حجت کرتے ہوئے ان پر یہ واضح کر دیتی ہے کہ ان کے مذاہب اب مردہ ہو چکے ہیں یا وہ خشک درخت کی مانند ہو گئے ہیں جو اب پھل نہیں دے سکتے، اور یہ قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق ہے لئلا یعلم اهل الكتاب الا يقدرون على شئ من فضل الله وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم یعنی کتب سابقہ کے ماننے والوں کو یقین ہو جانا چاہئے کہ وہ اپنی اپنی کتب کی پیروی سے اب خدا کے فضل کو حاصل نہیں کر سکتے اب یہ فضل صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص ہے اس لئے کہ ان کے مقابل اسلام کا درخت ایسا ہے جو ہمیشہ اپنا پھل دیتا رہتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا الم تر کیف ضرب الله مثلاً كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء تؤتى اكلها كل حين باذن ربها اور اس زمانہ میں میرا وجود اس آیت کی صداقت

پر زندہ ثبوت ہے۔ اب اور ہمارے علماء کے تمام دعاوی بھی کہ قرآن کریم کی تاثیریں اب ختم ہو گئی ہیں اور حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسیہ کی نہر اب خشک ہو گئی ہے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت ثابت ہونے کے ساتھ ہی باطل ہو جاتے ہیں۔

کامل مومن کی علامات

آپ نے قرآن کریم کی نصوص صریحہ کو پیش کر کے بتلایا کہ کامل مومن کے لئے یہ وعدہ ہے کہ اس پر علوم و حکمت کے دروازے کھولے جائیں گے اور معارف و حقائق قرآنیہ سے اسکو اس قدر وافر حصہ دیا جائے گا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکیگا خواہ میدان مقابلہ میں نکلنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم چنانچہ گذشتہ شہادتوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ غیر مسلموں کے مقابل ہمیشہ فتح نصیب جرنیل کی طرح کامیاب رہے اور اس میدان میں ان کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ عیسائی، آریہ، دہریہ، منکرین الہام و وحی سب کے سب ہی آپ کے سامنے عاجز و بے بس نظر آتے تھے۔ جلسہ مذاہب اعظم میں جو لیکچر آپ کا قرآن کریم کی تائید میں پڑھا گیا اور جس کے متعلق آپ نے اللہ تعالےٰ سے الہام پاکر پیش از وقت یہ شائع کر دیا کہ آپ کا مضمون سب مضامین پر غالب رہے گا پھر سب کی متفقہ شہادت بھی یہی تھی کہ فی الحقیقت یہ مضمون سب مضامین پر غالب رہا ہے۔ اس غلبہ نے ایک طرف تو یہ ثابت کر دیا کہ آپ کا دعویٰ الہام راستی پر مبنی تھا اور دوسری طرف یہ بھی ثابت کر دیا کہ تمام مسلمانوں میں سے صرف آپ ہی قرآنی علوم پر اطلاع دی گئی تھی اس جلسہ میں چوٹی کے عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اپنے اپنے مضمون پڑھے لیکن ان کو کسی نے بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا تیسری طرف یہ بھی ساتھ ہی ثابت ہو گیا کہ وحی ولایت والے الہام کا سلسلہ اس امت میں جاری ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک آپ ہی کامل مومن تھے جو اس وعدہ الٰہی کے مصداق بن سکتے تھے۔

دوسری علامت

دوسری علامت کامل مومن کی آپ نے قرآن کریم کی آیات بیّنات سے یہ بتلائی کہ اس کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت کے متعلق اس کو پیش از وقت اطلاع بھی دی جاتی ہے اور جو کوئی بھی اس کے مقابلہ میں آئے گا وہ وما دعاء الکٰفرین الا فی ضلال کا مصداق ثابت ہو گا چنانچہ آپ نے اس مقابلہ کے لئے بھی مسلم اور غیر مسلم دونوں کو چیلنج کیا کہ تم میں سے جو بھی یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ خدا کا مقبول بندہ ہے اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں وہ میرے مقابلہ میں آجائے وہ یقین رکھے کہ اس مقابلہ میں خدا اسے مغلوب کرے گا اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر

رہ جائے گا چنانچہ نہ مسلمانوں کو مقابلہ میں آنے کی جرأت ہوئی اور نہ ہی غیر مسلموں کو حالانکہ آپ نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اس چیلنج کو دہرایا ادھر آپ کی قبولیت دعا کے بے شمار نمونے لوگوں کے مشاہدہ میں آئے اور ایسے امور کے متعلق آئے جو موجودہ علوم کے نزدیک ناممکن الحصول تھے پس اس علامت سے بھی آپ کا کامل مومن ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

تیسری علامت

تیسری علامت قرآن کریم نے یہ بتلائی ہے کہ اس کے تعلق باللہ کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کامل مومن پر ایسے امور غیبیہ کا انکشاف کرتا ہے جن کے وقوع کا پیش از وقت علم حاصل ہو جانا انسانی طاقت سے باہر ہوتا ہے اور پھر وہ امور اسی طرح وقوع میں آتے ہیں جس طرح کہ اس کامل مومن کے الہامات میں بتلائے جاتے ہیں یہ علامت بھی حضرت مرزا صاحب میں نمایاں طور پر پائی گئی اور سینکڑوں پیشگوئیاں آپ کی بڑی وضاحت سے پوری ہوئیں حالانکہ عام طور پر لوگوں کا خیال یہی ہوتا تھا کہ یہ کبھی بھی وقوع میں نہیں آئیں گی افسوس ہے کہ بوجہ طوالت کے میں مثالیں پیش نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق دی تو اس پر ایک علیحدہ مستقل مضمون میں مفصل روشنی ڈالی جائیگی۔

اس علامت میں مقابلہ کے لئے بھی آپ نے مسلم اور غیر مسلم دونوں کو دعوت دی مگر کوئی بھی میدان میں نہ آیا ان کے اس عجز نے بھی ثابت کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ انّنی من المسلمین میں صادق و راستباز تھے اور اللہ تعالےٰ کی نظر میں دور حاضر میں فی الحقیقت کامل مومن آپ ہی تھے۔

چوتھی علامت

کامل مومن کی چوتھی علامت قرآن کریم میں یہ بتلائی گئی ہے کہ اس کے متبوع نبی یعنی نبی کریم صلعم کی دائمی نبوت اور ہمیشہ قائم رہنے والی روحانی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے اس سے خوارق و کرامات صادر ہوتی رہیں گی اس علامت کو اپنے وجود میں محقق ثابت کرنے کے لئے آپ نے پہلے تمام غیر مسلموں کو چیلنج کیا یہاں تک کہ ۲۰ ہزار اشتہار اردو انگریزی میں نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی شائع کئے کہ جو شخص بھی اسلام کی اس روحانی برکت کو مشاہدہ کرنا چاہے میں اسے مشاہدہ کرانے کا ذمہ لیتا ہوں لیکن جب کسی نے توجہ نہ کی تو آپ نے ایک اور اشتہار دیا کہ جو شخص ایک سال میری صحبت میں رہے اور وہ خارق عادت نشان نہ دیکھے تو ۲۰۰ روپے ماہوار کے حساب سے اسکو ہرجانہ دیا جائے گا اور اگر وہ ایسا نشان دیکھ لے تو اسے اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ ۲۴۰۰ روپیہ پیشگی بنک میں جمع کرا دیا جائے گا

اس پر بھی کسی کے دل میں طلب حق کی خواہش حرکت میں نہ آئی۔ پھر جب مسلمانوں کی مخالفت بھی حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اپنے چیلنج کا رخ انکی طرف بھی پھیرا اور ان کے مشائخ اور پیروں کو مقابلہ کے لئے بلایا مگر ان کو بھی مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بہرحال یہ علامت آپ کے وجود میں اس طرح تو ثابت ہوتی رہی کہ آپ کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوتی رہیں اور آپ دنیا کو للکارتے رہے ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

پانچویں علامت

قرآن کریم نے کامل مومن کی یہ بیان کی ہے کہ اس کو اس کے مخالفوں کے مقابلہ میں ہر میدان میں غلبہ عطا کیا جاتا ہے چنانچہ آپ نے اپنے مخالفوں کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی تحدی سے لکھا کہ تم نے جس قدر زور مجھے گرانے میں لگانا ہے لگا لو میرا خدا مجھے عزت پر عزت دے گا اور تمہیں ذلت پر ذلت نصیب ہو گی تم ہر میدان میں شکست کھاؤ گے اور میں آپ لوگوں کے مقابل پر ہر میدان میں فاتح رہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا علمی میدان میں یہ لوگ ناکام رہے تفسیر نویسی کے میدان میں شکست کھا گئے نشان نمائی میں ذلت کے ساتھ پسپا ہوئے قبولیت دعا میں مقابلہ پر آنے سے عاجز رہے خوارق و کرامات دکھلانے پر تو عدم قدرت کا عملی اقرار کرنا پڑا۔ حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ وہ تمام عقائد جن کو ان علماء نے وجہ کفر قرار دیا آہستہ آہستہ وہی مقبول ہوتے گئے یہاں تک کہ اب مسلمان قریباً ان سب عقائد کو ایک ایک کر کے اختیار کر چکے ہیں، یہ بھی علماء کی علمی میدان میں شکست کی بین دلیل ہے۔ الغرض قرآن کریم کی بیان کردہ علامات میں سے کوئی علامت بھی ایسی نہیں جو حضرت مرزا صاحب کو کامل مومن ثابت نہ کرتی ہو

علوم کی بنیاد تجربہ و مشاہدہ پر

آخر میں میں حضرت مرزا صاحب کے ایک قصیدہ سے چند اشعار نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں، یہ اشعار مندرجہ بالا سارے کے سارے مضمون کا خلاصہ ہیں نیز ان اشعار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جس طرح اس دور میں تمام علوم کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ پر رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اس زمانہ کے مصلح ربانی نے بھی اپنی اصلاح کی بنیاد انہی چیزوں پر رکھی ہے، چنانچہ ان ہی دو باتوں کا ذکر بالصراحت قارئین کرام ان اشعار میں پائیں گے وہ اشعار یہ ہیں:—

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

(باقی بر صفحہ ۳۹ اشتہار کے نیچے)

مسیحائے زماں

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

مصلحینِ عالم کی بعثت کی اصل غرض و غایت کیا ہے؟

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

اگر اس ایک بنیادی حقیقت کو ہی بخوبی سمجھ لیا جائے تو مذہب کے بارہ میں بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں، دینی ریفارمروں کا دائرۂ عمل فلسفیوں، ادیبوں شاعروں اور دیگر قومی مصلحین سے بکلّی مختلف ہے، کیونکہ ان کی بعثت کی اصل غرض و غایت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دنیا جن مصائب و آلام میں مبتلا ہے ان سے اسے نجات دلائی جائے، خدائی مصلحین نسلِ انسانی کی اندرونی امراض کے حقیقی معالج بن کر آتے ہیں لیکن بعد میں آنے والے پیرو اسی بنیادی حقیقت کو نظر انداز کر کے دیگر ثانوی امور کو اصل منتہائے نظر قرار دے لیتے ہیں، بعض مسائل و معتقدات کے لامتناہی مباحث میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں تو دوسرے مذہبی ارکان و عبادات کی محض ظاہری پابندی کو معراجِ ترقی سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض اسے صرف اعلیٰ درجہ کا علم کلام یا نکات و معارف کے استخراج تک ہی محدود کر لیتے ہیں اور اصل غرض یعنی باطنی امراض کی تشخیص اور ان کے مداوا سے بکلی غافل ہو جاتے ہیں، پیروانِ مذاہب کی یہ بنیادی غلطی ہی مذہب سے بے رُخی و انکار کا سب سے بڑا سبب ہے، حضرت مسیح کی نسبت جو عام خیال جاگزین ہے وہ خاص طور پر اس غرض کے لحاظ سے جملہ مصلحین سے انہیں ممیز کرتا ہے کہ ان کی بابت یہ مشہور ہے کہ وہ امراض کے ماہر معالج بلکہ مُردوں تک کو زندگی بخشنے والے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی ایسا ذکر آتا ہے انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ، و ابری الاکمہ والابرص و احی الموتیٰ مٹی کے پرندے بنا کر ان میں نفخ روح کرنا، کوڑھی اور برص والوں کو شفا دینا اور مُردوں کو زندگی عطا کرنا میرا کام ہے۔

اس زمانے کے مجدّد کا دعوےٰ بھی مسیح موعود ہونے کا ہے اس لئے لازم آیا کہ دیکھا جائے کہ یہ زمانہ اور امتِ مسلمہ کونسے امراض میں گرفتار ہیں اور ان امراض کا کیا علاج مسیح وقت نے تجویز کیا اور وہ کہاں تک کارگر ہوا؟

انیسویں صدی کا نظریہ مادیت و عقلیت

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر ۱۹۵۸ء میں پوری نصف صدی گذر چکی ہے۔ اس پچاس سال کے عرصہ واقعاتِ عالم نے کیا کیا پلٹا کھایا؟ کس کس قسم کے انقلاب رُونما ہوئے؟ ان واقعاتِ حقہ نے کہاں تک معالجِ زماں کی تشخیص و علاج پر مہرِ صداقت ثبت کی؟ یہ ایسے عام فہم اور اصولی سوالات ہیں کہ اگر ان کے متعلق تھوڑی سی بھی تحقیق کی جائے تو معاملہ بہت آسان ہو جاتا ہے اس لئے کہ واقعاتِ عالم سے انکار نہ صرف خدائی شہادت کا انکار ہے بلکہ حقائق و صداقت سے روگردانی کرنا ہے جو دانستہ طور پر کسی بھی شخص کو گوارا نہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی آسمانی ندا کا آغاز ۱۸۸۰ء کے قریب کیا یعنی انیسویں صدی کے آخری پہر۔ اس وقت کے عالمگیر رجحانات کیا تھے؟ اور اس وقت کی خصوصیات کیا تھیں؟

مادیت، سرمایہ پرستی اور صنعتی و تجارتی ترقی کو معراجِ کمال سمجھا گیا تھا، عقل کی ترقی کو بھی انہی راہوں پر وقف کر دیا گیا تھا، جملہ علوم و سائنس کی غرض و غایت بھی دولت و سرمایہ میں اضافہ اور صنعت و حرفت کا فروغ سمجھی گئی تھی، اگر اس کے بعد کوئی نظریہ قابل توجہ تھا تو وہ قومیت یا حُبِ وطن کا جذبہ تھا جس کی بناء نہ صرف نسل و رنگ کے اختلاف تک محدود بلکہ زبان، رسم و رواج اور جغرافیائی حدود کے اختلاف سے اسے متعین کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں مادیت، عقلیت اور قومیت کے نظریوں کا گہوارہ مغربی دنیا بن چکی تھی تو امتِ مسلمہ کی کیا حالت تھی؟ انیسویں صدی کے جملہ مسلمان ریفارمر بھی اپنی قوم کو مغربی دنیا کے انہی نظریوں کی پوری پوری تقلید کی ہدایت کر رہے تھے جس دین نے سب ادیان سے بڑھ کر واضح طور پر یہ تعلیم دی تھی کہ اس ظاہری مادی طاقت کے عقب میں ایک نور و رحمت منہائی قوت پنہاں ہے اس مذہب کے پیرو اس حقیقت کو چھوڑ کر مغربی مادہ پرستی کا شکار ہو رہے تھے! جس مذہب نے تمام قومیتوں کو مٹا کر ایک بین الاقوامی قومیت کی بناء ڈالی تھی اسی کے نام لیوا عالمگیر اخوت پر تنگ وطنیت کو قابلِ ترجیح سمجھ رہے تھے!! ظاہرا طور پر عالم میں ہر طرف امن و امان اور ترقی و فارغ البالی کا دَور دورہ تھا۔ اس ماحول میں کیا کوئی انسانی قیاس یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سب تباہی کا پیش خیمہ ہے؟ وہ مسلمان قوم جس کا ہر فرد مغربی ترقی سے مرعوب اور اس کی چمک دمک سے مسحور ہو رہا تھا کیا اس قوم کا کوئی شخص یہ ندا بلند کر سکتا تھا کہ یہ ترقی نہیں بلکہ تباہی ہے، جنت نہیں بلکہ جہنم ہے؟

بیسویں صدی کے منقلب نظریات

انیسویں صدی کے بنیادی نظریات میں گذشتہ پچاس برس کے اندر کیسے انقلاب آئے؟ ایٹم بم کے پھٹنے سے جو عالمگیر تباہی لازم ہے خدا اس سے دنیا کو محفوظ رکھے لیکن ایٹم بم کے نظریہ نے انیسویں صدی کے جملہ بنیادی سائنسی نظریوں کو تو واقعی فنا کر کے رکھ دیا ہے، آج یہ حقیقت مسلّم ہو چکی ہے کہ ظاہر اً مادہ اصل طاقت نہیں بلکہ مادہ کے قلب میں جو مخفی بجلی کے ذرات کی طاقت پنہاں ہے وہی قوت کا اصل منبع ہے۔ مادیت اور سرمایہ داری جس کے بغیر پچاس برس قبل کوئی ترقی کرنا ناممکن سمجھا جاتا تھا آج اجتماعی فلاح و بہبود کے سب سے بڑے دشمن قرار پا چکے ہیں۔ بجائے اس کے کہ مختلف برّاعظم چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہوں آج بین الاقوامی معاہدات و اشتراکیت کی جانب توجہ مبذول ہو رہی ہے، مادی علوم و سائنس کو انسانیت کا نجات دہندہ سمجھنے کی بجائے ان کے مہلک و تباہ کن ہونے کا خدشہ درپیش ہے، دنیا اب ایک اور نظریہ کی تلاش میں سرگرداں ہے جو عالمگیر پیمانہ پر امن و ترقی کا ضامن ہو، ظاہریت سے باطن کی طرف، مادیت سے روحانیت کی جانب اور عقلیت سے انسانیت کی طرف رُخ مُڑ چکا ہے قومیت کی بجائے بین الاقوامی سطح پر ہر بڑے واقعہ کو جانچنے کی طرف توجہ ہے۔ کس قدر عظیم انقلاب درپیش ہے! ذہنیتوں نے کیسا حیرت انگیز پلٹا کھایا ہے!! آج سے نصف صدی قبل ایسے انقلاب کی نشاندہی کون کر سکنے پر قادر تھا؟ پچاس برس پہلے کسے یہ خبر تھی کہ مادیت و عقلیت کے نظریے جلد ہی ختم ہونے کو ہیں؟ کون یہ کہہ سکتا تھا کہ جسے آبِ حیات تصور کر لیا گیا ہے عنقریب یہ ثابت ہوگا کہ وہ زہرِ ہلاہل ہے؟

عالمگیر بنیادی انقلاب

واقعاتی امور ایسے ثبوت و شواہد ہیں کہ ان سے انحراف و انکار زندگی کے حقائق سے انکار کرنا ہے،

پھر اگر کوئی واقعہ عالمگیر حیثیت رکھتا ہو بنیادی اُصولوں سے متعلق ہو لوا سے دیکھ نہ سکنا یا اس کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے کونسا انسان ہے جو انیسویں اور بیسویں صدی کے سائنسی نظریات کے انقلاب سے بے خبر ہے؟ خود سائنس نے ہی اپنے ماقبل بنیادی اصولوں کو غلط قرار دیدیا ہے۔ سائنس دان ہی مادیت و عقلیت کے سراب کے بجائے کسی اور چشمۂ حیات کی جستجو میں نجات کا راستہ یقین کر چکے ہیں، لیکن ربّانی مُصلح نے تو آج سے نصف صدی قبل ہی پکار دی تھی ؎

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں۔
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

سائنٹیفک دنیا ہی کیا اب آسمانی حقائق اور روحانی شواہد کی تلاش نہیں ہو رہی؛ مادیت و عقلیت اور حب الوطنی کے عین معراج کمال کے وقت نہ صرف ان کو غلط قرار دینا بلکہ اس یقین کو راسخ کر دینا کہ اب ان کا زوال ہے کیونکر انسانی طاقتوں کا کام ہے؟ بالغرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کوئی روحانی انسان عالمگیر ضلالت پر از خود اطلاع پا سکتا ہے اور اس کی غلطی و خسران سے خبردار بھی کر سکتا ہے تب بھی اس کے لئے یہ تو قطعی ممکن نہیں کہ وہ اس علم غیب کے بتلانے پر قادر ہو سکے کہ عنقریب ہی ضلالت کا طوفان تھم جانے کو ہے، حضرت مسیح موعودؑ کیسے محکم یقین سے یہ ندا بلند کرتے ہیں کہ دنیا دین و مذہب کی بنیادی حقیقتوں کی طرف آنے کو ہے۔ ؏

اِک بڑی مدت سے تھا کفر اس دین کو کھاتا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

مغربی دنیا نے حضرت مسیحؑ کو انسان سے خدا بناتے میں جس فاش غلطی کا ارتکاب کیا آج اس کے فضلاء و حکماء خود اس کے قائل ہو رہے ہیں، حضرت عیسیٰ کو خدا صرف اس معنی میں تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کے اندر جو خدائی صفات مضمر ہیں وہ ان میں جلوہ گر ہوئیں کوئی بھی دانشمند انسان آج کلیسا کے لغو نظریات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، اس علم غیب سے مامور وقت نے نصف صدی قبل اطلاع دیدی تھی ؏

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

عالمگیر انقلاب کی اہمیت

انسان کی کیسی بدقسمتی ہے کہ اکثر دفعہ اس کے سامنے ایک انقلاب ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن وہ اس سے غافل پڑا رہتا ہے، اس کی اہمیت کی طرف توجہ نہیں کرتا اور یونہی حیوان لایعقل کی مانند اسے دیکھتے ہوئے اس کی طرف سے قطعی بے پرواہی برتتا ہے۔ آج یہی حالت ہماری ہے، ہمیں آج یقینی طور پر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مادیت و عقلیت اور حب الوطنی کے دَور ختم ہو چکے، اب نئے تقاضے درپیش ہیں، نئے نظریوں نے جگہ لے لی ہے، دنیا اب تعصبات اور تنگ دائروں سے نکلنے کو ہے آفتاب صداقت طلوع ہونے ہی والا ہے، سچے انسانی جذبات اخوت و اتحاد اور بہبود و فلاح عوام اُبھر رہے ہیں، جن امراض میں نسل انسانی مبتلا ہے اُن سے شفا کے سامان پیدا ہو رہے ہیں لیکن ہم اپنی زندگیوں میں تو کسی انقلاب کے متمنی نہیں! وہی روز مرہ کی گردشِ ایام اور ماحول میں جکڑ جانے کی زنجیریں ہمیں بے بس کر رہی ہیں، کاش کہ ہمارے دل میں یہ حتمی یقین جاگزیں ہوتا کہ ایک عالمگیر روحانی انقلاب ہماری آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے، ایک حشر واقعی طور پر بپا ہونے کو ہی ہے، مُردہ انسانیت میں حیات بخش زندگی پھر دوڑنے کو ہے اور نسل انسانی اپنی کہنہ امراض سے نجات پانے کے قریب آ چکی ہے تو ایسے محکم ایمان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی افتاد میں کوئی انقلاب پیدا کر سکتے، جن اور نئے روشوں پر ہم اپنے ماحول نے باعث کشاں کشاں گامزن ہو رہے ہیں ان کو یکسر بدل دیتے۔

حتمی یقین اور کمال جرأت مندی

عالمگیر انقلاب کی اہمیت کا احساس کرنے کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آج تو بے شک اس انقلاب کے آثار ہویدا ہو چکے لیکن نصف صدی قبل جب نہ صرف ایسے کوئی آثار نہ تھے بلکہ عین اس کے برعکس فضا چھائی ہوئی تھی؛ اس وقت یقین و جرأت کا منبع کیا تھا جس نے بلا جھجک و شک اور بلا خوف و خطر یہ ندا دی کہ "اب دین کے گُن گانے کے دن آ گئے"، آخر جائے غور ہے یہ یہ عظیم ہمت و جرأت کہاں سے اور کیسے پیدا ہوئی؛ کہ ایک جہان کے عزیز رجحانات اور بظاہر اس کے مستحکم سائنسی نظریات کے برخلاف للکار دی جائے؟ ایک انسان کی کیا ہستی ہے کہ وہ اکیلا اور خصوصاً اس قسم کا انسان جیسے حضرت مرزا صاحبؒ کی زندگی کا مطالعہ ہمیں بتلاتا ہے کہ وہ ایک گمنام گاؤں کے رہنے والے، علوم مروجہ اور تہذیب نو سے قطعاً ناواقف تھے ایسے شخص کے قلب میں یہ ہمت و جرأت کیونکر پیدا ہو گئی کہ اس نے سارے جہاں کو اور اس کے سائنس و علوم کے متفقہ نظریات کو نہ صرف چیلنج کیا بلکہ محکم یقین و علم سے یہ خبر دے دی کہ عنقریب ہی یہ دجل و بطلان کھل جائے گا! جلد ہی اس فریب سے دنیا آگاہ ہونے کو ہے جس میں یہ پھنسی ہوئی ہے یعنی یہ کہ مادیت عقلیت و حب الوطنی میں اپنی نجات کو مضمر سمجھ رہی ہو اور ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴" اس نے صاف صاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ یہی مغربی اقوام دجال موعود ہیں جن کی نسبت زبان مبارک نبوی صلعم پر یہ ارشاد جاری ہوا کہ دجال اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعات دیکھ لئے کہ حیات انسانی پر دجالی نظریئے اس قدر جلد سرعت سے ختم ہو گئے۔ نہ صرف دجالی نظریئے بلکہ دجال کے سارے رعب و جاہ و جلال اور اس کی پیدا کردہ تمکنت و طاقت کا خاتمہ ہم نے بچشم خود دیکھ لیا کیسا حیرت انگیز معجزہ ہے جو آج ہمارے روبرو واقع ہو گیا، آنحضرت صلعم کے مبارک لبوں سے جو پیشگوئیاں تیرہ سو برس قبل نکلی تھیں وہ کس شان صداقت سے آج واقعات میں من و عن صحیح و سچی نکلیں! دجال کے مقابلہ میں کسی کو ظاہرا طاقت و مادی ذرائع کے لحاظ سے مخالفت کی طاقت نہیں لا یدان لاحد [illegible] لیکن اس کے بنیادی نظریۂ حیات کی فریب کاری اور اس کے رعب کا اثر یکسر مٹتا چلا جا رہا ہے، گویا ایک ہوا از غیب اس کے برخلاف ایسی چل رہی ہے کہ جس کا نہ صرف وہ مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ خود اس روحانی و غیبی ہوا سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔

حتمی یقین اور کامل جرأت مندی کا ربّانی منبع

آج بہت سے اصحاب یہ سوال کرتے ہیں کہ اب وحی و الہام کی ضرورت ہی کیا ہے خصوصاً جبکہ تعلیم ہدایت کامل ہو چکی۔ افسوس کہ ان اصحاب نے صرف یہی غور کیا ہوتا کہ پیش آمدہ اندھیروں میں کوئی قلب کیسے یہ یقین کر سکتا ہے کہ اب اس وقت آفتاب صداقت چمکنے کو ہے؛ ممکن ہے ایک عالی فطرت دل اس امر پر متیقن ہو جائے کہ اصول صداقت فلاں امور ہیں، ہدایت فلاں کتاب میں کامل طور پر مرکوز ہے اگرچہ جبکہ چاروں طرف اسے ہزارہا اعتراضات کا نشانہ بنایا جا چکا ہو، اور جبکہ مروجہ علوم و فنون بظاہر اس ہدایت کے بطلان پر گواہ نظر آتے ہوں، کسی کتاب کے کامل ہدایت ہونے پر یقین کر لینا بھی ایک خارق عادت امر ہے لیکن اس سے بڑھ کر یہاں تو یہ سوال حل طلب ہے کہ مخالف ماحول میں یہ یقین و جرأت مندی کہاں سے آئی کہ اب سر اسر کامل کتاب کی تعلیم مقبولیت پانے کو ہے؛ کیونکر انسانی قلب میں یہ یقین جاگزیں ہو کہ قرآن نہ صرف کامل و صادق کتاب ہے بلکہ عنقریب فتحمند ہونے کو ہے؛ اس محکم یقین اور عالی جرأت مندی کا منبع کیا انسان کا دل ہو سکتا ہے؟ اگر یہ امر ممکن تھا تو پھر واقعات میں بتلایا جائے کہ بیسویں صدی کے شروع تک بجز حضرت مرزا صاحب کے اور کسی قلب میں کیوں یہ یقین و جرأت پیدا نہ ہوئی؟ کیا اور بھی خواہ و ہمدرد دین موجود نہ تھے؟ کیا قرآن کریم کی کامل ہدایت پر کسی اور کا ایمان نہ تھا لیکن کیا وجہ ہے کہ کسی اور مسلمان نے یہ ندا بلند نہ کی کہ نہ صرف قرآن کریم کے اصول سچے و کامل ہیں یہاں تک کہ ان کے برخلاف تعلیم علوم و سائنس غلط ہے، بلکہ ان سے بڑھ کر یہ کہ قرآنی علوم کی صداقت

عنقریب ظاہر ہونے کو ہے اور اسلام کی فتح کے دن اب نزدیک آ گئے ہیں؛

وحی و الہام کی ضرورت

یہ یقین کہ اب اسلام کی فتح نزدیک ہے نہ صرف تو حضرت مسیح موعودؑ کے قلب میں موجود تھا بلکہ یہ اس قدر غالب تھا کہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں بھی گھر کر گیا حتیٰ کہ اسی یقین کے باعث انکی زندگیوں میں ایک خارق عادت انقلاب پیدا ہو گیا، اب بتلاؤ کہ کیا یہ سب کچھ بغیر وحی و الہام کے ممکن ہے؟ کبھی واقعات کے برخلاف - تمام جہان کے مسلّمہ اصولوں اور علوم کے مخالف کسی قلب میں از خود یہ یقین و جرأت مندی پیدا ہونے کی کوئی مثال دی جا سکتی ہے؟ یہ صرف خدائی الہام اور ربانی وحی کا خاصہ ہے کہ اس سے انسانی قلب میں ایسا خارق عادت یقین پیدا ہو جاتا ہے؛ حضرت موسےٰؑ کی والدہ کے واقعہ پر غور کرو کہ جب انہیں اپنے بچے کے قتل کا خطرہ پیش ہوا تو اپنے ہاتھ سے اپنے پیارے بچے کو دریا میں بہا دیا۔ اگر انہیں وحی و الہام کے ذریعہ قطعی و حتمی یقین نہ ہو گیا ہوتا تو کبھی یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے دریا میں اپنے بچے کو بہا دیتیں؟ دریا میں غرق ہو جانا تو سامنے دکھلائی دے رہا تھا پھر کس نے موسےٰ کی والدہ کے دل میں ظاہرا قانون کے برخلاف ایسا محکم یقین پیدا کر دیا؟ **ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک** کی آسمانی ندا دل کی گہرائیوں میں گڑ گئی تھی۔ اگر انسان اپنے معمولی دنیاوی امور میں بھی آسمان کی جانب دیکھتا اور بسا اوقات غیبی منبع سے ہدایت حاصل کر کے یقین کے پانی سے سیراب ہوتا ہے جیسے کہ اب بھی ہزارہا انسانوں کی گواہی موجود ہے تو پھر یقین و ایمان کی جرأت و حوصلہ، اور دیگر اعلےٰ اخلاقی قوےٰ کی نشو و نما بذریعہ الہام و وحی کیوں بند کر دی گئی ہے؟ بیشک قرآن کریم کاملہ ہدایت نامہ محفوظ ہے لیکن کمال ہدایت کا تو اور بھی تقاضا ہے کہ یہ پتہ لگے کہ پیش آمدہ معاملات میں کونسی راہ اختیار کرنا قطعی و یقینی طور پر صحیح ہے - مثلاً ہدایت کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ اس تعلیم میں جملہ انسانی اخلاق کی تربیت کے سامان ہوں، اب یہ امر ظاہر ہے کہ اخلاق بظاہر متضاد واقع ہوئے ہیں جیسے رحم اور غضب، ایک کتاب نے اصولاً یہ تو بتلا دیا کہ انسان کو ان دونوں اخلاق کو اپنے اپنے محل و موقعہ پر استعمال کرنا لازم ہے اور روزمرہ کے حالات میں انسانی عقل اسے کسی قدر یہ بتلاتی ہے کہ کہاں رحم اور کس موقعہ پر غضب کا استعمال ہو اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اکثر دفعہ یہاں بھی انسان غلطی کا مرتکب ہوتا اور رحم کی جگہ غضب اور سختی کی جگہ نرمی برت کر اپنے کام بگاڑ لیتا ہے، لیکن اہم دینی اقدامات کے بارے میں یقین کیونکر ہو؟ اور مروجہ امراضِ زمانہ کی صحیح صحیح تشخیص کیسے کی جائے اور ان کے نسخۂ علاج کی بابت کیونکر علم ہو کہ اب کامل کتاب میں درج شدہ فلاں نسخہ ہی کارگر ثابت ہوگا؟

دو عظیم واقعات

واقعات سے انکار نہیں ہو سکتا اور اگر انکار کیا جائے تو یہ درست نہیں۔ اب جائے غور ہے، دو عظیم واقعات رونما ہو چکے ہیں، اولاً یہ کہ دنیا کے حکماء و فضلاء نے جس نظریۂ حیات کو نجات کا راستہ سمجھا تھا وہ غلط ثابت ہوا دوئم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حتمی یقین کے باعث جب حکماء کی اس غلطی کو واضح کیا اور اس کا جو علاج تجویز کیا وہ درست اور کامیاب نکلا اور دنیا اس کی طرف چلی آ رہی ہے۔ خود مسلمان قوم جو قرآن کریم کی طرف سے غافل پڑی تھی اب اس کی جانب راغب ہے، اب اس قوم کے قلوب میں بھی اپنی کامل کتاب کی تعلیم کی صداقت اور غلبہ پر ایمان پیدا ہو گیا ہے، اب اشاعت علوم دینیہ کی کامیابی پر سب متفق ہیں - تو پھر کیا یہ دو عظیم و عالمگیر واقعات کافی نہیں کہ عقل اس امر کو واجب قرار دے کہ یہ حتمی تشخیص اور کارگر علاج انسانی قیاس آرائی سے ظہور پذیر نہیں ہوئے بلکہ خدائی آواز کے باعث ظہور میں آئے۔ انسانی علم جب اس دنیا کے امور میں اس قدر ناقص و غلط ثابت ہو سکتا ہے کہ بیسویں صدی کی سائنس نے اپنے ماسبق بنیادی تصورات کی غلطی و بطلان پر اطلاع پالی تو آیندہ کے متعلق علم غیب اور پھر امور دینیہ اصلاحیہ میں کون انسان صحیح صحیح علم دے سکتا ہے؟ یہ امر انسانی حد امکان سے بکلی باہر ہے۔ پس جہاں دنیا کے واقعات شاہد ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تشخیص امراض زمانہ عین درست نکلی وہاں آپ کے شاگردوں کا پیدا کردہ روحانی انقلاب بھی اس کی گواہی دیتا ہے کہ قلوب میں ودیعت شدہ یقین اور زمانہ کے برخلاف جرأت مندانہ اقدامات خدائی تصرف اور آسمانی الہام کے نتیجہ میں ہی ہیں؛

وولکنگ کی عید کے لئے دیگوں کا خرچ

(۱) محترم محمود الرحمن صاحب سیکرٹری جماعت پشاور اطلاع دیتے ہیں کہ محترم خانبہادر غلام ربانی صاحب کی اپیل کے جواب میں جماعت پشاور نے ایک دیگ کا خرچ پیشتر ازیں بھیجا تھا، الحمد للہ جمع ہو چکے ہیں۔ یہ رقم پچاس روپیہ وصول ہونے پر ارسال کر دینگے۔

(۲) ملتان سے شیخ محمد یوسف صاحب کمہی اطلاع دیتے ہیں کہ جماعت ملتان کی طرف سے دو دیگوں کا خرچ دیا گیا ایک کا جناب میاں فاروق احمد صاحب کی طرف سے اور ایک کا باقی جماعت ملتان کی طرف سے۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء

عظیم الشان انقلاب

(سلسلہ صـ۱۱)

اپنا ہوتا ہے اس کو کرتا چلا جاتا ہے، خواہ کتنی بھی مجبوریاں اور رکاوٹیں پیش آئیں کوئی شکایت کسی کی اس کو اس کام میں ڈھیلا نہیں کر سکتی۔

غلطیاں اور جھگڑے کام کو چھوڑنے کا موجب نہ ہونے چاہئیں

تمہیں بھی تبلیغ اسلام کے کام کے لئے مسیح موعودؑ کا [illegible] بنایا گیا ہے تمہارا فرض ہے اس کو اپنی وراثت سمجھ کر دل و جان سے سرانجام دو۔ اور کوئی شکایت کسی کی کوئی غلطی اس کام میں تمہیں سست نہ ہونے دے۔ کام کرنے والے انسان ہی ہوتے ہیں فرشتے نہیں ہوتے مجھے پسند آیا مسٹر چرچل کا وہ فقرہ جو انہوں نے اس اعتراض کا کہ جب تمہارے پاس پورا سامان نہ تھا تو کیوں [illegible] میں فوجیں آ ماریں اور شکست کھائی۔ جواب دیتے ہوئے کہا کہ:—

"میں نے کبھی بھی کسی چیز کا وعدہ نہیں کیا سوائے خون، آنسوؤں اور محنت و مشقت کے اس کے ساتھ میں اب غلطیوں کمزوریوں اور مایوسیوں کا پورا حصہ بھی شامل کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ ایک لمبے عرصے تک جاری رہیں گی، جس کے اختتام پر مجھے پورا یقین ہے کہ ہمیں پوری اور آخری فتح حاصل ہوگی۔"

یہی کام کرنے والوں کا حال ہوتا ہے تم کیوں چاہتے ہو کہ خدا کا کام کرنے والوں سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔ کوئی جھگڑا ایک دوسرے سے نہ ہو۔ قرآن کریم میں تو یوں بھی تسلی دی ہے ونزعنا ما فی صدورھم من غل جو کچھ سینوں کے رنج و کدورت ایک دوسرے کے متعلق رہ گیا ہوگا، قیامت کے دن بھی زائل ہوگا۔ اس قرآن کو ماننے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ باہم جھگڑا نہ ہو یا کوئی غلطی سرزد نہ ہوں۔ تم کام کی عظمت کو اپنے سامنے رکھو یہ جھگڑے اور غلطیاں بھی ہوتی رہیں گی

پہلے نتائج کی قدر کرو

خدا تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں جو ما قدروا اللہ حق قدرہ کے مصداق بنے۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے تھوڑے سے کام کے بہت بڑے نتائج دیئے ہیں جو اس قدر عظیم الشان ہیں کہ جو شخص باہر سے آ کر دیکھتا ہے وہ سمجھ نہیں سکتا کہ تم وہی ہو جنہوں نے اس قدر عظیم الشان کام کیا۔ اس کی قدر کرو اور اس کو اور زیادہ ترقی دو۔ تعداد کے لحاظ سے تم تھوڑے ہو۔ لیکن چاہیئے کہ تمہارا [illegible] ہو اور اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تمہارے دلوں میں جوش زیادہ ہو؛

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض اور اس کی تکمیل

جناب شیخ غلام قادر صاحب

چو غنچہ بود جہانے خموش و سر بستہ ۔ من آدم بنفسے کہ از صبا باشد (مسیح موعود)

حضرت مسیح موعودؑ پنجاب کے ایک نہایت چھوٹے سے گاؤں قادیان ضلع گورداسپور میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے اسی سال پہلی دفعہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے روپیہ کا سکہ ہندوستان میں جاری کیا جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر تھی۔ رنجیت سنگھ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد اصل سکھا شاہی کا دور دورہ شروع ہو چکا تھا۔ جس کا ذکر حضرت مسیح موعود نے ۱۰ر جولائی ۱۹۰۱ء کے اشتہار میں یوں فرمایا ہے:۔

"مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دست تعدّی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ اُن کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے"

سکھوں کی اس طوائف الملوکی کے متعلق حضرت سیّد احمد بریلوی رح کی ایک روایت سوانح احمدی میں جس کے مولف محمد جعفر صاحب تھانیسری ہیں اس طرح درج ہے:۔

"ہم اپنے اثنائے راہ ملک پنجاب میں ایک کنوئیں پر پانی پینے کو گئے تھے ہم نے دیکھا کہ چند سکھنیاں اس کنوئیں پر پانی بھر رہی ہیں۔ ہم لوگ دیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ ہم نے اپنے مونہوں پر ہاتھ رکھ کر ان کو بتلایا کہ ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلاؤ۔ تب ان عورتوں نے ادھر ادھر دیکھ کر پشتو زبان میں ہم سے کہا کہ ہم مسلمان افغان زادیاں فلانے ملک اور بستی کی رہنے والی ہیں۔ یہ سکھ لوگ ہم کو زبردستی لے آئے ہیں"

انگریزوں کا زمانہ

انگریزوں نے ہندوستان میں باقاعدہ تبلیغ ۱۸۱۳ء میں شروع کی۔ پنجاب میں ۱۸۳۴ء میں پہلا گرجا تعمیر ہوا اور انہوں نے پنجاب فتح کرنے کے ساتھ ہی ۱۸۴۹ء میں لاہور میں اپنا مشن کھول دیا۔ ۱۸۵۲ء میں امرتسر اور ۱۸۵۳ء میں پشاور میں اپنے مشن کھول دیئے۔ انگریزوں نے مذہبی آزادی کا اعلان بدیں الفاظ کر دیا:۔

"ہز مجسٹی کی حکومت آپ سے مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے اور وہ صراحت مطالبہ کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جو عیسائیت اختیار کریں قطعاً کوئی سزا نہ دی جائے نہ کسی ایسے عیسائی کو سزا دی جائے جو اسلام قبول کرے۔ تمام ایسے حالات میں انسانی ضمیر کی تحریکات مکمل طور پر آزاد رہنا چاہئیں اور دنیاوی طاقت کو اجازت نہ ہونی چاہیئے کہ وہ کوئی روحانی فیصلہ جبراً ٹھونسے"

جہاد کے خلاف علمائے اسلام کے فتوے

سر سید احمد خاں صاحب کے علاوہ ۱۸۷۰ء میں جبکہ غدر کے مقدمات چل رہے تھے مفصلہ ذیل چوٹی کے علماء نے جہاد کے خلاف فتوے صادر فرمائے کہ انگریز کے خلاف جہاد جائز نہیں۔

مولوی علی محمد صاحب لکھنؤ۔ مولوی عبدالحی صاحب مولوی فضل اللہ صاحب۔ مولوی محمد نعیم صاحب۔ مولوی رحمت اللہ صاحب۔ مولوی قدرت اللہ صاحب اور مولوی قطب الدین صاحب دہلوی۔ علاوہ ازیں مکہ معظمہ سے ہندوستان کے دارالسلام ہونے کے متعلق حنفیوں، شافعیوں اور مالکیوں کے مفتیوں سے فتاوے منگوائے گئے۔

۱۸۷۱ء میں منشی امیر علی صاحب کا ایک رسالہ موسومہ "جہاد" کلکتہ میں شائع ہوا جس میں شیعہ قانون کے مطابق یہ بات ثابت کی گئی کہ ملکہ معظمہ کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں۔

عیسائیوں کی تبلیغی مہم

۱۸۶۲ء میں ایک وفد مشتمل بر ممبران ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈز انگلستان کے وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن اور وزیر ہند سر چارلس وڈ کی خدمت میں پیش ہوا جس کی نمائندگی آرچ بشپ آف کنٹربری نے ان الفاظ میں کی:۔

"میرا یہ ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطۂ اتحاد بنتا ہے اور استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے"

خود وزیر اعظم نے اس موقعہ پر فرمایا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں"

عیسائی لٹریچر اور عیسائی مبلغین

عیسائی مذہب کی مختلف سوسائٹیوں اور پادریوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے لٹریچر کی بہت بڑی مقدار پیدا کر لی۔ اردو۔ فارسی۔ عربی اور انگریزی میں نہایت کثرت سے کتب، رسائل اور اخبارات شائع کئے گئے اور کروڑوں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے گئے۔ مسلمانوں نے بھی ہمت کر کے بعض کتابیں عیسائیت کے رد میں لکھیں۔ چنانچہ مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب آف آگرہ نے اعجاز عیسوی اور ازالۃ الاوہام۔ مولوی عبدالہادی صاحب لکھنوی نے کشف الاستار۔ مولوی آل حسن صاحب نے استفسار۔ ابو منصور صاحب نے میزان المیزان۔ نقیمۃ الوود۔ انعام عام۔ عقوبۃ الضالین اور مصباح الابرار۔ مولوی محمد علی صاحب کچھراوی نے امولت الجبار۔ سر سید احمد خاں نے خطبات احمدیہ لکھیں۔ عیسائیوں اور آریوں نے اسلام کے خلاف اتنی بکواس کی کہ اس کی حد نہیں۔ مسلمان مرتدین یعنی عماد الدین اور صفدر علی وغیرہ کو مولوی اور ڈی۔ڈی کا خطاب دے کر مصنف بنا دیا گیا تاکہ وہ اسلام کے خلاف گند اچھالیں۔ رام چندر اور ٹھاکر داس عیسائیوں کو اسلام اور بانیٔ اسلام پر رکیک حملے کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔ جو لوگ عیسائی ہوتے تھے انہیں اچھی اچھی ملازمتیں مل جاتی تھیں۔

اندریں حالات ایک ہی دل تھا جو سوزاں تھا اور ایک ہی سینہ تھا جو بریاں تھا۔ ایک جان تھی جو پگھل گئی۔ ایک روح تھی جو تڑپ اٹھی اور اس کی پکار آستانۂ الوہیت تک پہنچ گئی، اور وہ حضرت مرزا صاحب کی روح تھی جو اسلام اور مسلمانوں کی دردناک حالت دیکھ کر پکار اٹھی:۔

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں
اے خداوند آ دبرما آپ نصرت ہا ببار
یا مرا بردار یارب زیں مقام آتشیں

(مسیح موعود)

براہین احمدیہ کی تصنیف

ان حملوں کے دفاع میں جو عیسائیوں ۔ آریوں وغیرہ کی طرف سے اسلام اور بانئے اسلام پر ہو رہے تھے پہلے تو حضرت مسیح موعودؑ قلمی جہاد کرتے رہے ۔ لیکن اسے کافی نہ پاکر تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور اسلام پر ہر قسم کے اعتراضات کے جوابات نہایت معقول اور مدلل طور پر دینے کے لئے بتائید سماوی اور بتوابد آسمانی ایک مبسوط کتاب لکھنے کا آپ نے عزم کر لیا ۔ نہ صرف یہ بلکہ براہین احمدیہ کے ساتھ دس ہزار روپیہ انعام کا بھی اعلان کر دیا کہ یہ اس شخص کا حق ہوگا جو اس کتاب کے دلائل کو توڑ کر دکھا دے یا اس سے خمس ہی اپنے مذہب کی تائید میں اور اسلام کی تردید میں نکال کر دکھا دے ۔

آپ نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے دوران میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپ نے اعلان کیا کہ :-

"مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے"

دعاوی الہامی کی ابتداء کتاب سے اُن قول دلیل

دعوے مسیحیت

۱۸۹۰ء میں آپ کو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام اطلاع دی کہ آپ مسیح موعود ہیں ، الہام کے الفاظ یہ تھے :-

"مسیح ابن مریم فوت ہو گیا وجعلناک المسیح ابن مریم"

مسیح موعود کے دعوے کے معاً بعد آپ نے "فتح اسلام" تصنیف فرمائی اور اس میں آپ نے مسلمانوں کو ان الفاظ مخاطب فرمایا :-

"اے حق کے طالبو اور اسلام کے سچے محبو! آپ لوگوں پر واضح ہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے ۔ اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں اور جو حقیقی نیکی ہے اس سے بکلی بے خبری ہے اس زمانہ کا فلسفہ اور طبیعی بھی روحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے اس کے جذبات اس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنے والے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوئے ہیں ، وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوئے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں ....

اب اے مسلمانو سنو! اور غور سے سنو!! اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے پیچیدہ افترا اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے اسی راہ میں ختم کئے گئے یہ کہ جن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک اُن کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالےٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئی فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے ۔ سو خدا تعالےٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحر فرنگ نے تیار کیا ہے ۔ سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کو اٹھانے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا! کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابل پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو ۔

اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالےٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمۃ الاسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا ۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان ہوں گا اور سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دوں گا سو اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا پھر میں کہتا ہوں کہ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالےٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا کہ جو اس کے دین کی تجدید کرے گا سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑنے دیا اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پوری کر کے دکھلایا بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا ۔ اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباد گذر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں ۔ وہ وقت تم نے پالیا اور اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رُک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مردِ خدا کے بھیجا

تھا جس کی رُوح ہیرو ڈیس کے عہدِ حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اُٹھائی گئی سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لئے آیا جس کے حق میں ہے إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا تو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اوّل کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگتر تھا، ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پاکر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اوّل کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اُترا اور وہ اُترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے اور سب باتوں میں اسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اُترا جو مسیح ابن مریم کے اُترنے کا زمانہ تھا تا سمجھنے والوں کے لئے نشان ہو۔ پس ہر ایک کو چاہیئے کہ اس سے انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا تعالیٰ سے لڑنے والا نہ ٹھہرے دنیا کے لوگ جو تاریک خیال اور اپنے پرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی اُن پر ظاہر کر دے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربِّ جلیل کا کلام ہے۔"

علماء کا مخالفانہ رویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

خدا کی شان وہ شخص جو خدا کی طرف سے عین وقت پر اصلاحِ خلق کیلئے آیا نہ صرف کافر کہلایا بلکہ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اسے تنگ کیا گیا۔ وقت کے بڑے بڑے علماء اس کی بیخکنی پر تل گئے نہ صرف جہلاء بلکہ قوم کے لکھے پڑھے لوگوں پر بھی ان کا جادو چل گیا یہاں تک کہ اس مردِ خدا کی کتابوں کو پڑھنا تو کجا اس کی باتیں سننا بھی حرام قرار دیا۔ ایک طرف ان علماء کا اُٹھایا ہوا طوفان سیل تمیزی تھا اور دوسری طرف اس تائید یافتہ انسان کے ساتھ نصرت الٰہی تھی۔ اس حق و باطل کی جنگ کا نقشہ خود اس مردِ مجاہد نے اپنے اشتہار زیرِ عنوان "تبلیغ روحانی" میں کھینچا ہے اس میں سے کچھ درج ذیل ہے:-

" یہ بات قرآن اور حدیث نبویؐ سے ثابت ہے کہ مومن رؤیا صالح مبشرہ دیکھتا ہے اور اس کے لئے دکھائی بھی جاتی ہے بالخصوص جبکہ مومن لوگوں کی نظر میں مطرود اور مخذول اور ملعون اور مردود اور کافر اور دجال بلکہ اکفر اور شرّ البریہ ہو اس کوفت اور شکستِ خاطر کے وقت میں کچھ مکالمات پُر از لطف و احسان خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن کے ساتھ واقع ہوتے ہیں اس کو کون جانتا ہے ؎

رحمتِ خالق کہ حرزِ اولیاء است
ہست پنہاں زیرِ لعنت ہائے خلق

یہ عاجز خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر طرف سے اس زمانہ کے علماء کی آوازیں آ رہی ہیں لستَ مومناً اللہ جلشانہٗ کی طرف سے یہ ندا ہے وقل انی امرت وانا اول المؤمنین۔ ایک طرف مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس کی بیخکنی کرو اور ایک طرف الہام ہوتا ہے یتربصون علیک الدوائر علیہم دائرۃ السوء۔ اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل اور رسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے انی مہین من اراد اہانتک اللہ اجرک یعطیک جلالک اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے الہام پر متواتر زور دے رہا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ غرض یہ تمام مولوی لڑ رہے ہیں اب دیکھئے فتح کس کی ہوتی ہے۔"

پھر اسی اشتہار میں آگے چل کر اپنے متعلق یہ مامورِ ربانی ایک فیصلہ کن معیار قائم کرتا ہے:-

"اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں۔ اور ان کے فتوؤں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں۔ کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعوے جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالبِ صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورہ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر و کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعوے کرتا ہے کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے۔ تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا۔ جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو، ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں نہ پڑو، اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں سے کس پر روحانی

(باقی صفحہ ۳۵ پر)

آسمانی فرستادہ ایک منجم کی نظر میں

از ڈاکٹر محمود احمد خاں صاحب (اوڈزی) ماہر فلکیات

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدی حضرات اپنے بانی سلسلہ کو پچاسویں برسی کے موقعہ پر خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں بحیثیت اس کے کہ میں نے پچیس سال تک اس عالی رفعت ہستی کو آفاقی آثار کے تحت نمایاں مقام پر دیکھا ہے، اپنی علمی تحقیق سے کم و کاست ہدیہ ناظرین کرنا چاہتا ہوں اور ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا کسی خاص فرقے یا عقیدہ سے کوئی ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ...... انتہائی غیر جانبداری کے ساتھ بے لوث ہو کر میں نے اپنے تجسس کی ابتدا کی ہے۔

چودھویں صدی کے آغاز میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اعلان کیا کہ:-

"خدائے تعالیٰ نے اس احقر العباد کو اس زمانے میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف حقائق پر مجت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ علم تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم ہر ملک میں شائع اور رائج فرمائے"

(براہین احمدیہ)

پھر فرماتے ہیں:-

"روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجت قاطع اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعے سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو"

آگے فرماتے ہیں:-

"تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدائے تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمۃ الحق اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا، فتح اسلام سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے"

(فتح اسلام)

حضرت مرزا صاحب نے اپنے وجود کو آسمانی روشنی بتا کر اپنی تائید میں صدہا نشانات آسمانی اور خوارق غیبی کو پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی دعوےٰ کیا ہے کہ روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ دلائل کے رنگ میں انہی کے ذریعہ مقدر کیا گیا ہے خواہ وہ زندگی میں ہو یا مرنے کے بعد۔

نظام شمسی کا ایک نیا رکن

حضرت مرزا صاحب کے اس دعوے کے پیش نظر میں بتانا چاہتا ہوں کہ آفاقی مشاہدات کے ذریعہ ان تین صدیوں میں جو حیران کن تغیرات رونما ہوئے ہیں وہ قطعی طور پر اس فرستادہ سماوی کے حق میں ہیں، قدیم علم ہیئت کے ماہر صرف سات ستاروں کو جانتے تھے لیکن ۱۳ مارچ ۱۷۸۱ء کی شب کو تقریباً ساڑھے دس بجے مشہور ہیئت دان ہرشل نے برج جوزہ کی منازل میں دوربین کے ذریعہ ایک خفیف سے ستارہ کا مشاہدہ کیا جس کو وہ شہاب ثاقب سمجھا لیکن بعد ازاں ایم ڈی سارن (M-D- SARAN) لیپ لیک (LAP LACE) اور لیکسل (LEXEL) نے تحقیق کیا کہ ایک عظیم الشان ستارہ ہمارے نظام شمسی کا رکن بنا ہے جس کا قطر ۳۱ ہزار میل ہے اور شمس کے درمیان دور گردش ۸۴ سال ہے اس کا کیمیاوی نام یورینیم دکھا گیا، جس طرح کیمیا دانوں نے شمس کو سونے سے، قمر کو چاندی سے، عطارد کو سیماب سے زہرہ کو تانبے سے، مریخ کو لوہے سے، مشتری کو سیسے سے منسوب کیا ہے۔ ابتداء میں اس ستارہ کا نام جارج سوئم کے نام پر جارجیم سائڈرس رکھا پھر اصل محقق کے نام سے منسوب کیا گیا۔ بعد ازاں قدیم دیوتا کے نام پر یورانس تجویز ہوا۔ یہ ستارہ سرخ ستارہ کے نام سے بھی مشہور ہے جو کمیونسٹوں کے جھنڈے پر ہتھوڑے کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے منجم اس کو کمیونسٹوں کا ستارہ کہتے ہیں۔

اس ستارے کے اثرات

اس کے ظاہر ہوتے ہی ارضی علوم اُبھرنے شروع ہو گئے اور زمین نے اپنے بطن سے مخفی رازوں کو اُگلا۔ کوئلے کی کانیں تیل اور پٹرول کے ذخائر برآمد ہوئے زرعی پیداوار اور آبادی میں اضافہ ہوا۔ ۱۸۰۲ء میں مصر میں ایک مدفون کتبہ برآمد ہوا۔ جو ہیرو گلیفکس تحریر میں تین زبانوں میں مرقوم تھا جس کے حاصل ہو جانے سے مصر کی گم گشتہ تہذیب کا علم ہوا۔ بعد ازاں فرانس کے ایم جوٹا نے وہاں کے کھنڈروں کو کھود کر بے شمار کتبے حاصل کئے جس سے بابلیوں، خالدیوں، مصریوں، فلکیوں، عبرانیوں، عربوں اور ایرانیوں کے نہ صرف کے (؟) رازہائے سربستہ منکشف ہوئے اس ستارے کے اثرات جہاں ارضی مخفیات پر پڑے وہاں ذہنی طور پر مادی رجحانات بھی تیز تر ہونے لگے۔ ہیگل نے فلسفہ تاریخ، ڈارون نے نظریۂ ارتقاء، مارکس نے معاشرتی تخیل پیش کر کے قدامت کی بنیادوں کو متزلزل کر ڈالا اور روحانی قدروں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ مادی رجحان اور الحاد کے سیلابوں کے سامنے غیب کے علوم اور معتقدات مضحکہ بن کر رہ گئے۔ غیر معروف جزائر کی نوعیں دنیا میں پھیل گئیں اور عظیم الشان نوآبادیوں کو کچلتی ہوئی سرپرستی و بلندی پر اقتدار حاصل کیا۔ انواع و اقسام کی ایجادوں نے تمام کرہ ارض میں نیا انقلاب برپا کر دیا۔ ریلیں اور اسٹیم انجن بھی ایجاد ہوئے، جن کے ذریعہ تجارت کو فروغ ہوا۔ سفر کی درازی مختصر ہو گئی جوں جوں اس ستارہ کی شعاعیں کرۂ ارضی تک پہنچیں۔ مادیت کی گرم بازاری ہونے لگی امراض متعدی شکل میں ظاہر ہوئیں ..... چونکہ مواد زمین پر اُن کا اثر ہوا اس لئے زہریلے امراض طاعون وغیرہ عالمگیر شکل میں نمایاں ہوئے یہ ستارہ مغربی ہے اور مشرق پر اثر ڈالتا ہے۔

ایک اور ستارہ "نیپ چون"

انیسویں صدی میں ایک دوسرے ستارہ نیپ چون (NERTUNE) کا علم ہوا۔ ایم گالے (M.GALLE) نے ۲۳ ستمبر ۱۸۴۶ء کو برلن میں پہلی بار مشاہدہ کیا۔ فرانکولیس آراگون نے اس ستارہ کا نام لی ویریئر (Leverrier) تجویز کیا لیکن بعد میں نیپ چون (Neptune) مشہور ہو گیا جس کے معنی سمندری دیوتا کے ہیں اس ستارہ کا قطر ۳۲۹۸۲ میل ہے اور بارہ ارب اناسی کروڑ پینسٹھ لاکھ ۲۸ ہزار میل شمس سے دور ہے۔ شمس کے گرد ۱۶۵ سال میں گردش مکمل کرتا ہے اس کا اپنا ایک چاند ہے۔

نیپ چون کے اثرات

جس طرح یورانس کے اثرات مادی شکل میں ظہور میں آئے اس ستارے کے ظاہر ہونے کے بعد برقی قوتیں منکشف ہو کر نئے دور کا آغاز ہوا یعنی بجلی کے ذریعہ انواع و اقسام کی مشینیں چلنے لگیں بڑے بڑے صنعتی کارخانوں نے فروغ پایا۔ تار برقی اور دیگر اختراعات ظہور میں آئیں۔

اس ستارے کے ہمارے نظام شمسی میں داخل ہو جانے کے بعد تمام دنیا کے مذاہب میں کشمکش شروع ہو گئی۔ باہمی مناظروں اور مباحثوں نے زور پکڑا بالخصوص اسلام عیسائیت اور ہندومت میں بڑے بڑے مصلح ظہور میں آئے آریہ سماج برہمو سماج، دیو سماج ہندوؤں میں عیسائیوں میں یسوعی فرقہ اور مسلمانوں میں سر سید احمد خان اور مرزا غلام احمد قادیانی جدید دور کے علم الکلام کے موجد بنے سر سید کی تحریک کا مسلمانوں کی داخلی زندگی پر زبردست اثر پڑا۔ اور ان میں مغربی علوم کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ مرزا صاحب کے تابعین نے بیرونی طور پر ہندو دھرم اور عیسائیت کے خلاف مدافعت

کا پہلو اختیار کیا اور پھر اس سے بڑھکر یورپ و امریکہ میں لیپریشن کی جگہ بڑے بڑے لارڈ اور کاونٹ اسلام میں داخل ہوگئے۔ سید جمال الدین افغانی کی پان اسلام ازم کی تحریک نے بھی زور پکڑا۔ بنیادی طور پر یہ ستارہ یورق ہے اس کو زوال اسپیس حارس بھی کہتے ہیں۔

ایک تیسرے ستارہ کا ظہور

بیسوی صدی کے شروع ۱۹۲۸ء میں تیسرے ستارے کا ظہور ہوا جس کا نام پلوٹو ہے۔ اس ستارہ کے بعد ایٹمی قوت کا انکشاف ہوا اور انسان تسخیر کائنات کے انتہائی زینہ پر نظر آنے لگا۔ ہواؤں میں پرواز شروع ہوگئی ریڈیو اور آلۂ راڈار ایٹم بم، راکٹ اور جیٹ طیارے منصۂ شہود پر ظاہر ہوئے ۶ر اگست ۱۹۴۵ء کو امریکہ نے جاپان کے ایک شہر ہیروشیما پر ایٹم بم چھوڑا جس سے یہ شہر میلوں تک دھوئیں کے پہاڑوں کے نیچے دب کر ملیا میٹ ہوگیا۔ جب دھوئیں کا طوفان ختم ہوا تو وہ جلا ہوا کھنڈر پایا گیا اس ستارے کے عہد کی خصوصیات میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ روس نے آسمان پر دو راکٹ پھینکے اور مغربی دنیا جس کا عروج ان تینوں صدیوں میں واقع ہوا تھا مشرقی نوآبادیات اور مقبوضات سے خود بخود دستبردار ہوتی گئی اور یہ قومیں دو گروہوں میں تقسیم ہوکر مہلک ہتھیاروں کی ایجاد میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف ہوگئیں جس سے سائنسدانوں کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ امریکہ اور روس کی یہ سائنسی ترقی ایٹموں کے ذریعہ اس دنیا کو خاتمہ نہ کر دے۔

کائناتی معلومات اور مذہب کی طرف رغبت

اسی دوران میں سائنس کے ذریعہ بے شمار کائناتی معلومات میں اضافہ ہوا بالخصوص آئنسٹائن نے نظریۂ اضافیت پیش کیا دقیق موشگافیوں کے بعد مادیت کے مسلمات کو یکسر غلط قرار دے دیا گیا۔ وہ مذاہب جو خدا کے ساتھ مادے کو شامل مانتے تھے عاجز اور لاچار ہوکر رہ گئے تھے اور سائنسدانوں کا میلان قوانین عالم کے معلوم کر لینے کے بعد مذہبیت کی طرف بڑھنے لگا اور مغربی ممالک میں اسلام کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا۔

سیاسی اثرات

دوسری طرف مسلمان اگرچہ مادی طور پر استبداد فرنگ سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے لیکن داخلی طور پر قومیت اور اسلامیت کی کشمکش نے ان کی ارتقائی پرواز کو کمزور کر دیا جس کے باعث وہ اقوام عالم میں اپنا مخصوص مقام حاصل نہ کر سکے اس نزاعی کشمکش کی ابتدا برِ اعظم پاک و ہند میں اور عرب ممالک میں پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوئی اس کے بعد عالمگیر طور پر قومیت کے رجحانات تیز ہونے لگے عربوں نے ترکی حکومت کا جوا اتار دیا۔ جانبین میں نفرت پیدا ہوکر قومیت کو فروغ ہوا۔ برِ اعظم پاک و ہند میں علیگڑھ کی تحریک اور قدامت پسند علماء میں تعصب و رقابت کے شعلے بھڑکے، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، علامہ اقبال وغیرہ اسلامیت کے علمبردار ہوئے اور مولانا حسین احمد، مولانا ابوالکلام آزاد مع تمام جمعیت العلماء ہند قومیت کے حامی بنے، مولانا محمد علی کا نعرہ تھا کہ قومیت شیطنت ہے اور اسلامیت رحمت ہے۔ علمائے دین اس کے خلاف قومیت کی تائید میں نعرے لگانے لگے تھے کہ ناگاہ قائد اعظم محمد علی جناح نے سب سے بڑی جماعت مسلم لیگ کے ذریعہ عظیم انقلاب پیدا کر کے تمام برِ عظیم کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر کے وطنیت کی بنیادوں کو پاش پاش کر ڈالا اور سواد اعظم کی عظیم طاقت کے ساتھ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء میں مملکت پاکستان کی بنیاد رکھی اس مہم میں قدامت پسند علماء اور وطنیت کے حامیوں کو رسوا کن شکست نصیب ہوئی۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ آسمانی تائیدات کا حامل ہے

یہ اجمالی خاکہ ہے آفاقی انکشافات کا ان تین صدیوں کے تغیرات نے ہمارے کرۂ ارض پر جو انقلاب پیدا کیا ہے جب سے دنیا میں انسان کا ظہور ہوا ایسے محیر العقول عجائبات کبھی ظہور میں نہیں آئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ذہن انسانی کی ارتقائی موشگافیاں اتفاقی ہیں یا کسی خاص منصوبہ کے تحت ظہور میں آئیں قطع نظر اس کے کہ ہزاروں برس سے دنیا کے تمام مذاہب اسی قسم کے حالات کے وقوع پذیر ہونے کی پیشگوئیاں اپنی اپنی مقدس کتابوں میں درج کر چکے ہیں ایک خاص انسان کا آکر دنیا کو چیلنج کرنا کہ میں بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کے لئے آسمان سے آیا ہوں اور انتہائی تاریک دور میں جبکہ یورانس ستارہ کے اثرات زمین پر سے تمام روحانی اقدار کو فنا کر چکے تھے مادے کی خدائی کے سامنے حقیقی خدا کا تصور وہم و گمان کے درجے سے بھی بعید ہو چکا تھا، اس کا اسلام کے چہرہ کو نمایاں کر دینا اور مادیت کی سرزمین میں خدا کی تلاش کا جذبہ سائنسدانوں کے دماغوں میں پیدا کر دینا ان آفاقی اثرات کا نتیجہ ہے، جو مشیت الٰہی کے ماتحت ستاروں کے طلوع و غروب نے پیدا کئے، اور اس لئے یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ آسمانی تائیدات کا حامل ہے۔

الٰہی انتخاب

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)

آپ نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے متعلق جو یہ عقیدہ اختیار کیا ہوا ہے کہ ختم نبوت کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا بھی دروازہ بند ہو چکا ہے، یہ سراسر غلط بات ہے۔ یہ دروازہ نہ صرف یہ کہ کھلا ہی ہے بلکہ کبھی بند ہو سکتا ہی نہیں:

"ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسے پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانے میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں، کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی"

اور آپ نے اپنے اس دعوے کا نئی اور پرانی دنیا میں اعلان فرمایا کہ میں خود مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوں۔ اور آپ کے اس دعوے اور اس کی سچائی کے شواہد کا سامنے آنا تھا کہ فلسفہ کی کمان ٹوٹ گئی اور اس کی ترکش سے سب تیر گر گئے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہوا کہ دنیا کی کوئی قوم نہیں۔ دنیا کا کوئی ملک و دیار نہیں، جہاں سے اس کے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونے کی شہادت نہ پیش کی جا سکتی ہو۔ پچھلے پچاس سال کے عرصہ میں جیسے جیسے زمین تہ و بالا ہوئی، جنگیں ہوئیں زلزلے آئے۔ امراض پھیلے طوفان آئے۔ تخت الٹے، تاج لٹے، بڑے چھوٹے ہوئے، چھوٹے بڑے ہوئے۔ ان سب حوادث کی کسی کی تفصیل اور کسی کی اجمالی کیفیت اس مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ میں ملتی ہے۔ جو آپ کے ساتھ ہوا۔ اس تمام مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا ضبط تحریر میں لانا محال ہے۔ اس میں سے دو ایک ٹکڑے یہاں درج کئے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفت تکلم کے منکر کو راہنمائی ہو۔ آپ نے اپنی ایک کتاب میں جو کہ ۱۹۰۷ء میں شائع کی گئی فرمایا ہے:-

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں، اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں ...... میں سچ سچ کہتا ہوں۔ اس ملک (ہندوستان) کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے"

(حقیقۃ الوحی)

"حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلا دے گی اور زلزلے آئیں گے۔ اور شدت سے آئیں گے۔ اور قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی"

"خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے۔ اور کئی آفتیں زمین پر نازل ہوں گی کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی۔ اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی"

(الوصیت شائع شدہ ۱۹۰۵ء)

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

جلسۂ یومِ وصال

(بسلسلہ صفحہ ۲)

لکھے لوگوں نے کہا کہ حدیث کو جواب دے دو، یہ ایک اور اعتراف شکست ہے، اس کے بعد ایک اور مشکل پیش آئی کہ آخر قرآن نے جو تعلیم دی ہے اس سے بھی مامور و مجدد کی ضرورت ثابت ہوتی ہے، سلسلہ وحی و الہام کا جاری ہونا اس سے ثابت ہے، اس لئے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اب عقل کا دَور دورہ ہے اس لئے کسی وحی کی ضرورت نہیں، گویا مرزا صاحب کی مخالفت میں حدیث بھی گئی اور قرآن بھی گیا لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے، اگر مغرب میں انگریز اسلام کے انڈے ثابت ہو رہے ہیں تو مشرق میں احمدیت کے انڈے ہمارے اقبالی دوست ہیں جو احمدیت کی طرف قدم بقدم آ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں بھی قادیان میں رہا ہوں، وہاں کا ماحول دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس زمین پر فرشتے چلتے پھرتے ہیں یہاں تک کہ سکول کے لڑکے قطار در قطار نماز کے لئے جاتے اور پھر درس قرآن میں بھی شامل ہوتے تھے، اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ٹھیٹھ اسلام اگر دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھو۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ مخالفت خواہ کتنی ہو اس سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا موافقین سے پہنچ سکتا ہے جب وہ تحریک کا پورے طور پر ساتھ نہ دیں، سب سے بڑی حجت قاطعہ جس کا جواب کسی کے پاس نہ ہوگا یہی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو ایسا بنائیں کہ وہ اسلام کی صحیح اور سچی تصویر ہو، یہ وہ حربہ ہے جس کے مقابلہ میں مخالفین کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہو سکتا۔

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ احمدیت پر مخالفت کے چار دَور آئے ہیں پہلے دَور میں پچیس سال تک سب قوموں کی طرف سے اسلام پر حملے ہوتے رہے اور ایک اکیلا شخص (حضرت مرزا غلام احمد صاحب) سب کا جواب دیتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ دن رات انسانوں کا تعلق خدا سے جوڑتا رہا اور اس وقت تک فوت نہیں ہوا جب تک مخالفین اسلام کو دلائل کی تلوار سے ہلاک نہیں کر دیا کہیں زبردست دلائل ہیں کہیں پیشگوئیاں اور نشانات ہیں جنہیں دھڑلے سے شائع کرتا رہا یہ وہ چیز ہے جس کو کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا، جو خدا پرستی اور ماموریت کا مصنوعی دعوے رکھتا ہو، اس کے بعد دوسرا دَور محبوبیت کا دَور تھا، جب حضرت مولنا نورالدین صاحب کے زمانہ میں حضرت خواجہ کمال الدین اور دوسرے احمدی بزرگوں کو ہر جگہ سے لیکچروں کے لئے بلایا جاتا تھا اور ان کے سپرد قبول اسلام کی سند حاصل کر چکے تھے، اور احمدیت کو اسلام کا زبردست سپاہی سمجھا جاتا تھا

آپ نے فرمایا کہ اسکے بعد ہماری تحریک کے اندر ریاست آ گئی اور ایک شخص نے استبدادی قوت ہاتھ میں لیکر احمدیت کو مسلمانوں سے منقطع کر دیا حضرت مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو جمع کرنے کیلئے آئے تھے لیکن میاں محمود احمد صاحب نے مسلمانوں کو .... دُور پھینکدیا، اس کے خلاف ہمارے بہت کچھ لکھا گیا اور اسی کشمکش میں پچاس سال کا عرصہ گذر گیا۔

پھر احمدیت کی مخالفت مولویوں سے نکل کر سیاسی آدمیوں کے ہاتھ میں آ گئی، اور انہوں نے کہا کہ وفات حیات مسیح کی بحث کو ختم کرو، جن احادیث میں مسیح کی آمد کا ذکر ہے وہ سب غلط ہیں، مولوی تو لڑا عقل کو چھوڑ کر اور یہ لوگ حدیث کو چھوڑ کر لیکن ان کا جواب مولوی محمود ہی نے دیا کہ حدیث کو چھوڑنا پرلے درجہ کی جہالت اور بزدلی ہے، اب چوتھا دَور شروع ہوا ہے جس میں قرآن پر بھی ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ خواب و خیال کی دنیا میں بستے ہیں، حالانکہ خوابیں اور یہ الہامات تو قرآن کی دنیا ہے اس کو چھوڑ کر باقی کیا رہ جاتا ہے۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ مغرب کسی بڑے اکسپرٹ کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوگا اور وہ اکسپرٹ حضرت مرزا غلام احمد ہی ہیں انہیں کی ذات سے اسلام کا غلبہ وابستہ ہے اور اسلام کا غلبہ ہی تحریک احمدیت کا غلبہ ہو اسلئے اس تحریک کو پھیلانا ہمارا فرض ہے

ڈاکٹر غلام محمد صاحب

چیمہ صاحب کے بعد محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مشاہیر کی برسیاں اس لئے منائی جاتی ہیں کہ ان کی یاد کو تازہ کرکے لوگوں میں انکی تقلید کا جوش اور ولولہ پیدا کیا جائے، آج ہم حضرت امام وقت کی برسی منا رہے ہیں اس کا صحیح طریق یہ ہے کہ یہ احساس ہم میں پیدا ہو کہ وہ پاک انسان کس غرض کے لئے آیا تھا اور وہ غرض پوری ہوئی یا نہیں، بحث مباحثے یا دلائل کوئی حقیقت نہیں رکھتے، اصل غرض جس کے لئے حضرت مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے وہ تقوے اور ایمان دلوں کے اندر پیدا کرنا تھا، ضرورت ہے کہ اس غرض کو پیش نظر رکھ کر آپ کی برسی منائی جائے اور ہم سب امام وقت کو اپنے سامنے لا کر غور کریں کہ ہم نے اس کی آمد کی غرض کو پورا کیا ہے یا نہیں۔

آپ نے فرمایا ہمارا یہ مجمع سب بیکار ہے اگر ہم میں وہ چیز موجود نہیں جس کے لئے حضرت امام وقت مبعوث ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ دوسری چیز یہ بھی ہے کہ وہ عظیم الشان انسان عبث نہیں بھیجا گیا، خدا کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا اس خیال سے کہ اس کے نہ ماننے سے کفر لازم نہیں آتا، اس کو پیش نہ کرنا خدائی فعل کو عبث ٹھہرانا ہے، حضرت امام وقت کو ماننا اگرچہ جزو ایمان نہ ہو لیکن اس سے اعراض کسی صورت میں مفید نہیں، اس کے ماننے سے اسلام کے بہت سے فوائد وابستہ ہیں۔ اس لئے آپ کو چاہیئے کہ انہیں بڑے زور سے دنیا میں پیش کریں اور اس رنگ میں پیش کریں کہ اسلام کی مقبولیت کے لئے اس کے سوائے کوئی رستہ نہیں کہ احمدیت کو قبول کیا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ میں تو حضرت مرزا صاحب کا اس لئے ممنون ہوں کہ ان کے ذریعہ مجھے پتہ لگا کہ اسلام کیا ہے، ہم انگریزی تعلیمیافتہ لوگوں کے سامنے انہوں نے اسلام کا ایسا خوبصورت نقشہ پیش کیا ہے کہ جس کو ماننے بغیر چارہ نہیں، اس لئے اگر آپ امام وقت کی برسی منا رہے ہیں تو پہلی چیز یہ ہے کہ اپنے اندر احمدیت کا صحیح رنگ پیدا کریں، اور دوسرے یہ کہ اسے دنیا میں پہنچائیں۔ تقوے اصل چیز ہے جس کے لئے مرزا صاحب آئے تھے، اس کو اپنے اندر پیدا کریں۔

مستری محمد دین صاحب

ڈاکٹر صاحب کے بعد مستری محمد دین صاحب ٹھیکیدار واڑی جو ایک پر جوش بوڑھے آدمی ہیں، جوش عقیدت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم نے سراجاً منیراً قرار دیا ہے آپ کے بعد تیرہ سو سال میں کئی اولیاء اللہ اور مجددین گذرے ہیں، جن کی مثال قمری مہینہ کی ابتدائی راتوں کے چاند کی طرح ہے، جو آفتاب رسالت سے اپنی حسب استعداد روشنی حاصل کرتے رہے، چودھویں صدی کا مجدد وہ بدر کامل ہے جو آفتاب رسالت کی پوری روشنی سے منور ہو کر دنیا کی ہدایت کا موجب ہوا، جس طرح چودھویں کا چاند اسی جگہ سے طلوع ہوتا ہے جہاں سے سورج چڑھتا ہے اور اس کا پورا وجود سورج کے عین سامنے ہو کر اس کی پوری روشنی لیتا ہوا عین جا کر غروب ہوتا ہے جہاں سورج ڈوبتا ہے۔ اسی طرح چودھویں صدی کا مجدد بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب سے پورا نور لے کر دنیا کو روشن کر رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ وہ حقیقت ہے جو حضرت مسیح موعود کو نبی قرار دینے والوں کی تردید میں پیش کیا کرتا ہوں۔

محترم شیخ عبدالرحمن صاحب مصری۔

سب سے آخر میں محترم شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے تقریر کی جس میں آیت استخلاف سے استدلال کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود منہاج نبوت پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بن کر آئے، خلیفہ وہی کام کرتا ہے جو رسول کرتا ہے اور وہ خدا پر محکم ایمان پیدا کرتا ہے، جب یہ ایمان پیدا ہو جائے تو رسول پر بھی ایمان پیدا ہو جاتا ہے، حضرت مسیح موعود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و حقیقت کو دلوں کے اندر گاڑ دیا، حضرت مولانا نورالدین صاحب فرمایا کرتے تھے عرفت احمد من احمد، احمد کو میں نے احمد کے ذریعہ پہچانا۔

آپ نے فرمایا کہ بعض دوستوں کا تقاضا ہے کہ ہمیں معاشیات وغیرہ مسائل حاضرہ پر اسلام کی رُو سے روشنی ڈالنی چاہیئے اور کمیونزم .... کا جواب دینا چاہیئے، یہ صحیح ہے لیکن اس کا

اصل ذریعہ یہ ہے کہ پہلے دلوں کے اندر ایمان پیدا کیا جائے، اگر ایمان پیدا ہو جائے تو باقی مسائل کو وہ خود مان لیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ فرستادگان الٰہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایسے نشانات دیتا ہے جن سے خدا تعالیٰ کا وجود ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قادر، علیم وخبیر اور رازق ہونے کی صفات کا ظہور اسی قسم کے نشانات سے ہوتا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے بعض نشانات کا ذکر کیا اور بتایا کہ رحم میں بچہ کی شکل بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جس کو کوئی دوسرا معلوم نہیں کر سکتا۔ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے مولانا نور الدین صاحب کے ایک بچہ کی پیشگوئی کرتے ہوئے اس کا حلیہ بھی بتایا کہ اس کے بدن پر پھنسیاں ہوں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا، اسی طرح حدیث میں ہے کہ بچہ کی عمر ساتھ ساتھ لکھی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے مبارک احمد کے متعلق اس کی پیدائش سے پہلے خبر دی کہ وہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ نے فرمایا کہ ختم نبوت کے یہ معنے نہیں کہ اس کے پھل اور تاثیرات ختم ہو جائینگی اگر ایسا ہو تو پھر قرآن بھی ختم ہو جائے گا۔ ختم نبوت کا پھل یہی ہے کہ اب قرآن ہی ایک کتاب ہے جس کی اتباع سے خدا رسیدہ انسان پیدا ہوتے اور وہ خدا سے علم پا کر پیش از وقت خبریں دیتے ہیں جن سے خدا پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے، حضرت مسیح موعود نے کثرت سے ہر ملک کے متعلق پیشگوئیاں کیں، جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں، ان کو ان ممالک میں پیدا کرنا ایمان باللہ پیدا کرنے کا موجب ہوگا، اس لئے ان پیشگوئیوں اور نشانات کو دنیا میں پیش کرو، مسیح موعود بے شک مؤمن بانے نہیں لیکن مومن بنانے والی چیزوں یعنی ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، جس طرح ظل اپنے اصل کا پتہ دیتا ہے حضرت مسیح موعودؑ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہیں اور آپ کے وجود سے اس پاک نبی کی صداقت کا پتہ لگتا ہے۔

مصری صاحب کی اس تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے دعا فرمائی اور جلسہ نماز مغرب کے وقت ختم ہوگیا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۶)

جیسے کہ آغاز تحریر میں ہی عرض کیا گیا ہے۔ جب بانی سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ دین کی حفاظت . . . اور استحکام کے لئے کھڑا کیا۔ تو مسلمان قوم اپنی دوبارہ سربلندی کا واحد علاج اقتدار حکومت و سلطنت کے حصول میں سمجھتی تھی۔ سو پچھلے کچھ سالوں سے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے مسلمانوں کو بھی ایک آزاد سلطنت بخش دی ہے، اور دنیا کے باقی حصوں میں بھی مسلمان

مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۴)

تبلیغ بھی کر دی ہے آئندہ تمہیں اختیار ہے "والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر ۱۸۹۱ء"

اے نام نہاد علماء جو کفر بازی میں اپنے پیشروؤں سے سبقت لے جانا چاہتے ہو ذرا ان کے عبرتناک انجام پر نظر ڈالو کس طرح وہ اس دنیا سے خائب و خاسر سینکڑوں حسرتیں سینوں میں لیکر چل بسے یہاں تک کہ ان کا نام لیوا ابھی تلاش کرنے پر تمہیں نہیں ملے گا۔ ان کے مقابل اس مامور ربانی کی کامیابیوں پر نظر ڈالو جس کا نام اور مشن آج دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا ایک زمانہ تھا کہ وہ اکیلا تھا اور سوائے ذات باری کے اس کا کوئی حامی و ناصر نہ تھا یہاں تک کہ اس کے نام اور مقام سے بھی کوئی واقف نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود تمہارے سلف کے کفر کے فتوؤں کے اسے نوازا اور اُن تمام نہاد مکفر علماء کو ملیا میٹ اور بے نام و نشان کر دیا۔

کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خائب و خاسر رہے تم ہو گیا میں کامگار
اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

(مسیح موعودؑ)

بھلے لوگو! اپنی عاقبت کی فکر جہالت کی موت نہ مرو۔ اس مرد کامل کی صداقت کو پہچاننے کے لئے وہی نسخہ استعمال کرو جو اس نے روحانی تبلیغ میں تمہارے لئے تجویز کیا تاکہ تم نجات پا جاؤ۔

صادقاں را صدق پنہاں کے ماند نہاں
نور پنہاں بر جبین مرد انوار آورد

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- صادقوں کا نہاں در نہاں صدق کبھی چھپا نہیں رہتا۔ نوری مرد کا قلب اس کی پیشانی روشن کر دیتا ہے۔

٭ تقریباً سب ہی . . . آزاد سلطنتوں کے مالک ہو چکے ہیں۔ لیکن ان حکومتوں کسی ایک کے بھی منشور میں اشاعت اسلام اور غلبۂ دین اسلام کے متعلق کوئی آئٹم موجود نہیں۔ صرف اسی ایک بات پر نگاہ ڈالنے سے ہی ایک حق بین نگاہ کے سامنے یہ سچائی کھل کر آجائے گی کہ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے دین کا کام کس کے سپرد ہو۔ اور وہ کن ذرائع

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط میں جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ جون ۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ جون ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ جون ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو ان کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۲۰	۶	۲۷۵	۶
۳۹	۲۴	۲۹۹	۶
۵۱	۶	۳۲۷	۶
۵۵	۶	۳۵۳	۶
۷۵	۶	۳۶۵	۶
۸۲	۶	۳۷۰	۶
۹۵	۶	۳۷۵	۶
۹۶	۶	۳۷۷	۶
۱۰۶	۶	۳۸۴	۶
۱۲۲	۶	۴۱۵	۶
۱۳۷	۶	۴۴۰	۶
۱۴۰	۶	۴۴۲	۳۰
۱۶۲	۱۲	۴۴۴	۱۸
۱۶۹	۶	۴۹۱	۶
۱۷۱	۶	۵۶۰	۶
۲۰۱	۶	۶۲۲	۶
۲۰۶	۶	۶۳۰	۶
۲۲۰	۶	۶۳۳	۱۲
۲۳۰	۱۸	۶۳۵	۶
۲۵۰	۶	۶۴۹	۶
		۷۰۴	۶

(بقیہ از صفحہ ۲۸)

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفےٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہی پلایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور (پاکستان)

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷ — تار کا پتہ تبلیغ لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ ذیقعد ۱۹۵۸ھ مطابق ۴ جون ۱۹۵۸ء | ۲۱

دو انگریزوں ایک جرمن خاتون اور ایک امریکن کا قبولِ اسلام

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کے خطوط

(۱)

برادرم مکرم دوست محمد خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پچھلے خط میں حضرت مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم مہدی مسعود کے کشف کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے تمام جماعت سے درخواست کی تھی۔ کہ اس کشف کا منظر جو اس سے پہلے کئی بار دیکھا جا چکا ہے اللہ تعالےٰ پھر ہمیں دکھائے۔ الحمدللہ کہ ۲ اپریل کی شام کو اور ۷ اپریل کو ۹ بجے دن دو انگریز صاحبان حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان میں سے ایک رائل نیوی کا Petty officer ہے اس کا پتہ حسب ذیل ہے۔

Keith Charles Gorneek
Olivers, 24 Pond Avenue
Herts
U.K.

اگر کوئی صاحب اُن کے نام مبارک بادی کا خط لکھیں۔ تو اس انگریز نومسلم کی حوصلہ افزائی ہوگی اس پر اثر ہوگا کہ مسلم برادری اس قدر وسیع اور باہم ہمدردی رکھتی ہے۔

قبلہ شیخ میاں محمد صاحب کا نوازش نامہ صادر ہوا جنہوں نے اپنے دعائیہ کلمات کے ہمراہ ۵۰/- روپیہ کی رقم مہمان نوازی کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے پیشکش فرمائی ہے جزاہ اللہ، یہ رقم خاص موقعوں پر جب بڑے اجلاس طلب کئے جائیں گے۔ مصارف کے لئے کام آئے گی۔

ابھی ابھی سیلون سے ایک غیر مسلمان نے ½ ۷ پونڈ کا عطیہ از رقم بد زکوٰۃ ارسال فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزا دے۔ میری تمام احباب سے درخواست ہے کہ اس دینی کام کی ترقی اور کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔

آپ کا غلام ربانی

(۲)

ہمیں یہ اطلاع دیتے ہوئے انتہائی مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ اس مہینہ میں اب تک تین افراد مسلمان ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ایک نومسلمہ جرمن خاتون ہیں۔ آپ نے جرمنی سے قبول اسلام کا فارم بھر کر بذریعہ ڈاک روانہ کیا ہے آپ کا اسلامی نام فاطمہ تجویز کیا گیا ہے ان کا پتہ حسب ذیل ہے۔

Fatima Islam Barnas
Margrid Eggars Schoeppen
Stelli Lowe Saxony
W. Germany

دوسرے نومسلم ایک انگریز ہیں جنہوں نے لنڈن سے مسلمان ہو کر اور فارم بھر کر بھیجا ہے آپ کا نام و پتہ درج ذیل ہے۔

Mr. C. E. C. Canadines
19, A Hill Avenue
Amersham Buck U.K

آپ کا اسلامی نام طارق رکھا گیا ہے۔

تیسرے نومسلم امریکہ کے ایک نوجوان ہیں۔ آپ نے بھی فارم بھر کر بھیجا ہے۔ آپ نے اپنا نام خود ہی

(باقی برصفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خُدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

—★—

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

—★—

آپ کے خطوط

ملتان میں جلسہ یوم وصال

الحمد للہ کہ مورخہ ۲۶ مئی کو ملتان میں بتقریب یوم وصال حضرت مسیح موعود ایک نہایت کامیاب جلسہ ہوا۔ صرف جماعت کے دوست مدعو تھے۔ علاوہ مقامی جماعت کے مضافات کے علاقوں مثلاً علی پور، خانیوال، مخدوم پور، بھوران، ڈیرہ نواب صاحب، بہاولپور، کسم سر، مظفرگڑھ اور علی پور، بنیز وغیرہ مقامات سے بھی احباب جماعت تشریف لائے۔ لاہور سے مولانا احمد یار صاحب تشریف لائے۔ جلسہ کی صدارت محترم عبدالعزیز خان صاحب مالک عزیز ہوٹل نے کی۔ موصوف نے حضرت مسیح موعود کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:-

آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر عشق اور اسلام کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ جب غیر مسلموں کی طرف سے کوئی اعتراض آپ تک پہنچتا تو جب تک اس کا جواب نہ دے لیتے آرام نہ فرماتے۔ خان صاحب موصوف نے اربعین سے اور جناب حبیب اللہ صاحب پسر مولوی قاضی شبیر محمد صاحب نے کشتی نوح سے اقتباسات پڑھے۔ مولانا احمد یار صاحب کی تقریر بہت پسند کی گئی۔ آپ نے احمدیت کو مدلل رنگ میں پیش کیا اور حالات حاضرہ کی روشنی میں حضرت اقدس کی صداقت حاضرین پر واضح فرمائی اور ثابت کیا کہ صحیح معنوں میں ختم نبوت کی قائل جماعت احمدیہ لاہور ہے اور یہی ایک جماعت ہے جو اتحاد بین المسلمین کی علمبردار ہے کیونکہ اس کے نزدیک کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا۔

تحریک احمدیت کے متعلق ایک تقریر خاکسار راقم الحروف نے بھی کی اور حضرت مسیح موعود کے دعوےٰ مجددیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے وہ کارنامے بیان کئے جو آپ نے تجدید دین کے سلسلہ میں اس زمانہ میں سرانجام دئیے۔ جلسہ میں حضرت کی اردو اور فارسی اور عربی نظمیں پڑھی گئیں۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد ایک جماعتی میٹنگ ہوئی جس میں جناب میاں فاروق احمد صاحب نے تمام احباب سے خطاب فرمایا اور کچھ تجاویز پیش کی گئیں:-

مثلاً ۱۔ ملتان کو ڈویژنل سنٹر بنایا جائے۔

۲۔ ملتان ڈویژن کے تمام چندے مرکز ملتان کی معرفت مرکز میں بھیجے جایا کریں۔

۳۔ ہر ایک احمدی بچہ کا کم از کم ایک آنہ ماہوار چندہ ادا کیا جائے۔

۴۔ ہر ایک احمدی حضرت صاحب کی کتب کا خود بھی مطالعہ کرے اور غیر از جماعت دوستوں میں بھی ان کتب کو تقسیم کرے۔

۵۔ مبلغ کا سہ ماہی دورہ جماعتوں میں ہوا کرے۔

ان تجاویز کو سب دوستوں نے پسند کیا۔ ان میں سے ضروری تجاویز برائے منظوری مرکز لاہور میں بھیجی گئی ہیں۔

جلسہ پر تشریف لانے والے احباب کا قدم ترقی کی طرف نظر آ رہا تھا۔ جناب عبدالعزیز خان صاحب نے اپنے ہوٹل کے کمرے مہمانوں کے لئے خالی کر دیئے تھے جلسہ گاہ اور مہمانوں کا سارا انتظام خان صاحب موصوف اور اُن کے صاحبزادگان نے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ خان صاحب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

خاکسار ۔۔۔ کرنیلی

فسخ بیعت ربوہ

بخدمت مکرم جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل اعلان میری طرف سے اخبار میں شائع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

"بندہ نے قبل ایک سال یعنی جون ۱۹۵۷ء میں خلیفہ صاحب محمود احمد کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ یہاں کے قادیانی نے بتایا تھا کہ ہم بھی وہاں تک حضرت مسیح الموعود کو مانتے ہیں جہاں تک لاہوری جماعت مانتی ہے۔ لیکن پرسوں بتاریخ ۷ ار مئی ۱۹۵۸ء جماعت قادیان حال ربوہ کے مبلغ محمد عمر شاہد لی سے کی زبانی باتوں باتوں میں معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ حضرت صاحب کو حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اور مبلغ صاحب نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی کی کہ حضرت صاحب نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تھا۔

میں نے ان کو حضرت صاحب کی ایک تحریر پیش کی جس میں حضور مجازی نبی (یعنی محدث) کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلے انبیاء کی کتابوں میں بعض انبیاء کو خدا کا بیٹا کر کے بیان کیا ہے جیسے پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں میں ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین کو خدا کر کے بیان کیا گیا ہے (مفہوم) تو ہیں نے مبلغ صاحب کو قرار دیتے ہیں تو پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق جیسا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں حضرت محمد مصطفےٰ خدا ٹھہرتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود الوصیت میں لکھتے ہیں کہ امت کے بعض افراد نے امتی ہونے کے ساتھ نبی کا خطاب پایا۔ تو اس طرح تو کئی نبی بن جاویں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویگا۔ مبلغ صاحب سے میری باتوں کا کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور وہ فی الحال پریشان ہو کر خاموش ہو گئے ہیں اس لئے میں خلیفہ صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں خدا کے دربار میں کہ آج تک جو میں اس جماعت کے ساتھ رہا یا چندہ دیا خدا مجھے بخشے۔ آمین

خاکسار فضل الرحمٰن ولد محمد زمان خان منیجر کاٹن فیکٹری تامی امدا

تردید

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم

براہ مہربانی مندرجہ ذیل چند سطور اپنے اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

مکرمی! میں بحیثیت جنرل سیکرٹری مرکزی حقیقت پسند رجسٹرڈ لاہور اخبار "الفضل" ربوہ کی ۲۵ اپریل ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں شائع شدہ اس خبر کی پر زور تردید کرتا ہوں کہ مرکزی حقیقت پسند پارٹی مختلف ناموں سے اپنے لٹریچر کے وی پی ارسال کر رہی ہے۔ یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے۔ پارٹی کی طرف سے آج تک کبھی بھی کوئی وی پی نہیں بھیجا گیا۔ حقیقت میں ہم اپنا لٹریچر احباب جماعت ربوہ کے ...... نام خواہ کتنی ہی قیمت کا کیوں نہ ہو مفت ارسال کرتے ہیں۔ اس لئے ہماری طرف سے وی پی ارسال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فقط والسلام

خاکسار ملک عزیز الرحمٰن۔ جنرل سیکرٹری مرکزی حقیقت پسند

آفتاب الدین احمدیہ ہومیو پیتھک دار الشفاء

کی مختصر سہ ماہی (فروری تا اپریل) رپورٹ

عطیہ دینے والے:-

نام	رقم
صابر پرویز صاحب لاہور	0—12—0
ملک عبدالسلام صاحب	0—12—0
مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب لاہور	6—12—0
شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری لاہور	2—0—0
احمدیہ بلڈنگس دوکنگ	26—12—0
معلوم الاسم۔ لاہور	1—0—0
فیض الرحمٰن صاحب لاہور	1—0—0
منجانب میاں محمد الدین صاحب لاہور	1—0—0
بیگم شیریں مشتاق احمد صاحب سرگودھا	10—0—0
چودھری محمد سعید شیخ صاحب سیالکوٹ	1—0—0
چوہدری امجد خاں صاحب کراچی	100—0—0
منجانب جماعت ملتان چھاؤنی	20—0—0
چوہدری خلیل الرحمٰن صاحب لاہور	0—8—0
گلاب علی صاحب لاہور	2—0—0
شیخ اللہ بخش صاحب بدوملہی	5—0—0
سید احمد حسین صاحب ڈھاکہ	5—0—0
سید محبوب علی صاحب ڈھاکہ	5—0—0
سردار الحسن صاحب ڈھاکہ	1—0—0
انجینئر واسع صاحب ڈھاکہ	1—0—0
محمد ایوب صاحب چک ورکاں	5—0—0
خان محمد اسلم خاں صاحب مردان	20—0—0
محمد نذیر صاحب۔ آئل مرچنٹ گوجرہ	50—0—0
شیخ محمد آصف صاحب لاہور	5—0—0
میزان	270—8—0

آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اس سہ ماہی میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد ۷۷۵ تھی آپ اپنے عطیہ جات اس پتہ پر بھیجیں:- شیخ محمد حسین احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ کنوینر دار الشفاء

لاہور مؤرخہ ۴ رجون ۱۹۵۸ء

مذہبی و سیاسی رہنماؤں کے مابین رواداری اور خیر سگالی کے جذبات پیدا کرنے کی ضرورت

نہایت حیرت، افسوس اور شرم کا مقام ہے، کہ اسلام جو امن اور اتحاد عالم کا پیغام لے کر دنیا میں آیا تھا اور جس کی تعلیم کا ایک ایک لفظ رواداری اور اختلاف عقائد میں تحمل اور بردباری کی سپرٹ سے بھرا ہوا ہے، اس کے نام لیوا آج خود آپس میں دست و گریباں ہو کر اس پاک مذہب کی بدنامی اور خود اپنی تباہی کا موجب ہو رہے ہیں، ایک طرف مسلمان فرقوں کے وہ مذہبی اختلافات ہیں جنہوں نے شیعہ اور سُنی، بریلوی اور دیوبندی، اہل حدیث اور اہل قرآن کے الگ الگ کیمپ قائم کر کے ایک دوسرے کے خلاف گالی گلوچ اور فتنہ و فساد کا میدان کارزار گرم کر رکھا ہے اور دوسری طرف وہ سیاسی جنگیں ہیں جو پاکستان کی مختلف پارٹیوں میں کچھ عرصہ سے نہایت خوفناک صورت میں ہو رہی ہیں اور جوں جوں انتخابات نزدیک آ رہے ہیں، یہ جنگیں تیز اور تیز تر ہوتی جا رہی ہیں۔

عقائد یا خیالات کا اختلاف ایک فطری چیز ہے بشرطیکہ اس کی بنیادی دیانتداری اور اخلاص پر ہو، ایک جمہوری مملکت میں مختلف سیاسی جماعتوں کا پیدا ہونا بھی موجودہ زمانہ کی جمہوریت کا فطری تقاضا ہے، لیکن مذہبی اختلافات ہوں یا سیاسی، اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک دوسرے پر لعن طعن کیا جائے، ایک دوسرے کو کافر اور بے ایمان ٹھہرایا جائے، ایک دوسرے کو ملک و قوم کا غدار ثابت کر کے صرف اپنے آپ کو مسلمان اور ملک و ملت کا حقیقی خیر خواہ ٹھہرایا جائے، کسی فرقہ یا جماعت کی صداقت دوسروں کو کافر ٹھہرانے یا غدار قرار دینے سے ثابت نہیں ہو سکتی، بلکہ اپنی خوبیاں بیان کرنے، اپنے خیالات و عقائد کی عظمت و معقولیت ثابت کرنے سے ہی کوئی جماعت یا فرقہ کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے، بشرطیکہ اس کا بیان فی الواقعہ معقول دلائل پر مبنی اور پاکیزہ اور مفید خیالات کا حامل ہو، دوسروں کو بُرا بھلا کہنا، ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرنا فتنہ و فساد پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اس قسم کے فتنہ و فساد پیدا کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ یعنی لڑو یہاں تک کہ فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور دین کو قبول کرنا (جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ) محض اللہ کے لئے ہو جائے۔

ان حالات میں یہ امر موجب اطمینان ہے کہ بعض شیعہ و سُنی علماء کی ان خلاف اسلام سرگرمیوں کے پیش نظر جو دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف تباغض و تحاسد پیدا کرنے اور فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کرنے کا موجب ہو سکتی ہیں، حکومت نے ان سرگرمیوں کو روکنے کے اقدامات شروع کر دیئے ہیں، حال ہی کی خبر ہے:-

"لاہور ۲۹ رمئی - مقامی پولیس نے آج دو سُنی علماء مولوی محمد عمر اچھروی اور پروفیسر خالد محمود آف سیالکوٹ پر سیفٹی ایکٹ کے ماتحت اس حکم کی تعمیل کرائی ہے کہ وہ آیندہ چار ماہ تک ضلع لاہور کے کسی علاقہ میں تقریر نہیں کر سکتے۔

پولیس نے سیفٹی ایکٹ کے ماتحت اسی نوعیت کی پابندی دو شیعہ علماء حافظ سیف اللہ اور مولوی محمد اسمٰعیل پر بھی عائد کی ہے شیعہ علماء کو محرم میں بھی خطاب کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔"

اس سے بھی بڑھ کر ڈپٹی کمشنر لاہور کا یہ اقدام قابل ستائش ہے کہ انہوں نے فرقہ وارانہ تنازعات کی روک تھام کے لئے مختلف شیعہ سُنی علماء کا ایک اجلاس منعقد کر کے مختلف فرقوں میں خیر سگالی کے جذبہ کی اہمیت پر زور دیا اور مشہور اور با اثر عوامی رہنماؤں سے درخواست کی کہ وہ پبلک جلسوں سے خطاب کر کے مختلف فرقوں میں افہام و تفہیم کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں، اس اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ قرارداد منظور کی گئی کہ:-

"پاکستان کی سالمیت اور وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں کے تمام فرقوں کو چاہیئے کہ وہ ایسے اقدامات کریں جن سے باہمی افہام و تفہیم اور خیر سگالی کا ماحول پیدا ہو نیز ایسی کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیئے جس سے مذہبی احساسات کو ٹھیس لگے۔"

خدا کرے ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور کا یہ ایک اقدام مؤثر ہو اور مختلف فرقوں میں افہام و تفہیم سے خیر سگالی کے جذبہ کو ترقی دینے کی جو خواہش ظاہر کی گئی ہے وہ عملی صورت اختیار کر کے فتنہ و فساد کی آگ کو فرو کرنے کا موجب ہو، ضروری ہے کہ اس قسم کے ...... اجلاس ملک کے ہر حصہ میں منعقد ہوں اور ہر جگہ خیر سگالی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ اسی پر ملک و ملت کی وحدت اور سالمیت کا انحصار ہے۔ اس کے ساتھ ہی مذہبی فرقوں میں خیر سگالی پیدا کرنے کے علاوہ ضرورت ہے کہ ان سیاسی جماعتوں میں بھی ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جو آیندہ انتخابات کو جیتنے کے لئے ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرنے، ایک دوسرے کو غدار ثابت کرنے اور ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے میں مصروف ہیں، اسی لاہور میں ایک یا دو دن عوامی لیگ کا اجلاس بڑے شاندار پیمانہ پر ہوتا ہے، جس میں لیگ کا آئین اور منشور بنانے کے علاوہ مسٹر سہروردی بھرے جلسہ میں اپنی اہمیت ثابت کرتے ہوئے دوسری جماعتوں پر شدید نکتہ چینی کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور دوسرے ہی دن اسی مقام پر مسلم لیگ کے رہنما نہایت بلند آہنگی کے ساتھ عوامی لیگ اور دوسری مخالف جماعتوں پر دو لے شے کرتے ہیں کہ تو بہ ہی بھلی، کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے ملک کی فضا مکدر نہیں ہو گی اور عوام الناس کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف تباغض و تحاسد کے جذبات پیدا ہو کر فتنہ و فساد کی آگ مشتعل نہ ہو جائے گی ......

...... کیا یہ آگ ملک کی سالمیت و وحدت کو برقرار رکھنے کا موجب ہو سکتی ہے؟ کیا اس سے خیر سگالی کے وہ جذبات بھسم ہو کر نہ رہ جائیں گے جو مذہبی فرقوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس آگ کو مشتعل ہونے سے پہلے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ آئندہ انتخابات نہایت امن و امان اور خیر سگالی کے ماحول میں منعقد ہوں، اور کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے، ہماری سیاسی جماعتوں کے رہنما خدا کے فضل سے اچھے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جنہیں سیاسیات عالم کا اچھا تجربہ حاصل ہے، اگر ان کے دلوں میں حب الوطنی کا جذبہ موجزن ہے اور وہ فی الواقعہ ملک و ملت کی خدمت کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ پست خیال مولویوں کی طرح جھگڑے بننے کے بجائے امن و امان کے جذبات لے کر اُٹھیں اور اپنے عمل سے اپنے آپ کو ملک و ملت کے حقیقی خیر خواہ ثابت کریں کہ یہی ان کی بلندی مرتبت اور اثر و اقتدار کو دلوں میں راسخ کرنے کا موجب ہو گا، اس صورت میں آیندہ انتخابات جیتنے والے بھی جیتے اور ہارنے والے بھی جیت گئے۔ کیونکہ ان کا عمل اور بلند کردار ملک کی سالمیت اور وحدت کا موجب ثابت ہو گا۔

ے کیا سنجیدہ نام ہے؟ جن مولویوں کو اپنے نام کے ساتھ اچھرا کہلانے کا فخر حاصل ہو وہ دین و ملت پر چھُرا چلانے سے کب باز رہ سکتے ہیں؟

سلسلہ احمدیہ میں نئے داخل ہونیوالے

حسب ذیل اصحاب نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا:-

ماسٹر نور محمد صاحب۔ افضل منزل لیبلہ ÷ مستری فضل حسین صاحب۔ قاضی احمد
پیر محمد اسحاق صاحب۔ قاضی احمد ÷ اللہ رکھی صاحب۔ قاضی احمد
شیخ عبد المجید صاحب۔ راولپنڈی ÷ منوہر لال۔ بہار شریف
ایم سعید رضوانی۔ میلسی ÷ غلام حسین صاحب۔ ڈنڈوت
گلبدن بیگم صاحبہ۔ بہار شریف ÷ الطاف حسین شمیم۔ امولہ

Maegamai Aamien
Amola
South Africa

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۸ر اپریل بروز پیر :—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے امروز سے چند اقتباسات سنائے اور پیغام صلح پرچہ یکم اپریل سے ایک نوحۂ غم پر مولانا مودودی صاحب بانی جماعت اسلامی بعنوان :-

"قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید"

از مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی پڑھ کر سنایا - یہ ابھی پہلی قسط ہے - "آ کہ عندلیب مل کر کریں آہ و زاریاں" مضمون آئندہ مسلسل چلے گا - خدا کرے کہ وابستگانِ جماعتِ اسلامی میں سے عبرت حاصل کریں اور کجروی کو چھوڑ کر مردِ حق کی آواز سے صدق سے میری طرف آؤ کہ اس میں خیر ہے

ہیں درندے ہر طرف میں ہوں عافیت کا حصار

پر لبیک کہتے ہوئے میدانِ جہاد فی سبیل اللہ میں کود پڑیں - صوفی صاحب کو پیغام صلح ۱۴ دیا اور جناب عبد الحکیم صاحب کو ایک پرچہ دستی بھجوایا - چوہدری محمد علی انجنیئر ... کو رسالہ "پمفلٹ آف اسلام" ڈاک سے بھجوایا - جناب ڈاکٹر عبد الرحمٰن البغدادی اور الحاج محمود لتجویہ سفیر انڈونیشیا مقیم مصر کو "لائٹ" ۱۱ و ۱۲ ڈاک سے بھجوایا -

۲۹ر اپریل ۱۹۵۸ء بروز منگل :—

عزیزم عبد الغفور پراچہ بغداد کو رسالہ "جماعت قادیان اور ہر مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ" ڈاک سے بھجوایا - بصرہ سے لائٹ ۸ ڈاک سے ملے اور امسٹرڈم ہالینڈ سے تبلیغی مشن کی رپورٹ عزیزم محمد طفیل صاحب نے بھجوائی جزاہم اللہ -

۳۰ر اپریل بروز بدھ :—

جناب محمد شیر گل صاحب کو لائٹ ۸ دستی بھیجا نائیجیریا سے چند انگریزی اخبار جن میں دو پرچے ٹرو تھ کے ہیں ملے ہوائی ڈاک سے - رنگون سے مجاہد برما اکبر خان صاحب کا خط ۲۵ اپریل ملا - اخویم ابراہیم سچوانی کو ڈاک سے "روحِ اسلام" کا پرچہ بھیجا -

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے دس بجے تک مجلس رہی - پیغام صلح ۱۴ سے کتاب "بلائے دمشق اور خلافتِ اسلامیہ" پر نقد و نظر کے زیرِ عنوان عزیزم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا بلند پایہ تبصرہ پڑھ کر سنایا بڑی فرحت حاصل ہوئی - جماعت احمدیہ کے سردو فریق اسے پڑھ کر سنیں اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور کجروی کو چھوڑ کر راہِ حق کی طرف آویں اللہ توفیق بخشے -

- - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - مرزا محمد خان صاحب عربت

لوا سلیمانیہ (دیکھے از احباب ربوہ) اخبار ٹروتھ کے دو پرچے ڈاک سے بھجوائے - دوپہر کو عزیزم آفریدی صاحب بیکے از احباب ربوہ گھر آ گئے - ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو رہی - انہیں "لائٹ" ۹ اور کتاب "حمامۃ البشریٰ" دیا - جناب حامد علی خان صاحب کو براہین احمدیہ انگریزی اور عزیزم عبد الحمید پراچہ کو پیغام صلح ۱۱ اور رسالہ "ٹرو کلیپسٹی آف احمدیت" اور مسٹر سالا دادو ر لانغوی کو اسلامک ریویو فروری ۱۹۵۸ء اور چارج آف ہرلیسی ڈاک سے بھجوایا - جناب سید صفدر علی صاحب کو "روحِ اسلام" بابت ماہ اپریل پیغام صلح ۱۴ دستی بھجوایا -

یکم مئی ۱۹۵۸ء بروز جمعہ :—

جناب ڈاکٹر محمد میر الدین صاحب کو "روحِ اسلام" بابت ماہ اپریل اور مدینہ دستی بھجوایا - حضرت ڈاکٹر احمد محمود الساماتی مؤلف کتاب "تاریخ المسلمین وحضارتہم فی الہند" بواسطہ دار الثقافۃ العامہ فی مصر القاہرہ کو ذکری مولانا محمد علی "یادینہ" بھجوایا -

۳ر مئی بروز ہفتہ ۱۹۵۸ء :—

جناب سید ارشاد حسین رضوی صاحب اور محمد شیر گل صاحب کو "روحِ اسلام" بابت اپریل دستی بھجوایا -

بصرہ سے اخویم سچوانی صاحب کا خط مرقومہ ۳۰ر اپریل ملا جس سے معلوم ہوا کہ موصوف پچھلے دنوں کراچی ... اور کولمبو کے سفر سے واپس تشریف لائے ہیں اور دو ایک روز میں لندن جا رہے ہیں ، ووکنگ بھی تشریف لے جاویں گے ؎

بسفر رفتنت مبارک باد

بسلامت روی و باز آئی

عربت سلیمانیہ سے جناب مرزا محمد خان صاحب کا خط مرقومہ ۳۰ اپریل اور ایک پرچہ "پاکستان ریویو" ملا جس میں آفریدی صاحب کا ٹیونس پر ایک مضمون شائع ہوا ہے - جناب سید محمد شیر افگن خان صاحب کو "روحِ اسلام" بابت اپریل ڈاک سے بھجوایا -

۴ر مئی بروز اتوار ۱۹۵۸ء :—

ساڑھے دس بجے کے قریب مکان پر اخویم ابراہیم آدم صاحب اچانک تشریف لائے - آپ کل شام کو بصرہ سے تشریف لائے ہیں اور کل سویرے بذریعہ ہوائی جہاز ہفتہ عشرہ کے لئے لندن تشریف لے جا رہے ہیں - ایک گھنٹہ سے زیادہ یہ روح پرور صحبت رہی زیادہ تر گفتگو سلسلہ کے متعلق ہوئی - ووکنگ بھی جاویں گے ، وہاں ان کی صاحبزادی خدیجہ بھی قیام رکھتی ہیں ، ووکنگ مشن سے آپ کو بڑی دلچسپی ہے اس سلسلہ میں بھی بات چیت ہوتی رہی اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ واپس لائے - آمین -

۵ر مئی ۱۹۵۸ء - بروز پیر :—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے امروز سے چند اقتباسات ، اور مدینہ ۹ر اپریل سے "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" کی دوسری قسط سنائی اور مدینہ دیے گئے - آج صوفی صاحب کو پیغام صلح سنہ ۱۹۴۰ء کے پورے ایک سال کے پرچوں پر مشتمل ایک مجلد دیا -

جناب سید ارشاد حسین رضوی صاحب اور اسمٰعیل محمود صاحب کو پیغام صلح ۱۱ اور جناب محمد شیر گل صاحب کو ۱۲ دستی بھجوایا - جناب چوہدری محمد علی صاحب کرکوک چمچمال صاحب کو رسالہ "محمد مصطفیٰ" ڈاک سے بھجوایا - بہت عرصہ کے بعد آج ارشاد حسین صاحب سے "کوہستان" کے چند پرچے ملے - جناب مرزا محمد خان عربت لوا سلیمانیہ کے خط کا جواب ڈاک سے بھجوایا -

جناب سید محمد شیر افگن خان صاحب الباکستانی حلہ کو پیغام صلح ۱۱ اور جناب عبد الغفور پراچہ صاحب بغداد کو رسالہ "کافر" ڈاک سے بھجوایا -

۷ر مئی ۱۹۵۸ء بروز بدھ :—

جناب سید عبد العزیز الخیاط الباکستانی کرکوک کو پیغام صلح ۱۲ اور لائٹ ۸ ڈاک سے بھجوایا -

بحری ڈاک سے ووکنگ سے "اسلامک ریویو" بابت فروری کے دس پرچے ملے - اس دفعہ بہت ہی دیر ہو گئی ہے - لاہور سے آٹھ نسخے کتاب "حمامۃ البشریٰ" اور آٹھ نسخے کتاب "براہین احمدیہ" انگریزی ملے اور لائٹ ۱۲ کا ابھی ایک پرچہ ملا ہے - سکھر سے ابوبکر شبلی صاحب نے چند پرچے "جنگ" و "انجام" کے بھجوائے ہیں - حضرت علی محمد سرطاوی صاحب کو اسلامک ریویو کا ایک نسخہ دستی بھجوایا - جناب سید ڈاکٹر عبد الرحمٰن البغدادی ، الدکتور السید عبد المجید القصاب و سعادہ السید اسمٰعیل الغانم الحالی و ڈاکٹر سید صعاد خلوصی کو اسلامک ریویو فروری ڈاک سے بھجوایا -

۸ر مئی ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے آج سلسلہ عالیہ حضرت اقدس و دیگر بزرگانِ سلسلہ یورپ اور امریکہ میں ہماری تبلیغ پر خوب دلچسپ روح پرور گفتگو رہی ، موصوف کو "کوہستان" ، "جنگ" اور "انجام" کے پرچے دیئے - عزیزم عبد الحمید پراچہ کو کتاب "براہین احمدیہ" انگریزی اور پیغام صلح ۱۲ ڈاک سے بھجوایا -

دوپہر کو جناب آفریدی صاحب گھر تشریف لائے آپ کا ایک کلمہ اسلامک ریویو مجریہ فروری میں شائع ہوا ہے - ان کی خواہش پر دو نسخے دیئے اور ایک پرچہ "پاکستان ریویو" کا بھی دیا - ان سے معلوم ہوا کہ جناب ناصر احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر "لائٹ" نے خط لکھا ہے کہ وہ اخبار مذکور کے عراق میں مراسل کا کام سرانجام دیں ، آفریدی صاحب نے اس سلسلہ میں حکومتِ عراق کو درخواست دیدی ہے ۔

(باقی دارد)

اشاعت اسلام کے لئے جائیدادوں کی وصیت کرنے اور خدمت دین کیلئے ایک ایک بچہ وقف کرنیکی ضرورت

امام وقت کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ـــــ عہد کو توڑنے کے نقصانات

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ومنھم من عٰھد اللہ لئن اٰتٰنا من فضلہ لنصّدّقنّ ولنکونن من الصّٰلحین .... وبما کانوا یکذبون ـ ـــــــ (سورۃ التوبہ آیات ۷۵تا۷۷)

پابندی عہد اور منتوں کا پورا کرنا

قرآن کریم میں عہد کو پورا کرنے کی بڑی تاکید ہے مسلمان وہ جو قول کا پکا اور عہد کا پختہ ہو، اور اس کی بات پر اعتماد کیا جا سکے، قومی معاہدات کا بھی اس میں ذکر ہے اور کوئی وعدہ جو خدا یا بندوں کے ساتھ ہو اس کے پورا کرنے کی تاکید ہے اوفوا بالعقود صریح حکم بتاتا ہے کہ وعدوں کو پورا کرنا کس قدر ضروری ہے، عام وعدوں کے علاوہ منتیں اور وہ بلند ارادے جو انسان کسی مقصد کے پورا ہونے کے لئے کرتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہیں، من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ مومنوں میں وہ مردان صدق وصفا بھی ہیں جن کے منہ سے کوئی بات نکل گئی کوئی عہد انہوں نے کر لیا تو پھر اس پر مر مٹے اور اس کو پورا کر کے رہے، اور یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ...... ان میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے کوئی عہد کیا اور اس پر قائم نہ رہے، اس سے نہ صرف ان کے لئے جن کے ساتھ عہد کیا جاتا ہے بلکہ ان کے لئے بھی جو ایسے عہد کو توڑتے ہیں بہت بڑا نقصان ہے۔

آنحضرت صلعم کے دادا عبدالمطلب کی منت

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے یہ دیکھ کر کہ مکہ میں پانی کی بڑی قلت ہے یہ چاہا کہ زمزم کو کھودا جائے اور عہد کیا کہ اگر پانی نکل آیا تو میں اپنے بیٹوں میں سے ایک کو قربان کر دوں گا، اس بنجاب کے رہنے والے کیا سمجھ سکتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا صحرا میں پانی کی قلت بہت بڑی تکلیف کا موجب ہوتی ہے، کوئی شخص ایسی حالت میں خدمت خلق کے جذبہ سے بڑی قربانی دے کر بھی اس تکلیف کو دور کرنا چاہے تو وہ بہت بڑی قدر کے لائق سمجھا جاتا ہے۔ عبدالمطلب کی اس قسم کی خواہش کو اللہ تعالے نے پورا کر دیا، اور پانی نکل آیا اس پر انہوں نے جو منت مانی تھی اس کو پورا کرنا چاہا ان لوگوں کی بڑائی اسی میں تھی جو عہد کرتے تھے اس کو پورا کر کے رہتے تھے، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی کہ کونسا بیٹا قربان کیا جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کا نام نکلا، قوم نے کہا کہ پھر قرعہ ڈالا جائے۔ پھر انہی کا نام نکلا، پھر قرعہ ڈالا گیا ..... پھر انہی کا نام نکلا۔ اس پر قوم کی خواہش پر عبدالمطلب نے بیٹا قربان کرنے کے عوض ایک سو اونٹ قربان کر دیا یہ قربانی اس بات پر دی گئی کہ آب زمزم نکل آیا جو قوم کی سیرابی کا موجب ہوا۔

صحرا میں پانی کی فراہمی

صحراؤں اور بعض پہاڑی علاقوں میں جہاں پانی کی قلت ہوتی ہے جو شخص پانی فراہم کرنے کا سامان کرے اس کی بڑی قدر ہوتی ہے، ایبٹ آباد کے علاقہ میں جس شخص کے ایک دو تبدار ہوں اس کو بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے فی الحقیقت بڑائی تو انہی کے نام لکھی جاتی ہے جنہوں نے کوئی بڑا کام کیا ہو، عبدالمطلب نے قوم کی دقت کو محسوس کیا اور اس کو دور کرنے کے لئے اتنی بڑی قربانی دیدی اسی طرح ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے ایک خواب دیکھا اور اس کو پورا کرنے کے لئے ایک نہر کھدوا دی جس سے صحرا میں پانی آ گیا اور بے شمار مخلوق اس سے سیراب ہوئی اور آج تک ہو رہی ہے۔

صحابہ کرام کی پابندی عہد اور قربانیاں

صحابہ کرام نے خدا تعالے کے ساتھ جو وعدے کئے اور ان کے پورا کرنے کے لئے اس کی راہ میں جو قربانیاں کیں وہ بہت بڑی ہیں، حضرت سعد بن معاذ جنگ احزاب میں زخمی ہو گئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے صحن میں خیمہ لگا دیا جائے اور اس میں سعد کو رکھا جائے تاکہ میں ان کی خبرگیری کر سکوں، یہ ہے نبی کریم صلعم کا اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے سلوک، آج تو محض پیری مریدی رہ گئی ہے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھنے کے لئے گئے تو انہوں نے کہا جیسے تو خیر ہے زخم گہرا ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ اللہ کے رسول کے دشمنوں سے لڑتا ہوا مروں۔ اور اگر اب جنگ کا خاتمہ ہو چکا ہے تو اس صورت میں اگر زخم پھٹ جائے اور میری جان نکل جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ان اداروں کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے پیدا ہوئے ایسے ہی دلوں کی وجہ سے قومیں زندہ ہوتی ہیں، انہی لوگوں کی وجہ سے اسلام زندہ رہا اور مسلمان دنیا میں کامیاب اور سربلند ہوئے۔

عہد پورا نہ کرنے کا نقصان

ہاں وہ لوگ بھی پیدا ہوئے جو اپنے عہد پر پختہ نہ رہے انہوں نے کمزوری دکھائی جس کا نتیجہ ہوا کہ ان کے اندر نفاق پیدا ہو گیا، اس حصہ قوم کو غلط کاری کی وجہ سے نقصان پہنچ گیا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی اہمیت

ہم نے بھی ایک عہد کر رکھا ہے، حضرت مسیح موعود نے ہم سے اقرار لیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے کتنا جامع اقرار ہے، اور وہ شخص کتنا حاذق حکیم ہے جس نے یہ عہد لیا، اس نے زمانہ کی بیماریوں کا یہ بالکل صحیح علاج تجویز کیا، اس زمانہ کی بیماری یہ ہے کہ اموال جمع کرو جب سے پاکستان بنا ہے، ہر شخص کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے کہ مال جمع کرتے جاؤ، اعلےٰ سے اعلیٰ حکام سے لے کر نچلے طبقہ تک اسی فکر میں ہیں کہ جہاں کہیں سے بھی ہو جس طرح بھی ہو مال جمع کرو، پہلے یورپ میں یہ بیماری تھی جس نے بہت بڑا نقصان دنیا کو پہنچایا حضرت مسیح موعود نے اسی بیماری کو مدنظر رکھکر ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، یہ کتنا جامع عہد ہے ہماری قوم کو اس عہد کا پاس کرنا چاہیئے، ایک جلیل القدر انسان کے ہاتھ پر ہم نے یہ عہد کیا ہے، وہ شخص جس کے متعلق بڑے بڑے اولیا اور آئمہ صدیوں سے یہ تمنا کرتے رہے کہ اس کا زمانہ نصیب ہو، جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا اسلام اس کو پہنچانا وہ شخص جس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ دجال کو قتل کرے گا اور صلیبی غلبہ کو توڑے گا اس حکیم نے قوم سے اقرار لیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، اب ہر ایک شخص اپنے آپ سے پوچھے کہ کس حد تک اس نے اس عہد کو پورا کیا، اگر ہم نے اس عہد کو پورا کرنے میں کمزوری دکھائی تو یہ بہت بڑے نقصان کا موجب ہوگا کیا تمہارے سامنے صحابہ کی مثالیں موجود نہیں؟ کس طرح انہوں نے .... اپنی مرغوب ترین چیزوں کو خدا کے رستہ میں دے دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر کی بے نظیر زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور انہوں نے کہا کہ میں اسکو خدا کے رستہ میں دیتا ہوں، ایسی کئی قربانیاں صحابہ کرام نے دیں اور اپنے عمل سے نازک ترین لمحوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے شاندار نمونے دکھائے۔

جائدادوں کی وصیت کا حکم

ہماری قوم چھوٹی سی ہے لیکن اس نے کام بہت بڑے کئے ہیں، بہت بڑی قربانیاں دین کے لئے دی ہیں، تاہم اس عہد کا ایک حصہ یا دو حصے ایسے ہیں جو ابھی تشنۂ تکمیل ہیں، حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا، کہ اپنی جائدادوں کا کچھ حصہ دین کے لئے وقف کرو، تاکہ ان کی آمد سے اشاعت اسلام میں مدد ملے اسلام نہیں پھیلایا جا سکتا جب تک قربانی کا مستقل انتظام نہ ہو، حضرت نے کس قدر مضبوط بنیاد رکھی ہے اشاعت اسلام کی۔ اگر حضرت برحق ہیں اور آپ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر دین کو دنیا

پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اپنی جائدادوں کا ایک حصہ آپ دین کے لئے وقف کریں، ضروری ہے کہ قوم ساری کی ساری اس طرف توجہ دے اور اشاعت اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرے۔

ایک ایک بچہ خدمت دین کے لئے وقف کریں

اس سے بڑھکر ایک اور بات بھی ہے جس کی طرف قوم نے .... قطعاً توجہ نہیں دی۔ قوم کے کھاتے پیتے لوگ جن کے بچے اچھی حالت میں ہیں انہیں چاہیئے کہ اپنا ایک ایک بچہ خدمت کے لئے وقف کریں یہ بہت مشکل اور اہم کام ہے دین کی خدمت کے لئے جب تک کام کرنے والے نہ پیدا کئے جاویں، اس وقت تک کام چلنا ضروری ہے کہ ایسے بچے خدمت دین کے لئے وقف کئے جائیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے دین کے بہترین مبلغ ثابت ہوں۔

خدا کے ساتھ عہد کو توڑنے کا انجام

قرآن کریم میں صحابہ کرام کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ وما بدلوا تبدیلا یعنی مردانِ باصفا ہیں جنہوں نے اپنے عہد کو پورا کر دکھایا، ہزار مصیبتیں ان پر آئیں، تنگیاں اور گردشیں ان پر وارد ہوئیں لیکن وہ اپنے عہد سے نہ ہٹے، لیکن وہ بھی ہیں جنہوں نے کہا لئن اتانا اللہ من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین، اگر اللہ تعالےٰ ہمیں مال دے دے، ہمارے بیٹے، پوتے، باغات اور جائدادیں وغیرہ ہوں تو ہم اس کی راہ میں خرچ کریں گے اور ہمارے اعمال سے نظر آجائے گا کہ خدا کا دیا ہوا مال ہم اس کی راہ میں کس طرح خرچ کرتے ہیں۔ فلما اتٰھم من فضلہ جب خدا نے اپنے فضل سے انہیں دیا بخلوا بہ تو کنجوسی سے کام کرنے لگ گئے و تولوا وھم معرضون قدم آگے بڑھانے کے بجائے منہ پھیر لیا جیسے کوئی تعلق ہی نہیں تھا فاعقبھم نفاقاً فی قلوبھم اس سے ان کی بیماری بڑی خطرناک ہو گئی، نفاق کی بیماری ان کے دلوں میں پیدا ہو گئی بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون، اس وجہ سے یہ بیماری پیدا ہو گئی کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ سے وعدہ خلافی کی اور عہد کو توڑا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں، جو بات دل میں ہے اسے زبان پر لانے کی جرأت نہیں اس وجہ سے مضطرب رہتے ہیں اور زبان کچھ بات کی وہاں کچھ اور بات کی یہی ان کا طریق عمل ہے الم یعلموا ان اللہ یعلم سرھم ونجوٰھم وان اللہ علام الغیوب کیا انہیں علم نہیں کہ جس کے ساتھ انہوں نے عہد باندھا تھا ہم تو ان کے دلوں کے خفیہ بھیدوں پر بھی اطلاع رکھتے ہیں اور ان کے کھلے مشوروں کو بھی جانتے ہیں، تمام پوشیدہ چیزوں کی ہمیں خبر ہے اور ان کو اللہ تعالےٰ نہ جانے جس کو اسی نے پیدا کیا ہے؟ لیکن بے شمار آدمی ہیں جو کاروبار نہ

ملنے کی وجہ سے دعائیں کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ ہمیں رزق دے تو ہم اس کے رستہ میں خرچ کریں گے، بہتیرے ہیں جو اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے یا اولاد دیتا ہے تو ایسا منہ پھیرتے ہیں کہ جانتے بھی نہیں کہ کوئی خدا بھی ہے جس کی عنایت اور فضل سے انہیں سب کچھ ملا۔

ایک عبرت انگیز مثال

دیکھا ہے کہ اس آیت میں ایک شخص ثعلبہ کا ذکر ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا یا رسول اللہ ادع اللہ ان یرزقنی مالاً لئن اتانی اللہ مالاً لاعطین کل ذی حق حقہ۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے مال عطا کرے اگر مجھے مال مل جائے تو میں ایک ایک حقدار کو اس کا حق دوں گا۔ اس کے بار بار عرض کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی، خدا تعالےٰ نے اس کی عسرا در تنگی کو دور کر دیا اور اس نے کچھ بکریاں خرید لیں اور آہستہ آہستہ وہ بڑھتی چلی گئیں حتیٰ کہ جس گلی میں وہ رہتا تھا وہ بکریوں سے بھر گئی پھر اس نے شہر سے باہر ایک جگہ لے لی۔ پھر مال کی محبت میں ایسا ہوا کہ آہستہ آہستہ اس نے نمازوں میں شامل ہونا چھوڑ دیا، کبھی رات کو نہ آیا، کبھی دن کو ناغہ کر دیا حتیٰ کہ بالکل ہی آنا چھوڑ دیا، اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا انعام اس کے لئے حجاب بن گیا، اور منعم کو بھلا دیا۔ مال کو اپنی زندگی کی غرض بنا لیا، پھر جمعہ بھی جاتا رہا، اللہ اکبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد زندگی ہے، صحابہ خدمت دین کے ولولہ سے سرشار رہیں۔ اور اس شخص کا یہ حال ہے کہ مال کی محبت میں خدا اور خدا کے رسول کو بھلا بیٹھا، اس کے پاس جب زکوٰۃ لینے کے لئے گئے تو منہ لٹکا کر کیا میں کافر ہوں کہ مجھ سے جزیہ لینے آئے ہو؟ یہ تو جزیہ ہے جو تم مانگتے ہو، پھر اس کے دل کا چین جاتا رہا، اور خود مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے منع کر دیا ہے کہ تم سے مال لیا جائے۔ اس بیان سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے اور فکر کرنا چاہیئے کہ ہم بھی بدعہدی کر کے سزا کے مورد نہ بن جائیں۔

اپنے عہد کا مطالعہ کرو

تو اللہ تعالےٰ نے ان مردانِ خدا کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے بڑے بڑے اموال خدا کے رستہ میں دیئے، اور اپنی جانیں تک خدا کے رستہ میں قربان کر دیں، اور ان کا بھی ذکر کیا ہے جو خدا سے عہد کر کے منہ پھیر لیتے ہیں، اور نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی ایک عظیم الشان امام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا، یہ بڑا جامع اور نہایت اہم عہد ہے اس کو آپ اپنے پیش نظر رکھیں، آپ کو اس سے فائدہ ہوگا آپ کی قوم نے بڑا کام کیا ہے، اسلام کو نہایت اعلےٰ لٹریچر شائع کیا ہے، اور اسلام کے نورانی چہرہ کو دنیا میں پیش کر کے دلوں کے اندر اس کی عظمت بٹھا دی ہے

لیکن آپ نے جو عہد کیا اس کو ابھی بہت حد تک پورا کرنا باقی ہے، آپ غور اور مطالعہ کریں کہ کس حد تک اس عہد کو آپ پورا کر چکے ہیں اور کتنا پورا کرنا باقی ہے۔

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر کی صحت

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت چند دن سے پھر ناساز ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔

مسجد شہید کر دی گئی۔

—— کسم سر ضلع ملتان میں ہماری جماعت نے ایک مسجد بنانے کا اہتمام کیا تھا جس کی دیواریں چھت تک پہنچ چکی تھیں، نوجینڈ طور پر ایک احراری مولوی نور احمد شاہ نے تیس پینتیس آدمیوں کی معیت میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے تعمیر شدہ مسجد پر حملہ کر دیا اور دیواروں کو گرا کر صاف کر دیا جس پر مقامی جماعت احمدیہ نے عدالت میں چارہ جوئی کر رکھی ہے احباب سے درخواست دعا ہے۔

شادی

—— جھنگ سے مولوی محمد حسین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ ۱۵ مئی کو میاں غلام عباس صاحب آڈیٹر جنرل پاکستان (فرزند اکبر میاں غلام رسول صاحب مرحوم) کی صاحبزادی مسماۃ بشریٰ کی شادی میاں محمد اقبال صاحب خلف الرشید نواب ذوالفقار علی صاحب ٹمیم کے ساتھ ہوئی، خطبہ نکاح مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے پڑھا، حق مہر دس ہزار روپیہ غیر مؤجل قرار پایا۔ دولہا کے والد میاں ذوالفقار علی خاں صاحب نے اس خوشی میں ۸۰ روپے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو عطا فرمائے جزاہ اللہ خیرا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

تبدیلی پتہ

—— کراچی سے میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی اطلاع دیتے ہیں کہ تا اطلاع ثانی ان کا پتہ حسب ذیل ہوگا:—

منزل ۳۱ گارڈن ایسٹ - کراچی نمبر ۳

درخواست دعا

—— عبداللہ بٹ صاحب لکھتے ہیں کہ انکے والد صاحب، سیالکوٹ میں بدستور بیمار چلے آرہے ہیں، پیٹ میں ریح رک جانے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور اب دورہ کی حالت میں مراق کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

—— جہلم سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مبارک رؤف صاحب سیکرٹری جماعت جہلم بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

—— لائل پور سے ماسٹر اشرف صاحب لکھتے ہیں کہ انکی بھاوج صاحبہ بعارضہ استسقاء چار ماہ سے بیمار ہیں، ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

—— گلاب علی صاحب کارکن انجمن کی اہلیہ ہسپتال میں بیمار پڑی

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ووکنگ میں عید الفطر کے شاندار مناظر

ماہ رمضان المبارک کے دوران میں ووکنگ مسلم مشن نے انگلستان کے شاہی محکمہ مشاہدات (رائل آبزرویٹری) سے ہلال عید کی نسبت خاص احتیاط سے استفسار کیا تھا جس کے جواب میں ادارہ مذکور کی طرف سے ہلال عید ۲۰ اپریل کو بروز پیر نمودار ہونے کی مستند اطلاع عید سے قبل مل گئی اس بناء پر ووکنگ مسلم مشن نے رمضان المبارک کے ابتدائی ایام میں بذریعہ اشتہار و نشریات عید الفطر منانے کے لئے ۲۱ اپریل ۱۹۵۸ء کے دن نماز اور دوپہر کے کھانے کی دعوت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس دعوت میں نہ صرف اسلامی ممالک کے سفیروں کو بالخصوص مدعو کیا گیا بلکہ دیگر ممالک کے سفیر بھی مدعو کئے گئے۔ ہز ہائنس سر آغا خان کو بھی شرکت نماز عید اور دعوت طعام کے لئے مدعو کیا گیا۔ آپ نے جواباً تشریف آوری کا فرانس سے وعدہ کیا تھا مگر بروقت معذرت کا تار بھیجدیا کہ وہ بوجہ کسی ضروری مصروفیت عید کے موقعہ پر چونکہ انگلستان میں نہ ہونگے لہٰذا ووکنگ نہ آسکیں گے۔

ووکنگ میں سائپرس کے ترکوں نے عید منائی

ووکنگ مسجد کو اللہ تعالےٰ نے جو امتیازی برکت دی ہے اس کی ایک جھلک وقتاً فوقتاً نمودار ہوتی رہتی ہے، اس موقعہ پر عید سے ایک دن پہلے بروز اتوار ۲۰ اپریل ۱۹۵۸ء کو نظر آئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ عید سے کچھ روز قبل جزیرہ سائپرس کے ایک معتمد ترک باشندہ نے جناب مولانا عبد المجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو سے بذریعہ ٹیلیفون درخواست کی کہ وہ اپنے روزہ اور اپنے ملک کی عید کے مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۸ء کو عید الفطر ووکنگ مسجد میں منانا چاہتے ہیں۔ مولانا صاحب موصوف نے مشورہ خانبہادر غلام ربانی خانصاحب امام مسجد ووکنگ نہ صرف ان کی درخواست منظور کی بلکہ خانصاحب ممدوح نے ان کے لئے بعد از نماز و خطبہ پر تکلف چائے کا انتظام کرنے کا حکم بھی دے دیا۔ چنانچہ آپ کی حسب فرمائش روز مقررہ تک تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

ترک ممبر نے تمام افراد کی جو ووکنگ مسجد میں نماز ادا کرنا چاہتے تھے تعداد کا تخمینہ ساٹھ کے لگ بھگ بتایا تھا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۵۸ء کی صبح کو ان لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ جوق در جوق ترک مسلمان مرد و زن بچے اور معمر خوبصورت لباس میں ملبوس ووکنگ مسجد کو آ رہے تھے دو روز قبل مشن نے مسجد کے بیرونی لان میں ایک وسیع شامیانہ نصب کروا لیا تھا۔ ووکنگ مسجد کے لان کو جو پھاٹک اوریئنٹل روڈ کی طرف سے کھلتا ہے اس کے گیٹ پر پاکستانی اور ترکی پرچم لہرا رہے تھے جن کے ساتھ سعودی عرب کا جھنڈا بھی درمیان میں تھا۔ سعودی عرب پرچم پر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہلالی خنجر دیکھکر ہر مسلمان کے جسم میں ایک برقی لہر دوڑ جاتی تھی، مسجد میں داخل ہونے سے قبل ان قومی جھنڈوں کی جھلک ہر آنے والے کو اس کی منزل بتا کر ساتھ ہی ساتھ اسلامی جذبہ اخوت کو بھی بیدار کر رہی تھی۔ احاطہ مسجد کے وسیع لان میں نماز کے لئے شامیانہ نصب تھا جس کے نیچے فرش و فروش کا انتظام کیا گیا تھا۔ باہر شامیانہ کے سامنے والی طرف تمام اسلامی ممالک کے بڑے سائز کے قومی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہ منظر زبان حال سے ہر آنے والے کو نہ صرف اسلامی برادری بلکہ اسلام کی عالمگیر تنظیم کی طاقت کا احساس دلا رہا تھا، ان مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے خانبہادر صاحب، مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب اور راقم الحروف، بیرونی پھاٹک سے کچھ فاصلہ پر کھڑے تھے اور ہر آنے والی پارٹی کا گرمجوشی سے استقبال ہو رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد جب جائزہ لیا گیا تو مہمانوں کی تعداد ایک سو تک پہنچ چکی تھی، حالانکہ ہمارے ترک معتمد نے آنے سے پیشتر عید منانے والوں کی تعداد کا تخمینہ ہمیں صرف ساٹھ نفوس بتایا تھا اور جس کے مقابلہ میں ہم نے احتیاطاً ایک صد مہمانوں کے لئے چائے کا انتظام کر رکھا تھا۔ مگر دس بجے تک مہمانوں کی تعداد بلا مبالغہ ایک ہزار کے لگ بھگ ہو گئی جو صرف سائپرس کے ترک تھے، اس اجتماع میں مرد و زن، جوان، بوڑھے اور ننھے مختلف قسم کے رنگین، خوبصورت لباس میں قطار در قطار مالک حقیقی کے حضور نماز عید ادا کرنے کے لئے جمع ہو رہے تھے، انگلستان کا موسم شاذ و نادر ہی صاف رہتا ہے مگر اللہ تعالےٰ نے آج کے دن سورج کی سنہری کرنوں سے اپنے بندوں کی تاریک دنیا کو منور اور روشن فرما کر انہیں عید سعید کی خوشی منانے کا زریں موقعہ مرحمت فرمایا سبز گھاس پر صاف ستھرا فرش جس پر ایک بہت بڑا شامیانہ سایہ فگن تھا۔ اس کے نیچے آنے والے مہمانوں کے لباس کی رنگینی اور مختلف خط و خال کے حسین نوجوان ترکوں کا مجمع ایک دلکش منظر تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ان کے امام نے نماز پڑھنے کے لئے اعلان کیا۔ امام موصوف نے اپنے درمیان باہم مشورہ کر کے نماز سے پہلے فطرانہ اکٹھا کیا تھا۔ یہ رقم جو ۲۴ پونڈ تھی ووکنگ مسلم مشن کو انہوں نے پیش کی جس کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا۔ مرد و زن سب نماز کے لئے صف در صف کھڑے ہو گئے نماز ادا کرنے کے بعد ان کے امام نے ترکی زبان میں خطبہ دیا اور خطبہ کے بعد ووکنگ مسلم مشن نے امام سے لے کر ہر فرد نے دلی محبت و خلوص کے ساتھ پرتکلف چائے سے اپنے ترک بھائی بہنوں کی تواضع کی۔ اسلام کا ہر اصول اخوت، رواداری اور عالمگیر برادری کی بنیادوں پر قائم ہے اور اسلام کے زریں اصول دنیاوی قومیت، قبیلہ بندی اور رنگ و نسب کے امتیاز سے بالاتر ہیں۔ یہ ترک مہمان کبھی اہل مسجد نے یہاں دیکھے تک نہ تھے نہ وہ ہمارے ہم زبان و ہم وطن تھے مگر اسلامی برادری کا رشتہ ایک ایسا مقدس و شیریں رشتہ ہے کہ خدمت کرنے والوں کو اپنے ان بھائیوں کی تواضع اور خدمت سے ایک ناقابل بیان لطف محسوس ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف یہ مہمان بھی شفقت و محبت کے جذبہ سے سرشار تھے اگرچہ ہم نے ترک معتمد کے کہنے کے مطابق ساٹھ کی بجائے سو آدمی کی چائے کا انتظام کر رکھا تھا۔ مگر اب تو مہمانوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی تاہم اسلامی اخوت کی برکات شامل حال تھیں، خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہر مہمان کی یکساں طور پر مکمل خاطر تواضع کی گئی اور یہ خدمت ان پر کوئی احسان نہ تھا بلکہ میزبانوں کا اخلاقی فرض تھا۔ مہمانوں میں سے کثیر تعداد کو فوراً کھانا بھی کھلایا گیا جس کا بوجہ روزہ پہلے انتظام موجود نہ تھا مہمانوں کے اظہار تشکر کے بعد .... خوش و خرم رخصت ہونے پر ہم سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ لوگ کہیں دوسری جگہ بھی جا کر نماز عید پڑھ سکتے تھے۔ مگر جیسا کہ کہا گیا ہے رب العالمین نے یہ برکت ووکنگ مسجد کو دی ہے کہ اتنے دُور و دراز سے لوگ یہاں کھنچے چلے آتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے ان کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔

ووکنگ مسلم مشن کی عید

دوسرے دن یعنی ۲۱ اپریل ۱۹۵۸ء بروز پیر ووکنگ مسلم مشن کی عید کا دن تھا جس کے لئے شامیانہ کے ساتھ مزید جھنڈے نصب کر دیئے گئے اور اس طرح کل اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے جھنڈوں کی تعداد ۲۵ ہو گئی۔

صبح ۹ بجے لوگ آنے شروع ہو گئے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد تو صحن اور خیمہ کھچا کھچ بھر گیا، جس میں مرد و زن، بوڑھے بچے مسلم و غیر مسلم سب ہی شامل تھے۔

سرحد کے پٹھان - پنجابی - سندھی - بنگالی - افریقہ کے عرب - حبش کے مرد و زن - انڈونیشیا کے مسلمان، عراق کے مسلمان، ہندوستان و پاکستان کے مسلم و غیر مسلم، ایرانی احباب و خواتین، انگریز مرد و زن، غرضیکہ دنیا کے کثیر التعداد ممالک کے باشندے شامل تھے۔ وہ انگریز مرد و زن جو حال ہی میں یا ایک مدت سے مسلمان ہو چکے ہیں مہمانداری میں بحیثیت میزبان پیش پیش تھے۔ عید کی دعوت ووکنگ مسلم مشن نے نہ صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو دی تھی بلکہ جس طرح اسلام کی دعوت تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے اسی طرح یہاں کے مسلم مشن نے یہ دعوت ہر مسلم غیر مسلم کو بلا امتیاز مذہب و ملت دی تھی اور اسی لئے مسلمان مہمانوں کے علاوہ

اس مجمع میں کئی سو غیر مسلم انگریز مرد و خواتین و دیگر غیر مسلم لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ نماز عید کا نظارہ دیکھنے اور خطبہ عید سننے کے لئے بیتاب تھے۔ ان غیر مسلم مہمانوں کے لئے تین صد کرسیاں کچھ مصلیٰ کی ایک طرف قطار در قطار اور کچھ خیمہ کے سامنے کی طرف لگا دی گئیں۔ خیمہ کے سامنے اور پشت کی طرف سے اطراف کے پردے ہٹا دیئے گئے تھے صرف دائیں اور بائیں اطراف میں پردے چھوڑ رکھے تھے۔ ان غیر مسلم مہمانوں میں متعدد اخباری نمائندے پریس فوٹو گرافر بھی شامل تھے۔ لنڈن یونیورسٹی کے بہت سے مسلم و غیر مسلم طالب علم، گلفرڈ کالج کے چند انگریز، ہندوستانی اور پاکستانی طلباء، آکسفورڈ یونیورسٹی کے طالب علم ------ اس تقریب میں بڑے شوق سے شمولیت کے لئے آئے تھے۔ اس تقریب میں جن جن معززین نے شرکت فرمائی اُن سب کے اسمائے گرامی کی تفصیل بیان کرنا تو غایت درجہ مشکل ہے البتہ چند ایک کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مثلاً مراکش کے سفیر اور ان کی اہلیہ محترمہ شہزادی طاہرہ آف مراکش، پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر، ہندوستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر۔ ایران کے مشہور شاعر ابوالحسن ورزی اور بھی متعدد حضرات و خواتین خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن خوف طوالت سے اُن کے اسمائے گرامی درج نہیں کئے۔ مراکش کی شہزادی۔ بیگم و دختر میجر جنرل حبیب اللہ خان خٹک، بھوپال کی خاندان شاہی کی خاتون محترمہ فائضہ اور نواب کروائی کی صاحبزادی قیصرہ۔ ایرانی ورزی صاحب کی اہلیہ محترمہ اور متعدد پاکستانی و ہندوستانی اور نو مسلمہ انگریز خواتین کی خدمات جو انہوں نے کھانا تقسیم کرنے میں انجام دیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب نے تقریباً چار گھنٹے تک مسلسل کھڑا رہ کر کھانا تقسیم کیا جس کے لئے نہ صرف ووکنگ مسلم مشن کا ادارہ ان کا شکر گذار ہے بلکہ تمام مہمانوں نے ان مسلم مستورات کے جذبۂ خدمت کو دیکھ کر ان کی تعریف کی مسلم خواتین کی اس اخوت و مہمانداری کو بہت سی غیر مسلم انگریز خواتین نے بھی انکے ساتھ بطور والنٹیئر کام میں حصہ لیا۔

نمازِ عید

چونکہ مہمان کثیر تعداد میں آ رہے تھے اس لئے بوجہ انتظار ۱۲ بجے دوپہر کے قریب نماز کا اعلان ہوا۔ مرد و زن صف در صف ہو گئے۔ مستورات کے لئے خیمہ کی ایک جانب علیحدہ جگہ مقرر تھی جہاں "خواتین" کا بورڈ لگایا گیا تھا غیر مسلم انگریز مرد و زن کرسیوں پر بیٹھے بڑے غور سے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ جو

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

کا منظر غیر مسلموں کے لئے بڑا دلچسپ تھا۔ جب قرأت شروع ہوئی تو اس قدر ہجوم میں ایسا سناٹا چھا گیا کہ سانس تک کی آواز سنائی دے رہی تھی، یہ اسلامی نظم و ضبط کا مظاہرہ اور مالک حقیقی کے حضور حاضری کا ایک دلچسپ منظر تھا جس کو اس ملک کے باریک بین اور حساس لوگوں نے کس قدر محسوس کیا ہوگا۔

خطبہ عید

امام صاحب خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے سب سے پہلے حاضرین کو السلام علیکم کہہ کر عید مبارک دی اور خطبہ مسنونہ اور درود شریف کے بعد سورۂ روم سے چند آیات تلاوت فرما کر نہایت فصیح و بلیغ انگریزی میں خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ :-

"یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلام کا پیغام کسی ایک قبیلے یا قوم کے لئے نہیں بلکہ آپ کا پیغام تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے آپ لوگ چاہیں تو یہ نکتہ اپنے پاس نوٹ کر لیں کہ انشاء اللہ العزیز بیسویں صدی عیسوی کے اختتام تک اہل مغرب حلقہ بگوش اسلام ہو جاویں گے"

آپ کے اس جملہ سے مسلمان سامعین نے فرط جذبات سے تالیاں بجا کر آپ کے جذبہ تبلیغ اور مذہبی ولولہ کی داد دی آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر زور دیا۔ وحدانیت کے مضمون کو یہاں کے ایک انگریزی اخبار (WOKING NEWS MAIL) مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۵۸ء نے ان الفاظ میں لکھا ہے :-

"امن عالم کا ذکر کرتے ہوئے امام نے فرمایا امن عالم اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مکمل طور پر تسلیم نہ کیا جائے، آج کل کے مادی اور خیالی دور میں تمام اقوام کے اندر صرف سچی اخوت و برادری قائم کرنے سے ہی امن عالم قائم کیا جا سکتا ہے"

ایک انگریز نوجوان کا قبولِ اسلام

آخر میں آپ نے اعلان کیا کہ :-

" اس سے پیشتر کہ میں اپنے خطبہ کو ختم کروں ایک خوشخبری آپ کو عید مبارک کے ساتھ سنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج ہمارے پاس ایک انگریز نوجوان جن کا اسم گرامی برنارڈ ہیرس ہے مسلمان ہونے کو تشریف لا رہے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ حاضرین کے سامنے اس تقریب کے ختم ہونے سے قبل اس کو داخل اسلام کرنے کی سعادت حاصل کروں"

آپ نے فرمایا :-

"اسلام میں رسم و رواج کا بلا ضرورت تکلف نہیں ہے بلکہ اسلام کا ہر قانون و قاعدہ نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ نوجوان فی الحقیقت تو خدا کے حضور اس وقت سے مسلمان ہو چکا ہے جب سے کہ اس نے داخل اسلام ہونے کا ارادہ کر لیا تھا مگر زبان کا اقرار اور عقیدہ کا اعلان بھی ایک لازمی چیز ہے۔ توحید الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار غیر مسلم کو مسلم بنا دیتا ہے۔"

چنانچہ مسٹر ہیرس خانبہادر صاحب کے اشارے پر اُٹھ کر ان کے پاس مائکروفون کے قریب گئے۔ حاضرین نے دیکھا تو ایک خوبصورت انگریز نوجوان جس کا چہرہ فرط جذبات سے سُرخ تھا عمدہ سیاہ اونی سوٹ میں ملبوس سب کے سامنے کھڑا تھا تمام حاضرین کی نگاہیں اس وقت اس نوجوان پر جمی ہوئی تھیں۔ خیمہ میں مرحبا اور جزاکم اللہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ خانبہادر صاحب موصوف نے نوجوان کو کلمۂ شہادت پڑھایا اور فرط محبت سے بغلگیر ہو گئے، یہ دیکھ کر راقم الحروف کی زبان پر معاً کسی کا شعر یاد آ گیا ؎

تمہیں اسلام کی آغوش میں آنا مبارک ہو
مئے توحید پی کر ہوش میں آنا مبارک ہو

امام کے بغلگیر ہونے کے بعد تمام لوگوں نے نومسلم کو گھیر لیا سب نے اس کو باری باری گلے لگایا۔ نومسلم اسلامی دو آتشہ کے نشہ میں اس قدر مخمور و سرشار تھا کہ ہر مسلمان جو اس سے بغلگیر ہوتا تھا اس کو دیر تک سینے سے لگائے رکھتا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ آن کی آن میں ... کثیر التعداد برادری اس کے گرد جمع ہو گئی تھی اور ہر مرد و زن کے چہرے اور زبان پر اس کے لئے خراجِ تحسین تھا۔ نو مسلم نوجوان پر اس اسلامی اخوت کا اثر بالخصوص اور ... غیر مسلم حاضرین پر بالعموم صاف نظر آ رہا تھا۔

دعوتِ طعام

خطبہ کے بعد مرد و زن اپنی اپنی قطاروں کے لحاظ سے آگے بڑھے اور کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا۔ کھانا پلاؤ اور قورمہ پر مشتمل تھا، جو تین بجے سہ پہر تک تقسیم ہوتا رہا۔ اس کے بعد پھر چائے شروع ہو گئی۔ رات کے کھانے پر بھی متعدد ...... مہمان موجود تھے۔

اختتام اور نمازِ شکرانہ

اس طرح یہ مقدس تقریب بفضل تعالیٰ بہت پُرلطف طور پر ختم ہوئی، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس تقریب میں مشن کی طرف سے سب کام بخیر و خوبی اور احسن طور پر انجام پایا۔ آخر میں خانبہادر صاحب نے مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد ووکنگ مشن کے ہر فرد کی خدمات کا فرداً فرداً شکریہ ادا کیا اور سب نے نماز شکرانہ ادا کی۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ ووکنگ مسجد کے ان سب خدام کے لئے دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

(راقم سید محمود حسین)

بدگوئی مُلّا مکذّبین انبیاء و مجدّدین کے نقش قدم پر

چودھری فضل الرحمٰن صاحب قمر ساماتوی

بدوملہی کے مولوی ابراہیم نے ایک اشتہار میں ...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے وہی فرسودہ اعتراضات کئے ہیں جن کے جواب بارہا دیئے جا چکے ہیں چونکہ ہر زمانہ کے مامور من اللہ کے خلاف اس کے مخالفین اپنی لیڈری کو قائم رکھنے کے لئے ایسے ہی ناپاک حربے استعمال کرتے رہے ہیں جو آج مولوی صاحب استعمال کر رہے ہیں اس لئے اُن کا یہ طریق ہی اپنی جگہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے، جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی، اور اس کے علاوہ یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ میری اُمت کے لوگ یہود و نصاریٰ کی پوری پوری اتباع کریں گے اس لئے ضروری تھا کہ چودھویں صدی کے خلیفۃ الرسول پر اس کے مخالفین وہی اعتراض کرتے جو پہلے انبیاء اور محدثین پر کئے گئے کیونکہ یہ قانونِ الٰہی ہے کہ جب کوئی فرستادہ خدا دنیا کی ہدایت کے لئے نازل ہوا تبھی دنیا والوں نے اس کا انکار اور اس کے ساتھ تمسخر اور ٹھٹھا کیا جس کا تذکرہ اللہ تعالےٰ یوں فرماتا ہے یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (یٰسٓ) یعنی بندوں کے حال پر افسوس ہے، کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا جس کے ساتھ استہزا نہیں کرتے اور اس ہنسی اور تمسخر اڑانے کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون (البقرہ) پس جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس آیا جس کو تم نہیں چاہتے تھے تو تم نے ازراہ تکبر ایک فریق کو جھٹلایا اور ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو چونکہ ہر مصلح ربانی لوگوں کی خواہشات کے خلاف آتا ہے اس لئے وہ اس کی تکذیب و تکفیر کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور یہ مخالفت کسی ایک مصلح کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی بلکہ سب مصلحین ربانی کے ساتھ اُن کے زمانہ کے لوگ یہی سلوک کرتے رہے ہیں، جیسا کہ فرمایا ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ تجھ کو کہا جاتا ہے وہ سب کچھ تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا (حٰمٓ سجدہ) اسی طرح دوسری جگہ فرمایا کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم یعنی ان سے پہلے لوگوں نے بھی یہی باتیں کیں (جو یہ کہتے ہیں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تشابھت قلوبھم کہ اُن کے دل ملتے جلتے ہیں (البقرہ)

قد بینا الآیات لقوم یوقنون ہم نے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں آیتیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں پس اس سنت قدیمہ کے موجب مولوی صاحب مجبور ہیں کہ اپنے ان پہلوں کی نقل بالنعل اتباع کریں مگر چونکہ ہمیں حضرت امام الزمان علیہ السلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اس لئے ہم جواباً وہ طریق اختیار نہیں کر سکتے جو مولوی صاحب کر رہے ہیں مولوی صاحب کو شکوہ ہے کہ ہماری جماعت کے مبلغ نے ان پر اور علمائے اہل سنت پر کیچڑ اچھالا اگر واقعی ایسا کیا گیا تھا تو جواباً مولوی صاحب کو اسلامی اخلاق دکھانا چاہیئے تھا تاکہ دنیا پر حقیقت منکشف ہو جاتی مگر مولوی صاحب کے اشتہار سے عیاں ہے کہ پہل انہوں نے خود کی ہے اگر پھر کسی نے انتہائی مظلوم ہونے کی حالت میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا پر عمل کیا تو وہ عنداللہ مجرم نہیں، اور اگر کسی امر واقعہ کے برموقعہ اظہار کو بدزبانی پر محمول کر لیا گیا ہے تو یہ فہم کا قصور ہے بدزبانی ایک مبلغ کی شان سے ہر حالت میں بعید ہے یہ صرف مکذبین اور مکفرین کا حصہ ہے اس لئے ان کے لئے ہی مخصوص رہنا چاہیئے تاکہ اس زمانہ کے مامور کی صداقت پورے طور سے ظاہر ہو جائے۔

مولوی ابراہیم صاحب سے ہمارے مطالبات

مولوی صاحب نے مسیح موعود علیہ السلام کو جھوٹا۔ کذاب، فریبی۔ وغیرہ کہہ کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے جس کے جواب میں ہم اُن سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مندرجہ صدر ارشاد خداوندی کی رُو سے گزشتہ ماموران الٰہی کے مخالفین نے آپ والے سب الزامات اپنے زمانہ کے مصلحین پر عائد کئے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا کہ بل نظنکم کاذبین (ہود) اور کہا انا لنرٰک فی ضلٰل مبین (اعراف) جس طرح مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو جھوٹا اور کاذب کہتے ہیں اسی طرح انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو کاذب کہا اور جس طرح مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو گمراہ قرار دیتے ہیں اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تابعین کو قرار دیا گیا پھر حضرت ہود علیہ السلام کو اُن کے مخالفین نے کہا کہ انا لنرٰک فی سفاھۃ و انا لنظنک من الکاذبین (اعراف) اور تو اور خود فخر المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ کے مخالفین نے یہ کہہ دیا کہ ھذا ساحر کذاب اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ان ھذا لساحر علیم۔ اور انت من الکافرین کہا اب سوال یہ ہے کہ :-

(۱) کیا ان مقربان بارگاہ ایزدی کو جھوٹا، کذاب، ساحر اور کافر کہنے والے سچے تھے؟ اگر مولوی صاحب کے نزدیک فتوے لگانے والے سچے تھے (نعوذ باللہ من ذالک) تو اُن کے دعوےٰ اسلام کی حقیقت معلوم شد اور اگر سابقہ مصلحین ربانی پر اس قسم کے فتوے لگانے والے خود ہی ان کا مصداق تھے تو تشابھت قلوبھم کے موجب مولوی صاحب کے الزامات کس معیار کی رُو سے صحیح ہو سکتے ہیں؟ آخر مہدی کے منکر جو اس پر اس قسم کے فتوے لگا کر ان کو جھوٹا اور کذاب کہتے تھے وہ آپ کے نزدیک کیوں جھوٹے تھے اور آپ کس دلیل کی رُو سے سچے ہو سکتے ہیں جبکہ الزامات و اعتراضات میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں؟ اور اگر آپ اس زمانہ کے مامور کو جھوٹا کذاب اور فریبی کہنے میں سچے ہیں تو پھر آپ سے پہلے اپنے زمانہ کے مصلحین کو ساحر، کذاب، ضال، سفیہ کہنے والوں کو آپ کس طرح جھوٹا کہہ سکتے ہیں؟

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر تیرہ سو سال میں جس قدر مجددین۔ محدثین اور اولیاء امت محمدیہ میں ہوئے ان میں سے کوئی ایک بزرگ ایسے گزرے جن کو اُن کے مخالفین نے ان گندہ الفاظ سے یاد نہیں کیا جن سے آپ حضرت مسیح موعود کو یاد کرتے ہیں؟ یا کیا آج تک کوئی راستباز فرستادہ خدا ایک بھی ایسا ہوا ہے جس کو اس کے مخالفین نے وہ سب کچھ نہیں کہا جو آپ نے حضرت مسیح موعود کو کہا اور لکھا ہے۔

(۳) ابتدائے آفرینش سے آج تک درست ایک مثال ایسی پیش کیجئے کہ کسی صادق مدعی ماموریت کو اس کے زمانہ کے سب لوگوں نے بغیر کسی قسم کی مخالفت کے قبول کر لیا ہو اور اس کے خلاف اس قسم کے فتوے نہ دیئے گئے ہوں جیسے کہ آپ حضرت علیہ الرحمۃ کے خلاف دے رہے ہیں؟

(۴) اگر مولوی صاحب کا یہ مسلک درست مان لیا جائے کہ جس بزرگ پر اس کے مخالف علماء جو الزام عائد کریں وہ ٹھیک ہوتے ہیں تو پھر کیا فرماتے ہیں مولانا ابراہیم صاحب مندرجہ ذیل فتاوےٰ کے متعلق جو دیوبندی بزرگوں کے متعلق ان کے مخالف علماء اہلسنت نے شائع کئے ہیں :-

(ا)- "کلھم مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین"
حسام الحرمین صفحہ مصنفہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔

(ب)- "فرقہ وہابیہ شیطانیہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہے ابلیس لعین کے پیرو ہیں تکذیب خدا کرنے والوں کے دم چھلے ان کا پیر ابلیس ہے

جھوٹا ہے۔ دین میں خائن ہے۔ اور امت پر مفتری دغا باز مکار۔ آنکھوں کا اندھا ہے کافر ہے بے مسلمان نہیں ہے سرکش ہے۔ شیطان کے چیلے ہیں کچھ شک نہیں کہ وہ باجماع امت کافر ہیں اور اللہ کے نزدیک زیاں کار اور اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔ قیامت تک رسول کریمؐ کی تکذیب کرتے ہیں ان کے کفر میں شک نہیں یہ لوگ گمراہ، بے دین، حق کے معاند۔ اللہ نے انہیں پست کیا۔ کجی والے۔ بدکار، سرکش۔ بکی۔ بد مذہبی کے گروہ علماء اہلسنت کے شہابوں سے جل کر سیاہ ہونے والے۔ تمام اہل سنت کے نزدیک سزاوار تذلیل باجماع امت مرتد ہیں، بدبخت، دین کے دشمن، خدا کے مقہور معاند، مفسد، گروہ شیطان زیاں کار مردود، بے دین کمینے، کجی والے، مشرک ظالم۔ جھگڑالو، ہٹ دھرم۔ دین سے نکل گئے۔ جیسے تیر نشانہ سے"۔

(ملاحظہ ہو تمہید الایمان بآیات القرآن صفحہ ۴۸-۴۷)

(ج) "اسماعیل دہلوی نرا کافر تھا گنگوہی، دیوبندی نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی وغیرہم کھلے مرتد ہیں۔ تقویۃ الایمان۔ معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی تحذیر الناس تصنیف نانوتوی براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہ جملہ تالیفات انبوی سب کفری بول نجس تر از بول ہیں۔ یا ایسا جانے زندیق ہے جو باوجود اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو وہ ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے اور ان سب سفہاء ان کے نظراء تمام خبثاء جو شخص ان ملحدوں کی حمایت اور مروت و رعایت کرے ان کی باتوں کی تصدیق، تحسین، توجیہ، تاویل کرے وہ عدو خدا اور دشمن مصطفےٰ ہے غیر مقلدین پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں"۔

(چابک لیث بر اہل حدیث مصنفہ مولانا محمد تحسین حسین صاحب المنظم گڑھی مطبوعہ بریلی صفحہ ۲۴-۲۵)

یہ فتوے درج کرتے ہوئے بھی ہمارا قلم تھراتا ہے کیونکہ مفتی صاحبان نے اپنے کلمہ گو بھائیوں کے خلاف جو گند اچھالا وہ قال اللہ و قال الرسول کے صریح خلاف ہے مگر مولوی ابراہیم صاحب ذرا کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر "اہلسنت علماء" کے ان فتاویٰ کو پڑھکر بتائیں کہ علمائے دیوبند خصوصاً حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو کچھ ان میں مذکور ہے کیا وہ سچ ہے؟ اگر نہیں تو پھر بتایئے کہ آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف الزام تراشی کیا اسی امر کا کھلا اور بین ثبوت نہیں کہ جس طرح اور علماء بندگان خدا کے خلاف سب و شتم کر کے اپنے ناحق پر ہونے کا ثبوت پیش کرتے رہے اسی طرح آپ بھی ان کے قدم بقدم چل کر اپنے ناحق پر ہونے کا ثبوت پیش کر رہے ہیں؟ اگر آپ اپنے مسلک میں سچے ہیں تو پھر مذکورہ بالا علماء اہل سنت کے غلطی پر......

ہونے کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟

کیا تین جھوٹ بولنا نبوت کے منافی ہے؟

مولوی صاحب سے یہ ہمارا پانچواں مطالبہ ہے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ:-

"میں نے انجمن اسلامیہ کے جلسے میں مرزا صاحب کی تحریروں سے اُن کے تین جھوٹ پیش کرتے ہوئے قادیانی جماعت کو چیلنج کیا تھا کہ اگر کوئی احمدی مرزا صاحب کے یہ جھوٹ سچ کر دکھائے تو میں اپنی غلط بیانی اور الزام تراشی کی سزا میں پانچ سو روپے جرمانہ ادا کروں گا"

مذکورۃ الصدر حقائق کی روشنی میں مولوی صاحب کا یہ الزام لگانا تشابہت قلوبہم کا ایک اور ثبوت ہے مگر حیرانی یہ ہے کہ جب مولوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت اور صدیق نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہوں نے نعوذ باللہ تین جھوٹ بولے تو پھر وہ تین جھوٹ بولنے والے کے محدث ہونے سے کیونکر انکار کرتے ہیں جبکہ اُن کے مسلمات کی رو سے تین جھوٹ بولنا سنت ابراہیمی ہے؟ جب ان کے مسلمات کی رو سے تین جھوٹ بولنا منافی نبوت نہیں تو پھر وہ "تین جھوٹ" کو حضرت مسیح موعودؑ کی محدثیت کے خلاف کیونکر پیش کر سکتے ہیں؟ اگر حوالہ مطلوب ہو تو سنئے حدیث یہ ہے کہ

"لم یکذب ابراھیم الا ثلاثا" ملاحظہ ہو ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۴۶۔ مشکوٰۃ مطبع حیدری صفحہ ۴۹۵ اور مسلم مطبعۃ العامرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ اور بخاری مطبع الٰہیہ جلد صفحہ ۱۴۹۔ اس حدیث کو بغور پڑھکر جواب دیں کہ تین جھوٹ بولنے والا صدیق نبی ہو سکتا ہے یا نہیں! اگر ہو سکتا ہے تو پھر بتایئے کہ آپ اپنے زعم باطل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ منسوب کر کے کس دلیل کی رو سے اُن کے جھوٹا ہونے کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں؟ اگر تین جھوٹ بولنے کی وجہ سے حضرت اقدس آپ کے خیال میں سچے نہیں ہو سکتے تو پھر وہی تین جھوٹ بولنے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کس دلیل کی بنا پر سچا نبی تسلیم کرتے ہیں؟

فریبی اور مکار کون ہے؟

مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر غلط حوالے دینے اور مکار اور فریبی ہونے کا بھی الزام لگایا ہے، جس کا جواب دینے سے پہلے ہم مولوی صاحب سے یہ چھٹا مطالبہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے سوال نمبر ۲ کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۶۴ کا یہ حوالہ درج کیا ہے کہ

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ
آخری زمانہ میں صلیب پرستی کی شامت
سے زمین اور آسمان میں طرح طرح کے
خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے"

مولوی صاحب نے یہ عبارت اس طرح دو کوموں کے اندر لکھی ہے جس طرح ہم نے اور اس نشان " " کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر جو عبارت لکھی جا رہی ہے وہ بلفظہ اس کتاب کی ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے، ہم مولوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ محولہ بالا عبارت تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۴ سے نکال کر پیش کریں، یہ تصرف ابلی ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندے پر غلط حوالے دینے کا الزام لگاتا ہے وہ خود اسی اشتہار میں دانستہ یا نادانستہ اسی الزام کا مرتکب ہو کر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ؎

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکاں بود
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

پھر آپ نے حضرت مرزا صاحب پر فریبی اور مکار ہونے کا الزام لگایا، حالانکہ اسی سوال کے ضمن میں آپ نے یہ دونوں باتیں اپنے متعلق اس طرح ثابت کر دیں کہ پہلے آپ نے دو کوموں میں یہ عبارت لکھ کر یہ فریب دیا کہ یہ عبارت بلفظہ حضرت مسیح موعودؑ کی ہے۔ اور آگے بریکٹ میں (مفہوم) لکھکر یہ فریب دینے کی کوشش کی کہ اگر کسی نے یہ مطالبہ کیا کہ یہ عبارت تتمہ حقیقت الوحی کے صفحہ ۶۴ پر نہیں تو میں کہدوں گا کہ میں نے اپنے الفاظ میں مفہوم لکھا ہے اصل حوالہ نہیں دیا اور دوسری طرف عام لوگ...... یہی خیال کریں گے کہ یہ حقیقت الوحی کا حوالہ ہی دیا گیا ہے اور اس طرح اپنے مکر و فریب پر مہر کر دی۔ پس مولوی صاحب کو چاہیئے کہ وہ ہمارے مندرجہ بالا سوالات کا جواب دیں تا اس کی روشنی میں آن کے مطلوبہ سوالات کا جواب دیا جائے۔

(باقی پھر بشرط ضرورت)

تلاش پتہ

میری ایک خاص حقیقی رشتہ دار محترمہ یاسمین بی بی ولد خیر الدین جالندھری جن کے ایک خالہ زاد بھائی کا نام جان محمد شوکت علی ہے دہلی دروازہ لاہور میں ہے۔ ان کے مکان نمبر کا پتہ نہیں ہے۔ اگر کسی صاحب کو معلوم ہو تو اس پتہ پر اطلاع دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

پتہ یہ ہے:-

ابل فضل احمد کپورتھلوی
محلہ قائد آباد - چاند ماری نمبر ۲
معرفت جمیل احمد گھڑی ساز
کراچی شہر

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (مینیجر)

اخبار احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۔)

ہیں ان کے لئے دعائے صحت فرمائی جاوے۔

سانحۂ ارتحال

گوجرانوالہ سے محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ ۲۸ مئی کو بروز بدھ رات کے بارہ بجے اہلیہ صاحبہ نواب خانصاحب مرحوم (والدہ ماجدہ بشارت احمد خانصاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس) بمقام لاہور وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ کی میت ۲۹ مئی کو گوجرات لے جاکر دفن کی گئی۔

"پیغام صلح" ہمیں اس حادثہ میں محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب بشارت احمد خان صاحب، مرحومہ کی بیٹی تاج بیگم صاحبہ پروفیسر ویمن کالج اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

الوداعی دعوت

—— سیکرٹری صاحب جماعت قاضی احمد (سندھ) لکھتے ہیں کہ ۱۱ مئی کو مسٹر اقبال احمد صاحب چغتائی ہیڈ محرر پولیس تھانہ قاضی احمد کی تبدیلی پولیس تھانہ مورو کر دی گئی اس سلسلہ میں مقامی جماعت احمدیہ کی طرف سے صدر مقامی انجمن خان محمد زمان خان نے اُن کے اعزاز میں ایک الوداعی ٹی پارٹی اسی دن شام کے چھ بجے رئیس علی نواز خان زمیندار اعظم قاضی احمد کے اس شاندار باغ میں دی جس کی نظیر شاید پاکستان میں کم ملے گی۔ پارٹی میں مقامی رؤسا، سرکاری افسر اور دیگر معززین ممبران جماعت و بیرون جماعت شامل تھے۔ خورد و نوش کے بعد معزز میزبان نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:-

"ہم مسلمان ہیں ہمارا ایمان واحد اور زندہ خدا پر ہے۔ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے سید المرسلین و امام المتقین ہمارے نبی ہیں۔ اور ہم ان کو آخری نبی یقین کرتے ہیں قرآن مجید فرقان حمید کی کامل سے کامل مکمل کتاب اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ ہمارا تعلق ایک ایسی جماعت سے ہے جو صرف تبلیغ اسلام کرتی ہے۔ اپنی تبلیغی مساعی سے حاضرین کو خبردار کرتے ہوئے انہوں نے ووکنگ مسلم مشن لندن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مشن کا کام اور مقام دنیا میں بہت بلند ہے اور سرزمین یورپ میں بلکہ دنیا بھر میں خانہ کعبہ کے بعد یہی ایک خدا کا گھر ہے جس میں تمام کلمہ گو افراد ان کا تعلق اسلام کے کسی فرقہ کے ساتھ ہو، ایک دوسرے سے مل کر جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلامی اصولوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے مسلمان بہت گر چکے ہیں اور دوسری قومیں ہر شعبہ زندگی میں اُن سے آگے نکل گئی ہیں آج یورپ و امریکہ کے ایٹم بم دنیا کو لرزہ براندام کئے ہوئے ہیں ان سے بچنے اور دنیا کو بچانے کے لئے ہمارے پاس ایک ایٹم بم موجود ہے جو تباہی پیدا نہیں کرتا بلکہ دلوں میں روحانی طاقت بھر کر خدائی طاقت کا جلوہ دکھاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اسی ایٹم بم کو استعمال کرنے کی ترغیب ہمیں دی اور اس کی برکت سے بڑے بڑے سائنسدان مسلمان ہوگئے۔ وہ ایٹم بم کیا ہے وہ قرآن کریم اور اس کی تعلیم ہے۔ زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب اس ایٹم بم کے اجزا ہیں جن کی وجہ سے افریقہ کے وحشیوں سے لے کر یورپ کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں تک اسلام کے دلدادہ ہو چکے ہیں۔ پس چاہیئے کہ اس جماعت کے ساتھ جو حضرت مجدد وقت نے پیدا کی مل کر اشاعت اسلام کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دیں ورنہ خدا تو اس کام کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ لیکن آپ اس برکت سے محروم رہ جائیں گے جو اشاعت اسلام کے کام سے وابستہ ہے۔

بکشت ایں اجر نصرت دادہ اند ملت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر صورت خود پیدا

فقط والسلام

خاکسار عبداللہ۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام قاضی احمد۔ ضلع نوابشاہ (سندھ)

ووکنگ میں تبلیغی سرگرمیاں بسلسلہ صفحہ اوّل

حبیب لعبداللہ تجویز کیا ہے۔ یاد رہے کہ گزشتہ ماہ پانچ افراد مسلمان ہوئے تھے مگر چونکہ ابھی اس مہینہ میں کافی دن باقی ہیں امید ہے ماہ رواں کے اختتام تک انشاءاللہ خدا اور بھی ہمیں دے گا۔ فقط والسلام

خاکسار۔ سید محمود حسین پرسنل اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ

ایک انگریز نومسلم کی وفات

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جاتی ہے کہ ہمارے ایک انگریز نومسلم بھائی مسٹر ابلن پانچ مئی کو یکایک حرکت قلب بند ہو جانے سے رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے مخلص مسلمان تھے۔ گزشتہ عید الفطر کے موقعہ پر آپ نے بحیثیت میزبان ووکنگ مسجد کے مہمانوں کی بڑی خدمت و تواضع کی تھی۔ آپ ہمارے دیرینہ اور مخلص دوست میجر فارمر (انگریز مسلمان) کی وساطت سے داخل اسلام ہوئے تھے۔
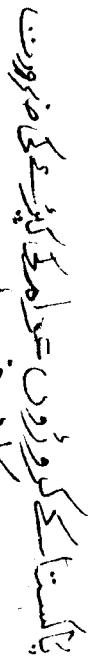
مرحوم کی وفات کی خبر پاتے ہی جناب خانبہادر غلام ربانی خان صاحب امام مسجد ووکنگ تعزیت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور مرحوم کی بیوی بچوں کے ساتھ دیر تک شریک غم رہے اور فریضہ تعزیت ادا کیا۔ ان کی میت کو ۸ مئی بروز بدھ قبرستان میں لیجایا گیا۔ نماز جنازہ میں جو احباب شریک ہوئے اُن کے نام یہ ہیں:۔ خانبہادر غلام ربانی خانصاحب، مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب۔ میجر فارمر (فاروق) اقبال احمد صاحب اور سید محمود حسین۔

دوپہر کو بعد از جنازہ مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔ دعا ہے کہ رب العالمین مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔

پیغام صلح مورخہ ۱۹ رمضان ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۱

۲۴ مئی کو راہی عالم بقا ہوئے۔ دو تین روز بعد مسٹر ابلن مرحوم کی بیوی نے میجر فارمر کو بذریعہ ٹیلیفون کہا کہ ہمارے پادری نے بڑے ساتھ وہ ہمدردی نہیں کیا جو ووکنگ مسجد کے امام نے کیا۔ واضح ہو کہ مرحوم کی اہلیہ عیسائی ہیں اس لئے انہیں اپنے پادری سے زیادہ ہمدردی کی توقع تھی۔ راقم سید محمود حسین پرسنل اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۲

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعودؑ

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

جنوبی افریقہ اور چین میں ہماری تبلیغی تنظیمات

لائٹ اور اسلامی لٹریچر سے غیر مسلموں میں تبلیغ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تبلیغی مشنوں کے علاوہ ہماری جماعت کے مختلف لوگ دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے طور پر اشاعت اسلام کا کام نہایت گرمجوشی اور ایثار سے کر رہے ہیں، ان لوگوں کے بے شمار خطوط دفتر کو موصول ہوتے رہتے ہیں۔ جن کو انجمن خط و کتابت کے علاوہ کافی لٹریچر بھیجتی رہتی ہے، اس ضمن میں ہم صرف دو ایسی تبلیغی تنظیموں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جو جنوبی افریقہ اور چین میں تبلیغ اسلام کے میدان میں سرگرم عمل ہیں ان میں سے ایک اسلامک ریویو ایسوسی ایشن چین میں ہے جس نے اس وقت تک حضرت مولانا محمد علی مرحوم مغفور کی تصنیفات "زندہ نبی کی زندہ تعلیم"۔ "نماز مسلم" اور "اسلامی قانون شادی و طلاق" کے تراجم چینی زبان میں شائع کئے ہیں اس کے علاوہ وہ چند چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کے تراجم کر رہی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن ایک ماہنامہ اسلامک ریویو ایک مدت سے شائع کر رہی ہے دوسری ایسوسی ایشن جس کو حال ہی میں ہمارے ایک بہت ہی سرگرم رکن داؤد سیلڈ نے کیپ ٹاؤن میں تشکیل دی ہے تبلیغ اسلام کے میدان میں بہت ہی مؤثر کام کر رہی ہے۔ اس ایسوسی ایشن نے ... Mediator کے نام سے ایک کتابی سلسلہ شروع کیا ہے جس میں ہمارے ہفتہ وار لائٹ، ماہنامہ اسلامک ریویو اور سلسلہ کی دوسری کتب سے اقتباسات اور دوسرے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ سیلڈ صاحب اپنے ایک خط مورخہ ۲ مئی یوں رقم طراز ہیں۔

"پچھلے چند ماہ میں ہم نے تقریباً ۸ صفحات پر مشتمل اس کتابی سلسلہ کی ۱۴۰۰۰ کاپیاں شائع کر کے لوگوں میں مفت تقسیم کیں اس سلسلہ میں لائٹ اور تحریک کی دوسری کتب سے اقتباسات لئے گئے۔ یہ سب کچھ چند معاونین کی مالی امداد سے ممکن ہو سکا۔ اس وقت تک نتائج حوصلہ افزا ہیں ہم سات آدمیوں نے ایک ایسوسی ایشن قائم کی ہے جس کا نام Mediator اسلامک ایسوسی ایشن رکھا ہے اس کا کام محض تبلیغ اسلام ہے ہم اپنا دستور بنا رہے ہیں اور امید ہے کہ جلد ہی اس کام کو پورا کر لیں گے۔ اس خط کے ساتھ میں ایک نومسلم کا خط منسلک کر رہا ہوں جس کو احباب کی اطلاع کے لئے اخبار میں شائع کر دیا جائے۔ خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔"

"مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ جہاں تک اخبار لائٹ کا تعلق ہے میں اس کے دلچسپ مضامین کے لئے آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس لئے بھی کہ اس کے ذریعہ مجھے دین اسلام میں شمولیت نصیب ہوئی۔ میرے اسلام لانے میں مقامی طور پر شائع ہونے والے کتابی سلسلہ Mediator نے کافی حد تک راہنمائی کی ہے اس نے میرے دماغ میں ایک وسعت اور سچائی کی تحقیق کے لئے ایک جذبہ پیدا کیا اس کے ایڈیٹر مسٹر سیلڈ نے اپنا کافی وقت میرے لئے صرف کیا۔ اور مجھ پر یہ واضح ہو گیا کہ میں اب تک ایک تاریکی میں گھرا ہوا تھا اور اب مجھے کچھ روشنی دکھائی دینے لگی اور آخرکار میں نے سچائی کو پا لیا۔

"چونکہ میں ایک کیتھولک عیسائی تھا۔ اس لئے میں اپنے پادری کے پاس گیا، یہ سوچتے ہوئے کہ شاید وہ میرے شکوک دور کر سکے۔ بائبل کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے

(باقی بر صفحہ)

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

از سید محمود حسین صاحب پرسنل اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ

(۱)

مولنا محمد یحییٰ بٹ صاحب کا لیکچر لف برو کالج میں

۵ رمئی ۱۹۵۸ء کو مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب نائب امام مسجد ووکنگ ...... لفبرو نامی مقام پر مسلم سوسائٹی ہزلیرف ہال لف برو کالج۔ لف برو میں جو ووکنگ سے ۱۲۵ میل دور ہے لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ لف برو سٹیشن پر یونین کے صدر آپ کے استقبال کے لئے خود آئے ہوئے تھے۔ لیکچر ہال میں پچاس سے زائد مسلمان اور عیسائی انگریز لڑکے لڑکیاں جمع تھے۔ طلباء میں پاکستان کے زیر تربیت فوجی آفیسروں کے بھی شریک تھے جو یہاں ٹیکنیکل ٹریننگ کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ لیکچر ساڑھے سات سے سوا نو بجے شب تک جاری رہا۔ یہ لیکچر اسلام کے ہمہ گیر تصورات پر تھا۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ صرف اسلامی تصورات ہی امن عالم کے لئے مکمل ضمانت ہیں۔ لفظ رب العالمین کی تشریح کرتے ہوئے فاضل مقرر نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی صفت کائنات عالم اور تمام تر نسلِ انسانی پر یکساں طور پر حاوی ہے اور تقاضائے فطرت یہ ہے کہ انسان جسمانی اور روحانی لحاظ سے یکساں طور پر ترقی کرتا چلا جائے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک جسمانی یا مادی ترقی کا تعلق ہے انسان کی حیرت انگیز ایجادات کے کارنامے پایۂ کمال کو پہنچ چکے ہیں اور انسان مزید ترقی کے لئے اس لحاظ سے ہمہ تن مصروف عمل ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی نسلِ انسانی کی تباہی اور بربادی کے لئے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیبتناک سامان و اسباب ایجاد کر چکا ہے اور کر رہا ہے۔ مگر امن عالم کے لئے چونکہ جسمانی اور روحانی ترقی کی یکساں مقدار میں ضرورت ہے لہٰذا اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک انسان کی مادی ترقی کے ساتھ روحانی ترقی کو بھی متوازن طور پر بام عروج پر نہ پہنچایا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ تیسری عالمگیر جنگ کے بعد انسانوں کو ہوش آئے اور وہ روحانی دنیا کو پانے کے لئے اپنی تمام توجہ اور سعی روحانی ترقی کی طرف مبذول کر کے اسے پالیں۔ فاضل مقرر نے حقوقِ انسانی کے موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے بتایا کہ اسلام حقوقِ نسلِ انسانی کو ایک سطح پر رکھنا چاہتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا اور بیّن ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قانون الٰہی کا ویسے ہی تابع قرار دیا ہے جیسے دوسرے انسانوں کو۔

معزز مقرر نے بتایا کہ اسلام میں ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اور انسان کو بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ عقلِ سلیم سے کام لے کر قدم بڑھائے۔ آپ نے مذاہب عالم کے پیشواؤں تمام روحانی رہنماؤں کی تعظیم کرنے اور ان پر ایمان لانے کے تصور پر بھی بحث کی۔ تقریر کے بعد آپ سے تعددِ ازدواج اور مذہب کے بارہ میں متعدد سوال کئے گئے جن کا مختصر اور تسلی بخش جواب دے کر معترضین کو مطمئن کیا گیا۔ ایک انگریز نوجوان نے سوال کیا کہ :-

"اسلام کے قوانین جب اس قدر بلند اور ہمہ گیر ہیں تو انہیں اب تک مغرب میں کیوں نہیں پھیلایا گیا ؟"

مولانا موصوف نے جواباً ووکنگ مسلم مشن کا حوالہ دیتے ہوئے ہوئے بتایا کہ یہ مشن گذشتہ ۴۶ سال سے ان اسلامی نظریات کی طرف اہل یورپ کو متوجہ کرتا چلا آ رہا ہے اور اس اثنا میں سینکڑوں انگریز مرد اور عورتیں داخل اسلام ہو چکے ہیں۔ آپ نے ایک جرمن خاتون کے قبول اسلام کا تازہ ترین حوالہ بھی دیا جو لیکچر سے ایک روز قبل مسلمان ہو چکی تھیں نیز ماہانہ تعداد نو مسلمین بھی بتائی جو گذشتہ ماہ میں پانچ تک پہنچ گئی۔ آپ نے مزید کہا کہ اسلام کا پرچار صرف مقررہ مشنریوں کا کام نہیں بلکہ ہر مسلمان مشنری ہے اور اسے اپنے حلقہ میں اس پیغام حق کو پہنچانا چاہیئے۔

ایک سوال آپ سے یہ بھی کیا گیا کہ مسلمان آجکل کیوں پسماندہ ہیں ؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فاضل مقرر نے مختصر اور جامع الفاظ میں بتایا کہ :- اسلام قوانین الٰہی کے مجموعہ کا نام ہے جو عمل پیہم کے لئے ہمیں دیا گیا ہے۔ جو اس پر صحیح عمل کرے گا وہ یقیناً مستفید ہو گا۔ مسلمان جب تک اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے ہر قدم پر کامیابی اور کامرانی ان کے قدم چومتی رہی اور دنیا کے رہنما رہے مگر جب سے انہوں نے اسلامی قوانین پر عمل کرنا چھوڑ دیا پیچھے رہ گئے۔ اس لئے موجودہ دور کے مسلمان اسلام کی وجہ سے پسماندہ نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے پستی کی طرف چلے گئے ہیں۔ بعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے سوال پر گفتگو ہوئی جس کا جواب انجیل کے حوالوں سے دیا گیا۔ اور اس طرح یہ اجلاس خوشگوار ماحول میں ختم ہوا۔ دوسرے دن معزز مقرر کو کالج کے مختلف شعبہ جات دکھائے گئے اور بڑے احترام سے انہیں رخصت کیا گیا۔ آپ بعد از دوپہر دوسرے دن ووکنگ تشریف لائے۔ عیسائی نوجوانوں کو دو کتابیں جیسس ان ہیون آن ارتھ اور سورسز آف کرسچینٹی برائے مطالعہ بذریعہ ڈاک بھیجی گئیں۔

(۲)

خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کا لیکچر لندن کے یہودی معبد میں

۱۳ رمئی بروز منگل۔ خان بہادر غلام ربانی خان صاحب امام مسجد ووکنگ کو پاکستان سوسائٹی کے اجلاس میں بوقت ۵ بجے شام شریک ہونا تھا۔ آپ مسٹر اقبال احمد..... کے ہمراہ اس میں شمولیت کے لئے لندن تشریف لے گئے۔ صاحب موصوف نے آج یہاں کوئی لیکچر نہیں دینا تھا، صرف شریک جلسہ ہونے کی دعوت تھی۔ مگر یہاں کے قاعدہ کے مطابق سامعین کو سوالات کرنے کی چونکہ اجازت ہوتی ہے اس لئے آپ نے اس رنگ میں ایک اہم چیز پیش کی۔ جلسہ میں پروفیسر عبد السلام صاحب کی جو یونیورسٹی آف لندن میں شعبہ ریاضی کے پروفیسر ہیں عالمانہ تقریر ریلیٹیویٹی اور مابعد کی ترقی کے موضوع پر تھی۔ ڈاکٹر موصوف کی تمام تقریر سے علم سائنس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت کی جستجو ثابت ہوتی تھی۔

تقریر کے اختتام پر خانبہادر صاحب نے سپیکر سے یہ سوال کیا کہ :-

"اگر سائنس اس معاملہ میں متردد ہے کہ یہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی تو کیا معزز لیکچرار ہو کہ ایک مسلمان عالم اور سائنس کے ڈاکٹر ہیں اس نظریئے کے تحت غور کرنے کو تیار نہیں جو قرآن پاک نے آفرینش کے متعلق پیش کیا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون کیا لفظ "امر" کی تحقیقات سائنس کو حتمی نتیجہ خالقیت پر پہنچانے میں کامیاب ہو سکتی ہے"؟

معزز لیکچرار نے اس نظریہ پر یقین ظاہر کرتے ہوئے فرمایا :- "میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایک بڑے اہم مسئلہ اور اس کے حل کی طرف متوجہ کر دیا ہے"۔

اس کے بعد سر ہیرلڈ تھوربرٹ سیکرٹری پاکستان سوسائٹی نے اس سوال کے متعلق قرآنی آیات اور اس کا ترجمہ طلب کیا جو انہیں بعد میں بھیجا گیا۔ جس کے وصول ہونے پر انہوں نے شکریہ کا خط بھی خانبہادر صاحب کو لکھا۔

اس کے بعد آج ہی کے دن خانصاحب موصوف نے ایک یہودی معبد میں ½ ۸ بجے تقریر کے لئے جانا تھا۔ چنانچہ آپ وقتِ مقررہ پر وہاں بھی تشریف لے گئے۔ ہال کھچا کھچ یہودیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اسلام پر تقریر شروع کی اور خواجہ نذیر احمد صاحب کی کتاب جیسس ان ہیون آن ارتھ کا حوالہ دیتے ہوئے دس گمشدہ یہودی اقوام کا پتہ کشمیر اور افغانستان و سرحدی علاقہ میں بتایا، نیز آپ نے یہودی برادری کا وسیع سلسلہ مذکورہ بالا مقامات میں پھیلا ہوا ثابت کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یسوع مسیح کا وہاں جانا اور وہاں مدفون ہونا بھی ثابت کیا جو سامعین کے لئے نہایت بصیرت افروز اور تعجب انگیز تھا۔ بالآخر حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ وہ یہودی

(باقی بر صلا)

ذاتیات کی بحث

ہمارے ربوائی دوستوں کا بھی عجیب حال ہے، اس روایتی بڑھیا کی طرح جس کو گلی محلہ کے لڑکے چھیڑتے رہتے اور وہ انہیں گالیاں دیتی رہتی تھی۔ اور جب ایک دن سب لڑکوں نے اتفاق کر کے اسے چھیڑنے سے احتراز کیا، تو وہ حیرانی سے پوچھنے لگی کہ کیا اس محلہ کے بچے مر گئے ہیں؟ ہمارے ربوائی دوست بھی اپنے متعلق "پیغام صلح" کی خاموشی کو دیکھ کر سوچنے لگتے ہیں، کہ کس طرح اسے چھیڑ چھاڑ پر آمادہ کیا جائے۔ خدا جانتا ہے ہم نے کبھی اس بات کو پسند نہیں کیا کہ مسائل کی بحث سے تجاوز کر کے ذاتیات کو موضوع بحث بنایا جائے لیکن ہمارے ربوائی دوست خدا جانے کیوں یہ پسند کرتے ہیں کہ دوسروں کے اخلاق و اعمال پر خواہ وہ کتنے بھی پاکیزہ ہوں نکتہ چینی کی جائے، کبھی "پیغام صلح" کی ایسی عبارات نقل کر کے جن میں معمولی جماعتی کمزوریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان کی اصلاح کے لئے پند و نصائح کی گئی ہیں، آوازے کسے جاتے ہیں کہ یہ دیکھو یہ جماعت مر رہی ہے اس کے اپنے بزرگ اس کو ایسا اور ایسا کہہ رہے ہیں، حالانکہ خود اُن کے خلیفہ صاحب کئے دن جن پاکیزہ الفاظ میں اپنی جماعت کو مخاطب کرتے رہتے اور انہیں منافق اور کیا کیا کچھ کہہ کر ان کی جماعتی کمزوریوں کو واشگاف کرتے رہتے ہیں وہ کوئی چھپی ہوئی حقیقت نہیں۔ کبھی محترم شیخ میاں محمد صاحب اور مرکزی انجمن کے اختلافات کو مزے لے لے کر بیان کیا جاتا اور اس جماعت کا شیرازہ بکھرنے کا اعلان کر دیا جاتا ہے حالانکہ شیخ میاں محمد صاحب چند نظم و نسق کے اختلافات کے باوجود مرکزی انجمن کے لائف ممبر اور چندہ دہندگان میں سے ہیں اور ان کی علیحدہ سرگرمیاں انجمن کے لئے کسی طرح بھی نقصان دہ نہیں ہو سکتیں۔ اس کے برخلاف ربوہ کی حقیقت پسند پارٹی اور بعض دوسرے "مخلصین" جو گل بکھیر رہے ہیں اور خلیفہ صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کے اندرونی حالات کو کتابوں، ٹریکٹوں اور اشتہارات کے ذریعہ الم نشرح کر کے ربوائی جماعت کا جو نقشہ پیش کر رہے، اور خود خلیفہ صاحب کی طرف سے آئے دن مخلص ترین مریدوں کو منافق قرار دے کر انکے اخراج از جماعت کے جو اعلانات کئے جاتے ہیں ان کو دیکھ کر کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ یہ جماعت محاسنِ اخلاص و تقویٰ سے آراستہ اور دل سے خلیفہ صاحب کی اطاعت کا دم بھرتی ہے، اگر ایسا ہوتا تو خلیفہ صاحب کو استحکام خلافت کے لئے کتابیں لکھ لکھ کر اور تقریریں کر کر کے خلافت سے وابستہ رہنے کی اپیلیں شائع نہ کرنی پڑتیں، اور اپنے خیالات کو دلوں میں بٹھانے کے لئے ان کتابوں کے امتحانات منعقد کرنے اور ۲۷ مارچ کو یوم خلافت قرار دے کر خاص ... جلسوں کے انعقاد کے جتن نہ کرنے پڑتے۔

لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ربوائی دوستوں کی نظر قصر خلافت کے ان بوسیدہ شہتیروں کو دیکھنے کے بجائے دوسروں کی آنکھ کے تنکے پر زیادہ تر رہتی ہے۔ چنانچہ ۴ر جون کے "الفضل" میں "منکرین خلافت کی شخصیت پرستی اور ذہنی غلامی" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں حضرت امیر مرحوم مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے "دکھوں کی داستان" کی بناء پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور خطرناک قسم کی ذہنی غلامی اور شخصیت پرستی میں مبتلا ہے۔ کیونکہ "دکھوں کی داستان" میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب پر الزام دیا گیا ہے کہ وہ حضرت امیر مرحوم کو "پرلے درجے کا بداخلاق بددیانت اور جھوٹا سمجھتے تھے، اس کے باوجود جماعت نے حضرت امیر مرحوم کو انجمن کا صدر اور مولانا صدرالدین صاحب کو نائب صدر بنائے رکھا، اور پھر حضرت امیر مرحوم کی وفات کے بعد مولنا صدرالدین صاحب کو امیر بنا لیا۔

اول تو ہمیں اس بات پر افسوس ہے کہ ہمارے ربوائی دوست جماعت احمدیہ لاہور کو مخاطب کرتے ہوئے ہمیشہ لاتنابزوا بالالقاب کے حکم خداوندی کی خلاف ورزی پر تلے رہتے ہیں، اور "پیغامی" یا "منکرین خلافت" کے مکروہ الفاظ کے سوائے صحیح نام سے اس کو پکارنے میں انہیں عار آتی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل خلافت وہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور مجددین امت کو ملی اور اس کے سب سے بڑے وارث حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، اس خلافت کے ہم دل سے قائل ہیں اس لئے ہمیں "منکرین خلافت" قرار دینا کسی طرح جائز نہیں، منکرین خلافت تو وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود کی خلافت سے انکار کر کے ایک غیر مامور کی مصنوعی خلافت کے قائل ہو بیٹھے ہیں اور اس کی غلامی میں اپنی عقل و فہم اور تقویٰ و دیانت کو جواب دے چکے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ مولوی خورشید احمد کو "دکھوں کی داستان" میں جماعت احمدیہ لاہور کی "شخصیت پرستی" اور "ذہنی غلامی" تو نظر آگئی لیکن جماعت ربوہ کی شخصیت پرستی اور ذہنی غلامی کی جو گھناؤنی داستانیں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں، ان پر نظر کیوں نہ اٹھی، کیا "چودھویں صدی کا مذہبی آمر" میں جو شرمناک الزامات خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ان کی صفائی کے لئے مولوی خورشید احمد یا کسی بڑے سے بڑے "قادیانی" کو قلم اٹھانے کی جرأت ہوئی؟ اس بارہ میں خلیفہ صاحب کو ان کے سابق مریدین کی طرف سے بار بار مباہلہ کے چیلنج بھی دیئے گئے لیکن انہیں "ناجائز" کہہ کر ٹال دیا گیا اور عدالت کا بھی دروازہ کھٹکھٹانے کی انہیں جرأت نہ ہوئی ایسے گندے الزامات پر یہ خاموشی اور جماعت ربوہ کے بڑے بڑوں کا "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کا رنگ اختیار کرنا کیا اس خطرناک شخصیت پرستی اور ذہنی غلامی کا کھلا ثبوت نہیں جس میں یہ جماعت مبتلا ہے؟

ہمارے ربوائی دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب، اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے مابین جو بھی اختلافات تھے یا جو بھی خیالات وہ ایک دوسرے کے متعلق رکھتے تھے، وہ ان اختلافات سے بڑھ کر نہ تھے جو صحابہ کرام میں جنگ برپا کرنے اور ایک دوسرے پر شمشیر زنی کا موجب ہوئے، یہ تو جماعت احمدیہ لاہور کی برکات اور حسنِ انتظام کا نتیجہ ہے، کہ ان دو بزرگوں کے اختلافات کو انہیں تک محدود رکھا اور ان کے تقوے دیانت کے پیش نظر اس خیال کو چنداں اہمیت نہ دی کہ دونوں میں سے کون ایک دوسرے کے متعلق کیا کچھ کہتا ہے.. بالخصوص جبکہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے واضح الفاظ میں یہ لکھ دیا کہ:۔

> "میرا اور حضرت مولنا مرحوم و مغفور کا کوئی معمولی تعلق نہ تھا اس لئے ان کے انتقال کے باعث مجھے بہت صدمہ ہوا ....
>
> حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور کے بےنظیر لٹریچر کی وجہ سے انجمن کی عزت و شہرت میں اضافہ ہوا ان کی روشن خدمات ہمیشہ کے لئے ان کے نام کو زندہ رکھیں گی"
>
> (پیغام صلح ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۱ء)

تو پھر ربوائی حضرات کا "دکھوں کی داستان" کی بناء پر نئی نئی داستانیں گھڑنا سوائے حماقت کی اور کیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ان دونوں بزرگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق کوئی بات تھی بھی، جس کی صفائی اس دنیا میں نہیں ہو سکی تو آگے چل کر خدا کے حضور میں اُن کے دل صاف ہوں گے اور بہشت میں ونزعنا ما فی صدورھم من غل کا نقشہ دیکھنے میں آئے گا۔

مولوی خورشید احمد اور ان کے ہمنواؤں سے ہم پھر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہماری خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر روایتی بڑھیا کا نقشہ پیش کرنے کی جرأت نہ کریں، ہم نے کبھی "چودھویں صدی کا آمر" یا اس قسم کے دوسرے لٹریچر کو ٹک نہیں دیا، نہ ہم پسند کرتے ہیں کہ مسائل کو چھوڑ کر ذاتیات کو موضوع بحث بنائیں۔ یہ اُن کیلئے یقیناً نقصان کا موجب ہو گا۔

آپ کے خطوط

جماعت لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں آپ کی جماعت کا ممبر نہیں ہوں مگر "پیغام صلح" کا باقاعدہ مطالعہ کر رہا ہوں جس سے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور جدوجہد کا پتہ چلتا ہے اور سچ پوچھئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی خاطر کام کرنے والے لوگوں کی قربانیوں نے قدر و محبت کے جذبات بھی میرے دل میں پیدا کئے ہیں، مگر ۱۹۳۷ء سے اگست ۱۹۵۶ء تک جماعت قادیان سے وابستہ رہنے کے بعد فتنہ خلافت ۱۹۵۶ء میں جس جرم بے گناہی کا شکار ہم لوگ ہوئے ہیں اس کے بعد اعتماد متزلزل ہو کر رہ گیا ہے اور اور کسی جماعت میں شمولیت کا خیال آتے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

تاہم آپ کی جماعت جو تبلیغی کام کر رہی ہے اس کے متعلق میرے دل میں قدر و محبت کے جذبات موجود ہیں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی خاطر کام کرنے والے لوگوں کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات عطا فرمائے۔

اگر جماعت کی طرف سے شائع ہونے والے ٹریکٹ اور اشتہارات وغیرہ وقتاً فوقتاً بھجواتے رہیں تو ممنون ہوں گا۔

آپ کا مخلص

خاکسار۔ مرزا محمد حیات تاثیر۔ سابق لائبریرین امام جماعت احمدیہ ربوہ۔ حال شریک مجرہ۔ حجرہ شاہ مقیم منٹگمری

جنوبی افریقہ اور جاپان میں ہماری تبلیغی تنظیمات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ سب کے سب خدا کے وحی کردہ الفاظ ہیں۔ میں نے ان کے سامنے بائبل کے ان ابواب کا ذکر کیا، جن میں صریحاً تناقض تھا۔ جب وہ میرے ان سوالات کا جواب نہ دے سکے۔ تو مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میں ایسے مذہب کو نہیں ہو سکتا جو مجھے ایک چیز پر ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اس کے لئے کوئی ثبوت نہ دے۔ میرے اس سوال کا جواب آپ کے ہفتہ وار اخبار لائٹ کے مضامین۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے متعلق پمفلٹ The Message میں شائع شدہ ایک مضمون میں تھا

خدا تعالےٰ سے میری یہ دعا ہے کہ وہ میری رہنمائی فرماتا رہے اور مجھے دین اسلام میں مخلص اور ثابت قدم رکھے میری یہ خواہش ہے

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

حضرت مولٰنا نورالدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے
(مسیح موعود)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ان بزرگ ترین ہستیوں میں سے جو بانی سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دیتے اور خدماتِ دینیہ بجا لانے میں سب سے اوّل اور پیش پیش رہے، حضرت حکیم الامت، مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ اس بلند مقام پر فائز ہیں جہاں جماعت کے کسی دوسرے فرد کو پہنچنا نصیب نہیں ہوا جن کی علمیت اور ولایت کی آج بھی دنیا قائل ہے۔ اور ان کو مشاہیر میں شمار کرتی ہے۔ مگر افسوس ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نئی پود اس بلند پایہ شخصیت کے علم الکلام سے بالکل لاعلم ہے۔ میں نئی پود کے معلومات میں اضافہ کے لئے صرف اس وقت حضرت مولانا صاحب مرحوم کی مشہور مشہور تصانیف اور رسائل کے نام اخبار میں درج کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو اس عالی مرتبت شخصیت کے علمی کاموں کے بارے میں کچھ علم ہو سکے۔ یہ بات نہایت تکلیف دہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب کی اکثر کتابیں اس وقت بازار میں نایاب ہیں۔ نورالدین میموریل سوسائٹی عنقریب ان تصانیف کی دوبارہ اشاعت کی کوشش کرے گی۔ ناظرین سے اس سلسلہ میں ہر ممکن تعاون کی درخواست ہے۔ وہ تصانیف حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "مرقات الیقین فی حیات نورالدین"۔ مؤلفہ و مرتبہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔

(یہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے اب بھی مبلغ ۲/۸ روپے میں مل سکتی ہے) ضخامت ۲۷۲ صفحات

(۲) "فصل الخطاب" فی مقدمہ اہل الکتاب دو حصص۔ (عیسائیت میں)

(۳) "فصل الخطاب" فی قراۃ فاتحۃ الکتاب (فاتحہ خلف الامام)

(۴) "تصدیق براہین احمدیہ"

(۵) "نورالدین" ردّ آریہ پر لکھی گئی۔

(۶) رسالہ "ردّ تناسخ"۔ جو مسئلہ تناسخ پر لکھی گئی ہے۔

(۷) "ابطال الوہیت مسیح" تردید الوہیت مسیح پر لکھی گئی ہے۔

(۸) "دینیات کا پہلا رسالہ" یعنی نماز، حج، زکوٰۃ پنج ارکانِ اسلام کے بارے میں۔

(۹) "ردّ شیعہ"۔ اہل تشیع کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

(۱۰) تفسیر القرآن (عربی)

(۱۱) درس القرآن (اردو) مولانا صاحب کے درس القرآن کے نوٹس ور تفسیر جو مختلف دوستوں نے شائع کئے اور اخبار بدر میں چھپے۔

(۱۲) "مبادی الصرف"

(۱۳) خطباتِ نور حصہ اوّل

(۱۴) خطبات نور حصہ دوم

(مولانا کے جمعہ اور عیدین نیز نکاح کے خطبات جو مختلف رسائل و اخبار سے جمع کر کے یکجا طور پر بابو عبدالحمید صاحب نے شائع کئے)

(۱۵) "بیاض نورالدین"۔

(حضرت مولانا نورالدین صاحب کے علم طب پر تجربات کا نچوڑ جو مختلف دوستوں نے شائع کئے ہیں اس میں طب جدید پر ریسرچ ہے)

المختصر اس "غلام دین کا سردار" نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے تعارف حاصل کرنے کے لئے جس کے بارے میں اس کے "الشیخ" حضرت بانی سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے فرمایا:۔

"مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور اپنی پاک طینتی اور رشان مردی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے وہ عجیب و غریب مرد ہے اس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں اس کے ایک ایک رشحہ کے ساتھ افکار کے شربت پھوٹتے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تعالےٰ خیر الواہبین ہے"

اس کی تصنیف شدہ کتابوں کا مطالعہ از بس ضروری ہے جن کی اشاعت کے لئے جماعت کے دوستوں کو توجہ دینی چاہئے۔

فقط والسلام

خاکسار (چوہدری) صلاح الدین ناصر۔ خلف خانبہادر چوہدری ابوالہاشم خاں صاحب مرحوم آف بنگال۔
کنوینر نورالدین میموریل سوسائٹی معرفت
پوسٹ بکس نمبر ۳۲۲ لاہور

(بقیہ کالم اوّل)

اگر ممکن ہو تو مجھے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور دوسرا لٹریچر ارسال کیا جائے۔ تاکہ دین اسلام کے متعلق مجھے مزید معلومات حاصل ہو سکیں۔ والسلام

آپ کا مخلص

ولیم احمد اوکونور

درخواست دعا

سیالکوٹ سے عبیداللہ بٹ صاحب لکھتے ہیں:۔

قبلہ والد صاحب کو تا حال پیٹ درد کا کوئی آرام نہیں آیا کسی ڈاکٹر یا حکیم کی تشخیص آپس میں نہیں ملتی۔ پریشانی اتنی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا، اب کسی حکیم صاحب نے بتایا ہے کہ ریحی بواسیر ہے یہ بواسیر کا علاج کروائیں تو ریح خود بخود ختم ہو جاوے گی اب بواسیر کا علاج شروع کر دیا گیا ہے۔ آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ قبلہ والد صاحب کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے بزرگان سلسلہ سے دعا کی درخواست فرمائیں، ممکن ہو اللہ تبارک تعالیٰ ہم گنہگاروں کے حال پر رحم فرمائے۔

قرآن کی معنوی حفاظت کا سامان مجددین کے سلسلہ میں

مامور وقت کو ماننا ضروری ہے

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ

قرآن کریم جو خدا تعالےٰ کا کلام ہے، اس کی چھوٹی چھوٹی آیات میں بڑے بڑے مضامین رکھ دیئے گئے ہیں جتنا جتنا انسان اس پر غور کرتا چلا جائے اس سے عجیب غریب چیزیں ظاہر ہوتی چلی جاتی ہیں، یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کے معنی یہ ہیں انا نحن نزلنا الذکر یہ تعلیم جو بہت بڑی بڑائی اور شرف کی حامل ہے اور جو شخص اس پر عمل کرتا ہے اس کو بہت بڑے شرف اور بزرگی کا مالک بنا دیتی ہے (ہم ہی نے اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، خدا تعالےٰ نے دنیا میں مخلوق کے لئے وقتاً فوقتاً ہدایت بھیجا رہا۔ لیکن ان تمام ہدایات میں سے کسی کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، قرآن سے پہلے بڑی کتاب توراۃ نازل ہوئی تھی لیکن اس کی حفاظت بھی احبار یا علماء کے سپرد کر دی گئی، اور خدا تعالےٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھایا، لیکن یہ تعلیم جو سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس کے متعلق خود خدا تعالےٰ نے وعدہ کیا کہ ہم خود اس کی حفاظت کریں گے، اس سے پہلی چیز یہ مستنبط ہوتی ہے کہ یہ آیت ختم نبوت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ جب اس تعلیم کی حفاظت ... کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لے لیا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ دنیا سے کبھی مفقود نہ ہو گی، اور ظاہر ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری تعلیم کی ضرورت بھی پیش نہیں آ سکتی، کیونکہ دوسری جگہ اس کے متعلق فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا آج یہ تعلیم تمہارے لئے ہر رنگ میں مکمل کر دی گئی اور ہدایت کا کوئی پہلو کسی رنگ میں ہم نے تشنہ نہیں چھوڑا، اس سے مراد یہ ہے کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں اور قرآن کریم آخری کتاب ہے جو دنیا سے کبھی مٹ نہیں سکتی، پہلی تعلیموں کے متعلق لوگوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں، ان کی اصلیت دنیا سے مٹ چکی ہے اور غیر تو غیر ان کے اپنے پیرو بھی آج اس بات کے معترف ہیں کہ ان میں کافی ردّ و بدل ہو چکا ہے لیکن قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق نہ صرف اس کے ماننے والوں کا دعوےٰ ہے کہ وہ شروع سے آج تک محفوظ چلی آئی ہے، بلکہ بڑے سے بڑے معاند اور مخالف بھی معترف ہیں کہ یہی کتاب ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

پھر دونوں رنگوں میں اس کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہے، ظاہری طور پر بھی اور معنوی رنگ میں بھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس کی حفاظت کا اہتمام کیا اور صحابہ کرام نے اس کے لئے جو جدوجہد کی اس کو آپ جانتے ہیں کہ نہ صرف چمڑے اور ہڈیوں پر ہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے دلوں پر اس کو لکھ لیا اور اپنے سینوں میں اسے محفوظ کر لیا۔ دنیا بھر میں پہلی کتب سماوی کا آپ کوئی حافظ نہ پائیں گے، یہ شرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے۔ جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں آپ ان میں عربادسے اور اتک حفاظ پائیں گے۔

تو خدا نے اس رنگ میں اس کی حفاظت کا سامان پیدا کر دیا اور دنیا میں جس قدر یہ کتاب پڑھی جاتی ہے، اتنی کوئی دوسری کتاب نہیں پڑھی جاتی، یہ بھی اس کی ظاہری حفاظت کا ایک سامان ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ باوجود لازم و ملزوم ہونے کے لفظی حفاظت سے معنوی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔ مسلمانوں کی قوم کیوں گری؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ قرآن کریم کو پڑھتے تو ہیں لیکن اس کے مفہوم سے نابلد ہیں، جب تک ایک تحریر کا مفہوم پیش نظر نہ ہو اس سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا اور غلطیوں کا احتمال لابد ہے۔ پس قرآن حکیم کی معنوی حفاظت کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجددین کا سلسلہ جاری کیا جو خدا کی طرف سے مامور کئے جاتے ہیں اور ان پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماموریت کا اعلان کریں اور خدا سے علم پا کر زمانہ کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کی اصلاح کریں اور خدا کے کلام کی اصل غرض و غایت کی طرف متوجہ کریں، وہ بسبب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہونے کے ہوائے نفس سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ ان پر نزول وحی سے اسرار شریعت اور دقائق قرآنی کھولے جاتے ہیں۔ علماء تو ہر وقت موجود ہوتے ہیں لیکن یہ ان کے بس کا روگ نہیں ہوتا کیونکہ یہ اختلافات اور پیچیدگیاں خود ان کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں ایسی راسخ ہو چکی ہوئی ہوتی ہیں کہ وہ ان کو ہی اصل دین سمجھتے ہیں اور کسی حالت میں بھی انہیں چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے کیا آج دیوبندیوں، اور بریلویوں، شیعہ اور سنی، اہلحدیث و ... کے جھگڑوں کے ختم ہونے کی کوئی امید ہے، وہ ایک دوسرے کی بات کبھی نہ مانیں گے۔ ایسے تنازعات کو دور کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ کوئی شخص خدا کی طرف سے حکم ہو کر آئے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کا ازالہ [illegible] کر لیتے ہیں، تو ایسے وقت میں جب دینی حالات بگڑ جائیں جب تک آسمانی آواز نہ آئے کوئی اصلاح کی صورت نہیں ہو سکتی، ظاہر میں بھی یہی قانون کام کرتا ہے کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے جس سے زمین پھر ہری بھری ہو جاتی ہے، اسی طرح روحانیت کی زمین بھی جب خشک ہو جاتی ہے تو روحانی بارش آسمان سے نازل ہو کر پھر اسے تر و تازہ کر دیتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا شخص دنیا میں آئے اور دعوےٰ کرے کہ مجھے خدا نے کھڑا کیا ہے تو آیا اس کے ماننے کی ضرورت ہے یا نہیں مانا کہ اس کا وجود 'امنت باللّٰہ' میں شامل نہیں اور اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اور اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا لیکن کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ اس کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہے اور خدا نے اس کو مامور کر کے ایک عبث فعل کیا ہے کم از کم سننے والوں پر یہی کلام اثر ضرور پڑتا ہے کہ یہ ایک غیر ضروری چیز ہے۔ میں بڑے زور سے کہوں گا کہ مامور وقت کو ماننا ضروری ہے۔ اس کی اتباع کے بغیر نہ تو اسلام کا خوبصورت چہرہ دکھائی دے سکتا ہے، اور نہ ہی قوم کی اخلاقی و روحانی تربیت ہو سکتی ہے۔ خدا نے ہر موقعہ پر حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کے لئے غیرت دکھائی اور ہر ایک آپ کی اہانت کرنے والا ذلیل اور اس کے بالمقابل آنے والا ہلاک ہوا۔ پس ایسے الفاظ میں آپ کا ذکر نہ کرو کہ جس سے آپ ایک بے حقیقت انسان معلوم ہوں اور اپنی طرف سے یہ کہہ کر کہ ہم ان کا وجود امنت باللہ میں شامل نہیں سمجھتے، ان کے منکر کو کافر نہیں کہتے آپ پر احسان نہ جتاؤ کیونکہ انہوں نے کبھی اس کے برخلاف دعوےٰ نہیں کیا۔ ایسے الفاظ سے سلسلہ کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور لوگ آپ کے وجود کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو آپ کا حق ہے اور آپ کے دعوےٰ پر سرسری طور پر گذر جاتے ہیں۔ پس آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ جس سے سامعین پر یہ اثر ہو کہ آپ کا وجود غیر ضروری ہے اور آپ کو ماننے سے چنداں فرق پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے اس بات کے کہنے میں ذرا تامل نہیں کہ آپ کے ماننے والوں میں سے ایک فریق نے افراط سے کام لیا اور دوسرے نے تفریط سے۔ میں اپنے بھائیوں سے عرض کرتا گا کہ حضرت اقدس کے الہام "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا" کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو واضح الفاظ میں پیش...

کرنا چاہیئے تاکہ ثابت ہو کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے اور مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ ہمیں منفی پہلو نہیں بلکہ ...... مثبت پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ ہمیں اس بات پر زور دینا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب ۱۴ صدی کے مجدد اور مسیح موعود ہیں اور مسلمان اگر ذلت اور نکبت سے نکلنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ اس شخص کی آواز پر کان دھریں جو اپنے پاس سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ قال اللہ و قال الرسول کی طرف بلاتا ہے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا تاکہ قوم متحد ہو جائے اور کفر بازی ختم ہو جائے یہ اعتراض کہ ایک سلسلہ قائم کر کے ایک تفرقہ پیدا کر دیا گیا ہے سراسر غلط ہے یہ نام تو صرف کام اور منصب کے لحاظ سے رکھا گیا ہے رسول صلعم کے وقت میں مہاجر اور انصار کے دو نام موجود تھے۔ تو کیا اس سے مراد لیا جا سکتا ہے کہ وہ فرقے بن گئے تھے۔ یہ کٹ حجتی ان لوگوں کا ہی کام ہے جو صداقت کو قبول نہ کرنے کے لئے حیلے اور بہانے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ہٹ دھرمی اور ضد اور بغض و تعصب کا تو کوئی علاج نہیں۔ جمہور مسلمان ...... حدیث مجدد کے تحت صدیوں تک تو مجدد مانتے اور ان کے نام گنواتے چلے آئے ہیں لیکن چودھویں صدی میں وہ حدیث جس کی صحت پر واقعات نے مہر ثبت کی ضعیف ہو گئی۔ کاش یہ لوگ ۱۴... کی خدمت اسلام استجابت دعا اور اس اظہار علی الغیب پر غور کرتے جس پر ایک انسان خدا سے خبر پانے کے بغیر قادر نہیں ہو سکتا تو ان پر حق کھل جاتا، اگر کسی شخص کی ایک دو باتیں سچ نکل آئیں تو لوگ اسے ولی سمجھنے لگ جاتے ہیں لیکن آپ پر ... تو نشانات کی بارش کر دی گئی جن کے خود مسلمان، ہندو، سکھ بھی گواہ تھے اور آپ کی پیشگوئیاں جو اپنے اردگرد اور ہندوستان سے باہر یورپ، امریکہ، جاپان، کوریا، افغانستان، روس، روم تک پھیلی ہوئی تھیں پوری ہوئیں، مگر دل کے اندھوں کو آپ کی ولایت نظر نہ آئی۔ ضرورت ہے کہ ان نشانات کو دنیا میں پھیلایا جائے تاکہ آپ کی صداقت اور مقام دنیا پر واضح ہو۔

ہمیں آپ کے بارے میں کوئی معذرتانہ طریق اختیار کرنے کی ضرورت نہیں اور میں اس طریق کو بھی صحیح نہیں سمجھتا کہ ہماری خدمات دینی کو پیش کرنے سے لوگ اس سلسلہ میں شامل ہو جائیں گے بلکہ ہم کو براہ راست مجددیت کے وجود کو پیش کرنا چاہیئے۔ اور آپ کی تصنیفات اور نشانات کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا چاہیئے اور سب سے بڑھ کر اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے جو امام وقت ہم سے چاہتا ہے۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خدا پر پختہ ایمان اور تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے اور اپنے اندر کی تبدیلی پیدا کئے بغیر ہمارے کام میں برکت نہیں ہو سکتی۔ جب تک حق ہمارے اندر داخل نہ ہو ہم حق کو دنیا میں نہیں پہنچا سکتے کام کرتے وقت دیکھ لیا کریں کہ خدا کے لئے کر رہے ہیں یا نفس کے لئے ایک اور امر جس کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ دعا ہے۔ احمدی کا بہت بڑا ہتھیار دعا ہی۔ امام وقت نے ایک شعر میں دعا کے فلسفہ اور طاقت کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں ؎

ہزار سر زنی مشکل نگردد حل
چو پیش او دوی کار یک دعا باشد

دنیا دعا کی طاقت سے بے خبر ہے یہ وہ چیز ہے جس سے انہونی ہونی ہو جاتی ہے اسلام کا خدا اختیار نہیں وہ علیٰ کل شئی قدیر ہے جو بندہ اس کے آستانے پہ گرتا ہے اور اس سے استمداد طلب کرتا ہے وہ ضرور اس کے لئے اسباب پیدا کر دیتا ہے ہمارے راستے میں بہت مشکلات ہیں، ان کے حل کے لئے اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کرو اور خدا کے حضور گر کر دعا کرو کہ وہ ہماری مشکلات کو دور کر دے۔

درخواست دُعا

(۱)۔ گلاب علی صاحب کارکن انجمن کی اہلیہ صاحبہ ہسپتال میں بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(۲)۔ بہت سے نوجوان جو مختلف امتحانات میں شریک ہوئے ہیں اپنی کامیابی کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

روس کے انکارِ خدا میں سے ایمان باللہ کا شگوفہ پھوٹے گا

موجودہ کمیونسٹ دُنیا کے لئے ہستی باری تعالےٰ کا ایک زندہ ثبوت

زارِ روس کی تباہی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

جو اکتوبر ۱۹۲۲ء میں پوری ہوئی

مسٹر خروشیف وزیرِ اعظم روس کے نام مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کا مکتوبِ مفتوح

یکم جون کے اخبار "لائٹ" میں مولانا محمد یعقوب خانصاحب نے مسٹر خروشیف وزیر اعظم روس کے نام ایک مکتوب مفتوح لکھا ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار" کو جو زارِ روس کی تباہی سے سولہ سترہ سال پہلے شائع ہوئی ہستی باری تعالےٰ کا زندہ ثبوت قرار دیتے ہوئے موجودہ کمیونسٹ دنیا پر نہایت ہی خوبصورت انداز میں اتمام حجت کی ہے، ذیل میں ہم اس کا ترجمہ قارئین کرام کے افادہ کے لئے درج کرتے ہیں:۔

ڈیر پرائم منسٹر خروشیف

آپ کے اس انٹرویو کی بناء پر جو آپ نے فرانسیسی اخبار Figaro کے نمائندہ ایم سرج گروسرڈ M. Serge Groussard کو اپنے خیالات دربارہ ہستی باری تعالےٰ کے متعلق دیا میں ذیل کی چند سطور میں آپ کو مخاطب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ میرے جیسے عام آدمی کا دنیا کی سب سے بڑی اور مضبوط ترین مملکت کے وزیر اعظم کو خطاب کرنا ایک غیر رسمی سی بات ہے، لیکن آپ کے بیانات کا موازنہ کرتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے ایک ایسا دل عطا کیا ہے جو نئی صداقتوں کو جیسے بھی اور جب بھی آپ کے سامنے آئیں قبول کرنے کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے، میں جانتا ہوں کہ ایک سرمایہ دار ملک کا وزیر اعظم کسی ایسے خط کو دیکھ نہیں سکتا جو متعدد دفتری ریڈ ٹیپ (Red tape) کے پُرپیچ راستوں کو طے نہ کر سکے، وقار (Statesmanship) کا سوال عموماً واقعات زندگی کے متعلق عوام الناس کے خیالات کو دھندلا نے اور انسانی فہم کو سست کرنے کا موجب ہوتا ہے، یہ صورت حالات میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسے وزیر اعظم کی نہیں ہو سکتی جس نے ایک کان کن .... کی حیثیت سے زندگی شروع کی اور دیانتدارانہ سوچ بچار اور محنت و مشقت کے ساتھ کام کرتے ہوئے بام عروج پر پہنچا۔

ان ضروری معذرتوں کے بعد جو آپ کو خط ... کرنے کی آزادی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں، میں ہستی باری تعالےٰ کے سوال کو لیتا ہوں، جس کو آپ نے (میں سمجھتا ہوں پوری دیانتداری کے ساتھ) ظاہر حالات کے لحاظ سے ناقابلِ غور قرار دے دیا ہے آپ کی یادداشت کے لئے میں ذیل میں وہ سوال و جواب نقل کئے دیتا ہوں جو آپ کے اور فرانسیسی مراسلہ نگار کے مابین ہوئے:۔

ایس گروسرڈ:۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصّہ مذہب کے ساتھ لڑنے جھگڑنے میں صرف کیا ہے، لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ مذہبی احساسات کی کھلی مخالفت نہیں کرتے، میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا خدا ہے؟ کیا کوئی اعلیٰ طاقت موجود ہے؟

این ایس خروشیف:۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی خدا موجود نہیں مجھے ایسے خیالات کو چھوڑے ہوئے بہت دیر گذر گئی، میں ایک سائنٹیفک نظریہ عالم کا حامی ہوں سائنس اور فوق الفطرت طاقتوں پر ایمان دو متخالف چیزیں اور ایک دوسرے کو دھکے دینے والے خیالات ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے سائنٹیفک خیالات میں یکرنگی پائی جاتی ہے، اور کوئی تضاد ان میں نہیں۔ ہمارے متعلق اکثر اوقات بہت سی اہیات باتیں کہی جاتی ہیں، کہا جاتا ہے کہ جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے (وہ خدا جس کے متعلق "ایمان رکھنے والوں کے خیالات بھی کھلے اور صاف نہیں") وہ انسانیت کی اعلےٰ صفات سے ہدایت یاب نہیں ہیں۔ حالانکہ کمیونسٹ سب سے زیادہ ہمدرد انسانیت اور کریم النفس لوگ ہیں، کیونکہ ان کی جدوجہد اس لئے نہیں ہوتی کہ محض اپنے لئے اچھی زندگی کا سامان پیدا کریں، یہ صفت سرمایہ دار دنیا کا ہی خاصہ ہے، کہ وہاں کے امیر اور کھاتے پیتے لوگ صرف اپنے لئے اچھی زندگی حاصل کرنے کی ..... کوشش کرتے ہیں اور دوسروں کی رتی برابر پروا نہیں کرتے۔ آجکل امریکہ میں پیداوار تیزی سے گرتی چلی جارہی ہے اور بیکاری حد سے بڑھتی جارہی ہے، صرف چند ایک مٹھی بھر کروڑپتی اور ارب پتی لوگوں نے بڑی بڑی دولتیں جمع کر رکھی ہیں اور لکھوکھہا ایسے لوگ موجود ہیں جو بیکاری کی زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ ضروریات اور فاقوں کی اندوہناک زندگی سے مرجائیں تو مرجائیں لیکن کسی کروڑپتی اور ارب پتی کو اس سے ذرا بھی رنج اور پریشانی لاحق نہیں ہوتی، سرمایہ داری کا قانون ایسا ہی ہے جس کے رُو سے ذرائع پیداوار کی ذاتی ملکیت ہی کی بادشاہت ہے لیکن ان کروڑپتی اور ارب پتی لوگوں میں اکثر ایسے ہیں جو خدا پر ایمان رکھنے کے مدعی ...... ہیں، اس قسم کے ایمان باللہ کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟

ہم کمیونسٹ لوگ اس کے خلاف ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر شخص کو کام کرنے اور ایک ایسی اچھی زندگی حاصل کرنے کا حق حاصل ہے جو انسانی سوسائٹی سب کے لئے مہیا کر سکتی ہے ہم لوگوں اور اقوام کی حقیقی مساوات کے حامی ہیں؟ کیا یہ انسانی ہمدردی کا ثبوت نہیں؟ زندہ انسانوں کے ساتھ لگاؤ رکھنا، لوگوں کی زندگی کا خیال رکھنا یہ ہمارے معتقدات اور یہی ہمارے ایمانیات ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ خدا کو مانا جائے اور ان لوگوں کو جو آپ کے لئے کام کرتے ہیں لُوٹا جائے اور انہیں کارخانوں اور ملوں سے دھکے دے کر بازاروں میں پھینک دیا جائے جیسا کہ ان سرمایہ داروں کا طریق ہے جو خدا کو مانتے ہیں یہ سوال کہ کون خدا کو مانتا ہے اور کون نہیں ایسا نہیں کہ اس پر بحث مباحثہ کیا جائے یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اس لئے اس بارہ میں ہمیں تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں"۔

شاید ہی کوئی خدا کو ماننے والا ایسا ہو جو اس قسم کے ایمان کے بارہ میں جو عموماً لوگوں میں پایا جاتا ہے آپ کے ایک ایک لفظ کی تائید نہ کرے لیکن کسی آئیڈیالوجی کے صحیح معیاروں سے تجاوز لازمی طور پر یہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا کہ اس آئیڈیالوجی کو غلط قرار دیکر رد کر دیا جائے، ایسا نتیجہ اس سائنٹیفک رویہ کے بالکل خلاف ہے جس کو آپ نے جائز طور پر اختیار کر رکھا ہے، مثال کے طور پر سائنٹیفک ریسرچ اور اکتشافات کو لیجئے، چونکہ سیاسی لوگوں نے انہیں تخریبی امور کے لئے کام میں لانا ضروری سمجھا ہے کیا ہم انہیں ناکارہ سمجھ کر ترک کر دیں؟ اس کمیونسٹ سوشل مثالی نمونہ میں بھی جو آپ نے روسی ری پبلکن میں تیار کر رکھا ہے ..... صحیح سوشلسٹ معیاروں سے اس قسم کے تجاوز آپ کو مل جائیں گے، مجھے کبھی اس ملک میں جانے کی عزت حاصل نہیں ہوئی جس کو سرمایہ دار مملکتیں "آہنی پردہ" کے نام سے پکارتی ہیں، لیکن جو کچھ وہاں کے زائرین

سے میرے سننے میں آیا ہے، اس سے میں سمجھتا ہوں کہ روس اب تک اس ارضِ موعود سے کوسوں دور ہے، جس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ غربت و افلاس وہاں بھی بڑی گہری اور وسیع جڑیں رکھتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کی قیمتیں حد سے زیادہ چڑھی ہوئی ہیں، اور یہ سب کچھ اس دلربا اصول کے باوجود ہے کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق دو اور ہر شخص سے اس کی طاقت کے مطابق کام لو، مجھے بتایا گیا ہے کہ دماغی کام کرنے والوں اور دستکار مزدوروں کی تنخواہوں میں بہت بڑا تفاوت ہے، کمیونزم کے صحیح سوشلسٹ معیاروں سے اس قسم کا انحراف اس بات کا متقاضی نہیں کہ اصل آئیڈیالوجی کو ہی مذموم قرار دے دیا جائے تو اہش کی موجودگی لیکن جسم کی کمزوری کی سپرٹ ہر جگہ پائی جاتی ہے مذہب میں بھی اور کمیونزم میں بھی، جہاں تک آپ کی پہلی اور سب سے بڑی دلیل کا تعلق ہے یعنے یہ کہ سائنس اور فوق الفطرت طاقتوں پر ایمان باہم مطابقت نہیں رکھتے، میں نہایت مؤدبانہ لیکن پورے زور کے ساتھ اس اختلاف کرتا ہوں، جن چیزوں کو آج تک "نیچرل" سمجھا جاتا رہا ہے، حال ہی کی سائنٹیفک تحقیقات کے مفروضات کی بنیاد پر انہیں فوق الفطرت کی مد میں داخل کر دیا گیا ہے، مادہ کے ناقابلِ فنا ہونے کا خیالی ایک مردود افسانہ بن چکا ہے اور اس کا سرچشمہ ایک ایسی طاقت کو قرار دیا گیا ہے جو قادرِ مطلق کے دل و دماغ کا نتیجہ ہے،

مگر یہ ہستی باری تعالےٰ کے سوال کا علمی اور نظری ثبوت ہے، اس کے علاوہ ایک اور براہِ راست اور زیادہ اصلیت رکھنے والا ثبوت بھی ہے اور اس لئے وہ زیادہ جامعیت اپنے اندر رکھتا ہے، یہ خدا رسیدہ لوگوں کا ذاتی روحانی تجربہ ہے؛ جنہیں اپنے نورانی لمحات میں اس غیب در غیب ہستی کی شعاعوں کی جھلک نظر آتی ہے، انہیں یہ تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ خدا ان سے "روبرو کلام کرتا ہے"، اس قسم کا تجربہ دنیا کے تمام بانیانِ مذاہب کو حاصل ہوا۔

مذہبِ اسلام میں ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں جن پر اس قسم کی روحانی نورانیت کے لمحات آتے رہتے ہیں اور اس طرح فطری اور فوق الفطرت طاقتوں بالفاظِ دیگر انسان اور خدا میں ایک زندہ تعلق قائم رہتا ہے۔

اس خط کا مقصد یہ ہے کہ ایک بہت بڑے خدا رسیدہ انسان مرزا غلام احمد بانی تحریکِ احمدیہ فی الاسلام کے ایک روحانی تجربہ کو آپ کے علم میں لایا جائے، جو اکتوبر کے اس انقلاب سے تعلق رکھتا ہے جس کا علمبردار آپ کا عظیم الشان لیڈر لینن تھا، اپنے ایک کشف میں مرزا صاحب نے اس آنے والے ہولناک طوفان کی تباہ کاریوں کو مشاہدہ کیا جو تمام دنیا میں پھیلنے والا تھا، اس کشف میں اس آنے والے طوفان کو ایک زلزلہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ایک ایسی تباہ کاری جس کی مثال ملنی مشکل ہے اور جو جانوں اور مالوں کو تاخت و تاراج کر کے رکھ دے گی ان آنے والے ہولناک حوادث کی لرزہ انگیز تفصیلات بتاتے ہوئے کشف کا رخ یکایک زار کی طرف مڑ جاتا ہے جس کا ذکر اس ہولناک تصویر میں اچانک آ گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ع

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

یہ انکشاف ۱۹۰۵ء میں ہوا یعنے اکتوبر کے اس انقلابِ عظیم سے کئی سال پہلے جس نے زار کی حکومت کو مٹا کر رکھ دیا اور یورپ کے اس سب سے طاقتور فرمانروا پر ایسی بیچارگی کی حالت دیکھی گئی جس کی تفصیلات سے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ آپ اس ہولناک منظر کے بہت قریب تھے۔

اس روحانی کشف میں زار کی اس بدبختی کے نقشہ کے اظہار کی طرف میرا آپ کی توجہ کو منعطف کرنا بے غرض اور بے مطلب نہیں، یہ فی الحقیقت اس بات کا اظہار ہے کہ مشیتِ الٰہی میں روسی انقلاب کو ایک نئے نظام کے قیام کا ذریعہ بنایا گیا، اس نئی دنیا کے بنانے میں موجودہ روسی مملکت نے ابھی کیا کچھ حصہ لینا ہے یہ ابھی مستقبل کے پیٹ میں پنہاں ہے، لہٰذا گو کمیونزم نے خدا اور مذہب کے خلاف ایک محاذ بنا رکھا ہے لیکن "یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس انکار میں سے درحقیقت ان چیزوں کا انکار ہے جو روسی کلیسا سے تعلق ہیں) سچے خدا اور مذہب پر ایمان کا پھوٹ نکلے گا جو سائنس کی نفی کرنے والا نہیں بلکہ اس کو تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ خدا اور مذہب کا یہ تخیل آپ کو قرآن میں ہی ملے گا یعنے وہ کلامِ الٰہی جس کا دعویٰ ہے کہ تمام الہامی مذاہب کی دستبرد سے محفوظ (مسیحیت بھی شامل ہے) سچی تعلیمات کو اس نے اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے، میں اس مضمون کے ساتھ مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی ہز ایکسی لینسی سفیر روس متعینہ کراچی کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ آپ کی خدمت میں انہیں پہنچا دیں، اس امید کے ساتھ کہ آپ کو اس ترجمہ کے اندر اس بارہ میں کہ سچا مذہب اور سچا خدا کیسا ہونا چاہیئے ۔۔۔۔ خود اپنے گھر سے جذبات کی گونج سنائی دے گی، میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی بھی ایک کاپی اس کے ساتھ شامل کر رہا ہوں، قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ انسانی ہمدردی کا وہ عمیق جذبہ جس کا آپ اس کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں تاریخ کے اس دور میں جو کمیونزم کی دریافت سے چودہ سو سال پہلے گذرا ہے، عرب کے اندر اس کا عملی ظہور ہوا۔

میں اس خط کو آپ کی عظیم مملکت کی مرفع الحالی کی [illegible] دلی خواہشات اور اس پرخلوص دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ جس نے اپنی لامحدود عقل و دانش سے آپ کو ایک عظیم سلطنت کے حکمران کی حیثیت سے موجودہ منصب عالی پر فائز کیا ہے، آپ کی آنکھیں ایک اور اس سے برتر خدائی بادشاہت کے لئے کھول دے، جس کے اندر اور صرف اسی کے اندر ہی بین الاقوامی منافرتوں اور کشیدگیوں کا حل آپ کو ملے گا اور اسی سے انسانوں کے مابین دائمی امن اور خوشحالی کا دور دورہ شروع ہوگا۔

میں ہوں آپ کا مخلص بخیر اندیش

محمد یعقوب خاں

ایڈیٹر "دی لائٹ" لاہور

(پاکستان)

تبصرہ

احمدیت سے محمودیت تک

مرکزی احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور کی طرف سے اب تک جو کتب یا رسائل ربوہ کی نام نہاد خلافت کے حالات کے بارے میں شائع ہو چکے ہیں ان میں حال ہی میں ایک اور نئے کتابچہ "احمدیت سے محمودیت تک" کا مزید اضافہ ہوا ہے ۵۶ صفحات کے اس کتابچہ میں میاں محمود احمد صاحب کی تحریرات سے محمودیت کے خط و خال کو واضح کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ احمدیت اور محمودیت مترادف نہیں۔ محمودیت اس کی مسخ شدہ شکل کا نام ہے۔ اور یہ اس کے ایک ایسے حصہ کا نام ہے جسے عاقبت نا اندیش، خود غرض بے راہ رو اور خاندانی اور ذاتی ترفع کی خواہش مند قیادت نے جنم دیا ہے اور یہ کہ احمدیت کے حقیقی اور دلربا خط و خال محمودیت میں نہیں مل سکتے، یہ کتابچہ پتہ ذیل سے مفت مل سکتا ہے ۔

جنرل سیکرٹری ۔ احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ

پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲ لاہور

کونسا وظیفہ پڑھا جائے

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود سے دریافت کیا کہ وہ کونسا وظیفہ پڑھا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ "استغفار بہت پڑھا کرو نیک انسان کی دو ہی خواہشیں ہیں، یا تو وہ گناہ نہ کرے اور یا اللہ تعالےٰ گناہ کے بد انجام سے اس کو بچا لے۔ سو استغفار پڑھنے کے وقت دونوں معنوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ سے گذشتہ گناہوں کی پردہ پوشی چاہے ۔ اور دوسرا یہ کہ خدا تعالےٰ سے توفیق چاہے کہ اسے آئندہ گناہوں سے بچا لے مگر استغفار صرف زبان سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے دل چاہیئے۔ نماز میں اپنی زبان میں بھی دعا مانگو یہ ضروری ہے۔"

ملفوظاتِ احمدیہ جلد اوّل

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے بارے میں

جماعت احمدیہ ربوہ کے ایک دوست سے تبادلہ خیالات

(از مولانا عبدالباقی صاحب بتوں)

۱۰ رمضان المبارک کی نویں تاریخ کو صوبیدار عبدالقیوم صاحب جو جماعت احمدیہ ربوہ سے تعلق رکھتے ہیں ملے۔ اور کہا۔ کہ کافی عرصہ سے یہ خواہش تھی۔ کہ آپ سے حقیقۃ الوحی کی رُو سے حضرت صاحب کے دعوے کے متعلق تبادلۂ خیالات کروں، لیکن افسوس کہ ایسا موقعہ نہ مل سکا۔ میں نے کہا۔ کہ جب فرمائیں حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ جس پر انہوں نے کہا۔ کہ آپ تو کل سے میں کوئٹہ چھٹی پر جا رہا ہوں۔ لہٰذا مشکل ہے۔ کہ ایسا ہو سکے میں نے عرض کیا۔ کہ پھر اس سے بہتر وقت نہیں۔ ویسے بھی آج بوجہ اتوار کے رخصت ہے۔ اگر موقعہ نکال سکتے ہیں۔ تو میرا غریب خانہ نزدیک ہے۔ وہاں جا کر تبادلۂ خیالات کر لیں گے اور جناب کی آرزو پوری ہو جائے گی۔ حقیقۃ الوحی بھی بفضلہ تعالےٰ موجود ہے۔ چنانچہ کمال مہربانی کے ساتھ وہ میرے ہمراہ تشریف لے آئے۔ اور جو کچھ تبادلۂ خیالات ہوا۔ وہ قارئین پیغامِ صلح اور بالخصوص جماعت کے نوجوانوں کے استفادہ کے لئے ذیل میں مکالمہ کی صورت میں کچھ نظر ثانی کے ساتھ عرض کرتا ہوں، امید ہے کہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔

صوبیدار صاحب:۔ کیا حقیقۃ الوحی کے حسب ذیل حوالہ کی رُو سے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہیں کہہ سکتے؟:۔

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے۔ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ قرآن شریف کے رُو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعوےٰ ہے۔ کہ ایک پہلو سے مَیں اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے مَیں آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں"۔ (صفحہ ۳۹)

مَیں:۔ نہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب الوصیت کے صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:۔

"اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں"

و ہ:۔ جزاک اللہ۔ لیکن کیا "اُمتی نبی" تو کہہ سکتے ہیں؟

مَیں:۔ ہاں جس مفہوم میں حضرت اقدس "اُمتی نبی" کو لیتے تھے اگر اس مفہوم کے مطابق آپ کو "اُمتی نبی" کہا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

و ہ:۔ کیا اس مفہوم کے لئے حقیقۃ الوحی یا اس کے بعد کا کوئی حوالہ پیش کریں گے؟

مَیں:۔ یہی تو آپ لوگوں کو مغالطہ لگا ہے۔ کہ آپ لوگ حضرت صاحب کی سابق کتب کو نہیں مانتے حالانکہ حضرت صاحب اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے ابتداء ہی میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرے سابقہ "دعوے اور دلائل" سے کسی کو واقفیت ہو۔ یا میری "سابقہ کتابیں" کسی نے بغور مطالعہ کی ہوں اور یا ایک معقول مدت تک صحبت میں (ابتدائی زمانہ کی طرف اشارہ ہے) رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کی ہو۔ تو وہ مخالفین کے اعتراض کا خلاف واقعہ جواب نہیں دے سکتا۔ گویا حضرت نے کسی ایک کتاب پر حصر نہیں کیا۔ بلکہ اپنی ساری کتابوں کو دعویٰ سمجھنے کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہوتا ہے اُمتی بھی ہوتا ہے۔ اور ناقص طور پر نبی بھی" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

و ہ:۔ کیا حضرت صاحب سے پہلے محدث نہیں گذرے؟ پھر حضرت صاحب کیوں فرماتے ہیں:۔

"اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

مَیں:۔ دیکھیں۔ ایک ہیں۔ محدثین اُمت اور ایک ہے مقام محدثیت۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "مجھ سے پہلے اولیاء" کو یہ "حصہ کثیر نعمت" کا نہیں دیا گیا" یہ نہیں فرمایا کہ نفس مقام محدثیت کو بھی یہ حصہ کثیر نعمت کا نہیں مل سکتا مطلب یہ کہ حضرت کا جو کچھ منشاء ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سابق اولیاء امت اس نعمت کثیرہ کو نہ پا سکے۔ باقی رہا مقام محدثیت۔ تو یہ "نعمت کثیرہ" اس سے خارج شئے نہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) "اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے" (توضیح مرام صفحہ ۱۸)

(۲)۔ "فاعلم ارشدك الله تعالى ان النبي محدث والمحدث نبي باعتبار حصول نوع من انواع النبوة"

ترجمہ:۔ "سو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے کہ نبی محدث اور محدث نبی ہے۔ اس اعتبار سے کہ انواع نبوت میں سے ایک نوع اسے حاصل ہے" (توضیح مرام)

(۳) "اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے، ولا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول" رسول کا لفظ عام ہے۔ جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۲)

غرض حضرت صاحب محدثیت کے اعلیٰ مقام پر ہونے کی وجہ سے اس "نعمت کثیرہ" کے مستحق ٹھہرے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ منشاء نہیں۔ کہ آپ مقام محدثیت سے نکل کر انبیاء کی صف میں داخل ہو گئے۔ مثال کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سارے نبی ہو گذرے ہیں۔ مگر وہ "خاتم النبیین" ہونے کا لقب نہ پا سکے۔ ہاں حضور نبی کریمؐ نبوت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی وجہ سے اس لقب کے مستحق ٹھہرے۔ بعینہ حضرت صاحب اولیاء امت کے مقابلہ میں مقام محدثیت کے اعلیٰ درجہ پر ہونے کی وجہ سے "نبی" کا لقب پانے کے مستحق ٹھہرے۔ فتدبرو۔

و ہ:۔ لیکن کیا ہم حضرت صاحب کو اگر صرف "نبی" یا "امتی نبی" کہیں تو کوئی حرج ہے؟

مَیں:۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے" (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

و ہ:۔ پھر حضرت صاحب نے یہ الفاظ کیوں استعمال کئے؟

مَیں:۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں۔ جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا"

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

و ہ:۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کے علم میں ترقی ہوئی ہے؟

مَیں:۔ مگر نفس دعوے کے بارے میں نہیں۔

و ہ:۔ اور ہو۔ آپ دعوے کو چھوڑیں مَیں صرف علم میں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً آنحضرت صلعم پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بعد میں خانہ کعبہ کی طرف تو یہ علم میں ترقی ہوئی یا نہ؟

مَیں:۔ دیکھیں۔ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے۔ کہ نفس دعوے کے بارے میں ایسا نہیں ہوتا۔ جیسے کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت صاحب باوجود نبوت سے انکاری ہونے

سے بعد میں تبدیل کر کے مدعی نبوت بن گئے۔ یہ حضرت صاحب کے اپنے مسلمات اور انبیاء سابق کی سنت کے خلاف ہے۔ مثلاً حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) "نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت قریب سے دکھایا جاتا ہے۔ اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا"

(اعجاز احمدی ص ۲۶)

(۲) "بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ ...... شاید اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعوے میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر سفسطہ ہے" (کتاب مذکور ص ۲۴)

باقی رہا آنحضرت صلعم کا تبدیلی قبلہ کا مسئلہ۔ تو اس کے متعلق عرض ہے، کہ بیت المقدس کی طرف حضور کسی حکم الٰہی کے ماتحت نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ تو محض ذاتی اجتہاد کے ماتحت تورات کی اتباع تھی۔ کیونکہ آپ کو ابتا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جب صریح حکم مل گیا۔ تو آپ نے قبلہ خانہ کعبہ کو ٹھہرایا۔ مگر آپ تو حضرت مسیح موعود کے دعوے نبوت کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کے لئے تبدیلی قبلہ کی مثال سے اس کا ثبوت مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اول تو ہر دو میں کوئی مطابقت نہیں۔ دوئم حضرت صاحب کا دعوے الہام الٰہی پر مبنی تھا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

(ازالۂ اوہام ص ۴۲۲)

اگر احکام الٰہی میں نسخ کے آپ لوگ قائل ہیں۔ تو غیر احمدیوں کے نسخ فی القرآن کی کیوں مخالفت کرتے ہیں۔ ہاں البتہ جیسے کہ میں نے عرض کیا ہے۔ اجتہادی امر میں الہام الٰہی کے ماتحت تبدیلی ہو سکتی ہے۔

وہ:۔ پھر حضرت صاحب کیوں فرماتے ہیں:۔

"جب بارش کی طرح وحی میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی" (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۰)

میں:۔ دیکھیں یہاں بھی جہاں تک نفس دعوے کا تعلق ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ وہی "امتی نبی" ہونے کا دعوے ہے۔ جو کہ شروع سے ہے۔ جیسے کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"مگر اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں ...... بلکہ ...... دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے"۔

(توضیح مرام ص ۱۰)

اور یہ تو ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ "محدثیت ایک پہلو سے امتی ہوتا ہے اور ایک پہلو سے نبی" ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص ۵۶۹۔ دراصل حضرت صاحب یہاں مسئلہ فضیلت پر بحث کر رہے ہیں جس کے متعلق پہلے حضرت صاحب اپنے اجتہاد کے ماتحت خیال کرتے تھے کہ یہ ادنےٰ شہید والی جزئی فضیلت ہے جو کہ ایک بڑے "نبی" پر حاصل ہوتی ہے جیسے کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹)

مگر آپ اپنی فضیلت کو جزئی کیسے اور کیوں قرار دیتے تھے؟ چونکہ اس کی بنیاد اجتہاد پر تھی۔ اور اس کے متعلق کوئی الہام آپ پر نازل نہیں ہوا تھا۔ اس واسطے آپ باتباع متقدمین امت جزئی فضیلت کے قائل تھے۔ اور باوجودیکہ آپ خواص اولیاء امت میں سے تھے۔ مامور تھے۔ مگر بوجہ نہ پانے الہامی راہنمائی کے وہی عقیدہ رکھتے تھے۔ اور یہی کچھ اوپر والے حوالے کا مفہوم ہے۔ چنانچہ امت کا عقیدہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تم تو قائل ہو کہ جزئی فضیلت ایک ادنےٰ شہید کو ایک بڑے نبی پر ہو سکتی ہے، اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا ...... اس کو کیا کہو گے ھو افضل من بعض الانبیاء"

(سراج منیر ص ۳)

لیکن آپ پر جب بارش کی طرح وحی نازل ہوئی۔ اور آپ کو معلوم ہوا۔ کہ آپ کا مقام "ادنےٰ شہید" والا مقام نہیں۔ بلکہ آپ ایک خواص امت میں سے ہیں۔ اور مامور ہیں (ملاحظہ ہو تریاق القلوب ص ۱۳۴) تو آپ کو اپنے سابقہ اجتہادی عقیدہ جزئی فضیلت کو وحی الٰہی کے ماتحت تبدیل کرنا پڑا۔ اور آپ نے سابقہ اجتہادی جزئی فضیلت والے عقیدہ کے مقابلہ میں "تمام شان میں بڑھ کر" ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگر نفس دعوے تو وہی کا وہی رہا۔ جس میں آپ نے کبھی تبدیلی نہیں کی ہے۔

چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا" (ایک غلطی کا ازالہ)

وہ:۔ لیکن کیا ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات میں بھی حضرت صاحب نے "محدثیت" اور "امتی نبی" کو مترادف المعنیٰ قرار دیا ہے؟

میں:۔ کیوں نہیں۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) سوال:۔ "کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔؟

جواب:۔ "جبکہ قرآن شریف کے رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے ...... تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہوں گے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۱)

(۲) "ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں"

(لیکچر اسلام سیالکوٹ ص ۳۰ ۱۹۰۴ء)

اس کے بعد صوبیدار صاحب نصیحت کرنے لگے۔ کہ چونکہ حضرت صاحب نے بہرحال اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ اس واسطے ہمیں آپ کو نبی ہی کہنا چاہیئے۔ اور لوگوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مخلوق کی پرواہ ہوتی تو ہم پر کوئی جبر تو نہیں۔ کہ ہم حضرت صاحب کو مانیں، پھر ہم لوگوں کی خاطر سرے سے آپ کے دعوے سے نعوذ باللہ انکار کر دیتے۔ لیکن ایسا نہیں۔ چونکہ حضرت صاحب نے اپنے دعوے کے بارہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ بلکہ شروع سے آخر تک جہاں تک نفس دعوے کا تعلق ہے ایک ہی مسلک پر قائم رہے ہیں۔ اس واسطے ان کے متعلق یہ خیال کرنا۔ کہ ...... بعد میں آپ نے عقیدہ میں تبدیلی کر لی، اس واسطے سابقہ کتابوں سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ آپ لوگوں کی زیادتی ہے۔ لہٰذا میں نے جواباً نصیحت کی کہ آپ صاحبان حضرت اقدس کی جملہ کتابوں کو مدنظر رکھیں۔ تب جا کر آپ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ ورنہ ناسخ و منسوخ کا عقیدہ رکھتے ہوئے آپ کبھی بھی صحیح پوزیشن کو نہیں سمجھ سکیں گے، اور اس طرح آپس کی نصیحتوں کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ٥

غصہ کو قابو میں کر لو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایک بات بتلایئے میں چاہتا ہوں کہ اسے یاد کر لوں اور اس پر عمل کرتا رہوں۔

آپ نے فرمایا غصہ مت ہو اس کو آپ نے بار بار فرمایا یعنی غصہ کو اپنے قابو میں کر لے۔

غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ انسان انتہائی غصہ میں آ کر عقل و خرد کھو بیٹھتا ہے اور دماغی توازن کھو دیتا ہے اور بے قابو ہو کر ایسے افعال کا مرتکب ہو جاتا ہے جس سے بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں بعض اوقات تو غصہ میں ایسی حرکت ہو جاتی ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی اور ناعاقبت اندیشی سے زندگی بھر پچھتانا ما

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کیوں تمام مسلمان ہو گئے ؟" آپ نے جواباً فرمایا :۔ "وہ اس لئے مسلمان ہو گئے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا صحیح مسلک اختیار کیا اور اپنے بزرگوں کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کیا ۔ اس ضمن میں آپ نے پٹھانوں کے "قیس بابا" کے وفد کا بھی ذکر کیا جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ۔ ان سب تاریخی واقعات کو سن کر سامعین محو حیرت تھے اور سب نے درخواست کی کہ آئندہ بھی انہیں مہینہ میں کم از کم ایک بار کچھ وقت دیا جائے ۔ تقریر اور سوال و جواب کے اختتام تک ۱۲½ بج چکے تھے ۔ جس کے بعد خانبہادر صاحب وہاں سے رخصت ہو کر رات کو تقریباً ۱۰½ بجے ووکنگ پہنچے ۔

(۳)

ورلڈ سپریچوئل کونسل میں خانبہادر صاحب کا لیکچر

ووکنگ ۱۷؍مئی ۔ خانبہادر غلام ربانی خانصاحب امام مسجد ووکنگ کو ورلڈ سپریچوئل کونسل کی کانفرنس کے سہ روزہ اجلاس کے لئے دعوت نامہ آیا تھا جس کو آپ نے قبول فرمایا اور آج ۱۷؍مئی کو ہائی کمشنر پاکستان متعینہ انگلستان کے دفتر میں نماز جمعہ پڑھانے کے بعد آپ بذریعہ ریل بوقت ۵ بجے شام TURBRIDGE WELLS TOWN تشریف لے گئے ۔ آپ نے SPA ہوٹل میں قیام کیا جہاں پر مذکورہ کانفرنس کے مہمانوں کے لئے انتظام کیا گیا تھا ۔ کانفرنس کے وائس پریذیڈنٹ نے آپکا استقبال کیا اور کمرہ رہائش وغیرہ دکھایا جس کے کچھ دیر بعد سب (LOUNG ROOM) میں چائے کے لئے جمع ہوئے تو وائس پریذیڈنٹ نے خانبہادر صاحب کو دیگر معزز مہمانوں سے خصوصی طور پر متعارف کرایا ۔ اس کے بعد آپ کا WORLD SPIRITUAL COUNCIL کے پریذیڈنٹ JACQUES D.E.D. MARQUETTE کے ساتھ تعارف کرایا گیا ۔ مسٹر جیکس ایک فرانسیسی عالم ہیں ، آپ عربی ، سنسکرت ، اور دیگر کئی زبانوں کے ماہر ہیں اور اسلام کے ساتھ خصوصاً زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں ۔ اثنا ئے چائے نوشی میں آپ خانبہادر صاحب موصوف کے ساتھ محو گفتگو رہے ۔ ان کو قرآن شریف کی کئی آیات نوک بر زبان تھیں ہمارے امام کو یہ دیکھکر انتہائی مسرت ہو رہی تھی کہ ایسا جلیل القدر عالم یورپ کی فضا میں تمام عمر گذارنے پر بھی خدائے واحد کا کھلے طور پر پرستار اور تمام انبیاء کرام اور کتب مقدسہ پر ایمان رکھتا ہے ۔ مزید خوشی کی بات یہ تھی کہ یہ سب کچھ صاحب موصوف نے اسلام سے حاصل کیا ہے گفتگو سے یہ بھی واضح ہوا کہ مسٹر جیکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ انشراح صدر اور بوجوہات عقلی ایمان رکھتے ہیں ۔ چائے سے کچھ دیر بعد سات بجے رات کا کھانا تھا جس پر پریذیڈنٹ نے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا ۔ امام کی کرسی صدر کے پاس تھی ۔ کھانے کے بعد ۸½ بجے شب یکے بعد دیگرے ہر مذہب و ملت کے نمایندے نے اپنی اپنی باری آنے پر بہ ترتیب تاریخ نزول مذہب اپنی اپنی کتب مقدسہ سے آیات پڑھکر انگریزی میں ان کا ترجمہ سنایا جن کا لب لباب "در اصل وحدانیت" تھا ۔

خانبہادر صاحب کی باری آئی تو آپ نے هو الذی لا الٰه الا هو عالم الغیب والشهادة سے لے کر اختتام سورۃ تک آیات کی تلاوت کی ۔ پھر آپ نے ان فی خلق السمٰوات والارض سے لیکر تا اختتام رکوع مزید تلاوت کی ۔ اور پھر تمام آیات کا انگریزی ترجمہ سنایا ۔ صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ میں تو قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کا کوئی ملکہ نہیں رکھتا تھا مگر اس موقعہ پر خدا کی شان قرآن پاک کی آیات پڑھنے سے اس مجمع پر اس قدر اثر ہوا کہ ہال میں ایک سناٹا چھا گیا اور سامعین کے چہروں سے تاثرات کلام پاک کے آثار نمایاں نظر آنے لگے ۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بعد از تلاوت سب نے آکر قرآن پاک کی خوبی اور اثر کی نہایت سنجیدگی سے تعریف کی ۔ اجلاس دو دن مزید رہا ۔ حسن اتفاق یہ کہ تقریر کی باری ہمارے مقرر کے لئے قدرت نے سب سے آخر میں مقرر کر رکھی تھی THE PROBLEM OF HUMANITY یعنی "مسئلہ انسانیت" موضوع بحث تھا ۔ ہمارے مقرر سے قبل دیگر مذاہب کے نمایندگان نے جو تقاریر کیں ان میں کوئی ایک تقریر بھی ایسی نہ تھی جس میں اللہ پاک کی وحدانیت اور اس کی عظمت و جلال کو تسلیم نہ کیا گیا ہو ، چونکہ دیگر مقررین کی تقاریر سے یہ امر واضح ہو چکا تھا کہ حق کے متلاشی کس منزل تک آ چکے ہیں ۔ لہٰذا ہمارے فاضل مقرر نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آخر میں اپنی تقریر سے اسلام کی تعلیم کو وہ منزل حق اور صراط مستقیم ثابت کیا جس کے وہ فی الحقیقت جویاں تھے ۔ حصول حق کے لئے آپ نے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے عملی ذرائع بیان فرمائے ۔ سامعین کے دلوں پر یہ آواز حق اس قدر اثر انداز ہوئی کہ سب محو حیرت تھے ۔ تقریر کے اختتام پر بعض اسلامی کتب کے لئے سب نے معزز مقرر سے استدعا کی ۔ آپ نے قرآن پاک کی تفسیر انگریزی از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ، پریذیڈنٹ کو بطور تحفہ پیش کی اور مزید کتب ان سب کو ارسال کرنے کا وعدہ کیا ۔ پریذیڈنٹ نے اپنی ایک تصنیف ووکنگ مسجد کے لئے بطور تحفہ پیش کی ۔

اراکین حقیقت پسند پارٹی

کی کتب جو اب تک شائع ہو چکی ہیں

(۱) "بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ"

از عبدالرب صاحب برہم

(۲) "ربوی راج کے محمودی منصوبے"

از اراکین مرکزی حقیقت پسند پارٹی

(۳) "معیار صداقت" (ایک ورقہ ہینڈ بل)

یوسف ناز کا حلفیہ بیان

(۴) ۱۔ "حقیقت آزادی"

(۵) ۲۔ "تعلق باللہ"

از خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب (لندن)

(۶) ۔ "احمدیت سے محمودیت تک"

از سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ

(۷) "حضرت مولانا نورالدین"

از احمدیہ حقیقت پسند پارٹی ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۲

پیغام صلح ۱۱ جون ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۳

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
قیمت سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے، ہندوستان سے چھ روپے، ہندوستانی سکہ
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ محلہ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن - (انڈیا)

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر:- دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر — گمرہاں را چشم کن روشن نما آیات مبیں

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۱۲۸

جلد ۴۷	یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۵۸ء	نمبر ۲۳

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعود

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

(مسیح موعود)

مذاہب عالم کی کانگریس میں امام مسجد ووکنگ کی دعوت اسلام

خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کا گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ووکنگ [illegible] ۔ برادر مکرم ۔ السلام علیکم ۔

میرے ووکنگ پہنچنے پر ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے سیکرٹری کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا ۔ کہ بمقام لیڈز (LEEDS) ان کے گرجا Mill Hill Chapel میں بروز اتوار بتاریخ یکم جون ۱۹۵۸ء وقت ۶½ بجے شام تمام مذاہب کے لوگوں کے روحانی استفادہ کے لئے Service اور اس Service کا واعظ آپ کو نامزد کیا جاتا ہے ۔ میں نے دعوت نامہ کو قبول کیا ۔ چنانچہ پروگرام شائع ہوا جس کے صفحہ اوّل پر یہ عبارت درج تھی

World Congress of Faiths
Service for people
of all faiths

Preacher:-
Ghulam Rabbani Khan
Imam The Mosque Woking

اور شائع شدہ پروگرام میں نظمیں حمد و ثنا صرف خدا تعالیٰ کی شان میں لکھی ہوئی تھیں اور درمیان میں Address by Imam Ghulam Rabbani Khan درج تھا ۔ یہ عبارت میں نے اس لئے تحریر کی ہے کہ ووکنگ مسجد کے منصب امامت کی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں بڑی منزلت قائم کر دی ہے ۔ اور اسلام کی صحیح تعلیم کے علمبردار اور اس کی تبلیغ کرنے والا ادارہ صرف ووکنگ مسلم مشن ہی کو یہاں تسلیم کرتے ہیں ۔

میں LEEDS یکم جون کی صبح کو پہنچا ۔ میرے لئے ایک ہوٹل میں ٹھہرنے کا انتظام موجود تھا ۔ ریورنڈ بی ۔ ایل گولینڈ ایم اے ۔ ۴ بجے شام مجھے اپنے گھر لے گئے وہاں چائے کا انتظام تھا ۔ چائے کے بعد ہم Mill Hill Chapel لے گئے ۔ جہاں پر معززین موجود تھے ۔ اور گرجا حاضرین سے بھرا ہوا تھا ۔ آداب کے ساتھ ایک معزز جگہ پر مجھے بٹھایا گیا ۔ اور پھر پہلی حمد کی گیت گائی گئی جس کی ابتدا ان الفاظ سے تھی :-

Praise to the Lord
The Almighty
O my soul
Praise Him
for He is
Thy health
and Salvation

دوسری حمد کی گیت اس طرح شروع ہوئی :-

God of ages and of nations
Every race and every time
Hath received
Thine inspiration
Glimpses of Thy
Truth Sublime

اس گرجا کی خصوصیت یہ تھی، کہ کوئی تصویر یسوع مسیح ۔ صلیب یا بی بی مریم کی نہ تھی ۔ حمد کے گیتوں اور گرجا کی وضع قطع سے ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ انگریزی میں پیش کر رہا ہوں ۔

خطابت کے لئے مجھے ایک اونچے منبر پر کھڑا

(باقی صـ۷ پر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۶ مئی ۱۹۵۸ء بروز پیر :—

کل شام کو بصرہ سے لائٹ ۱۱، ۱۲، ۱۳ کے پرچے سیحوانی صاحب سے ملے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیحوانی صاحب موصوف لندن سے واپس آ گئے ہیں۔ سفیر انڈونیشیا مقیم مصر الحاج محمود لنجویہ کو لائٹ ۱۳ ڈاک سے بھیجا اور محمد شیر گل کو لائٹ ۱۱، ۱۲ دستی بھیجا۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے اخبار مدینہ ۱۸ اپریل اور یکم مئی سے بعنوان "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے میرا تعلق اور میری رائے کے مختلف دور" از محمد منظور نعمانی صاحب، پڑھ کر سنائے، اندر ہی اندر بڑے بڑے رازہائے سربستہ کا انکشاف ہے کیا خوب انی مھین من اراد اھانتک کا اظہار ہے، مودودی صاحب، کے ساتھ۔

اب نہ جانیں ہاتھ سے لگو یہ پچھتانے کے دن کا راستہ کھلا ہوا ہے، اللہ توفیق بخشے۔ لاہور سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کا خط مرقومہ ۱۴ مئی ہوائی ڈاک سے ملا یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ موصوف مشرق بعید کے راستہ جنوبی امریکہ بغرض تبلیغ تشریف لے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ساتھ ہو۔ صوفی محمد طیب کو پیغام صلح ۱۵ دیا۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب کو خط لکھا عزیزم چوہدری محمد علی صاحب ججمال کو رسالہ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" ڈاک سے بھجوایا۔ ڈاکٹر عبدالرحمن عزاوی کو لائٹ ۱۳ ڈاک سے بھیجا۔

۲۷ مئی ۱۹۵۸ء بروز منگل :—

جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے خط کا جواب بھی ہوائی ڈاک سے ارسال کیا۔ کتاب حمامۃ البشریٰ ملیسرس اشرف برادرس کویت اور کتاب براہین احمدیہ انگریزی سفیر انڈونیشیا الحاج محمود لنجویہ کو ڈاک سے بھجوایا۔

عزیزم عبدالغفور پراچہ بغداد کو "زمانہ کے امام کو پہچانو" ڈاک سے بھجوایا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب جناب محمد یوسف الدین خان آفریدی نے فون پر بتلایا کہ انہیں اخبار "لائٹ" کے مراسل ہونے کی حکومت عراق سے اجازت مل گئی ہے۔ اخویم محمد بشیر گل صاحب کو پیغام صلح ۱۶ بدست فرزند ابراہیم بھجوایا۔ جناب عبدالعزیز صاحب بیا طارکوک کی دکان کے لئے پیغام صلح ۵ اور رسالہ "پرافٹ آف محمد" اور رسالہ "شان محمد مصطفیٰ" اور جناب مرزا محمد خان صاحب کے ان احباب ربوہ حریت کو کتاب "انبیاء السلام (انگریزی)" ڈاک سے بھجوائے۔

۲۹ مئی ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹہ روحانی صحبت رہی۔ مسٹر سالا دادار لاگوس کو اسلامک ریویو ستمبر ۱۹۵۱ء اور ان کے برادر ... سی صاحب ایڈیٹر اردو ٹائمز کو پیغام صلح سنے عزیزم عبدالحمید پراچہ کو ملفوظات و پیغام صلح ۱۴ اور پروفیسر عبدالعلی اقبال صاحب دار المعلمین عالیہ کو اسلام کی حقیقت اور مسلمان کی تعریف اور عزیزم محمد طفیل صاحب ایمسٹرڈم ہالینڈ کو مدینہ مجریہ ۲۸ اپریل و یکم مئی ڈاک سے بھجوایا۔ بحری ڈاک سے مرکز لاہور سے پیغام صلح ۱۸–۱۹ کے دو بنڈل مشتمل چار چار عدد اور مکتبہ احمدیہ سے دس عدد "روح اسلام" بابت مئی ملے۔ مغرب کے وقت ہوا کا جھکڑ اور غبار ہونے کی وجہ سے طبیعت سخت خراب ہو گئی، رات کو بے چینی رہی، اللہ فضل کرے۔

۳۰ مئی بروز جمعہ :—

اخویم سید صفدر علی صاحب کو پیغام صلح ۱۷–۱۸–۱۹ اور "روح اسلام" دستی بھجوایا۔ اخویم ابراہیم آدم سیحوانی صاحب کو "روح اسلام" ڈاک سے بھجوایا۔ حضرت الدکتور علی عبدالقادر استاد المعہد الشریعۃ الاسلامیہ فی کلیۃ الحقوق فی جامعۃ القاہرہ مصر مؤلف کتاب "نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی" کو کتاب "براہین احمدیہ" انگریزی ہدیۃً ڈاک سے بھجوائی۔ استاذ موصوف کی کتاب مذکورہ کا اعلان اخبار الحریہ میں شائع ہوا ہے۔

۳۱ مئی بروز سنیچر :—

بصرہ سے اخویم سیحوانی صاحب کا خط مرقومہ ۲۹ مئی ڈاک سے ملا۔

یکم جون ۱۹۵۸ء بروز اتوار :—

اخویم سیحوانی صاحب بصرہ کے خط کا جواب دیا۔ عزیزی عبدالحکیم کو پیغام صلح ۱۸ دستی بھیجا۔

حریت سے مرزا محمد خان صاحب کا خط مرقومہ ۲۹ مئی ملا۔

۲ جون ۱۹۵۸ء بروز پیر :—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے مدینہ ۵ مئی سے مضمون بعنوان "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے میرا تعلق اور میری رائے کے مختلف دور" از محمد منظور نعمانی کی تیسری قسط سنائی واقعی نہایت ہی حیرت انگیز داستان ہے۔ صوفی صاحب موصوف کو پیغام صلح ۱۸–۱۹ اور "روح اسلام" کا تازہ پرچہ دیا۔

جناب مرزا برکت علی ہزاری کا خط آیا۔ حمامۃ البشریٰ کی وصولی کی اطلاع دیتے ہوئے شکریہ ادا کرتے ہیں، جناب ڈاکٹر نصیر الدین صاحب کو پیغام صلح ۱۲–۱۳ اور "روح اسلام" بابت مئی اور مدینہ کے تین پرچے اور جناب سید صفدر علی صاحب کو مدینہ اور صدق جدید کے پرچے بھجوائے۔

۳ جون ۱۹۵۸ء بروز منگل :—

جناب حافظ شریعت حسین صاحب کو اسلامک ریویو مجریہ مارچ اور محمد شیر گل صاحب کو لائٹ ۱۳ دستی بھجوایا۔

۴ جون ۱۹۵۸ء بروز بدھ :—

کل دن بھر اور رات دست آتے رہے، نقاہت بڑھ گئی ہے اللہ رحم فرمائے۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے اور مدینہ مجریہ ۱۷ مئی سے "جماعت اسلامی اور انتخاب" کے عنوان پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا، انکشاف پر انکشاف ہو رہا ہے۔ مودودیت اپنی اصلی شکل و شباہت میں ظاہر ہو کر مسلمانان پاکستان کو درس عبرت دے رہی ہے۔

۵ جون ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :—

عزیزم عبدالحمید پراچہ صاحب کو رسالہ ڈیتھ آف جیسس کرائسٹ ڈاک سے بھجوایا۔ بحری ڈاک سے بھیجا ہوا پانچ عدد کتاب حمامۃ البشریٰ موصول ہو گئے اور لائٹ ۱۴ بھی ملے۔

۶ جون ۱۹۵۸ء بروز جمعہ :—

جناب عبدالحکیم صاحب کو پیغام صلح ۱۷ دستی بھجوایا۔ حضرت استاذ علی محمد سرطاوی کو لائٹ ۱۵ دستی بھجوایا۔

۷ جون بروز سنیچر :—

جناب مرزا محمد خان صاحب حریت کو ان کے خط کا جواب دیا۔ اور کتاب براہین احمدیہ انگریزی ڈاک سے بھجوایا۔ الحاج محمود لنجویہ سفیر انڈونیشیا قاہرہ کو لائٹ ۱۵ ڈاک سے بھیجا۔ اور اخویم محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۱۷ دستی بھیجا۔ استاذ عبدالستار صالح شکر محامی بغداد کو کتاب حمامۃ البشریٰ دستی بھجوائی۔ جناب مرزا برکت علی کے خط کا جواب ڈاک سے دیا۔

۸ جون ۱۹۵۸ء بروز اتوار :—

حضرت صاحب فضیلۃ الشیخ جلال حنفی بغداد کو کتاب حمامۃ البشریٰ ڈاک سے بھجوائی یہ شخص بہت پرانے ملنے والوں میں سے ہیں۔ قبل ازیں انہیں سلسلہ کا بہت سا لٹریچر دیا ہوا ہے۔ انگریزی بھی جانتے ہیں سلسلہ کا انہیں کافی علم ہے۔ میرے خیال میں وفات مسیح کے قائل ہیں، لیکن بوجہ لومۃ لائم اظہار نہیں کر سکتے۔ میری بیماری سے قبل اکثر دکان پر آتے رہے ہیں، موصوف جمعیت خادمان دینیہ و اجتماعیہ فی العراق کے صدر بھی ہیں کئی کتابیں بھی لکھی ہیں عراقی علم میں بلحاظ اصل ہے، مقرر بھی ہیں اکثر بغداد کے جرائد اور اخبار میں ان کی تقاریر ہوتی رہتی ہیں۔ امام مسجد اور واعظ بھی ہیں۔ جناب سید محمد شبیر امین خان صاحب کو پیغام صلح ۱۱ ڈاک سے بھجوایا اور جناب فاضل اسمٰعیل صاحب محمود صاحب کو پیغام صلح ۱۲ دستی بھیجا۔

۹ جون ۱۹۵۸ء بروز پیر :—

سویرے اخویم ابراہیم آدم سیحوانی صاحب گھر تشریف لائے محترمی صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول آئے ہوئے تھے سیحوانی صاحب کی ملاقات سے بہت ہی مسرور ہوئے تقریباً دو گھنٹہ یہ روحانی صحبت رہی خوب لطف آیا سیحوانی صاحب کل ہوائی جہاز سے بصرہ سے آئے ہیں اور آج شام کو واپس ہوں گے سیحوانی صاحب سے ونگنگ کے حالات تفصیلاً معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ خوب کام ہو رہا ہے۔ محترمی غلام ربانی خان صاحب کے ایک خط کا بھی ذکر فرمایا

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــــــ مؤرخہ ۱۸ جون ۱۹۵۸ء

اسلام کی جاذبیت

"صدق جدید" (۶ جون ۱۹۵۸ء) میں "سچی باتیں" کے عنوان سے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی لکھتے ہیں :-

"آریہ سماج، برہمو سماج، وغیرہ ہندو مت کی جدید اور اصلاح شدہ صورتوں کو چھوڑ کر قدیم اور اصلی ہندو مت یا سناتن دھرم کو سامنے رکھئے تو اس کی سب سے بڑی خصوصیت اور سب سے بڑی امتیازی علامت اسے دوسرے مذہبوں اور خود ان جدید فرقوں سے جدا کرنے والی اب تک کیا رہی ہے؟ مورتی پوجا، اور صرف مورتی پوجا، آج عیسائیوں اور سناتن دھرمیوں سے بڑے بڑے مناظرے اور زبردست جلسے جو ۶۰، ۷۰ سال قبل ہو رہے ہیں، وہ اسی موضوع پر ہوا کرتے تھے ـــــ لیکن اب صورت حال کیا ہے؟ بڑے بڑے دھرمی ہندوؤں کی بھی تحریروں اور تقریروں میں یہ نام کتنا کم آنے لگا ہے، پوجا کا ذکر تو اب بھی اسی کثرت سے آتا ہے لیکن مورتی پوجا کا نام اب زبانوں پر کتنا کم ہو گیا ہے اس پر زور اب کتنا کم دیا جانے لگا ہے اس کی اہمیت پبلک تقریروں اور تحریروں میں کتنی گھٹ گئی ہے گویا جو ابھی کل تک اس کے زبردست و پرجوش علمبردار تھے وہ اب اس کے ذکر سے کترانے لگے ہیں؟ ـــــ سوچئے اور بغیر کسی تعصب کے ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچئے کہ یہ برکت اسلام کے کلمۂ توحید کی ہے یا نہیں، عقیدۂ توحید کی جاذبیت کا ثمرہ ہے یا نہیں؟ کوئی زبان سے لاکھ نہیں نہیں کئے جائے۔ لیکن خدائے واحد کا عقیدہ ہے کہ اندر ہی اندر دلوں میں سماتے اور گھر کئے جا رہا ہے۔

چھوت چھات کا عقیدہ بھی کتنا گہرا اور کتنا پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا اس کی جڑیں کتنی گہری کتنی مضبوط اور کتنی دور تک پھیلی ہوئی تھیں نظر یہ آتا تھا کہ جانیں اس کے پیچھے ہی جائیں گی - اور اس میں کوئی ڈھیلا پن نہ آ سکے گا - پھر آج کیا حال ہے؟ مندر پر مندر اچھوتوں کے لئے کھلتے جا رہے ہیں - اور قبلہ ایک سے بڑھکر ایک مضبوط اپنے کو حوالے کرتا جا رہا ہے! ـــــ

اتنے بڑے بنیادی، اہم مرکزی مسئلوں کے ساتھ دوسرے درجہ کے مسئلوں کو بھی اگر شمار کرتے جائیے۔ بیوہ کی شادی، ترکہ میں عورت کا حصہ، طلاق کا جواز وغیرہ تو تعداد خدا معلوم کہاں تک پہنچ جائے! مسلمانوں کے خلاف تعصب بیزاری، بدگمانی، کے ساتھ ساتھ اور پہلو بہ پہلو خود اسلام کی یہ خاموش بامؤثر جاذبیت کتنی حوصلہ افزا کتنی امید بخش ہے! سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ اگر کہیں مسلمانوں سے اسلام پر پوری طرح عمل کر سکے۔ خود اپنی شخصیتوں میں بھی یہ جاذبیت پیدا کر لی ہوتی تو اثر کتنا بڑھ گیا ہوتا، اور اسلام کا حلقۂ اثر آج کتنا اور وسیع ہوتا!"

باتیں کس قدر سچی ہیں، ٹھوس واقعات ہیں جن کو جھٹلانا دن چڑھے سورج کا انکار کرنا ہے، فی الواقعہ یہ اسلام کی جاذبیت ہی ہے جس نے ہندوؤں کو ہندو دھرم شاستر کے بجائے اسلامی اصولوں کی طرف ملتفت کر دیا، اور یہ ہندوؤں ہی سے مخصوص نہیں، دنیا کی ہر قوم میں اسلامی اصول آہستہ آہستہ گھر کرتے چلے جا رہے ہیں، مسیحیت میں سے تثلیث کا عقیدہ دن بدن نکلتا چلا جا رہا ہے، اور توحید کا عقیدہ پھیلتا چلا جا رہا ہے ؎

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے چشمۂ توحید پر از جاں نثار

رنگ و نسل کا تفاوت بھی آج سے چالیس پچاس سال پہلے یورپ کے سمجھدار طبقہ کے دلوں میں تعصب و تنفر کے جس قدر شدید جذبات پیدا کرنے کا موجب تھا، وہ آج بہت حد تک کم ہو چکے ہیں، اور مسیحیت کا مسئلہ طلاق یورپ کی خانگی زندگی میں جس ابتری کے پیدا کرنے کا موجب ہو رہا ہے اس کو دور کرنے کے لئے اسلامی اصولوں کی طرف رجوع کئے بغیر انہیں چارہ نہیں، اور اب آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ معاشرہ کو ہر قسم کی برائی اور گندگی سے پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے مسئلہ تعدد ازدواج اور طریق طلاق کو اپنایا جائے۔

اسلام کی جاذبیت فی الواقعہ بہت حوصلہ افزا اور بہت بڑی حد تک امید بخش ہے، اور خدا کرے وہ دن جلد آئے جب یہ خاموش اور مؤثر جاذبیت یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا رنگ پیدا کرنے کا موجب ہو، لیکن ایک اور سوال اس جگہ پیدا ہوتا ہے، اسلام کے یہ اصول آج تو نہیں بنائے گئے، چودہ سو سال سے یہ اصول ایسے ہی معقول اور دامن پسند چلے آتے ہیں، پھر ہندوستان میں بھی اسلام کو آئے ہوئے کئی صدیاں گذر گئیں، اور بڑی بڑی اسلامی بادشاہتیں انہی اسلامی اصولوں کو لئے ہوئے اسی ہندوستان پر حکمران رہیں، لیکن کسی وقت بھی اسلامی اصولوں کی جاذبیت کا وہ نقشہ دنیا نے نہ دیکھا جو آج ہمارے سامنے ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کی سینکڑوں سالوں کی رفاقت کے باوجود اسلامی اصولوں نے ہندوؤں کی معاشرت اور ان کے تمدن اور ذات باری کے متعلق ان کے عقیدہ پر وہ اثر پیدا نہ کیا جو گذشتہ چالیس پچاس سال سے پیدا ہونا شروع ہوا، اور وہ اتنا حوصلہ افزا اور ایسا امید بخش ثابت ہو رہا ہے۔

غور کر کے دیکھئے تو یہ اس علم کلام کا نتیجہ ہے جو اس صدی کے امام اور مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات میں پایا جاتا ہے، شرک و بت پرستی کی جو گھنونی تصویر آپ نے کھینچی ہے اور جس خوبصورت طریق سے آپ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ انسان کو اللہ تعالے نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، اور کائنات کی باقی تمام چیزوں کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے، اس لئے کسی ایک چیز یا انسان کے آگے سر عبودیت جھکانا انسانی شرف کی توہین اور قدرت کے ان بیش بہا تحفوں سے اپنے آپ کو محروم کرنا ہے جو ان چیزوں کی عبادت کے بجائے ان سے کام لینے سے حاصل ہو سکتے ہیں اور آج یورپ و امریکہ انہی اشیاء سے جن کے آگے انسانوں کے سر عبودیت جھکتے رہے ہیں، کام لے کر علوم کے جو خزانے انڈیل رہا ہے وہ توحید الٰہی کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے، یہ وہ دلائل ہیں، جو حضرت مرزا صاحب نے شرک و بت پرستی میں ڈوبی ہوئی ہندو دنیا کے سامنے پیش کئے، اور بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے عقیدۂ توحید کو اپنا کر وہ ایک طرف دنیوی ترقی کی بلند منازل پر پہنچ سکتے اور دوسری طرف اللہ تعالے کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔

ایسا ہی آپ نے اپنی کتابوں میں جا بجا اسلامی اصولوں کی معقولیت کو زبردست دلائل سے واضح کرتے ہوئے ہندوؤں کو دعوت دی کہ ان کی معاشرتی زندگی اسی صورت میں سنور سکتی ہے کہ ان اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔

اسلام کی یہ پاکیزہ تصویر حضرت مرزا صاحب سے پہلے ہندوستان میں اس خوبصورتی کے ساتھ کسی نے پیش نہیں کی، خود مسلمانوں کے دل و دماغ میں بھی اسلام کی جو شکل و صورت آج سے پہلے تھی وہ ان کو اسلام کا گرویدہ بنانے کے بجائے اس سے متنفر کرتی چلی جا رہی تھی۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ تصویر کو دیکھکر ان کے دل و دماغ بھی روشن ہو گئے اور ہندو قوم بھی اسلامی اصولوں کی جاذبیت سے متاثر ہوتی جا رہی ہے - حضرت مجدد زمان نے آج سے قریباً ستر سال پہلے اس جاذبیت کا ذکر ان الفاظ میں بیان کر دیا تھا اور پیشگوئی کی تھی کہ :-

"عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نومید مت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کو قبول کرنے

(باقی برصفحہ)

آپ کے خطوط

خان محمد یعقوب خان صاحب کا لیکچر پشاور میں

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

مورخہ ۱۰ / جون کو جماعت پشاور کا ایک غیر معمولی اجلاس جناب ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب کے زیر صدارت جناب خان محمد یعقوب خان صاحب کی آمد پر منعقد کیا گیا۔

اجلاس کا افتتاح جناب بابو محمد صدیق صاحب صاحب نے تلاوت قرآن شریف سے کیا اور محمد جمیل الرحمٰن (ایک چھوٹے بچے) نے حجور صاحب مرحوم کے چند اشعار سنائے - پھر خان صاحب محمد یعقوب خان نے حاضرین کو ایک عالمانہ لیکچر سے مستفیض فرمایا، خان صاحب کے لیکچر کا ایک ایک لفظ ہمارے دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا -

یہ لیکچر کافی موثر اور سبق آموز تھا - اس میں احمدیت کا صحیح تخیل پیش کیا گیا - احمدیت کے مقاصد - کام اور آج کی ضرورت پر آپ نے کافی روشنی ڈالی آپ نے احمدیت کا صحیح مفہوم "تعلق باللہ" صرف دو لفظوں میں بیان فرمایا۔ ہم خان صاحب کے مشکور ہیں کہ وہ اپنے کسی نجی کام کے لئے آئے تھے ، مگر پھر بھی انہوں نے خاص مہربانی سے وقت نکال کر یہاں کے احباب جماعت کو نہ صرف ملاقات کا شرف بخشا بلکہ اُن کو اپنے علمی خزانہ سے بہرہ ور کیا اس اجلاس میں شیخ محمدی، سعید ڈھیری، بڈھ بیر کے احباب نے بھی شمولیت کی - تمام افراد کی تعداد اسی اور سو کے درمیان تھی -

آخر میں جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت پشاور نے تمام احباب کی تواضع چائے اور کیک پیسٹری وغیرہ سے کی ، اجلاس ۴ بجے سے شروع ہو کر ۷ بجے تمام ختم ہوا - والسلام

محمد الرحمٰن سیکرٹری جماعت پشاور

حضرت مولانا نورالدینؒ کے عقیدتمندوں سے

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" لاہور

مکرمی! "نورالدین میموریل سوسائٹی" عنقریب حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ "خلیفۃ المسیح" سابق شاہی طبیب مہاراجہ جموں وکشمیر کی زندگی اور علم کلام سے متعلق ایک کتاب شائع کر رہی ہے - بیفت روزہ پیغام صلح کی وساطت سے حضرت مولانا صاحب مرحوم کے تمام عقیدتمندوں سے درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنے مشوروں سے مستفید کریں - اگر ان کے پاس مولانا صاحب موصوف کا کوئی خط یا غیر مطبوعہ خطابہ یا تفسیری نوٹ یا اُن سے متعلق برصغیر کے مشاہیر کا کوئی مضمون یا پیغام ہو تو اس کی ایک نقل راقم کو جلد از جلد حقیقت پسند پارٹی (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس ۲۳۲ لاہور کی معرفت روانہ کردیں، یا کسی صاحب کے علم میں ہو کہ کسی اور صاحب کے پاس ایسے خطوط یا مخطوطات موجود ہیں تو اُن کے پتہ سے مجھے تحریر کریں -

سوسائٹی ان تمام حضرات کی بیحد ممنون ہوگی -

فقط - والسلام

خاکسار (چوہدری) صلاح الدین ناصر کنوینر سوسائٹی ہذا
معرفت احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ (رجسٹرڈ)
پوسٹ بکس نمبر ۲۳۲ بٹ مدن ولا - بلین بازار
کرشن نگر - لاہور

امام مسجد ووکنگ مذاہب عالم کی کانگریس میں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کیا گیا - جہاں سے میں نے قرآن کریم کی سورہ اخلاص کی تلاوت کرکے خدائے واحد کے اسلامی تخیل کو بیان کیا - اور پھر آمنت باللہ پڑھ کر انگریزی زبان میں بتایا کہ انسان مسلمان تب بنتا ہے جب خدائے واحد، تمام انبیاء اور تمام کتب پر ایمان لائے - میں نے کہا کہ جس کٹھن منزل سے آپ کی کانگریس گذر رہی ہے اس کو اسلام نے تقریباً چودہ سو سال پہلے طے کرلیا تھا - اسلام نے تمام مذاہب عالم کو اپنے ہمہ گیر پیغام کی آغوش میں لے لیا ہوا ہے - آپ کی سب مساعی لاحاصل ہوں گی جب تک آپ اس پیغام حق پر عمل نہ کریں گے - صرف پوچھا پوچھی اور مزین الفاظ میں ایک دوسرے مذہب کی تعریف کر دینے سے آپ تمام مذاہب میں صلح واتحاد پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور نہ ایک دوسرے کے بزرگوں اور کتب مقدسہ کا دلی احترام کر سکتے ہیں - یہ الفاظ صرف آرائش محفل اور ایک دوسرے کو وقتی طور پر خوش کرنے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور نہ ٹھوس عملی اقدام کا مؤثر ذریعہ بن سکتے ہیں تاوقتیکہ ہر ایک مذہب کا پیروکار اپنے تنگ نظر عقائد کو خیرباد کہکر دنیا کے آخری جامع مذہب اسلام کے زریں اصولوں کو نہ اپنا لے - اس مذہب کا نام اسلام کسی انسان کا مجوزہ نہیں، بلکہ خدائے حقیقی کا تجویز کردہ ہے اور بے معنی نام نہیں۔ پُر از معنی ہے اور تمام مذاہب سابقہ جو انسانوں کے نامزد کردہ ہیں ان کو ایک خداداد نام کے اندر جذب کیا جاسکتا ہے - جو کسی مذہب کے نام لیوا کی طرف سے محل اعتراض نہ ہوگا - کسی کو بھی اپنے مقتدا - نبی - اوتار - یا بدھ کو نہ چھوڑنا پڑے گا - بلکہ باقی پیشوایان دین کی برادری میں داخل ہونے کا فخر بھی حاصل ہو جائے گا - اور نہ صرف اپنی مسخ شدہ اور مشکوک کتب مقدسہ کی الہامی تعلیم سے مستفید ہوگا بلکہ ایک صحیح کامل الہامی کتاب کو بھی زندگی کا اکھٹا بنا کر دارین میں کامیابی سے ہم آغوش ہوگا - میں نے قرآن پاک کے مندرجہ ذیل پیغام پر لبیک کہنے کے لئے سب حاضرین کو دعوت دی تاکہ مذہب کا انتشار ختم ہو کر دنیا امن اور آشتی کے دور دورہ کا منظر دیکھ سکے -

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ،

(سورۃ آل عمران آیت ۶۳)

اختتام مجلس پر چائے کی دعوت تھی - ایک یہودی "ربی" میرے سامنے بیٹھا تھا - میں نے پوچھا کیا آپ کو اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی تصور کرنے میں کچھ مشکل ہے جبکہ دنیا کے کروڑہا انسانوں کا وہ مسلمہ مقتدا ہے۔ اس نے صاف کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا - اور نہ ہم یہودی یہ تسلیم کر سکتے ہیں - بلکہ ہم اصلی مسیح کی آمد کے انتظار میں ہیں - میں نے کہا تو پھر اس جلسہ کے رچانے کا کیا فائدہ - اور نہ معلوم کب تک آپ مزید انتظار کی گھڑیاں گنتے رہیں گے - اسی طرح ایک ہندو بھی موجود تھا - جس نے جلسہ میں گیتا پڑھی تھی - اس نے سوال کیا کہ کیا آپ ہندوستان کے رشیوں کے علاوہ کسی اور ملک کے نبی کو تسلیم کرتے ہیں ؟ اس نے جواب میں کہا - کہ اگر یہ مان لیں کہ تمام دنیا کے ممالک میں نبی آتے رہے - اور حضرت محمدؐ بھی نبی تھے - تو پھر ہم ہندو نہیں رہ سکتے - بلکہ ہم مسلمان کہلائیں گے - اس ہندو صاحب کے منہ سے حق بات نکل آئی -

غرضیکہ صرف رسمی اجلاس بلانا اور منافقانہ رنگ میں ، ایک دوسرے کے مذاہب کی تعریف کرنا سچا اخلاص ، حقیقی اتحاد اور یگانگت نہیں پیدا کر سکتا - جب تک اسلام کے زریں اصولوں کو نہ اپنایا جاوے -

والسلام - آپ کا غلام ربانی

اخبار احمدیہ

سانحہ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترم جناب میاں محمد صاحب کی ہمشیرہ محترمہ ۱۲ / جون کو لاہور میں انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون، ہم میاں صاحب ممدوح اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، تمام جماعتوں سے مرحومہ کے لئے دعائے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

درخواست دعا

مولوی عبدالوہاب صاحب منیجر پیغام صلح کو تانگہ کے ساتھ تصادم ہو جانے کی وجہ سے شانہ اور بازو میں زبردست چوٹ آئی ہے اور وہ احباب کرام سے صحتیابی کے لئے دعا ...

قرآن کریم میں ذات و صفاتِ الٰہی پر بحث

اور عرفانِ الٰہی کا سامان

توحیدِ الٰہی اور وحدتِ نسل انسانی کی تعلیم

خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۳ر جون ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا۔

خالقِ کائنات کی حکومت تمام کائنات پر

قرآن کریم میں اس بات کا ذکر ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا بڑی قدرت اور بڑے علم کا مالک ہے، اور بسبب اس کے کہ وہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اس کی تمام کی تمام جزئیات سے پورے طور پر واقف ہے اور اسی لئے اس پر بڑی خوبی سے حکومت کرتا ہے، جس نے تخلیق کی جس نے اس کائنات کو پیدا کیا اسی کو سجتا ہے کہ اس پر حکومت کرے۔ قرآن کریم نے اس کو مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے لہ الخلق ولہ الامر، اسی نے اس کائنات کو پیدا کیا یہ جانور، یہ حیوانات، یہ پرندے، یہ پہاڑ اور دریا، اور جنگل سب اسی نے پیدا کئے ہیں اور چونکہ یہ پیدائش اسی کی ہیں، اسی کی ان پر حکومت ہے اسی لئے فرمایا لا الٰہ الا اللہ اس کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے کوئی عیسےٰ یا رامچندر وغیرہ اس کائنات کے خالق نہیں اس لئے عبادت کے لائق بھی وہی ہے، کیونکہ اسی کی حکومت تمام کائنات پر ہے۔ دنیا میں چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں آپس میں ٹکراتی رہتی ہیں۔ لیکن خدا کی حکومت لامحدود ہے اس سلطنت کا وہ اکیلا بادشاہ ہے اس میں کوئی فساد نہیں ہوتا، اس کا فیضان اور اس کی برکات تمام دنیا پر جاری ہیں اس کی کائنات بڑی وسعت رکھتی ہے ھو رب العرش العظیم اس کی حکومت بھی وسیع ہے اور موجبِ برکات ہے۔

ذاتِ الٰہی کا عرفان اس کی رضا جوئی کا موجب ہے

قرآن کریم نے اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے متعلق بڑی بحث کی ہے۔ الحمد سے لے کر والناس تک اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کی توحید، اس کی کبریائی، اس کی جبروت اور صفت تخلیق کو کھول کھول کر بیان کیا ہے اس لئے کہ اس سے انسان کے دل و دماغ میں اس کی معرفت کی روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کی صفات کے پیش نظر اس کے آگے جھکتا اور اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔

ہر چیز کی صحیح راہنمائی اللہ تعالےٰ کرتا ہے

صرف یہی نہیں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو قرآن کریم نے بیان نہیں کیا بلکہ بڑے روشن دلائل دیئے ہیں فرمایا ربنا الذی اعطےٰ کل شیء خلقہ ثم ھدیٰ (ہمارا رب وہ ہے جس نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا اور اسی کو سزاوار ہے کہ اس کو ٹھیک چلاتے) وہی اس کائنات کی ہر چیز کی راہنمائی کرتا ہے یہ سمندر، یہ ہوائیں، یہ سورج اور یہ چاند اور ستارے اور سیارے سب اسی کی ہدایت کے ماتحت کام کر رہے ہیں وہی ہر ایک کی راہنمائی کرتا ہے، اور ہر ایک اسی کی حکومت کے نیچے ہے کوئی اپنے متوقعہ کام سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ نے ہر مخلوق کی صحیح راہبری کرتا ہے اور ہر مخلوق کو غلط رستہ سے بچاتا ہے اونٹوں کی قطار کو دیکھئے ایک بچہ بھی اس کی نکیل کو پکڑ کر جدھر چاہے لے جا سکتا ہے۔ لیکن اگر چلتے چلتے رستہ میں کنواں یا گڑھا آ جائے تو ہزار کوششیں کریں، وہی اونٹوں کی قطار کبھی اس گڑھے میں نہیں کود سکتی، یہ ہے ربنا الذی اعطےٰ کل شیء خلقہ ثم ھدیٰ ہر چیز کو پیدا کر کے پھر اس کو صحیح رستہ بھی بتا دیا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت اس جسیم جانور کی طبیعت میں انقیاد و طاعت رکھدی اور اسی طرح ہلاکت سے بچنا بھی اس کی فطرت میں رکھدیا گیا ہے، یہ چیونٹیاں آپ نے دیکھی ہیں کس طرح قطار در قطار دیوار پر چڑھتی چلی جاتی ہیں تا کہ اپنی خوراک حاصل کر سکیں ان میں نظم و نسق رکھدیا گیا واوحیٰ ربک الی النحل اسی طرح شہد کی مکھی کو آپ نے دیکھا کہ کس طرح مل کر رہتی ہیں، ان کا ایک ایک فرد تمام چھتہ کا خدمت گزار ہے اور سارا چھتہ بھی ایک ایک فرد کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے، یہ ہے ربنا الذی اعطےٰ کل شیء خلقہ ثم ھدیٰ کا نظارہ، پھر سورج، چاند اور ہواؤں پر ایسی حکومت ہے کہ مجال نہیں کہ اپنے مقررہ قوانین سے باہر جا سکیں۔ . .

. . . .

جانوروں کے ذریعہ تمام وادی آباد ہو گئی

اور انہی پر کیا منحصر ہے زمین کی چیزوں پر بھی اسی کی حکومت ہے، لکھا ہے جب حضرت ہاجرہ کی دعا سے چشمہ پھوٹا تو اس جگہ پرندے آنے لگے۔ یہ پرندوں کی رہنمائی کس نے کی؟ اور پھر ان کو دیکھ کر کاروان بھی اس طرف آنے شروع ہو گئے اور انہیں یہ دیکھ خوشی ہوئی، کہ وہاں پانی موجود ہے ریگستان میں پانی کا مل جانا ایک بہت بڑی نعمت ہے، انہوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں ٹھہرنے اور پانی استعمال کرنے کی اجازت لی اور ان کی کچھ خاطر و خدمت بھی کی، ایک جانور کی وجہ سے پر وادی آباد ہو گئی، یہ ہے ربنا الذی اعطےٰ کل شیء خلقہ ثم ھدیٰ اس تمام کائنات کی تخلیق جس خدا نے کی اسی نے ہر چیز کو اس کے مناسب حال قوےٰ بھی دیئے اور ان کے استعمال کی سمجھ اور عقل بھی عطا فرمائی۔

عبادت کے لائق ایک ہی خالق کائنات ہے

امن خلق السمٰوات والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ۔ بتاؤ اس زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ کیا مسیح اور رامچندر وغیرہ ایسے ہیں کہ یہ سورج اور چاند اور ستارے انہوں نے پیدا کئے ہوں؟ کون ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے خوشنما باغ پیدا کئے ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا۔ تمہاری طاقت میں تو نہیں کہ یہ کھیتیاں اور باغات اور درخت اگا سکو ءالٰہ مع اللہ پھر کیا کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے جس کی عبادت کی جائے؟

انسان کی وجدانی شہادت

امن یجیب المضطر اذا دعاہ کائنات کی شہادت کے بعد خود انسان کے وجدان کی شہادت پیش کی ہے۔ پیدائش کے بعد جب کسی کا باپ مرتا ہو، بیٹے کی جان پر بنی ہو، بیوی بستر مرگ پر ہو تو کس کے آگے جھکتے ہو، کس سے رو رو کر التجائیں کرتے ہو، اور کون تمہارے اس اضطراب کو دور کرتا اور تمہاری دعاؤں کو سنتا ہے، کیا خدا کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے جو تمہارے اس اضطراب کو دور کر سکے؟ امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ، یہ قمر اور ستارے اگر نہ ہوں تو کون ہے جو رات کے اندھیروں میں رہبری کر سکے کون ہے جو ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے ءالٰہ مع اللہ، کیا خدا کے ساتھ اور بھی ہے جو ایسا کر سکے؟

زمین و آسمان کے پوشیدہ راز

الا یسجدوا للہ الذی یخرج الخبء فی السمٰوات والارض۔ کیا اس خدا کے آگے تم سر بسجود نہیں ہوتے جو زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے، کچھ غیب کی باتیں ہیں جو چھپی ہوئی ہیں اور انسان کو ان کا پتہ نہیں، اگر غور کیا جائے اور وہ باتیں کھل

جائیں تو پتہ لگتا ہے کہ قدرت نے کس قدر زبردست قوتیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہیں۔ آج ایٹم کی دریافت نے ثابت کر دیا کہ اس زمین کے ایک ایک ذرہ کے اندر بے پناہ طاقت اور توانائی اور بے انتہاء قوائد پوشیدہ ہیں، اسی سے پتہ لگتا ہے کہ ان ذرات کے پیدا کرنے والے کی طاقت کتنی بڑی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سورج جو ہمیں گرمی اور روشنی پہنچاتا ہے سب سے چھوٹا سورج ہے اور تو کروڑوں میل ہم سے دور ہے پھر وہ سورج جو اس سے بڑے ہیں ان کی طاقت کتنی ہوگی، اور ان کے پیدا کرنے والا کس قدر عظیم الشان طاقت کا مالک ہوگا۔

ان پوشیدہ رازوں کو علام الغیوب جانتا ہے

قل لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الا اللہ۔ اللہ کے سوائے زمین و آسمان کی چھپی ہوئی باتوں کو کوئی نہیں جانتا ہے۔ وہی علام الغیوب ہے۔ باریک در باریک ذرات کا علم رکھتا ہے اور وہی سب چیزوں کی رہنمائی کرنے والا ہے

ذاتِ باری اور رسالت کا انکار

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کے متعلق بڑی بحث کی ہے ھو الحی وہی زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشتا ہے، لیکن اس کے کھلے نشانات کو دیکھتے ہوئے بھی اس کا انکار کیا جاتا ہے، پھر ایک انکار تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے اور ایک رسالت کا انکار ہے کیا انسان کا وہ حصہ جو اس کی حقیقی انسانیت اور عزت و تکریم کا موجب ہے اس کو چھوڑ دیا جائے۔ انسان کا روحانی پہلو ہی اس کی حقیقی عزت و تکریم کا موجب ہے اور اس پہلو کی نشو و نما کے لئے انبیاء کو بھیجا تو بعض خدا کو نہیں مانتے ان کے لئے بھی اس قرآن میں ہدایت ہے اور بعض وحی رسالت کے منکر ہیں، حالانکہ وحی رسالت ہی انسان کو اس کے حقیقی مقام انسانیت کی طرف رہبری کرتی ہے۔

انبیاء میں تفریق اقوام میں منافرت پیدا کرتی ہے

پھر بعض لوگ ہیں کہ کسی ایک نبی کو مانتے ہیں اور دوسرے کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی دھرتی کا خدا ہے جس پر وہ سکونت پذیر ہیں، یہود سمجھتے ہیں کہ صرف ہماری ہی قوم میں تورات کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا ہدایت نامہ آیا اور دوسری اقوام اس الٰہی اکرام کے مستحق نہیں، ہندو یقین کرتے ہیں کہ صرف برہما ورت میں ہی وید گیان نازل ہوئے۔ اور دوسرے ممالک اس سے محروم ہیں، عیسائی بھی عیسیٰ کے بعد کسی نبی رسول کو نہیں مانتے، ہر ایک قوم یقین کرتی ہے کہ خدا کی مہربانیاں اور توجہات ہم تک ہی محدود ہیں اور دوسرے اس کے مستحق نہیں۔

محمد رسول اللہ کی کرم نوازیاں — تمام انبیاء پر ایمان

یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازیاں ہیں کہ انہوں نے ان تمام قسم کے اعتقادات کے نقائص بیان کئے ہیں اور ان امور میں صحیح رہنمائی فرمائی ہے کہ محض میرے ماننے سے تم مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک دوسرے انبیاء پر خواہ دنیا کی کسی قوم اور کسی ملک میں آئے ہوں ایمان نہ لایا جائے۔ یہ ہی رحمۃ للعالمین ہے جس نے توحید کو بھی کمال کے درجہ پہ پہنچایا اور رسالت کو بھی صحیح رنگ میں منوایا۔ یہ کس قدر اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو لوگوں کے دلوں سے بغض و حسد اور تباغض و تنافر کو دور کرنے کا موجب ہے اسی آیت میں فرمایا ہے ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ وہ لوگ جو خدا کو نہیں مانتے اور رسولوں کے بھی قائل نہیں، پھر وہ بھی ہیں جو خدا کو مانتے ہیں لیکن رسولوں کو نہیں مانتے اور سمجھتے ہیں کہ خدا نے کوئی قاعدہ اور قانون انسان کی ہدایت کے لئے بیان نہیں فرمایا۔ اور وہ بھی ہیں جو ویقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض وہ بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں، پر تو محمد رسول اللہ صلعم نے بتایا کہ سب کے سب رسول ایک ہیں اور سب کا ماننا ضروری ہے وہ توحید الٰہی کے ساتھ وحدت نسل انسانی کی تعلیم بھی دیتے ہیں، ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ یہ لوگ جو رسولوں میں تفریق کرتے ہیں ایک درمیانی رستہ اختیار کر لیتے ہیں اولئک ھم الکافرون حقا۔ یہ لوگ حقائق کے منکر ہیں۔ یہ بھی عجیب کتاب ہے کہ دنیا جہان کی کتابوں اور رسولوں کا ذکر کرتی ہے اور ان کے اعتقادات کی بھی اصلاح کرتی ہے والذین آمنوا باللہ و رسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم وہ قوم جس نے خدا کو مان لیا، محمد رسول اللہ کو مان لیا اور یہ نہیں کیا کہ ایک نبی کو مان لیا اور دوسرے کا انکار کر دیا اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ خدا تعالیٰ ان کو محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کے ذریعہ سے ان کے اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

قرآن سے روس میں ایمان باللہ پیدا ہوگا

ہماری جماعت کو سمجھنا ہے کہ دنیا جہان کی اقوام تک اس تعلیم حقہ کو پہنچائے۔ ہماری قوم میں ابھی وہ لوگ پیدا نہیں ہوئے جو روس جا کر ہستی باری تعالیٰ کا وعظ کریں یا روس ابھی لوگوں کو اجازت نہیں دیتا شاید وہ وقت آ جائے جب روس کے دروازے اس کے لئے کھل جائیں۔ ہمارا یقین ہے کہ جب یہ کتاب روسیوں کے سامنے پیش کی جائیگی تو وہ خدا کے قائل ہو جائیں گے اور اس کے بعد ان کا خدمت خلق کا کام نرالا ہوگا۔

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے میرا تعلق اور میری رائے کے مختلف دور

از: محمد منظور نعمانی

(۱)

مولانا محمد منظور نعمانی مولانا مودودی کے سب سے پہلے دست راست اور جماعت اسلامی کے مؤسسین میں سے تھے۔ اس لئے ذیل کا سلسلہ مضامین جو معاصر مدینہ بجنور سے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، اور جس میں مولانا مودودی کی اندرونی زندگی کا حال وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اہل نظر و فکر کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ اس سے قبل مولانا مودودی کے ایک اور سابقی مولانا امین احسن اصلاحی کے خیالات ان کالموں میں نقل کئے جا چکے ہیں یہ دوسرا بیان ہے جو بلا تبصرہ ہدیہ ناظرین کرام ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی کے ساتھ میرے تعلق اور میری رائے کے مختلف دور ہیں —— ایک وقت تھا جب جماعت اسلامی کا کوئی تذکرہ بھی نہ تھا اور مولانا مودودی صرف مدیر ترجمان القرآن تھے۔ میں اس وقت بھی مولانا کی ذہنی صلاحیتوں اور اُن کی تحریروں کا بڑا قدر دان اور مداح تھا۔ پھر جب ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی بنی تو میں مولانا کے ساتھ اس کے مؤسسین میں تھا، بلکہ جماعت کے حلقہ میں گویا ثانی اثنین سمجھا جاتا تھا —— پھر جب میں جماعت اسلامی کے اس وقت کے مرکز دار الاسلام میں جا کر مودودی صاحب کے ساتھ رہا، اور بعض وہ باتیں میرے علم میں آئیں جو پہلے میرے علم میں نہیں تھیں، تو میں نے طویل ذہنی کشمکش اور غور و فکر کے بعد اپنے ایمانی خاص حالات کی وجہ سے اپنے کو جماعت سے الگ کر لینا شرعاً ضروری سمجھا اور آخر کار انتہائی رنج و قلق کے ساتھ میں نے یہی فیصلہ کر لیا لیکن جماعت کی اصل دعوت بلکہ اس کے طریق کار سے بھی نہ صرف مجھے اتفاق رہا بلکہ ہمدردی بھی رہی اور اسی درجہ کے مطابق طرز عمل بھی رہا —— کچھ عرصے کے بعد اس رائے میں بھی فرق پڑا —— اول پھر ایک وقت میری رائے یہ ہوئی کہ جماعت کے کام میں اگر کچھ غلطیاں ہیں اور ان کی وجہ سے کچھ مضرتیں بھی پیدا ہو رہی ہیں لیکن پھر بھی بحیثیت مجموعی خیر اور نفع کا پہلو غالب ہے —— یہ خیال کافی عرصہ تک رہا —— اس کے بعد میرے سامنے ایسی چیزیں آئیں کہ میں اس پر بھی قائم نہ رہ سکا پھر اب سے تین چار مہینے پہلے آخر نومبر ۱۹۵۵ء میں، جب اتفاق سے پاکستان جانا ہوا اور وہاں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے بارہ میں قابل وثوق ذرائع سے ایسے معلومات حاصل ہوئے جن کے بعد کسی حسن ظن اور خیر کی توقع کے لئے گنجائش نہیں رہی تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس سلسلہ کی اپنی سرگذشت کو اب تک میں نے اس خیال سے مخفی رکھا اور بہت سے دوستوں کے سخت ترین اصرار پر بھی کبھی نہ بتایا کہ مبادا ایک ایسی جماعت کے کام کو نقصان نہ پہنچے جس سے کسی درجہ میں بھی دین کے لئے کسی خیر کی توقع ہے —— (بہرحال ان تازہ معلومات کے بعد میں نے ضروری سمجھا) —— کہ اب اس راز کو راز نہ رکھوں۔

جب تک بات یہاں نہ پہنچی تھی "نصح دینی" اور احتیاط کا تقاضہ تھا جس پر اب تک عمل رہا اور اب جبکہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے رخ اور رفتار کے بارہ میں یہ نئی چیزیں سامنے آگئی ہیں، تو اب "نصح دینی" کا تقاضہ یہ ہے جو ادا کیا جا رہا ہے۔

یہ سرگذشت میں نے تو لکھی نہیں ہے (صحت کی خرابی اور بعض کچھ دوسرے حالات کی وجہ سے اب کسی ایسی چیز کا لکھنا میرے لئے سخت مشکل ہو گیا ہے) بلکہ یہ اس طرح لکھی گئی ہے کہ میں بیان کرتا گیا ہوں اور ایک عزیز ساتھ ساتھ لکھتے گئے ہیں۔ پھر جو کچھ لکھا گیا ہے صرف حافظہ سے لکھا گیا ہے —— اور الحمد للہ میں اپنے حافظہ کو قابل اعتماد سمجھتا ہوں —— تاہم ممکن ہے کہ کسی واقعہ کے زمانہ کی تعیین میں کوئی سہو ہو گیا ہو یا تقدیم یا تاخیر کا کوئی فرق پڑ گیا ہو لیکن پورا اطمینان ہے کہ کسی واقعہ کی نوعیت میں انشاء اللہ کوئی غلطی نہ ہوئی ہو گی، تاہم اگر کسی ذریعہ سے مجھے معلوم ہو گا کہ اس سرگذشت کے بیان میں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو مجھے غلطی پر اصرار نہ ہو گا، اور میں خود انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دوں گا۔ میں نے قلم بند ہونے کے بعد اس پورے بیان کو خود دیکھ بھی لیا ہے اور کہیں کہیں جگہ فٹ نوٹ اور آخر میں قریباً دو صفحہ کا نوٹ اور یہ ابتدائی نوٹ خود اپنے قلم سے لکھا ہے۔

اس بیان کی اشاعت سے مقصود براءت ذمہ اور اپنے علم و فہم کے مطابق ایک فرض کی ادائیگی ہے جو اب اپنے مزاج و مذاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے طبیعت پر شاق بھی ہے۔ لیکن اللہ کا حق، دین کا تقاضا اور امت کی مصلحت ہر چیز سے بالاتر ہے۔

اللھم الھمنا مراشد امورنا و وقنا شرور انفسنا ولا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین فانک ان تکلنا الی انفسنا تکلنا الی ضعف وعورۃ وذنب و خطیئۃ۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(۲۵ رشعبان ۱۳۷۷ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں میرا قیام چند مہینے لکھنؤ رہا تھا۔ اس وقت مولانا عبد الشکور صاحب کا ماہوار رسالہ "النجم لکھنؤ" جاری تھا۔ نجم کے دفتر میں حیدرآباد سے ایک نیا رسالہ "ترجمان القرآن" آنا شروع ہوا۔ مولانا کے صاحبزادے مولانا عبد المومن صاحب فاروقی نے اس کا ایک شمارہ مجھے بھی دکھایا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ایڈیٹر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی دینی مسائل و حقائق کو وقت کی زبان میں ادا کرنے اور سمجھانے کی بڑی خاص صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ نے انہیں اس کا خوب ہی سلیقہ دیا ہے۔ اس کے بعد سے میں ترجمان القرآن کے ہر نئے پرچے کا منتظر رہنے لگا، حالانکہ رسائل و جرائد کے مطالعہ کا میں اپنی عمر کے کسی حصہ میں بھی زیادہ شوقین نہیں رہا ہوں۔

اگلے ہی سال ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء بریلی سے "الفرقان" کا اجراء عمل میں آیا اور ترجمان القرآن، الفرقان کے تبادلہ میں آنے لگا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اس کے ہر پرچہ کو شوق اور وقعت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اس وقت ترجمان القرآن ایک ایسا علمی اور دینی رسالہ تھا جس میں ملک کی سیاسی تحریکات اور پولیٹیکل مسائل سے کوئی خاص تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۶ء میں انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت پہلا جنرل الیکشن ہوا اور اس کے نتیجہ میں ملک کے سات صوبوں میں بلا شرکت غیرے کانگریس کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اس وقت کانگریس کی یہ کامیابی کانگریسی لیڈروں کی توقعات سے بھی بہت زیادہ تھی۔

اس صورت حال کے نتیجہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل پر غور و فکر کرنے والے بہت سے لوگوں کے سامنے اس وقت وہ حقیقتیں بالکل کھل کر سامنے آ گئیں کہ ملک کے انگریزی اقتدار سے بالکل آزاد ہو جانے کا وقت بہت زیادہ دور نہیں، دوسرے یہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت میں آزادی کی تحریک جس طرح چل رہی ہے اس کے نتیجہ میں جو آزادی حاصل ہو گی اس میں مسلمانوں کے دین اور اُن کی تہذیب کے لئے سخت مشکلات پیش آئیں گی۔ مسلم لیگ جو اس وقت ایک حیثیت سے کانگریس کی حریف جماعت تھی جس راستہ پر چل رہی ہے وہ مسلمانوں کے دین اور ان کی خاص تہذیب کے تحفظ کا راستہ نہیں۔

مولانا مودودی نے اس وقت ترجمان القرآن میں اس موضوع پر ایک مستقل سلسلہ مضامین شروع کیا۔ یہ مضامین خاص طور سے اس کی وہ ابتدائی قسطیں جن میں آنے والے انقلاب کی نقشہ کشی اور مسلمانوں سے متعلق خطرات کی نشان دہی کی گئی تھی زور بیان اور قوت استدلال کے لحاظ سے بہت ہی کامیاب اور مؤثر تھیں۔ مودودی صاحب کے یہ مضامین اس زمانہ میں پڑھے گئے۔ مسلمانوں کے

اخبارات و رسائل نے ان کو حرف بحرف اپنے صفحات میں نقل کیا، یاد آتا ہے کہ اس کی پہلی تین قسطیں تو جمعیتہ العلماء کے اخبار الجمعیتہ میں بھی شائع ہوئی تھیں جو اس وقت غالباً سہ روزہ تھا۔

میں بھی ان مضامین سے متاثر ہوا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان مضامین نے میری زندگی کا رُخ موڑ دیا، یہ سب مضامین التزام کے ساتھ الفرقان میں بھی چھپتے رہے اور یہ ناچیز اس سلسلہ میں خود بھی لکھتا رہا۔ اسی زمانہ میں مودودی صاحب سے تعلقات بڑھے اور خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا۔

پھر ایک مرحلہ آیا جب ہمارے درمیان خط و کتابت سے یہ طے ہوا کہ ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں جو نظریات ترجمان القرآن اور الفرقان میں پیش کئے جا رہے ہیں اُن کو ایک تحریک بنا کر آگے بڑھانے کے لئے عملی جد و جہد کا کوئی لائحہ اور منصوبہ بنایا جائے۔ مولانا مودودی نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ اب وہ اس کا عزم کر چکے ہیں اور اس کام کے لئے ریاستی علاقہ چونکہ مناسب نہیں ہے اس لئے برطانوی ہند کے ایک مقام کو اپنی سکونت اور اس کام کے لئے وہ تجویز کر چکے ہیں اور وہاں منتقل ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اسی زمانہ میں انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ میں فلاں تاریخ کو دہلی پہنچ رہا ہوں۔

ابھی تک ہمارا تعلق غائبانہ تھا۔ ملاقات کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی۔ میں نے اُن سے ملاقات اور مستقبل کے منصوبے کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے لئے دہلی کا سفر کیا ——— میں یہ بات کسی ذریعہ سے پہلے سن چکا تھا کہ مولانا مودودی کے ایمان افروز مضامین سے اُن کے طرزِ زندگی کے بارے میں جو اندازہ کوئی لگا سکتا ہے ان کا طرزِ زندگی اس سے بہت مختلف ہے یعنی جس اسلامی زندگی کے وہ پر زور داعی ہیں خود ان کی وہ زندگی نہیں ہے ——— لیکن دہلی کی اس ملاقات سے چند ہی روز پہلے ایک خاص ذریعہ سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اب ان کی زندگی کے طرز میں ہم جیسوں کے لئے خوش کن تبدیلی شروع ہو گئی ہے اور اس سے فی الجملہ اطمینان تھا لیکن جب مولانا کے مضامین سے چونکہ طبیعت بہت متاثر تھی اس لئے دل کو سمجھایا کہ عملی زندگی کی اصلاح کا ابھی آغاز ہوا ہے۔ انشاء اللہ یہ حالت نہ رہے گی اور مولانا کی تحریر اور طرزِ زندگی میں جو مطابقت ہونی چاہیئے وہ انشاء اللہ ہو جائے گی ——— آیندہ کام کے بارہ میں اسی ملاقات میں پہلی دفعہ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ یہ ملاقات اور گفتگو گھنٹہ بھر سے زیادہ نہ ہوئی ہوگی۔

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ مولانا حیدر آباد سے پٹھانکوٹ کے قریب "دارالسلام" نامی اُس نو تعمیر بستی میں منتقل ہو کر آ گئے جس کو وہاں کے ایک صاحب چوہدری نیاز علی خاں صاحب نے اسی نیت سے بنایا تھا کہ کچھ لوگ یہاں قیام کر کے دین کی کوئی ٹھوس خدمت کریں۔ چند مہینے کے بعد مولانا مودودی نے اپنی تحریک اور اپنے کام کا ایک خاکہ "ترجمان القرآن" میں شائع کیا اور اپنے ہم خیال دوستوں کو دعوت دی کہ وہ فلاں تاریخ کو "دارالاسلام" میں جمع ہوں اور ایک جماعت یا ادارہ کی باقاعدہ تنظیم و تشکیل ہو جائے۔ اس وقت مولانا کے بتائے ہوئے کام کے خاکہ سے اس عاجز کو اصولی طور پر پورا اتفاق تھا، یاد آتا ہے کہ وہ الفرقان میں شائع بھی کیا گیا تھا۔

بہرحال مقررہ تاریخ پر یہ ناچیز بھی دارالاسلام پہنچا۔ توقع یہ تھی کہ مولانا مودودی میں تبدیلی کا جو عمل شروع ہوا تھا اب اس نے کافی منزلیں طے کر لی ہوں گی اور مولانا بہت بدل گئے ہوں گے۔ لیکن وہاں پہنچکر جب ایک دو دن مولانا کے ساتھ رہنا ہوا تو بڑے رنج کے ساتھ مایوسی ہوئی اور اندازہ ہوا کہ مولانا نے اپنے کو بدلنے کا پورا ارادہ ہی نہیں کیا ہے۔

میرے علاوہ باہر سے آنے والے چند صاحبان اور بھی تھے۔ اگلے دن جب وہ وقت آیا کہ سب ایک جگہ بیٹھ کر جماعت یا ادارے کی تشکیل کریں تو میں نے ذرا دیر پہلے تنہائی میں مولانا سے کہا کہ جیسا آپ کو معلوم ہے آیا تو اسی ارادہ سے تھا کہ اس کام میں آپ کا رفیق بنوں گا لیکن یہاں آ کر مجھ میں تذبذب پیدا ہو گیا ہے اور میں نے مناسب سمجھا کہ میں پہلے ہی آپ کو بتلا دوں کہ اس وقت جو ادارہ یا جماعت بنے گی میں اس میں شرکت نہیں کر سکوں گا، لیکن آپ کے مقصد اور آپ کی دعوت سے مجھے پورا اتفاق اور پوری ہمدردی ہے۔

مولانا چونکہ بڑے ذہین آدمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے سمجھ لیا کہ کیا چیز میرے لئے رکاوٹ بنی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کے تذبذب اور خلجان کی وجہ کو سمجھتا ہوں اصل بات یہ ہے کہ آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے کہ میں کس دنیا کا آدمی تھا اور کہاں سے چل کر آ رہا ہوں آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک دم بدل جاؤں، آپ جو کچھ چاہتے ہیں انشاء اللہ رفتہ رفتہ وہ ہو جائے گا اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی رائے پر نظر ثانی کریں۔ آپ کے انکار کر دینے سے اور بعضوں پر بھی اثر پڑے گا ——— میں نے عرض کیا کہ شرکت کے فیصلہ کے لئے جس اطمینان کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں اپنے اندر وہ اطمینان نہیں پاتا۔ اس لئے مجبور ہوں۔ حالانکہ مجھے اپنے شریک نہ ہونے سے دکھ اور افسوس ہے، اگر آئندہ اللہ نے مجھے اطمینان نصیب فرما دیا تو میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ باضابطہ بھی شریک ہو جاؤں گا۔ لیکن ضابطہ کی شرکت کے بغیر تعاون یوں بھی کروں گا۔ اور دوسروں پر اثر پڑنے کی مشکل کا یہ حل ہو سکتا ہے کہ میں مجلس میں اپنے اس تذبذب یا انکار کا پہلے اظہار نہ کروں ——— چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔

دوسرے حضرات مجلس میں جب اپنی رائے ظاہر کر چکے ادارہ کی رکنیت قبول کرنے والے اپنی منظوری دے چکے اور معذرت کرنے والے معذرت کر چکے تو سب سے آخر میں میں نے اپنے متعلق بتایا کہ میں اس وقت رکنیت کا فیصلہ نہیں کر سکا ہوں، ابھی مزید غور کروں گا۔

یہاں میں یہ واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میرے توقف یا انکار کی وجہ میرا یہ خیال تھا کہ لتنے اعلٰے نصب العین کا دنیا کے سامنے اعلان کرنے اگر اس کے قائد کی زندگی اس دعوت سے ضروری درجہ کی بھی مطابقت نہ رکھتی ہو تو اوّلاً تو وہ چلے گی نہیں اور قلم کی طاقت کے بل پر کچھ چلی بھی تو اس کے ذریعے مسلمانوں کی دینی اصلاح کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ اس راہ کا بنیادی کام یہی ہے۔

یہ ادارہ جو دارالاسلام کے احاطہ میں بیٹھ کر بنایا گیا تھا اس کا نام ادارہ "دارالاسلام" تھا۔ مولانا مودودی اس کے صدر یا امیر تھے اور اُن کے علاوہ غالباً چار حضرات رُکن بنے تھے۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مولانا نے دارالاسلام سے لاہور منتقل ہو جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلہ کا اصلی سبب، جیسا کہ اُس وقت مجھے معلوم ہوا تھا مولانا مودودی کے بارے میں بانی دارالاسلام چوہدری نیاز علی خاں صاحب کے کچھ اسی قسم کے احساسات تھے جو میرے لئے "ادارہ دارالاسلام" کی شرکت کی راہ میں رکاوٹ بن گئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہرحال مولانا لاہور چلے گئے اور ترجمان القرآن وہاں سے شائع ہونے لگا ——— کچھ عرصہ کے بعد مولانا نے غالباً دینیات کے پروفیسر یا لیکچرار کی حیثیت سے لاہور کے اسلامیہ کالج میں اپنا تعلق قائم کر لیا۔ اس تمام عرصہ میں مولانا سے میرا ذاتی تعلق علیٰ حالہ رہا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خط و کتابت بھی جاری رہی۔

"ادارہ دارالاسلام" کا ذکر کچھ عرصہ کے بعد ترجمان میں آنا بند ہو گیا۔ پھر یا تو خود مولانا کے کسی خط سے یا کسی اور ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ مولانا اس کام کے آگے بڑھنے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب اس کی دعوت کا سلسلہ جاری نہیں ہے اور اس لئے انہوں نے کالج سے تعلق قائم کر لیا ہے۔

خود میرا حال اس عرصہ میں یہ رہا کہ "ادارہ دارالاسلام" کی تشکیل کے وقت دو تین دن مولانا کے ساتھ رہ کر ان کے بارہ میں تو ذہن نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اچھا سوچنے اور بہترین لکھنے والا تو بنایا ہے لیکن دینی انقلاب کی مقدس مہم کے چلانے کے لئے جو صفات اور جو زندگی چاہیئے، اس سے مولانا بہت دُور ہیں اور بظاہر ان صفات اور اُس زندگی کے حاصل کرنے کا اُن میں کوئی خاص داعیہ اور ارادہ بھی نہیں ہے اس لئے مولانا کی طرف سے تو میں اس معاملہ میں بالکل مایوس ہو گیا۔ لیکن اُن کی تحریروں اور اپنے غور و فکر سے جس قسم کی دینی جد و جہد کو میں نے ضروری سمجھ لیا تھا میں محسوس کرتا تھا، بلکہ گویا آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ اس کا تقاضا روز بروز شدید تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

لیکن خود اپنی صلاحیتوں اور کمزوریوں کا اپنے نزدیک پورا دیانتدارانہ جائزہ لے کر میں اپنے بارہ میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس قسم کے کسی کام میں خود قائد اور علمبردار بننے کے لائق نہیں ہوں۔ ہاں اگر ایسا کام شروع ہو تو

(باقی صفحہ پر)

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر سامانوی

(۱)

جناب شمس صاحب کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء کی تقریر کتابی صورت میں شائع کی گئی ہے جس میں آپ نے جناب میاں صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے آپ نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہ مصلح موعود حضرت اقدس کی صلبی اولاد سے ہوگا بڑی دلیل یہ دی ہے کہ قادیان کے دس ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسا نشان مانگا تھا جو

"قبولیت دعا اور اسرار مخفیہ ۔ ۔ ۔ پر اطلاع اور نصرت اور تائید الٰہی کا ایسا نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو" ص۱۷

اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ:۔

"نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کے لئے وہ لڑکا اسی حالت میں نشان ہو سکتا ہے جب وہ ان کی زندگی میں پیدا ہوتا" ص۲۲

یہی بات جناب خلیفہ صاحب نے لاہور میں اپنی ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء کی تقریر میں یوں بیان کی تھی کہ:۔

"یہ نشان تو ایسے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونا چاہیئے جبکہ وہ لوگ زندہ موجود ہوتے جنہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا"

اب دیکھنا یہ ہے کہ نشان طلب کرنے والوں کے اطمینان کے لئے کیا صرف کسی لڑکے کی پیدائش کافی ہو سکتی تھی یا اس لڑکے کا ان صفات سے متصف ہونا ان کی تسلی کر سکتا تھا جو الہام میں بیان کی گئی تھیں؟ اگر ان کا مدعا صرف یہ تھا کہ پیشگوئی کے موجب کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تو پھر یہ نشان تو وہ بشیر اول کی پیدائش کے وقت اور پھر اس کی وفات کے وقت دیکھ چکے ان پر اتمام حجت ہو چکا جب انہوں نے پیشگوئی کے موجب ایک لڑکے کی پیدائش اور پھر پیشگوئی کے موجب وفات کو بھی دیکھا جب اس ڈبل نشان سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا تو پھر اور تیسرے نشان کا وہ مطالبہ کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ؎

صادق دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشان کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

اور اگر نشان طلب کرنے والوں کا مدعا یہ تھا کہ ایسا لڑکا پیدا ہو جو ان سب صفات سے متصف ہو جو الہامات میں اس کی بیان کی گئی ہیں تو پھر ان کی زندگی میں کوئی لڑکا پیدا ہونے سے ان کو یہ کس طرح یقین ہو سکتا تھا کہ یہی وہ لڑکا ہے جو ان صفات سے متصف ہوگا درآنحالیکہ ملہم بھی اپنی زندگی تک الہاماً یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق کونسا لڑکا ہے۔ ان کے لئے تو اسی صورت میں یہ نشان ہو سکتا ہے جبکہ یا تو نشان طلب کرنے والے اس وقت تک زندہ ہوں جبکہ وہ لڑکا بڑا ہو کر خود کو الہام میں بیان کردہ سب علامات کا مصداق ثابت کرے۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ جس طرح بعض لوگوں کا خیال ہے یہ لڑکا بھی مسیح علیہ السلام کی طرح جھولے میں ہی سب علامات کے مصداق ہونے کا دعوےٰ کرتے ورنہ اس کے بغیر اور تیسری کوئی صورت نہیں ہو سکتی جو ہمارے دوستوں کے تخیل کے موجب "نشان نمائی" ہو سکے۔ اول تو یہ بنیاد ہی قطعاً غلط ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے موجب واقع ہوئی مگر فرض محال کے طور پر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کی پیدائش اس پیشگوئی کے موجب ہوئی ہے، پھر بھی پیشگوئی کے موجب محض اس کی پیدائش اس کے مصلح موعود ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ ان علامات کا مصداق نہ ثابت ہو جو پیشگوئی میں بیان کی گئی ہیں، پس جناب میاں صاحب کی پیدائش ان کو وہ نشان ثابت نہیں کرتی جو ہندوؤں نے طلب کیا تھا بلکہ ان کا ہمہ صفت موصوف ہونا ان کے لئے نشان ہو سکتا تھا مگر بدقسمتی سے جب اس نشان کے ظہور یا نمایاں ہونے کا وقت آیا یعنی ۱۹۴۴ء میں ان نشان طلب کرنے والوں میں سے ایک بھی زندہ نہ تھا ایسی صورت میں مرنے والوں کے لئے نشان کیا فائدہ دے سکتا ہے وہ تو اسی صورت میں فائدہ اُٹھا سکتے تھے جبکہ ان کی زندگی میں لڑکا پیشگوئی کے موجب پیدا ہو کر سب علامتوں کا مصداق ثابت ہو جاتا مگر یہاں ایسا نہیں ہوا اس لئے ربوائی دوستوں کے مسلمات کی رُو سے ان پر حجت بھی نہیں ہوئی اور نہ ان کا مطالبہ پورا ہوا۔ ہمارے دوستوں کے مسلمات کی رُو سے پیشگوئی کرنے کی تاریخ سے پورے اٹھاون سال بعد پیشگوئی کا ظہور ہوا اندریں حالات جب نصف صدی سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد دعوےٰ کرنے والا اگر نشان طلب کرنے والوں کے لئے نشان اور حجت ہو سکتا ہے تو صدی یا دو صدی بعد آنے والا مصلح موعود کیوں نشان نہیں ہو سکتا اور اگر وہ نشان نہیں ہو سکتا تو پھر اٹھاون سال بعد آنے والا کس طرح نشان ہو سکتا ہے؟

نشان نمائی کی میعاد

جناب شمس صاحب نے اپنی کتاب کے صلا پر لکھا ہے کہ ہندوؤں کی درخواست اور حضرت اقدس کی منظوری سے نشان نمائی کے لئے ایک سال کی میعاد مقرر کی گئی تھی چنانچہ ہندوؤں کی چٹھی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔

"سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدا ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جائے گا جس کا اختتام ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا"

جواباً حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

"ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو"

اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ حضرت اقدس نے غیر مذاہب کو دعوت دی کہ ان کے لیڈر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر نشان مشاہدہ کرنے کے لئے ایک سال قادیان آکر رہیں اس پر قادیان کے ہندوؤں نے حق ہمسائیگی جتاتے ہوئے ایک سال کے اندر نشان دیکھنے کا مطالبہ کیا جس کو حضرت نے منظور کر لیا اور جناب شمس صاحب کا استدلال یہ ہے کہ جو نشان قادیان کے ہندوؤں نے ستمبر ۱۸۸۵ء سے ایک سال کے اندر دیکھنے کا مطالبہ کیا جسے حضرت اقدس نے بھی ایک سال میں دکھانا منظور کیا تھا وہ نشان جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں کیونکہ ان کی پیدائش کی پیشگوئی نشان نمائی کا سال گذرنے کے تین سال بعد کی گئی جیسا کہ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور نیز یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی تھی"

(تریاق القلوب صلا)

ان واقعات کی روشنی میں اہل ربوہ کے مسلمات کی رُو سے بات یوں بنی کہ قادیان کے ہندوؤں نے ستمبر ۱۸۸۵ء سے ستمبر ۱۸۸۶ء تک نشان دیکھنے کی خواہش کی جس کو منظور کرنے کے بعد وہ معاہدہ والا سال بھی گذرا اس کے بعد دو سال اور گذر گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جولائی ۱۸۸۸ء میں یہ پیشگوئی کی کہ ستمبر ۱۸۸۶ء تک میں نے جو نشان دکھانے کا وعدہ کیا تھا اس نشان کی معاہدہ کے خلاف تین سال بعد ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا چونکہ وہ لڑکا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو یعنی ایک سال کی بجائے چوتھے سال میں پیدا ہوا اور اپنی پیدائش کے اٹھاون سال بعد جبکہ نشان طلب کرنے والے سب مر گئے اس نے اپنی پیدائش کی پیشگوئی کے خلاف یہ دعوےٰ کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق میں ہوں حالانکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس پیشگوئی کا مصداق جناب میاں مبارک احمد صاحب کو قرار دیا تھا۔ چونکہ آپ کسی طرح بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے مصداق نہیں لہٰذا آپ قادیان کے ہندوؤں بلکہ امریکہ اور انگلستان کے لئے نشان نہیں ہیں لہٰذا سوا وقت موجودہ

کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبویت دعا کا کوئی نشان ان کو دکھایا اور نہ اسرار مخفیہ پر کوئی اطلاع دی اور اور نہ ہی نصرت الہٰی کا کوئی نشان ان کو دکھا سکے (نعوذ باللہ من ذالک) اس سے بڑھکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دوست نما دشمن کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے جو ہمارے ربوائی دوست اپنے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ ملہم تو فرماتا ہے کہ محمود کی پیدائش کی پیشگوئی سن ۱۸۸۸ء کے ماہ جولائی اور دسمبر میں کی تھی اور یہ حضرت فرماتے ہیں کہ قادیان کے ہندوؤں کے مطالبہ پر یہ نشان ظاہر ہوا وہ مطالبہ تھا ستمبر ۱۸۸۶ء تک پھر کیا اس طریق سے ایک غیر مستحق کو نشان بنا کر اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو مشتبہ نہیں کیا جا رہا ؟

مدعی سست گواہ چست

حیرانی یہ ہے کہ جس شخص کو نشان اور حجت کہتے کہتے ہمارے دوستوں کی زبان خشک ہوتی ہے اس کا اپنا یہ حال ہے کہ اپنے نشان اور حجت ہونے سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"پس اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لئے ہیں، یہ نہیں کہتا کہ دوسروں کے لئے بھی کیونکہ کوئی دوسرا شخص کسی غیر مامور کے کشف یا الہام کو ماننے کا مکلف نہیں لیکن بہرحال میرے لئے حقیقت کو کھول دیا ہے"

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

خدا کا شکر کیجئے کہ نشان نمائی کا مطالبہ کرنے والے ہندو اس نشان کے ظہور سے پہلے ہی چل دیئے اگر وہ خدا نخواستہ زندہ ہوتے تو یہ سمجھتے کہ یہ اسلام کی صداقت کا عجب نشان ہے جو اپنے نشان ۔۔۔ اور حجت ہونے سے غیر مبہم الفاظ میں انکار کرتا ہے کیا خدا تعالیٰ نے ایسے ہی بیٹے کو "تمام جہان کے لئے نشان" قرار دیا تھا جو دنیا میں آکر یہ اعلان کرے کہ میں اسلام کی صداقت کا ایسا عظیم الشان نشان ہوں جس کو ماننے کا کوئی دوسرا شخص مکلف نہیں، خدا نے میرے لئے اس حقیقت کو کھول دیا ہے کہ قادیان کے دس ہندوؤں اور امریکہ و انگلستان کے لئے میں اتنا بڑا نشان ہوں کہ جس کو ماننے کے لئے کوئی دوسرا شخص مکلف نہیں یہ ہے اس نشان کی حقیقت جس کو کل دنیا کے لئے عظیم الشان نشان قرار دیا جا رہا ہے اور وہ خود یہ اعلان کرتا ہے کہ میں جو کچھ ہوں اپنے لئے ہوں دوسرے لوگ نہ مجھے ماننے کے لئے مکلف اور نہ میں ان کے لئے حجت شمس صاحب خدا کے لئے بتائیں کہ کیا چالیس دن تک اس نشان کے لئے ہی تضرع اور زاری کی گئی تھی جس کے ماننے کے لئے کوئی بھی دوسرا شخص مکلف نہ ہو۔ کیا مصلح لیاتی اسی لئے آیا کرتے ہیں کہ وہ آکر دنیا میں یہ اعلان کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کی صداقت کا ایسا "عظیم الشان نشان" ہیں کہ ہماری خوابوں اور رؤیا اور کشوف کو ماننے کا کوئی فرد بشر مکلف نہیں اور ہمارا یہ کہنا ہی ثبوت ہے اس بات کا کہ ہم صداقت اسلام کے عظیم الشان نشان ہیں العجب! ثم العجب!!

ایک طرف مصلح موعود صاحب کی اس بے تعلی کو ملاحظہ کیجئے اور دوسری طرف اس شورہ پشتی کو دیکھئے فرماتے ہیں :-

"پنڈت لیکھرام منشی اندرمن مراد آبادی اور قادیان کے ہندو تو کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے متعلق یہ دعوےٰ کہ اس کا خدا دنیا کو نشان دکھانے کی طاقت رکھتا ہے ایک جھوٹا اور بے بنیاد دعوےٰ ہے اگر اس دعوے میں کوئی حقیقت ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے"

(تقریر لاہور ۲۲ر مارچ ۱۹۴۴ء)

مطلب یہ کہ ان سب دشمنان اسلام کے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے اس نشان کو ظاہر کیا تو اس نے ظاہر ہوتے ہی یہ کہہ دیا کہ میں ہوں تو اسلام کی صداقت کا نشان مگر ہوں نشان کی ایسی قسم جو اپنی ذات میں تو "عظیم الشان نشان" ہوں مگر ہوں صرف اپنے لئے، تو کل دنیا کے لئے نشان مگر ہوں ایسا جس کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں۔

جناب شمس صاحب یا ان کے کوئی معاون یہ سمجھائیں تو بھی کہ :-

(۱) قادیان کے ہندوؤں کے لئے بشیر اول کی پیدائش اور موت کیوں نشان نہیں ہو سکتا؟

(۲) جناب میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش جس رنگ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے اسی رنگ میں ان کے دیگر برادران کی پیدائش بھی نشان ہے یا نہیں؟

(۳) اگر پیشگوئی کے موجب ان کے دیگر برادران کی پیدائش بھی نشان ہے تو پھر جناب میاں صاحب کو نشان ہونے میں اپنے دوسرے بھائیوں سے کیا امتیازی خصوصیت حاصل ہے؟

(۴) اگر حضرت اقدس کے سب لڑکے اور لڑکیاں پیشگوئی کے موجب پیدا ہونے کی وجہ سے نشان ہیں تو پھر ان کو نشان کے طور پر کیوں پیش نہیں کیا جاتا جس طرح جناب میاں صاحب کو پیش کیا جاتا ہے؟

(۵) پسر موعود یا موعود لڑکا ہونے میں حضرت صاحب کے موجودہ تینوں بیٹے مساوی ہیں یا ان میں سے ایک کو باقی دو پر کوئی خصوصیت ہے؟ اگر ہے تو کیا ہے؟

(۶) اگر پیشگوئی کے اٹھاون سال کے بعد اس کا ظہور ہو تو وہ نشان کس طرح ہے اور سو یا دو سو سال بعد آنے والا مصلح موعود کیوں نشان نہیں ہو سکتا؟

(۷) کیا قادیان کے ہندوؤں اور اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام وغیرہ کو میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش سے علاوہ اور کوئی نشان دکھایا گیا یا نہیں؟

(۸) اگر آن کی پیدائش کے علاوہ اور نشانات بھی ان کو دکھائے جانے ثابت ہو جائیں تو کیا پھر بھی نشان نمائی اور حجت کا پورا ہونا تسلیم کر لیا جائے گا یا کسر رہی رہے گی؟

(۹) جب تک جناب میاں محمود احمد صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت تک نشان نمائی ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر ہوئی تھی تو پھر آج یہ عذر کس طرح قابل توجہ ہو سکتا ہے کہ اگر مصلح موعود مطالبہ کرنے والے ہندوؤں کی زندگی میں پیدا نہ ہو تو ان کے لئے نشان نمائی نہیں ہو سکتی؟

(۱۰) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹوں میں سے کونسے بیٹے کو ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا؟

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی

(بسلسلہ صفحہ ۔۔)

میں اس کا ساتھ دینے والا ایک اچھا سپاہی بن سکتا ہوں اس لئے میں چاہتا تھا کہ اللہ کا کوئی بندہ یا کچھ بندے جو اہل ہوں وہ اس طرح کا کوئی کام کریں تو میں ان کے ساتھ لگ جاؤں۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کے جذبات میں بھی ایک خاص تلاطم تھا اور ایسے کسی کام کے لئے زمین خاصی تیار تھی اس لئے اس وقت طبیعت اس کے لئے بے چین تھی کہ ایسا کوئی کام شروع ہو۔

پھر ۱۹۳۹ء میں جب دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی تو اس وقت یہ بے چینی اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ جنگ دنیا کی اور قوموں کے نقشوں میں غالباً بڑی تبدیلیوں کا ذریعہ بنے گی۔ کئی ایک وہ حضرات جن سے اس طرح کے کسی کام کے شروع کرنے کی توقع ہو سکتی تھی اور میں ان کو اہل سمجھتا تھا میں نے سفر کر کے اس مقصد کے لئے ان سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن کوئی کام شروع نہ ہو سکا۔

باقی آئندہ

(مقالہ ۔۔۔ بقیہ صفحہ ۳)

کی تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آپہنچے ہیں"

(ازالہ اوہام)

حضرت امام کی یہ پیشگوئی آج افغانستان کے رنگ میں پوری ہوتی نظر آرہی ہے، اسلام کی جاذبیت بقول مولانا عبدالماجد ہندوؤں کو بہت جلد متاثر کرے گی سو خدا نے چاہا تو ان کے قبول اسلام کا وقت بھی حضرت امام کی پیشگوئی کے مطابق عنقریب آنے والا ہے

بچوں کا صفحہ ——————— مولانا مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی ساتویں مجلس

نعیمہ:- "اب امّی جان! مجھے پھر ہمارے نبی کا حال سناؤ"

ماں:- اچھا- ابھی سناتی ہوں- ذرا دو چار منٹ ٹھہر جاؤ- تھوڑا سا کام کر لوں- .... مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ تم اپنے نبیؐ کا حال بہت شوق سے سنتی ہو"

نعیمہ:- "ہاں- مجھے اپنے پیارے نبی کا حال بڑا ہی اچھا لگتا ہے- ہمارے نبی کیسے اچھے تھے کہ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے تھے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے- اس دن سکول میں ریحانہ اور زاہدہ آپس میں لڑیں- ریحانہ غصہ میں آ کر بار بار کہے میں بدلہ لے کر چھوڑوں گی میں بدلہ لے کر چھوڑوں گی- میں نے اس سے کہا کہ ہمارے نبی تو بدلہ نہیں لیا کرتے تھے آپؐ تو معاف کر دیا کرتے تھے- میری یہ بات استانی نے بھی سن لی- وہ بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں شاباش نعیمہ تم نے بہت اچھی نصیحت کی ہے- پھر استانی جی نے دونوں میں صلح کرا دی اور جھگڑا ختم ہو گیا"

ماں:- اچھا اب سنو! جب مکہ فتح ہو گیا تو ہمارے نبی سارے ملک عرب کے بادشاہ بن گئے اب دور دور سے لوگ آپ کے پاس آتے اور دین اسلام قبول کرتے- سارے ملک میں اسلام پھیل گیا اور چاروں طرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز آنے لگی- حالات تو اور بھی ہیں مگر میں تم کو مختصر طور پر بتا رہی ہوں- ابھی سارے حالات یاد رکھنے کی تم میں طاقت نہیں- خیر- جب ہمارے نبی کا دین سب جگہ پھیل گیا اور جو کام خدا نے ہمارے نبی کے سپرد کیا تھا وہ آپ نے ختم کر لیا تو خدا نے آپ سے فرمایا کہ محمدؐ آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں، آپ نے عرض کی اے خدا میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں- اب آپ کی عمر ۶۳ سال کی ہو گئی تھی اور نبی ہوئے ۲۳ برس ہوئے تھے- ایک دن آپ کو بخار ہو گیا- اس بخار کی حالت میں ہی آپ تقریباً ایک ہفتہ تک مسجد میں تشریف لیجاتے اور نماز پڑھاتے رہے- آپؐ کے سر میں سخت درد تھا- ایک دن آپ نے اپنے سر پر بہت سا پانی ڈلوایا اور مسجد میں سر پہ پٹی باندھ کر تشریف لائے- نماز پڑھائی اور کچھ نصیحت کی باتیں فرمائیں- اس کے بعد آپ نے فرمایا "مسلمانو! اگر میں نے کسی سے کوئی زیادتی کی ہے تو آج میں اس کی تلافی کے لئے حاضر ہوں اگر میں نے کسی کا کچھ دینا ہے تو آج مجھ سے لے لے- ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ حضرت! تین درہم آپؐ نے مجھ سے لے کر ایک فقیر کو دلائے تھے- اس شخص کو فوراً تین درہم ادا کر دیئے گئے- دیکھا تم نے ہمارے نبی معاملے کے کیسے سچے تھے- بیماری کی حالت میں بھی آپ اپنے ترضخواہوں کو نہیں بھولے تب آپ نے سب مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگیں- جو فوت ہو چکے تھے ان کے لئے بھی اور جو حاضر تھے ان کے لئے بھی- دوسرے دن آپؐ زیادہ کمزور ہو گئے- آپ نے حضرت ابوبکرؓ

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مرتضیٰ خان حسن

ہے مہرِ درخشاں رُخِ تابانِ محمدؐ ؛ ہے صبحِ بہاراں لبِ خندانِ محمدؐ

ہر مرغِ چمن گاتا ہے مدحت کے ترانے ؛ ہر بلبلِ بستاں ہے غزلخوانِ محمدؐ

کونین پہ چھائی ہے محمدؐ کی حکومت ؛ ہیں جن و بشر تابعِ فرمانِ محمدؐ

اے روضۂ رضواں کی تمنا نہیں مجھکو ؛ ہے دل میں بسا میرے جو بستانِ محمدؐ

اللہ کا ہے حکم جو ہے حکمِ محمدؐ ؛ اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

لاریب وہ ہیں دولتِ کونین کے مالک ؛ شاہوں سے بھی بڑھ کر ہیں گدایانِ محمدؐ

ہاں نامِ محمدؐ کا ہے ہر نام سے پیارا ؛ ہر شان سے اونچی ہے جو ہی شانِ محمدؐ

اللہ نے کیا رتبۂ عالی دیا انکو ؛ ہیں تاجِ سرِ عرش غلامانِ محمدؐ

ہر ذرّہ مرا راہِ محمدؐ میں فدا ہے ؛ یہ جان و جگر ہیں مرے قربانِ محمدؐ

اللہ سے یہ حشر کے دن میری دعا ہے
سر پہ ہو مرے سایۂ دامانِ محمدؐ

کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں- اس سے دوسرے دن آپ کو ذرا آرام محسوس ہوا- آپ نے اپنے حجرے کا پردہ اٹھایا- اور جب دیکھا کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ خوشی سے مسکرائے اور پھر واپس تشریف لے گئے دیکھو ہمارے نبی کو اس وقت کیسی خوشی ہوئی کہ مسلمان خدا کے سامنے جھکے ہوئے ہیں- اسی کام کے لئے تو آپ دنیا میں تشریف لائے تھے- کہ خدا کے بندے خدا کے سامنے جھکنا سیکھیں- اور اس کی عبادت کریں- آپؐ کی کمزوری روز بروز بڑھتی گئی- جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو بلایا- ان کو پیار کیا- وہ رونے لگے تو ان کو دلاسا دیا- پھر اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بلایا- وہ رونے لگیں- فرمایا بیٹی! رو نہیں- پھر انؓ کے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے- اور تسلی دی- آپ نے بار بار فرمایا نماز کا اور لونڈی غلام کا خیال رکھنا- آپ کی زبان پر اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ- اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری تھے یعنی اب اپنے پیارے دوست اپنے اللہ کے پاس جا رہا ہوں- یہ لفظ کہتے کہتے آپؐ ہمارے پیارے نبی اپنے خدا......... سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ایسے پیارے نبی، جہانوں کے سردار، رحمۃ للعالمین کا اٹھ جانا مسلمانوں کے لئے کس قدر صدمۂ عظیم کا موجب ہوا اس کا حال پھر کسی وقت سناؤں گی ؟

پیغام صلح ۱۸ جون سنہ ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۳۸ نمبر - شمارہ ۲۳

ہفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ { شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۸ محلہ اعظم پورہ - ملک پیٹھ - حیدرآباد دکن - (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خداوند ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر
۳۷۳۷

تار کا پتہ
"تبلیغ لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۳۸

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۵ جون ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۴

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعودؑ

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر او شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامک ایسوسی ایشن کا اجلاس

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب امام جامعہ ووکنگ کا لیکچر

(خان بہادر صاحب کا مکتوب گرامی)

آکسفورڈ یونیورسٹی میں متعدد پاکستانی طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں سے دس سی ایس پی ہیں جو ایک سالہ کورس کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے بھی طلباء مختلف کالجوں اور شعبوں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ اس یونیورسٹی میں کسی وقت ایک اسلامک ایسوسی ایشن تھی جو بوجہ عدم توجہ مردہ ہو چکی تھی اب نئے سرے سے پاکستانی طلباء نے جن میں ایک خاتون (قیصر زمان) جو نواب آف کرہ ائی کی صاحبزادی ہیں، اور مجیب الرحمٰن صاحب سی ایس پی۔ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی مساعی جمیلہ سے اس اسلامی ادارے کا احیاء ہوا اور انہوں نے اس کے افتتاح کے لئے مجھے مدعو کیا چنانچہ میں بتاریخ ۱۲ جون ۱۹۵۸ء بروز جمعرات ووکنگ سے صبح روانہ ہو کر بوقت چھ بجے شام آکسفورڈ پہنچا۔ مجھے لینے کے لئے ایسوسی ایشن کے نمائندے آگے موجود تھے میرے ساتھ ریل میں بھیا کے کونسل مسٹر سی ہمسفر تھے کیونکہ انہیں بھی مذکورہ تقریب میں شمولیت کرنا تھی ہمیں سیدھا یونیورسٹی کے یونین کلب میں پہنچایا گیا۔ وہاں مسٹر مجیب الرحمٰن خان صدر، قیصر زمان صاحبہ سیکرٹری مسٹر سجاد خزانچی اور دیگر معززین ممبران کمیٹی جن میں مسٹر ابراہیم آف سیرالیون اور چند ایک عراقی اور دیگر عرب ممالک کے طلباء موجود تھے۔ دعوت کا انتظام یونین کلب کے ڈائننگ ہال میں کیا گیا تھا۔ کھانے کے بعد مجھے کالج کے بڑے ہال میں پہنچایا گیا۔ جہاں ممبران سوسائٹی و دیگر انگریز طلباء و طالبات موجود تھے۔ کارروائی جلسہ تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ صدر نے حاضرین سے میرا تعارف کرانے کے بعد مجھے تقریر کے لئے درخواست کی جس پر میں نے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا کی آیات کی تلاوت کے بعد ایسوسی ایشن کے از سرِ نو وجود میں آنے کے متعلق مبارکباد دی اور اسلامی نکتہ نگاہ سے اتحاد اور عالمگیر اخوت کو بیان کیا۔ اسی آیت کے الفاظ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے ضمن میں اس بات پر زور دیا کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اصول اسلام کے ماتحت گذارنے کے حکم کی تعمیل ایک مفید لائحہ عمل ہے جس سے انفرادی بلندی اور قومی ترقی باحسن وجوہ ہوتی ہے اس ضمن میں اسلام کے اصول کے بیان کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ اور میں نے بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا کی آیات تلاوت کر کے بیان کیا کہ اس مذہب کا نام خود اللہ تعالیٰ نے اسلام رکھا اور فرمایا کہ دین کی تکمیل اسلام کے ذریعے ہوئی ہے جو مخلوق کی روحانی جسمانی اخلاقی، اقتصادی دنیاوی اور معاشی ترقی کا نظام ہے۔ پیشوائے دین کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے اس مذہب کا نام نہیں رکھا گیا بلکہ تمام ادیان کو اس جامع نام کے اندر جمع کر دیا گیا۔ اور اس کا خلاصہ یہ بیان کیا گیا کہ قانونِ الٰہی کی تعمیل اور مخلوقِ خداوندی کی ہمدردی ہی تکمیل انسانیت ہے۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھنے کے بعد یا ایہا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر۔ میں نے

بیان کیا کہ مذہب اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک MEGNA CHARTA دیا ہے کہ جس سے عملاً نوع انسانی میں یکسانیت برابری اور ہمسری پیدا ہوگئی۔ اس آیت میں خطاب یا ایھا الناس سے کیا گیا ہے اور ساتھ ہی طریق پیدائش کے متعلق یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہر انسان مرد و زن کے تعلق سے پیدا ہوا ہے اور اس پیدائش کے بعد جو قبائل یا گروہ پیدا ہوئے وہ ان کے نام محض تمیز کی خاطر ہیں نہ کہ امتیاز مدارج کی خاطر بلکہ حکم ہوا مدارج کا علو محض اخلاق حسنہ اور تعمیل احکام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ اصول زریں ہے جس نے نسل، قوم، ملک اور رنگ کے مدارج کا امتیاز عملاً ختم کر دیا۔

لیکچر کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا جس میں ایک سوال یہ ہوا کہ اسلامی نماز عربی کی بجائے اپنی مادری زبان میں کیوں نہ پڑھی جائے۔ اس پر جواباً کہا گیا کہ اسلام کا تخیل جیسا کہ لیکچر میں بیان ہوا ہے یہ ہے کہ دنیا میں انسانوں کے اندر جو تفرقہ امتیازی لسانی یا جغرافیائی اور قومی موجود ہے اس کو ایک عالمگیر رنگ میں رنگا جائے چنانچہ اس الٰہی پروگرام کی تکمیل کے لئے زبان عربی میں آخری کلام الٰہی کا نازل ہونا تھا جس زبان کی وسعت و بلاغت و خوبی از روئے علم مسلم ہے یہ مقدر تھا کہ مشرق و مغرب کی اقوام اسلام کی آغوش میں آجائیں اور یہ اقوام جن کی زبانیں مختلف ہیں ایک مرکز عبادت پر جمع ہوں جو خانہ کعبہ ہے اور صلوٰۃ ایک زبان میں ہو (جو کہ عربی ہے) اگر مسلمانانِ عالم کو اپنی نماز کے لئے ایک زبان کا انتخاب کرنا پڑے تو وہ سوائے عربی کے ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ صلوٰۃ مسنونہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ایک اہم ترین فریضہ ہے اور سورۃ فاتحہ کا ایک ایک لفظ اس قدر وسیع المعانی ہے کہ کسی زبان میں بھی جامع طور پر چند الفاظ میں ترجمہ نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے لئے کئی جملے چاہئیں۔ مثلاً لفظ "حمد" کے معانی وہ تعریف ہے جو فضیلت کی وجہ سے کی جاتی ہے اور ان خوبیوں کی وجہ سے دوسرے کو مسخر کر لیتی ہے اسی طرح لفظ "رب" کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بتدریج نشو و نما دینا یہاں تک کہ وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اسی طرح دیگر الفاظ رحمٰن اور رحیم اپنے اندر وسیع معانی رکھتے ہیں۔ ان قرآنی الفاظ کے پڑھنے سے ایک تعلق باری تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس نے اس کلام سے نوع انسان کو مخاطب کیا اور نوازا ہے۔ صلوٰۃ اسلامی کے عربی الفاظ مختصر جامع اور نہایت بامعنی ہیں، ان کے دہرانے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ کسی دوسری زبان کے الفاظ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ ممنوع نہیں کہ عربی کے الفاظ کے معانی نماز پڑھنے والے کو اپنی مادری زبان میں بھی سیکھنے چاہئیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں خاصکر سوال کنندہ کی قسم کے ذہین لوگوں کے لئے جو شیکسپیئر کا ڈرامہ نوک بہ زبان یاد کر سکتے ہیں۔

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اسلامی نماز اجتماعی رنگ رکھتی ہے جس میں ایک امام کے پیچھے مشرق و مغرب کی اقوام کے افراد یکجا نماز ادا کر سکتے ہیں۔ فرمائیے اگر کسی زبان میں امام نماز پڑھائے جسے تمام سمجھ سکیں اور اسلامی رنگ بھی پیدا ہو ایسی حالت میں کیا نتائج ہوں گے جبکہ مقتدیوں میں چینی، سندھی، پٹھان، انگریز اور ایرانی وغیرہ اپنی اپنی زبان میں نماز پڑھنا شروع کر دیں تو کیا مسجد مچھلی ہٹہ کا منظر پیش نہیں کرے گی۔ باقی رہا دعا۔ نماز کے قیام رکوع اور سجود میں اگر کوئی چاہے تو اپنی زبان میں بھی جناب الٰہی سے امداد طلب کرے۔ اس کے علاوہ متعدد سوالات پوچھے گئے جو بخوف طوالت سے درج نہیں ہو سکتے۔ اجلاس کے بعد بہت سے طلباء میرے ساتھ ہوٹل میں آئے اور دیر تک مصروف گفتگو رہے اور مجھے دوسرے روز کے جلسۂ عام کے لئے جو الجیریا کے متعلق تھا ٹھہرنے کے لئے پرزور استدعا کی۔ چنانچہ دوسری شام ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس کی ابتداء میں نے آیات قرآنی سورۃ الصف کے آخری رکوع سے کی۔ اس کے بعد جلسہ شروع ہوا اور پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر وج وڈ بن نے الجیریا کے مجاہدین کے حق میں ایک مدلل اور پُرجوش تقریر کی بالآخر اجلاس نے الجیریا کی مکمل آزادی کے حق میں ایک ریزولیوشن پاس کیا۔

آپ کا
غلام ربانی

امام ووکنگ کا عزم امریکہ

خانبہادر غلام ربانی خانصاحب امام جامعہ ووکنگ اپنے ایک خط (بنام ابراہیم آدم سچوانی صاحب) میں لکھتے ہیں:

"آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ آپ کی دعاؤں سے چند اور انگریز گذشتہ ماہ اسلامی برادری میں شامل ہوئے ہیں ان کی تعداد آٹھ تک پہنچ چکی ہے میرے آنے کے بعد اب تک تیرہ نفوس داخلِ حلقۂ اسلام ہوئے ہیں دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اس مقدس کام میں جو ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے کامیابی عطا فرمائے۔ میں ورلڈ کانگرس آف فیتھس کونسل آف گریٹ برٹین کے نمائندہ کی حیثیت سے امریکہ کی انٹرنیشنل ایسوسی ایشن فار لبرل کرسچینٹی اینڈ ریلیجس فریڈم کی سولھویں کانگریس میں شمولیت کے لئے آئندہ ۵ اگست ۱۹۵۸ء میں امریکہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔"

یورپین نومسلمین

جنہوں نے ماہ مئی ۵۸ء میں قبولِ اسلام کا اعلان کیا

دوران ماہ مئی ۱۹۵۸ء میں جو لوگ داخل اسلام ہوئے اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

جو احباب ان نومسلموں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں مبارکباد کے خطوط لکھنا چاہیں ان کے لئے ہر نام کے ہمراہ پورا پتہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

1. MRS. Fatima Islam Bornas Margrid Eggers.
   ADDRESS:- SCHOEPPENSTEDT. LOWER SAXONY WEST GERMANY.
2. MR. CYRIL EDWIN CHARLES CAVADINO.
   ADDRESS:- 19. A HILL AVENUE AMERSHAM BUCKS ENGLAND.
3. MR. SMITH SANDY.
   ADDRESS:- NEW JERSEY STATE PRISON FARM RAILWAY. NEW JERSEY.
4. MISS BARBARA ANNETTE MANWERS ALIAS AISHA.
   ADDRESS:- 31 MARTON GROVE HULL YORKS ENGLAND.
5. MISS WENDY ELIZABETH NORISS.
   ADDRESS:- 85, EMSWORTH RD. NORTH END. PORTSMOUTH ENGLAND.
6. MISS MARIE WARD.
   ADDRESS:- 130. CLIDEN ROAD CLAPTON LONDON.
7. MR. WILLIAM LEE JOHNSON.
   ADDRESS:- NO. 36459 LOCK BAY R, RAHWAY. NEW JERSEY. U.S.A.
8. MISS JUNE FREDA WHITE.
   ADDRESS:- 33 Dale Valley Road, SOUTHAMPTON, ENGLAND.

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— ۲۵ جون ۱۹۵۸ء

کیا یہ "قادیانی ریشہ دوانیاں" ہیں یا احمدیہ لٹریچر کا اثر؟

کراچی کے رسالہ "فاران" (بابت مئی ۱۹۵۸ء) میں کسی صاحب محمد زکریا مائل کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کا عنوان ہے "قادیانی ریشہ دوانیاں مصر میں"۔ وہ ریشہ دوانیاں کیا ہیں؟ ان کی تفصیل خود صاحب مضمون کے الفاظ میں پڑھ لیجئے لکھا ہے:-

"مصر میں وزارت تربیت و تعلیم کے زیر اہتمام
ایک محکمہ ادارہ ثقافت عامہ کے نام سے
قائم ہے اس ادارہ نے گزشتہ سال
محمد علی لاہوری احمدی کی ایک انگریزی کتاب
کا عربی ترجمہ الفکر الخوالد للنبی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے نام شائع کیا ہے ادارہ مذکور نے
بڑے لمبے چوڑے دعووں کے ساتھ
ایک ہزار کتابیں شائع کرنے کی سکیم مرتب کی
تھی یہ کتاب اسی سکیم کے تحت اشاعت پذیر
ہوئی ہے"

سنا آپ نے؟ یہ ہیں وہ "قادیانی ریشہ دوانیاں" جو مصر میں کی جا رہی ہیں، مصر کی وزارت تربیت و تعلیم نے حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب Living Thoughts of Prophet Muhammad کا ترجمہ عربی زبان میں شائع کر دیا۔ بس یہ قادیانی ریشہ دوانیاں ہیں؟ جن کو انکشاف کرنے اور وزارت تربیت و تعلیم کے اس فعل کو جرم عظیم ثابت کرنے کے لئے بقول مضمون نگار استاذ محب الدین الخطیب نے ایک مفصل مضمون "التشجیع التالیف الاسلامی و بخوی عن کتاب من الف کتاب" کے عنوان سے مجلہ الازہر فروری ۱۹۵۷ء میں لکھا اور زکریا مائل صاحب نے اس کا ترجمہ "فاران" میں کیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ غور طلب ہے کہ "مصر کی وزارت تربیت و تعلیم" یا ادارہ ثقافت عامہ کے اس فعل کو کہ انہوں نے Living Thoughts of Prophet Muhammad کا ترجمہ عربی میں شائع کیا ہے "قادیانی ریشہ دوانیاں" کس طرح کہا جا سکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ کتاب کے مضامین میں قادیانیت کا کوئی شائبہ تک نہیں، جماعت احمدیہ کو تو اس بات کا بھی علم نہیں کہ مصر کی وزارت تربیت و تعلیم نے ایسی کوئی کتاب شائع بھی کی ہے، نہ اس وزارت میں کسی "قادیانی" کا کوئی دخل ہے نہ ادارہ ثقافت عامہ میں کوئی "قادیانی" شامل ہے تو اس کی اشاعت میں کسی قادیانی کا ہاتھ ہے۔ اور خود کتاب کے اندر بھی کوئی ایسی بات نہیں، جس سے قادیانیت کی بو تک آتی ہو یعنی اس مذہب کی، جو میاں محمود احمد صاحب کا پیدا کردہ ہے، اور جس کو مضمون نگار نے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی طرف بے جا طور پر منسوب کیا ہے جس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے لیکن اس جگہ ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ جس کتاب کی اشاعت کو مضمون نگار نے "قادیانی ریشہ دوانیاں" قرار دیا ہے اس میں تو صرف حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بلند افکار کا ذکر ہے جو انسانیت کو اس کے معراج کمال پر پہنچانے والے ہیں، اگر یہی قادیانیت ہے اور فی الحقیقت صحیح "قادیانیت" جس کا اصل نام "احمدیت" ہے اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ اسلام کی پاکیزہ اور خوشنما تصویر اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند افکار اور پاک نمونہ اس میں پایا جاتا ہے تو فی الواقعہ اس کتاب میں "قادیانیت" ہی بھری ہوئی ہے۔ بقول حضرت مجدد زمان

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

لیکن مضمون نگار کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ "قادیانیت" نہ صرف مصر کی وزارت تربیت و تعلیم اور اس کے ادارہ ثقافت عامہ میں بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے، اور اس کی "ریشہ دوانیاں" نہیں بلکہ تبلیغی سرگرمیاں، ان لوگوں کے دلوں کو ایک حد تک منور کر چکی ہیں اور کرتی چلی جا رہی ہیں، جو علم سائنس سے بہرہ وافر رکھتے ہیں، آج یورپ کے صاحب علم و بصیرت اصحاب کشاں کشاں اسی اسلام کی طرف آ رہے ہیں جس کی تبلیغ جماعت احمدیہ کر رہی ہے اس کو "قادیانی ریشہ دوانیاں" کہو یا کچھ نام رکھو، ایسا ہو رہا ہے اور ہو کر رہے گا ہم پوچھنا چاہتے ہیں اگر اس کا نام "قادیانیت" ہے اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند افکار اور زندہ تعلیم کی اشاعت "قادیانی ریشہ دوانیاں" ہیں تو وہ کونسا اسلام ہے جو مضمون نگار کے نزدیک مصر کی وزارت تربیت و تعلیم یا ادارہ ثقافت عامہ کو پیش کرنا چاہیئے تھا، مضمون نگار کا فرض تھا کہ اصل کتاب میں سے کوئی ایسی بات پیش کرتا جس میں اسلام کے سوائے کچھ اور پایا جاتا ہے جو اس کے نزدیک قادیانیت کا رنگ رکھتا ہے، اسے چاہیئے تھا کہ اس کے مضامین پر تنقید کرتا اور وضاحت کے ساتھ بتاتا کہ اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند تعلیم نہیں بلکہ اسلام کو چھوڑ کر کسی مخصوص "قادیانیت" کی تعلیم دی گئی ہے۔ حیرت ہے کہ اس کا تو کوئی ذکر سارے مضمون میں نہیں اور صرف اتنی بات پر اس کو "قادیانی ریشہ دوانیاں" قرار دیدیا گیا ہے کہ اس کا مصنف (حضرت ..... مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا شاگرد اور جماعت احمدیہ کا ممبر ہے۔ حیرت ہے کہ کتاب کے محاسن پر مضمون نگار کی نظر نہ گئی اور اس کے لکھنے والے کو صرف مرزا صاحب کی شاگردی کی وجہ سے مورد الزام ٹھیرا کر اسے ٹھکرا دیا۔ مضمون نگار کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج دنیا میں اسلام کے متعلق جس لٹریچر کی ضرورت اور مانگ ہے، وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے شاگردان رشید حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہی کا پیدا کردہ ہے اسلام کی وہی تصویر آج دنیا میں مقبول ہو رہی ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش کی اور ان کے شاگردوں نے اس کو دنیا میں پھیلایا، جا کر ان یورپین مصنفین سے جا کر پوچھو، جنہوں نے کھلے طور پر اس کا اعتراف کیا ہے کہ لاہور کے احمدی مبلغین نے اسلام کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اپنے اندر جاذبیت رکھتا اور قلوب کو متاثر کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے معقول پسند انسان کشاں کشاں اسلام کی طرف آ رہے ہیں اور آئے دن اُن کے قبول اسلام کی اطلاعات شائع ہوتی ہیں۔

صرف یورپ ہی نہیں، افریقہ، جاپان، چین اور دوسرے ممالک میں جہاں جہاں احمدی جماعت کا لٹریچر پہنچتا ہے اسلام کا نور دلوں کو منور کرتا چلا جاتا ہے، مصر کی وزارت تربیت و تعلیم نے بھی اسی سے متاثر ہو کر حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب Living Thoughts of Prophet Muhammad کا ترجمہ کر کے الفکر الخوالد للنبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے شائع کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے استاذ محب الدین الخطیب کو یہ بات اس لئے پسند نہیں آئی کہ وزارت مذکور نے اپنی ہزار کتابوں کی سکیم میں استاذ موصوف کی کوئی کتاب شامل نہیں کی اس کا علاج سعدی علیہ الرحمۃ کے تجویز کردہ اس نسخہ کے سوائے اور کیا ہے کہ

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

افسوس ہے کہ مجلۃ الازہر فروری ۱۹۵۷ء جس میں استاذ محب الدین الخطیب کا مضمون ...... شائع ہوا ہے ہمارے سامنے نہیں اور اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ فاران کے مضمون نگار محمد زکریا مائل نے اس کا ترجمہ کرنے میں کہاں تک دیانت سے کام لیا ہے تاہم ہم ان کے پیش کردہ ترجمہ کی بنا پر ان اعتراضات کا جو حضرت مجدد وقت اور آپ کے شاگردان رشید بالخصوص حضرت مولنا محمد علی صاحب پر کئے گئے ہیں آئندہ نمبروں میں مختلف عنوانات کے تحت جائزہ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

خط وکتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (مینیجر)

قربانی اور عید اضحےٰ کے مسائل

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلےٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے۔ نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دُنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے، کوئی عیب نہ ہو، لولا، لنگڑا، کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو۔ خصی ہونے کا کوئی ہرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اونٹ میں دس۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لیکر ۱۲ ر ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے۔

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا، بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ در اصل وہ خدا کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانیہ کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے جب تک یہ تقویٰ کے مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی

۵۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۶۔ عید کے دن باہم ملنا، کھیلنا، کھانا، پینا، خوشی کرنا، منشائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۷۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۸۔ عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں، اور بچوں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں، ایسے موقع پر اشاعت اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنا وقت کا تقاضا ہے۔ پس

ایک روپیہ فی کس "عید فنڈ"

میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے اس کے علاوہ انجمن نے **مساجد فنڈ** کے لئے جو اپیل کی ہوئی ہے، وہ بھی ہر ایک دولت کے مدنظر رہنی چاہیئے۔ جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بیحد ضروری ہے۔

۹۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینا اشاعت اسلام کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دے دینا جائز نہیں۔

قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ

عید اضحےٰ کی مبارک تقریب پر جو دوست قربانیاں دینے کی سعادت حاصل کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں انکی خدمت میں درخواست ہے کہ قربانیوں کی کھالیں یا اُن کی قیمت خزانہ انجمن میں بھیجکر ثواب دارین حاصل کریں، مرکزی دفتر میں حسب معمول مقامی جماعت سے کھالیں جمع کر کے بیچنے کا انتظام کیا جائے گا۔ بیرونی جماعتیں بھی اگر ایسا کر سکیں تو بہت بہتر ہوگا ورنہ فرداً فرداً کھالیں بیچکر ان کی قیمتیں براہ راست یا سکرٹری صاحبان کی وساطت سے خزانہ انجمن میں بھجوا دی جائیں۔

اس کے علاوہ عید کی خوشی میں سب دوست حسب استطاعت عید فنڈ دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اخبار احمدیہ

——حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت پہلے سے بہتر ہے لیکن کمزوری باقی ہے، احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

سانحہ ارتحال

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب، سیکرٹری جماعت احمدیہ راولپنڈی لکھتے ہیں:۔

"نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ نمبردار عبدالکریم صاحب ایک لمبی بیماری کے بعد ۱۴ رجون ۱۹۵۸ء کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم ایک مخلص متدین اور غیرت مند احمدی تھے غالباً ۱۹۱۱ء یا ۱۹۱۲ء میں جب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم راولپنڈی میں تھے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ اس وقت سے لے کر باوجود بے شمار مخالفتوں کے اُن کے پائے ثبات میں کبھی بھی لغزش نہیں آئی، بلکہ اپنے حلقۂ احباب میں ہمیشہ کھلے بندوں احمدیت کی تبلیغ میں کوشاں رہے اور اپنی مقدور بھر سلسلہ کی مالی خدمت بھی کرتے رہے سلسلہ کی کتب اور اخبار سے بہت شغف تھا۔ چنانچہ وفات سے چند روز پہلے مجھے فرمایا کہ گھر والوں نے اُن کے علم میں لائے بغیر "پیغام صلح" کا وی پی۔ واپس کر دیا ہے، لہٰذا میں مرکز میں اخبار کے اجراء کے لئے لکھوں، الغرض بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ مہربانی فرما کر تمام جماعتوں کو نماز جنازہ کی اخبار میں تحریک فرما کر ممنون فرمائیں۔"

پیغام صلح۔ نمبردار عبدالکریم صاحب کی وفات دلی رنج و افسوس کا موجب ہے، ہمیں اس صدمہ میں اُن کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے، تمام جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

دورۂ تبلیغ

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے محترم دوست مولانا عبدالحق صاحب، ودیارتھی پھر تبلیغی دورہ پر نکل کھڑے ہوئے ہیں، آپ گذشتہ ہفتہ ہوائی جہاز پر برما تشریف لے گئے، جہاں سے سنگاپور، انڈونیشیا جزائر فیجی اور دوسرے ممالک سے ہوتے ہوئے امریکہ جانے کا ارادہ ہے۔ یہ تمام سفر مولانا اپنے خرچ پر کر رہے ہیں، دعا ہے اللہ انہیں اس نیک کام میں کامیاب کرے اور بخیر و عافیت واپس لائے۔

والدہ کے لئے دعائے صحت کی درخواست

ہمارے محترم دوست محمد مسعود صدیقی صاحب کی والدہ محترمہ عرصہ چھ ماہ سے بیمار چلی آ رہی ہیں، تمام قسم کے علاج کئے گئے جو بے سود ثابت ہوئے، ہمارے محترم بھائی اس کی وجہ سے بہت پریشان ہیں اور استدعا کرتے ہیں کہ احباب و بزرگان جماعت ان کی والدہ صاحبہ کے لئے ۴۴

۴۴ دلی درد سے دعا فرمائیں، کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

قومی اور مذہبی بغض و تعصب

صبغۃ اللہ کے اختیار کرنے سے دور ہو سکتا ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ نمونہ

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ جون ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عٰبدون .... ولا تسئلون عما کانوا یعملون ——— (البقرہ رکوع ۱۶)

اس رکوع میں قوموں کی دو بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بیماریاں اس وقت بھی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، اور آج بھی یہ بیماریاں اقوام عالم میں موجود ہیں۔ یہ دونوں قسم کی بیماریاں بہت سخت ہیں ایک تو یہ کہ بغض و تعصب کا یہ عالم ہے کہ یہودی کہتا ہے لیست النصٰرٰی علٰی شیءٍ اور عیسائی کہتا ہے لیست الیہود علٰی شیءٍ یعنے دونوں ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ تمہارا دین کوئی حقیقت نہیں رکھتا، تمہارے ہاتھ میں کوئی صداقت ہے ہی نہیں اور اسی آیت میں فرماتا ہے وھم یتلون الکتٰب حالانکہ دونوں ایک کتاب پڑھتے ہیں اور دونوں آسمانی کتاب کو رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو بے دین کہتے ہیں۔ پھر اسی آیت میں فرمایا ہے ام تقولون ان ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط کانوا ھودًا او نصٰرٰی یہودی کہتے ہیں کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولادیں سب یہودی تھے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ سب عیسائی تھے اور یہ دونوں قومیں اپنے انبیاء پر فخر کرتے ہیں اور اس بناء پر اپنے تئیں نجات کے مستحق سمجھتے ہیں اور اسلام قبول کرنا غیر ضروری سمجھتے اور کہتے ہیں کہ سب سے اول ہم ہیں، ہمارا قبلہ تمام انبیاء کا قبلہ ہے اور یہی سب سے افضل ہے کس قدر خطرناک قومی اور مذہبی تعصب ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح عرب میں خطرناک بت پرستی تھی، قبیلہ، قبیلے کا دشمن تھا، ہر قبیلہ کا فرد مرتے وقت وصیت کرتا تھا کہ اس کا یا قبیلے کے فلاں رکن کے خون کا بدلہ لیا جائے اور اسی میں سالہا سال لڑائیاں ان میں رہتیں، بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دشمنی نہایت سخت قسم کی دشمنی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ تمام مشکلات اور قومی اور قبائلی تعصبات تھے، مدینہ میں جب آپؐ تشریف لائے تو وہاں اور بھی زیادہ خطرناک حالت تھی اوس اور خزرج کی دشمنی بہت دیرینہ تھی، ان کی حلیف قومیں بنو قریظہ اور بنو نضیر میں انتہا درجے کی دشمنی اور رقابت تھی۔ علاوہ ازیں یثرب کے یہودی بہت

[illegible]

بڑی طاقت ...... کے مالک ہونے کے علاوہ نہایت درجے کے متعصب واقع ہوئے تھے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس سے بہتر کوئی رنگ نہیں، اللہ کا رنگ یہی ہے کہ اس کی ربانیت کا فیض تمام قوموں کو پہنچتا ہے آپ نے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سکھائی، یعنے سیدھے رستہ کی دکھائیں میں راہنمائی کر۔ اللہ کی تعلیم ہے اور ان کے فیوض کے حاصل کرنے کے لئے دعا ہے جس میں تعصب یا افراط و تفریط کا دخل نہیں، توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی، اسلام کا خلاصہ اور لب لباب ہے عیسائی کے نزدیک بپتسمہ لئے بغیر کوئی نجات نہیں اور جو کفارہ کو نہیں مانتا وہ دائرہ درگاہ الٰہی سے۔ یہی حال دوسری قوموں کا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، کہ خدائی رنگ اختیار کرو، اور تمام مخلوق کو ایک خدائی مخلوق سمجھو، اور جس طرح اللہ تعالےٰ سب کی پرورش کے سامان مہیا فرماتا ہے، تم بھی سب کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔

یہ خدائی رنگ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چڑھایا اور قوم کو حکم دیا کہ اس رنگ کو اختیار کریں، آپ نے فرمایا کہ جو شخص مخلوق الٰہی کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہے وہی خدا کو پیارا ہے اور جس کی ذات سے دنیا کو کم سے کم نقصان ہو وہی سب سے بہتر ہے، فرمایا اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم تم اللہ کے بارہ میں ہم سے جھگڑتے ہو کہ وہ یہودیوں کا رب ہے یا نصرانیوں کا رب ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اس طرح وہ سب کی ربوبیت کرتا ہے صرف جسمانی ہی نہیں روحانی ربوبیت بھی وہی کرتا ہے۔ وہ ہماری سب کی ربوبیت کرتا ہے، سب کو استعدادیں اور صلاحیتیں بخشتا ہے اور سب کے اعمال کو بار آور کرتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ کو مخاطب کرکے فرمایا یا بنی ہاشم یاتینی الناس

جائیں گے اور تم قرابت نسب پر فخر کرتے رہ جاؤ گے جو مفید نہ ثابت ہوگا۔ آپ نے اپنی قوم سے کہا یاد رکھو خدا کے ہاں میرا واسطہ دینے سے تمہارا چھٹکارا نہیں ہو سکتا، تمہارے اعمال ہی تمہارے کام آ سکتے ہیں۔ اپنی بیٹی سے آپ نے کہا اے فاطمہ میرے کلیجہ کے ٹکڑے اپنے اعمال سے اس کو پیچھے رکھا کوئی نسب اس کے کام نہیں آ سکتا، حجۃ الوداع کے موقع پر سارے مسلمانوں کو آپ نے نصیحت کی کہ کسی کا عربی یا عجمی ہونا خدا کے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا الا بتقوے اللہ، صرف خدا ترسی اور احکام الٰہی کی تعمیل ہی خدا کے ہاں فضیلت کا موجب ہو سکتی ہے، یہ تعلیم مفید ثابت ہوئی اور سارا عرب متحد ہو گیا آج ہمارے پاکستان کو اسی تعلیم حقہ پر چلنے کی سخت ضرورت ہے۔ خود لاہور میں پنجابی اور پٹھان میں کشمکش ہے۔ پنجابی اور ہندوستانی میں تنازع ہے پنجابی اور سندھی کے درمیان جھگڑا ہے۔ پنجابی اور بنگالی کے باہمی اختلافات ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ سب مسلمان ہیں لیکن ان میں اتحاد پیدا کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قوموں کے درمیان اتحاد پیدا کرنا اور ان کو حقیقی اخوت کی لڑی میں منسلک کر دینا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت عظیم الشان معجزہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کس قدر بلند تھے۔ ابو سفیان بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آپ پر چڑھائی کرتا رہا، فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گیا، حضورؐ نے اعلان کیا جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان دی گئی۔ خانہ کعبہ کی چابیاں آپؐ نے منگوا بھیجیں، عثمان ابن طلحہ کے پاس چابیاں تھیں اس نے دینے سے انکار کیا کہ یہ ہمارے خاندان کی تولیت میں چلی آتی ہیں، حضرت علیؓ نے زبردستی چابیاں چھین لیں، حضرت پر آیت اتری ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الٰی اھلھا اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی کے پاس لوٹا دی جائیں جو اس کے اہل ہیں، آپؐ نے چابیاں واپس کر دیں۔

ام ہانی حضرت کی چچا زاد بہن تھیں، جو مکہ ہی میں رہتی تھیں، فتح مکہ کے دن دو کافروں نے ان کے ہاں پناہ لی، حضرت علی کو معلوم ہوا تو وہاں گئے اور کہا کہ ہم ان کو قتل کریں گے ام ہانی نے کہا کہ وہ میری پناہ میں ہیں، تم انہیں ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ معاملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ نے فرمایا جو شخص ام ہانی کی پناہ میں آ گیا وہ ہماری پناہ میں آ گیا۔ دنیا کی قوموں کا قاعدہ ہے کہ فتح کے دن عیش و عشرت کرتے، شرابیں پیتے اور ہر قسم کی بدکاریاں کرتے ہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی فتح پا کر عبادت کرتے ہیں رات بھر تکبیر کے نعرے لگاتے ہیں رات بھر لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح بلند کرتے ہیں، رات بھر تحمید گاتے ہیں۔ اس قسم کے ذکر اور عبادت نے ایک ایک کو ہلا دیا اور عادی کے دلوں کو بھی ہلا دیا، وہ اس انقلاب سے بے حد متاثر ہوتے۔ بلالؓ ایک حبشی

کو آپ حکم دیتے ہیں کہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ اس نظارہ سے بڑے بڑے سرداروں پر حیرانی چھا گئی کہ وہ کالا کلوٹا غلام جو ہمارے نزدیک نہایت ذلیل و حقیر تھا آج اس بے مثل عزت کا مالک ہے کہ تو دہم اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صبغۃ اللہ کو اختیار کرنے کی تلقین کی، اپنے عمل سے اس کا نمونہ دکھایا اور آپ کی امت میں اولیا اور ابدال اور اقطاب ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس صبغۃ اللہ کا نمونہ پیش کرتے رہے۔ ان میں سے ایک کو ہم نے بھی دیکھا ہے، حضرت مرزا صاحب کے اخلاق اور برکات کو دیکھ کر قادیان اور گرد و نواح کے رہنے والے ہندو اور سکھ اور سب سے بڑھ کر مسلمان آپ کے گرویدہ تھے، حضرت مرزا صاحب کی وجہ سے قادیان میں ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا کہ گویا فرشتے اس جگہ بسنے لگے، قوم کی قوم پنجگانہ نمازوں کے علاوہ تہجد کی پابند ہو گئی تھی، قرآن کی عاشق ہو گئی، آج اخباروں میں ہم پڑھتے ہیں کہ فلاں لیڈر کے پاس بیٹھنے والے اس کی اندرونی زندگی کو دیکھ کر بیزار ہو گئے۔ لیکن حضرت مسیح موعود ایسی عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے کہ جس کے پاس بیٹھنے والے اس کے اعمال و افعال اور کیرکٹر کو دیکھ کر فدا ہوتے چلے گئے، اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی بن گئے، جب تک اپنی زندگی پاکیزہ نہ ہو ماحول اچھا نہیں ہو سکتا، حضرت مرزا صاحب کے حسن اخلاق اور پاکیزہ کیرکٹر کی مثالیں بہت ہیں، ایک دفعہ کسی نے شکایت کی کہ مہمان خانہ کا باورچی آٹا پکانے میں پوری احتیاط سے کام نہیں لیتا ہے۔ فرمایا دیکھتے نہیں ہر روٹی کے لئے دو مرتبہ اس کو جہنم میں غوطہ لگانا پڑتا ہے اس سے درگذر کرنا واجب ہے، ایک دفعہ کسی عورت نے گھر سے چاول چرا لئے، سب طرف سے لعن طعن ہونے لگی، حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا اس بیچاری کو کیوں لعن طعن کرتے ہو، ضرورت مند ہے کچھ اور دیدو، مجرم تو ہم ہیں جنہوں نے اس کی ضروریات کا خیال نہ کیا۔ اس بڑھیا کو مخاطب کر کے کہا جتنے چاول چاہو اور لے لو،

ایک دفعہ مجلس میں کسی نے کہا کہ آپ اپنی اہلیہ کو ڈانٹتے کیوں نہیں، کہ وہ آپ کی ضروریات اور کھانے پینے کا خیال رکھے، فرمایا ہمارا تو یہ حال ہے کہ ایک دفعہ کسی بات پر بیوی کو معمولی طور پر جھڑکا جس کے بعد بہت استغفار کیا، کہ یہ بلندی اخلاق کا تقاضا نہیں، ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق کے اظہار سے بلند رہنا چاہیئے، پھر دوستوں کا اکرام اس قدر تھا کہ کوئی پیر مریدوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کر سکتا، مرزا یعقوب بیگ صاحب کے بھائی مرزا ایوب بیگ بیمار ہو گئے، ایک دوست کو ان کی عیادت کے لئے ..... بھیجا اور اس کے ہاتھ اُن کے لئے ایک رقم بھجوائی کہ اس کو اپنے علاج پر صرف کریں۔ اس کو کہتے ہیں صبغۃ اللہ کیا کوئی پیر مرید کے ساتھ ایسا برتاؤ کر سکتا ہے؟ مولانا عبدالکریم صاحب ایک دفعہ یکہ سے گر گئے۔ حضرت کو خبر ملی تو اس قدر رنج کیا کہ جس کی انتہا نہیں۔ فرمایا ہماری کمر ٹوٹ گئی۔

ان باتوں میں ہمارے لئے سبق ہے کہ خدائی صفات اپنے اندر لیں یہ مقام ہے جس پر پہنچکر اولیاء اور ابدال اور اقطاب بنتے ہیں، یہ لوگ دنیا کے ہر خطہ میں پیدا ہوتے اور ایک دنیا کو اس صبغۃ اللہ سے رنگ دیا۔ میرے پاس آسٹریا سے لوگ آئے، جنہوں نے بتایا کہ اس ملک میں بھی ایک ولی اللہ مدفون ہیں جن کی برکات زبان زد ہیں اور لوگ اُن کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، سپین میں حضرت محی الدین ابن عربی جیسے صوفی اور حقدار رسیدہ پیدا ہوئے جن کے علوم اور عرفان سے بے شمار مخلوق کو فائدہ حاصل ہوا انہوں نے لکھا ہے کہ ایک جگہ اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ حضرت ابراہیم پر آگ کیسے ٹھنڈی ہو گئی میں نے کہا وہ تو ابراہیم تھے، میں بھی اس بات کے لئے تیار ہوں کہ آگ میں مجھے پھینکو اور وہ ٹھنڈی ہو جائے گی۔

غرض جس وطن میں اسلام گیا، وہاں صبغۃ اللہ کا رنگ پیدا ہو گیا اور وہ رنگ اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ قومی اور مذہبی بغض و تعصب دلوں سے نکل گیا۔ اور سب کو ایک انسانی برادری سمجھا جانے لگا، یہ ہے صبغۃ اللہ کا رنگ جو ہم سب کو اپنے اندر لینا چاہیئے۔ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد :-

تخلقوا باخلاق اللہ

پیش نظر رہنا چاہیئے۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ر جولائی ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے، اگر ۵ر جولائی ۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ر جولائی ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو اُن کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے بٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔ (مینیجر)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۲۰	۶	۳۷۷	۶
۳۹	۲۴	۳۸۴	۶
۵۱	۶	۴۱۵	۶
۵۵	۶	۴۴۰	۶
۷۵	۶	۴۴۳	۳
۸۲	۶	۴۴۶	۱۸
۹۵	۶	۴۹۱	۶
۹۶	۶	۴۶۰	۶
۱۰۶	۶	۶۲۲	۶
۱۲۲	۶	۶۳۰	۶
۱۳۷	۶	۶۳۳	۱۲
۱۴۰	۶	۶۳۵	۶
۱۶۲	۱۲	۶۴۹	۶
۱۶۹	۶	۷۰۴	۶
۱۷۱	۶	۷۰۶	۶
۲۰۱	۶	۷۴۷	۶
۲۰۶	۶	۹۶۴	۶
۲۲۰	۶	۹۸۷	۶
۲۳۰	۱۸	۹۹۵	۶
۲۵۰	۶	۹۹۹	۶
۲۷۵	۶	۱۰۰۷	۳
۲۹۹	۶	۱۰۱۱	۶
۳۳۷	۶	۱۰۲۵	۶
۳۵۳	۶	۱۰۴۰	۳
۳۶۵	۶	۱۰۴۳	۶
۳۷۰	۶	۱۰۴۹	۶
۳۷۵	۶		

ضرورت رشتہ

جماعت کے ایک معزز دوست لکھتے ہیں :-

"میرے ایک دوست ہیں۔ جو کہ اپنے آبائی وطن یو پی ہندوستان سے پاکستان آ چکے ہیں ملٹری میں پلٹن میں وہ میجر کے عہدہ پر ہیں۔ اس وقت مستقل ملازمت میں ایک ہزار روپیہ کے قریب وہ تنخواہ لے رہے ہیں اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال کے قریب ہے۔ گریجوایٹ ہیں اور پلٹن میں ابھی با عزت ملازمت پر ہیں اب تک وہ غیر شادی شدہ ہیں صحت ماشاء اللہ اچھی ہے شکل و صورت سے خوبصورت ہیں اور تندرست ہیں، اخلاق کے لحاظ سے میں تصدیق کرتا ہوں کہ وہ شریف اور نیک ہیں احمدی نہیں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کسی شریف گھرانے میں کسی لیڈی ڈاکٹر سے جو ایم بی بی ایس پاس ہوں، شادی کریں، لڑکی خوبصورت و رنگ اور صحت کے لحاظ سے اچھی ہو، اگر اپنی جماعت میں سے کسی بزرگ کو یہ رشتہ منظور ہو اور وہ کرنا چاہیں، تو ایڈیٹر پیغام صلح کی معرفت خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

میرے خیال میں اگر اپنی جماعت سے کوئی لڑکی ایم بی بی ...

"عیسائیوں کا پیغامی گروہ ۔ فرقہ عنانیہ"

مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری کا ایک دلچسپ انکشاف

شیخ محمد طفیل صاحب ۔ ایمسٹرڈم (ھالینڈ)

مندرجہ بالا عنوان سے الفضل ربوہ مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۵۸ء (جلد ۴۷/۱۲ نمبر ۲۴) میں مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو پڑھکر میں نے ایک خط مولانا صاحب کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ تین چار ماہ ہونے کو آئے ہیں لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اس خط کی نقل قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کے لئے درج ذیل ہے۔ مولوی صاحب کے مضمون کے اقتباسات ذرا تفصیل سے درج کئے گئے ہیں، خط کا باقی مضمون وہی ہے۔ آخری نوٹ کا اضافہ اب کیا گیا ہے۔

امسٹرڈم ہالینڈ مارچ ۱۹۵۸ء

مکرمی و محترمی ۔ جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

روزنامہ الفضل مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۵۸ء میں آپ کا ایک دلچسپ مضمون "عیسائیوں کا پیغامی گروہ فرقہ عنانیہ" کے عنوان سے زیر مطالعہ آیا۔ آپ نے اس امر پر بڑا زور دیا ہے کہ :۔

"یہ بات یقیناً عجیب ہے کہ کچھ لوگ ایک صادق اور راستباز انسان پر ایمان لانے کے باوجود اس کے اصل دعوے اور اصل مقام کا انکار کر دیں اور اپنی تاویلوں اور ہوائے نفس سے اس مدعی کی نبوت اور رسالت کو محض ولایت اور محدثیت قرار دیں یقیناً یہ بات عجیب ہے مگر واقعہ یہی ہے کہ ایسا ہوتا آیا ہے اور عجیب تر یہ ہے کہ مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں اس پہلو سے بھی عجیب مشابہت پائی جاتی ہے یہ تو سب کو مسلم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں میں غلو کرنے والے پیدا ہو گئے تھے ۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے ظہیرالدین اروپی وغیرہ لوگوں نے آپ کے بارہ میں غلو کیا .... اس واقعہ کے باوجود یہ سوال باقی تھا کہ مسیح محمدی کی طرف منسوب ہونے والوں میں ۱۹۱۴ء میں غیر مبائعین یا پیغامی گروہ پیدا ہو گیا تھا .... کیا کبھی ایسا ہوا کہ کسی صادق مدعی نبوت کے اتباع میں سے ایک گروہ اس کے مدعی نبوت ہونے کا ہی منکر ہو جائے ۔

یہ سوال واقعی قابل توجہ تھا ۔

"اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا ہوتا رہا ... ہے ۔ اور مسیح ناصری علیہ السلام کے ماننے والوں میں ایک گروہ ایسا ہوا ہے جو یہ کہتا تھا کہ یہ مسیح بزرگ ہے ۔ نیک ہے ۔ محدث ہے ولی ہے ۔ مگر نبی اور رسول نہیں"

آپ فرماتے ہیں کہ یہ پوزیشن

"حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بعد ان کے ماننے والوں میں سے فرقہ عنانیہ کے لوگوں نے اختیار کی تھی"

اور اپنے مضمون کے آخر میں آپ نے لکھا ہے :۔

"انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ محض تورات کے احکام کو قائم کرنے آئے تھے صاحب شریعت نہیں تھے اس لئے آپ نبی نہیں تھے اور آپ نے کبھی نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ غیر مبائعین نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے"

فرقہ عنانیہ کے متعلق آپ نے حضرت امام فخرالدین رازی کا ذیل کا حوالہ پیش کیا ہے ۔

"فرقہ عنانیہ یہ عنان بن داؤد کے پیرو ہیں حضرت عیسےٰ کے متعلق برے کلمات نہیں کہتے ۔ بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اگرچہ نبی نہ تھے مگر اولیاء اللہ میں سے تھے اور اس لئے آئے تھے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کی وضاحت کریں"

(کتاب اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین ص ۸۳ مطبوعہ مصر)

اس حوالہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عنان بن داؤد کے پیرو ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیا جو لوگ حضرت عیسےٰ کے متعلق "برے کلمات" نہ کہیں انہیں عیسائیوں کا فرقہ سمجھ لینا چاہیئے یا جو لوگ بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق برے کلمات استعمال نہ کریں ..... انہیں احمدیوں کی جماعت میں شمار کر لینا چاہیئے؟

دوسرا طویل حوالہ آپ نے امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی کی مشہور کتاب الملل والنحل سے درج کیا ہے ۔ اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ

یہ لوگ عنان بن داؤد کی طرف منسوب ہیں یہ باقی یہود سے سبت اور عیدوں کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں ۔

ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہ کیا تھا ۔

آخری فقرہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرقہ عنانیہ کے نام لیواؤں میں بھی اختلاف تھا ۔ نیز اس فقرہ سے بھی کہ :۔

یہ باقی یہود سے سبت .... کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں"

ظاہر ہے کہ یہ یہودی لوگ تھے نہ کہ عیسائی ۔

روح المعانی جلد اول کا آپ نے ذکر تو کیا ہے لیکن حوالہ کوئی نہیں دیا ۔ بہرحال جو حوالہ جات آپ نے درج فرمائے ہیں اُن میں کہیں بھی ذکر نہیں کیا کہ یہ عیسائیوں کا فرقہ تھا ۔ بلکہ ان کے یہودی ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ۔ اگر یہ بات درست ہے تو آپ کا سارا استدلال غلط ثابت ہوتا ہے ۔ مناسب خیال فرمائیں تو الفضل ہی میں اس کا جواب شائع کرا دیں ۔ والسلام

مخلص ۔ محمد طفیل

نوٹ :۔ اس سلسلہ میں دو بنیادی سوال اور ہیں ۔ کیا فرقہ عنانیہ کے لوگ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں؟ ۔ عنان بن داؤد جن کی طرف یہ فرقہ منسوب ہے کس زمانہ میں پیدا ہوئے تھے ؟ اگر مولوی صاحب مکرم صرف ان دو سوالات پر غور فرمائیں گے تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ انہوں نے اپنے مضمون میں "ہمالیہ جتنی بڑی غلطی" کا ارتکاب کیا ہے ۔

فرقہ عنانیہ کے متعلق ایک مختصر نوٹ میں انشاءاللہ بعد میں تحریر کروں گا ۔

آپ کے خطوط

نماز کی زبان

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ سلام مسنون

پاکستان ٹائمز کی ۸ رمئی کی اشاعت میں ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں نماز کی زبان کے متعلق بحث کرتے ہوئے مراسلہ نگار نے قرآنی الفاظ کو اردو میں لے آنے کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ مراسلہ نگار کے زمان کے مطابق میں اسے کسی فتوے کا مستحق تو نہیں سمجھتا لیکن یہ ضرور ہے کہ اس نے عیسائیت کی طرف سے اسلام پر اس حملے کا جواب دینے سے زیادہ خود اسی کی پناہ گاہ میں سر چھپایا ہے جو ہر حیلے بہانے سے اسلام کو نیچا دکھانے کی کوشش میں برسر پیکار ہیں۔

آج ہم ایک ایسے افسوسناک دور میں داخل ہو چکے ہیں جبکہ بالشت بھر ڈاڑھی اور ایک دوسرے کی تکفیر تولیت کا معیار ہے۔ ہماری مساجد کے بیشتر امام ہر قسم کی ڈگری کی "آلائشوں" سے پاک و صاف نظر آتے ہیں۔ وہ عربی تو کیا اردو کی درسی کتب سے بھی بے بہرہ ہیں۔ ساری عمر مذہب سے لاعلم رہتے ہیں اور مسجد میں پہنچتے ہی تم بد نصیبوں کی امامت کا شرف حاصل کر لیتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ بہتر طریق پر دوسرے مولویوں پر کیچڑ اچھال سکتے ہیں یا پارٹی بازی میں کامیابی سے حصہ لے سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو صرف وہی شخص امام اور مولوی کہلانے کا مستحق ٹھہرتا ہے جو بقول کسے "مرزائیوں پر خدا کا قہر بن کر پڑتا ہو"۔

ان حالات میں اگر نئی روشنی کے نوجوان عربی کی جگہ اردو کو لیکر مذہب کو سمجھنا چاہیں، تو آخر وہ کیا کریں۔ اسلام کی کرن جب "نام نہاد مولویوں" کے انبار میں نہ ملے تو کیا وہ خود بھی بیکار ہو کر بیٹھ رہیں۔ عیسائیت کے طوفان سے بچاؤ تو شاید ہو ہی جاتا۔ اب یہ ہمارے اپنے "بھیدی" یہ ملاں طبقہ نت نئی صورتوں میں دنیا کے سامنے آ رہا ہے۔ اور آج یہ آفت بڑھتے بڑھتے ہماری شہ رگ تک پہنچنے لگی ہے۔ پولیس باہر کھڑی ہو تو مسجد میں نماز ہو پاتی ہے۔ شاید بغدادی دور پھر لوٹ آیا ہے۔ کہ یہ حیا نگاہیں دھڑے بندیوں کا شکار ہونے لگی ہیں۔ پنڈی۔ کراچی وغیرہ کی خبروں کو سامنے رکھئے لوگوں کو نظر آ جائے گا کہ امن کی جگہوں کو الیکشن کے اکھاڑے بنتے دیر نہیں لگتی۔ آنے والا وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے:۔

"اسلام کا سورج مشرق میں غروب ہونے کو ہے۔ آؤ اس درخشاں آسمان کی تاریکی سے وہ مشعلیں اٹھائیں جو بجھنے کے لئے وقت کا انتظار کر رہی ہیں ایسا نہ ہو "آسمان تلے یہ بدترین مخلوق" اپنے ہاتھ سے مغرب میں یہ روشنی پہنچانے کا آخری موقعہ بھی ہاتھ سے گنوا دے"۔

جہاں تک مکتوب کے جواب کا تعلق ہے۔ میں صرف مراسلہ نگار سے اپنے اختلاف کا اظہار کر سکتا ہوں۔ جس حد تک میں سمجھ سکا ہوں، زبان کی اس تبدیلی سے ہم اس پس منظر کو فراموش کر دیں گے جو ہمیشہ حقائق کو سمجھنے میں ممد ہوا کرتا ہے۔ ہم اخوت اسلامی میں تفرقہ اندازی کا بیج بو دیں گے اور اسلام کی حیثیت کو زبانی تعصبات کی لپیٹ میں دیکر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ اس تبدیلی سے بائبل کی طرح نعوذ باللہ قرآن کے مختلف نسخوں کی تعداد انگلیوں پر شمار نہ ہو سکے گی۔ ....

بہرحال یہ مناسب ہوگا کہ آپ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دیں اور اپنے بیش قیمت تبصرہ سے مستفید فرمائیں۔

والسلام۔ خالدی

پیغام صلح:۔ نماز کو اردو یا کسی اور زبان میں پڑھنے سے جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان کو ان کالموں میں قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے اور اس فتنہ کے خلاف ہر طبقہ و فرقہ نے آواز اٹھائی ہے اس پر مزید کچھ لکھنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی، مولویوں کی اکھاڑہ بندی بے شک قابل افسوس ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ نماز کی زبان بدلنے کا فتنہ اس اکھاڑہ بندی کا نتیجہ ہے۔

ایک تبلیغی دعوت

مکرم ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں قاضی احمد کے ڈیولپمنٹ ایریا کو دیکھنے کے لئے گورنمنٹ آف پاکستان منسٹری آف ڈیولپمنٹ نے اگریکلچرل سٹوڈنٹس کی ایک پارٹی بھیجی ہے جو یہاں کے مالی حالات۔ مجلسی حالات اور زراعتی حالت کا جائزہ لے رہی ہے۔ اس پارٹی کو مقامی جماعت کی طرف سے مقامی دو دوستوں حاجی محمد یعقوب و مستری فضل حسین خاں نے جناب محمد زمان خاں صدر مقامی جماعت کے ساتھ مل کر اتوار مورخہ ۸ رجون کو کاٹن فیکٹری قاضی احمد میں دعوت طعام دی۔

معزز مہمان تقریباً ۷ بجے تشریف لائے تو خان صاحب محمد زمان خان نے تلاوت قرآن مجید کے بعد مختصر تقریر فرمائی۔ جس میں جملہ اسلامی مسائل کمیونزم توحید۔ عیسائیت اور مختلف مذاہب پر تبصرہ فرمایا دوران تقریر میں مختلف اعتراضات سامعین کی طرف سے کئے گئے جن کا جواب صدر صاحب نے ان کو مفصل دیا۔ بعد ازاں کھانا کھلایا گیا۔

کھانا کھانے کے بعد ہمارے معزز دوست مستری فضل حسین صاحب نے جو اپنے اندر تبلیغ اسلام کا جوش رکھتے ہیں۔ کھڑے ہو کر حاضرین کو صاف الفاظ میں کہا کہ ہماری تحریک یا جماعت کوئی خاص فرقہ بندی نہیں کرنا چاہتی یہ صرف تبلیغ اسلام کی ایک جماعت ہے۔ جس کا صدر مقام لاہور میں ہے۔ اور دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے اور مختلف قسم کے لوگوں کو داخل اسلام کرتی ہے تقریباً ۱۱ بجے رات یہ پر رونق مجلس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

خاکسار سکرٹری جماعت احمدیہ

قاضی احمد۔ ضلع نواب شاہ۔ سندھ

تبلیغ دین کیلئے ایک خاتون کی پیشکش

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ تسلیم

میں آپ کے اخبار پیغام صلح کا کمیشہ مطالعہ کرتی ہوں اور یہ جان کر ایک اطمینان اور خوشی ہوتی ہے کہ پیغام صلح اسلام کی سچی اور بے لوث خدمت کرتا ہے دنیا میں احمدیہ جماعت ہی ایک مشن ہے جو حیرت سگالی کا درس دیتا ہے اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہے۔ مجھے بھی احمدیہ مشن میں تبلیغ کرنے کا شوق ہے اگر آپ کو کسی ایسی عورت کی ضرورت ہو جو اسلام کی تبلیغ کر سکے تو اس میں میرا نام بھی شامل کر لیجئے میں خدمت کو تیار ہوں خواہ مجھے کتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے۔ کیا میں امید کروں کہ آپ اپنے مشن میں مجھے کوئی جگہ دیں گے۔ امید ہے آپ جواب سے آگاہ کریں گے۔ اگر آپ مجھے غیر ملک میں بھیجنا چاہیں تو بھی تیار ہوں مگر اس کا خرچ مشن کو برداشت کرنا پڑے گا میں ایک غریب لڑکی ہوں مجھے خدمت خلق اور اسلام کی تبلیغ کا بے حد شوق ہے کاش آپ میری آرزو پوری کر دیں، میں زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوں گھریلو تعلیم ہے میرے خط کو اگر ممکن ہو تو اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیں تاکہ ہر گھر میں لوگوں کو اسلام سے محبت پیدا ہو۔ فقط بشریٰ

بشریٰ صمد صدر اسٹیل ہاؤس محلہ معروف گنج گیا

بھارت۔ بہار گیا

مولانا یعقوب خانصاحب کے مضامین

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیغام صلح میں حضرت مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے علمی مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ آپ کے اخبار کے ذریعہ جملہ ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام خصوصاً مجلس معتمدین کے ممبران سے درخواست ہے کہ ان مضامین کو یکجا طور پر کتابی صورت میں شائع کر کے قادیانی نوجوانوں میں وسیع پیمانہ پر تقسیم کرنے کا ایک وسیع منصوبہ تیار کریں۔ کیونکہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی تنظیم اب آخری سانس لے رہی ہے۔ اور چند دنوں کی مہمان ہے نیز ربوہ کی پیدائشی نوجوان ان دنوں تذبذب کی حالت میں ہیں۔ اس لئے "خطاب به اہل ربوہ" اور جماعت قادیان کے لئے "تحفہ ذکریہ" کی وسیع پیمانہ پر تقسیم کی اشد ضرورت ہے۔

فقط والسلام

خاکسار (چوہدری) صلاح الدین ناصر پرائیویٹ سیکرٹری۔ احمدیہ...

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری پر اتمام حجت

از قمر سامانوی

(۲)

جناب میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو ایسی بھول بھلیوں میں ڈالا ہے جس سے وہ غریب نکل ہی نہیں سکتے حاشیہ بردار حاملان تخت خلافت آپ کے منہ سے نکلی ہوئی سراپا خلاف واقعہ بات کو بھی صحیح ثابت کرنے کے لئے اس قدر شور مچاتے اور دلائل لاطائل کے جال بنتے ہیں کہ جس سے عام مریدوں کا نکلنا سخت مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ نشان نمائی پر آپ اپنی تقریر لاہور مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء میں فرماتے ہیں:—

"پنڈت لیکھرام منشی اندرمن مرادآبادی اور قادیان کے ہندو تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے متعلق یہ دعوےٰ کہ اس کا خدا دنیا کو نشان دکھانے کی طاقت رکھتا ہے ایک جھوٹا اور بے بنیاد دعوےٰ ہے اگر اس دعوےٰ میں کوئی حقیقت ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے"

ان الفاظ سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ان سب پر اتمام حجت نہیں ہوا اور پھر ان پر نشان نمائی صرف آپ کی پیدائش سے ہوئی۔ جناب میاں صاحب کا مقصد اس قسم کی باتوں سے صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنی پوزیشن کو نہایت عمدہ صورت میں پیش کرکے لوگوں کو مرعوب کیا جائے خواہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آپ کے وقار کو کسی قدر بھی دھکا لگے اس کی پرواہ نہ آپ کو ہے اور نہ آپ کے مخلصین کو دنیا جانتی ہے کہ اندرمن مرادآبادی پر آپ نے میاں صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے ہی اس طریق پر اتمام حجت کیا کہ اس کو بھاگ کر جان چھڑانی پڑی اس کے مطالبہ پر مبلغ چوبیس سو روپیہ نقد آپ نے لاہور بھیجا وہ اس سے پہلے فرار کرکے فرید کوٹ چلا گیا حضور نے پھر اسکو لکھا کہ:—

"اگر آپ طالب صادق ہیں تو آپ کو آپ کے پرمیشور کی قسم دی جاتی ہے کہ آپ ہمارے مقابلہ سے ذرہ کوتاہی نہ کریں آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہریں اور اس عرصہ میں جو کچھ خوارق عقلی طور پر آپ کے دل پر دامنگیر ہوں وہ بھی تحریری طور پر رفع کراتے جائیں پھر اگر ہم مغلوب رہے تو پھر کس قدر فتح کی بات ہے کہ آپ کو

جو چوبیس سو روپیہ نقد مل جائے گا اور اپنی قوم میں بڑی نیک نامی حاصل کریں گے لیکن اگر آپ ہی مغلوب ہو گئے تو آپ کو اسی وقت دین میں مشرف باسلام ہونا پڑے گا"

پھر فرمایا:—

"ہمیں امید نہیں کہ آپ آئیں کیونکہ حقانیت اسلام کا آپ کے دل پر بڑا سخت رعب ہے اور اگر آپ آ گئے تو خدا تعالیٰ آپ کو مغلوب اور رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد اور اپنے بندہ کی سچائی ظاہر کرے گا۔"

پھر آپ سراج منیر صفحہ ۱۲ پر تحریر فراتے ہیں:—

"اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا"

ان سب حالات کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اندرمن پر نشان نمائی اور حجت پوری نہیں ہوئی جب تک کہ میں پیدا نہ ہوا یا یہ کہ میری پیدائش سے ہی اس پر نشان نمائی ہوئی وہ واقعات کے خلاف کہتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہتک اور آپ پر ظلم عظیم کرتا ہے۔

لیکھرام پشاوری

کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو چاہو پیشگوئی کر دو"

(سراج منیر صفحہ ۱۲)

چنانچہ اس کے چھ سال کے اندر عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے کی پیشگوئی شائع کر دی پھر وہ پیشگوئی جس صفائی سے پوری ہوئی اس کا دشمن بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے حضرت اقدس سراج منیر صفحہ ۵۷ پر فرماتے ہیں:—

"یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی یعنی اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور ہمارے سید و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی ہیں اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے اور یہی بار بار لکھا گیا تھا اور اسی مقصد کے پورا کرنے کے لئے دعائیں کی گئی تھیں سو اس پیشگوئی کو کوئی ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے"

اس عظیم الشان قہری نشان اور اندرمن پر نشان کو کلیۃً نظرانداز کرکے نشان نمائی کو کسی ایک لڑکے کی پیدائش کے ساتھ وابستہ کرنا دین الٰہی کے ساتھ تمسخر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ استہزاء نہیں تو اور کیا ہے؟ جناب شمس صاحب نے اسی بات کو دوسری طرح لیکھرام کی پیشگوئی کے متعلق میں پہلے کلیات آریہ مسافر سے اس کی پیشگوئی نقل کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے:—

"ہمارا الہام کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہیگا"

اس پر مولوی صاحب فرماتے ہیں:—

"اگر پنڈت لیکھرام کی اس تحریر کے بعد تین سال تک وہ پسر موعود پیدا نہ ہوتا تو اس کا اعتراض ایک حد تک درست سمجھا جاتا۔........ کیا اس حالت میں یہ ضروری تھا کہ وہ موعود لڑکا تین سال کے اندر اندر پیدا ہو کر اس دشمن اسلام کی پیشگوئی کو غلط ثابت کرتا؟"

(ایضاً صفحہ ۳)

جناب شمس صاحب اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کیا یہ بتانے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے کہ:—

(۱) کیا مصلح ربانی کے لئے اس کی صلبی نرینہ اولاد کا ہونا ضروری ہے؟

(۲) اگر ضروری ہے تو پھر ان مصلحین کے متعلق کیا ارشاد ہے جو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے مگر ان کے اولاد نرینہ نہ تھی؟

(۳) اگر کسی نبی رسول یا محدث کے اولاد نرینہ ہو کر فوت ہو جائے جس کی وجہ سے اس کا دشمن اس پر ابتر کہنا شروع کر دے تو پھر کیا ایسی حالت میں اس کے دشمن کا اعتراض صحیح ہوگا یا غلط؟ اگر اعتراض صحیح ہوگا تو پھر سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے دشمن نے آپ کے صاحبزادے کے فوت ہونے کے بعد جو ابتر ہونے کا الزام لگایا... تھا کیا (نعوذ باللہ) وہ صحیح تھا یا غلط؟

(۴) کیا مصلحین ربانی کے سلسلہ کو چلانے کے لئے ان کی روحانی اولاد کافی نہیں ہوتی؟

(۵) "موعود لڑکا" "پسر موعود" اور "مصلح موعود" کیا تینوں ہم معنی ہیں؟ اگر ہم معنی ہیں تو پھر کیا بشیر اول۔ جناب میاں بشیر احمد صاحب و جناب میاں شریف احمد صاحب و میاں مبارک احمد صاحب مرحوم پسران موعود "یا موعود بیٹے" ہونے کی وجہ سے "مصلح موعود" کہلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہلا سکتے ہیں تو پھر جناب میاں محمود احمد صاحب کو ان سے کیا امتیاز حاصل ہے؟ اور اگر ان کے دیگر برادران باوجود "پسر موعود" ہونے کے "مصلح موعود" نہیں ہو سکتے تو پھر بڑے میاں صاحب صرف "پسر موعود" یا "موعود بیٹا" ہونے کی وجہ سے "مصلح موعود" کیونکر ہو سکتے ہیں؟

(۶) کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "موعود بیٹا" کو صرف "مصلح موعود" کے لئے ہی خاص طور سے استعمال کیا ہے یا دوسری بیوی سے پیدا ہونے والے ہر بیٹے کو "موعود بیٹا" قرار دیا ہے؟

جناب مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر جناب میاں صاحب پیدا نہ ہوتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیکھرام کی پیشگوئی کے موجب ابتر قرار پاتے (نعوذ باللہ من ذالک) اور آپ کی پیدائش کی وجہ سے دشمن اسلام کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ ایک طرف تو آپ یہ مانتے ہیں کہ قادیان کے دس ہندوؤں کے مطالبہ پر جناب میاں صاحب کی پیدائش کا نشان دیا گیا دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ لیکھرام نے جو مقابلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا اس میں دشمن اسلام کی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے جناب میاں صاحب کی پیدائش ہوئی۔ یعنی اگر لیکھرام کی پیشگوئی کے موجب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تین سال میں فوت نہ ہوں اگر اس عرصہ میں سلسلہ احمدیہ دن دونی ترقی کرے اگر حضرت اقدس علیہ السلام پر افضال الٰہی کی بارشوں کا نزول ہو تو اس دشمن اسلام کی پیشگوئی جھوٹی ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ جناب میاں صاحب کی پیدائش نہ ہو، اس وقت تک یہ سب کچھ نہ ہونے کے برابر تھا اور اگر ان میں سے کچھ بھی وقوع میں نہ آتا تو صرف ایک لڑکے کی پیدائش ہی اس پیشگوئی کا رد تھا کیا عجیب ذہنیت ہے ان علماء کی جنہوں نے ہر طریق سے اللہ تعالیٰ کے گھر کو بدلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ پھر اگر لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے موجب ہلاک ہو کر اسلام کی صداقت پر مہر لگا جائے تو یہ ہندو قوم کے لئے نشان اور اس پر اتمام حجت نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ جولائی و دسمبر ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے موجب ایک لڑکا پیدا نہ ہو جائے اس ذہنیت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کہاں تک عظمت ہے۔

سارے جہان کے لئے نشان

اہل ربوہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ یہ نشان قادیان کے دس ہندوؤں کے طلب کرنے پر دکھایا گیا یعنی نہ وہ ہندو مطالبہ کرتے اور نہ یہ نشان ظاہر ہوتا نہ مصلح موعود کی پیشگوئی ہوتی نہ وہ پیدا ہوتا چونکہ اس کے طلب کرنے والے دس ہندو تھے اس لئے ضروری ہے کہ ان کی زندگی میں مصلح موعود پیدا ہو ان کو خواہ یہ علم ہو یا نہ کہ یہ مصلح موعود ہے اور ان کی زندگی میں ملہم کو بھی یہ معلوم ہو یا نہ ہو کہ یہ لڑکا مصلح موعود ہے اس وقت جماعت کے کسی فرد کو بھی یہ وہم تک نہ ہو کہ یہ لڑکا مصلح موعود ہے پھر بھی صرف ان کی زندگی میں ایک لڑکے کا پیدا ہو جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ چونکہ انہوں نے مصلح موعود کا نشان مانگا تھا اس لئے ان کی زندگی میں جو لڑکا پیدا ہوا ضروری ہے کہ اس کو مصلح موعود مانا جائے ورنہ ان پر نشان نمائی اور حجت نہیں ہو سکتی۔ اس نظریہ کے تحت اگر یہ کہہ دیا جائے کہ چونکہ قادیان کے دس ہندوؤں کے طلب کرنے پر مصلح موعود کا نشان دکھانے کا وعدہ کیا گیا تھا اس لئے جب تک وہ مصلح موعود بننے کا دعویٰ نہ کر دے اس وقت تک نشان طلب کرنے والوں کا زندہ رہنا ضروری ہے تاکہ ان پر حجت پوری ہو سکے اور اگر وہ لوگ مصلح موعود بننے سے پہلے مر جائیں تو پھر ان پر نشان نمائی اور حجت نہیں ہو سکتی تو اس کا کیا جواب ہے؟

بات دوسری طرف چلی گئی عرض تو یہ کرنا مقصود تھا کہ ربوائی دوستوں کی رو سے نشان نمائی ان لوگوں کے لئے ہی ہو سکتی ہے جو نشان خود طلب کریں اگر یہ قاعدہ درست ہے تو پھر مصلح موعود ان لوگوں کے لئے ہی نشان ہو سکتا ہے جنہوں نے اس کا مطالبہ کیا جن لوگوں نے اس کا مطالبہ ہی نہیں کیا وہ ان کے لئے نشان کس طرح ہو سکتا ہے؟ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

> "جو نہ صرف نشان طلب کرنے والے ہندو باشندگان قادیان کے لئے بلکہ امریکہ اور انگلستان اور سارے جہان کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہے"
>
> (ایضاً ص۱۴)

سوال ۷

قادیان کے دس ہندوؤں کے لئے تو "مصلح موعود" اس لئے نشان بن گیا کہ انہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا مگر کیا امریکہ و انگلستان اور سارے جہان نے بھی یہ نشان طلب کیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر ربوائی قاعدہ کی رو سے ان کے لئے تو یہ نشان نہیں ہو سکتا جو طلب نہ کریں؟ اور اگر نہ طلب کرنے والوں کے لئے بھی وہ نشان ہو سکتا ہے تو پھر دو تین سو سال بعد آنے والا "مصلح موعود" سارے جہان کے لئے کیوں نشان نہیں ہو سکتا؟

(۸) یہ بات بھی حل طلب ہے کہ "سارے جہان" میں ہندو باشندگان قادیان" بھی آ جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر آ جاتے ہیں تو پھر دس اشخاص کے لئے یہ شرط کیوں ہے کہ ان کی زندگی میں "مصلح موعود" پیدا ہو اور سارے جہان کے لئے کیوں یہ شرط نہیں، اگر ایک غالب اکثریت کے لئے اس شرط کے بغیر وہ نشان ہو سکتا ہے تو قادیان کے ہندوؤں کے لئے یہ شرط کیوں ضروری ہے کہ ان کی زندگی میں مصلح موعود پیدا ہو اور "سارے جہان" کے لئے کیوں یہ شرط نہیں؟

(۹) سنہ ۱۹۰۸ء میں جب مخالفین نے یہ اعتراض کیا تھا کہ مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء کا مصداق لڑکا پیدا نہیں ہوا تو جناب میاں صاحب نے اپنی کتاب "صادقوں کی روشنی" میں یہ جواب دیا تھا کہ

> "اگر حضرت مسیح موعود نے کچھ آئندہ کی خبریں دیں اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایک ایسا لڑکا ہو گا جس کی ہیبت اس قدر ہو گی کہ گویا خدا آسمان سے اس کی مدد کے لئے اتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو ان کی اور بھی سچائی ثابت ہو گی اور اس وقت کے لوگ اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے، اور مزہ اٹھائیں گے .... یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہو گا اور بڑی شان کا آدمی ہو گا اور خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہو گی"

لیکن اس کے خلاف ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

> "بعض لوگ کہتے ہیں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی آئندہ نسل سے تین چار سو سال کے بعد آئے گا مگر ان میں سے کوئی شخص خدا کا خوف نہیں کرتا کہ وہ پیشگوئی کے الفاظ کو دیکھے اور ان پر غور کرے .... کیا دنیا میں کوئی بھی شخص ہے جو اس بات کو معقول قرار دے سکے .... کوئی پاگل بھی ایسی بات خدا اور رسول کی طرف منسوب نہیں کر سکتا"

پہلی عبارت ان خیالات کی ترجمانی کرتی ہے جن پر جماعت احمدیہ لاہور شروع سے قائم ہے اور جو اس وقت تمام جماعت کا متفقہ عقیدہ تھا اور دوسری عبارت میں پہلے خیالات رکھنے والوں کو "خدا کا خوف نہ کرنے والے" "نامعقول" اور "پاگل" بلکہ بڑا پاگل قرار دیا ہے، سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کونسی عبارت صحیح ہے؟

(۱۰) جناب میاں صاحب کے سنہ ۱۹۰۸ء کے ارشاد کے موجب ان صفات سے متصف لڑکا حضرت اقدس کی کسی آئندہ نسل میں ہونا ثابت ہے جب انہوں نے یہ عبارت لکھی تھی اس وقت کیا جماعت کے کسی فرد نے اس کے خلاف کوئی آواز بلند کی تھی، اگر نہیں کی تو پھر یہ بتایئے کہ کل جماعت اور خاصکر جناب میاں صاحب کم از کم سنہ ۱۹۰۸ء تک یہ مانتے تھے کہ ان صفات سے متصف لڑکا کسی آئندہ نسل سے ہو گا تو اس وقت کے خیالات کی رو سے قادیان کے ہندوؤں پر نشان نمائی اور حجت پوری ہو چکی تھی یا نہیں؟

باقی ــــ باقی

بچوں کا صفحہ ــــــ مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی گیارہویں مجلس

باپ: "رشید! آج ہم تمہیں نماز جمعہ کے متعلق کچھ بتانا چاہتے ہیں۔ تم دیکھتے ہو پنجگانہ نماز میں عام طور پر صرف محلہ کے مسلمان ہی شریک ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے ایک محلہ کے مسلمانوں میں اتفاق اور یک جہتی پیدا ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ لیکن نماز جمعہ میں تمام شہر یا شہر کے ایک بڑے حصہ کے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے ایک وسیع قومی اتحاد کی بنیاد پڑتی ہے۔ نماز با جماعت کی جو تاکید کی گئی ہے اس میں بھی یہی فلسفہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر تنظیم قائم ہو۔"

رشید: "جی ہاں! ہمارے قائد اعظم نے بھی تنظیم کی بڑی تاکید کی ہے۔ تنظیم کے معنے ہیں نا اکٹھے ہو جانا"

باپ: "ہاں تنظیم کے معنے ہیں ایک لڑی میں پروئے جانا۔ آپس میں یک جان ہو جانا۔ نماز با جماعت ہمیں تنظیم سکھاتی ہے۔ جب سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر خدا کے حضور جھکیں گے خدا کا رحم و کرم جوش میں آ جائے گا۔ جمعہ ایک قومی اجتماع کا دن ہے۔ اس دن مسلمان اپنے قومی اور دینی کاموں کے متعلق آپس میں مشورہ کر سکتے ہیں۔ نمازوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے جو تنظیم مسلمانوں کے لئے قائم کی ہے اس پر دوسری قومیں رشک کرتی ہیں، یہ الگ امر ہے کہ ہم مسلمان اس نعمت کی قدر نہ کریں اور مسجدوں میں جمع ہو کر نمازیں ادا نہ کریں مگر اس میں شک نہیں کہ یہ نظام جو خداوند تعالےٰ نے قائم کیا ہے قوم کی اجتماعی زندگی کی جان ہے۔ قرآن مجید میں نماز جمعہ کی سخت تاکید کی گئی ہے سورۃ جمعہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ و ذروا البیع۔ اے مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جاوے تو خدا کے ذکر کی طرف پوری پوری توجہ سے کام لو۔ اور تجارت چھوڑ دو۔ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر دکان چھوڑ کر گئے تو نقصان ہوگا۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ دکان چھوڑ کر جمعہ کی نماز میں جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ جمعہ کے وقت دنیا کے کام کاج نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ نماز ادا کرنی چاہیئے یہ تو تم جانتے ہو کہ جمعہ میں سب سے پہلے چار یا دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد خطبہ بڑے غور سے سننا چاہیئے اس کے بعد دو فرض با جماعت ادا کرنے چاہئیں اور اس کے بعد دو یا چار سنتیں پڑھنی چاہئیں اگر دو نفل بھی پڑھ لئے جائیں تو زیادہ ثواب کا موجب ہے۔

نماز جمعہ سے پہلے غسل کرنا۔ صاف کپڑے پہننا۔ مسواک کرنا اور خوشبو لگانا سنت ہے۔ پیاز کھا کر مسجد میں آنے کو ہمارے نبیؐ نے ناپسند فرمایا ہے کیونکہ اس کی بو سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ جمعہ کا خطبہ سننا بہت ضروری ہے جمعہ کی نماز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خطیب یا امام قرآن مجید کی تعلیم سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے۔ ہفتہ میں کم از کم ایک دن خدا کے رسول کے حکم سننے سے انسان کے دینی علم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔"

رشید: "اور اگر ابا جان! کسی وجہ سے جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے تو پھر کیا کیا جائے؟"

باپ: ایسی صورت میں نماز ظہر ہی پڑھ لینی چاہیئے۔ لیکن یہ اچھا نہیں۔ جمعہ کی نماز کو بلا عذر چھوڑ دینا اللہ تعالےٰ کے صریح حکم کی خلاف ورزی ہے۔

مسلمان بچوں کی دعا

مرتضیٰ خاں حسن

نہ بھٹکوں میں کبھی راہ ہدیٰ سے ⁂ یہی ہے التجا میری خدا سے
خدا کے عشق کی دل میں تڑپ ہو ⁂ محبت ہو محمدؐ مصطفےٰ سے
نبیٔ پاک احمدؐ مجتبےٰ کی ⁂ اطاعت کروں میں صدق و صفا سے
کلام اللہ کا پروانہ بنوں میں ⁂ لگاؤں لو میں اس شمع ہدیٰ سے

کروں میں خدمت دیں خدمت ملک
قلم سے مال و دولت سے دعا سے

ہے دنیا و دیں میں سر بلندی ⁂ خدا کے فضل اور جود و عطا سے
نہ آئے مجھ پہ کلفت کا زمانہ ⁂ رہوں محفوظ ہر رنج و بلا سے
بزرگوں کا ادب پیش نظر ہو ⁂ جھکی گردن رہے شرم و حیا سے
مجھے چھوٹوں پہ شفقت کی ہو عادت ⁂ کروں میں در گذر ان کی خطا سے
مقدر سے نہ کچھ مجھ کو گلا ہو ⁂ رہوں راضی میں خالق کی رضا سے
کٹے اس طرح میری زندگانی ⁂ خدا مجھ سے ہو راضی میں خدا سے

رضائے حق مجھے مدِ نظر ہو
اگر ناراض دنیا ہو بلا سے

اخبار احمدیہ

(بسلسلہ صـــ)

سید تصدق حسین صاحب

بغداد سے محترم سید تصدق حسین صاحب قادری لکھتے ہیں کہ :-

"میری صحت پہلے سے قدرے بہتر ہے، گرد و غبار کے وقت تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ علاج جاری ہے۔ مکان پہ بیٹھا ہوا اللہ کی یاد میں مشغول ہوں، سلسلہ کا لٹریچر و اخبارات تقسیم کرتا رہتا ہوں، آپ بزرگوں کی دعاؤں کی ضرورت ہے"

ضرورت رشتہ

متوسط گھرانے کی مناسب پڑھی لکھی، مذہبی تعلیم سے آراستہ گھریلو امور سے واقف لڑکی کے لئے ایک برسر روزگار تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔ احمدی حضرات پتہ ذیل پر خط و کتابت فرماویں۔ ابتدائی مراسلہ میں مزید تفصیلی حالات تحریر فرماویں۔ پتہ :- ب معرفت ایڈیٹر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر دوست محمد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا اے نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۳

ہمارا مذہب

از حضرت مسیحِ موعود

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قلم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

—— ★ ——

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

مذاہبِ عالم کی کانگریس میں امام مسجد ووکنگ کی دعوتِ اسلام

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کا گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

ووکنگ ۱۴ ۶ ۵۸ - برادر مکرم - السلام علیکم۔

میرے ووکنگ پہنچنے پر ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے سیکرٹری کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا۔ کہ بمقام لیڈز (LEEDS) ان کے گرجا Mill Hill Chapel میں بروز اتوار بتاریخ یکم جون ۵۸ء بوقت ۶½ بجے شام تمام مذاہب کے لوگوں کے روحانی استفادہ کے لئے Service اور اس Service کا واعظ آپ کو نامزد کیا جاتا ہے۔ میں نے دعوت نامہ کو قبول کیا۔ چنانچہ پروگرام شائع ہوا جس کے صفحہ اول پر یہ عبارت درج تھی

World Congress of Faiths
Service for people
of all faiths
Preacher --
Ghulam Rabbani Khan
Imam The Mosque Woking

اور شائع شدہ پروگرام میں نظمیں حمد و ثنا صرف خدائے واحد کی شان میں لکھی ہوئی تھیں اور درمیان میں

Address
by Imam Ghulam
Rabbani Khan

درج تھا۔ یہ عبارت میں نے اس لئے تحریر کی ہے کہ ووکنگ مسجد کے منصب امامت کی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں بڑی منزلت قائم کر دی ہے۔ اور اسلام کی صحیح تعلیم کے علمبردار اور اس کی تبلیغ کرنیوالا ادارہ صرف ووکنگ مسلم مشن ہی کو یہاں تسلیم کرتے ہیں۔

میں LEEDS یکم جون کی صبح کو پہنچا۔ میرے لئے ایک ہوٹل میں ٹھہرنے کا انتظام موجود تھا۔ ڈبلیو ریلینڈ بی۔ ایل گولڈ ایم۔ اے۔ ۴ بجے شام مجھے اپنے گھر لے گئے وہاں چائے کا انتظام تھا۔ چائے کے بعد مجھے Mill Hill Chapel لے گئے۔ جہاں پر معززین موجود تھے۔ اور گرجا حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ آداب کے ساتھ ایک معزز جگہ پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور پہلی حمد کی گیت گائی گئی جس کی ابتداء ان الفاظ سے

Praise I The Lord
The Almighty
O my Soul
Praise Him
for He is
Thy health
and Salvation

دوسری حمد کی گیت اس طرح شروع ہوئی:-

God of ages & of nations
Every race & every time
Hath received
Thine inspiration
Glimpses of Thy
Truth Sublime

اس گرجا کی خصوصیت یہ تھی، کہ کوئی تصویر یسوع مسیح، صلیب یا بی بی مریم کی نہ تھی۔ حمد کے گیتوں اور گرجا کی وضع قطع سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ انگریزی میں پیش کر رہا ہوں۔ خطابت کے لئے مجھے ایک اونچے منبر پر کھڑا

(باقی صک پر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۶ مئی ۱۹۵۸ء بروز پیر:—

کل شام کو بصرہ سے لائٹ ۱۱، ۱۲، ۱۳ کے پرچے سیچوانی صاحب سے ملے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیچوانی صاحب موصوف لندن سے واپس آ گئے ہیں۔ سفیر انڈونیشیا مقیم مصر الحاج محمود لنجو یہ کو لائٹ ۱۳ ڈاک سے بھیجا اور محمد شیر گل کو لائٹ ۱۱، ۱۲ دستی بھیجا۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے اخبار مدینہ ۱۸ اپریل اور یکم مئی سے مضمون "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے میرا تعلق اور میری رائے کے مختلف دور" از محمد منظور نعمانی صاحب پڑھ کر سناتے رہے، اللہ اللہ بڑے بڑے رازہائے سربستہ کا انکشاف ہے کیا خوب انی مھین من اراد اھانتک کا اظہار ہے، مودودی صاحب کے لئے ؏

اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

کا راستہ کھلا ہوا ہے، اللہ توفیق بخشے۔ لاہور سے حضرت مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کا خط مرقومہ ۱۵ مئی ہوائی ڈاک سے ملا یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ موصوف مشرق بعید کے راستہ جنوبی امریکہ بغرض تبلیغ تشریف لے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ساتھ ہو۔ صوفی محمد طیب کو پیغام صلح ۱۷ دیا۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب کو خط لکھا عزیزم چودھری محمد علی صاحب سیچوانی کو رسالہ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی" ڈاک سے بھجوایا۔ ڈاکٹر عبد الرحمٰن عزاوی کو لائٹ ۱۳ ڈاک سے بھیجا۔

۲۷ مئی ۱۹۵۸ء بروز منگل:—

جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کے خط کا جواب بھی ہوائی ڈاک سے ارسال کیا۔ کتاب حمامۃ البشریٰ مسٹر ایس اشرف، بردرس کو بینت اور کتاب براہین احمدیہ انگریزی سفیر انڈونیشیا الحاج محمود لنجو یہ کو ڈاک سے بھجوایا۔

عزیزم عبد الغفور پراچہ بغداد کو "زمانہ کے امام کو پہچانو" ڈاک سے بھجوایا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب جناب محمد یوسف الدین خاں آفریدی نے فون پر بتلایا کہ انہیں اخبار "لائٹ" کے درآمد ہونے کی حکومت عراق سے اجازت مل گئی ہے۔ اخویم محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۱۶ بدست فرزند ابراہیم بھجوایا۔ جناب عبد العزیز صاحب خیاط کرکوک کی دکان کے لئے پیغام صلح ۱۵ اور رسالہ "پرافٹ از محمد" اور رسالہ "شان محمد مصطفیٰ" اور جناب مرزا محمد خاں صاحب کے از احباب ربوہ عربت کو کتاب "فتح اسلام" (انگریزی)، ڈاک سے بھجوائے۔

۲۹ مئی ۱۹۵۸ء بروز جمعرات:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹہ روحانی صحبت رہی۔ مسٹر سالا وادار لاگوسن کو اسلامک ریویو ستمبر ۱۹۵۱ء اور ان کے بوا مسلہ سبقی صاحب ایڈیٹر ٹروتھ کو پیغام صلح ۱۵ عزیزم عبد الحمید پراچہ کو ملفوظات و پیغام صلح ۱۴ اور پروفیسر حامد علی خاں صاحب دار المعلمین عالیہ کو اسلام کی حقیقت اور مسلمان کی تعریف اور عزیزم محمد طفیل صاحب امسٹرڈم ہالینڈ کو مدینہ مجریہ ۲۸ اپریل و یکم مئی ڈاک سے بھجوایا۔ بحری ڈاک سے مرکز لاہور سے پیغام صلح ۱۸-۱۹ کے دو بنڈل مشتمل چار چار عدد اور مکتبہ انگریزی سے دس عدد "ذوح اسلام" بابت مئی ملے۔ مغرب کے وقت ہوا کا جھکڑ اور غبار ہونے کی وجہ سے طبیعت سخت خراب ہو گئی، رات بھر بے چینی رہی، اللہ فضل کرے۔

۳۰ مئی بروز جمعہ:—

اخویم سید صفدر علی صاحب کو پیغام صلح ۱۸-۱۹ اور "ذوح اسلام" دستی بھجوایا۔ اخویم ابراہیم آدم سیچوانی صاحب کو "ذوح اسلام" ڈاک سے بھجوایا۔ حضرت الدکتور علی عبد القادر استاذ معہد الشریعۃ الاسلامیہ فی کلیۃ الحقوق فی جامعۃ القاہرہ مصر مؤلف کتاب "نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی" کو کتاب "براہین احمدیہ" انگریزی ہدیۃً ڈاک سے بھجوائی۔ استاذ موصوف کی کتاب مذکور کا اعلان اخبار الحریۃ میں شائع ہوا ہے۔

۳۱ مئی بروز سنیچر:—

بصرہ سے اخویم سیچوانی صاحب کا خط مرقومہ ۲۹ مئی ڈاک سے ملا۔

یکم جون ۱۹۵۸ء بروز اتوار:—

اخویم سیچوانی صاحب بصرہ کے خط کا جواب دیا۔ عزیزی عبد الحکیم کو پیغام صلح ۱۸ دستی بھیجا۔ عربت سے مرزا محمد خاں صاحب کا خط مرقومہ ۲۹ مئی ملا۔

۲ جون ۱۹۵۸ء بروز پیر:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے مدینہ ۵ مئی سے مضمون بعنوان "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے میرا تعلق اور میری رائے کے مختلف دور" از محمد منظور نعمانی کی تیسری قسط سنائی واقعی نہایت ہی حیرت انگیز داستان ہے۔ صوفی صاحب موصوف کو پیغام صلح ۱۸-۱۹ اور "ذوح اسلام" کا تازہ پرچہ دیا۔

جناب مرزا برکت علی ہندی کا خط آیا۔ حمامۃ البشریٰ کی وصولی کی اطلاع دیتے ہوئے شکریہ ادا کرتے ہیں، جناب ڈاکٹر نصیر الدین صاحب کو پیغام صلح ۱۲-۱۳ اور "ذوح اسلام" بابت مئی اور مدینہ کے تین پرچے اور جناب سید صفدر علی صاحب کو مدینہ اور صدق جدید کے پرچے بھجوائے

۳ جون ۱۹۵۸ء بروز منگل:—

جناب حافظ شریعت حسین صاحب کو اسلامک ریویو مجریہ مارچ اور محمد شیر گل صاحب کو لائٹ ۱۳ دستی بھجوایا۔

۴ جون ۱۹۵۸ء بروز بدھ:—

کل دن بھر اور رات دست آتے رہے، نقاہت بڑھ گئی ہے اللہ رحم فرمائے۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے امروز مجریہ ۱۷ مئی سے "جماعت اسلامی اور انتخاب" کے عنوان پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا، انکشاف پر انکشاف ہو رہا ہے، مودودیت اپنی اصلی شکل و شباہت میں ظاہر ہو کر مسلمانانِ پاکستان کو درس عبرت دے رہی ہے

۵ جون ۱۹۵۸ء بروز جمعرات:—

عزیزم عبد الحمید پراچہ صاحب کو رسالہ ڈیتھ آف جیسس کرائسٹ ڈاک سے بھجوایا۔ بحری ڈاک سے ملا ہوا پانچ عدد کتاب حمامۃ البشریٰ موصول ہوئے اور لائٹ ۱۵ بھی ملے۔

۶ جون ۱۹۵۸ء بروز جمعہ:—

جناب عبد الحکیم صاحب کو پیغام صلح ۱۷ دستی بھجوایا۔ حضرت استاذ علی محمد سرطاوی کو لائٹ ۱۵ دستی بھجوایا۔

۷ جون بروز سنیچر:—

جناب مرزا محمد خاں صاحب عربت کو ان کے خط کا جواب دیا۔ اور کتاب براہین احمدیہ انگریزی ڈاک سے بھجوایا۔ الحاج محمود لنجو یہ سفیر انڈونیشیا قاہرہ کو لائٹ ۱۵ ڈاک سے بھیجا۔ اور اخویم محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۱۷ دستی بھیجا۔ استاذ عبد الستار صالح شکر محامی بغداد کو کتاب حمامۃ البشریٰ دستی بھجوائی۔ جناب مرزا برکت علی کے خط کا جواب ڈاک سے دیا۔

۸ جون ۱۹۵۸ء بروز اتوار:—

حضرت صاحب فضیلۃ شیخ جلال حنفی بغداد کو کتاب حمامۃ البشریٰ ڈاک سے بھجوائی یہ شخص بہت پرانے ملنے والوں میں سے ہیں۔ قبل ازیں انہیں سلسلہ کا بہت سا لٹریچر دیا ہوا ہے۔ انگریزی بھی جانتے ہیں سلسلہ کا انہیں کافی علم ہے۔ میرے خیال میں وفات مسیح کے قائل ہیں، لیکن بخوف لومۃ لائم اظہار نہیں کر سکتے۔ میری بیماری سے قبل اکثر دکان پر آتے رہے ہیں، موصوف جمعیت خدامان دینیہ و اجتماعیہ فی العراق کے صدر بھی ہیں کئی کتابیں بھی لکھی ہیں عربی علم میں ید طولےٰ حاصل ہے، مقرر بھی ہیں اکثر بغداد کے محلہ اذاعہ پر ان کی تقاریر ہوتی رہتی ہیں۔ امام مسجد اور واعظ بھی ہیں۔ جناب سید محمد شبیر انگن خاں حلہ کو پیغام صلح ۱۱ ڈاک سے بھجوایا اور جناب فاضل اسمٰعیل صاحب، محمود صاحب کو پیغام صلح ۱۲ دستی بھیجا۔

۹ جون ۱۹۵۸ء بروز پیر:—

سویرے اخویم ابراہیم آدم سیچوانی صاحب گھر تشریف لائے محترمی صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول آئے ہوئے تھے سیچوانی صاحب کی ملاقات سے بہت ہی مسرور ہوئے تقریباً دو گھنٹہ روحانی صحبت رہی خوب لطف آیا۔ سیچوانی صاحب کل ہوائی جہاز سے بصرہ سے آئے ہیں اور آج شام کو واپس ہونگے۔ سیچوانی صاحب سے ڈونگنگ کے حالات تفصیلاً معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ خوب کام ہو رہا ہے۔ محترمی غلام ربانی خاں صاحب کے ایک خط کا بھی ذکر فرمایا

اسلام کی جاذبیت

"صدق جدید" (۶ جون ۱۹۵۸ء) میں "سچی باتیں" کے عنوان سے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی لکھتے ہیں:—

"آریہ سماج، برہمو سماج وغیرہ ہندومت کی جدید اور اصلاح شدہ صورتوں کو چھوڑ کر قدیم اور اصلی ہندویت یا سناتن دھرم کو سامنے رکھئے تو اس کی سب سے بڑی خصوصیت سب سے بڑی امتیازی علامت اسے دوسرے مذہبوں اور خود ان جدید فرقوں سے جدا کرنے والی اب تک کیا رہی ہے؟ مورتی پوجا، اور صرف مورتی پوجا، آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں سے بڑے بڑے مناظرے اور زبردست مباحثے ۵۰، ۶۰ سال قبل رہا کئے ہیں، وہ اسی موضوع پر رہا کرتے تھے ——— لیکن اب صورت حال کیا ہے؟ بڑے بڑے دھرمی ہندوؤں کی بھی تحریروں اور تقریروں میں یہ نام کتنا کم آنے لگا ہے، پوجا کا ذکر تو اب بھی اسی کثرت سے آتا ہے لیکن مورتی پوجا کا نام اب زبانوں پر کتنا کم ہو گیا ہے اس پر زور اب کتنا کم دیا جانے لگا ہے اس کی اہمیت پبلک تقریروں اور تحریروں میں کتنی گھٹ گئی ہے گویا جو ابھی کل تک اس کے زبردست و پرجوش علمبردار تھے وہ اب اس کے ذکر سے کترانے لگے ہیں؟ ——— سوچئے اور بغیر کسی تعصب کے ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچئے کہ یہ برکت اسلام کے کلمۂ توحید کی ہے یا نہیں، عقیدۂ توحید کی جاذبیت کا ثمرہ ہے یا نہیں؟ کوئی زبان سے لاکھ تعبیر نہیں کئے جائے۔ لیکن خدائے واحد کا عقیدہ ہے کہ اندر ہی اندر دلوں میں سمائے اور روح کو کھائے جا رہا ہے۔

چھوت چھات کا عقیدہ بھی کتنا گہرا اور کتنا پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا اس کی جڑیں کتنی گہری کتنی مضبوط اور کتنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں نظر یہ آتا تھا کہ جانیں اس کے پیچھے چلی جائیں گی۔ اور اس میں کوئی ڈھیلا پن نہ آ سکے گا۔ پھر آج کیا حال ہے؟ مندر پر مندر اچھوتوں کے لئے کھلتے جا رہے ہیں۔ اور قلعہ ایک سے بڑھ کر ایک مضبوط اپنے کو حوالے کرتا جا رہا ہے! ——— اتنے بڑے بنیادی، اہم مرکزی مسئلوں کے ساتھ دوسرے درجہ کے مسئلوں کو بھی اگر شمار کرتے جائیے۔ بیوہ کی شادی، ترکہ میں عورت کا حصہ، طلاق کا جواز وغیرہ تو تعداد خدا معلوم کہاں تک پہنچ جائے! مسلمانوں کے خلاف تعصب، بیزاری، بدگمانی، کے ساتھ ساتھ اور پہلو بہ پہلو خود اسلام کی یہ خاموش مؤثر جاذبیت کتنی حوصلہ افزا کتنی امید بخش ہے! سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ اگر کہیں مسلمانوں نے اسلام پر پوری طرح عمل کر کے۔ خود اپنی شخصیتوں میں بھی یہ جاذبیت پیدا کر لی ہوتی تو اثر کتنا بڑھ گیا ہوتا، اور اسلام کا حلقۂ اثر آج کے گنا اور وسیع ہوتا!"

باتیں کس قدر سچی ہیں، ٹھوس واقعات ہیں جن کو جھٹلانا دن دہاڑے سورج کا انکار کرنا ہے، فی الواقعہ یہ اسلام کی جاذبیت ہی ہے جس نے ہندوؤں کو منو دھرم شاستر کے بجائے اسلامی اصولوں کی طرف راغب کر دیا، اور یہ ہندوؤں ہی سے مخصوص نہیں، دنیا کی ہر قوم میں اسلامی اصول آہستہ آہستہ گھر کرتے چلے جا رہے ہیں، مسیحیت میں سے تثلیث کا عقیدہ دن بدن نکلتا چلا جا رہا ہے، اور توحید کا عقیدہ پھیلتا چلا جا رہا ہے

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے چشمۂ توحید پر از جاں نثار

رنگ و نسل کا تفاوت بھی آج سے چالیس پچاس سال پہلے یورپ کے سمجھدار طبقہ کے دلوں میں تبغض و تنفر کے جس قدر شدید جذبات پیدا کرنے کا موجب تھا، وہ آج بہت حد تک کم ہو چکے ہیں، اور مسیحیت کا مسئلہ طلاق یورپ کی خانگی زندگی میں جس ابتری کے پیدا کرنے کا موجب ہو رہا ہے اس کو دور کرنے کے لئے اسلامی اصولوں کی طرف رجوع کئے بغیر انہیں چارہ نہیں، اور اب آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ معاشرہ کو ہر قسم کی برائی اور گندگی سے پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے مسئلہ تعدد ازدواج اور طریق طلاق کو اپنایا جائے۔

اسلام کی جاذبیت فی الواقعہ بہت حوصلہ افزا اور بہت بڑی حد تک امید بخش ہے اور خدا کرے وہ دن جلد آئے جب یہ خاموش اور مؤثر جاذبیت یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا رنگ پیدا کرنے کا موجب ہو، لیکن ایک اور سوال اس جگہ پیدا ہوتا ہے، اسلام کے یہ اصول آج تو نہیں بنائے گئے، چودہ سو سال سے اصول ایسے ہی معقول اور امن پسند چلے آتے ہیں، پھر ہندوستان میں بھی اسلام کو آئے ہوئے کئی صدیاں گذر گئیں، اور بڑی بڑی اسلامی بادشاہتیں انہی اسلامی اصولوں کو لئے ہوئے اسی ہندوستان پر حکمران رہیں، لیکن کسی وقت بھی اسلامی اصولوں کی جاذبیت کا وہ نقشہ دنیا نے نہ دیکھا جو آج ہمارے سامنے ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کی سینکڑوں سالوں کی رفاقت کے باوجود اسلامی اصولوں نے ہندوؤں کی معاشرت اور ان کے تمدن اور ذات باری کے متعلق ان کے عقیدہ پر وہ اثر پیدا نہ کیا جو گذشتہ چالیس پچاس سال سے پیدا ہونا شروع ہوا، اور وہ اتنا حوصلہ افزا اور ایسا امید بخش ثابت ہو رہا ہے۔

غور کر کے دیکھئے تو یہ اس علم کلام کا نتیجہ ہے جو اس صدی کے امام اور مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات میں پایا جاتا ہے، شرک و بت پرستی کی جو گھنونی تصویر آپ نے کھینچی ہے اور جس خوبصورت طریق سے آپ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، اور کائنات کی باقی تمام چیزوں کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے، اس لئے کسی ایک چیز یا انسان کے آگے سر عبودیت جھکانا انسانی شرف کی توہین اور قدرت کے ان بخششہا نوالہ سے اپنے آپ کو محروم کرنا ہے جو ان چیزوں کی عبادت کے بجائے ان سے کام لینے سے حاصل ہو سکتے ہیں اور آج یورپ و امریکہ انہی اشیاء سے جن کے آگے ہندو لوگ سر عبودیت جھکتے رہے ہیں، کام لے کر علوم کے جو خزانے انڈیل رہا ہے وہ توحید الٰہی کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے، یہ وہ دلائل ہیں، جو حضرت مرزا صاحب نے شرک و بت پرستی میں ڈوبی ہوئی ہندو دنیا کے سامنے پیش کئے، اور بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے عقیدۂ توحید کو اپنا کر وہ ایک طرف دنیوی ترقی کی بلند منازل پر پہنچ سکتے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔

ایسا ہی آپ نے اپنی کتابوں میں جا بجا اسلامی اصولوں کی معقولیت کو زبردست دلائل سے واضح کرتے ہوئے ہندوؤں کو دعوت دی کہ ان کی معاشرتی زندگی اسی صورت میں سنور سکتی ہے کہ ان اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔

اسلام کی یہ پاکیزہ تصویر حضرت مرزا صاحب سے پہلے ہندوستان میں اس خوبصورتی کے ساتھ کسی نے پیش نہیں کی، خود مسلمانوں کے دل و دماغ میں بھی اسلام کی جو شکل و صورت آج سے پہلے تھی وہ ان کو اسلام کا گرویدہ بنانے کے بجائے اس سے متنفر کرتی چلی جا رہی تھی لیکن حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ تصویر کو دیکھ کر ان کے دل و دماغ بھی روشن ہو گئے اور ہندو قوم بھی اسلامی اصولوں کی جاذبیت سے متاثر ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت مجدد زمان نے آج سے قریباً ستر سال پہلے اس جاذبیت کا ذکر ان الفاظ میں بیان کر دیا تھا اور پیشگوئی کی تھی کہ:—

"عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نومید مت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کو قبول کر چکے

(باقی بر صفحہ ...)

آپ کے خطوط

خان محمد یعقوب خانصاحب کا لیکچر پشاور میں

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مورخہ ۱۰ ارجون کو جماعت پشاور کا ایک غیر معمولی اجلاس جناب ڈاکٹر سعید العزیز خان صاحب کے زیر صدارت جناب خان محمد یعقوب خان صاحب کی آمد پر منعقد کیا گیا۔

اجلاس کا افتتاح جناب بابو محمد صدیق صاحب صاحب نے تلاوت قرآن شریف سے کیا اور محمد جمیل الرحمٰن (ایک چھوٹے بچے) نے حضور صاحب مرحوم کے چند اشعار سنائے۔ پھر خانصاحب محمد یعقوب خان نے حاضرین کو ایک عالمانہ لیکچر سے مستفیض فرمایا۔ خانصاحب کے لیکچر کا ایک ایک لفظ ہمارے دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔

یہ لیکچر کافی موثر اور سبق آموز تھا۔ اس میں احمدیت کا صحیح تخیل پیش کیا گیا۔ احمدیت کے مقاصد۔ کام اور آج کی ضرورت پر آپ نے کافی روشنی ڈالی۔ آپ نے احمدیت کا صحیح مفہوم "تعلق باللہ" صرف دو لفظوں میں بیان فرمایا۔ ہم خانصاحب کے مشکور ہیں کہ وہ اپنے کسی نجی کام کے لئے آئے تھے۔ مگر پھر بھی انہوں نے خاص مہربانی کرکے وقت نکال کر یہاں کے احباب جماعت کو نہ صرف ملاقات کا شرف بخشا بلکہ ان کو اپنے علمی خزانہ سے بہرہ ور کیا اس اجلاس میں شیخ محمدی، سفید ڈھیری، بڈھ بیر کے احباب نے بھی شمولیت کی۔ تمام افراد کی تعداد اسی اور سو کے درمیان تھی۔

آخر میں جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت پشاور نے تمام احباب کی تواضع چائے اور کیک پیسٹری وغیرہ سے کی، اجلاس ۴ بجے سے شروع ہو کر ۶ بجے تمام ختم ہوا۔ والسلام

عبدالرحمٰن سیکرٹری جماعت پشاور

حضرت مولانا نورالدینؒ کے عقیدتمندوں سے

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" لاہور

مکرمی! "نورالدین میموریل سوسائٹی" عنقریب حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ "خلیفۃ المسیح" سابق شاہی طبیب مہاراجہ جموں وکشمیر کی زندگی اور علم کلام سے متعلق ایک کتاب شائع کر رہی ہے۔ ہفت روزہ پیغام صلح کی وساطت سے حضرت مولانا صاحب مرحوم کے تمام عقیدتمندوں سے درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنے مشوروں سے مستفید کریں۔ اگر ان کے پاس مولانا صاحب موصوف کا کوئی خط یا غیر مطبوعہ خطبہ یا تفسیری نوٹ یا اُن سے متعلق برصغیر کے مشاہیر کا کوئی مضمون یا پیغام ہو تو اس کی ایک نقل راقم کو جلد از جلد حقیقت پسند پارٹی (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲ لاہور کی معرفت ارسال کردیں، یا کسی صاحب کے علم میں ہو کہ کسی اور صاحب کے پاس ایسے خطوط یا مخطوطات موجود ہیں تو ان کے پتہ سے مجھے تحریر کریں۔

سوسائٹی ان تمام حضرات کی بے حد ممنون ہوگی۔

فقط۔ والسلام

خاکسار (چوہدری) صلاح الدین ناصر کنوینر سوسائٹی ہذا معرفت احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲ مدن ولا۔ بین بازار کرشن نگر۔ لاہور

امام مسجد ووکنگ مذاہب عالم کی کانگریس میں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کیا گیا۔ جہاں سے میں نے قرآن کریم کی سورہ اخلاص کی تلاوت کرکے خدائے واحد کے اسلامی تخیل کو بیان کیا۔ اور پھر امنت باللہ پڑھ کر انگریزی زبان میں بتایا کہ انسان مسلمان تب بنتا ہے جب خدائے واحد، تمام انبیاء اور تمام کتب پر ایمان لائے۔ میں نے کہا کہ جس کٹھن منزل سے آپ کی کانگریس گذر رہی ہے اس کو اسلام نے تقریباً چودہ سو سال پہلے طے کرلیا تھا۔ الحمد۔ تمام مذاہب عالم کو اپنے ہمہ گیر پیغام کی آغوش میں لے لیا ہوا ہے۔ آپ کی سب مساعی لاحاصل ہوں گی جب تک آپ اس پیغام حق پر عمل نہ کریں گے۔ صرف پوچا پوچی اور مزین الفاظ میں ایک دوسرے مذہب کی تعریف کر دینے سے آپ تمام مذاہب میں صلح و اتحاد پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور نہ ایک دوسرے کے بزرگوں اور کتب مقدسہ کا دلی احترام کر سکتے ہیں۔ یہ الفاظ صرف آرائش محفل اور ایک دوسرے کو وقتی طور پر خوش کرنے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور نہ ٹھوس عملی اقدام کا موثر ذریعہ بن سکتے ہیں، تاوقتیکہ ہر ایک مذہب کا پیروکار اپنے تنگ نظر عقائد کو خیر باد کہہ کر دنیا کے آخری جامع مذہب اسلام کے زرّین اصولوں کو نہ اپنا لے۔ اس مذہب کا نام اسلام کسی انسان کا مجوزہ نہیں، بلکہ خدائے حقیقی کا تجویز کردہ ہے اور بے معنی نام نہیں۔ پُر از معنی ہے اور تمام مذاہب سابقہ جو انسانوں کے نامزد کردہ ہیں ان کو ایک خداداد نام کے اندر جذب کیا جاسکتا ہے۔ جو کسی مذہب کے نام لیوا کی طرف سے محل اعتراض نہ ہوگا کسی کو بھی اپنے مقتداء۔ نبی۔ رشی منی۔ یا بدھ کو نہ چھوڑنا پڑے گا۔ بلکہ باقی پیشوایان دین کی برادری میں داخل ہونے کا فخر بھی حاصل ہو جائے گا۔ اور نہ صرف اپنی مسخ شدہ اور دست کاری کتب مقدسہ کی الہامی تعلیم سے مستفید ہوگا بلکہ ایک صحیح کامل الہامی کتاب کو بھی زندگی کا لائحہ عمل بنا کر دارین میں کامیابی سے ہم آغوش ہوگا۔ میں نے قرآن پاک کے مندرجہ ذیل پیغام پر لبیک کہنے کے لئے سب حاضرین کو دعوت دی تاکہ مذہب کا انتشار ختم ہو کر دنیا امن اور آشتی کے دور دورہ کا منظر دیکھ سکے۔

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ؕ فان تولوا فقولوا شھدوا بانا مسلمون،

(سورۃ آل عمران ایت ۶۳)

اختتام مجلس پر چائے کی دعوت تھی۔ ایک یہودی "ربی" میرے سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا کیا آپ کو اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی تصور کرنے میں کچھ مشکل ہے جبکہ دنیا کے کروڑہا انسانوں کا وہ مسلمہ مقتدا ہے۔ اس نے صاف کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہم یہودی یہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم اصلی مسیح کی آمد کے انتظار میں ہیں۔ میں نے کہا تو پھر اس جلسہ کے رچانے کا کیا فائدہ۔ اور نہ معلوم کب تک آپ مزید انتظار کی گھڑیاں گنتے رہیں گے۔ اسی طرح ایک ہندو بھی موجود تھا جس نے جلسہ میں گیتا پڑھی تھی۔ اس نے سوال کیا کہ کیا آپ ہندوستان کے رشیوں کے علاوہ کسی اور ملک کے نبی کو تسلیم کرتے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا۔ کہ اگر یہ مان لیں کہ تمام دنیا کے ممالک میں نبی آتے رہے۔ اور حضرت محمدؐ بھی نبی تھے۔ تو پھر ہم ہندو نہیں رہ سکتے۔ بلکہ ہم مسلمان کہلائیں گے۔ اس ہندو صاحب کے منہ سے حق بات نکل آئی۔

غرضیکہ صرف رسمی اجلاس بلانا اور منافقانہ رنگ میں ایک دوسرے کے مذاہب کی تعریف کرنا سچا اخلاص، حقیقی اتحاد اور یگانگت نہیں پیدا کر سکتا۔ جب تک اسلام کے زرّین اصولوں کو نہ اپنایا جاوے۔

والسلام۔ آپ کا غلام ربانی

اخبار احمدیہ

سانحہ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترم جناب میاں محمد صاحب کی ہمشیرہ محترمہ ۱۲ جون کو لاہور میں انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون، ہمیں میاں صاحب ممدوح اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، تمام جماعتوں سے مرحومہ کے لئے دعائے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

مولوی عبدالوہاب صاحب منیجر پیغام صلح کا تانگہ کے ساتھ تصادم ہو جانے کی وجہ سے شانہ اور بازو میں زبردست چوٹ آئی ہے اور وہ احباب کرام سے صحتیابی کے لئے دعا . . .

قرآن کریم میں ذات و صفات الٰہی پر بحث

اور عرفانِ الٰہی کا سامان

توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کی تعلیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ر جون ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولٰئک ہم الکافرون حقا۔

خالق کائنات کی حکومت تمام کائنات پر ہے

قرآن کریم میں اس بات کا ذکر ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا بڑی قدرت اور بڑے علم کا مالک ہے، اور بسبب اس کے کہ وہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اس کی تمام کی تمام جزئیات سے پورے طور پر واقف ہے اور اسی لئے اس پر بڑی خوبی سے حکومت کرتا ہے، جس نے تخلیق کی جس نے اس کائنات کو پیدا کیا اسی کو سجتا ہے کہ اس پر حکومت کرے۔ قرآن کریم نے اس کو منطقیانہ رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ لہ الخلق ولہ الامر اسی نے اس کائنات کو پیدا کیا یہ جانور یہ حیوانات، یہ چرند پرند یہ پہاڑ اور دریا، اور جنگل سب اسی نے پیدا کئے ہیں اور جن کی یہ پیدائش ہیں، اسی کی ان پر حکومت ہے اسی لئے فرمایا لا الٰہ الا اللہ اس کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے کوئی عیسٰے یا راجندر وغیرہ اس کائنات کے خالق نہیں اس لئے عبادت کے لائق بھی وہی ہے، کیونکہ اسی کی حکومت تمام کائنات پر ہے۔ دنیا میں چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں آپس میں ٹکراتی رہتی ہیں۔ لیکن خدا کی حکومت لامحدود ہے اس سلطنت کا وہ اکیلا بادشاہ ہے اس میں کوئی فساد نہیں ہوتا، اس کا فیضان اور اس کی برکات تمام دنیا پر جاری ہیں اس کی کائنات بڑی وسعت رکھتی ہے ھو رب العرش العظیم اس کی حکومت بھی وسیع ہے اور موجب برکات ہے۔

ذات الٰہی کا عرفان اس کی رضا جوئی کا موجب ہے

قرآن کریم نے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کے متعلق بڑی بحث کی ہے۔ الحمد سے لے کر والناس تک اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کی توحید، اس کی کبریائی، اس کی جبروت اور صفت تخلق کو کھول کھول کر بیان کیا ہے اس لئے کہ اس سے انسان کے دل و دماغ میں اس کی معرفت کی روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کی صفات کے پیش نظر اس کے آگے جھکتا اور اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔

ہر چیز کی صحیح راہنمائی اللہ تعالےٰ کرتا ہے

صرف یہی نہیں اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو قرآن کریم نے بیان نہیں کیا بلکہ بڑے روشن دلائل دیئے ہیں فرمایا ربنا الذی اعطےٰ کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ ہمارا رب وہ ہے جس نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا اور اسی کو سزاوار ہے کہ اس کو ٹھیک چلائے، وہی اس کائنات کی ہر چیز کی رہنمائی کرتا ہے یہ سمندر، یہ ہوائیں، یہ سورج اور یہ چاند اور ستارے اور سیارے سب اسی کی ہدایت کے ماتحت کام کر رہے ہیں وہی ہر ایک کی رہنمائی کرتا ہے، اور ہر ایک اسی کی حکومت کے نیچے ہے کوئی اپنے متوقعہ کام سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ ہر مخلوق کی صحیح راہبری کرتا ہے اور ہر مخلوق کو غلط رستہ سے بچاتا ہے اونٹوں کی قطار کو دیکھئے ایک بچہ بھی اس کی نکیل کو پکڑ کر جدھر چاہے لے جا سکتا ہے۔ لیکن اگر چلتے چلتے رستہ میں کنواں یا گڑھا آجائے تو ہزار کوششیں کریں، وہی اونٹوں کی قطار کبھی اس گڑھے میں نہیں کود سکتی، یہ ہے ربنا الذی اعطےٰ کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ ہر چیز کو پیدا کر کے پھر اس کو صحیح رستہ بھی بتا دیا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت اس عظیم جانور کی طبیعت میں انقیاد و طاعت رکھدی اور اسی طرح ہلاکت سے بچنا بھی اس کی فطرت میں رکھدیا گیا ہے، یہ چیونٹیاں آپ نے دیکھی ہیں کس طرح قطار در قطار دیوار پر چڑھتی چلی جاتی ہیں تاکہ اپنی خوراک حاصل کر سکیں، ان میں نظم و نسق رکھدیا گیا واوحیٰ ربک الی النحل اسی طرح شہد کی مکھی کو آپ نے دیکھا کہ کس طرح مل کر رہتی ہیں، ان کا ایک ایک فرد تمام چھتہ کا خدمت گزار ہے اور سارا چھتہ بھی ایک ایک فرد کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے، یہ ہے ربنا الذی اعطےٰ کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ کا نظارہ، پھر سورج، چاند اور ہواؤں پر ایسی حکومت ہے کہ مجال نہیں کہ اپنے مقررہ قوانین سے باہر جا سکیں۔ . . .

. . . .

جانوروں کے ذریعہ تمام وادی آباد ہو گئی

اور انہی پر کیا منحصر ہے زمین کی چیزوں پر بھی اسی کی حکومت ہے، لکھا ہے جب حضرت ہاجرہ کی دعا سے چشمہ پھوٹا تو اس جگہ پرندے آنے لگے۔ یہ پرندوں کی رہنمائی کس نے کی؟ اور پھر ان کو دیکھ کر کاروان بھی اس طرف آنے شروع ہو گئے اور انہیں یہ دیکھ خوشی ہوئی، کہ وہاں پانی موجود ہے ریگستان میں پانی کا مل جانا ایک بہت بڑی نعمت ہے، انہوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں ٹھہرنے اور پانی استعمال کرنے کی اجازت لی اور ان کی کچھ خاطر و خدمت بھی کی، ایک جانور کی وجہ سے کہ وادی آباد ہو گئی، یہ ہے ربنا الذی اعطےٰ کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ اس تمام کائنات کی تخلیق میں خدا نے کی اسی نے ہر چیز کو اس کے مناسب حال قوے بھی دیئے اور ان کے استعمال کی سمجھ اور عقل بھی عطا فرمائی۔

عبادت کے لائق ایک ہی خالق کائنات ہے

امن خلق السمٰوات والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بہجۃ۔ بتاؤ اس زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ کیا مسیح اور راجندر وغیرہ ایسے ہیں کہ یہ سورج اور چاند اور ستارے انہوں نے پیدا کئے ہوں؟ کون ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے خوشنما باغ پیدا کئے ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا۔ تمہاری طاقت میں تو نہیں کہ یہ کھیتیاں اور باغات اور درخت اگا سکو ءالٰہ مع اللہ پھر کیا کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے جس کی عبادت کی جائے؟

انسان کی وجدانی شہادت

امن یجیب المضطر اذا دعاہ کائنات کی شہادت کے بعد خود انسان کے وجدان کی شہادت پیش کی ہے۔ پیدائش کے بعد جب کسی کا باپ مرتا ہو، بیٹے کی جان پر بنی ہو، بیوی بستر مرگ پر ہو تو کس کے آگے جھکتے ہو، کس سے رو رو کر التجائیں کرتے ہو، اور کون تمہارے اس اضطراب کو دور کرتا اور تمہاری دعاؤں کو سنتا ہے، کیا خدا کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے جو تمہارے اس اضطراب کو دور کر سکے؟ امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ، یہ قمر اور ستارے اگر نہ ہوں تو کون ہے جو رات کے اندھیروں میں رہبری کر سکے کون ہے جو ہواؤں کو خوشخبری دیکر بھیجتا ہے ءالٰہ مع اللہ، کیا خدا کے ساتھ اور بھی ہے جو ایسا کر سکے؟

زمین و آسمان کے پوشیدہ راز

الا یسجدوا للہ الذی یخرج الخبء فی السمٰوات والارض۔ کیا اس خدا کے آگے تم سربسجود نہیں ہوتے جو زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے، کچھ غیب کی باتیں ہیں جو چھپی ہوئی ہیں، اور انسان کو ان کا پتہ نہیں، اگر غور کیا جائے اور وہ باتیں کھل

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے میرا تعلق اور میری رائے کے مختلف دور

از محمد منظور نعمانی

(۱)

مولانا محمد منظور نعمانی مولانا مودودی کے سب سے پہلے دست راست اور جماعت اسلامی کے مؤسسین میں سے تھے۔ ان کے ذیل کا سلسلہ مضامین جو معاصر مدینہ بجنور سے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، اور جس میں مولانا مودودی کی اندرونی زندگی کا حال وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اہل نظر و فکر کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ اس سے قبل مولانا مودودی کے ایک اور سابقی مولانا امین احسن اصلاحی کے خیالات ان کالموں میں نقل کئے جا چکے ہیں۔ یہ دوسرا بیان ہے جو بلا تبصرہ ہدیۂ قارئین کرام ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی کے ساتھ میرے تعلق اور میری رائے کے مختلف دور ہیں۔ ——— ایک وقت تھا جب جماعت اسلامی کا کوئی تذکرہ بھی نہ تھا اور مولانا مودودی صرف مدیر ترجمان القرآن تھے۔ میں اس وقت بھی مولانا کی ذہنی صلاحیتوں اور ان کی تحریروں کا بڑا قدر دان اور مداح تھا۔ پھر جب ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی بنی تو میں مولانا کے ساتھ اس کے مؤسسین میں تھا، بلکہ جماعت کے حلقہ میں گویا ثانی اثنین سمجھا جاتا تھا ——— پھر جب میں جماعت اسلامی کے اس وقت کے مرکز دارالاسلام میں جا کر مودودی صاحب کے ساتھ رہا، اور بعض وہ باتیں میرے علم میں آئیں جو پہلے میرے علم میں نہیں تھیں، تو میں نے طویل ذہنی کشمکش اور غور و فکر کے بعد بعض خاص حالات کی وجہ سے اپنے کو جماعت سے الگ کر لینا شرعاً ضروری سمجھا اور آخر کار انتہائی رنج و قلق کے ساتھ میں نے یہی فیصلہ کر لیا لیکن جماعت کی اصل دعوت بلکہ اس کے طریق کار سے بھی نہ صرف مجھے اتفاق رہا بلکہ ہمدردی بھی رہی اور اسی طریق کے مطابق طرز عمل بھی رہا ———
کچھ عرصہ کے بعد اس رائے میں بھی فرق پڑا ——— اور پھر ایک وقت میری رائے یہ ہوئی کہ جماعت کے کام میں اگر کچھ غلطیاں ہیں اور ان کی وجہ سے کچھ مضرتیں بھی پیدا ہو رہی ہیں لیکن پھر بھی بحیثیت مجموعی خیر اور نفع کا پہلو غالب ہے ——— یہ خیال کافی عرصہ تک رہا ———
اس کے بعد میرے سامنے ایسی چیزیں آئیں کہ میں اس پر بھی قائم نہ رہ سکا پھر اب سے تین چار مہینے پہلے آخر نومبر ۱۹۵۸ء میں جب اتفاق سے پاکستان جانا ہوا اور وہاں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے بارہ میں قابل وثوق ذرائع سے ایسے معلومات حاصل ہوئے جن کے بعد کسی حسن ظن اور خیر کی توقع کے لئے گنجائش نہیں رہی تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس سلسلہ کی اپنی سرگذشت کو اب تک میں نے اس خیال سے مخفی رکھا اور بہت سے دوستوں کے سخت ترین اصرار کے باوجود کبھی نہ بتایا کہ مبادا ایک دینی جماعت کے کام کو نقصان نہ پہنچے جس سے کسی درجہ میں بھی دین کے لئے کسی خیر کی توقع ہے ——— (بہرحال ان تازہ معلومات کے بعد میں نے ضروری سمجھا) ——— کہ اب اس راز کو راز نہ رکھوں۔

جب تک بات یہاں تک پہنچی تھی "نصح دینی" اور احتیاط کا تقاضہ تھا جس پر اب تک عمل رہا اور اب جبکہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے رخ اور موقف کے بارہ میں یہ نئی چیزیں سامنے آ گئی ہیں تو اب "نصح دینی" کا تقاضہ یہ ہے جو اب ادا کیا جا رہا ہے۔

یہ سرگذشت میں نے خود لکھی نہیں ہے (صحت کی خرابی اور بعض کچھ دوسرے حالات کی وجہ سے اب کسی ایسی چیز کا لکھنا میرے لئے سخت مشکل ہو گیا ہے) بلکہ یہ اس طرح لکھی گئی ہے کہ میں بیان کرتا گیا ہوں اور ایک عزیز ساتھ ساتھ لکھتے گئے ہیں۔ پھر جو کچھ لکھا گیا ہے صرف حافظہ سے لکھا گیا ہے ——— اور الحمد للہ میں اپنے حافظہ کو قابل اعتماد سمجھتا ہوں ——— تاہم ممکن ہے کہ کسی واقعہ کے زمانہ کی تعیین میں کوئی سہو ہو گیا ہو یا تقدیم یا تاخیر کا کوئی فرق پڑ گیا ہو۔ لیکن پورا اطمینان ہے کہ کسی واقعہ کی نوعیت میں انشاء اللہ کوئی غلطی نہ ہوئی ہوگی، تاہم اگر کسی ذریعہ سے مجھے معلوم ہوگا کہ اس سرگذشت کے بیان میں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو مجھے غلطی پر اصرار نہ ہوگا، اور میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دوں گا۔ میں نے قلم بند ہونے کے بعد اس پورے بیان کو خود دیکھ لیا ہے اور کہیں کہیں کچھ کاٹ چھانٹ اور آخر میں قریباً دو صفحہ کا اضافہ اور یہ ابتدائی نوٹ خود اپنے قلم سے لکھا ہے۔

اس بیان کی اشاعت سے مقصود برائت ذمہ اور اپنے علم و فہم کے مطابق ایک فرض کی ادائیگی ہے جو اپنے مزاج و مذاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے طبیعت پر شاق بھی ہے۔ لیکن اللہ کا حق اور دین کا تقاضا اور امت کی مصلحت ہر چیز سے بالاتر ہے۔

اللهم الهمنا مراشد امورنا، ووقنا شرور انفسنا ولا تكلنا الى انفسنا طرفة عين فانك ان تكلنا الى انفسنا تكلنا الى ضعف وعورة وذنب وخطيئة۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ
(۲۵ شعبان ۱۳۷۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں میرا قیام چند مہینے لکھنؤ رہا تھا۔ اس وقت مولانا عبدالشکور صاحب کا ادارہ رسالہ "النجم لکھنؤ" جاری تھا۔ نجم کے دفتر میں حیدرآباد سے ایک نیا رسالہ "ترجمان القرآن" آنا شروع ہوا۔ مولانا محمد ... کے صاحبزادے مولانا عبدالمومن صاحب فاروقی نے اس کا ایک شمارہ مجھے بھی دکھایا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ایڈیٹر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی دینی مسائل و حقائق کو اس وقت کی زبان میں ادا کرنے اور سمجھانے کی بڑی خاص صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ نے انہیں اس کا خوب ہی سلیقہ دیا ہے۔ اس کے بعد سے میں ترجمان القرآن کے ہر نئے پرچے کا منتظر رہنے لگا۔ حالانکہ رسائل و جرائد کے مطالعہ کا میں اپنی عمر کے کسی حصہ میں بھی زیادہ شوقین نہیں رہا ہوں۔

اگلے ہی سال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء بریلی سے "الفرقان" کا اجراء عمل میں آیا اور ترجمان القرآن، الفرقان کے تبادلہ میں آنے لگا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اس کے ہر پرچہ کو شوق اور دقت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اس وقت ترجمان القرآن ایک ایسا علمی اور دینی رسالہ تھا جس میں ملک کی سیاسی تحریکات اور پولیٹیکل مسائل سے کوئی خاص تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۶ء میں انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت پہلا جنرل الیکشن ہوا اور اس کے نتیجہ میں ملک کے سات صوبوں میں بلا شرکت غیرے کانگریس کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اس وقت کانگریس کی یہ کامیابی کانگریسی لیڈروں کی توقعات سے بھی بہت زیادہ تھی۔

اس صورت حال کے نتیجہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل پر غور و فکر کرنے والے بہت سے لوگوں کے سامنے اس وقت وہ حقیقتیں بالکل کھل کر سامنے آ گئیں کہ ملک کے انگریزی اقتدار سے بالکل آزاد ہو جانے کی منزل بہت زیادہ دور نہیں، دوسرے یہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت میں آزادی کی تحریک جس طرح چل رہی ہے اس کے نتیجہ میں جو آزادی حاصل ہوگی اس میں مسلمانوں کے دین اور ان کی تہذیب کے لئے سخت مشکلات پیش آئیں گی۔ مسلم لیگ جو اس وقت ایک حیثیت سے کانگریس کی گویا حریف جماعت تھی جس راستہ پر چل رہی ہے وہ مسلمانوں کے دین اور ان کی خاص تہذیب کے تحفظ کا راستہ نہیں۔

مولانا مودودی نے اسی وقت ترجمان القرآن میں اس موضوع پر ایک مستقل سلسلہ مضامین شروع کیا۔ یہ مضامین خاص طور سے اس کی وہ ابتدائی قسطیں جن میں آنے والے انقلاب کی نقشہ کشی اور مسلمانوں سے متعلق خطرات کی نشاندہی کی گئی تھی زور بیان اور قوت استدلال کے لحاظ سے بہت ہی کامیاب اور مؤثر تھیں۔ مودودی صاحب کے یہ مضامین اس زمانہ میں پڑھے گئے۔ مسلمانوں کے بہت

اخبارات ورسائل نے ان کو حرف بحرف اپنے صفحات میں نقل کیا، یاد آتا ہے کہ اس کی پہلی تین قسطیں تو جمعیتہ العلماء کے اخبار الجمعیتہ میں بھی شائع ہوئی تھیں جو اس وقت غالباً سہ روزہ تھا۔

میں بھی ان مضامین سے متاثر ہوا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان مضامین نے میری زندگی کا رُخ موڑ دیا، یہ سب مضامین التزام کے ساتھ الفرقان میں بھی چھپتے رہے اور یہ ناچیز اس سلسلہ میں خود بھی لکھتا رہا۔ اسی زمانہ میں مودودی صاحب سے تعلقات بڑھے اور خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا۔

پھر ایک مرحلہ آیا جب ہمارے درمیان خط و کتابت سے یہ طے ہوا کہ ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں جو نظریات ترجمان القرآن اور الفرقان میں پیش کئے جا رہے ہیں اُن کو ایک تحریک بنا کر آگے بڑھانے کے لئے عملی جدوجہد کا کوئی لائحہ اور منصوبہ بنایا جائے۔ مولانا مودودی نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ اب وہ اس کا عزم کر چکے ہیں اور اس کام کے لئے ریاستی علاقہ چونکہ مناسب نہیں ہے اس لئے برطانوی ہند کے ایک مقام کو اپنی سکونت اور اس کام کے لئے وہ تجویز کر چکے ہیں اور وہاں منتقل ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اسی زمانہ میں انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ میں فلاں تاریخ کو دہلی پہنچ رہا ہوں۔

ابھی تک ہمارا تعلق غائبانہ تھا۔ ملاقات کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی۔ میں نے اُن سے ملاقات اور مستقبل کے منصوبے کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے لئے دہلی کا سفر کیا ——— میں یہ بات کسی ذریعہ سے پہلے سن چکا تھا کہ مولانا مودودی کے ایمان افروز مضامین سے اُن کے طرز زندگی کے بارے میں جو اندازہ کوئی لگا سکتا ہے ان کا طرز زندگی اس سے بہت مختلف ہے یعنی جس اسلامی زندگی کے وہ پر زور داعی ہیں خود ان کی وہ زندگی نہیں ہے ——— لیکن دہلی کی اس ملاقات سے چند ہی روز پہلے ایک خاص ذریعہ سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اب ان کی زندگی کے طرز میں ہم جلیسوں کے لئے خوشکن تبدیلی شروع ہو گئی ہے اور اس سے فی الجملہ اطمینان تھا لیکن جب مولانا کے مضامین سے چونکہ طبیعت بہت متاثر تھی اس لئے دل کو سمجھایا کہ عملی زندگی کی اصلاح کا ابھی آغاز ہوا ہے۔ انشاء اللہ یہ حالت نہ رہے گی اور مولانا کی تحریر اور طرز زندگی میں جو مطابقت ہونی چاہیئے وہ انشاء اللہ ہو جائے گی ——— آیندہ کام کے بارہ میں اسی ملاقات میں پہلی دفعہ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ یہ ملاقات اور گفتگو گھنٹہ بھر سے زیادہ نہ ہوئی ہوگی۔

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ مولانا حیدر آباد سے پٹھانکوٹ کے قریب "دارالسلام" نامی اس نو تعمیر بستی میں منتقل ہو کر آ گئے۔ جس کو وہاں کے ایک صاحب چوہدری نیاز علی خاں صاحب نے اسی نیت سے بنایا تھا کہ کچھ لوگ یہاں قیام کر کے دین کی کوئی ٹھوس خدمت کریں۔ چند مہینے کے بعد مولانا مودودی نے اپنی تحریک اور اپنے کام کا ایک خاکہ "ترجمان القرآن" میں شائع کیا اور اپنے ہم خیال دوستوں کو دعوت دی کہ وہ فلاں تاریخ کو "دارالاسلام" میں جمع ہوں اور ایک جماعت یا ادارہ کی باقاعدہ تنظیم و تشکیل ہو جائے۔ اس وقت مولانا کے بتائے ہوئے کام کے خاکہ سے اس عاجز کو اصولی طور پر پورا اتفاق تھا، یاد آتا ہے کہ وہ الفرقان میں شائع بھی کیا گیا تھا۔

بہرحال مقررہ تاریخ پر یہ ناچیز بھی دارالاسلام پہنچا۔ توقع یہ تھی کہ مولانا مودودی میں تبدیلی کا جو عمل شروع ہوا تھا اب اس نے کافی منزلیں طے کر لی ہوں گی اور مولانا بہت بدل گئے ہوں گے۔ لیکن وہاں پہنچ کر جب ایک دو دن مولانا کے ساتھ رہنا ہوا تو بڑے رنج کے ساتھ مایوسی ہوئی اور اندازہ ہوا کہ مولانا نے اپنے کو بدلنے کا پورا ارادہ ہی نہیں کیا ہے۔

میرے علاوہ باہر سے آنے والے چند صاحبان اور بھی تھے۔ اگلے دن جب وہ وقت آیا کہ سب ایک جگہ بیٹھ کر جماعت یا ادارے کی تشکیل کریں تو میں نے ذرا دیر پہلے تنہائی میں مولانا سے کہا کہ جیسا آپ کو معلوم ہے آیا تو اسی ارادہ سے تھا کہ اس کام میں آپ کا رفیق بنوں گا لیکن یہاں آ کر مجھ میں تذبذب پیدا ہو گیا ہے اور میں نے مناسب سمجھا کہ میں پہلے ہی آپ کو بتا دوں کہ اس وقت جو ادارہ یا جماعت بنے گی میں اس میں شرکت نہیں کر سکوں گا، لیکن آپ کے مقصد اور آپ کی دعوت سے مجھے پورا اتفاق اور پوری ہمدردی ہے۔

مولانا چونکہ بڑے ذہین آدمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے سمجھ لیا کہ کیا چیز میرے لئے رکاوٹ بنی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کے تذبذب اور خلجان کی وجہ کو سمجھتا ہوں اصل بات یہ ہے کہ آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے کہ میں کس دنیا کا آدمی تھا اور کہاں سے چل کر آ رہا ہوں آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک دم بدل جاؤں، آپ جو کچھ چاہتے ہیں انشاء اللہ رفتہ رفتہ وہ ہو جائے گا اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی رائے پر نظر ثانی کریں۔ آپ کے انکار کر دینے سے اور بہتوں پر بھی اثر پڑے گا۔ ——— میں نے عرض کیا کہ شرکت کے فیصلہ کے لئے جس اطمینان کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں اپنے اندر وہ اطمینان نہیں پاتا۔ اس لئے مجبور ہوں۔ حالانکہ مجھے اپنے شریک نہ ہونے سے دکھ اور افسوس ہے، اگر آئندہ اللہ نے مجھے اطمینان نصیب فرما دیا تو میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ باضابطہ بھی شریک ہو جاؤں گا۔ لیکن ضابطہ کی شرکت کے بغیر تعاون پورا کروں گا۔ اور دوسروں پر اثر پڑنے کی مشکل کا یہ حل ہو سکتا ہے کہ میں مجلس میں اپنے اس تذبذب یا انکار کا پہلے اظہار نہ کروں ——— چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔ دوسرے حضرات مجلس میں جب اپنی رائے ظاہر کر چکے ادارہ کی رکنیت قبول کرنے والے اپنی منظوری دے چکے اور معذرت کرنے والے معذرت کر چکے تو سب سے آخر میں میں نے اپنے متعلق بتایا کہ میں اس وقت رکنیت کا فیصلہ نہیں کر سکا ہوں، ابھی مزید غور کروں گا۔

یہاں میں یہ واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میرے توقف یا انکار کی وجہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ کسی نصب العین کا دنیا کے سامنے اعلان کرنے والے اگر اس کے قائد کی زندگی اس دعوت سے ضروری درجہ کی بھی مطابقت نہ رکھتی ہو تو اوّل تو وہ چلے گی نہیں اور قلم کی طاقت کے بل پر کچھ چلی بھی تو اس کے ذریعے مسلمانوں کی دینی اصلاح کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ اس راہ کا بنیادی کام یہی ہے۔

یہ ادارہ جو دارالاسلام کے احاطہ میں بیٹھ کر بنایا گیا تھا اس کا نام ادارہ "دارالاسلام" تھا۔ مولانا مودودی اس کے صدر یا امیر تھے اور ان کے علاوہ غالباً چار حضرات رُکن بنے تھے۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مولانا نے دارالاسلام سے لاہور منتقل ہو جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلہ کا اصلی سبب، جیسا کہ اُس وقت مجھے معلوم ہوا تھا مولانا مودودی کے بارے میں بانی دارالاسلام چوہدری نیاز علی خاں صاحب کے کچھ اسی قسم کے احساسات تھے جو میرے لئے "ادارہ دارالاسلام" کی شرکت کی راہ میں رکاوٹ بن گئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہرحال مولانا لاہور چلے گئے اور ترجمان القرآن وہیں سے شائع ہونے لگا ——— کچھ عرصہ کے بعد مولانا نے غالباً دینیات کے پروفیسر یا لیکچرار کی حیثیت سے لاہور کے اسلامیہ کالج میں اپنا تعلق قائم کر لیا۔ اس تمام عرصہ میں مولانا سے میرا ذاتی تعلق علیٰ حالہ رہا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خط و کتابت بھی جاری رہی۔

"ادارہ دارالاسلام" کا ذکر کچھ عرصہ کے بعد ترجمان میں آنا بند ہو گیا۔ پھر یا تو خود مولانا کے کسی خط سے یا کسی اور ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ مولانا اس کام کے آگے بڑھنے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب اس کی دعوت کا سلسلہ جاری نہیں ہے اور اس لئے انہوں نے کالج سے تعلق قائم کر لیا ہے۔

خود میرا حال اس عرصہ میں یہ رہا کہ "ادارہ دارالاسلام" کی تشکیل کے وقت دو، تین دن مولانا کے ساتھ رہ کر ان کے بارہ میں تو ذہن نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اچھا سوچنے اور بہترین لکھنے والا تو بنایا ہے لیکن دینی انقلاب کی مقدس مہم کے چلانے کے لئے جو صفات اور جو زندگی چاہیئے، اس سے مولانا بہت دور ہیں اور بظاہر ان صفات اور اس زندگی کے حاصل کرنے کا اُن میں کوئی خاص داعیہ اور ارادہ بھی نہیں ہے اس لئے مولانا کی طرف سے تو میں اس معاملہ میں بالکل مایوس ہو گیا۔ لیکن اُن کی تحریروں اور اپنے غور و فکر سے جس قسم کی دینی جدوجہد کو میں نے ضروری سمجھ لیا تھا میں محسوس کرتا تھا، بلکہ گویا آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ اس کا تقاضا روز بروز شدید تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

لیکن خود اپنی صلاحیتوں اور کمزوریوں کا اپنے نزدیک پورا دیانتدارانہ جائزہ لے کر میں اپنے بارہ میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس قسم کے کسی کام کا میں خود قائد اور علمبردار بننے کے لائق نہیں ہوں ہاں اگر ایسا کام شروع ہو تو

(باقی صفحہ پر)

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر سامانوی

(۱)

جناب شمس صاحب کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء کی تقریر کتابی صورت میں شائع کی گئی ہے جس میں آپ نے جناب میاں صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے آپ نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہ مصلح موعود حضرت اقدسؑ کی صلبی اولاد سے ہوگا بڑی دلیل یہ دی ہے کہ قادیان کے ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسا نشان مانگا تھا جو

"قبولیت دعا اور اسرار مخفیہ [illegible] پر اطلاع اور نصرت اور تائید الٰہی کا ایسا نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو" صفحہ ۱

اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ:۔

"نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کے لئے وہ لڑکا اسی حالت میں نشان ہو سکتا ہے جب وہ ان کی زندگی میں پیدا ہوتا" صفحہ ۲۲

یہی بات جناب خلیفہ صاحب نے لاہور میں اپنی ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء کی تقریر میں یوں بیان کی تھی کہ:۔

"یہ نشان تو ایسے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونا چاہئے جبکہ وہ لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا"

اب دیکھنا یہ ہے کہ نشان طلب کرنے والوں کے اطمینان کے لئے کیا صرف کسی لڑکے کی پیدائش کافی ہو سکتی تھی یا اس لڑکے کا ان صفات سے متصف ہونا ان کی تسلی کر سکتا تھا جو الہام میں بیان کی گئی تھیں؟ اگر ان کا مدعا صرف یہ تھا کہ پیشگوئی کے موجب کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تو پھر یہ نشان تو وہ بشیر اول کی پیدائش کے وقت اور پھر اس کی وفات کے وقت دیکھ چکے ان پر اتمام حجت ہو چکا جب انہوں نے پیشگوئی کے موجب ایک لڑکے کی پیدائش اور پھر پیشگوئی کے موجب وفات کو بھی دیکھا جب اس ڈبل نشان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو پھر اور تیسرے نشان کا وہ مطالبہ کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ؎

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشان کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

اور اگر نشان طلب کرنے والوں کا مدعا یہ تھا کہ ایسا لڑکا پیدا ہو جو ان سب صفات سے متصف ہو جو الہامات میں اس کی بیان کی گئی ہیں تو پھر ان کی زندگی میں کوئی لڑکا پیدا ہونے سے ان کو یہ کس طرح یقین ہو سکتا تھا کہ یہی وہ لڑکا ہے جو ان صفات سے متصف ہوگا درآنحالیکہ ملہم بھی اپنی زندگی تک اپنا یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق کونسا لڑکا ہے۔ ان کے لئے تو اسی صورت میں یہ نشان ہو سکتا ہے جبکہ یا تو نشان طلب کرنے والے اس وقت تک زندہ ہوں جبکہ وہ لڑکا بڑا ہو کر خود کو الہام میں بیان کردہ سب علامات کا مصداق ثابت کرے۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ جس طرح بعض لوگوں کا خیال ہے یہ لڑکا بھی مسیح علیہ السلام کی طرح جھولے میں ہی سب علامات کے مصداق ہونے کا دعوے کرتے ورنہ اس کے بغیر اور تیسری کوئی صورت نہیں ہو سکتی جو ہمارے دوستوں کے تخیل کے موجب "نشان نمائی" ہو سکے۔ اول تو یہ بنیاد ہی قطعاً غلط ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے موجب واقع ہوئی مگر فرض محال کے طور پر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کی پیدائش اس پیشگوئی کے موجب ہوئی ہے، پھر بھی پیشگوئی کے موجب محض اس کی پیدائش اس کے مصلح موعود ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ ان علامات کا مصداق نہ ثابت ہو جو پیشگوئی میں بیان کی گئی ہیں۔ پس جناب میاں صاحب کی پیدائش ان کو وہ نشان ثابت نہیں کرتی جو ہندوؤں نے طلب کیا تھا بلکہ ان کا ہمہ صفت موصوف ہونا ان کے لئے نشان ہو سکتا تھا مگر بدقسمتی سے جب اس نشان کے ظہور یا نمایاں ہونے کا وقت آیا یعنی ۱۹۴۴ء میں ان نشان طلب کرنے والوں میں سے ایک بھی زندہ نہ تھا ایسی صورت میں مرنے والوں کے لئے نشان کیا فائدہ دے سکتا ہے وہ تو اسی صورت میں فائدہ اٹھا سکتے تھے جبکہ ان کی زندگی میں لڑکا پیشگوئی کے موجب پیدا ہو کر سب علامتوں کا مصداق ثابت ہو جاتا مگر یہاں ایسا نہیں ہوا اس لئے ربوائی دوستوں کے مسلمات کی رو سے ان پر حجت بھی نہیں ہوئی اور نہ ان کا مطالبہ پورا ہوا۔ ہمارے دوستوں کے مسلمات کی رو سے پیشگوئی کرنے کی تاریخ سے پورے اٹھاون سال بعد پیشگوئی کا ظہور ہوا اندریں حالات جب نصف صدی سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد دعوے کرنے والا اگر نشان طلب کرنے والوں کے لئے نشان اور حجت ہو سکتا ہے تو صدی یا دو صدی بعد آنے والا مصلح موعود کیوں نشان نہیں ہو سکتا اور اگر وہ نشان نہیں ہو سکتا تو پھر اٹھاون سال بعد آنے والا کس طرح نشان ہو سکتا ہے؟

نشان نمائی کی میعاد

جناب شمس صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ٦ پر لکھا ہے کہ ہندوؤں کی درخواست اور حضرت اقدس کی منظوری سے نشان نمائی کے لئے ایک سال کی میعاد مقرر کی گئی تھی چنانچہ ہندوؤں کی چٹھی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔

"سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جائے گا جس کا اختتام ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا"

جواباً حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

"ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو"

اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ حضرت اقدس نے غیر مذاہب کو دعوت دی کہ ان کے لئے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر نشان مشاہدہ کرنے کے لئے ایک سال قادیان آ کر رہیں اس پر قادیان کے ہندوؤں نے حق ہمسائیگی جتاتے ہوئے ایک سال کے اندر نشان دیکھنے کا مطالبہ کیا جس کو حضرت نے منظور کر لیا اور جناب شمس صاحب کا استدلال یہ ہے کہ جو نشان قادیان کے ہندوؤں نے ستمبر ۱۸۸۵ء سے ایک سال کے اندر دیکھنے کا مطالبہ کیا جسے حضرت اقدس نے بھی ایک سال میں دکھانا منظور کیا تھا وہ نشان جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں کیونکہ ان کی پیدائش کی پیشگوئی نشان نمائی کا سال گذرنے کے تین سال بعد کی گئی جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"محمود جو میرا پہلا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور نیز یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی تھی"

(تریاق القلوب صفحہ ۸۱)

ان واقعات کی روشنی میں اہل ربوہ کے مسلمات کی رو سے بات یوں بنی کہ قادیان کے ہندوؤں نے ستمبر ۱۸۸۵ء سے ستمبر ۱۸۸۶ء تک نشان دیکھنے کی خواہش کی جس کو منظور کرنے کے بعد وہ معاہدہ والا سال بھی گذرا اس کے بعد دو سال اور گذر گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جولائی ۱۸۸۸ء میں یہ پیشگوئی کی کہ ستمبر ۱۸۸۶ء تک میں نے جو نشان دکھانے کا وعدہ کیا تھا اس نشان کی معاہدہ کے خلاف تین سال بعد ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا چونکہ وہ لڑکا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو یعنی ایک سال کی بجائے چوتھے سال میں پیدا ہوا اور اپنی پیدائش کے اٹھاون سال بعد جبکہ نشان طلب کرنے والے سب مر مٹ گئے اس نے اپنی پیدائش کی پیشگوئی کے خلاف یہ دعوے کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق میں ہوں حالانکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس پیشگوئی کا مصداق جناب میاں مبارک احمد صاحب کو قرار دیا تھا۔ چونکہ آپ کسی طرح بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے مصداق نہیں لہذا آپ قادیان کے ہندوؤں بلکہ امریکہ اور انگلستان کے لئے نشان نہیں ہو سکتے سوا وقت موعود

کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت دعا کا کوئی نشان ان کو دکھایا اور نہ اسرار غیبیہ پر کوئی اطلاع دی اور اور نہ ہی نصرت الٰہی کا کوئی نشان ان کو دکھا سکے (نعوذ باللہ من ذالک) اس سے بڑھکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دوست نما دشمن کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے جو ہمارے ربوائی دوست اپنے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ مبہم تو فرماتا ہے کہ محمود کی پیدائش کی پیشگوئی ہم نے ۱۸۸۸ء کے ماہ جولائی اور دسمبر میں کی تھی اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قادیان کے ہندوؤں کے مطالبہ پر یہ نشان ظاہر ہوا وہ مطالبہ تھا ستمبر ۱۸۸۶ء تک ظاہر کیا اس طریق سے ایک غیر مستحق کو نشان کیکر اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو مشتبہ نہیں کیا جا رہا؟

مدعی سست گواہ چست

حیرانی یہ ہے کہ جس شخص کو نشان اور حجت کہتے کہتے ہمارے دوستوں کی زبان خشک ہوتی ہے اس کا اپنا یہ حال ہے کہ اپنے نشان اور حجت ہونے سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پس اللہ تعالے نے میرے لئے یہ نہیں کہا کہ دوسروں کے لئے بھی کیونکہ کوئی دوسرا شخص کسی غیر مامور کے کشف یا الہام کو ماننے کا مکلف نہیں لیکن بہرحال میرے لئے حقیقت کو کھول دیا ہے"

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

خدا کا شکر کیجئے کہ نشان نمائی کا مطالبہ کرنے والے ہندو اس نشان کے ظہور سے پہلے ہی چل دیئے، اگر وہ خدا نخواستہ زندہ ہوتے تو یہ سمجھتے کہ یہ اسلام کی صداقت کا عجب نشان ہے جو اپنے نشان اور حجت ہونے سے غیر مبہم الفاظ میں انکار کرتا ہے کیا خدا تعالیٰ نے ایسے ہی بیٹے کو "تمام جہان کے لئے نشان" قرار دیا تھا جو دنیا میں آکر یہ اعلان کرسکے کہ میں اسلام کی صداقت کا ایسا عظیم الشان ہوں جس کو ماننے کا کوئی دوسرا شخص مکلف نہیں، خدا نے میرے لئے اس حقیقت کو کھول دیا ہے کہ قادیان کے دس ہندوؤں اور امریکہ و انگلستان کے لئے میں اتنا بڑا نشان ہوں کہ جس کو ماننے کے لئے کوئی دوسرا شخص مکلف نہیں یہ ہے اس نشان کی حقیقت جس کو کل دنیا کے لئے عظیم الشان نشان قرار دیا جا رہا ہے اور وہ خود یہ اعلان کرتا ہے کہ میں جو کچھ ہوں اپنے لئے ہوں دوسرے لوگ نہ میرے ماننے کے لئے مکلف اور نہ میں ان کے لئے حجت شمس صاحب خدا کے لئے بتائیں کہ کیا چالیس دن تک اس نشان کے لئے ہی تضرع اور زاری کی گئی تھی جس کے ماننے کے لئے کوئی بھی دوسرا شخص مکلف نہ ہو۔ کیا مصلح ربانی اسی لئے آیا کرتے ہیں کہ وہ آکر دنیا میں یہ اعلان کریں کہ ہم اللہ تعالےٰ کی ہستی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کی صداقت کا ایسے "عظیم الشان نشان" ہیں کہ ہماری خوابوں اور رؤیا اور کشوف کو ماننے کا کوئی فرد بشر مکلف نہیں اور ہمارا یہ کہنا بھی ثبوت ہے اس بات کا کہ ہم صداقت اسلام کے عظیم الشان نشان ہیں العجب ثم العجب!!

ایک طرف "مصلح موعود" صاحب کی اس بے کسی کو ملاحظہ کیجئے اور دوسری طرف اس شورہ پشوری کو دیکھئے فرماتے ہیں:۔

"پنڈت لیکھرام منشی اندرمن مراد آبادی اور قادیان کے ہندو تو کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے متعلق یہ دعوے کہ اس کا خدا دنیا کو نشان دکھانے کی طاقت رکھتا ہے ایک جھوٹا اور بے بنیاد دعوے ہے اگر اس دعوے میں کوئی حقیقت ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے"

(تقریر لاہور ۱۲ر مارچ ۱۹۴۴ء)

مطلب یہ کہ ان سب دشمنان اسلام کے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے جب اسلام کی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے اس نشان کو ظاہر کیا تو اس نے ظاہر ہوتے ہی یہ کہدیا کہ میں ہوں تو اسلام کی صداقت کا نشان مگر ہوں نشان کی ایسی قسم جو اپنی ذات میں تو "عظیم الشان نشان" ہوں مگر ہوں صرف اپنے لئے، تو کل دنیا کے لئے نشان مگر ہوں ایسا جس کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں۔

جناب شمس صاحب یا ان کے کوئی معاون یہ سمجھائیں تو بھی کہ:۔

(۱) قادیان کے ہندوؤں کے لئے بشیر اول کی پیدائش اور موت کیوں نشان نہیں ہو سکتا؟

(۲) جناب میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش جس رنگ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے اسی رنگ میں ان کے دیگر برادران کی پیدائش بھی نشان ہے یا نہیں؟

(۳)۔ اگر پیشگوئی کے موجب ان کے دیگر برادران کی پیدائش بھی نشان ہے تو پھر جناب میاں صاحب کو نشان ہونے میں اپنے دوسرے بھائیوں سے کیا امتیازی خصوصیت حاصل ہے؟

(۴)۔ اگر حضرت اقدس کے سب لڑکے اور لڑکیاں پیشگوئی کے موجب پیدا ہونے کی وجہ سے نشان ہیں تو پھر ان کو نشان کے طور پر کیوں پیش نہیں کیا جاتا جس طرح جناب میاں صاحب کو پیش کیا جاتا ہے؟

(۵) پسر موعود یا موعود لڑکا ہونے میں حضرت صاحب کے موجودہ تینوں بیٹے مساوی ہیں یا ان میں سے ایک کو باقی دو پر کوئی خصوصیت ہے؟ اگر ہے تو کیا ہے؟

(۶) اگر پیشگوئی کے اٹھاون سال کے بعد اس کا ظہور ہو تو وہ نشان کس طرح ہے اور سو یا دو سو سال بعد آنے والا مصلح موعود کیوں نشان نہیں ہو سکتا!

(۷) کیا قادیان کے ہندوؤں اور اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام وغیرہ کو میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کے علاوہ اور کوئی نشان دکھایا گیا یا نہیں؟

(۸) اگر ان کی پیدائش کے علاوہ اور نشانات بھی ان کو دکھائے جانے ثابت ہو جائیں تو کیا پھر بھی نشان نمائی اور حجت کا پورا ہونا تسلیم کر لیا جائے گا یا کسر ہی رہے گی؟

(۹) جب تک جناب میاں محمود احمد صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت تک نشان نمائی ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر ہوئی تھی تو پھر آج یہ عذر کس طرح قابل توجہ ہو سکتا ہے کہ اگر مصلح موعود مطالبہ کرنے والے ہندوؤں کی زندگی میں پیدا نہ ہو تو ان کے لئے نشان نمائی نہیں ہو سکتی؟

(۱۰)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹوں میں سے کس بیٹے کو ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا؟

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی

(بسلسلہ صفحہ ۳)

میں اس کا ساتھ دینے والا ایک اچھا سپاہی بن سکتا ہوں اس لئے میں چاہتا تھا کہ اللہ کا کوئی بندہ یا کچھ بندے جو اہل ہوں وہ اس طرح کا کوئی کام کریں تو میں ان کے ساتھ لگ جاؤں۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کے جذبات میں بھی ایک خاص تلاطم تھا اور ایسے کسی کام کے لئے زمین خاصی تیار تھی اس لئے اس وقت طبیعت اس کے لئے بے چین تھی کہ ایسا کوئی کام شروع ہو۔

پھر ۱۹۳۹ء میں جب دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی تو اس وقت یہ بے چینی اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ جنگ دنیا کی اور قوموں کے نقشوں میں غالباً بڑی تبدیلیوں کا ذریعہ بنے گی۔ کچھ ایک وہ حضرات جن سے اس طرح کے کسی کام کے شروع کرنے کی توقع ہو سکتی تھی اور میں ان کو اہل سمجھتا تھا میں نے سفر کرکے اس مقصد کے لئے ان سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن کوئی کام شروع نہ ہو سکا۔

باقی آئندہ

مقالہ — بقیہ صفحہ ۳

کی تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آپہنچے ہیں"

(ازالہ اوہام)

حضرت امام کی یہ پیشگوئی آج واقعات کے رنگ میں پوری ہوتی نظر آرہی ہے، اسلام کی جاذبیت بقول مولانا عبدالماجد ہندوؤں کو بہت حد تک متاثر کر چکی ہے خدا نے چاہا تو ان کے قبول اسلام کا وقت بھی حضرت امام کی پیشگوئی کے مطابق عنقریب آنے والا ہے

بچوں کا صفحہ ــــــــــ مولانا مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی ساتویں مجلس

نعیمہ:۔ "اب امی جان! مجھے پھر ہمارے نبی کا حال سناؤ"

ماں:۔ اچھا۔ ابھی سناتی ہوں۔ ذرا دو چار منٹ ٹھہر جاؤ۔ تھوڑا سا کام کر لوں۔ .... مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ تم اپنے نبیؐ کا حال بہت شوق سے سنتی ہو"

نعیمہ:۔ "ہاں۔ مجھے اپنے پیارے نبی کا حال بڑا ہی اچھا لگتا ہے۔ ہمارے نبی کیسے اچھے تھے کہ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے تھے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے۔ اس دن سکول میں ریحانہ اور زاہدہ آپس میں لڑیں۔ ریحانہ غصہ میں آکر بار بار کہے میں بدلہ لے کر چھوڑوں گی میں بدلہ لے کر چھوڑوں گی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہمارے نبی تو بدلہ نہیں لیا کرتے تھے آپؐ تو معاف کر دیا کرتے تھے۔ میری یہ بات استانی نے بھی سُن لی۔ وہ بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں شاباش نعیمہ تم نے بہت اچھی نصیحت کی ہے۔ پھر استانی جی نے دونوں میں صلح کرا دی اور جھگڑا ختم ہو گیا"

ماں:۔ اچھا لو اب سنو! جب مکہ فتح ہو گیا تو ہمارے نبی سارے ملک عرب کے بادشاہ بن گئے اب دُور دُور سے لوگ آپ کے پاس آتے اور دین اسلام قبول کرتے۔ سارے ملک میں اسلام پھیل گیا اور چاروں طرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز آنے لگی۔ حالات تو اور بھی ہیں مگر میں تم کو مختصر طور پر بتا رہی ہوں۔ ابھی سارے حالات یاد رکھنے کی تم میں طاقت نہیں۔ خیر۔ جب ہمارے نبی کا دین سب جگہ پھیل گیا اور جو کام خدا نے ہمارے نبی کے سپرد کیا تھا وہ آپ نے ختم کر لیا تو خدا نے آپ سے فرمایا کہ محمدؐ آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں، آپ نے عرض کی اے خدا میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ اب آپ کی عمر ۶۳ سال کی ہو گئی تھی اور نبی ہوئے ۲۳ برس ہوئے تھے۔ ایک دن آپ کو بخار ہو گیا۔ اس بخار کی حالت میں ہی آپ تقریباً ایک ہفتہ تک مسجد میں تشریف لیجاتے اور نماز پڑھاتے رہے۔ آپؐ کے سر میں سخت درد تھا۔ ایک دن آپ نے اپنے سر پر بہت سا پانی ڈلوایا اور مسجد میں سر پر پٹی باندھ کر تشریف لائے۔ نماز پڑھائی اور کچھ نصیحت کی باتیں فرمائیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا" مسلمانو! اگر میں نے کسی سے کوئی زیادتی کی ہے تو آج میں اس کی تلافی کے لئے حاضر ہوں اگر میں نے کسی کا کچھ دینا ہے تو آج مجھ سے لے لے۔ ایک شخص اُٹھا اور اس نے کہا کہ حضرت! تین درہم آپؐ نے مجھ سے لے کر ایک فقیر کو دلوائے تھے۔ اس شخص کو فوراً تین درہم ادا کر دیئے گئے۔ دیکھا تم نے ہمارے نبی معاملے کے کیسے سچے تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی آپ اپنے قرضخواہوں کو نہیں بھولے تب آپ نے سب مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگیں۔ جو فوت ہو چکے تھے ان کے لئے بھی اور جو حاضر تھے اُن کے لئے بھی۔ دوسرے دن آپؐ زیادہ کمزور ہو گئے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مرتضیٰ خان حسن

ہے مہرِ درخشاں رُخِ تابانِ محمدؐ ؛ ہے صبحِ بہاراں لبِ خندانِ محمدؐ

ہر مُرغِ چمن گاتا ہے مدحت کے ترانے ؛ ہر بلبلِ بستاں ہے غزلخوانِ محمدؐ

کونین پہ چھائی ہے محمدؐ کی حکومت ؛ ہیں جن و بشر تابعِ فرمانِ محمدؐ

اے روضۂ رضواں کی تمنا نہیں مجھکو ؛ ہے دل میں بسا میرے جو بستانِ محمدؐ

اللہ کا ہے حکم جو ہے حکمِ محمدؐ ؛ اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

لاریب وہ ہیں دولتِ کونین کے مالک ؛ شاہوں سے بھی بڑھ کر ہیں گدایانِ محمدؐ

ہاں نام محمدؐ کا ہے ہر نام سے پیارا ؛ ہر شان سے اونچی ہے جو ہے شانِ محمدؐ

اللہ نے کیا رتبۂ عالی دیا انکو ؛ ہیں تاجِ سرِ عرش غلامانِ محمدؐ

ہر ذرّہ مرا راہِ محمدؐ میں فدا ہے ؛ یہ جان و جگر ہیں مرے قربانِ محمدؐ

اللہ سے یہ حشر کے دن میری دُعا ہے

سر پر ہو مرے سایۂ دامانِ محمدؐ

کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ اس سے دوسرے دن آپ کو ذرا آرام محسوس ہوا۔ آپ نے اپنے حجرے کا پردہ اُٹھایا۔ اور جب دیکھا کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ خوشی سے مسکرائے اور پھر واپس تشریف لے گئے دیکھو ہمارے نبی کو اس وقت کیسی خوشی ہوئی کہ مسلمان خدا کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ اسی کام کے لئے تو آپ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ کہ خدا کے بندے خدا کے سامنے جھکنا سیکھیں۔ اور اس کی عبادت کریں۔ آپؐ کی کمزوری روز بروز بڑھتی گئی۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو بلایا۔ ان کو پیار کیا۔ وہ رونے لگے تو ان کو دلاسا دیا۔ پھر اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بلایا۔ وہ رونے لگیں۔ فرمایا بیٹی! رو نہیں۔ پھر انؓ کے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے۔ اور تسلی دی۔ آپ نے بار بار فرمایا نماز کا اور لونڈی غلام کا خیال رکھنا۔ آپ کی زبان پر اللھم بالرفیق الاعلیٰ۔ اللھم بالرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری تھے۔ یعنی اب اپنے پیارے دوست اپنے اللہ کے پاس جا رہا ہوں۔ یہ لفظ کہتے کہتے آپؐ ہمارے پیارے نبی اپنے خدا .... سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ایسے پیارے نبی، نبیوں کے سردار، رحمۃ للعالمین کا اُٹھ جانا مسلمانوں کے لئے کس قدر صدمۂ عظیم کا موجب ہوا اس کا حال پھر کسی وقت سناؤں گی۔

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲ جون ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۵

سودی قرضہ لینا عذاب الٰہی کو خریدنا ہے

"جو خدا پر توکل کرتا ہے خدا اس کا کوئی سبب پردۂ غیب سے بنا دیتا ہے"

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاداتِ گرامی

ایک شخص نے عرض کیا مجھ پر بڑا قرض ہے دعا کیجئے۔

فرمایا۔ توبہ و استغفار کرتے رہو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو توبہ و استغفار کرتا ہے اسے رزق میں کشائش دیتا ہے۔

پھر پوچھا کہ اتنا قرض کس طرح چڑھ گیا۔ اس نے کہا بہت سا حصہ سودی ہے۔

فرمایا۔ بس پھر تو یہ شامت اعمال ہے، جو شخص اللہ کے حکم کو توڑتا ہے اسے سزا ملتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے فرمادیا کہ اگر سود کے لین دین سے باز نہ آؤ گے تو لڑائی کا اعلان ہے۔ خدا کی لڑائی یہی ہے کہ ایسے لوگوں پر عذاب بھیجدیتا ہے پس یہ مفلسی بطور عذاب اور اپنے کئے کا پھل ہے۔

اس شخص نے کہا۔ کیا کریں مجبوری ہے سودی قرضہ لیا جاتا ہے۔

فرمایا۔ جو خدا تعالیٰ پر توکل کرتا ہے خدا اس کا کوئی سبب پردۂ غیب سے بنا دیتا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے کہ متقی کے لئے خدا تعالیٰ کبھی ایسا موقعہ نہیں بناتا کہ وہ سودی قرضہ لینے پر مجبور ہو۔ یاد رکھو جیسے اور گناہ ہیں، مثلاً زنا چوری، ایسے ہی یہ سود دینا اور لینا ہے کس قدر نقصان دہ یہ بات ہے کہ مال بھی گیا حیثیت بھی گئی اور ایمان بھی گیا۔ معمولی زندگی میں ایسا کوئی امر نہیں کہ جس پر اتنا خرچ ہو جو انسان سودی قرضہ لینے پر مجبور ہو۔ مثلاً نکاح ہے۔ اس میں کوئی خرچ نہیں طرفین نے قبول کیا اور نکاح ہو گیا۔ بعد ازاں ولیمہ سنت ہے۔ سو اگر اس کی استطاعت بھی نہیں تو یہ بھی معاف ہے۔ انسان اگر کفایت شعاری سے کام لے تو اس کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوتا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ اپنی نفسانی خواہشوں اور عارضی خوشیوں کے لئے خدا تعالیٰ کو ناراض کر لیتے ہیں جو ان کی تباہی کا موجب ہے۔ دیکھو سود کا کس قدر سنگین گناہ ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں۔ سور کا کھانا تو بحالت اضطرار جائز رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔ یعنی جو شخص باغی نہ ہو اور حد سے بڑھنے والا۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ غفور رحیم ہے۔ مگر سود کے لئے نہیں فرمایا کہ بحالت اضطرار جائز ہے بلکہ اس کے لئے تو ارشاد ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰ ان کنتم مومنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ اگر سود کے لین دین سے باز نہ آؤ گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان ہے، ہمارا تو یہ مذہب ہے۔ کہ جو خدا تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اسے حاجت ہی نہیں پڑتی۔ مسلمان اگر اس ابتلاء میں ہیں تو یہ ان کی اپنی ہی بدعملی کا نتیجہ ہے۔ ہندو اگر یہ گناہ کرتے ہیں تو مالدار ہو جاتے ہیں مسلمان یہ گناہ کرتے ہیں تو تباہ ہو جاتے ہیں خسر الدنیا والاٰخرۃ کے مصداق پس کیا ضروری نہیں کہ مسلمان اس سے باز آئیں۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے معاش کے طریق میں پہلے ہی کفایت شعاری مدنظر رکھے۔ تاکہ سودی قرضہ اٹھانے کی نوبت نہ آئے جس سے سود اصل سے بڑھ جاتا ہے۔ ابھی کل ایک شخص کا خط آیا تھا کہ ہزار روپیہ دے چکا ہوں ابھی پانچ چھ سو باقی ہے پھر مصیبت یہ ہے کہ عدالتیں بھی ڈگری دے دیتی ہیں۔ مگر اس میں عدالتوں کا کیا گناہ۔ جب اس کا اقرار موجود ہے تو گویا اس کے یہ معنی ہیں کہ سود دینے پر راضی ہے پس وہاں سے ڈگری جاری ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بہتر

(باقی صفحہ ۱۲ پر اشتہار کے نیچے)

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

سید محمود حسین صاحب پرسنل اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ

پاکستان ہائی کمیشن میں نمازِ جمعہ

۱۶ر مئی بروز جمعہ ہائی کمشنر پاکستان کے دفتر واقع لندن میں نمازِ جمعہ پڑھانے کے لئے مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب تشریف لے گئے۔ وہاں حسبِ معمول کافی تعداد میں لوگ نماز کے لئے جمع تھے۔ مولانا موصوف نے بلٰی من اسلم وجهه لله وهو محسن کی آیات تلاوت کیں اور فرمایا قرآن کریم کے نزدیک محض زبانی اقرار یا کسی مذہب کا لیبل لگا لینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا جب تک کہ احکام ..... الٰہی کی تعمیل عملی طور پر اور روزمرہ کی زندگی میں نہ کی جائے۔ نیز فرمایا کہ دوسری حقیقت جس پر قرآن نے زور دیا ہے وہ لفظ "محسن" کے اندر بیان کی ہے۔ یعنی نسل انسانی کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ رواجی نیکیاں اللہ کے نزدیک نیکیاں نہیں نیکی کا معیار صرف ایمان و عمل ہے اور ایمان و عمل کی راہ میں ایثار ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے یہ آیت پڑھی اجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن امن بالله واليوم الاخر وجاهد في سبيل الله ... الخ آخر پر اشاعت اسلام کی اہمیت پر زور دیا اور اُس میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی۔

لندن میں درسِ قرآن

۱۷ر مئی بروز ہفتہ ۱۸ ارا کلسٹن سکیئر لندن میں حسبِ معمول اجتماع ہوا جس میں پاکستانی غیر پاکستانی احباب مسلم غیر مسلم انگریز اور ملایا وغیرہ کے حضرات و خواتین موجود تھے۔ آج کا دن درسِ قرآن شریف کے لئے مخصوص تھا۔ مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے اس موقعہ پر قوموں کی ترقی کے سلسلہ میں درسِ قرآن دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"اللہ کی ذات پر یقین کامل افراد و اقوام کو از حد نامساعد حالات میں بھی ہمت و استقلال پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایمان باللہ پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے علاوہ اقوام کی تعمیر کا دوسرا ذریعہ عمل ہے۔ محض (سلوگن) نعروں سے اقوام کی تعمیر نہیں ہوتی اس کے لئے عمل شرط ہے۔ مگر عمل کے ساتھ ساتھ اتحاد باہمی بے حد ضروری ہے۔ اس لحاظ سے اقوام کی ترقی کا تیسرا اصول اتحاد ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور چیز ہے جس سے اقوام کی تعمیر مکمل ہوتی ہے وہ ہے قربانی و ایثار ہے۔ یہی وہ اصول و احکام الٰہی ہیں جنہیں اپنا کر مسلمان دنیا و آخرت میں عزت کا مقام حاصل کر سکتے ہیں"۔

اس لیکچر کو حاضرین نے بڑی توجہ سے سُنا اور بالخصوص انگریز حاضرین نے اسے نہایت پسند کیا اُن کے الفاظ تھے کہ یہ لیکچر بڑا Inspiring تھا۔

ووکنگ میں لیکچر

۱۸ر مئی بروز اتوار۔ حسبِ معمول ہر اتوار کو تمام دوست ووکنگ میں جمع ہوتے ہیں اس دفعہ بھی بہت سے احباب و خواتین جمع تھے جن میں ویسٹ انڈیز کی خواتین بھی شامل تھیں پاکستانی ہندوستانی مسلم غیر مسلم نیز مقامی مسلم انگریز خواتین بھی آئے ہوئے تھے۔ مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے نماز ظہر پڑھائی اور نماز کے بعد مسجد ہی میں ایک مختصر و مؤثر لیکچر دیا۔ آپ نے قوانین اسلام اور روحانی ارتقاء کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اسلام دنیا کے لئے ایک جامع قانون پیش کرتا ہے اور اسلامی قوانین کے اندر وہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے جسے ہم روزمرہ کی زندگی میں بروئے کار لاکر دنیا میں پُرامن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا جس طرح یہ تمام کائنات ایک اٹل قانون کے اندر محصور ہے اسی طرح انسانی فطرت میں بھی بعض قوانین کارفرما ہیں اور وہ قوانین ذاتِ باری کے .... Commandments ہیں جو مکمل طور پر قرآن کریم میں بیان فرما دیئے گئے ہیں۔ ان احکام کے تحت زندگی بسر کرنا اپنی فطرت و روحانی قوتوں کو کامل طور پر نشوونما دیتا ہے اور اُن سے احتراز کرنا قوتوں کی نشوونما کو روک دیتا ہے جسے قرآن کریم نے گناہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس ضمن میں عیسائیوں کے نقطہ نگاہ دربارہ گناہ پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

بورن ماؤتھ میں لیکچر

بورن ماؤتھ سمندر کے کنارے انگلستان کے جنوبی ساحل پر ایک مقام ہے۔ یہ شہر ووکنگ سے بذریعہ ریل تین گھنٹے کا سفر ہے۔ بورن ماؤتھ کالج میں مسلمان طلبا نے ایک مسلم سٹوڈنٹس یونین قائم کر رکھی ہے۔ ان لوگوں نے ووکنگ مشن سے استدعا کی تھی کہ اسلام پر انہیں لیکچر دیا جائے اس کے لئے ہمارے نائب امام ...... جناب محمد یحییٰ بٹ صاحب ۲۲ر مئی کو بورن ماؤتھ کے لئے بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ یونین کے صدر، دیگر رفقاء کے ہمراہ سٹیشن پر موجود تھے جو بٹ صاحب کو جلسہ گاہ پر لے گئے۔ ساٹھ کے لگ بھگ طلباء جلسہ میں موجود تھے۔ جلسہ مذکور زیرِ صدارت مسٹر HELD SON جو انگلش ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ہیں شروع ہوا۔ فاضل مقرر نے اسلام کے پیغامِ امن اور اس کے ذرائع پر بحث شروع کرتے ہوئے اسلام کے وسیع اور ہمہ گیر نظریات جو کہ نسل انسانی پر حاوی ہیں نہایت مؤثر رنگ میں بیان کئے آپ نے بتایا کہ مسلمان کے لئے اسلام نے دوسرے انبیاء کرام پر ایمان لانے کو اس کے دین کا ایک اہم اور ضروری جزو قرار دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا ذکر بارہا قرآن میں موجود ہے اور انہیں پاک اور محبوب کر کے بیان کیا گیا ہے یہ بھی آپ نے بتایا کہ کس طرح پال نے بعد میں عیسائیت کی اصل تعلیم کو Pagan نظریات سے ملوث کر دیا تاکہ اسے دیگر اقوام میں پھیلایا جا سکے۔

بعد میں سوالات کا سلسلہ شروع ہوا جس میں تعددِ ازدواج کے متعلق بھی پوچھا گیا جس کا موزوں جواب دیا گیا جو سائل کے لئے موجب اطمینان ثابت ہوا۔ آخر میں پریزیڈنٹ سٹوڈنٹس یونین نے ووٹ آف تھینکس پیش کرتے ہوئے کہا:۔ It was most illuminating talk

یعنی یہ ایک نہایت بصیرت افروز تقریر تھی۔ اس کے بعد صاحب صدر بٹ صاحب کو ہمراہ لے کر موٹر کے ذریعہ ساحل سمندر پر سیر کے لئے .... گئے۔ اور وہاں سے انہیں رات کو مسٹر ہلڈسن اپنے گھر پر لے گئے۔ ان کے بیوی بچوں سے بھی ملاقات ہوئی صاحب موصوف کو انہوں نے اس رات اپنے گھر پر ہی مہمان رکھا۔ مسز ہلڈسن بھی اسی کالج میں معلمہ ہیں اور علم ریاضی پڑھاتی ہیں۔ دوران قیام میں اسلام کے مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ باتوں باتوں میں میاں بیوی نے بیک زبان کہا کہ وہ دل سے عیسائی نہیں ہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کے ہمہ صفت اصول انہیں بھا گئے تھے۔ دوسرے روز انہوں نے بٹ صاحب کو نہایت محبت و شفقت سے رخصت کیا۔

ورلڈ کانگریس آف فیتھس میں

جمعرات ۱۲ر جون ۱۹۵۸ء۔ ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے زیر اہتمام ایک جلسہ Aldgate Church لندن میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مختلف مذاہب کے نمایندے مدعو تھے جس میں ہر نمایندہ کو اپنی مذہبی کتاب سے کچھ پڑھ کر سنانا تھا۔ اسلامی نمایندگی کے لئے مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی باری آنے پر اقوام عالم میں امن و سلامتی پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کے ... وسیع نظریات کو پیش کیا اور ان کو قرآن کریم کے اپنے الفاظ میں پڑھ کر بتایا اسلام میں اللہ پاک کا تصور نسل انسانی کا تصور اور تمام روحانی لیڈر کا تصور خاص طور پر وضاحت سے بیان کیا گیا۔ آخر میں فاضل مقرر نے قرآن پاک کی آیات یا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم کے الفاظ میں تمام مذاہب کے پیروؤں کو جمع ہو جانے کی دعوت دی۔

ونفورڈ سوسائٹی میں لیکچر

ہفتہ ۱۵ر جون ۱۹۵۸ء۔ آج محترمی محمد یحییٰ بٹ صاحب نائب امام مسجد ووکنگ نے Watford میں Quakers کے اجتماع میں لیکچر دینا تھا چنانچہ آپ وقت مقررہ سے کچھ پہلے جب ونفورڈ ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو ونفورڈ سوسائٹی کے معزز رکن مسٹر

(باقی بر صفحہ ۸)

قربانی حصولِ رضائے الٰہی اور قوموں کو زندہ کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے

حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور حضرت نبی کریم صلعم کا عظیم الشان معجزہ

خطبۂ عید الاضحےٰ مؤرخہ ۲۹ جون ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (تین بار)

خطبہ شروع کرنے سے پہلے مندرجہ بالا تکبیریں پڑھتے ہوئے فرمایا:-

آج مکہ کی وادی اللّٰھم لبیک اللّٰھم سعدیک کی آوازوں سے گونج رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ مکہ معظمہ میں نہیں پہنچ سکتے وہ اپنے اپنے شہروں میں نماز عید کے لئے جاتے ہوئے بھی تکبیریں بلند آواز سے کہیں اور واپسی پر بھی تکبیریں بلند کرتے آئیں۔ ایسا کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے۔ تمام کے تمام لوگوں کا مل کر تکبیریں بلند کرنا قوم کے دلوں پر ایک عجیب اثر پیدا کرتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی قربانیاں

آج ایک عظیم الشان قربانی کی یادگار میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ مکہ معظمہ کی وادی میں جمع ہے اور ان کی تقلید میں باقی تمام مسلمان اپنی اپنی جگہوں پر جمع ہو کر اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو زندہ کر رہے ہیں، خدا تعالےٰ کی رضا قربانی کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ نے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا جس کی جزا اللہ تعالےٰ نے اس رنگ میں دی کہ فرمایا وترکنا علیہ فی الاٰخرین۔ ان کی یادگار کو بعد میں آنے والی نسلوں میں قائم کر کے ان کا ذکر قیامت تک جاری وساری کر دیا، ان دو بزرگ ہستیوں نے خدا کی رضا کے لئے اور قوم کو زندہ رکھنے کے لئے قربانی کا لاجواب نمونہ دکھایا۔

بین الاقوامی اتحاد کے لئے نبی کریمؐ کی قربانی

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایک کرنے کے لئے فرمایا اے یہودیو اور اے نصرانیو میں تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی طرف تمہیں بلاتا ہوں، تاکہ تم ایک ہو جاؤ، حضرت صلعم نے بھی بڑی قربانی کی ہے اگر چھوٹے دل کے انسان ہوتے تو کہتے کہاں ابراہیمؑ اور ہاجرہ، ان کو ہزاروں سال گذر گئے۔ ان کی یاد کو زندہ کرنے کے بجائے کیوں نہ اپنی یادگار قائم کی جائے لیکن اس عظیم باپ، عظیم بیٹے نے لوگوں کو اپنی تعمیر کردہ مسجد کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دینے کے بجائے تمام اقوام کے باپ حضرت ابراہیم کے بنا کردہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تاکہ تمام اقوام کو متحد کر دیں۔

عورت اور مرد کا ایک مقام

حضرت ہاجرہ کی یاد میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑنا آپ نے حج کے ارکان میں شامل کر دیا۔ فرمایا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی مقام ابراہیم کو اپنی عبادت گاہ بناؤ اور اسی طرح فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں، اس طرح آج کے دن مرد اور عورت کو ایک مقام پر کھڑا کر دیا، اگر ابراہیمؑ کی یاد میں مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں تو ایک عورت (حضرت ہاجرہ) کی یاد میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سعی بھی مناسک حج میں سے ہے

حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کا ایمان

حضرت ابراہیم کی قربانیوں کا قرآن کریم میں بڑا ذکر ہے انہوں نے اپنے باپ کے ساتھ بحث کی، اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کیا، ملک کے بادشاہ کے ساتھ حجت آرائی کی، اور فرمایا خدا کے حکم سے میں تمام چیزوں کو چھوڑ سکتا ہوں اور جس آگ میں تم مجھے ڈالتے ہو وہ میرے لئے گلزار بن جائے گی یا نار کونی بردا وسلٰما علیٰ ابراھیم۔ آپ حضرت ہاجرہ کو لے کر اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں اب مکہ آباد ہے، اس وقت وہاں کوئی آبادی نہ تھی، ریگستان ہی ریگستان تھا۔ وہاں ان کو ٹھہرا کر خود سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اندازہ لگائیے ایک عورت ذات ہو، چاروں طرف جنگل اور بیابان ہو، خاوند اس کو اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہو، اس پر کیا گزرے گی؟ حضرت ہاجرہ نے جب دیکھا کہ وہ جانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں تو پوچھنے لگیں آپ کس کے حکم سے جا رہے ہیں ءاللّٰہ امرک بھذا کیا خدا نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ یہ کس قدر خدا پرست عورت ہے، حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا ہاں خدا کے حکم سے جا رہا ہوں۔ وہ پوچھتی ہیں الی من تکلنا۔ ہمیں آپ کس کے سپرد کر کے جاتے ہو، کہا الی اللّٰہ اکلکم۔ تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، حضرت ہاجرہ کا جواب سنئے اذًا لا یضیعنا۔ پھر اللہ تعالےٰ ہمیں ضائع نہیں ہونے دیگا، کس قدر خدا تعالےٰ پر توکل ہے مرد کا ایمان دیکھو، خدا کا ارشاد ہوا تو بیوی بچہ کو جنگل بیابان میں چھوڑ دیتا ہے، اور عورت کا بھی ایمان دیکھو ہولناک بیابان میں جہاں نہ پانی ہے نہ سبزہ نہ کوئی انسانی آبادی محض اسی بات پر خوش ہو جاتی ہے کہ انہیں خدا کے سپرد کیا جاتا ہے، اور کس یقین کے ساتھ کہتی ہے کہ خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

پانی کے لئے سعی اور آبادی کا سامان

اس کے بعد کیا گذرتی ہے پانی ختم ہو جاتا ہے بچہ کو پیاس لگتی ہے، وہ بیتاب ہے۔ اس کو دیکھ کر ماں بھی بیتاب ہو جاتی ہے، چاروں طرف دیکھتی ہے کوئی پانی نظر نہیں آتا، دوڑتی ہوئی کبھی ایک پہاڑی صفا پر چڑھتی اور بلندی سے پانی کو دیکھتی ہے، کہیں نظر نہیں آتا تو دوسری پہاڑی مروہ پر چڑھ جاتی ہے اور اسی طرح بار بار ایک سے دوسری اور دوسری سے پہلی پہاڑی پر چڑھتی اور اترتی ہے، خدا نے ان کے اضطراب اور سعی کو قبول فرمایا، ایک فرشتہ خوشخبری لے کر آیا اور اس جگہ جہاں بچہ پڑا ہوا تھا، خدا کے حکم سے ایک چشمہ پھوٹا جس سے اس بی بی اور بچہ کی بیتابی دور ہوئی۔

اس کے بعد پانی کو دیکھ کر پرندے وہاں آگئے اور پرندوں کا اس طرف رخ دیکھ کر ایک قبیلہ بھی پانی کی تلاش میں ادھر آنکلا۔ ریگستان کے اندر پانی کا مل جانا بہت بڑی نعمت ہے، انہوں نے حضرت ہاجرہ سے اجازت طلب کی کہ اس پانی سے پئیں اور مویشیوں کو سیراب کریں، انہوں نے اجازت دے دی۔ اس قبیلہ والوں نے اس کے معاوضہ میں ان کی خدمت میں طرح طرح کے تحائف پیش کئے جن میں مطعومات بھی تھے اسی طرح یہ قبیلہ آتا جاتا رہا اور پھر اس قبیلہ کی ایک لڑکی کی شادی حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ ہو گئی۔

حضرت اسمٰعیل کی قربانی

حضرت اسمٰعیل کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کو خوشخبری دی گئی فبشرناہ بغلام حلیم ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دی۔ اسی بچہ اور اس کی والدہ کو انہوں نے خدا تعالےٰ کے حکم سے اس ریگستان میں لا ڈالا۔ جب یہ بچہ جوان ہو گیا، کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گیا تو اس کے باپ کو خدا تعالےٰ نے ایک کشف دکھایا کہ وہ اسے ذبح کر رہا ہے یہ کتنا بڑا امتحان ہے، جوان اور اکلوتا بیٹا اور اس کو اپنے ہاتھ

سے ذبح کرنے کا حکم ہو، چنانچہ باپ نے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا **یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ**۔ تہذیب بھی سکھاتا ہے قرآن، باپ بیٹے سے مشورہ طلب کرتا ہے، اور یوں مخاطب کرتا ہے اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، آپ مشورہ دیں کہ کیا کرنا چاہیئے، اس پر بیٹے کا جواب سن لیجئے **یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین**. میرے پیارے باپ جو حکم آپ کو دیا گیا ہے وہ بجا لائیے آپ مجھے صابر پائیں گے۔ **فلما تلہ للجبین** خدا تعالےٰ نے جب دیکھ لیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے دل کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے حضرت اسماعیل کی گردن پر چھری رکھدی ہے تو فرمایا **یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا** اے ابراہیم آپ نے اسمٰعیل کو قربان کر دیا، ہم نے اس قربانی کو قبول کر لیا ہے، ہم حکم دیتے ہیں کہ اس اسمٰعیل کی قربانی کی یاد میں ایک مینڈھا ذبح کر دیا جائے۔ **وترکنا علیہ فی الاٰخرین** اور بعد میں آنے والوں میں اس کو یادگار بنا دیا۔

کعبۃ اللہ میں اتحادِ نسل انسانی کا منظر

پس آج جو قربانی کی جاتی ہے وہ حضرت ہاجرہ اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی قربانیوں کی یادگار ہے قربانی کے بغیر خدا کی رضا میسر نہیں آسکتی، خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں سے بہت بڑی قربانی چاہتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں اور ایرانیوں اور رومیوں اور افریقی اقوام اور ہندوستان اور انڈونیشیا اور دنیا بھر کے لوگوں کو کعبۃ اللہ میں جمع کر کے دکھا دیا، یہ کام نہایت اہم ہے اور نہایت مشکل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا، حضور کا یہ معجزہ رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ آج پنجابی اور ہندی اور سندھی و پٹھان اور بنگالی مسلمان ایک نہیں ہو سکتے، یہ سب مسلمان ہیں، سب کے دل چاہتے ہیں کہ ایک ہو جائیں، لیکن ناکامی ہی ناکامی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کس طرح ایک دوسرے کی مخالف اور دشمن اقوام کو اتحاد کی سلک میں منسلک کر دیا یہ وہ معجزہ ہے جو قیامت تک یادگار رہے گا۔ آج یورپ کی قومیں اتحاد اتحاد پکارتی ہیں، ایسے رستے تلاش کرتی ہیں جن سے دنیا متحد ہو سکے ایک ڈاکٹر صوفی میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا میں بیروت جا رہا ہوں، امریکہ نے وہاں پر مسلمانوں اور پادریوں کی کانفرنس بلائی ہے تاکہ امریکہ اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی بنیاد ڈالی جائے۔ اور ایسا ہی دوسری قومیں بھی اتحاد کے لئے بیتاب ہیں، یہ اتحاد کس طرح ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا جس اتحاد کے لئے دنیا بیتاب ہے وہ کعبۃ اللہ میں جا کر دیکھو آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے ذریعہ یہ سبق دیتے ہیں کہ خدا کی توحید کے اندر انسانیت کی وحدت کا سبق ہے، توحید الٰہی کا عقیدہ وحدت نسل انسانی کا سبق دیتا ہے، آج جبکہ ولولہ ہے کہ انسانیت کو ایک ہونا چاہیئے، کعبۃ اللہ ہی ایک جگہ ہے، جو اس کا عملی نظارہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے متعلق فرماتا ہے، **مثابۃ للناس**، وہ تمام دنیا کے انسانوں کے بار بار جمع ہونے کی جگہ ہے اور پھر فرمایا **ومبارکا وھدی للعالمین** اس کی برکات کبھی ختم نہ ہوں گی اور کعبۃ اللہ تمام انسانیت کے لئے رہبری کا باعث ہوگا کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے ایسے چشمے پھوٹے ہیں جو اقوام عالم کو سیراب کریں گے ادھر ریڈیو اور طیاروں نے قوموں کو ایک دوسرے سے متعارف کر دیا، اور اتحاد کا ولولہ دنیا میں پیدا ہو گیا، ادھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے انہوں نے چودہ سو سال پہلے حقیقی اتحاد کی بنیادیں استوار کیں اور اقوام کو وہاں جمع کر دکھایا اور یہ مظاہرہ ہر سال مشاہدے میں آتا ہے۔

آپ نے ہردوار کا میلہ دیکھا یا سنا ہوگا۔ بنگال میں کالی دیوی کی پوجا کا تہوار، دیکھا یا سنا ہوگا۔ انگلستان میں کرسمس کے موقعہ پر حضرت عیسےٰ کو صلیب دیئے جانے کی یاد میں بہت بڑا تہوار منایا جاتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یادگار قائم کی جو نظریات آپ نے دنیا کو دیئے اُن کے مقابلہ میں وہ سب بے حقیقت ہیں۔ یہاں عبادت الٰہی کا ولولہ ہے اور اتحاد نسل انسانی کا مظاہرہ ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اس رنگ کو قبول کریں۔

توحید کو پھیلانے اور دنیا میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرو

کعبۃ اللہ کا ایک مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں اتحاد قائم ہو، مبارک ہے وہ مسلمان جس کے دل میں اس مقصد کو پورا کرنے کی امنگ ہو، یہ بلند مقصد ہمیشہ مسلمان قوم کے سامنے رہنا چاہیئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد میں سے قوموں کا ایک کرنا نور توحید اُن میں پیدا کرنا ہے۔ یہ بہت اہم مقاصد ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ اور قوم کے اندر قربانی کرنے کے لئے تڑپ ہونی چاہیئے۔ وہ قوم جس کے اندر قربانی کی روح باقی نہ رہی وہ زندہ نہیں رہتی۔ آج اللہ تعالےٰ سے عہد کرنا چاہیئے کہ اے خدا ہم کوشش کریں گے کہ تیری توحید کا ڈنکا دنیا میں بجے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دنیا میں قائم ہو۔ تو اس کے لئے بیش از بیش قربانی کی توفیق عطا فرما۔

اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الٰہ الا اللہ واللہ
اکبر اللہ اکبر وللہ
الحمد

اخبارِ احمدیہ

نمازِ عید

عید الاضحےٰ لاہور میں ۲۹ رجون کو منائی گئی، مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نمازِ عید پڑھی گئی، خدا کے فضل سے مجمع بڑا پُر رونق تھا، حضرت امیر ایدہ اللہ نے نماز پڑھائی، جس کے بعد قربانی اور کعبۃ اللہ میں اتحاد اسلامی کے عملی مناظر پر ایک پُرمغز خطبہ دیا، جو دوسری جگہ درج ہے۔

حج کی ادائگی

عبدالرشید خان صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اسمٰعیل آباد لکھتے ہیں کہ:-

"محترم چوہدری سلطان علی صاحب کاٹن ڈیولپمنٹ آفیسر کالونی ٹیکسٹائل ملز جو ہماری جماعت اسمٰعیل آباد کے معزز رکن ہیں، معہ اہلیہ محترمہ ۱۴ رجون کو فریضہ حج کی ادائگی کے لئے روانہ ہوئے تھے، امید ہے اس مقدس فریضہ کی ادائگی کا شرف بخیر و خوبی حاصل کر چکے ہوں گے، احباب کرام سے ان کی بخیر و عافیت واپسی کے لئے دعا کی درخواست ہے"۔

دعائے صحت کی درخواست

اسی خط میں عبدالرشید خان نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسٹر منظور احمد صاحب سپروائزر کالونی ٹیکسٹائل ملز جو ہماری جماعت کے سرگرم نوجوان ہیں ان کی بچی کافی دنوں سے بیمار ہے۔ احباب کرام سے بچی کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

آہ! خواجہ محمد اسمٰعیل

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے پڑھی جائے گی کہ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب راولپنڈی کا ۲۹ رجون کی شام کو کوہ مری پر انتقال ہو گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ خواجہ صاحب ممدوح ہماری جماعت کے ایک نہایت ممتاز اور مخلص رکن تھے۔ انہوں نے کوہ مری پر نہایت محبت اور اخلاص کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد تعمیر کی جس کو اپنی وفات سے پیشتر انجمن کے حق میں ہبہ کر گئے ہیں، ان کا ہبہ نامہ پیغام صلح کی کسی سابقہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ ان کی وفات جماعت کے لئے بہت بڑے نقصان کا موجب ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اعلےٰ علیین میں جگہ عطا کرے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، ہم اس صدمہ میں اُن کے تمام اقربا، فرزندان رشید اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ خواجہ صاحب موصوف کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر اُن کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

(باقی صفحہ ۵ کالم ۳ کے نیچے)

اپنے فائدہ کیلئے قومی مفاد کو قربان کرنا قوم سے غداری ہے

موسٰی اور قارون کے قصہ میں مسلمانوں کے لئے سبق

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولما بلغ اشدہ واستوی اٰتینٰہ حکماً وعلماً وکذالک نجزی المحسنین ...... فقال رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر ——— (القصص آیات ۱۴ تا ۲۴)

نشۂ اقتدار میں کمزوروں پر ظلم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور آپ کی قوم کی تسلی اور تربیت کے لئے حضرت موسٰے علیہ السلام کے کچھ حالات ان آیات میں بیان کئے ہیں، ان میں یہ بتانا مقصود ہے کہ بڑی سے بڑی مقتدر ہستیوں، دولت اور خزانے رکھنے والوں، اور جرار لشکروں پر بھی خدا تعالےٰ کا تسلط ہے، جب کبھی کوئی دولت اور اقتدار کے نشہ میں خدا کو بھول جائے۔ تو اسے ڈرنا چاہیئے کہ خدا کے غضب کا شکار نہ بن جائے دولت اور اقتدار خدا سے غافل کرنے والی چیزیں ہیں اور انسان اقتدار کے نشہ میں نہ صرف خدا کو بھول جاتا ہے بلکہ اس کی مخلوق پر ظلم و ستم کرنا اپنا شعار بنا لیتا ہے، لیکن ان راستوں سے اس کا اقتدار بڑھنے کی بجائے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے آخر کار مقابلہ پہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ظالم کا سارا اقتدار ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔

کمزوروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مژدہ

اللہ تعالیٰ کمزوروں اور غریبوں کی مدد کرتا اور انہیں ظالموں پر مسلط کر دیتا ہے یہاں بھی ایک ایسا ہی مژدہ غرباء کو دیا ہے، فرمایا ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین وہ لوگ جو بے کس اور بے نوا اور ناتوان ہیں ان کے لئے مژدہ سنو کہ اگر خدا کا ارادہ ہو جائے تو ان بے نواؤں کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے اور سارا اقتدار ان کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے۔ جب ہم نے چاہا تو فرعون اور اس کی ملکہ کو اس بچہ کا نوکر بنا دیا جس کو وہ قتل کرنا چاہتا تھا، یہ خدائی کرشمہ ہے، غرباء کو خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنا چاہیئے اور کبھی مایوسی کا شکار نہ ہونا چاہیئے۔ خدا ان پر مہربانیاں کرے گا۔

قارون ——— قوم سے غداری کرنیوالا شخص

دو آدمیوں کا ذکر ان آیات میں ہے، موسٰے اور قارون دونوں ایک ہی قوم کے افراد اور ایک ہی سلطنت کے اندر رہتے ہیں، ایک نے فرعون کو خوش کرنے کے لئے قوم کے مفاد کو قربان کر دیا، اور اس ذریعہ سے بہت سی دولت جمع کر لی، امیر تو وہ ہو گیا لیکن بادشاہ کی نگاہ میں غلام زادہ ہی تھا، ایک غلام قوم کا فرد خواہ کتنا بھی امیر کبیر ہو جائے۔ آخر غلام ہی کہلائے گا یہی حال قارون کا تھا، وہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ ان قارون کان من قوم موسٰے فبغی علیھم۔ قارون موسٰے کی قوم میں سے تھا اس نے دنیا کی دولت اور دنیا کی عزت کی خاطر اپنی قوم سے غداری کی۔

موسٰے ——— قوم کیلئے ذاتی مفاد کو قربان کرنیوالا انسان

ایک طرف یہ دوسری طرف اسی قوم میں سے موسٰی تھے جنہوں نے بادشاہ کے محل میں پرورش پائی ہر طرح کا عیش و آرام، خدم و حشم انہیں میسر تھے، لیکن ان چیزوں کا ان کی طبیعت پر مطلق اثر نہیں پڑا وہ اپنی قوم کے وفادار رہے ولما بلغ اشدہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گئے، واستویٰ اور ہر طرح کا کمال حاصل کر لیا اٰتینٰہ حکماً وعلماً تو ہم نے انہیں فہم اور علم عطا کیا، یہ خدا کے کام ہیں، قارون بھی اسی قوم میں سے ہے لیکن وہ اپنے فائدہ کے لئے قوم کے مفاد کو قربان کر دیتا ہے، تاکہ کسی طرح بادشاہ خوش ہو جائے، اور دوسری طرف موسٰے اسی بادشاہ کے محل میں پرورش پا کر جوان ہوتے ہیں تو انہیں بادشاہ کی خوشی یا ناراضی کی پروا نہیں وہ خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے فہم اور علم سے کام لیتے ہیں۔ اور آگے ایک قانون بیان فرما دیا۔ کذالک نجزی المحسنین یہ موسٰے کے ساتھ ہی خاص نہیں، کوئی بندہ جو خدا کا ہو جائے ہمارا سلوک اس کے ساتھ ایسا ہی ہو گا۔

ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی حمایت

اس جگہ دو باتوں کا ذکر ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا ہو جانا آسان نہیں۔ موسٰے علیہ السلام محل سے نکلتے ہیں ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلٰن شہر کا حال دیکھنے کے لئے وہ رات کے وقت نکلے تو دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ ایک ان کی اپنی قوم میں سے تھا اور دوسرا دشمنوں میں سے انہوں نے دیکھا کہ ان کی اپنی قوم کا آدمی پٹ رہا ہے، کوئی چھوٹے دل کا آدمی ہوتا تو خیال کرتا کہ میری بلا سے، میں کیوں اس غریب کی حمایت کر کے حکام کی دشمنی مول لوں لیکن حق پرست انسان دوسروں کے لئے موت کے منہ میں جانا پسند کرتے ہیں، بہ نسبت اس کے کہ وہ وزن کر کے دیکھیں کہ کس بات میں ان کا فائدہ ہے اور کونسی بات ان کے لئے نقصان دہ ہے، فائدہ ہو یا نقصان ان کے مدنظر حق کی حمایت کرنا ہوتا ہے فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ۔ جونہی اس غریب نے جو پٹ رہا تھا موسٰے کو دیکھا اس نے دہائی دی کہ دیکھئے جناب ہم مارے گئے۔ ہماری فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ حضرت موسٰے کے دل میں درد پیدا ہوا وہ فوراً مظلوم کی مدد کے لئے تیار ہو گئے فوکزہ موسٰے فقضٰی علیہ۔ موسٰے نے اس دشمن قوم کے آدمی کو مکا مارا، جس سے وہ مر گیا، اس پر انہوں نے کہا ھذا من عمل الشیطٰن۔ یہ شیطانی فعل تھا جو تم نے کیا کہ ایک غریب کو مار رہے ہو اس کا نتیجہ تم نے پا لیا۔

استغفار کا مطلب

پھر دعا کی قال رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی۔ خدا کے پیارے بندوں کا یہی دستور چلا آتا ہے کہ ہر نیکی کے کام کے بعد اس کے حضور استغفار کرتے ہیں۔ جب کوئی خدا کا بندہ کوئی اعلیٰ درجہ کا کام کرتا ہے تو اس کے بعد استغفار ضرور کرتا ہے اور یہاں ظلمت نفسی کے یہی معنے ہیں کہ میں نے اس کو مار کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیا ہے اس لئے فاغفر لی اے خدا اس کے برے نتائج سے میری حفاظت فرما، اور پھر ایک اور بڑی اعلےٰ پایہ کی بات کہی رب بما انعمت علی فلن اکون ظھیراً للمجرمین۔ اے اللہ تو نے مجھ پر جو انعام کیا اس کا یہ نتیجہ تو ہو کہ میں مجرموں کی پشت پناہی کروں۔ میں اس ظالم حکومت کا پرزہ بننا نہیں چاہتا، آج جو انعام تو نے مجھ پر کیا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ کہ میں نے حق کی حمایت کے لئے ایک خطرہ مول لے لیا۔

حضرت موسٰے کا خوف

حضرت موسٰے کو علم تھا کہ اس نیکی کے فعل کا نتیجہ یہ ہو گا کہ شاہی محل کے آرام و آسائش سے یکدم محروم ہونا ہو گا۔ علاوہ ازیں سزا کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ فاصبح فی المدینۃ خائفاً یترقب وہ طبعی طور پر خائف تھے اور گرفتاری اور سزا کی توقع رکھتے تھے۔ یہ انسانیت کا تقاضا ہے، پیغمبروں کا دل پتھر نہیں ہوتا، کہ اس میں احساس نہ ہو،

موسٰے کو قتل کرنے کا فیصلہ اور ان کے بچاؤ کا سامان

چنانچہ ایسا ہی ہوا سلطنت کے لوگوں میں چرچا ہو گیا کہ فرعون کے محل میں پرورش پانے والا بڑا بے وفا نکلا، اندر سے یہ اسرائیلیوں ہی کا خیر خواہ ہے اور فرعون کا دشمن اس لئے سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس بے وفا انسان کو قتل کر دیا جائے، ادھر یہ فیصلہ ہوا اور ادھر خدا نے ان کے بچاؤ کا سامان کر دیا فرمایا وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعٰی شہر کی ایک دور کی جگہ سے دوڑتا ہوا ایک شخص آیا قال یموسٰی ان الملا یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج

انی لك من الناصحین اس نے کہا اے موسٰے بڑے بڑے لوگ تیرے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں تو یہاں سے نکل جا۔ میں آپ کی خیرخواہی کی بناء پر یہ مشورہ عرض کرتا ہوں فخرج منھا خائفًا یترقب۔ پھر وہی دو لفظ دوہرائے خائفًا یترقب، موسٰے علیہ السلام وہاں سے ڈرتے ہوئے نکلے اور یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب پکڑے گئے کہ اب پکڑے گئے۔

ایک اور رنگ میں غریبوں اور کمزوروں کی امداد ولما توجہ تلقاء مدین قال عسٰی ربی ان یھدینی سواء السبیل جب مدین کی جانب انہوں نے رُخ کیا تو دُعا کی کہ امید ہے میرا رب مجھے سیدھی راہ پر لے جائے گا ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون جب مدین کے پانی پر پہنچے تو ایک اور امتحان پیش آیا اس امتحان کا رنگ پہلے سے مختلف ہے حضرت موسٰے نے دیکھا کہ وہاں کچھ چرواہے اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے ووجد من دونھم امراتین تذودٰن اور ان کے علاوہ انہوں نے دیکھا کہ دو عورتیں اپنے مویشیوں کو روک رہی ہیں تاکہ پانی کی جگہ پر نہ پہنچیں اور کہیں چرواہے مشٹنڈوں سے نپٹنا نہ پڑے ان کو مخاطب کر کے آپ پوچھتے ہیں قال ما خطبکما یہ کیا بات ہے کہ تم اپنے مویشیوں کو مار مار کر پانی کی طرف بڑھنے سے روک رہی ہو، قالتا لا نسقی حتٰی یصدر الرعاء انہوں نے کہا کہ ہم پانی نہیں پلا سکتیں جب تک چرواہے اپنے جانوروں کو نہ لے جائیں اور یہ امر کہ ہم عورتیں ہو کر کیوں پانی پلانے آئی ہیں، اس کا یہ سبب ہے وابونا شیخ کبیر ہمارا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے۔ اس پر حضرت موسٰے نے کہا ٹھہرو، میں تمہارے مویشیوں کو پانی پلاتا ہوں، فسقٰی لھما، چنانچہ ان کو پانی پلا دیا۔

محل کے مقابلہ میں درخت کا سایہ

اور پھر تولّٰی الی الظل سایہ میں چلے گئے معلوم ہوتا ہے پانی کی جگہ دھوپ میں تھی۔ اس لئے تھک کر سایہ میں چلے گئے۔ اس وقت ایک اور جملہ منہ سے نکلا ربّ انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر میرے ربّ کہاں وہ محل اور اس کا آرام و آسائش ۔ اس درخت کے سایہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے یہ تیری نعمت ہے جو تو نے مجھ جیسے محتاج کو عنایت فرمائی۔ محل میں پرورش پانے والے جنہوں نے کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہ کیا ہو ایسے موقعہ پر فیل ہو جاتے ہیں وہ اس قسم کی خدمت کو نا پاکی کسرشان یقین کرتے ہیں لیکن حضرت موسٰے نے حقیقی انسانیت اور حقیقی بڑائی کا مظاہرہ کیا وہ دو مختلف امتحانوں میں خوب کامیاب رہے۔

لیڈر کے لئے بلندئ کردار کی ضرورت

یہ واقعات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی تسلی کے لئے بیان کئے گئے اور وہ جو فرمایا تھا ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ غریب اور کمزور لوگوں پر ہم احسان کریں گے ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین اور ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان کو لیڈر بنا دیں اور سلطنت کے مالک بنا دیں۔ لیکن سلطنت کے مالک بننے کے لئے کوئی کیرکٹر ہونا چاہیئے، کوئی اعلٰے اخلاق ہونا چاہیئے اسی لئے موسٰے کو یہ تمام مراحل طے کرنے پڑے، دولت اور ناز و نعمت میں پلا ہوا ہو اور غریب کا ہاتھ پکڑے جیسے موسٰے نے کیا تو بہت بڑی بات ہے یہی کردار کی بلندی ہے، شاہی محل میں پرورش پائی، ناز و نعمت دیکھی خدم و حشم دیکھے، پھر ایک غریب کی فریاد سُن کر اس کی مدد کی اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا، اور اب دو کمزور عورتوں کو دیکھ کر ان کے مویشیوں کو کنوئیں سے پانی پلا دیا، اور پھر سایہ میں مقام کیا اور کہا یہ محل سے بہتر ہے۔

اپنے فائدہ کے لئے قومی مفاد کو قربان نہ کرو

یہی بات اللہ تعالےٰ نے مسلمان قوم کو بتائی کہ مسلمان اپنے فائدہ کے لئے قوم کے مفاد کو قربان نہ کریں جس طرح قارون نے اپنے مفاد کو مدِ نظر رکھا، اور قوم کے مفاد کو قربان کر دیا۔ موسٰے نے محل میں پرورش پائی، فرعون نے ان کو ناز و نعمت سے پالا، لیکن انہوں نے اپنی قوم کے مفاد کو قربان نہ کیا اور اپنی قوم کے لئے ہر طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا۔ مظلوم کو دیکھا تو اس کی مدد کی، غریب اور کمزور کو دیکھا تو ان کے لئے محنت مشقت اُٹھائی، جب تک کوئی شخص دوسرے کے لئے مشقت نہیں اُٹھاتا موت کے منہ میں نہیں جاتا، اس وقت تک وہ انسانیت کے اعلےٰ مرتبہ پر نہیں پہنچتا، اور یہ موسٰے کے ساتھ خاص نہیں وکذالك نجزی المحسنین۔ ہمارا قانون عام ہے جب کوئی شخص اپنے مفاد کو ترک کر کے قوم کے مفاد کو ترجیح دیتا ہے دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ وہ ہمارا پیارا ہو گا۔ بالفاظ دیگر اس میں بتایا ہے کہ اگر صاحب اقتدار لوگوں کے مظالم کی وجہ سے خدا ناراض ہو جائے تو وہ سارے اقتدار کو تباہ کر دیتا ہے ہر غریب اور مظلوم کے لئے اس میں خوشخبری ہے کہ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔

ضرورت رشتہ

ایک غیر از جماعت میجر ڈاکٹر جو ایک ہزار روپیہ تنخواہ پر فوجی ہسپتال میں متعین ہیں، اور اعلےٰ اخلاق کے مالک ہیں کسی ایم بی بی ایس پاس لیڈی ڈاکٹر سے رشتہ کے خواہشمند ہیں۔

خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کی جائے:-

م۔معرفت۔ ایڈیٹر پیغام صلح
احمدیہ بلڈنگس لاہور

لندن میں شراب نوشی کے خلاف مہم
امام ووکنگ کی شمولیت کی اہمیت

ووکنگ سے خانبہادر غلام ربانی خان صاحب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

۲ رمئی۔لندن کی ایک سوسائٹی میں بلایا گیا تھا۔ جس نے شراب نوشی کے خلاف ایک مہم جاری کی ہوئی ہے۔ امام مسجد ووکنگ کی شمولیت کو بڑی اہمیت دی گئی۔ اور آئندہ میرے لیکچر کے پروگرام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اس اجلاس میں ایک یوگوسلاوی ڈاکٹر کی تقریر تھی۔ جس کے ساتھ ساتھ فلم بھی بنائی ہوئی تھی جو دکھائی جاتی تھی۔ جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ وہ نہایت اہم جواب ان لوگوں کے لئے ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ شراب اگر تھوڑی مقدار میں پی لی جائے۔ اور نشہ تک نوبت نہ پہنچے تو کیا وہ بھی مضر صحت ہو سکتی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے ایک سکول ماسٹر کے دماغ کا اپریشن دکھایا جو محتاط شراب نوش تھا اور مدہوش نہ ہوتا تھا۔ لیکن اس کے دماغ کے اندر الکوہل نے ایسا سلاب اکر دیا تھا کہ دماغ کا اپریشن نہ ہوتا۔ تو وہ مر جاتا۔

خدا کی شان کہ قرآن کریم کی تعلیم کس قدر جامع ہے، کہ خمر کو رجس اور عمل شیطان کا نام دیا ہے۔

تمام جماعت سے التجا ہے۔ کہ اس تبلیغی کام کی کامیابی کے لئے دعا کرنا نہ بھولیں۔

آپ کا۔ غلام ربانی

یحیٰی بٹ صاحب کا لیکچر لانگ برو میں

مسٹر محمد یحیٰی بٹ صاحب بروز جمعرات مؤرخہ ۸ر مئی۔ لانگ برو گئے۔ وہاں انہوں نے اسلام پر ایک ایمان افروز لیکچر دیا۔ حاضرین کی تعداد بڑی تھی اور اس میں مسلمان اور انگریز عیسائی بھی شامل تھے۔ بفضل ایزدی لیکچر بڑا کامیاب رہا۔

غلام ربانی

ضرورت رشتہ

متوسط گھرانے کی پڑھی لکھی، مذہبی تعلیم سے آراستہ گھر ملو امور سے واقف لڑکی کے لئے ایک برسرروزگار تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔ احمدی حضرات پتہ ذیل پر خط و کتابت فرمادیں پہلا ابتدائی مراسلہ میں ضروری تفصیلی حالات تحریر فرمادیں۔

پتہ:- ب۔معرفت ایڈیٹر پیغام صلح
احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

"یہ صرف ایک پیشگوئی نہیں بلکہ عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلشانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔"

اس پیشگوئی کی اہمیت اور الفاظ مندرجہ بالا کی صداقت سے تو کسی احمدی کو بھی انکار نہیں سوال تو یہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور سے فرمایا ہے کہ:۔

"محمود جو ہمارا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی تھی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائیگا"

اندازہ کیجئے کہ جس لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی ۱۸۸۸ء میں کی جاتی ہے اسکو اڑھائی سال قبل کے اشتہار کی عبارت کا مصداق بنانے کی کوشش کرنا صریح طور پر دھوکا دینا ہے دراصل ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی عبارت تو اس بیٹے کے متعلق ہے جس کے متعلق جناب میاں محمود احمد صاحب نے ۱۹۰۸ء میں اپنے قلم سے لکھا تھا کہ:۔

"ان الہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدس کے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا"

"اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ آئندہ کی خبریں دیں اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایک ایسا لڑکا ہوگا جس کی اہمیت اس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اس کی مدد کے لئے اتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو ان کی اور بھی سچائی ثابت ہوگی اور اس وقت کے لوگ اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور مزہ اٹھائیں گے"

پس ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جس لڑکے کو "عظیم الشان نشان آسمانی" قرار دیا ہے وہ وہی لڑکا ہے جس کے ظہور کو دیکھ کر اس کے زمانہ کے لوگ مزہ اٹھائیں گے وہی لڑکا ہے جس کے متعلق یہ فرمایا کہ "میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں" وہی نشان ہے جس کے متعلق یہ فرما دیا کہ "ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ۔ ایک ذکی غلام تجھے ملیگا" وہ نشان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یکتا ہوگا اس کا کوئی بھائی اس لحاظ سے اس کا شریک نہ ہوگا وہ نشان ایسا ہوگا جس کی کوئی نظیر نہ ہوگی وہ صرف "ایک" ہوگا مگر جناب میاں صاحب کی پیدائش پیشگوئی کے موجب ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کی صداقت کا جیسا نشان جناب میاں صاحب ہیں ویسے ہی آپ کے دوسرے بھائی اور نہیں بلکہ آپ کا بیٹا بھی نشان ہے یہی وجہ ہے کہ حضور نے جس کتاب میں بھی اپنی صداقت کے نشانات کے سلسلہ میں جس طرح پیشگوئی کے موجب جناب میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کو پیش کیا اسی طرح آپ کے دیگر برادران کی پیدائش کو بطور نشانِ صداقت پیش کیا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی میں آپ نے دونوں صاحبزادوں بلکہ میاں ناصر احمد صاحب کی پیدائش کو بھی اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا ہے اور کسی جگہ بھی جناب میاں صاحب کو دیگر بیٹوں پر پیدائش کے لحاظ سے نشان صداقت ہونے میں کسی قسم کی فوقیت یا ترجیح نہیں دی بلکہ ہر جگہ دوسری اولاد کو ساتھ شامل رکھا ہے اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جس نشان کا وعدہ ہے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے "ایک" ہے دوسرے بھائی اس کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے، اور وہ وہی ہے جس کے متعلق جناب میاں صاحب یہ فرما چکے ہیں کہ:۔

"یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی"

(باقی دارد)

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ ۳)

یونس اور ان کی اہلیہ محترمہ انہیں لینے کے لئے اسٹیشن پر منتظر تھے۔ وہاں جلسہ گاہ میں پہنچ کر بٹ صاحب نے ایک عالمانہ لیکچر دیا جس میں بہت سی چیزیں پیش کیں۔ آپ نے اسلام کی تعلیم کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام قوانین الہٰی کا مرقع ہے جو کہ نوع انسان کے لئے ایک لائحہ عمل متعین کرتا ہے۔ آپ نے مزید بیان کیا کہ کائنات میں انسان قدرت کا بہترین شاہکار ہے اور اللہ کا خلیفہ ہے اس خلیفہ کے لئے تمام کائنات عالم اس کی خدمت کے لئے اور اس کی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئی۔ آپ نے حقوق انسانی پر بھی بحث کی اور اس بات کو زیادہ واضح کیا کہ نسل انسانی ایک ہی اصل سے پیدا کی گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایک فرد کو دوسرے فرد یا ایک قوم کو دوسری قوم پر برتری اور فوقیت دینے کو ناپسند کیا ہے اور یہ کہ احکام الہٰی کی بجا آوری نسل انسانی کی خدمت سے ہو کر انسان کو اللہ کے حضور محبوب بنا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ فاضل مقرر نے اسلام کے دیگر مذاہب عالم کے ساتھ سلوک پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا قرآن کریم پہلے انبیاء کی تعلیمات کو رد نہیں کرتا بلکہ انہیں ان کی اصل شکل میں اپنے اندر جمع کرتے ہوئے ان کی تکمیل کرتا ہے۔ اور اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک میں خاص طور پر موجود ہے اور ان کی اصل تعلیم یعنی اللہ کی وحدانیت اور ان کا پیغمبر ہونا وغیرہ سب پر مکمل بحث ہے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ تعلیم آج انجیل میں موجود ہے۔ لفظ ابن اللہ پر روشنی ڈالی گئی۔ اس کے بعد تقریر کے اختتام پر سوالات کا سلسلہ حسب قاعدہ شروع ہوگیا۔ ایک سوال کنندہ نے اعتراف کیا کہ انہیں زندگی میں پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جس سے قرآن شریف کی تعلیم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلامی پردہ پر بھی سوال کیا گیا۔ یہ بھی ایک سوال تھا کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ ان سوالات کے جواب ہمارے فاضل مقرر نے نہایت عمدگی سے دیئے۔ لا اکراہ فی الدین کے قرآنی چارٹر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا اور تاریخی ثبوت و شہادت سے ثابت کیا گیا کہ دین اسلام تشدد کے بل پر نہیں پھیلا۔ آپ نے سوال کیا کہ آج جب کہ انگلستان میں اسلام پھیل رہا ہے یہ کونسی تلوار کا نتیجہ ہے۔ آپ نے مزید بتایا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنے وسیع نظریات اور ہمہ گیر تعلیمات کی وجہ سے ترقی کرتا رہا ہے اور اب بھی اس کی اشاعت اسی وجہ سے ہو رہی ہے۔ آپ نے بتایا کہ دو سال کے عرصہ میں انگلستان میں پچاس مرد و زن اس مشن کے توسط سے داخل اسلام ہو چکے ہیں۔ آخر میں پریذیڈنٹ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:۔

We are richly blessed by the presence of the speaker tonight

انہوں نے یہ بھی کہا کہ:۔

عیسائیت کے متعلق اسلام کا جو نظریہ پیش کیا گیا ہے اس سے ہم متفق ہیں۔ بعد میں چائے کے دوران میں بھی کافی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ بٹ صاحب نے اسلامی طریق عبادت پر بھی روشنی ڈالی۔

اخبار احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۴)

ایک اور وفات۔

محترم مسعود صدیقی صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں:۔

"میری والدہ محترمہ نے ایک لمبا عرصہ بیمار رہ کر کل ۲۶/۶/۵۸ کو بوقت ۱۰½ بجے دن بمقام لاہور داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا جسد خاکی لاہور سے سیالکوٹ لاکر خاندانی قبرستان میں شب گذشتہ سپرد خاک کیا گیا۔ لہٰذا معروض ہوں کہ ان کی مغفرت و ترقی درجات کے لئے نماز جنازہ غائبانہ کی صدر مقام اور بیرونی جماعتوں میں بذریعہ اخبار تحریک فرمائیں۔

پیغام صلح:۔ ہمیں اس صدمہ میں اپنے محترم بھائی سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر سامانوی

(۳۷)

جناب خلیفہ صاحب کی متضاد تحریرات

جو پہلے پیش کی جا چکی ہیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ جب تک جناب میاں صاحب کو مصلح موعود بننے اور مریدوں کو بنانے کا خیال پیدا نہیں ہوا اس وقت تک وہ سب لوگ یہی مانتے تھے کہ مظھر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء اور دیگر صفات مذکورہ کا مصداق لڑکا حضرت اقدسؑ کے موجودہ بیٹوں میں سے کوئی نہیں بلکہ وہ کسی آئندہ نسل سے ہوگا۔

(۲) اس کے زمانہ دراز بعد آنے سے پیشگوئی کی عظمت زیادہ ظاہر ہوگی جس سے اس زمانہ کے لوگ مزہ اٹھائیں گے۔

(۳) وہ ایک عظیم الشان نشان صداقت اسلام صداقت مسیح موعود کا ہوگا یعنی تین چار سو سال بعد آنے سے اس کے نشان اور حجت ہونے میں کوئی کمی نہ آئیگی

لیکن جونہی یہ خیال پیدا ہوا ۔۔ یہ پروپیگنڈا شروع ہوا کہ مصلح موعود کا صلبی اولاد سے ہونا ضروری ہے اور اس کا نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کی زندگی میں پیدا ہونا ضروری ہے ورنہ یہ ان کے لئے نشان نہیں ہو سکتا اگر یہ صحیح بات ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ۱۹۱۴ء تک جناب میاں صاحب کی اس تحریر کے خلاف جماعت کے کسی بزرگ نے بھی کوئی آواز بلند نہیں کی مگر ان کے خلیفہ بننے کے ساتھ ہی وہ سب کچھ کہا جانے لگا جو اوپر درج کیا جا چکا ہے، سوال یہ ہے کہ جب ۱۹۰۶ء میں جناب میاں صاحب نے یہ مضمون لکھا تھا اس وقت آپ کو یہ بات کیوں بھول گئی تھی کہ ان صفات سے متصف لڑکے کا تو نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کی زندگی میں پیدا ہونا ضروری ہے اور لطف یہ ہے کہ ہم نے عمر بھر کبھی نہ یہ سمجھا اور نہ ہی اس کا اظہار کیا کہ ان صفات کا مصداق لڑکے کا ان ہندوؤں کی زندگی میں پیدا ہونا ضروری ہے جنہوں نے صداقت اسلام پر ہم سے نشان مانگا اور نہ ہی ۱۹۱۴ء کے آخر تک کسی احمدی عالم نے کبھی تحریراً ان خیالات کا اظہار کیا جو ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ سب باتیں خلیفہ بننے کے بعد بنائی گئیں لطف یہ ہے کہ اپنے قلم سے جو باتیں پہلے تحریر فرمائیں بعد میں انہیں کو نامعقول اور پاگلوں والی باتیں لکھ کر اس کی تصدیق فرما دی کہ ان کی تحریر کردہ گالیوں کا مصداق کون ہے؟

شمس صاحب کی پیش کردہ اصل پر ایک نظر

آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸ سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے کہ:۔

"جب پیشگوئی ظہور میں آجائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھول دے اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے"

اس عبارت سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پیشگوئی اس وقت پوری ہوتی ہے جبکہ وہ پیشگوئی میں بیان کردہ الفاظ یعنی علامات کے مطابق ظہور میں آجائے اب مولوی صاحب کے پیش کردہ اصل کی رُو سے بھی اگر دیکھا جائے تو پیشگوئی کا ظہور ہوا ۱۹۴۴ء میں اور جن کے طلب کرنے پر یہ پیشگوئی کی گئی وہ سب اس کے ظہور سے پہلے مر گئے پھر بتایئے کہ ان مرنے والوں کو اس نشان سے کیا فائدہ ہوا اور جو نشان طلب کرنے والوں کے مرنے کے بعد ظہور میں آئے وہ ان پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے؟

پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء

جناب شمس صاحب نے ابوالہٰی ہتھکنڈہ کو استعمال کرتے ہوئے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء سے بعض اقتباسات درج کر کے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ سب الفاظ تعریفی جناب میاں محمود احمد صاحب کے متعلق ہیں حالانکہ یہ غلط اور سراپا غلط ہے کیونکہ جیسا پہلے ثابت کیا جا چکا ہے جناب میاں صاحب کی پیشگوئی جولائی اور دسمبر ۱۸۸۸ء یعنی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی شائع کرنے کے اڑھائی سال بعد کی گئی ہے جس شخص کی پیدائش کی پیشگوئی اڑھائی سال بعد کی گئی ہو اس کو اڑھائی سال قبل کی گئی پیشگوئی کا مصداق قرار دینے کی کوشش کرنا اگر ابوالہٰی ہتھکنڈہ نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب میاں صاحب کے مصلح موعود ہونے پر ایک نئی دلیل

جناب مولانا نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ کے حاشیہ میں صاف لکھا ہے:۔

"مصلح موعود کی پیدائش سے ایک غرض پیشگوئی میں یہ بتائی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا جس کے یہ معنے تھے کہ آپ کو (جناب میاں صاحب کو) علم قرآن دیا جائیگا۔ چنانچہ جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید ختم کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے ختم قرآن کی تقریب کو اس قدر اہمیت دی کہ محمود کی آمین تصنیف کی اور جماعت کے سارے احباب کو بلایا، محمود کی آمین میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ادا کیا اور محمود کے لئے دعائیں کیں"

یہ ان دلائل قاہرہ میں سے ایک دلیل ہے جو آپ نے جناب میاں صاحب کو مصلح موعود ثابت کرنے کے لئے اپنی کتاب میں دیئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ مصلح موعود کے کاموں میں سے ایک کام اس کا یہ ہوگا کہ کلام اللہ کا مرتبہ اور دین اسلام کا شرف لوگوں پر ظاہر ہوگا، جس کے معنی یہ تھے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کو علم قرآن دیا جائے گا۔ اس کا ثبوت کہ آپ کو علم قرآن دیا جائیگا یہ ہے کہ:۔

جناب میاں صاحب نے جب قرآن مجید ختم کیا تو حضرت مسیح موعود نے ختم قرآن کی تقریب بڑی اہمیت سے منائی۔

آپؑ نے محمود کی آمین تصنیف کی، جماعت کے احباب کو بلایا محمود کی آمین میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ادا کیا اور محمود کے لئے دعائیں کیں، اب یہ ثابت ہوا کہ ہر وہ بچہ جس کے ختم قرآن کے موقعہ پر حضرت اقدسؑ آمین لکھیں اور احباب کو بلائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ختم قرآن کرنے والے بچہ کے لئے دعائیں کریں اس ہر بچہ کے ذریعہ دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا چونکہ یہ مصلح موعود کی علامت ہے اس لئے ایسا ہر بچہ مصلح موعود ہوگا۔ مولوی صاحب بتائیں کہ ان کی تحریر مندرجہ بالا کا یہی مطلب ہے یا کچھ اور؟ اگر یہی مطلب ہے تو پھر اس میں جناب میاں صاحب کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ آپ کے برادران اور ہمشیرہ صاحبہ محترمہ کے ختم قرآن کو بھی حضورؑ نے وہی اہمیت دی ہے جو جناب میاں کے ختم قرآن کو ان کی آمین بھی اسی طرح تصنیف کی جس طرح ان کی ان کے ختم قرآن پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے بھی اسی طرح دعائیں کیں جس طرح محمود کے لئے اگر یہ خصوصیات پائے جانے کی وجہ سے ایک بیٹا مصلح موعود ہو سکتا ہے تو وہی خصوصیات پائے جانے کی وجہ سے دوسرے بھائی اور بہن کیوں مصلح موعود نہیں ہو سکتے؟

آپ کو قرآن مجید کا علم دیئے جانے کے متعلق تو اپنے موقعہ پر تفصیل پیش کی جائے گی سر دست شمس صاحب کی اس وزنی دلیل کے متعلق کچھ عرض کرنا مطلوب ہے، جو آپ نے اس ضمن میں پیش کی ہے چنانچہ مولوی صاحب نے حضرت اقدس کے اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء سے مندرجہ ذیل اقتباس درج کر کے اسکو جناب میاں صاحب کی طرف منسوب کیا ہے:۔

مبشر اولاد کا نقطۂ احتراق

خود ہے اقرار انہیں اپنی ستمگاری کا
پھر بھی ہے اصرار مجھ سے کہ میں ایسا نہ کہوں

اسلم پرویز۔ ایم۔ اے

میں نے مرزا بشیر احمد صاحب کے ایک مضمون جو انہوں نے اپنے قول کے مطابق ڈیڑھ ماہ کی تیاری کے بعد لکھا تھا۔ پر تبصرہ کیا۔ اور چند واقعات کو پیش کر کے مرزا صاحب موصوف کے دل میں ایک نیک تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے اور اپنے بچوں کے عوارض کی اصلاح کرنے کے بعد احمدی والدین کو اپنے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائیں۔ کیونکہ معالج کا تندرست ہونا از بس ضروری ہے۔ میں نے حسن ظنی میں ان کو اُن کی خاندانی کنیت "منجھلے میاں" سے مخاطب کیا۔ باوجود اس بات کے کہ اس کی ترکیب میں کوئی ناگواری نہیں۔ مرزا صاحب ایسے برہم ہوئے کہ اپنے جوابی مضمون میں جو الفضل مؤرخہ ۱۸ مارچ میں شائع ہوا ہے مجھے وہ ملاحیاں سنائیں کہ مجھے احساس ہوا کہ انہوں نے مولوی ظفر علی خاں کی تصنیف "ارمغان قادیان" پڑھ کر اپنا مضمون لکھا ہے۔ یہ اس لئے کہ مولوی صاحب موصوف ان دنوں الفضل کے محبوب مصنف ہیں۔ اپنے مضمون کے پہلے تین کالموں میں مجھے تقریباً چودہ گالیاں دے کر قرآن کی آیت اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما کا سہارا لیا ہے۔ گویا اُن کی دشنام طرازی قالوا سلاما کی تفسیر تھی۔ اگر اس کے ساتھ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندرجہ ذیل شعر بھی رقم فرما دیتے تو اُن کے صبر و شکیب کی داستان مکمل ہو جاتی۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں عضب گھٹایا ہم نے

یہ حیرت انگیز بات ہے کہ آیت مذکورہ کے بعد بھی مجھے "نیش عقرب۔ ناپاک۔ مفتریانہ" اور اسی قبیل کے کلمات سے نوازا ہے۔ گویا اُن کی دشنام بھی دلیل اور میرے پیش کردہ تاریخی واقعات بھی گالیاں۔۔ وہ واقعات مثلاً بیٹی کی طلاق۔ بیٹے کی شادی کا ظالمانہ مقاطعہ۔ بیٹے کا وقف توڑنا۔ اور مکروہات سے کسب معاش کرنا، یقیناً ناپاک واقعات ہیں لیکن مرزا بشیر احمد صاحب کے نزدیک ان کا اُن کے خاندان میں وقوع پذیر ہونا ناپاک نہیں۔ ان کا دوسروں کو علم ہونا ناپاک ہے یہ قادیانی منطق کا نادر شاہکار ہے

مرزا صاحب نے نفس مضمون سے یکسر اجتناب کیا ہے۔ اور اپنا مضمون اس انداز میں لکھا ہے گویا ان کی خاندانی کنیت "منجھلے میاں" کا حسن و قبح زیر بحث تھا۔ حالانکہ اس وقت یہ بحث ہرگز نہ تھی۔ بلکہ بحث یہ تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کے ایسے کردار کو دیکھتے ہوئے جو "خلیفہ صاحب" کی ناراضگی کا موجب ہوا اور ہنوز تشنۂ اصلاح ہے ان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ان سنگین لغزشوں کو صرف نظر کرتے ہوئے ایک "واعظ کم نظر" کے پیرہن میں نمودار ہو کر جماعت سے "لبیک" سننے کے لئے پر تولنے لگ جائیں۔

ان کو مجھ سے شکایت ہے کہ میں نے ان کو اس نام سے کیوں مخاطب کیا جو اُن کے خاندان میں اُن کے لئے محبوب اور مالوف خطاب ہے۔ وہ منجھلے بھائی اور منجھلے ماموں بھی کہلاتے ہیں، اس واسطے "منجھلے" کا لفظ اُن کے لئے کسی کے لئے موجب خالف نہ ہونا چاہیئے تھا یہ ماسنے اُس کو کیوں منتخب کیا۔ اس کے لئے عرض ہے کہ میں جہاں اپنے پہلے مضمون میں ان کے خاندانی دامن کے چاک گنوا رہا تھا، وہاں میں نے اُس مجرمانہ تغافل کا بھی ذکر کیا تھا جس میں انہوں نے فضلنا ..... بعضھم علیٰ بعض کی آیت کی تعبیر کرتے ہوئے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو اپنے "برادر اکبر" خلیفہ صاحب کے مقابلے میں اونیٰ ثابت کرنے کی رکیک اور پادر ہوا کوشش کی تھی۔ اس سعی ناکام کی اپنے تازہ مضمون میں بھی کھل کر نفی نہیں کی بلکہ التباس و تلبیس سے کام لیکر اس مکروہ فرو گذاشت پر پردہ ڈالنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ خوف طوالت سے میں اُس مضمون کے اقتباس درج نہیں کر سکتا۔ اگر اس کا کھلا انکار ہوا تو اس مذموم مضمون کے طویل اقتباسات سے "میاں صاحب" کی "سرخ روئی" کا سر و سامان کیا جائے گا۔ جب میں اُن کے نفرت انگیز تغافل کا ذکر کر کے اُن کی صحیح دینی روح کو بے نقاب کر رہا تھا اس وقت میں ان کو "قمر الانبیاء" کے لقب سے کیسے مخاطب کر سکتا تھا اگرچہ انہوں نے اپنے آپ کو "مبشر اولاد" کہکر حضرت مسیح موعود کے "قمر الانبیاء" والے الہام کو اپنے لئے غصب کر لیا ہوا ہے۔

علمی اور دینی مسائل کی بحث میں ذاتیات سے اجتناب اشد ضروری ہے۔ "خلافت مآب" نے ذاتیات کو دینیات سے اس طرح اُلجھا دیا ہے کہ قادیانیوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نام نہاد "مبشر اولاد" کا ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے، بقول غالب

ہر چند کہ ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر

قادیانیوں کے یہ "بادہ و ساغر" چھلک کر مجبور کر دیتے ہیں کہ اُن کے "دامن" اور "بند قبا" کی طرف لطیف اشارے کر کے حضرت مسیح موعود کے مقدس مشن کو اُن کے اعمال کی بوقلمونیوں کی زد سے بچایا جائے۔ تاکہ "خیط اسود" "خیط ابیض" سے ممیز ہو جائے۔۔ ان لوگوں نے "مبشر اولاد" ہونے کے دعوے کو اپنے اعمال سے ثابت کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی بلکہ تاویلات کے چکر چلا چلا کر غیر مختتم بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ چونکہ اس سے بڑی گمراہی پیدا ہوتی ہے اس واسطے اُن کے اعمال کا ذکر ضروری ہو جاتا ہے جو دو اور دو چار کی طرح واضح ہیں۔ جن واقعات کا ذکر میرے مضمون میں تھا۔ اُن سے صاف ثابت ہے کہ کم از کم خلیفہ صاحب اپنے منجھلے بھائی کو "مبشر اولاد" کے الہاموں کے مصداق نہیں سمجھتے ورنہ اُن کی "دنیا داری" اور "خدا کی پردہ دری" کا الفضل کے صفحہ اول پر کبھی جلی حروف میں اعلان نہ کرتے۔ "خلیفہ صاحب" نے اپنے "حسن و احسان میں بے نظیر" ہونے کا ثبوت اپنے اُس سلوک سے دے دیا جو وہ منجھلے بھائی سے روا رکھتے رہے۔ کیونکہ اب مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی زیر بحث مضمون میں "خلیفہ صاحب" کی توبیخ کو اپنے لئے نعمت قرار دیا ہے۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں:۔

"حضرت صاحبؓ نے مجھے کبھی تنبیہ فرمائی تو
وہ امام بھی ہیں اور بڑے بھائی بھی انہیں
ہر طرح کا حق ہے!"

لیکن اس سے "مبشر اولاد" کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جاتا ہے۔ اب تو مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اعتراف معاصی کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں نے غلطیوں سے پاک ہونے
کا دعوے نہیں کیا .... میں
اپنے آپ کو کمزور انسان سمجھتا ہوں!"

اپنی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وہ جماعت کے غیور فرزند ہیں" سبحان اللہ! کیا غیرت ہے! انہی غیور فرزندوں کو "خلافت مآب" نے "ناسن جانس کی اولاد" کہکر ان سے برأت کی۔ ان کے نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا۔ طلاق دلوا کر اسیروں کے رستگار ہونے کا ثبوت دیا۔ اب مرزا بشیر احمد صاحب ہی فیصلہ کر لیں کہ دونوں میں کون سچا ہے۔

مرزا بشیر احمد صاحب کو شکایت ہے کہ میں نے اُن کے مضمون میں تضادات کو واشگاف کرنے میں غلطی کی ہے۔ حالانکہ مضمون زیر بحث بھی سنگین تضادات سے لبریز ہے۔ اس میں گالیاں بھی دیتے چلے جاتے ہیں اور قرآن کریم کی آیات کا ورد بھی کرتے جاتے ہیں جن میں صبر تحمل اور بردباری کی پرزور تلقین ہے۔ میرے متعلق فرماتے ہیں "ایک غیر معروف شخص محمد اسلم پرویز" پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے "اسلم پرویز نسلی احمدی معلوم ہوتے ہیں" اس ضمن میں مجھے عرض ہے کہ میں خدا کے فضل سے اصلی احمدی ہوں۔ "نسلی" ہونا مرزا بشیر احمد صاحب کو ہی مبارک ہو۔

مرزا صاحب موصوف اپنے مضمون کی شاہ سرخی میں پیغام صلح کو گالی سے یاد فرماتے ہیں اور جگہ جگہ اس کو دشنام کا ہدف بناتے ہیں۔ جماعت لاہور کے ارباب بست و کشاد کے خلاف بھی زہر اُگلتے ہیں ویسے بھی الفضل حضرت مولوی محمد علی صاحب کو رئیس المنکرین کے لقب سے خطاب کرتا ہے۔ لیکن مرزا بشیر احمد صاحب پیغام صلح کے مدیر سے اپنے بچاؤ کی اپیل بھی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

"پیغام صلح کے ایڈیٹر صاحب ہی پر ویر صاحب کے اس مضمون پر جو لاتعلق بھی ہے اور دلآزار بھی حق ایڈیٹری استعمال کر کے اسے کاٹ دیتے یا اس کی اصلاح کر دیتے"

لاتعلق تو زیب داستان کے لئے ہے۔ اصل مقصود دلآزاری سے بچنا ہے۔ چونکہ مرزا صاحب اور اُن کے "امام" یک طرفہ مضمون نویسی کے عادی ہیں اپنی سخت سے سخت دشنام کے خلاف معقول سے معقول دلیل سے اُن کی دلآزاری ہو جاتی ہے، اور اس کے لئے ایڈیٹر پیغام صلح سے استمداد کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ بیّن تضاد نہیں ہے؟

پھر اپنے مضمون میں "خلیفہ صاحب" کی توبیخ اور تنبیہہ کو موجب اصلاح بھی سمجھتے ہیں۔ اور ان کو حق بھی دیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے کہ انہوں نے غلط فہمی کی بناء پر زجر کی ہے۔ اور یہ اجتہادی غلطی ہے۔ اس پر پردہ ڈالنے کے لئے انبیاء پر بھی گرد و غبار ڈالا ہے کہ جس طرح اُن کے "خلیفہ صاحب" سے غلطی کا امکان ہے اسی طرح انبیاء سے بھی اجتہادی لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ تو یہ نعوذ باللہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس مضمون کے اختتام پر "راقم آثم" نہیں لکھا۔ کیونکہ دشنام طرازی کے بعد مرزا صاحب کا اپنے آپ کو "آثم" لکھنا صریح تضاد ہوتا۔ اس لحاظ سے مضمون مربوط ہے اب رہا حضرت مولوی نور الدین صاحب کا معاملہ۔ وہ فلک پیما بزرگ جس کے کمال کمال سے احمدیت کی محفل منور اور جس کے کمال جمال سے فروزاں تھی اور جس کے متعلق ایک عراقی مفکر نے کہا تھا کہ تحریک احمدیت حضرت بانئے سلسلہ کے وجدان اور حضرت مولوی صاحب کے ادراک کے اتصال کا نام ہے وہ ۱۹۱۴ء سے "خلافت مآب" اور اُن کے ہمنواؤں کے ہاتھوں شرمناک کلمات کا ہدف بنا ہوا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں "خلافت مآب" نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام "اُس کی استقامت میں فرق آ گیا" حضرت مولوی صاحب پر اطلاق پاتا ہے۔

۱۹۴۲ء کے سالانہ جلسے پر ایک نظم کے عنوان "نور دین اعظم" پر "خلافت مآب" نے فرمایا کہ "اعظم" "تفضیل" کا صیغہ ہے۔ یہ کیسے مولوی نور دین صاحب رضی اللہ عنہ کو کبھی اللہ کے مقابل لا کر کبھی حضرت رسول کریمؐ کے ساتھ تقابل کر کے اور کبھی حضرت مسیح موعودؑ کا حریف بنا کر گندہ سے گندی گالیاں دیں۔ الٰہی انتقام ملاحظہ ہو۔ اب "خلافت مآب" خود "حضرت اقدس" کہلاتے ہیں۔ "اقدس" بھی تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس طرح وہ خود انہی غلیظ گالیوں کے مصداق بن گئے ہیں جو حضرت خلیفہ اول کے لئے تراشی گئی تھیں۔

پھر انہی دنوں کی بات ہے کہ "خلافت مآب" نے نہایت طمطراق سے فرمایا کہ مولوی نور دین صاحب کو ایک کچا کوٹھا چھوڑنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ ربوہ میں شفا خانہ کی تاسیس کے وقت "نور ہسپتال" کے نام کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ وہ اینٹ پتھر کا ڈھیر تھا جو قادیان رہ گیا اور ربوہ کے ہسپتال کا نام "فضل عمر ہسپتال" رکھا۔ یعنی حضرت عمر سے بڑے خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کا ہسپتال۔ توبہ نعوذ باللہ۔ اسی سنت سیئہ پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۵۴ء کے اواخر میں مرزا بشیر احمد صاحب نے تقابلی مضمون لکھ کر بارگاہِ خلافت میں بحال ہونے کی سعی غیر مشکور کی۔ اور حضرت مولوی صاحب کے ایک عزیز کو بھی اس انداز پر لکھنے کی ترغیب دی۔ اب زیر بحث مضمون میں حقائق سے انحراف کر کے حضرت مولوی صاحب سے تعلق خاطر کا بھونڈا مظاہرہ کیا ہے اصل میں مرزا صاحب موصوف پر اپنے بھائی کے "عہد خلافت" میں کئی دَور آ چکے ہیں۔ پہلا وہ دَور تھا جب وہ "بوئے گل" تھے۔ پھر "نالہ دل" بنے اور اب "دودِ چراغ محفل" بنے ہوئے ہیں، جو فرد یا جماعت اُن کی طرف رجوع کرتی ہے تو بڑی حسرت سے اُس کو "خلیفہ صاحب" کے بڑے فرزند سے ملنے کی ہدایت فرما کر اپنی بے بسی کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اب اگر پھر سرزنش ہوئی تو مرزا صاحب وہ سارے الفاظ جو انہوں نے حضرت مولوی صاحب کے لئے استعمال کئے ہیں بیک بینی و دو گوش واپس لے لیں گے۔ ساری جماعت کا یہی حال ہے، اُن کے سامنے اب اُن کا ساختہ پرداختہ خلیفہ ہے جس نے اپنی زبردست تنظیم اور شخصیت سے اپنی آمریت کے شکنجے میں ساری جماعت کو جکڑ رکھا ہے، جس سے اسلام کی خدمت کا محض ڈھنڈورا ہے۔ تاکہ چندہ وصول کیا جائے، اس تنظیم کی وہی برکت ہے جو ماسکو میں سٹالن کی تنظیم کی برکت تھی۔ کیونکہ تنظیم کی شدت آمریت کا خاصہ ہے۔ آزادی نظام کا مزاج تنظیمی شدت کو کبھی گوارا نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ اب جماعت قادیان کے افراد اپنے "خلیفہ صاحب" کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں حالانکہ جس عجلت اور افراتفری سے ادا ہوتی ہیں ان کو سیاسی حرکات ہی کہا جا سکتا ہے۔ اُن کے اجتماعوں میں بعض مقتدر افراد نے کہا کہ "حضور" کی امامت سے نماز کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ لیکن کسی کو جرأت نہیں کہ عبادت کو "خلافت" کے ہاتھوں ذلیل نہ ہونے دیں۔ یہ ساری پھٹکار حضرت مولوی صاحب کے استخفاف کی ہے۔ آخر میں میں اس راہ گم کردہ جماعت سے اپیل کروں گا:-

تمہارا امام ہے حضور تمہاری نماز بے سجود
ایسے امام سے گزر ایسی نماز سے گزر

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر)

تبصرہ

بلائے دمشق
اور
خلافتِ اسلامیہ

اس نام سے ایک دو صد صفحہ کی کتاب عبد الرب خان برہم ممبر احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لائل پور نے شائع کی ہے۔ جس میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے حالات و واقعات پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی روشنی میں سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں یوسف ناز صاحب کا مؤکد بعذاب حلف بھی شامل ہے۔

کتابت و کاغذ گوارا

قیمت دو روپے۔ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ:-

(۱) عبد الرب خان برہم
کوارٹر نمبر ۳۶۴/A اے بلاک
پیپلز کالونی۔ لائل پور

(۲) احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ (رجسٹرڈ)
پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲
لاہور

احمدیت سے محمودیت تک

مندرجہ بالا کتاب جماعت ربوہ کے دوستوں میں مفت تقسیم کے لئے پتہ ذیل سے مفت حاصل کریں:-

پتہ:-
جنرل سیکرٹری۔ احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ
پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲
لاہور

نوٹ:- جواب طلب امور کے لئے کارڈ یا لفافہ ضرور ارسال کریں۔

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے
(مسیح موعودؑ)

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی گیارہویں مجلس

رشید:- اور ابا جان! دادی حضور تہجد بھی پڑھتی ہیں - وہ کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

باپ:- ہاں میں تمہیں پہلے ہی بتانا چاہتا تھا کہ فرض نمازوں کے علاوہ بعض نمازیں بطور نفل کے پڑھی جاتی ہیں۔ نماز ظہر - مغرب - عشا کے فرضوں کے بعد اکثر دو نفل بھی پڑھے جاتے ہیں - ان کا پڑھنا ثواب کا باعث ہے - اگر نہ پڑھے جائیں تو کوئی گناہ نہیں۔ فجر اور عصر کے فرضوں کے بعد نفل نہیں پڑھنے چاہئیں اب نماز تہجد کا سن لو - نفلوں کی نمازوں میں سے نماز تہجد سب سے اعلےٰ اور افضل ہے ہمارے نبی کریم صلعم باقاعدہ تہجد پڑھا کرتے تھے - بعض اوقات اس قدر دیر تک آپ خدا کے حضور عبادت میں مصروف رہتے کہ کھڑا رہنے سے حضور کے پاؤں پر ورم آجاتا ہے - چونکہ ہمارے نبی کا ہر فعل امت کے لئے واجب العمل ہے اس لئے اس امت سے کے بڑے بڑے بزرگ ہمیشہ تہجد پڑھتے رہے ہیں - اس نماز کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے - پچھلی رات کی خاموشی میں انسان دنیا کے تمام دھندوں سے فارغ ہو کر اپنے مالک کے سامنے سر جھکاتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا ہے تو اس کے دل پر خاص اثر پڑتا ہے - خدا سے تعلق بڑھتا ہے اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے - اور یہی ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد ہے - نماز تہجد پو پھٹنے سے پہلے ادا ہونی چاہیئے - حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر گیارہ رکعت پڑھتے تھے آٹھ رکعت نفل اور تین وتر نفل کی نمازوں میں ایک اشراق کی نماز بھی ہے جو دو رکعت یا چار رکعت چاشت کے وقت پڑھی جاتی ہے - یہ نماز آنحضرت صلعم کبھی کبھی پڑھتے تھے - ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے - جب سورج یا چاند کو گرہن لگے اس وقت بھی دو رکعت نماز باجماعت پڑھنا ہمارے نبی کا دستور تھا - اس کو نماز کسوف و خسوف کہتے ہیں - بارش نہ ہونے کی حالت میں بھی دو رکعت نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے اس کو نماز استسقاء کہتے ہیں

رشید:- "کل بشریٰ کی ماں ہماری دادی حضور سے کہہ رہی تھیں - اماں جان! ہمارے لئے آپ تہجد میں دعا کریں"

باپ:- "ہاں بیٹا - اس وقت کی دعا خدا جلد قبول کرتا ہے - حدیث میں آتا ہے کہ پچھلی رات کو خدا سب سے نیچے کے آسمان پر آجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا انسان کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور خدا کہتا ہے کہ کیا کوئی میرا بندہ ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو دوں"

رشید:- "میں تو تہجد میں اپنے امتحان کے لئے دعا مانگوں گا"

باپ:- "ضرور مانگو - خدا سنے گا - دین کے لئے دعا ہو یا دنیا کے لئے ہو سب خدا سنتا ہے - ہاں ایک بات ہے کہ ناجائز کاموں کے لئے دعا نہیں مانگنی چاہیئے"

رشید:- "یہ نہیں میں سمجھا کہ ناجائز کاموں کے لئے کیا دعا ہوتی ہے؟"

باپ:- "مثلاً کوئی یہ دعا مانگے کہ خدایا مجھے چوری کا مال دلادے - یا مجھے شراب دے - یا جوئے میں مجھے بہت سا مال مل جائے ایسی دعائیں مانگنا گناہ ہے"

رشید:- اور ابا جان کسی کے حق میں بد دعا بھی تو نہیں کرنا چاہیئے -

باپ:- ہاں بیٹا! کسی کے حق میں بد دعا نہیں کرنا چاہیئے - سب کے لئے بھلائی کے لئے دعا کرنا چاہیئے - دشمن کے لئے بھی یہی دعا کرنا چاہیئے کہ خدایا اس کے ظلم سے مجھے محفوظ رکھ دنیا کے کاموں کے لئے تو انسان دعا مانگتا ہی ہے - دین کے لئے بھی دعائیں کرنا چاہئیں - کہ اے خدا ہمارے دین کی مدد کر - اسلام کی تائید فرما اور ہم کو کافروں پر غلبہ دے -
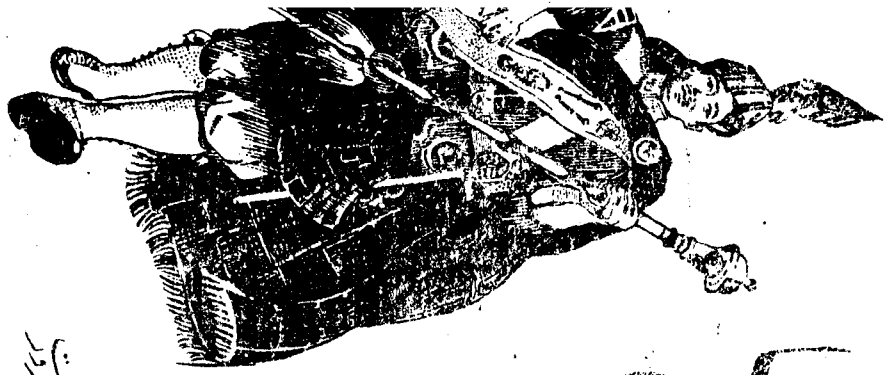
---

دعائے میرزا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے میرے رب رحمٰن تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہردم رجا یہی ہے
اے میرے یار جانی خود کر تو مہربانی
ورنہ بلائے دنیا اک اژدھا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے
جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
منہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے
کہتے ہیں جوشِ الفت یکساں نہیں ہے رہتا
دل پر میرے پیارے ہردم گھٹا یہی ہے
ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے
دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
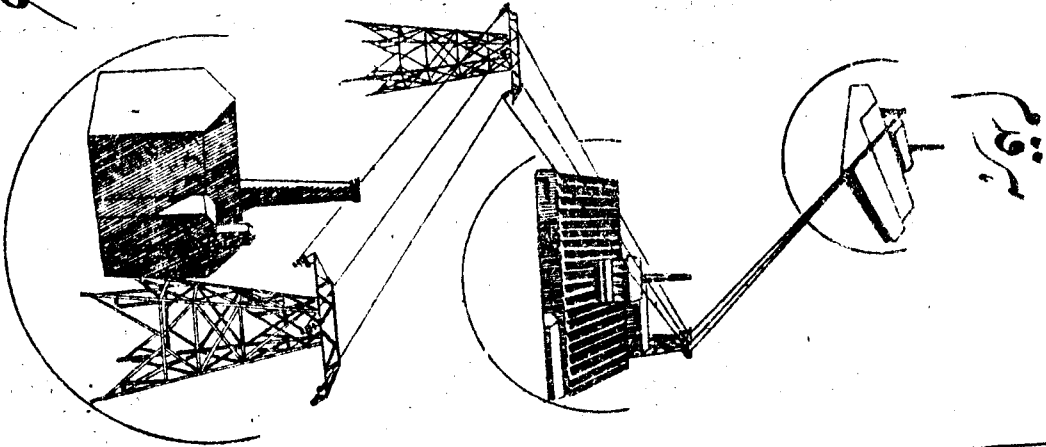
ملفوظات از صفحہ اوّل

غا کہ مسلمان اتفاق کرتے اور کوئی فنڈ جمع کر کے
جارتی طور سے اسے فروغ دیتے تا کہ کسی بھائی کو
سودی قرضہ لینے کی حاجت نہ ہوتی، بلکہ اسی مجلس
سے ہر صاحب ضرورت اپنی حاجت روائی کر
لیتا۔ اور میعاد مقررہ پر واپس دے دیتا۔
احمدی متموّل احباب
توجہ کریں ؎

پیغام صلح ۲۷ جولائی ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۵

ہفت روزہ "پیغام صلح"
ت سالانہ چندہ:۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
دوستان میں ہمارے / دہ کا پتہ } شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱۰/۸ محلہ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد۔ دکن (انڈیا)
ہمی پریس بیڈن سر کلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
اپیل بغرض دوست محمد ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۶

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ او
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

———— ✶ ————

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

عید الفطر کی تقریب پر ایک جرمن مرد اور ایک خاتون کا قبولِ اسلام

ماہ مارچ و اپریل ۱۹۵۸ء کی تبلیغی رپورٹ

(از امینہ موسلر)

۳ مارچ — بچوں کی بیماری کی وجہ سے انہیں مذہبی سبق نہ پڑھایا جا سکا۔

۷ مارچ خطبہ جمعہ قرآن کریم کی سورۃ البلد میں سے دیا گیا۔

۹ مارچ۔ مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا

۱۲ مارچ۔ سوشل اجتماع منعقد کیا گیا اور اسلام پر مذاکرہ عمل میں آیا بہت سے سوالات دریافت کئے گئے جن کے جواب دیئے گئے۔

۱۴ مارچ — خطبہ جمعہ قرآن کریم کی سورۃ آل عمران سے دیا گیا۔

۲۱ مارچ۔ خطبہ جمعہ رمضان پر دیا گیا اور صیام کے متعلق سورہ بقرہ کی آیات قرآنی پڑھ کر ان کی تفسیر کی گئی۔

۲۳ مارچ۔ مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔

۲۶ مارچ۔ سوشل اجتماع کا انعقاد اور اسلام پر غور و بحث ہوئی، حاضرین نے اسلام کے متعلق بہت بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

۲۸ مارچ۔ خطبہ جمعہ میں روزہ پر زور دیا گیا اور بتایا گیا کہ روزہ نہ صرف جسمانی رنگ میں اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس سے انسان کا کیرکٹر بنتا اور اس کی روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔

۳۰ مارچ۔ مسز موسلر کی بیماری کی وجہ سے مذہبی سبق نہ پڑھایا جا سکا۔

یکم اپریل۔ مسٹر بدران (Mr BADRAN) نے زبان عربی کے متعلق سبق دیا۔

۴ اپریل۔ خطبہ جمعہ روزہ کے متعلق دیا گیا اور بتایا گیا کہ احکام رمضان کی اچھی طرح تعمیل کرنا ہی کامیابی کا موجب ہے۔ مسٹر بدران نے عربی پر سبق پڑھایا۔

۹ اپریل۔ سوشل اجتماع کا انعقاد ہوا اور رمضان پر پہلا لیکچر دیا گیا۔ اور بحث مباحثہ بھی ہوا۔

۱۱ اپریل حج پر خطبہ جمعہ دیا گیا بعد میں مسٹر بدران نے عربی پر سبق پڑھایا۔

۱۳ اپریل مسز موسلر نے مذہبی سبق پڑھایا۔

۱۸ اپریل۔ خطبہ جمعہ میں بتایا گیا کہ ہم پر دوسروں کے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں۔ بعد میں مسٹر بدران نے عربی پر سبق پڑھایا۔

۲۰ اپریل۔ آج عید الفطر ہے، خطبہ عید میں بتایا گیا کہ اسلام میں رمضان کی کیا اہمیت ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا کہ روزہ ایک مسلمان کی اخلاقی اور جسمانی ترقی کا موجب ہے اور نیک لوگوں میں افراد اور قوم کی ضروریات کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر

ایک جرمن مرد اور جرمن خاتون نے اسلام قبول کیا

اس اجتماع عید میں مغربی جرمنی کے بعض مسلمان شریک ہوئے۔ نماز عید کے بعد کمیونٹی اور مہمان سب کے سب مشن کے مکان میں جمع ہوئے، جہاں اکل و شرب سے ان کی تواضع کی گئی، اور یہ تقریب نماز ظہر باجماعت پڑھنے کے بعد ختم ہو گئی۔

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۳)

مذاہب عالم کے اتحاد کا اصول قرآن کریم میں

برمنگھم کی ورلڈ کانگریس آف فیتھس میں خانبہادر غلام ربانی صاحب امام ووکنگ کا لیکچر

ووکنگ ۳۰ جون - برادر مکرم دوست محمد خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ورلڈ کانگریس آف فیتھس کی شاخ برمنگھم نے مجھے مدعو کیا تھا۔ اور اخبارات میں میری آمد کی اطلاع پہلے شائع کر دی گئی تھی۔ میں بتاریخ ۲۵ جون، بذریعہ ریل برمنگھم پہنچا۔ اسٹیشن پر ڈاکٹر آرتھر پرکاکٹ آنریری سیکرٹری ورلڈ کانگریس آف فیتھس اور ریورینڈ برنارڈ ہو کہ صدر برمنگھم کانگریس آف فیتھس موجود تھے۔ وہ مجھے ہال میں لے گئے۔ ہال بھرا ہوا تھا۔ میرے ہمراہ پلیٹ فارم پر دیگر مذاہب کے بزرگ ریورینڈ ڈاکٹر پیل اسٹلے، یہودی ربائی۔ ریورینڈ سیونس اعلیٰ پادری اور ریورینڈ نفیرا بدھ بھکشو، موجود تھے۔ مضمون زیر بحث یہ تھا۔ کہ مختلف مذہبوں میں کس طرح یگانگت پیدا کی جاوے۔ صدر نے سب سے پہلے میرا تعارف کرایا۔ اور ووکنگ مسجد اور مشن کے متعلق تعریفی کلمات کہے، جب میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ تو میں نے پہلے کلام پاک کی سورۃ ۳ رکوع ۷ آیت ۶۴ قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ - باواز بلند تلاوت کی اور بتایا کہ قرآن کریم نے اختلافات کو مٹانے کا ایک زریں اصول یہ بتایا ہے کہ خدائے واحد پر ایمان لانا اور عملاً اس کے ساتھ کسی رنگ میں کسی کو شریک نہ سمجھنا اور صرف اسی کے احکام کی تعمیل کرنا ہی تمام اختلافات کو یکسر مٹا کر اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا کر دے گا۔

میں نے بتایا کہ مذہب اسلام کا نام کسی ایک راہنما کے ساتھ معنون نہیں ہے، بلکہ خداوند تعالے نے اپنی رضا جوئی کا طریق ہونے کی وجہ سے اس کا نام اسلام رکھا ہے۔ یہ فطرت کا مذہب ہے۔ اور یہ تمام انبیاء اور رہنمایان دین کا مسلک ہے۔ بدھ ہو، یا عیسائی، یہودی ہو یا ہندو، وہ سب اس نام کو اپنانے میں عار نہیں تصور کریں گے، کیونکہ یہ مذہب محمڈن ازم نہیں ہے۔ بلکہ حضرت بدھ، حضرت عیسےٰ، حضرت موسےٰ، اور تمام انبیاء کا مذہب تھا۔ اس کے علاوہ نام بھی بامعنی ہے۔ رضائی الٰہی پر راضی رہنا اور نوع انسان کے ساتھ آشتی اور نیکی کرنا اسلام کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ بالفاظ دیگر خدائے واحد پر ایمان لانا۔ سب آسمانی کتب پر ایمان رکھنا۔ اور تمام انبیاء کا احترام کرنا ہمارا جزو ایمان ہے۔ پس ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے ہی سے تمام مذاہب میں صلح و آشتی کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

اختلاف نسل انسانی کے متعلق یہ نظریہ ہے۔ کہ نسلیں اور قومیں علیحدہ علیحدہ محض تعارف باہمی کے لئے ہیں۔ ورنہ حقیقی بلندی اور کمال انسانیت صرف خدا خوفی میں ہے۔ میں نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ اختلافات کا ہونا مظاہر قدرت میں سے ہے باوجود اختلافات کے تمام عناصر اپنے خالق کے مقصد زندگی کو پورا کرنے میں تعاون سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح اختلاف ہی قیام عالم کا موجب اور ممد ہے پس مذہب کے معاملہ میں اختلافات کا ہونا یگانگت کا پیش خیمہ ہے۔ بشرطیکہ بنیادی اصول خدائے واحد پر ایمان اور اس کے انبیاء اور کتب مقدسہ اور یوم آخر پر یقین ہو۔ باقی فروعات میں اختلافات نعمت ہے، اس سے علم بڑھتا ہے اور دماغی ترقی ہوتی ہے۔

پس آج ہم مل کر ان اختلافات کو دور کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائے۔ اور اس ضمن میں ایک عہد مستحکم پر دلی عقیدت سے کاربند ہو جائیں۔ کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لاتے ہیں، تمام انبیاء کو برحق یقین کرتے ہیں، اور تمام کتب سماوی پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن کتب میں زمانہ حال کی مشکلات کا حل ہو اس کے بتائے ہوئے قانون الٰہی کے جوئے کے نیچے اپنی گردن رکھ کر فائدہ اٹھائیں گے اور جہاں جہاں انہیں یہ اصول .... موتی ملیں گے۔ ہم چن لیں گے۔ اور ان کو اپنی مالا بنا لیں گے۔ میرے اس بیان پر سب نے چیرز دیئے۔ الحمدللہ۔ باقی مذاہب کے نمائندگان نے بھی تقریریں کیں۔ بفضل ایزدی انہوں نے بھی خدائے واحد پر ایمان کو ہی تمام مذاہب کو متحد کرنے کا ذریعہ بتایا۔

اس اجلاس میں اخبار برمنگھم پوسٹ اور گزٹ کا نامہ نگار موجود تھا جس نے میری تصویر بوقت تقریر اتار لی جب کہ میرے ہاتھ میں قرآن مجید تھا اور میں کہہ رہا تھا۔ کہ اتحاد کا واحد علاج قرآن کریم نے بتایا ہے، دوسرے دن صبح اخبار میں تصویر اور تقریر کا اختصار درج تھا۔ الفاظ یہ ہیں:-

Mr. Gulam Rabbanie Khan Imam of Woking Mosque intoned passage from the Koran in prefacing his remarks. He said that differences among religions would be resolved if they showed God's needs and purpose and worked together in diversity. Their common denomination was belief in one God

ترجمہ:- مسٹر غلام ربانی خاں امام مسجد ووکنگ نے اپنی تقریر سے پہلے قرآن کریم کی آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھیں انہوں نے کہا، کہ مذاہب کے باہمی اختلافات مٹ سکتے ہیں اگر وہ اللہ تعالےٰ کی اغراض و مقاصد کو واضح کریں اور اختلافات کے اندر مل کر کام کریں سب مذاہب کا مشترک عقیدہ ایک خدا پر ایمان ہے۔"

رات مجھے مسٹر ڈیوس سکرٹری برمنگھم برانچ کے گھر مہمان رکھا گیا جہاں پر سب معززین جمع ہو گئے۔ اور ان سے ایک بجے رات تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ خداوند کریم کے فضل سے اسلام کی نمایاں فتح کا منظر آنکھوں کے سامنے آیا، اور میں سجدۂ شکر بجا لایا۔

آج صبح سکرٹری کی طرف سے بے حد تعریف کے ساتھ شکریہ کا خط آیا۔ اس مجلس نے مجھے پھر ۹ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے لئے بلایا ہے۔ تاکہ میں اسلام پر لیکچر دوں اور حسب معمول سوالات کا جواب دوں۔ دعا کریں کہ اس میدان میں دین اسلام کی فتح ہو۔

آپ کا - غلام ربانی

اعتراف گناہ - ایک لطیفہ

عیسائی مبلغ بلی گراہم جو ان دنوں سان فرانسسکو میں مصروف تبلیغ ہے۔ پچھلے دنوں سان کوئنٹن کی جیل میں پہنچا۔ اور اس نے چار ہزار قیدیوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہوئے کہا:-

"جب تک ہمارے گناہ معاف
نہ ہو جائیں تب تک ہم سب کی
روحانی موت واقع ہو جائے گی
لیکن یسوع مسیح ہمارے سب
گناہ معاف کر دیتا ہے"

بلی گراہم کی تقریر سے متاثر ہو کر ۴۷۰ قیدی اٹھے اور انہوں نے یسوع مسیح کے نام پر گناہوں سے تائب ہو جانے کا اعلان کیا اور آئندہ گناہ سے بچنے کے عہد نامے تحریر کئے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے بلی گراہم سے آٹوگراف حاصل کرنے کی درخواست کی۔ کیونکہ بلی گراہم کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا اس لئے اس نے دس بارہ دستخط کرنے کے بعد چند دوسرے قیدیوں سے کہا کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو ان دستخطوں کی نقل کر دیں۔ اس پر ایک قیدی چلا کر بولا۔ "اے مقدس بلی گراہم میں اسی جرم کی بنا پر جیل آیا ہوں کہ میں نے ایک شخص کے دستخطوں کی نقل کر کے بنک سے روپیہ نکلانے کی کوشش کی تھی"

(آفاق ۲۴ جون ۵۸ء)

جماعت اسلامی کا منشور

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دیگا تمام عقل کے بخیئے ادھیڑ تو

ملک کے آیندہ انتخابات جوں جوں قریب آ رہے ہیں ہر جماعت اور ہر ٹولی کی طرف سے جسے کرسئ اقتدار حاصل کرنے کا شوق ہے، ووٹوں کے حصول کے لئے ایسے منشور شائع ہو رہے ہیں جن میں بتایا جاتا ہے، کہ ہم عوام کے لئے اور ملک کی بہتری اور بہبود کے لئے یہ کریں گے اور وہ کریں گے اور ملک کو بہشت بنادیں گے جس میں بس

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

کا منظر نظر آنے لگا، اسی قسم کا ایک منشور جماعت اسلامی کے امیر مولوی مودودی کی طرف سے بھی شائع ہوا ہے جس میں دیگر امور کے علاوہ ایک شق یہ بھی رکھی گئی ہے کہ یہ جماعت،

"مرزا غلام احمد کے ماننے والوں
کو غیر مسلم اقلیت قرار دے گی"

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر ملک کے لئے نیکی اور خیرخواہی کا اور کیا کام ہو سکتا ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں، خدمت اسلام کرنے والوں، غیر مسلموں کو مسلمان بنانے والوں، اور بقول مولوی مودودی کے دست راست نصر اللہ خاں عزیز آڑے وقت میں مسلمانوں کو کفر و الحاد سے بچانے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے یقیناً یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا جو جماعت اسلامی ہی کے کرنے کا ہے کہ

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس بات کو چھوڑ دیجئے کہ اس جماعت کے علماء ابھی تک "مسلمان" کی کوئی ایسی جامع و مانع تعریف نہیں کر سکے جس کی رو سے جماعت احمدیہ کو اسلام سے خارج کر کے غیر مسلموں میں شامل کیا جا سکے، اور اسی وجہ سے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کو تمام علماء سے جن میں جماعت اسلامی کے علماء اور خود مودودی صاحب بھی شامل تھے مسلمان کی تعریف دریافت کرنے کے بعد یہ لکھنا پڑا کہ:-

"دین کے کوئی دو عالم بھی اس
بنیادی امر پر متفق نہیں ہیں"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۲۵)

اس کو بھی چھوڑ دیجئے کہ خود مودودی صاحب نے مسلمان کی جو تعریف اس عدالت میں کی اس کی رو سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ماننے والوں کو غیر مسلموں میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ عدالت کے سوال پر مولوی صاحب نے صاف لفظوں یہ بیان دیا تھا کہ:-

"وہ شخص مسلم ہے جو (۱) توحید پر (۲) تمام انبیاء پر (۳) تمام الہامی کتابوں پر (۴) ملائکہ پر (۵) یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو"

(ایضاً ص ۲۲۲)

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ماننے والے ایمانیات کی ان پانچ شقوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہیں رکھتے، اور اس لئے وہ مسلم کی تعریف سے خارج ہیں لیکن یہ باتیں ایسی نہیں، جو مودودی صاحب کے نزدیک قابل التفات ہوں، انہیں تو ووٹ حاصل کرنے ہیں، کرسئ اقتدار پر بیٹھنے کی خواہش ہے، اس لئے مرزا غلام احمد کے ماننے والے اپنی بیان کردہ مسلم کی تعریف میں آ سکیں یا نہ آ سکیں، وہ عوام کو خوش کرنے کے لئے یہی کہیں گے کہ تم ہمیں ووٹ دو اور ہمیں کرسئ اقتدار پر بٹھا دو، پھر دیکھو ہم وہ کام کریں گے جو کسی نے آج تک نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کی جرأت ہے کہ کر سکے، وہ یہ کہ ہم "مرزا غلام احمد کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت" قرار دے دیں گے، ڈر ہے اگر یہی صورت حال رہی تو ایک جماعت احمدیہ کیا، بہت سے مسلمان کہلانے والے فرقوں کو غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کرنا پڑے گا اور اگر کرسئ اقتدار پر بیٹھ گئے تو ممکن ہے تو جماعت اسلامی کو بھی غیر مسلم اقلیتوں میں شامل ہونا پڑے، گویا کرسئ اقتدار پر بیٹھ کر ملک کو اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو اسلامی فرقے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مل کر اپنی اکثریت بنا لیں گے اور کرسئ اقتدار پر بیٹھے ہوئے نام نہاد مسلمان عملاً اقلیت میں آ جائیں گے، جو ان کے اقتدار پر ایک کاری ضرب ہوگی۔

لیکن یہ صورت حال پیدا ہو یا نہ ہو، دوسرے مسلمان فرقوں اور جماعت اسلامی کے مابین جو بھی صورت حال پیدا ہو، ہمیں اس سے واسطہ نہیں، ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ مودودی صاحب نے برسر اقتدار آنے پر "مرزا غلام احمد کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت" قرار دینے کا جو وعدہ عوام کو دیا ہے، وہ کہاں تک حق بجانب ہے، عوام انہیں ووٹ دیں یا نہ دیں، کرسئ اقتدار پر بیٹھنا انہیں نصیب ہو یا نہ ہو، بہرحال یہ تو معلوم ہو گیا کہ برسر اقتدار آنے پر وہ کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں، اور ابھی یہیں تک بس نہیں، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے، جس کو منشور میں شامل کرنا شاید خلاف مصلحت سمجھا گیا ہے کہ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر غیر مسلموں میں شامل ہو جائے، وہ قابل گردن زدنی ہے، اس عقیدہ کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کرنے کے بعد اگر مودودی صاحب انہیں مرتد قرار دے کر تہ تیغ کرنے کا حکم صادر کر دیں تو یہ ان کے موقف کے عین مطابق ہوگا، اور صرف احمدیوں ہی کو نہیں، سینکڑوں اور ہزاروں ایسے غیر مسلم پاکستان میں موجود ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر عیسائی یا آریہ ہو چکے ہوئے ہیں یہ مودودی صاحب کے عقیدہ کے مطابق تو وہ سب واجب القتل ہیں اور آپ دیکھئے گا کہ کرسئ اقتدار پر بیٹھ کر ان کی طرف سے قتل و غارت کا سلسلہ کس قدر وسعت اختیار کرے گا اور پاکستان کی سرزمین کس قدر بے گناہوں کے خون سے لالہ زار بن جائے گی۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دیگا تمام عقل کے بخیئے ادھیڑ تو

امام ابن تیمیہ اور مسئلہ قتال

صدق جدید، ۲۰ جون میں امام ابن تیمیہ کے بعض مسائل کو نقل کرتے ہوئے مسئلہ قتال کے متعلق ان کے نظریہ کو ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے تواتر کی شکل میں یہ ثابت ہے کہ آپ نے کسی غیر مسلم کے ساتھ جنگ کی ابتدا نہ فرمائی اگر اللہ کا حکم یہی ہوتا کہ ہر کافر کو قتل کر دو تو چاہیئے تھا کہ قتل اور جنگ کی ابتدا رسول اللہ صلعم کی طرف سے ہوتی"

پھر لکھا ہے:-

"آپ کا طریقہ یہی تھا کہ جو جنگ نہیں کرتے تھے ان سے آپ نے بھی جنگ نہیں کی"

امام ابن تیمیہ کی تصریحات کیا اس حقیقت کو واضح نہیں کرتیں کہ حضرت مسیح موعود نے مسئلہ جہاد کے متعلق جو نظریہ پیش کیا .... وہ بالکل صحیح اور مبنی برحق تھا، آپ نے جہاد بالسیف کو اس زمانہ کی ضروریات کے منافی قرار دیتے ہوئے یہی فرمایا کہ

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

اور فرمایا وجوہ الجہاد معدوم فی ھذا الزمان وھذہ البلاد - جہاد کی شرائط اس زمانہ اور اس ملک میں معدوم ہیں، باوجود اس کے آپ کو مورد طعن ٹھہرانا اور دین کو بدلنے کا الزام دینا کہاں تک جائز ہے، کاش ہمارے مخالفین امام ابن تیمیہ کی مندرجہ بالا تصریحات اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو دیکھ کر ان نا واجب اعتراضات سے باز آ جائیں۔

اسلام مشرق و مغرب میں

انڈونیشیا

پیارے اسلامی بھائی!

مجھے آپ کا ۱۱ فروری کا خط وصول کر کے بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ میرے لئے ریلیجن آف اسلام کا ایک نسخہ انعام کریں گے۔

میں اب کلیۃ المعلمین الاسلامیہ کا طالب علم نہیں ہوں بلکہ انڈونیشین سیکنڈری سکول میں ٹیچر ہوں، میرے شاگرد آپ کی بھیجی ہوئی کتب سے اسلام کی حقیقت معلوم کر کے سب خوش ہوئے، اور ان کتابوں سے ... جماعت احمدیہ کے متعلق پھیلی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں ہو گئی ہیں،

مزید برآں جیسا کہ میرے پرنسپل نے مشورہ دیا ہے میں ان کے ساتھ مل کر ریلیجن آف اسلام کا ترجمہ انڈونیشین زبان میں کروں گا۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ زندگی کے ہر قدم پر ہمیں برکت عطا فرمائے اور ہمارا کام ہمارے لئے آسان کر دے ....

آپ کا مخلص اسلامی بھائی

واجز افیری ادگو نوٹو پونو روگو

جرسی سٹی (امریکہ) سے امام ووکنگ کے نام

جناب من!

میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے جرسی سٹی (امریکہ) میں محمد حسن بے کا اسلام پر شاندار لیکچر سنا، اور انہوں نے ثابت کیا کہ ایک ہی اعلےٰ ترین ہستی خداوند تعالےٰ کی ہے اور ایک ہی سچا مذہب اسلام ہے۔

اس لئے میں ان کی ہدایت کے ماتحت آپ کی خدمت میں یہ اعلان بھیجتا ہوں کہ بجز اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ اس کے پیغمبر ہیں، اگر یہ اقرار کافی نہیں تو آپ ڈکلریشن فارم بھیجدیجئے تا کہ میرا نام آپ کی مسجد میں رجسٹر ہو جائے، مسٹر محمد حسن بے نے مجھے محمد الدین کا اسلامی نام دیا ہے جو مجھے بڑا پسند ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ نام بھی آپ رجسٹر کر لیں۔

برادر حسن بے اسلام کا بہت بڑا معلم ہے، مسیحی پادری اور فری میسن بھی ان کے جوابات سے متحیر ہوتے ہیں ...... جن لوگوں نے ان کے لیکچر سنے ہیں وہ ان سے محبت رکھتے ہیں، اگر ان کا کوئی ادارہ ہوتا جس کو تھوڑی مالی امداد مل جاتی تو ہم اسلام کا پیغام بہت سے لوگوں تک پہنچا دیتے .... آپ

کا اسلامی بھائی۔

بنجمن کارٹر

راہوے (امریکہ)

جناب من!

مجھے آپ کا خط ملا، اور مشمولہ فارم بھی، جو سوالات آپ نے بھیجے ہیں ان میں یہ دریافت کیا گیا ہے کہ میرے تبدیل مذہب کی وجوہات کیا ہیں؟ جواب بالکل سیدھا ہے، اسلام ایک نہایت بلند صداقت ہے، توحید الٰہی کا تصور بہت دلکش اور قابل فہم ہے۔ میں اس سے بڑھکر کیا وجہ بتا سکتا ہوں کہ اسلام کے ذریعہ سے مجھے ہدایت ملی ہے اور ایک بہتر ذہنی کیفیت نصیب ہوئی ہے ایک مسلمان بھائی نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اپنا اسلامی نام عبداللہ رکھوں، اس مشورہ کو میں نے قبول کر لیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس کے معنوں کے مطابق میں زندگی بسر کروں گا، آخر میں میرا مخلصانہ نیاز قبول کیجئے۔

آپ کا مخلص

آر۔ بیل

ع ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جان اس پہ قربان ہے
(مسیح موعود علیہ السلام)

آپ کے خطوط

از لاہور۔ ۳ر جولائی ۱۹۵۸ء

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے ہر دلعزیز ہفت روزہ کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے عموماً اور صاحب علم و قلم اصحاب سے خصوصاً یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ پاکستان کی علمی ضرورت کے پیش نظر ذیل کے چند عنوانات پر اپنے خیالات کا اظہار کریں اور نوجوان طبقہ کی علمی ضرورت کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیں کیونکہ اس وقت ملکی اور سماجی ضرورتیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ جماعت کے علم دوست اصحاب اس طرف فوری توجہ دیں، اور اسلام کے ان علمی مضامین پر بھی اظہار خیال کریں۔ عنوانات حسب ذیل ہیں، جن پر اس وقت دوستوں کو توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے:۔

(۱) اسلام کا تصور معاشرتی بہبود

(۲) اسلام اور ملکیت زمین

(۳) اسلام اور مسئلہ وراثت

(۴) اسلام اور مسئلہ خلافت

(۵) اسلام میں جماعت کی اہمیت

فقط۔ والسلام

خاکسار۔ صلاح الدین ناصر۔ سیکرٹری نشر و اشاعت

احمدیہ حقیقت پسند پارٹی (رجسٹرڈ) لاہور

از لاہور۔ مورخہ ۴ر جولائی ۱۹۵۸ء

مکرمی و محترمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

براہ کرم مندرجہ ذیل چند سطور اپنے اخبار میں شائع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

"بعض اصحاب احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ کے نام اپنے عطیہ جات مرکزی دفتر کے نام براہ راست بھیج دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ رقوم سیکرٹری مال مرکزیہ کے نام بھیجی جانی چاہئیں۔ جن کا پورا پتہ حسب ذیل ہے:۔

چوہدری علی محمد صاحب واقف زندگی

سیکرٹری مال احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ

نمبر ۲۳۷/A پیپلز کالونی۔ لائل پور

LAY PUR

(جنرل سیکرٹری)

احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ لاہور پوسٹ بکس ۳۲۲

مومنین کی صفات و خصوصیات اور انکی فلاح و کامرانی کا مژدہ

انسانی تمدن کو بابرکت بنانے والی دیانت و امانت کی زندگی ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۴ جولائی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قد افلح المومنون ...... ھم فیھا خالدون (سورۃ المومنون رکوع اول)

ایک بہت بڑی خوشخبری

ان آیات میں بہت بڑی خوشخبری کا اعلان ہے، فرمایا، قد افلح المومنون - مومن دنیوی اور اخروی سعادات کے مالک بن گئے وہ عزت اور فلاح پا گئے جو ذیل کی صفات سے متصف ہو گئے - یہ بڑا خوبصورت اعلان ہے، لغت میں لکھا ہے فلح کے معنے ہیں زمین کو شق کرنا اور پھاڑنا، زمین کے پھاڑنے والے کو فلاح کہتے ہیں، مصر کے حراثین کو فلاحین مصر کہتے ہیں، ان معنوں کی رو سے زمین کو پھاڑ کر جو بیج اس میں ڈالا جاتا ہے اس کو نشو و نما دینا فلح ہے اور افلح کے معنے ظفر بما طلب قد افلح کے معنے ہیں، دین و دنیا کی جس چیز کی طلب تھی اس کو پا لیا -

اسلامی نظریۂ فلاح اور غیر مسلم نظریات

عیسائی کہتا ہے کہ انسان گناہوں میں لتھڑا ہوا ہے اور کسی طرح گناہ سے بچ نہیں سکتا، ہاں مسیح کے خون پر ایمان لانے سے اس کی خلاصی ہو سکتی ہے، اس کے خلاف قرآن کریم کا یہ نظریہ ہے کہ شریعت کے جو قواعد دیئے گئے ہیں یہ انسان کے قوےٰ اور استعدادوں کی تربیت کرنے والے ہیں، اس تربیت سے انسان کی زندگی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے، عیسائی کہتا ہے کہ انسان گویا کھڈ میں گر گیا ہے اسے اس میں سے نکال دو، بس یہی وہ انسان کے لئے کافی سمجھتا ہے کہ اسے کھڈ میں سے نکال دیا جائے - اور قرآن کریم فرماتا ہے قد افلح المومنون، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے، جنھوں نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا، ان کی زندگی عزت اور برکت کی زندگی ہو گی، وہ اعلیٰ مراتب پر فائز ہوں گے، دنیا اور آخرت میں وہ فائز المرام ہوں گے، یہ اسلام کا اعلان ہے، عیسائی نظریہ میں اور اسلامی نظریہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، عیسائیوں کی طرح ہندو نظریہ بھی انسان کو جُون کے چکر میں پھنساتا ہے اور انسان کی استعدادوں کو منازل ارتقا طے کرنے میں مدد نہیں دیتا -

مومن کون ہیں؟

اس آیت میں پہلا لفظ مومنون کا ہے، مومنون وہ ہیں جن کے اندر نور ایمان ہو اور اس ایمان کا اثر ان کے ہاتھ پاؤں سے ظاہر ہو، ان کے اعمال ثابت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتے ہیں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایمان دل کے اندر بیٹھ جاتا ہے تو اس کو مومن کہتے ہیں، مومن بننے کے بعد اس کی عملی زندگی اور کاروبار بتائیں گے کہ یہ شخص سچے دل سے خدا کو مانتا ہے یا نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا الایمان ما استقر فی القلب و صدقہ العمل - جب ایمان دل کو منور کر دیتا ہے اور اس پر مسلط ہو جاتا ہے تو اعمال اچھے ہو جاتے ہیں اور اعمال سے اس کے ایمان کا پتہ لگتا ہے - اسی ضمن میں ارشاد فرمایا التاجر الصدوق الامین مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین، وہ تاجر جو راستباز ہے اور دیانت امانت سے کام لیتا ہے، وہ نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا، اتنا بڑا مرتبہ ایک راستباز اور دیانت دار تاجر کا ہے، ایمان بڑی چیز ہے، وہ شخص جو ایماندار کہلاتا ہے، ضروری ہے کہ اس کے کاروبار، اس کے دفتر، اس کے کارخانے، اس کی تجارتیں بتائیں کہ وہ فی الواقعہ ایماندار ہے، دوسری جگہ فرمایا رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار مرد وہ ہیں جن کو کوئی تجارت یا خرید و فروخت ذکر الٰہی اور مخلوق خدا کی خدمت سے نہیں روک سکتی، وہ جہاں احکام الٰہی کی پوری فرمانبرداری کرتے ہیں وہیں مخلوق خدا پر اپنے مال بھی خرچ کرتے ہیں، اور مومن وہ ہیں جن کے کاروبار اور اعمال بتاتے ہیں کہ وہ خدا کو مانتے ہیں -

مومن کی صفت - نماز میں خشیت الٰہی

اس کے آگے مومن کی یہ صفت بیان کی گئی ہے الذین ھم فی صلاتھم خاشعون - یہ مومن یقین کرتے ہیں کہ ہمارا ایک خالق ہے، اس نے ہمیں زندگی دی ہے اور پھر ہماری ربوبیت کے سامان فراہم کئے ہیں، اور جب جسمانی ربوبیت کے لئے اس نے سامان فراہم کئے ہیں، تو روحانی تربیت کا بھی سامان فراہم کیا ہے، جوں جوں ایک مومن اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مطالعہ کرتا ہے اتنا ہی ڈرتا اور خشیت الٰہی اس پر طاری ہوتی ہے - نماز اسی تربیت کے لئے ہے اور ایک مومن کا دل نماز کے اندر خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا خیال کرتے ہوئے خشیت الٰہی سے بھر جاتا ہے -

لغو باتوں سے اعراض اور مخلوق پر شفقت

والذین ھم عن اللغو معرضون وہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں والذین ھم للزکوۃ فاعلون - مومن کا ایک تعلق خدا سے لگا جاتا ہے کہ اس کی عبادت کرتا ہے اور دوسرا تعلق خدا کی مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتا اور ان پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، یہ دونوں تعلق جس نے اچھی طرح نبھا دیئے، وہ فی الحقیقت مومن ہے اور وہی کامیاب ہو گا، مومنین ایک باخدا قوم ہے جو خدا کی عبادت کرتی اور اپنے مجلسیوں کی بھلائی کی تڑپ رکھتی ہے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راستی نہ اختیار کرے بلکہ مکر و فریب سے کام لے، دیانت کی زندگی بسر نہ کرے اور عہد کر کے مکر جائے وہ مومن نہیں ہے ولو صلی و صام و قال انی مسلم یہ نماز ہی سکھاتی ہے کہ تمہارا وجود لوگوں کے لئے بابرکت ہو، ھم للزکوۃ فاعلون - اپنا محنت سے کمایا ہوا مال دوسروں پر خرچ کرنا مومن کی خصوصیات میں سے ہے - اور ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس جگہ مومنین رہیں مل کر رہیں وہ عفت کی زندگی بسر کریں، کیونکہ یہ پاکیزگی اور امن کی زندگی ہوتی ہے -

پاکیزگی اور عفت کی زندگی

والذین ھم لفروجھم حافظون یہ بڑا ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی بہو بیٹیوں کی حفاظت کی جائے، اس سے اجتماعی زندگی پُر لطف ہو جاتی ہے الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم ہاں وہ جو ازدواجی زندگی بسر کرتا ہے فانھم غیر ملومین اس کو کوئی ملامت نہیں کر سکتا بلکہ عزت کی زندگی اسے ملتی ہے -

دیانت و امانت کی زندگی

اور ایک اور بات فرمائی، والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون - اجتماعی زندگی کو بابرکت بنانے والی دیانت اور امانت کی زندگی ہے، مومن امانتوں میں خیانت نہیں کرتے، وہ عہد کے پکے اور قول کے پختہ ہوتے ہیں -

نماز کی حفاظت

والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون - وہ نماز کو قائم کرتے ہیں - نماز کی حفاظت کرنا اس کو قائم کرنا ہے، نماز پڑھنا اور بات ہے اور نماز قائم کرنا اور بات، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھتے ہیں، بلکہ فرمایا نماز کو قائم رکھتے ہیں، یعنی اس کی اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیتے ہیں

ان خصوصیات رکھنے والے مومن کے لئے فردوس

اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس

سچی باتیں

یہی نمازوں میں خشیت اختیار کرنے والے، لغو باتوں سے بچنے والے، مخلوق خدا کے ساتھ نیکی کرنے والے، امانت و دیانت داری کی زندگی بسر کرنے والے، اور عہد و پیمان کو پورا کرنے والے، اور نمازوں کی حفاظت کرنے والے، ہر قسم کی دینی و دنیوی سعادتوں کے وارث ہوں گے، ان کو فردوس نصیب ہوگا۔

پس چاہیئے کہ مسلمان اپنے اخلاق و عادات کی ایسی تربیت کریں کہ حقیقی معنوں میں مومن بن جائیں اور ہر طرح کی کامیابی سے ہمکنار ہوں، ایسے لوگ ہمیشہ آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کریں گے۔

ان صفات سے متصف گروہ

یہ ہے وہ اعلان جس میں بہت بڑی خوشخبری دی گئی ہے۔ قد افلح المومنون

یقیناً یقیناً ایسے لوگ کامیاب ہوں گے، جو جہاں ایک طرف خدا کے ساتھ تعلق قائم کرتے ہیں وہیں خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرتے ہیں ان صفات سے متصف گروہ صحابہ کرام کا تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت تیار ہوا تھا، اور وہ عامۃ الناس کے لئے نمونہ تھا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بڑی بھاری دلیل تھا۔

سر مرحوم کی مدح دنیا میں خلیاس کی وفات کے معاً بعد ایاز ہمارا ایک ملی شعار بن گیا ہے اور ڈاکٹر خان صاحب مرحوم اس کلئے سے مستثنیٰ نہیں۔ کیسے کیسے مبالغہ آمیز بیانات، دہو مرحوم کی طرح ان سے متعلق بھی اخبارات میں آتے رہے ہیں لیکن ایک بیان حال میں ایسا نظر سے گذرا، جو خصوصیت کے ساتھ مؤثر ہے، اور جسے یقیناً زیادہ سے زیادہ اشاعت ملنا چاہیئے چادر یہ بیان ایک غیر مسلم جناب نانک چند صاحب ناز کے قلم سے ہے۔ بیان میں ہے کہ مرحوم جس زمانہ میں صوبۂ سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے۔ گھر سے دفتر پیدل جایا کرتے تھے۔ ساتھ کوئی بھی نہیں ہوتا تھا! ——— پہلے تو یہی واقعہ حیرت انگیزی میں کچھ کم نہیں۔ منسٹر نہیں، چیف منسٹر اپنے آفس تک بجائے موٹر کے پیدل آتے۔ اس کا تصور مشکل ہے! جہ جائیکہ وہ بھی تن تنہا، ساتھ نہ اسٹاف کا کوئی آدمی نہ پولیس نہ اردلی نہ چپراسی! اب ——— آگے ایک دن کی سرگذشت ملاحظہ

ایک دن قصہ خوانی بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک پٹھان نے ایک سکھ کو زخمی کر دیا۔ سکھ سائیکل سے نیچے گر پڑا

ڈاکٹر خان نے دوڑ کر پٹھان حملہ آور کو پکڑ لیا۔ اور کانسٹیبل کو سپرد کرتے ہوئے اسے ہدایت کی، کہ اپنے افسر سے کہو اسے آج ہی عدالت میں پیش کرو۔ میں خود گواہی دونگا، جب ملزم عدالت میں پیش ہوا، تو خان صاحب نے گواہی دی۔ ملزم کی طرف سے پیروی کے لئے ایک وکیل بھی حاضر عدالت تھا، خان صاحب نے کہا کہ آپ کسے جھوٹ پڑھانے کے لئے آئے ہیں؟ اس نے جرم کیا ہے، اور یہ سزا کا مستحق ہے، پھر ملزم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم پٹھان ہو، تمہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے تم نے سکھ پر حملہ کیا یا نہیں؟ تمہیں میں نے پکڑا یا نہیں۔ ملزم نے یہ سن کر اعتراف جرم کر لیا"

قصہ چودھویں صدی ہجری کا نہیں۔ خلافت راشدہ کے دور کا معلوم ہوتا ہے! ——— نامسلموں کو مسلم بنانے، بیگانوں کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لانے میں، یہ ایک واقعہ بیسیوں تبلیغی تقریروں تحریروں، پوسٹروں سے بڑھ کر موثر ہے۔

صدق جدید — ۲۷ر جون ۱۹۵۸ء

اسلامی ریاست کی بنیاد جمہوریت اور مذہبیت پر

"اسلام پھر خطرہ میں ہے"

انگریزی اخبار "لائٹ" کے ایک اداریہ کا ترجمہ بشکریہ مولٰنا عبدالباقی صاحب (بقا)

پاکستان کی تشکیل اور اس کے معرض وجود میں آنے کا مقصد بظاہر یہی سمجھا جاتا تھا۔ کہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کو جو خطرات پیش آ سکتے تھے۔ اُن سے اسے محفوظ کیا جائے۔ لیکن یہ خطرہ ابھی تک ہمارے سروں پر گھوم رہا ہے قیام پاکستان کے بعد یہ نعرہ "اسلام خطرہ میں ہے" اور بھی زیادہ زور پکڑ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے کہ جماعتی سیاست (Party Politics) کے لئے یہ ایک مفید نعرہ ہے آزادی نے علماء کی حرص اقتدار کو اور زیادہ تیز کر دیا ہے بجائے اس کے کہ حصول اقتدار کیلئے وہ صحیح جمہوری طریقوں کو عمل میں لائیں انہوں نے "اسلام خطرہ میں ہے" کے نعرہ بازی کو ایک سہل راہ سمجھ لیا ہے۔

اور جب چوہدری محمد علی صاحب سابق وزیر اعظم پاکستان جیسا فہمیدہ اور روشن ضمیر شخص بھی اپنی انتخابی تقریروں میں سیکولرزم کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنانے پر زور دیتا ہے تو انسان کو یہ کہے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ کہ "پاکستان کا خدا ہی حافظ ہے" بلاشبہ ابھی تک ہمارا ملک سنٹ ازم کی گرفت میں ہے اور صحت مند جمہوری معیاروں سے کام لینا ابھی بہت دُور کی باتیں ہیں۔

ایک طرف یہ کہنا کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور دوسری طرف خود زندگی ہی کو روحانی اور دنیاوی حصوں میں بانٹ دینا دو متضاد باتیں ہیں۔ ایسی روحانیت جو کہ عملی زندگی سے الگ ہو، اور وہ سکولرازم جو روحانی اقدار اور اللہ تعالےٰ سے قطع تعلق کرلینے والی ہو یہ دونوں باتیں انسانی زندگی کے بنیادی تصورات پر جن کی اسلام تعلیم دیتا ہے کاری ضرب لگانے والی ہیں،

دراصل یہ اُلجھن تمامتر مغرب کی کورانہ تقلید کی پیداوار ہے۔ مغرب میں لادینیت (سیکولرازم) درحقیقت تھیوکریسی کے مظالم سے بغاوت کا نتیجہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ ایک صحتمند ترقی تھی۔ فی الحقیقت یہ "عوام کی باہمی مشاورت" کے قرآنی نظریہ کی تائید تھی جو کہ ریاست کے لئے بطور ریڑھ کی ہڈی کے ہے۔ یہی تھیوکریسی ہی تھی۔ جس نے پوپ کے ہاتھ میں تمامتر اقتدار کی باگ ڈور دے دی تھی، اور اس نے اپنے آپ کو... زمین پر خدا کا نائب سمجھتے ہوئے دیگر اختیارات وراثت کے طور پر اپنے نائبین اور پادریوں کو سونپ دیئے تھے۔ ایسی طرز حکومت نے جہالت۔ مذہبی مظالم اور توہمات کو فروغ دیا۔ اور اسی نے تمام ترقی پسند جبلتوں کو غارت کر دیا۔ اہل مغرب نے اس جوئے کو اتار پھینکنے میں اپنی نجات سمجھی، اور مسائل زندگی کو پادری کے تصرف سے رہائی دلا کر ایک آزاد آدمی کی طرح سلجھانا شروع کر دیا۔ یقیناً کوئی بھی فہمیدہ اور صحیح الفہم سیاستدان اس ترقی معکوس کی طرف رُخ کرنا پسند نہیں کرے گا۔ کہ پھر اس تھیوکریسی کو اپنے ملک پر مسلط کر دے۔ جس کا ڈھونگ آج کل رچایا جا رہا ہے۔

جب اہل مغرب کی مذہب سے بغاوت ایک انتہائی صورت اختیار کر گئی۔ اور انہوں نے اپنی زندگی سے مذہبی اقدار کو خارج کرنا شروع کر دیا۔ تو اس میں برائیاں راہ پانے لگیں۔ اگر عیسائی دنیا میں عیسائیت کی مذہبی اقدار سے تمامتر انحراف نہ کیا جاتا۔ تو ان کی معاشرتی زندگی میں یہ بیہودہ رجحانات مثلاً دہریت اور اخلاقی فرمانگی راہ نہ پاتیں، جس میں سائنس نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا ہے

اسلام ان ہر دو انتہا پسندیوں سے گریز سکھاتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی ملائیت کے لئے گنجائش نہیں اور نہ ہی تھیوکریسی کی طرز حکومت کا اس میں سوال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ اسلام ہر شخص کو اپنے اعمال زندگی کے لئے خدا کے حضور جوابدہ ٹھہراتا ہے۔ اور اس طرح ہر ایک شہری کے دل پر حاکمیت الٰہی کا سکہ جماتا ہے۔ اس طرز سے روحانیت کو عوام الناس کی روزمرہ زندگی میں دخیل کر کے اسلام ایک ایسے معاشرہ کا ڈھانچہ تعمیر کرتا ہے، جو اخلاق اور روحانی اقدار کو خیرباد کہے بغیر تمامتر ترقی کا ضامن ہے۔

ریاست اس لحاظ سے کہ اس کی بنیاد رائے عامہ کی مرضی پر ہے۔ دنیاوی (سکولر) ہے۔ اور اس میں کسی غیر متعلق حاکمیت کو دخل دینے کی گنجائش نہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے کو صحیح اور بہترین اسلامی صورت دینے کی ضامن ہے۔ قرآن پاک واضح الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

"امرھم شوریٰ بینھم

یعنی ان کی حکومت کی بنیاد باہمی مشورے پر ہو"

اسلام صاف طور پر اجارہ داری طرز کی ریاستوں مثلاً فاشسٹ، اشتراکیت یا تھیوکریسی کی نفی کرتا ہے اس کے نزدیک حاکمیت کا حق عوام کو ہے جو کہ جمہوریت کے لئے بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہیں .... اس کے متعلق دو رائیں ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ کوئی بھی طاقت چاہے کوئی بلند کیوں نہ ہو۔ حاکمیت جمہور پر فائق نہیں ہوسکتی۔ یہی سکولر حکومت کی روح ہے۔ اسی لئے ایک ریاست کو بیک وقت جمہوری اور سیکولر ہونا چاہیے اسلامی لائحہ عمل میں اس قسم کے ڈھونگ رچانے کے لئے کہ "سکولرازم کا خطرہ ہے" کوئی گنجائش نہیں کہ ایک سیاست دان کی طرف سے جس سے فہم کی بات کی توقع ہوسکتی ہے۔

قرارداد مقاصد جس پر دستور پاکستان کی بنیاد ... اس کی رُو سے حاکمیت اللہ کی ہے اس کا منبع رائے عامہ ہے۔ یہ اس بات کی ضامن ہے۔ کہ ریاست کی ساخت جمہوری ہوگی اور معاشرہ کا ڈھانچہ صحیح اسلامی۔ دستور کا یہ ستون کہ حکومت کی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں ... کے خلاف اُلجھن اور ذہنی انتشار پھیلانا دستور سے سراسر انحراف کرنا ہے۔

دستور کے اس بنیادی اُصول کو چیلنج کرنا کسی لبادہ میں بھی کیوں نہ ہو اور یہ کہنا کہ:۔

"اسلام خطرہ میں ہے"

سراسر طوائف الملوکی کو نشوونما دینا ہے۔ جس کا حکومت بھی جو اپنے فرائض سے واقف ہو اجازت نہیں دے سکتی۔ انتخابی مہموں میں بیشک ان نعروں کے ذریعہ لوگوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کیا جا سکتا ہے جو امن کے لئے موجب خطرہ ہوسکتے ہیں۔ اس اس قسم کی نعرہ بازی جس سے لوگوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کیا جا سکے۔ ان کو تخریبی کارروائی قرار دے کر ان پر پابندی لگا دینی چاہیئے۔ اور سختی سے قلع قمع کرنا چاہیئے تاکہ ملک کی رفتار ترقی جس جمہوریت سے ہے بربادی کی نذر نہ ہو جائے۔

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں (از ...)

۲۳ اپریل۔ سوشل اجتماع کا انعقاد ہوا اور ... کی تقریب سعید پر گفتگو ہوتی رہی۔ حاضرین بہت ... تھے اور اسلام سے انہوں نے گہری دلچسپی کا اظہار کیا

۲۴ اپریل۔ مغربی جرمنی کی یونیورسٹی کے پچاس طلباء آئے اور اسلام کے متعلق انہوں نے واقفیت حاصل کی

۲۵ اپریل۔ خطبہ جمعہ میں اعمال صالحہ اور عملی اسلام ... کیا گیا، بعد ازاں مسٹر بدیان نے عربی کا سبق پڑھایا۔

مسز ایلنہ موسلر اور مسٹر احمد نے ریڈیو سٹیشن سے اسلام پر گفتگو نشر ...

۲۷ اپریل۔ مسز ایلنہ موسلر نے مذہبی سبق پڑھایا

۲۹ اپریل۔ مسز ایلنہ موسلر اور مذہبی جماعتوں کے ... گروپ کے مابین ایک کانفرنس ہوئی۔

۳۰ اپریل۔ برلن ہائی سکول کی کئی جماعتیں شام کے ... مسجد میں آئیں اور ہالینڈ کے مسٹر روایت عنایت خاں نے لیکچر ... جو انہوں نے اہل مشرق کے شاندار فلسفہ پر دیا۔

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر سامانوی

(۴)

یتزوّج ویولد لہٗ"

جناب شمس صاحب اس حدیث سے یہ استدلال ہیں :-

ان الفاظ کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے لئے بیٹا ہو گا مسیح موعودؑ کی شادی کرنے کے ساتھ ہی بیٹا ہونے کا ذکر صاف صریح اور واضح طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بیٹا بھی شادی کا نتیجہ اور مسیح موعود کا صلبی فرزند ہو گا نہ کہ ایک زمانہ دراز بعد آپ کی نسل میں پیدا ہونے والا"

پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ نے شادی کی اور کے اولاد ہوئی اور اس شادی سے پیدا ہونے ام اولاد "یولد لہٗ" کی مصداق ہے - مولانا ساری اولاد کو اس پیشگوئی کا مصداق نہیں سمجھتے ے ایک لڑکے کو اس کا مصداق سمجھتے ہیں تو پیشگوئی اظ تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے - اگر "یولد لہٗ" اد صرف ایک ہی بیٹا ہو سکتا ہے تو پھر وہ بیٹا راد نہیں ہو سکتا جس کے متعلق الہام الٰہی میں صاف یوں آتے ہیں :-

یاتی قمر الانبیاء یاتی بسر اللہ وجھک وینیر برھانک سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل ان نوری قریب - یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا، اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا، یعنی خدا کے فضل کا موجب ہو گا"

میں "یولد لہٗ" کے الفاظ ہیں اور الہام میں "سیولد الولد" آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے وہ بیٹا ہے جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمائی ہے اور اس میں "قمر الانبیاء" "فضل" اور "نور" موعود یا اس لڑکے کی علامات ہی بیان کی گئی ہیں جگہ اسی لڑکے کے متعلق فرمایا کہ :-

شاید نور سے مراد پسر موعود ہے"

(تریاق القلوب ص۸۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے اس ئی کا مصداق جناب میاں بشیر احمد صاحب کو قرار دیا اور عت ربوہ بھی ان کو اس کا مصداق قرار دیتی ہے اور طرف الہام میں سب علامات مصلح موعود والی بیان کی گئیں تو پھر اس کی وضاحت ہونی ضروری ہے کہ وہ بھی حدیث مندرجہ عنوان کے مصداق ہیں یا نہیں؟ اس کے علاوہ جناب میاں شریف احمد صاحب کے متعلق فرماتے ہیں :-

" شریف احمد کو خواب میں دیکھا گیا کہ پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ بادشاہ آیا دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے - قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں، قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرد ے"۔

" فرمایا چند سال ہوئے ہم نے عالم کشف میں اس لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں"

(تذکرہ ص۲۸۶، ۲۸۷)

یہ الہام اور کشوف تو دونوں چھوٹے بیٹوں کے متعلق ہیں اور سب سے بڑے کے متعلق جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا وہ یہ ہے :-

" آج بروز یک شنبہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے گھر کے مکان میں بیٹھا ہوں اور ایک خربوزہ کی شکل پر کوئی پھل میرے ہاتھ میں ہے اس کو چھیل کر کھانا چاہتا ہوں اتنے میں میاں محمود احمد صاحب کو دیکھا اس کے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہو گیا ہے پہلے اس جگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں پھر اس چوبارہ کی طرف آگے بڑھا جہاں بیٹھ کر میں کام کرتا ہوں گویا اس کے اندر جا کر تلاش کرنا چاہتا ہے"

(تذکرہ ص۵۹۷)

اس رؤیا کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ جناب میاں صاحب کے ذریعہ اُن کی معیت میں انگریزیت حضرت اقدسؑ کے گھر میں داخل ہو گی جو آپ کے بیٹھنے کے لئے مخصوص ہے یعنی اُن کے ذریعہ پاپائیت اس گھر میں داخل ہو جائے گی - جس کی تصدیق جناب میاں صاحب نے ان الفاظ میں کر دی:-

" اگر جماعت احمدیہ خلافت کے ایمان پر قائم رہی اور اس کے قیام کے لئے جد و جہد کرتی رہی تو اس میں بھی قیامت تک خلافت قائم رہے گی جس طرح عیسائیوں میں پوپ کی شکل میں اب تک قائم ہے "

یعنی وہ پاپائیت جس کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا مسیح مبعوث ہوا تھا اس مسیح کے گھر میں اسی پاپائیت کو رواج دینے کے لئے تمام کوششیں کی جا رہی ہیں اور جماعت کے اندر یہ عقیدہ راسخ کرنے کے لئے اس کو تقویت دی جا رہی ہے ۔

پس مقام غور ہے کہ جن بیٹوں کے متعلق ربوائی دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کو الہامات و کشوف میں نبیوں کا چاند" "فضل" "نور" "بادشاہ" "قاضی" "حکم" "حق کی تائید اور باطل کو رد کرنے والا" اور حضرت مسیح موعود کی جگہ بیٹھنے والا" قرار دیا گیا ہے جب وہ اس حدیث کے مطابق نہیں تو پھر وہ لڑکا کس طرح اس کا مصداق ہو سکتا ہے جو کاسر صلیب کے ہاتھوں ختم شدہ پاپائیت کو دوبارہ فروغ دینے کی فکر میں دن رات کوشاں ہے ؟ اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ وہ دونوں بیٹے بھی اس حدیث کا مصداق ہیں تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صاحبان ایک کو ہی اس کا مصداق کیوں قرار دیتے ہیں ؟ اور پھر اندریں صورت اس ایک کو باقی دو پر کیا فضیلت ہے ؟ اور تینوں کے اس کے مصداق قرار دینے کی صورت میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور تحریرات میں جو ایک ہی لڑکے کی تخصیص کی گئی ہے کیا وہ غلط ہے ؟ (نعوذ باللہ من ذالک) اگر ایک لڑکے کی تخصیص صحیح ہے تو تو پھر وہ خصوصیت بتائی جائے جو بڑے لڑکے میں پائی جاتی ہے اور چھوٹوں میں نہیں پائی جاتی ؟

مصلح موعود مسیح موعود کی موعودہ شادی کا نتیجہ ہو گا

اپنے دعوے کی تائید میں جناب شمس صاحب فرماتے ہیں کہ :-

" کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ شادی تو کرے مسیح موعود اور اس شادی کے ساتھ ہی حدیث میں جس بیٹے کے پیدا ہونے کا ذکر ہو وہ پیدا ہو اس شادی پر سینکڑوں سال گذر جانے کے بعد کیا حدیث میں جس شادی کے ذکر کے ساتھ ہی بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے اس شادی سے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والا کسی طرح بھی اس شادی کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں"۔

(ص۷)

یہ بات یا تو کوئی ربوہ کا خالد کر سکتا ہے اور یا اس کے جامعۃ المبشرین" کا "مبشر" یا اس کا "مولوی فاضل مولانا" ورنہ تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص تو یہی کہے گا کہ کسی بزرگ کی نسل میں سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والا لڑکا اسی شادی کا نتیجہ ہوتا ہے جو وہ بزرگ کرتا ہے مثلاً سب انسان جو "بنی آدم" کہلاتے ہیں، کیا وہ اس شادی کا نتیجہ نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی ؟ سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہزاروں سال بعد پیدا ہوئے کیا مولانا بتا سکتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد بزرگوار حضرت ابو الانبیاء علیہ السلام کی شادی کا نتیجہ تھے یا ہرگز نہیں ؟ اور کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت اسرائیل علیہ السلام کی شادی کا نتیجہ تھے

یا "ہرگز نہیں"؟ اور تمام بنی اسرائیل جو آج بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں اسی شادی کا نتیجہ ہیں یا "ہرگز نہیں"۔ دور نہ جایئے یہ فرمایئے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس شادی کا نتیجہ ہیں یا نہیں جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کی تھی؟ ان سب کو جانے دیجئے صرف یہ بتایئے کہ جناب مولانا شمس صاحب اس شادی کا نتیجہ ہیں یا نہیں جو سینکڑوں سال قبل اُن کے مورث اعلیٰ نے کی تھی؟ اگر سینکڑوں سال بعد میں پیدا ہونے والا "مصلح موعود" مسیح موعود کی شادی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا تو پھر مولانا کس طرح اس شادی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں جو اُن کے سینکڑوں سال قبل ہونے والے مورث اعلیٰ نے کی تھی؟ اور اگر وہ سینکڑوں سال قبل ہونے والی شادی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں تو مصلح موعود کیوں مسیح موعود کی شادی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا؟

جناب میاں صاحب کا اقرار

مولانا کے مندرجہ بالا استدلال کے خلاف اُن کے "حضرت المصلح الموعود" یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا آیندہ نسل کے کسی فرد پر بھی بولا جاتا ہے"۔

"اور خدا تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ کون اس کا بیٹا ہونے کے لائق ہے اس لئے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کر دے خبر دی جائے اور اس کو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے"

"حضرت صاحبؑ کی نسل سے ایک بچہ کو اگر ان کا لڑکا قرار دیا گیا تو کونسا اندھیر آ گیا"۔

"صادقوں کی روشنی" المطبوعہ ۱۹۰۸ء

اگر ہماری سچی بات پر بھی مولانا کو "ہرگز نہیں" کہنے کی عادت ہو چکی ہے تو پھر اپنے "حضرت امیر المومنین" کے فیصلے پر تو سر تسلیم خم کر دیجئے اور ہماری محنت کی داد دیجئے کہ آپ پر حجت ملزمہ قائم کرنے کے لئے آپ کے "حضرت صاحب" کا فیصلہ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

غیر مامور اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غیر مامور معمولی لڑکے کی پیشگوئی کی ہے تو یہ پیشگوئی کرنے والی مقدس ترین شخصیت کے ساتھ ایک ناپاک تمسخر ہے اور پھر اس صورت میں صرف "ایک" کی خصوصیت کوئی نہیں رہتی بلکہ پھر "یولد لہ" میں وہ سب بیٹے شامل ہو جاتے ہیں جو اس شادی کے نتیجہ میں پیدا ہوئے اور یہ بات ربوائی دوست بھی مانتے ہیں کہ سب لڑکے اس کا مصداق نہیں بلکہ صرف "ایک" ہے اور حضرت اقدس نے ایک لڑکے کو ہی اس کا مصداق قرار دیا ہے نہ کہ نکاح ثانی سے پیدا ہونے والے ہر بڑے بیٹے کو اور یہ ماننا پڑے گا کہ وہی بیٹا اس پیشگوئی کا مصداق ہوگا جو کہ مامور من اللہ ہوگا غیر مامور ہرگز ہرگز اس کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے ... جماعت کو بھول بھلیوں میں ڈالنے کے لئے اپنی عادت سے مجبور ہو کر لکھا ہے کہ:۔

"اس حدیث کی تشریح سے بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو جو صالح فرزند عطا فرمائے گا۔ اور جو اپنے باپ کا نظیر ہوگا وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا"۔ (صـ۲)

خط کشیدہ الفاظ میں مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افترا کر کے لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے جہاں حضرت اقدس نے یہ فرمایا ہے وہاں ہرگز یہ الفاظ نہیں کہ وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا۔ بلکہ اسی کتاب کے صـ۹۱ پر "یشابہ اباہ" کی شرح کے ماتحت فرماتے ہیں کہ:۔

"حدیث یتزوج ویولد لہ کی شرح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو ایک ایسا ..... صالح فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا"

پہلے آپ نے فرمایا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ وہ لڑکا "مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا" اور دوسری جگہ یہ الفاظ نہیں لکھے کیونکہ حضرت اقدس نے اس جگہ یہ کہیں نہیں فرمایا۔ پھر اس کی تائید میں صـ۹۱ پر مندرجہ ذیل حوالہ دیا ہے:۔

"ایک اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری ہی نسل سے ہوگا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء"

اگر اس حوالہ میں "تیری ہی نسل سے ہوگا" سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ "وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا" تو یہ بالکل غلط ہے، یہ ہم پہلے جناب خلیفہ صاحب کی تحریر سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ "بیٹا" "آیندہ نسل کا فرد" ہوگا نہ کہ صلبی بیٹا۔

بہرحال فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ ایک غیر مامور لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا ہے یا مامور، سو اس کے لئے مولوی صاحب کا حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف منسوب کردہ حوالہ ہی کافی ہے جس میں حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کے مصداق لڑکے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ "ولد صالحا" اور "یشابہ اباہ" اور "ولا یاباہ" یعنی وہ بیٹا صالح اور اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور اس مشابہت میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی، موجودہ مدعی صالحیت کے متعلق تو اپنی جگہ آگے چل کر بحث کی جائے گی سر دست یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ایک مامور من اللہ باپ کا غیر مامور بیٹا "یشابہ اباہ ولا یاباہ" کا مصداق کہلا سکتا ہے؟ اگر کہلا سکتا ہے تو اس مامور باپ کے دوسرے غیر مامور بیٹے کیوں اس کا مصداق نہیں ہو سکتے؟ اور اگر وہ غیر مامور ہونے کی وجہ سے اس کا مصداق نہیں ہو سکتے تو پھر تیسرا غیر مامور ہونے کے باوجود کیونکر اس کا مصداق ہو سکتا ہے؟ نیز یہ بات بھی جواب طلب ہے کہ کیا غیر مامور مامور من اللہ کے مشابہ ہوتا ہے اور غیر مامور میں مامور کی نسبت کوئی کمی نہیں ہوتی؟ اگر کمی نہیں ہوتی تو پھر دونوں میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ اور اگر غیر مامور میں اس کی غیر ماموریت مامور من اللہ کے مقابلہ میں بہت بڑی اور نمایاں کمی ہوتی ہے تو پھر ایک غیر مامور لڑکا کس طرح اپنے مامور باپ کا مشابہ کہلا سکتا ہے

بیٹے میں باپ کی نسبت نمایاں کمی

باپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں وعدہ کے موافق تو آیا ہے" (تذکرہ صـ۱۹)

"وجعلناک المسیح ابن مریم" اور "تجھے ہم نے مسیح ابن مریم بنایا" (صـ۹۲)

یہ الہام آپ کو بار بار ہوا اور کثرت سے ہوا مگر اس کے بالمقابل بیٹے نے ایک دفعہ بھی اپنا کوئی الہام آج تک پیش نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف خود ہی کہدیا:

"انا المسیح الموعود ومثیلہ
کہ میں مسیح موعود اور اس کا مثیل ہوں"

الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء

اب غور کیجئے کہ باپ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا اور اس کے بالمقابل بیٹا خود ہی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود اور اس کا مثیل ہوں ان دونوں میں کتنا نمایاں فرق ہے؟

باپ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"فانک من المامورین"
(صـ۲۱۹)

بیٹا اقرار کرتا ہے کہ:۔

"میں مامور نہیں"
(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

باپ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"لتنذر قوما ما انذر اباءھم
کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادوں کے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا"
(ایضاً)

بیٹا کہتا ہے کہ:۔

"میرے ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

باپ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

اردت ان استخلف فخلقت ادم (تذکرہ صـ۲۷۸)

اور بیٹا خود خلیفہ بنا اور یہ کام اپنے ہاتھ میں رکھا جیسا کہ اس نے کہا کہ :-

"لیکن جو تیسرا امر خلافت کا ہے اور اس حیثیت سے اللہ تعالےٰ بندوں سے کام لیتا ہے ہمارے اختیار میں ہے"

(خلافت حقہ اسلامیہ ص۵)

باپ کہتا ہے کہ خلیفہ بنانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے جیسا کہ فرمایا :-

"لہٰذا اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف اور اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اس غرض کے لئے خدا تعالےٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں رسالت سے محروم نہ رہے"

(شہادت القرآن ص۶۰)

"سو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا اور خلیفہ کے لفظ کو اس لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کریم کے جانشین ہوں گے اور اس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے"

(ایضاً ص۱۴)

اس کے بالکل برعکس بیٹا یہ سب اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر کہتا ہے کہ :-

"آئندہ خلافت کے لئے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی خلافت کے انتخاب کا وقت آئے تو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر تحریک جدید کے وکلا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے زندہ افراد .... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی جن کو فوراً بعد تحقیقات صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ صحابیت کا سرٹیفکیٹ دے اور جامعۃ المبشرین کا پرنسپل اور جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ اور تمام جماعت ہائے پنجاب اور سندھ کے ضلعوں کے امیر اور مغربی پاکستان اور کراچی کا امیر اور مشرقی پاکستان کا امیر مل کر اس کا انتخاب کریں"

(خلافت حقہ اسلامیہ ص۱۵)

باپ نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے بیعت لینی شروع کی جیسا کہ فرمایا :-

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولا کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں" (تذکرہ ص۱۴۲)

بیٹے نے بغیر اللہ تعالےٰ کے حکم کے خود ہی پرانے احمدیوں سے بھی انہی الفاظ میں بیعت لینا شروع کر دی جن میں حضرت اقدس کو حکم ہوا تھا۔ باپ کو اللہ تعالےٰ نے ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں عین ضرورت کے وقت چودھویں صدی کے لئے مجدد اور مصلح منتخب کیا اور بیٹے کو باپ کی وفات کے چھ سال بعد باپ کے انتشار انوار کے زمانہ میں بغیر کسی ضرورت کے "علماء" نے منتخب کیا جس کا اقرار حسب ذیل الفاظ میں موجود ہے :-

"اگر علماء ان نشانات کو میری ذات میں دیکھتے ہیں اور مجھے مصلح موعود سمجھتے ہیں تو انہیں کسی دعوے کی روک نہیں"

(الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء)

"بعض مخلص ان کارناموں کی وجہ سے آپ کو مصلح موعود قرار دے رہے تھے"

(الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۵۷ء)

"آپ میں وہ نشانات علماء کو نظر آ رہے تھے جو مصلح موعود کے بتائے گئے اس لئے وہ آپ کو ایسا سمجھتے تھے" (الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء)

جس بیٹے میں باپ کی نسبت اس قدر ضعفات ہیں کہ ہو اس کو باپ کا مشابہ اور نظیر بتانا ایک طرف، مقدس باپ کی ہتک کا مترادف اور دوسری طرف حدیث میں بیان فرمودہ پیش گوئی کی تکذیب کرنا ہے۔ ثابت ہوا کہ حدیث کی مندرجہ عنوان پیشگوئی کا مصداق کوئی مامور ہوگا جو غیر مامور اس کے مصداق ہونے کا دعوے کرے وہ سچا نہیں ہو سکتا، اور اگر ظاہری طور پر کسی کا نام رکھا جاتا اس کے پیش گوئی کا مصداق ہونے ثبوت ہو سکتا ہے تو پھر جن لڑکوں کو قرار دیا گیا "فضل" "نور" "بادشاہ" "قاضی" "حکم" "جانشین" کہا گیا ان میں سے وہ کچھ بھی نہ بنے اندریں صورت بتایا جائے کہ ان مندرجہ صدر، الہامات کے متعلق کیا خیال ہے آیا وہ سچے نکلے یا معاذ اللہ جھوٹے ثابت ہوئے ؟

—(باقی — باقی)—

ہفت روزہ

"پیغام صلح" لاہور

جماعت احمدیہ لاہور کا آرگن اپنے ربحدی دوستوں میں وسیع پیمانہ پر تقسیم کریں۔

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی کو خدا کے سامنے

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

(قرآن حکیم)

احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ کے مطبوعات

(۱) "بالائے دمشق اور خلافت اسلامیہ"
قیمت -/۲ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک
(از عبد الوہاب برہم)

(۲) "ربوی راج کے محمودی منصوبے"
قیمت -/۱/- آنے صرف۔ علاوہ محصول ڈاک

(۳) "معیار صداقت" (ایک ورقہ ہینڈ بل) بلا قیمت
(مسٹر محمد یوسف ناز کا مؤکد بعذاب حلفیہ بیان)

(۴) "حقیقت آزادی"
(۵) تعلق باللہ
(از خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب لندن) بلا قیمت

(۶) خلیفہ ربوہ کے مظالم
(۷) سر محمد ظفر اللہ خان کے نام کھلی چٹھی
بلا قیمت

(۸) "ربوہ کا مذہبی آمر" (دوسرا ایڈیشن زیر طبع ہے)
قیمت -/۸/۲ روپے

(۹) "قادیانیت کا دم واپسیں"
(۱۰) "حضرت علامہ مولانا نور الدین"
بلا قیمت

ملنے کا پتہ

جنرل سیکرٹری - احمدیہ حقیقت پسند پارٹی مرکزیہ (رجسٹرڈ)
پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲ لاہور

نوٹ :- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ ارسال کریں۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے کہ ہر دل پُر از نور یقیں بودے

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت علامہ حکیم الامت
مولانا نور الدین مرحوم
(رحمۃ اللہ علیہ)
کا
مقام دو نظروں میں

آٹھ صفحہ کا یہ کتابچہ پتہ ذیل سے ایک آنہ کا ٹکٹ ڈاک بھیجکر مفت حاصل کریں۔

پتہ :-
جنرل سیکرٹری - احمدیہ حقیقت پسند پارٹی (رجسٹرڈ)
پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲ لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں نیز

مرتضیٰ احسان حسن

مجلس عام

نماز پر لیکچر

رشید:- "اباجان! آپ نے تجویز کیا تھا کہ آپ محلّہ کی عورتوں کو نماز پر لیکچر دیں گے۔ آج وہ جمع ہیں، آپ نے جو کچھ فرمانا ہے فرمائیں۔"

باپ:- بہت اچھا۔ میں حاضر ہوں"

پھر اس طرح تقریر شروع کرتے ہیں:-

میری عزیز بہنوں اور بیٹیو! میں سب سے پہلے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج آپ اپنا کام کاج چھوڑ کر خدا اور خدا کے رسول کی باتیں سننے کے لئے یہاں تشریف لائی ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس نیک عمل کا اجر عطا فرمائے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان قوم کی ترقی کا راز اس کے مذہب میں مرکوز ہے۔ پہلے زمانہ کے مسلمانوں نے ترقی کی اور وہ دنیا میں ایک بڑی معزز قوم بن گئے تو وہ خدا اور خدا کے حکموں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہی تھا۔ اور اب بھی اگر مسلمان قوم شاہراہ ترقی پر گامزن ہونا چاہتی ہے اور دنیا کی قوموں میں ممتاز حیثیت حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کی سبیل یہی ہے کہ وہ خدا اور رسول خدا کے احکام کو مشعل راہ بنائے لیکن ہماری قوم کے اندر بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہماری نئی پود کو اسلامی ماحول نصیب نہیں ہوتا۔ اسلامی تعلیم میسّر نہیں آتی۔ انہیں احکام شریعت سے شناسا نہیں کیا جاتا۔ انہیں دینی علوم سے بے بہرہ رکھا جاتا ہے اس باب میں زیادہ تر ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ شروع سے ہی بچوں کو ارکان اسلام کی پابندی کی ترغیب دلائیں۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ محض چند مسائل یا بعض عربی عبارات جن کو بچے سمجھتے بھی نہیں رٹوا دی جائیں۔ بلکہ ان ارکان کے پیچھے جو فلسفہ ہے اس کو بچوں کی استعداد کے مطابق بتدریج ذہن نشین کرنا چاہیئے تاکہ ان پر ان کی اہمیت واضح ہو اور ان کو ان خوبیوں سے آگاہی حاصل ہو اور اُن احکام شریعت کی حقیقت راسخ کر دی جائے تو ممکن نہیں کہ وہ بعد میں قابل فخر مسلمان ثابت نہ ہوں۔

احکام شریعت میں نماز کو نہایت اہم جگہ دی گئی ہے۔ اور یہ اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے جس کی پابندی ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہے۔ مگر مقام حسرت ہے کہ جس قدر اس اہم رکن کے متعلق تاکید کی گئی ہے اسی قدر اس سے غفلت اور بے پروائی برتی جا رہی ہے۔ حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ مسلمان بچوں کو سات سال کی عمر سے ہی نماز کے راستہ پر ڈالنا چاہیئے مگر یہاں یہ کیفیت ہے کہ وہ جوانی کو پہنچ جاتے ہیں اور نماز بھول کر بھی نہیں پڑھتے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ساری عمر ہی نماز سے بے بہرہ رہتے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یہ ایک نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ یہ اس زمین میں اس کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اور دنیا کی تمام چیزیں یعنے زمین۔ آسمان۔ سورج۔ چاند، دریا اور پہاڑ سب اس کی خدمت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ انسان ان سب کا حاکم اور بادشاہ ہے اور یہ سب چیزیں دن رات اس کی خدمت میں کربستہ ہیں، جس صورت میں دنیا کی سب چیزیں اپنے سے اعلیٰ ہستی یعنی انسان کی خدمت میں مصروف ہیں اور اس کے سامنے سربسجود ہیں تو کیا انسان کا فرض نہیں کہ وہ اپنے سے اعلیٰ ہستی یعنے خدا تعالےٰ کے سامنے سربسجود ہو؟

آوازیں:- "کیوں نہیں؟ انسان کا فرض ہے کہ وہ خدا کے سامنے سربسجود ہو"

پس یہ نماز کیا ہے؟- انسان کا اپنے آقا، اپنے مالک اپنے خالق کے سامنے سربسجود ہونا اس کے آگے جھکنا۔ اس سے اپنے کاموں میں استقامت چاہنا اور اپنی دلی تمناؤں کا ظاہر کرنا۔ نماز اس طبعی تڑپ کا نام ہے جو انسان کے دل کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ ہستی کے حضور میں اپنی معروضات پیش کرے اور اس سے قوت اور طاقت حاصل کرے۔ پھر آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی سب چیزیں اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ جو کام اور جو فرض خدا نے ان کے ذمہ لگایا ہے وہ ہمہ تن اس کی سرانجام دہی میں مصروف ہیں۔ سورج اپنے وقت پر نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔ چاند اپنے وقت پر نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔ ستارے چمکتے ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ بادل مینہ برساتے ہیں زمین روئیدگی اُگاتی ہے۔ درخت پھل لاتے ہیں۔ غرض ہر چیز اپنا مفوضہ فرض بجا لا رہی ہے۔ تو کیا انسان کے لئے۔ ۔ ۔ جو اشرف المخلوقات ہے ضروری نہیں کہ وہ بھی اپنے فرض کو بجا لائے اور اس کام کو جو خدا نے اس کے ذمہ لگایا ہے سرانجام دے؟

آوازیں:- "بے شک ضروری ہے۔ بے شک ضروری ہے"

پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ہم طالب علم ہیں اور کسی مدرسہ یا کالج میں تعلیم پاتے ہیں تو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے استادوں اور پروفیسروں کا حکم مانیں۔ اور ان کی تعظیم کریں۔ اگر ہم کسی محکمہ میں ملازم ہیں تو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے افسروں اور حاکموں کا کہا مانیں اور ان کی تعظیم و تکریم کریں۔ اسی طرح ہمارے لئے لازم ہے کہ اپنے ماں باپ کا اپنے بڑوں کا ادب و احترام کریں اور اُن کا حکم مانیں، تو کیا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم اس ہستی کے سامنے بھی سر اطاعت بھی خم کریں اور اس کا حکم مانیں جو سب بڑوں سے بڑی اور سب حاکموں کی حاکم ہے؟

آوازیں:- "کیوں نہیں کیوں نہیں؟

اگر یہ درست ہے تو ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ خدا نے قرآن مجید میں نماز کے لئے بار بار حکم دیا ہے۔ ہمارے نبی نے بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے۔ ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ اور اس کا ہر حکم ہماری بھلائی کے لئے ہے۔ پھر یہ کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ ہم خدا اور خدا کے رسول کے احکام کو جن میں سراسر ہماری بھلائی مرکوز ہے پس پشت پھینک دیں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر کلہاڑا ماریں۔ خدا نے انسان کے پیدا کرنے کی غرض و غایت ہی یہ بتائی ہے کہ وہ خدا کی عبادت کریں۔ چنانچہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ شروع قرآن مجید میں ہی متقی یا نیکو کار لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے خدا نے فرمایا الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ یعنے نیکو کار لوگ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں۔ تو کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہم

پیغام صلح ۹ر جولائی ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۶

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور

سالانہ چندہ: پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے، ہندوستانی سکہ

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان ۸/۱۰۱ محلہ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

ایڈیٹر: دوست محمد

تنویر پریس میکلوڈ روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۷

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الاضحیٰ کی تقریب پر

سابق کمانڈر ان چیف عرب لیجن اردن جنرل گلب کے بیٹے فارس گلب کا قبولِ اسلام

"ووکنگ کی مسجد کی تاریخ کا یہ واقعہ ہمارے ذہنوں میں ہمیشہ سرسبز رہے گا اور جہاں کہیں ہم ہونگے اس ادارے کی خوشگوار یادگاریں ہمارے ساتھ ہوں گی" — بیگم اکرام اللہ

خان بہادر شیخ غلام ربانی خان امام شاہجہان مسجد ووکنگ کی رپورٹ نمازِ عید الاضحیٰ کا اقتباس

"جب خطبۂ عید ختم ہوا۔ مانچسٹر کی ایک خاتون مجمع سے امام کی طرف بڑھیں اور قبولِ اسلام کی خواہش کی۔ میں نے انہیں کلمۂ طیبہ پڑھا کر حلقۂ اسلام میں شامل کر لیا۔ یہ ایک نہایت روح پرور نظارہ تھا۔ تمام مجمع نے بیک زبان خاتونِ محترم کو مبارکباد دی اور مسلسل تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔ دوران کا نام فاطمہ تجویز کیا۔ ابھی یہ خاتون اپنی جگہ پر بیٹھی ہی تھیں کہ آکسفورڈ کے مجاہد خان سی۔ ایس۔ پی نے ایک رقعہ بھیجا کہ ایک انگریز نوجوان فارس گلب جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے الگیسٹر کالج کے طالب علم ہیں اور سابق کمانڈر ان چیف عرب لیجن اردن جنرل گلب پاشا کے بیٹے ہیں اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے منبر کے قریب آنے کی گذارش کی، اور انہیں کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ یہ دیکھ کر ہم سب کو حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی کہ وہ عربی بڑی روانی سے بول سکتے ہیں۔ ان کے قبولِ اسلام پر تمام مجمع خوشی و انبساط کے جذبات سے اس قدر سرشار تھا کہ کئی ایک کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو جھلملاتے ہوئے دیکھے گئے۔ بیگم اکرام اللہ خوشی و انبساط سے بھرپور میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں ووکنگ مسجد کی تاریخ کا یہ واقعہ ہمارے ذہنوں میں ہمیشہ سرسبز رہے گا اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے اس ادارے کی خوشگوار یادگاریں ہمارے ساتھ ہوں گی"

(عید الاضحیٰ کی مفصل رپورٹ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الاضحیٰ

از خاکسار غلام ربانی خان۔ امام شاہجہان مسجد۔ ووکنگ انگلستان

ہفتہ ۲۸ر جون کو ووکنگ میں عید الاضحیٰ کی تقریب منانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں دعوت نامے انگلستان کے کونے کونے میں بھیجے جا چکے تھے۔ اس تقریب کے پیش نظر جمعرات کو سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے سامنے کے سرسبز لان میں ایک وسیع خیمہ نصب کیا گیا، اور دوسرے خیمے بھی جن میں کھانے وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ مشن کا سارا عملہ خیمہ کی سجاوٹ اور ہزاروں مہمانوں کے کھانے کے انتظامات میں مصروف تھا۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب نائب امام کے سپرد کھانا تیار کرنے کے لئے ضروری سامان اور اشیاء مہیا کرنا تھا۔ اس غرض سے انہیں کافی مقدار میں چاول، گوشت اور دوسری چیزوں کا انتظام کرنا تھا۔

جمعرات اور جمعہ کے دن موسم کے لحاظ سے مایوس کن تھے اور اشیاء وغیرہ کے مہیا کرنے میں کارکنوں کو کافی دقت پیش آ رہی تھی۔ غلام خان صاحب اور ان کے رفقاء کھانا پکانے کے لئے جمعہ کی شام کو تقریباً آٹھ بجے پہنچ گئے تھے۔ یاد رہے کہ غلام خان صاحب مقتدر حیثیت کے مالک ہیں اور ۱۹۲۰ء سے وہ کھانا پکانے کے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ ووکنگ مسلم مشن کے کاموں میں نہایت جانفشانی اور اخلاص سے حصہ لیتے ہیں۔

مسٹر ٹرنی جن کی عمر ۷۹ سال ہے اور جو مشن کی ملازمت پچھلے دس بارہ سال سے کر رہے ہیں خیموں کو اسلامی ممالک کے جھنڈوں سے سجانے میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ ہم سب پریشان تھے کہ اگر موسم کی خرابی کا یہی حال رہا تو ہفتہ کو کیسے کام ہوگا۔ مسٹر ٹرنی نے کہا کہ عید کے روز اس ملک میں موسم کے بارے میں ہمیشہ معجزہ ہوا کرتا ہے اور صبح موسم خوشگوار ہوگا۔ اس لئے آپ لوگ اس کا فکر نہ کریں۔ میں نے بھی رات کو خدا سے صاف مطلع اور روشن دن کے لئے دعا کی اور یہ بھی کہ وہ اس عید کے موقعہ پر چند اہم نفوس کو قبول اسلام کے شرف سے مشرف فرمائے۔ ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب صبح تقریباً ۸-۹ بجے مطلع صاف ہونے لگا، گو ابھی کچھ بادل تھے لیکن موسم خوشگوار ہوتا جا رہا تھا۔ ۱۰ بجے لوگ نماز عید کے لئے آنے شروع ہو گئے۔

مسجد کے قریب مہمانوں کا استقبال سید محمود حسینی صاحب نے کیا۔ اور جب لوگ سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے قریب آ جاتے تو میں ان سے گرمجوشی سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا۔ یہ ان لوگوں کے لئے جو انگلستان کے چاروں اطراف سے تقریب عید کے لئے تشریف لا رہے تھے، ایک نہایت ہی خوشگوار موقعہ تھا۔ نہایت قلیل وقت میں افریقہ، قبرص، شام، تونس، عراق، ترکی اور انگلستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مردوں اور عورتوں اور بچوں کے اس شاندار اجتماع کے افراد اسلامی جذبۂ برادری سے سرشار ہو کر ایک دوسرے کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

اس تقریب میں شریک ہونے والوں میں مندرجہ ذیل معزز مہمان بھی شامل تھے:- عزت مآب جناب اکرام اللہ صاحب ہائی کمشنر پاکستان اور بیگم اکرام اللہ، عزت مآب سفیر تونس۔ تقریباً ۱۲ نائیجیریا کے قبائلی سردار اپنے ملکی لباس میں، آکسفورڈ کے سول سروس پاکستان کے آفیسر، ارشل لورپول اور لندن کے ممتاز مسلمان اور دوسرے مسلم و غیر مسلم سفارت خانوں کے نمائندے۔ ان کے علاوہ ممتاز انگریز خواتین و حضرات نے جن میں سر سنکلیئر ہڈ بٹ بھی شامل ہیں شرکت کی۔

ساڑھے گیارہ بجے کے قریب تمام مسلمان مرد اور عورتوں نے نماز عید کے لئے صفیں باندھیں۔ غیر مسلم مہمانوں کے لئے شمال و جنوب کی اطراف میں نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ میں نے نماز عید پڑھائی اور اس کے بعد قرآن اور حدیث کی روشنی میں عید الاضحیٰ کی تقریب اور قربانی کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ خطبہ سے پیشتر اور اس کے بعد تمام مجمع اللہ اکبر اللہ اکبر کی بلند تکبیروں سے گونج رہا تھا۔

جب خطبۂ عید ختم ہوا، مانچسٹر کی ایک خاتون مجمع سے امام صاحب کی طرف بڑھیں اور قبول اسلام کی خواہش کی۔ میں نے انہیں کلمہ طیبہ پڑھا کر حلقۂ اسلام میں شامل کیا۔ یہ ایک نہایت روح پرور نظارہ تھا تمام مجمع نے یک زبان ہو کر خاتون محترم کو مبارکباد دی اور مسلسل تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔ اور ان کا نام فاطمہ تجویز کیا۔ ابھی یہ خاتون اپنی جگہ پر بیٹھی ہی تھیں کہ آکسفورڈ کے مجاہد خان بی۔ایس۔سی۔ نے ایک رقعہ بھیجا کہ ایک انگریز نوجوان فارس گلب جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایکسیٹر کالج کے طالب علم ہیں اور سابق کمانڈر ان چیف عرب لیجن اردن جنرل گلب پاشا کے بیٹے ہیں اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے منبر کے قریب آنے کی گذارش کی اور انہیں کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کیا ..... یہ دیکھ کر ہم سب کو حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی کہ وہ عربی بڑی روانی سے بول سکتے ہیں۔ ان کے قبول اسلام پر تمام مجمع خوشی و انبساط کے جذبہ سے اس قدر سرشار تھا کہ کئی ایک کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو جھلملاتے ہوئے دیکھے گئے۔ بیگم اکرام اللہ خوشی و انبساط سے بھرپور میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں:-

"ووکنگ مسجد کی تاریخ کا یہ واقعہ یاد ذہنوں میں ہمیشہ سرسبز رہے گا اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے اس ادائے کی خوشگوار یادگاریں ہمارے ساتھ ہوں گی"

اس کے بعد چھوٹے بڑے تمام مہمان بلا امتیاز رنگ، ذات اور مذہب قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور تقریباً چالیس منٹ میں پانچ مختلف میزوں سے کھانا تقسیم کیا گیا۔ کھانے کے اس بہترین انتظام کا سہرا ووکنگ کے ایک مقتدر تاجر اور انگلستان کے ممتاز مسلمان مسٹر فارمر فاروق کے سر ہے۔ ان کی مدد اقبال احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر اسلامک ریویو اور دوسرے کالجوں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے کی جنہیں اقبال احمد صاحب نے اس موقعہ پر رضاکارانہ طور پر کام کرنے کے لئے دعوت دی تھی۔

انتظام اتنا بہترین تھا کہ مہمانوں نے ووکنگ مسلم مشن کے انتظامات میں کمال درجہ کی تنظیم اور قرینے کو بے حد سراہا۔

دوپہر کو سورج چمکنے لگا جو انگلستان کے موسم کو نہایت خوشگوار بنانے کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ سلانا احوال ان خوش باش نفوس کے ساتھ خوشگوار ہو گیا جو کہ عید قربان کی عظیم تقریب کو منانے اور ان ہزاروں حاجیوں کے شریک حال ہونے کے لئے یہاں جمع تھے جو مکہ میں روحانی برکات حاصل کرنے کے لئے مشکلات سفر کی تکالیف اٹھا کر فریضہ حج ادا کر رہے تھے۔

بک سٹال پر جون سپارک، سیلیہ ملفرڈ، اور مسٹر ٹرنی کتابوں کی فروخت میں مشغول تھے۔ انہوں نے اپنے فرائض نہایت جانفشانی سے انجام دیئے اور دوسرے انتظامات میں پورے جذبے اور اخلاص سے ہماری معاونت کی اگرچہ ہفتہ کا دن ان کی چھٹی کا دن تھا۔

کیوں تعجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

(مسیح موعودؑ)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۵۸ء

مصری رسالہ کے بے بنیاد الزامات

گذشتہ ۲۵ر جون کے شمارہ میں ہم نے مصر کے مجلۃ الازہر کے اس مضمون کا ذکر کیا تھا جو استاذ محب الدین الخطیب نے تشجیع التالیف الاسلامی وتجدید حسن کتاب من الف کتاب کے عنوان سے لکھا، ہم نے بتایا تھا کہ مصر کی "وزارت تربیت وتعلیم" کے زیر انتظام ادارہ ثقافت عامہ نے ایک ہزار اسلامی کتابیں شائع کرنے کی سکیم مرتب کی تھی اور اس سلسلہ میں گذشتہ سال حضرت مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی کتاب "لیونگ تھاٹس آف پرافٹ محمد" کا عربی ترجمہ "الافکار الخوالد للنبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے شائع کیا، جس پر استاذ محب الدین الخطیب نے مجلۃ الازہر (فروری ۱۹۵۸ء) میں مذکور مضمون لکھا۔

ہمیں افسوس ہے کہ استاذ مذکور نے کتاب کے اصل موضوع اور اس کے مضامین پر غور کرنے کے بجائے خواہ مخواہ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی ذات اور ان کے اعتقادات کو ہدفِ تنقید بنانا ضروری سمجھا اور اس سلسلہ میں اُن کا سب سے بڑا جرم یہ قرار دیا کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مُرید ہیں، اور پھر حضرت مرزا صاحب کے مبینہ معتقدات و دعاوی کو زیر بحث لا کر ایسے ناگفتہ بہ کلمات استعمال کئے ہیں جو کسی شائستہ اور سنجیدہ مضمون نگار کے قلم سے نہیں نکل سکتے، انہیں چاہیئے تھا کہ انظر الیٰ ما قال پر عمل کرتے ہوئے کتاب کے اصل موضوع کو زیر بحث لاتے۔ اس کے مضامین پر تنقید کرتے اور ثابت کرتے کہ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات یا قرآن کی تعلیمات نہیں، بلکہ مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پاس سے وہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہیں، اگر وہ ایسا کرتے اور ان کی باتوں میں ذرہ بھی صداقت ہوتی تو ان کا مضمون کسی حد تک قابل قدر سمجھا جاتا، لیکن یہ اُن کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ جو کچھ کتاب میں بیان کیا گیا ہے وہ تو قرآن کریم کی تعلیمات ہیں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ خیالات ہیں، ان کو وہ کیونکر زیر بحث لا سکتے تھے۔ اس لئے ادارہ ثقافت عامہ کو بدنام کرنے کے لئے انہوں نے یہ اُلٹی راہ اختیار کی، کہ کتاب کے مصنف اور سلسلہ احمدیہ پر لے دے شروع کر دی۔

سب سے پہلا اعتراض جو استاذ مذکور نے کیا ہے وہ یہ ہے:—

"مولوی محمد علی لاہوری قادیانیت کے اُن چار ستونوں میں سے ہے جس کے نشانوں پر غلام احمد قادیانی کی گمراہی قائم ہوئی تھی، اور یہ غلام احمد وہی ہے جو مرتے دم تک دعوے کرتا رہا کہ وہ مسیح موعود ہے اور اس کے پاس وحی آتی ہے اور جو بھی اس کا پیرو ہے اس کے اس دعوے کا ہمنوا ہے، اور برابر یہی دعوے کئے جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد نبی تھے، یہ لوگ مرزا کی اور خود اپنی منافقت کی وجہ سے اسے اسلامی نبی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو اُن کے عقیدہ میں وہ اسلام کو مکمل کرنے کے لئے آیا تھا ——— اور اس کے اسلام کو مکمل کرنے کی ایک شان یہ ہے کہ اس نے اعلان کیا کہ جہاد باطل ہے، اس کے دین میں انگریز سے لڑنا حرام ہے، ہاں انگریز کی صفوں میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنا جہاد مشروع ہے"۔

دیکھا آپ نے؟ کس قدر بغض و عناد، کتنی غلط بیانی اور جھوٹ ان الفاظ میں بھرا ہوا ہے، حضرت مرزا صاحب نے کب یہ دعوے کیا کہ میرے پاس وحی آتی ہے یعنی وحی نبوت، یہ کہنا کہ:—

"جو بھی اس کا پیرو ہے اس کے اس دعوے کا ہمنوا ہے اور برابر یہی کہے جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد نبی تھے"

کس قدر غلط بیانی ہے، کیا مضمون نگار کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھی جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں سمجھتے، اُن کا دعوے ہے کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت نہ تھے، نہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اُن پر وحی نبوت نازل ہوتی ہے۔ ان حقائق کو پیش کرتے ہوئے اور حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے ہمیں چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا، حیرت ہے استاذ محب الدین الخطیب کو اور تو سب کچھ معلوم ہو گیا لیکن یہ پتہ نہ لگا کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب جن کی کتاب کی مخالفت میں وہ مضمون لکھ رہے ہیں، حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت نہیں سمجھتے تھے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی یقین کرتے اور اُن کے بعد دعوے نبوت کرنے والے کو کاذب اور کافر سمجھتے تھے، اگر یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے تو اُن کے جھوٹ اور غلط بیانی کو کیا کہا جائے، اور اگر انہیں اس کا علم نہ تھا تو یہ لا تقف ما لیس لک بہ علم الخ کے ارشاد ربانی کی صریح خلاف ورزی ہے۔

پھر اس سے بڑھکر غلط بیانی یہ ہے کہ:—

"یہ لوگ...... اسے اسلامی نبی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو ان کے عقیدہ میں اسلام کو مکمل کرنے کے لئے آیا تھا"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کون احمدی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسلام کو مکمل کرنے آئے تھے، حضرت مرزا صاحب کی تو یہ تعلیم ہے کہ:—

"جو شخص اس شریعت میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے" (ایام الصلح صہ ۹۵)

یہی ان کی جماعت کا مذہب ہے، قادیانی ہوں یا لاہوری احمدیہ جماعت، کسی کا بھی یہ اعتقاد نہیں کہ حضرت مرزا صاحب اسلام کو مکمل کرنے کے لئے آئے تھے، اسلام تو خود مکمل ہے، قرآن فرماتا ہے:۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا ہر احمدی اس آیہ کریمہ پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے اور ہرگز اس بات کا قائل نہیں کہ حضرت مرزا صاحب تکمیل دین کے لئے آئے تھے، اور اسی وجہ سے وہ نبی ہیں کاش استاذ الخطیب مضمون لکھنے سے پہلے خود احمدیہ جماعت سے یہ دریافت کر لیتے تو ایسی غلط بیانی کے ارتکاب کی نوبت نہ آتی،

لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ:—

"اس کے اسلام کو مکمل کرنے کی ایک شان یہ ہے کہ اس نے اعلان کیا کہ جہاد باطل ہے اس کے دین میں انگریزوں سے لڑنا حرام ہے ہاں انگریز کی صفوں میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنا جہاد مشروع ہے"

یہ ایک اور غلط بیانی ہے، حضرت مرزا صاحب نے کبھی جہاد کو باطل قرار نہیں دیا نہ اس کو باطل قرار دینا تکمیل دین کی کوئی شق قرار دیا، نہ انگریز کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنا جہاد مشروع ٹھہرایا مگر اس کو کیا کہیں کہ ہمارے مخالف اور اُن سے سُن سُنا کر استاذ محب الدین الخطیب خواہ مخواہ ایسے اعتقاد احمدیوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جن کو ہم میں سے کوئی بھی نہیں مانتا، نہ حضرت مرزا صاحب نے ایسی کوئی تعلیم نہیں دی، جہاد بالسیف انہوں نے بیشک اس زمانہ میں ممنوع قرار دیا کیونکہ آج تلوار کے ساتھ

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جزائر فیجی میں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب فیجی سے

مکرمی معظمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آخر مدتوں کی انتظار کے بعد جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے بغیر کسی اطلاع ۲۶ر جون کو نادی ایئر پورٹ پر قدم رکھا۔ نادی سے بذریعہ ٹیلی فون ہمارے صووا کے احباب کو اطلاع ملی۔ اور انہوں نے فوراً نادی جانے کی تیاری کر دی، جب ہمارا قافلہ ۱۵۰ میل کا سفر طے کر کے نادی پہنچا تو مولانا صاحب وہاں کے پکچر تھیٹر میں "السلام علیکم" پر تقریر فرما رہے تھے۔ پکچر ہال میں سامعین کی تعداد خلاف توقع زیادہ تھی۔ اس کے بعد کافی دیر رات تک ملاقاتی جوق در جوق مولانا صاحب کی جائے قیام پر آتے رہے۔ احباب نادی کے تقاضا اور اصرار کے باوجود صووا کے احباب اپنی موٹر میں مولانا صاحب کو رات کو ہی صدر مقام فیجی صووا لے آئے۔ اگلے روز صبح کو جب مجھے کسی نے بتایا کہ مولانا صاحب صووا آ گئے ہیں۔ تو یقین نہ آیا۔ آخر سکول بند ہونے کے بعد آپ سے ملاقات کر کے ہی تسلی ہوئی۔

۲۸ر جون بروز سنیچر یہاں عید منائی گئی۔ ہم نے تو عید کی نماز لٹوکا میں ادا کی۔ لیکن مولانا صاحب نے صووا میں۔ آپ نے ہی خطبہ عید پڑھا اور ایک گھنٹے کے خطبہ میں حضرت اسمٰعیل کی قربانی پر روشنی ڈالی۔ اور احباب سے اسلام کے لئے قربانی کرنے کی اپیل کی۔

۳۰ر جون سوموار کو ۵ بجے ٹاؤن ہال صووا میں آپ کا مسلم ایسوسی ایشن آف فیجی کی طرف سے خیر مقدم کیا گیا۔ شہر کے میئر مسٹر لیس جو ایک مشہور وکیل ہیں، جلسہ کے صدر تھے۔ صدر جلسہ نے انگریزی تقریر میں جناب مولانا صاحب کا خیر مقدم کیا۔ جس کا جواب مولانا صاحب نے انگریزی میں دیا۔ اس کے بعد ہندوستانی زبان میں آپ کی تقریر ہوئی آپ نے خدا کی صفات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مختلف زمانوں میں خدا کو مختلف اقوام نے یاد کیا ہے لیکن اگر ان ناموں کو سمجھنے کی کوشش کی جاوے تو معلوم ہوگا کہ یہ اسی ذات کے مختلف اسماء ہیں، جن کو مسلمان یا ہندو یا عیسائی مانتا ہے۔ آپ نے تمام مذاہب والوں کو دہریت یا لامذہبیت کی تحریک کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ آپ کی تقریر اس قدر مؤثر تھی کہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ جلسہ ختم ہو۔ لیکن ٹاؤن ہال ایک گھنٹے کے لئے ہی ملا ہوا تھا، ہر مذہب وملت اور طبقہ کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں جمع تھے۔ اور جن کو نشست نہ مل سکی وہ کھڑے رہے۔

یکم جولائی بروز منگل آپ کا درس قرآن مجید مسٹر محمد حنیف اکبر کے مکان پر ہوا۔ جہاں شام کے کھانے کا بھی انتظام تھا۔ آپ نے ½ گھنٹہ تک سورۃ جمعہ کی چند آیات کی تفسیر ایسے طرز پر کی کہ حاضرین نہایت متاثر ہوئے۔ اسی روز ۸ بجے آپ کا رنگل تھیٹر صووا میں بھی ایک پبلک لیکچر ہوا۔

۲ر جولائی کو ۵ بجے آپ کا لیکچر مذہب اور سائنس کے عنوان سے صووا ٹاؤن ہال میں ہوا۔ جب میں آپ کا لیکچر سن چکا تو دل میں کہا کہ کاش میں سین لوئی ایسیو کالج کی مذہبی کانفرنس میں شامل ہونے سے پیشتر ہی اس تقریر کو سنتا۔ آپ کی تقاریر ڈاکٹر اور سائنس دان سن کر محو حیرت ہو جاتے ہیں، کہ یہ مولوی ہو کر ان علوم کا ماہر کس طرح ہو گیا۔ اسی رات شام کو مسٹر عبدالرحمن ساہو خان کے مکان پر دعوت تھی جس میں دیگر احباب بھی شامل تھے۔ آپ پر اس دعوت میں سوال کیا گیا کہ حضرت اسمٰعیل کی قربانی ہوئی یا حضرت اسحاق کی؟ آپ نے ایک گھنٹہ کے اندر اس اختلاف کا حتمی فیصلہ کر دیا۔ دیگر کئی ایک سوالات کئے گئے جن کے جوابات آپ نے موزوں طور پر دیئے۔

۳ر جولائی کو مولانا صاحب کی دن کے ۱۲ بجے مسلم سکول لٹوکا میں دعوت تھی۔ لنچ کے بعد مولانا صاحب نے دو مقامی سکولوں کا معائنہ کیا۔ جہاں آپ کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ ۴ بجے سہ پہر آپ کی دعوت مسٹر غلام نبی صاحب کے مکان پر تھی۔ اور انہوں نے چند مقامی مسلم و غیر مسلم احباب کو دعوت دی ہوئی تھی۔ آپ نے جسم کی اناٹمی کو اس تفصیل سے بتایا اور خدا کی قدرت کو اس طریق سے واضح کیا کہ ایک مقامی ڈاکٹر خاص طور پر متاثر ہوئے۔ شام کے کھانے کا بندوبست سکول میں تھا، اور یہ دعوت انجمن ہدایت الاسلام لٹوکا کی طرف سے تھی۔ سکول کے ٹیچرز اور طلباء نے سکول کی سجاوٹ اور جلسہ کی دعوتوں کو بانٹنے میں خاص حصہ لیا۔ جلسہ ۷½ بجے شام سے شروع ہوا، لوگوں کا اس کثرت سے اژدہام تھا کہ سکول کے وسیع ہال میں جب بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی تو لوگ برآمدہ میں کھڑے رہے مولانا صاحب کی تقریر کا عنوان سورۃ العصر کی تفسیر تھی، جس کو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ادا کیا۔

۴ر جولائی کو آپ کی تقریر پھر رنگل تھیٹر میں ہوئی اور اسی شام کو آپ کا درس قرآن مسٹر سید آزاد محمد صاحب کے مکان پر ہوا۔ ۵ر جولائی سنیچر کے دن گیارہ بجے مولانا صاحب کا ایک اور پبلک لیکچر لٹوکا کے پکچر ہال میں ہوا تقریر کا عنوان "خدا کی ہستی" تھا۔ پکچر ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اس قدر مؤثر پیرایہ میں تقریر فرمائی۔ کہ ہر مذہب اور ملت کے لوگوں نے خراج تحسین ادا کیا۔ ایک پٹھان مسٹر شہباز خان تو بہت ہی متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے مولانا صاحب سے مصافحہ کیا۔ شام کے وقت مسٹر نبی دین کے مکان پر دعوت طعام تھی۔ اور وہاں آپ پر سوالات کئے گئے۔ جن کے جوابات آپ نے معقول طور پر دیئے۔

۶ر جولائی اتوار کو آپ کا لیکچر سینچری تھیٹر میں "خدا کی ہستی" پر ہوا۔ آپ کی سب سے زیادہ طویل اور سب سے زیادہ مؤثر اور ٹھوس تقریر تھی، لنچ کا انتظام مسٹر عبدالعزیز تمیم کے مکان پر تھا، اس کے بعد آپ مسٹر محمد حنیف اکبر کے ہاں جہاں آپ کی رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ واپس آ گئے۔ ½۲ بجے سے ۵ بجے تک احباب کی ملاقات کا وقت تھا۔ اسی اثنا میں ایک بہائی صاحب بھی پہنچ گئے۔ اور انہوں نے قیامت کے متعلق سوالات کئے۔ اس گفتگو کا سلسلہ دو گھنٹے تک جاری رہا۔

۷ر جولائی سوموار کو ضلع نندرونگا کی طرف مولانا روانہ ہوئے۔ آپ کو لینے کے لئے بارو کے مسٹر محمد ایوب خان اور مولوی ناظر محمد صاحب آئے تھے۔ کل سے ہماری مجلس سونی ہو گئی ہے۔ مولانا صاحب کی شرافت، حلیمیت اور محبت کا چرچا ہر ایک طبقہ کے لوگوں میں ہے۔ ہندو، مسلم، عیسائی سب آپ کے مداح ہیں میں خود تعجب کرتا ہوں کہ مولانا عبدالحق صاحب جو آج سے ۳۰ برس پیشتر ایک گوشہ نشین مجاہد نظر آتے تھے۔ وہ آج اس عالم پیری میں اپنے لطیفوں سے مجلس کو اس قدر محظوظ کرتے ہیں، کہ تعجب ہوتا ہے۔ اور جب تقریر کرتے ہیں تو علم و معرفت کے چشمے بہنے لگتے ہیں۔

مولانا صاحب کے میزبان مسٹر محمد حنیف اکبر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ مولانا اس قدر سادہ مزاج ہیں کہ وہ میرے ہاں اگر کئی ایک ماہ بھی قیام کریں تو مجھے محسوس نہ ہوگا۔ لیکن مسلم ایسوسی ایشن نے جو پروگرام آپ کے سامنے رکھا ہے وہ اس قدر بھاری ہے کہ مجھے مولانا صاحب کی اس پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے ترس آتا ہے۔ ۹ بجے سے بارہ بجے تک اور پھر ۲ بجے سے ۴ بجے تک شہر کے معزز لوگ آپ سے گفتگو کرنے اور ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ پھر پبلک لیکچر۔ پھر درس قرآن مجید، کہیں دس بجے رات واپس آتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ آرام سے نہیں بیٹھتے، سویرے شام کچھ نہ کچھ مضامین لکھا کرتے ہیں۔

مولانا صاحب اگلے ماہ یہاں سے سان فرانسسکو کے لئے روانہ ہو جاویں گے۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ مولانا صاحب امریکہ میں چھ ماہ قیام کریں، اور تبلیغ اسلام کریں۔ سان فرانسسکو میں ان کی رہائش کے لئے انتظام ہو رہا ہے آپ کا پاسپورٹ ۱۱ر اگست کو ختم ہو جاویگا۔ اس کی توسیع کے لئے آسٹریلیا میں پاکستانی سفیر کی خدمت میں درخواست دے دی گئی ہے۔ اگر توسیع مل گئی تو پھر فیجی میں ایک ماہ اور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکل ترین کام اور آپ کی عظیم الشان کامیابی

آخرین منہم کون ہیں؟ ـــــ حضرت مسیح موعود نے ایمان کو دوبارہ دلوں میں راسخ کیا

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یسبح للہ ومافی السموات والارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ـــــ (سورۃ الجمعہ رکوع ۱)

حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کی مختصر تاریخ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی تھوڑی سی تاریخ ان آیات میں بیان کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ حضرت نے جب یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا کا رسول بن کر آیا ہوں، اور خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں، اس وقت قوم کی کیا حالت تھی، یہ حالت ان مختصر الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین وہ اعتقادات اور اخلاق ہر دو لحاظ سے ایک گمراہ و غیر متمدن اور غیر متحد قوم تھی، ان کو بتوں کی پرستش کرنے کی بڑی لت تھی، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے خلاف وعظ شروع کیا، تو وہ بتوں کی حمایت میں اس درجہ مشتعل ہو گئے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو سخت سے سخت تکالیف پہنچاتی اور ایذائیں دینی شروع کر دیں اور مسلسل تیرہ سال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی اُن کے ہاتھوں پٹتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی انہوں نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا، بودھ پر یورش ہوتی رہتی، اور کہتے ہیں کہ اس وقت تک دم نہیں لیں گے جب تک اس دین اور اس کے نام لیواؤں کو مٹا نہیں دیں گے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا مشکل ترین کام

ان لوگوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، بڑا مشکل کام ہے جو آپ کے ذمہ لگایا گیا، اپنی رفیقہ حیات سے اس کام کی مشکلات کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں کیا خشیت علی نفسی میں اس بوجھ کو محسوس کرتا ہوں جو مجھ پر ڈالا گیا ہے، اس کام میں میری جان نکل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم کی حالت ان الفاظ میں بیان کی ہے وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین۔ پہلے درجے کی جہالت ان میں پائی جاتی تھی، لکھنا پڑھنا وہ نہیں جانتے تھے بُت پرستی اور توہم پرستی حد درجہ اُن میں موجود تھی ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے، شعر و شاعری ان کا مشغلہ تھا، لیکن اشعار میں ایک دوسرے کی تذلیل کرنا، ایک دوسرے کی ہو بیٹیوں پر حملے کرنا وہ موجب فخر سمجھتے تھے۔ جؤا، شراب نوشی اور بدکاری ان کے محبوب اشغال تھے، غرض نہایت مشکل کام تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا، ان کے اعتقادات کو بدلنا، ان کی بدعادات کو سنوارنا، اور عادات قبیحہ کے بجائے عادات حمیدہ ان کے اندر پیدا کرنا ان کو متحد کرنا، اور مہذب انسان بنانا بہت بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔

مقابلہ میں مخالفین کی ناکامی

فرمایا ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم۔ امیوں میں رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے، وہ اس کو جانتے اور پہچانتے ہیں، اس کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کے اندر کوئی ہوس نہیں بلکہ ان کو اعلیٰ اخلاق کا انسان یقین کرتے ہیں ان کے ذریعہ ان کو قرآن جیسی اعلیٰ پایہ کی کتاب ملی اس کو سن کر کہتے ہیں یہ تو جادوگری ہے، پرانے قصے ہیں، جو اس کے اندر دہرائے گئے ہیں، قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ اس قوم کو سنوارتا ہے، وہ ماننے کے لئے تیار نہیں، تاہم قرآن کی عظمت، اس کی تاثیرات دلوں میں اتری چلی گئیں، قوم اس کتاب کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھی، بڑے بڑے شاعران کے اندر موجود ہیں جو فصاحت و بلاغت میں یکتائے زمانہ سمجھے جاتے ہیں لیکن قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے، نبوت کا دعویٰ کرنے والے بھی دو آدمی پیدا ہوئے، مسیلمہ اور اسود عنسی، کچھ آیات بھی انہوں نے بنانے کی کوشش کی لیکن نہ بنا سکے خدا سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا۔

یورپ کا مخالفانہ پروپیگنڈا اور قرآن کی عظمت

آج یورپ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں بڑا خطرناک پروپیگنڈا اسلام کے خلاف کیا گیا یہ بھی کہا گیا کہ محمد رسول اللہ خود تو امی تھے تورات اور انجیل سے باتیں سن سن کر قرآن میں لکھوا دیں، لیکن اگر تورات اور انجیل سے لیا گیا تھا، تو اس کے مقابلہ میں کوئی اور کیوں نہ ایسی کتاب لکھ سکا۔ سارا یورپ بڑے بڑے علماء اور فضلا سے بھرا پڑا ہے، جن کے دلوں میں اسلام کے ساتھ بغض اور دشمنی پائی جاتی ہے، اس وقت سے جب سپین مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، دشمنی چلی آ رہی تھی لیکن ان کی توفیق کسی کو نہیں ہوئی کہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی آیت بنا سکے، قرآن کا چیلنج ہے کہ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے مل کر قرآن جیسی کوئی آیت بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکیں گے، ایک عربی کا بہت بڑا فاضل تھا جس کا نام ہیروڈلس Heronalle ہے، اس نے لکھا ہے کہ اگر دنیا کی ساری عربی کتابیں جمع کی جائیں تو قرآن کریم کو ان میں سب سے اوپر رکھا جائے گا، قرآن کریم کو یہ بلند مقام صرف زبان کی فصاحت و بلاغت ہی کی وجہ سے نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے خیالات، اس کے اصول و نظریات اور اس کی تعلیمات ایسی اعلیٰ درجہ کی ہیں کہ کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی نہ آج تک کسی بڑے سے بڑے صاحب علم کو اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی۔

قرآن کا تزکیہ نفوس

یہ ہے یتلوا علیھم اٰیٰتہ۔ ایسی عظیم الشان کتاب کی حکمت بھری تعلیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امیوں کو دی، تو تعلیم کتاب ہی آپ کا کام نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر مشکل کام ویزکیھم کا تھا، اس اجڈ قوم کو جو ہر قسم کی عادات قبیحہ میں مبتلا تھی، پاک صاف کرنا اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ خصائل اُن میں پیدا کرنا اور ان میں اتحاد پیدا کرنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے مشکل ترین کام تھا، اور دنیا نے دیکھا کہ وہ لوگ جو ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے، اور قبیلہ قبیلہ ایک دوسرے کا دشمن بنا ہوا تھا فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً کے مصداق ہو گئے، سارا عرب ایک متحدہ قوم اور تمام قبائل ایک دوسرے کے بھائی بن گئے، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال ہے کہ سب کو متحد کر دیا، اس سے زیادہ مشکل کام یہ تھا کہ اُن میں راستبازی، دیانت و امانت، عفت اور پاکیزگی کے ایسے شاندار خصائل پیدا کر دیئے، جن کی نظیر آج تک دنیا پیش نہیں کر سکی، ان کے ذریعہ علوم کے چشمے پھوٹے، جنہوں نے دنیا کو سیراب کر دیا، جہاں بھی وہ گئے ایسا پاکیزہ نمونہ بن کر گئے کہ ان کو دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

آخرین منھم، کون ہیں؟

اور آگے ایک بڑی خوشخبری دی ہے، واٰخرین

منهم لما يلحقوا بهم — انہی صفات کی ایک اور قوم ہے جو ابھی ان امیوں سے نہیں ملی، وہ آیندہ آئے گی ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا جاتا، اس کے ذریعہ علوم سکھایا جاتا، اور قوموں کا تزکیہ کیا جاتا، یہ ایک بہت بڑا فضل ہے، جو اللہ تعالے نے دنیا پر کیا، وہ بعد میں آنے والی قوم کون ہے لکھا ہے جب یہ آیت اتری تو صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں، اس وقت حضرت سلمان فارسی آپ کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا لوکان الايمان بالثريا لناله رجل من ابناء فارس اس فارسی النسل قوم میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایمان کو ثریا سے اتار لائیں گے، جس طرح قرآن کریم نے وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين کے الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عرب کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے، ان آخرین کے زمانہ کا نقشہ حضرت نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ اس زمانہ میں ایمان ثریا پر چلا جائے گا۔

حضرت مرزا صاحب نے ایمان کو دوبارہ دلوں میں راسخ کردیا

چنانچہ ایسا ہی اس زمانہ میں ہوا، اور وہ لوگ ابھی زندہ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک فارسی النسل انسان نے ایمان کو ثریا سے اتار کر دلوں کے اندر راسخ کر دیا، ایک دنیا اس بات پر گواہ ہے، کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک ایسی قوم پیدا کی جن کے دل نور ایمان سے منور ہو چکے ہیں، جن کے اندر قربانی کا بہت بڑا جذبہ ہے انہوں نے یورپ اور امریکہ میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، دنیا اس بات کی معترف ہے کہ اس قوم نے ایسا لٹریچر پیدا کیا ہے جس کے پڑھنے سے ایمان کی روشنی دلوں میں پیدا ہوتی ہے مسلمان محسوس کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابیں پڑھنے سے وہ دجال کا مقابلہ کر سکتے ہیں، ان کتابوں سے اللہ تعالے پر ایمان بڑھتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدا ہوتا ہے قرآن سے محبت ہو جاتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا اثر

آج بعض لوگ ہیں جو قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور مولنا محمد علی صاحب کی تفسیر سے درس کی تیاری کرتے ہیں۔ مولوی ابراھیم صاحب سیالکوٹی حضرت مسیح موعود کے مخالف تھے، انہوں نے آریوں سے ایک مباحثہ کے لئے حضرت مسیح موعود کی کتابیں شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی سے حاصل کیں، شیخ نے کتابیں انہیں دے دیں، اور بعد میں جب انہیں مباحثہ میں کامیابی ہوئی تو ان کے پاس کتابیں لینے گئے اور ان سے کہا مولوی صاحب! ہمیں آج ندامت اور افسوس کے ساتھ ایک بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آپ تو دل سے حضرت مرزا صاحب کے قائل ہیں، اور ہم آپ کو مخالف سمجھتے رہے، آپ تو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ دلائل سے آپ دشمن پر فتح پا سکتے ہیں اور اسی ذریعہ سے اسلام کو فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح مولوی صاحبان حضرت مرزا صاحب کی کتابیں پڑھکر اپنی مجالس گرم کرتے ہیں، اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ ان کتابوں کے اندر نور ہے جو ہر ظلمت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی بے نظیر عربی کتب

حضرت مسیح موعود نے بھی عربی میں کتابیں لکھی ہیں اور دنیا کو چیلنج دیا ہے کہ ان کتابوں میں کیا بلحاظ فصاحت بلاغت اور کیا بلحاظ معارف قرآنی کے ایسے اعلےٰ درجے کے مضامین ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک گاؤں کا رہنے والا شخص اس کو عربی سیکھنے کی اتنی مہارت کہاں سے ہوگئی کہ کوئی عربی دان اس کا مقابلہ نہ کر سکے لیکن کوئی بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ آج بھی یہ کتابیں موجود ہیں لیکن نہ مصر سے کوئی عالم مقابلہ کے لئے اٹھا اور نہ شام اور بیروت سے کوئی مقابلہ کرنے والا پیدا ہوا، آریہ اور عیسائی اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے اور اس کے لٹریچر کو پڑھکر خود یورپ نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا ہے، غرض قرآن کے فرمودہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ابنائے فارس سے ایک شخص اٹھا، اس نے حضرت نبی کریم صلعم کی سنت کی پیروی میں ایک قوم بنائی جو آخرین منهم کی مصداق ہے، اس قوم کی قربانیوں کی وجہ سے اسلام کو دنیا میں فتوحات حاصل ہوئیں، اس کی کتابیں بے نظیر ہیں،

آخرین کا معلم

مفسرین نے لکھا ہے کہ آخرین کا لفظ منصوب ہے اور اس کی عطف يعلمهم الكتب والحكمة پر ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ آخرین مکسور ہے، اور یہ امیین پر عطف ہے یعنی بعث فی الامیین وبعث فی الآخرین ہے، دونوں کا مطلب یہی ہے کہ ان آخرین کا تزکیہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کریں گے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فارسی النسل شخص کے ذریعہ سے میری تعلیم اور تزکیہ لوگوں میں پھیلے گا وہ شخص میرے اخلاق میں رنگین ہوگا۔ وہ قوم میں تقوےٰ و طہارت پیدا کرے گا، اور دشمن قوم یعنی دجال کا مقابلہ کرکے اس کو ہلاک کر دے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے

حضرت مسیح موعود کے وجود سے پنجاب اور ساری دنیا پر حجت تمام ہوگئی کہ وہ پیشگوئی جو حضور صلعم نے کی تھی پوری ہوگئی۔ مسلمانوں کے لئے خوشی کا موقعہ تھا، انہیں چاہیئے تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ہو کر خدمت دین بجا لاتے، حضرت مرزا صاحب نے دلائل قاطعہ سے اسلام کی صداقت کو ثابت کیا اور دشمنان اسلام کی افواج کو شکست فاش دی، ان کی وجہ سے یورپ اور امریکہ میں اسلام کی روشنی پھیلتی جا رہی ہے، یہ ایسے روشن دلائل ہیں جو حضرت کی صداقت کا کھلا ثبوت ہیں، ہماری قوم کا فرض ہے کہ نہ صرف یورپ میں تبلیغ اسلام کا فرض سر انجام دیں، بلکہ اپنے اپنے شہروں میں ان حقائق کو پیش کریں اور حضرت مجدد وقت کی دعوت لوگوں کو پہنچائیں تاکہ وہ اس تبلیغی فوج میں شامل ہو کر خدمت اسلام میں ساتھی ہوں۔

بقیہ مقالہ بسلسلہ صـ ۳

اسلام کو ماننے یا دین میں جبر کا کوئی سلسلہ نہیں بلکہ ہر شخص اور ہر قوم کو اپنے اپنے دین کی اتباع کے لئے کامل آزادی حاصل ہے، ایسی حالت میں ... اگر حضرت مرزا صاحب نے شرائط جہاد نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ممنوع قرار دیا تو کیا برا کیا۔ کیا مسلمانوں کا کوئی اور لیڈر اور عالم بھی ہے، جس نے جہاد بالسیف کو اس زمانہ میں ضروری قرار دیا ہو، اور عملاً جہاد کے لئے تلوار اٹھائی ہو، اگر نہیں تو حضرت مرزا صاحب کا کیا قصور ہے کہ ان پر اس بارہ میں لعن و تشنیع کی جائے۔

رہا یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب کے دین میں انگریز سے لڑنا حرام ہے، یہ ایک ایسا موضوع ہے جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے الگ بحث کا طالب ہے اور انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں ہم اس پر مفصل تبصرہ کریں گے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ، حضرت صاحب صدر اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینی میں مصروف۔

تبدیلی

محترم ڈاکٹر شیخ فضل الرحمٰن صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ وہ گوجرانوالہ میں بطور سول سرجن تعینات ہوئے ہیں احباب گوجرانوالہ ڈاکٹر صاحب ممدوح سے میل ملاقات کا سلسلہ قائم کریں۔

سانحہ ارتحال

لائلپور سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"اخویم عبد الرب صاحب برہم کا جواں سال بیٹا عبد الماجد ۲۸ کو وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس موقعہ پر برہم صاحب نے صبر و حوصلہ کا نمونہ پیش کیا ہے اللہ کریم انہیں و دیگر لواحقین کو تسکین قلب نصیب کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس۔

مرحوم کے نام ایک مقامی کمیٹی کا پندرہ ہزار روپیہ (۱۵۰۰۰) واجب الوصول تھا۔ ہماری جماعت کے حوصلہ مند و مخیر بزرگ ملک نذیر حسین صاحب نے یہ رقم اپنے ذمہ لے کر ایک قابل تقلید نمونہ پیش کیا۔ اللہ کریم انہیں جزا دے۔ تمام جماعتوں سے درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں"

پیغام صلح:- اس افسوسناک سانحہ میں ہمیں اپنے محترم بھائی عبد الرب صاحب برہم سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ

اسلام افقِ مغرب پر واحد بڑی طاقت بن کر ابھر رہا ہے اور مسیحیت کی جگہ لینے والا ہے

لندن کے ایک اخبار میں موجودہ مذہبی رجحانات پر تبصرے

"آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج" پر واقعات کی مہرِ تصدیق

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب

مجھے اس قدر روحانی مسرت و شادمانی کبھی ...... ہوا ہوگا جیسے لندن کے ایک اخبار فری تھنکر کے کٹنگ سے ہوا جو خانبہادر غلام ربانی خان صاحب نے بڑی مہربانی سے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے کہ اس پر کچھ لکھوں۔

فری تھنکر ایک پرانا اور بڑے پائے کا ہفتہ وار اخبار ہے جس کا مقصد وحید یہ پروپیگنڈا ہے کہ مذاہب عالم توہمات کے ایک پلندہ سے بڑھکر کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور خدا اور زندگی بعد الموت محض ہوائی قلعے ہیں جو دورِ جہالت کی یادگار ہیں۔ اس اخبار کا تعلق اس حلقہ سے ہے جو اپنے آپ کو Rationalist (معقول پسند) کہتے ہیں۔ اور جیسے اخبار کا نام ہی بتاتا ہے اس بات کے قائل ہیں کہ مذہب کے معاملہ میں بھی انسان کو آزادانہ غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔ اور ان کا دعویٰ ہے کہ آزادانہ غور و فکر سے ان نظریات کی تائید نہیں ہوتی جن پر مذہب کی بنیاد ہے۔ اس سے یہ لوگ اپنا "مقدس" انسانی فرض سمجھتے ہیں کہ مذہبی "توہمات" کا جنہیں انسان مبتلا ہیں قلع قمع کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ ایسا اخبار اسلام کو بھی دوسرے مذاہب عالم بالخصوص مسیحیت پر قیاس کر کے مجموعہ خرافات سمجھتا ہو اور اس کے نیست و نابود ہونے کا متمنی ہو۔ مگر جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ اس دشمن مذہب اخبار کا نامہ نگار بھی واقعاتِ عالم کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مغرب میں مسیحیت کا تختہ الٹنے کو ہے اور اس کی جگہ جو نئی طاقت ابھرتی نظر آرہی ہے وہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔

اسلام کو "دوماۓ مشرق" کے نام سے تعبیر کرتے ہوئے مضمون نگار مسٹر الیف۔ اے۔ رڈ ... رقمطراز ہے:

"... کے پیشِ نظر اسلام واحد بڑی طاقت ابن رہا ہے۔ میری رائے کو جو وزن چاہیں دیجئے مگر گمانِ غالب یہی ہے کہ جب "دوماۓ مغرب" (مسیحیت) فنا ہو چکا ہوگا یہ "دوماۓ مشرق" (اسلام) قائم و دائم ہوگا۔ میں قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مذاہبِ عالم میں سے اسلام سب سے آخری مذہب ہوگا جو فنا کا شکار ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نبی عربی نے ساتویں صدی میں جس مذہب کی بنیاد ڈالی وہ میرے خیال میں باقی سب مذاہب سے اس بات میں زیادہ کامیاب ہوا کہ مذہب کے اہم بنیادی لوازمات کو کم سے کم اجزا ایک محدود کردینے اور اسے غیر اہم نظریات اور پیچیدہ غیر ضروری حواشی سے پاک وصاف کردے۔ اس خصوصیت کے پیشِ نظر میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کا مذہب اس وقت بھی زندہ اور تابندہ رہے گا جبکہ باقی تمام مذاہب جو اس کے تاریخی حریف رہے ہیں مٹ چکے ہونگے۔ اور وہ سب سے آخری ہوگا جو فنا سے دوچار ہوگا۔"

یہ جائزہ کسی تبصرہ کا مخارج نہیں۔ یہ وہ خراج ... ہے جو ایک دہریہ قلب بھی اسلام کو پیش کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ اسلام کے محاسن نے دیکھا ہر ایک سرسری مطالعہ نے اسے اس قدر متاثر کیا ہے کہ باو... عقیدۃً مذہب کی مخالفت کے اسے اسلام میں ... ایسی طاقت افقِ عالم پر ابھرتی نظر آرہی ہے جو د... پر چھا جانے والی ہے۔

اس آزاد خیال مفکر کو یہ روزِ روشن کی طرح ... رہا ہے کہ اسلام دنیا کا ایک ہی آخری مذہب ... لیظهره على الدين كله کی ... بازگشت نہیں ہے؟ ایک دہریہ کی حیثیت ... زیبِ داستان کے لئے یہ بھی کہنا پڑا کہ بالآخر ... کبھی مٹ جائے گا۔ مگر صاف نظر آرہا ہے ... الفاظ بالکل دبی زبان کے الفاظ ہیں۔ دل کی گہرا... جو آواز نکلی ہے وہ ایک ابلتے ہوئے چشمے ... یہی ہے کہ اسلام ایک ہی مذہب ہے جو ... ادیانِ عالم پر غالب آجانے کی صلاحیت رکھتا ... اور وہ دور طلوع ہو چکا ہے جب وہ تمام دوسرے ... بالخصوص مسیحیت کی جگہ سنبھال لے گا۔

اس غلط فہمی کے متعلق کہ اسلام بھی فنا ہو... نے فری تھنکر کے ایڈیٹر کے نام ایک مفصل خط ... جو "لائٹ" میں چھپ رہا ہے۔ کسی فرصت میں ... ترجمہ بھی انشاءاللہ ہدیۂ ناظرینِ "پیغام صلح" کرنے کی ...

> "دورِ حاضر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ مذہبی دنیا میں ایک بڑی طاقت بن رہا ہے۔ بلکہ شاید (یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ) انجام

کروں گا، سردست ان سطور سے میرا مقصد صرف اس قدر ہے کہ اس سرور میں احباب کو بھی شریک کروں جو ان نشانات کو جو قرآن اور حدیث میں غلبۂ اسلام کے متعلق دی گئی ہیں، اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ کر ایک مسلمان کے دل میں پیدا ہونا چاہیئے۔

ایک احمدی کے لئے بالخصوص یہ نظارہ روح پرور ہونا چاہیئے، احمدیہ تحریک تو نام ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ہے۔ آج سے ساٹھ ستر سال قبل جب اسلامی دنیا محو خواب تھی، اور مایوسی کا یہ عالم تھا کہ ستشرق بھی "مبلغ انگلستان" کو یہ مشورہ دے رہا تھا کہ ع

بہ ہشتم دور مہ کشش بہ مسلمانی

مامور وقت نے ببانگ دہل .... اعلان کیا کہ اسلام کے عروج کا چاند جو طلوع ہو چکا ہے جو شب اول کے ہلال کی صورت باریک ہے اور ہر آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی مگر میری آنکھوں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ اور وہ وقت آنے والا ہے جب اسلام کا سورج اُفق مغرب سے طلوع ہوگا۔ ایک طرف تو تمام دنیا پر اسلام پر مایوسی اور احساس کمتری چھائی ہوئی ہے اور دوسری طرف ایک گاؤں کا رہنے والا للکار للکار کر قوم کو متوجہ کر رہا ہے کہ وہ آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

ں کے قلب میں ایک آہنی میخ کی طرح یقین گڑ جاتا ہے کہ رپ عنقریب قرآن کا حلقہ بگوش ہونے والا ہے۔ اب بھی دیکھتا ہے تو یہ کہ میں لندن میں ایک منبر پر کھڑے سلام کے محاسن پر ایک تقریر کر رہا ہوں اور سفید پرندے پکڑ رہا ہوں، یہ خدائی آواز تھی جو مامور زمانہ کی زبان سے لی۔

مامور کی اپنی قوم تو اس کی تمام چیخ و پکار سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ بحیثیت قوم غلبۂ اسلام کو مسلمان بھائی اب بھی ایک محض دیوانہ کی بڑ سمجھتے ہیں، مگر واقعات کی ادت کچھ اور ہے، واقعات عالم پکار پکار کر اسی آواز پر تصدیق دکھا رہے ہیں جو مامور نے اٹھائی۔ وہ سفید پرندے جو مامور کو دکھائے گئے تھے خود اڑ اڑ کر لنگ آ رہے ہیں اور امام کے ہاتھ پر قبول اسلام کا اعلان کرتے جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں بھی جن پر پرندوں کے یہ جھنڈ مامور کو بیٹھے ہوئے دکھائے گئے تھے یہی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پرندے پکڑے جانے کے لئے بیتاب ہوں گے، اور ان حشتی کو اس سے زیادہ تردد کی بھی ضرورت نہ ہو کہ ہاتھ بڑھائیں اور ان کو پکڑتے جائیں۔

ووکنگ مسجد میں عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک ایسا نظارہ دیکھنے میں آیا، ایک بہت بڑا سفید پرندہ جو مشہور دولتمند ... گلب پاشا کا بیٹا ہے اور آکسفورڈ کا طالب علم اور فصیح عربی بولتا ہے، نماز عید کے بعد خود اڑ کر اپنے آپ کو امام کے پیش کرتا ہے کہ یہ لو ایک اور پرندہ گرفتار ہونے کو حاضر ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہے، خان بہادر غلام ربانی خان صاحب لکھتے ہیں کہ نظارہ دیکھ کر اجتماعِ عید میں ایک خوشی کی لہر چل پڑی

اور بہت سی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں بیگم اکرام اللہ نے کہا کہ یہ نظارہ عمر بھر یاد رہے گا۔

میں مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا را سوچیں کہ کیا یہ ایک کاذب کی آواز ہو سکتی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے گویا خود فرشتے زمین پر اتر آئے ہیں۔ کیا یہ محض ایک اتفاقی بات ہے کہ آج یکے بعد دیگرے مغربی مفکرین علی الاعلان پکار رہے ہیں کہ خدا کی تلاش ہے تو وہ اسلام میں ملے گا اب تو ایک دہریہ کے قلب کی گہرائیوں سے بھی وہی آواز اٹھی ہے جو مامور نے اٹھائی تھی کہ اسلام کے عروج کا دور شروع ہوا ہے اور عنقریب وہ تمام یورپ پر چھا جائے گا۔ کیا یہ کسر صلیب اور غلبۂ اسلام کی عملی عملی تفسیر نہیں جو اس دہریہ مضمون نگار نے کی ہے کہ مسیحیت کی صف مغرب سے لپٹی جانے والی ہے اور اس کی جگہ اسلام ایک نئی طاقت بن کر چھا رہا ہے مسلمان بھائیوں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ کب تک صرف دعوؤں اور قال اقوال کے جھگڑوں میں مذہبی حقائق کی سچی تلاش کریں گے۔ واقعات سے بڑھکر کوئی شہادت نہیں ہوتی۔ اب تو واقعات کے اس قدر انبار جمع ہو رہے ہیں کہ اس آواز کی صداقت میں جو مامور نے اٹھائی تھی کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ وہ مامور آ چکا ہے جس کے ہاتھوں مشیت ایزدی میں کسر صلیب مقدر تھی، الٰہی تقدیر میں غلبۂ اسلام اسی مامور کے ہاتھوں پر مقدر ہو چکا ہے۔ ہر ایک مسلمان کا جس میں کچھ بھی عقل سلیم اور قلب سعید ہو مذہبی فرض ہونا چاہیئے کہ مامور کے ہاتھوں کو مضبوط کیا جائے۔ مامور نے جو جماعت قائم کی ہے اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ غلبۂ اسلام کی خدائی منصوبہ بندی کو بروئے کار لایا جائے، اس جماعت میں شامل ہونا غلبۂ اسلام کے پروگرام کو پورا کرنا ہے، یاد رکھئے خدا کسی کا محتاج نہیں۔ غلبۂ اسلام مقدر ہو چکا ہے اور ہو کر رہے گا اب تو مغرب کے در و دیوار سے بھی اسلام اسلام کی آواز آ رہی ہے جو ہاتھ اس میں امداد کے لئے بڑھے گا وہ خدائی مشیت کو پورا کرنے والا ہوگا۔ مامور وقت کے الفاظ میں ؎

بمنت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضا ئے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تا کہ میں حلم اور خلق اور نرمی سے گمگشتہ لوگوں کو خدا اور اسکی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو ..."

وصیتوں کی طرف توجہ کیجئے

حضرت مسیح موعودؑ نے اشاعت اسلام کے کام کو ترقی دینے کے لئے جہاں ہر فرد جماعت پر ماہوار چندوں کا دینا فرض قرار دیا ہے، وہاں ان مستطیع اصحاب کے لئے جو صاحب جائداد اور مالی وافر رکھتے ہیں، یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اموال یا جائداد کا دسواں حصہ خدمت دین کے لئے وصیت کریں، جو ان کے لئے ویسا ہی موجب ثواب ہوگا جیسا بہشتی مقبرہ میں دفن ہوتا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمان ہر صاحب استطاعت احمدی کی توجہ کے قابل ہے، وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک وصیتیں نہیں کیں انہیں چاہیئے کہ جلد از جلد اپنے اموال اور جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت کرکے عنداللہ ماجور ہوں، آپ کا یہ روپیہ دین کی راہ میں خرچ ہو کر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہوگا، ایسے لوگوں کے لئے مسیح موعودؑ کی دعا ہے ؎

خدایا مہر و کرم کن برکسے کو حامی دین است
بلا ئے او بگرداں گر ہمی آفت شود پیدا

خاکسار افسر تحصیل

یادگار ہال

حضرت مسیح موعود نے احمدیہ بلڈنگس لاہور کے جس مکان میں انتقال فرمایا، وہ انجمن کے قبضہ میں آ چکا ہوا ہے، تجویز ہے کہ اس جگہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار میں ایک عظیم الشان ہال میں تبدیل کر دیا جائے، جس میں اسلام پر لیکچر اور تقاریر ہوا کریں اور اس کے ساتھ ایک لائبریری اور ریڈنگ روم بھی ہو،

یہ تجویز گذشتہ سال حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ پر قوم کے سامنے پیش کرتے ہوئے مالی امداد کے لئے اپیل کی تھی، جس میں بہت سے احباب نے بیشقرار رقوم سے حصہ لیا، ان رقوم میں سے کچھ ابھی قابل وصول ہیں، ضروری ہے کہ جن احباب نے وعدے کئے ہوئے ہیں، اور ابھی تک رقوم ادا نہیں کیں وہ بھی اپنے وعدوں کو پورا کریں، اور جن حضرات نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں فرمائی وہ بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں ان تنصروا اللہ ینصرکم

زبذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

خاکسار افسر تحصیل

"مجھے دیا گیا ہے اُسکی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں"
(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر سامانوی

(۵)

مصلح موعود مسیح موعود کا صلبی بیٹا نہیں ہوگا

۱۹۰۸ء تک جماعت یہ مانتی تھی کہ مصلح موعود حضرت اقدس کی آیندہ نسل میں ہوگا جس کا ثبوت جناب میاں صاحب کی اپنی حسب ذیل تحریرات ہیں :-

"کیا وجہ ہے کہ خداوند تعالےٰ حضرت مسیح موعود کی نسل میں سے کسی آیندہ ہونے والے لڑکے کو اُن کے لڑکے کے نام سے نہ پکار سکے"

"حضرت صاحب کی نسل میں سے ایک بچہ کو اگر ان کا لڑکا قرار دیا گیا تو کون سا اندھیر آ گیا"

" اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کر دے خبر دی جائے اور اس کو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے"

" اگر حضرت مسیح موعود نے کچھ آیندہ کی خبریں دیں اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایک ایسا لڑکا ہوگا جس کی ہیبت اس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے ...... اس کی مدد کے لئے اُتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو اُن کی اور بھی سچائی ثابت ہوگی"۔

"یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اس کے شامل ہوگی"

" حضرت اقدس کے الہامات میں ہی اس قسم کے استعارات نہیں ہیں بلکہ پہلے نبیوں کے کلام میں اور قرآن و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے"

(دیکھو صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے)

جناب خلیفہ صاحب کی ۱۹۰۸ء کی یہ تحریرات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کی تحریر کے وقت تک لکھنے والے کا یہی عقیدہ تھا کہ مصلح موعود حضرت صاحب کی کسی آیندہ نسل میں ہوگا اب اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ :-

" حضور ایدہ اللہ نے یہ رسالہ بتا حضرت مسیح موعود کی وفات سے اڑھائی ماہ بعد ہی لکھا تھا اس وقت آپ کی عمر انیس سال اور کچھ ماہ تھی"

(الفضل ۱۴ر مارچ ۱۹۰۷ء)

مطلب یہ کہ اس عمر کی تحریر بچپن کی تحریر سمجھی جانی چاہیئے اور اس سے حجت نہ پکڑنی چاہیئے ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ تحریر جماعت کے مسلمات کے خلاف تھی تو مصلح موعود گو علماء تو اس وقت نہ پہنچے تھے انہوں نے اس کی تردید کیوں نہ کی؟ اس مضمون پر تمام جماعت کی خاموشی اس امر کا ثبوت ہے کہ اس وقت تک متفقہ طور پر مانا جاتا تھا کہ یہ پیشگوئی آپ کی آیندہ نسل کے کسی لڑکے کے ذریعہ سے پوری ہوگی نہ کہ حضور کے صلبی بیٹے کے ذریعہ سے یہ بات الفضل کو بھی تسلیم کرنی پڑی کہ مندرجہ بالا مضمون میں جس بیٹے کا ذکر ہے وہی مصلح موعود ہے جیسا کہ اس نے لکھا کہ :-

" یہ درست ہے کہ آپ نے پانچویں بیٹے کے تعلق میں بعض ایسے نشانات کا ذکر کیا ہے جو مصلح موعود سے تعلق رکھتے ہیں" (الفضل ۱۴ر مارچ ۱۹۵۷ء)

ہمارے دوستوں کو غور کرنا چاہیئے کہ جناب خلیفہ صاحب کی مندرجہ بالا تحریرات اور الہامات کو کشوف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود حضرت اقدس کی اس بیوی کے بطن سے پیدا نہیں ہوگا جس کو حضور نے "یتزوج" کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے جیسا کہ اس خط سے ظاہر ہے جو آپ نے اس بارہ میں حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ :-

شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا اس کا نام بشیر ہوگا اب تک میرا قیاسی طور پر یہ خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا اور اب زیادہ تر الہام اس باب میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت . . اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین اُن میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا اگرچہ یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑ رہا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب"

(تذکرہ صفحہ ۱۴۵)

جناب شمس صاحب مرتب تذکرہ بھی ہیں اور "مصلح موعود" بھی اس لئے مکتوب متذکرہ بالا سے مندرجہ ذیل عبارت آپ نے حذف کر دی تاکہ بات بنی رہے وہ عبارت یہ ہے :-

" مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی کی جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے اب دیکھیں کہ کس طرح ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں اور باقی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے واللہ یفعل ما یشاء وھو علےٰ کل شئی قدیر"

اس مکتوب سے ثابت ہوتا ہے کہ :-

(۱) یہ خیال کہ مصلح موعود حرم ثانی سے ہوگا آپ کا ذاتی قیاس تھا ورنہ کسی الہام میں یہ بات نہ تھی۔

(۲) الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے تھے کہ مصلح موعود اس بیوی سے نہیں بلکہ اور بیوی کے بطن سے ہوگا۔

(۳) آپ کے چار بیٹے ہوں گے جن میں تین ایک قسم کے .... یعنی دنیاوی پھل ہوں گے اور چوتھا ان سے بالکل علیحدہ قسم کا بہشتی پھل ہوگا اور یہی مصلح موعود ہوگا۔

(۴) پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا کبھی حضرت صاحب کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا کہ حرم دوم سے کتنے بیٹے زندہ رہنے والے ہوں گے اس کے لئے سیرت المہدی مصنفہ جناب میاں بشیر احمد صاحب کا صفحہ ۷۳ دیکھئے جہاں لکھا ہے کہ :-

" بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب میری شادی ہوئی اور میں ایک ہفتہ قادیان ٹھہر کر واپس دہلی چلی گئی تو ان ایام میں حضرت مسیح موعود نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں والدہ صاحبہ فرماتی

تھیں کہ بیٹے دو یاد تھے مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں نے تین دیکھے تھے اور تین ہی لکھے تھے"

ان رؤیا سے یہ بات صاف ہو گئی کہ حرم ثانی سے جو جوان ہونے والے تین بیٹے اور کشف میں آم کی قسم کے تین پھل دکھائے گئے وہ یہی تینوں بیٹے تھے جو آج بھی خدا کے فضل سے زندہ ہیں جن میں سے کسی ایک کو باقی دو سے کسی بات میں ممیز کر کے نہیں دکھایا بلکہ تینوں کو آم کی شکل میں دکھا کر یہ بتا دیا کہ حرم ثانی سے پیدا ہونے والے بیٹوں میں تین زندہ رہیں گے اور یہ تینوں دنیا کے پھل ہوں گے چوتھا پھل جو سبز رنگ کا ہے اور بہشتی ہے وہ ان تینوں سے بالکل علیحدہ ہے اور وہی مصلح موعود ہے وہ اس بیوی سے نہ ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت اماں جان کے بطن سے پیدا ہونے والے تینوں بیٹوں سے مصلح موعود کوئی نہیں بلکہ تینوں جسمانی یا صلبی بیٹے ہوں گے جو دنیادی بیٹے کہلائیں گے، اور مصلح موعود ان تینوں کے سوا چوتھا بیٹا ہوگا جو ان کی طرح دنیادی یا جسمانی بیٹا نہ ہوگا بلکہ روحانی یا بہشتی اور آسمانی بیٹا ہوگا، وہ اس بیوی سے نہ ہوگا جس سے یہ تینوں ہوں گے . . . . پس جس طرح علم الٰہی میں مقدر تھا اور جس طرح اس نے اپنے فرستادہ کو بتایا تھا اسی طرح ظہور میں آگیا یعنی حرم ثانی سے ایک ہی نوعیت کے تین جسمانی بیٹے جوان ہونے مقدر تھے ہو گئے اور چوتھا بیٹا جو ان تینوں سے علیحدہ بہشتی پھل کی صورت میں دکھایا گیا مصلح موعود وہی تھا جو اس حرم سے پیدا نہ ہونا تھا وہ نہیں ہوا۔ ثابت ہوا کہ مصلح موعود صلبی بیٹا نہیں بلکہ روحانی بیٹا ہوگا جو آئندہ نسل میں پیدا ہوگا اور بقول جناب خلیفہ صاحب، وہ حضرت اقدس کا چوتھا بیٹا کہلائے گا، جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ وہ صلبی بیٹا ہوگا وہ پہلے مندرجہ بالا کشف اور رؤیا کی صداقت سے انکار کریں اور پھر یہ علیحدہ بتائیں کیونکہ کشف سے یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت کے چار بیٹے ہوں گے جن میں تین ایک قسم کے اور چوتھا اُن سے علیحدہ شکل اور رنگ کا ہوگا اور وہی مصلح موعود ہوگا، اب تین بیٹے تو موجود جن میں مصلح موعود کوئی نہیں یا تو چوتھا صلبی بیٹا ثابت کریں اور یا یہ تسلیم کریں کہ وہ روحانی بیٹا ہوگا، اس کے علاوہ

مصلح موعود کے صلبی بیٹا نہ ہونے کا یقینی ثبوت

یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے تینوں بیٹے پیدا ہو چکے ہوئے تھے جن میں میاں محمود احمد صاحب سولہ سال کی عمر کے تھے جبکہ ۱۹۰۶ء میں آپ کو الہام ہوا :۔

"تری نسلاً بعیداً انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء"

(تذکرہ صفحہ ۶۴۶)

یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ الہام پیدا شدہ لڑکوں میں سے کسی کے متعلق نہیں ہو سکتا بلکہ اس لڑکے کے متعلق ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوا اور وہ لڑکا وہ ہے جو مظہر الحق والعلا کا مصداق ہے، شروع سے آخر تک دیکھ جاؤ

یہ صفت صرف مصلح موعود کی بیان کی گئی ہے اور کسی لڑکے کی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ۱۹۰۶ء تک تو وہ لڑکا پیدا نہیں ہوا جس نے اس صفت سے متصف ہونا تھا۔ اس کے بعد ۱۸ فروری ۱۹۰۷ء کو یہ الہام ہوا :۔

"بخل الفتح بعدہٗ مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء"

تذکرہ صفحہ ۶۹۱

جناب میاں صاحب نے اپنے خطبہ مندرجہ الفضل یکم اگست ۱۹۴۴ء میں یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ الہام مصلح موعود کے متعلق ہے مگر کہتے ہیں کہ یہ الہام اس لئے ہوا

"تا ایک لمبا عرصہ گذر جانے کی وجہ سے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ منسوخ ہو گئی ہے"

یعنی یہ ہے تو میرے متعلق ہی مگر ۱۹۰۶ء کے بعد زیادہ سے زیادہ ایک سال کا عرصہ اتنا طویل تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو یہ خیال ہو گیا کہ لوگ سے بھول نہ جائیں اس لئے یاد دہانی کرانے کے لئے یہ الہام ظاہر کیا گیا۔ اگر اس کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر "انا نبشرک بغلام" کا کیا مطلب ہوگا۔ ہم تجھے اس لڑکے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہیں جو پیدا ہو چکا ہے اور جس کی عمر اب ۱۷ سال کی ہے سوچئے اور غور کیجئے کہ اس بات کو صحیح مان کر اللہ تعالیٰ کے وسیع اور لامحدود علم پر کتنا بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے جب اس کو علم تھا کہ مظہر الحق والعلا کا مصداق پیدا ہو کر جوانی میں قدم رکھ چکا ہے پھر اس کی پیدائش کی بشارت دینے کے کیا معنے؟ کیا یہ بھی بطور یاد دہانی تھا یا آئندہ پیدا ہونے والے لڑکے کے متعلق بشارت تھی؟ وہ لڑکا جس کے متعلق یہ بشارت دی گئی پیدا ہونے والا تھا اور وہ لڑکا مبارک کا قائمقام ہونا تھا جیسا کہ اس سے آگے الہام ہے "ینزل منزل المبارک" اور مبارک وہ لڑکا ہے جس کو تریاق القلوب میں آپ نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مندرجہ پیشگوئی متعلقہ مصلح موعود کا مصداق قرار دیا اس سے صاف ثابت ہوا کہ وہ لڑکا جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق ہے اور جس کی بڑی صفت، مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء ہے، اکتوبر ۱۹۰۷ء تک پیدا نہیں ہوا بلکہ آئندہ کسی وقت پیدا ہوگا۔ اس کے بعد ۶ نومبر ۱۹۰۷ء کو پھر الہام ہوا :۔

"ساھب لک غلاماً زکیا رب اھب لی ذریۃ طیبۃ انا نبشرک بغلام اسمہ یحیٰی......

قل جاء الحق وزھق الباطل

میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اے میرے رب پاک اولاد مجھے بخش میں تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے (معلوم ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے زندہ رہنے والا) .... حق آگیا اور باطل بھاگ گیا"

(تذکرہ صفحہ ۷۳۸، ۷۳۶)

معلوم ہوا کہ وہ لڑکا جس کی سب سے بڑی صفت پاکیزگی ہوگی جو ذریت طیبہ" کہلانے کا حقدار ہوگا جس کی آمد کے ساتھ باطل کی پوری شکست اور حق کا غلبہ ہوگا، وہ ۶ نومبر ۱۹۰۷ء تک پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد کسی وقت پیدا ہوگا۔ اگر ان صفات سے متصف لڑکا پیدا ہو چکا ہوتا تو پھر آئندہ اس کے پیدا ہونے کی بشارت دینا ایک لغو اور بیہودہ بات بن جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور منزہ ہے۔ پس یہ الہامات صاف ثابت کر رہے ہیں کہ ۱۹۰۷ء تک پیدا ہونے کی بشارت دینا ایک لغو اور بیہودہ بات بن جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور منزہ ہے پس یہ الہامات صاف ثابت کر رہے ہیں کہ ۱۹۰۷ء تک پیدا ہونے والے لڑکوں میں کوئی لڑکا بھی مصلح موعود نہیں اور اس کے بعد کوئی اور لڑکا پیدا نہیں ہوا البتہ کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق صلبی بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں بلکہ وہ دور کی نسل میں پیدا ہونے والا روحانی بیٹا ہوگا۔

"قمر الانبیاء" مصلح موعود ہوگا

"قمر الانبیاء" ضرور وہی لڑکا ہو سکتا ہے جس کی آمد کے ساتھ انبیاء کرام خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غرض بعثت بدرجہ اتم و اکمل پوری ہو جائے جیسا کہ اس کی آمد خود اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے :۔

"یوم یجیئ الحق ویکشف الصدق ویخسر الخاسرون۔ اس دن حق آئے گا اور صدق کھل جائے گا اور جو لوگ خسارہ میں ہیں خسارہ میں پڑیں گے"

"وامرک یتأتی۔ اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا"

"بیض اللہ وجھک وینیر برھانک خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے برہان کو روشن کر دے گا"

(تذکرہ صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵)

یہ الہام ۱۸۹۲ء کو پہلی دفعہ ہوا پھر ۱۸۹۵ء میں دوسری دفعہ ہوا جس کا صرف ترجمہ تذکرہ صفحہ ۲۵۰ سے درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

"کہ اللہ کا حکم آیا سو تم جلد بازی نہ کر۔ تیرے پاس نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام سہل طور پر حاصل ہو جائے گا اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہو چکا ہے جس دن حق آئے گا اور سچائی کھل جائے گی اور نقصان اُٹھانے والے نقصان اٹھائیں گے اور تم ان غافلوں کو دیکھو گے کہ وہ سجدہ گاہوں پر گر کر کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں بخش کہ ہم خطا کار تھے"۔

پھر اس کے بعد یہی الہام ۱۸۹۶ء میں ہوتے ہو

—— صلے ۲۸۲ پر درج ہیں جن کے تراجم حسب ذیل ہیں :-

"ہم نے تجھے بہت سے حقائق اور معارف اور برکات عطا کئے ہیں اور تجھے کوثر عطا کیا ہے۔ سو خدا کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر تیرا بدگو بے خیر ہے یعنی تمہارے بیٹے نام و نشان کر دے گا نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا اس دن حق آئے گا اور سچ کھولا جائے گا اور جو خسران میں ہیں ان کا خسران ظاہر ہو جائے گا"

اگر "قمر الانبیاء" والا الہام جناب میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق ہونا چاہیئے کہ سمجھا جاتا رہا ہے تو پھر وہ تو ۲۰ ر اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہو چکے تھے ان کی پیدائش کے دو سال کے بعد ان الہامات کے نازل ہونے کے کیا معنی؟ علاوہ ازیں ان میں بیان کردہ علامات میں سے کوئی ایک علامت بھی صاحب موصوف کے ذریعہ پوری نہیں ہوتی نہ صرف یہ بلکہ موجودہ پسران میں سے کسی ایک کے ذریعہ بھی کوئی علامت پوری نہیں ہوئی اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں پانچویں مرتبہ یہ الہام ہوا :-

"یاتی قمر الانبیاء و امرک یتأتی ما انت تترک الشیطان قبل ان تغلبہ الفوق معک والتحت مع اعدائک نبیوں کا چاند آئے گا اور تو کامیاب ہو جائے گا تو ایسا نہیں کہ شیطان کو چھوڑ دے قبل اس کے کہ اس پر غالب ہو اور اوپر رہنا تیرے حصہ میں ہے اور نیچے رہنا تیرے دشمنوں کے حصہ میں"

(تذکرہ صلے ۶۱۴)

اس کے بعد ۱۹۰۷ء میں چھٹی مرتبہ پھر یہ الہام ہوتا ہے :-

"قل عندی شھادۃ من اللہ فھل انتم مومنون ۔ یاتی قمر الانبیاء و امرک یتأتی و امتازوا الیوم ایھا المجرمون ان کو کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام پیدا ہو جائے گا اور آج اے مجرموں تم الگ ہو جاؤ"

تذکرہ صلے ۷۵۶

اگر ان سب الہامات پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ "قمر الانبیاء" وہ بیٹا ہو گا جس کے ذریعہ

(۱) حضرت مسیح موعودؑ کی غرض بعثت بدرجہ اتم پوری ہو جائے گی۔

(۲) باطل ہمیشہ کے لئے مغلوب اور حق غالب ہو جائے گا۔

(۳) وہ دن حضرت مسیح موعودؑ کے لئے کامل خوشی کا دن ہو گا۔

(۴) اور آپ کی صداقت اتنی واضح ہو جائے گی کہ جس میں کسی کو شبہ کی گنجائش نہ ہوگی۔

(۵) سلسلہ احمدیہ کے مخالف اس کے ذریعہ سخت نقصان اٹھائیں گے۔

(۶) سب خطاکار لوگ اپنی خطاؤں کا اقرار کریں گے۔

(۷) دشمنوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

(۸) وہ سب بے نام و نشان ہو جائیں گے۔

(۹) اس کے ذریعہ شیطان پر کامل غلبہ حاصل ہو گا اور وہ ہمیشہ کی موت مر جائے گا۔

(۱۰) اس کی بعثت حضرت صاحب کی صداقت کا سب سے بڑا نشان ہو گا جس کے ذریعہ دشمنوں پر حجت تمام کر دی جائے گی۔

"مصلح موعود ہی قمر الانبیاء ہے"

دوسری طرف مصلح موعود کی آمد کی غرض کو اگر دیکھا جائے تو سب وہی ہیں جو "قمر الانبیاء" کی بیان کی گئی ہیں ان سب باتوں پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "قمر الانبیاء" اور "مصلح موعود" الگ نہیں بلکہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں جو اس کی صفات کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں اور ان صفات سے متصف کوئی لڑکا ۱۹۰۷ء تک حضرت مسیح موعود کے گھر میں پیدا نہیں ہوا اگر پیدا ہو چکا ہوتا تو پھر اس کی پیدائش کے بعد پیدائش کی خوشخبری نہ دی جاتی اور نہ آئندہ زمانہ میں اس کی پیدائش کی خبر دی جاتی یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود کے صلبی بیٹوں سے کوئی بھی نہیں بلکہ وہ آئندہ نسل میں پیدا ہو گا اور آپ کا کامل مظہر ہونے کی وجہ سے آپ کا بیٹا کہلائے گا۔

(باقی —— باقی)

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"دنیا میں میرا کوئی دشمن ہے میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر میں ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے۔ اور جھوٹ شرک ظلم اور ہر ایک بد عملی و ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اصول ہے۔"

(مسیح موعود علیہ السلام)

سچی باتیں

جوا اپنے انواع اقسام کے ساتھ اپنے طرح طرح کے نام رکھ کر، اور طرح طرح کی نقابیں اپنے چہرہ پر ڈال کر جتنا اب دنیا میں رائج ہے۔ پہلے کبھی تھا؟ کھلی ہوئی "لاٹریاں" اور گھوڑ دوڑ اور فٹ بال اور طرح طرح کے اور کھیلوں، دور شوں، نمائشوں کے سلسلہ میں "بازیاں" جتنی اب مہذب دنیا میں چلی ہوئی ہیں، پہلے بھی نامہذب اور غیر ترقی یافتہ دنیا میں کبھی اتنی چلی ہوئی تھیں؟ —— اور یہ مہذب دنیا کا عالمگیر ذوق قمار حاصل اور ثمرہ کس ذہنیت کا ہے بجز اپنے سے بے اعتمادی، اعتماد نفس سے محرومی، بے شغلی، اور کسی نہ کسی طرح وقت گذاری کی مریضانہ ذہنیت کا؟ یا اس کے برعکس کسی بھی صحت مند ذہنیت کا؟ خود سمجھ لیجئے فرنگ میں سے کسی سے، نفسیات جدیدہ کے کسی ماہر فاضل سے پوچھ کر دیکھ لیجئے! —— اور پھر اس سے بے شمار دولت جو چٹکی بجاتے، کمانے والوں کے ہاتھ سے نکل کر غیر مستحق حرام خوروں اور تن پروروں کی طرف منتقل ہو رہی ہے، اس کا مجموعی اثر جو دنیا کے معاشی نظام اور مالی توازن پر پڑ رہا ہے۔ وہ بھی کیا کوئی راز کی چیز ہے، اور کسی سے مخفی ہے؟

"کاک ٹیل" پارٹیاں جس طرح مہذب معاشرہ کا جزو لاینفک بن چکی ہیں پہلے بھی کبھی تھیں؟ شراب اپنے اوپر مختلف لیبل لگا لگا کر جس کثرت سے اب انسانی حلق کے نیچے اتاری جا رہی ہے۔ ماضی کے بھی کسی دور میں رہی ہے؟ "ٹمپرنس" سوسائٹیوں اور "پروہبشن" (امتناع) کے اپنے قانونوں کے باوجود شراب کے دریا اس زور و شور سے پہلے بھی کبھی بہنے شروع ہوئے تھے؟ اور اس کثرت مے نوشی کا جو اثر انسان کے اخلاق پر، جسم پر، دل و دماغ پر پڑ رہا ہے۔ کیا اس کے متعلق بھی کوئی دو رائیں ہیں؟ دماغی امراض کے اسپتالوں میں بھرتی ہونے والوں، پاگلوں اور نیم پاگلوں میں کتنی بڑی تعداد ان شراب خوروں کی رہتی ہے؟ موٹر کے حادثوں، ریل کے حادثوں، ہوائی جہاز کے حادثوں کی تہہ میں بھی مے نوشی کا زہر کس کثرت سے کام کرتا ہوا نظر آتا ہے!

شراب و قمار کے یہی وہ بڑے اور کیسے خوشنما و دلفریب تحفے ہیں جو مغرب نے مشرق کو پیش کئے ہیں۔ اور مشرق نے کس مسرت و شکر گزاری کے ساتھ ان عطیوں کو قبول کر لیا ہے۔

"صدق جدید" - ۱۲ جولائی ۵۷ء

پیغام صلح ۱۷ جولائی ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ شمارہ نمبر ۲۹

ہفت روزہ "پیغام صلح"

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے، ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
[حیدرآ]باد دکن میں ہمارے ایجنٹ شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱۰-۱/۸ محلہ اعظم پورہ - ملک پیٹھ - حیدرآباد دکن (انڈیا)

[پرنٹنگ] پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۵ محرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۸

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کرکے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

برٹش گیانا میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی سرگرمیاں

برٹش گیانا میں جو جنوبی امریکہ کا ایک حصہ ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ایک شاخ ہے، جو تبلیغ اسلام کا کام نہایت سرگرمی سے کر رہی ہے۔ اس کے صدر مسٹر حسین غنی بڑے پرجوش احمدی مسلمان ہیں اور ایک ماہوار رسالہ بھی اس انجمن کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے جس میں اعلیٰ درجہ کے اسلامی مضامین درج ہوتے ہیں، گذشتہ عید الفطر کے موقعہ پر مسٹر حسین غنی نے بحیثیت صدر ایک پیغام نشر کیا جس میں انہوں نے بتایا کہ عید الفطر فی الحقیقت ماہ رمضان کی انتہائی منزل ہے، جس میں مسلمان کو اسلام کے بنیادی اصولوں روزہ اور خیرات کا عملی اظہار کرتے ہیں۔ ان اعمال کا مقصد بنی نوع انسان میں ان اخلاقی اقدار کا پیدا کرنا ہے جو اسے اپنے بھائی بندوں کے ساتھ امن اور ہم آہنگی کی زندگی گذارنے کے قابل بنا سکیں۔

انہوں نے بتایا کہ وہ خوش قسمت لوگ جو اس مقدس مہینہ کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے اندر علاوہ وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ سے اسلام نے بنی نوع انسان کے اندر ایک عالمگیر برادری پیدا کر دی رمضان ہمیں سکھاتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی میں برادرانہ تعلقات قائم نہ ہوں بلکہ تمام انسانیت بلا امتیاز نسل و رنگ یا مذہب کے ایک عالمگیر برادری میں شامل ہو، کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کان الناس امۃ واحدۃ تمام نسل انسانی ایک ہی قوم ہے۔

مسٹر حسین غنی پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام برٹش گیانا، جنوبی امریکہ

انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اس وطن برٹش گیانا میں مسلمانوں کے لئے یہ سنہری موقعہ ہے کہ وہ اس ملک کی آبادی میں جو مختلف اقوام پر مشتمل ہے برادری کے ان اصولوں کو عملی جامہ پہنائے اور دوسروں کے لئے ایک نمونہ اور مثال پیدا کرے۔ اس موقعہ پر انہوں نے قوم کو اس بات سے متنبہ کیا کہ ہماری اس ملی جلی قوم میں ہم آہنگی پیدا ہونے سے بے راہ نسلی امتیاز کے جذبات ختم ہو جائیں گے، جو ایک اچھا نتیجہ ہے، کیونکہ نسلی امتیاز نفرت، تعصب، بے انصافی، خود غرضی، حسد، اور غیر مساوات پیدا کرتا ہے، جو مادی اخلاقی یا روحانی ترقی کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ اسلام میں نسلی امتیاز کا نام ونشان نہیں پایا جاتا، کیونکہ ہمارے ذہنی معتقدات اس قسم کے ہیں کہ ان کی وجہ سے ایسے جذبات مسلمانوں کے اندر نہیں پنپ سکتے تاہم ایسے حالات میں مسلمانوں پر بہت بڑی ذمہ داری اور فرض عائد ہوتا ہے جس سے انہیں عہدہ برآ ہونا ہے، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ برٹش گیانا کے شہری اور اسلام کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ملکی اپنے گیانوی بھائیوں میں اسلامی برادری کے اس جذبہ کو ترقی دینا اور اپنے ملک کی تاریخ میں اپنے لئے ایک ابدی نام پیدا کرنا ہے، آخر میں انہوں نے اپنے ہموطنوں کو عید کی مبارکباد دیتے

داعی الی الخیر کا بلند مقام

مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

ہم میں سے تقریباً ہر ایک اس حقیقت کو سمجھتا ہے کہ ہماری جماعت کا وجود ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کے ماتحت ایک مامور من اللہ کے ذریعہ عمل میں آیا۔ اس کے وجود میں آنے کی غرض بالبداہت نہایت ارفع اور اعلیٰ ہے۔ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، نہی عن المنکر یہ وہ بابرکت کام ہے جو خدا کے انبیاء اور رسل بجا لاتے رہے، یہ محسن حقیقی کا کتنا بڑا احسان ہے . . . . کہ اس زمانہ میں اس نے یہ عظیم الشان کام ہمارے سپرد کیا ع

اے خدا قربان احسانت شوم

اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ہمیں کما ینبغی شکر بجا لانا چاہیئے اور اس شکر کی بجا آوری کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اس کو ہم نہایت دیانت و امانت سے سرانجام دیں۔ یعنی ہم میں سے ہر ایک کو داعی الی الخیر ہونا چاہیئے۔ امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہونا چاہیئے۔ لیکن جس طرح ہر کام کی سرانجام دہی کے لئے خاص اہلیت اور قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس کام کے لئے خاص اہلیت کی ضرورت ہے . . . . اس اہلیت کی پہلی شق یہ ہے کہ

ہمارا اپنا نمونہ اعلیٰ ہو

ہم خود شریعت حقہ اسلامیہ پر عمل پیرا ہوں۔ ہم خود اوامر و نواہی کے پابند ہوں اور ہمارے اپنے اعمال و افعال قال اللہ اور قال الرسول کے سانچہ میں ڈھلے ہوں۔ ایک زمانہ تھا کہ دنیا کے لوگ احمدیوں کو ان کے کردار اور حسن معاملت کی وجہ سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کو ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ اگر ہم پابند شریعت ہوں تو اب بھی یہ صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہمارا اپنا نمونہ اچھا نہیں تو ہماری تبلیغ بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ بے عمل واعظ تو پہلے بھی بہت ہیں۔ اگر ہم بھی ایسے ہی ہوں تو پھر ہمارے وجود سے کیا فائدہ اور ہماری تبلیغ کا کیا اثر ہے

زواعظ بے عملاں خود اثر کجا باشد

ضرورت باعمل واعظوں کی ہے جن کا اپنا نمونہ اعلیٰ ہو تاکہ وہ اپنے وعظ اور عمل دونوں سے دوسروں پر اثر ڈال سکیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، جب کسی گورنر کو مقرر کر کے کسی جگہ بھیجتے تو اس کو عملی نمونہ کی سخت تاکید کرتے اور فرماتے کہ بہترین تبلیغ انسان کا اپنا نمونہ ہے اور کسی گورنر کے متعلق آپ کو علم ہوتا کہ اس کا نمونہ اچھا نہیں اس کو برطرف کر دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ عہد فاروقی میں اسلام اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گیا۔ خود ہمارے حضرت مسیح موعود عملی نمونہ کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور اس مزکی انسان کے انفاس طیبہ اور نصائح کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کی جماعت کے اندر بعض بڑے بڑے نیک نفس اور بلند کردار کے اصحاب پیدا ہوئے۔ جن کو نہ صرف مسلمان ہی بلکہ غیر اقوام کے لوگ بھی اخلاق فاضلہ کا مجسمہ سمجھتے اور باوجود مذہبی عناد کے ان کے کردار کے مداح تھے، والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ خلیفۃ المسیح حضرت مولانا نورالدین مرحوم مغفور جو ہماری جماعت میں بہت بڑا عملی نمونہ تھے دعا کیا کرتے تھے، کہ اے خدا اس جماعت میں ایسے واعظ پیدا کر جن میں دنیا کی ملونی نہ ہو۔ یہ ایک واعظ کی انتہائی اخلاقی سربلندی ہے کہ وہ محض رضائے الٰہیہ کے لئے وعظ کرے وہ بلاخوف لومۃ لائم نصیحت کرے۔ وہ کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں بلکہ خالصاً للہ یہ کام کرے اور اس کا مقصد اپنی بڑائی کا اظہار نہ ہو بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو، اگر ہم اس غرض سے تقریریں کریں یا لیکچر دیں کہ دنیا واہ واہ کرے تو ایسی تقریریں اور ایسے لیکچر خدا کے ہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ خدا کے ہاں وہی تقریر اور وہی لیکچر مقبول ہو گا اور وہی مثمر بہ ثمرات حسنہ ہو گا جو اس کی رضا کے لئے ہو، اور جس کا اصل مقصد خلق خدا کی ہدایت اور رہنمائی ہو۔

غرض یوں تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پابند شریعت ہو لیکن جو قوم داعی الی الخیر کے بلند مقام پر کھڑی ہو جو حامل قرآن و حامل شریعت ہو اس کے لئے تو بوجوہ اولیٰ لازمی ہے کہ اس کا اپنا عملی نمونہ ارفع اور اعلیٰ ہو۔ تاکہ لوگ اس کے نیک نمونہ سے ہدایت پا سکیں۔

پھر ایک دوسرا امر جو ہماری قوم کے لئے ضروری ہے وہ

علم دین میں پختگی ہے۔

اس بات کو بھی افسوس کے ساتھ محسوس کیا جا رہا ہے کہ ہماری نئی پود میں یوماً فیوماً علم دین کی طرف سے تغافل عمل میں آ رہا ہے۔

میں پھر عرض کروں گا کہ ایک زمانہ تھا کہ قوم کے بچے دینی علم کے لئے پیاس محسوس کیا کرتے تھے اور وہ علم کی تحصیل کو اپنی بڑی کامیابی اور خوشی کا موجب سمجھتے تھے۔ وہ بڑے شوق سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے اور حضرت کی کتب کا مطالعہ کرتے۔ تقریریں کرتے، خطبے دیتے، نمازیں پڑھتے پڑھاتے انہیں میں سے بعض بڑے بڑے کامیاب مبلغ بنے اور اپنے نیک نمونہ اور تبلیغ کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں کی ہدایت کا موجب ہوئے۔ ان نادر وجودوں میں سے اکثر تو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون، جو خلا ان سے پیدا ہوا ہے اس کے پر کرنے کے لئے اب قوم کو ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اگر ہماری قوم کا ہر بچہ بچپن سے ہی علم دین سیکھے تو قحط الرجال کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے ہمیں اس کا پورا پورا احساس ہونا چاہیئے اور اپنی نئی پود کے لئے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم دین کی تحصیل کا کام بھی ایک فرض قرار دینا چاہیئے۔

بچپن میں اور پھر جوانی میں جب قوےٰ مضبوط ہوتے ہیں انسان بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ محنت کی عادت ہونی چاہیئے۔ محنت اور شوق بڑی بڑی مشکلات حل کر دیتا ہے اور انسان وہ کچھ کر سکتا ہے جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہے،

سکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے ہمارے نوجوان اگر چاہیں تو آسانی کے ساتھ کچھ نہ کچھ وقت دینی مطالعہ کے لئے نکال سکتے ہیں۔ اور ہمارے لئے تو خدا کے فضل سے بڑی سہولتیں میسر ہیں قرآن مجید کے انگریزی اردو تراجم موجود۔ احادیث کے تراجم موجود۔ حضرت مسیح موعود کی کتب جو نور و ہدایت سے پر ہیں موجود، محض تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے تھوڑے سے شوق کی ضرورت ہے، اور اس امر کے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے وجود میں لائے جانے کی اصل غرض کیا ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ ہماری زندگی کی غرض خدمت دین ہے تو شاید ہم اپنے حالات درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور جو علمی اور عملی خامیاں ہمارے اندر پیدا ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کا خیال پیدا ہو اور جس انحطاط کی طرف قوم جا رہی ہے اس کے سدباب کا کچھ انتظام ہو سکے

(باقی دارد)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور انگریز

استاذ محب الدین الخطیب نے جریدۃ الازہر میں احمدیت کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ:

"اس کے ...... صاحب کے) یہاں انگریزوں
سے لڑنا حرام ہے اور انگریز کی سعی میں
شامل ہو کر مسلمانوں سے جہاد مشروع ہے"

ہم گزشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں کہ یہ سراسر بہتان ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے انگریز کی صفوں میں شامل ہو کر مسلمانوں سے جہاد کرنا مشروع قرار دیا ہے، اس کے ثبوت میں ۱۸۵۷ء کے غدر کو پیش کیا گیا ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کے والد مرحوم نے پچاس سواروں سے معہ گھوڑوں کے حکومت کی مدد کی تھی، ہمیں حیرت اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کو آج انگریزوں کے چلے جانے کے بعد جنگ آزادی کا نام دے کر ایک مقدس چیز قرار دیا گیا ہے، حالانکہ اس زمانہ کے تمام بڑے بڑے مسلمان اسے ایک ایسی بغاوت قرار دیتے رہے ہیں، جو شرعًا ناجائز اور خلاف شان اسلام تھی۔ پھر اس میں صرف مسلمان ہی شریک نہ تھے بلکہ ہندو بھی اس بغاوت میں شامل تھے، اسی وجہ سے صرف حضرت مرزا صاحب کے والد مرحوم نے ہی نہیں کئی مسلمانوں نے انگریزی حکومت کی امداد جان و مال سے کی، اگر اس زمانہ کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس وقت تمام ملک میں ایسی طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی، کہ اگر انگریزی حکومت کی امداد نہ کی جاتی اور انگریز یہاں سے چلے جاتے، تو ملک میں ایسی ابتری اور تباہی مچ جاتی جس سے مسلمانوں کا کچھ بھی باقی نہ رہتا، اس وقت میں انگریز کی امداد کے سوائے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا، اور ہم سمجھتے ہیں کہ انگریزی حکومت کا استحکام ہی تھا، جس کی وجہ سے اسلام کا نام اس ملک میں زندہ رہ گیا، ورنہ ایک طرف سکھوں کی عملداری پنجاب میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے درپے تھی اور دوسری طرف ہندوستان کے راستے جہاں جہاں اسلامی حکومت کا تختہ اُلٹ جانے کے بعد مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی مصلحت تھی کہ اس نازک دور میں انگریزوں کو اس ملک پر مسلط کر کے ایسے حالات پیدا کر دیئے، جو سکھوں اور ہندوؤں کے مظالم سے مسلمانوں کے بچاؤ کا موجب ہوئے اور انہیں زندگی کی جد و جہد میں قدم آگے بڑھانے کا موقعہ مل گیا، یہاں تک کہ آج وہ اس قابل ہو گئے کہ ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم کر لیں، یہ انگریزوں کی عملداری ہی تھی، جس نے مسلمانوں کو بھی باوجودیکہ وہ ہر پہلو سے پسماندہ ہو چکے تھے دوسری قوموں کے ساتھ قدم آگے بڑھانے کا موقعہ دیا، ورنہ ہندو قوم آج تک ان کو کھا جانے کے درپے تھی اور ہے، کیا یہ خدا تعالیٰ کا فضل و احسان نہیں کہ ایسے حالات میں اس نے انگریزی حکومت کی معدلت گسترانہ پالیسی کی وجہ سے مسلمانوں کی ترقی و استحکام کا سامان پیدا کر دیا؟ حضرت مرزا صاحب نے کیا گناہ کیا اگر اللہ تعالیٰ کے اس فضل و احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے انگریزی حکومت کی فرمانبرداری کی تلقین کی، اور انگریز کے عدل و انصاف کی تعریف کر کے حق احسان ادا کیا؟ آج دیکھ لیجئے مصر اور مشرق وسطیٰ میں کیا ہو رہا ہے؟ ایک طرف مصر اور اس کے حلیف عرب ممالک روسی امداد کو اپنے استحکام کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف لبنان و اردن وغیرہ اپنے اپنے ملک کی آزادی کے لئے امریکی اور انگریزی افواج کی امداد حاصل کر رہے ہیں کیا یہ سامراجیت کا استحکام نہیں؟ کیا روسی یا امریکی افواج کی امداد حاصل کرنا جائز اور حلال ہے اور ایسے حالات میں کہ متحدہ ہندوستان طوائف الملوکی اور بربریت کا شکار ہو کر تباہی کے گڑھے تک پہنچ چکا تھا، اور مسلمان اس ملک سے مٹ جانے والے تھے، انگریز کی معدلت گستری سے فائدہ اُٹھانا اور اس کے عدل و انصاف کی تعریف کرنا حرام ہے؟ غور کیجئے حضرت مرزا صاحب نے کونسا ایسا جرم کیا جو آج دوسرے ممالک نہیں کر رہے؟ کیا پاکستان امریکہ سے امداد حاصل کر کے اس کے احسان کے نیچے دبا ہوا نہیں؟ کیا مصر روس کے احسانات کا مرہون منت نہیں؟

تم کہتے ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے برطانوی استعمار کو تقویت پہنچائی، یہ اسی حد تک تھا جہاں تک اُن کی عادلانہ حکومت کا تعلق تھا، لیکن تصویر کے اس دوسرے رُخ کو بھی دیکھئے کہ اسی انگریز کو انہوں نے دجال قرار دیا۔ اور اس کے مذہب اور دجل کی وہ دھجیاں بکھیریں کہ شاید ہی کسی نے ایسا کیا ہو۔ انگریزی حکومت کے اندر بیٹھ کر اس کے مذہب کی مخالفت کرنا، اور اسی قوم کو جس کی حکومت کی تعریف کر رہے ہیں دجال قرار دینا کیا کسی کا دل گردہ ہے کہ ایسا کر سکے؟ مرزا صاحب نے روس اور انگریز کو کھلے طور پر یاجوج اور ماجوج قرار دیا، کیا صدر ناصر اور لبنان و اردن کے کسی بڑے سے بڑے حاکم کی یہ جرأت ہے کہ وہ ایسا کہہ سکے؟ برطانوی سامراجیت کو تو تم خود اپنے گھر میں داخل کر رہے ہو، اس کے طور و طریق اس کی تہذیب و ثقافت اس کا دجل و فریب تمہارے اندر گھر کر چکا ہے، خیال رکھنا کہ اسلام کو چھوڑ کر یا جوج ماجوج کے تتبع میں آج تم تو دنیوی بنیادوں پر لامذہبی حکومت قائم کرنے کے درپے ہو، اور پھر کہتے ہو کہ مرزا صاحب نے برطانوی سامراجیت کو تقویت پہنچائی؟ کیا مرزا صاحب نے اسلام چھوڑ کر ایسا کیا؟ اسلام تو ان کا گہوارہ تھا، اور اسی اسلام کو لے کر انہوں نے انگریز کے مذہب پر یلغار کی، اور اب ان کے ملک پر بھی اسلام حضرت مرزا صاحب ہی کے جھنڈے کے نیچے ایسی پُر امن یلغار کر رہا ہے، جو اُن کے مذہب، اُن کی تہذیب، اُن کی ثقافت اور طور و طریق کو بدل کر رہے گی، انگلستان کو اسلام کا والہ و شیدا بنا دے گی، کیا اس کی توفیق استاذ محب الدین الخطیب یا کسی اور مصری یا شامی یا عراقی وغیرہ کے حصہ میں آئی ہے؟ اگر نہیں اور یقینًا نہیں تو خدا کا خوف کرو اور وہ باتیں منہ سے نہ نکالو جو تمہیں عمل کے میدان میں شرمندہ کرنے والی ہیں۔

اخبار احمدیہ

سانحۂ ارتحال

جہلم سے شیخ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں:–

"ملک عبد الغنی صاحب پرسوں مورخہ ۱۵/۷/۵۸ کو قضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ملک عبد الغنی صاحب مرحوم مصنف قمر الہدیٰ کے داماد تھے اور عرصہ تیس سال سے جماعت میں شامل تھے انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی سالانہ جلسہ نہیں چھوڑا۔ ہمیشہ دسمبر کے دنوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت لے کر جلسہ پر جایا کرتے تھے اور انجمن کی ہر تحریک میں حصہ لیتے تھے۔ بہت نیک آدمی تھے۔ ملک صاحب مورخہ ۱۴/۷/۵۸ کی صبح کو بیمار ہوئے اور ۱۵/۷/۵۸ کی صبح کو دس بجے انتقال فرما گئے، ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ان کو ہیٹ سٹروک ہوا ہے۔ ملک صاحب جہانگیرہ ٹیکسٹائل ملز میں ملازم تھے اور ان کی وفات ملتان ہی ہوئی۔ چنانچہ ان کی میت بذریعہ ٹرک جہلم لائی گئی۔ ان کے دونوں صاحبزادے ملک جبار احمد اور مشتاق احمد لاہور اور کوہاٹ ملازمت کے سلسلہ میں تھے، جو خبر ملنے پر نماز جنازہ میں شریک ہو گئے"

پیغام صلح۔ ہمیں اس افسوسناک سانحہ میں مرحوم کے تمام اعزاء و احقاء سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

تبدیلی مکرم محمد لطیف صاحب علوی ڈسٹرکٹ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر جہلم سے تبدیل ہو کر گوجرانوالہ آ گئے ہیں، احباب گوجرانوالہ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۸ء

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور انگریز

استاذ محب الدین الخطیب نے جریدۃ الازہر میں احمدیت کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ :-

"اس کے [illegible] صاحب کے) دین میں انگریزوں سے لڑنا حرام ہے اور انگریز کی صفوں میں شامل ہو کر مسلمانوں سے جہاد مشروع ہے"

ہم گزشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں کہ یہ سراسر بہتان ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے انگریز کی صفوں میں شامل ہو کر مسلمانوں سے جہاد کرنا مشروع قرار دیا ہے، اس کے ثبوت میں ۱۸۵۷ء کے غدر کو پیش کیا گیا ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کے والد مرحوم نے پچاس سواروں سے مع گھوڑوں کے حکومت کی مدد کی تھی، ہمیں حیرت اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ۵۷ء کے غدر کو آج انگریزوں کے چلے جانے کے بعد جنگ آزادی کا نام دے کر ایک مقدس چیز قرار دیا گیا ہے، حالانکہ اس زمانہ کے تمام بڑے بڑے مسلمان اسے ایک ایسی بغاوت قرار دیتے رہے ہیں جو شرعاً ناجائز اور خلاف اسلام تھی، پھر اس میں صرف مسلمان ہی شریک نہ تھے بلکہ ہندو بھی اس بغاوت میں شامل تھے، اسی وجہ سے صرف حضرت مرزا صاحب کے والد مرحوم نے ہی نہیں کئی مسلمانوں نے انگریزی حکومت کی امداد جان و مال سے کی، اگر اس زمانہ کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس وقت تمام ملک میں ایسی طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی، کہ اگر انگریزی حکومت کی امداد نہ کی جاتی اور انگریز یہاں سے چلے جاتے، تو ملک میں ایسی ابتری اور تباہی مچ جاتی جس سے مسلمانوں کا کچھ بھی باقی نہ رہتا، ایسے وقت میں انگریز کی امداد کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، اور ہم سمجھتے ہیں کہ انگریزی حکومت کا استحکام ہی تھا، جس کی وجہ سے اسلام کا نام اس ملک میں زندہ رہ گیا، ورنہ ایک طرف سکھوں کی عملداری پنجاب میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے درپے تھی اور دوسری طرف ہندوستان کے راستے ہمارا جب اسلامی حکومت کا تختہ اُلٹ جانے کے بعد مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خدا تعالےٰ کی مصلحت تھی کہ اس نازک دور میں انگریزوں کو اس ملک پر مسلط کر کے ایسے حالات پیدا کر دیئے، جو سکھوں اور ہندوؤں کے مظالم سے مسلمانوں کے بچاؤ کا موجب ہوئے اور انہیں زندگی کی جدوجہد میں قدم آگے بڑھانے کا موقعہ مل گیا، یہاں تک کہ آج وہ اس قابل ہو گئے کہ ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم کر سکیں، یہ انگریزوں کی عملداری ہی تھی، جس نے مسلمانوں کو بھی باوجودیکہ وہ ہر پہلو سے پسماندہ ہو چکے تھے دوسری قوموں کے ساتھ قدم آگے بڑھانے کا موقعہ دیا، ورنہ ہندو قوم آج بھی ان کو کھا جانے کے درپے تھی اور ہے، کیا یہ خدا تعالےٰ کا فضل و احسان نہیں کہ ایسے حالات میں اس نے انگریزی حکومت کی معدلت گسترانہ پالیسی کی وجہ سے مسلمانوں کی ترقی و استحکام کا سامان پیدا کر دیا ؟ حضرت مرزا صاحب نے کیا گناہ کیا اگر اللہ تعالےٰ کے اس فضل و احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے انگریزی حکومت کی فرمانبرداری کی تلقین کی، اور انگریز کے عدل و انصاف کی تعریف کر کے حق احسان ادا کیا ؟ آج دیکھ لیجئے مصر اور مشرق وسطےٰ میں کیا ہو رہا ہے ایک طرف مصر اور اس کے ملحقہ عرب ممالک روسی امداد کو اپنے استحکام کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف لبنان و اردن وغیرہ اپنے اپنے ملک کی آزادی کے لئے امریکی اور انگریزی افواج کی امداد حاصل کر رہے ہیں کیا یہ سامراجیت کا استحکام نہیں ؟ کیا روسی یا امریکی افواج کی امداد حاصل کرنا جائز اور حلال ہے اور ایسے حالات میں کہ متحدہ ہندوستان طوائف الملوکی اور بربریت کا شکار ہو کر تباہی کے گڑھے تک پہنچ چکا تھا، اور مسلمان اس ملک سے مٹ جانے والے تھے، انگریز کی معدلت گستری سے فائدہ اٹھانا اور اس کے عدل و انصاف کی تعریف کرنا حرام ہے ؟ غور کیجئے حضرت مرزا صاحب نے کونسا ایسا بڑا جرم کیا جو آج دوسرے ممالک نہیں کر رہے ؟ کیا پاکستان امریکہ سے امداد حاصل کر کے اس کے احسان کے نیچے دبا ہوا نہیں ؟ کیا مصر روس کے احسانات کا مرہون منت نہیں ؟

تم کہتے ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے برطانوی استعمار کو تقویت پہنچائی، یہ اسی حد تک تھا جہاں تک ان کی عادلانہ حکومت کا تعلق تھا، لیکن تصویر کے اس دوسرے رُخ کو بھی دیکھئے کہ اسی انگریز کو انہوں نے دجّال قرار دیا۔ اور اس کے مذہب اور دجل کی وہ دھجیاں بکھیریں کہ شاید ہی کسی نے ایسا کیا ہو۔ انگریزی حکومت کے اندر بیٹھ کر اس کے مذہب کی مخالفت کرنا، اور اسی قوم کو جس کی حکومت کی تعریف کر رہے ہیں دجّال قرار دینا کس کا دل گُردہ ہے کہ ایسا کر سکے ؟ مرزا صاحب نے روس اور انگریز کو کھلے طور پر یاجوج اور ماجوج قرار دیا، کیا صدر ناصر اور لبنان و اردن کے کسی بڑے سے بڑے حاکم کی یہ جرأت ہے کہ وہ ایسا کہہ سکے ؟ برطانوی یا روسی سامراجیت کو تم خود اپنے گھر میں [illegible] رہے ہو، اس کے طور و طریق اس کی تہذیب [illegible] اس کا دجل و فریب تمہارے اندر [illegible] تک کہ اسلام کو چھوڑ کر یاجوج و ماجوج کے [illegible] قومی و نسلی بنیادوں پر لامذہبی حکومت قائم کرنے کے درپے ہو، اور پھر کہتے ہو کہ مرزا صاحب نے [illegible] سامراجیت کو تقویت پہنچائی ؟ کیا مرزا صاحب نے اسلام چھوڑ کر ایسا کیا ؟ اسلام تو ان کا گھوارہ تھا [illegible] اسی اسلام کو لے کر انہوں نے انگریز کے مذہب پر [illegible] کی، اور اب ان کے ملک پر بھی اسلام حضرت مرزا صاحب ہی کے جھنڈے کے نیچے اپنی [illegible] کر رہا ہے، یہ ان کے مذہب، ان کی تہذیب [illegible] اور طور و طریق کو بدل کر سارے انگلستان کو اسلام کا [illegible] شیدا بنا دے گی، کیا اس کی توفیق استاذ محب الدین الخطیب یا کسی اور مصری یا شامی یا عراقی وغیرہ [illegible] میں آئی ہے ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو خدا کا خوف کرو اور وہ باتیں منہ سے نہ نکالو جو تمہیں عمل کے میدان میں [illegible] کرنے والی ہیں،

اخبار احمدیہ

سانحہ ارتحال

جہلم سے شیخ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں :-

"ملک عبدالغنی صاحب پرسول مورخہ [illegible] ۵۸ء کو قضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ملک عبدالغنی صاحب مرحوم مصنف قرآن الہدیٰ کے [illegible] تھے اور عرصہ تیس سال سے جماعت میں شامل [illegible] انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی سالانہ جلسہ نہیں چھوڑا۔ ہمیشہ دسمبر کے دنوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت لے کر جلسہ پر جایا کرتے تھے اور انجمن کی ہر تحریک میں حصہ لیتے تھے بہت نیک آدمی تھے۔ ملک صاحب [illegible] کی صبح کو بیمار ہوئے اور [illegible] ۵۸ء کی صبح [illegible] بجے انتقال فرما گئے، ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ان کو ہیٹ سٹروک ہوا ہے۔ ملک صاحب جہانگیر ٹیکسٹائل ملز میں ملازم تھے اور ان کی وفات [illegible] ہی ہوئی۔ چنانچہ ان کی میت بذریعہ ٹرک [illegible] گئی۔ ان کے دونوں صاحبزادے ملک [illegible] مشتاق احمد لاہور اور گوجرانوالہ ملازمت [illegible] میں تھے، جو خبر ملنے پر نماز جنازہ میں شریک ہوئے"

"پیغام صلح" :- ہمیں اس افسوسناک سانحہ میں مرحوم کے تمام [illegible] لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ [illegible] صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

تبدیلی :- محترم محمد لطیف صاحب علوی ڈسٹرکٹ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر جہلم سے تبدیل ہو کر گوجرانوالہ آ گئے ہیں، احباب [illegible]

اخبار و افکار

علیہ السلام

"پیغام صلح" میں حضرت مسیح موعود کے اسم گرامی کے ساتھ علیہ السلام یا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ عموماً لکھے جاتے ہیں لیکن مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی ایڈیٹر "صدق جدید" کو شاید پہلی مرتبہ "رحمۃ اللہ علیہ" کے الفاظ اس فوٹو پر نظر آئے جو گذشتہ ۲۸ر مئی کو مسیح موعود نمبر کے سرورق پر شائع ہوا جس پر آپ لکھتے ہیں:-

"پیغام صلح" لاہوری جماعت احمدیہ کا ایک پرانا اور معروف نقیب ہے۔ اس کا تازہ مسیح موعود نمبر آخر مئی کا چھپا ہوا حسب معمول خوب ضخیم مفصل پیش نظر ہے سرورق پر بانی سلسلہ مرزا صاحب کی تصویر حسب دستور درج ہے لیکن نام کے ساتھ اب کی خلاف دستور بجائے مسیح موعود و مہدی مسعود "علیہ السلام" کے صرف "رحمۃ اللہ علیہ" لکھا ہے۔ "علیہ السلام" کے لفظی معنے کچھ بھی ہوں اصطلاح میں یہ دعائیہ فقرہ حضرات انبیاء کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے ان کے لکھنے کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں کہ لکھنے والا اپنے اس ممدوح کو پیمبر برحق سمجھ رہا ہے۔ جس طرح پیمبر اور ہو چکے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ کے اصطلاحی معنے یہ نہیں یہ ممدوح کی پیمبری نہیں صرف بزرگی ظاہر کرتا ہے۔ جماعت لاہوری یہ اصلاح کر کے اپنے آپ کو عامۃ المسلمین سے قریب لے آئی ہے اور اس پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ ممکن ہے کہ اتنی اصلاح وہ اس سے قبل ہی کر چکی ہو۔ بہرحال نظر اس بار پڑی خدا کرے یہ اصلاحی قدم اور بھی ایسی ہی اصلاحوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔"

اس کے جواب میں ہم صرف اتنا ہی کہدینا چاہتے ہیں کہ نہ تو یہ کوئی ایسا اصلاحی قدم ہے جو پہلی مرتبہ اٹھایا گیا اور نہ علیہ السلام یا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ دوسرے مسلمانوں سے دور یا قریب ہونے کے لئے لکھے جاتے ہیں، ہمارے نزدیک (اور مولانا عبدالماجد صاحب بھی اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ) "علیہ السلام" انبیاء کے لئے مخصوص نہیں، مسلمانوں میں غیر انبیاء پر بھی علیہ السلام کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جیسے امام حسین علیہ السلام، امام مہدی علیہ السلام، لیکن اگر بقول مولانا عبدالماجد صاحب

"اس کے لکھنے کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں کہ لکھنے والا اپنے اس ممدوح کو پیمبر برحق سمجھ رہا ہے جس طرح پیمبر اور ہو چکے ہیں"

تو حاشا و کلا ہماری یہ مراد نہیں اور ہم اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کے نام کے ساتھ علیہ السلام کے بجائے رحمۃ اللہ علیہ ہی کافی سمجھیں گے جس طرح خود حضرت مرزا صاحب نے ایک مرتبہ نبی لفظ نبی پر اعتراض کے جواب میں یہ تحریر کر دیا تھا کہ:-

"میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں نفاق ڈالنا منظور نہیں، جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے، جس کے معنے آنحضرت صلعم نے مکلَّم مراد لئے ہیں .... تو مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی **دلجوئی** کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ **بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں** اور اس کو (یعنے لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"

یہ خود حضرت مرزا صاحب کی تحریر ہے اس کے تتبع میں اگر ہم بھی غلط فہمی کو رفع کرنے اور "مسلمان بھائیوں کی دلجوئی" کے لئے حضرت کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کے بجائے "رحمۃ اللہ علیہ" لکھیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو جماعت احمدیہ کے مسلک کے خلاف ہو،

لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ "الفضل" ہر ایسی بات کو لے کر ڈھنڈورا پیٹنے لگتا ہے کہ یہ لاہوری احمدی اب عامۃ المسلمین کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ "صدق جدید" کے اس نوٹ پر وہ ہمیں یہ مشورہ دیتا ہے کہ مسلمانوں سے قریب ہونا چاہتے ہیں تو

"حضرت مرزا غلام احمد سے بالکل قطع تعلق کر لیں"

گویا "الفضل" کی خوشی اسی میں ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود سے قطع تعلق کر لے۔ ہمارے خیال میں یہ مشورہ سب سے پہلے حضرت مسیح موعود کو دینا چاہئے تھا کہ اگر آپ مسلمانوں کی "دلجوئی" ہی کرنا چاہتے ہیں، تو بہتر ہوگا اپنے تمام دعاوی کو چھوڑ کر ان کے ساتھ مل جائیں۔

"الفضل" کو چاہئے تھا کہ اپنے موجودہ خلیفہ صاحب کو بھی یہ مشورہ دیتا کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد سے بالکل قطع تعلق کر لیں" کیونکہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں یہ کہہ آئے ہیں کہ چونکہ مسلمانوں کے متعلق لفظ کفر کے استعمال سے غلط فہمی یا تلخی پیدا ہونے کا احتمال ہے اس لئے ہم اس سے اجتناب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کیا "الفضل" کے نزدیک خلیفہ صاحب کی یہ کوشش مسلمانوں سے قریب ہونے کی کوشش نہیں؟ پھر کیوں نہ اس نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ حضرت! اگر آپ مسلمانوں سے قریب ہی ہونا چاہتے ہیں تو حضرت مرزا غلام احمد سے بالکل قطع تعلق کر لیں"۔ پھر اگر "الفضل" کو مسلمانوں سے دوری منظور ہے تو کیوں نہیں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ چھوڑ کر اپنا الگ کلمہ بنا لیتا اور بہائیوں کی طرح الگ مذہب اختیار کر لیتا، کیونکہ مسلمانوں سے دوری سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ کلمہ، نماز، اذان وغیرہ اسلامی کاموں میں عامۃ المسلمین سے اشتراک نہ رکھا جائے، کیا "الفضل" اپنی جماعت کو اور خلیفہ کو ایسا مشورہ دینے کے لئے تیار ہے؟

مولانا سید عبداللہ غزنوی کے دو کشف

معاصر "الاعتصام" نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی مرحوم کے وہ حالات شائع کئے ہیں جو کابل قندھار کی سرزمین میں علمائے احناف کے ساتھ معمولی فروعی اختلافات کی وجہ سے مصائب اور قید و بند کی صورت میں انہیں پیش آئے۔ اس دوران میں مولانا مرحوم نے گورنر قندھار کے دربار میں جو خطاب ارشاد فرمایا اور قید و بند کی حالت میں اپنے اہل و عیال اور مریدین کو صبر و استقامت کا جو پیغام بھیجا وہ اس مقام عزیمت کا پتہ دیتا ہے جو اہل اللہ کے لئے خاص ہے، ہم مولانا سید عبداللہ صاحب مرحوم کی بزرگی اور تقرب الی اللہ کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ صاحب الہام و کشف بزرگ تھے، غزنی و قندھار سے جلاوطنی کے بعد وہ امرتسر میں آکر آباد ہو گئے تھے، جہاں ان کی وجہ سے اہلحدیث کا سب سے بڑا مرکز قائم ہو گیا اس جگہ ان کے الہامات و کشوف کی کئی نظائر مشہور چلی آتی ہیں، جن میں سے ایک دو ہم معاصر "الاعتصام" کی توجہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ایک دفعہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ قادیان میں ایک نور نازل ہوا ہے، لیکن میری اولاد اس سے محروم رہ گئی،

مولانا عبداللہ صاحب کا یہ ارشاد حرف بحرف سچا ثابت ہوا ہے قادیان کے نور کو آج کون نہیں جانتا جس کی وجہ سے ایک دنیا منور ہو رہی ہے یہاں تک کہ یورپ اور امریکہ میں بھی اس کی شعاعیں پوری تابانی کے ساتھ پہنچ چکی ہیں لیکن حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ حضرت مولانا سید عبداللہ صاحب غزنوی کی اولاد علم دین سے حصہ وافر پانے کے باوجود اس نور سے محروم چلی آ رہی ہے۔

سید عبداللہ صاحب مرحوم نے ایک اور کشف میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا کرتہ پھٹا ہوا دیکھا اور اس سے ان کی علمی پردہ دری مراد لی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، مولوی محمد حسین صاحب کے علم کی پردہ داری ... ہوئی تھی وہ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں آکر خاک بسر مل گئی اور ان کے علم کا پردہ چاک ہو گیا۔ یہ دونوں کشف اس قابل ہیں کہ حضرت سید

مامورانِ الٰہی کی مصائب و مشکلات اور آخری کامیابی

حضرت مسیح موعودؑ کی فتوحات اور آپ کی جماعت کی شاندار خدمتِ اسلام

جماعت احمدیہ ایک زندہ اور فعال جماعت ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتی

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولو اننا نزلنا الیہم الملٰئکۃ وکلمہم الموتٰی وحشرنا علیہم کل شیء قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ ولٰکن اکثرہم یجہلون

(الانعام - آیت ۱۱۲)

حضرت نبی کریمؐ کے خلاف کفار کا پراپیگنڈا

اس ذکر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات کا ذکر ہے اور وہ انتہا درجہ کی مشکلات ہیں جن میں سے آپؐ کو گذرنا پڑا، آپ کو معلوم ہے کہ حضور مسلسل تیرہ سال تک دشمن کی ایذا رسانیوں کا تختۂ مشق بنے رہے اور اس قدر شدت کا پراپیگنڈا آپؐ کے خلاف کیا گیا کہ کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ کس طرح آپ اس پراپیگنڈا کے اثر سے بچ سکیں گے۔ مکہ کے بڑے بڑے رؤسا، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف اس پراپیگنڈا کے اصل محرک اور اس میں سب سے بڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ ان لوگوں نے بڑا سخت پراپیگنڈا کیا اور کہا ما لہٰذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق، لوگو! یہ پیغمبر عجیب ہے خدا کا ایلچی اور کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی پھرتا ہے، پیغمبری ہوتی تو کوئی فرشتہ اس کے ساتھ ہوتا، فرشتے اس کی حفاظت کے لئے نازل ہوتے، پھر نہیں تو کوئی اس کے لئے محلات اور باغات ہوتے وقالوا لن نؤمن لک حتٰی تفجر لنا من الارض ینبوعا - کوئی ہمارے لئے زمین سے چشمہ ہی نکال دو او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا ہمارے لئے ... تو کم از کم اپنے لئے تو کوئی کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیئے، جس کے اندر نہریں چلتی ہوں ... یہ دونوں چیزیں نہیں تو کس طرح سمجھا جاسکے کہ تو خدا کی طرف سے پیغمبر ہو کر آیا ہے، پھر قوم کو کہتے ہیں کہ یہ شخص تمہاری روایات اور اعتقادات کو برباد کرنے والا ہے تمہارے رسم و رواج کا یہ دشمن ہے۔ الولید بن المغیرہ جو حضور کا شدید ترین دشمن تھا بہت بڑا شاعر اور بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا، اس نے کہا لو کان النبوۃ حقا لکنت احق بہا من محمد فانی اکثر منہ مالا وولدا اگر نبوت حق

ہوتی تو سب سے بڑھ کر اس کا حقدار میں ہوتا، جس کو فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ حیثیت کی وجہ سے بہت بڑا امتیاز حاصل ہے اور جو دولت اور جتھے کا مالک ہے یہ غریب و بے کس انسان کس طرح نبوت کا حقدار ہو سکتا ہے، غرضیکہ بڑی خطرناک دشمنی انہوں نے کی اور طرح طرح کا خطرناک پراپیگنڈا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا گیا، یہاں تک کہ آپؐ کو مکہ سے نکلنا پڑا لیکن پھر بھی آپ کو نہ چھوڑا، لڑائی پر لڑائی آپ کے خلاف کی گئی، پھر ایک اور پراپیگنڈا یہ کیا کہ یہ ہیں کیا چیز؟ مٹھی بھر آدمی ہیں ختم ہو جائیں گے غر ہٰؤلاء دینہم، یہ بے عقل لوگ دیوانوں کی طرح اپنی جانیں گنوانے کے درپے ہیں - یہ ہلاک ہو جائیں گے۔

عبد اللہ بن ابی کی تباہ کن حرکت

ایک طرف دشمن کا یہ پراپیگنڈا اور خطرناک مخالفت، دوسری طرف احد کی لڑائی میں گھر کے آدمیوں نے وہ تکلیف پہنچائی کہ اگر خدا کی نصرت نہ ہوتی، تو تباہ کن تھی، عبد اللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو لشکر اسلامی سے واپس لے گیا - اس کا خیال تھا کہ کفار کے تین ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں نبی کریم صلعم کا صرف ایک ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر نکلنا اپنے آپ کو تباہی کے منہ میں ڈالنا ہے قالوا لو نعلم قتالا لاتبعناکم بھلا یہ بھی کوئی لڑائی ہے، یہ تو اپنے آپ کو موت کے منہ میں لے جانا ہے اگر ہم اس کو جنگ سمجھیں تو تمہارے ساتھ ہو کر لڑیں، یہ کوئی عقلمندی تو نہیں، یہ تو سراسر بے وقوفی ہے کہ تین ہزار کے مقابلہ میں ایک ہزار آدمی نکلے، تو کبھی کبھی دنیا کے دانشمند خدا کے ماموروں کی باتوں کو بے وقوفی سمجھ کر ان کا ساتھ دینے سے پرہیز کرتے ہیں،

نبی کریم صلعم کی طمانیت قلب اور خدا پر ایمان

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کا خدا پر ایمان نہ ہوتا تو ایسی شدید مخالفت میں کبھی کے ختم ہو جاتے، لیکن آپ کے دل پر کبھی مایوسی ظاہری نہ ہوتی، بلکہ یوں جوں حالات خراب ہوتے، آپؐ اپنے ساتھیوں کو تسلی دیتے، کہ آخر کار کامیابی ہماری ہے۔ ایک دن کعبہ کی دیوار کے ساتھ آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ایک شخص نے آ کر کہا کہ حضورؐ یہ مصائب کا سلسلہ تو ختم ہونے میں نہیں آتا، کب ہم ان مصائب و مشکلات سے نکل سکیں گے، فرمایا مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں، ایک دن آئے گا کہ ایک پردہ نشین عورت اس ملک میں سفر کرے گی اور کوئی اس پر ہاتھ نہ اٹھا سکے گا، اور اتنا مال آئے گا کہ کوئی خیرات لینے والا نہ ہوگا - کیا خدا پر ایمان ہے مصائب انتہا درجہ کی ہیں لیکن کیا ایمان ہے کہ ایسی حالت میں ملکی فتوحات کی خوشخبریاں سناتے ہیں،

نبی کریم صلعم کی شجاعت اور ایمان باللہ میدان جنگ میں

احد کی لڑائی میں تین سو آدمیوں کا واپس چلا جانا لشکر اسلامی کے لئے سخت مشکلات کا موجب تھا، عبد اللہ بن ابی کا اعتراض ہے کہ محمد رسول اللہ ہم بوڑھوں کو تو پوچھتا بھی نہیں نہ ہم سے مشورہ لیتا ہے، یہ تو جوانوں کے مشورہ پر چلتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان اور شجاعت دیکھئے، میدان جنگ میں زخمی ہو کر گر جاتے ہیں اور جب ہوش آتا ہے تو اٹھ کر پکارتے ہیں الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ - اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، اس طرح میدان جنگ میں دشمن کو اپنی موجودگی کا پتہ دے دیتے ہیں - آپ کی آواز پر مسلمان مجتمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے تین ہزار کے مقابلہ پر سات سو کو فتح دے دی، دشمن بھاگ گیا لیکن آپ نے اس پر اکتفا نہ کی بلکہ اپنے دوستوں سے جو زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے کہا کہ اٹھو، ہمت کرو ہم ان کا پیچھا کریں گے، آپ کو معلوم ہوا تھا کہ ایک مقام پر وہ ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں، لیکن جب آپ گئے تو وہ وہاں سے چلے گئے تھے -

ماموریں کے ساتھ نصرتِ الٰہی

تو فرشتے تو آپ کی امداد کے لئے آتے لیکن مصائب آپ نے کس قدر دیکھیں، فرماتا ہے - وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا - اسی طرح ہر نبی کے دشمن ہوتے ہیں جو شیاطین کا لباس پہن کر ملمع کی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں - اور خدا کے فرستادہ کے خلاف لوگوں کو اکساتے ہیں لیکن خدا کا فیصلہ ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا - ہم اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی امداد کرتے ہیں، اور آخر کار انہیں کامیابی اور فتوحات دیتے ہیں، وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ تیرے رب کی باتیں سچی اور منصفانہ ہیں اور وہ پوری ہو کر رہیں گی، اور یہ جو کہتے ہیں کہ باغی ہوں، نہیں ہوں افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم

الکتٰب متصل کسی اور معجزہ کی کیا ضرورت ہے، یہ قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے، یہ تمام دنیا کی نہریں خشک ہو جائیں گی، لیکن قرآن کی نہر جاری رہے گی، اور مخلوق خدا کے دلوں کو روحانی پانی سے ہمیشہ سیراب کرتی رہے گی، ہم ہوا ظالم کبھی پنپ نہیں سکتے، آخر کار خدا کا فرستادہ ہی کامیاب ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت اور دشمنوں کی ناکامی

اس زمانہ میں بھی ہم نے ایک مامور کو دیکھا، وہ دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کی تعلیم لے کر آیا اور قرآن کی طرف لوگوں کو بلایا، لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے اس کی سخت مخالفت کی گئی، اپنوں نے بھی مخالفت کی اور غیروں نے بھی، اپنوں میں سے ڈاکٹر عبدالحکیم تھے، اس نے ہر رنگ میں بدنام کرنے کی کوشش کی، اور ایسا ہی مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی ثناء اللہ اور دوسرے بڑے بڑے مولویوں نے، اور آریوں اور عیسائیوں نے آپ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے پورا زور لگایا لیکن آج۔ کہاں ہیں عبدالحکیم اور کہاں ہیں ثناء اللہ اور محمد حسین، اور آریہ اور عیسائی سب ختم ہو گئے۔

مصائب و مشکلات میں فتح اسلام کی پیشگوئی

لیکن مامور من اللہ حضرت مسیح موعودؑ کا مشن جاری ہے، حضرت نے اس پنجاب پر بڑی حجت تمام کی ہے کیونکہ یہ مذاہب کا اکھاڑہ تھا، ابتداء میں جب چاروں طرف مخالفت پھیلی ہوئی تھی، آپ کتاب لکھتے ہیں فتح اسلام، ایک شخص جو مصیبت میں ہے، ہر طرف اس کی مخالفت ہو رہی ہے وہ اسلام کی فتح کے خواب دیکھتا ہے، اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئے تھے، اسی سے آپ کے ایمان کا پتہ لگتا ہے، پھر لکھتے ہیں کہ یورپ میں میرے ذریعہ سے اسلام پھیلے گا حالانکہ اسلام کو اس وقت ایک مردہ مذہب سمجھا جاتا تھا اور خود مسلمان اس وقت مایوس تھے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ احزاب کے موقعہ پر خندق کھودتے ہوئے جب ایک پتھر پر ضرب ماری اور اس میں سے چنگاریاں نکلیں تو آپ نے کہا کہ میں قیصر اور کسریٰ کے محلات دیکھتا ہوں اور میری امت اُن کو حاصل کرے گی، مصائب پر مصائب آ رہے ہیں، دشمن بہت بڑی جمعیت کیساتھ چڑھائی کر رہا ہے اور آپ قیصر و کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ہیں،

یورپ میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات

ایسا ہی حضرت مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ یورپ کے لوگ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوں گے، لوگ سمجھتے تھے یہ پاگل ہے، یورپ کہاں مسلمان ہو سکتا ہے شروع شروع میں جب ایک دو آدمی یہاں سے تبلیغ کے لئے گئے تو لوگوں نے اُن پہ ہنسی اڑائی، لیکن دنیا نے دیکھا کہ ایک طرف لنڈن میں لارڈ ہیڈلے اور دوسری طرف برلن میں بیرن عمر ایرنفلز جیسے ذی حیثیت مسلمان ہو گئے لنڈن میں مارمڈیوک پکتھال اور جرمنی میں ڈاکٹر ماریس جیسے عالم اور مصنف مسلمان ہو گئے، اور ان مصنف کے کئی لوگوں کے دلوں میں اسلام گھر کرتا چلا جا رہا ہے۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ ایران، ترکی، عرب، افریقہ، اور پاکستان کے بڑے بڑے مسلمان جو یورپ میں جاتے ہیں، وہ ووکنگ مشن کی ان کامیابیوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں کہ اس قوم نے کہاں سے اتنے خزانے حاصل کئے کہ اتنا بڑا مشن وہاں قائم کیا اور وہ کونسی روحانی طاقت ہے جو ان لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بناتی جا رہی ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب نے کتنا بڑا کمال کیا ہے، جو لٹریچر آپ نے اور آپ کے بعد آپ کے ساتھیوں نے پیدا کیا اس نے دنیا کو منور کر دیا ہے آج تمام دنیا قائل ہے کہ آپ کی جماعت نے اسلام کو زندہ کر دیا ہے۔ واستیقنتہا انفسہم دل مان چکے ہیں ؎

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

مسٹر گلب کا قبول اسلام

آپ خوش ہوں گے کہ اس عید پر ووکنگ میں انگلستان کے مشہور جرنیل مسٹر گلب کا بیٹا مسلمان ہو گیا، اس نظارہ کو دیکھ کر پاکستان کے ہائی کمشنر اور ان کی بیگم صاحبہ نے فرطِ مسرت سے کہا کہ

"مسجد ووکنگ کا یہ نظارہ ہمیشہ ہمارے ذہنوں میں ہمیشہ رہے گا"

یہ کس بات کی خوشی ہے اس چیز کی کہ اسلام پھیل رہا ہے۔ کس کے ذریعہ سے؟ یہ حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ پھیل رہا ہے، حضرت نے وہ کام کیا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے۔

ووکنگ مشن کی برکات

آج ووکنگ کی برکت سے اسلام کے حق میں اور عیسائیت کے خلاف کتابیں لکھی جا رہی ہیں، اسلام دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے اور یہ تازہ خبر ہمارے لئے بڑی خوشی کا موجب ہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس خبر کو اور ووکنگ کی تبلیغی مساعی کو لوگوں تک پہنچائیں اور حضرت مسیح موعود کی صداقت لوگوں پر واضح کریں اور مشن کے لئے امداد حاصل کریں، تمام حکومتوں کے نمائندے اور سفیر وہاں جا کر اس نظارہ کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں، اس سے پہلے آغا خان مرحوم کی فاتحہ خوانی ووکنگ میں ہوئی اور اس موقعہ پر موجودہ آغا خان اور اُن کے لواحقین کے علاوہ ملکہ معظمہ انگلستان نے بھی اپنا ایک خاص نمائندہ وہاں بھیجا۔ گویا انگلستان کے شاہی خاندان کو بھی علم ہے کہ مسجد ووکنگ انگلستان میں اسلام کا واحد سنٹر ہے، آج اس مشن میں چار بڑے بڑے قابل آدمی وہاں کام کر رہے ہیں۔ مولانا عبدالمجید جو اسلامک ریویو کو ایڈٹ کرتے ہیں اور اقبال احمد صاحب اُن کے اسسٹنٹ ہیں۔ خانبہادر غلام ربانی خاں بحیثیت امام تبلیغی فرائض ادا کرتے اور جگہ جگہ لیکچر دیتے ہیں، اور اُن کے ساتھ یحییٰ بٹ صاحب بطور نائب امام کام کرتے ہیں، یہ چاروں خدا کے فضل سے کامیاب ہیں اور ان کی عزت سے اور ان کی وجہ سے ووکنگ مسجد اور اسلام کی عزت بڑھتی جا رہی ہے۔

جماعت کے اہل قلم حضرات

یہاں بھی ایسے فاضل انسان موجود ہیں جن کی قلم میں قوت ہے اور وہ اسلام پر بہترین مضامین لکھنے کی قابلیت رکھتے ہیں، مولانا یعقوب خاں صاحب ہیں، مصری صاحب ہیں، مولانا مرتضیٰ خاں صاحب ہیں، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ہیں، چیمہ صاحب ہیں، ان لوگوں کو اگر اس کام پر لگایا جائے تو اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھ سکتے ہیں، خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے خواجہ نذیر احمد صاحب کو بھی خدا نے توفیق دی کہ انہوں نے ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب

JESUS IN HEAVEN ON EARTH

لکھی، جس کی دھاک چاروں طرف عیسائی دنیا میں بیٹھ گئی۔

زندہ اور فعال جماعت

تو آپ کے پاس تو کام کرنے والے موجود ہیں اور کام خدا کے فضل سے ہو رہا ہے، اس کو کہتے ہیں زندہ اور فعال جماعت، میں کراچی سے پشاور تک اور ایبٹ آباد اور مانسہرہ تک تمام جماعتوں میں پھرا ہوں، خدا کے فضل سے جماعتوں کے اندر زندگی موجود ہے، اور اُن کے ایثار کا یہ ثبوت ہے کہ اس سال جون تک ۹۰ ہزار روپیہ آ چکا ہے، یہ قوم کے ایثار کی دلیل ہے، حضرت نے وہ قوم پیدا کی جو لکھ سکتے ہیں، قربانیاں کر سکتے ہیں، اسلام کے لئے زندگیاں دے سکتے ہیں۔ ملتان سے ماہوار چندہ کے علاوہ دس ہزار کا عطیہ ملا ہے جو میاں فاروق احمد صاحب کے پاس جمع ہے۔ گویا جون کے آخر تک ایک لاکھ روپے آپ کی جماعت نے دیئے ہیں اللّٰھم زد فزد

اراضی کی آمد

پھر اس سال اراضی کی آمد بھی پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ دو ٹیوب ویل سندھ کی زمین میں لگائے گئے ہیں اور ایک ٹیوب ویل اراضیات اوکاڑہ میں لگایا گیا ہے جن کی وجہ سے اگلے سال پیداوار میں بڑا اضافہ ہوگا، اور کافی رقم وصول ہوگی، پھر انجمن پر ایک پیسہ قرضہ باقی نہیں اور دفتر نے محسوس کیا ہے کہ ہمارا ہاتھ خدا کے فضل سے کھلا ہے۔

مشکلات میں ساتھ دینے والے ہی اجر کے مستحق ہونگے

معلوم ہوا ماموروں کے ساتھ ابتداء میں مشکلات ہوتی ہیں نحن معاشر الانبیاء فالامثل فالامثل انبیاء پر سب سے زیادہ مشکلات آتی ہیں اور پھر ان کے بعد اولیاء و مجددین پر بھی ان کے حسب مراتب مصائب وارد ہوتی ہیں، یہ مصیبتیں بتاتی ہیں کہ ان کے ساتھ خدا کا ہاتھ ہے اور آخر کار انہیں کامیابی حاصل ہوگی وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا جن لوگوں نے مصائب میں ساتھ دیا اور قربانی اور ایثار سے کام لیا وہ اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے اور جنہوں نے مقابلہ کیا اُن کے لئے حسرت و ناکامی کے پھول ہے اور کیا ہے لامبدل لکلماتہٖ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں وھو السمیع العلیم وہ سب کچھ سنتا ہے اور سب

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر سامانوی

(۶)

اس کے ثبوت کے لئے کہ مصلح موعود ہی قمرالانبیاء ہے اور وہ صلبی بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں مندرجہ ذیل الہامات کو بغور پڑھنا چاہیئے :-

"انا نبشرك بغلام حليم مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء اسمه عمانوايل يولد لك الولد ويدنى منك الفضل ان نوری قریب۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا، گویا خدا آسمان سے اترا اس کا نام عمانوایل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تجھے لڑکا دیا جائے گا اور خدا کا فضل تجھ سے قریب ہوگا میرا نور قریب ہے"

تذکرہ صفحہ ۲۸۴

یہ سب الہامات ۱۸۹۶ء کے ہیں ان میں مصلح موعود اور قمرالانبیاء کی وہ صفات یکجائی طور پر بیان کی گئی ہیں، جو دیگر الہامات میں علیحدہ علیحدہ بیان ہوئی ہیں، مثلاً جس لڑکے کے متعلق اس جگہ بشارت دی گئی ہے اس کی سب سے پہلی صفت مظهر الحق والعلا اور كان الله نزل من السماء بیان کی ہے جو مصلح موعود کی سب سے بڑی علامت ہے اور مصلح موعود کے ذکر کے ساتھ ہر جگہ یہ بیان کی گئی عمانوایل بھی مصلح موعود کا نام ہے فضل بھی اسی کا نام ہے اور نور بھی اسی کو کہا گیا ہے، اور قمرالانبیاء والے الہامات میں حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کرنے والا اور فضل اور نور نام رکھے گئے جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ یہ ایک ہی شخص کے کاموں کی وجہ سے مختلف صفاتی نام رکھے گئے ہیں اور جس کے یہ سب نام ہیں وہی مصلح موعود ہوگا اس میں عجیب بات یہ ہے کہ ۱۸۹۶ء میں جب یہ الہامات ہوئے اس وقت جناب میاں محمود احمد صاحب اور جناب میاں بشیر احمد صاحب دونوں ہی پیدا ہو چکے تھے جن میں سے ایک کی عمر سات سال تھی اور دوسرے کی عمر تقریباً تین سال تھی ان کی پیدائش کے بعد ان الہامات کے نزول کے صاف یہ معنی ہیں کہ پیدا شدہ لڑکوں میں سے کوئی بھی ان کا مصداق نہیں بلکہ وہ آئندہ پیدا ہونے والا ہے، پھر اس کے زمانہ دراز بعد ۱۹۰۶ء، ۱۹۰۷ء میں دوبارہ انہی الہامات کا ہونا بقول خلیفہ صاحب ایجود یاددہانی نہ تھا بلکہ یہ بتانے کے لئے تھا کہ وہ لڑکا جو ان سب صفات سے متصف ہوگا اس تاریخ تک پیدا نہیں ہوا بلکہ ہم تم کو بشارت دیتے ہیں کہ وہ اس کے بعد اپنے وقت پر ضرور پیدا ہوگا تم دھوکا نہ کھانا، اور پیدا شدہ لڑکوں میں سے کسی کو مصلح موعود بنا کر "مجرم" نہ بن جانا کہ بعد میں تم کو نادم اور پریشان ہو کر "انا كنا خاطئين" کہنا پڑے۔ پس یہ سب باتیں اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ "يتزوج ويولد له" کا مصداق حضرت صاحب کے صلبی بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں بلکہ وہ روحانی بیٹا ہوگا جو تینوں میں کوئی نہ ہوگا بلکہ چوتھا بیٹا ہوگا۔ یہ تینوں بیٹے دنیا کا پھل ہونے کی وجہ سے آپ کی دنیاوی جائداد کے وارث ہوں گے، اور چوتھا بیٹا آسمانی اور روحانی پھل ہونے کے سبب آپ کی روحانیت کا وارث ہو کر آپ کا بیٹا کہلائے گا۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی شخص کی وراثت سنبھالنے کی ضرورت اس کی وفات کے بعد ہوتی ہے چونکہ جسمانی طور پر آپ کی وفات ہو چکی اس لئے اس دنیا کی وراثت کو تینوں دنیاوی پھلوں نے سنبھال لیا اور روحانی طور پر چونکہ ابھی آپ زندہ ہیں اور جب تک یہ روحانی زندگی چلے گی اس وقت تک کسی خاص روحانی وارث کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب یہ زندگی ختم ہوگی پھر اللہ تعالیٰ اس کا وارث پیدا کر دے گا جو حضور کے مقاصد کو بدرجہ اتم پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا اور اسی لئے وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔ اس کے متعلق آگے چل کر یہ ثابت کیا جائے گا کہ آپ کی روحانی زندگی کب تک رہے گی اور روحانیت کے وارث کی کب ضرورت ہوگی؟ سردست یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ مصلح موعود اور حدیث مذکورۃ الصدر کا مصداق صلبی بیٹوں میں سے کوئی نہیں سو خدا کے فضل سے یہ ثابت ہو گیا۔ مزید ثبوت اس بات کا یہ ہے کہ

مصلح موعود ابن مریم بھی ہوگا

جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

"اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین احمدیہ میں مریم کے نام سے پکارا گیا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حدیث نبوی اور الہامات میں ابن مریم کہا گیا ہے اور سب ہمارے دوست جانتے ہیں کہ آپ کی والدہ صاحبہ محترمہ کا نام تو مریم نہ تھا صرف ابن مریم کی روحانی صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے آپ کو ابن مریم کہا اور اسی لحاظ سے آپ نے دعویٰ کیا اب جبکہ ابن مریم کا جسمانی بیٹا نہ تھا بلکہ روحانی بیٹا تھا، تو ان کے بعد آنے والا ابن مریم جسمانی بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس کے علاوہ یہ بھی سوچنے والی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فی الواقع جسمانی طور سے تو مریم نہ تھے بلکہ صرف روحانی طور سے مریم تھے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ روحانی مریم کا بیٹا جسمانی طور پر ابن مریم ہو بلکہ یہ بات تو واضح ثبوت ہے اس امر کا کہ جس طرح مریم جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے اسی طرح آنے والا ابن مریم بھی جسمانی نہیں بلکہ روحانی بیٹا ہوگا یہی معنی اس الہام کے ہیں جو تذکرہ کے صفحہ ۸۰۱ پر ۱۹۰۸ء کے تحت بحوالہ مکتوب پیر سراج الحق صاحب نعمانی صفحہ ۶ پر لکھا ہے :-

> زور گاہے خدا مرد سے بصد اعزاز سے آید
> مبارک بادت اے مریم کہ عیسیٰ باز سے آید

پس ابن مریم کو صلبی بیٹا ثابت کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ مریم کا جسمانی طور پر مریم ہونا ثابت کیا جاوے ورنہ اگر مریم روحانی رہے گی تو پھر ابن مریم کا جسمانی بیٹا ثابت ہونا محال ہے۔

مثیل مسیح اور مصلح موعود

ابن مریم کے ذکر میں یہ تذکرہ بھی نامناسب نہ ہوگا کہ جناب خلیفہ صاحب نے جہاں اور دعاوی کئے ہیں ۲۸ یکم فروری ۱۹۴۲ء کے الفضل میں مثیل مسیح ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ ربوائی دوست اس کی بنیاد حضرت اقدس کے ان حوالہ جات پر رکھتے ہیں جن میں آپ نے اپنی ذریت میں ایک مسیح کے آنے کی پیشگوئی کی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ذریت میں ہونے والا مسیح اور مصلح موعود دونوں ایک ہی ہیں الگ الگ وجود نہیں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آنے والا مسیح حضرت اقدس کی نسل میں ہوگا تو اس کے ساتھ یہ خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ مصلح موعود بھی آپ کا روحانی بیٹا ہوگا نہ کہ جسمانی، حضرت اقدس علیہ السلام مثیل مسیح کے متعلق فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر یہ ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۵)

یہ حوالہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ مصلح موعود ہی مثیل مسیح ہوگا اس کے سوا کوئی دوسرا شخص اس نام کا مستحق نہیں یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ مصلح موعود کی ابن مریم سے کیا مماثلت ہوگی اور اسے کیوں مثیل مسیح کہا گیا

سوال کا جواب یہ ہے کہ

(۱) جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور تھے اسی طرح مصلح موعود بھی مامور ہوگا کیونکہ اس کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمان سے اترے گا اور آسمان سے اترنے کا محاورہ ہمیشہ مامور من اللہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کے متعلق حدیث میں آتا ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم اگر کوئی غیر مامور مثیل مسیح ہونے کا دعویدار ہو تو وہ صادق مدعی نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضرت مریم صدیقہ کو یہ خوشخبری دی گئی کہ ان اللہ یبشرک بکلمۃ۔ اسی طرح مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود کو بشارت دی کہ انا نبشرک بغلام" (تذکرہ صـ۱۴۶)

(۳) مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا لاھب لک غلاما زکیا۔ مصلح موعود کے متعلق الہام ہوا "ساھب لک غلاما زکیا" (تذکرہ صـ۸۳۳)

(۴) مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا ولنجعلہ ایۃ للناس ورحمۃ منا۔ مصلح موعود کے متعلق فرمایا:۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں" (تذکرہ صـ۱۴۲)

(۵) مسیح علیہ السلام کے متعلق کلمۃ اللہ فرمایا مصلح موعود کے متعلق بھی فرمایا "وہ کلمۃ اللہ" ہے۔

(تذکرہ صـ۱۴۴)

(۶) مسیح علیہ السلام کو فرمایا "روح منہ" مصلح موعود کے متعلق فرمایا:۔

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"

(تذکرہ صـ۱۴۴)

(۷) حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا وجیھا فی الدنیا والاخرۃ مصلح موعود کے متعلق الہام ہوا "ایک وجیہہ اور پاک لڑکا" (ایضاً)

(۸) حضرت مسیح علیہ السلام کی صفت بیان کی ۔ تبرئ الاکمہ والابرص اور مصلح موعود کے متعلق فرمایا:۔

"وہ روح حق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا"

(تذکرہ صـ۱۴۲)

(۹) حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا ایدناہ بروح القدس مصلح موعود کے متعلق کہا:۔ "اس کو مقدس روح دی گئی"

(ایضاً)

(۱۰) حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا اذ تخرج الموتی باذنی اور مصلح موعود کے متعلق فرمایا:۔

"وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں" (ایضاً)

یہ موٹی موٹی مشابہتیں ہیں جن کی وجہ سے مصلح موعود کو مثیل مسیح کہا گیا جن کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ مصلح موعود اسی طرح مامور ہوگا جس طرح مسیح علیہ السلام کیونکہ سب صفات مذکورہ بالا ایک مامور کی ہی صفات ہیں نہ کہ غیر مامور کی۔ اگرچہ جناب میاں صاحب کا غیر مامور ہونا اُن کے مثیل مسیح نہ ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔ مگر ہم ربوائی (؟) فقرہ کو اُن کے گھر تک پہنچانے کے لئے مصلح موعود کے صلبی بیٹا ہونے کا ثبوت پیش کرنے میں کمی کی ہے تاکہ وہ زندگی بھر نہ کہہ سکیں کہ انشاءاللہ تعالیٰ ...... اس کے متعلق سب سے پہلے یہ عقدہ حل ہونا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی بعثت کے علاوہ علم الٰہی میں ان کی روحانی بعثتیں کتنی مقدر ہیں؟ اس کے حل کرنے کے لئے جب ہم موجودہ زمانہ کے مثیل مسیح کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کشفی طور پر اپنے مولا سے اطلاع پا کر اس کی عقدہ کشائی یوں فرمائی ہے کہ:۔

"مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو"

(آئینہ کمالات اسلام صـ۲۸۳)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام نے تین مرتبہ تمثیلی طور پر نزول کرنا ہے تو اس کے بعد یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اب تک کتنی مرتبہ آپ کا روحانی نزول ہو چکا ہے؟ اس کے متعلق حضور اسی کشف کی بناء پر فرماتے ہیں:۔

"اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقعہ پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا"

(ایضاً صـ۲۷۷)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اب تک دو مرتبہ حضرت مسیح علیہ السلام تمثیلی طور پر نزول کر چکے ہیں تو یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہ نزول کب اور کس کے ذریعہ ہوا؟ اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں:۔

"اوّل جب اُن کے فوت ہونے پر چھ سو برس گذر گیا .... تب یہ اعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی۔ اور اُن تمام الزاموں سے اپنی براءت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام طلب کیا تب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جن کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بے جا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک ثابت کر دیں اور اس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں"

(ایضاً صـ۲۷۹)

ثابت ہوا کہ تین روحانی بعثتوں میں سے پہلی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی اور دوسری تمثیلی بعثت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر اپنا نزول چاہا اور جب ان میں مثالی نزول کے لئے اشد درجہ کی توجہ اور خواہش پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ نے اس خواہش کے موافق دجال موجودہ کے نابود کرنے کے لئے ایسا شخص بھیجدیا جو ان کی روحانیت کا نمونہ تھا وہ نمونہ حضرت مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا یعنی حقیقت عیسویہ اس سے متحد ہوگئی تھی اور مسیح کی روحانیت کے تقاضے سے وہ پیدا ہوا تھا پس حقیقت عیسویہ اس میں ایسی منعکس ہوگئی جیسا کہ آئینہ میں اشکال" .... اس جگہ صاف طور پر کھل گیا کہ موجودہ فتنوں کے لحاظ سے مسیح کا نازل ہونا ہی ضروری تھا کیونکہ مسیح کی قوم بگڑی تھی اور مسیح کی ہی قوم میں دجالیت پھیلی تھی اس لئے مسیح کی روحانیت کو ہی جوش آنا لائق تھا یہ وہ دقیق معرفت ہے جو کشف کے ذریعہ سے اس عاجز پر کھلی ہے"

(ایضاً صـ۲۸۰)

اب بات بالکل صاف ہوگئی کہ اس زمانہ کے لئے جس مثیل مسیح کی ضرورت تھی وہ تو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوگئی اب یہاں کسی تیسرے مثیل کے لئے کوئی جگہ ہی باقی نہیں ....

.... وہ آ کس طرح سکتا ہے؟ یا تو اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کے مثیل مسیح ہونے سے انکار کیا جائے اور پھر اس زمانہ میں یہ دعوے کرنے والے کو جھوٹا سمجھا جائے اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہیں جب یہ ثابت ہوگیا کہ عصر حاضر کے لئے جس مثیل کا آنا مقدر تھا وہ مسیح موعود آ چکے اور ہم انہی کا زمانہ ہے تو پھر کسی اور کی آمد کا کبھی امکان ہو سکتا ہے جب پہلے مدعی کو معاذ اللہ جھوٹا تسلیم کیا جائے یا کم از کم اپنے اغراض بعثت کو پورا کرنے میں ناکام سمجھا جائے پس آج اس زمانہ کے لئے کوئی صلبی بیٹا اس لئے مصلح موعود نہیں ہو سکتا کہ اس کی ضرورت کوئی نہیں اور بے ضرورت دعوے کرنے والا کبھی سچا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہی نہیں کہ کبھی کسی مصلح کو بے ضرورت بھیجے ہاں اس جگہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب مسیح علیہ السلام کی تین روحانی بعثتیں مقدر ہیں جن میں سے اب تک دو ہو چکیں اور تیسری بعثت آپ کے صلبی بیٹے کے ذریعہ ہو گئی اور اس طرح تینوں بعثتیں مکمل ہو گئیں تو اس کا جواب بھی اپنی طرف سے دینے کی بجائے ہم حضرت اقدس علیہ السلام کے الفاظ میں ہی دیتے ہیں، آپ نے اسی کشف کے ذریعہ اطلاع پا کر یہ بھی بتایا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی تیسری روحانی بعثت کب ہوگی چنانچہ آپ فرماتے ہیں

(باقی صـ۱۰ پر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۴ جون بروز منگل ۱۹۵۸ء :-

استاذ علی محمد سرطاوی صاحب کو اسلامک ریویو بابت اپریل دستی بھجوایا اور معالی ڈاکٹر عبدالمجید القصاب، سعادۃ اسمٰعیل غانم و سعادۃ خلوصی و ڈاکٹر عبدالرحمٰن عزاوی و محمد امیر زادہ کو ... بھی یہ رسالہ ڈاک سے بھیجا۔ عبدالرحمٰن عزاوی کو لائٹ ۱۵ اور محمد امیر زادہ کو انسٹرکشن بھی بھیجا۔ عالی جناب محمود الحجوبہ سفیر انڈونیشیا فی القاہرہ کو لائٹ ۱۷-۱۶ علاوہ ازیں ۱۸ ڈاک سے بھیجا۔ عزیزم عبدالغفور پراچہ بغداد کو اسلام مائی چوائس اور انسٹرکشن ڈاک سے بھیجا۔ شام کو استاذ محمود زکی اور استاذ علی تشریف لائے، محمود زکی کو حمامۃ البشریٰ ڈاک سے بھجوایا تھا۔ اس کا انہوں نے شکریہ ادا کیا۔ استاذ علی نے سلسلہ کے ہر دو فریق کے اختلاف پر تبادلہ خیالات کیا۔ بعد صلوٰۃ مغرب جناب مرزا محمد خاں صاحب بھی تشریف لائے۔ آپ کل عربت سے آئے ہیں فرماتے تھے کرکوک میں ٹیلیماسٹر جناب عبدالعزیز صاحب حیاط لٹریچر کو خوب تقسیم کر رہے ہیں۔ عربت تک انہوں نے خود لٹریچر پہنچایا۔ جزاہ اللہ

۲۵ جون بروز بدھ ۱۹۵۸ء :-

سویرے میرے پوتے نواسہ نے پیغام صلح ۲۷ میں سے مضمون "دکنگ میں عید الفطر کے رقت انگیز منظر" پڑھ کر سنایا، بے اختیار زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا ؎

دین کی فتح و ظفر کا غلغلہ ہے چار سُو
آ رہی ہے غیب سے نصرٌ من اللہ کی صدا

اور وہ رقص کر رہی تھی جسم میں ایک برقی لہر دوڑ گئی جب ایک انگریز کے اعلان قبول اسلام کا ذکر کرتے ہوئے محترم خطیب نے اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا ؎

تمہیں اسلام کی آغوش میں آنا مبارک ہو
شۂ توحید کی آغوش میں آنا مبارک ہو

تڑپ اٹھا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اللہ تعالےٰ محترمی غلام ربانی صاحب اور اُن کے رفقائے کار کے بازوؤں کو مضبوط کرے اور اُن کے مبارک ہاتھوں سے دین کی مزید خدمت لے۔ آمین۔ اور تمام مسلمانان عالم کو یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ دکھائے اور ان کو بھی خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اے وابستگانِ سلسلہ تم کیسے خوش نصیب ہو کہ خدا تم سے کام لے رہا ہے، اس کی قدر کرو۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم ۔

جناب عبدالعزیز صاحب خیاط کرکوک کو پیغام صلح ... ۲۸ اسلامک ریویو بابت اپریل، روح اسلام بابت جون اور ٹریکٹ چارج آف میری ڈاک سے بھجوایا اخویم محمد شیر گل صاحب کو لائٹ ۱۶ عدد خاص ۱۸-۱۷ و انسٹرکشن ٹو مبرس دستی بھجوایا۔

۲۶ جون بروز جمعرات ۱۹۵۸ء :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ مدینہ یکم جون سے مولانا مودودی صاحب سے متعلق "چند باتوں کی وضاحت" از محمد منظور نعمانی، اور مولانا امین اصلاحی صاحب کا ایک "درد بھرا خط" پڑھ کر سنایا، اس کی ابھی پہلی قسط ہے" آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"۔ نیز اخبار امروز سے یہ دلچسپ خبر سنائی کہ ایک "پاکستانی مسیح موعود" سید بشیر احمد صاحب شہزادی مارگریٹ پر عاشق ہو گئے ہیں اور انہوں نے ۲۲۷ خطوط امیرہ موصوفہ کو لکھے ہیں اور ٹیلیفون بھی کرنا چاہتے تھے مگر حصول مقصد میں کامیابی نہ ہوئی، اللہ تعالےٰ سمجھ عطا فرماوے اور مسیح صادق کی قبولیت کی توفیق دے۔ آمین۔

صوفی صاحب سے مدینہ کے دو پرچے لئے اور ان کو پیغام صلح ۲۱ دیا عزیزم محمد طفیل صاحب امسٹرڈم کو مدینہ مذکورہ بھجوایا۔ مسٹر سالار داؤد نائجیریا کو اسلامک ریویو اگست ۱۹۵۸ء چارج آف میری و انسٹرکشن فار ممبرس ڈاک سے بھیجا۔ اخویم اسمٰعیل محمود صاحب کو پیغام صلح ۱۳ اور سید ارشاد حسین رضوی کو ۱۲ دستی بھیجا۔ ڈاکٹر محمد نصیر الدین کو مدینہ کے تین پرچے اور روح اسلام بابت جون اور اسلامک ریویو بابت اپریل اور سید صفدر علی صاحب مالک پاکستانی ہوٹل کو پیغام صلح ۲۱ اور روح اسلام دستی بھجوایا۔

۲۸ جون ۱۹۵۸ء بروز سنیچر :-

عراق میں یوم عید الاضحیٰ منایا جا رہا ہے حالانکہ مکہ معظمہ اور تمام ممالک عربیہ میں کل یہ یوم سعید منایا گیا۔ اے خدا اس یوم عظیم کے صدقہ ہمارے بوڑھوں میں روح ابراہیم اور بچوں میں روح اسمٰعیل اور خواتین میں روح حضرت ہاجرہ پیدا کر اور اس روح سے وہ مقدس کام کرنے کی توفیق بخش جو ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور آج زمانہ حاضرہ کے مقدس امام نے سرانجام دیا ہے۔

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

اس پودہ کی حفاظت اے وابستگان سلسلہ تمہارے سپرد ہے جاھدوا فی اللہ حق جہادہ۔ قدم آگے بڑھاتے چلو۔ ؎

کلاہ فتح و ظفر ہیچ سر نمی باید
مگر سرے کہ پئے حفظ دین فدا باشد

اکثر احباب بغرض استفسار صحت اور عید ملنے آتے رہے، جناب مرزا محمد خاں صاحب مع اپنے احباب ربود عظیم عربت بھی آئے انہیں مندرجہ ذیل دو رسالے دیئے :-

1 Where did Jesus die?
2 The Economic Structure of Islamic Society

۳۰ جون ۱۹۵۸ء بروز پیر :-

رات بخار کا طوفان زور پکڑ گیا ساڑھے تین بجے طبیعت خراب ہو گئی تمام دن سخت ترین تکلیف رہی۔ سویرے حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے میری طبیعت خراب دیکھ کر موصوف پریشان ہو گئے تنفس کا زور تھا اس حالت میں خود تو گفتگو نہ کر سکتا تھا، صوفی صاحب نے درخواست پر موصوف نے روح اسلام سے خزینۃ المعارف سے مضمون پڑھ سنایا اکثر احباب عید ملنے شام تک آتے رہے استاذ علی الخیاط تشریف لائے دیر تک گفتگو رہی، انہوں نے اپنے ایک دوست استاذ محمد مہدی تاجر سجاد کا ذکر کیا کہ وہ ایک روشن خیال شخص اہل علم دوست ہیں، تحریک احمدیت کو سمجھنا چاہتے ہیں عربی، فارسی انگریزی زبانوں سے واقف ہیں، میں نے استاذ موصوف کے ہاتھ مذکورہ بالا تاجر صاحب کو حمامۃ البشریٰ، ریویو آف اسلام اور نیو ورلڈ آرڈر ہدیۃً بھجوایا، اور یہ پیغام بھی بھیجا کہ آئندہ بھی وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں کچھ نہ کچھ لٹریچر بھیجا جاتا رہے گا۔ استاذ علی الخیاط کو بھی ایک نسخہ حمامۃ البشریٰ ہدیۃً دیا۔

۲ جولائی ۱۹۵۸ء بروز بدھ :-

اخویم ابراہیم آدم صاحب بحرانی بصرہ کو خط لکھا جناب عبدالعزیز الخیاط الپاکستانی کرکوک کو پیغام صلح ۲۱ و رسالہ دعوت فکر و کتابچہ Ahmadiyya Movement of Islam ڈاک سے بھجوایا۔

۳ جولائی ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے، اخبار کوہستان مورخہ ... جون سے ایک خبر بعنوان "قادیانیوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا، دمشق ۵ جون" کو یہ اطلاع اخبار مذکورہ کو پہنچی ہے نہ معلوم اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ ننانوے فی صد یہ خبر غلط معلوم ہوتی ہے کسی خاص مقصد کے پیش نظر یہ خبر اڑائی گئی ہے۔ کوہستان ایسی خبریں اڑانے میں مشاق ہے پہلے بھی عراق کے متعلق ایسی بناوٹی خبر اس نے شائع کی تھی (باقی پھر)

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ر اگست ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرما دیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ر اگست ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ر اگست ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو آپ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۴/۲۵	۶	۱۷۷/۳۶۹	۶
۱۵/۲۷	۶	۲۱۱/۴۴۱	۶
۱۷/۳۰	۶	۲۲۵/۴۸۵	۶
۱۹/۳۲	۶	۲۲۹/۴۹۹	۲۴
۲۰/۳۴	۶	۲۳۰/۵۰۴	۳
۲۲/۳۶	۶	۲۳۱/۵۰۵	۶
۴۱/۵۱	۶	۲۳۴/۵۱۲	۶
۴۵/۸۲	۶	۲۵۸/۵۹۱	۶
۵۰/۸۹	۶	۲۵۶/۵۹۹	۶
۵۰/۹۰	۶	۲۶۵/۶۱۹	۱۲
۵۲/۹۳	۴	۲۸۱/۶۵۱	۱۲
۵۴/۵۶	۱۲	۲۸۷/۶۶۹	۱۲
۶۰/۱۰۷	۶	۲۹۵/۶۸۸	۶
۶۹/۱۳۳	۶	۳۰۷/۷۱۰	۶
۷۷/۱۳۲	۱۲	۳۰۹/۷۱۲	۶
۱۰۱/۱۹۶	۶	۳۲۶/۷۴۹	۶
۱۱۲/۲۳۰	۱۸	۳۲۸/۷۵۰	۶
۱۱۷/۲۴۲	۶	۳۲۹/۷۵۱	۶
۱۳۷/۲۷۷	۶	۳۳۰/۷۵۵	۱۸
۱۴۵/۲۸۹	۶	۳۵۷	۶
۱۶۵/۳۳۲	۶	۱۰۴۰	۳
۱۷۶/۳۶۴	۶	۱۰۸۱	۶

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۰۸۴	۶	۲۰۴۰	۳
۱۰۹۷	۶	۲۰۴۲	۶
۲۰۰۵	۶	۲۰۸۳	۶
۲۰۰۶	۶	۲۰۸۷	۶
۲۰۱۱	۶	۲۰۸۹	۶
۲۰۲۷	۶	۲۰۹۰	۶
۲۰۳۳	۷		

رعایتی

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۲/۳	۶	۱۳۸	۴
۱۵/۲۲	۳	۱۶۸/۱۴۷	۴
۱۶/۲۳	۲	۶۱/۱۵۷	۱۲
۱۷/۲۸	۴	۷۴/۱۶۶	۶
۱۸/۳۰	۴	۷۵/۱۷۲	۴
۳۱/۳۵	۴	۱۷۸/۱۸۵	۶
۲۹/۴۶	۸	۸۰/۱۹۹	۶
۳۲/۵۲	۸	۸۲/۲۰۳	۱۲
۳۷/۵۵	۴	۸۳/۲۰۵	۶
۳۹/۵۷	۳	۸۶/۲۱۹	۶
۴۰/۵۸	۶	۱۹۷/۲۵۴	۶
۴۴/۶۰	۴	۱۰۰/۳۰۰	۱۲
۴۳/۶۲	۴	۱۰۳/۳۱۵	۲۰
۴۲/۶۳	۶	۱۱۲/۳۴۹	۳
۴۶/۶۶	۳	۱۱۳/۳۵۲	۶
۴۷/۷۲	۹	۱۱۴/۳۵۴	۱۶
۴۸/۷۳	۱۲	۱۱۷/۹۳۰	۴
۴۹/۷۴	۱۶	۱۱۸/۹۲۳	۳
۵۱/۷۸	۶	۱۲۱/۹۲۴	۲

احمدیہ حقیقت پسند پارٹی کی ہنگامی کنونشن

احمدیہ حقیقت پسند پارٹی کی ایک ہنگامی کنونشن موجودہ جماعتی اور ملکی حالات کے پیش نظر لاہور میں مورخہ ۲۷، ۲۸ر جولائی کو منعقد کی جا رہی ہے۔ ملک کے تمام حصوں سے جماعت احمدیہ کے نمائندگان شریک ہو رہے ہیں۔ نمائندگان کو بذریعہ اخبار اطلاع دی جاتی ہے کہ کنونشن کے اجلاس میں شمولیت کے لئے ۲ ڈیلر اسٹریٹ اچھرہ میں برمکان چوہدری صلاح الدین ناصر بتاریخ ۲۷ر جولائی صبح دس بجے تک پہنچ جائیں۔ جلسہ کی بذریعہ دعوت نامہ بھی اطلاع دی جا چکی ہے۔

قیام و طعام کا انتظام بذمہ پارٹی ہوگا۔

ملک عزیز الرحمٰن
جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی
پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲ لاہور

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

(بسلسلہ صفحہ ۹)

"اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد کہ خیر اور صلاح اور غلبہ توحید کا زمانہ ہوگا پھر دنیا میں فساد اور ظلم اور شرک عود کرے گا اور بعض بعض کو کیڑوں کی طرح کھائیں گے اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائیگی اور مخلوق کو خدا بنانے کی جہالت بڑے زور سے پھیلے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی تب قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی" (آئینہ صفحہ ۲۸۲)

جو لوگ آج مصلح موعود بنا رہے ہیں ان کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ وہ مسیحی نفس اور ذریت سے ہونے والا مسیح اس زمانہ کے آخری حصہ میں آئے گا اور جلالی طور پر اور قہری شبیہ میں اور یہی وہ شخص ہوگا جس کے لئے کل الفتح بعدہ کا الہام ہے اور یہی وہ مثیل مسیح ہوگا جس کے ذریعہ وکان حقا علینا نصر المومنین وعدہ پورا ہوگا، یہی وہ مصلح ربانی ہوگا جس کے ذریعہ حق ظاہر ہوگا اور صدق کھل جائے گا اس کی بعثت کا دن ہی وہ دن ہوگا جبکہ خسارہ پانے والے خسارہ پائیں گے یہی وہ بادشاہ ہوگا جو مجرموں کو "وامتازوا الیوم ایھا المجرمون" کی صدا دے گا جب وہ مبعوث ہوگا وہی دن یوم عصیب ہوگا۔ اور یہی وہ قمر الانبیاء ہوگا جس کا آنا جلال الٰہی کا موجب ہوگا اور جس کے ذریعہ شیطان ہمیشہ کے لئے مغلوب ہوگا اور یہی حضرت اقدس کا "جانشین" اور آپ کا چوتھا بیٹا ہوگا (صلبی بیٹے کو اس کا مصداق بنانے والوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ آج کسی مثیل مسیح کی آمد کو جائز رکھنے کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اُن کے نزدیک ہر زمانہ "خیر، رشد اور صلاح اور غلبہ توحید کا زمانہ" نہیں بلکہ "فساد ظلم، شرک اور جاہلیت کا زمانہ" ہے کیونکہ تیسرے مثیل مسیح نے ایسے زمانہ میں ہی آنا ہے اگر یہ درست ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ مسیح موعود علیہ السلام معاذ اللہ اپنے دعوے

باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے

مکتوب فجی

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گذشتہ دو تین ماہ سے اس قدر تفکرات کا شکار ہو گیا تھا۔ کہ خط نہیں لکھ سکا۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

پھر بھی اگر مشکلات اور ابتلاؤں کا اثر جسم اور خیالات پر نہ پڑتا۔ تو یہ بزرگ تسلی آمیز کلمات کیوں لکھتے۔ ابتدائی حالات یوں ہیں کہ ایک غیر مسلم لڑکی جس کا بایاں بازو ملکہ الزبتھ کے تاجپوشی کے دن صووا میں لاری موٹر کے حادثہ میں کٹ گیا تھا، کی امداد میں چار پانچ ہفتے گذار دیئے۔ اور اس کے لئے چندہ کی فراہمی میں اس قدر مصروف ہو گیا کہ تفکرات بھول گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے مخلوق خدا سے ہمدردی کرنے کے لئے جو نیک مثال اپنے عمل سے پیش کی ہے۔ وہ اس مذہبی اور قومی تعصب کے دور میں ایک مشعلِ راہ تھی، آپ نے اپنے مریدوں کے اندر ہمدردی بنی نوع انسان کے لئے ایک خاص جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ اور لوگ اُن سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ حضرت مولانا نورالدین رح کے مطب سے ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور ہر مذہب اور ملت کے لوگ آپ سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب تو ہمدردی بنی نوع انسان کی وجہ سے اس قدر ہر دلعزیز ہو گئے تھے۔ کہ وہ ہندو مسلم فسادات کے ایام میں بے دھڑک بلکہ سکھوں میں گھس جاتے ہوئے ان دونوں قوموں کے افراد کو پُرامن رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں احمدیوں نے نہ صرف مسلمانوں کو ظالموں کے ظلم سے بچایا، بلکہ انہوں نے بے شمار ہندوؤں اور سکھوں کو موت کے گھاٹ اُترنے سے بچایا اور اُن کی حفاظت کے لئے ہر طرح سے امداد کی۔

ایک احمدی کی نظر میں کسی غیر مسلم لڑکی کی امداد کر دینا معمولی بات ہے۔ لیکن بعض انتہا پسند مسلمانوں اور ہندوؤں کی نظر میں عجیب معاملہ دکھائی پڑتا ہے۔ ایک مسلمان دوست نے کہا ابھی ایک ہندو لڑکی کی امداد کرنے سے کیا فائدہ۔ کیا آپ کو کوئی مسلمان لڑکی نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے کہا کیا کروں اگر خداوند تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ربّ العالمین کی بجائے رب المسلمین پڑھنے کی تلقین کرتا، تو میں خدا کو مسلمانوں کا ربّ خیال کرتے ہوئے صرف مسلمانوں کی امداد کرتا، لیکن خدا تو رب العالمین ہے۔ ہمارا خدا تو رب العالمین ہے پھر کیوں ہم دوسروں کی امداد میں اس قدر تنگ نظری دکھائیں۔

گو جسٹرا ئر فجی میں ہندو مسلم تعصب اس قدر نہیں ہے لیکن پھر بھی کوتہ فہم لوگ موجود ہیں۔

یہ لڑکی صووا میں ملکہ الزبتھ کی تاجپوشی کے موقعہ پر جلوس دیکھنے گئی۔ اس کے ہاتھ میں جھنڈی تھی۔ واپسی پر اس نے ہاتھ لاری کی کھڑکی سے باہر جھنڈی لہرانے کے لئے کیا ہوا تھا۔ مقابل میں ایک اور لاری بہت تیز رفتاری سے گذری اور اس کا بازو فوراً کٹ کر سڑک پر تڑپنے لگا۔ لڑکی کو ہسپتال میں داخل کرنا پڑا۔ جان بچ گئی لیکن بازو اس کم عمری میں جدا ہو گیا۔

اس لڑکی کا باپ اس کے بچپن میں ہی گذر گیا تھا۔ اور اس یتیم لڑکی پہ ایک اور مصیبت آن پڑی ۱۹۵۳ء میں میرے ایک ہندو دوست نے اس کی امداد کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے ایک درخواست گورنمنٹ میں بھجوائی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ البتہ سکول کمیٹی نے اس کی فیس معاف کر دی، اور کتابیں بھی مفت دی منظور کیں ۱۹۵۵ء میں خاکسار امریکہ چلا گیا۔ اور جب واپس آیا اس لڑکی کی امداد کا خیال خود کر دیا۔ ۱۱ نومبر ۱۹۵۵ء کو ہم نے غریبوں کی امداد کے لئے کپڑا تقسیم کرنے کے لئے مرکز بنے سکول پہ رکھوا۔ اور اس کپڑے کی نمائش کی جو ایک امریکن لیڈی مسز بونی فریسن (MRS. B. FRIESEN) نے بھیجا تھا۔ افتتاحی رسم ادا کرنے کے لئے حاکم ضلع کو دعوت دی، اور اس موقعہ پر چار غریبوں کا انتخاب کیا۔ جن کو اس موقعہ پر کپڑا دینا تھا۔ اُن میں یہ لڑکی بھی تھی فوٹو لے لئے گئے، اور یہ فوٹو مسز بونی فریسن کو بھیجے گئے۔ اس لڑکی کے لئے اُن سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اس کے لئے امریکہ میں مفت تعلیم کا بندوبست کرے۔

مسز بونی فریسن کی لگاتار مسلسل کوشش سے پرکاش متی کے لئے بندوبست ہو گیا۔ انہیں صرف کرایہ کا بندوبست کرنا تھا۔ اب میں نے اپنے ایک دوست پنڈت ہری چند مہاراج (جو ضلع ہزارہ سے آ کر یہاں بس گئے ہیں) کی ہمراہی میں ساڑھے چار ہزار روپیہ چھ ہفتے کے اندر فراہم کر لیا۔ پھر اس کو ہلین کا ٹکٹ اور کپڑا وغیرہ دینے کے لئے گورنر صاحب بہادر سے درخواست کی کہ وہ اپنے ہاتھ سے پرکاش متی کو دیں، انہوں نے ہماری درخواست کو منظور کیا۔ اور ۲ مئی کو گورنمنٹ ہاؤس میں یہ رسم ادا ہوئی۔

خدا کی شان امراء کے لڑکوں کو آج تک نصیب نہیں ہوا کہ وہ غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے روانگی سے پیشتر کم از کم گورنر صاحب کو سلام تو کریں۔ لیکن ۲ مئی کو فجی کی تاریخ میں ایک نئی مثال قائم ہو گئی۔ اور گورنر صاحب بہادر اور ان کی بیگم صاحبہ نے اپنے ہاتھوں سے ہلین ٹکٹ۔ کپڑا۔ اور بنک ڈرافٹ دیا۔ اس موقعہ پر ۲۰ افراد موجود تھے، جنہوں نے اس فنڈ میں امداد کی تھی۔ خاکسار اور گورنر صاحب بہادر کی تقریروں کے اقتباس انگریزی اخبار میں شائع ہوئے، اور ریڈیو میں براڈ کاسٹ ہوئے۔

پرکاش متی سان فرانسسکو ۱۱ مئی کو پہنچ گئی، اخبارات نے اس کے فوٹو نکالے اور مضامین شائع کئے جن میں خاکسار کے متعلق بھی لکھا گیا۔ مسز بونی فریسن نے گذشتہ اتوار کو اس کے اعزاز میں دعوت طعام دی۔ جس میں ۵۰ افراد کو دعوت تھی۔ اس دعوت میں اہلیہ صاحبہ اور عزیزی رحمت اللہ اور عزیزہ زکیہ بٹ کے علاوہ کافی ہندوستانی اور پاکستانی احباب موجود تھے۔

امریکہ جیسے ملک میں جہاں وقت نہایت ہی قیمتی خیال کیا جاتا ہے۔ مسز بونی فریسن کا دوسروں کی امداد کے لئے وقت نکالنا، ہماری جماعت کی خواتین کے لئے قابل تقلید مثال ہے۔ اس لیڈی نے حال ہی میں گیارہ بکس جن کا وزن ایک ٹن سے زیادہ ہے۔ کتابوں کے بھیجے ہیں۔ تاکہ ہماری لائبریریوں کو اس سے فائدہ ہو۔ اس سے پیشتر دو چار بکس کپڑوں کے اور چھ بکس کتابوں کے بھیج چکی ہے۔ طلباء کو کام دلوانے کے لئے امداد کرتی ہے۔ یہ پاکستانی طلباء بیوی کی ٹریننگ کے لئے سان فرانسسکو آتے ہیں، اُن کی دعوت کرتی ہے۔ سان فرانسسکو کے اسلامک سنٹر میں اسلامی تقاریر سننے کے لئے باقاعدہ جاتی ہے۔ اس کا گھر سان فرانسسکو سے ۳۰ میل دور ہے۔ اور اس کو روزانہ ۶۰ میل کا سفر کر کے اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہوتا ہے۔

بسلسلہ صفحہ نمبر ۱۰

یہ صادق نہ سکے اور اگر وہ اس زمانہ کے لئے صادق مثیل مسیح تھے تو پھر آج غیر دو رشد اور غلبہ توحید کے زمانہ میں کوئی دوسرا دعویدار کیونکر آسکتا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ے
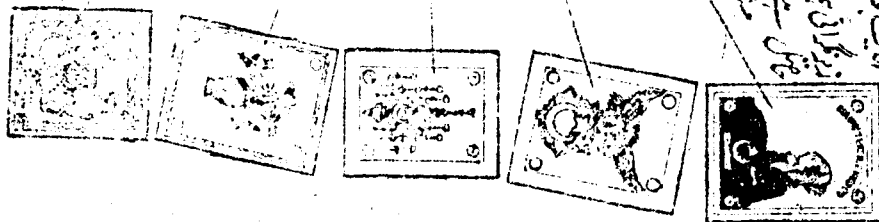
وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

کوئی دوسرا مثیل مسیح تبھی آسکتا تھا جب پہلا مدعی صادق نہ ہوتا۔ (معاذ اللہ) اب تو اس زمانہ میں کسی دوسرے مدعی کی گنجائش ہی کوئی نہیں اگر ہے تو بہت دیکھے جا تو بڑھا نگران کنتم

صادقین۔ (باقی۔ آئی)

پیغام صلح ۲۳ جولائی ۱۹۵۸ء بجزو اول ۱۳۸ شمارہ نمبر ۲۸

ہفت روزہ "پیغام صلح"

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپیہ :: ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ۔
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان ۸/۳۰۱ محلہ اعظم پورہ - نگ چمن - حیدرآباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام نوری دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا - ایڈیٹر - دوست محمد شاہد

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۵۸ء | نمبر ۲۹

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

برلن مسجد میں سوشل اجتماعات اور لیکچروں کا سلسلہ خطبات جمعہ اور نماز عید بچوں کی مذہبی تعلیم
عید الاضحیٰ کی تقریب میں جرمن نو مسلمین اور مختلف ممالک کے مسلمان طلبا اور غیر مسلم زائرین کا اجتماع

(از امینہ موسلر)

یکم جون۔ اتوار۔ مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

۳ جون۔ سہ شنبہ مسجد کے ملحقہ مکان میں سوشل اجتماع ہوا اور اسلام پر بحث ہوتی رہی۔

۶ جون۔ جمعہ۔ خطبہ جمعہ میں ۔۔۔ علوم سائنس اور اُن قوانین قدرت میں جن کا قرآن نے ذکر کیا مطابقت ثابت کی گئی۔

۸ جون۔ اتوار۔ "RIAS" کے امریکن حصہ میں نماز کی خوبصورتی اور ترتیب ابلغ پر تقریر کی گئی، قرآن کریم کی سورۃ النساء کی آیات تلاوت کی گئیں۔

۹ جون۔ پیر۔ مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔ مغربی جرمنی کا ایک سکول مسجد دیکھنے آیا۔

۱۱ جون۔ بدھ۔ ایلسٹر سکیٹر ہائی سکول کے پچاس طلباء اور چار مذہبی معلم مسجد دیکھنے آئے اور مسز موسلر کے ایک لیکچر میں جو اصول اسلام پر دیا گیا حصہ لیا، اور بڑے دلچسپ سوالات کئے جن پر دوستانہ غور و بحث ہوتی رہی۔

۱۲ جون۔ جمعرات۔ مشرقی جرمنی کے نوجوان پناہ گزین جو بیس طلبا، لڑکیوں اور لڑکوں پر مشتمل تھے۔ ریفیوجی کیمپ سے کیمپ لیڈر کے زیر قیادت آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

۱۳ جون جمعہ۔ قدر اور تقدیر پر خطبہ دیا گیا۔

۱۴ جون ہفتہ۔ مغربی جرمنی سے چالیس طلبا مسجد دیکھنے آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی درخواست کی۔ مسز موسلر نے مذہب اسلام کے ضروری اور اہم مسائل کے متعلق مختصر تقریر کی۔

ڈاکٹر ہافمین (Dr. Hoffmann) نے غرناطہ کے اسلامی آرٹ پر لیکچر دیا۔ اس قدیم اسلامی مرکز کی نہایت خوبصورت تصاویر دیکھنے کا ہمیں شرف حاصل ہوا اور لیکچرار نے جو ایک غیر مسلم ہیں اسلامی عقل و فہم کا گرمجوشی کے ساتھ ذکر کیا جس کو تمام زائرین نے نہایت توجہ اور بڑی دلچسپی سے سنا اور سب کے سب مطمئن ہو گئے۔

۱۵ جون۔ اتوار۔ مسز امینہ موسلر نے بچوں کو سبق دیا۔

۱۸ جون۔ بدھ۔ سوشل اجتماع ہوا جس میں اسلام پر غور و بحث ہوتی رہی، آج بہت سے نئے زائرین شامل ہوئے جنہوں نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا اور آیندہ اجتماعات کی اطلاع حاصل کرنے کے لئے اپنے پتے دے گئے۔

۲۰ جون۔ جمعہ۔ سورۃ ابراھیم پر خطبہ دیا گیا۔

۲۲ جون۔ اتوار۔ مسز امینہ موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔

۲۴ جون۔ منگل۔ ایک پروٹسٹنٹ پادری اپنے حلقہ کی کچھ خواتین کے ساتھ مسجد دیکھنے آیا اور مسز موسلر نے مذہب اسلام کے متعلق انہیں معلومات بہم پہنچائیں۔

(باقی بر صفحہ ۶)

پیرس اور فرانس میں اسلام

(از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، پیرس (فرانس))

آج صرف شہر پیرس میں مسلمان پانچ لاکھ کی تعداد میں آباد ہیں۔ فرانس میں اسلام کے عمل و دخل کا قصہ بہت پرانا اور بہت عجیب ہے۔ ۳۶ھ میں خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مسلمانوں کا ایک لشکر جنوبی اسپین میں داخل ہوا اور اس علاقے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ دو نسلوں کے بعد ۹۱ھ میں اندلس کی نوآبادیوں کی امداد کے لئے طارق اپنی فوج لے کر آیا اور ایک پہاڑ پر اترا۔ جسے آج بھی جبل الطارق کہتے ہیں اور جس کا نام انگریزی میں بگڑ کر جبرالٹر بن گیا۔ طارق کے آتے ہی جنوبی اسپین، پرتگال اور جنوب مغربی فرانس نے اسلام کی حکومت کو قبول کر لیا۔

۱۰۲ھ میں طوفان، اور بوردو، لیون کے دو اور صوبے دمشق کی خلافت کے زیر نگیں آ گئے۔ اسی سال الغافقی گورنر اسپین نے مغربی فرانس کی تسخیر کے لئے ایک مہم روانہ کی اور وہ پیرس اور ٹورس فرانسیسی علاقوں تک جا پہنچا۔ ایک روز شب میں جبکہ لڑائی بند تھی، پُراسرار طریقے پر یہ گورنر اور فوجی کمانڈر شہید کر دیا گیا اور مسلم فوج نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر نہیں، اثنائے راہ میں اس فوج کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ انہیں بہت دق کیا گیا۔

اسپین کے نئے اسلامی گورنر نے از سر نو فرانس پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے کمر کس ہی رہے تھے کہ شمالی افریقہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ان کی تمام تر توجہات ادھر مبذول ہو گئیں۔ اور فرانس پر برابر ایک برس تک مسلمانوں کی حکومت رہی (یہ تیسرا فرانس تھا)

فرانس میں مسجدوں کے آثار

حال ہی میں اثریاتی تفتیش اور کھدائی سے عربوں کی مسجدیں، ان کے ہتھیار اور اس کے بیشمار تبرکات منظر عام پر آ گئے ہیں۔ جنوبی فرانس کے بعض قدیم گرجاؤں کی محرابوں اور ستونوں پر اب تک عربی کتبے مرتسم ہیں اور یہ تھی پہلی یورش۔

واقعات ماسبق کے دو سو سال بعد ۲۹۰ھ میں طیونس کے اسلامی گورنر نے سسلی، اٹلی، سوئٹزرلینڈ اور جنوبی فرانس پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ تھی اسلام کی دوسری یورش۔

اس عہد عتیق میں تو جانے کتنے فرانسیسی مسلمان ہوئے ہوں گے، عربی سیکھی ہوگی اور اپنی مادری زبان فرانسیسی کو عربی رسم الخط میں لکھا ہوگا۔ حالانکہ ہمارے پاس ہسپانوی اور پرتگیزی ترجمے موجود ہیں جو اس دور میں قرآن کے کئے گئے تھے اور عربی رسم الخط میں بزبان ہسپانوی اور پرتگیزی لکھے گئے تھے۔ لیکن اس عہد کے فرانسیسی اسلام کے شواہد بالکل معدوم ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ مسلم قبور اور مزارات بھی باقی نہیں۔

صلیبی جنگوں کا زمانہ

اس کے بعد کی صدیوں میں صلیبی جنگوں نے فرانس کو اسلام کے قریب لانے میں معاونت کی۔ تاہم ہماری معلومات اس دور سے متعلق بہت کم ہیں کہ سفارتی مشن، تجارتی مشن، جنگی قیدی، ان میں سے کسی کا سراغ نہیں ملتا ہے۔

انیسویں صدی کے اوائل میں فرانس نے ترکی کی مشکلات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شمالی افریقہ کے ترکی مقبوضہ الجیریا پر قبضہ کر لیا، اور پھر قریباً بعد میں وسطی افریقہ اور مراکش پر بھی قابض ہو گیا۔

پھر رفتہ رفتہ فرانس کی ان مقبوضات کی مسلم رعایا مزدوروں اور ملازموں کی شکل میں یورپی فرانس میں داخل ہونا شروع ہوئی اور اس کے بعد تاجر اور دوسرے پیشہ ور بھی آنے لگے، اور یہیں مستقلاً متوطن ہو گئے۔ یہاں ان لوگوں نے فرانسیسی عورتوں سے شادیاں کیں اور اس طرح آبادی کا جزو ہو کر رہ گئے۔

فرانس کے ہر حصہ میں مسلمان

پہلی جنگ عظیم کے ختم ہونے پر حکومت فرانس نے اپنی مسلم نوآبادیات کی رعایا کو یورپی فرانس میں آباد کرنے کی ہمت افزائی کی۔ اور اس کے اسباب یہ تھے۔ اول تاکہ انہیں مزدور سستے مل جائیں کیونکہ یورپ کے مزدوروں کو بہت گراں اجرتیں دینی پڑتی تھیں، اور نیز فرانس کی آبادی مسلسل گھٹ رہی تھی۔ ثانیاً شمالی افریقہ بالخصوص الجیریا میں ان کے بدلے زیادہ یورپین آباد کئے جائیں تاکہ عیسائی اکثریت میں آ جائیں۔ دراصل نوآبادیوں کے مسلم باشندے فرانسیسیوں کی تمام مساعی تبلیغ کے باوجود اسلام ترک کر کے عیسائیت اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تھے، اور اس باب میں فرانس کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ لہٰذا اپنی اکثریت بنانے کی خاطر یہ تدابیر اختیار کی گئی تھیں، چنانچہ محض پیرس میں آج مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ ہے اور تمام فرانس میں ایک ایک قریہ ایک ایک دیہات میں وہ پھیلے ہوئے ہیں، آپ کو ہر جگہ مسلمان ملیں گے۔

پیرس کی جامع مسجد

۱۹۲۴ء میں پیرس میں جو جامع مسجد تعمیر کی گئی وہ بے حد دلفریب ہے۔ مسلم سیاح اسے دیکھنے آتے ہیں۔ پانچوں وقت اس کے بلند مینار سے اذان بلند ہوتی ہے۔ پیرس کے مضافات میں مقام بوبگنی میں مسلمانوں کا ایک ہسپتال ہے اور یہاں کے ڈاکٹروں کی اکثریت مسلمان ہے۔ اس ہسپتال سے ملحق ایک مسجد اور ایک قبرستان ہے۔

شمالی افریقہ کے مسلم عمال نے سیاسی حدود کو بھی عبور کر لیا ہے اور اب وہ آپ کو بلجیم، لکسمبرگ، حتیٰ کہ جرمنی میں بھی بکثرت اور جابجا ملیں گے۔

فرانسیسی کارخانوں نے فنی اور تکنیکی تعلیم و تربیت کا بھی دروازہ ان پر کھول دیا ہے جس کے سبب آج اعلیٰ ماہرین اعلیٰ عہدوں اور اعلیٰ مشاہروں پر فائز ہیں، یہ مسلمان آپ کو فرانس کے ہوائی جہازوں کے کارخانوں، ریلوے انجنوں کے کارخانوں، موٹروں کے کارخانوں، اور گولہ بارود اور اسلحہ ساز فیکٹریوں کے کارخانوں میں بطور اعلیٰ انجنیئر کام کرتے ہوئے ملیں گے۔

ان میں سے سینکڑوں سول انتظامیہ میں ملازم نظر آئیں گے۔ ان میں سے لاکھوں نے فرانسیسی دوشیزاؤں سے شادی کر کے انہیں مسلمان کر لیا ہے۔ جو فرانسیسی اسلام قبول کر چکے ہیں ان کی تعداد صدہا ہے۔ اور ان میں اعلیٰ عہدیدار بھی ہیں، تاجر بھی ہیں، اہل علم بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، جوان بھی ہیں۔

الجیریا کے فرانسیسی مسلمان

الجیریا کے رہنے والوں کی انجمن نے جسے جمعیۃ العلماء سے موسوم کیا جاتا ہے، جابجا شبینہ مدارس کھول رکھے ہیں جہاں بچوں اور بالغوں کو عربی زبان اور اسلام کی ابادیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مخصوص سیاسی اور نفسیاتی اسباب کے تحت فرانسیسی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات، ارتکاب زنا، مے نوشی، اور مسکرات نوشی، ان اسلامی نوآبادیوں میں بہت سرعت سے کم ہو رہی ہے اور لوگ پنجوقتہ نماز کی پابندی اور رمضان کے پورے روزے رکھنے میں عجیب سرگرمی دکھا رہے ہیں۔

نومسلم فرانسیسی

نومسلم اصحاب و خواتین کا رجحان روبہ ترقی ہے کہ وہ عربی زبان یا کم از کم عربی رسم الخط سیکھیں اور اس رسم الخط میں اپنی فرانسیسی لکھیں تاکہ بین الاقوامی خط و کتابت اور افہام و تفہیم کی تکمیل ہو سکے اور تجربات سے عربی رسم الخط فرانسیسی لکھنے کے لئے نہایت کافی اور موزوں ثابت ہوا ہے۔

فرانس کے بعض اضلاع میں اور خصوصاً گیسکونی میں مسلمانوں نے اراضیات بھی خریدی ہیں اور اب بطور کاشتکار اور زمیندار آباد ہو گئے ہیں۔

ابھی صوبوں میں مستقل مسجدیں تو نہیں ہیں لیکن عارضی طور پر کمرے کرائے پر لے کر ان سے مسجدوں کا کام لیا جا رہا ہے۔ پیرس میں چند دکانوں پر اسلامی طریقے سے ذبیحے کا گوشت فروخت ہوتا ہے۔

اسلامی مرکز

اسلامی ہوٹل اور ریستوران بے شمار ہیں۔ پیرس میں مذہبی اور دیگر قسم کے بکثرت اسلامی ادارے ہیں، چونکہ شمالی افریقہ کے مسلمان یہاں کثیر تعداد میں ہیں، لہٰذا ان

(باقی بر صفحہ [illegible])

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مؤرخہ ۳۰ جولائی ۱۹۵۸ء

ووکنگ کی عید

ووکنگ میں عیدین کی تقریبات جس عظمت و شان سے منائی جاتی ہیں، اور ان سے جو پاکیزہ تاثرات ان لوگوں کے قلوب میں پیدا ہوتے ہیں، جن کو ان تقریبات میں شمولیت کا موقعہ ملتا ہے، وہ ان رپورٹوں سے ظاہر ہے جو ان صفحات میں وقتاً فوقتاً درج ہوتی رہتی ہیں۔ گذشتہ عیدالفطر کے موقعہ پر خطبہ عید کے بعد ایک نوجوان انگریز کا قبول اسلام اور پھر عیدالاضحٰے کے موقعہ پر ایک انگریز خاتون اور اردن کے سابق انگریز کمانڈر جنرل گلب کے بیٹے کا اسلام میں آنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عیدین کی تقریبات زائرین کے دلوں میں اسلام کا ایسا گہرا اثر پیدا کرتی ہیں کہ ان میں سے بعض قبول اسلام کا اعلان کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور جو ایسا نہ کر سکیں وہ لازماً اپنے دلوں میں اسلام کی عظمت و صداقت کا گہرا اثر لے کر جاتے ہیں۔

لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ ہمارے قادیانی معاصر "الفضل" اور اس کے ہمنواؤں کو جماعت احمدیہ لاہور کے ہر نیک کام میں عیب ہی عیب نظر آتا ہے، عید ووکنگ کے مندرجہ بالا محاسن کا تو کبھی بھولے سے بھی اس نے تذکرہ نہیں کیا، اسے تو صرف یہ نظر آتا ہے کہ ووکنگ کی عید ایک میلہ ہوتا ہے جس میں اسلامی وقار کوئی نہیں ہوتا کیونکہ عید کے بعد وہاں بعض نوجوان مل کر گانے گاتے یا گانوں کا ریکارڈ سن کر اپنا دل خوش کرتے ہیں، چنانچہ ۲۵ جولائی کے "الفضل" میں کسی مراسلہ نگار محمد اجمل شاہد مقیم ڈھاکہ نے "مارننگ نیوز" ڈھاکہ کے مراسلہ نگار مقیم لندن یحییٰ سید کے تاثرات نقل کرتے ہوئے اپنی طرف سے یہ اعلان کیا ہے کہ:۔

"ووکنگ مسجد اسلامی روایات کو زندہ کرنے کے بجائے اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بنی رہی ہے"

اناللہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں حیرت ہے کہ "الفضل" نے یہ الفاظ کس طرح درج کر دیئے، کیا فی الواقعہ اسے محمد اجمل شاہد کے ان الفاظ سے اتفاق ہے؟ کیا وہ نور اسلام جو مسجد ووکنگ سے نکل کر یورپ اور امریکہ میں پھیل رہا ہے "الفضل" کے نزدیک اسلام کی بدنامی کا موجب ہے، کیا وہ لٹریچر جو ووکنگ سے اسلام کی تائید میں شائع ہوتا ہے اور اسلامک ریویو کے وہ بیش قیمت مضامین جنہیں پڑھ کر بیشمار سعید روحیں صداقت اسلام کی قائل ہو چکی ہیں اسلام کی بدنامی کا باعث ہیں؟ ہمیں امید نہیں کہ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ محمد اجمل شاہد کے اس بیان سے اتفاق کریں۔ پھر معلوم نہیں "الفضل" نے ان الفاظ کو ...... درج کرنے میں کیا مصلحت سمجھی، کچھ تو خوف خدا سے کام لیا ہوتا اگر ووکنگ کی بعض سرگرمیوں سے جن کا نمایندہ "مارننگ نیوز" نے ذکر کیا ہے تمہیں اتفاق نہیں تو اس کے سارے کام کو اسلام کی بدنامی کا موجب قرار دے دینا کہاں کی حق پرستی اور کونسی خدمت اسلام ہے؟

پھر ہم حیران ہیں ...... کہ "مارننگ نیوز" کے مراسلہ نگار کے بیان کو اس قدر اہمیت دینے کا کیا مطلب ہے زیادہ سے زیادہ اس کا یہی الزام ہے کہ:۔

"مسجد کے احاطہ کے اندر آئس کریم اور پھل اور مٹھائیاں بک رہی تھیں لاؤڈ سپیکر پر بڑی بلند آواز سے اردو اور انگریزی فلموں کے ریکارڈ بج رہے تھے جنہوں نے اس رنگین فضا کو اور بھی پر رونق بنا رکھا تھا"

سوال یہ ہے کہ اس میں کونسی معیوب بات ہے جس کو اسلام کی بدنامی کا موجب سمجھا گیا کیا اسلئے کہ مارننگ نیوز کا مراسلہ نگار جس انگریز میاں بیوی کو وہاں سے لے کر گیا ان کو یہ بات اچھی معلوم نہ ہوئی؟ ہو سکتا ہے بعض طبائع اس کو پسند نہ کریں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ "ووکنگ مسجد اسلامی روایات کو زندہ کرنے کے بجائے اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بنی رہی" کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اس منظر کے باوجود بے شمار لوگ اسلام کے متعلق نہایت عمدہ تاثرات لیکر گئے یہاں تک کہ مسٹر گلب کے قبول اسلام کے منظر کو دیکھ کر بیگم اکرام اللہ (پاکستانی ہائی کمشنر مقیم لندن کی بیگم صاحبہ) کو کہنا پڑا کہ:۔

"مسجد ووکنگ کی تاریخ کا یہ واقعہ ہمارے ذہنوں میں ہمیشہ سرسبز رہے گا اور جہاں کہیں ہم ہوں گے اس ادارے کی خوشگوار یادگاریں ہمارے ساتھ ہوں گی"

کیا یہ الفاظ ووکنگ مسجد کو اسلامی روایات کی زندگی کا باعث قرار دیتے ہیں یا اسلام کی بدنامی کا موجب پھر نمایندہ نوائے وقت نے مسجد ووکنگ کی اس تقریب کو جن بہترین الفاظ میں سراہا ہے اس کو کیوں "الفضل" نے نقل نہ کیا؟ کیا اس لئے کہ اس سے مسجد ووکنگ انگلستان میں اسلام کی حقیقی نمایندہ ثابت ہوتی ہے؟

رہا یہ کہ مسجد کے احاطہ میں آئس کریم اور مٹھائیاں بک رہی تھیں اور اردو انگریزی ریکارڈ بج رہے تھے، جس سے یہ ایک میلہ معلوم ہوتا تھا، ہم حیران ہیں کہ "الفضل" کو اس پر کیا کہیں جس نے مراسلہ نگار "مارننگ نیوز" کی رائے بڑے طمطراق سے نقل کی ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ عید محض نماز اور خطبہ ہی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک خوشی کا دن ہوتا ہے جس میں میلے بھی لگتے ہیں اور خوشی اور مسرت کے دوسرے جائز سامان بھی بہم پہنچائے جاتے ہیں، شریعت اسلامی اس سے مانع نہیں، بلکہ احادیث اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کا موید ہے۔ بخاری کتاب العیدین کی حسب ذیل روایت مدیر "الفضل" کو معلوم نہیں تو اپنے علماء سے اس کی تصدیق کرا لے اور پھر بتائے کہ ووکنگ میں عید کا میلہ جائز ہے یا نہیں اور ووکنگ اسلامی روایات کو زندہ کرنے والی ہے یا اس کی بدنامی کا موجب؟ اختصار کے لئے ہم صرف ترجمہ درج کرتے ہیں اصل روایت بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق یوم العید میں ملاحظہ کر لیجئے:۔

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا گیت گا رہی تھیں تو آپ بچھونے پر لیٹ گئے اور اپنا منہ پھیر لیا، اور حضرت ابوبکر رضہ تشریف لائے تو مجھے جھڑکا اور کہا نبی صلعم کے پاس شیطان کا راگ؟ تو نبی صلعم نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا، انہیں چھوڑ دو، تو جب آپ کی توجہ ہٹ گئی میں نے انہیں اشارہ کیا تو وہ دونوں نکل گئیں اور عید کا دن تھا حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے تو میں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کیا دیکھنا چاہتی ہو، میں نے کہا ہاں، تو مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر دیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرماتے تھے اے بنو ارفدہ کھیلو یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو فرمایا بس میں نے کہا ہاں فرمایا تو جاؤ"

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

"عائشہ رضہ سے روایت ہے حضرت ابوبکر رضہ تشریف لائے اور میرے پاس دو لونڈیاں تھیں جو دف بجا کر گا رہی تھیں، نبی کریم صلعم کپڑا اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضہ نے انہیں روکا حضرت نبی کریم صلعم نے چہرے سے کپڑا اٹھا کر کہا اے ابوبکر رضہ انہیں چھوڑ دو یہ عید کے دن ہیں اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں

(باقی بر صفحہ ۶)

اخبار و افکار

افلاس اور ایمان

معاصر صدق جدید کے ایک مراسلہ نگار کے قلم سے :-

"دو چار مہینے کی بات ہے کہ لندن میں ایک ملاقات کے دوران میں پروفیسر آربری آف کیمبرج نے فرمایا کہ "مسلمانوں کے ہاں صحیح علمی جد و جہد اس لئے مفقود ہے کہ علمی کام کرنے والوں کی مالی حالت غیر یقینی ہوتی ہے ان کے ہاں چیریٹیبل انجمنیں ناپید ہیں جو ان لوگوں کی امداد کر سکیں اور انہیں زندگی کی ضروریات سے اطمینان دہ سکیں تاکہ یہ لوگ یکسوئی سے کام کر سکیں۔ انگلستان اور امریکہ میں علمی کام کرنے والوں کی مالی حالت نسبتاً بہت بہتر ہے، اور کئی ایک ادارے ایسے ہیں جو خیرات و وظائف پر چل رہے ہیں۔"

میں جب اس بات پر غور کرتا ہوں تو مجھے یہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت نہ صرف علمی دنیا سے تعلق رکھتی ہے بلکہ مذہبی زندگی پر بھی اس کا گہرا اثر ہے خصوصاً مسلمانوں کی غربت نے ان کے ایمان کو متزلزل کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی اس غربت کو دیکھ کر عیسائی مشنریوں نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دی ہیں؟ اب میں آپ سے کیا عرض کروں کہ اس کا تدارک ہمارے ہاں کہیں بھی ہوتا نظر نہیں آتا۔ گذشتہ سال ایک واقعہ قندیل میں لکھ کر بھیجا تھا۔ یہ جب کی بات ہے کہ میں بہاولپور میں تھا۔ معلوم نہیں آپ کی نظر سے یہ واقعہ گذرا یا نہیں، میں اس کو پھر دہرائے دیتا ہوں کہ آپ تک پہنچانا اس کا اصلی مقصد تھا۔

"ایک روز امریکنوں نے اعلان کیا کہ گھی مفت تقسیم کیا جائے گا یہ اعلان سن کر غریب مسلمان وہاں پہنچ گئے۔ ایک نوجوان عورت کے گلے میں تعویذ تھا گھی دیتے وقت پادری نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ تعویذ ہے، اس نے بغیر پوچھے گلے سے اتار کر کھول دیا۔ اس میں سے کچھ نہ نکلا، پھر جیب سے چاندی کی صلیب نکال کر اسی دھاگے میں پرو دی کہ یہی پہنا کرو تمہاری سب بلائیں دور ہو جائیں گی، انا للہ وانا الیہ راجعون، اب ہر روز چھ سات صلیبیں مسلمانوں کے گلے میں پہنا دی جاتی ہیں، ان کو پینے کے لئے دودھ یا دو ڈراد رکھانے کے لئے امریکن گھی دیا جاتا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ سودا مہنگا ہے"

جب معاشرے کی مالی حالت درست نہ ہو تو عدم اعتماد اور زندگی میں غیر یقینی سی پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ خود اعتمادی کے تاروں کو ڈھیلا کر کے ایمان سے منحرف کر دیتی ہے۔ ہمارے اصحاب علم و فن اس لئے تنگ وہ زیادہ نہیں کر سکتے کہ ان کے پاس اپنے ہنر کو فروغ دینے کے لئے اثاثہ نہیں ہوتا کہ ضروریات زندگی سے بے فکر ہو کر اطمینان سے کام کر سکیں یہی حال چنانچہ مذہب کا ہے اکثر کہا جاتا ہے کہ غربت میں اللہ بہت یاد آتا ہے[1] اسلام تو اب غریبوں ہی میں رہ گیا ہے۔ امیروں کی حرکتیں غیر اسلامی ہوں تو ہوں مگر یہ مرتد نہیں ہوتے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کسی بھی مذہبی ادارے کی توجہ اس طرف مبذول نہیں ہوئی۔ سب کے سب انتخابات لڑنے کے مشغلہ میں مصروف ہیں۔ جن مقامات پر گرجے نہیں تھے وہاں اب گرجے بن گئے بلکہ بڑے بڑے مشن کھڑے ہو گئے ہیں زیادہ تر روپیہ امریکنوں کا ہی صرف ہو رہا ہے۔

جہاں مسلمانوں کو اپنے متعلق اور بھی بہت سی خوش فہمیاں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان خواہ کچھ بھی ہو جائے اپنا مذہب نہیں بدلتا۔ مگر اس حقیقت کو کیا کہئے کہ اپنے دیکھتے دیکھتے کئی ایک رابرٹ سراج الدین جو شوا فضل الدین، پروفیسر اسمٰعیل ظفر اقبال ظفر پیدا ہو گئے ہیں ـــــ آخر کیوں؟

[1] یہ بھی اپنی جگہ درست لیکن دوسری طرف حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ شدت افلاس سے نوبت کفر کی آجاتی ہے۔ (صدق)

کیجے کرم کی اک نظر

مرتضیٰ خان حسن

اے خالقِ ارض و سما! کیجے کرم کی اِک نظر
اے مالکِ ہر دو سرا! کیجے کرم کی اِک نظر

اے خلق کے فرمانروا! تجھ بن نہیں کوئی مرا
مجھ کو ترا ہے آسرا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

دلدوز ہے قصہ مرا۔ غمگیں ہے افسانہ مرا
ہے درد و غم کا ماجرا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

پیمانہ میرے صبر کا۔ لبریز اب تو ہو چکا
سن لو مری آہ و بکا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

کب تک لئے پھر چارہ گر! اے بادشاہِ بحر و بر!
روتا رہوں شام و سحر۔ کیجے کرم کی اِک نظر

تم ہی تو ہو ابرِ سخا۔ تم ہی تو ہو بحرِ عطا
تم ہی تو ہو مشکل کشا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

تو ملجا و ماوٰی مرا۔ تو محسن و مولےٰ مرا
میں بندۂ عاجز ترا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

تو خالقِ جن و بشر۔ تو مالکِ شمس و قمر۔
میں بے نوا۔ میں بے بال و پر۔ کیجے کرم کی اِک نظر

حاصل مجھے تیری رضا۔ ہو جائے اے میرے خدا!
بس اس قدر ہے التجا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

درگہ میں تیری کبریا! اے خلق کے حاجت روا!
مقبول ہو میری دعا۔ کیجے کرم کی اِک نظر

نہ معلوم مودودی کیا ہوئے اور قادیانی کہاں گئے، جہاں اپنی ہی تبلیغی جماعتوں کا یہ حال ہو وہاں غیروں کا کیا گلہ! یہ لوگ سرمایہ اکٹھا کرتے ہیں تو انتخاب لڑنے کے لئے۔ یا للعجب!!

اس وقت یہ تلخ حقیقت ان لوگوں تک آپ کے توسط سے پہنچانا مقصود ہے، شاید قلب کے کسی کونے سے اسلام کا درد ابھر آسکے۔ (پنجابی جلدہ وار)

پیغام صلح: مراسلہ نگار کا بیان جماعت احمدیہ کے ارباب اقتدار کی خاص توجہ کے قابل ہے، جہاں تک سرمایہ اکٹھا کرنے اور انتخاب لڑنے کا سوال ہے خدا کا شکر ہے کہ جماعت احمدیہ کا دامن ایسی آلودگیوں سے پاک ہے، اور وہ سرمایہ کی کمی کے باوجود جس تندہی سے ممالک غیر میں تبلیغ اسلام کا فرض ادا کر رہی ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے لیکن جس امر کی طرف مراسلہ نگار نے توجہ دلائی ہے

تزکیہ نفس اور مخلوق الٰہی کے ساتھ حسن سلوک سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطنا وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون (الاعراف ۳۴)

قرب الٰہی کا دروازہ ہر ایک کیلئے کھلا ہے

اللہ تعالےٰ نے جو زمین اور آسمان کا بادشاہ ہے اس نے اپنے قرب کی راہوں سے انسان کو آگاہ کیا ہے اس دنیا کے بادشاہوں کی مجالس کے آداب اور طریقے ایسے ہیں، کہ عامۃ الناس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ وہاں تک رسائی حاصل کر سکیں اور اپنے بادشاہ کا قرب حاصل کر سکیں، لیکن اللہ تعالےٰ جس کی قدرت، جس کی بادشاہت اور جبروت و عظمت کے مقابلہ میں دنیا کے بادشاہ ہیچ ہیں، اس کے دربار میں غریب سے غریب آدمی بھی نہایت آسانی سے پہنچ سکتا اور اس کا قرب حاصل کر سکتا ہے، کوئی شخص جو پاک دل لے کر اس کے حضور میں حاضر ہو، خواہ وہ کتنا ہی غریب اور دنیا کی نظروں میں کم درجہ کا کیوں نہ ہو، خدا کے ہاں وہ مقبول ہے، کیونکہ وہ رب العالمین ہے، اس کے نزدیک ہر چھوٹا بڑا، غریب اور امیر سب ایک ہیں، اور وہی مقبول ہے جو تقوےٰ اللہ کو اختیار کرے

قرب الٰہی کی راہ

پاک دل کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ کی ذات کے متعلق ایمان دل میں بٹھانا اور یہ سمجھ لینا کہ وہ ہمارے سامنے ہے اس اس کے احکام کی پورے طور پر تعمیل کرنا اور ہر بدی سے بچنا اس سے دل پاک ہو جاتا ہے، اور خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت کے ایک حصہ میں خدا تعالےٰ کے قرب کی راہ یہ بتائی ہے کہ اپنے نفس کو پاک کیا جائے، اور دوسرے حصہ میں بتایا ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اگر مخلوق الٰہی سے عمدہ برتاؤ کیا جائے اس کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اس پر تعدی نہ کی جائے، اس کی تباہی اور بربادی کی تدابیر سوچنے کے بجائے اس کی زندگی کو بہتر بنانے کا سامان کیا جائے تو ایسا شخص خدا تعالےٰ کو جلدی پا لیتا ہے، خدا تعالےٰ نے انسان کو اپنے قرب کی جو راہیں بتائی ہیں، ان کے علاوہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ نیکی کی جائے اور کوئی کسی قسم کا ظلم و زیادتی ایک دوسرے پر نہ ہو۔

فرمایا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن میرا قرب چاہتے ہو تو طہارت حاصل کرو، تزکیہ نفس کرو، اور ہر قسم کی بدی اور برائی سے بچتے رہو، لوگوں کے سامنے زندگی بسر کرتے ہو یا خفیہ دونوں حالتوں میں، بدیوں اور تاریکیوں ...... سے بچتے رہو۔

فواحش کیا ہیں؟

فواحش کس کو کہتے ہیں؟ اللہ تعالےٰ نے تو بعض چیزوں کی حرمت بتا دی ہے، جو فواحش میں داخل ہیں لیکن انسان کی اپنی عقل سلیم بھی چیزوں کے حسن و قبح کا پتہ دے دیتی ہے، جھوٹ، بد دیانتی، فریب کاری، بدکاری، شراب خوری، جوا بازی وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کو عقل سلیم بھی اچھا نہیں سمجھتی، جس چیز سے نفرت آئے اور دل اسے برا قرار دے وہ خدا کے نزدیک بدی ہے خواہ وہ خفیہ ہو یا ظاہر اگر ایسی ہر شئے اور ہر حرکت سے انسان اجتناب کرے جس سے خدا نے منع کیا ہے تو وہ اپنے قلب کے اندر نیکی کا بیج بوتا ہے۔

گناہ کیا ہے؟

دوسرا حکم اس آیت میں یہ دیا ہے کہ والاثم والبغی بغیر الحق، پہلا حصہ تو خدا تعالےٰ کے متعلق تھا۔ کہ اس کا قرب چاہتے ہو تو اپنے نفس کو پاک کرو اور ہر قسم کی ظاہر اور خفیہ بدیوں سے بچتے رہو، یہ دوسرا حصہ مخلوق خدا کے متعلق ہے کہ ان کے ساتھ برا سلوک یا زیادتی نہ کی جائے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ اثم کیا ہے۔ فرمایا الاثم ما حاك فی صدرك ویتردد فی نفسك۔ گناہ اس چیز کا نام ہے جو تمہارے دل میں کھٹکا پیدا کرے اور تمہارے دل میں تردد پیدا ہو کہ یہ کام کروں یا نہ کروں، دوسرے کی چیز اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں، کسی شخص کا تالا توڑوں یا نہ توڑوں رشوت لوں یا نہ لوں، تو جو چیز دل کے اندر کھٹکا پیدا کرتی ہے، یا اس سے تردد ہوتا ہے اس کو چھوڑ دو گناہ وہ ہے جو کر بیٹھے اور بار بار دل میں تردد ہو، کہ میں نے ایسا کیوں کیا، کئی لوگ ہیں جنہوں نے سالہا سال کے بعد لوگوں کی چیزیں جو ناجائز طور پر لی ہوئی تھیں واپس کیں۔ لاہور میں ایک شخص تھا جس کو اس کی خاندانی وجاہت اور بڑائی کی وجہ سے حکومت نے پولیس کپتان بنا دیا، اس نے مجھے بتایا کہ پولیس کپتان بننے کے تھوڑے عرصہ بعد ایک قتل کا مقدمہ آیا۔ اس کی تفتیش کے دوران میں قتل کرنے والوں نے بہت بڑی رقم اس غرض سے دی کہ ملزم کو چھوڑ دیا جائے، رقم تو میں نے لے لی، لیکن ساری رات نیند نہ آئی، کہ یہ میں نے کیا کیا۔ صبح اٹھا اور رقم واپس کر کے اطمینان حاصل کیا، بدی کا یہ خاصا ہے کہ وہ بے اطمینانی و اضطراب .... پیدا کرتی ہے۔

نیکی اور بدی کا فلسفہ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ملا یا مفتی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، الاثم ما حاك فی صدرك اپنے دل سے پوچھو اگر اس میں کھٹکا پیدا ہوتا ہے تو اسے چھوڑ دو، ایسا کام کرنے سے دل کو صدمہ ہوتا ہے، عمر کم ہوتی ہے، خوشی برباد ہو جاتی ہے، اس لئے اس کا کرنا مناسب نہیں، اور فرمایا:۔ والبر ما اطمئن الیہ القلب۔ نیکی اس چیز کا نام ہے جس کے کرنے سے انسان کے قلب میں اطمینان پیدا ہو، خوشی اور سرور ہو، یہ کیسا نیکی اور بدی کا فلسفہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، فرمایا اپنے دل سے پوچھو اگر اس میں کھٹکا اور تردد پیدا ہوتا ہے تو وہ گناہ ہے اسے چھوڑ دو، ولو افتاك المفتون اگرچہ کوئی بڑے سے بڑا مولوی اور مفتی اس کام کے جائز ہونے کا فتوےٰ دے دے پھر بھی تمہارے دل میں اگر کھٹکا ہے تو اس کا کرنا گناہ ہے، تو کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہی، انسان کا اپنا قلب مفتی بن گیا۔

بغی کیا چیز ہے؟

آگے فرمایا والبغی بغیر الحق۔ بغی حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں ایک بغی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی مقررہ حدود سے تجاوز کرنا۔ اور ایک بغی یہ ہے کہ خدا کی مخلوق پر زیادتی کرے، فرعون کے ذکر میں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو حکم ہوا فاذھب الی فرعون انہ طغی یعنی فرعون حدود سے تجاوز کر گیا اور قارون کے متعلق ہے ان قارون کان من قوم موسےٰ فبغی علیہم۔ قارون اسی قوم میں سے تھا جس میں سے موسےٰ علیہ السلام تھے فبغی علیہم، اس نے بادشاہ کا منظور نظر بننے کے لئے اپنی قوم سے سرکشی کی، یہ بھی ایک طرز ہے، کہ حرص اور طمع کی وجہ سے ایک شخص اپنی قوم سے غداری کرتا اور حکام کو خوش کرنے اور ان کا مقرب بننے کے لئے ان پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے، تو قرآن نے بغی کا ترجمہ تو دہی سکھایا کہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے لوگ اپنوں پر زیادتی کرتے ہیں، ایک اور ترجمہ یہ بتایا خصمان بغی بعضنا علی بعض دو مخالف پارٹیاں ایک دوسرے پر زیادتی کرتی ہیں۔ پارٹی بازی میں ایک فریق حق پرستی کو چھوڑ کر دوسرے کو گرانے کے لئے اس کی عزت پر حملے کرتا اور طرح طرح کے غلط پراپیگنڈے کرتا ہے فرمایا اس قسم کی زیادتی اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا مناسب نہیں نیز فرمایا کبھی ظلم و زیادتی میں تعاون نہ کرو، زیادتی اور ظلم سے رک جاؤ، لا تعاونوا بالاثم والعدوان۔ ایک جگہ فرمایا اخذتہ العزۃ بالاثم بعض لوگوں کی عزت ان کا وقار اور پرسٹیج یا تکبر انہیں انتقام لینے کے لئے بے قابو کر دیتا ہے۔

مسلمانوں میں یہود کے خصائل

ان تمام چیزوں پر اللہ تعالےٰ نے جب بحث

کی تو حضرت نے فرمایا لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع - تمہارا بھی یہی طریق ہوگا جو تم سے پہلے لوگوں کا تھا - اگر وہ گناہ کرنے میں ایک بالشت چلے تھے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے - ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسا وقت کب آئے گا - فرمایا اذا ظهر الدهان فی خیارهم جب بڑے آدمیوں میں حق پرستی کی بجائے مداہنت آجائے گی، والفحش فی اشرارهم، اور شریر لوگوں میں فحش بڑھ جائے گا، اور فرمایا والفقه فی ارذالهم اور فقہ کے مسائل نہایت ادنے اور ذلیل لوگوں کے زیر بحث آجائیں گے، والملك فی صغارهم - اور اقتدار حکومت چھوٹے درجہ کے لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائے گا - تو یہ وہ وقت ہوگا جب تمہاری حالت بنی اسرائیل کی طرح ہو جائے گی -

شرک کی ممانعت

تو پہلے تو فواحش سے بچنے کا حکم دیا تھا دوسرا حکم یہ دیا کہ مخلوق خدا پر ظلم و زیادتی مت کرو، اور تیسری بات یہ فرمائی وان تشرکوا ما لم ینزل به سلطانا - شرک کو اللہ تعالے نے حرام کیا ہے - شرک ایسی چیز ہے جس کی کوئی دلیل نہیں جب ساری کائنات مخلوق ہے تو مخلوق کو خالق کے برابر قرار دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے - مثلاً انسان کو خدا کا بیٹا بنانا شرک ہے، قالوا اتخذ الله ولدا سبحانه کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنا لیا وہ اس سے پاک ہے، هو الغنی وہ بیٹے کی احتیاج نہیں رکھتا له ما فی السموات وما فی الارض - زمین آسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے ان عندکم من سلطان - تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اللہ تعالے نے بیٹا بنایا ہے، سلطان بادشاہ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا رعایا پر تسلط ہوتا ہے اور دلیل کو بھی سلطان کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ دل پر تسلط جماتی ہے، تو فرمایا کوئی تمہارے پاس دلیل ہے تو پیش کرو - اتقولون علی الله ما لا تعلمون اللہ تعالے کے متعلق وہ بات نہیں کہنی چاہیئے، جس کا علم نہ ہو،

افترا علی اللہ

قل ان الذین یفترون علی الله الکذب لا یفلحون - جو لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے، غلط اعتقاد کو اللہ تعالے کی طرف منسوب کرنا افترا علی اللہ ہے - مذہب اللہ کی طرف منسوب ہے اس لئے غلط عقیدہ پر افترا علی اللہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے - جیسا اس آیت کریمہ میں ہے وضل عنهم ما کانوا یفترون - ان کے بت اس دن کام نہ آئینگے بلکہ نظر بھی نہ آئیں گے اور اس آیہ کریمہ میں بھی افترا کا لفظ استعمال ہوا ہے ومن یشرك بالله فقد افتری علی الله کذبا -

چوتھا حکم یہ دیا وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون، غلط اعتقاد سے نقصان ہوتا ہے اس سے بچنا چاہیئے -

ایک آیت میں کئی مضامین

یہ چار چیزیں صحابہ کرام کو یاد تھیں، اور ان کا اس پر عمل تھا - پہلی بات اللہ تعالے کے لئے ہے انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن، برائی خفیہ ہو یا ظاہر اس سے بچنا چاہیئے - دوسری بات یہ ہے کہ مخلوق پر زیادتی نہ کی جائے جس قوم کا یہ حال ہو کہ وہ اپنا حق نہیں لے سکتی، وہ برباد ہوگئی، پھر شرک سے بچنے کا حکم دیا اور وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون - اللہ تعالے کے متعلق وہ بات نہ کہو جو نہیں جانتے،

اس ایک آیت میں کتنے بڑے مضامین بیان کئے گئے ہیں، حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا اوتیت جوامع الکلم، یہ آیت آپ کے اس بیان کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے - قرآن کے الفاظ مختصر ہوتے ہیں لیکن وسیع معنے لئے ہوتے ہیں۔

ووکنگ کی عید

(بسلسلہ صفحہ ۳)

میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلعم مجھے پردہ میں کئے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے حضرت عمرؓ نے انہیں جھڑکا تو نبی صلعم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو بنی ارفدہ کے لئے امن ہے"

ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہے کہ عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت عائشہ رضہ کے پاس دف بجا کر گانے گائے جاتے تھے، ایسے گانے جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے "مزمارة الشیطان" شیطان کا راگ قرار دیا" لیکن نبی کریم صلعم نے یہ کہہ کر کہ یہ عید کے دن ہیں انہیں گانے دو ایسے گانے جائز قرار دیئے اور مسجد نبویؐ کے اندر حبشیوں کی کھیلوں کو خود بھی دیکھا اور حضرت عائشہ رضہ کو بھی دکھایا -

اب فرمائیں جناب مدیر الفضل اور ان کے مراسلہ نگار محمد اجمل شاہد کہ مسجد ووکنگ کے احاطہ میں عید کے دن راگ ورنگ ہونا یا مٹھائیاں وغیرہ بکنا اسلامی روایات کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کے ہوتے ہوئے مسجد ووکنگ اسلامی روایات کو زندہ کرنے والی ہے یا اسلام کی بدنامی کا موجب؟

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(منیجر)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اول)

۲۵ر جون - بدھ - سوشل اجتماع منعقد ہوا اور اسلام پر غور و بحث ہوتی رہی ۔

۲۷ر جون - جمعہ - قرآن کریم کی روشنی میں تعلیمات اسلامی پر خطبہ دیا گیا - اس کے بعد ایک مسلم طالب علم علی ذکی اور جرمن خاتون Nika Arendt کی شادی کی تقریب عمل میں آئی، یہ دونوں برلن میں مقیم ہیں دولھا اور دلہن کے بہت سے دوست خطبۂ نکاح کے وقت موجود تھے،

۲۸ر جون، ہفتہ - عید الاضحے کی تقریب منائی گئی ہماری قوم کے بہت سے بھائی اور بہنیں - جن میں بہت سے مسلمان طلباء تھے جو مختلف ممالک سے برلن میں آئے ہوئے ہیں، اور جرمن نو مسلمین اور کچھ مدعو شدہ مہمان بھی شامل تھے، مسجد میں جمع ہو گئے - جہاں امام صاحب نے نماز عید پڑھائی، اور اس کے بعد قرآن کریم کی کچھ آیات تلاوت کرکے عربی میں خطبہ دیا، جس میں بتایا کہ ایک مسلمان پر اس کے مسلمان بھائیوں کے کیا حقوق اور فرائض ہیں، اس کے بعد ایک جرمن نے ...... جرمن زبان میں اسی خطبہ کو دہرایا ۔

اس کے بعد تمام مسلمان مسجد کے ملحقہ مکان اور باغ میں جمع ہوئے جہاں ان کی تواضع اکل و شرب سے کی گئی اور باہم دوستانہ گفتگو ہوتی رہی - اور پھر مسجد میں نماز ظہر پڑھی گئی اور چار بجے سہ پہر کو سب مہمان اپنے گھروں کو واپس چلے گئے -

۲۹ر جون - اتوار - بچوں نے عید کا دوسرا دن منایا ۔

اخبار احمدیہ

بیماری اور درخواست دعا

مولنا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ انگلستان کے والد ماجد محمد یعقوب صاحب بہت دیر سے سیالکوٹ میں بیمار چلے آ رہے ہیں اب انہیں میو ہسپتال لاہور میں داخل کیا گیا ہے جہاں ان کا پیشاب کا اپریشن ہوا ہے، اپریشن کامیاب ہو گیا ہے تاہم احباب کرام کی دلسوز دعاؤں کی ضرورت ہے -

شکریہ تعزیت

جہلم سے ملک عبد الجبار صاحب و ملک مشتاق احمد صاحب ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اُن کے والد محترم ملک عبد الغنی صاحب کی وفات پر انہیں تعزیت کے خطوط لکھے، چونکہ سب احباب کو فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے، اس لئے وہ سب کا مجموعی طور پر شکریہ ادا کرتے ہیں -

ذہنی بددیانتی کا بدترین مظاہرہ

ایک مصری مولانا کا مولانا محمد علی مرحوم کی کتاب لونگ تھاٹس پر تبصرہ

مولانا محمد یعقوب خان

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی بلند پایہ تصانیف

مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے جس قدر اسلام کی خدمت لی اور جس قدر بلند پایہ تصانیف کا آپ کی بدولت اسلامی لٹریچر میں اضافہ ہوا، اس کی نظیر اس زمانہ میں شاید ساری اسلامی دنیا میں نہیں مل سکے گی۔ آپ کا انگریزی ترجمۃ القرآن یقیناً سب سے پہلا شاہکار تھا جس نے کلام الٰہی کے معانی و مطالب ایسے محققانہ اور عارفانہ انداز میں پیش کئے کہ خود تعلیم یافتہ مسلمانوں کے قلوب کو جو دہریت کا شکار ہو رہے تھے سہارا دیا۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی جیسے بلند پایہ اور راسخ العقیدہ مفکر نے اپنے ذاتی تجربہ سے یہی شہادت دی ہے فرماتے ہیں:۔

"مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ کی خوبیوں سے اس کے اثرات سے اس کی تبلیغی کامیابیوں سے انکار کرنا آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا ہے، صدہا ہزارہا بیگانوں کو یگانہ بنانے، صدہا ہزارہا منکروں کو اسلام سے قریب تر لانے میں وہ یقیناً معین ہوا ہے خود اپنے متعلق بھی یہ اعتراف بمسرت کرتا ہوں کہ آج سے پندرہ سولہ سال پیشتر جب میں اُن دو زنہ ارتیاب کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا اس وقت جن دو چار کتابوں نے مجھے اسلام سے قریب لانے میں معین ہوئیں، اُن میں سے ایک یہی انگریزی ترجمہ قرآن تھا مترجم کے ہمنام مولانا محمد علی (ایڈیٹر کامریڈ) بھی اس سے بہت متاثر تھے اور اس کی تعریف ہی کیا کرتے تھے"۔

مولانا کے ہمنام مولانا محمد علی صاحب جوہر جو جنگ آزادی کی صف اوّل کے علمبرداروں میں سے تھے اس اسلامی شاہکار سے اس قدر متاثر تھے کہ جب آپ، مولانا کی ملاقات کے لئے ان کے مکان واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے اور اُن سے بغلگیر ہوئے (یہ میرا چشمدید واقعہ ہے) تو سب سے پہلے الفاظ جو اُن کی زبان سے نکلے یہ تھے کہ مولانا، آپ کے ترجمہ کا کریڈٹ مجھے مل رہا ہے۔ جہاں جاتا ہوں لوگوں کو اس کے متعلق رطب اللسان پاتا ہوں اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ گویا میں ہی وہ محمد علی ہوں جس نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

علامہ اقبال کے دل میں بھی مولانا کی خدمات اسلامی کا بڑا گہرا احترام تھا۔ مولانا نے اپنی کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" بطور تحفہ اُن کی خدمت میں بھیجی۔ اس کے شکریہ میں مولانا کے نام خط میں لکھتے ہیں :۔

"آپ نے اپنی نئی کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" جو بطور تحفہ مجھے بھیجی ہے، اس کا بہت بہت شکریہ میں اس تحفہ کی قدر کرتا ہوں، اس کے بعض حصوں پر میں نے نظر ڈالی ہے اور اسے ایک نہایت ہی مفید تصنیف پاتا ہوں۔ ایسی تصنیف جس کے بغیر اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے چارہ ہی نہیں۔ آپ نے پہلے بھی کئی ایک کتابیں لکھی ہیں آپ کی قوت اور پیہم محنت کی استعداد کو خراج تحسین پیش کرنا پڑتا ہے"۔

ایک انگریز نو مسلم محمد مارما ڈیوک پکتھال جو خود ایک بلند پایہ صاحب قلم اور بعد میں انگریزی میں قرآن کے مترجم بھی ہوئے اسی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"غالباً زندہ مصنفین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کی خدمات نشاۃ اسلام کے لئے مولانا محمد علی لاہوری کی نسبت زیادہ لمبی اور زیادہ قیمتی ہوں، مولانا کی علمی تصانیف کے ساتھ مل کر تحریک احمدیت کی شہرت اور امتیاز کا موجب ہوئی ہیں"

قائد اعظم محمد علی جناح مولانا کی دعوت پر جب ان کے مکان واقع مسلم ٹاؤن تشریف لائے تو ایک مختصر تقریر میں جو چائے کے بعد کی انجمن کی اس خدمت کو سراہا جو اسلامی لٹریچر کے ذریعہ مولانا کی زیر قیادت زور شور سے ہو رہی تھی۔ اور فرمایا کہ میرے پاس دنیا کے کسی حصہ سے بھی اسلام کے متعلق کوئی استفسار آتا ہے تو میں جواب کے لئے یہاں بھیج دیا کرتا ہوں" وہ تقریب تھی جس میں آپ نے اخبار "لائٹ" کے متعلق یہ انکشاف کیا کہ جب وائسرائے نے ایک نجی گفتگو میں ان کے اس نظریہ کو سمجھنے سے قاصر ہونے کا ذکر کیا کہ مغربی جمہوریت ہندوستان کے مناسب حال نہیں تو اگلے دن انہوں نے "لائٹ" کا ایک پرچہ ان کے پاس بھیجا جس میں اسی موضوع پر مقالہ تھا جسے پڑھ کر (بقول قائد اعظم) وائسرائے نے وہ پرچہ اس نوٹ کے ساتھ واپس کیا کہ اب میں آپ کے زاویۂ نگاہ کو سمجھ سکا ہوں اور اسے حق بجانب سمجھتا ہوں، یہ ان دنوں کی بات ہے جب قائد اعظم نے دو قوموں کے نظریہ کی آواز اٹھائی اور پاکستان کی جدوجہد کا علم بلند کیا۔ پنجاب مسلم لیگ کے اس وقت کے صدر اور سیکرٹری اور کئی ایک اکابرین ملت اس تقریب میں موجود تھے۔

مولانا محمد علی کی کئی اسلامی کتب حکومت ترکیہ کے شعبۂ اسلامیات کے زیر اہتمام انگریزی سے ترکی زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور اسلامی دنیا کی متعدد اور زبانوں میں بھی منتقل ہو چکی ہیں۔

ایک خاص کتاب

اب میں ایک خاص کتاب کی طرف آتا ہوں جو ان سطور کا اصل مبحث ہے۔

مولانا کی زندگی کے آخری ایام کا ذکر ہے کہ انگلستان کی ایک پبلشنگ فرم نے کتابوں کے ایک سلسلہ (SERIES) کی اشاعت کا تہیہ کیا جس میں مختلف بانیان مذاہب کے ایسے خیالات اور اقوال کو جمع کیا جائے جو اپنی افادیت کے لحاظ سے زندہ جاوید ہونے کی حیثیت رکھتے ہوں اور زمانۂ حال کے مسائل کا جن سے انسانیت دوچار ہے ان میں جواب ہو، اس (SERIES) کا نام انہوں نے LIVING THOUGHTS (زندہ اذکار) تجویز کیا۔

اسلام کے متعلق ایسی تصنیف کے لئے ناشرین کی نظر انتخاب قدرتی طور پر مولانا محمد علی پر پڑی جو اسلامیات پر ایک بین الاقوامی اتھارٹی کی شہرت رکھتے تھے۔ مولانا نے اسے خدمت اسلام کا ایک اور موقع سمجھا جو دست غیب نے انہیں مہیا کیا اس تصنیف میں جو مولانا کی زندگی کا سب سے آخری کارنامہ ہے جو زور قلم نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور توفیق سے لکھی گئی ہے صفحات کی محدود حد بندی کے اندر رہنا مصنفین کی طرف سے عائد کی گئی تھی، اسلام کی تعلیمات پر ایک ایسی جامع نظر ڈالنا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور انسانی زندگی کے ہر ایک مسئلہ پر روشنی پڑے، گویا کوزہ میں دریا کو بند کرنا تھا۔ اس کتاب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس سے ظاہر ہے کہ ہزارہا کی تعداد میں اور کئی ایڈیشنوں میں اب تک شائع ہو چکی ہے۔

لونگ تھاٹس کا ترجمہ مصر میں

وقت کی یہ اہم ضرورت پورا کرنے والی کتاب تمام اسلامی دنیا میں ارباب بصیرت کے لئے جاذب توجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ جب مصر میں وزارت تربیت و تعلیم کے زیر اہتمام ادارۂ ثقافت عامہ نے ایک ہزار بلند پایہ کتب کو عربی میں ترجمہ کرنے کی سکیم مرتب کی تو مولانا محمد علی کی اس تصنیف کا بھی عربی میں ترجمہ شائع کیا جس کا عربی نام "الفکر الخوالد للنبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔

مصری ادارۂ ثقافت کا حضرت مولانا کو خراج تحسین

مصر کے سب سے مؤثر ثقافتی ادارہ کی طرف سے مولانا کی تصنیف کو عربی لٹریچر میں ایک مفید اضافہ کے لئے چننا بجائے خود مولانا کے تبحر علمی اور خدمات اسلامی کو خراج تحسین تھا۔ جو تنگ نظر علماء کی قوت برداشت کے لئے بہت بھاری تھا۔ مگر جس چیز نے ان کے پیمانۂ صبر کو لبریز کر دیا وہ ارباب ادارہ کی طرف سے "الفکر الخوالد" کے صفحہ اوّل پر مولانا کا ان الفاظ میں تعارف تھا :۔

"داعیہ (مولانا محمد علی) حصول فضیلت کے لئے

> کے لئے وقف تھے، عبادت گزار تھے اور قرآن کریم کے بڑے گرویدہ۔ انہوں نے اپنے روحانی مرشد غلام احمد قادیانی بانی تحریک احمدیت کی صحبت میں دنیوی حرص و طمع سے ہاتھ اٹھالیا تھا۔۔۔۔۔۔ اور وہ اپنے استاد کی رہنمائی میں عابدوں اور زاہدوں کے مسلک پر گامزن رہے انہی کی ہدایت سے مجلۂ اسلامیہ جاری کیا تھا تاکہ اسلامی تعلیمات یورپ اور امریکہ میں پہنچائیں“

استاذ محب الدین کا مخالفانہ مضمون اور ”فاران“ میں اس کا ترجمہ

ان الفاظ پر ایک مولانا صاحب! استاذ محب الدین الخطیب تو اس قدر برہم اور مغلوب الغضب ہوئے کہ ”مجلۃ الازہر“ (فروری ۱۹۵۷ء) میں ایک ایسا مقالہ سپرد قلم کیا جسے دیکھ کر گردن شرم سے جھک جاتی ہے کہ اسے اللہ ایک عالم دین ہو کر ایسی بے سروپا باتیں کیسے کہہ سکتا ہے، جو بالکل بے بنیاد ہوں۔ اسلامی رواداری کو تو چھوڑ دیجئے اس دیانت و امانت کا دامن بھی چاک کر کے رکھ دیا جو اسلام کا امتیاز تھا۔

میرے سامنے کراچی کے ایک ماہنامہ ”فاران“ کا ماہ مئی ۱۹۵۸ء کا شمارہ ہے جس میں کسی صاحب محمد زکریا صاحب کی طرف سے اسی مصری بزرگوار کے عربی مضمون کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ مترجم نے کس نیک ارادہ سے یہ ترجمہ شائع کیا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:۔

> ”چونکہ یہ مضمون بہت دلچسپ اور پُراز معلومات ہے اور مسلمانانِ پاکستان کے لئے خصوصیت سے قابل غور ہے اس لئے میں اس کا ترجمہ قارئین ”فاران“ کے لئے پیش کرتا ہوں تاکہ اس کا اندازہ ہو سکے کہ اس فرقۂ ضالہ کی ریشہ دوانیاں مصر میں کس طرح کام کر رہی ہیں“

کیا یہ ریشہ دوانی ہے؟

مضمون کی دلچسپی اور ”پُراز معلومات“ ہونے کی قلعی تو میں ابھی کھولوں گا میں مترجم صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر ادارہ ثقافت نے مولانا محمد علی کی کتاب کو مفید سمجھا اور اس قابل سمجھا کہ عربی دُنیا بھی ان صحیح اسلامی خیالات سے مستفید ہو تو اس میں ”ریشہ دوانی“ کی کونسی بات ہے؟ خدا شاہد ہے کہ اگر ”فاران“ میں یہ ترجمہ شائع نہ ہوتا تو ہمیں یہ علم تک بھی نہ تھا کہ مولانا کی کتاب مصر کے روشن خیال طبقہ میں کس قدر قبولیت پا چکی ہے اور خود مولانا کی ذات اور اسلامی خدمات کے لئے اس طبقہ کے قلوب میں کس قدر احترام ہے، کیا ریشہ دوانی اسی کو کہتے ہیں کہ خود ریشہ دوانی کرنے والوں کو بھی اس کا علم پہلی مرتبہ ایک پاکستانی رسالہ ”فاران“ سے ہو؟

ترجمہ میں بدعنوانی

مترجم نے اپنے ترجمہ کے لئے جو عنوان تجویز کیا ہے یعنی ”قادیانی ریشہ دوانی مصر میں“ اس میں بھی جائز حدود سے تجاوز کیا ہے اور ایک بالکل غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اصل عربی مضمون کا عنوان یہ نہ تھا۔ اس کا عنوان ”تشجیع التالیف الاسلامی والجوی عن کتاب من الغث کُتُب“ تھا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ باقی ترجمہ کہاں تک اصل کے مطابق ہے۔ جو کچھ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس قدر عامیانہ اور سوقیانہ ہے کہ یقین نہیں آتا کہ مصر کے کسی ذمہ دار صاحب علم کے قلم سے ایسی گوہر افشانی ہو سکتی ہے۔

بے بنیاد حوالہ جات

اس مضمون میں بانی تحریک احمدیت کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے ہیں جو کم از کم ہماری نظر سے اب تک نہیں گزرے اور بڑی دیدہ دلیری سے کتاب اور صفحہ کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ مستند معلوم ہوں معلوم ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب کی بعض عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان میں اپنی طرف سے ایک مفہوم ٹھونس دیا گیا ہے اور پھر انہیں پیش یوں کیا ہے کہ گویا مرزا صاحب کے اصل الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ الفاظ لیجئے جو مرزا صاحب کی طرف منسوب کئے گئے ہیں:۔

> ”میں ابوبکر سے افضل ہوں“۔ ”بلکہ انبیاء سے بھی افضل ہوں“۔ ”ملائکہ روح کی حرارت کے نام کے سوا کچھ نہیں ہیں“۔ ”قیامت آنے والی نہیں اور تقدیر کوئی چیز نہیں“۔ ”میرے ظہور کے بعد حج قادیان میں منتقل ہو گیا ہے“

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دروغ گوئم بر روئے تو اسی کا نام ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص جو ادنےٰ سے ادنےٰ ذہنی دیانت داری بھی رکھتا ہو، ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ بانی تحریک احمدیہ کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرے جن کا نام و نشان بھی مرزا صاحب کی کسی تحریر میں نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا اس ہاتھ کی صفائی کا سہرا کس کے سر پر ہے۔ مصر کے ایک بظاہر جلیل القدر عالم کے سر پر یا ان کے پاکستانی مترجم کے سر پر۔

عالمِ خواب کے نظارے

دوسری قسم کے اعتراضات حضرت مرزا صاحب کے ان خوابوں پر مشتمل ہیں جن میں انہوں نے اپنے متعلق بعض نظارے دیکھے۔ عالمِ خواب کی کیفیات کو عالمِ واقعات پر منطبق کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ گویا مرزا صاحب نے اپنے لئے اس مقام کا دعویٰ کیا جو انہیں خواب میں نظر آیا، کہاں کی دیانتداری ہے؟ حضرت یوسف کا رؤیا قرآن میں منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ سورج چاند اور ستارے میرے سامنے سربسجود ہو گئے ہیں۔ ایسے روحانی مشاہدات کی حقیقت محض تمثیلی ہوتی ہے اور ان کا منشاء بعض حقائق کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے بھی اگر ایسے کوئی خواب دیکھے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟

”لائٹ“ کے ایک مضمون کا غلط مفہوم

فاضل مضمون نگار یا ان کے مترجم (واللہ اعلم بالصواب کہ کذب بیانی کا ذمہ دار کون ہے) کی ذہنی دیانت داری کا ایک اور شاہکار ملاحظہ ہو جو اخبار ”لائٹ“ کے متعلق ہے۔ لکھا ہے:۔

> ”احمدیوں کا رسالہ ”لائٹ“۔۔۔۔ ان لوگوں نے میرے پاس بھیجا تھا۔ اس رسالہ کی اشاعت ۱۶ر جولائی ۱۹۳۲ء میں بعنوان ”اللہ کی آواز“ یہ عبارت درج ہے:۔ ”گاندھی پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے اللہ نے ایسی آوازیں جو گاندھی نے کانوں سے سنی ہے گاندھی سے کلام کیا ہے“۔ رسالہ ہی اس بے ہودہ بکواس پر حاشیہ چڑھایا ہے ”گاندھی نے ہم سے صرف یہی نہیں بیان کیا ہے کہ اللہ صرف موجود ہے، بلکہ ہم سے اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ کہی ہے کہ وہ انسان سے کلام کرتا ہے؟۔۔۔۔ حقیقت اس (گاندھی) نے خود اس کی آواز سنی ہے“

اس ساری عبارت میں صرف ایک ہی بات صحیح ہے، کہ ”لائٹ“ کے مذکورہ بالا شمارہ میں VOICE OF GOD (خدا کی آواز) کے عنوان سے ایک اداریہ شائع ہوا جو میرا ہی لکھا ہوا تھا۔ میرے سامنے اس اخبار کے ۱۹۳۲ء کی فائل ہے جس میں سے ۱۶ر جولائی کا پرچہ میں نے نکالا ہوا ہے۔ میں نے آنکھیں مل مل کر دیکھنے کی کوشش کی کہ جو الفاظ ”لائٹ“ کی طرف منسوب کئے ہیں وہ کہیں مل سکیں بعینہٖ ہی الفاظ نہ سہی کوئی اور الفاظ ہی مل جاویں جو اس مفہوم کے متحمل ہو سکیں۔ مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ اس مصری عالم نے یا ان کے مترجم نے (واللہ اعلم بالصواب) کس دیدہ دلیری سے اس اداریہ کو جو گاندھی کے دعویٰ کی تردید میں لکھا ہے اس کی تائید میں پیش کیا ہے۔

مہاتما گاندھی کا مضمون

یہ اداریہ بعنوان ”خدا کی آواز“ مہاتما گاندھی کے اداریہ پر بطور تبصرہ لکھا گیا تھا جو اس ہندو لیڈر نے اپنے انگریزی اخبار ”ہریجن“ میں بعنوان ”ALL ABOUT THE FAST“ (برت کے متعلق واقعات) شائع کیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ مہاتما جی کا کونسا برت تھا۔ ہر ایک سیاسی اور سماجی ایشو پر برت رکھنا ان کا معمول ہو چکا تھا۔ اس اداریہ میں مہاتما جی نے لکھا تھا کہ اس برت کے متعلق (کہ آیا رکھوں یا نہ رکھوں) میں سخت ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ اچانک مجھے ایک آواز سنائی دی۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہ جیسے کوئی انسانی آواز مجھ سے بول رہی تھی جس کو مسترد کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سے قبل میں سخت اندرونی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اچانک یہ آواز مجھے سنائی دی اور سنتے ہی وہ کشمکش ختم ہو گئی۔ مجھ پر ایک سرور کا عالم طاری ہوا اور میں نے اپنے آپ کو بالکل تازہ دم محسوس کیا۔ میرے پاس کسی متشکک کو قائل کرنے کے لئے کہ جو آواز میں نے سنی وہ میری خود فریبی یا منتشر دماغ کی پیداوار نہیں تھی کوئی اور شہادت نہیں۔ وہ ہو جاہے سمجھے۔ یہ بھی

کن ہے کہ جو وہ کہتا ہے وہی ٹھیک ہو۔ میرے پاس اس کی تردید کے لئے کوئی ثبوت نہیں۔ مگر میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تمام دنیا کا متفقہ فیصلہ بھی اگر میرے خلاف ہو تو میرے اس ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتا کہ جو کچھ میں نے سنا وہ یقیناً خدا کی آواز تھی۔

لائٹ کا تبصرہ

جہاتما جی کے ان خیالات پر "لائٹ" کے اداریے میں جو تبصرہ کیا گیا اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے:-

"اوّلاً ہمیں اس سے اتفاق ہے کہ خدا انسان سے کلام کرتا ہے مگر ہمیں ابھی تک یقین نہیں آتا کہ جہاتما جی جس تجربہ سے گزرے وہ فی الواقعہ خدا کی آواز تھی، ان کے اپنے تحت الشعور کی آواز تھی۔ جہاتما جی لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک خدا کی آواز، ضمیر کی آواز، یا اندرونی آواز سب مترادف مفہوم کے حامل ہیں، اگر یہ ضمیر کی آواز تھی تو یہ ایک عام علم النفسیاتی چیز ہے کہ آخری تجزیہ میں یہ انسان کے اپنے وجود کی پیداوار ہے اس سے مسئلہ ابھی تک مشکوک ہی رہتا ہے اور آدمی شک ہی میں رہ جاتا ہے کہ آیا یہ واقعی خدا کی آواز تھی یا جہاتما کے اپنے تحت الشعور کی، دوسری بات جو اس شک کو مضبوط کرتی ہے یہ ہے کہ جہاتما جی نے خدا کے اصل الفاظ نہیں دیئے وہ کہتے ہیں کہ یہ ایسی تھی گویا کوئی انسانی آواز مجھ سے بول رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس آواز نے کہا کیا؟ یہ سارے مسئلہ کی جان ہے، کیا یہ آواز انگریزی میں تھی یا گجراتی میں یا ہندی میں یا کسی اور زبان میں؟ کیا اس (آواز) نے کہا "برت شروع کر دو" یا کچھ اور کہا، یا کسی اور زبان میں کہا۔ لیکن جہاتما جی نے کوئی الفاظ نہیں دیئے، اس سے معاملہ ویسا ہی ایک گورکھ دھندا رہ جاتا ہے جیسے تھا"

کیا قوتِ تخیلہ کی بے لگام سے بے لگام پرواز سے بھی ان الفاظ کو وہ مفہوم پہنایا جا سکتا ہے جو مضمون نگار یا مترجم نے "لائٹ" کی طرف منسوب کیا ہے؟

ایڈیٹر فاران سے

رسالہ "فاران" کے فاضل ایڈیٹر ماہر القادری صاحب اپنے اسی پرچہ میں مولانا ابوالاعلےٰ مودودی کی حمایت میں ان کے معترضین سے شکوہ کرتے ہیں کہ:-

"دشمنی اور عداوت کی حد ہو گئی ...... اور ستم بالائے ستم یہ کہ احتیاط و تقویٰ نے اور پاکبازی اور نیکوکاری نے تمام و کمال نیک نیتی (؟) کے ساتھ مولانا مودودی کی تحریروں میں کتر بیونت اور تحریف کی اور ان کو وہ معنے پہنائے جو صاحب تحریر کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھے"

میں پوچھتا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب "فاران" اخبار "لائٹ" کے متعلق اپنے ایک مضمون نگار کے مندرجہ بالا کارنامے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ کیا اس پر بھی مندرجہ بالا فتویٰ صادر فرمانے کے لئے تیار ہیں؟ مولانا مودودی کی تحریروں میں تو شکایت محض کتر بیونت اور تحریف کی ہے۔ یہاں تو اصلیت کو بالکل الٹ کر کے دکھایا گیا ہے۔ مولانا ماہر القادری ایک بلند پایہ صحافی ہیں اور جہاں تک ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے وہ اسلامی اقدار کے احیاء کے لئے بھی تڑپ رکھتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کیا حق گوئی بھی ان اقدار میں شامل ہے خواہ وہ ایک مخالف کے بارے ہی میں ہو؟ قرآن کریم کا صریح حکم ہے کہ شہادت حق دینے میں مومن کو کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے خواہ وہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ اب جبکہ "لائٹ" کے اداریہ زیر بحث کے متعلق تصویر کا دوسرا رخ بھی ان کے سامنے آگیا ہے کیا وہ صحافیانہ دیانتداری کا یہ ثبوت دیں گے کہ اس حصے کی تردید اپنے رسالہ کے سب سے پہلے شمارہ میں شائع کریں گے؟

احمدیت کا سنگِ بنیاد ——— خدا سے ہمکلامی

تمام اعتراضات میں ایک ہی اعتراض ایسا ہے جسے سنجیدہ اور اصولی کہہ سکتے ہیں اور وہ حضرت مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالےٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں قطعاً انکار نہیں کہ ہم دیانت داری سے یہی سمجھتے ہیں کہ جو مذہب انسان کو خدا تک نہ پہنچا سکے وہ رسوم و عبادات کے ایک بے جان مجموعہ سے بڑھ کر نہیں اور اس سے زندگی کی نمو پیدا نہیں ہو سکتی ——— زندگی کی گرم جوشی روحِ انسانی میں صرف تعلق باللہ سے پیدا ہوتا ہے اور یہی احمدیہ تحریک کا سنگ بنیاد ہے۔

خدا سے ہمکلامی اور نبوت لازم و ملزوم نہیں

ہمارے نزدیک وحی و الہام کے متعلق مسلمانوں کا موجودہ توحش روحِ اسلام سے بے بہرگی اور محرومی ہے۔ وحی و الہام سے کوئی شخص نبی نہیں ہو جاتا۔ قرآن میں امِ موسیٰ اور حواریوں پر بھی وحی کا ذکر ہے جو غیر نبی تھے۔ پھر اولیاء امت میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ایسے ہوئے ہیں جنہیں خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا پھر حضرت مرزا صاحب کے دعوئے وحی و الہام سے اس قدر توحش کیوں؟ آخر سَجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ بِغَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ والی حدیث کو کہاں لے جائیں گے خدا تعالےٰ سے ہمکلامی اور نبوت لازم و ملزوم نہیں ہیں۔

وحی و الہام اولیائے امت میں

اخبار لائٹ (۱۶ جولائی ۱۹۲۳ء) کے جس اداریہ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کو پڑھ جایئے اس کا منشاء سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وحی و الہام ہی ایمان کا جوہر حقیقی ہے اور جو مذہب اس سے خالی ہو اس کی مثال ایک ایسے درخت کی ہے جو سوکھ جاتا ہے اور پھل نہیں دیتا۔ یہ نعمت حضرت مرزا صاحب سے مخصوص نہیں، امت میں ہزاروں اولیاء کرام اس سے فیضیاب ہوئے۔ "لائٹ" کے اسی اداریہ میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:-

"بانیٔ احمدیہ تحریک نے اس نظریہ (انقطاع وحی و الہام) کو مسترد کیا اور دعوےٰ کیا کہ اسلام کا درخت ایک سدا بہار درخت ہے جس کو جلال الدین رومی، عبدالقادر جیلانی، بایزید بسطامی، معین الدین اجمیری، مجدد سرہندی، اور ایسے اور بکثرت پھل سارے قرون میں لگے، جنہیں خدا نے چنا اور جن پر خدا نے اپنے کلام کے ذریعے اپنی رضا کی راہوں کا انکشاف کیا۔ اور کہا کہ میں اس درخت کا زندہ پھل ہوں اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔"

زندہ خدا پر ایمان

اس اداریہ میں یہی زور دیا گیا ہے کہ روحانی زندگی کا سرچشمہ صرف یہ ہے کہ زندہ خدا سے انسان کا اپنا کس قدر تعلق ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ نہ ہو تو عبادات بھی ہیچ ہیں اور عقاید بھی ہیچ۔ کتابی علم یہاں تک محدود ہوتا ہے کہ خدا کسی اور سے بولا کرتا تھا۔ یہ بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں کے مکان میں ایک ایسی چیز (بجلی) لگی ہوئی ہے جس کا ایک بٹن دبانے سے سارا گھر روشن ہو جاتا ہے۔ کیا مجھے محض اس قدر علم ہو جانے سے میرے اپنے گھر کی تاریکی دور ہو سکتی ہے؟ تعجب پر تعجب ہے کہ اتنی سیدھی سی بات عوام کو تو کیا ہمارے خواص کو بھی سمجھ نہیں آتی، اگر خدا کے نور سے میرا اپنا نہاں خانۂ قلب منور نہیں تو ان دینی کتابوں کے انبار سے کیا فائدہ جو میں جانتا ہوں۔ ایسے تو خود قرآن نے کچھ اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔ ایسے علم کی تمثیل كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا سے دی ہے مولانا رومی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

علمائے ظاہر کی تیرگیٔ علم

ہمارے علمائے ظاہر (الا ماشاء اللہ) کی جو حالت ہے کیا اس پر مولانا کا مصرعِ اوّل بلفظہٖ صادق نہیں آتا؟ اسی مصری عالم صاحب کو دیکھئے۔ کیا زہر بھرا مضمون ایک ایسی کتاب کے متعلق لکھا ہے۔ جس نے اسلام کی تعلیمات کو آفتاب عالمتاب کی طرح جگمگا کر دکھایا ہے۔

حضرت مرزا صاحب یہی رونا روتے ہیں کہ علماء ظاہر نے ظاہری رسم و رسومات اور قیل و قال میں اسلام کی اصلی روح کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہمہ در ہائے قرآں را چو خاشاکے بیفگندند

جس علم سے انسان باخدا نہیں ہو سکتا وہ خواہ قرآنی مطالعات اور تشریحات کا انبار ہی کیوں نہ ہو، وہ علم نہیں سب سے بڑا حجاب ہے۔ اقبال نے اسی علم کے متعلق ہی تو فرمایا تھا ؎

فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا
قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

حضرت مرزا صاحب نے اس کور باطن علم کی یوں پھبتی ڈالی ؎

ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

احمدیہ تحریک کی جنس گرانمایہ

وحی و الہام بے شک احمدیہ تحریک کا سب سے

پا تصور ہے مگر یہی وہ جنسِ گرانقدر ہے جس سے حیاتِ جاوداں وابستہ ہے، جو مذہب کی جان ہے، جو زمانۂ قدیم سے ہر ایک جویائے حق کا مقصد و منتہا تھا اور جو تعلیمات قرآنی کے پیغام کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور ہمارے مصری فاضل دوست کو اگر اللہ تعالیٰ چشم بینا دے اور العلم حجاب الاکبر کی بیماری سے نجات دے تو انہیں یہ حقیقت واشگاف نظر آجانی چاہیئے کہ اس وقت مہذب دنیا کو ایک ایسے ہی زندہ خدا کی تلاش ہے۔ قصے کہانی کے رنگ میں تو مذاہب کو جو پھل لگا وہ باہمی جنگ وجدال اور منافرت کے سوائے کچھ نہیں۔ بقول حافظ شیرازی ؂

چو ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

احمدیہ تحریک اسلام کے ذاتی تجربہ کے رنگ میں

احمدیہ تحریک کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ اسلام بر رنگ افسانہ کی جگہ جو ہم میں مروج ہوا ہے، اسلام بر رنگ ذاتی تجربہ (بہ رنگ تعلق باللہ) کی طرف توجہ کرنی چاہیئے مرزا صاحب کا مشن صرف اس قدر تھا کہ میں نے اسلام کا خود تجربہ کر لیا ہے۔ اور جو کچھ پایا نبی کریمؐ کا خاکِ پا ہو کر پایا۔ فرماتے ہیں :-

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
مصطفےٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہی پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
کیا یہ دعوےٰ نبوت ہے؟

یہ ذاتی تجربہ وحی والہام کی ہی بدولت ہو سکتا تھا۔ اس سے کوئی انسان نبی نہیں بن جاتا۔ مرزا صاحب کی تمام تصانیف کا نچوڑ صرف اسی قدر ہے کہ اب انسانیت اگر خدا تک پہنچ سکتی ہے تو اسی ایک مشعلِ راہ کی روشنی سے پہنچ سکتی ہے جو قرآن وسنت کی روشنی ہے کیا دعوےٰ نبوت اس کو کہتے ہیں۔ کیا کسی صاحب انصاف مسلمان کو یہ زیب دیتا ہے کہ ایک ایسے شخص پر جو چلا چلا کر اپنے آپ کو خادم قرآن بتلائے زبان طعن و تشنیع دراز کرے۔ کیا یہ کہنے والا کہ ؂

ایں چشمۂ رواں کہ بہ خلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز آبِ زلالِ محمدؐ است

ایک نئی نبوت کا قائم کرنے والا ہو سکتا ہے؟

اسلام کا حقیقی تصور احمدیہ تحریک میں

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا وہی تصور ساری دنیا میں غور وفکر کے حلقوں میں مقبول ہو رہا ہے جو احمدیت نے پیش کیا ہے۔ اسلامی دنیا کے روشن خیال تعلیم یافتہ طبقہ نے ہر جگہ اس تصور کو اپنے قلب کی گہرائیوں کی آواز سمجھ کر اسے اپنا لیا ہے۔ کسی اسلامی ملک میں جائیے وہاں آپ کو ایک ہی لٹریچر اسلامی مشعلِ راہ کا کام دیتا نظر آئے گا جو احمدیہ تحریک نے پیدا کیا ہے۔ ووکنگ مشن کا اسلامک ریویو اور ووکنگ مشن کی مطبوعات ہر ایک لکھے پڑھے مسلمان کی لائبریری کی زینت ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا زندہ ثبوت

مولانا کی کتاب "لیونگ تھاٹس" یقیناً اسلام کا ایک حسین اور مفید نقشہ پیش کرتی ہے۔ اور ادارۂ ثقافت عامہ نے عربی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے اسلام کی ایک گرانقدر خدمت کی ہے مولانا محمد علی نے جس چشمہ سے علوم قرآنی کا فیض حاصل کیا وہ حضرت مرزا غلام محمد قادیانی ہی تھے۔ کیا خود یہ چیز کہ مرزا صاحب نے مولانا محمد علی جیسا یگانۂ روزگار خادمِ اسلام پیدا کیا اور خواجہ کمال الدین جیسا عالمگیر شہرت کا مبلغ اسلام پیدا کیا۔ جن کی تصانیف اور یورپ اور امریکہ میں اسلامی مشنوں نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے ناممکن خواب کو ایک حقیقت بنا دیا، مرزا صاحب کی مجددیت اور ماموریت کے لئے کافی ثبوت نہیں؟

مبارک "ریشہ دوانی"

مترجم صاحب نے ہم پر "ریشہ دوانی" کا الزام لگایا ہے۔ میں حیران ہوں مسلمان کب تک اس سستی شہرت کے لئے خود اسلام کے کام کو نقصان پہنچاتے رہیں گے جو احمدیہ تحریک کی بدولت ہو رہا ہے۔ اور جسے کرنے والا کوئی اور ساری اسلامی دنیا میں نظر نہیں آرہا۔ اگر اسلام کا خوبصورت چہرہ دنیا پر ظاہر کرنا "ریشہ دوانی" ہے تو اس سے بڑھ کر مبارک "ریشہ دوانی" کیا ہو سکتی ہے۔ اور احمدیہ جماعت کو ایسی "ریشہ دوانی" پر فخر ہے، یہ اس کا نصب العین ہے کہ ایسی "ریشہ دوانیوں" کا ایک جال مغربی دنیا کے ہر ایک ملک میں بچھایا جائے،

ایک سب سے بڑا جال ہم نے ووکنگ میں بچھایا ہے جہاں آئے دن انگریز حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے ہیں۔ ایک جال جرمنی میں بچھایا ہے۔ جہاں ایسے جرمن بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن کے مضامین اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر پڑھ کر علامہ اقبال بھی پھڑک اُٹھے تھے۔ امریکہ اور افریقہ بھی ان جالوں سے نہیں بچا۔ افریقہ میں تو قبول اسلام کی رو ایسی تیزی سے چل پڑی ہے۔ کہ خود یورپ پر ہماری ہی ان "ریشہ دوانیوں" کی بدولت ایک انقلاب آرہا ہے ذرا ملاحظہ فرمایئے تازہ ترین آواز جو دہریہ حلقوں سے ان کے اخبار فری تھنکر میں اُٹھی ہے۔ ان کے قلوب بھی پکار اُٹھے ہیں کہ مسیحیت کی صف یورپ سے لپیٹی جاتے کو ہے اور اس کی جگہ اسلام لینے والا ہے۔ بلکہ اس اخبار میں یہاں تک لکھا ہے کہ جب سارے مذاہب مٹ چکے ہوں گے تو اسلام پھر بھی زندہ و تابندہ ہوگا۔ مبارک ہے ایسی "ریشہ دوانی" جس سے اللہ اور رسول کا نام بلند ہوا اور اسلام کا نور دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کرے۔ . . . .

. . . .

مسلمانوں کی حسِ اسلامی سے اپیل

مسلمان بھائیوں کی حس اسلامی سے میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ احمدیہ تحریک کے متعلق اپنے رویہ پر ٹھنڈے دل سے واقعات کی روشنی میں نظر ثانی کریں، اور خدمت اسلام کا یہ تاریخی کام جو ہو رہا ہے اس کو نقصان نہ پہنچائیں مرزا صاحب کے اقوال میں قطعاً کوئی ایسی بات نہیں جو اولیاء امت کے اقوال میں نہ پائی جاتی ہو۔ پھر بھی اگر دیانتداری سے کسی کو ان کے دعاوی کے متعلق انشراحِ صدر نہ ہو تو کم از کم مزاحمت سے ہی باز آجائیں۔ ہم آپ کی طرف سے اسلام کے سپاہی بن کر یورپ اور امریکہ کے محاذوں پر علم اسلام بلند کریں اور آپ ان کی ٹانگیں کھینچتے رہیں، آخر یہ طفلانہ کھیل کب تک؟

پیرس اور فرانس میں اسلام

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کی انجمنیں دینی، فلاحی، تعلیمی، سیاسی، خوب ہیں، سب سے بڑی انجمن کا نام سنٹرل کلچرل اسلامک سوسائٹی ہے پیرس میں رہنے والے مسلمان اس کے ارکان ہیں۔ اس کی مجلس منتظمہ میں ایک درجن ممالک کی نمائندگی ہے۔ اور فرانس، پولینڈ، یوگوسلاویا، سیاہ افریقہ وغیرہ کی نمائندگی بھی ہے۔

یہ انجمن تمام اہم مذہبی تہوار مناتی ہے، عیدین اور یوم میلاد النبی صلعم بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔ اسلامی علوم و مباحث پر لکچروں کا بندوبست بھی یہ انجمن کرتی ہے جن میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بکثرت شریک ہوتے ہیں۔

فرانسی زبان میں اس انجمن کی جانب سے کتابوں کی اشاعت بھی ہو رہی ہے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ کے علاوہ سیرت نبوی صلعم پر ایک ہزار صفحات کی کتاب زیر طبع ہے۔ ایک ماہوار رسالہ بھی جاری ہو رہا ہے۔

درخواستِ دعا

ماسٹر عبدالحمید صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی حال سکنہ دیونہ منڈی ملیانی ریلوے سٹیشن ضلع گجرات ہماری جماعت کے ایک پرانے ممبر ہیں، دوران ملازمت میں ان کے بعض اعضا مفلوج ہو گئے اور وہ کام کرنے کے قابل نہ رہے اور اب مذکورہ بالا مقام پر بیکاری اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے خط سے یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ ان کے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جس پر وہ گذر بسر کر رہے تھے چوری ہو گئی۔ ان کا بڑا لڑکا کھاریاں میں معمولی مشاہرے پر ملازم ہے، ماسٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میرا یقین ہے کہ جماعت احمدیہ اب بھی روحانی آدمیوں سے خالی نہیں جن کی دعائیں جناب الٰہی میں مقبول ہوتی ہیں۔ میں اب جسمانی اور روحانی دونوں لحاظ اپاہج ہوں

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

۶ رذی الحجہ ۔ ۱۴ رجولائی ۱۹۵۸ء بروز پیر :—

صوفی محمد طیب صاحب نے "ذبح اسلام" مجریہ جون سے سرسید چشم ہو لی ایک مضمون بعنوان "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک ورق" پڑھ کر سنایا نہایت ہی پُر عبرت تھا، دل مضمون سے کاش امت مسلمہ اس سے سبق حاصل کرے اور ہم وابستگان سلسلہ اسوۂ رسول کی روشنی میں اپنے قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں ۔

اسے تصور پھر دکھا ہم کو وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

کوہستان ۲ رجون کا پرچہ برائے ملاحظہ حاجی عبد المطلب صاحب کیلئے از احباب ربوہ کو بھیجا ۔ سید ارشاد حسین رضوی کو اُن کے کوہستان کے پرچے بھجوائے ۔ محمد شیر گل صاحب کو اسلامک ریویو بابت اپریل اور عبد الحکیم صاحب کو پیغام صلح ۱۲ دستی بھجوایا ۔ سچوانی صاحب بصرہ سے لائٹ ۱۶ کا ایک پرچہ ملا ۔

۴ رجولائی ۱۹۵۸ء بروز جمعہ :—

کویت سے عزیزم عبد العزیز پراچہ عید منانے اپنے چچا محمد شیر گل صاحب کے یہاں آئے ہوئے ہیں شام کو برائے ملاقات گھر آئے چند ماہ سے انہیں اخبارات اور لٹریچر بھیج رہا ہوں جس کا شکریہ ادا کیا اور بتلایا کہ خود بھی پڑھتے ہیں اور اپنے احباب کو بھی برائے مطالعہ دیتے ہیں عزیز نے مغرب کی نماز مکان پر پڑھی ایک گھنٹہ سے زیادہ تبلیغی گفتگو رہی، ان کو حمائل شریف دیا ۔ اُن سے کویت میں عراقی دوستوں کے علاوہ امریکن اور دیگر مغربی ممالک کے باشندے بھی ملتے رہتے ہیں، ان میں بھی لٹریچر تقسیم ہوتا رہتا ہے ۔ عبد الحمید صاحب بیٹھے تھے کہ جناب محمد یوسف الدین خان آفریدی آ گئے، آفریدی صاحب کوئی تین گھنٹہ بیٹھے، انہوں نے بتلایا کہ دفتر لائٹ سے بذریعہ خط معلوم ہوا ہے کہ ان کا مضمون ۲۴ رجون کی لائٹ میں شائع ہوا ہے، یہ نوجوان بھی خوب کام کر رہا ہے ۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ معہ عربی متن، اور کتابچہ "اسلام اِز ماڈرن" مستعار لے گئے، اسلامک ریویو مجریہ اپریل بھی دیا ۔

۶ رجولائی ۱۹۵۸ء بروز اتوار :—

عزیزم محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح کا عدد خاص مسیح موعود نمبر اور سید ارشاد حسین رضوی کو پیغام صلح ۱۴ دستی بھجوایا ۔

۷ رجولائی ۱۹۵۸ء بروز پیر :—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ بیٹھے، آن کی بھی ڈاک اس ہفتہ نہیں آئی معلوم ہوتا ہے بغداد کی کوئی ڈاک آئی ہی نہیں موصوف سے امروز پانچ جون کا ایک پرچہ ملا جس میں ایک مضمون بعنوان "بغداد میں ہزاروں پاکستانی زائرین بھیک مانگتے پھرتے ہیں" شائع ہوا ہے ۔ یہ پرچہ جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب المستشار فی السفارۃ الباکستانیہ بغداد کو ڈاک سے بھجوایا جس میں ان کا اور حافظ شریف حسین صاحب کی مساعی کا ذکر بھی ہے، صوفی صاحب ایک گھنٹہ بیٹھے رہے زیادہ دیر سلسلہ کی باتیں رہیں ۔

جناب چوہدری محمد علی صاحب چہال کو رسالہ فیکٹ اباؤٹ احمدیہ موومنٹ ڈاک سے بھیجا ۔ غبار کی وجہ سے آج طبیعت بہت خراب رہی، رات بارہ بجے تک چین نہ آیا اللہ تعالیٰ رحم فرماوے ۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح نمبر ۲۲-۲۳ کے چار پرچہ پر مشتمل دو بنڈل ملے اور "لائٹ" ۱۹ مختلف العنوان کے دو عدد بھی ملے ۔ مجاہد برما اکبر خاں صاحب رنگون کی جانب سے دو پرچے "صدق جدید" کے وصول پائے ۔ سچوانی صاحب بصرہ سے نقل خط بنام سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مرقومہ ۷ رجولائی ملا ۔

۸ رجولائی ۱۹۵۸ء بروز منگل :—

عالی جناب الحاج محمود لطیف سفیر انڈونیشیا مصر اور حضرت استاذ علی محمد سرطاوی عزیزہ تجارت بغداد کو لائٹ ۱۹ ڈاک سے بھجوایا ۔ عبد الغنی پراچہ بغداد کو رسالہ وفات مسیح ناصری ڈاک سے بھجوایا ۔ حضرت ڈاکٹر عبد الرحمن عزاوی بغداد کو لائٹ ۱۸ ڈاک سے بھیجا ۔ سچوانی صاحب سے بصرہ سے مرقومہ ۷ رجولائی ملا جس کے ساتھ خان غلام ربانی خان صاحب امام جامع ووکنگ کی اس رپورٹ کی جو عید الاضحیٰ کے جلسہ کی موصوف نے لاہور بھیجی ہے کی نقل بھی برائے معلومات بھجوائی اللہ تعالیٰ کارکنان ووکنگ مشن کو جزائے خیر دے اور ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے برما سے جناب اکبر خاں صاحب کی جانب سے ساتھ عدد "صدق جدید" کے پرچے ملے ۔

۹ رجولائی ۱۹۵۸ء بروز بدھ :—

عجیب اتفاق ہے کہ آج میرے نواسے نے اخبار مسٹر خروشیف از مولانا محمد یعقوب خاں صاحب پڑھ کر سنایا، اُدھر بیروت کے اخبار الحیاۃ مجریہ ۶ رجولائی میں ایک بیان بعنوان "خروشچیف یحمل علی المشروبات الروحیہ" بھی شائع ہوا ہے جو کل شام کو بچے نے سنایا تھا ۔ دل مسرت سے بھر گیا، جریدہ حیاۃ کا بیان جریدہ پیغام صلح کے مفتوح مکتوب کے عنوان "روس کے انکار خدا میں سے ایمان باللہ کا شگوفہ پھوٹے گا" پوری پوری تائید و تصدیق کر رہا ہے انشاء اللہ وہ دن دُور نہیں کہ "عصا روس کا اپنے ہی قفل میں ہو گا" کی پیشگوئی پوری ہو کر مجاہدین سلسلہ کے ازدیاد ایمان کا باعث ہو اور دنیا لیظہرہ علی الدین کلہ کا خوش کن اور دلربا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر صداقت اسلام کے قائل ہوں ؎

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

الحیاۃ کا تراشہ برائے ملاحظہ لف ہذا ہے ۔ جناب سید عبد العزیز الخیاط پاکستانی کرکوک کو رسالہ فیکٹ اباؤٹ احمدیہ موومنٹ، ضرورت مجدد، ولائٹ ۱۶-۱۷ عدد خاص اور پیغام صلح ۱۲ ڈاک سے بھیجا ۔

شراب کے متعلق خروشوف کے خیالات

محترم سید تصدق حسین صاحب نے مندرجہ بالا ڈائری میں اخبار الحیاۃ جس تراشہ کا ذکر کیا ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے :—

ماسکو ۵ رجولائی ۔ کامریڈ خروشوف نے اپنی اس تقریر میں جو انہوں نے لینن گراڈ کے مزدوروں کے سامنے کی فرمایا کہ شراب نوشی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا استعمال کرنے والا کمزور ہے اور قوت ارادی کی اس میں کمی ہے اور کمیونسٹ پارٹی ان لوگوں کے بارے میں غور کر رہی ہے جو شراب نوشی کے عادی ہیں ۔

اخبار پروادا نے جو اس پارٹی کے خیالات کی نمائندگی کرتا ہے اس تقریر پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ لوگ جو اس تقریر کو سننے کے لئے جمع ہوئے تھے خروشوف کے اس نظریہ کی تائید تالیوں اور نعروں سے کر رہے تھے ۔

دوران تقریر میں ایک مزدور نے کہا کہ آپ کو چاہیئے کہ ووڈکا کو کم قیمت پر فروخت کیا کریں اس کا جواب کامریڈ خروشوف نے یہ دیا کہ ووڈکا کے نرخ کو کم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو عادت دلائی جائے کہ وہ اس کا استعمال کثرت سے کریں علاوہ ازیں یہ امر ہماری سوسائٹی کے مصالح کے بھی خلاف ہے ۔ اس مزدور نے نرخ کو کم کرنے کے لئے اس لئے کہا تھا کہ اس سال کے شروع میں ہی ووڈکا کے نرخ میں قریباً ۲۰ فیصدی کا اضافہ ہو چکا ہے (جریدۃ الحیاۃ ۔ بیروت ۔ لبنان ۔ مؤرخہ ۶ رجولائی ۵۸ء)
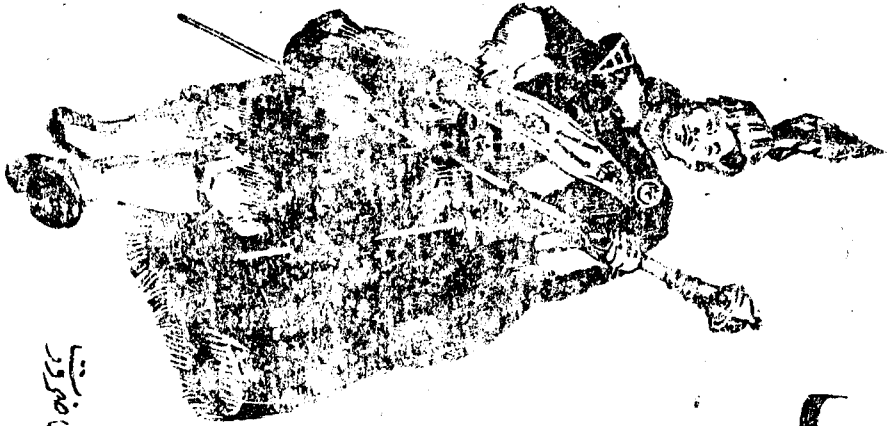
درخواست دعا از ـــــ
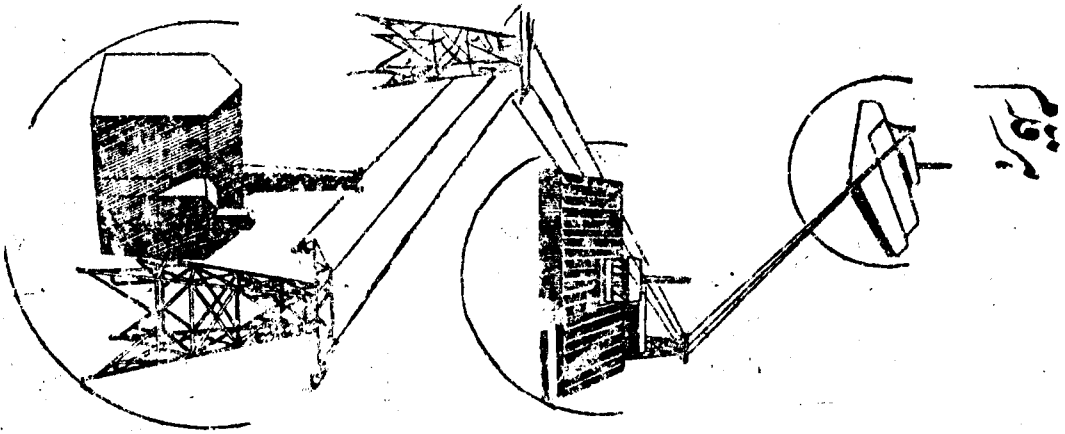
کیا اکابرین جماعت اپنی دعاؤں میں مجھے خصوصیت بخشیں گے، میں ساری جماعت احمدیہ سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ صرف دعا سے میری مدد کریں۔ امید ہے احباب اپنے اس مخلص اور معذور بھائی کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں گے۔

پیغام صلح ۳۰ جولائی ۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۹

ہفت روزہ "پیغام صلح"

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپیہ - ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ۔

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر A محلہ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور
پاکستان

ٹیلیفون نمبر
۳۷۳۷

تار کا پتہ
"تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۳۸

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۰

میرا سفرِ جرمنی

برلن مسجد کی عظمت و خوبصورتی اور اسکے تعمیر کنندہ کی عظمت و ہمت کا اعتراف

مسجد کے میناروں کی شکست و ریخت کسی مخیّر انسان کی توجّہ کی محتاج ہے

خان بہادر غلام ربّانی صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کو میں سفر جرمنی کے لئے ووکنگ سے بذریعہ ریل روانہ ہوا۔ ۱۵ جولائی کو برسلز پہنچا ایک روز وہاں قیام کے بعد ۱۶ جولائی شب کو بذریعہ ریل رات کے ۹ بجے برلن پہنچا۔ مجھے جرمنی جانے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ منزل مقصود پر پہنچکر اور وہ شاندار مغل طرز تعمیر کے مطابق بنی ہوئی تھی خوبصورت مسجد دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی۔ یہ مسجد برلن میں ایک نامی گرامی مقدس مقام کی حیثیت رکھتی ہے مسجد کے متصل امام مسجد کے لئے ایک خوبصورت دو منزلہ قیام گاہ ہے۔ ایک عمر رسیدہ جرمن خاتون جن کا نام مسز امینہ موسلر ہے اس مسجد کی اصل محافظ ہیں۔ آپ عرصہ ہوا مسلمان ہوئی تھیں۔ میں نے مذکورہ مکان کے دروازے پر دستک دی تو اسی عمر رسیدہ خاتون نے دروازہ کھول کر نہایت مؤدبانہ لہجہ میں مجھے السلام علیکم اور خوش آمدید کہا اور مجھے اندر لے گئیں۔ خاتون موصوف نے اس گھر اور مسجد کو اس قدر صاف ستھرا اور مزیّن رکھا ہوا ہے کہ مجھے دیکھکر بڑی تسلی اور خوشی ہوئی۔ میرے لئے میرا یہ سفر بدرجہ غایت موجب دلچسپی تھا اور میری تمنا تھی کہ یورپ کے اس کونے میں جاکر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جائزہ لوں۔ مسجد کی تعمیری خوبیاں اور خوبصورتی کو دیکھ کر میں اس گرانمایہ ہستی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس نے اپنی انتھک کوشش و کاوش سے شب و روز محنت کر کے اس خانۂ خدا کو تعمیر کروایا ہے

میں سمجھتا ہوں نہ صرف مجھے بلکہ وہاں جاکر ہر نو وارد کو یہ خوبصورت مسجد دیکھ کر اس کے عالی ہمت تعمیر کنندہ کی عظمت محنت اور خوبی کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے ہمارے یہ بزرگ یعنی مولنا صدرالدین صاحب ہیں جنہوں نے اس مسجد کو اپنے زیر پرستی سنہ ۱۹۲۴ء میں مکمل کروایا تھا ان کی شخصیت و عظمت اس مسجد کو دیکھ کر ہر انسان کے دل میں بڑھ جاتی ہے۔ اندر مسجد کے فرش پر نہایت بیش قیمت ایرانی قالین بچھا ہوا ہے اور مسجد کی گیلریوں میں مناسب تعداد میں کرسیاں غیر مسلم زائرین کے لئے بچھی ہوئی ہیں، افسوس ہے کہ مسجد کے خوبصورت مینار جن کو ہمارے مولنا موصوف مسجد کا زیور کہا کرتے ہیں دوسری جنگِ عظیم میں شکستہ ہوگئے تھے، وہ اب تک بدستور بزبان حال سے سانحۂ جنگ کی ہیبتناک داستان سنا رہے ہیں، میناروں کی اس شکست و ریخت نے مسجد کی خوبصورتی کو ایک حد تک اہم زد پہنچائی ہے۔ کاش احباب انجمن میں سے کوئی ایسا مخیّر انسان ہو جو ان میناروں کی مرمّت و بحالی کے لئے اللہ کی دی ہوئی دولت میں سے کچھ دے دے تاکہ اس کمی کو پورا کر لیا جائے۔

جمعہ کی نماز اور مہمانوں سے تبادلۂ خیالات

۱۸ جولائی کو جمعہ کا دن تھا برلن کے اکثر مسلمان مذکورہ مسجد میں جمع ہوئے۔ مسز امینہ موسلر کے بیٹے

(باقی بر صفحہ)

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قلم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

سچی باتیں

مولانا عبدالماجد دریابادی

شکر، شہد اور گڑ کی قیمتیں اب کہاں سے کہاں ہو رہی ہیں؟ دودھ، دہی، گھی، مکھن، اب بھی خالص بھی مل رہا ہے؟ اور پھر جیسا بھی ملتا ہے کن قیمتوں پر؟ گوشت، انڈا، مچھلی، ترکاری سب کی قیمتیں کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہیں؟

گلاس، لیمپ، لالٹین، گھڑی، تارچ، چینی کے برتن، چمڑے کے بکس، چھتری، قلم، پنسل، کوئی شے اب اپنی قیمت سے کوئی نسبت رکھتی ہے؟

دوائیں مفرد ہوں یا مرکب، ولایتی ہوں یا دیسی، اول تو اصلی ملتی کہاں ہیں، اور پھر جیسی بھی کچھ ہوں کن داموں؟

لکڑی، لوہے کے سامان اور کپڑے دھوتی، چھوٹے بھی اب کس شرح پر پہنچ چکے ہیں؟ آم، خربوزہ، سنگترہ، انار، انگور، سیب، کوئی بھی دیسی، ولایتی پھل اپنی پرانی قیمتوں سے دوگنے پر بھی اب مل سکتا ہے؟

سب سے بڑھکر غلہ! گیہوں، چنا، چاول، جوار کی اب جو قیمتیں ہیں کبھی قحط کے زمانہ میں بھی ہوئی تھیں؟

قلت سے بھی بڑھکر پانی! یو۔پی میں تو خبروں پر خبریں چھپتی رہیں کہ فلاں اور فلاں ضلع میں کال پڑ گیا۔ کنوئیں خشک ہو گئے، اور جانوروں سے گزر کر انسان تک پیاسے مرنے لگے! اور یہ سب یو۔پی کے صوبے میں جہاں پوری نواز وزیر اعظم کے راج میں! جو نشو و نما سے اگر اتنی بھی غیب داتی نہ حاصل ہو سکی۔ تو آخر یہ دیا اسکے کس کام کی؟

ریلیں جتنی اب لڑنے لگی ہیں۔ پہلے بھی ان کی یہی کثرت تھی؟ کرائے جتنے اب بڑھ گئے ہیں پہلے اس کے آدھے بھی تھے؟ ٹرینیں لیٹ جتنی اور جتنی دیر دیر کے لئے اب ہونے لگی ہیں، پہلے بھی کبھی ہوتی تھیں؟ سفر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے پر بھی اب کہیں خوشگوار رہ گیا ہے؟

کارڈ، ٹکٹ، لفافے، رجسٹری، منی آرڈر، تار، پارسل کی فیسیں پہلے بھی کبھی اتنی بڑھی ہوئی تھیں؟ اور گرانی کے باوجود اتنی بدنظمی ڈاک اور تار کے محکمہ میں پہلے بھی کبھی سننے میں آئی تھی؟

اسٹرائیکیں، ہڑتالیں، ہر طور طریقے کے، ہر پیشے اور ہر محکمے میں جیسی اب مسلط ہوئی ہیں ایسی اگلے دور میں بھی ہوئی تھیں؟

ڈاک ہو یا ریل، پولیس ہو یا جیل، اسپتال ہو یا خزانہ، کوئی سا بھی محکمہ، کوئی سا بھی دفتر ہے، جہاں رشوت قدم قدم پر دھڑلے سے نہ لی جا رہی ہو؟

غرض روحانی اور اخلاقی زندگیوں کو چھوڑیئے، خالص مادی زندگی کا کون سا شعبہ ہے، جس میں راحت سے گزر رہی ہو؟

اور ہم خوشی سے مست ہو رہے ہیں کہ قدم ترقی کی راہ پر پڑ رہے ہیں۔ اور آگے بڑھ رہے ہیں اور عنقریب روس و امریکہ کے پہلو بہ پہلو بھی جلد تک پہنچ جانے والے ہیں! "دور قمر" کی نحوستیں اور فلاکتیں تو اسے حافظ اور ان کے معاصروں سے پوچھئے۔ "دور زمانہ کی گردشیں" تو ہم آپ اب دیکھ لیتے ہیں بھگت رہے ہیں!

"رنگ گرگٹ کا"

ایک معروف و متعارف ہندوستانی کامریڈ کا بیان ایک انٹرویو میں: —

"فروری ۱۹۴۳ء میں پاکستان کمیونسٹ پارٹی کے سابق ممبروں کی جو تقسیم ملک کی وجہ سے گم ہو گئے تھے، ایک میٹنگ ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ میں پاکستان جاکر پارٹی کو نئے سرے سے منظم کروں۔ لہٰذا مجھے بھارت کی کمیونسٹ پارٹی نے جنرل سکریٹری بنا کر روانہ کیا۔ پیش بندی کے طور پر میں نے اپنا نام بدل کر مئی ۱۹۴۸ء میں داخل ہو گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے

جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں

مرتضیٰ خان حسن

لگا دل پہ میرے ہے تیرِ غم ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں
مرا درد بڑھتا ہے دمبدم ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں
مری عرض تجھ سے ہے اے خدا ٭ مجھے قیدِ غم سے کرو رہا
نہیں میرا کوئی ترے سوا ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں
سنے کون میری ندائے غم ٭ سنے کون میری صدائے غم
مجھے کون دیگا دوائے غم ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں
مرے درد کی ہو دوا تمہیں ٭ مری ظلمتوں کی ضیاء تمہیں
مرے دادرس ہو تمہیں! تمہیں ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں
تمہیں کیا کہوں مجھے کیا ہوا ٭ تپ ہجر نے ہے جلا دیا
نہیں یارا اب مجھے صبر کا ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں
مری حسرتوں کو مٹا بھی دو ٭ رخِ روشن اپنا دکھا بھی دو
مرے سوتے بخت جگا بھی دو ٭ جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں

مری جان تن سے ہو جب جدا
تو زباں سے نکلے خدا خدا
یہی میری تجھ سے ہے التجا
جو کہوں نہ تم سے تو کیا کروں

کہ میں وہاں ہوائی اڈے پر گرفتار نہ ہو سکا وہاں مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں، اس لئے میں انڈر گراؤنڈ چلا گیا اور اسی حالت میں پارٹی کو منظم کرتا رہا۔ میں زیادہ کراچی اور لاہور ہی میں رہا۔ مگر اپریل ۱۹۵۱ء میں راولپنڈی کیس کے سلسلہ میں گرفتار کر لیا گیا اور جیل میں نظربند رہنے کے بعد ہندوستان چلا آیا۔ اب دسمبر ۱۹۵۷ء سے ہندوستان کا شہری ہوں اور ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مستقل ایگزیکٹو کا رکن ہوں"

کیسے کیسے خوشنما، نظرفریب نقاب آج زمانے نے ہر کریہہ سے کریہہ چہرے کے لئے مہیا کر دیئے ہیں! جو پہلے تھے بہروپئے۔ وہی مرتاکر دنی کے ایک اصطلاح (UP TO DATE) شہر کی مرا استعمال کیجئے! "میں گرفتاری کے خوف سے روپوش ہو گیا" کہتے ہوئے آپ شرمائیں گے اور آنکھیں نیچی کر لیں گے۔ لیکن میں انڈرگراؤنڈ چلا گیا" کہنے میں آپ شرم کے بجائے فخر محسوس کریں گے اور نظر اٹھا کر مجرمانہ نہیں دلیرانہ انداز میں بات کریں گے! اور نام بدلنا یا نام چھپانا کسی زمانے میں عیب ہو گا اب تو عین دلیل حریت و جوانمردی کی ہے!

پروپیگنڈا

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے، اس بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے کہ معاندانہ پراپیگنڈا جو عام طور پر قوموں اور افراد کے خلاف کیا جاتا ہے، بہت ہی خطرناک چیز ہے جس سے باہم دشمنی و عناد پیدا ہو کر بعض اوقات جنگ و جدال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے بطور مثال حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خلاف جو ناپاک پراپیگنڈا شیعی علماء نے کیا اس نے بہت سے شیعہ گھروں کو ان دونوں مقدس ہستیوں کے خلاف نفرت و عناد سے بھر دیا، جس کی وجہ سے سُنی اور شیعہ میں بسا اوقات آویزش ہو جاتی رہی ہے خدا کا شکر ہے کہ امسال نواب مظفر علی خاں قزلباش وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان کی مساعی سے محرم کے دن خیر و عافیت سے گذر گئے ورنہ ایسے خطرات پیدا ہو چکے تھے جن کو نبود کرنا مشکل تھا، ایسا ہی یوروپین عیسائیوں کی طرف سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کتابوں اور اخباروں کے ذریعہ جو نفرت انگیز پراپیگنڈا کیا گیا اور ایسی بُری سے بُری تصویر آپ کی کھینچی گئی کہ اہل یورپ کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت سے بھر گئے، خدا کا شکر ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مساعی جمیلہ اور اس پاکیزہ لٹریچر نے جو اس جماعت کی طرف سے شائع ہوا ایک معجزانہ کام کیا اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار قلوب نفرت و حقارت کے بجائے اسلام کی معقولیت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر چکے ہیں اور یورپ کے وہ پادری اور مستشرقین جنہوں نے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی، زمانہ حال کے یورپین فضلاء کی نظروں میں اُن کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی، اور یہ کہنا بعید از قیاس نہیں کہ حضرت مسیح الزمان کے انفاس قدسیہ سے یورپ انشاء اللہ مسلمان ہو کر رہے گا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اسی سلسلہ میں مخالفین سلسلہ احمدیہ بالخصوص ایاس برنی کے منافرت انگیز پراپیگنڈا کا بھی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جو لوگ مامورین الٰہی کو بدنام کرنے کے لئے پراپیگنڈا کے ناپاک ذریعہ سے کام لیتے ہیں، وہ آخرکار خود بھی ذلیل ہو جاتے ہیں، چنانچہ نظام حیدر آباد نے ایاس برنی کو انعام و اکرام سے نواز کر مامور الٰہی کی مخالفت میں جو حصہ لیا اس کا حشر اس نے دیکھ لیا کہ آج اس کی نہ نظامت باقی ہے نہ سیادت۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان لوگوں کو بھی متنبہ کیا ہے جو جماعت کے اندر رہ کر جماعت اور اس کے بزرگوں کے خلاف پراپیگنڈا کرتے ہیں، اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اپنے دوستوں کو اس ارشاد الٰہی کی طرف توجہ دلائیں جس میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کی غیبت اور عیب گیری سے منع کیا گیا ہے اور اسے ایسی نفرت انگیز چیز قرار دیا گیا ہے کہ غیبت کرنے والا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا أيحب احدكم ان يأكل لحم اخيه ميتًا فكرهتموه کیا کوئی تم میں سے پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، جس سے تمہیں کراہت آتی ہے، اس ارشاد الٰہی کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اس قسم کا پراپیگنڈا کرتا ہے جو جماعت کی بدنامی کا موجب ہو، یا افراد جماعت کی عیب چینی اور خوردہ گیری کرے تو اسے سوچ لینا چاہیئے کہ اس کا حشر کیا ہوگا۔

ہم اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بھی چند ارشادات قارئین کرام کے مطالعہ میں لانا چاہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک دوستی کا معیار اس قدر بلند تھا کہ اگر کسی دوست سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جو شرعاً بھی ناجائز ہو، تو بھی اسے لعن طعن کرنے کے بجائے آپ اسے گلے سے لگانا شرط دوستی قرار دیتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ اپنے خدام سے تعلق کے بارہ میں فرمایا:-

"میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع نہیں کر سکتا، ہاں اگر وہ قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں، ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو، اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اُٹھا کر لے آئیں گے عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیئے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اُتارنا چاہیئے"

(منظور الٰہی - (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۹)

فی الحقیقت یہی وہ طریق ہے جس سے ایک شخص کی اصلاح آسانی سے ہو سکتی ہے، اور اگر اسے بُرا بھلا کہا جائے یا اس کے خلاف لوگوں میں نفرت پھیلائی جائے تو اصلاح کی بجائے وہ گناہ کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور فسق و فجور میں بڑھ جائے گا۔

اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ جماعت کا کوئی فرد جس کے خلاف کوئی پروپیگنڈا کیا جاتا ہے فی الحقیقت ایسے الزامات سے ملوث ہوتا ہے جو اس پر لگائے جاتے ہیں، خدا کے فضل سے ہماری جماعت کا ایک ایک فرد نیکی اور تقوے کی اعلےٰ صفات سے متصف ہے اور یہ جماعت اپنے حسن اعمال اور بلند کردار کے لحاظ سے بہت سی دوسری جماعتوں سے ممیز و ممتاز ہے، لیکن اگر بالفرض کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی کوئی ناواجب حرکت سرزد ہو تو خدا کا مسیح ہمیں ہدایت دیتا ہے کہ اسے دھتکارنے کے بجائے اسے گلے سے لگا لو چہ جائیکہ ناکردہ گناہ افراد کے خلاف ایسا پراپیگنڈا کیا جائے جو نفرت و حقارت پھیلانے کا موجب ہو، حضرت مسیح موعود تمام لوگوں سے جو آپ کے پاس کسی فرد یا جماعت کی شکایت لیکر جاتے رہتے، یہ سوال کرتے تھے کہ کیا تم نے اس کے لئے چالیس دن تک دعا کی ہے؟ اگر نہیں تو جاؤ اپنے بھائی کیلئے دعا کرو اور اس کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔

جماعت کی باہمی محبت اور اتفاق و اتحاد پر حضرت مسیح موعود نے جس قدر زور دیا ہے وہ آپ کی ذیل کی تحریر سے ظاہر ہے جس میں بتایا ہے کہ جو لوگ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھتے اور ایک دوسرے سے بخل، رعونت اور خود پسندی سے کام لیتے ہیں انہیں جماعت سے علیحدہ کر دیا جائے گا چنانچہ فرمایا:-

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی، نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو، اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو، اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے، میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو، میں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی کنتم

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

اخبار و افکار

قابلِ تحسین اقدام

اشیائے صرف کی ہوشربا گرانی نے ملک میں جو صورتِ حال پیدا کر دی ہے وہ ازحد تشویشناک ہے، ہر شخص اس گرانی کی وجہ سے چیخ و پکار کر رہا ہے اور چیزوں کی قیمتیں دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں جن کی وجہ سے متوسط طبقہ کے لئے بالخصوص زندگی بسر کرنا دشوار ہو گیا ہے، ان حالات کے پیشِ نظر مغربی پاکستان کے وزیرِ اعلیٰ نواب مظفر علی قزلباش کا یہ اعلان ایک حد تک اطمینان بخش ہے کہ حکومت ایسا حکم نافذ کرنے والی ہے جس کی رُو سے اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں بیس پچیس فیصدی کمی کر دی جائے گی، اور جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کو عبرت انگیز سزا دی جائے گی۔

اگر سرکاری یہ اعلان حقیقت ثابت ہو، اور یہ قابلِ تحسین اقدام حکم کی سرحد سے نکل کر عمل کی سرحدوں میں داخل ہو جائے، جس سے غرباء کو قوتِ لایموت کے حصول میں کچھ آسانی میسر آ سکے اگرچہ ہمیں ڈر ہے کہ عمل کی سرحدوں میں پہنچتے ہی اس حکم کے راستہ میں کئی ایک سفارش علی خاں اور رشوت علی خاں بیٹھے ہوئے ہیں جو اسے بے کار کر کے رکھ دیں گے، لیکن اگر حکومت اس کا مناسب انتظام کر سکے اور پبلک اس بارہ میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہو، تو یہ تمام روکاوٹیں دُور ہو کر حالات سدھر سکتے ہیں تاہم اگر کھاتے پیتے لوگ جو مال دار ہیں یا ٹکٹ رکھنے کی وجہ سے گرانی کی کوئی پرواہ نہیں رکھتے اس حکم کے نفاذ میں ممد و معاون نہ ہوئے اور ننگ فروش دکانداروں کی امداد پر کمربستہ ہو گئے، یا محاسبہ کرنے والے کارکنانِ حکومت سفارش و رشوت کے رُعب میں آ گئے تو ٹائیں ٹائیں فش کے سوا اور کیا نتیجہ ہے، ہم نواب مظفر علی قزلباش کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ ان تمام پہلوؤں کو مدِنظر رکھتے ہوئے مبینہ حکم کو کارآمد اور عملاً مفید بنانے کا انتظام کریں، تاکہ گرانی کی وبا ملک سے دُور ہو کر حکومت کے استحکام کا موجب ہو، اور غرباء کسی حد تک امن اور آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔

عراق اور مشرقِ وسطےٰ

مشرقِ وسطےٰ میں عرب قومیت کے تخیل اور صدر ناصر کی سربراہی نے جو صورتِ حالات پیدا کر رکھی ہے وہ دنیائے اسلام کے لئے حد درجہ تشویشناک اور روسی اور مغربی قوموں کے دندانِ آز کو تیز کرنے کا موجب ہے، بجائے اس کے کہ تمام مسلمان حکومتیں اسلام کے نام پر اکٹھی ہو کر ایک ملفوظہ مضبوط بلاک بنا لیتیں، صدر ناصر نے اپنی سربراہی کے شوق میں عرب قومیت کے تخیل کو ترجیح دے کر اور اس ذہنیت کو حکومت کی اساس بنا کر اسلامی حکومتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ایک طرف لبنان میں امریکی فوجیں دندنا رہی ہیں اور دوسری طرف الاُردن میں انگریزی فوجیں شاہ حسین کی امداد کے لئے جا پہنچی ہیں، اور ادھر روس سب کے سروں پر دھاڑ رہا ہے کہ دیکھو ہٹ جاؤ ورنہ میں آ کر سب کو ہڑپ کر جاؤں گا۔

اسی معرکہ دار و گیر میں عراق کے اندر ایسا انقلاب پیدا ہوا جس نے شاہی حکومت کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا، اور وہاں کے فوجی حکام ملک پر قابض ہو کر، ایک نئی جمہوریت کی طرح ڈال چکے ہیں، اس سلسلہ میں عراق کے شاہ فیصل اور اس کے تمام خاندان اور وزیرِ اعظم نوری السعید کو جس بری طرح ذبح کیا گیا، وہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے کوئی قابلِ تحسین امر نہیں، انہیں قید و بند میں رکھ کر بھی ان عزائم کو پورا کیا جا سکتا تھا، جو انقلاب برپا کرنے والوں کے پیشِ نظر تھے۔

بہرحال یہ امر موجبِ اطمینان ہے کہ عراق کی نئی حکومت ابھی تک عرب یونین میں باقاعدہ طور پر شامل نہیں ہوئی اور ایسے اعلانات اُن کی طرف سے ہو رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغداد پیکٹ میں ہی شمولیت کا عزم رکھتے ہیں، خدا کرے یہ صحیح ہو، اور خدا کرے وہ وقت آ سکے کہ قومیت کا لادینی تخیل کم از کم اسلامی حکومتوں کے دماغوں سے نکل کر اسلامیت ان کے دلوں میں رچ جائے، کہ بغیر اس کے کامیابی محال ہے۔

اخبارِ احمدیہ

دعوتِ عصرانہ

ٹرینیڈاڈ (جزائر شرق الہند) سے ایک نوجوان عبدالعزیز صاحب کچھ عرصہ سے طبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے جو چند سال احمدیہ بلڈنگس میں سکونت پذیر رہے، اب وہ ایم بی بی ایس پاس کر چکے ہیں اور اپنے وطن واپس جانے کے لئے تیار ہیں، راستہ میں کچھ عرصہ انگلستان میں بھی ٹھہریں گے، اُن کے اعزاز میں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے گذشتہ اتوار (۳ راگست) کو ایک شاندار عصرانہ دیا جس میں نوجوانوں کے علاوہ بعض بزرگان جماعت بھی شامل ہوئے، اور سب نے مل کر نوجوان موصوف کی دینی و دنیوی کامیابیوں کے لئے دُعا کی۔

مقامی محصل

افسر صاحب تحصیل اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت صاحب صدر نے آیندہ چندوں وغیرہ کی وصولی کا کام حکیم عبدالعزیز صاحب کے بجائے میاں عبدالشکور ربط صاحب کے سپرد کیا ہے، حکیم عبدالعزیز صاحب کے سپرد بعض اور ضروری کام کئے گئے ہیں۔

سانحۂ ارتحال

منظور احمد صاحب لودھیانوی جو ہماری جماعت کے ایک مخلص، متدین اور معمر رسیدہ بزرگ تھے کچھ عرصہ بیمار رہ کر چند دن ہوئے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم نہایت خاموش طبع عبادت گزار اور راہِ للہ میں گداز انسان تھے، ان کی وفات پر ہم دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ گذشتہ جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، بیرونی احباب سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بھدرواہ کے ایک پُرانے دوست کی وفات

محترم عبدالرزاق صاحب احمدی صدر جماعت بھدرواہ نے بتوسط شیخ انعام الحق صاحب حیدرآباد دکن) یہ افسوسناک خبر ارسال کی ہے کہ:-

"ہماری جماعت بھدرواہ کے ایک پُرانے اور مخلص دوست خواجہ عبدالکبیر صاحب احمدی ٹھول، آنریری مبلغ ۲½ سال کی طویل مدت کی علالت کی وجہ سے گذشتہ بدھ وار ۲۸ مئی ۱۹۵۸ء کو وفات پا گئے۔ اُن پر آج سے ۲½ سال قبل فالج کا حملہ ہوا تھا، اور یہ حملہ جان لیوا ہی ثابت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری صدر انجمن کے جملہ اراکین اور بالخصوص حضرت ڈیار تھی صاحب، حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولوی صاحب مولانا احمد یار صاحب وغیرہ کو اُن سے اچھی طرح تعارف تھا اُن کی وفات سے قبل اُن کے بھائی خواجہ عبدالخالق صاحب احمدی ٹھول ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور خواجہ عبدالکبیر صاحب کی عمر اس وقت ۶۲ سال کی تھی، بڑے باخلاق۔ عالم دین۔ عابد اور جماعت کے سرکردہ انسان تھے"۔

"پیغامِ صلح":- خواجہ عبدالکبیر صاحب کی وفات ہمارے لئے دلی رنج و اندوہ کا موجب ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، تمام جماعتوں سے استدعا ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

پیغامِ صلح کے متعلق

رام پور (یوپی) سے مسرت حسن صاحب آزاد لکھتے ہیں:-

"خدا کے کرم سے اب "پیغامِ صلح" دن بدن ترقی کرتا چلا جا رہا ہے، اور کیوں نہیں جب ادارہ "پیغامِ صلح" محنت سے کام لے رہا ہے تو ترقی کی راہیں دُور تھوڑی ہیں، اس کی ترقی پر ادارہ کو مبارکباد دیجئے"۔

آزاد صاحب کا دلی شکریہ، کیا ہمارے قارئین اپنے اس قومی آرگن کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں گے؟

خلیفہ صاحب ربوہ کی حرمِ اوّل کا انتقال

گذشتہ ہفتہ خلیفہ صاحب ربوہ میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب کی پہلی بیگم صاحبہ جو ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب مرحوم کی صاحبزادی تھیں اور جن کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ۱۹۰۵ء میں میاں صاحب کے ساتھ ہوا تھا، ۶۵ سال کی عمر میں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ کا جنازہ مری سے ربوہ لایا گیا، جہاں میاں صاحب کے ہزارہا مریدین پہلے سے جمع تھے، وہیں انہیں نام نہاد مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا، ہمیں میاں محمود احمد صاحب اور مرحومہ کے خاندان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور [illegible]

اقوام عالم ایک ہی انسانیت کے اجزاء ہیں — حضرت نبی کریم صلعم کا سلوک غیر اقوام سے

کسی گروہ یا پارٹی کو خوش کرنے کیلئے دوسروں کے خلاف پروپیگنڈا کرنا جائز نہیں

خطبہ جمعہ مورخہ یکم اگست ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا (سورۃ النساء آیت ۱)

قرآن کریم تمام قوموں کو ایک کرنا چاہتا ہے

قرآن شریف چونکہ ساری دنیا کی قوموں کے لئے آیا ہے اس لئے اس کے اندر مسلمانوں کو اور اہل کتاب کو مخاطب کرنے کے علاوہ تمام انسانیت کو بھی خطاب کیا گیا ہے، جیسا کہ اس آیت کے اندر فرمایا یایھا الناس اتقوا ربکم اے انسانو! اپنے خالق و مالک اور ربوبیت کرنے والے کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ کو رب العالمین فرمایا یعنی تمام جہانوں کا رب، اور وہ کتاب بھی جو اس کی طرف سے نازل ہوئی اس کے متعلق فرمایا وانہ لتنزیل لاریب فیہ من رب العالمین۔ ایسا ہی فرمایا ھذا بیان للناس اور کئی جگہ یایھا الناس کر کے مخاطب کیا یعنی اے تمام کی تمام انسانیت، اور بعض جگہ یبنی آدم کے الفاظ میں خطاب کیا ہے یعنی اے آدم کی اولاد، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم تمام قوموں کی طرف آیا ہے وہ تمام انسانوں کو ایک کرنا چاہتا ہے

تمام قومیں ایک ہی انسانیت کے اجزاء ہیں

اگرچہ یہ بڑا مشکل کام ہے، لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو کر کے دکھایا، مشکل ترین کام یہی ہے کہ تمام قوموں کو ایک کیا جائے، سب کو ایک کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی توحید پر زور دیا اور بتایا کہ تمام انسانیت ایک ہی خدا کی مخلوق ہے، اور جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ کسی دوسری آسمانی کتاب میں اس قسم کا کوئی کلمہ نظر نہیں آتا جس میں سب قوموں کو ایک ہی انسانیت کے اجزاء ...... قرار دیا گیا ہو، قرآن کریم میں اس نظریہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے کان الناس امۃ واحدۃ۔

حضرت نبی کریم صلعم کا سلوک غیر اقوام سے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانیت کے ایک ہونے کے نہ صرف دلائل دیئے بلکہ عملاً انہیں ایک ثابت کر کے دکھایا فتح مکہ کے بعد آپ کے پاس مدینہ میں وفد پر وفد آتے تھے، ان میں یہودی بھی تھے۔ اور نصرانی بھی اور مشرکین مکہ بھی۔ آپ نے یہودیوں اور نصرانیوں کو بھی خدا کے گھر (مسجد نبوی) میں اتارا، اور مشرکین مکہ کو بھی وہیں ٹھہرایا۔

عیسائیوں سے نبی کریم صلعم کا برتاؤ

پھر نصرانیوں کو ایک چارٹر لکھ کر دیا کہ تم اسلامی حکومت کے اندر جس طرح چاہو رہو، تمہیں ہر قسم کی مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی آزادی حاصل ہوگی، لا اکراہ فی الدین مذہب کے بارہ میں کوئی جبر تم پر نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح فرمایا ستفتحون مصراً فاستوصوا باھلھا خیراً۔ تم مصر کو عنقریب فتح کرو گے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ فان لھم ذمۃً ورحماً وہاں کی غیر مسلم رعایا کی حفاظت اور ان کے ساتھ حسن سلوک تم پر فرض ہے، یہ خدا تعالیٰ کا معاہدہ ہے۔ اس معاہدہ کو توڑنا نہیں۔ اور دوسرے رحماً ایک ان کا رحمی تعلق بھی تمہارے ساتھ ہے، یہ تعلق حضرت ہاجرہ کی وجہ سے ہے جو مصر کی رہنے والی تھیں، جس وقت مصر فتح کرو ان دو باتوں کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا ہوگا اور اہل مصر کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے جو مصر کے فاتح اور گورنر تھے اہل مصر کے ساتھ جو عیسائی تھے نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کرنا اپنا فرض سمجھا۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب مصر میں قحط پڑا تو مصری لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے، اور آپ سے امداد کی درخواست کی، آپ نے لوگوں کو جمع کیا، اور انہیں وعظ کیا، کہ خدا تعالیٰ تمام مخلوق کا رب ہے، خواہ وہ کسی دین و ملت سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی ملک کے باشندے ہوں، یہ مصری لوگ بھی اسی کی مخلوق ہیں جیسے ہم اس کی مخلوق ہیں، ان کی ہمدردی اور امداد ہمارا فرض ہے، لکھا ہے آپ کے اس وعظ کے نتیجے میں بہت سے کپڑے اور اجناس وغیرہ جمع ہو گئیں جو ان لوگوں کو دے دی گئیں پھر مصر فتح ہونے کے بعد ان کے ساتھ ایسا حسن سلوک اور عدل و انصاف کیا گیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کا ذکر قرآن میں

یہی سلوک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قوموں کے ساتھ کیا۔ قرآن میں حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ ان کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر یہود نے اعتراض کیا کہ ان کی پیدائش جائز طریق پر نہیں ہوئی، اس قسم کے اعتراضات دور کرنے کے لئے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا خاص الفاظ میں ذکر کیا اور تمام الزامات سے انہیں بری قرار دیا۔

عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف ناپاک پراپیگنڈا

یہ تو قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک ہے، لیکن عیسائی دنیا نے اس سلوک کا معاوضہ کیا دیا۔ یورپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت ناپاک پروپیگنڈا کیا اور ایسی ڈرامے اور آپ کی تصویریں آپ کی کھینچی جس سے تمام یورپ میں نفرت پھیل گئی، یہ کتنی بڑی ناشکری ہے کہ وہ مقدس ہستی جس نے تمام انسانیت کو ایک کرنے کا لائحہ عمل بنایا، اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو بالخصوص الزامات سے بری ثابت کیا، اس کے خلاف ایسی نفرت پھیلائی کہ یورپ میں آپ کا نام بھی لینا مشکل ہو گیا۔

پراپیگنڈا کے خطرناک نتائج

پراپیگنڈا بڑی خطرناک چیز ہے۔ پراپیگنڈا سے فرشتے کو شیطان بنایا جا سکتا ہے۔ آج کل محرم میں حضرت امام حسین کے ماتم کی مجالس تمام ملک میں ہو رہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے خلاف خطرناک پراپیگنڈا کیا جاتا ہے ایسے بھی شیعہ موجود ہیں جو حضرت عمر کا نام بھی لینا برا سمجھتے ہیں اور انہیں معاذ اللہ بدترین انسان سمجھتے ہیں یہ صرف پراپیگنڈا کا اثر ہے، ورنہ حضرت عمر تو وہ شخصیت ہیں جن کی حکومت کو یورپ بھی مثالی حکومت قرار دیتا ہے، لیکن پراپیگنڈا ان کو قابل نفرت بنا دیتا ہے۔

الیاس برنی کا احمدیت کے خلاف ناپاک پراپیگنڈا

آج ہمارے اس زمانہ میں ایک شخص نے روپیہ کمانے کی غرض سے اور منفعت حاصل کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی، اس کو برنی کی کتاب کہتے ہیں جو الیاس برنی نے قادیانی مذہب کے نام سے لکھی ہے۔ کسی نے ان سے کہا تھا کہ اگر نظام دکن سے انعام و اکرام چاہتے ہو تو قادیانی مذہب کے متعلق کتاب لکھو۔

اس قدر بڑی کتاب ہے کہ اس میں بڑی سے بڑی تصویر احمدیت کی کھینچی گئی ہے، مجھے دکن جانے کا اتفاق ہوا تو لوگوں نے جنہوں نے اس کتاب کو پڑھا ہے مجھے کہا کہ کیا یہ ہیں مرزا صاحب؟ بہت ہی بڑا اقتباس کا ہوا اور لوگوں کے دلوں میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔

نظام کا حشر

لیکن انجام کیا ہوا؟ انعام و اکرام تو برنی صاحب کو مل گیا، لیکن نظام کا بھی حشر اچھا نہ ہوا، آج اس کی سلطنت اور مال و دولت کہاں ہے، خدا کے بندوں کو بُرا بھلا کہنا اور بُرا کہنے والوں کی پیٹھ ٹھونکنا اچھے نتائج پیدا نہیں کرتا۔ ایسے کئی نظارے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، بڑے بڑے مولوی اور صاحب عزت لوگ حضرت مرزا صاحب کی توہین کرکے ذلیل و رسوا ہوگئے حضرت مسیح موعود کی جماعت میں بھی بعض دفعہ ایسے انسان پیدا ہوجاتے ہیں جو اُن کی جماعت کے خلاف غلط پراپیگنڈا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

تقویٰ اللہ اور صلہ رحمی

یہاں اس آیت میں لکھا ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم اے دنیا جہان کے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو، الذی خلقکم اس نے تمہیں زندگی عطا کی، پھر تمہارے نشو و نما اور اعلیٰ سے اعلیٰ کمال تک پہنچانے کے سامان تمہارے لئے مہیا کئے خلقکم من نفس واحدۃ۔ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی ایک جان سے اس کی زوج پیدا ہوئی وبث منھما رجالاً کثیراً اور پھر ان دونوں سے بے شمار مرد اور عورتیں پیدا ہوئیں جو کرہ ارض کے ہر حصہ میں پھیل گئے واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور رحمی سلسلہ جوڑنا سیکھو، اس کو قطع کرنے سے رُک جاؤ۔ خدا سے ڈرنا اور رحمی تعلقات کا قطع نہ کرنا دونوں حکموں کو اکٹھا کرکے بیان کیا۔ اس سے صلہ رحمی کو اہمیت دینا مقصود ہے۔

دو باتیں

معلوم ہوا مسلمان کو دو باتیں سکھائی گئی ہیں، خدا کو ماننا اور قوموں کو ایک کرنا، ان دونوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے، جو بات کرو خدا کو مدنظر رکھکر کرو، کسی سردار یا پارٹی کو خوش کرنے کے لئے دوسرے کو بُرا بھلا کہنا خدا کی ناراضی کا موجب ہے، اس سے اخلاق تباہ ہوتے ہیں، خدا ناراض ہوتا ہے اور قوم میں فساد پیدا ہوتا ہے حضرت نے اپنی قوم کو سکھایا کہ مسلمان کسی قسم کا نفرت انگیز پراپیگنڈا کسی کے خلاف نہ کرے۔ آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کرو، فرمایا کہ بیعت کرو کہ ہم ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے، غیبت چغلی نہیں کریں گے، بدظنی کرنے سے اجتناب کریں گے کیونکہ یہ امور تباہی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں، بدظنی اور تجسس سے پاک رہیں گے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے

ہمیں اس قسم کی تعلیم دی جس پر اگر چلیں تو اپنی ذات کے لئے اور اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوسکتے ہیں۔

میرا سفر جرمنی

بسلسلہ صفحہ اوّل

مسٹر احمد نے مصری طرز میں نہایت سریلی آواز میں اذان دی۔ میں نے خطبہ انگریزی میں دیا جس کا مسٹر حسن نے حاضرین کو جرمن زبان میں ترجمہ کرکے سنایا۔ اور اس کے بعد میں نے نماز پڑھائی۔ اور نماز کے بعد ہم سب اس دو منزلہ قیام گاہ پر جو امام مسجد کے لئے مخصوص ہو وہاں گئے جہاں مہمانوں کے لئے چائے کا مکلف انتظام کیا گیا تھا۔ چائے کے بعد ان مسلمان مہمانوں کے ساتھ مزید تبادلہ خیالات ہوا اور جرمنی میں اس مشن کے استحکام اور قیادت کی مزید توسیع و تشہیر پر بحث ہوتی رہی۔ یہ گفتگو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی اور بہت مؤثر ثابت ہوئی۔

مشن کے کام کو وسعت دینے کی ضرورت اور اسکے ذرائع

میری ذاتی پُر زور رائے یہ ہے کہ ایک نہایت موزوں شخص اس مسجد کے لئے جلد تر امام مقرر کرکے برلن بھیجا جائے تاکہ وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ قائم کرکے مشن کے مفاد کو مندرجہ ذیل وسائل و ذرائع سے وسعت دی جاسکے۔

(۱) مخلصانہ مہمانداری

(۲)۔ اسلامی چیدہ چیدہ لٹریچر کی جرمن زبان میں اشاعت و تشہیر۔

(۳) اس کے علاوہ تمام متعلقہ چھوٹے موٹے متفرق امور کی طرف توجہ۔

(۴) یہ ایک بہت اہم فریضہ ہے کہ قرآن کریم کا جرمن زبان میں جو ترجمہ مولانا صدر الدین صاحب نے کیا تھا جس کی صرف ایک نقل موجود ہے اور باقی نقول جنگ کی نذر ہوچکی ہیں از سر نو نظر ثانی کرواکر اس کی اشاعت کی جائے۔ اگرچہ جرمن زبان میں ترجمہ کے ساتھ عربی متن کا ہونا ضروری ہے۔ مگر سردست مذکورہ ترجمہ کی ہی اشاعت ہوجائے تو بہتر ہے۔

(۵) دی کیٹکزم آف اسلام (اسلام پر سوال و جواب) اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ ویٹ از اسلام، اور "اسلام مائی اونلی چانس" کا جرمن زبان میں ترجمہ شائع کیا جائے۔

اس کام کے لئے مالی فنڈ کا سوال بڑا اہم ہے کیونکہ جرمنی جرمنی اشاعت بڑے گراں ہیں۔ بہرحال سب سے مقدم اور اشد ضروری یہی امر ہے کہ ایک قابل امام وہاں لاہور انجمن کی طرف سے تعینات کیا جائے۔ میرے خیال میں وہاں ایسے فرد کی ضرورت ہے جس میں تبلیغ کی صلاحیت تعلیم سے بڑھکر ہو۔ مسٹر حسن اپنے اوقات فرصت میں مسجد کا کام کرتے ہیں ان کی امداد بھی امام کے لئے

بڑی مفید ثابت ہوگی۔ مسز امینہ موسیٰ اگرچہ معمر خاتون ہیں تاہم سکول کے بچوں اور دیگر لوگوں کو اسلام پر لیکچر دیتی رہتی ہیں۔ آپ گھروں میں جاکر مشن کے لئے چندہ بھی اکٹھا کرتی ہیں گذشتہ سال آپنے ۵۰۰۰ مارکس چندہ لارڈ میئر آف برلن سے مشن کے لئے حاصل کیا اور مذکورہ رقم تمام مشن کی قیامگاہ کی مرمت آرائش مسجد پر خرچ کی گئی جو ایک نہایت ضروری امر تھا۔ جرمنی میں کئی تجارتی ادارے ایسے ہیں جو مطالبہ کرنے پر کثیر رقم مشن کو بخوشی چندہ دے سکتے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہاں کی ایک فرم (SIEMENS SCHUCKERT) نے ۰۰۰ مارکس چندہ دیا ہے جس سے ۳۰۰۰ مارکس مسجد پر خرچ کیا گیا ہے۔ اور باقی رقم مزید مرمت مسجد کے لئے رکھی ہوئی ہے۔ اگر اس رقم کے ساتھ کچھ اور رقم کا اضافہ ہوجائے تو مجھے امید ہے کہ مرمت طلب مینار بھی بخوبی مرمت ہوکر بحال ہوسکیں گے۔

پیغام صلح جرمن مشن کے لئے انجمن کی طرف سے خان عبدالعزیز خان آف زیدہ کا تقرر بطور امام ہوچکا ہے اور وہ عنقریب روانہ ہونے والے ہیں۔ خانصاحب ممدوح اپنی انتظامی قابلیت اور دینی جذبہ کی وجہ سے امید ہے اس کام کے لئے نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

برٹش گیانا میں اسلام بسلسلہ صفحہ ۸

جارج ٹاؤن کے اخبار "SUNDY ARGOSY" کے ذریعہ کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ کا بھی ایک اپنا اخبار "مسلم ٹائمز" ہے جو بعض اوقات مالی حالات کی بناء پر چھپ نہیں سکتا۔ یہ اخبار چند ماہ کے وقفہ کے بعد اب پھر جاری ہو رہا ہے۔

احمدیہ ویمن آرگنائزیشن کے نام سے ایک خواتین کی جماعت بھی حال ہی میں بنی ہے یہ جماعت طبقہ خواتین کی سربراہی کرتی ہے، بوقت ضرورت اگر انہیں مطلع کیا جائے تو وہ عید پارسل اور تحفے تحائف اکٹھے کرکے بھجواتی ہیں اسی طرح سنی المذہب خواتین کی بھی ایک آرگنائزیشن ہے جو عورتوں کے مفاد اور بہبودی کی سربراہی کرتی ہے۔ وہ مجالس منعقد کرتیں۔ تقاریر کرتیں اور بیماروں کی عیادت کو جاتیں ہیں۔

"متحدہ صدر اسلامیہ انجمن" اور "مسلم لیگ آف برٹش گیانا" دونوں جماعتیں ہر چوتھے اتوار کو آدھ آدھ گھنٹہ کے لئے دمرارا کے مقامی ریڈیو اسٹیشن سے پروگرام نشر کرتی ہیں، احمدیوں کو بھی عیدین پر خصوصی پروگرام میں موقعہ دیا جاتا ہے اور ایسے وقتوں میں ان کی کارگذاری بہت سراہی جاتی ہے۔

حال ہی میں احمدیہ جماعت نے مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "پرافٹ آف اسلام" کی تین سو کاپیاں چھپواکر مقامی طور پر مفت تقسیم کی ہیں۔ ایک اور کتاب "اے مسلم پریئر بک" کے چھپوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ الغرض ایسے لوگوں کے متعلق جو برٹش گیانا میں احمدی نظریہ پھیلا رہے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت ہی عمدہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔

برٹش گیانا میں اسلام اور مسلمان

احمدیت جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں اس ملک میں زندہ و قائم رہیگی"

از:— بی۔ایچ۔چاند۔نمایندہ خصوصی اخبار لائیٹ مقیم برٹش گیانا (ترجمہ بشیر احمد سوز)

"حال ہی میں احمدیہ جماعت نے مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف PROPAGATION OF ISLAM کی تین سو کاپیاں چھپوا کر مقامی طور پر مفت تقسیم کی ہیں۔ ایک اور کتاب A MUSLIM PRAYER BOOK کے چھپانے کی کوشش جاری ہے الغرض ایسے لوگوں کے متعلق جو برٹش گیانا میں احمدی نظریہ پھیلاتے ہیں اُن کے متعلق صریحاً کہا جاسکتا ہے کہ وہ نہایت ہی عمدہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔"

جنوبی امریکہ میں برٹش گیانا ہی ایک ایسا علاقہ ہے جو برطانیہ کے قبضہ میں ہے۔ اس سرزمین میں، چھ قومیں آباد ہیں۔ یورپین (WHITES) افریقی النسل (NEGROES)، ایسٹ انڈین قدیمی لوگ جنہیں (BUEKS) کہتے ہیں، پرتگیزی اور چینی۔ ان اقوام کا باہمی اختلاط اور راہ و ربط ہے۔ خصوصاً افریقی النسل اور ویسٹ انڈیز میں گہرا رابطہ ہے۔

تارکین وطن کی پہلی جماعت

ہندوستان سے جنوبی امریکہ کے لئے تبدیلیٔ وطن کا سلسلہ اگرچہ ۱۸۳۵ء کے قریب شروع ہوا تھا تاہم ۱۸۳۸ء سے پہلے ہی تقریباً ۳۹۵ ہندوستانی ساحلی علاقوں میں پہنچ چکے تھے۔ جہاں تک محکمہ نوآبادیات کے اندراجات کا تعلق ہے ان سے یہ بات وثوق سے معلوم نہیں ہوسکی کہ آیا پہلی یا دوسری جماعت تارکین وطن میں کوئی مسلمان بھی تھا یا نہیں، صرف ۱۸۹۶ء میں ہی عبداللہ، رحمت علی ایسے نام ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان مزدور اقرارنامہ کے تحت گنا کی کاشت کے سلسلہ میں یہاں آنا شروع ہوئے۔ ہندوستانی ہندو اور مسلمان جو دوسری مرتبہ یہاں آئے ان کی تعداد ۴۰۱۹ افراد پر مشتمل تھی۔

۱۸۴۷ء میں ہندوستانیوں کا تیسرا جہاز برٹش گیانا پہنچا۔ ۱۹۱۶ء تک ہر سال چوبیس سے کچھ کم یا زیادہ کی تعداد میں ہندو اور مسلمان آتے رہے۔ ان میں سے اکثر نے اپنے مذہبی تعلق کی بناء پر آپس میں بیاہ شادیاں بھی رچائیں۔

پہلی مسجد

یہ مسلمہ امر ہے کہ افریقہ ہندوستان سے بہت پہلے اسلامی برادری میں شامل ہوچکا تھا۔ برٹش گیانا میں افریقی آباد کار جو غلامی میں جکڑے ہوئے تھے، اس مذہب (اسلام) کے متعلق نہ ہونے کے برابر واقفیت رکھتے تھے، اس لئے کہ پہلے تو ڈچ مالکوں کا اور بعد ازاں برٹش لوگوں کا جو عیسائی مذہب رکھتے تھے، اُن پر گہرا اثر رہا۔ وہ اسلام کو صرف مزدوروں کا مذہب (COOLIE RELIGION) کی حیثیت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ۱۸۸۶ء میں سارس نہر کے علاقہ سبدراجا کے باشندے چاند خان نامی ایک مولوی صاحب یہاں پہنچے وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ اکیس سال کی عمر میں برٹش گیانا وارد ہوئے تھے اور (PLU VILVLUGT) میں مزدور اقرارنامہ کے تحت انہوں نے کام کرنا شروع کیا۔ اقرارنامہ کی مقررہ مدت کے بعد وہ دریائے ڈمرارا DEMERARA کے مشرقی علاقہ پر شہر سپرنگل میں چلے گئے۔ اور ۱۸۷۵ء میں فلاڈیلفیا میں جو دریائے ڈمرارا کے مغربی علاقہ میں واقع ہے، کارخانہ کاشت کی خدمات کے لئے بطور ڈرائیور (HEAD MAN) متعین ہوئے۔ مولوی چاند خاں نے اس وقت ایک مسجد کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔ برٹش گیانا کی تاریخ میں یہ پہلی مسجد تھی۔ اس غیر پختہ مسجد کی دیواریں جھاڑیوں سے اور چھت گنے کے پتوں سے بنائی گئی تھی۔

کام سے پہلے اور بعد، فجر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے لئے باقاعدگی سے اذان ہوتی تھی، پھر آہستہ آہستہ ظہر اور جمعہ کی نمازیں بھی شروع کردی گئیں، اور بالآخر علاقہ کی انتظامیہ کے تعاون سے نمازِ عصر بھی ادا ہونے لگی۔

دوسری نوآبادیات میں ہر اتوار کو محقق اسلام مولوی چاند خاں کی سیحت میں تقاریر کرتے۔ دعوتی رقعے بھجوائے جاتے اور میلوں دور سے بڑے اور نوجوان بھی کلام الٰہی کو سننے اور اس سے مستفیض ہونے کے لئے ایک جگہ آ جمع ہوتے۔

آوازِ حق پر لبیک

توحید الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے یقین کامل نے ان مسلمانوں کی ٹھوس جہالت کو یکسر ختم کردیا۔ جہاں جہالت و ناخواندگی عام تھی وہاں علماء دین کی آمد سے تقریباً ہر نوآبادی میں مدرسے اور مساجد بن گئیں۔ اسی طرح برٹش گیانا کے تین علاقوں اسکیبو، ڈمرارا اور بربیک کی بہت سی بستیوں میں بھی مسجدیں بن گئیں۔

دوسری آبادی PLU BLAKENBURG میں فلاڈیلفیا مسجد کی تعمیر ہوئی۔ جو بہت قدیمی ہے لیکن ابھی تک کھڑی ہے اسے از سرنو تعمیر کیا بھی جاتا لیکن حال ہی میں آبادی کم ہو جانے کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا تاہم نمازیں اب بھی اس میں پڑھی جاتی ہیں۔

اس وقت برٹش گیانا میں ایک سو سے زیادہ اسلامی عبادتگاہیں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض، جو کنکریٹ سے چُنی گئی ہیں وہ آئندہ نسلوں کے لئے غیر فانی یادگار کے طور پر موجود رہیں گی۔ اور اسلام کرۂ ارض کے اس دُور افتادہ اور بعید ترین حصہ میں ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے گا۔ ان میں ایک قابل ذکر مسجد ریک کی نوآبادی (78-VILLAGE COREN TYNE) میں موجود ہے۔ جو ویسٹ انڈیز میں بے نظیر اور مشرق کی بہت سی مسجدوں سے مضبوط عمدہ اور خوبصورت ہے۔

باہمی اختلاط اور مذہبی عقائد

نوآبادکاروں کے اپنے وطن کو چھوڑنے کے بعد جہازوں یا نوآبادیات میں ایک ہی جگہ بود و باش اختیار کرنے اور باہم اکٹھے رہنے سے ہندو اور مسلمانوں میں برادرانہ اور دوستانہ اشترک پیدا ہوگیا۔ یہ اکثر ایک دوسرے کو "جہازی" یا "بھائی" کہہ کر پکارتے۔ آپس کی بیاہ شادیوں نے اس مخلصانہ رشتہ کو اور بھی تقویت بخشی، ہندو، مسلمان کسی میلہ یا جشن پر ایک دوسرے کو مدعو کرتے۔ دولہا دلہن کو تحفے تحائف پیش کئے جاتے، ہر دو فریق اپنے مہمان کی ضیافت کے لئے سامانِ خورد و نوش کی فراہمی میں قرآن اور وید کے احکام کو خاص طور پیشِ نظر رکھتے تھے۔

یہ بات قابل تسلیم سمجھی جائے گی کہ اس معاشرتی اور مذہبی اختلاط نے ہندو، مسلمان دونوں کے مذہبی آداب و ارکان کو ضرور درہم برہم کردیا ہوگا۔۔۔۔ تاہم مسلمانوں کا عقیدۂ توحید لوگوں کے ذہنوں کو بیسل کرتا تھا۔ بدھا۔ بدھو۔ میتھی، گیندا گلاب۔ گجراج۔ جوراسٹے رسو بھاگ ایسے ناموں سے جو اسلامی نہیں ہیں، کسی شخص کو پہچانا جاسکتا تھا کہ وہ کیا مذہب رکھتا ہے۔ تاہم گائے کا گوشت کھانا، معیاری طور پر شراب کی عادت اور PHAGWA جیسے تہواروں پر رنگ سے کھیلنا وغیرہ ابھی تک ذہنی تربیت کے مانع ہیں۔ یہی نہیں۔ مذہبی رسموں میں سے بعض تیجا (رسم قل) چالیسواں (چہلم) نیاز، اور مردوں پر سالانہ ختم دلانا وغیرہ ایسی رسمیں ہیں جو ابھی تک ہندوستانی مسلمانوں اور ان کی آیندہ نسلوں کے ذہنوں میں پوری طرح راسخ ہوچکی ہیں۔

تسلی بخش امر یہ ہے کہ کچھ مردوں اور نوجوانوں کے ٹھوس اور کامیاب پروپیگنڈا کی بدولت کچھ افریقی لڑکے لڑکیاں حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں، اگرچہ ان کی اکثریت قرآن کی تعلیم و تدریس سے بالکل بے بہرہ ہے لیکن اسلامی آداب و اکرام میں اُن ہندوستانیوں سے نسبتاً بہتر ہیں جو اسلام کی معقول تعلیم سے دُور سے دور تر ہوتے جارہے ہیں۔

اختلاف خیالات اور احمدیت

برٹش گیانا میں اسلام کی آمد کو ایک صدی ابھی بیت گئی ہے۔ اس کے محقق مشرق سے اپنے ساتھ سُنی عقائد لے کر آئے جو اکثریت کا مذہب ہے۔ عموماً ۔۔۔۔ برٹش گیانا کو مغرب کا مکہ کہا جاتا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے مذہبی آداب مشرق کے آداب و رواج سے

بعینہ ملتے جلتے ہیں،

حقیقت یہ ہے کہ سنہ ۱۹۴۵ء تک اس ملک کے تمدن اور رسم و رواج میں بہت گہرا اختلاط رہا ہے۔ اس کے بعد سنت والجماعت کے عقائد کے علاوہ اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے دیگر مختلف العقائد جماعتیں بھی سرگرم عمل ہیں۔ مثلاً پہلے غیر مقلدین کا سلسلہ منظر عام پر آتا رہا۔ پھر قادیانیت اور قادیانیت کے بعد احمدیت کا زور ہوا، پہلی دو جماعتیں یعنی غیر مقلدین اور قادیانیت کا سلسلہ کچھ عرصہ ہی چلے گا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت ہی جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں اس ملک میں زندہ رہے گی، اہل سنت والجماعت نے احمدیت کو تخریب دین قرار دیتے ہوئے اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے احتجاج اور پمفلٹ کے ذریعہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ بانی تحریک کا نبوت یا مجددیت کا دعویٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش انسانی فطرت کے تحت ہوئی۔ صلیب پر آن کی مشکلات کشمیر میں انتقال اور وہیں پر دفن ہونا نبی کریم کا مادی جسم کے ساتھ آسمان پر نہ جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت مرزا صاحب کی شخصیت میں ظہور پذیر ہونا۔ اور مسجدوں کے اندر خواتین کا نماز کے لئے جانا وغیرہ بعض اختلافی مسائل احمدیت کو مابہ النزاع بنانے والے ہیں۔

قومی تنظیم

۲۵ رسال پہلے تک مسلمان یا تو اجتماعی طور پر اپنے فرائض بجا لاتی یا اپنے امام کے زیر اہتمام اپنی سرگرمیاں جاری رکھتی تھی، یا پھر اپنے جائز مطالبہ کے تصفیہ کے لئے علاقہ کی انتظامیہ، ڈسٹرکٹ کمشنر یا محکمۂ صحت عامہ کے پاس سلیقہ نمایندگان بھجواتی تھی۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے قریب یہ طے ہوا کہ ایک مسلم آرگنائزیشن بنائی جائے جو کالونی کے نوجوان طبقہ کی معاشرتی۔ تمدنی۔ اخلاقی اور روحانی نشاٴت کی اور سربراہی کرے، اس لحاظ سے مسلم امور کی ایک مرکزی تنظیم کی تشکیل ہوئی۔ اسی وقت یا اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور تنظیم معرض وجود میں آئی۔ کچھ اپنی امداد اور کچھ کالونی بھر کی باقاعدہ مہم سے منتظمین نے ایک مکان خرید لیا جو آجکل United Sadar Boys Orphanage کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں یتیموں کے علاوہ ان بچوں کی بھی رہائش اور تربیت کی جاتی ہے جو عوام کی امداد کے خاص طور پر مستحق اور محتاج ہیں۔

باہمی مقابلہ

اس کے بعد کے چند واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تنظیم کے اندر حریف جماعتوں میں مقابلہ کی سی نوعیت پیدا ہوگئی، اس مقابلہ سے دو مقابل کی عملی کارگزاریوں کی تضعیف ہوتی تھی۔ صدر کے اکثر معاونین نے قوم کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ادغام کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ ہر نقصان کی تلافی کما حقہ طور پر ہو سکے۔ لیکن جلد ہی یہ جوش خروش پژمردہ پڑ گیا۔ صرف عطیات۔ زکوٰۃ۔ یتیم فنڈ اور قبرستان فنڈ وغیرہ کے چندے اکھٹے کر لئے جاتے لیکن ان کا کوئی تسلی بخش مصرف نہ تھا۔

علیحدگی

یہ قابل افسوس بات ہے کہ متحدہ ترقی میں پھوٹ پڑ گئی اور ایک دوسری تنظیم "مسلم لیگ آف برٹش گیانا" کے نام سے تشکیل میں آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اس شخص کے مقابلہ میں جس کی ہدایت اور نگرانی سے A. I. S. U. لاستے کالونی بھر میں تنظیم چلا رکھی تھی۔ لیڈر شپ کا سوال اٹھا تو اسی کے نتیجہ میں مسلم لیگ بنائی گئی، اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم لیگ کی انفرادی حیثیت یونہی برقرار رہے گی اس لئے کہ صدر سے مفاہمت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں، یہی ہو سکتا ہے کہ کالونی کے مسلمانوں کی اکثریت اپنی معقول حکمت عملی سے ایک ہی تنظیم کے قیام کا مطالبہ کرے اور ان مختلف جماعتوں کا ہاتھ نہ بٹائے جو نظریۂ ادغام یا انضمام سے اتفاق نہیں کرتیں اس میں بڑا خدشہ یہ لاحق ہے کہ بجائے زخم بھرنے کے اور گہرا ہوگا۔ کیونکہ مغربی دمرارا کی جماعت "حفاظت اسلام" پہلے ہی مسلم لیگ کو تسلیم نہیں کرتی دوسری ایک اور جماعت "اخوان المسلمین" بھی متحدہ صدر کی زبردست حریف کی حیثیت سے سرگرم عمل ہے۔

مسلم لیگ سے ناانصافی

متحدہ صدر اسلامیہ انجمن سنی عقیدہ کے مطابق ہمیشہ راسخ العقیدہ یا (تقلید پسند) کی حامی رہی ہے۔ اور اب مسلم لیگ بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ مسلم لیگ نظریۂ غیر مقلدین کی حامی تھی، اور سنی العقیدہ لوگ اسے اب تک یہی سمجھتے اور خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ حال ہی میں پریس اور ریڈیو سے ان کے سنی عقیدہ رکھنے کے بارے اعلان کیا ہے۔ پھر اب بھی یہ کہنا کہ وہ راسخ العقیدہ سنی نہیں سراسر ناانصافی ہے۔ صاحب مقالہ ان امور سے اچھی طرح واقف ہے اور ان کی تصدیق صدر لیگ سے بھی کی گئی ہے۔ یہ دونوں جماعتیں برٹش گیانا کے تقریباً ۳۰,۰۰۰ مرد و عورت اور ۹,۵۰۰ بچوں پر مشتمل ہیں،

احمدیت

احمدیہ مراکز کا تعین جہاں احمدیوں کی اچھی خاصی تعداد ہے، سولہ مختلف جگہوں میں کیا جا سکتا ہے، اس کے چندہ دہندگان اور معاونین دو ہزار کے قریب سنے جاتے ہیں۔ مرکزی تنظیم "برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" کے نام سے چل رہی ہے جو جارج ٹاؤن میں واقع ہے، یہاں ایک مسجد ہے۔ بہت سے سنی المذہب معاونین اس احمدی خیال کے حامی ہیں کہ خواتین اگر چاہیں تو اجتماعی عبادات کے لئے مساجد میں جانے کا ہر طرح سے حق رکھتی ہیں۔ اسی لئے چند سنی مسجدوں میں بھی کمرے تیار کئے گئے ہیں، جہاں آن کی عورتیں اور بچیاں آکر عبادت الٰہی میں شریک ہوتی ہیں، اگر کوئی شخص صرف اس لحاظ سے احمدی کہلانے کا مستحق ہے کہ وہ عورتوں کو عبادت الٰہی کے لئے مسجدوں میں جانے کا حقدار سمجھتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ برٹش گیانا میں سنیوں سے کہیں زیادہ احمدی لوگ بستے ہیں۔

اسکول اور تعلیم

اگرچہ برٹش گیانا میں پرائمری سکول کثرت سے ہیں پھر بھی تعداد کے لحاظ سے ناکافی ہیں، کچھ سکنڈری اور ہائی سکول بھی ہیں۔ اکثر مسلمان جو ساحلی علاقوں اور تین دریاؤں اسکیبو، دمرارا اور بربک کے کناروں پر آباد ہیں وہ کم از کم یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے بچے عام انگریزی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جارج ٹاؤن، نیو ایمسٹرڈم اور دریائے دمرارا کے بالائی حصہ، مائننگ ٹاؤن آف میکنزی کے شہروں میں جہاں کہیں سکول ہیں وہاں تمام بچے بھی شامل ہیں جو انگریزی حصول تعلیم کے متمنی ہیں، اور ایسی تربیت چاہتے ہیں جو انہیں مستقبل میں بہتر زندگی گزارنے کے قابل بنا سکے۔ چند اضلاع کے علاوہ جہاں مسلمانوں کو مسجدوں اور مکتبوں کی سہولتیں حاصل ہیں، باقی جگہوں میں اردو تعلیم کی طرف رغبت نہیں دی جاتی ماہر و قابل اساتذہ کی وجہ سے اُن میں سے دس مکتبے ریاست سے ڈالر کی سالانہ امداد لے رہے ہیں۔ ان مسجدوں اور مکتبوں میں قرآنی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ مذہبی سوالوں کا مناسب جواب دے سکیں۔ اکثر اوقات ان بچوں کے والدین ان ورنیکلر سکولوں کو چلانے کے لئے عطیات بھی دیتے ہیں، ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان شخص چند مدرسین کی امداد کرتا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اردو پڑھنے والے بچے مولود اکبر کی چند نظمیں سیکھنے کے بعد اردو پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ اردو تعلیم ان کے مستقبل کو بہتر بنانے میں کچھ کام نہیں دیتی۔

مسلم کالج کی تجویز

کالونی کے دولتمند مسلمان برسوں سے اردو ہائی سکول کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں، وعدوں پر وعدے کئے گئے ہیں، صرف برٹش گیانا کی مسلم لیگ آرگنائزیشن نے اس میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ زمین کا پلاٹ حاصل کر کے اور چھپر ڈال کر اس کی احاطہ بندی کی گئی ہے۔ آخری اطلاع یہ ہے کہ اس کی تعمیر کے لئے چند مسلمان تاجروں کی معرفت مقامی بنک سے قرضہ اٹھایا جائے گا۔ لیکن اس تعمیر کا مستقبل بھی حسرتناک معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک ایسے شخص نے حال ہی میں ایک گرلز سکنڈری اسکول بنوایا ہے جس نے اردو سکول کے لئے ایک خطیر رقم دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب لوگوں کی توجہ بھی اردو سکول سے ہٹ کر گرلز سکول کی طرف منعطف ہوگئی ہے اگر بنک نے بھی درخواست مسترد کر دی تو تعمیر کے لئے یا تو باہر سے امداد لینی پڑے گی یا اس کے چندہ دہندگان اور معاونین کے عطیات کی انتظار میں برسوں تک اس تجویز کو معرض التوا میں رکھنا پڑے گا۔

نشر و اشاعت

سنی فرقہ اپنی سرگرمیوں کی اشاعت اپنے آرگن "نویداسلام" کے ذریعہ اور ہفتہ وار کارگزاری کی رپورٹ

(باقی برصفحہ ۶)

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

از قمر ساماتوی

(۷)

حضرت نعمت اللہ ولی رح کی پیشگوئی

جناب شمس صاحب نے حضرت نعمت اللہ ولی رح کی پیشگوئی سے

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

نقل کرکے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ:۔

"جب مسیح موعودؑ کا دور اس کے کام کو انجام دیتے ہوئے ختم ہو جائے گا تو اس کا بیٹا اس کو سرانجام دیتے ہیں اس کی یادگار ہوگا اس پیشگوئی سے بھی نہایت صفائی سے ظاہر ہے کہ وہ بیٹا مسیح موعود کا صلبی بیٹا ہوگا اور آپ کے سامنے اس قابلیت اور اہلیت تک پہنچ چکا ہوگا کہ اپنے باپ مسیح موعود کی وفات کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھ کر آپ کی یادگار بن سکے"

ہمارے فاضل دوست کی اس عبارت کا تو یہ مطلب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے معاً بعد آپ کا بیٹا آپ کا جانشین ہو کر آپ کے کام کو سرانجام دے گا مگر واقعات اس کے خلاف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے کی بجائے چھ سال متواتر حضرت علامہ نورالدین صاحب رح نے آپ کا جانشین ہو کر آپ کے کام کو سرانجام دیا نہ کہ آپ کے بیٹے نے جس سے سوائے اس کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب میاں صاحب ان کی اس دلیل کی رُو سے بھی مصلح موعود ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اگر "دور او" سے مسیح موعود کی جسمانی زندگی مراد ہوتی تو آپ کی وفات کے بعد میاں صاحب کو جانشین ہونا چاہیئے تھا چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اوّل تو اس پیشگوئی کا وہ مطلب نہیں جو ربوائی فاضل نے بیان کیا ہے اور اگر بالفرض محال یہ مان لیا جائے کہ ان کا بیان کردہ مطلب صحیح ہے تو بھی جناب میاں صاحب اس لئے مصلح موعود ثابت نہیں ہوتے کہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد آپ کے کام کو سرانجام دینے کے لئے وہ جانشین نہیں ہوئے بلکہ ایک دوسرا جانشین ہوا۔ جب بقول مولوی صاحب کے جناب میاں صاحب حضرت اقدس کی زندگی میں اس قابلیت اور اہلیت تک پہنچ چکے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھ سکیں تو پھر ایسا نہ ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ وہ بیٹا نہیں جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے یا پھر یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ جو کچھ پیشگوئی کا مطلب لے رہے ہیں وہ پیشگوئی کے الفاظ کے خلاف ہے کیونکہ اگر عنداللہ اس کا یہی مفہوم ہوتا جو وہ بیان کرتے ہیں تو یہ ناممکن تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنی دی ہوئی خبر کے موجب آپ کی وفات کے بعد اس بیٹے کو جانشین نہ کرتا جو ان کے نزدیک اس کا مصداق تھا۔ اور اگر "دور او" سے اس کی وفات کے چھ سال بعد کا زمانہ مراد ہو سکتا ہے تو پھر سو دو سو سال بعد کا زمانہ کیوں مراد نہیں ہو سکتا۔؟

جناب مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"جب مسیح موعود کا دور اس کے کام کو انجام دیتے ہوئے ختم ہو جائے گا"

اگر مسیح موعود کا دور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ختم ہو گیا تھا تو پھر اس وقت اس بیٹے کو اس کام کو سرانجام دینے کے لئے آپ کا جانشین ہونا چاہیئے تھا جو نہیں ہوا پھر وہ بیٹا اس پیشگوئی کا مصداق کس طرح ہو سکتا ہے جو آپ کی وفات کے معاً بعد آپ کا جانشین نہیں ہوا؟ اگر چھ سال بعد جانشین ہونے والا اس کا مصداق ہو سکتا ہے تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ مولوی صاحب کا بیان کردہ استدلال بالکل غلط ہے "دور او" سے مراد مسیح موعودؑ کی جسمانی زندگی نہیں بلکہ روحانی زندگی ہے کیونکہ

مصلحین ربّانی کا "دور"

ہمیشہ اس وقت تک چلتا ہے جب تک ان کی تعلیم دنیا میں موجود ہے اور جب تک ان کی بعثت کے اغراض پورے نہ ہوں چنانچہ ہمارے اس دعوے کی تائید جناب میاں صاحب نے خود بھی بڑے زور شور سے فرمائی ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی:۔

"اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ مقاصد پورے نہ ہو جائیں جن کے پورا کرنے کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے اور نہ ان مقاصد کے پورا ہونے سے پہلے جن مقاصد کے پورا کرنے کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا تھا اس کا زمانہ ختم ہوگا"

الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۳۷ء

کیا اس عبارت کی موجودگی میں ربوائی فاضل بتا سکتے ہیں کہ کیا مسیح موعود کا دور ختم ہو گیا یا نہیں؟ اور آپ کے مقاصد پورے ہو گئے یا نہیں؟ اگر آپ کی بعثت کے مقاصد پورے ہو گئے تو آپ کا زمانہ بھی ختم ہو گیا اس لئے بے شک کسی دوسرے مصلح کی ضرورت پڑ گئی اور اگر حسب ارشاد جناب میاں صاحب آپ کی بعثت کے اغراض ابھی پورے نہیں ہوئے اور آپ کا دور ابھی ختم نہیں ہوا تو پھر اس وقت کسی مصلح موعود کی ضرورت نہیں کیونکہ مصلح موعود نے تو آپ کا دور ختم ہونے کے بعد آنا ہے جب آپ کا دور ہی ختم نہیں ہوا تو مصلح موعود کس طرح آسکتا ہے؟

مسیح موعود کے زمانہ میں مصلح موعود کا آنا آپ کی تکذیب کے مترادف ہے۔

کیونکہ جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ کی سنت یہی ہے کہ جو خدا تعالےٰ کے مقرب ہوتے ہیں وہ اپنی وفات کے بعد پھر زندہ ہو جاتے ہیں یعنی ان کی روح ان کی جماعت میں حلول کر جاتی ہے اور ان کی جماعت کا پلہ ان کی بدیوں پر بھاری رہتا ہے"

اگر یہ واقعی سنت اللہ ہے تو پھر ولن تجد لسنة الله تبديلا کے موجب آج بھی وہ سنت تبدیل نہیں ہو سکتی یعنی اس کے بموجب حضرت مسیح موعودؑ اپنی جسمانی موت کے بعد پھر زندہ ہو گئے جب آپ زندہ ہیں تو پھر زندگی میں دوسرا مصلح موعود آ ہی نہیں سکتا اگر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی روحانی زندگی بھی آپ کی جسمانی زندگی کے ساتھ ختم ہو گئی جو آج تک کسی مصلح ربانی کی بھی نہیں ہوئی اگر آج دوسرے مصلح کی ضرورت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ مسیح موعود معاذ اللہ جھوٹے تھے کیونکہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی آپ کی روحانیت ختم ہو گئی اور اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر آج مصلح موعودؑ کا دعویٰ کرنے والا اپنے دعوے میں سچا نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کو سچا مانا جائے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ ایک ناکام اور جھوٹے مدعی تھے اور ہماری اس بات کی تائید جناب میاں صاحب خود ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اور پھر ایک عرصے کے بعد ان میں (مامور کی جماعت میں۔ ناقل) خرابیاں آنی شروع ہوتی ہیں اور الٰہی نصرت ان کو چھوڑ دیتی ہے مگر یہ حالت غلبہ کے بعد آتی ہے اگر یہ حالت پہلے آجائے تو یہ ایک یقینی دلیل ہوگی اس امر کی کہ مدعی اپنے دعوے میں سچا نہیں تھا بلکہ جھوٹا تھا کیونکہ اس کے مقاصد کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس میں رخنہ پیدا ہو گیا" (ایضاً)

"اگر یہ بات صحیح ہے تو یقیناً العیاذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جھوٹے تھے" (ایضاً)

جناب میاں صاحب کی تحریر بالکل واضح اور ہمارے دعوی کی لفظاً لفظاً تصدیق کرتی ہے اگر ربوائی دوست اپنے حضرت "المصلح الموعود" کی تحریر پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں تو ان کو دو باتوں میں سے ایک ضرور ماننی پڑے گی

(۱)۔ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی زندہ ہیں کیونکہ آپ کے مقاصد پورے نہیں ہوئے جب آپ زندہ ہیں تو یہ زمانہ آپ کا ہی زمانہ

ہے اور یہ دَور آپ کا ہی دَور ہے جب آپکا دَور ختم نہیں ہوا تو پھر وہ مصلح موعود بھی نہیں آیا جس نے پیشگوئی متذکرہ صدر کے موجب آنا تھا۔

(۲) - اور اگر وہ مصلح موعود آگیا۔ تو پھر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسیح موعود کا دَور اُن کے مقاصد کے پورے ہونے اور غلبہ آنے سے پہلے ختم ہو ہوگیا اس لئے بقول تحریر جناب میاں صاحب نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اپنے دعوے میں نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔

پس ربوای بزرگ یہ بتائیں کہ ہر دو مدعیوں میں سے وہ کس کو سچا سمجھتے ہیں؟ اگر مسیح موعودؑ کے مقاصد کے پورا ہونے سے پہلے ان کا دَور ختم ہوگیا اس لئے اس مصلح کی ضرورت پڑگئی جس نے آپ کا دَور ختم ہونے کے بعد آنا تھا تو حسب ارشاد جناب میاں صاحب ان کا دعوے جھوٹا (نعوذ باللہ من ذالک) اور اگر میاں صاحب کی بیان کردہ سنت اللہ کے موجب حضرت مسیح موعود کا زمانہ ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ آپ زندہ ہیں تو آپ کا دَور ختم ہونے سے پہلے مصلح موعود کا دعوے کرنے والا جھوٹا مدعی ہے۔ یہ نتائج جناب میاں صاحب کی اپنی تحریر سے ثابت ہیں۔ فیصلہ کرنا ربوائی فاضلوں کا کام ہے۔ اگر اس سرخدا افشت کے بعد بھی ہمارے دوست اس بات پر مصر ہوں کہ حضرت اقدس کا زمانہ ختم ہوگیا ہے تو اس کے متعلق جناب میاں صاحب کا یہ فیصلہ ہے کہ

"وہ نابینا ہے وہ روحانیت سے محروم ہے"

اب شمس صاحب کو یہ بتانا ہوگا کہ کیا مسیح موعود کا دَور ختم ہوگیا یا نہیں، اگر ختم ہوگیا تو وہ اپنے ممدوح کے فتوے کے موجب "نابینا" اور روحانیت سے "محروم" ثابت ہوتے ہیں اور اگر مسیح موعود کا دَور ختم نہیں ہوا تو پھر ان کا تیار کردہ بیت العنکبوت کس طرح قائم رہ سکتا ہے جس کو بڑی محنت کے ساتھ انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء پر بنا تھا؟

جناب میاں صاحب کا اقرار کہ مسیح موعودؑ کا زمانہ ختم نہیں ہوا

جناب شمس صاحب تو فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا دَور ختم ہوگیا مگر ان کے "حضرت امیرالمومنین" فرماتے ہیں کہ:-

(۱) - "نبوت کا زمانہ اس قدر قلیل نہیں ہوتا کہ جلدی ختم ہو جائے"

(۲) - "جب تک ہم میں حضرت مسیح موعودؑ کی نیابت رہے گی وہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہوگا"

(۳) - "دوسری مخالفت اور دوسری قدرت کا زمانہ کسی مامور کا زمانہ نہیں بلکہ وفات شدہ مامور ہی کا زمانہ ہے"

(الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۲۳ء)

ان حوالجات سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی زمانہ ہے اور شمس صاحب نے حضرت نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ مصلح موعود اس وقت آئے گا کہ:-

"جب مسیح موعود کا دَور (زمانہ ناقل) اس کے کام کو انجام دیتے ہوئے ختم ہوجائے گا"

پیر اور مرید کے دونوں بیانوں کو سامنے رکھ کر صاف طور سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جناب میاں صاحب اپنے دعوے میں صادق نہیں کیونکہ مرید صاحب نے اپنے خیال میں اپنے مرشد کے مصلح موعود ہونے یا مصلح موعود کا صلبی بیٹا ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ:-

"مسیح موعود کا دَور ختم ہونے کے بعد مصلح موعود اس کی یادگار ہوگا"

اور مصلح موعودؑ صاحب فرماتے ہیں:-

مسیح موعود کا دور ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ موجودہ دور آپ کا ہی دَور ہے۔

اس کا نتیجہ صاف یہ نکلتا ہے کہ اگر "مخلص مرید" یا مقتول خالد کی دلیل صحیح ہے، تو مرشد کا فرمان غلط اور حضرت مسیح موعود معاذ اللہ جھوٹے اور اگر مرشد کا بیان صحیح ہے تو ان کا اپنا دعوے جھوٹا اور "خالد" صاحب کی پیش کردہ دلیل غلط۔ مطلب یہ کہ جناب خالد صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرکے جو ثبوت پیش کیا تھا اس کے بطلان کے لئے وہ خود ہی زبردست ثبوت بن گئے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کا مصداق وہ بیٹا نہیں ہوسکتا جو مسیح موعودؑ کا دَور ختم ہونے سے پہلے مصلح موعود بننے کا دعویدار ہو بلکہ اس کا مصداق وہ بیٹا ہوگا جو آپ کا دَور ختم ہونے کے بعد آئے گا۔ اور یہ پیشگوئی خود اس امر کا ثبوت ہے کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صلبی بیٹا نہ ہوگا بلکہ وہ دُور کی نسل میں ہوگا جو آپ کا دَور ختم ہونے کے بعد آئے گا۔ اس بات کی طرف مندرجہ ذیل الہام میں بھی اشارہ کیا گیا ہے ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ زراہِ دُور آمدہ

مدعی کے اپنے زمانہ کے اندر آنے والا اس الہام کا بھی مصداق نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے زمانہ میں آنے والا دیر سے آنے والا اور دُور کے راستے سے آنے والا نہیں ہوسکتا بلکہ آپ کے دَور کے ختم ہونے کے بعد جو صدیوں پر مشتمل ہو آنے والا ہی دیر سے آنے والا اور دُور کے راستے سے آنے والا کہلا سکتا ہے، ورنہ جو شخص اس کے زمانہ میں آجائے وہ تو جلدی آنے والا اور قریب کے راستے سے آنے والا کہلائے گا نہ کہ دیر سے آنے والا اور دُور کے راستے سے آنے والا۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل شعر میں بھی اس حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے کہ موجودہ دور حضرت اقدس کا ہی دَور ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اس سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ کسی دوسرے مصلح کے آنے کا امکان اسی صورت میں ہوسکتا تھا اگر حضرت مسیح موعودؑ مبعوث نہ ہوتے جب آپ مبعوث ہوگئے، تو پھر آپ کے زمانہ میں کسی دوسرے مصلح کے قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہوسکتی آپ کے دَور میں جو بھی ایسا مدعی ہوگا وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں ہوسکتا۔

(باقی — باقی)

مقالہ — بسلسلہ صفحہ ۳

اُعداءً فالف بَین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اُس کا انجام اچھا نہیں۔ میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے............

.... باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے، رعونت ہے خود پسندی ہے، اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ......... وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اُوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہوکر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اُس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتی، بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔"

حضرت مسیح کے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے جو لوگ ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈا کرتے اور بخل اور رعونت سے کام لیتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس سے باز آجائیں ورنہ مامور الٰہی کا ارشاد بتا رہا ہے کہ ان کا انجام اچھا نہیں۔

دینی مجالس (حصہ دوم)

پیارے بچو! اس سے پہلے ہم تمہیں مولانا مرتضیٰ خان حسن کی غیر مطبوعہ کتاب "دینی مجالس" حصہ اوّل سے بعض سبق سنا چکے ہیں جن میں اللہ تعالےٰ کی ہستی، فرشتوں، رسولوں، اور آخرت کے دن پر بحث کی گئی تھی اور نماز کی تعلیم دی گئی تھی، ایسے ساتھ ہی حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے مختصر حالات بھی بیان کئے گئے تھے۔

اب، ہم اسی کتاب کا دوسرا حصہ شروع کرتے ہیں جس میں روزہ، حج، زکوٰۃ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور ان کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے تاکہ اُن کی اہمیت بچوں کے ذہن نشین ہو سکے، ممکن ہے بعض بچوں کو یہ مضمون خشک نظر آتا ہو، کیونکہ آج کل بچوں کے لئے قصے کہانیاں زیادہ دلپسند کی جاتی ہیں، لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے ہمارے بچے اس خشک مضمون کو بھی غور سے پڑھ لیا کریں تو یہ ان کی آئندہ زندگی کو سنوارنے اور دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی کا بہترین ذریعہ ہوگا، اگر ہمارے بچوں کو دین سے رغبت ہوگی اور وہ اس پر عمل پیرا ہوں گے تو لازماً بدیوں اور برائیوں سے وہ بچ جائیں گے اور اچھے اور اعلےٰ اخلاق اُن میں پیدا ہو جائیں گے تو دنیا میں بھی ان کی عزت کا موجب ہوں گے اور آخرت بھی اچھی ہو جائے گی،

یہ یاد رکھئے کہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہمارے دین کے سوائے کوئی نہیں، آج مسلمان قوم دین ہی کو چھوڑ دینے یا اس پر صحیح طور پر کاربند نہ ہونے کی وجہ سے گر چکی ہے، ہمارے حضرت مسیح موعودؑ ہمیں دین ہی پر چلانے کے لئے آئے تھے۔ وہ دین نہیں جو رسم کے طور پر اختیار کر لیا جائے اور اس کا کوئی اثر ہماری زندگیوں پر نہ ہو، ہماری نماز، ہمارے روزے، اور حج اور زکوٰۃ، ایسی عبادات ہیں جن پر اگر سمجھ سوچ کر عمل کیا جائے اور ان کے حقیقی مقصد کو سامنے رکھا جائے، اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اُن پر عمل پیرا ہوں تو یقیناً ہماری زندگیوں پر اُن کا گہرا اثر پڑے گا، اور ہم ان بُری حرکات سے بچ جائیں گے جو ان عبادات کو باطل کرنے والی ہیں، اگر نماز پڑھ کر اور اللہ تعالےٰ سے صراطِ مستقیم کی التجا کرنے کے بعد ہم اس رستہ پر چلنے لگیں جو بدیوں اور برائیوں کا رستہ ہے تو ہماری نماز کا کوئی فائدہ نہیں، اگر روزہ رکھ کر ہم جھوٹ بولیں، غریبوں اور محتاجوں کی ہمدردی کرنے کے بجائے اُن پر ظلم کریں اور بُری حرکات سے باز نہ آئیں، تو ہمارا روزہ خدا کے ہاں منظور نہیں، اور اگر حج کے لئے دور دراز کا سفر کرکے جائیں اور لوٹتے ہوئے سونا، چاندی اور ایسی چیزیں چھپا کر لے آئیں جن کا لانا ملکی قانون کی رُو سے منع ہے اور کسٹم سے بچ کر نکل آئیں یا جھوٹ بول دیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں تو ایسا حج کوئی حج نہیں، نہ خدا کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت ہے، ایسا ہی زکوٰۃ دینے والے اگر حیلوں اور بہانوں سے ہیر پھیر کرکے روپیہ بچا لیں، تو گویا انہوں نے کوئی زکوٰۃ ادا نہ کی، اور یہ اعمال اُن کے لئے بالکل بے فائدہ ہوں گے۔

انہی باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان دینی مجالس میں ہر دینی مسئلہ کی حقیقت اور اس کے فوائد کو کھول کر بیان کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ کو بھی نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر ہمارے بچے ان اسباق کو غور اور فکر کے ساتھ پڑھ لیا کریں (ان کے پڑھنے پر پانچ دس منٹ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتے) تو یہ ان کی دنیا و عاقبت کو سنوارنے کا موجب ہوں گے، اس بارہ میں والدین کو بھی اپنے بچوں کی تھوڑی بہت امداد کرنی چاہیئے، وہ یہ ہے کہ انہیں ان اسباق کو پڑھنے کی تاکید کریں اور اُن سے پوچھیں کہ انہوں نے کیا پڑھا ہے، اور اگر کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہ آسکے تو انہیں سمجھائیں۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی سوالات بچوں کے ذہن میں پیدا ہوں، تو وہ ہمیں بھی لکھ سکتے ہیں، ہم انشاء اللہ اُن کے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہم آج پہلا سبق شروع کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر پیغام صلح)

باپ بیٹے کی پہلی مجلس

رشید:- "ابّا جان! آپ نے جو اس دن محلّہ کی خواتین اور لڑکیوں کو نماز کے متعلق نصیحت کی، اس کا نتیجہ بہت اچھا نکل رہا ہے۔ گھر گھر میں نماز کا چرچا ہو رہا ہے۔ کل میں اپنے دوست محمد احمد کے ہاں بیٹھا ہوا تھا۔ باتوں باتوں ہی میں وہ مجھ سے کہنے لگا کہ آجکل ہماری امّی جان ہمیں نماز کی بہت تاکید کرتی رہتی ہیں۔ اور ہمارے گھر میں اب چھوٹے بڑے سب نماز پڑھنے لگ گئے ہیں۔ یہ تو ایک گھر کا حال ہے۔ سُنا ہے کہ ملک محمد دین کے گھر میں بھی اب سب نماز پڑھتے ہیں۔ اور تو اور وہ ننھا شیدو بھی نماز پڑھنے لگ گیا ہے۔ بلکہ وہ تو کبھی کبھی شام کے وقت مسجد میں بھی جاتا ہے۔"

باپ:- "بڑی خوشی کی بات ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہماری نصیحت کارگر ہوئی۔ خدا کرے کہ نماز کے لئے یہ جوش و خروش مستقل ثابت ہو، اور جن لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کیا ہے وہ ہمیشہ نماز پڑھتے رہیں۔ نماز بڑی دولت ہے۔ اس سے اخلاق سدھرتے ہیں۔ انسان بُرے کاموں سے رُکا رہتا ہے۔ اور اسے نیک کاموں کی توفیق ملتی ہے۔"

رشید:- "ابّا جان! میرا خیال ہے کہ آپ وعظ و نصیحت کا یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ کبھی مہینہ دو مہینہ بعد آپ محلّہ والوں کو جمع کرکے ایک آدھ لیکچر ضرور دے دیا کریں۔ اور انہیں نماز اور دوسرے نیک کاموں کی تحریک کرتے رہیں۔"

باپ:- "ہاں میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ وعظ و نصیحت کا یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ دیکھو نا! صرف ایک دن کے سمجھانے سے کس قدر اثر ہوا۔ گھر گھر میں نماز کا چرچا شروع ہو گیا۔ ہم لوگوں میں یہ بھی ایک کمی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نصیحت نہیں کرتے۔ لوگوں کو نماز سے غافل دیکھتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھاتے کہ یہ غفلت کس قدر ضرر رساں ہے۔ ہم اپنی آنکھوں کے سامنے بُرے کام ہوتے دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اور ایسے کام کرنے والوں کو نصیحت نہیں کرتے حالانکہ خدا اور خدا کے رسُول کا حکم ہے کہ نیکی کا حکم کرو اور بُرائی سے روکو۔ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ نصیحت کرنا صرف مولوی لوگوں کا ہی کام ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ ہر مومن مسلم کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی ہدایت کرے۔ اور برائی سے روکے۔ اس طرح کرنے سے نیکی پھیلتی جائے گی اور بدی کم ہوتی جائے گی۔"

رشید:- "مگر ابّا جان! کل میاں غلام رسُول صاحب کہہ رہے تھے کہ نصیحت کرنے کا زمانہ نہیں جس کو نصیحت کرو [illegible]"

باپ:- "یاد رکھو بیٹا! نصیحت کرنے کا بھی ایک ڈھنگ ہوتا ہے [illegible] بھی ایک طریق ہے۔ اگر نصیحت صحیح طریق پر نہ کی جائے تو اس کا نتیجہ اُلٹا نکلتا ہے۔ نصیحت کرنے والے کے دل میں خلوص ہونا [illegible] محبت اور دلی تعلق سے نصیحت کرنا چاہیئے [illegible] نصیحت کرتے ہیں مگر افسوس اس میں خلوص بہت کم ہوتا ہے۔ بعض وقت اس نصیحت کا مقصد اگلے شخص کو ذلیل کرنا ہوتا ہے۔ ایسی نصیحت مفید ثابت نہیں ہوتی۔ نصیحت خلوص، ہمدردی، نرمی اور محبت سے کرنی چاہیئے، ایسی نصیحت ضرور کارگر ہوگی۔ اور اگر کبھی نصیحت کارگر نہ بھی ہو تو بھی نصیحت کرنا چھوڑ تو نہیں دینا چاہیئے۔ آج نہیں تو کل نصیحت اپنا رنگ لا کے رہے گی۔"

ہفت روزہ پیغام صلح
سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے ، ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
ہندوستان میں ایجنٹ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب بمکان نمبر ... محلہ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)
پیغام صلح ۶ اگست ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۰
کپلیہی پریس لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا
ایڈیٹر دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — گمرہاں را چشمِ روشن زآیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

پاکستان — لاہور

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۱

"تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو

اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو"

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپ (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل و صورت جس پر خدا پر بھروسا کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا۔ اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی، اس میں بھی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچے لیتے تھے۔ اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور ان کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو ان کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے طیار ہو رہی ہے اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو، اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو، اطاعت ہو تو ویسی ہو، باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو، غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔ جو

لوگ ہمارے مخالف ہو کر ہم کو گالیاں دیتے ہیں اور دجال اور کافر کہتے ہیں ہم اس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کو نورِ فطرت اور قوتِ فیصلہ عطا کی ہے۔ پاخانہ جو آدمی کے اندر سے نکلتا ہے۔ اس کی بدبو تو دیکھی وہ محسوس کرتا ہے۔ پس جبکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے اور پکا قاعدہ ہے۔ پھر جھوٹ جو اس پاخانہ سے بھی بڑھ کر بدبو رکھتا ہے کیا اس کی بدبو جھوٹ بولنے والے کو نہیں آتی؟ ضرور آتی ہے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک مفتری علی اللہ اس قدر قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعوے کو پیش کرے جو ہمیشہ صادق کا خاصہ ہے پھر ان کی پیش رفت کیونکر کی جاسکتی ہے اور وہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ اگر میں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا۔ اور اس نے ہی مجھے مامور نہ کیا ہوتا تو تم ہی بتاؤ کہ اس قدر گالیاں اور اس قدر شور و شر اور مخالفت یہاں تک کہ قتل کے فتوے قتل عمد کے مقدمے جو میرے خلاف بنائے گئے۔ ان مصیبتوں اور بلاؤں کو اپنے اوپر لینے کی کس کو ضرورت

(باقی صفحہ ۴ پر)

ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ مسلمان ہونے والے اصحاب
اپریل سے جولائی ۵۸ء تک مسلمان ہونے والوں کی فہرست

	تاریخ
1. Mr. K. C. C. Oliver	۶ اپریل ۱۹۵۸ء
2. Mrs. P. Ahmad	۷ " "
3. Miss M. J. Jamieson	۱۷ " "
4. Mr. B. Harrison	۲۱ " "
5. Mr. A. L. Fitzroy	۲۵ " "
6. Mrs. F. A. C. M. Eggers	۵ مئی "
7. Mr. C. E. C. Cavadino	۹ " "
8. Mr. S. Smith	۹ " "
9. Miss B. A. Manwers	۱۹ " "
10. Miss W. E. Norris	۲۷ " "
11. Miss M. Ward	۲۷ " "
12. Mr. W. L. Johnson	۲۷ " "
13. Miss J. F. White	۲۸ اگست ۱۹۵۸ء
14. Mr. Faris Eglub	۲۸ جون ۱۹۵۸ء
15. Miss Enid Jackson	۲۸ " "
16. Mr. Leslie Price	۶ جولائی "
17. Mr. Roselin Ashian	۱۰ " "
18. Mr. Frederick Hane (Muslim name Ibrahim Mustafa)	۱۲ " "

ہمارا مذہب
از حضرت مسیح موعود

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ او
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

✶

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

تاریکی سے روشنی میں

ایک نیک نفس فرانسیسی ڈاکٹر پر قرآن کریم کی ایک آیت کا اعجازی اثر

روزنامہ تسلیم (۲۶ جولائی ۵۸ء) میں ایک شخص محمود بے مصری کا حسب ذیل بیان شائع ہوا ہے جس سے قرآن کریم کے اس اعجازی اثر کا پتہ لگتا ہے جو غور و فکر کرنے والے دل و دماغ پر اس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے اندر ایسے دل و دماغ موجود ہیں جو قرآن کریم کے حقائق کا علم ہونے پر اس کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکتے، اس لئے ضرورت ہے کہ قرآن کریم کو یورپ کی ہر زبان میں ترجمہ کر کے ایسے حق پسند تشنہ لبوں کی سیرابی کا سامان پیدا کیا جائے:—

"محمود بے مصری نے فرمایا:—

میں کئی سال تک فرانس میں رہا اور اپنے ملنے والوں سے ایک فرنچ ڈاکٹر کی تعریف و توصیف سنتے سنتے اُکتا گیا۔ کوئی کہتا تھا کہ ڈاکٹر فرشتہ ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ ڈاکٹر سچائی کی مورت ہے۔ کہ ڈاکٹر کی انسانیت اپنا جواب نہیں رکھتی، شرافت، راستبازی، روشن خیالی، عالی ظرفی، اخلاص مندی، کریم النفسی، مہمان نوازی، غرض کوئی بھی انسانی وصف ایسا نہ تھا جس سے میرے ملاقاتی اسے نسبت نہ دیتے ہوں، میں سمجھا کہ بیماروں پر اسکی رحمت عام ہوگی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ بیماروں سے بڑھکر تندرست اس مداح کے مرض کا شکار تھے۔

ڈاکٹر کا نام غرنیلیہ تھا۔ یہ فرانسیسی پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا۔ یہ اس کی ہر دلعزیزی کا دوسرا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ آزاد ممالک میں پارلیمنٹ کی ممبری اور قوم کی ترجمانی ایک ایسا اعزاز ہے جو وہاں ممتاز و منتخب اشخاص کو ہی حاصل ہو سکتا ہے، لیکن اس کے متعلق لوگوں نے بیان کیا کہ ڈاکٹر کی نیک دلی اور صاف باطنی اس اعزاز سے اسی قدر بلند ہے جس قدر زمین سے آسمان۔ وہ حمایت حق اور خدمت خلق کے خیال سے پارلیمنٹ میں داخل ہوا تھا۔ لیکن اس نے دیکھا وہاں تمام لوگ عدل و انصاف کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔ حق و صداقت ذبح کیا جا رہا ہے، غریب کا گوشت بک رہا ہے، مظلوموں کا خون ارزاں ہے، امن و آزادی کے نام سے غلامی اور فساد کے کھیت بوئے جا رہے ہیں۔ انسانیت پارلیمنٹ ہال میں حق و عدل کی موت پر ماتم کر رہی ہے، لیکن کوئی نہیں جو اس کی فریاد و زاری پر رحم کھائے۔

نیک دل ڈاکٹر یہ بات دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ وہ پارلیمنٹ کو ترقی عقل اور آزادئ فکر کا مرکز سمجھ کر داخل ہوا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کہ یہاں خوشگوار اور دلفریب تقریروں کے پردوں میں جنگ و جدال، نفرت و فساد، اور حرص و ہوا کے دوزخ بھڑک رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی بے صبری کے ساتھ اپنی کرسی سے اُٹھا۔ اس نے پارلیمنٹ کی عظمت کی پروا نہ کی۔ اس نے ان تمام چیزوں کو اور ساتھ ہی اپنے حال کی عزت کو اور مستقبل کی شہرت اور ترقی کو بے پروائی سے الگ پھینک دیا۔ وہ پارلیمنٹ سے کنارہ کش ہو گیا۔ صرف پارلیمنٹ سے ہی نہیں بلکہ پیرس سے بھی کنارہ کش ہو گیا۔ اور رونق و عزت کے اس جہنم سے قطع تعلق کر کے فرانس کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں سکونت اختیار کر لی اور خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔

محمود بے مصری نے فرمایا:—

"جب مجھے ان حالات کا علم ہوا اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ فرانس کا یہ عظیم الشان انسان اسلام قبول کر چکا ہے تو میں نے آرزو کی کہ اس یگانۂ روزگار ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہیئے اور کم سے کم قبول اسلام کا سبب دریافت کرنا چاہیئے۔

جوشِ ملاقات نے میرے قدموں کو حرکت دی میں پیرس سے نکلا، اور اس بستی کا رُخ کیا جہاں یہ ممتاز ترین انسان عزلت گزین تھا۔ میں بستی میں داخل ہوا اور ڈاکٹر غرنیلیہ کے متعلق لوگوں سے دریافت کرنے لگا۔ میں جس شخص سے ڈاکٹر کے متعلق پوچھتا وہ ادب سے جھک جاتا اور نہایت ہی مسرت سے، گرمجوشی سے میرے سوالات کا جواب دیتا۔ شہر کے تمام باشندے ڈاکٹر کے مداح تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ شہر کی تمام آبادی کو ڈاکٹر کی احسان مندیوں نے جھکا دیا ہے۔ شہر میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس سے ڈاکٹر نے عزت شرافت اور مروت کا سلوک نہ کیا ہو، وہ بچوں کے لئے سر بسر محبت و شفقت، فقیروں کے لئے اور غریبوں کے لئے عزت و مسرت کا پیغام تھا، یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے لئے حفاظت کا سرمایہ تھا۔ اگرچہ شہر کی دیواروں پر اس کے نام کے اشتہارات چسپاں نہ تھے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ہر پیشانی پر اس کی عزت کا سائن بورڈ آویزاں تھا اور خلق خدا کے قلوب اس کے خلوص و احسان کی گرانباریوں نے کمان کی طرح جھکا رکھے ہیں۔

میں جلد ڈاکٹر کے پاس پہنچا۔ اس کی پیشانی پر محبت اور خوش اخلاقی کے معصوم ستارے کھیل رہے تھے۔ وہ مجھ سے بڑی گرمجوشی سے ملا ایسی گرمجوشی جس سے اخوت اسلامیہ کا نام زندہ ہے۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکا تو میں نے پوچھا، ڈاکٹر صاحب آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

ڈاکٹر غرنیلیہ نے جواب دیا "قرآن پاک کی صرف ایک آیت" یہ کہا اور خاموش ہو گیا۔

"تو کیا آپ نے کسی مسلمان عالم سے قرآن پڑھا۔ اور اس کی ایک آیت نے آپ پر کیا اثر کیا؟" محمود نے پوچھا۔

"نہیں میں نے کسی مسلمان سے اب تک ملاقات نہیں کی" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"پھر قرآن کی کوئی تفسیر پڑھی" محمود نے سوال کیا۔

"تفسیر بھی نہیں پڑھی" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ واقعہ کیونکر گذرا"؟

ڈاکٹر نے جواب دیا۔ میری جوانی سمندری سفروں میں گذری ہے۔ مجھے سمندر کے نظاروں اور بحری سفروں کا اس قدر شوق دامنگیر تھا، گویا میں ایک آبی مخلوق ہوں۔ میں اپنے رات اور دن پانی اور آسمان کے درمیان بسر کرتا تھا اور اس قدر مسرور تھا کہ گویا میری زندگی کا مقصد ہی یہی ہے۔ انہی ایام میں قرآن پاک کے فرانسیسی ترجمہ کا ایک نسخہ جو موسیو سافاری کے قلم سے تھا۔ مجھے دستیاب ہوا۔ میں نے اسے کھولا تو سورۃ نور کی ایک آیت میرے سامنے تھی جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی تھی، میں نے اس آیت کو نہایت ہی دلچسپی سے پڑھا۔ اس آیت میں کسی گمراہ شخص کی حالت کے متعلق ایک نہایت ہی عجیب تمثیل بیان کی گئی تھی۔ آیت میں تھا کہ گمراہ شخص حالت انکار میں اس طرح دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مارتا ہے جیسے ایک شخص اندھیری رات میں جبکہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں سمندر کی لہروں کے نیچے ہاتھ پاؤں مارتا ہو!"

ڈاکٹر غرنیلیہ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا کہ اس کا دل تمثیل کی عزت سے لبریز تھا، اور اس کے اندازِ بیان سے ظاہر تھا کہ اس کے نزدیک اس تمثیل کی عمدگی اور دلنشینی صداقت اسلام کی ایک بہت ہی کافی دلیل ہے۔

لیکن ڈاکٹر کے بیان سے میرا دل مطمئن نہ تھا۔ میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب! اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا:—

او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور

(باقی صفحہ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء

یوم آزادی

۱۴ اگست وہ مبارک دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے اس ملک کو انگریز کی غلامی سے نجات عطا فرمائی اور پاکستان کی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آیا، اس موقعہ پر جن مصائب و آلام اور خونریزیوں کا سامنا کرنا پڑا، اگرچہ وہ اتنی ہولناک تھیں کہ اب بھی اُن کی یاد بدن کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے تاہم پاکستان کا حصول اُن تمام مصائب کا مداوا سمجھا گیا، اور اپنے مال و متاع اور ماؤں اور بیٹیوں کی قربانیاں دیکر جو لوگ یہاں آئے انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ پاکستان ایک جنّت ہے جو انہیں اس رُوئے زمین پر خدا نے دی ہے اور اس کے اندر صحیح اسلامی زندگی اور ہر قسم کا آرام انہیں میسّر آئے گا۔

اس میں شک نہیں کہ اس نوزائیدہ مملکت نے اپنی عمر کے دس بارہ سالوں میں ہر قسم کی تجارتی، اقتصادی اور صنعتی ترقی میں جس قدر قدم آگے بڑھایا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ وہ قوم جو انگریز کے زمانہ میں میدانِ تجارت میں سب سے پیچھے تھی، اس نے پاکستان کے قیام کے ساتھ ہر قسم کی تجارت کو اس طرح ہاتھ میں لیا کہ گویا صدیوں سے وہ اسی کام میں منہمک ہے۔ اس کے علاوہ ملک کے چپہ چپہ میں ہر قسم کے صنعتی کارخانے تعمیر ہو گئے جو بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، زراعتی پہلو سے بھی ملک نے خاصی ترقی کی ہے، اور محکمہ زراعت مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے پیداوار کو بڑھانے اور بہتر سے بہتر بنانے میں پوری محنت اور جفاکشی سے کام لیا ہے، یہ الگ امر ہے کہ ملک کی آبادی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کی پیداوار تمام آبادی کے لئے مکتفی نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے ممالک سے بھی غلہ درآمد کرنا پڑتا ہے، تاہم جہاں تک ملکی ترقی کا سوال ہے، اس کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں اسکے علاوہ اور بھی بہت سے پہلو ہیں جن میں پاکستان نے خاصی ترقی کی ہے اور دنیا محوِ حیرت ہے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں اس نے کس طرح اتنا عروج حاصل کر لیا۔

یہ سب کچھ ہے لیکن جس چیز کی تمنا سب سے بڑھکر تھی افسوس ہے کہ وہ میسّر نہ آئی اور نہ موجودہ حالات میں اس کے میسّر آنے کی امید ہو سکتی ہے، کہا گیا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہوگی اس کا نام بھی جمہوریہ اسلامیہ پاکستان رکھا گیا، لیکن جہاں تک اخلاق و اعمال کا تعلق ہے، اسلام کا صرف نام ہی نام ہے، حقیقت اس کے اُلٹ ہے، ایسے ایسے اخلاقی جرائم جن کا اس سے پہلے کبھی نام بھی نہ سُنا تھا، قیامِ پاکستان کے بعد ظہور پذیر ہوئے ہیں، اور دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں، رشوت اور چوری وغیرہ تو معمولی چیزیں ہیں جو وہ بھی ہر قسم کی انسدادی تدابیر کے باوجود نہیں رُک سکیں اور دن بدن روبہ ترقی ہیں، لیکن اس سے بڑھکر سمگلنگ اور قسم قسم کی ڈاکہ زنی جو آج اس ملک میں عروج حاصل کر چکی ہے، پہلے نام بھی کس نے سُنا تھا، ذرا ذرا سی بات پر چھُرے بازی اور قتل عمد، غنڈہ گردی اور پارٹیوں کا باہمی تصادم جو ہر روز دیکھنے میں آتا ہے پہلے کب دیکھا گیا تھا، اور سب سے بڑھکر اشیائے خوردنی میں ایسی ایسی ملاوٹیں جو انسانی صحت کو خراب کرنے اور نشا مراہ موت کی طرف لے جانے والی ہیں، جس جُرأت کے ساتھ کی جاتی ہیں پہلے کب اس قسم کی جُرأت ہو سکتی تھی، عورتوں اور معصوم بچوں کا اغوا جس کثرت کے ساتھ اب ہو رہا ہے، پہلے اس کا ذکر ہی کب سننے میں آتا تھا، پھر حاکم و محکوم، اعلیٰ و ادنےٰ حصولِ اقتدار اور جمع اموال کے لئے جو جو ناجائز طریقے اختیار کر رہے ہیں اُن کا تصوّر کرتے ہوئے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، یہ اور اسی قسم کی بیسیوں باتیں ہیں جو یوم آزادی کے بعد اس طرح ظہور پذیر ہوئیں، کہ گویا آزادی انہی امور کے لئے دی گئی تھی اور وہ چیز جو پاکستان کے نام میں مضمر ہے اور وہ اسلام جس کے نام پر پاکستان حاصل کیا گیا تھا وہ آزاد نہیں بلکہ قید و بند کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

ہم اُوپر بتا چکے ہیں کہ جہاں تک مال کی فراوانی اور افزائش رزق کے اسباب کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس کثرت سے پاکستان کو میسّر آئے ہیں کہ اُن پر جس قدر خدا کا شکر ادا کیا جائے تھوڑا ہے اگرچہ حد سے بڑھی ہوئی منافع خوری، بلیک مینگ اور سمگلنگ نے تمام اشیا کی گرانی اس حد تک پہنچا دی ہے کہ ہر کس و ناکس کی طاقت برداشت سے باہر ہو چکی ہے، تاہم جہاں تک قدرت کے انعامات کا تعلق ہے اس نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں اُٹھا رکھی، کاش ہم ان انعامات کا صحیح طور پر فائدہ اُٹھا سکتے اور اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا صحیح استعمال کر کے اس کا شکریہ ادا کرتے۔ لیکن ان نعمتوں کو حاصل کرنے کے بعد جس راہ پر ہم چل رہے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ عذاب الٰہی کی طرف لے جانے والا نہ ہو، قرآن کریم نے ہمیں بار بار ڈرایا ہے کہ نعمائے الٰہی کے حصول کے بعد جو قوم فسق و فجور میں پڑ جاتی ہے اور انعامِ الٰہی سے صحیح طور پر فائدہ نہیں اُٹھاتی وہ عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہے، چنانچہ فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون، یعنے جب انہوں نے اس بات کو چھوڑ دیا جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک جب وہ اس پر خوشی میں پھُولے نہ سمائے جو ان کو دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا تب وہ مایوس ہو گئے اور اور اس کے ساتھ ہی فرمایا ہے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین، پس اس قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جس نے ظلم سے کام لیا اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

کس قدر زبردست انذار ہے، یہ ہمارا دنیوی ترقیوں پر اترانا اور سال کے سال یوم آزادی کے موقعہ پر بالخصوص یہ اعلان کرنا کہ ہم نے یہ ترقی کر لی اور وہ ترقی کر لی، جبکہ ان ترقیات کی تہ میں نعمائے الٰہی کا کفران فسق و فجور کی کثرت اور عوام پر ظلم و ستم موجزن ہے اچھے آثار نہیں رکھتا، ہاں بیشک یوم آزادی ایک خوشی کا دن ہوتا اور اس دن تحدیث نعمت کے طور پر حاصل شدہ نعمائے الٰہی اور ترقیات کا شمار بھی خوش آئند سمجھا جاتا اگر ہمارے اخلاقی اور دینی حالات اس درجہ گرے ہوئے نہ ہوتے بلکہ عوام سے لے کر حکام تک اپنے اعمال و افعال کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کے سچے اور شکر گزار بندے بن جاتے اور ہر قدم پر اس بات کو مدنظر رکھتے کہ وہ کہاں تک خدا تعالےٰ کے احکام کے مطابق ہے اور کس حد تک رضائے الٰہی کا موجب ہو سکتا ہے۔

اب بھی اگر اس طرف توجہ کی جائے اور یوم آزادی کو ایک سنگ میل قرار دے کر اس صحیح راہ کی طرف قدم اُٹھایا جائے جو پاکستان کی اصل منزل مقصود یعنے اسلام کی طرف لے جانے والی ہے، تو یہ اس خداداد مملکت کو دہ چند ترقی و فروغ دینے کا موجب ہوگا۔ اسلام کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمان صحیح اسلامی اقدار پر عمل پیرا رہے اُن کا قدم ترقی ہی کی طرف اُٹھتا چلا گیا، اور دنیا کی نظروں میں وہ بلند ترین قوم سمجھی گئی، لیکن جونہی وہ اس راہ سے پھسلنے شروع ہوئے ذلت و نکبت کے اتھاہ گڑھوں میں جا گرے آج اگر آپ پھر ایک بلند ترین قوم بننا چاہتے ہیں اور عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہیں تو اسی راہ کی طرف قدم اُٹھائیے جو ہمارے بزرگوں اور قرونِ اولےٰ کے مسلمانوں نے اختیار کی، ابوبکرؓ اور عمرؓ کی داستانوں کو پڑھتے رہنا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا جب تک اُن کے نمونوں کو اپنے اندر پیدا نہ کیا جائے، اور اسی قسم کی مثالی حکومت قائم نہ کی جائے جو عرب و عجم میں انہوں نے قائم کی، خوب یاد رکھئے ؎

از رہِ دین پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی آمد

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ انگلستان کے والد ماجد عرصہ سے بیمار ہیں آجکل بوجہ ہسپتال میں داخل ہیں، انکی خواہش اور طلب پر مولانا ممدوح ایک ماہ کی رخصت پر انگلستان سے تشریف لائے ہیں، احباب کرام سے التماس ہے کہ ان کے والد صاحب کی صحت عاجلہ کے لئے۔۔

اخبار و افکار

پھر وہی اعتراض

معاصر الفضل (مورخہ ۵ اگست) نے ہمارے اس اداریہ کے جواب میں جس میں ووکنگ کی تقریب عید کے موقعہ پر گانوں اور میلہ وغیرہ کے بارہ میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا تھا، پھر یہ اعتراض کیا ہے کہ:-

"فلمی گانے گانا اور سننا اور پھر مسجد کے احاطہ میں سخت غیر اسلامی حرکات ہیں اور اسلام کو بدنام کرنے والی ہیں"۔

ہم حیران ہیں کہ ایڈیٹر "الفضل" کو یہ کس نے کہدیا کہ عید کے موقعہ پر فلمی گانے مسجد کے احاطہ میں گائے جاتے ہیں) اس میں شک نہیں کہ فلمی گانے جو حسن و عشق سے تعلق رکھتے ہوں مسجد کا احاطہ ہو یا کوئی دوسری جگہ، ویسے ہی ناپسندیدہ ہوتے ہیں، لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ تمام فلمی گانے حسن و عشق ہی سے تعلق رکھتے ہیں، کئی ایسے بھی فلمی گانے ہوتے ہیں جو اچھے اور اعلیٰ اخلاقی پہلوؤں پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کا گانا اور سننا غیر پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ خود حضرت نبی کریم صلعم کے گھر میں عید کے دن کچھ لڑکیاں جنگ بعاث کا کوئی گیت گا رہی تھیں، جسے حضرت ابوبکرؓ نے شیطان کا راگ قرار دیا، لیکن نبی کریم صلعم نے انہیں گانے کی اجازت دے دی۔

تاہم جہاں تک مسجد کے احاطہ کا سوال ہے معلوم ہوتا ہے "الفضل" کو اس بارہ میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ ووکنگ کی مسجد اس قدر چھوٹی ہے، کہ اس میں پچاس آدمی بھی بمشکل ۔۔۔۔ سما سکتے ہیں چہ جائیکہ اڑھائی ہزار آدمیوں کی اس میں گنجائش ہو، اگر ہمارا معاصر ان رپورٹوں کو پڑھ لیتا جو تقریب عید کے متعلق "پیغام صلح" میں شائع ہوئیں اور ہمیشہ شائع ہوتی رہتی ہیں تو اسے معلوم ہو جاتا کہ عید کی تقریب مسجد کے احاطہ سے باہر اور اس سے بہت پرے ہٹ کر ایک وسیع لان میں منعقد ہوتی ہے جو سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے سامنے واقعہ ہے، چنانچہ پچھلی عید کی رپورٹ میں بھی صاف لکھا ہے کہ:-

"سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے سامنے کے سرسبز لان میں ایک وسیع خیمہ نصب کیا گیا اور دوسرے خیمے بھی جن میں کھانے وغیرہ کا انتظام کیا گیا"

(پیغام صلح ۱۲ جولائی ۱۹۵۸ء)

اس تصریح کے باوجود یہ کہنا کہ مسجد کے احاطہ میں میلے وغیرہ لگے اور گانے گائے گئے جو سخت غیر اسلامی حرکات ہیں کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے، غیر اسلامی حرکات تو تب ہوتیں کہ کوئی ناواجب اور غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا، محض گانے گانا یا چیزیں فروخت کرنا کونسا غیر اسلامی فعل ہے جس پر اتنا شور مچایا جا رہا ہے۔

ہم اس سے بیشتر حدیث سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ خود مسجد نبویؐ کے اندر حبشیوں نے کھیلیں کیں، جن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود دیکھا بلکہ حضرت عائشہؓ کو بھی دکھایا، تعجب ہے ووکنگ مسجد کے احاطہ پر زور دینے والے (حالانکہ وہ مسجد کا احاطہ نہیں) مسجد نبویؐ کے اس واقعہ پر کیوں غور نہیں کرتے؟

ہاتھی کے دانت ......

مشرق وسطےٰ کے واقعات اور لبنان سے امریکی فوجوں کی واپسی کے سوال پر غور کرنے کے لئے روس نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے انعقاد کی قرارداد سلامتی کونسل میں پاس کرالی، اور اب یہ معاملہ جنرل اسمبلی میں پیش ہے، یہ صرف چند ہفتوں کے واقعات کا نتیجہ ہے حالانکہ امریکہ نے نہ لبنان پر قبضہ کیا نہ وہاں سے فوجیں واپس بلانے سے انکار کیا بلکہ صاف کہا کہ لبنان میں قیام امن کے بعد فوجیں واپس بلالی جائیں گی، لیکن آج دس بارہ سال کا عرصہ ہو گیا کشمیر کے چالیس لاکھ انسان اپنی آزادی کے لئے تڑپ تڑپ کر پکار کر رہے ہیں طرح طرح کے مصائب بھگت رہے ہیں، قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہے ہیں، پاکستان بار بار اس معاملہ کو سلامتی کونسل میں لے جا چکا ہے۔ لیکن روس اور امریکہ وغیرہ کی سیاسی مصلحتیں نہ سلامتی کونسل کی قرارداد پر عمل کرانے کی اجازت دیتی ہیں۔ نہ جنرل اسمبلی میں اس معاملہ کو لے جانے کا سوال اُٹھایا جاتا ہے۔

دوسری طرف الجیریا میں کئی سالوں سے وطن پرست مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے، برطانیہ اور امریکہ اس خونیں تماشا کو رات دن دیکھتا ہے، لیکن ان میں سے کسی کے بدن پر جوں تک نہیں رینگتی، نہ سلامتی کونسل جس کا دعوےٰ ہے کہ وہ چھوٹی اور پسماندہ اقوام کو آزادی دلوانے اور اپنے قدموں پر کھڑا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اس طرف توجہ کرتی ہے محض اس لئے کہ اس ڈراما کا ڈائرکٹر فرانس ہے جو یورپین اقوام کا ایک بڑا زبردست رُکن ہے اور فرانس کی رُعونت دیکھئے، اس کے وزیر اعظم جنرل ڈیگال نے کھلے طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ اگر جنرل اسمبلی میں الجیریا کا سوال اُٹھایا گیا تو وہ اُٹھ کر چلا آئے گا، یعنی دوسروں کے معاملہ میں ٹانگ اڑانا جائز اور جب اپنی کرتوت کا سوال درپیش ہو تو وہ ناجائز، ۔۔۔۔ یہ ہیں یوروپین اقوام اور یہ ہے یو۔ این۔ او، غالباً کسی نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا ہے "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"۔

اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو

(بسلسلہ صفحۂ اوّل)

ہو سکتی ہے؟ کبھی کوئی برداشت نہیں کرتا۔ کہ اس قسم کے گندے بھرے ہوئے اشتہار اور گالیوں کے خطوط بھیجے جاتے ہیں سُنا کرے، مگر میں سچ کہتا ہوں کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے چونکہ اس نے خود ہی اس سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اس نے ہی وہ قوت قلب کو عطا کی ہے کہ یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات میرے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں، اور مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ مصیبت کس کو کہتے ہیں۔ پس تم خود ہی سوچ کر دیکھو کہ یہ شوکت یہ قوت، یہ استقلال مفتری کو مل سکتا ہے؟ میں تو کبھی یقین نہیں کرتا کہ مفتری ہو اور ایسی قوت پا لے۔

ملفوظات احمدیہ جلد اوّل

اخبار احمدیہ

جماعت اسمٰعیل آباد کی ماہانہ میٹنگ

عبدالرشید صاحب سیکرٹری مال جماعت اسمٰعیل آباد لکھتے ہیں:-

"مورخہ ۸/۸/۵۸ کو بعد نماز جمعہ بر مکان مسٹر عبیداللہ ایک تبلیغی جلسہ زیر صدارت جناب قاضی بشیر محمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں متعدد احباب نے جماعت کی تنظیم و تبلیغ پر تقاریر کیں۔ سب سے پہلے سیکرٹری جلسہ مسٹر احسان الحق صاحب نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ جس کے بعد مسٹر حبیب احمد صاحب نے مجدد اعظم میں سے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کے واقعات پڑھ کر سنائے، بعد ازاں مسٹر عبداللطیف مرز ۔۔۔۔ نے جماعت قادیان کے موجودہ بحران پر روشنی ڈالی آخر پر ایک صاحب نے قادیانی جماعت کے موجودہ بحران کے پیش نظر فرمایا کہ اب جماعت لاہور پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قادیانی جماعت میں زیادہ سے زیادہ تبلیغ کرے تاکہ ان لوگوں کو خلیفہ صاحب سے برگشتہ ہونے کے بعد گمراہی سے بچایا جا سکے۔ جلسہ کے اختتام پر مسٹر عبیداللہ صاحب نے احباب کی تواضع چائے سے کی، اور جلسہ رقت آمیز دعا کے بعد ختم ہوا"۔

حج سے واپسی

اسمٰعیل آباد سے عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں:-

"احباب جماعت کے لئے یہ خبر باعث خوشی و مسرت ہو گی کہ جناب چوہدری سلطان علی صاحب کاٹن ڈیویلپمنٹ آفیسر، فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد معہ اہلیہ محترمہ بخیر و عافیت مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۸ء کو واپس تشریف لے آئے ہیں۔ فالحمد للہ۔

ضرورت رشتہ

مجھے اپنے لڑکے کے لئے جو مڈل پاس ہے اور ریلوے موٹر ڈرائیور بمشاہرہ یک صد پچیس (125/-) روپیہ ملازم ہے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی معمولی تعلیم یافتہ، دین دار، امور خانہ داری سے واقف ہو۔ خط و کتابت پتہ ذیل پر کی جائے:-

م۔س معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

حکومت کے بارہ میں قرآن کریم کے احکام اور نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کا عمل

مسیحی سلطنتوں کا کمزوروں پر جور و ستم اور یو۔ این۔ او۔ کی خاموشی

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۸ اگست ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا .... ذالک خیر و احسن تاویلا (النساء ۵۹-۶۰)

حضرت نبی کریم صلعم کا علم لدنی

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے حکومت کے کچھ قواعد بیان کئے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو دوست دشمن سب جانتے ہیں کہ حضور امی تھے یہ بھی جانتے ہیں کہ عرب کے اندر کوئی حکومت نہ تھی، کوئی پولیس نہ تھی، کوئی لشکر نہ تھا، حضور امی تھے، کوئی کتابیں یا لائبریری حضور کے پاس نہ تھی، جس سے علم حاصل کرکے حضور قوم کی بہتری کی تدابیر سوچ سکتے، لیکن حضور فرماتے ہیں خدا مجھ سے کلام کرتا ہے اور وہ باتیں سکھاتا ہے جو میں جانتا نہ تھا علمک مالم تکن تعلم اللہ تعالیٰ نے حضرت کو وہ علم دیئے جن کا جاننا حضرت کی طاقت میں نہ تھا۔

توریت و انجیل میں حکومت کے متعلق ہدایات نہیں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دو ایسے پیغمبر ہوئے جن کو نہایت متمدن سلطنتوں کے اندر رہنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پرورش ہی شاہی محل میں ہوئی، جہاں امور سلطنت کے متعلق تمام باتیں دیکھنے اور معلوم کرنے کا انہیں موقع ملا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سلطنت کے اندر پیدا ہوئے اور زندگی کا بڑا حصہ اسی کے زیر نگیں بسر ہوا، اس وقت رومی سلطنت بڑے عروج پر تھی، اور حضرت عیسےٰ کو امور سلطنت سے کافی واقفیت حاصل ہو سکتی تھی لیکن دونوں پیغمبروں کی کتابوں میں وہ باتیں نظر نہیں آتیں جو بادشاہت یا امور سلطنت سے تعلق رکھتی ہوں، حضرت عیسےٰ کے متعلق تو ان کے متبعین کا اعتقاد تھا، کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے تھے، چاہیئے تھا کہ ان کی تعلیمات اس قدر جامع ہوتیں کہ امور سلطنت کے متعلق بھی واضح ہدایات اُن کے اندر ہوتیں۔ مذہب اگر گرجا کے اندر ہی محدود نہیں بلکہ دنیا کو صحیح طریق پر چلانا بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہے تو چاہیئے تھا کہ وہ سلطنت کی ایسی بنیاد رکھ جاتے جو خدا تعالےٰ کی منشاء کے مطابق ہوتی، اور تمام عیسائی دنیا امور سلطنت میں اس پر کاربند ہو کر دنیا کے لئے امن اور راحت کا موجب ہوتی۔

مسیحی سلطنتوں کی خطرناک صورت حالات

لیکن جن لوگوں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا مانا ہوا ہے، آج ان کی سلطنت کا کیا حال ہے؟ دنیا بھر کی سلطنت کے مالک ہو کر جو صورت حال انہوں نے پیدا کر رکھی ہے وہ بہت ہی خطرناک ہے، ایک طرف الجیریا میں مسلمان ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ کئے جا رہے ہیں اور محض اس لئے کہ وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتے ہیں ان کا خون حلال سمجھ لیا گیا ہے، ہر ایک شخص جو اپنے وطن کا محب ہے اس کا جرم یہی ہے کہ وہ وطن کی آزادی چاہتا ہے۔ اقوام متحدہ کی اسمبلی موجود، ان کے دعوے ہیں کہ دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنا، اور کمزور اقوام کو زبردست اقوام کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کرنا ان کا کام ہے۔ لیکن الجیریا کے مسلمان ان کی آنکھوں کے سامنے ہلاک کئے جا رہے ہیں، ان کو پوچھتے تک نہیں اور ظالموں کے پنجہ سے انہیں چھڑانے کا نام نہیں لیتے خود آپ کے وطن کے قریب کشمیر کا کیا حال ہے چالیس لاکھ .... کی آبادی جو ظلم و تعدی کا شکار ہو رہی ہے اور ... محض اس جرم میں کہ وہ اپنے وطن کی آزادی کے خواہشمند ہیں انہیں دکھوں میں مبتلا کیا جاتا اور جیلوں میں ٹھونسا جاتا ہے۔

نبی کریم صلعم نے مثالی بادشاہ پیدا کئے

تو حضرت عیسےٰ نہ خود بادشاہ ہوئے اور نہ سلطنت کے قواعد انہوں نے دیئے، ایسا ہی حضرت موسےٰ نے بھی امور سلطنت کے متعلق کوئی تعلیم اپنے پیروؤں کو نہیں دی، لیکن حضرت نبی کریم صلعم نے نہ صرف امیوں کو متمدن قوم بنا دیا، اخلاق و اعمال کے لحاظ سے اولیاء اللہ بنا دیا، یہیں تک نہیں انہیں بادشاہ بھی بنایا وہ جہاں جاتے تھے، لوگ اُن کے قدم چومتے تھے، اور اُن کا سایہ ابر رحمت بن کر ملکوں پر چھایا ہوا تھا، اور تو اور یورپ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مثالی بادشاہ تھے جن کا نمونہ سلطنتوں اور بادشاہتوں کے لئے رہبری کا کام دے سکتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دین دیا کہ آپ کی امت میں ہزارہا اولیاء مجددین و محدثین پیدا ہوئے۔ حضرت نے دین بھی عطا کیا اور دین کا ثمرہ بھی چکھایا اور غیروں نے بھی دیکھا کہ اس امت میں دین اور دنیا ہر دو ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا دین خدا سے ملانے اور دنیا کو چلانے کے لئے آیا۔

قضا اور حکومت کے متعلق احکام

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی کسی کو قاضی بنایا، تو اسے یہی نصیحت کی کہ خدا سے ڈر کر مقدمات کے فیصلے کرنا، حضرت علی رض کو قاضی بنایا تو انہوں نے کہا میں تو اس کام کے لائق نہیں، نہ میرا علم ایسا ہے نہ میرا تجربہ ایسا ہے کہ قضا ...... کا مشکل کام سرانجام دے سکوں۔ فرمایا بس ایک بات یاد رکھو کہ جو بھی فیصلہ کرو خدا سے ڈر کر کرو، اسی طرح معاذ بن جبل کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو نصیحت کی کہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں، ان پر ظلم نہیں کرنا، اگر ظلم کرو گے تو یاد رکھو مظلوم کی آہ سیدھی خدا تک جاتی ہے، مظلوم کے دل سے جو آہ نکلتی ہے اس کے اور خدا کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی، یہ ہے تمام دنیا کے لئے رسول جس کو ہر ایک کے دکھ درد کا خیال ہے۔

مسلمان سپاہیوں کا طریق عمل

آپ نے قوم کو اس رنگ کا بنایا کہ ایرانیوں اور رومیوں نے برسر پیکار ہوتے ہوئے مسلمان سپاہیوں کے متعلق اپنے بادشاہوں کے دربار میں یہ بات کہی کہ ہم نے اُن کے ساتھ جنگ کرکے دیکھا ہے، دن کے وقت وہ ایک بہادر سپاہی کی طرح اپنے گھوڑوں پر داد شجاعت دیتے ہیں اور رات کے وقت خدا کے سامنے ایسے کھڑے ہوتے ہیں کہ انہیں دنیا و مافیہا سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ وہ کبھی کسی غیر کا مال نہیں کھاتے، کسی کی بھیڑ بکری اور مرغی وغیرہ کو ہاتھ نہیں لگاتے، ایک دفعہ حضرت ابوبکر رض سے کسی نے پوچھا کہ بعض وقت میدان جنگ میں کوئی بھیڑ بکری مل جاتی ہے کیا ہم اس کو پکڑ کر اپنے کام میں نہیں لا سکتے؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ یہود کہتے تھے لیس علینا فی الامیین سبیل امیوں کا مال ہم کھا جائیں تو کوئی باز پرس ہم سے نہ ہوگی، قرآن شریف نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے تو پھر تمہارے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے یہ عجیب سپاہی تھے کہ ملکوں کو فتح کرتے ہیں، لیکن عیش و عشرت کوئی نہیں شراب وہ نہیں پیتے، غیر کا مال نہیں کھا سکتے، دشمنوں کی عورتوں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، رعایا سے بیگار نہیں لے سکتے، جو قانون رعایا کے لئے ہے وہی بادشاہ کے لئے بھی ہے، یہاں تک کہ بادشاہ کا لڑکا چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، بدکاری کرے تو اسے سزا دیتے ہیں۔

نبی کریم صلعم کا عدل و انصاف

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی مقدمات آئے، جن میں آپ نے پورے طور پر عدل و انصاف سے کام لیا اور اس بات کا کوئی لحاظ نہ کیا کہ آپ کا فیصلہ کس کے خلاف جاتا ہے، چھوٹا اور بڑا، مسلمان اور غیر مسلم... عدل و انصاف کے معاملہ میں مساوی حیثیت رکھتے تھے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر نوافل

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ جس اونٹنی پر سوار تھے، اسی پر سربسجود ہو گئے، اور جناب باری میں دعا کی الحمد للہ الذی انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ پھر جب سر اٹھایا تو دل میں آیا کہ کعبۃ اللہ میں چل کر نفل ادا کریں، حالانکہ فاتح لوگ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو عام طور پر غافل ہو جاتے ہیں، رقص و سرود کی محفلیں گرم کرتے ہیں، عورتوں اور شراب کباب سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے وقت بھی یہی خیال آیا کہ کعبۃ اللہ میں نوافل ادا کئے جائیں۔

دشمن سے بے نظیر مراعات

آپ نے کسی کو بھیجا کہ کعبۃ اللہ کی چابیاں لے آؤ، عثمان بن طلحہ کعبۃ اللہ کے متولی تھے۔ انہوں نے چابیاں دینے سے انکار کر دیا۔ اور اُن کی ماں نے بیٹے کو وصیت کی کہ چابیاں ہرگز نہ دی جائیں۔ حضرت علی رض گئے اور زبردستی اُس سے چابیاں چھین لائے۔ عثمان بن طلحہ کی یہ سرتابی اور نافرمانی ایک فاتح اور حاکم کے نزدیک گردن زدنی کی سزا رکھتی، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اُس نے نہ مانا چاہیئے تھا کہ اس کو اور اس کے خاندان کو نیست و نابود کر دیا جاتا لیکن اس کے بجائے یہ آیت آپ پر اُترتی ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہیں کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہیں، حضرت عباس رض رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ چابیاں اب عثمان کو نہ دی جائیں، بلکہ میرے حوالے کی جائیں، عباس کے پاس پہلے سے السقایہ کا منصب تھا یعنی حاجیوں کے لئے پانی کا اہتمام کرنا، ان کے باپ حاجیوں کو دودھ اور شہد پلایا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ السقایہ کا منصب بھی میرے سپرد رہے کا منصب بھی میرے سپرد ہونا مناسب ہوگا السدانہ اور الحجابہ کا منصب بھی معزز ترین منصب تھا اس منصب کے لئے خانہ کعبۃ اللہ کی کسوۃ اور چابی بردادی اور اس کی ہر طرح کی دیکھ بھال کا کام تھا۔ لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت اتری ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ اس لئے حضرت علی کو کہا کہ یہ چابیاں لے جا کر عثمان کے حوالہ کر دو، وہ لے کر گئے تو عثمان نے کہا اکرھت واذیت ثم جئت ترفقا پہلے زبردستی مجھ سے چھین لے گئے، اب نرم نرم باتیں کرنے لگے ہو، انہوں نے کہا کہ تمہارے حق میں آیت اُتری ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ عثمان بن طلحہ کے خاندان میں ہی السدانۃ کا کام رہے اور موقعہ پاکر اپنے چچا عباس کے حوالے نہ کیا۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کسی اور جگہ دشمن کے ساتھ ایسی مراعات نظر آتی ہیں؟ اسی طرح کے اور بھی احکام ہیں ایک جگہ فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ۔

مقدمات میں عدل و انصاف کا حکم

ایک اور جگہ آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے مقدمات آپ کرتے ہیں وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط اسی طرح فرمایا انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ۔ جس بصیرت کو لے کر آپ آئے تھے اسی سے فیصلہ کرنا۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ، بادشاہ اور حاکم عدل و انصاف کے معاملہ میں اپنے گھر والوں، اپنے اقربا، اپنے دوستوں، اور پارٹی والوں کس کس کی خواہشات کا مقابلہ کریں، ایسے حالات میں وہ گر جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر کو مخاطب کر کے فرماتا ہے لا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو، خواہشات کی پیروی کرنے سے خدا کے رستہ سے گر جاؤ گے، اس سے آگے بڑا خطرناک جملہ فرمایا ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب یہ حاکم یا بادشاہ اور پیغمبر اگر قیامت کو سامنے نہ رکھیں، اور اللہ کے رستہ کو چھوڑ دیں تو ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

نبی کریم اور صحابہ کا عمل

یہ عدل و انصاف کے متعلق قرآن کے احکام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کر کے دکھایا، اسلام دنیا میں روشن ہو گیا صرف اسی لئے نہیں کہ قرآن میں عدل و انصاف کے احکام ہیں بلکہ مسلمان بادشاہوں نے عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر ان احکام پر عمل کر کے دکھایا۔

امور حکومت کے متعلق ہدایت

امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا میں تمام قسم کے امور آ گئے، وہ لوگ جن کو تم حکومت کے لئے منتخب کرتے ہو، اُن کی اہلیت کو دیکھ کر انہیں منتخب کرو، اگر ساری قوم کسی کے انتخاب پر متفق ہو جائے تو وہی حکومت کی امانت کا اہل سمجھا جائے گا اس لئے انتخابات کا صحیح طریق معلوم کرنے کے لئے یہی آیت کافی ہے، کسی کو ووٹ دینے سے پہلے دیکھ لو کہ کہاں تک کسی کی رعایت کر کے ملک قوم کو نقصان پہنچانے کا سامان کر رہے ہو، اس کے بعد حکام کا یہ کام ہے کہ وہ عدل و انصاف سے کام لیں، واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ یہ نہایت ضروری بات ہے کہ اگر کسی کو اقتدار مل جائے تو وہ زیادہ پرہیزگار بن جائے اور کسی حالت میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دے۔

اولی الامر کی مشروط اطاعت

اس کے بعد فرمایا یا یھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم احکام الٰہی کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور ڈسپلن کے لئے ضروری ہے کہ حاکم وقت کی اطاعت کرو، لیکن حاکم کی اطاعت بلاشرط نہیں فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول جہاں حاکم کے ساتھ تنازع ہو جائے۔ اللہ اور رسول کے احکام کی طرف اس کو پھیر دو، حاکم کا حکم اسی وقت تک ماننے کے قابل ہو، جب تک اللہ اور رسول کے خلاف نہ ہو، لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جس حکم سے خالق کی معصیت لازم آتی ہے وہاں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں انما الطاعۃ فی المعروف۔ صرف اچھی باتوں میں ہی اطاعت واجب ہے، اطاعت ضرور کرو، لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام کے خلاف نہ ہو، اگر احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو افضل الجھاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر، ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہہ دو کہ یہی افضل الجہاد ہے۔ صحیح اسلامی حکومت لیڈروں کے صحیح ہونے پر موقوف ہے،

حضرت ابوبکر رض نے ایک بڑھیا عورت سے جو کعبہ کا طواف کر رہی تھی پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم پوچھنے والے کون ہو؟ آپ نے کہا میں ابوبکر ہوں، اس نے کہا من ابوبکر کون ابوبکر؟ کہا ابی قحافہ کا بیٹا، پھر مزید دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ مسلمانوں کی حکومت میرے سپرد کی گئی ہے، اس نے پوچھا ما استقامہ ھذا الامر الصالح الذی جاء بہ اللہ بعد الجاھلیۃ۔ یہ اسلام کی حکومت اور عدل و انصاف کا دور دورہ جو زمانہ جاہلیت کے بعد شروع ہوا کب تک قائم رہیگا۔ آپ نے فرمایا ما استقام ائمتکم۔ جب تک لیڈر سیدھے چلیں گے اس وقت تک۔ اور جب لیڈروں کی حالت بگڑ جائے گی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔

مقدمات میں غلط فیصلہ کا امکان اور اسکے متعلق ہدایات

پھر عدل و انصاف کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی بات فرمائی کہ دنیا کا کوئی بادشاہ اور بڑے سے بڑا جج نہیں کہہ سکتا، فرمایا انما انا

(باقی صفحہ ...)

۱۹۴۷ء کا زلزلۂ عظیمہ

تقسیم ملک کے وقت مال و جان کا بے پناہ اتلاف

مولانا مرتضیٰ خان حسن

یوم آزادی کی تقریب جہاں بہت سی خوشیوں کو لے کر آتی ہے وہاں اُن لرزہ خیز واقعات کی یاد بھی اپنے ساتھ لاتی ہے جو ۱۹۴۷ء میں آزادی ملنے کے ساتھ ہی پیش آئے یہ اُن زلازل عظیمہ میں سے ایک بہت بڑا زلزلہ تھا جن سے حضرت مسیح موعود نے سالہا سال قبل متنبہ کرتے ہوئے رجوع الی اللہ کی تلقین کی تھی۔ مولانا مرتضیٰ خان حسن نے ذیل کے مضمون میں اسی زلزلۂ عظیمہ کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہے جو بہت سے دلوں کے لئے عبرت کا موجب ہوگا۔

نمی دانم حدیث نامہ چون است ٭ ہمی بینم کہ عنوانش بخون است

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے موقعہ پر جس مصیبت عظمیٰ اور سانحۂ ہوشربا سے ملت اسلامیہ کو دوچار ہونا پڑا وہ تاریخ عالم میں اپنی نظیر آپ تھا۔ یہ وہ مصیبت کبریٰ تھی، جو اپنی تباہی، بربادی اور ہلاکت آفرینی کے لحاظ سے طاعون، زلازل اور جنگوں کی تمام مصائب عظیمہ سے سبقت لے گئی۔

حکومتیں بدلتی آئی ہیں اور دنیا میں بڑے بڑے انقلاب رونما ہوتے رہے ہیں مگر اس زمانہ میں تبدیل حکومت پر جو خونیں ڈرامہ ہم نے دیکھا وہ من کل الوجوہ تاریخ دنیا میں عدیم النظیر اور فقید المثال ہے۔ خدا دشمن کو بھی وہ دن پھر نہ دکھائے۔ اس سانحۂ عظمیٰ کی کلفتوں، صعوبتوں اور مصیبتوں کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

توبہ! توبہ! یہ ظلم و ستم۔ درندگی، سفاکی، کشت و خون قتل و غارت، ہماری آنکھوں نے دیکھا اس کے مقابلہ میں دنیا کے مصائب و آلام کی تمام سابقہ روایات گرد ہو کر رہ جاتی ہیں۔

یہ ایک زلزلہ تھا جو خوفناک طور پر آیا، ایک ایسا بھونچال تھا کہ جس نے سرزمین پاک و ہند کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، اگرچہ فسادات کا سلسلہ تو پہلے ہی شروع ہو گیا تھا لیکن پاکستان بننے کی دیر ہی تھی کہ پشاور سے لے کر دہلی تک پورے ملک میں ایک تزلزل پیدا ہو گیا۔ ایسا تزلزل کہ جس نے ہر شہر، ہر گاؤں، ہر مکان، ہر فرد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ہزاروں فلک بوس اور عظیم الشان عمارتیں کھنڈر ہو کر اپنے بنانے والوں کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں ہزاروں مکانات جل کر راکھ ہو گئے، ہزاروں گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹ گئے، آبادیاں پیوند زمین ہو گئیں، اور بستیاں ویران ہو گئیں، سراسیمگی کے عالم میں ہزاروں، لاکھوں انسان نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔ مگر صد حیف کہ راستے بھی محفوظ نہ تھے۔ ان راستوں میں بھی ظالم ہاتھوں میں نیزے اور بھالے لئے کھڑے تھے، کرپانیں اور تلواریں کمروں سے لٹکا رکھی تھیں۔ بے چارے نہتے مسلمانوں پر اس قدر خنجر آزمائی کی کہ خدا کی پناہ! سینکڑوں ہزاروں مارے گئے۔ وہ چار و ناچار پیٹتے ان مرنے والوں کو سڑکوں پر بے گور و کفن چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے کہ سر چھپانے کو کہیں جگہ تو ملے ہزاروں بھوک اور تھکان کی برداشت نہ لا کر رستہ میں ہی دم توڑ گئے جن کی تجہیز و تکفین کا کوئی سامان نہ تھا۔ اُف! مسافری کا عالم، کفن کے لئے نہ کپڑا پاس ہے نہ پیسہ۔ کریں تو کیا کریں، اپنے مردوں کو کس طرح پیوند زمین کریں اور کہاں کریں؟ بقول شاہ ظفر

> نہ دبایا زیر چمن انہیں نہ دیا ہے گور و کفن انہیں
> کیا کس نے یار وطن انہیں بے ٹھکانے اُن کا مزار ہے

ہم چھوٹے چھوٹے تھے جب ۱۸۵۷ء کی مصیبت کی داستان سنتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے لیکن یہاں ۱۸۵۷ء جیسی کئی روح فرسا داستانیں تھیں کس کس کا نوحہ کریں اور کس کس کا ماتم کریں۔ ہر واقعہ اپنی نوعیت میں روح فرسا اور المناک داستان ہے۔ کیا کہیں؟ ہر جگہ خون آلودہ نعشیں، کٹے ہوئے سر، سر بریدہ جسم ڈھیروں کے ڈھیر ادھر ادھر پڑے نظر آتے تھے کھیتوں میں، سڑکوں پر، گلیوں میں، ریل کی پٹڑیوں پر، دریاؤں میں نہروں اور ندیوں میں، ٹیلوں اور گڑھوں میں غرض سب جگہ انسانی لاشوں کے انبار لگ رہے تھے۔ واحسرتا! وا ذریتا! ان ڈھیروں میں کچھ خون آلودہ برقعے بھی ہیں، چھوٹے بچے بھی ہیں، اور بڑے بوڑھے بھی، عمر رسیدہ خواتین بھی ہیں اور چھوٹی بچیاں بھی، ظالموں کو عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم بھی نہ آئی یہ بیسویں صدی کی تہذیب ہے وہ عفیفہ اور پاکیزہ دامن بیبیاں جو کبھی گھر کی چوکھٹ سے باہر نہ نکلی تھیں اب انہیں اپنی عصمت بچانے کے لئے کوئی پناہ نہیں ملتی تھی، اور تو سب کچھ قبول کیا جا سکتا، مگر لڑکی کی آبرو ریزی، عصمت دری استغفر اللہ یہ بے غیرتی، بے عزتی ایک مسلمان کیونکر برداشت کر سکتا تھا ننگ و ناموس گئی تو باقی کیا رہ گیا، صد ہزار افسوس! ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان دوشیزائیں ظالموں اور بدکاروں کے ظلم اور خباثت نفسی کا شکار ہو گئیں، وہی جن کے گھروں میں دن رات لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا نعرہ بلند ہوتا تھا۔ اب اُن کے کانوں میں رام رام یا واہگرو واہگرو کے غیر مانوس الفاظ پڑتے ہیں تو اُن کی قلبی کیفیت کا اندازہ کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟ فیبکی علی الاسلام من کان باکیا۔ اُف! یہ مصیبت سب مصیبتوں سے بڑھ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی پاک امن لڑکیاں غیروں کے قبضہ میں چلی جائیں۔ لیکن یہاں بے بسی کے بغیر چارہ نہ تھا۔ غرض ان دنوں کا حال کیا پوچھتے ہو، اسلام کے قلب و جگر پر جو خنجر چلے اُن کے خیال سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اُف! بچے اپنی ماؤں سے الگ اور مائیں بچوں سے الگ۔ ہر طرف آہ و شیون، ہر طرف گریہ و زاری گویا ایک قیامت کا میدان گرم تھا۔ اس ظلم کو تو دیکھو کہ معصوم اور بے گناہ بچوں کو اُن کے ماں باپ کے سامنے تلواروں سے ذبح کیا گیا۔ نیزے اور بھالے مار مار کر اُن کی جان نکالی گئی، معصوم بچے جب ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں پڑے تڑپتے ہوں اُس وقت کی ماں باپ کے قلوب کی کیفیت کون بیان کر سکتا ہے۔ کرپانوں سے زخمی کر کے کسی کی آنکھ اُڑا دی، کسی کا ناک، کسی کا کان، غرض بربریت کے جتنے مظاہرے ہو سکتے تھے کئے گئے۔ اور اس نیلگوں آسمان کے نیچے جس قدر بھی ظلم ہو سکتا تھا روا رکھا گیا۔ اور جو کچھ کیا گیا وہ خدا سے اس قدر نڈر ہو کر کیا گیا کہ گویا خدا ہے ہی نہیں، اور وہ ان کو اُن کے ظلم کا مزا نہ چکھائے گا۔

ہندوؤں کو دکھ تھا کہ مسلمانوں کو کیوں ایک نئی سلطنت مل گئی اور اُن کے ملک کا ایک حصہ اُن کی سلطنت سے الگ ہو گیا۔ سکھ پاکستان کے وجود کو کب برداشت کر سکتے تھے جنہوں نے پنجاب پر راج کرنے کے خود منصوبے بنا رکھے تھے۔ اور اُن کے بداندیش لیڈر تارا سنگھ نے تو تلوار میان سے نکال کر بڑے طمطراق سے کہا تھا کہ:-

"پاکستان سکھوں کی لاشوں پر بنے گا"

یعنی سکھ اپنی جانیں دے دیں گے مگر پاکستان بننے نہیں دیں گے۔ مگر خدا نے پاکستان بنا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ سکھوں اور ہندوؤں کو حسد کی آگ نے جلا کر رکھ دیا۔ وہ جھنجھلا کر مسلمانوں پر پل پڑے، اور کمال بے رحمی سے غریبوں کا قتل عام شروع کر دیا اور لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، جن کے خون سے ذیلہ ۱۱۱ ہ زار بن گئی اس میں شک نہیں

کہ مسلمانوں نے بھی جوابی طور پر ہندوؤں اور سکھوں پر حملے کئے اور انہیں قتل کیا اور اُن کے مکانوں کو آگ لگائی مگر جو ظلم و ستم ہندوؤں اور سکھوں نے روا رکھا وہ مسلمانوں کے جوابی حملوں سے کہیں زیادہ تھا، اور ابتداء بھی انہوں نے ہی کی تھی ورنہ مسلمان کسی غیر مسلم کی جان لینے پر آمادہ نہ تھے، اور نہ ان کو کچھ وجہ شکایت ہو سکتی تھی۔ یہ قتل و غارت کا میدان ہندوؤں کی اکساوٹ پر سکھوں نے ہی گرم کیا اور اس کا نقصان بھی اُن کو ہی زیادہ پہنچا۔ مسلمانوں کو پاکستان مل گیا۔ ہندوؤں کو بھارت جیسی سلطنت، مگر سکھ لوگ جو سارے پنجاب پر حکمرانی کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے ناکام و نامراد رہے۔ مسلمانوں سے بڑھکر اُنہوں نے جانی نقصان بھی اُٹھایا، جائیدادوں سے بھی محروم ہوئے اور بھارت سے کچھ وصول بھی نہ ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

الغرض تقسیم ملک کے ساتھ اہالیانِ ملک پر بہت بڑا خوفناک عذاب آیا، جس نے ملک کو مبتلائے آلام کر دیا۔ لاکھوں انسانوں کی جانیں تلف ہوئیں، لاکھوں جلاوطن ہوئے۔ کروڑوں روپے کی جائداد اور ملک املاک کا نقصان ہوا۔ خدا نے پاکستان تو دیا مگر اس کے لئے قوم کو بہت بڑی قیمت اور قربانی ادا کرنی پڑی۔ اور حصول سلطنت کے لئے دوزخ کی وادی میں سے گذرنا پڑا جس کے لئے بالبداہت ہمارے اعمال ذمہ دار ہیں۔

جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا تو اس وقت سب کی زبان پر تھا ؎

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

اس موقعہ پر بھی بڑے بوڑھے بزرگ کہتے تھے کہ یہ سب مصیبت ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اس میں شک ہی کیا ہے اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہمارے اعمال اس درجہ تک گر گئے ہیں کہ اُن میں اسلامی شان کا نام و نشان نہیں رہا۔ بقول حضرت علامہ اقبال مرحوم ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

غور فرمائیں کہ جب ہماری حالت یہود اور نصاریٰ کی سی ہو جائے تو کیا ہم خدا کے غضب کے نیچے نہ آئیں گے جس طرح یہ قومیں آئیں، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں:۔

"لتتبعن سنن من کان قبلکم"

یعنی تم اپنے سے پہلوں کے طور و طریق کی پیروی کرو گے۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا ہم یہود اور نصاریٰ کے طریقوں کی پیروی کریں گے؟ تو حضور نے فرمایا کہ ہاں اور کون؟ پھر حضور صلعم نے فرمایا یاتی علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل۔ یعنی میری اُمت پر بھی وہی کچھ آئیگا جو بنی اسرائیل پر آیا۔ پس یہ وہ زمانہ ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے مطابق اپنے آپ کو بنی اسرائیل سے بہتر نہیں پاتے اور اس لئے ہم فی الواقعہ سزا کے مستحق ہیں۔ خدا ہی ہے جو ہمیں پھر صراط مستقیم پر چلنے اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشے تاکہ ہم اس کے عذاب سے بچ سکیں۔

اس جگہ اہل دنیا سے پھر ہم ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس صورت میں ایسے خطرناک عذاب قوم پر نازل ہو رہے ہیں کیا جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ میں دنیا پر تباہی کے مناظر ملاحظہ کرتا ہوں، میں عمارتوں کو گرتے اور بستیوں کو اُجڑتے دیکھتا ہوں غلط تھا؟ اور کیا جو کچھ حضور نے آنے والے عذابوں اور مصیبتوں سے ڈرایا تھا وہ نعوذ باللہ من ذالک محض ایک مجنونانہ بڑ تھی، ہرگز نہیں۔ وہ بڑی پختہ بات تھی، اور خدا تعالیٰ علیم کی بتائی ہوئی بات تھی۔ اس انسان کے دل میں قوم کے لئے انسانیت کے لئے درد تھا۔ وہ درد سے بے تاب ہو کر کہا کرتا تھا کہ دیکھو سخت خطرے کے دن آ رہے ہیں ان سے بچنے کے لئے خدا کو راضی کرو۔ خدا سے صلح کرو۔ خدا کے آگے جھکو۔ فرماتے ہیں ؎

تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن
دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے
پر یہی ہیں دوستو! اس یار کو پانے کے دن

اللہ تعالیٰ اب ہماری آنکھیں کھولدے اور ہم اس کی رضا کی راہوں پر چلنے لگ جائیں۔ وہ ہم سے خوش اور ہم اس سے خوش ہوں۔ اے خدا ایسا ہی کر۔

تقسیم ملک کے وقت جو قیامت برپا ہوئی اس کی ایک نہایت مختصر کیفیت ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ اپنے اس بیان کی تائید میں ہم ایک دو غیر ملکی مبصرین کی شہادت بھی ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

اخبار "ڈیلی میل" لندن کا نمائندہ مسٹر رائٹ اپنے چشم دید بیان ۲۷ راگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں یوں لکھتا ہے:۔

"میری کہانی کو وہی لوگ سُن سکتے ہیں جو بہت مضبوط دل گردہ رکھتے ہیں۔ میری کہانی جمعہ کے روز یعنی ۲۴ راگست ۱۹۴۷ء سے شروع ہو جاتی ہے جبکہ میں کراچی سے فرنٹیر۔ اپ ٹرین میں سوار ہو کر براہ لاہور عازم دہلی ہو رہا تھا۔ لاہور تک مجھے سفاکی اور ظلم کا نہ کوئی منظر نظر آیا اور نہ میں نے کوئی لاش دیکھی۔ ٹرین کو لاہور پہنچنے میں صرف اڑھائی گھنٹے کی تاخیر ہوئی۔ جو ہندوستان میں ساڑھے سات سو میل لمبے سفر میں ایک معمولی بات ہے۔ مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ مشرقی پنجاب میں خوفزدہ انسانوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ بے انتہا بربریت کا سلوک کیا جا رہا ہے دوران سفر میں نے محسوس کیا کہ لوگ ان اطلاعات سے بہت متاثر ہیں۔ لاہور پہنچ کر عام دہشت کا یہ اثر بہت نمایاں محسوس ہونے لگا کیونکہ اسی دن لاہور میں ایک خون سے رنگی ہوئی ٹرین ۱۵ اپ پہنچی تھی۔ اس کے سینکڑوں مسلمان مسافروں کو بھٹنڈہ جنکشن پر تہ تیغ کیا گیا تھا۔ اس گاڑی پر سے صرف آٹھ مسلمان اتارے گئے جو بُری طرح گھائل تھے۔ یہ گاڑی نو ڈبوں پر مشتمل تھی جن میں ایک ہزار مسافر بآسانی سوار ہو سکتے تھے۔ انجن ڈرائیور اور گارڈ نے بتایا کہ اس ٹرین کو بھٹنڈہ جنکشن کے پرلے سرے پر کسی نے خطرے کی زنجیر کھینچ کر ٹھہرا لیا اور ٹرین کے ٹھہرانے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے سکھ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور ٹرین کے مسافروں کو کرپانوں۔ نیزوں اور بھالوں سے قتل کرنے لگ گئے۔ اس ٹرین پر صرف پناہ گزین سوار تھے۔ جو لاہور جانا چاہتے تھے۔ فوج کا حفاظتی دستہ جو چند افراد پر مشتمل تھا بے بسی کے عالم میں کھڑا مسلمان مسافروں کے قتل عام کا تماشا دیکھتا رہا۔ بیسیوں انسانوں کے اجسام ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور اُن کی نعشیں نہر میں پھینک دی گئیں جو پاس ہی بڑی طغیانی سے بہہ رہی تھی، سینکڑوں مسلمان سراسیمگی کے عالم میں کھیتوں کی طرف بھاگے۔ ان کو بھی عین عالم فرار میں قتل کر دیا گیا۔ یہ قتل عام کئی گھنٹوں تک جاری رہا، گارڈ اور ڈرائیور بچ گئے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا تھا۔ ہماری گاڑی دس گھنٹوں کی تاخیر کے بعد اتوار کی صبح کو چھ بجے لاہور سے دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔ پاکستان کو ہر جگہ وہی کچھ پیش آیا جو بھٹنڈہ میں گذرا۔ لیکن ان مناظر پر کچھ گھنونے افسانے بھی ہو چکے تھے۔ گدھوں کے غول کے غول ہر گاؤں کے نزدیک ریلوے لائن پر اکٹھے ہو رہے تھے۔ فیروزپور کے مکانات سے ابھی تک شعلے اُٹھ رہے تھے۔ کتے انسانی لاشوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کھا رہے تھے۔ ان بھیانک نظاروں کے باوجود ابھی تک میرے دل پر اس تباہی

کی ہمہ گیر ہولناکیاں پوری طرح منکشف ہوئی تھیں کہ ہم چار بجے شام تک بھٹنڈہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچکر میں نے دیکھا کہ اس دُور افتادہ ریلوے جنکشن پر سکھوں کے غول پوری طرح مسلح ہو رہے ہیں، ریلوے ٹرینوں کی نقل وحرکت کا ذمہ دار ڈونلڈ میک ملسن نامی سکاٹ ریلوے انسپکٹر تھا جو اکیلا بیس آدمیوں کا کام کر رہا تھا۔ ہر طرف سے نعشوں اور سسکتے ہوئے مجروحین سے لدی ہوئی ریل گاڑیاں آ رہی تھیں۔ جس وقت ہم بھٹنڈہ کے اسٹیشن پر پہنچے۔ تو میک ملسن کو ایک عجیب مصیبت میں اُلجھا ہوا پایا۔ اس وقت پناہ گزینوں کی دو ٹرینیں اسٹیشن پر کھڑی تھیں۔ دونوں ہزاروں مسافروں سے لدی ہوئی تھیں۔ ایک ٹرین مسلمان پناہ گزینوں کی تھی جو لاہور کی طرف جانے والی تھی اور دوسری ٹرین ہندو اور سکھ پناہ گزینوں کی تھی جسے دہلی کی طرف کوچ کرنا تھا، دونوں گاڑیاں اسی اسٹیشن پہ رکی پڑی تھیں۔

ریلوے پولیس کا جو معمولی دستہ میک ملسن کی تحویل میں تھا اس کے سپاہیوں کو سکھوں نے دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر انہوں نے اُن کے یعنے سکھوں کے کام میں دخل دیا تو وہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جانے پر بال بچوں کو کٹا ہوا پائیں گے، ہمیں بھٹنڈہ پہنچے ابھی دس منٹ گذرے تھے کہ میں نے ایک مسلمان بھکاری کو چند پیسے دیئے عین اُس وقت ایک سکھ نے بھکاری اور اس کے ساتھی کو کرپان مار کر گرا دیا۔ سکھ یہ حرکت کر کے بھاگا مگر پولیس نے اس کو پکڑ لیا۔ دو گھنٹوں کے بعد وہ سکھ کافی شہادت نہ ملنے کی بنا پر چھوڑ دیا گیا۔ میں نے جان لیا کہ آزاد ہو جانے اور تباہ ہو جانے سے باہر ہونے کے حقیقی معنے کیا ہیں۔

ہماری ٹرین سے ذرا فاصلے پر انسانی لاشوں کا ایک ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ میرے دیکھتے دیکھتے پولیس کے دو سپاہی وہاں مزید لاشوں سے لدی ہوئی گاڑی لائے جو اس ڈھیر پر پھینک دی گئی۔ لاشوں کے اس ڈھیر کے اوپر ایک انسان ابھی زندہ تھا اور وہ کراہ رہا تھا۔ پولیس کے سپاہیوں نے اسے دیکھا لیکن وہ بھی اپنی لدی ہوئی لاشیں ڈھیر پر پھینک کر چلتے بنے۔ ایک بوڑھا مسلمان کسان خاک وخون میں لتھڑا ہوا اس ڈھیر سے تھوڑے فاصلے پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ اُس کے گلے سے خون جاری تھا

اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے اس کی ٹانگیں کاٹ دی گئی تھیں۔ زمین پر ایک کتا اور درخت پر ایک گدھ اس کی موت کی انتظار میں لمبے سے بے تابی کیساتھ گھور رہے تھے۔

شام کے وقت مسلمانوں کا ایک جم غفیر ریلوے لائن کے ساتھ ٹرین کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ سکھ جو سٹیشن پر موجود تھے بھاگ گئے۔ ہم نے اپنے فوجی محافظوں کو اُن کی طرف بھیجا۔ پولیس کے سپاہی بھی جا رہے تھے لیکن وہ بھی فوجیوں کے ہمراہ ہو گئے۔ معلوم ہوا مسلمانوں کا یہ گروہ جنگ وجدال کی غرض سے نہیں بلکہ پناہ ڈھونڈنے کی غرض سے آ رہا ہے۔ میک ملسن نے فی الفور ایک گاڑی تیار کی۔ ہماری ٹرین کا انجن اُن سے لگا دیا گیا تاکہ یہ مسلمان جلد سے جلد بھٹنڈہ کی خطرناک حدود سے نکل جائیں۔ ہماری ٹرین کا انجن اپنے فوجی حفاظتی دستے سمیت جا چکا تھا۔ اس لئے ہمیں یہ رات بھٹنڈہ ہی میں بسر کرنی پڑی تھی، وہ بڑی بھیانک رات تھی۔ میک ملسن نے پناہ گزینوں کو پاکستان کی طرف جلد روانہ کر کے قتل عام کی ایک اور واردات کو روک دیا۔ لیکن رات بھر اکا دُکا مسلمانوں کے قتل کا مشغلہ جاری رہا۔ صبح کے وقت میرے ملازم نے مجھے جگایا اور یہ رپورٹ دی کہ رات بھر سے اب تک بائیس مزید مسلمان قتل ہو چکے ہیں اگلے دن بھی ہم وہیں ٹھہرنے پر مجبور رہے۔ کیونکہ کوئی سٹیشن ہماری ٹرین کی ذمہ داری لینے پر تیار نہ تھا۔ ہماری ٹرین میں صرف ہندو اور سکھ مسافر تھے۔ یہ دونوں معدودے چند تھے۔ لیکن اسٹیشن ماسٹروں کے برقی پیغامات کہہ رہے تھے کہ سکھوں کے غول کے غول خونریزی کی ہیجانات کے باعث بدمست اور پاگل ہو رہے تھے۔ وہ ہر ٹرین پر حملہ کر دیتے تھے۔ خدا خدا کر کے دہلی سے محافظ دستہ آیا اور ہم چار بجے شام بھٹنڈہ سے روانہ ہوئے۔ اگلے سٹیشن پر سکھوں کا بھاری ہجوم نظر آیا۔ ڈاڑھیوں اور بالوں والے یہ لوگ کرپانوں، تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں بھالوں اور خنجروں سے مسلح تھے۔ بعض کے ہاتھوں میں چمڑے کے تازیانے بھی تھے جن کے سروں پر سیسے کی بھاری گولیاں سلی ہوئی تھیں، کچھ مزید سکھ گھوڑوں، ٹٹوؤں اور اونٹوں پر سوار اسٹیشن کی طرف آ رہے تھے لیکن ان کا رویہ دوستانہ تھا۔ انہوں نے گاڑی کے ہندو سکھ مسافروں کو کھانے

کی چیزیں دیں اور اپنی مشکوں سے پانی پلایا۔ اگلے اسٹیشن پر بھی یہی کیفیت مشاہدہ میں آئی۔ راستے میں کہیں کہیں انسانی لاشیں پڑی نظر آتی تھیں، جو ریل کی پٹڑی سے گھسیٹ کر پاس ہی ڈال دی گئی تھیں۔ ہولناک نظاروں کے سلسلہ کی یہ آخری کڑیاں تھیں۔ جنہیں ہم دیکھتے ہوئے دہلی پہنچ گئے"۔

اخبار ڈیلی ٹیلیگراف لنڈن کا نامہ نگار خصوصی اپنا آنکھوں دیکھا حال ۲۲؍اگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں یوں لکھتا ہے۔

"آج میں جالندھر پہنچا۔ یہ شہر پہلے ہنستا ہوا صاف ستھرا شہر تھا۔ لیکن اب لاشوں کی بستی ہے جس کی فضا شعلوں اور دھوئیں سے مستور نظر آ رہی ہے، یہاں پیر کے دن بروز عید ۱۸؍اگست کو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہوا اور منگل کے روز اپنی انتہا کو پہنچا۔ سرحدی فوج کے ایک مسلم کپتان نے مجھے شہر کے دروازے پر روکا اور کہا کہ اس شہر پہ قابو پانے کے لئے ہماری مختصر سی کمپنی قاصر رہ گئی، مقامی حکام فتنہ وفساد کرنے والوں کی مدد کر رہے ہیں، اگر آپ اس شہر میں جانا چاہتے ہیں تو اپنی ذمہ داری پر جا سکتے ہیں۔

میں کار پر سوار تھا۔ شہر میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر کوچے اور بازار میں سکھ اپنی تلواریں لہراتے ہوئے پھر رہے ہیں اور مسلمانوں کے اُن مکانات کو جو ابھی کھڑے ہیں، مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا رہے ہیں اور یہ سب کچھ پنڈت نہرو کی پولیس دیکھ رہی ہے پیچھے ایک چوراہے پر نیچے کچھ مسلمان پناہ گزین جمع ہو رہے تھے۔ ایک لاکھ بیس ہزار کی مسلم آبادی میں سے یہی مٹھی بھر لوگ باقی بچے تھے"۔

اخبار ڈیلی ایکسپریس لنڈن کا نامہ نگار رقمطراز ہے:۔

"آج نذر آتش ہونے کے لئے لدھیانہ کی باری آ گئی۔ یہ شہر دہلی سے ۱۹۰ میل شمال کی جانب واقع ہے۔ اور مسلم اکثریت کا مالک ہے۔ آج اس شہر کے ایک لاکھ سکھوں نے سکھ پولیس کی مدد سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کی توقع کی جا رہی تھی۔ میں نے کارروائی شروع ہونے سے کوئی نصف گھنٹہ بعد موٹر کار پر سوار ہو کر شہر کا دورہ کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ شہر کا شہر جل رہا ہے۔ شور مچانے والے اور نعرے مارنے والے سکھوں کا اژدحام من مانی کارروائی کر رہا ہے مسلمان اپنے

گھروں میں بند ہیں، شہر میں ہر طرف خطرہ
کے بگل بج رہے ہیں اور سکھ نامی گن سے
لیکر نیزوں، بھالوں اور تلواروں تک
ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلمانوں کو گھروں
سے نکال نکال کر قتل کر رہے ہیں۔"

یہ ایک دو غیر ملکی مبصرین کے تبصرے ہیں۔ جو بطور نمونہ مشتے از خروارے دیئے گئے ہیں، تفصیلات کے لئے کئی دفاتر بھی کفیل نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے اس قسم کے المناک روح فرسا اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات کسی ایک مقام سے مخصوص نہ تھے، بلکہ بنگال، دہلی اور کانپور سے لیکر جالندھر، انبالہ امرتسر تک ہر گاؤں، ہر قریہ اور ہر شہر میں رونما ہو کر ہزاروں انسانوں کو ہلاکت کی لپیٹ میں لے آئے۔ بلا مبالغہ کئی آبادیاں اپنے بسنے والوں سے ویران ہو گئیں اور لاکھوں تہ تیغ کر دیئے گئے۔ یہ واقعہ انتہائی درجے کا خوفناک، دہشت انگیز اور دہشت افزا واقعہ ایسا واقعہ تھا کہ جس کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی تھی، یہ دنیا کی تاریخ کا ایک ہی واقعہ ہے اور اپنی نظیر آپ ہے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ ایک نہایت مہیب زلزلہ تھا جس سے بے انتہا تباہی لازم آئی ایسی تباہی کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جس کی نظیر تاریخ دنیا میں نہیں پائی جاتی۔

ہم بار بار کہہ چکے اور پھر کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت مسیح موعود نے نہایت تواتر سے آنے والے مصائب اور آفات سے لوگوں کو متنبہ کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات شائع کئے اور بتکرار شائع کئے رسالے لکھے پھر اپنی کتابوں میں بار بار ڈرایا۔ پھر اپنی وصیت میں خصوصیت سے اور دیگر تحریروں میں فرمایا کہ دنیا پر ہر قسم کا عذاب مسلط ہونے والا ہے اس عذاب سے ڈر جاؤ اور اعمال صالحہ کو اپنا شعار بناؤ۔ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں حضور فرماتے ہیں :-

"........ میں شہروں کو گرتے دیکھتا
ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں.....
اب وہ (خدا) ہیبت کے ساتھ اپنا
چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سننے
کے ہیں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں
...... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک
کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے، نوح کا
زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا
اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھو گے۔
.... توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے
الخ"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۷)

تذکرہ میں جو آپ کے الہامات کے مجموعہ کی کتاب ہے، بعض کشوف اور رؤیا ایسے بھی ہیں جن سے اس ہلاکت آفریں سانحہ کی خبر ملتی ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک کشف کا جو تعبیر طلب ہے اور جس میں پاکستان کے بننے کا قوی اشارہ پایا جاتا ہے، آخری حصہ یوں ہے :-

اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ بڑے زور
سے زلزلہ آیا ہے اور زمین اس طرح
اڑ رہی ہے جیسے روئی دھنی جا رہی
ہے۔ اس کے بعد یہ وحی نازل ہوئی۔
ہے سر راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولیٰ کریم۔
(تذکرہ صفحہ ۴۹۷)

یہ فی الواقعہ ایک ایسا زلزلہ تھا جس کے سامنے زمین اس طرح اڑی جس طرح روئی دھنی جاتی ہے۔ لیکن اس کے آخری الفاظ میں ایک تسلی بھی ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ دشمن تم کو نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا، اور وہ اپنی خطرناک کوششوں سے پاکستان کو ملیا میٹ کرنے کا پورا زور لگائے گا۔ مگر

ہے سر راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولیٰ کریم

خدا آخر تمہاری مدد کرے گا اور اپنی حفاظت میں لے لیگا۔ آخر اس کو امت محمدیہ کا کچھ پاس ہے۔ اور جو سلطنت اس نے دی ہے وہ دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ و مامون رہے گی اور خدا کے فضل سے پاکستان ایک حقیقت بن جائے گا بلکہ بن چکا ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

خطبہ جمعہ — بسلسلہ صفحہ ۶

بشر تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی نحو فما اسمع فمن قضیت لہ شیئاً من حق اخیہ فلا تاخذن فانما اقطع لہ قطعۃ من النار۔ میں ایک بشر ہوں تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو، اور بعض دفعہ ایک شخص اپنی طلاقت لسانی سے کام لے کر اپنے مقدمہ کو ثابت کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے میں بھی اس کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہوں، لیکن اگر وہ جھوٹا ہے اور میں نے غلطی سے اس کو اس کے بھائی کا حق دلا دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ ہرگز اس کو نہ لے اگر وہ لے گا تو گویا وہ آگ کا ٹکڑا لے گا، اللہ اکبر کتنا عظیم الشان انسان ہے، خدا کا نبی، افضل البشر، سرور کائنات اور کہتا ہے کہ میرا فیصلہ بھی غلط ہو سکتا ہے اور فرمایا استفت قلبك ولو افتاك المفتون، اپنے دل سے فتوے طلب کرو کہ وہ کیا کہتا ہے، اگر تمہارا دل کسی امر کے متعلق فتوے نہیں دیتا، تو خواہ مفتی فتوے دے بھی دیں وہ صحیح نہیں، اپنے دل کے فتوے کو مانو اگر تم نے ہائی کورٹ سے ڈگری لیلی کہ فلاں زمین تمہاری ہے اور تم جانتے ہو کہ فی الحقیقت تمہاری نہیں تو ہائی کورٹ کی ڈگری اسے تمہارے لئے خدا کے نزدیک جائز نہیں کر دے گی۔

دجال کے فرزندوں کا طریق عمل اور غلبۂ اسلام کے آثار
یہ بیسویں صدی کا زمانہ بڑا خطرناک زمانہ ہے......

تاریکی سے روشنی میں

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ان کی مثال بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے۔ اس طرح کہ سمندر کو لہر نے ڈھانپا ہے۔ لہر کے اوپر لہر ہے اس کے اوپر بادل ہے یعنی اندھیرے پر اندھیرا۔ اس حال میں ایک شخص دریا میں اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اس کو دیکھ سکے جس کو خدا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں"۔

جب میں نے یہ آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان کی واقعیت سے بے حد متاثر ہوا اور میں نے خیال کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ایسے شخص ہوں گے لیکن اس خیال کے باوجود بھی حیرت تھی اور رسول کے اس کمال کا اعتراف تھا۔

کہ انہوں نے گمراہوں کی آوارگی اور ان کی جدوجہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔

گویا کہ وہ خود رات کی سیاہی۔ بادلوں کی تاریکی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بے بسی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اس قدر گنتی کے لفظوں میں ایسی جامعیت سے خطرات بحر کی صحیح کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) عربی محض امی تھے۔ اور انہوں نے زندگی بھر کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا۔

اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہو گیا میں نے سمجھا کہ یہ محمد کی اپنی آواز نہیں، بلکہ اس خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ میں نے قرآن کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس کو پڑھنے اور احتیاط سے غور کرنے لگا۔ اور چند دنوں میں مسلمان ہو گیا۔

دجال کے فرزند دنیا میں فسادات پیدا کر رہے ہیں، دنیا تباہ ہو رہی ہے، الجزائر میں مسلمانوں کا کشت و خون ہو رہا ہے، ان کی آنکھوں کے سامنے ظلم پر ظلم ہو رہے ہیں، چالیس لاکھ کشمیری جور و تعدی کا شکار ہو رہے ہیں اور یہ بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے ہیں، ان کے سامنے اپنی مصلحتیں ہیں عدل اور انصاف ان کے سامنے نہیں، جہاں تک اصول حکومت اور عدل و انصاف اور دنیا میں قیام امن کا تعلق ہے، حضرت عیسیٰ کو خدا ماننے والے ان سے عاری ہیں اور خود ان کے مفکر اس بات کے قائل ہوتے جا رہے ہیں کہ اسلام کے اصول صحیح ہیں، اور ان کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا اس سے ظاہر ہے کہ آخر کار اسلام دنیا میں غالب آئے گا، ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس طرح ایسا ہوگا لیکن آخر کار لوگوں کو ماننا پڑے گا کہ اسلام کی تعلیمات پر چلنے سے ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خان حسن

باپ بیٹے کی پہلی مجلس

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

باپ:- خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری تھوڑی سی کوشش کو بار ور کیا اب میں انشاءاللہ تعالےٰ اسلام کے دوسرے فریضہ روزہ کے متعلق بھی اُن کو ضروری مسائل بتاؤں گا۔ ابھی رمضان شریف میں کچھ عرصہ باقی ہے۔ چند دن پہلے اُن کو جمع کر کے روزہ کے فوائد اور اس کی خوبیوں پر ایک تقریر کروں گا تاکہ جہاں ان میں نماز کا شوق پیدا ہوا ہے روزے کا شوق بھی پیدا ہو جائے اور اُن کی زندگی صحیح معنوں میں اسلامی زندگی بن جائے۔"

رشید:- ابا جان! اس قدر تو میں بھی جانتا ہوں کہ روزہ بھی نماز کی طرح خدا کی عبادت ہے۔ جو بجا لانی چاہیئے۔"

باپ:- عبادت تو بیشک ہے مگر تم جانتے ہو کہ ہر عبادت کا ایک مقصد ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات تو بے نیاز ہے اس کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اس کی عبادت کرے تو اس کی خدائی میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر کوئی نہ کرے تو اس کی خدائی میں کچھ کمی نہیں پڑ جاتی۔ ہر ایک عبادت ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہے جیسا کہ میں پہلے تمہیں بتا چکا ہوں۔ نماز پڑھنے میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اسی طرح روزہ رکھنے میں بھی ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے نماز ہماری رُوح کو پاک کرتی ہے۔ اسی طرح روزہ بھی ہماری رُوح کو پاک کرتا ہے۔ قرآن مجید میں روزے کا حکم اس طرح آتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ ۱۸۳)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح اُن پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

دیکھو! اس حکم میں اللہ تعالےٰ نے روزہ کی اصل غرض بھی بتا دی اور وہ یہ کہ ہم نے تم پر اس لئے روزہ فرض کیا ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ قرآن مجید کی یہ خوبی ہے کہ جو حکم دیتا اس کی دلیل بھی ساتھ ہی دیتا ہے۔ یعنے اس حکم کے اندر جو فائدہ ہے۔ اس کو بھی بیان کر دیتا ہے۔ جب نماز کا ذکر فرمایا تو وہاں یہی فرمایا الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ یعنے نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ اس میں نماز کا جو فائدہ تھا وہ بھی بیان فرما دیا۔ اسی طرح جہاں روزے کا ذکر فرمایا اس کا فائدہ بھی بیان فرما دیا۔ تاکہ ہم لوگ اچھی طرح سمجھ جائیں کہ جو حکم خدا نے ہمیں دیا ہے وہ ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔"

رشید:- بہت خوب! میں سمجھ گیا۔ روزے کا مقصد یہ ہے کہ انسان نیک بن جائے۔ یہی نماز کا مقصد ہے۔ گویا خدا ہمیں ہر طرح سے نیک بنانا چاہتا ہے۔ نماز سے بھی اور روزے سے بھی"

باپ:- بالکل ٹھیک۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ ہم پورے طور پر نیک بن جائیں۔ کیسا مہربان خدا ہے۔ کیسا شفیق خدا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم و کریم ہے۔ اور اس کو اپنی مخلوق سے کس قدر ہمدردی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق نیک بن جائے برائیوں میں مبتلا ہو کر ہلاک نہ ہو۔ ایسے مہربان خدا ایسے شفیق خدا ایسے ہمدرد خدا پر قربان جائیں۔ اس نے ہماری بھلائی کے تمام رستے ہم پر کھول دیئے ہیں۔ اب اگر ہم ان راستوں کو اختیار نہ کریں تو یہ ہمارا اپنا ہی قصور ہے۔ اس نے ہم کو روزے کا حکم دیا تاکہ ہم نیک اور پرہیزگار بن جائیں۔ پرہیزگاری کسے کہتے ہیں؟ اسی کو کہ انسان بُری خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ بلکہ نیکی کے رستہ پر گامزن ہو۔ وہ نفس کا غلام نہ ہو بلکہ نفس پر اس کو پورا پورا اختیار حاصل ہو۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ کھانے پینے کی عادت پر قابو پانے سے انسان اپنی خواہشات اور اپنے جذبات پر قابو پانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس طرح گناہ کی طاقت گھٹتی اور نیکی کی طاقت ترقی کرتی ہے۔ پس روزے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات پر قابو پا سکے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے انسان کا کیرکٹر بنتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اس کو حیوانات سے ممیز کرتی ہے۔ اگر انسان اپنی نفسانی خواہشات کا غلام بنا رہے تو اس میں اور عام چوپایوں میں کیا فرق ہے جن کا مقصد ہی کھانا پینا ہوتا ہے۔ (باقی پھر)

احمدیت کا مقصد

از مرتضیٰ خاں حسن

اے عزیزو! یاد رکھنا بھولنا ہرگز نہیں
احمدیت کا ہے مقصد خدمتِ دینِ متیں

احمدی وہ ہے جو خدمت دین کی لائے بجا
احمدی بننے سے ورنہ فائدہ کچھ بھی نہیں

ہے ضروری تم پہ اپنے نفس کی اصلاح بھی
تم عمل میں بنا کامل علم میں قابل ترین

گر کرو گے خدمتِ دیں اجر پاؤ گے بڑا
دو تو عالم میں بھلا ہو گا تمہارا بالیقیں

اس جہاں میں بھی ملیگا تم کو اعزاز و شرف
نعمتیں عقبیٰ کی بھی دے گا خدائے ماؤطیں

جان و دل سے خدمتِ دیں لانا بجا
زندگانی کا تمہاری ہے یہ فرضِ اوّلیں

پیغام صلح ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۶

ہفت روزہ "پیغام صلح"

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب، مکان نمبر A ۔ ۔ محلہ اعظم پورہ، ملک پیٹھ - حیدر آباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر

گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبین

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور — پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۴۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۳ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۲

ورلڈ کانگرس آف فیتھس میں قرآن کا پیغام

مذاہب عالم کے نمایندوں کے سامنے نائب امام ووکنگ کی تقریر

از سید محمود حسین صاحب - ووکنگ

ورلڈ کانگرس آف فیتھس کے سالانہ اجتماع میں جو ۱۱ جولائی ۱۹۵۸ء سے ۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء تک رہا - ووکنگ مسلم مشن کو بھی اپنا نمایندہ بھیجنے کی استدعا کی گئی تھی - اس اجلاس میں تمام مذاہب عالم کے نمایندے شریک تھے - اس میں خصوصی طور پر عیسائی، یہودی، ہندو، بدھ مت، اور مسلمان مندوبین نے شرکت کی - مسلمانوں کی طرف سے ہمارے امام مسجد ووکنگ جناب خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے نائب امام جناب مولٰنا محمد یحیٰی بٹ صاحب کو مذکورہ کانگرس کے اجلاس میں شرکت کے لئے منتخب فرما کر ہدایت فرمائی کہ وہ اس اجلاس میں اسلام کے نمایندہ کی حیثیت سے شرکت کریں - چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے -

یہ جلسہ تقریباً پچاس نفوس پر مشتمل تھا - ان میں دو افراد جرمنی سے خصوصی طور پر شریک جلسہ ہونے کے لئے تشریف لائے تھے - ایک عظیم الشان عمارت میں جس میں تقریباً سات سو مہمانوں کے ٹھہرنے کا مکمل انتظام تھا، مذکورہ مہمانوں کو ٹھہرایا گیا تھا - اس عمارت کے اندر ہی تمام مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام بھی موجود تھا - یہ جگہ لنڈن سے ۱۲۵ میل دور DERBY سے ۱۰ میل دور تھی - پہلا سیشن گیارہ جولائی ۱۹۵۸ء کو شام کے ۸½ بجے حسب پروگرام شروع ہوا -

کارروائی جلسہ کے آغاز کے لئے ہمارے نمایندے کو اور ایک عیسائی پادری کو PRAYER (دعا) کے لئے کہا گیا - بٹ صاحب نے قرآن کریم کی آیات تلاوت کرنے سے پیشتر ایک مختصر سی تقریر کی جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے :-

"مجھے آپ کے سامنے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کرنے کے لئے کہا گیا ہے - لیکن اس سے پہلے کہ آپ کو قرآن شریف کا ایک حصہ پڑھ کر سناؤں یہ مناسب ہوگا کہ اس مقدس صحیفہ کے بارہ میں کچھ عرض بھی کر دوں -

مسلمانوں کی اس مقدس کتاب کا نام نامی "قرآن پاک" ہے - یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آج سے چودہ سو سال پیشتر نازل ہوئی - اس کے صفحات میں درج شدہ ہر لفظ خالص باری تعالیٰ کی طرف سے ہے ٹھیک اسی طرح جیسے میں آپ سے مخاطب ہوں اور اپنے خیالات اور مافی الضمیر کا اظہار الفاظ میں کر رہا ہوں - اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء عالیہ کو آنحضرت صلعم پر الفاظ میں ظاہر فرمایا اور اللہ پاک کا یہ سب کلام اس کتاب مقدسہ میں حرف بحرف صحیح درج ہے - اس پاک کتاب میں آنحضرت صلعم کا اپنا ایک لفظ تک شامل نہیں - رسول پاک کی گفتار اور کردار کو آپ کے صحابہ نے ایک الگ کتاب میں جمع کیا ہے جو حدیث کے نام سے موسوم ہے (یعنی روایات) مگر قرآن پاک میں کوئی لفظ بھی آنحضرت کا فرمودہ نہیں بلکہ شروع سے آخر تک خالص کلام الٰہی ہے جو مخلوق عالم کی بہتری اور برتری کی خاطر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے -

دوئم یہ کہ قرآن پاک کسی خاص قوم و ملک کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے بشارت دیتا ہے اور ہماری روزمرہ کی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے نیز انسانی مشکلات کو سلجھانے کے لئے اس میں عملی طور پر لاثانی صلاحیت موجود ہے - یہ اپنے ماننے والوں کو دنیوی زندگی سے بھاگنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ انہیں روزمرہ کی زندگی کو مستعدی اور استقلال کے ساتھ گذارنے اور اپنی مشکلات کو اس پیغام کی روشنی میں حل کرنے کا درس دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے ذریعے ہمیں دیا ہے -

تیسرا یہ کہ جو پیغام آنحضرت صلعم کو دیا گیا وہ سابقہ ان پیغامات کو کلی طور پر رد نہیں کرتا جو آنحضرت صلعم سے قبل دوسرے انبیاء کرام پر

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعودؑ

ما مسلمانیم از فضل خدا

مصطفٰے ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست

بادۂ عرفان ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاک راہ احمد مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

(مسیح موعودؑ)

نازل فرمائے گئے تھے بلکہ تمام کتب مقدسہ کی اعلیٰ تعلیمات کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اُن تعلیمات کی تکمیل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے یہ اس لئے کہ تا موجودہ دور میں نسل انسانی کے اشد کٹھن اور ضروری تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ — کرتا ہے۔ اس کتاب مقدس نے مذہب اسلام کے اصل مقصود و مغز کو "امن" کہا ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ کی متابعت اور اپنے اندر امن و سلامتی کا جذبہ پیدا کرنا جو بالآخر مجموعی طور پر سوسائٹی میں امن پیدا کرتا ہے۔ مگر اب سوال یہ ہے کہ یہ عمدہ مقصد کس طرح حاصل ہو کیا یہ محض زبانی دعووں سے یا کسی مذہب کا لیبل لگانے سے حاصل ہو سکتا ہے یا اتباع احکام الٰہی سے؟ اس سوال کا جواب اسی نام کے اندر موجود ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس مذہب کے لئے منتخب فرمایا ہے جو آنحضرت صلعم پر نازل فرمایا گیا۔

اس مذہب کے لئے جو نام منتخب کیا گیا وہ "اسلام" ہے جس کے معنی امن اور اتباع احکام الٰہی کے ہیں۔ یہی دو باتیں مذہب کا نصب العین اور ما حاصل ہے۔ یعنی مذہب کا اصل مقصد امن و سلامتی پیدا کرنا ہے جو صرف منشائے ایزدی کے اتباع سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

منشائے الٰہی احکام و قوانین کا دوسرا نام ہے جو فطرت انسانی کے اندر مصروف عمل ہے۔ پس ہماری خود غرضانہ خواہشات کی قربانی اور ایثار ہی سے امن حاصل ہو سکتا ہے ہمیں چاہیئے کہ حصول امن کے لئے ہم اپنی روز مرہ کی زندگی میں مستقل طور پر مالک حقیقی کی پوری پوری فرمانبرداری کریں جو ہمارا پیدا کرنے والا ہے ہمیں نشوونما دینے والا اور کائنات عالم سب کا آقائے واحد ہے۔

اتباع کی یہ روح ایک انسان کو اللہ کے قرب کا شرف بخش سکتی ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا اب بھی کوئی گئی گذری بات نہیں بلکہ قرآن کریم اپنے مخلص پیروؤں سے جو اس رنگ میں رنگین ہوں اُن پر اللہ کی رحمت و فضل نازل ہونے کا وعدہ کرتا ہے۔ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے ان معنی میں کہ یہ اب تک بدستور اپنے پیروؤں کو خدا تک پہنچانے میں پوری پوری رہبری کرتی ہے۔ اور میرے خیال میں ایک مذہب کو پرکھنے کا یہی ایک بہترین طریق ہو سکتا ہے، کہ ایک سچا مذہب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہو اس میں یہ خصوصیت ہونا از حد لازمی ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو اللہ تک پہنچائے۔ اور اللہ کے کلام میں بھی یہی وصف ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے سچے اور مخلص معتقدین کو اللہ تک پہنچانے میں پوری رہبری کرے۔ پس قرآن کریم اس آزمائش پر پورا اترتا ہے اور اپنے مخلص معتقدین کو اللہ تک پہنچانے میں رہبری کرتا ہے اور انہیں مشکلات کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی بھرے الفاظ نازل ہونے کی بشارت دیتا ہے۔

اگر کوئی بیان کرتا چلا جائے تو قرآن کریم کی خصوصیات و صفات لاتعداد ہیں مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس وقت اتنا نہیں کہ بالتفصیل عرض کر سکوں لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں"

اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کا ایک رکوع خوبصورت آواز میں تلاوت فرمایا جو سامعین کے لئے خالی از اثر نہ تھا اور اس کے بعد کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔

... تقریر فرمایا۔ اس کے بعد ایک ہندو ڈاکٹر ایس۔ پی۔ بھاٹیہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ ان کی تقریر کا موضوع تھا "مذہب کیا ہے" اس تقریر کے بعد حسب معمول سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چند دوسرے اصحاب کے سوالات کے بعد ہمارے نائب امام مولنا بٹ صاحب نے مقرر سے سوال کیا:-

"کیا مذہب ...... مفکرین کے غور و فکر کا نتیجہ ہے ...... یا مذہب کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے اور اگر مذہب کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے تو کیا فاضل مقرر اس امر کی وضاحت فرمائیں گے کہ وحی کا سلسلہ صرف ہندوستان کے رشیوں تک ہی محدود تھا یا باقی دنیا میں بھی دوسری اقوام کو جیسا کہ تاریخ شاہد ہے وحی الٰہی کی نعمت میسر ہوتی رہی، اور اگر یہ نعمت دیگر اقوام کو بھی ملی تو پھر اُن کا اُن ادیان اور ان کے مذہبی رہنماؤں کے متعلق کیا خیال ہے؟

اس کے جواب میں ہندو مقرر نے بتایا کہ وہ وحی الٰہی کے مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالنا چاہتے۔ اس جواب کو سن کر مولنا بٹ صاحب نے اُٹھ کر بیان کیا کہ فاضل مقرر نے چونکہ حاضرین کو اپنا نظریہ نہیں بتایا لہذا بے جا نہ ہو گا اگر اس موقعہ پر وہ اس سوال کے جواب میں حاضرین کے سامنے اسلام کا نظریہ پیش کریں۔ آپ نے اسلام کا نظریہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں مذہب کی بنیاد وحی الٰہی ہے۔ اور یہ کہ وحی الٰہی کا سلسلہ تمام اقوام میں جاری و ساری تھا لہذا اسلام اس اصل کے تحت تمام ماموریں مذاہب کو خواہ وہ کسی قوم اور کسی ملک یا کسی زمانہ میں بھی نازل ہوئے ہوں نہ صرف تعظیم سکھاتا ہے بلکہ ان سب پر ایمان لانے کو مسلمان کا جزو ایمان قرار دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمان تمام انبیاء کرام کو خلوص قلب کے ساتھ برحق تسلیم کرتے ہیں۔

دوسرے دن بروز ہفتہ ۱۲ جولائی ۱۹۵۸ء

صبح ۱۰ بجے جلسہ شروع ہوا۔ ایک بدھسٹ نمائندہ مسٹر مادھو کی جو رہا سبیسی میں پولیس آفیسر ہیں اور ورلڈ کانگرس آف فیتھ کی اگزیکٹو کمیٹی کے ممبر ہیں انہوں نے مذہب اور انسانی قدروں کی تکمیل کے موضوع پر تقریر شروع کی۔ انہوں نے اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ تسکین قلب حاصل کرنے کے لئے بدھ مذہب کی روشنی میں تین چیزیں لازمی ہیں۔ پہلا اصول ہے RELAXATION۔ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے مقرر نے بتایا کہ ہمیں چاہیئے کہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے آپ کو آرام و سکون کا ایسا پیکر بنائیں کہ دنیا و مافیہا بھول جائے" اس کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا کہ نیند اسی عمل کا ایک جزو ہے۔

دوسرا اصول ہے MEDITATION۔ اس لفظ کی وضاحت انہوں نے یوں فرمائی کہ "گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے آنکھیں بند کر کے ہمیں غور و فکر کرنا چاہیئے اس ... کہ بالآخر تسکین قلب حاصل ہو جائے۔

تیسرا اصول ہے CONTROLE OF MIND (ضبط فکر) یعنی اپنے خیالات پر پوری طرح قابو پانے کی مشق

اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک انگریز عیسائی نے مقرر موصوف پر سوال کیا کہ کیا فاضل مقرر بتا سکتے ہیں کہ اُن کے بتائے ہوئے تین طریقوں میں اور اصول علم نفسیات میں کیا فرق ہے۔ اور یہ کہ مذہب کا تصور ان اصولوں میں کس رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ جواباً مقرر نے فرمایا کہ بدھا نے مائنڈ کو ڈیویلپ کرنے پر ہی زور دیا۔

اس کے بعد مولنا بٹ صاحب نے مقرر پر سوال کرتے ہوئے فرمایا:-

آپ نے حصول تسکین قلب کے لئے جو تین اصول بیان فرمائے۔ اس میں سے پہلے طریق یعنی RELAXATION کا عمل تو اس امر کا حامل ہے کہ آپ دنیوی زندگی سے بھاگ کر گوشۂ تنہائی میں پناہ لینے کی سفارش کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ طریق آج سے چند ہزار سال پیشتر شاید قابل عمل ہو سکتا تھا۔ مگر آج کے سائنٹیفک دور میں جبکہ ہر فرد اور ہر قوم تیزی سے مصروف عمل ہے گوشۂ تنہائی کے درس کا کامیاب ہونا بدرجہ نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ آج ہمیں اقوام عالم کی تمام گتھیاں سلجھانی ہیں اور زندگی کو کامیاب تر بنانا ہے اس لئے حصول تسکین قلب کے لئے ہمیں ایک ایسے لائحہ عمل کی ضرورت ہے جو زندگی کی اس تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ نسل انسانی کیلئے صحیح تسکین قلب کے حصول میں ممد ثابت ہو۔ سوالات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ہمارے نائب امام نے مزید استفسار کیا کہ دوسری چیز جو فاضل مقرر نے بیان کی ہے وہ .... MEDITATION ہے سوال یہ ہے کہ کس نصب العین کو سامنے رکھکر اس پر غور کیا جائے۔ ایک سائنسدان اپنے ایک مقصد کو سامنے رکھکر اس پر غور کرتا ہے اور بالآخر اس کو حاصل کر لیتا ہے۔ اگر بغیر نصب العین کے ہم محض آنکھیں بند کر کے غور و فکر شروع کر دیں تو ہم میں سے ہر آدمی اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے کہ ہمارے خیالات کبھی تو کسی باغ کی طرف جائیں گے ... یا کسی ہوٹل یا ریسٹوران میں جائیں گے۔ یا کہیں اور بھٹکتے پھریں گے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر اس قسم کے خیالات کو نوٹ کرنے سے ہمیں کہاں تک تسکین قلب ہو سکتی ہے۔

تیسری چیز کنٹرول آف مائنڈ ہے جو ہمیں فاضل مقرر نے بتائی ہے۔ بے شک اس کی اہمیت کو بیان کر لینا تو آسان ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خیالات پر قابو پانے کے لئے کیا طریق اختیار کیا جائے۔ اس سے میرا مقصد ہر فرد واحد کے خیالات کو ضبط میں لانا نہیں بلکہ تمام

(باقی ستا پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــــ لاہور ـــــــــ مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۵۸ء

عیسائیت کا بڑھتا ہوا سیلاب

پاکستان پر امریکہ کی طرف سے جو عنایات فوجی ساز و سامان، گندم، گھی اور دودھ کے ہزاروں ڈبوں کی صورت میں ہوئی ہیں، اُن کے ساتھ ساتھ امریکی مشنوں کی طرف سے پادریوں کا ایک بہت بڑا گروہ بھی بھیجا گیا ہے جو جگہ جگہ اڈے جما کر غریب مسلمانوں کے مذہب پر ڈاکہ ڈالنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، یہ تدابیر اس رنگ میں اب نہیں کی جاتیں، جو عیسائیت کے ابتدائی حملہ کے وقت اختیار کیا گیا تھا کہ وعظ و تبلیغ یا عیسائیت کی برتری اور اسلام کی خامیاں بتا کر لوگوں کو مرتد کیا جائے، اس رنگ میں تو عیسائیت ناکام ہو چکی، حضرت مجدد وقت نے اصولی طور پر عیسائیت کو ایسا باطل مذہب ثابت کر دیا کہ خود مسیحی مشنریوں کو اس میدان سے ہٹنا پڑا اور انہیں اب یہ ہمت نہیں کہ کھلے طور پر اسلام کے مقابلہ میں مسیحیت کو پیش کر سکیں، بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت مجدد وقت کے انفاس قدسیہ سے کسر صلیب کا وہ عظیم الشان معجزہ صادر ہوا ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی، کسی بڑے سے بڑے پادری کے پاس آپ چلے جائیں اور اس سے الوہیت مسیح پر بات کرنے کے لئے کہیں وہ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے آپ کو ٹالنے کی کوشش کرے گا اور اگر بات شروع ہو جائے اور آپ اسے بتا دیں کہ آپ وفات مسیح کے قائل ہیں تو پھر تو وہ کسی صورت میں آپ سے بات نہ کرے گا اور یہ کہہ کر کہ آپ "مرزائی" ہیں آپ سے الگ ہو جائے گا ...

ان اصولی مباحث سے ہٹ کر اب بعض چور دروازوں کے ذریعہ مسیحیت کو پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں داخل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ہسپتال ہیں جن میں علاج و معالجہ کے ساتھ مسیحیت کی محبت بھی دلوں میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، گھی کے ٹین ہیں، دودھ کے ڈبے ہیں جو امریکی پادریوں کے ذریعہ سے غریب اور ان پڑھ طبقہ کے مسلمانوں میں تقسیم کر کے مسیحیت کے لئے ہمدردیاں حاصل کی جاتی ہیں، اس سلسلہ میں ایک پنجابی عہدہ دار کا وہ بیان پھر پڑھنے کے قابل ہے جو کسی گزشتہ پرچہ میں "صدق جدید" سے نقل کیا جا چکا ہے لکھا ہے:۔

"ایک روز امریکنوں نے اعلان کیا کہ گھی مفت تقسیم کیا جائے گا یہ اعلان سن کر غریب مسلمان وہاں پہنچ گئے، ایک نوجوان عورت کے گلے میں تعویذ تھا گھی دیتے وقت پادری نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ تعویذ ہے اس نے بغیر پوچھے گلے سے اتار کر کھول دیا، اس میں سے کچھ نہ نکلا، پھر جیب سے چاندی کی صلیب نکال کر اسی دھاگے میں پرو دی کہ یہی پہنا کرو، تمہاری سب بلائیں دُور ہو جائیں گی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب ہر روز چھ سات صلیبیں مسلمانوں کے گلے میں پہنا دی جاتی ہیں، ان کو پینے کے لئے دودھ پاؤڈر اور کھانے کے لئے امریکن گھی دیا جاتا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ سودا مہنگا ہے"۔

یہ بہاولپور کا واقع ہے اور معلوم نہیں اسی قسم کے واقعات کہاں کہاں اور کس قدر تعداد میں ہو چکے ہیں۔ کتنے مسلمانوں کو صلیبیں پہنائی جا چکی ہیں جو اگرچہ ابھی تک عقیدتاً عیسائی نہ ہوئے ہوں لیکن جبلت القلوب الیٰ من احسن علیہا آہستہ آہستہ..... اپنے محسنوں کی باتوں میں آکر بپتسمہ لے لیں تو کوئی بڑی بات نہیں، اس سودا کے مہنگا ہونے میں کسی دوسرے کو شک ہو تو ہو کم از کم ایک غیور مسلمان جس کے دل میں اسلام کا درد ہو کبھی اسکو سستا سودا قرار نہیں دے سکتا۔

کیا وہ اسلامی جماعتیں جو تحریک تحفظ ختم نبوت کا سٹنٹ لئے پھرتی ہیں، ختم اسلام کا یہ منظر دیکھ رہی ہیں؟ کیوں ان کے دلوں میں اسلام کے تحفظ کا جوش پیدا نہیں ہوتا، کیوں ان کی غیرت اس بات کے لئے جوش میں نہیں آتی کہ مسلمانوں کو اہل صلیب کی ڈاکہ زنی سے محفوظ کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے پاس دولت نہیں ہے کہ وہ بھی دودھ یا گھی تقسیم کر کے اپنے غریب بھائیوں کو صلیبی یلغار سے بچا سکیں، لیکن ایمان کی دولت تو ہے، جس سے دلوں کے اندر غیرت و حمیت پیدا کی جا سکتی ہے، وہ بھی مسلمان ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر بڑے بڑے مظالم سہے، دکھ برداشت کئے، اور مال و دولت کو لات مار کر ایمان کی دولت کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا۔ کیا تحریک ختم نبوت کے حامی (اگر ان کے دلوں میں فی الواقعہ تحفظ ختم نبوت کا جذبہ پایا جاتا اور ایمان کی کوئی چنگاری موجود ہے) اپنی تحریک کا رُخ عیسائیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کی طرف کر کے اس کو روکنے کی کوشش کریں گے، ہمارا یہ مقصد نہیں کہ عیسائی پادریوں کے خلاف نعرہ بازیوں سے کام لیا جائے، یا نفرت پھیلائی جائے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایسی بیداری پیدا کی جائے کہ وہ مسیحی پادریوں کے ان ہتھکنڈوں کو سمجھ کر اُن سے گھی یا دودھ لینا چھوڑ دیں، اُن کی صلیبیں اُتار کر پھینک دیں اور اگر کوئی پادری صلیب گلے میں ڈالنا چاہے تو شکریہ کے ساتھ اُسے واپس کر دیں، اس کے ساتھ ہی اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ مسیحی مذہب کی خامیوں کو عوام الناس پر واضح کر کے انہیں اس قابل بنایا جائے کہ ہسپتالوں کے اندر یا کسی اور جگہ جب الوہیت مسیح کو اُن کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ پادری صاحبان کی میٹھی میٹھی باتوں سے متاثر ہونے کے بجائے اُن کی تردید کر سکیں، چھوٹے چھوٹے رسالے ہونے چاہئیں جن میں موٹے اور عام فہم طرز پر مسیحی اصولوں کی خامیوں اور اسلام کی عظمت و معقولیت کو واضح کیا جائے،

ہم نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے حامیوں کو مخاطب کیا ہے لیکن ان سے ایسی خدمت اسلام کی توقع رکھنا بیسود ہے، ان کی بلا سے اسلام باقی رہے یا نہ رہے مسلمان مریں یا جیئیں، وہ تو ..... پیسے کمانے کا ایک ڈھنگ ہے، جو صرف "مرزائیت" کو کوسنے سے کامیاب ہو سکتا ہے، اسلام کی زندگی یا صلیبی یلغار سے انہیں کیا واسطہ، یہ کام انہی لوگوں کا ہے، جن کو مسیح وقت نے اس کے لئے کھڑا کیا، اب پھر ضرورت ہے کہ کسر صلیب کے اس کام کی طرف جماعت احمدیہ توجہ کرے جس کے لئے حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کا جو شاندار کام ہم نے کیا ہے، وہ کسر صلیب ہی کا ایک حصہ ہے، لیکن پاکستان میں مسیحیت کا جو سیلاب بڑھتا چلا آ رہا ہے، اس کا بھی مقابلہ ضروری ہے، چور دروازوں سے تبلیغ مسیحیت کا جو طریق اختیار کیا جا رہا ہے اس سے مسلمانوں کو بچانا اور گھی یا دودھ کے ڈبوں کے مقابلہ میں اسلام کے لئے غیرت و حمیت ان کے اندر پیدا کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے جس کی طرف ہمارے مبلغین اور جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری انجمن اس سلسلہ میں ضروری قدم اٹھا کر اور مناسب لٹریچر پیدا کر کے وقت کے اس اہم ترین تقاضا کو پورا کرنے اور کسر صلیب کے کام کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریگی۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۲

کا نتیجۂ امتحان میٹرک

تعداد طلبا جو امتحان میں شریک ہوئے	۴۹
کامیاب طلباء	۴۳
فسٹ ڈویژن	۱۲
سیکنڈ ڈویژن	۲۳
تھرڈ ڈویژن	۸

دو امیدواروں نے ۶۳۷ نمبر حاصل کئے۔ مجموعی حیثیت سے سکول کا نتیجہ ۸۹ فیصد رہا۔

محمد اسلم رازی ۔ لاہور

امتحانات میں کامیابی

جماعت کے مندرجہ ذیل نوجوان مختلف امتحانوں میں کامیاب ہوئے

شمیم عطاء اللہ اور سلیم عطاء اللہ صاحبزادگان ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ ملتان ایم بی بی ایس فائنل اور ایل ایل بی فائنل میں کامیاب ہوئے اور محمد اقبال صاحب خلف الرشید مولانا احمد یار صاحب بی ایس سی میں کامیاب ہوئے۔ (باقی بر صفحہ ۴)

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جزائر فیجی میں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے لیکچروں کو خداوند کریم نے اس قدر قبولیت بخشی ہے۔ کہ آپ جہاں تشریف لے جاتے ہیں وہاں کے لوگوں کا یہ اصرار ہوتا ہے کہ آپ اور کچھ دن قیام فرماویں، آپ نے ضلع نندرو میں چار دن گذارے۔ اور ان چار دنوں کے اندر آپ کے تین لیکچر مختلف موضوع پر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے ایک ہفتہ نادی میں گذارا۔ نادی کے احباب نے آپ کے قیام وطعام کا انتظام جناب محمد رمضان خان کے دولتکدہ پر کیا ہوا تھا۔ یہاں آپ نے دو جمعہ نمازیں پڑھائیں۔ تین پبلک لیکچر ہوئے۔ اور شام کے وقت قرآن مجید درس ہوتا رہا۔ دن کے اوقات میں مختلف لوگ آپکی ملاقات کے لئے آتے رہے۔ اور اس طرح گفت وگو کا سلسلہ جاری رہا۔

نادی کے بعد آپ دس روز کے لئے لتوکا تشریف لے گئے۔ لتوکا میں آپ کی رہائش کا بندوبست جناب مولوی محمد طاہر خاں مرحوم کے مکان پر تھا۔ لتوکا کے احباب نے جناب مولانا صاحب کے خیر مقدم اور پبلک جلسوں کا خاص طور پر بندوبست کیا ہوا تھا۔ صوا سے ماسٹر محمد حنیف اشرف صاحب بھی پہنچ گئے تھے۔ جو مولانا صاحب کے سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ پہلا جلسہ تلک میموریل ہال میں کیا گیا تھا۔ جس کے صدر شہر کے میئر مسٹر چوٹی گوپال تھے مختلف طبقہ اور مذاہب کے لوگوں سے تلک میموریل ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپ کا دوسرا پبلک لیکچر نارسی ہال میں ہوا۔ یہاں بھی حاضری کافی تھی۔ تیسرا لیکچر لتوکا سے تین میل کے فاصلے پر ایک سکول میں ہوا۔ جلسہ کے صدر مولوی محمد رمضان صاحب تھے چوتھا لیکچر پھر نارسی ہال NARSEY HALL میں ہوا۔ پانچواں لیکچر مسلم ویمن ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام تلک ہال میں ہوا جس میں ہر مذہب کی مستورات کو دعوت دی گئی تھی۔

لتوکا سے آگے باہ کی باری آتی ہے، جو رپورٹیں مختلف احباب کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ باہ میں باوجود مخالف پراپیگنڈا کے جلسے سب اضلاع کے جلسوں سے زیادہ کامیاب ہوئے پہلے جلسہ میں آٹھ سو کے قریب حاضری تھی اور لیکچر بیشتر حاضرین سے بھر پور تھا۔ ضلع کے مجسٹریٹ۔ وکلاء، اور معززین شہر شامل تھے۔ بدقسمتی سے مولانا میرزا مظفر بیگ کے زمانے میں یہی شہر باقی رہ گیا تھا۔ جہاں مولانا میرزا مظفر بیگ کا لیکچر نہ ہو سکا تھا۔ اگرچہ مضافات میں ایک بار ملیالم مسلمانوں کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا تھا۔

جملہ احباب کے اصرار پر مولانا صاحب کے پرمٹ کی توسیع کی میعاد بڑھوا دی گئی ہے۔ اب آپ ایک دو ماہ اور قیام فرما سکتے ہیں لیکن خاکسار کی منشا یہی ہے۔ کہ آپ ستمبر کے شروع میں سان فرانسسکو تشریف لے جاویں، اور آپ وہاں مشن کے کام کو زندہ کریں۔

پبلک لیکچر کے علاوہ شام کے وقت جس احباب اپنے گھروں پر دعوت چائے یا طعام کا بندوبست کرتے ہیں۔ اور ان میں درس قرآن مجید یا سوال وجواب کا دلچسپ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مولنا صاحب کی واپسی پر آپ صوا میں ماسٹر حنیف اکبر صاحب کے مہمان رہیں گے اور ہر شام کو آپ کی کسی ایک دوست کے ہاں دعوت ہوگی۔ جہاں درس قرآن مجید کا سلسلہ ہوگا۔ ہماری سکول کی کمیٹی نے ۲۱ راگست کی شام کو سکول پر ایک ڈنر پارٹی کا انتظام کیا ہوا ہے جس میں امریکن اصول کے مطابق ہر ایک مہمان ٹکٹ خریدیگا جس کی قیمت دس شلنگ ہو گی۔ اس طرح خرچ کاٹ کر جو رقم بچ جاوے گی۔ وہ جناب مولوی صاحب کی تصنیف میثاق النبیین کے انگریزی ترجمہ کی طباعت پر خرچ کیا جاوے گی یہ میری سکیم ہے۔ جناب مولانا صاحب کو ابھی تک اس کا علم نہیں ہے۔ مجھے آپ کی یہ تصنیف اس قدر پسند آئی کہ میری دلی آرزو ہے کہ اس کتاب کی اشاعت دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں ہو۔ اور ہزاروں کی تعداد میں اس کتاب کو مفت یا برائے نام قیمت پر فروخت کیا جاوے۔ اور اس کتاب کی اشاعت کے لئے جناب غلام نبی صاحب جنرل مرچنٹ چالیس پونڈ عطا کریں گے۔ اور ساٹھ پونڈ دعوت کے ذریعہ حاصل کر کے ایک سو پونڈ کی رقم مولنا صاحب کی خدمت میں اس کتاب کے لئے پیش کی جاوے گی۔

مولنا صاحب کا وجود ہم لوگوں کے لئے نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا ہے۔ کاش کہ ہماری جماعت کے دیگر بزرگ بھی دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغی دورے کے لئے نکلا کریں۔ مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ خان بہادر غلام ربانی خان تبلیغی امور کے لئے امریکہ پہنچ گئے ہیں ان کے لیکچروں اور ان کی امریکہ میں موجودگی سے اسلام کی اچھی طرح تبلیغ ہوگی۔ اور اپنے مسلمان بھی فائدہ حاصل کریں گے دعا فرماویں کہ ہمارے جلسے کامیاب ہوں۔ اور خداوند کریم ان مسلمان دوستوں کو شرح صدر عطا کرے۔ جو مذہبی تعصب کی بناء پر ایسے مصلح کل عالم سے استفادہ حاصل کرنے سے محروم رہیں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبداللہ

امتحانات میں کامیابی — بسلسلہ صفحہ ۳

انیس احمد صاحب خلف الرشید سبحان احمد مرحوم بی ایس سی میں اور مبارکہ بیگم دختر نیک اختر مولنا آفتاب الدین احمد مرحوم امتحان میٹرک میں کامیاب ہوئیں۔

اخبار احمدیہ

یحیٰی بٹ صاحب کی آمد

گذشتہ اشاعت میں مولنا محمد یحیٰی بٹ صاحب نائب امام ووکنگ کی تشریف آوری کی اطلاع دی جا چکی ہے آپ دو ماہ کی چھٹی پر آئے ہیں، آپ کے والد صاحب ہسپتال میں بیمار پڑے ہیں، بیماری کی شدت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان کے لئے دلی سوز و گداز سے دعائیں کی جائیں، امید ہے احباب اپنی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھیں گے،

صاحب صدر مری میں

محترم ڈاکٹر غلام صاحب کی صحت کچھ عرصہ سے اچھی نہیں آپ تبدیل آب و ہوا کے لئے مری تشریف لے گئے ہیں، ان کی صحت کاملہ کے لئے احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

خواتین احمدیہ وزیرآباد کا جلسہ

نو راگست کو خواتین وزیرآباد کا جلسہ محترمہ بیگم ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی کی زیر صدارت منعقد ہوا جلسہ کی ابتدا محترمہ آپاجی زبیدہ صاحبہ نے تلاوت قرآن حکیم سے کی۔ محترمہ بیگم افضل صاحبہ نے حضرت نبی کریمؐ کی ذات والا صفات کی صفات عالیہ اور آپ کی زندگی کے چیدہ چیدہ حالات انتہائی پراثر لہجہ میں بیان کئے۔ محترمہ صنوبر صاحبہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات پڑھ کر سنائے۔ فاطمہ حکیم صاحبہ نے مختلف مذاہب میں عبادت گاہوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ عبادت گاہوں کی رونق و تزئین کسی قوم کی زندگی و مذہبی حرارت کی غمازی کرتی ہے۔ وہ قوم جو اپنی عبادت گاہوں سے اغماض برتتی ہے قرآن حکیم نے اس کی سزا سخت فرمائی ہے ہماری مساجد ہمارے لئے باعث افتخار ہی نہیں، بلکہ ان سے عقیدت علامت عظمت و اقبال ہے انہوں نے فرمایا جب رومی سفیر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں آئے۔ تو مسجد نبوی کو دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ "ہم سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا یہ عروج چند روزہ ہے۔ مگر یہ مسجد دیکھ کر اندازہ ہوا۔ کہ مسلمان ایک زندہ و پایندہ قوم ہے"

عزیزہ نجمہ نواب دین و عزیزہ سعدیہ افضل نے نعتیں پڑھ کر سنائیں۔

اختتام جلسہ کے قریب محترمہ صدر صاحبہ نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے حالات زندگی مختصراً سنائے۔ ہماری اپنی بزرگ خواتین مثلاً آپاجی زبیدہ صاحبہ اور محترمہ صدر صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ آئندہ ہمیں ہمارے بزرگان سلسلہ کے حالات سے روشناس کرائیں۔ یہ صرف انہی کا کام ہے۔ اور اس کی اہمیت سے وہ خود واقف ہیں۔ جلسہ دعائے خیر اور اپیل چندہ کے ساتھ ختم ہوا۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

روشنی قرآن کریم نے عطا کی ہے۔

سورج اور چاند کے فوائد

فرمایا والشمس وضحٰھا۔ سورج کے اندر روشنی ہے جس نے زمین، انسان، حیوانات، نباتات، کی بڑی خدمت کی ہے، اور بہت بڑے فوائد اس سے پیدا ہوئے ہیں، والقمر اذا تلٰھا، سورج جب چلا جائے اور کوئی ستارہ وغیرہ آسمان پر نہ ہو تو ایسا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جاتا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا، اگر ستارے نہ ہوں تو قافلے نہیں چل سکتے، جہاز رک جاتے ہیں، چنانچہ فرمایا وبالنجم ھم یھتدون، ستاروں سے لوگ رستہ پاتے ہیں۔

چاند سورج سے اقتباس نور کرتا ہے

انہی میں قمر بھی ہے جس کے متعلق فرمایا والقمر اذا تلٰھا علامہ راغب نے تلاھا کے نیچے لکھا ہے تکون متابعۃ تارۃ فی الجسم وتارۃ بالاقتداء فی الحکم بعض وقت کسی چیز کی متابعت جسمانی رنگ میں ہوتی ہے، اور بعض وقت حکم کی اقتداء کے رنگ میں، اس کی مثال انہوں نے خود ہی دی ہے یتلونہ حق تلاوتہ۔ اس کا ترجمہ یہ نہیں کہ قرآن آگے آگے چلتا ہے اور مسلمان اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں، جسمانی متابعت نہیں بلکہ حکم کی اقتداء مراد ہے، یعنے قرآن کو پڑھ کر اس کو سمجھنا اور اس کے حکم کی متابعت کرنا، اسی طرح والقمر اذا تلٰھا کے معنے ہیں یقتبس نورہ من الشمس چاند سورج سے نور لیتا ہے گویا کہ وہ سورج کا خلیفہ ہے۔

عالم روحانیات کے سورج اور چاند

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن کریم نے سراجًا منیرًا کہا ہے اگر یہ کائنات بغیر سورج کے نہیں چل سکتی، اگر اس کے کاروبار کے لئے سورج کی روشنی کا ہونا ضروری ہے، تو اسی طرح عالم روحانیت کے لئے بھی ایک روحانی سورج کی ضرورت ہے، اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے عالم روحانیت کا آفتاب بنایا ہے اور اس امت میں جو اولیاء و مجددین اور محدثین آتے ہیں وہ بمنزلہ قمر کے ہیں کہ آپ کے نور رسالت سے روشنی حاصل کر کے وہ آگے پہنچاتے ہیں جس طرح قمر اپنی ذات میں روشنی اور نور نہیں رکھتا اور سورج سے روشنی لیتا ہے گویا اس کا خلیفہ ہے، اسی طرح اولیاء اور مجددین بھی اپنی ذات میں براہ راست روشنی نہیں رکھتے جب تک آفتاب رسالت سے انہیں نور حاصل نہ ہو اس رنگ میں وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں،

وحی نبوت کا انقطاع اور مبشرات کا اجراء

اس آفتاب رسالت کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا انقطع الوحی وبقیت المبشرات حضرت نبی کریم صلعم پر وحی نبوت منقطع ہو گئی اور مبشرات باقی رہ گئے۔ یعنے رؤیا اور الہام، یہ اقتباس ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا، جس طرح سورج کے بعد قمر اور ستارے نہ ہوتے تو دنیا پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جاتا اور کوئی رستہ چلنے والا رستہ نہ پا سکتا، اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد اگر اولیاء اللہ اور مجددین کا سلسلہ نہ ہوتا تو دنیا گمراہی کی گھٹا ٹوپ ظلمتوں میں ٹھوکر کھا کر تباہی کے گڑھے میں پہنچ جاتی۔

نبی کریم صلعم کے بعد خلفاء سلسلہ

حضور نے اس بارے میں فرمایا ہے:۔ کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء اذا ھلک نبی خلفہ نبی وستکون بعدی الخلفاء یعنی بنی اسرائیل میں ایک دوسرے کے بعد انبیاء آتے رہے۔ لیکن میرے بعد انبیاء کے بجائے خلفاء ہوں گے، اور خلفاء وہ ہوتے ہیں جو نور نبوت سے اقتباس کرتے ہیں، جس طرح قمر سورج کا خلیفہ ہے اور اسی سے اقتباس نور کرتا ہے۔

عیسائیت اور اسلام کے نظریات

پھر فرمایا قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا جس نے نیکی کا رستہ اختیار کیا اور تزکیہ نفس کر لیا وہ فلاح پا گیا، اور جس نے نیکی کو دفن کر دیا وہ خائب و خاسر رہا، آج بیسویں صدی کا عیسائی کہتا ہے کہ انسان فطرتًا ناپاک ہے، اور کوئی نیکی اس سے صادر نہیں ہو سکتی، قرآن شاید بیسویں صدی سے بھی آگے چلا گیا، کیونکہ جو روشنی اس نے دی ہے وہ صدیوں آگے چل کر بھی انسان نہ پا سکتا۔

قرآن میں انسان کی عظمت

قرآن نے انسان کو اللہ تعالےٰ کا خلیفہ قرار دیا۔ وہ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو عقل و فہم عطا کیا ہے۔ اس کے اندر نفس لوامہ رکھا ہے کہ ذرا وہ نیکی کے رستہ سے ہٹا اور اس کے اندر سے ملامت کی آواز آتی ہے۔ وہ اپنی عقل اور فہم سے نیکی اور بدی دونوں کو دیکھتا ہے اور اس کا ضمیر اسے کہتا ہے کہ دیکھ کر اور چوکنا ہو کر چلنا، کبھی کبھی گر بھی جاتا ہے لیکن فطرتی نیکی اسے راہ راست پر لے آتی ہے، ایک بچہ اونٹوں کی قطار در قطار لے جا رہا ہو، تو وہ نہایت فرمانبرداری سے اس کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ لیکن اگر رستہ میں گڑھا آ جائے اور بچہ چھوڑ کوئی زبردست سے زبردست انسان بھی انہیں اس میں دھکیلنا چاہے تو وہ ہرگز اس میں جانے کے لئے قدم نہیں بڑھائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے انسان کو سب کچھ دیا، ہر قسم کی عقل و فہم کی روشنی عطا کی اور نفس لوامہ دیا جو اس کو ہر نقصان دہ اقدام سے بچنے کے لئے تنبیہ کرتا رہتا ہے...... اگر کبھی غلطی سے گڑھے میں گر جائے اور چوٹ آ جائے تو اس کے اندر اس کی درستی کا سامان رکھا ہے۔

ندامت اور توبہ

ایسا ہی عالم روحانیت میں انسان اگر صحیح رستہ سے ہٹ جائے تو اس کے بد اثرات سے بچنے کے لئے توبہ رکھی، اس کے اندر ندامت پیدا ہوتی ہے کہ یہ میں نے کیا کیا، میں تو تباہ ہو جاؤں گا، اس ندامت سے وہ صحیح رستہ پر آ جاتا ہے، یہی اس کی فطرتی نیکی ہے۔

اسلام سب دینوں پر غالب ہے

یہ چیز جو قرآن نے بیان کی ہے، آج اس بیسویں صدی کے انسان کی رہنمائی کا موجب ہے، اور عیسائیت کی تعلیم ناکام ثابت ہو رہی ہے، اسلام وہ دین ہے جو تمام دینوں پر غالب آئے گا، عیسائی کہتا ہے کہ یسوع کے خون پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہو سکتی، ہندو کہتا ہے کہ آواگون کا مسئلہ صحیح ہے اور ہر انسان مرنے کے بعد اس چکر میں پھنسا رہتا ہے، لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ انسان ایک کامل مخلوق ہے، جس کو اختیار دیا گیا ہے عقل و فہم دیا گیا ہے اور اس کو نفس لوامہ یا ضمیر عطا کیا گیا ہے، بدی اس کی فطرت میں نہیں، فطرتًا وہ نیک ہے لیکن اپنے اختیار سے غلط کام لینے کی وجہ سے وہ بگڑ جاتا ہے۔

انسان کا حقیقی شرف

لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو انسان کے بنانے کی طرز نہیں آئی، کیوں نہ اسے فرشتہ کی طرح نیک بنا دیا کہ بدی کر ہی نہ سکے، اگر ایسا ہوتا تو دوسری مخلوق پر اسے کیا شرف حاصل ہوتا، جیسے ایک کبوتر یا ایک بھیڑ ہے اس سے زیادہ اس کی کیا حیثیت ہوتی، انسان اعلیٰ درجہ کی مخلوق اسی لئے ہے کہ اسے اختیار دیا گیا ہے آنکھ، کان، فہم اور عقل سب کچھ اسے دیا گیا، باوجود اس کے اگر وہ صحیح رستہ پر نہ چلے اور سب کچھ برباد کر کے رکھ دے تو وہ خود ذمہ دار ہے، ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کو انسان سمجھے، اپنی پیدائش کی غرض و غایت پر غور کرے اور نیکی اور بدی کو سمجھ کر صحیح رستہ پر چلنے کی کوشش کرے کہ اسی میں اس کا حقیقی شرف ہے۔

جوابِ خط

از طرف شکر اللہ خان منصور

مکرمی ملک صاحب

میں نے آپ کا وہ خط جو آپ نے اپنی کتاب "احمدیہ تحریک" میں بطور "پیش لفظ" کے چھاپا ہے متعدد بار بغور پڑھا ہے۔ اس کے بعد آپ کی باقی کتاب کو بھی آپ کی خواہش کے مطابق تعصّب اور بدگمانی سے خالی الذہن ہو کر کئی بار مطالعہ کیا ہے۔ میرے اس بیان کی صداقت اُن معروضات سے یقیناً واضح ہو گی جو ذیل میں آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

مقصدِ کتاب

آپ نے یہ کتاب احمدیت کی تردید اور تغلیط میں لکھی ہے۔ اس بارے میں بے شمار کتابیں پہلے بھی لکھی گئی ہیں۔ پہلی تحریروں کی آپ نے مذمت کی ہے، اور لکھا ہے کہ وہ سب بے مقصد لکھی گئیں۔ مگر آپ نے اپنی کتاب لکھنے میں ایک خاص مقصد سامنے رکھا ہے۔ بقول آپ کے مقصد آپ کا یہ نہیں کہ غیر احمدیوں کو احمدیت سے متنفر کیا جائے۔ اس کی آپ کے خیال میں ضرورت نہیں رہی۔ بلکہ آپ کا مقصد دراصل احمدیوں کو قائل کرنا اور انہیں احمدیہ جماعت چھوڑنے پر آمادہ کرنا ہے"

ضرورتِ کتاب

جبکہ احمدیت کے خلاف اب تک کتابوں اور رسالوں کا ایک انبار لکھا جا چکا ہے تو دریں صورت آپ کو یہ کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ آپ بتلاتے ہیں کہ آپ کئی امور سے مجبور ہو کر یہ کتاب لکھ رہے ہیں۔ اور وہ امور بقول آپ کے مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱)۔ احمدیہ تحریک اس وقت ایک خالص مذہبی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل میں یہ ایک سیاسی اور معاشرتی سوال ہے۔

(۲)۔ پنجاب کے حالات اور فسادات ۱۹۵۳ء نے آپ کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ احمدیہ جماعت کے نظریہ کی نسبت تحقیق کی جائے۔

(۳)۔ اب تک احمدیت کے خلاف جس قدر لٹریچر لکھا گیا وہ معاندانہ جذبے کے ساتھ اور دلآزاری کے خیال سے لکھا گیا۔ چنانچہ الیاس برنی کی مشہور کتاب بھی انہی دو باتوں کا مکمل نمونہ ہے۔

(۴)۔ ضرورت تھی کہ اصولی اور علمی رنگ میں غیر جانبداری اور انصاف کے ساتھ احمدیت کے خلاف کوئی کتاب لکھی جائے۔

(۵)۔ علامہ اقبال کے بعض مضامین اور خطوط جو بطور رسالہ اُردو میں بھی چھپ چکے ہیں اور محترم غلام احمد پرویز کے بعض مضامین جو رسالہ "طلوعِ اسلام" میں شائع ہوئے اگرچہ اس سلسلہ میں مفید ہیں مگر بہت ناکافی اور نامکمل ہیں۔

(۶)۔ احمدی اپنی رائے میں آزاد نہیں ہیں بلکہ سیاسی غلام ہیں، اُن کو اس غلامی سے آزادی دلانے کی ضرورت ہے۔

پس ان امور سے مجبور ہو کر اصولی اور علمی رنگ میں غیر متعصبانہ دیانتداری اور انصاف کے ساتھ اپنے بیان کردہ مقصد کے حصول کی غرض سے یہ کتاب آپ نے لکھی ہے۔

مخاطبینِ کتاب

چونکہ اس کتاب کے لکھنے میں ایک خاص مقصد آپ کو ملحوظ ہے۔ اس لئے آپ نے سب احمدیوں کو اپنا مخاطب نہیں بنایا بلکہ اُن کو چار طبقوں میں تقسیم کر کے صرف چوتھے طبقہ تک اپنا خطاب محدود اور مخصوص کیا ہے۔ وہ چار طبقے آپ کی تقسیم کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) حضرت مرزا صاحب کا خاندان

(۲) وہ بزرگ احمدی افراد جنہوں نے حضرت اقدس کا زمانہ اور ان کی صداقت کے زندہ نشانات بچشم خود دیکھے۔

(۳) علمائے جماعت

(۴) احمدی نوجوان افراد

آپ کے خیال میں پہلے تین طبقوں کو احمدیت کا غلط اور باطل ہونا تسلیم کرانا اور اس کے چھوڑنے پر آمادہ کرنا ناممکن اور محال ہے۔ نیز مناسب بھی نہیں ہے، صرف چوتھے طبقہ یعنی احمدی نوجوانوں کے متعلق آپ کو امید ہے۔ مگر وہ بھی بقول آپ کے بہت کم۔ کیونکہ آپ کے کہنے کے مطابق احمدیت کی غلطی اور بطالت کا قائل ہو کر بھی اس کو چھوڑنے کے راستہ میں اُن کے لئے بہت سی دقتیں۔ دشواریاں اور مشکلات حائل ہیں۔ جو بشمار آپ کے حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ تنظیم کے پیچ در پیچ بندھن

۲۔ خاندان۔ قوم اور برادری سے علیحدہ ہو جانے کا اندیشہ۔

۳۔ رشتہ داروں اور دوستوں کی طرف سے نفرت اور قطع تعلق کرنے یا اس پر مجبور ہو جانے کا احساس اور خطرہ۔

۴۔ ربوہ میں مکانات کا ہونا۔

۵۔ بعض کا خود یا اُن کے متعلقین کا انجمن کا ملازم ہونا۔

(۶) احمدیوں میں سے آپ کے مخاطب طبقہ کا اسلام کے باوجود قائل کریں گے۔ کیونکہ احمدیت کی بنیاد غلط نظریات پر اُٹھی ہوئی ہے۔ اسی لئے آپ نے ان کو مخاطب کر کے یہ ضخیم کتاب لکھنے کی زحمت گوارا کی ہے جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے یہ کتاب آپ نے اوّلین طور پر اپنے بعض رشتہ داروں اور دوستوں کے لئے لکھی جن میں سے آپ کا کوئی عزیز بھائی مخاطب اوّل ہے لیکن پھر اس عزیز بھائی کے ذریعہ ہم سب احمدیوں کے لئے اس خطاب کو عام کر دیا ہے۔

بہترین مخاطب

میں آپ کے رشتہ داروں۔ دوستوں اور اس بھائی کو نہیں جانتا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ اُن کا ردّعمل کیا ہوا۔ ہاں آپ کے خط کو پڑھ کر میں نے بشدت محسوس کیا ہے کہ آپ کے مخاطبین میں سے میں آپ کا بہترین مخاطب ہوں کیونکہ اُن تمام دقتوں اور دشواریوں اور مشکلات میں سے جن کا آپ نے ذکر کیا ہے، میرے راستہ میں کوئی بھی حائل نہیں ہے :۔

(۱)۔ میں تنظیم کے کسی پیچ در پیچ بندھن میں شامل نہیں کیونکہ میں ربوائی جماعت (قادیانی جماعت) کا فرد نہیں بلکہ جماعتِ لاہور سے وابستہ ہوں،

(۲)۔ میں پیدائشی احمدی نہیں ہوں۔ بلکہ اپنی طویل ذاتی تحقیق کے بعد احمدیت اختیار کی۔ اور محض اس لئے احمدی ہوں کہ احمدیت کے نظریات حق اور حقیقت پر مبنی ہیں۔

(۳)۔ خاندان، قوم اور برادری سے علیحدہ ہو جانے کا میرے سامنے قطعاً کوئی امکان اور اندیشہ نہیں ہے۔

(۴) رشتہ داروں اور دوستوں کی طرف سے نفرت اور قطع تعلق کرنے یا اس پر مجبور کئے جانے کا مجھے قطعاً کوئی احساس اور خطرہ نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی سوال ہی پیدا ہوتا ہے

(۵) ربوہ میں میرا کوئی مکان نہیں اور نہ انجمن میں کسی عزیز کے ملازم ہونے کی وجہ سے کوئی خوف رکھتا ہوں۔

(۶) دونوں احمدی جماعتوں میں سے کسی کے ساتھ میرا کوئی ذاتی یا دنیاوی مفاد وابستہ نہیں۔

(۷) تعلیمی لحاظ سے آپ کی طرح میں بھی بحیثیت ایڈووکیٹ پریکٹس کرتا رہا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ آپ سے زیادہ کیا ہے۔ کیونکہ

آپ نے فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء سے متاثر ہو کر احمدیت کا مطالعہ شروع کیا، اور ۱۹۵۷ء میں اپنی یہ کتاب

لکھکر شائع کرا دی۔ یعنی اپنی پریکٹس کی گوناگوں مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ صرف تین سال کے مطالعہ کے بعد۔ لیکن میں نے سکول سے بی اے تک یہ مطالعہ کیا جبکہ باقاعدہ احمدیت اختیار کی اور اس کے بعد [illegible] تک ان کے مطالعہ میں مصروف رہا ہوں۔ چنانچہ آپ کی اس کتاب کے نصف سے زیادہ حصہ کا مکمل اور مدلل رد قبل ازیں شائع ہونے والی میری ایک تصنیف [illegible] میں موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ [illegible] کے بعد آپ خود بھی تسلیم کریں گے کہ میں آپ کا بہترین مخاطب ہوں۔

بدگمانی اور بدظنی

مکرمی ملک صاحب۔ آپ کی کتاب پڑھتے ایک نمایاں تاثر جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا مرکز اور محور اور اس کے سارے مضامین کا حاصل۔ آغاز اور انجام ایک بے بنیاد نامناسب مگر انتہاء درجہ کی بدگمانی اور بدظنی ہے جس کا کسی وجہ سے آپ شکار ہو گئے ہیں۔ مثلاً آپ متواتر یہ باتیں لکھتے چلے گئے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا کثیر لٹریچر جو

(ا)۔ اسلام۔ قرآن کریم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، عظمت اور برتری کے اثبات میں براہین نیرہ۔ حجج ساطعہ قاہرہ اور نشانات ظاہرہ باہرہ پر مشتمل ہے۔ اس کا مقصد حقیقتاً وہ نہیں ہے جو بظاہر نظر آتا ہے یا بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ مقصد اندرونی دراصل کچھ اور ہے۔ یعنی اپنی ذات اور خاندان کی وجاہت اور اقتدار قائم کرنا۔

(ب) انہوں نے قرآن کریم اور احادیث کی صحت اور صداقت۔ تفسیر اور تشریح میں حقائق اور معارف جو بیان کئے ہیں، ان کا مقصد بھی دراصل قرآن و حدیث کی صداقت اور عظمت ثابت کرنا نہیں بلکہ اپنے دعوے کے لئے ثبوت بنانا اندرونی مقصود ہے۔

(ج) انہوں نے کمال دانشمندی اور فنکاری سے اپنی تحریروں کو ایسی رنگ آمیزی دی کہ بناوٹی مقصد کو اصلی مقصد تسلیم کرانے اور اصل مقصد کو بین السطور دکھکر حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گئے جس پر ملک صاحب آپ حیرت سے دنگ ہیں۔

(د) وہ شروع سے آخر تک اپنے دعوے میں ایسے غیر محسوس طور پر بتدریج تبدیلی کرتے گئے کہ لوگوں کو پتہ بھی نہ چل سکا اور دعوے کہیں بڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔

ملک صاحب۔ آپ نے ہم احمدیوں کے لئے یہ بحث کر دینے کا احسان تو کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ آپ کو ہم سے اور دوسرے لوگوں سے بڑھکر وہ کیا قوت و استعداد عطا ہوئی اور وہ کونسی الگ روشنی آپ کے اندرون حاصل ہوئی کہ آپ اندر کس طرح ہوئی جس کے باعث یہ اندرونی [illegible] خفیہ مقاصد آپ نے تو معلوم کر لئے مگر دوسرے لوگ باوجود بھی بیٹھے اور [illegible] کے [illegible] ان کو نہ

جان سکے۔ کیا آپ کے اوپر یہ سب فضل و کرم فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کا ہی تو نہیں جس سے بہت زیادہ متاثر ہونے اور کایا پلٹ ہو جانے کا آپ کو خود اعتراف ہے؟ ملک صاحب! میں نے آپ کی متذکرہ اور کل حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو پہلے کئی بار پڑھا تھا اور اب آپ کی کتاب کے مطالعہ کے بعد پھر ان پر غور کیا ہے۔ لیکن میں یقیناً کہتا ہوں کہ آپ کے اخذ کردہ نتائج کا اصلی ماخذ حضرت مرزا صاحب کی وہ تحریریں ہرگز نہیں بلکہ غلط اور بے جا بدگمانی اور بدظنی کے وہ جذبات ہیں جو آپ کے قلب و ضمیر پر حیرتناک طور پر مسلط ہو گئے ہیں۔ اس کے ثبوت میں آپ کا اپنا اعتراف میرے سامنے ہے جو آپ کے اپنے الفاظ میں :۔

> "خود مرزا صاحب کے متعلق بھی میں
> اس امر کو خارج از امکان نہیں سمجھتا
> کہ وہ نیک نیتی سے اپنی نسبت
> ایک غلط فہمی میں مبتلا ہوں"

ایک طرف آپ کا یہ اعتراف اور دوسری طرف آپ کے حضرت اقدس کی نیت پر وہ حملے جن کا اوپر ذکر ہے نہایت تعجب خیز اور ناقابل فہم امر ہے سوال یہ ہے کہ آپ کو اس قدر بدگمانی اور بدظنی کیوں لاحق ہوئی؟ میں نے اس پر بہت غور کیا اور اس کو آپ کی کتاب کے انداز بیان سے سمجھنے کی کوشش کی ہے میرے خیال میں آپ کی اس بدگمانی اور بدظنی کا سبب اسباب مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے صحیح نشاندہی تو آپ خود ہی کر سکتے ہیں۔

اوّل آپ کے والدین احمدی تھے اور مخلص احمدی نیز آپ کے سب عزیز و اقارب بھی احمدی ہیں۔ گویا آپ ایک خالص دینی اور مذہبی ماحول میں پیدا ہوئے۔ اور اسی میں جوان ہوئے۔ اس کو ایک THESIS قرار دینا چاہیئے۔ اب کارل مارکس کے فلسفۂ تاریخ کے مطابق ضروری تھا کہ اس ماحول کا مخالف اور متضاد بیج یعنی اس کا ANTITHESIS بھی یہیں اُگ کر پودا بنے۔ سو وہ آپ کے وجود سے پورا ہوا۔ لہذا آپ نے جو کچھ کیا اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ آپ پیدا ہی اس لئے ہوئے۔ اس کے ماسوا سوچنا آپ کے لئے محالات اور ممکنات میں سے تھا۔

دوم۔ یا یہ سبب ہو سکتا ہے کہ شروع سے ہی آپ کے تعلقات اپنے بزرگوں سے اچھے نہیں رہے۔ اور اس برتاؤ پر آپ کے دل میں ان کے خلاف بدگمانی اور بدظنی کے جذبات پیدا ہوتے رہے جو بعد ازاں پختہ ہو کر آپ کی طبیعت کا حصہ بن گئے۔ یہی بدگمانی اور بدظنی آپ کو بزرگان سلسلہ اور ان کے علم آگہا اور بانیاں کے [illegible] ہے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا مکمل ترین اور افضل ترین نمونہ تسلیم کرنے سے انکاری ہیں اور پھر اسی بدگمانی اور بدظنی کے پختہ شدہ جذبہ کی وجہ سے آپ اب یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ آیندہ انسانوں کو قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کی حاجت نہیں رہی۔

سوئم۔ آپ کو خود اقرار ہے کہ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے زمانہ تک آپ احمدیت کی تعلیم اور اس کے لٹریچر سے قطعاً ناواقف تھے۔ ان فسادات سے متاثر ہو کر آپ نے احمدیت کے نظریات اور تعلیم کی تحقیق کا فیصلہ کیا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ احمدیت سے بے تعلق تو آپ پہلے ہی تھے لہذا آپ کی ناواقفیت ظاہر ہے۔ فسادات نے آپ کو بالکل اس سے برگشتہ کر دیا۔ اور وہ بھی نہ صرف احمدیت سے بلکہ اسلام کے بنیادی مسائل تک سے۔ اس برگشتگی کے عالم میں حضرت امام الوقت علیہ السلام کے متعلق آپ کے قلب و ضمیر کا بدگمانیوں اور بدظنیوں سے ملوث ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ بمطابق حدیث قدسی مومن مثل آئینہ کے ہوتا ہے۔ یقیناً آپ کو اپنی شکل نظر آئی۔

بغض و عناد

احمدیت سے ناواقف تو آپ بقول خود شروع سے تھے مگر آپ کے اس خط اور کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ناواقفی کے علاوہ مخالفت کے جذبات بھی آپ کے دل میں شروع سے موجزن تھے۔ جن کے اظہار سے گریز اور پرہیز پر آپ مجبور رہے بباعث ان دقتوں اور مشکلات کے جن کا احمدی نوجوانوں کے راستہ میں حائل ہونا آپ نے شمار کرایا ہے۔ لیکن فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کا اتنا شدید اور قوی اثر پڑا کہ آپ اپنے اندرونی جذبات کو حسب سابق پوشیدہ رکھنے پر قادر نہ ہو سکے بلکہ ان کے اظہار پر دلیر اور حوصلہ مند ہو گئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ نے پنجاب کے حالات اور فسادات سے متاثر ہو کر احمدیت کا مطالعہ شروع کیا لیکن

> "مجھے اطمینان ہے کہ جو رائے میں نے قائم کی ہے اس میں ان حادثات کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر میرے دوستوں کو اس بارے میں کوئی شبہ ہو تو غالباً کتاب کے مطالعہ سے دور ہو جائے گا۔"

ملک صاحب میں مانتا ہوں کہ آپ کو ضرور اطمینان ہوگا مگر شبہ کا پیدا ہونا تو آپ کو بھی تسلیم ہے۔ آپ کی کتاب کے مطالعہ سے یہ شبہ دور نہیں ہوتا بلکہ یقین سے بدلتا ہے۔ اور یہ کہنا ہرگز غلط نہیں کہ آپ کی اس رائے میں دو امور کا پورا پورا دخل ہے۔ اوّل پنجاب کے حالات اور فسادات کا اور دوسرے اُن خیالات کا جن کے باوجود آپ [illegible] بنیادی نظریات اور نصوص [illegible]

تک سے برگشتہ ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ احمدیت کے خلاف بعض ایسی باتیں کہہ گئے جو حقیقت اور اصلیت کے سراسر خلاف ہیں مثلاً:۔

(۱) - آپ نے لکھا ہے کہ "تاریخ نے احمدیت کو غلط ثابت کر دیا ہے۔" یہ فقرہ لکھتے وقت آپ کے سامنے خدا جانے کونسی تاریخ اور اس سے کیا مراد تھی، کیونکہ تاریخ انسانی کے موجودہ دور نے تو اس بات پر ہمارے سامنے اپنی آخری اور قطعی مہر ثبت کر دی ہے کہ

احمدیت برحق ہے

زمانۂ حال میں ہر لحاظ سے سب سے طاقتور ملک امریکہ اور سب سے ترقی یافتہ قوم امریکن کے وزیر خارجہ مسٹر جان فاسٹر ڈلس نے دنیا کی موجودہ حالت کے متعلق ایک کتاب بعنوان "جنگ یا امن" لکھی ہے جو قریباً دنیا کے سب ملکوں اور دنیا کی سب متعارف زبانوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ڈلس صاحب لکھتے ہیں کہ اس وقت بنی نوع انسان اپنی تمام حیرتناک مادی ترقیوں کے باوجود تباہی اور بربادی کے ایک عظیم گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں۔ اور قریب ہے کہ اس میں گر کر نیست و نابود اور فنا ہو جائیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس ہولناک خطرہ میں انسانیت کے بچاؤ کی صرف اور صرف ایک ہی صورت نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ بنی نوع انسان

خدا تعالےٰ کی زندہ اور قادر
ہستی پر ایمان لے آئیں

ملک صاحب۔ کیا آپ یا کوئی اور جس نے حضرت امام وقت علیہ السلام کی تحریروں کو پڑھا ہے انکار کر سکتا ہے کہ یہی امر حضرت بانیٔ احمدیت کا پیغام ہے۔ اور یہی ایمان احمدیت کی تعلیم کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔ حیرت ہے کہ تاریخ انسانی جس نتیجہ کا برملا اعلان کر رہی ہے، آپ اس سے بالکل متناقض نتیجہ ہمیں بتلا رہے ہیں۔

(۲) اسی رنگ میں ایک اور بات آپ نے یہ لکھدی ہے کہ "ہر احمدی لازمی غلامی پسند ہوگا"۔ اور "اگر ہندوستان کی سب آبادی احمدی ہو جاتی تو آزادی حاصل کرنا بلکہ اس کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔" آپ کے اس قول [illegible] کو سامنے رکھ کر جب میں اپنے اور اپنی جماعت کے دیگر احباب کے جذبات اور خیالات پر غور کرتا ہوں۔ تو متعجب ہوتا ہوں کہ آپ نے اس قدر غلط اور خلافِ حقیقت بات کیونکر کہہ دی۔ ممکن ہے کہ آپ نے اپنے جس خاندان اور جن رشتہ داروں کا ذکر کیا ہے وہ واقعی غلامی پسند ہوں (اگرچہ میرے نزدیک یہ درست نہیں ہو سکتا) اور اسی کا اثر آپ کے ذہن پر رہا ہو۔ لیکن یہ کہنا کہ ہر احمدی لازماً غلامی پسند ہوتا ہے ایک ایسا ناواجب الزام ہے جس کے عاید کرنے میں آپ نے عمداً جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اصولی طور پر فتنہ و فساد سے نفرت اور امن پسندی سے محبت ایک الگ امر ہے جو قرآنی حکم ہے مگر اس کو "غلامی پسندی" کا نام دینا اسی ذہنیت کا کام ہے جو بدگمانی اور بدظنی کا کھلا شکار ہے۔ ایک احمدی تعلیم احمدیت کے رو سے خدا اور اس کے رسول کے ما سوا کسی اور کا غلام ہونا نہیں جانتا۔ یہ ایک حقیقت الامر ہے احمدیت کو حکومتوں سے واسطہ نہیں۔ یہ ایک غیر سیاسی اور خالص دینی تحریک ہے۔ اور اس کا مقصد اور غرض و غایت بنی نوع انسان کو حلقہ بگوش اسلام کرنا ہے۔ کیونکہ احمدیت کا ایمان یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی کلہم مشکلات اور مصائب کا اصلی اور مکمل حل جس پر لامحالہ مجبور ہوں گے۔ اس لئے احمدیت کی جد و جہد کا مطمحِ نظر حکومتوں کی الٹ پھیر نہیں بلکہ تبلیغ و اشاعت اسلام ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ گواہی دینا پڑی ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں احمدیہ جماعت نے تبلیغ اسلام کے مراکز کھول رکھے ہیں۔ اور احمدیہ جماعت کے سوا کسی دوسری جماعت کو یہ سعادت حاصل نہیں۔ ....

.... نہ جمہور اہلِ اسلام کو جن کو آپ گمراہی قرار دیتے ہیں اور نہ آپ کے ان "ترقی پسند عناصر" کو جن کے لیڈر اور بانی آپ کے نزدیک علامہ اقبال ہیں۔ اس سلسلہ میں دیوا ہی جماعت کا نہیں جماعت لاہور کی خدمات کے تو آپ خود بھی معترف ہیں۔

ملک صاحب! آپ کی یہ کتاب ناقابلِ فہم اور آپ کے اپنے کلام کے تضاد پر دال ہے کہ اگر سارا ہندوستان احمدی ہو جاتا تو آزادی حاصل کرنا ناممکن بلکہ اس کا خیال ہی پیدا نہ ہو سکتا۔ اگر آزادی سے مراد آپ کی ... خدا، دین اور قرآن کریم سے آزادی ہے جیسا کہ آپ کے اپنے خیالات ہیں تو میں بھی آپ کی پرزور تائید اور تصدیق کروں گا۔ لیکن آزادی سے مراد آپ کی اگر اس کے علاوہ ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس بارے میں آپ خود اپنے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ دیکھئے آپ نے اپنی کتاب کا بیشتر حصہ تو صرف یہ اعتراض جمانے میں صرف کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ ربوہ کی تنظیم بڑی سخت ہے اور وہ لوگ اپنے مرکز کے احکامات کے علاوہ کوئی اور حکم خواہ وہ کسی طرف سے بھی ہو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور یہ کہ اپنے مرکز کے حکم پر پروانوں کی طرح جان دیتے اور سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ اب آپ خود ہی غور کریں۔ کیا ایسی جماعت کو کوئی دوسرا اپنے احکامات کا غلام بنا سکتا ہے؟ اگر بقول آپ کے ہندوستان کی ساری آبادی احمدی ہو گئی ہوتی تو آزادی غلامی کے اور اقتصادی معاشرتی تمام جھگڑے اس ملک میں مدت سے ختم ہو گئے ہوتے۔ اور دنیا کی کسی طاقت کے لئے ممکن نہ ہوتا کہ ہندوستان کی طرف بنظر مخاصمانہ دیکھنے کی جراُت کرے۔ جس تنظیم کے لئے دنیا کے لوگوں کے دل تڑپ رہے ہیں اور جس کی بناء پر دنیا کے لوگ کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے اور ہو رہے ہیں وہی تنظیم آپ کے نزدیک قابلِ تعزیر ہے۔ آپ یا کوئی اور یہ تو اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ تنظیم درست عقائد پر مبنی نہیں ہے لیکن بذاتِ خود تنظیم کو ہی ہدف طعن بنانا آپ کی بدگمانی اور بدظنی پر دال ہے۔

(۳) - تیسری غلط بات جو آپ نے لکھدی ہے .... اور جو آپ کی پہلی دو باتوں سے کہیں بڑی اور سخت ہے وہ آپ کے منقولہ ذیل الفاظ میں پائی جاتی ہے:۔

"ویسے کہنے کو مرزا صاحب نے
پوری ۸۴ کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔
کم ہی مصنف اس تعداد کے
نصف تک بھی پہنچے ہونگے
لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب
نے ان کتب میں کون سا خیال
یا پیغام پیش کیا ہے، میرا خیال ہے
کہ مرزا صاحب پہلے نبی ہیں جن
کی پیغمبری پیغام سے خالی ہے"

اس کا جواب آیندہ قسط میں دیکھئے۔

آفتاب الدین ہومیوپیتھک دارالشفاء

کی سہ ماہی مختصر رپورٹ

عطیہ دینے والے

نام	روپے	آنے	پائی
صابر پرویز صاحب۔ لاہور	۱	۰	۰
ملک عبدالسلام صاحب۔ لاہور	۱	۰	۰
مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب۔ لاہور	۶	۱۲	۰
منشی اللہ بخش صاحب۔ لاہور	۱	۰	۰
شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری لاہور	۱	۰	۰
عبدالغفور بٹ ریلوے گارڈ لاہور	۶	۸	۰
ڈاکٹر چوہدری عبدالمجید صاحب سرگودھا	۲۵	۰	۰
منشی محمد فاضل صاحب لاہور	۲	۰	۰
شیخ چراغدین صاحب گوجرانوالہ	۵	۰	۰
مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۵	۰	۰
محمود احمد صاحب پشاور	۶	۰	۰
فضل نور صاحبہ گوجرہ	۵	۰	۰
عزیز احمد صاحب کوٹ رادھاکشن	۱	۰	۰
میزان	۶۶	۴	۰

مئی، جون، جولائی ۱۹۵۸ء میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد ۱۳۹۴ - احباب اپنے عطیہ جات ذیل کے پتہ پر ارسال فرماویں:۔

شیخ محمد حسین احمدیہ بلڈنگس لاہور

ورلڈ کانگرس آف فیتھس بسلسلہ ص ۲

نسل انسانی کے خیالات کو کنٹرول میں لاتا ہے جس کے لئے ہمیں کسی عظیم الشان تصور کی ضرورت ہے۔ اس بارہ میں مجھے کچھ علم نہیں کہ بدھ مذہب اس پر کیا روشنی ڈالتا ہے، البتہ میں اسلام کی روشنی میں کچھ عرض کئے دیتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن کریم بھی حصول تسکین قلب کے لئے ایک عمل پیش کرتا ہے اور وہ ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے ذکر اور یاد سے تسکین قلب حاصل ہوتی ہے"۔ فاضل مقرر نے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے واضح کیا کہ اسلام روزمرہ کی زندگی کی کشمکش سے بھاگنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ دنیوی زندگی کی کشمکش میں پوری مستعدی سے حصہ لے کر اطمینان قلب کے حصول کی راہ متعین کرتا ہے، اس راہ کا بیان اس آیت میں ہے جس کا ترجمہ آپ کو سنایا ہے۔ یعنی ذکر الٰہی۔ ذکر الٰہی کیا ہے؟ اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے مولانا ممدوح نے فرمایا۔ "صرف اللہ اللہ کے الفاظ کا زبان پر دوہرانا اور ورد کرنا اصل مقصد نہیں بلکہ قرآن کریم کی روشنی میں ذکر سے مراد دو چیزیں ہیں۔ پہلے صفات الٰہی پر غور کرنا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات تقریباً ننانوے بیان فرمائی گئی ہیں ان میں سے ایک "رب" ہے۔ یعنی خالق کائنات اور کائنات کی نشوونما کرنے والا۔ دوسرے "رحمٰن و رحیم" "غفور" اور اسی طرح بہت سی صفات ہیں۔ ان پر غور کرنے سے خدا تعالےٰ کا صحیح تصور جو کہ ایک مذہب کی بنیاد ہے متفکر کے ذہن میں سما جاتا ہے۔ اس کا دوسرا جزو اپنی روزمرہ کی زندگی کو ان صفات الٰہی سے متصف کرنا ہے۔ جوں جوں ہم خدا تعالےٰ کی صفات پر غور کرتے چلے جاتے ہیں توں توں ہماری روزمرہ کی زندگی کی تگ و دو اور کشمکش اس رنگ میں رنگین ہو کر قلب کے اندر ایک تسکین و تشفی پیدا کرتی جاتی ہے۔ یہی تسکین مجموعی طور پر سوسائٹی میں امن و سکون پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے، یہی تصور الٰہی بالآخر پوری طرح ڈیولپ ہو کر انسانی خیالات کو ضبط میں لانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس طرح نہ صرف کسی فرد واحد کا مائنڈ کنٹرول ہو سکتا ہے بلکہ خدا کا یہ تصور تمام نسل انسانی کے خیالات کو کنٹرول میں لا سکتا ہے۔

اس کے جواب میں ماڈو ماڈو جی نے فرمایا کہ وہ اسلام کے اس نظریہ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے۔ اور اپنے اس جواب میں بغیر کسی موقعہ و محل کے انہوں نے اسلام پر یہ الزام لگایا کہ مذہب اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ اس الزام کو دور کرنے کے لئے مولنا بٹ صاحب نے اٹھ کر جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ یہ اعتراض تاریخ کی روشنی میں باطل ہے جس کے ثبوت میں آپ نے قرآن پاک کی آیت کریمہ لا اکراہ فی الدین پڑھکر اس کی تشریح کی کہ مذہب اسلام اصولاً دینی معاملہ میں جبر و تشدد کو روا نہیں سمجھتا۔ پھر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں تیرہ سالہ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا کہ اس بیچارگی کے عالم میں.... آپ کو اور آپکے ساتھیوں پر ظلم ڈھائے جا رہے تھے اور بالآخر سب کو جلاوطن کیا گیا ایسی حالت میں تلوار کا استعمال کہاں ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد مدینہ میں پہلے آٹھ سالہ زندگی میں آپ کو متواتر دشمنوں کے حملہ کا خدشہ رہا اور بارہا دشمنان دین نے بڑی قوت کے ساتھ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے مدینہ پر چڑھائی کی حتیٰ کہ مکہ فتح ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی بدلہ و انتقام یا سرزنش کے تمام اہل مکہ کو معاف فرما دیا۔ علیٰ ہذا القیاس سپین میں اسلام کا پھیلنا اور ہندوستان و چین میں اسلام کا پھیلنا صرف اسلام کے اعلےٰ نظریات کے طفیل تھا نہ کہ تلوار سے۔ اور آج اس انگلستان کے اندر جبکہ دس سال میں پچاس سے زیادہ انگریز خواتین و حضرات داخل اسلام ہو چکے ہیں اور روز بروز ہو رہے ہیں یہ کس تلوار کے خوف سے ہے؟" اس جواب سے سامعین بڑے متاثر ہوئے، اور اختتام جلسہ پر کئی حضرات نے اس امر کا اعتراف کیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر آر لے بکاتن ایک عیسائی انگریز نوجوان کا لیکچر تھا۔ یہ نوجوان لندن میں ایجوکیشن آفیسر ہیں۔ ان کے لیکچر کا موضوع تھا "سائنس اور مذہب" ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی تقریر کے دوران میں سائنس کی ترقی کے مختلف مراحل کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے موجودہ ایٹم بم کی حیرت انگیز ایجادات پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مذہب کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے ہوئے انہوں نے عیسائی مذہب کے بعض بنیادی اصولوں کو بیان کیا اور بتایا کہ اس سائنٹفک دور میں جبکہ ہر چیز تجربہ کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہے، عیسائیت کے یہ بنیادی اصول کسی رنگ میں سائنٹفک مائنڈ کو اپیل نہیں کرتے اس ضمن میں ڈاکٹر موصوف نے مسئلہ تثلیث اور گناہ کے تصور کو خاص طور پر بیان کیا اور بالآخر عیسائی مفکرین کو خصوصاً اور دیگر مذاہب کے پیروؤں کو عموماً فکر کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس سائنٹیفک دور کے اندر مذہب کے صحیح اقدار کو سمجھنے اور معقول پیرایہ میں بیان کرنے کی طرف توجہ کریں۔ لیکچر کے اختتام پر بعض انگریز عیسائیوں نے ان سے مسئلہ تثلیث کے سلسلہ میں کچھ تبادلہ خیالات کیا۔ اس کے بعد ہمارے مولانا بٹ صاحب نے مقرر موصوف کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ڈاکٹر ممدوح کو یہ خوشخبری دی کہ اسلام وہ زندہ مذہب ہے جو سائنٹیفک مائنڈ کو اپیل کرتا ہے اور براہین و دلائل پر قائم ہے آپ نے مذہب کے تصورات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سچے مذہب کی بنیاد خدا تعالےٰ کے فرمودہ کلام پر ہے اور چونکہ قرآن کریم جو مذہب اسلام کی بنیادی کتاب ہے، وہ سب کی سب خدا کا کلام ہے اس لئے وہ کسی رنگ میں بھی سائنس کے نظریات کے خلاف تعلیم نہیں دیتی۔ سائنس ان اصولوں کا نام ہے جو کائنات کے اندر کارفرما ہیں اور تمام کی تمام کائنات (اسلامی تعلیم کی روشنی میں) چونکہ خدا تعالےٰ کی فعلی کتاب ہے لہذا خدا کی قولی کتاب یعنی قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب میں کسی رنگ میں بھی تضاد نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات سائنٹیفک مائنڈ کو اپیل کرتی ہیں پھر اس ضمن میں اللہ تعالےٰ کی توحید کے تصور کو مولنا موصوف نے مختصراً بیان فرماتے ہوئے بتایا کہ یہ وہ تصور ہے جو سائنسدان کو اپیل کئے بغیر نہیں رہ سکتا بیاس لئے کہ جب ایک سائنس دان اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ ایک اٹل قانون کے اندر منضبط ہے تو پھر عقل سلیم لازماً اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ ان قوانین کے جاری کرنے والی کوئی ہستی ہے۔

اس قانون ساز اور قانون دہندہ ہستی کو قرآن کریم نے خدا کہہ کر پکارا ہے۔ اسی طرح گناہ کی فلاسفی اسلام کی روشنی میں صرف یہ ہے کہ گناہ خدا کی دی ہوئی صلاحیتوں اور انعامات کو بے موقعہ اور بے محل استعمال کرنے کا نام ہے۔

اسلام اس خیال کو رد کرتا ہے کہ گناہ ایک موروثی چیز ہے بلکہ اس پر زور دیتا ہے کہ ہر بچہ شکم مادر سے بیگناہ پیدا ہوتا ہے۔ قلت وقت کی وجہ سے مولنا بٹ صاحب نے اپنی تقریر کو اسی پر ختم کرتے ہوئے فرمایا۔ "ایک بار پھر میں ڈاکٹر موصوف کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اسلام کا پیش کردہ خدا آج بھی بولتا ہے۔ اور خدا کا کلام کرنا ایک تجربہ ہے، جو سائنٹیفک دور میں اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی نشانی ہے، اس کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ تیسرے دن لیڈی بیرنس ایون ڈیل تمام احباب کو لارڈ کرزن جو ان کے والد محترم تھے ان کے محل میں لے گئیں، جس میں ہندوستان کی بڑی تاریخی اشیا اور تحائف رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سلطان ٹیپو کا فرنیچر قابل ذکر ہے۔ یہ تمام کانفرنس بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ختم ہوئی۔ اس کے دو دن بعد لیڈی بیرونس ایون ڈیل نے بحیثیت چیئرمین ورلڈ کانگرس آف فیتھس.... ایک خط مولنا بٹ صاحب کے نام بھیجا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

ترجمہ:۔

"مجھے اس امر سے انتہائی مسرت ہے کہ آپ نے ہمارے اس ہفتہ کے اجتماع میں شرکت فرمائی۔ ہماری یہ چھوٹی سی کانفرنس فی الحقیقت ہمارے اندر خیرسگالی کی ایک عمدہ آزمائش تھی اور ہم آپ کے ان بصیرت افروز خیالات کے بے حد ممنون و مشکور ہیں جنہوں نے ہماری کانفرنس کی رونق کو دوبالا کر دیا۔

آپ کی مخلص

ایون ڈیل۔ چیئرمین

آپ کے خطوط

ختم نبوت کانفرنس

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رہنمائے دکن ۱۹ جولائی ۱۹۵۸ء کے مزاحیہ کالم "رہنما رہرو" سے ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ اگر مناسب سمجھیں پیغام صلح میں درج کردیں۔ اس قسم کی کانفرنسوں کو مسلمانان ہند جس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اقتباس ہذا سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اقتباس

"راولپنڈی: مسٹر مشتاق احمد پبلسٹی سکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ شہر میں ختم نبوت کانفرنس کی تیاریاں بڑے زور شور سے ہو رہی ہیں۔

نبوت کا خاتمہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ختم نبوت کو ثابت کرنے میں اب رکھا ہی کیا ہے۔ پاکستان کے بعض واقعات کے لحاظ سے ختم نبوت کی بجائے ختم انسانیت" "ختم دیانت و دانشمندی" "ختم تدبر و فراست" "ختم شرم و حیا" کانفرنس طلب کی جاتی تو بہتر تھا۔"

(رہنمائے دکن ۱۹ جولائی ۱۹۵۸ء صد ۳ کالم ۵)

محمد انعام الحق حیدرآباد دکن

تعصّب کی انتہا

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا یہ معلوم کر کے متعجب ہوں گے کہ جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی جو کہ جماعت ربوہ کے بہت بڑے مشہور علماء اور بزرگ ہستی ہیں اُن کے پاس کسی شخص نے کتاب "قول سدید" مصنفہ چوہدری شکر اللہ خاں صاحب برائے ملاحظہ پیش کی۔ مولوی صاحب موصوف نے بجائے اس کے کہ کتاب کو ملاحظہ فرماتے یہ دیکھ کر یہ کتاب "پیغامیوں" کی ہے اس کتاب کو نذر آتش کر دیا۔ تصرف الٰہی و قدرت خداوندی کہ ان کی اس حرکت کو ان کے کسی عزیز نے دیکھ لیا اور اس نے فوراً وہ جھلسی ہوئی کتاب نکال کر اپنے قبضہ میں کر لی اور مولوی صاحب کو ان کے اس رویہ پر شرمندہ بھی کیا۔ اور وہ کتاب جھلسی ہوئی اس نے میرے ایک واقف شخص احمدی جماعت ربوہ کو دے کر مندرجہ بالا حالات قسمیہ یعنی حلفاً بیان کئے، وہ شخص جو جماعت احمدیہ ربوہ میں معزز پوزیشن رکھتا ہے اس نے مجھ کو یہ کتاب "قول سدید" دیتے ہوئے مسجد میں چند معززین جماعت کے روبرو مندرجہ بالا واقعات حلفاً بیان کئے وہ جھلسی ہوئی کتاب میرے قبضہ میں ہے جو میں دکھلانے کے لئے تیار ہوں، اگر کسی کو شبہ ہو تو وہ شخص حلفاً مندرجہ واقعات کی تصدیق کرنے کو تیار ہے۔ ان حالات سے میرا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جماعت ربوہ کو جماعت احمدیہ لاہور کی عداوت نے اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ وہ ہماری کوئی کتاب یا رسالہ اخبار وغیرہ بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ جب بڑے بزرگوں اور علماء کا یہ حال ہو کہ وہ کتابوں یا رسالوں کو نذر آتش کر دیتے ہوں تو چھوٹے یا عام اشخاص جماعت ربوہ تو ہاتھ لگانا بھی نہیں چاہتے۔ اور جماعتوں کے لوگوں کو حکم ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور یا حقیقت پسند پارٹی کا کوئی ٹریکٹ ہو تو وہ امیر جماعت کو پہنچایا جاوے۔ یہ بات بھی اسی دوست نے بتائی ہے۔

محمد حسین امام مسجد میاں غلام رسول صاحب مرحوم
گھیانہ ضلع جھنگ

ضروری تصحیح:-

گذشتہ اشاعت میں صلا پر مولانا مرتضیٰ خاں حسن کی جو نظم بچوں کے لئے شائع ہوئی اس کے آخری شعر کا پہلا مصرع اس طرح لکھا گیا ہے۔

جان و دل سے خدمت دیں لانا بجا

اصل مصرع یوں ہے:- جان و دل سے خدمت دین متیں لانا بجا

قارئین کرام درست فرمالیں۔
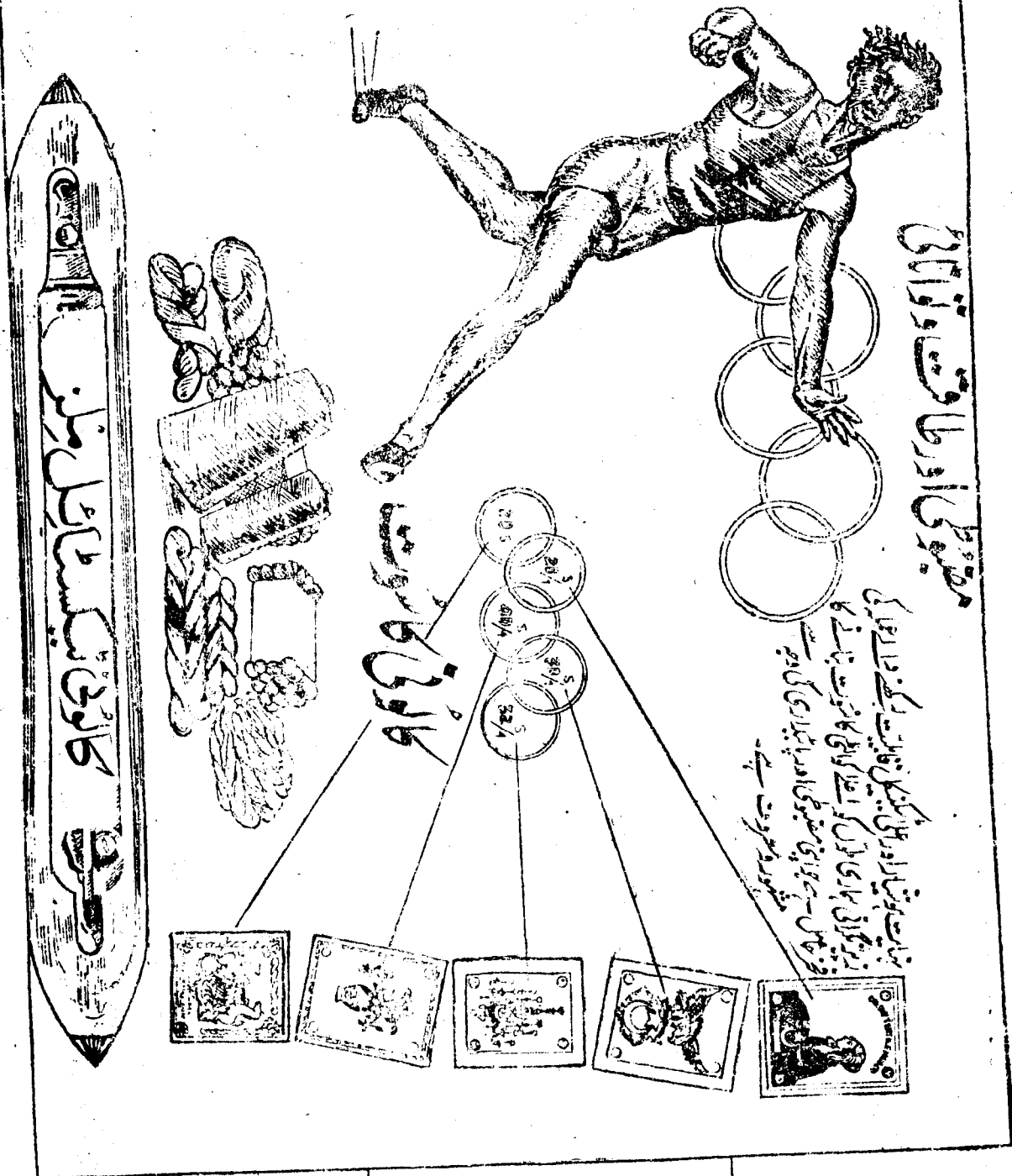
امتحان میں کامیابی — **بسلسلہ صفحہ ۴**

بنارس چھاونی سے محترمہ م داؤد صاحبہ لکھتی ہیں:-
"خدا کا شکر ہے کہ اب کی بار عزیزہ فریدہ نے ایف اے۔ پاس کر لیا، اس کے پاس ہونے کی خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم ارسال ہے خواہ کسی مد میں لگا دیں اس کے علاوہ ایک روپیہ "عید فنڈ" اور ایک روپیہ "مسجد فنڈ" کل چار روپیہ ارسال ہیں"

پیغام صلح ۲۰ اگست ۱۹۵۸ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ ، شمارہ ۳۲

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر — دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۳

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

سوشل اجتماعات میں اسلام کے متعلق گفت و شنید — پادریوں اور طلباء سکول کو اسلامی معلومات — امام صاحب ووکنگ کا دورۂ جرمنی

جولائی ۱۹۵۸ء کی تبلیغی رپورٹ

منگل یکم جولائی - مغربی جرمنی کے Dr [illegible] ایک سیکنڈری سکول کے آخری امتحان کے تیس امیدواروں کے ساتھ مسجد دیکھنے کے لئے آئے انہیں مسز موسلہ نے اسلامی تعلیمات کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔

بدھ ۲ جولائی سوشل اجتماع کا انعقاد اور اسلام پر مباحثہ ہوا۔

جمعہ ۴ جولائی - نماز جمعہ ادا کی گئی - خطبہ جمعہ میں بتایا گیا کہ دعا اور بالخصوص سورۃ فاتحہ اسلامی نماز کا لازمی حصہ ہے۔

اتوار ۶ جولائی - مسز موسلہ نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔ مشرقی جرمنی سے بعض مسلمان مسجد دیکھنے آئے۔ مشرقی جرمنی کے وہ لوگ جو مسجد سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں، مسجد کے رہائشی مکان میں کچھ دنوں کے لئے بطور مہمان قیام پذیر رہیں۔

بدھ ۹ جولائی

(مغربی جرمنی) سے ایک پادری صاحب کنفرمیشن کے ۳۰ امیدواروں کے ساتھ مسجد دیکھنے آئے اور مسز موسلہ نے انہیں مختصراً اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔

جمعہ ۱۱ جولائی - نماز جمعہ ادا کی گئی، خطبہ جمعہ میں بتایا گیا کہ ثقافتی ترقی کے ساتھ مذہب کی ضرورت لازمی ہے اسلام کے ذریعہ ثقافت اور دین کی ایک نئی بنیاد رکھی گئی، جو وحدت نسل انسانی کے تخیل کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اتوار ۱۳ جولائی - بچوں کو سکولوں سے چھٹیاں مل چکی ہیں اور اس مہینہ میں انہیں کوئی سبق نہیں دیا جا سکتا۔

بدھ ۱۶ جولائی - سوشل اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں اسلام پر غور و بحث ہوتی رہی، حاضری تیس اشخاص پر مشتمل تھی۔ اور نہایت مزیدار اور پر لطف بحث ہوئی۔

جمعرات ۱۷ جولائی - مسجد ووکنگ (انگلستان) کے امام علامہ ربانی خان صاحب جرمن مشن کے معائنہ کے لئے آئے تھے۔

جمعہ ۱۸ جولائی - امام صاحب ووکنگ نے جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، ان کے خطبہ کا موضوع سورہ العصر پر مبنی تھا، اور اس سورت کے الفاظ کو انہوں نے ہماری روزمرہ کی زندگی پر منطبق کیا، تمام سامعین اس خطبہ سے بہت متاثر ہوئے۔ امام صاحب موصوف نے انگریزی میں خطبہ دیا جس کا ترجمہ جرمن زبان میں سنایا گیا، نماز کے بعد کمیونٹی ہاؤس میں چائے اور مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی گئی اور ایک دوستانہ گفتگو میں امام صاحب ووکنگ نے جماعت کے ممبروں سے مشن کے کاموں کی توسیع کی تجاویز دریافت کیں۔

ہفتہ ۱۹ جولائی - امام صاحب ووکنگ کو مغربی جرمنی کے بہت بڑے حصہ کی سیر کرائی گئی اور شہر کے نئے تعمیر شدہ حصص اور یونیورسٹی کا تفریحی دورہ کیا گیا، شام کو امام صاحب ممدوح واپس لندن تشریف لے گئے۔

اتوار ۲۰ جولائی - نیورمبرگ (مغربی جرمنی) سے ایک سوڈانی جوڑہ شادی شدہ میاں بیوی آئے وہ اپنے وطن جانے سے پہلے اس ماہ کے آخر تک مسجد کے ملحقہ مکان میں مہمان رہیں گے۔

جمعہ ۲۵ جولائی - خطبہ جمعہ میں بتایا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اصولوں کی جن کی تعلیم انہوں نے دوسروں کو دی اپنے عمل سے تصدیق کی۔ منگل ۲۹ جولائی مغربی جرمنی کے ایک سیکنڈری سکول کی دو جماعتوں کے طلباء اپنے اساتذہ کے ساتھ مسجد دیکھنے آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں......

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

ایک انگریز خاتون آغوشِ اسلام میں

۱۰ اگست بروز اتوار ووکنگ مسجد میں حسبِ معمول دوست احباب جمع ہوئے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد نماز کا وقت تھا چنانچہ مسجد میں سب اکٹھے ہو گئے۔ آمدہ دوستوں میں ایک جہان مسٹر ایچ سوٹیر اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ نائب امام مسجد ووکنگ مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے نماز پڑھائی۔ بعد از نماز آپ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسٹر ایچ سوٹیر کی اہلیہ محترمہ اسلام قبول کرنے کے لئے تشریف لائی ہیں، مگر اس سے قبل کہ وہ قبول اسلام کا اعلان کریں میں سب حاضرین کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کیا ہے۔ اس کے بعد مولانا ممدوح نے انگریزی میں ایک مختصر اور جامع تقریر کی۔ آپ نے اسلام کے ہمہ گیر تصورات کی تشریح کی اور بتایا کہ اسلام تمام مذاہب کی صداقتوں کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکچر نہایت مؤثر تھا اور حاضرین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ لیکچر کے بعد آپ نے مسٹر ایچ سوٹیر کی اہلیہ محترمہ سے استدعا کی کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھنے کے لئے قریب آجائیں۔ چنانچہ تمام دوستوں کی موجودگی میں انہیں کلمۂ شہادت پڑھایا گیا۔ اس کے بعد سب نے امام صاحب کے کہنے پر نو مسلمہ کے لئے دعا مانگی۔ اس کے بعد تمام احباب چائے کے لئے ساتھ والی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ یہ تقریب اجتماع چہرست کے شام تک جاری رہی۔

آج ہی مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے رات کو دس بجے بذریعہ طیارہ B.O.A.C پاکستان کے لئے روانہ ہونا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار کی علالت کی وجہ سے آپ کو ایک روز قبل تار آیا تھا لہذا آپ کا جانا اشد ضروری تھا۔ اس موقع پر امام مسجد ووکنگ جناب خان بہادر غلام ربانی خان صاحب بھی موجود نہ تھے۔ آپ چند روز قبل ایک مذہبی کانفرنس کے مختلف جلسوں میں شرکت کے لئے امریکہ میں مدعو کئے گئے تھے۔ لہذا آپ امریکہ دورہ پر گئے ہوئے تھے۔ شام کے سات بجے تمام احباب مولانا بٹ صاحب کو رخصت کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن تک گئے۔ اس طرح بہت دوست اور خواتین سٹیشن پہ جمع ہو گئے اور نہایت محبت اور شفقت کے جذبات کے زیرِ اثر سب نے آپ کو الوداع کہا۔ جناب محمد اقبال صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر اسلامک ریویو جناب جمال صاحب اور راقم الحروف آپ کے ساتھ ہوائی اڈہ تک گئے اور آپ کو وہاں الوداع کہا۔ ہم سب دست بدعا ہیں کہ رب العالمین مولانا موصوف کے والد بزرگوار کو صحت کاملہ اور عمر طویل مرحمت فرمائے اور جناب بٹ صاحب کو بعافیت واپس لائے تاکہ ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ از سرِ نو پُر ہو کر مشن کے لئے موجبِ برکت ہو۔ آمین یا رب العالمین۔ والسلام۔

(سید محمود حسین)

ستیارتھ پرکاش کا جواب کنڑی زبان میں

اخراجات طبع کے لئے امداد کی ضرورت

بخدمت شریف عالی جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کتاب ستیارتھ پرکاش کا جواب کنڑی زبان میں زیر طبع ہے اس کا نام اسلامی پرکاش تجویز کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۳۰۰ یا ۳۵۰ صفحہ پر مکمل ہوگی جس میں قرآن کریم سے دلائل کے علاوہ ویدوں سے بھی سوامی دیانند سرسوتی کے تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس کنڑی علاقہ کو اسلامی نور سے انشاء اللہ منور کر دے گی۔ اس کتاب کے اخراجات طبع کا اندازہ بارہ سو روپیہ ہے۔ اب تک ہمارے پاس بڑی مشکل سے -/۳۰۰ روپیہ

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

نہ جانے کیا ہوا؟

—(مرتضیٰ خان حسن)—

کیا ہوا دیں کی بہاروں کو نہ جانے کیا ہوا
لہلہاتے سبزہ زاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

کیا ہوئے وہ ولولے اور وہ امنگیں کیا ہوئیں
دین کے خدمتگذاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

جام وحدت کا کوئی اب پینے والا ہی نہیں
میکشوں کو مے گساروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

ڈھونڈے سے بھی اب کہیں جلسِ قالتی نہیں
دوستوں کو دوستداروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

گرمیٔ مہر و محبت اب کسی دل میں نہیں
آہ! الفت کے شراروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

حلت و حرمت کی قیدوں سے ہوئے آزاد وہ
ہائے ان پرہیزگاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

جیفۂ دنیا پہ مائل ہر کس و ناکس ہے آج
اتقا کے دعویداروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

غفلتوں پر اٹھی ہے نالہ کناں مرغِ سحر
نیم شب کے اشکباروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

وہ محبت کی نگاہیں وہ خلوص اور وہ وفا
ان اخوت کے نظاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

بزمِ ہستی میں ہا و ہو نہ شورِ الغیاث
دل جلوں کو دل فگاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

گلشنِ عالم میں اب زاغ و زغن کا شور ہے
عندلیبوں کو ہزاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

اس قدر مدہوش ہیں وہ ہوش میں آتے نہیں
ہائے تیرے ہوشیاروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

رات بھر روتا رہا ہوں درد سے میں غم نصیب
آشناؤں غمگساروں کو نہ جانے کیا ہوا؟

ایک پادری سے گفتگو

آجکل پادریوں کی بڑی یورش پاکستان میں ہو رہی ہے آسٹریلیا سے پادری آ رہے ہیں، امریکہ اور انگلستان سے پادری آ رہے ہیں۔ کوہ مری پر انہوں نے [illegible] جگہ ڈیرے لگا رکھے ہیں، گذشتہ سال ایک بوڑھے پادری سے میری ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نیکی کسی کام نہیں آ سکتی، جب تک حضرت مسیح کے خون پر ایمان نہ لایا جائے، وہ کہتے ہیں [illegible] خون پر ایمان لانے کے بعد ہماری بدی بدی نہیں سمجھی جائے گی۔

آگ گناہ سے پیدا ہوتی ہے

ولن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ

اگر چند دن دوزخ میں رہنا بھی پڑے تو کیا حرج ہے نجات ہماری ہی ہوگی۔ کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا یہودی کہتے ہیں یہودی ہو جاؤ ہدایت پا لوگے اور نصاریٰ کہتے ہیں عیسائی ہو جاؤ تو کامیاب ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلیٰ ضرور گناہ سے آگ تو لگتی ہے، عیسائی ہو یا یہودی ہو، چوری کرے یا جھوٹ بولے یا کوئی اور گناہ کرے تو ندامت کی آگ پیدا ہوتی ہے عزت جاتی رہتی ہے، شہرت جاتی رہتی ہے بلیٰ من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون جو شخص گناہ کرتا ہے اور گناہوں میں لتھڑا ہوا ہے اس نے خود اپنے لئے آگ پیدا کر لی، یہ لوگ تو آگ کے مالک ہیں، انہوں نے آگ پیدا کر لی ہے۔ آگ ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ یہ کیسا فلسفہ قرآن نے بیان کیا ہے۔

صرف نیکی ہی موجب راحت ہو سکتی ہے

قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ۔ کہتے ہیں جنت میں یہود جائیں گے یا نصاریٰ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ ان سے کہو کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ بلیٰ ہاں ضرور وہ شخص جنت میں جائے گا من اسلم وجھہ للہ وھو محسن جو اپنی تمام توجہ، تمام مال و دولت تمام اوقات کو خدا کی راہ میں لگا دے اور اس کی طبیعت میں مخلوق خدا پر احسان کرنا ہے فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اس کا اجر اللہ کے پاس ہے اسے کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا۔ ان دو آیتوں میں وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ بدی سے ضرور دکھ پیدا ہوتا ہے۔ اور نیکی سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایسا فلسفہ ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا [illegible]

اپنے سوائے دوسروں کی صداقت کا انکار

لیکن یہ عجیب لوگ ہیں اپنے سوائے دوسروں کو خواہ وہ کتنے بھی نیک ہوں جنت کا مستحق ہی نہیں سمجھتے واذا قیل لھم امنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ اُن کو کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں اسے صاحب ہمارا تو اپنی کتاب پر پکا ایمان ہے اس کے سوائے دوسری کسی کتاب پر ایمان نہیں لاتے انکار کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وھو الحق مصدقا لما معھم حالانکہ جس چیز پر ایمان لانے کے لئے کہا جاتا ہے وہ حق ہے اور ان کی کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ اپنے سوائے دوسری کتاب پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں بلکہ اپنی قوم میں پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم یہاں تؤمنوا کا صلہ لام ہے ب ہونا چاہیئے فی الحقیقت لام صلہ لانے سے مطلب یہ ہے کہ اپنے دین کے سوائے کوئی بھی بات نہ مانو یہ کیسی خطرناک تعلیم ہے۔

دشمنوں کی باتیں مسلمان گدی نشینوں میں

ہر گدی نشین یہی تعلیم دیتا ہے کہ دیکھو دوسرے کی بات نہ ماننا، اُن کے پاس نہ بیٹھنا، ان کے دسترخوان پر نہ کھانا، اُن کے دائرہ کے باہر جس قدر لوگ ہیں، خواہ وہ کیسی ہی خوبصورت بات کریں اس کو سننا ان کو گوارا نہیں ہوتا، جو بات اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم کے دشمنوں کی طرف منسوب کی ہے اسی کا ازالہ آج گدی نشین کرتا ہے اور ہر وہ شخص جس کے اعتقادات قرآن کریم کے خلاف ہیں ضرور ہے کہ وہ یہی تلقین کرے کہ ہمارے گروہ سے جو لوگ تعلق نہیں رکھتے اُن کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے اور ان کا لٹریچر پڑھنا ممنوع ہے۔

تمام انبیاء کی ایک ہی صلح و آشتی کی تعلیم

قرآن کریم نے ان باتوں کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ مذہب تو آشتی پیدا کرنے کے لئے آیا تھا، مذہب کا مقصد لڑانا نہیں بلکہ صلح و آشتی کے ساتھ دوسروں کو پیغام حق پہنچانا ہے، اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تمام قوموں کی طرف انبیاء آئے اور سب نے خدائے واحد کی عبادت اور مخلوق خدا کی خدمت کی تعلیم دی، قرآن نے ثابت کیا ہے کہ سب انبیاء کی تعلیم ایک ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ... اپنی زبان میں بھی فرمایا الانبیاء اخوۃ العلات امھاتھم شتی ودینھم واحد۔ انبیاء سب بھائی ہیں کیونکہ ان کی تعلیم ایک ہے اگرچہ ان کی مائیں الگ الگ ہیں، اور قرآن کریم کا ارشاد ہے یا ایھا الرسل ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ اے رسولو! یہ تمہاری قوم ایک ہی قوم ہے تمام قومیں ایک ہی انسانیت کے اجزاء ہیں انہیں الگ الگ نہ سمجھو، قرآن کریم نے نسل انسانی پر بڑا احسان کیا کہ ایسے مشکل مسئلہ پر بہت پہلو سے روشنی ڈالی لیکن باوجود اس کے مذہب والوں نے ایک قوم کو دوسری قوم سے لڑا دیا اور ایسی آگ لگائی کہ یہ مذہب و عقیدہ کے پیرو دوسروں کو مارنے اور قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔

مذہبی تعصب

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا اس زمانہ کے پڑھتے لکھے عیسائیوں کے ہاتھوں ہزارہا یہودیوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ یہ آج کی بیسویں صدی کا نظارہ ہے، روس اور جرمنی میں یہودیوں کو قتل و غارت اور جلا وطن کیا گیا اور برطانیہ اور امریکہ نے ان کو خوش کرنے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے فلسطین میں ان کا وطن بنا دیا۔

نسلی اور لونی تعصب

اور ایک اور نظارہ نسلی تعصب کا پیش کیا گیا، ایک وقت تھا کہ ہمارے وطن میں گاڑی کے اندر انگریز کے ساتھ کوئی دیسی نہیں بیٹھ سکتا تھا، گاڑی کے ڈبوں پر لکھا ہوتا تھا کہ وہ صرف یورپینوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اور ہمارے یہاں گورنمنٹ کالج میں پروفیسر رچی رام جیسے قابل سائنسدان کو کبھی کالج میں اپنے شعبہ کا انچارج ہونا نصیب نہ ہوا، وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کیمبرج سے ایک لونڈا آ جاتا ہے جس کو ہمارے سر پر بٹھا دیا جاتا ہے حالانکہ ہم اسے بھی پڑھا سکتے ہیں، تو نسل اور رنگ کا تعصب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، کالا آدمی سفید لوگوں کے نزدیک راندہ درگاہ الٰہی ہے، اس کو سفید لوگوں کے ہوٹلوں اور گرجوں میں جگہ نہیں ملتی، امریکہ میں کیا ہو رہا ہے۔ حبشی جو عیسائی ہو چکے ہیں اور بڑی اعلےٰ درجہ کی تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں ان کو اجازت نہیں کہ سفید لوگوں کے گرجوں میں جا کر عبادت کریں، ان کے بچوں کو سفید لوگوں کے مدارس میں داخل نہیں کیا جاتا۔ انگریز کا راج یہاں ختم ہو گیا، جنوبی افریقہ میں ابھی باقی ہے، وہاں دیسی لوگوں کو ہر طرح دُکھ دیا جاتا، اور خطرناک نسلی اور لونی تعصب کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

الخلق عیال اللہ

ان تمام تعصبات کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے یہ خطرناک بیماریاں ہیں ان کی وجہ سے نسل انسانی کے ایک حصہ کو تباہ کیا جا رہا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اس بات پر زور دیا کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں فرمایا الخلق عیال اللہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، جو شخص اس کے عیال سے محبت کرتا ہے وہ سب سے بڑھ کر خدا کا پیارا ہے۔

ہندوؤں کا مذہبی تعصب

عیسائیوں اور یہودیوں کا حال تو بتایا جا چکا ہے، ہندو بھی نہیں کہہ سکتا کہ ہماری تعلیم عالمگیر ہے، وہ یقین نہیں کرتا کہ وید کے بعد کسی اور قوم پر بھی خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہو، وہ اپنے سوائے دوسروں کو ملیچھ سمجھتا ہے، ان ایام میں جب ہندو یہاں ہوتے تھے، مسلمانوں کے ساتھ نفرت اور چھوت چھات برے زوروں پر تھی، خلیفہ شجاع الدین جو بہت بڑے فاضل اور پنجاب اسمبلی کے سپیکر تھے، جب کالج میں پڑھتے تھے ایک دن نیلا گنبد میں کسی ہندو کی دوکان پر سوڈا واٹر پیتے چلے گئے، پہلے تو اس نے کہا میاں جی وہ گلاس پڑا ہے اس کو اٹھا لو، جب اس کو اٹھایا تو اس نے بوتل کھول کر دور سے اونچا کر کے گلاس میں ڈالنی شروع کی، خلیفہ صاحب کو غصہ آیا تو اٹھا کر گلاس اس کے منہ پر دے مارا اور کہا

(باقی صفحہ پر)

جواب خط

بنام

ملک محمد جعفر خان صاحب ایڈووکیٹ مصنّف "احمدیہ تحریک"

از طرف شکر اللہ خان صاحب منصور (بی اے ایل ایل بی)

(قسط دوم)

ملک صاحب معلوم ہوتا ہے کہ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء سے متاثر ہو کر یک بیک برگشتگی نے آپ کی دیرینہ بدگمانی اور بدظنی کو بہت گہرا رنگ دے دیا ہے آپ قولاً اور ستاتے ہیں اور فعلاً کچھ اور بتلاتے ہیں۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ احمدیہ جماعت دو حصوں میں منقسم ہے۔ اور ان دونوں میں حضرت مرزا صاحب کے مدعی نبوت ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ اور واقعہ ایسا ہے کہ کوئی جماعت دوسری کو جھٹلا نہیں سکتی، پھر آپ خود نبی کی جو تعریف بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-

ایک ایسا شخص جو اپنی وحی کو لوگوں کے سامنے بطور ذریعۂ ہدایت پیش کرے۔ خواہ وہ اپنا کوئی نام بھی رکھے یا کوئی نام بھی نہ رکھے۔

لیکن حضرت مرزا صاحب ہرگز اس قسم کے مدعی نہیں تھے آپ نے اپنی وحی کو لوگوں کے سامنے کبھی بطور ذریعہ ہدایت پیش نہیں کیا۔ ہاں اس کو اسلام کی تصدیق اور اپنی صداقت کی تائید میں ضرور پیش کیا ہے۔ ذریعۂ ہدایت حتمی طور پر آپ نے ہمیشہ قرآن و حدیث کو ہی قرار دیا ہے اندریں حالات حضرت مرزا صاحب کا ذکر بطور مدعی نبوت کرنا آپ کا سراسر ظلم۔ ناانصافی اور زیادتی ہے۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدس پیغمبری کے دعویدار نہیں تھے اس لئے آپ نے کوئی نیا پیغام نہیں دیا۔ آپ محض ایک "خادم دین اسلام" تھے۔ اور یہی آپ کا دعویٰ تھا۔ خدمت اسلام کا پیغام بے شک آپ نے دیا ہے جس کا انکار آپ خود بھی نہیں کر سکتے بحیثیت خادم اسلام آپ کا پیغام یہ تھا کہ :-

(ا) - خدا کا وجود برحق ہے جو خالق و مالک ہے۔ اس کو دیکھنا اور اس سے تعلق پیدا کر لینا ممکن ہے جس کا ایک ہی طریقہ اور راستہ ہے اور وہ دین اسلام اور اتباع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔

(ب) - خدا ایک زندہ ہستی ہے۔ وہ انسانوں سے اب بھی کلام کر کے اپنے وجود کا ثبوت دیتا ہے۔ لیکن انسان پر بھی فرض ہے کہ اس کے لئے جدوجہد کرے اور وہ جدوجہد ایک ہی ہے کہ اسلام پر چلے قرآن پر عمل کرے اور محمد رسول اللہ صلعم کی محبت میں اپنا آپ فنا کرے۔

مکرمی ملک صاحب۔ یہ ہے احمدیت کا پیغام جو اس کے بانی علیہ السلام کی سب کتابوں کا خلاصہ اور ان کی اصل روح اور جان ہے۔ آپ نے اس پیغام کی صداقت کے ثبوت میں امت محمدیہ کے بہت سے گذشتہ بزرگوں کے وجودوں کو بطور گواہ پیش کیا۔ اور زمانہ حال میں اپنے وجود کو۔ مگر بحیثیت خادم اسلام۔ لیکن ملک صاحب آپ کو یہ پیغام پسند نہیں۔ آپ کے نزدیک اس قسم کا پیغام زمانۂ جاہلیت۔ انسانی کمسنی اور ترقی معکوس کا پیغام ہے۔ آپ تو خواہشمند ہیں کسی نئے اور اچھوتے پیغام کے۔ ایسے پیغام کے جو بقول آپ کے علامہ اقبال نے دیا۔ یعنی :-

قرآن کریم جو ایک وحی ہے اس سے رہنمائی کا زمانہ گذر چکا۔ اب انسانوں کو اپنی رہنمائی کے لئے صرف اپنی عقل پر انحصار کرنا چاہیئے۔

کیونکہ بقول آپ کے قرآن کا زمانہ انسانی نابالغی کا آخری زمانہ تھا مگر اب جبکہ انسان بالغ اور جوان ہو چکا۔ قرآنی وحی کی حاجت سے آزاد ہو گیا۔

پس آپ کے نزدیک یہ علامہ اقبال کا پیغام ہے جو بہت قابل قدر ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ پیغام علامہ اقبال کا ہو یا کسی غیر علامہ کا ایک ایسا پیغام ہے جو سراسر لغویت اور بیہودگی ہے۔

(۴) آپ نے چوتھی بات اس سلسلہ میں یہ لکھی ہے کہ احمدیت عقل کی مخالف ہے۔ اور احمدی کہتے ہیں کہ دینی معاملات میں عقل سے کام لینا غلط ہے۔ میں حیران ہوں کہ کس احمدی نے آپ کو یہ کہہ دیا۔ اگر اپنے بزرگوں اور رشتہ داروں سے آپ نے ایسا سنا تو یقیناً وہ لوگ احمدیت کی تعلیم سے ناواقف اور حضرت مرزا صاحب کے لٹریچر سے بے بہرہ ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم جو احمدی بنے تو اسی لئے کہ بانی احمدیت نے دینی معاملات میں بھی عقل سے کام لینے کا پیغام دیا۔ جناب ملک صاحب آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ نے بغرض تحقیق لٹریچر احمدیت حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کا بغور مطالعہ کیا ہے اس لئے میں اس جگہ یہ کہنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں کہ احمدیوں کے متعلق عقل سے کام لینے کی مخالفت کا الزام لگا کر آپ نے ایک ایسی غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ جس کی مثال ممکن نہیں۔

اعتراضات یا دلائل

ملک صاحب۔ آپ نے اس خط (پیش لفظ) کے بعد اپنی کتاب کے باقی حصہ میں مختلف عنوانات کے ذیل میں اپنے ان اعتراضات یا دلائل کو بیان کیا ہے جن کی رُو سے آپ کے نزدیک احمدیت غلط ثابت ہوتی ہے آپ کے تمام کے تمام اعتراضات یا دلائل بالفاظ مختصر درج ذیل ہیں :-

(۱) - نزولِ مسیح - ظہورِ مہدی - خروجِ دجّال کی پیشگوئی پر مشتمل جملہ احادیث غلط بناوٹی اور جھوٹی ہیں۔ کیونکہ

ا - قرآن کریم میں ان اخبار کا کوئی ذکر نہیں۔

ب - اس روشنی اور عقل کے زمانہ میں اس قسم کی مجہولات اور خلاف عقل پیشگوئیوں کا کوئی امکان نہیں۔

لہذا مرزا صاحب نے دیگر مسلمانوں کی طرح ان کو صحیح قرار دینے میں غلطی کی ہے۔

(۲) - حضرت مرزا صاحب نے قرآنی آیات سے ان احادیث کی تائید میں جو استنباط اور استدلال کیا وہ غلط اور بے بنیاد ہے۔

(۳) - حضرت مرزا صاحب نے قرآن - حدیث اور اپنے الہامات کے معنوں اور مفہوم کے متعلق بعید از قیاس تاویلات اور ناقابل فہم استدلال سے کام لیا ہے۔

(۴) - احمدیوں پر لازم ہے کہ یا تو ان احادیث کو ظاہری معنوں کے مطابق مانیں یا ملک جعفر خاں وغیرہ منکرینِ احادیث کی مانند ان کو غلط قرار دیں۔ ان ہر دو صورتوں میں مرزا صاحب کے دعوےٰ کی تردید ہو جائے گی۔

(تاویل اور خواب کی دنیا - زیر عنوان "مقام حدیث اور نزول مسیح")

(۵) - جملہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ قرآن کریم کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ایک خاص علمی مقام یا اس کے حقائق اور معارف جاننے کے لئے کسی اور روحانی مقام کی ضرورت ہے۔ یہی عقیدہ بانی احمدیت کا تھا۔ جو غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ قرآن شریف بہت صاف اور آسان ہے ہر شخص اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ آیت لا یمسّہ الا المطھرون سے نیک اور پاک ہونے کی تخصیص کا مفہوم اخذ کرنا باطل ہے۔

(۶) - جبکہ قرآن خدا کی آخری کتاب ہے ...... اس کے ذریعہ دین کی تکمیل ہو گئی۔ تمام زمانوں سب ملکوں اور ہر قسم کے حالات کے لئے ہدایت اس میں موجود ہے تو پھر کسی مجدد یا مامور من اللہ کی اب کوئی ضرورت نہیں۔

(۷)۔ حضرت بانی احمدیت اگر اپنے دعاوی میں سچے ہوتے تو قرآن کریم کی مکمل تفسیر لکھتے۔

(زیر عنوان فہم قرآن)

(۸)۔ سورۃ فاتحہ۔ تبت۔ الناس۔ الفلق کی بعض آیات سے مرزا صاحب نے نزول یا آمد مسیح کی پیشگوئی کی تائید کا استنباط غلط کیا ہے۔

(۹)۔ آیت انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً اور آیت استخلاف سے مثیل مسیح کی آمد کا جو استخراج استنباط مرزا صاحب نے کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

(۱۰)۔ سورۃ قیامت کی آیت جمع الشمس والقمر سے حدیث کسوف و خسوف کی تائید میں مرزا صاحب نے جو استنباط کیا ہے غلط ہے۔

(۱۱)۔ سورۃ المومنون کی بعض آیات اور آیت اناعلی ذھاب بہ لقادرون سے مرزا صاحب کا بیان کردہ مفہوم درست نہیں ہے۔

(۱۲)۔ قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر میں اس زمانہ کے متعلق پیشگوئیاں استنباط کرنے میں مرزا صاحب نے من مانے معنوں سے کام لیا ہے۔

(زیر عنوان فہم قرآن۔ شہادت القرآن)

(۱۳)۔ تعدد ازدواج کے متعلق علماء و فقہاء اسلام کا عقیدہ غلط تھا۔ مرزا صاحب بھی اسی کے قائل رہے، یہ آپ کی غلطی ہے۔

(۱۴)۔ مرزا صاحب نے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی کیوں کی اور پھر پہلی کو طلاق دینے پر آمادگی کیوں ظاہر کی۔

(۱۵)۔ پہلے دو نکاحوں کے باوجود تیسرے نکاح کا خیال نامناسب اور ناز یبا تھا۔ نیز محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پھر اس کو پورا کرنے کے لئے کوشش نامناسب تھی،

(زیر عنوان مرزا صاحب اور تعدد ازدواج)

(۱۶) مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں نبوت کے معنوں کے متعلق لغوی اور اسلامی اصطلاحی معنوں کی جو تفریق کی ہے وہ غلط اور بے بنیاد مفروضات پر مبنی ہے،

(زیر عنوان نبوت)

(۱۷)۔ محدثیت کے متعلق احادیث میں بیان شدہ روایات غلط ہیں۔ آئمہ سلف اور علمائے اسلام کی طرح مرزا صاحب کا ان کو درست تسلیم کرنا غلط ہے۔

(۱۸)۔ سورۃ الحج کی ایک آیت کی قرأت ثانی کا جس میں لفظ ولا محدث آتا ہے جن احادیث میں ذکر ہے وہ غلط ہیں۔

(۱۹)۔ اس ثانی کو اگر درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو مرزا صاحب کے دعوے کی کوئی تائید نہیں ہوتی کیونکہ گو آپ نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدث ہونے کا دعوے ہے مگر آپ نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ محدثیت کے بھی وہی معنے ہیں جو نبی اور رسول کے ہوتے ہیں۔"

(زیر عنوان نبی بمعنی محدث)

(۲۰)۔ مرزا صاحب تشریعی نبوت کے مدعی تھے۔

(۲۱)۔ مرزا صاحب نے شریعت نافذ العمل کرانے کی کوئی مہم شروع نہیں کی۔

(زیر عنوان "غیر تشریعی نبوت")

(۲۲)۔ "امتی بھی اور نبی بھی" یا "امتی نبی" کی اصطلاح غلط ہے مرزا صاحب نے پہلے اس کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا۔ بلکہ مذبذب رہے۔ مگر بعد میں صاف طور پر لکھا کہ اب آپ امتی بھی ہیں اور نبی بھی"۔

(۲۳)۔ اس اصطلاح کے متعلق مرزا محمود احمد صاحب کا مفہوم لے کر اور اس کے متعلق مولانا محمد علی صاحب کی تنقید کو حضرت مرزا صاحب کے مفہوم پر عاید کر کے تمسخرانہ حیرت کا اظہار۔

(۲۴)۔ وحی ولایت اور وحی نبوت میں تفریق باطل ہے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ان پر بذریعہ جبرئیل وحی نازل ہوئی، آپ نے لوگوں کے لئے اپنی وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ اور کہ آپ کو بقول آپ کے حکم تھا کہ اپنی سب وحی لوگوں کو پہنچائیں۔

(۲۵)۔ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو قرآن و حدیث پر نہیں پرکھا بلکہ اپنی وحی کو مقدم رکھ کر قرآن و حدیث کو اس پر پیش کیا۔

(۲۶)۔ امت محمدی۔ اس کی جدا حیثیت اور برتری کا مسلمانوں کا تصور غلط ہے۔ مرزا صاحب بھی اسی غلط مفہوم کے قائل رہے۔

(زیر عنوان "امتی نبی")

(۲۷)۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے بھی کیا اور اس سے انکار بھی۔ دونوں احمدی فریق اپنا اپنا موقف کسی عدالت کے سامنے ثابت نہیں کر سکتے۔ آپ نے عمداً دو قسم کی تحریریں لکھیں۔

(۲۸)۔ جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں مگر مرزا صاحب کی تحریریں بحیثیت مجموعی اس کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔

(۲۹)۔ تبدیلی عقیدہ اور دعوے کے متعلق ربوائی بیٹے قادیانی جماعت کے موقف پر اعتراضات۔

(۳۰)۔ اگر آپ کی حیثیت مجددی ہے تو مجدد کو ماننا کیوں ضروری ہے، اور کیوں ایک الگ فرقہ کھڑا کیا جائے۔

(۳۱)۔ براہین احمدیہ کی تصنیف سے لے کر اخیر تک مرزا صاحب اپنے دعوے میں بتدریج اور غیر محسوس طور پر ترمیم اور تبدیلی کرتے رہے۔

(زیر عنوان "ایک غلطی کا ازالہ")

(۳۲)۔ ختم نبوت کے متعلق احمدیوں اور غیر احمدی مسلمانوں کا تصور ایک سا ہے جو غلط ہے۔

(۳۳)۔ وحی اور اس کی ضرورت کے متعلق مرزا صاحب اور دوسرے مسلمان متفق العقیدہ ہیں مگر دونوں کا خیال باطل ہے۔

(۳۴)۔ ختم نبوت کے بعد "مبشرات" کو جاری ماننے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ نبی نہیں آ سکتا مگر نبی آ سکتا ہے"۔

(زیر عنوان "ختم نبوت")

ملک صاحب۔ آپ خود غور فرمالیں۔ کیا آپ کی ساری کتاب کا مختصراً مگر صحیح صحیح اور مکمل خلاصہ یہی نہیں ہے؟ آپ کے تمام دلائل مندرجہ ذیل تین اقسام میں منقسم ہو سکتے ہیں:۔

اول:۔ ایسے دلائل جو جمہور اہل اسلام اور ان کے آئمہ اور اکابرین کے چودہ سو سالہ عقائد کے غلط اور بے بنیاد ہونے پر مشتمل ہیں۔

دوم:۔ ایسے دلائل جو حضرت مرزا صاحب کی طرف سے بیان کردہ قرآن کریم کی بعض آیات اور الفاظ کے ایسے معنوں اور تشریحوں پر مشتمل ہیں جو آپ کے نزدیک درست نہیں ہیں۔

سوم:۔ ایسے دلائل جن کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے کلام متعلقہ دعوے میں تدریجاً ترمیم یا تضاد معلوم ہوتا ہے یعنی دعوے نبوت سے انکار بھی ہے اور اقرار بھی۔

عجب ہے کہ آپ نے احمدیت کے خلاف لکھنے والے سابقہ علماء اور غیر علماء کی تو مذمت کی مگر جب خود لکھنے پر آئے ہیں تو ان کے بھی قلم توڑ دیئے ہیں۔ یہ عجیب دلیل ہے حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر اور تشریح میں چونکہ بعض ایسے حقائق اور معارف لکھے جو آپ کے نزدیک غلط ہیں لہذا احمدیت باطل ہے۔ پھر اس سے عجیب تر دلیل آپ کی یہ ہے کہ چونکہ آپ کے دعوے اور اس کی تشریح اور توجیہ کے متعلقہ حضرت اقدس کے کلام میں آپ کو تضاد نظر آتا ہے اور آپ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آپ کو دعوے نبوت ہے یا نہیں لہذا احمدیت غلط ہے۔ ملک صاحب محترم! یہ جھگڑے اور بحثیں تو مدتوں سے جاری ہیں، آپ تو بہت دیر کے بعد ہوشیار ہوئے ہیں، کسی کلام کو مصنف کے مفہوم میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اختلاف نظر نہیں آتا مگر جب ہر شخص اپنی اپنی نیت اور ارادہ کے مطابق معنے نکالنے لگے تو خدا کے کلام کے معنے کرنے میں بھی بڑا بڑا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ کا کہنا ہے کہ قرآن کریم نہایت سہل۔ آسان، اور صاف ہے ہر شخص اس کے معنی بآسانی سمجھ سکتا ہے، اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ سرسید احمد مرحوم..... مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا اشرف علی تھانوی مسلمانوں میں بہت قابل شخصیتیں گذری ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر احیائے علوم اسلامی کا بہت بڑا اور قابل قدر کام سرانجام دیا۔ پھر موجودہ زمانہ کے "ترقی پسند عناصر" میں سے ایک مفکر غلام احمد پرویز کے مفسر قرآن ہونے کی بھی آپ نے بہت تعریف کی ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں:۔

کیا یہ سب حضرات قرآنی آیات کی تفسیر اور معنے کرنے میں متفق ہیں؟

آپ کو خوب علم ہے کہ ان سب نے ایک دوسرے سے مختلف معنے اور تفسیریں کیں۔ جو سب کی سب آپ کے اپنے نزدیک غلط ہیں۔ کیا ان واقعات کو دیکھ کر آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ قرآن کریم باطل ہے نعوذ باللہ۔ کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ آپ ایسا انسان ان غیر معقول باتوں کی بناء پر احمدیت کو غلط سمجھ بیٹھے۔ اور احمدی نوجوانوں کو احمدیت چھوڑ دینے کی دعوت دینے لگے۔ اور پھر میں کہتا ہوں کہ کوئی اور تو بے شک حضرت مرزا صاحب پر دعوے نبوت کرنے کا اعتراض کرے اور الزام لگائے مگر آپ کو تو کسی صورت میں یہ حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک کسی دعوے کا کوئی نام رکھنا یا کوئی بھی نہ رکھنا بالکل غیر اہم اور غیر نتیجہ خیز ہے آپ ہر اس شخص کو نبوت کا مدعی کہیں گے جو اپنی وحی کو لوگوں کے سامنے بطور ذریعہ ہدایت پیش کرتا ہو۔ اور جو ایسا نہ کرتا ہو وہ آپ کے نزدیک نبوت کا ہرگز مدعی نہیں۔ اس معیار سے آپ حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت نہیں کہہ سکتے۔

البتہ قسم اول کے آپ کے بیان کردہ دلائل قدرے اہم ہیں۔ مگر ان دلائل کا مقصد نوجوانوں کو احمدیت ترک کرانا نہیں ہو سکتا۔ ہاں اسلام سے متنفر اور برگشتہ کرنا ضرور ہے۔ اور یہی آپ کا اصل مقصد دکھائی دیتا ہے۔ احمدیت کا نام تو محض بہانہ ہے۔ جس طرح آپ کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ احمدیت غلط ہے اسی طرح میرا یہ یقین ہے کہ جو شخص احمدیت سے برگشتہ ہوتا ہے در اصل اسلام سے ہی اس کا ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کا اپنا وجود ایک زندہ اور درخشاں نمونہ مصنف "احمدیہ تحریک" کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جس کا کھلا ثبوت آپ کے وہ عقائد باطلہ ہیں جن کے ساتھ صحیح یا غلط علامہ اقبال کے نام سے آپ نے جگہ جگہ اپنی کتاب کو مزین کیا ہے۔ ان کا ذکر میں ذرا آگے چل کر کروں گا۔ یہاں مجھے اس افسوس اور حسرت کا اظہار کرنا ہے جس کا باعث آپ کی یہ کتاب بن کر رہ گئی ہے۔ ایک طرف آپ نے احمدیت کے خلاف لکھنے والے دوسرے غیر احمدی مسلمانوں کی تحریروں کی مذمت کی ہے مگر دوسری طرف ان کے بھی پیرو بن کر دکھلایا ہے۔ احمدیت چھڑانے کے لئے جو مسائل آپ نے منتخب کئے ہیں وہ احمدیت کی بنیاد اور اساس نہیں ہیں۔ نیز یہ مسائل تو ایک عرصہ سے موضوع بحث چلے آ رہے ہیں۔ لیکن آپ کے علم میں .... شاید بعد از برگشتگی اچانک اب آئے ہیں۔ یہ مسائل اور ان پر آپ کی جرح قدح۔ اعتراضات اور دلائل قبل ازیں نوجوانوں بھی لکھ چکا ہوں۔ ان کے متعلق اپنی معروضات آئندہ چل کر پیش کروں گا فی الحال مجھے آپ کو یہ بتلانا ہے کہ احمدیت ان امور کا نام نہیں اور نہ اس کی بنیادیں ان پر استوار ہیں۔

احمدیت کیا ہے؟

ملک صاحب۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ نے احمدیت کو نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ جب تک آپ احمدی (برائے نام یا بزعم خویش) تو اس سے ناواقف رہے۔ مگر جب احمدیت کی تحقیق اور مطالعہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ اس سے برگشتہ ہو چلے گئے۔ میں آپ سے باادب درخواست کروں گا کہ آپ پھر سے غور کریں۔ آپ کو در اصل بہت بڑا دھوکا ہوا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں آپ یقین کریں کہ کوئی احمدی نوجوان محض ان امور کی وجہ سے احمدی نہیں ہے احمدی جس چیز کو احمدیت سمجھتے ہیں وہ یہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-

(۱)۔ خدا کی ہستی ایک ناقابل انکار زندہ حقیقت ہے۔ جو مدبر بالارادہ اور قادر مطلق ہے۔

(۲)۔ انسانی عقل از ابتدا تا انتہا محدود اور ناقص ہے جیسا کہ تاریخ انسانی سے ثابت ہے۔ انسان اپنے مقصد تخلیق اور اس کی طرف راہ ہدایت پر محض اپنی عقل سے رہنمائی نہیں پا سکتا تھا۔ اس لئے خدا تعالے ان میں سے کسی اہل شخص کو خود منتخب کرتا اور اپنے علم سے کھڑا کرتا رہا اور اس پر بنی نوع انسان کے لئے راہ ہدایت اپنے کلام کے ذریعہ نازل کرتا رہا ایسے انسان خدا کے نبی۔ رسول اور پیغمبر کہلاتے ہیں۔

(۳) حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین نبی اور کامل ترین انسان ہیں۔ اب کوئی انسان مقصد تخلیق کو حاصل نہیں کر ...... سکتا جب تک کہ آنحضرت کی متابعت پیروی اور غلامی کا جوا اپنی گردن میں نہ ڈال لے۔ اور ان کے نمونہ پر نہ چلے۔

(۴) خدا کی طرف سے انسانوں کے لئے راہ ہدایت ...... حضرت نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی شکل میں تکمیل کو پہنچ گئی تمام سچائیاں جو پہلے تھیں یا آئندہ ہو سکتی ہیں اس کتاب میں موجود ہیں تا قیامت انسانوں کے لئے یہی کتاب ذریعہ ہدایت ہے۔ اس کتاب میں جو کچھ ہے وہی اصل ہدایت ہے اس کے سوا جو ہے وہ گمراہی ہے۔ اب کسی نئے ہدایت دینے والے یا کسی نئی ہدایت کے آنے کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ صاحب قرآن خاتم النبیین ہیں۔

(۵)۔ خدا تعالے نے اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے اور اپنی طرف متوجہ ہونے والے انسانوں کے ازدیاد ایمان کی خاطر بذریعہ الہام و کشوف ایسے نیک انسانوں سے ہمکلام ہوتا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ اس کا ثبوت ہمارے پاس امت محمدیہ میں ہونے والے ان کثیر التعداد انسانوں کے وجود ہیں جن کے ساتھ خدا نے کلام کیا۔

(۶)۔ یہ مرتبہ ہمکلامی الہٰی کا صرف ایسے انسانوں کو حاصل ہو سکتا ہے جو خدا کی زندہ ہستی پر ایمان رکھتے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور محبت میں اپنی ہستی اور خواہشات کو فنا کرتے اور قرآن کریم کو سچے دل سے اپنا لائحہ عمل بناتے ہیں۔

(۷)۔ اس زمانہ میں ہمکلامی الہٰی کا یہ مرتبہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا۔ اور آپ کو منجانب اللہ امام الوقت کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ آپ کے وجود سے ہمارے ایمان کو مندرجہ ذیل امور کے متعلق از سر نو تازگی اور استحکام حاصل ہوا:-

ا۔ خدا تعالے کی ہستی ایک زندہ حقیقت ہے جو مدبر بالارادہ اور قادر مطلق ہے۔

ب۔ اس وقت خدا کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اس کے ماسوا سب باطل ہے۔

ج۔ بنی نوع انسان کی موجودہ اور آئندہ زندگی کی فلاح اور بہبود صرف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اسلام کو اپنا دین بنائیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو اپنا رہبر مانیں۔ اور قرآن کریم کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔

(۸)۔ بنی نوع انسان بالآخر مجبور ہوں گے کہ وہ اسلام اختیار کریں اور ان کو طوعاً یا کرہاً اسی کی طرف آنا ہوگا یعنے اسلام کل ادیان غیر پر اور جملہ فلاسفہ پر غالب آئے گا۔

(۹)۔ مسلمانوں پر منجانب اللہ فرض ہے کہ وہ اسلام اور قرآن کریم کو دنیا کے لوگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ اس کو اختیار کر کے مصائب اور مشکلات سے نجات پائیں۔

(۱۰)۔ یہ فرض اس وقت حضرت امام الوقت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے جھنڈے تلے جمع ہوئے بغیر اور آپ کے ساتھ وابستگی اختیار کئے بغیر ادا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔

(۱۱)۔ حدیث مجدد یعنے ہر صدی میں مجدد کے منجانب اللہ مبعوث کئے جانے کی خبر درست ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صادق پیشگوئی ہے۔ جس کی صداقت پر ہمکلام الہٰی ہونے والے بزرگان سلف اپنے دعووں سے مہر تصدیق لگا گئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اس حدیث کے مطابق چودھویں صدی ہجری کا میں مجدد مبعوث کئے گئے۔ مرور زمانہ سے پیدا ہو جانے والی مسلمانوں کی بعض غلطیوں کی

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جزائر فجی میں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذشتہ سنیچر بتاریخ یکم اگست کو خاکسار مولانا عبدالحق صاحب کی ملاقات کے لئے مارو ضلع نندی روانہ ہوا۔ مولانا صاحب اور دیگر احباب مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اکثر نوجوان فٹ بال کی ٹورنامنٹ دیکھنے کے لئے صووا آ گئے ہوئے تھے۔ اور جو باقی رہ گئے تھے۔ وہ مولانا صاحب کی موجودگی کی وجہ سے میچ دیکھنے صووا نہیں جا سکے۔

مولانا عبدالحق صاحب با۔ لتوکا کے کامیاب جلسوں کے بعد مارو کے احباب کی دعوت پر دوبارہ مارو پہنچے۔ جہاں آپ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے مہمان تھے۔ آپ کی رہائش کا انتظام اخویم محمد جبار خان کے مکان پر کیا گیا۔ جہاں مولانا صاحب کے آرام کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ اخویم محمد جبار خان فجی کی مایۂ ناز ہستی جناب رحمت اللہ خان مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، جو اُن کی یادگار ہیں۔ محمد جبار خاں کے بڑے بھائی محمد طاہر خان مرحوم، محمد اسحاق مرحوم، محمد محبوب خاں مرحوم محمد ابراہیم خاں مرحوم، محمد طیب خاں مرحوم یکے بعد دیگرے اپنے مولا سے جا ملے۔ یہ سب اسلام کے پروانے تھے۔ اور ان کے وجود سے اسلامی مجلسوں کی رونق قائم رہتی تھی۔

اتوار کی صبح کو ہم مولانا صاحب کو سمندر کے اس کنارے لے گئے جہاں کی Beach کافی دلکش ہے۔ چونکہ اس دن رحمت اللہ خان میموریل سکول پر جلسہ ہونا تھا اس لئے وہاں سے بارہ بجے واپس لوٹنا پڑا ۲½ بجے سے ۴ بجے تک سکول پر خاکسار کی زیر صدارت جلسہ ہوا اور مولانا صاحب نے مذہب کے نقطۂ العین پر تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب نے سب سے مقدم خدا کی تابعداری اور عبادت کو رکھا ہے۔ اس کے بعد عملی زندگی ہے۔ آپ نے مختلف جانوروں کی خصوصیات مختلفہ کو بتاتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر ایک جانور میں کوئی خاص خوبی ہے تو دوسرے میں دوسری خوبی۔ ایک جانور کو دوسرے جانور پر ترجیح دیتے ہوئے اس کو اس مقام پر نہیں رکھا جا سکتا کہ وہ انسان کا معبود بن جائے۔ بلکہ یہ سب جانور انسان کی خدمت کے لئے ہیں۔ آپ نے ویدوں کے منتر پڑھے۔ جو اسلام کی تائید کرتے تھے۔

اسی روز شام کو جناب محمد محبوب خاں مرحوم کے مکان پر زیر اہتمام ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن مارو، مولانا صاحب کے اعزاز میں الوداعی ڈنر پارٹی تھی۔ کھانا پکانے کا انتظام محمد محبوب خاں مرحوم کے صاحبزادے محمد ایوب خاں صاحب کے ذمہ تھا۔ کھانے کے بعد مولوی محمد ناظر صاحب کی زیر صدارت جلسہ ہوا۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ مولانا صاحب کی یہاں اب آخری تقریر ہوگی۔ اور کل آپ صووا تشریف لے جائیں گے۔ آپ نے مولانا صاحب کی ہمت پر شکریہ ادا کیا۔ کہ آپ ہماری خاطر اس پیرانہ سالی میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے ہیں، آپ نے کہا کہ مولانا صاحب کی مواعظ حسنہ اور لطائف و ظرائف کا اثر اور چرچا اس ضلع میں برسوں تک رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کی طرف سے مولانا صاحب کی خدمت میں بطور یادگار کا نوٹیلین پن کا سیٹ اور اخراجات سفر کے لئے ایک چیک پیش کیا گیا۔

مولانا صاحب نے اپنے آخری وعظ میں انسانیت تبلیغ اسلام کے اہم فریضہ کی طرف نوجوانوں کی توجہ مبذول کیا۔ اور فرمایا کہ ہر ایک مسلمان کو کسی نہ کسی رنگ میں تبلیغی کاموں میں حصہ لینا چاہیئے۔ آپ نے اس موقعہ پر اپنے حالاتِ زندگی پر تبصرہ فرمایا۔ کہ کس طرح انہوں نے تبلیغ اسلام کی خاطر سنسکرت اور عبرانی زبانیں بڑی مشکل سے سیکھیں۔ اور پھر ان زبانوں کے ذریعہ کس طرح آپ نے ہندو دھرم اور یہودی مذہب کا مطالعہ کیا آپ نے فرمایا کہ شاید یہ خیال کیا جاتا ہو کہ میں سیر و تفریح کے لئے گھوم رہا ہوں۔ یہ خیال اگر کسی کے دل میں ہے تو وہ غلط ہے۔ اگر مجھ سے لنڈن شہر کی کیفیت اور اس کا نقشہ پوچھا جائے۔ تو میں کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ البتہ اگر برٹش میوزیم جہاں میں ۲۵ میل کا فاصلہ طے کر کے روزانہ کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لئے جایا کرتا تھا کے متعلق دریافت کیا جاوے۔ تو بتا سکوں گا۔ آپ کی اس تقریر کا حاضرین پر بہت اثر پڑا اور ہر چھوٹا بڑا یہ محسوس کر رہا تھا۔ کہ یہ بزرگ جس کی زبان مبارک سے حکمت و معرفت کی باتیں نکل رہی ہیں وہ کل ہم سے جدا ہو جائے گا۔ حضرت مولانا صاحب کی تقریر کے بعد خاکسار نے مختصر الفاظ میں حضرت مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ جو نقاریر میں نے اس موقعہ پر مولانا صاحب کی زبان مبارک سے سنی ہیں۔ وہ بیشتر ازیں میرے علم میں نہیں تھیں۔ آپ کے وجود سے میرے علم میں خاصہ اضافہ ہوا ہے۔ کاش کہ میرے پاس ایسے اسباب ہوتے کہ میں کم از کم ایک سال تک حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتا۔

سوموار کو ۱۲ بجے کے قریب جناب عبدالرحمٰن سابو خاں صووا سے موٹر لیکر جناب مولانا صاحب کو لینے کے لئے آ گئے۔ اور ہم تینوں مارو کے احباب کو بصد حسرت و افسوس چھوڑ کر صووا ۷ بجے کے قریب پہنچ گئے۔

صووا کے احباب نے فٹ بال ٹورنامنٹ کے موقعہ پر ایک دکان کھانے کی رکھی ہوئی تھی۔ جو تین روز تک چلی۔ اس کے لئے چار دیگیں پلاؤ کی پکائی گئی تھیں۔ جو سب ختم ہو گئیں۔ مسلم ایسوسی ایشن کے سکرٹری سے معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ کل آمد ۹۱ پونڈ ہوئی۔ اور تمام اخراجات وضع کرنے کے بعد ۳۴ پونڈ کی بچت ہو گئی۔ صووا کے احباب نے اس میں خاص دلچسپی لی۔ اور خوب محنت سے کام لیا۔ اس کمیٹی کے صدر مسٹر محمد حنیف اکبر تھے۔

مسٹر محمد حنیف اکبر کی درخواست پر مولانا صاحب کو اُن کے مکان پر ٹھیرایا گیا ہے۔ اور زمانہ قیام صووا مولانا صاحب انہی کے ذاتی مہمان رہیں گے۔ منگل وار کی رات کو جناب عبدالرحمٰن سابو خان کے مکان پر درس قرآن مجید تھا۔ مولانا صاحب نے قرآن مجید کی آخری سورۃ پر اپنی مخصوص طرز پر درس قرآن مجید دیا۔

سان فرانسسکو سے اطلاع ملی ہے۔ کہ وہاں کے احباب آپ کی انتظار میں ہیں۔ اور آپ کے لیکچر کا انتظام اسلامک سنٹر سان فرانسسکو میں ہوگا۔ آپ کی رہائش کا انتظام عزیزی خالد عبداللہ کے مکان پر ہوگا۔ حضرت مولانا صاحب نے امریکہ میں تبلیغی مشن کو جاری کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبداللہ

جواب خط (بسلسلہ صفحہ ۔۔)

اصلاح کرنے اور ادیان و طرائق غیر اسلام پر اسلام کی حقانیت کا سکہ بٹھا دینے کی وجہ سے اس مجدد کا نام احادیث میں مہدی رکھا گیا۔ اور عیسائیت کے گمراہانہ خیالات کی بطالت ثابت کر کے اس کا سدِّ باب کر دینے کی وجہ سے اس مجدد کا نام احادیث میں عیسیٰ بن مریم یا مسیح رکھا گیا ہے

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نامِ من بنہادہ اند

ملک صاحب اس کا نام ہے احمدیت اور یہ ہے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی تعلیم اور پیغام۔ اگر آپ ہم سے احمدیت چھڑانا چاہتے ہیں تو ان امور پر براہ راست قلم اُٹھایئے میں مانتا ہوں کہ آپ کا اصل مقصد انہی امور کی تغلیط اور تردید ہے۔ جیسا کہ اُن وسوسوں اور شوشوں سے ظاہر ہے جو آپ نے اپنی کتاب میں جگہ بجگہ اپنے عقیدوں کے رنگ میں چھوڑے ہیں۔

باقی آئندہ
انشاء اللہ تعالےٰ

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (مینیجر)

الجزائر میں مدعیانِ تہذیب کی درندگی!

چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

الجزائر کے مسلمان سے فرانسیسی سپاہی کس طرح پیش آتے ہیں اور قید ہونے والے کن کن اذیتوں اور مظالم کا نشانہ بنتے ہیں اس کی ایک جھلک ذیل کے اقتباسات سے مل سکے گی جو فرانسیسی اخباروں اور رسالوں میں اخباری نمائندوں کی رپورٹوں اور خبروں سے لئے گئے ہیں۔

گینٹس میں چار فوجی ہماری حفاظت پر مامور ہوئے تھے انہوں نے اُجڑے ہوئے دیہات کے ایک جھونپڑے میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ یہ لوگ ان عربوں سے استفسارات کرتے تھے جو پہاڑ سے گرفتار ہو کر آتے تھے۔ ہمارے وہاں پہنچنے کے کچھ دیر بعد ایک فوجی اپنی کمپنی کے بجلی مستری کے پاس پہنچا اور اس سے تار کے دو ٹکڑے مانگے۔ مستری سمجھا کہ شاید کوئی مرمت وغیرہ ہو گی۔ بولا کہ میں چل کر مرمت کر دیتا ہوں۔ لیکن اس فوجی نے اسے روک دیا اور تار لے کر اکیلا لوٹ آیا۔ فوجی کے انکار نے اس مستری کو خاصا حیران کر دیا تھا اور اس لئے وہ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی غرض سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ اس تعاقب کے سلسلہ میں جو منظر اس نے دیکھا اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک عرب کو موٹی موٹی زنجیروں کے ذریعہ میز سے باندھ رکھا ہے۔ ان زنجیروں کے نیچے گیلا کپڑا رکھا تھا۔ اس سپاہی نے وہ تار ان زنجیروں سے منسلک کر دیئے۔ اور ان میں بجلی دوڑا دی۔ وہ سپاہی بجلی کی رَو کو بڑی احتیاط سے آہستہ آہستہ دوڑا رہا تھا۔ کبھی یہ رَو مدھم ہو جاتی، کبھی ایک تیز لہر دوڑنے لگتی۔ وہ بجلی کی رَو کی روانی کو تبدیل کرتا رہتا تھا اس لئے کہ وہ ایک بات کو جانتا تھا کہ بجلی کی رَو کو ہلکا اور تیز کرنے سے درد زیادہ شدید ہوتا ہے۔ وہ اس کام میں ماہر تھا۔ یہ بجلی اس غریب کے جسم میں دوڑتی رہی اور زنجیروں میں جکڑا ہوا عرب [illegible] چیختا رہا۔ اس کا جسم [illegible] تکلیف سے [illegible] کے تمام [illegible] جاتے تھے۔ تشنج کی [illegible] ہو جاتی اور اس لمحہ وہ سپاہی بجلی کی رَو کو ہلکا کر دیتا [illegible] اب تو [illegible]

گذشتہ اتوار کا دن بڑا دہشت انگیز دن تھا [illegible] دن کی سب سے [illegible] تفریح یہ تھی کہ ایک باغی کو صبح آٹھ بجے سے [illegible] رات کے [illegible] بجے تک [illegible] دی گئی تھیں [illegible] آٹھ بجے اس کو [illegible] لوک پر لٹکنے کی ایک ناکام کوشش کی گئی اس طرح وہ مر گیا۔ اس کی لاش ایک گڑھے میں پھینک دی گئی۔

میرے ساتھی اس دن فارغ تھے انہوں نے ایک کیپٹن افسر سے مدد لی، یہ افسر انڈوچائنا سے تجربے حاصل کر کے آیا تھا، ان لوگوں نے مل کر بڑی نئی سزائیں اختراع کی تھیں۔ انہوں نے ان سزاؤں کے سلسلہ میں ہر وہ چیز استعمال کر ڈالی جو ان کو میسر آ سکتی تھی۔ پہلے تو میگنیٹو کا عام طریق آزمایا گیا۔ اس کے بعد اس کے زخموں پر نمک کے ڈلے رکھے گئے۔ پھر ان زخموں میں کالی مرچیں، سیمنٹ اور پیٹرول بھرا گیا۔ اس کے بعد اس کے سر کو ایک بالٹی میں ٹھونس دیا گیا اور اس کے جسم پر لاتوں اور مُکوں کی بارش کی گئی۔

پھیریا میں ایک مشتبہ عرب کو جولائی کی چلچلاتی دوپہر میں جلتی ہوئی ریت پر لٹا دیا گیا۔ وہ الف ننگا تھا۔ اس کے جسم پر شہد مل دیا گیا تھا۔ نیلی نیلی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے اس کے جسم میں مرچیں لگ رہی تھیں۔ اس سزا سے اس غریب کو جو تکلیف ہو رہی تھی وہ اس کی آنکھوں سے ظاہر تھی مگر وہ خاموش رہا۔

فرانسیسی افسر اس سزا کی طوالت سے تنگ آ گیا اور بولا کہ تم ایک گھنٹہ کے اندر منہ سے نہ پھوٹے تو ان مکھیوں کے بجائے شہد کی مکھیاں تمہارے جسم پر اکٹھی کر دوں گا۔

---

۱۵ اور ۲۰ ستمبر کے درمیان الجزائر کا ایک باشندہ پکڑا گیا وہ مشتبہ تھا۔ اس لئے اسے گرفتار کر کے جیپ میں بٹھا دیا گیا۔ جیپ میں سوار کرتے وقت ایک فوجی آگے بڑھا۔ اس نے اپنا شکاری چاقو نکالا اور اس زندہ غریب کے جسم سے گوشت کے لوتھڑے کاٹ لئے۔

وادی سوعام سے تین مشتبہ آدمی گرفتار ہوئے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ تین قدآدم گڑھے کھودیں، اس کے بعد ان تینوں کو ان گڑھوں میں زندہ گاڑ دیا گیا۔ گرمی کی چلچلاتی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت میں وہ یہاں گڑے رہے صرف ان کی گردنیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ ان کے لبوں سے کوئی ایک فٹ کے فاصلے پر ٹھنڈے پانی کے کٹورے رکھے تھے گرمی اور دھوپ سے ان کے لبوں پر پپڑیاں جم گئیں مگر یہ پانی ان کو نہیں دیا گیا۔ اور کہا گیا پانی ان کو اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک کہ وہ کچھ اُگلنے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ دو دن تک وہ اسی ریت میں گڑے رہے۔ ان میں سے دو عربوں نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا اس لئے ان کو مار ڈالا گیا۔ تیسرے نے بتانے کا اقرار کیا۔ اس نے کچھ باتیں بتائیں لیکن اسکو بھی گولی مار دی گئی۔

میں فرانس کے چند طالب علموں سے ملا۔ وہ اس سلسلے میں اتنے ہی پرجوش تھے جتنے دوسرے فوجی، ان میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ پالیسٹر کے آس پاس کسی علاقہ میں ایک افسر نے ان باغیوں کو ٹھکانے لگانے کا ایک نرالا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ اس نے تمام قیدیوں کی کمر میں رسّے باندھ دیئے اور ان کو ہیلی کوپٹر کے نیچے لٹکا دیا۔ لیکن ان میں سے کسی باغی نے بھی مطلوبہ اطلاع فراہم نہ کی۔ اس لئے ان لوگوں کی رسیاں کاٹ دیں تاکہ یہ لوگ اس بلندی پر سے زمین پر گر کر چکنا چور ہو جائیں۔ اور یہاں کے مقامی باشندوں کو اس منظر سے عبرت حاصل ہو سکے۔

رات کو ایک آدمی سے پوچھ گچھ کی گئی۔ میں اس وقت موجود نہ تھا، لیکن دوسرے دن اس قیدی کو میں نے جس حلیے میں دیکھا اس کا تصور کر کے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس کے تمام دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ اس کے رخسار پھٹ گئے تھے اس کی ناک سوجی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد نیلے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ اور اب ان سے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ بعض حصوں سے اس کے رونگٹے اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ کئی جگہ سے ان بالوں کے ساتھ ساتھ اس کی کھال بھی کھنچ گئی تھی۔ اس کی کلائیاں ٹوٹ گئی تھیں، اس کے دونوں کان بھی اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ اس کے پیٹ کو فوجی لیمپ سے جلا دیا گیا تھا۔ اس کے تلوے بھی جلائے گئے تھے۔

اس تکلیف دہ حالت میں وہ رات بھر سسکتا رہا۔ دوسرے دن علی الصبح اسے حجرۂ مرگ میں ایک پلنگ سے باندھ دیا گیا تھا تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکے۔ دوپہر کے وقت اسے ایک ٹرک میں ڈال کر باہر لے گئے تاکہ اس کا قصہ ہی ختم کر دیا جائے۔

ایک دیہات میں جہاں اب تک شہری آباد ہیں ایک مسلمان کی دو بیٹیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ ان کا باپ وہاں موجود نہ تھا۔ ان کا باپ کئی دن سے غائب تھا۔ اور اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ الجزائر کے مجاہدِ آزادی سے ملا جلا تھا۔ اور اس لئے اس کی بیٹیاں گرفتار کر لی گئیں۔

ان لڑکیوں کی عمر ۱۶ اور ۱۸ سال کی تھی۔ ان دونوں کو ایک پالیسی فوجی کمپنی کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ ان کی رات کے لئے عیش و نشاط کا ایک حسین مشغلہ تھا۔ صبح کو وہ دونوں لڑکیاں ختم کر دی گئیں۔

(ایشیا۔ لاہور)

اخبار احمدیہ

ایک ہندو گھرانہ اسلام میں

سیکرٹری صاحب جماعت قاضی احمد (سندھ) اطلاع دیتے ہیں :-

"ایک ہندو گھرانہ جس کے بڑے بہت چھ ممبر ہیں، ہماری جماعت کے صدر خان محمد زمان خان صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہے، خان صاحب موصوف اس خاندان کو ضروری مسائل سکھا دیں گے، سربراہ خاندان کا نام دانا تھا، اسلامی نام غلام محمد رکھا گیا، مسٹر غلام محمد دوتی کے کارخانہ میں بطور فٹر ملازم ہے، دعا ہے اللہ تعالے انہیں استقامت عطا فرمائے۔

ہم یہاں تبلیغ کا کام پورے جوش سے کر رہے ہیں اپنی صحیح پوزیشن، اپنا مذہب اور عقیدہ اور پروگرام عوام پر واضح کر رہے ہیں اگرچہ بعض مسلمان بھائی مخالفت کرتے ہیں جس سے کبھی کبھی حالت سنگین ہو جاتی ہے لیکن سنگین ہونے ہوتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین صادق حضرت مرزا صاحب کے فرمان کے مطابق کہ

ندا آمد فتح نمایاں بنام ما باشد

کی آواز بھی آجاتی ہے۔ فالحمد للہ

سانحۂ ارتحال

راولپنڈی سے یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک پرانے ممبر ملک احمد بخش صاحب ۱۱ اگست ۱۹۵۸ء کو وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ملک صاحب مرحوم نہایت مخلص احمدی اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے، دعا ہے اللہ تعالے انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

امتحانات میں کامیابی

یہ امر موجب مسرت ہے کہ :-

(۱) محترم ملک خدا بخش صاحب کی صاحبزادی حمیدہ ملک ایم اے (اردو) کے امتحان میں کامیاب ہوئی ہیں۔

(۲) ضیاء الرحمٰن خلف الرشید چوہدری خلیل الرحمان صاحب مسلم ہائی سکول ملد سے امتحان میٹرک پاس ۴۰۰ نمبر لے کر فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہیں۔

(۳) فرحت بنت میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم و مغفور بھی امتحان میٹرک میں کامیاب ہوئی ہیں، انہوں نے اس خوشی میں مبلغ دس روپیہ انجمن کو بطور عطیہ دیئے ہیں جزاہ اللہ

ہم ان سب کی خدمت میں تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

درخواست دعا

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کے والد ماجد میو ہسپتال

میں زیر علاج ہیں، گذشتہ ہفتہ ان کا پیشاب کا کامیاب اپریشن ہوا، حالت پہلے سے بہتر ہے، لیکن احباب کی دعاؤں کی بدستور ضرورت ہے، امید ہے احباب کرام اجتماعی اور انفرادی طور پر ان کی صحت کاملہ کے لئے دلی درد سے دعا فرماویں گے۔

احباب بغداد کی خیر و عافیت

محترم سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد (عراق) اپنے خط مورخہ ۱۲ اگست میں اطلاع دیتے ہیں :-

"اللہ تعالے کے فضل و کرم اور بزرگوں اور دوستوں کی دعاؤں کی برکت سے یہاں پر تمام احباب بخیر و عافیت ہیں، انقلاب اور تبدیل حکومت کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے ڈاک کا سلسلہ رک گیا تھا اب پھر جاری ہو گیا ہے یہ سطور بغرض اطلاع تحریر ہیں، تمام بزرگ تہجد کی نمازوں میں ہم لوگوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالے اپنے دین کی بیش از بیش خدمت ہم سے لے۔ آمین

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ اور دوستوں کو السلام علیکم۔"

پیغام صلح :- سید صاحب کی طرف سے اس خیریت نامہ کے موصول ہونے پر سب احباب کو خوشی ہوئی فالحمد للہ دعا ہے اللہ تعالے سب دوستوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

فیا طالب العرفان خذ ذیل شرعہ

ودع کل متبوع بهذا المقتدی

ترجمہ :-

پس اے معرفت کے طالب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا دامن پکڑ لے اور اس پیشوا کے بعد کل پیشواؤں کو چھوڑ دے - (مسیح موعود)

شان محمد مصطفٰی صلعم

از تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی امام زمان مسیح موعود علیہ السلام

غیر از جماعت دوستوں میں مفت تقسیم کے لئے پتہ ذیل سے حاصل کریں۔

پتہ :- سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ۔ لاہور

خطبہ جمعہ — بسلسلہ صفحہ ۴

تو ہمیں اپنے سے بھی زیادہ غلیظ اور چوہڑا سمجھتا ہے حالانکہ خود اتنا غلیظ ہے کہ دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔

یہود اور ہنود کا مذہب عالمگیر نہیں

فی الحقیقت یہ مذہب عالمگیر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور جس کا ماننے والا اس چٹائی پر کھانا نہیں کھا سکتا جس پر کوئی مسلمان بیٹھا یا کھڑا ہو، میں نے یہودیوں سے بھی باتیں کی ہیں کہ حضرت اقدس کا ہے تم کس طرح دوسروں کو راندہ درگاہ الٰہی سمجھتے ہو، انہوں نے جواب دیا آپ کیا کہتے ہیں توریت میں تو لکھا ہے یہوواہ بنی اسرائیل کا خدا ہے۔ اور بنی اسرائیل خدا کی چہیتی قوم ہے۔ بنی اسرائیل کے سوا دوسرا کوئی شخص جنت میں نہ جائیگا۔

اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر

تو ہندو یا عیسائی یا یہودی دوسرے لوگوں کے ساتھ میل ملاپ نہیں کر سکتے قرآن کریم نے سب کو ایک کرنے کی تعلیم دی، یہ تعلیم ایسی ہے کہ دنیا کا معقول طبقہ اسے قبول کرے گا۔ آج علم کا زمانہ ہے، روشنی کا زمانہ ہے منطق اور فلسفہ کا زمانہ ہے اس زمانہ میں قرآن کی تعلیم ہی چل سکتی ہے، ہندو اور یہودی یا عیسائی کا دین نہیں چل سکتا لیظہرہ علی الدین کی پیشگوئی اس زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمام ہندو اور یہودی اور عیسائی مسلمان ہو جائیں گے، بلکہ اسلام کے اصول ان کو ماننے پڑیں گے ان کی معقولیت کے وہ قائل ہو جائیں گے کیونکہ اسلام دوسرے تمام مذاہب کی تعلیمات سے بدرجہا معقول ہے،

مسلمانوں کی فرقہ بندی اور کفر سازی

خطبہ ثانی

میں نے ہندوؤں عیسائیوں اور یہودیوں کے تعصبات کا ذکر کیا، لیکن ہم مسلمان بھی آج مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ایک فرقہ دوسرے کو تباہ کرنے کے درپے ہے، حالانکہ سب ایک ہی اسلامی اصولوں کے معتقد ہیں، ان کا خدا ایک ہے، رسول ایک ہے، کتاب ایک ہے، قبلہ ایک ہے، مگر اس کے باوجود ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا ہے وھم یتلون الکتاب سب لوگ قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے آگاہ ہیں کہ یہ تعلیمات نسل انسانی میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ تو خود مسلمان کے لئے کس طرح واجب ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہیں اور ایک دوسرے کو مٹانے کی تدابیر سوچیں، یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ اتحاد کی تعلیم لانے والے مسلمان خود بٹ گئے، اور دوسروں کے لئے گندہ نمونہ پیش کر رہے ہیں، ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے دل کو پاک کرے۔ تعصب بڑی بری بیماری ہے اس کو دل سے نکال دے اور معمولی فروعی اختلافات کو کفر سازی کا ذریعہ نہ بنا لے۔

باپ بیٹے کی پہلی مجلس

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

دیکھو بیٹا! روزوں کا مہینہ ہے ۔ بھوک سے آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں ۔ سخت گرمی پڑ رہی ہے ۔ لو سے بدن جھلسا جاتا ہے ۔ پیاس کے مارے دم نکل رہا ہے ۔ گھر میں خدا کے فضل سے ٹھنڈے سے ٹھنڈا پانی برف اور میٹھے سے میٹھا شربت موجود ہے ۔ مگر انسان ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ خدا کا حکم ہے دیکھو ! جب انسان ان چیزوں کو جو اس کے لئے جائز اور حلال ہیں ۔ خدا کے حکم کے لئے چھوڑ دیتا ہے تو کیا وہ ناجائز اور حرام چیزوں کے چھوڑنے کی طرف مائل نہ ہوگا ؟ ضرور ہوگا ! اس طرح روزہ ہمیں ناجائز اور حرام چیزوں سے پرہیز سکھاتا ہے ۔ یہ ہمیں خواہشات پر قابو پانے کی ٹریننگ دیتا ہے ۔ یہ ہمارے اندر نیکی کی روح پیدا کرتا اور بدی کے مادہ کو زائل کرتا ہے ۔

تم جانتے ہو کہ بھوک اور پیاس بڑی تنگ کرنے والی چیزیں ہیں جب ہم ان کو خدا کے حکم کے مطابق برداشت کرتے ہیں تو ہم میں تنگیوں اور سختیوں کے برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے ۔ اور ہمارے اندر تحمل اور بردباری جیسی اعلےٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں ۔ روزہ ہمیں صبر سکھاتا ہے ۔ جو انسانی کیریکٹر کا سب سے اعلےٰ جوہر ہے ۔

پھر دیکھو! دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں جنہیں پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوتی ۔ بچاروں کو فاقے پر فاقے گذرتے ہیں ۔ بھوکوں مرتے ہیں ۔ روزہ سے ہمیں اپنے غریب بھائیوں کی بھوک پیاس کی تکلیف کا اندازہ اور احساس ہوتا ہے ۔ اور ہم میں اپنے محتاجوں کے لئے ہمدردی اور شفقت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں ۔ غرض روزہ ہمیں خواہشات اور جذبات پر قابو پانے کے قابل بناتا ہے ۔ روزہ ہمیں حرام چیزوں سے پرہیز سکھاتا ہے ۔ روزہ ہمیں ضبط نفس اور صبر سکھاتا ہے ۔ روزہ ہمارے اندر تحمل اور بردباری اور استقلال کے جوہر پیدا کرتا ہے ۔ روزہ ہمیں غریبوں سے ہمدردی سکھاتا ہے ۔ یہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں جن پر بنی نوع انسان کو فخر ہو سکتا ہے اور جو دوسرے لفظوں میں تقوےٰ کی جڑھ ہیں ۔

نیز ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات حکیم بعض بیماریوں میں مریضوں کو فاقہ کرنے کا علاج بتاتے ہیں ۔ فاقہ کرنے سے انکی بیماریاں دُور ہوجاتی ہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیشہ کھانے پینے سے انسان کے معدہ میں غلیظ مادے جمع ہو جاتے ہیں ۔ جن سے کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ ایسی صورت میں طبیب فاقہ کرنے کو ہی مریض کا اصل علاج بتاتے ہیں اس طرح روزہ رکھنے میں یہ خوبی بھی ہے کہ جن لوگوں کے معدہ میں غلیظ مواد جمع ہوں وہ خارج ہو جاتے ہیں ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ روزہ کے دنوں میں خوب تندرست اور توانا ہوتے ہیں ۔ اور ان کی صحت بہت ترقی کر جاتی ہے ۔ ان کو فاقہ بہت مفید ثابت ہوتا ہے ۔ اس لئے یاد رکھنا چاہئے کہ روزہ کے صرف روحانی فوائد ہی نہیں بلکہ بعض جسمانی فوائد بھی ہیں ۔ اور یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ سال میں ایک دفعہ معدہ کو آرام دینے سے اس کو ایک نئی طاقت حاصل ہوتی ہے اور وہ پہلے سے زیادہ کام کرنے کے قابل بن جاتا ہے ۔ غرض روزہ روحانی طور پر بھی مفید ہے اور جسمانی طور پر بھی ۔

رشید :۔ "بہت خوب! ابا جان ! روزے کے تو بڑے فائدے ہیں ۔ بعض وقت میرے دل میں بھی خیال آتا تھا کہ دن بھر بھوکے پیاسے رہنے سے کیا فائدہ ؟ اب میں سمجھا کہ اس میں ہمارے لئے بہت سے فائدے ہیں ۔ اور جو لوگ روزہ نہیں رکھتے وہ سخت غلطی کرتے ہیں ۔"

باپ :۔ بیشک جو لوگ روزہ نہیں رکھتے وہ سخت غلطی کرتے ہیں ، روزہ ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہے ۔ جو لوگ بھوک اور پیاس کی برداشت بھی گوارا نہیں کر سکتے ۔ انہوں نے دنیا میں محنت مشقت کا کام ہی کیا کرنا ہے ؟ اللہ تعالےٰ سب کو روزہ رکھنے ، نماز پڑھنے ، خدا کی عبادت بجا لانے اور نیکی کرنے کی توفیق بخشے خدا نے جو حکم ہمیں دیئے ہیں ۔ وہ ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہیں لوگ اُن کو ایک چٹی سمجھتے ہیں ، یہ اُن کی غلطی ہے ۔ ان حکموں کو نہ ماننے میں ہمارا اپنا نقصان ہے ۔ خدا کا کچھ بھی نہیں بگڑتا ۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفع اور نقصان کو پہچانے ۔ اب باقی پھر ؛

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے ، ایسے احباب اگر یکمشت رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے ، بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے ۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے ۔ اگر ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا ، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	رعایتی	
۶۲	۶	۶۲۴	۶	۲۰۲۳	۴		
۷۳	۶	۶۲۶	۴	۲۰۹۳	۶	۱۸	۴
۸۸	۶	۶۴۵	۶	۲۱۳۵	۶	۲۲	۳
۱۶۱	۶	۷۶۰	۶	۲۱۴۱	۶	۳۰	۴
۲۲۰	۶	۹۸۷	۶	۲۱۴۲	۶	۵۲	۱۲
۲۳۱	۶	۹۸۸	۳	۲۱۴۳	۶	۵۵	۴
۳۴۱	۶	۱۰۱۱	۶	۲۱۵۳	۶	۹۳	۶
۳۷۶	۶	۱۰۴۰	۳	۲۱۵۴	۶	۲۰۵	۶
۳۸۴	۶	۱۰۵۸	۶	۲۱۵۵	۶	۳۶۱	۴
۴۱۵	۶	۱۰۶۵	۶	۲۱۵۶	۶	۴۱۷	۳
۵۶۸	۶	۱۰۶۶	۶	۲۱۵۷	۶		
۶۰۸	۶	۱۰۸۳	۶	۲۱۶۰	۴		

(منیجر پیغام صلح)

ستیارتھ پرکاش کا جواب (بسلسلہ صفحہ ۲)

جمع ہوئے ہیں اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرکے کام شروع کر دیا گیا ہے۔

براہ کرم آپ میری اس درخواست کو اخبار پیغام صلح میں ...

شائع کرا دیجئے کہ احباب جماعت اس کار خیر میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں۔ ہمارے لئے یہ کام زیادہ او بوجھ پڑا ہے۔ اس لئے مدد کی ضرورت ہے۔ والسلام

خاکسار۔ عبدالستار۔ پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی (کرناٹک) انڈیا

پیغام صلح ۲۷ راگست ۱۹۵۵ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۳

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ } شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۸ ملک پیٹھ - محلہ اعظم پورہ - حیدرآباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب، پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ——— ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۵

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

—✱—

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

میرا سفرِ امریکہ

قبل ازیں یہ خبر درج کی جا چکی ہے کہ محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب انگلستان کی ورلڈ کانگریس آف فیتھس کی طرف سے انٹرنیشنل کانگریس آف فیتھس میں بحیثیت مندوب امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ اپنے اس سفر کے حالات خان بہادر ممدوح نے لکھ کر بھیجے ہیں جو درج ذیل ہیں:—

مجھے حسب پروگرام ۲۵ جولائی ۱۹۵۸ء کو امریکہ کے لئے روانہ ہونا تھا چنانچہ مذکورہ تاریخ کو بذریعہ ریل صبح ووکنگ سے روانہ ہو کر سات بجے B.O.A.C کے لندن ہیڈ آفس پہنچا جہاں عزیزی محمد اقبال اسسٹنٹ ایڈیٹر اسلامک ریویو میرے منتظر تھے اور کافی تگ و دو کرکے انہوں نے ٹکٹ وغیرہ لے رکھا تھا۔ ڈاکٹر ارتھر پی کاک سیکرٹری ورلڈ کانگریس آف فیتھس بھی آ گئے، ڈاکٹر موصوف کو بھی مذکورہ کانفرنس میں شریک ہونا تھا۔ ہم لوگ تقریباً آٹھ بجے .B.O.A.C کی بس میں لندن سے روانہ ہو کر تقریباً آدھ گھنٹہ بعد لندن کے ہوائی اڈہ پر پہنچے اور ۹½ بجے ہمارے طیارہ نے لندن ائیرپورٹ سے پرواز کی کچھ وقت تک ہم خشکی پر سے پرواز کرتے رہے اور جبکہ اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر تھے ایک وسیع نیلا سمندر دکھائی دینے لگا۔ طیارہ کی رفتار تین صد میل سے زائد تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے طیارہ کے یہ مسافرین کی تعداد اسی اور سو کے درمیان تھی ہوا میں اڑ رہے تھے۔ چلے جا رہے ہیں کچھ وقت کے بعد ہم آئرلینڈ کی سرزمین پر سے گذرے مگر پھر وہی وسیع نیلے سمندر والا منظر چند منظر رہا حتیٰ کہ بعد از دوپہر ایک چھوٹا جزیرہ "میلفن" نظر آیا جس کو دیکھ کر محبت ارضی دلوں میں محسوس ہونے لگی لیکن چند لمحات کے بعد خشکی کا نظارہ گذر گیا۔۔۔ وہی پھر نیلے سمندر کا منظر ہمارے سامنے تھا۔ بالآخر گیارہ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد الحمد للہ ہمارا طیارہ بوسٹن کے ہوائی اڈے پر بعافیت اترا میرے ہمراہی ڈاکٹر ارتھر پی کاک کے علاوہ آنریبل J. CHUTER EDE ممبر برٹش پارلیمنٹ بھی اسی تقریب میں حصہ لینے کے لئے ہم سفر تھے۔ صاحب موصوف آل ورلڈ یونیٹیرین ایسوسی ایشن کے صدر ہیں اور نشکاگو یونیورسٹی کا جلاس جو انٹرنیشنل کانگریس مذاہب کے لئے منعقد ہو رہا تھا اس میں بھی آپ کو عہدۂ صدارت سنبھالنا تھا۔ آپ برٹش لیبر گورنمنٹ کی کیبنٹ میں ہوم سیکرٹری کے عہدہ پر بھی فائز رہ چکے ہیں بوسٹن کے ہوائی اڈہ پر ڈاکٹر DANA GREALY صدر امریکن یونیٹیرین چرچ معہ صدر یونیورسل چرچ و دیگر معززین ہمیں خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھے۔ اس موقعہ کی متعدد تصاویر بھی اخباری نمائندوں نے لیں جو بوسٹن کے روزانہ اخبارات میں دوسرے روز شائع ہوئیں۔

ہمیں یونی ٹیرین ایسوسی ایشن کے صدر دفتر میں پہنچایا گیا جہاں ہماری آمد کی تقریب میں ایک شاندار عصرانہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ عصرانہ کے بعد بوسٹن کے ایک عمدہ ہوٹل BELE VIEW میں ہماری رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ چونکہ بوسٹن کا ایک اجلاس بجائے ۲۷ جولائی کے یکم اگست ۱۹۵۸ء تک کے لئے ملتوی ہو گیا تھا اس لئے ہمیں اس عرصہ میں بطور مہمان وہاں رہنا پڑا، دریں اثنا میزبان حضرات نے ہمارے لئے آئندہ کا پروگرام مرتب کر لیا۔ چنانچہ دوسرے دن ڈاکٹر گریلی صدر امریکن یونیٹیرین چرچ ہمیں ہارورڈ یونیورسٹی کی سیر کے لئے لے گئے۔ یونیورسٹی مذکور بوجہ تعطیلات گرما بند تھی مگر اس کے

(باقی صفحہ ۲)

ایک انگریز لفٹننٹ کا قبولِ اسلام

ووکنگ یکم ستمبر آج صبح کی ڈاک میں ایک انگریز لفٹننٹ کے مسلمان ہونے کی خبر آئی ہے جن کا نام اور پتہ حسب ذیل ہے:—

Lt B.E.I. Hyde Smith
Royal Malayan Navy
R.M.N. Barracks Woodland
Singapore.

ان کے قبولِ اسلام کا اقرارنامہ موصول ہوا ہے۔ فالحمد للہ

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مؤرخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء

"مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا"

انتخابات کی مہم جُوں جوں قریب آ رہی ہے، پاکستان کی ہر جماعت اور ہر سیاسی و مذہبی لیڈر (الا ماشاء اللہ) ایک ایسے بحران میں مبتلا ہو گیا ہے، جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا؛ وہ جماعتیں اور ادارے جن کا منصب بظاہر ملت کی مذہبی و اخلاقی اصلاح کے سوائے اور کچھ نہیں، انہیں بھی آنے والے انتخابات کے لئے ہر قسم کے وسائل اختیار کرنے کا شوق دامنگیر ہو چکا ہے اور وہ عوام کو اپنا ہمنوا بنانے اور اُن سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے جو بھی جائز و ناجائز طریق اختیار کیا جا سکے اس سے انہیں دریغ نہیں کرتے

ابھی چند دن کی بات ہے، کہ انہی آنے والے انتخابات کی مہم کو سر کرنے اور اقتدار کی کرسی حاصل کرنے کے لئے جماعت اسلامی نے اپنا ایک منشور شائع کیا، جس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ یہ جماعت

"مرزا غلام احمد کے ماننے والوں کو اقلیت قرار دے گی"

گویا اب ملک کی سب سے بڑی خدمت اور عوام کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ ایک کلمہ گو جماعت کو جو ہر قسم کی دنیوی حرص و آز سے الگ ہو کر رات دن خدمتِ اسلام میں کوشاں ہے مسلمانوں سے نکال کر غیر مسلموں میں شامل کر دیا جائے، اور کرسئ اقتدار پر صرف ان لوگوں کو بٹھایا جائے جو منہ سے اپنے آپ کو "صالح" کہیں اور اندرونی طور پر ہر قسم کے مکر و فریب اور اسلام دشمنی اور ملت کشی ان کا شیوہ ہو۔

اسی سلسلہ میں جماعت اہلِ حدیث کے ہفت روزہ "الاعتصام" کی صدائے بے ہنگام بھی سُن لیجئے، تمام سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کی انتخابی بھاگ دوڑ کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے:—

"ستم بالائے ستم یہ کہ جنہوں نے پاکستانی مملکت اور قوم کو ہمیشہ اپنی نامراد کامرانیوں کے لئے پامال کیا ہے، جو ملتِ اسلامیہ کے مقدرسے ہمیشہ کھیلتے رہے ہیں اور جو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے مستقبل پر شروع سے ڈیرہ ڈالے آ رہے ہیں۔ وہی سینہ زوری اور ناہنجار قوم سے یہ کہنے کو نکلے ہیں — کہ اگر ملک و ملت کی سلامتی چاہتے ہو تو ہمیں ووٹ دو، ورنہ مٹ جاؤ گے۔ اُف!

خوش بر دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

ان چراغ بکف "دزدوں" سے بچنے کی جو راہ معاصر موصوف نے تجویز کی ہے، اُسکو دیکھئے فرماتے ہیں:—

"سب سے پہلے انتخابی دنگروں پر تشریف لانے والے بزرگوں کی مجموعی زندگی، ان کا ماضی اور حال کا مطالعہ اور تجزیہ کر لیا کیجئے کہ ان کے وجود سے ملک و ملت کا کتنا بھلا ہوا، اور کہاں تک انہوں نے کتاب و سُنت کی لاج رکھی ہے۔ پھر شواہد کے ذریعہ یہ اندازہ لگائیں کہ مندرجہ ذیل امور میں کون کتنا مفید رہے گا؟"

اور وہ شواہد کیا ہیں؟ اور جو کچھ بھی ہوں ایک بڑی شق جو دوسرے نمبر پر رکھی ہے یہ ہے:—

"مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا"

گویا "اہلحدیث" کے منشور میں بھی وہی بات داخل ہے جو جماعت اسلامی کے منشور کا طرہ امتیاز ہے، اور کیوں نہ ہو، یہی تو ایک وسیلہ ہے، جس سے یہ نام نہاد مذہبی جماعتیں عوام سے ووٹ حاصل کرنے کی توقع رکھتی ہیں، ان کا خیال ہے کہ ۱۹۵۳ء کے فساد فی الارض میں جو ناکامی نصیب ہوئی، انتخابی مہم اس کی مکافات کا موجب ہو گی، اور اس ذریعہ سے کرسئ اقتدار انہیں آسانی کے ساتھ مل جائے گی، جہاں بیٹھ کر وہ "مرزائیوں" کو بیک بینی و دو گوش اسلام سے نکال باہر کریں گے، اور "مرزائیوں" ہی کو کیا، خدا جانے کس کس مسلمان جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مشغلہ انہیں اختیار کرنا پڑے گا — — — — — اور جمہوریت اسلامیہ کی کرسئ اقتدار پر بیٹھنے والے مولوی اپنے کارناموں کے متعلق یہ فخریہ اعلان کریں گے کہ:—

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

لیکن ان دوست نما دشمنانِ اسلام کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اب وہ زمانہ گیا جب وہ عوام کو بہکا کر دامِ فریب میں لے آیا کرتے تھے۔ اور ایسی شیطانی حرکات اُن سے کرا لیتے تھے جو فساد فی الارض کا موجب ہو کر غریب عوام کی ہلاکت اور قید و بند کا موجب ہوئی تھیں۔ "مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے" کے نعرے اب کسی کام نہیں آ سکتے، اس وقت ملک جن مشکلات میں سے گزر رہا ہے، وہ اس بات کی متقاضی ہیں کہ اس قسم کے نعروں سے اجتناب کرتے ہوئے ان کو حل کرنے میں ملکی لیڈر اپنی تمام تر توجہات مبذول کریں، گرانئ اشیاء، رشوت ستانی، چور بازاری، اقتصادی بدحالی، نہری پانی اور کشمیر کا مسئلہ، کچھ کم اہم مسائل نہیں جن کے ہوتے ہوئے "مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے" کے مسئلہ کو اہمیت دی جا سکے۔ یہ نہ بلنے والے لیڈروں کے [illegible] اہم مسائل کے ہوتے ہوئے ان باتوں کو لائحہ عمل بنانا چاہتے ہیں جو ملک کی تباہی و بربادی کا موجب ہو سکتی ہیں سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ:—

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دیگا تمام عقل کے بخئے ادھیڑ تُو

برطانیہ میں نسلی فساد

برطانیہ کے بعض حصص میں حال ہی میں رنگدار لوگوں کے خلاف نسلی منافرت کے جذبات مشتعل ہو کر باہمی فساد کا موجب ہوئے ہیں، جس پر تمام دنیا میں نہایت رنج و افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے، ان فسادات کی وجہ معلوم کرنے کے لئے ویسٹ انڈیز کے وزیر محنت نے فساد زدہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد یہ بیان دیا ہے کہ:—

"میں دو واضح تاثرات لے کر واپس آیا ہوں ناٹنگھم کے ویسٹ انڈین باشندوں کو یقین ہے کہ تشدد آمیز کارروائیاں اگرچہ غنڈوں اور شر پسندوں نے کی ہیں، مگر یہ سرگرمیاں کسی خاص گروپ کی قطعی اور منظم مہم کا جزو ہیں، ان کا یہ بھی خیال ہے کہ پولیس سیاہ فاموں کی کافی حفاظت نہیں کرتی اور مجرموں کو سزا دیتے وقت مجسٹریٹ جانبداری سے کام لیتے ہیں۔ مسٹر گرینڈاوڈ نے کہا کہ اس دورے میں لوگوں نے پولیس پر بعض الزامات بھی لگائے مثلاً جب وہ کسی حبشی کو کسی جگہ سے چلے جانے کو کہتے تھے تو وہ اسے "ابے او گندے حبشی" یا "کالے حرامی" کہکر مخاطب کرتے تھے۔ مسٹر گرینڈاوڈ نے کہا "تمام سیاہ فام لوگ حد سے زیادہ خائف اور سہمے ہوئے ہیں اور انہیں اندیشہ ہے کہ انہیں اس سے بھی بڑی مصیبت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مگر برطانیہ کے حکام آخر اس صورتِ حال کے باوجود اطمینان سے کیوں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں؟"

یہ حالات و واقعات بہت ہی افسوسناک اور حد درجہ تشویش انگیز ہیں، برطانیہ جیسے ملک میں اس بیسویں صدی میں ایسے افسوسناک حالات کا پیدا ہونا ایک ایسا کلنک کا ٹیکہ ہے، جو اس کی رہی سہی عزت و شہرت کو برباد کر دے گا، افسوس ہے اس علمی روشنی کے زمانہ میں انگریز قوم کے اندر ایسے عناصر پیدا ہو رہے ہیں، جو خدا کی مخلوق میں رنگ و نسل کا تفاوت برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کو دیکھئے جس کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے رنگ و نسل کے امتیاز کو ایسا مٹا کر رکھ دیا کہ مسلمانوں کے اندر کالے اور گورے، حبشی اور ہندی، ایرانی اور تورانی کا کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہا، اور سب ایک برادری میں منسلک اور خدائے واحد کے پرستار رہیں۔

[illegible] تفاوت [illegible] ذاتِ باری

علامہ اقبال اور حضرت مرزا صاحب

مولانا یعقوب خان صاحب

علامہ اقبال پر افترا

"اسلامک ریویو" کے اپریل ۱۹۵۰ء کے شمارہ میں کسی مضمون نگار نے "اقبال اور روحی" کے عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس میں یہ بتانے کی بھی کوشش کی ہے کہ احمدیہ تحریک کا قلع قمع کرنا علامہ اقبال کے مشن کا ایک بڑا اہم حصہ تھا۔ علامہ مرحوم پر اس سے بڑھ کر افترا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وہ بقید حیات ہوتے تو اس مضمون کو پڑھ کر پکار اُٹھتے کہ مجھے اپنے دوستوں سے بچاؤ۔ یہ خود علامہ کے ساتھ بے انصافی ہوگی اگر اس خیال کو جسے ایک خاص طبقہ اپنے اغراض کے ماتحت ہوا دیتا رہتا ہے قائم رہنے دیا جائے۔

علامہ اقبال کو اپنے شعر و سخن کے تعلق بھی سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ کہیں ان کے "احباب" ان کو دشمن غزل گویوں کے شمار میں کھڑا نہ کر دیں اور بار بار دہائی دیتے تھے کہ خدا کے واسطے کہیں میرے کلام سے یہ سلوک نہ کرنا۔ اسلامک ریویو کے مضمون نگار اور اس کے ہم خیال اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے اور علامہ کو ان چھوٹے چھوٹے تنگ نظر لوگوں کی قطار میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ جو احمدیہ تحریک کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اور ساری عمر اسی کھیل میں لگے رہے۔

علامہ وسیع المشرب انسان تھے

علامہ مرحوم کا مقام یقیناً اس سے بہت بلند تھا۔ جن لوگوں کو یہ موقع ملا کہ علامہ کو قریب سے دیکھیں وہ شہادت دیں گے کہ علامہ ایک نہایت ہی وسیع المشرب انسان تھے۔ ہر طبقہ، ہر مکتبۂ فکر، ہر مسلک کے لوگوں کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا اور ہر ایک سے اس کے مذاق اور دلچسپی کے مطابق اس طرح محو گفتگو ہو جاتے تھے گویا اس کے دل کی دھڑکنوں کی ترجمانی کرتے تھے۔ اس کی وجہ ان کی عالمگیر انسانی ہمدردی تھی۔ سنی، شیعہ، وہابی، احمدی تو درکنار، ان کی نظر بحیثیت انسانیت ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی میں بھی امتیاز کی روادار نہ تھی۔ ان کے فلسفہ اور کلام کا موضوع ہی ان ساری حد بندیوں اور گروہ بندیوں سے بالاتر یہ تھا کہ کس طرح انسان کو انسانیت کی بلند تقدیر سے روشناس کرایا جائے۔ ان کا دامن تو ہی مسلم، غیر مسلم، مشرک، کافر، نیک گنہ گار ہر ایک پر یکساں طور پر حاوی تھا۔

علامہ بطور محقق

اس میں شک نہیں کہ علامہ اقبال ایک محقق بھی تھے اور ہر ایک انسانی معاشرہ، تہذیب، فلسفہ، تحریک، اور تخیل کو وہ محققانہ عینکوں سے دیکھنے کے عادی تھے۔ مگر حسن و قبح کے پرکھنے میں وہ غیر شخصی سائنٹیفک ناقدانہ اقدار کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، بالخصوص ذاتی پسند اور ناپسند کو تو اصولی علمی تحقیق میں دخل نہیں دیتے تھے۔ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "تشکیل نو" میں مغربی فلسفی نیٹشے کے قلب کو بھی جلوہ گاہ تجلیات الٰہیہ ہونے کا اعتراف کیا۔ بہائی تحریک کے متعلق جو بظاہر اسلام سے بالکل کٹ چکی تھی اسلامی اصلاحی تحریکات میں شامل کیا اور اسے تجدد کی دینی تحریک کا ایرانی ایڈیشن قرار دیا۔ محمد گسان کے تصورات زمانہ میں انہیں اعلیٰ ترین سطح کے قرآنی انکشافات کی جھلک نظر آئی۔ کانٹ، بارکلے، سپینوزا، سپینگلر اور دیگر نامی فلسفیوں سے بلاتکلف بعض خیالات لئے اور بعض پر جرح قدح کی۔ قرآن کریم میں شجر ممنوعہ کی حقیقت کا کھوج لگانے میں تحریک تھیاسوفی کے بانی میڈم بلاوسکی کی طرف رجوع کرنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھا جس نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ زمانہ قدیم کی تصاویری زبان میں درخت کا نشان باطنی علوم (Occult Science) کو ظاہر کرتا تھا۔ الغرض اقبال ایک محقق تھے اور علمی تحقیق ان کا زندگی بھر ایک محبوب و مرغوب مشغلہ تھا۔ انہیں ذاتیات کی سطح پر دیکھنا یا دکھانا جیسے ان کے بعض نادان دوست بھی کر لیتے ہیں، ان کی بلند نگاہی اور وسیع المشربی کے ساتھ ایک بڑی بے انصافی ہے۔

احمدیت کے متعلق اقبال کی علمی تحقیق

اپنی زندگی کے آخری ایام میں علامہ اقبال نے احمدیہ تحریک پر بھی اسی قسم کی ایک ناقدانہ نظر ڈالی۔ یہ تحقیق صحیح تھی یا غلط علیحدہ چیز ہے (یہ بجائے خود ایک عجیب موضوع ہے جو اقبال کے ذہنی ارتقاء کے اس مرحلہ کا تجزیہ چاہتا ہے اور جس کے لئے کئی محرکات پیدا ہو رہے تھے) اسے احمدیہ تحریک سے عناد پر محمول کرنا قطعاً خلاف واقعہ ہے۔ اس کی حیثیت ایک علمی تحقیق کی تھی اور علمی تحقیق خواہ علامہ اقبال جیسے فاضل مفکر کی طرف سے بھی ہو غلط بھی ہوسکتی ہے۔ اسلامک ریویو کے فاضل مضمون نگار صاحب نے تو کمال ہی کر دیا کہ گویا احمدیہ تحریک کا قلع قمع کرنا علامہ کی زندگی کا ایک اہم مشن تھا۔ اگر "فضیلت" اسی کا نام ہے تو جہالت کے لئے کوئی اور لفظ وضع کرنا ہوگا۔

احمدیت سے اقبال کا قریبی تعلق

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال اور احمدیہ تحریک کا باہم اس قدر قریبی تعلق رہا ہے کہ کہا جا سکتا ہے کہ ساری عمر دونوں کا چولی دامن کا ساتھ رہا۔ یہ واسطہ جسمانی اور روحانی دونوں لحاظ سے رہا۔ اُن کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب اور اُن کا سارا خاندان اوائل عمر میں ہی احمدیت میں شامل ہو چکے تھے۔ اُن سے اقبال کی وابستگی شیفتگی تک پہنچی ہوئی تھی جیسے ان دعائیہ اشعار سے ظاہر ہے جو انگلستان جاتے وقت دہلی میں حضرت نظام الدین کے مزار پر کھڑے ہو کر کہے جو بانگ درا میں "التجائے مسافر" کے زیر عنوان درج ہیں۔[1] بھائی کے علاوہ سب سے بڑی ذہنی اور روحانی طاقت جو اقبال کی زندگی پر اثر انداز ہوتی وہ ایک مسلمہ بزرگ ہستی سید میر حسن صاحب تھے جن کی شاگردی انہیں نصیب ہوئی۔ اقبال کی شخصیت کی بنیادیں استوار کرنے والے یہی فرشتہ سیرت انسان تھے۔ اقبال کو اس کا ساری عمر نہ صرف اعتراف تھا بلکہ اس پر ہمیشہ فخر رہا۔ انگلستان جاتے وقت اسی دعا "التجائے مسافر" میں اُن سے جس عقیدت کا اظہار کیا ہے[2] وہ بتاتا ہے کہ خود اقبال کے نزدیک انہیں جو فیض نصیب ہوا، وہ شاہ صاحب ہی کی بدولت ہوا۔ اب اقبال کے اس ذہنی ارتقاء کے پس منظر میں ایک اور اہم کڑی بھی ملاحظہ ہو، ان شاہ صاحب کو حضرت مرزا صاحب سے خاص تعلق تھا جو بڑا اسرار حد تک پہنچا تھا۔[3] حال ہی میں ہمارے فاضل ادیب مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے "ذکر اقبال" کے نام سے حضرت علامہ کے سوانح حیات جمع کئے ہیں، انہیں بھی یہ احساس ہوا کہ اقبال کا ذکر نامکمل ہوگا جب تک سید میر حسن صاحب کے حالات زندگی پر بھی روشنی نہ ڈالی جائے جو درحقیقت اقبال کے بمنزلہ روحانی باپ کے تھے اور اسی لئے انہوں نے شاہ صاحب کے حالات کے متعلق "اقبال کے استاد محترم" کے عنوان سے ایک علیحدہ باب قائم کیا جس میں اُن کی علمی فضیلت، نیکی اور تقویٰ کے علاوہ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ اُن میں اور حضرت مرزا صاحب میں کوئی خاص تعلق تھا۔

---

[1] یہ اشعار ملاحظہ ہوں:-

وہ میرا یوسف ثانی وہ شمع محفل عشق
ہوئی ہے جس کی اخوت قرار جاں مجھکو
جلا کے جس کی محبت نے دفتر من و تو
ہوائے عیش میں پالا کیا جواں مجھکو
ریاض دہر میں مانند گل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تر از جان و جان جاں مجھکو
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

[2] یہ اشعار حسب ذیل ہیں:-

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی
رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھکو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھکو
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھکو

[3] ذکر اقبال میں جو واقعہ درج ہے وہ ملاحظہ ہو:-

"مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نورالدین بھی شاہ صاحب کی بے حد عزت کرتے تھے اور مرزا صاحب تو ایک مدت تک سیالکوٹ میں رہ بھی چکے تھے ایک دفعہ کا

(باقی پر صفحہ ۔ کالم اول کے نیچے)

شاہ صاحب خود بظاہر احمدی نہ تھے۔ مگر بقول صاحب "ذکر اقبال" ان کے متعلق یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں[1]۔ مگر احمدیت کو وہ دل سے اسلام کی صحیح تصویر سمجھتے تھے، جس کا اظہار انہوں نے اپنے بھتیجے سید حامد شاہ صاحب کی وفات پر کیا جو حضرت مرزا صاحب کے شیدائی مریدوں میں سے تھے[2]۔

ان تمام کڑیوں کو باہم ملا کر دیکھئے تو اندازہ ہو سکے گا کہ اقبال اور احمدیہ تحریک کا باہم کس قدر گہرا تعلق رہا تھا۔ اور سنہ ۱۹۰۰ء میں جب احمدیت کی مخالفت کی لہر چوٹی پہ پہنچ چکی تھی، اقبال کا بمقام علی گڑھ یہ برملا اعلان کہ ٹھیٹھ اسلامی (؟) دیکھنا ہو تو قادیان جا کر دیکھو نہ صرف اس گہرے نقش کی نشاندہی کرتا ہے جو احمدیہ تحریک نے اقبال کے قلب پر ثبت کیا تھا بلکہ خود اقبال کی جسورانہ جرأت ایمانی کا

---

[1] "عمر بھر کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ (شاہ صاحب) کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں"۔

("ذکر اقبال" صفحہ ۲۸۶)

[2] "میر حامد شاہ حضرت شاہ صاحب (سید میر حسن) کے چچیرے بھائی کے بیٹے تھے۔ یہ احمدی ہو گئے تھے ...... وہ پہلے فوت ہو گئے۔ جب جنازہ تیار ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج ہمارے خاندان سے تقویٰ اور پرہیزگاری رخصت ہو گئی۔ حامد شاہ میرے بھتیجے تھے اُن کی ساری زندگی میرے سامنے ہے اور اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں نکل سکتی جس پر انگلی رکھی جا سکے"

("ذکر اقبال" صفحہ ۲۸۷)

بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر

سے شاہ صاحب کے داماد سید خورشید انور بعارضہ دق بیمار ہو گئے۔ شاہ صاحب انہیں قادیان لے گئے تاکہ حکیم نورالدین سے علاج کرائیں۔ قادیان پہنچ کر مسجد میں گئے اور اس دریچہ میں جا بیٹھے جہاں مرزا صاحب بیٹھتے تھے لوگ ان کو جانتے نہ تھے۔ انہوں نے انہیں وہاں سے اٹھا دیا لیکن وہ پھر دریچے کے پاس ہی آ بیٹھے۔ مرزا صاحب آئے تو سلام کا معمولی جواب دے کر بیٹھ گئے اور متوجہ نہ ہوئے۔ شاہ صاحب نے کہا غالباً آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ مرزا صاحب نے غور سے دیکھا تو بڑی محبت اور تپاک سے ملے اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کو بلا کر کہا کہ شاہ صاحب کو اچھی جگہ ٹھہراؤ۔ دو باتوں کی خاص طور پر تاکید کی۔ ایک یہ کہ شاہ صاحب کو صبح ہی صبح بھوک لگ جاتی ہے کیونکہ یہ عادتاً کالج جانے سے پہلے کھانا کھا لیتے ہیں۔ اس لئے ان کی حسب خواہش صبح ہی صبح کھانا دے دیا جائے۔ دوسرے انہیں اچھی کتابیں پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ ساتھ ہی کہا صبح چائے میرے ساتھ پئیں۔ بہت خاطر تواضع کی اور جب شاہ صاحب واپس جانے لگے تو مرزا صاحب دو میل تک بیکے کے ساتھ ساتھ آئے۔ پکی سڑک پر پہنچ کر کہا کہ میں کچھ باتیں علیحدگی میں کرنا چاہتا ہوں، شاہ صاحب نے ایک طرف جا کر انکی باتیں سنیں"[3]

بھی مظاہرہ پیش کرتا ہے۔

یاد رکھئے یہ وہ زمانہ تھا کہ اقبال ۳۵ سال کی عمر تک پہنچ چکے تھے۔ انگلستان سے بیرسٹری اور جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لے کر آ چکے تھے، اور ان کی ذہنی پختگی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ احمدیت کا سارا دور اس وقت تک اقبال کی آنکھوں سے گزر چکا تھا۔ علامہ کی پیدائش سنہ ۱۸۷۳ء میں ہوئی جبکہ مرزا صاحب کا دعوے مسیح موعود جس سے مخالفت کا طوفان بپا ہوا سنہ ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے جبکہ اقبال ۱۷ سال کی عمر تک پہنچ چکے تھے۔ سیالکوٹ جو اقبال کا گھر تھا، حضرت مرزا صاحب کی سرگرمیوں کا اس حد تک جولانگاہ تھا کہ اسے قادیان ثانی کہا جاتا ہوگا۔ گویا جب اقبال نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو سیالکوٹ کی ذہنی اور روحانی فضا احمدیت کے غلغلوں سے معمور تھی۔ ان کے ۔۔ اسلئے سے اعلیٰ تعلیمی منازل طے کرتے ہیں اور ایک ایسے بلند مقام سے جب سارا ملک ان کے اسلامی نغموں سے گونج رہا ہے وہ احمدیت کے متعلق اپنی قلبی کیفیت کا اعلان کرتے ہیں کہ حقیقی اسلام ہے تو قادیان میں ہے۔

احمدیہ تحریک کیساتھ علامہ کی اخلاقی رفاقت

اب اقبال کی زندگی کا وہ دور لیجئے جب انگلستان سے واپسی پر (یعنی سنہ ۱۹۰۸ء) وہ پبلک زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔ یہ کم و بیش ربع صدی پر پھیلا ہوا دور ہے۔ اس سارے زمانہ میں علامہ اور احمدیہ تحریک ہم سفر نظر آتے ہیں، مولوی محمد علی صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ سے بڑا میل جول تھا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ سے تو ایسے تعلقات تھے جیسے دو بے تکلف دوستوں میں ہوتے ہیں۔ احمدیہ بلڈنگس میں اکثر آنا جانا رہتا تھا۔ احمدیہ بلڈنگس میں جلسوں کی صدارت کرتے تھے۔ "لائٹ" اور "مسلم ریوائول" میں جو لاہوری جماعت کے ہفتہ وار اور سہ ماہی آرگن تھے مضامین لکھتے تھے۔ "جاوید نامہ" پر غالباً ایک ہی مبسوط ریویو جو ۲۵-۳۰ صفحات پر مشتمل تھا شائع ہوا اور وہ صرف "مسلم ریوائول" میں شائع ہوا۔ راقم الحروف کو سنہ ۱۹۲۷ء میں "لائٹ" میں ایک قومی مضمون پر عدالت کی طرف سے ایک سال کی سزا ہوئی تو ہائی کورٹ میں اپیل کے لئے سر عبدالقادر مرحوم کی معیت میں بلا معاوضہ اسے ایک قومی خدمت سمجھ کر پیش ہوئے، اور تو اور آزادی کشمیر کی مہم کو تیز تر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو "کشمیر کمیٹی" کی تشکیل تو خود اپنے ہاتھوں سے کرائی اور احمدیہ تحریک کی قادیانی شاخ کے امام مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو خود اس کا صدر تجویز کیا۔ اپنی ۶۵ سالہ زندگی میں سے ۲۲ سال تو اس تحریک کی اخلاقی رفاقت میں گذار دیے۔ تو کیا کوئی سلیم الفطرت انسان اس قدر دور جانے کی جرأت کر سکتا ہے کہ چونکہ سنہ ۱۹۳۵ء میں

---

[3] "نہیں، بعد میں مفصل معلوم نہ ہو سکا کہ کیا باتیں ہوئیں۔ نہ ہی شاہ صاحب نے بیان کیا۔"

("ذکر اقبال" از مولانا عبدالمجید سالک)

یعنی وفات سے صرف تین سال قبل اُن کے قلم سے احمدیہ تحریک کے متعلق ایک "بیان" نکلا جو زیادہ تر علمی تنقید پر مشتمل تھا۔ علامہ اقبال کے متعلق یہ کہا جائے کہ احمدیہ تحریک کی سرکوبی اُن کا بڑا مشن تھا، جیسے اسلامک ریویو کے نامہ نگار نے ظاہر کیا ہے جو ابھی پیدا ہی ہوئے ہونگے جب علامہ اقبال اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

علامہ پر احمدیت کا گہرا اثر

حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے اوپر احمدیت کا بڑا گہرا اثر تھا۔ اور اگر بار خاطر نہ ہو تو یہاں تک کہ ان کے کلام میں اسلام کی روشن تقدیر اور مستقبل پر ایک غیر متزلزل ایمان کا تعلق ہے۔ وہ ایک ایسی جنس ہے جو خشک فلسفۂ مغرب سے جس سے علامہ بلاشبہ مالامال تھے پیدا ہی نہیں ہو سکتا، اس کا سرچشمہ حضرت مرزا صاحب کی علمی وجدانی بصیرت والہانہ للکار میں تلاش کرنا ہوگا جو صرف ایک مامور من اللہ کے قلب سے اُٹھ سکتی ہے، جس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

میں یقین کرتا ہوں کہ آنے والا مؤرخ جب یہ کھوج لگانے بیٹھے گا کہ ایک ایسے دور میں جب مسلمانوں پر عالمگیر جمود طاری تھا اور مایوسی کے تاریک بادل سب طرف چھائے ہوئے تھے، اقبال کے کلام میں کانٹا بیکایک کیونکر بدل گیا جس نے امید اور سربلندی کے سُروں میں مسلمانوں کو ایک حیات نو کا پر زور پیغام دیا، تو اس کی نگاہ صرف ایک ہی جانب اُٹھے گی اور وہ وہی قادیان کا گوشہ نشین حضرت مرزا صاحب ہی ہوں گے جس کے قلب کو آسمانی روشنی نے سب سے پہلے اس آنے والے دور کی ضیا پاشیوں سے منور کیا اور جس نے بانگ دہل اعلان کیا کہ:۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک
رسید و پائے محمدیاں برمنار
بلند تر محکم افتاد"

اور "فتح اسلام" جیسی تصانیف ایک صدی کے یاس و جمود کے بعد پہلی مرتبہ معرض وجود میں آئیں۔

"بیان" کیوں؟

پوچھا جائے گا آخر پھر یہ "بیان" کیوں؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ علامہ اقبال ایک نقطہ پر بیٹھے رہنے کو حرارت حیات کے لئے مہلک سمجھتے تھے اور "مسلسل آگے چل" کے قائل تھے۔ یہی اُن کے فلسفہ کا نچوڑ ہے۔ شاید یہ وجہ ان الفاظ سے زیادہ ذہن نشین ہو جائے جو خود راقم کو علامہ نے ارشاد فرمائے۔ ان کے مکان واقع میکلوڈ روڈ پر ایک دن گفتگو میں احمدیت کا ذکر آیا تو فرمایا: میں کسی کو نہیں کہتا کہ احمدیت چھوڑ دو بلکہ صرف یہ کہتا ہوں کہ احمدیت سے outgrow کر جاؤ۔ اس کا مطلب صاف ہے۔ یعنی یہ کہ اس سے جو کچھ لینا ہے لے کر آگے نکل جاؤ۔ میری اپنی دانست میں اس جملے میں علامہ نے اپنے تجربہ کا نچوڑ رکھ دیا ہے یعنی احمدیت سے جو کچھ مل سکا لے لیا، احمدیت کے

(باقی بر صفحہ ۱۰)

جواب خط

بنام

ملک محمد جعفر خان ایڈووکیٹ مصنف "احمدیہ تحریک"

از حضرت شکر اللہ خان صاحب بی اے ایل ایل بی

(۴)

خطبات کا مصنف اور براہین احمدیہ

آپ لکھتے ہیں کہ :-

"تم اس بات سے قیاس کرو کہ علامہ اقبال جیسی شخصیت ایک وقت میں احمدیت سے متاثر رہ چکی ہے۔ اگر اس بات کی ناقابل تردید شہادت نہ ہوتی اور خود علامہ اقبال کا اپنا اعتراف نہ ہوتا تو میں کبھی باور نہ کرتا کہ "خطبات" کا مصنف "براہین احمدیہ" سے متاثر ہو سکتا ہے"

صـ۳۵ـ

"براہین احمدیہ" میں کیا لکھا ہے؟ یہی کہ اس وقت دنیا میں سب ادیان ماسوا اسلام کے غلط ہیں اور تمام نظریات ماسوا اسلامی نظریات کے جن کو آپ "احمدیت کے نظریات" کہتے ہیں وہ ترقی پسندی ہو یا دہریت باطل ہیں۔ اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ اس وقت اسلام ہی وہ سچا دین ہے جس پر چل کر بنی نوع انسان نجات حاصل کر سکتے اور خدا سے ملاقی ہو سکتے ہیں۔ اور کہ قرآنی شریعت منجانب اللہ ایسا دین ہدایت ہے جو دائمی ہے اور قیامت تک غیر متبدل اور نوع انسانی کے لئے لازمی لائحہ عمل ہے۔ برعکس ازیں "خطبات" میں یہ بتایا گیا ہے کہ پیغمبری، وحی، حدیث، قرآن، اور ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے نظریات درست نہیں۔ بلکہ درست وہ نظریات ہیں جو قبل ازیں "حقیقی نظریات" کے زیر عنوان مفصل درج ہو چکے ہیں۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ "براہین احمدیہ" اور "خطبات" کے یہ بیانات باہم متضاد اور متناقض ہیں کیونکہ "براہین احمدیہ" میں قرآنی شریعت کو نوع انسانی کے لئے تا قیامت واجب العمل، دائمی اور غیر متبدل ٹھہرایا گیا ہے مگر "خطبات" میں اس کو اب ناقابل عمل اور منسوخ ٹھہرایا گیا ہے "براہین احمدیہ" میں وحی یعنی قرآن کریم کو اصل ذریعہ ہدایت بتایا گیا ہے مگر "خطبات" میں اس سے مکمل آزادی کا اعلان کیا گیا ہے۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ اس بعد سے یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ "خطبات" کا مصنف "براہین احمدیہ" سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ملک صاحب! آپ ایسا باور کرنے میں حق بجانب ہیں۔

لیکن

اس کو کیا کیجئے کہ "خطبات" کا مصنف "براہین احمدیہ" سے متاثر ہوا۔ اور متاثر ہو کر رہا۔ جیسا کہ آپ کو خود اعتراف ہے۔ یہ اعتراف آپ کبھی نہ کرتے اگر علامہ صاحب کے اپنے بیانات موجود نہ ہوتے۔ یہ بیانات آپ نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل کئے ہیں بالفاظ علامہ صاحب:

"جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر میں نے سـ۱۹۱۱ـنہ میں یا اس سے قبل کی تھی، اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی بیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی۔ اس سے بہت پہلے مولوی چراغ علی مرحوم نے جو مسلمانوں میں کافی سربرآوردہ تھے اور انگریزی میں اسلام پر بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے بانی تحریک کے ساتھ تعاون کیا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کتاب موسومہ براہین احمدیہ میں انہوں نے بیش قیمت مدد بہم پہنچائی لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئیں۔ تحریک کے دو گروہوں کے باہمی تنازعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستے پر پڑ جائے گی۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے"۔

(سـ۱۹۳۵ـنہ)

(۲) "وہ خیالات جو بالآخر اس تحریک میں رونما ہوئے ہیں بانی احمدیت کی ولادت سے پہلے دینیاتی مباحث میں نمایاں ہو چکے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بانی احمدیت اور اس کے رفقاء نے سوچ سمجھ کر اپنا پروگرام تیار کیا ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ بانی احمدیت نے ایک آواز سنی۔ لیکن اس امر کا تصفیہ کہ یہ آواز اس خدا کی طرف سے تھی جس کے ہاتھ میں زندگی اور طاقت ہے یا یہ لوگوں کے روحانی افلاس سے پیدا ہوئی اس تحریک کی نوعیت پر منحصر ہونا چاہئیے جو اس آواز کی آفریدہ ہے۔ اور ان افکار و جذبات پر بھی جو اس آواز نے اپنے سننے والوں میں پیدا کئے ہیں"

علامہ صاحب نے اپنی سـ۱۹۱۱ـنہ کی جس تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے احمدیت کی سچائی کا اقرار کرتے ہوئے تحریک احمدیت کو ٹھیٹھ اسلامی نمونہ قرار دیا تھا۔ اور منقولہ بالا بیانات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آپ تحریک احمدیت سے متاثر تھے یہ تاثر تادم زندگی قائم رہا جس کا آپ خود بھی انکار نہیں کر سکتے۔

"علامہ اقبال نے مرزا صاحب کے پیروؤں کے بارے میں اور خود مرزا صاحب کی نسبت ہمدردانہ رویہ قائم رکھا"

یہ ہمدردانہ رویہ کیوں قائم رکھا؟ اسی لئے کہ آپ بانی احمدیت اور براہین احمدیہ سے متاثر تھے اور وہ "خطبات" بھی اس تاثر کو زائل نہ کر سکے۔ اس میں شک نہیں علامہ صاحب بعد میں مخالف ہو گئے۔ مگر اس مخالفت کا باعث بانی احمدیت کی شخصیت اور براہین احمدیہ نہیں بلکہ ربوای جماعت کی وہ خلاف احمدیت تعلیم اور خطوط تنظیم ہیں جن سے آپ بھی نالاں ہو رہے ہیں۔ ان کو جڑ پر اعتراض نہیں بلکہ اس پھل پر ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

"میری مراد یہ ہے کہ جب ڈاکٹر اقبال جیسا عظیم مفکر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا تو دوسرے لوگوں کا ایسا سمجھ لینا کوئی حیرت کی بات نہیں"

(صـ۳۵ـ)

غلط فہمی سے آپ کی مراد احمدیت سے متاثر ہو جانا ہے مگر در اصل یہ کوئی غلط فہمی نہیں کیونکہ اس میں تو علامہ صاحب تادم زیست مبتلا رہے۔ آپ کی تو بات نہیں مگر باعث حیرت علامہ صاحب کی یہ غلط فہمی ہے کہ آپ نے ایسا "عظیم مفکر" ہو کر یہ کیونکر فرض کر لیا کہ بانی احمدیت کی تحریک کا ۴۵ پھل لگا۔ اور پھر یزید کی صورت میں جو پھل ظاہر ہوا اس کی بناء پر بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تحریک اسلام کو قابل اعتراض ٹھہرایا جا سکے گا؟ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بعض پھل حوادث زمانہ سے خراب بھی ہو جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ علامہ صاحب نے اسی جڑ کے دوسرے پھل کو یعنی جماعت احمدیہ لاہور کو نظر انداز کر دیا۔ یہ نظر اندازی اور مخالفت بلا سبب نہیں ہے۔ آپ ملک صاحب! احراری تحریک ختم نبوت سـ۱۹۵۳ـئہ سے متاثر ہوئے اور علامہ صاحب بھی قبل ازیں احراری تحریک کشمیر سے متاثر ہو گئے تھے۔ ان کو سیاسی طور پر "کشمیر کمیٹی" کے سلسلہ میں مرزا محمود احمد صاحب سے اختلاف ہو گیا۔ ہوا دینے والوں نے اس کو ہوا دی۔ اور اس ہوا نے بحیثیت مسلمانوں کے شاعر ہونے کے علامہ صاحب کو بھی متاثر کیا۔ آپ جماعت ربوہ سے بدظن اور مخالف ہو گئے۔ یہ پہلا سبب تھا۔ اس کے بعد اسلام کے متعلق آپ کے نظریات میں انقلاب برپا ہوا۔ آپ بدقسمتی سے ٹھیٹھ اسلامی نظریات کو چھوڑ کر ان غیر اسلامی نظریات کو اپنا بیٹھے جن کا "خطبات" میں ذکر ہے اور جن کو مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی بالاتفاق

۔۔۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت تھوڑے عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

رد کر دیا۔ اور جن کو میں "جعفر خانی نظریات" کے نام سے قبل ازیں لکھ چکا ہوں۔ ان اسباب سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ کا احمدیت کے خلاف اظہار خیال بعید از قیاس نہیں۔ جو غلطی اب آپ نے کی ہے وہی غلطی علامہ صاحب سے سرزد ہوئی یعنی موجودہ ربوا ہی جماعت کو ہی "احمدیت" تصور کر لیا۔ لیکن علامہ صاحب میں اور آپ میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ:۔

"اقبال کی عظمت اس میں نہیں کہ وہ احمدیت سے کبھی متاثر نہ ہوئے تھے بلکہ اس میں ہے کہ زیر اثر آنے کے بعد انہوں نے اس تحریک کا باطل ہونا معلوم کر لیا"

لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بات تو اُن کی عظمت کا ثبوت ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے باوجود مخالفانہ اظہار خیال اور "خطبات" کا مصنف ہو جانے کے

(ا) جعفر خاں کی طرح بدگمانی اور بدظنی سے کام نہیں لیا۔

(ب) اُن کی طرح یہ نہیں کہا کہ اس تحریک اور جدوجہد سے بانیٔ احمدیت کا واحد مقصد اپنی ذات اور خاندان کی وجاہت اور اقتدار قائم کرنا تھا۔

(ج) بلکہ صاف تسلیم کیا کہ اس کی بنیاد ایک آواز پر ہے جو بانیٔ احمدیت نے سُنی۔ اور

(د) ہمدردانہ رویہ جاری رکھ کر اپنے اوپر احمدیت کے دائمی تاثر سے انکار نہیں کیا۔

یہ ہے علامہ صاحب کی عظمت جو ہمارے جعفر خاں کے "چھوٹے پن" پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔ ملک صاحب آپ لکھتے ہیں:۔

"فسادات پنجاب کی تحقیقات کے دوران میں علامہ اقبال کے احمدیت سے تعلق کا معاملہ بھی زیر بحث لایا گیا۔ لاہوری احمدیوں کے بعض لیڈروں نے عدالت میں بیان کیا کہ شروع میں علامہ اقبال مرزا صاحب کے معتقد تھے۔ علامہ کی شخصیت کی بجائے اُن کے نام کے چند فدائیوں نے ضروری سمجھا کہ احمدیوں کے اس بیان کی پر زور تردید کریں۔ اس ضمن میں احمدیوں سے میری گذارش ہے کہ اگر اقبال کی عادت سے احمدیت کی مخالفت آپ کے نزدیک کوئی سند نہیں تو اُن کی اس جماعت کے متعلق اچھی رائے کیونکر ایک دلیل ہو سکتی ہے"

(صـ ۱۳۵)

آپ نے محض اس سند کی تردید ضروری سمجھی ہے مگر لاہوری احمدیوں کے اُن بعض لیڈروں کے مفہوم و مطلب کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اُن کے نزدیک علامہ اقبال کی "اچھی رائے" احمدیت کے حق میں اس وجہ سے ایک دلیل ہے کہ:۔

اوّل:۔ علامہ اقبال کی یہ اچھی رائے اس وقت تھی جب نبوت۔ وحی۔ حدیث۔ قرآن اور ختم نبوت کے متعلق آپ ابھی مسلمانوں کے نظریات کے قائل تھے اور خطبات والے "جعفر خانی نظریات" ابھی آپ نے اختیار نہیں کئے تھے۔ احمدیوں کو صرف مسلمانوں والے نظریات سے واسطہ ہے۔ جعفر خانی نظریات سے نہیں،

دوم:۔ علامہ صاحب کے خیال میں تبدیلی کا باعث احمدیت نہیں ہوئی بلکہ "جماعت ربوہ" جس کے ساتھ آپ خود ۱۹۵۳ء تک متعلق رہے اس کے موجودہ خلاف احمدیت عقائد اس کا باعث تھے۔ لہٰذا ہم اُن کی یعنی علامہ صاحب کی اس مخالفانہ رائے کو غلط فہمی اور غلط بنیاد پر مبنی قرار دے کر نظر انداز کرتے ہیں۔

اس لئے ہم اُن کی اچھی رائے کو یقینی طور پر احمدیت کی صداقت پر ایک سند سمجھتے ہیں۔ یہی لاہوری احمدیوں کے "بعض لیڈروں" کا مفہوم اور منشاء اسپر نذکرہ سے تھا جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔ کیا آپ اس پر غور فرمائیں گے؟

۴۔ حیرت و استعجاب

آپ کے سسر آپ کے بزرگوں، اور رشتہ داروں نے یہ دلیل پیش کی کہ لاتعداد لوگوں کا جن میں بڑے بڑے جج۔ وکیل۔ پروفیسر اور ڈاکٹر شامل ہیں احمدیت قبول کر لینا اس کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ہے، اس کی تردید آپ نے الفاظ ذیل میں کی ہے:۔

"ہندوستان کے جہالت و روایات زدہ ماحول میں تعجب اس بات پر نہیں کہ کیوں چند لوگوں نے مرزا صاحب کو مان لیا بلکہ اس بات پر ہے کہ کیوں صرف چند نے ہی مانا اور ایک بھاری اکثریت نے مرزا صاحب کے دعوے کو رد کر دیا"

صـ ۱۴۸

مطلب آپ کے کہنے کا یہ ہے کہ یہ واقعہ (اوّل) صداقت کی دلیل نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں پر جہالت مسلط تھی اور روایات زدہ ہونے کا ماحول طاری تھا،

اور (دوم) بلکہ بطالت کی دلیل ہے کیونکہ اس کو صرف چند نے قبول کیا مگر بھاری اکثریت نے رد کر دیا۔

اگر آپ کے اس قیاس کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کے بعد آپ کے الفاظ میں

"اب اس دور سے لے کر اس وقت کی تاریخ پر غور کرو۔ ملک میں علمی سیاسی معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے اہم تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی ہم نے ہر لحاظ سے ترقی کی ہے جہالت کی جگہ علم ہے غلامی کی بجائے آزادی ہے"

یعنی اب جہالت کی جگہ علم آ گیا۔ روایات زدگی کے ماحول کی بجائے آزادی کا ماحول ہو گیا مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ علامہ اقبال کے اُن "نظریات" کو جن کی بناء پر احمدیت کے "نظریات" کو غلط قرار دیا گیا تھا کسی ایک نے بھی تسلیم نہ کیا اور مسلمانوں نے من حیث الکل اُن کو رد کر دیا۔ صرف ملک محمد جعفر خاں ایڈووکیٹ کیمبل پور نے اس کی گٹھڑی باندھ کر اپنی بغل میں دبائی ہے اور چوری چھپے دکھا دکھا کر آنسو بہانا شروع کیا ہے۔ مگر پاکستان کے علم اور آزادی کے اس ماحول میں تعجب اس بات پر نہیں کہ کیوں صرف جعفر خاں نے ان نظریات کو مان لیا بلکہ اس بات پر ہے کہ کیوں کسی اور نے نہیں مانا اور سب مسلمانوں نے من حیث الکل اُن کو رد کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے:۔

"ہمارے ملک میں بعض حلقوں کی طرف سے عملاً علامہ اقبال کے اس موقف کی پر زور تردید ہو رہی ہے"

صـ ۳۷۴

ظاہر ہے کہ یہ حلقے احمدی نہیں بلکہ غیر احمدیوں کے ہیں۔ اور پھر آپ ہی لکھتے ہیں:۔

"ہمیں اعتراف ہے کہ نبوت کی نسبت علامہ اقبال کے اس نظریئے کو دورِ حاضر کے مسلمانوں نے (بالخصوص طبقہ علماء نے) بہت کم قبول کیا ہے۔ ہمارے علم میں پاکستان کے اہل علم حلقوں میں محترم غلام احمد صاحب پرویز تنہا وہ شخص ہے۔ جنہوں نے بظاہر علامہ اقبال کے نظریئے کا تتبع کیا ہے"

صـ ۳۵۹

یعنے علامہ صاحب کے نظریات کو مسلمانوں میں سے نہ عوام نے قبول کیا نہ علماء نے اور نہ اہل علم حلقوں میں سے کسی نے ماسوا ایک تنہا شخص کے وہ ہے غلام احمد پرویز مگر اس نے بھی بقول آپ کے صرف بظاہر تتبع کیا ہے ورنہ حقیقتاً علامہ صاحب کے نظریات کو اس نے بھی صحیح نہیں سمجھا اور اُن سے اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ آپ کے اپنے الفاظ ہیں:۔

"احمدیت کے ضمن میں سب سے اہم مسئلہ ختم نبوت کا ہے اس مسئلہ پر "ادارہ طلوع اسلام" کی شائع کردہ تفسیر "معارف قرآن" مصنفہ غلام احمد صاحب پرویز میں بھی ایک سنجیدہ اور منطقی لحاظ سے قابل قبول اسلوب میں بحث کی گئی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں آخری نتائج پر میں اپنے آپ کو پرویز صاحب سے متفق نہیں پاتا"

صـ ۱۵

یعنی آپ دنیا جہان میں کسی سے متفق ہونا نہیں چاہتے بلکہ خود ہی افلاطون بننا چاہتے ہیں۔ آپ کے بزرگ، اور رشتہ دار خواہ مخواہ آپ کی "افلاطونیت" سے منکر ہوتے ہیں میں تو مانتا ہوں۔ اور پھر آپ ابھی پرویز صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :-

"ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ "ترجمان اقبال" (یعنی غلام احمد پرویز) نے اس معاملے میں اقبال کے فکر کی پوری ترجمانی نہیں کی۔"

(ص ۳۶۲)

"ہمارے خیال میں اس فروگذاشت کی وجہ یہ ہے کہ پرویز صاحب اس منطقی نتیجہ سے بچنا چاہتے ہیں جس تک اقبال کا وہ نظریۂ ارتقا ہماری رہنمائی کرتا ہے۔"

(ص ۳۶۲)

"یہاں بھی پرویز صاحب پر اقبال کے نظریئے کا ایک اہم نکتہ ضائع ہو گیا ہے ......
لیکن وہ نقطہ جس پر پہنچکر پرویز صاحب اور علامہ اقبال کے خیالات میں اختلاف ایک شدید صورت میں ظاہر ہوتا ہے، نوعِ انسانی کے عالم جوانی میں وحی کے مقام کی نسبت ہے۔"

(ص ۳۶۳)

"مشکل یہ ہے کہ بیشتر آیات کے جو معانی پرویز صاحب کرتے ہیں وہ آج تک کسی نے نہیں کئے اور قرآن کی ظاہری عبارت سیاق و سباق اور تاریخی پس منظر کے سراسر خلاف ہیں۔"

(ص ۳۷۷)

صرف ایک تنہا شخص آپ کو نظر آیا جس نے علامہ اقبال کا زیادہ تتبع کیا مگر وہ بھی اس کا فتنہ بھی اس طرح پاک ہو گیا۔ کیوں ملک صاحب! کیا آپ اس واقعہ پر غور فرمائیں گے؟ علامہ کے نظریات کو کیوں سب نے یک زبان ہو کر رد کر دیا۔ رہا آپ کا ماننا۔ مجھے تو اس پر بھی شک ہے۔ آپ نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ :-

"لاہوری جماعت کو ہم ایک طرح سے مظلوم سمجھتے ہیں۔ مبائعین کے مقابلے میں یہ لوگ بہت تھوڑی تعداد میں ہیں۔ لیکن انہوں نے اشاعت اسلام کا تھوڑا کام قادیانیوں کی نسبت کہیں زیادہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولوی صاحب نے قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور اردو میں تین جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر بھی لکھی ہے انگریزی ترجمہ اس زمانہ کے لحاظ سے بہت اہم تھا۔ کیونکہ غالباً اس وقت تک ایک غیر مسلم مصنف کے سوا کسی نے قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ نہ کیا تھا۔ اور مولوی صاحب کا یہ اجتہاد بھی قابل ستائش ہے کہ انہوں نے قرآن کے انگریزی ترجمہ کا ایک ایڈیشن بغیر عربی متن کے شائع کیا۔ جو ہمارے نزدیک قرآن کو دیگر زبانوں میں منتقل کرنے اور اس کی اشاعت کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ دو جلدوں کی اس کتاب میں ترجمہ کے علاوہ مفید حواشی بھی درج ہیں۔ مولوی صاحب کے تفسیری نوٹوں میں اکثر مقامات کا طرز استدلال بہت لوگوں کے لئے قابل قبول نہ ہوگا لیکن یہ بات ہر کوئی مانے گا کہ یہ کتابیں نہایت محنت سے اور مکمل تحقیق کے بعد لکھی گئی ہیں اور اسلامی لٹریچر میں ایک مفید اور خیال آفریں اضافہ ہیں۔ مولوی صاحب کی بعض دوسری کتب "جمع قرآن" "مقام حدیث" وغیرہ بھی ہیں خواجہ کمال الدین صاحب نے وسیع اور متنوع مذہبی مضامین پر اردو اور انگریزی میں بے شمار کتابیں اور رسالے لکھے ہیں، ان میں سے بالخصوص انگریزی لٹریچر یورپ میں اسلام کی تبلیغ میں ممد ثابت ہوا ہے۔

اس وقت بھی قادیانی جماعت کے بے شمار بیرونی مراکز تبلیغ اور اُن کی بالعموم کاغذی کارروائی کے مقابلے میں لاہوری جماعت کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا تنہا ووکنگ مشن زیادہ اہم ہے۔ اس مشن کی طرف سے شائع ہونے والا ماہنامہ اسلامک ریویو ایک بلند پایہ جریدہ ہے جس میں اسلام کے متعلق گراں قدر علمی مضامین پیش کئے جاتے ہیں۔ ظاہری محاسن مثلاً کاغذ، تصاویر اور چھپائی وغیرہ میں بھی یہ یورپ کے بہترین رسائل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

(ص ۳۱۳ تا ص ۳۱۴)

آپ کے اس طویل اعترافی اور اقراری اقتباس کو نقل کر کے میں دو باتوں کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں

اول۔ یہ کہ بقول علامہ اقبال بحکم "درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے" تو

شجرِ احمدیت کے اس پھل سے

پہچانو جس کا اس طویل اقتباس

میں ذکر ہے۔

کیا کوئی اور ایسا درخت اس زمانہ میں تم دکھلا سکتے ہو جس کو اتنا عظیم الشان پھل لگا ہو کہ دوست تو دوست دشمن بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہوں۔ ایسے عظیم اور قابل قدر پھلدار درخت کی جڑوں پر کلہاڑا رکھنا کس قدر بدتمیزی اور بدبختی اور احسان فراموشی ہے۔ ملک صاحب مجھے آپ کے اوپر رہ رہ کر افسوس آتا ہے۔ اگر اس شجر احمدیت کی ایک شاخ پر بے ثمری کا آپ کو اعتراض تھا تو چاہئے تھا کہ آپ اس کی دوسری پھلدار شاخ کی طرف جھکتے جس کی پھلداری کا اعتراف کئے بغیر آپ سے بھی بن نہ پڑی۔ واحسرتا کہ آپ نے ایسی پھلدار شاخوں والے درخت کی جڑ کو ہی کاٹنے کا تہیہ کر لیا۔ بتلائیے یہ فعل آپ کا کس عقل کی رُو سے مناسب، موزوں اور جائز ہے (جمہوری) بات جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کی آپ کی شمار کردہ متذکرہ مساعی اور جدوجہد آپ کے نزدیک عظیم الشان اور قابل قدر اسلامی خدمات ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اس میں آپ کے "جعفری نظریات" کی اشاعت نہیں کی گئی بلکہ ان کے متضاد نظریات کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس لئے جبکہ یہ اشاعت اور تبلیغ بھی آپ کے نزدیک اسلام کی اشاعت و تبلیغ ہے، یہ قابل قدر اور موجب ستائش ہے تو معلوم ہوا کہ "جعفر خانی نظریات" پر بھی آپ کا یقین اور ایمان نہیں۔ اور نہ ان کے لکھنے سے آپ کا کوئی مقصد ہے ماسوا اس کے کہ مسلمانوں کے درمیان علامہ اقبال کو بدنام کیا جائے۔ نہ معلوم علامہ کے خلاف آپ کو کیا شکایت ہے۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ ساری دنیائے اسلام میں آپ ایسا شخص اس وقت کوئی دوسرا نہیں ہوگا جس کا

مکمل ثبوت

یہ ہے کہ آپ نہ تو

(۱) غیر احمدی مسلمانوں سے متفق ہیں
(۲) اور نہ احمدیوں کی کسی جماعت سے
(۳) نہ آپ کو مسلمان عوام سے اتفاق ہے اور
(۴) نہ اُن کے علماء سے
(۵) نہ آپ غلام احمد پرویز سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اور
(۶) نہ کسی دیگر مسلمان اہلِ علم سے
(۷) نہ آپ کو اپنے ممدوحین سرسید احمد، ابوالکلام آزاد، مولانا حالی اور شبلی سے مکمل اتفاق ہے اور
(۸) نہ علامہ اقبال سے۔ ماسوا اس کے کہ مسلمانوں میں علامہ کو بدنام کریں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کے احباب کیونکر آپ کے افلاطون ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ مجھے تو آپ ہر رنگ میں "افلاطون" ہی "افلاطون" دکھائی دیتے ہیں۔ افلاطون کا مفہوم ہے بے نظیر اور آپ کا بے نظیر ہونا مسلم الثبوت ہے۔ میرے خیال میں آپ کے بزرگوں، رشتہ داروں، عزیزوں کو فخر کرنا چاہیئے کہ ان کے اندر بھی ایک "افلاطون" پیدا ہو گیا۔ جو آج دنیا میں کسی دوسرے کے ساتھ متفق نہیں اور جس کے اس چیلنج کی کوئی تردید نہیں کہ ہمچو ما دیگرے نیست۔

ایک سوال ؟

ملک صاحب! یہ جو آپ ہمیں احمدیت چھوڑ دینے کی دعوت دے رہے ہیں اور دیگر مسلمانوں میں شامل ہونے سے بھی منع کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کی مانند "افلاطون" بن جائیں اور کسی مسلمان سے اتفاق نہ کریں۔ آپ یاد رکھئے کہ ہم ایسی "افلاطونیت" سے لرزہ براندام ہیں۔ انبیاء کی تنک

کرنے۔ قرآنی شریعت اور احکام کو منسوخ قرار دیتے - خدا کے کلام قرآن پر اپنی عقل کو ترجیح دیتے۔ اور اللہ کے مامور پر بدگمانی اور بدظنی سے بیجا الزامات لگانے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجنے والا، قرآن کریم کا نازل کرنے والا عزیز و قدیر، علیم و خبیر، فہیم و بصیر آپ کو بھی ہدایت دے اور مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کرنے کی توفیق دے - آمین یا رب العالمین مالک یوم الدین۔

(۵) جمہوریت

آپ لکھتے ہیں: ـــ

"جو بات مجھے پریشان کر رہی ہے اور جس کی طرف میں نہایت زور سے ملک کے ترقی پسند عناصر کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ملک کی احمدی آبادی اپنی جماعتی تنظیم کی وجہ سے جمہور کی آزادی میں شریک ہونے کے ناقابل ہے، بعض مبادیات ہیں جن کے بغیر عملاً جمہوریت کا کسی ملک میں نافذ کرنا ممکن نہیں ہے"۔ (صـ۴۳)

اس کے بعد آپ نے جمہوریت کی تعریف یوں بیان کی ہے:۔

"ان میں سے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ قوم کے افراد اس بات میں آزاد ہیں کہ کسی سیاسی جماعت میں شامل ہوں جب چاہیں اس کو چھوڑ دیں، کوئی نئی پارٹی بنائیں یا کسی پارٹی میں شریک ہی نہ ہوں - بلکہ اپنی انفرادی آزادی کو مکمل طور پر قائم رکھیں۔" (صـ۴۴)

اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ

"جماعت احمدیہ کا طرز عمل جمہوریت کے اصول کے منافی ہے"۔ (صـ۴۴)

اور اس عظیم خطرہ اور خرابی کے پیش نظر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ:۔

"ملک کا آزادی خواہ طبقہ احمدیہ تحریک کو نظر انداز نہیں کر سکتا" (صـ۴۵)

ملک صاحب! دین سے آپ کو واسطہ نہیں جیسا کہ آپ کے "جعفر خانی نظریات" سے عیاں ہے - ملک کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں نہیں جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے - قوم کی قیادت آپ کو کسی نے نہیں سونپی جیسا کہ حالات سے ظاہر ہے پھر آپ کی پریشانی بعید از عقل نہیں ہے۔ بالخصوص اس حالت میں کہ آپ کی بیان کردہ جمہوریت اس وقت ملک میں پورے عروج پر ہے پارٹیاں راتوں رات بن جاتی ہیں اور بدلتے پتہ نہیں چلتا منشوروں، ایمانوں اور اعتقادوں میں اس تیزی سے انقلاب آتا ہے کہ دیکھنے والے دیکھ نہیں پاتے اور سمجھنے والے سمجھ نہیں سکتے - پاکستان بنے اتنے سال نہیں گزرے جتنی وزارتیں بنیں اور بن کر ٹوٹ گئیں آزادی انفرادی ہو یا پارٹی کی، اس کا یہ عالم ہے کہ کوئی اصول، کوئی قاعدہ، کوئی ملکی مفاد، کوئی قومی کیرکٹر اس کے آڑے نہیں آتا - ملک اگرچہ بے حال ہے اور قوم اگرچہ تنگ ہے مگر جعفر خانی جمہوریت کا دور دورہ بدستور پورے زور پر ہے - ظلم یہ ہے کہ آپ خود نمت زیادہ کو ہی احمدیت تصور کر لیتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ حضرت مرزا صاحب کا ذاتی اقتدار اور خاندانی وجاہت کسی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے - ورنہ آپ غور کریں تو آپ کی یہ جمہوریت پاکستان میں تو ہو دنیا کے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے - یوں دن رات پارٹیاں بدلنا دنیا کے لوگ بے اصولی اور بد اخلاقی سمجھتے ہیں اور پارٹیوں کا اس طرح راتوں رات کا یا پلٹ کر لینا دنیا کے نزدیک موت کے مترادف ہے اس کا نام جمہوریت نہیں طوائف الملوکی ہے اور آزادی نہیں افراتفری ہے۔ حب الوطنی نہیں نفسا نفسی ہے - قومی تعمیر نہیں تباہی اور بربادی ہے، جماعت احمدیہ کا طرز عمل... جمہوریت کے اصول کے منافی ہو یا نہ ہو مگر ملک کے جس طبقہ کو آپ "آزادی خواہ طبقہ" کے نام سے پکار رہے ہیں اس کو اگر ملک کا "تنظیم دشمن طبقہ" یا "ابتری پسند طبقہ" کے نام سے موسوم کیا جائے تو زیادہ موزوں اور مناسب ہوگا۔

ملک صاحب! آپ سخت دھوکہ میں مبتلا ہیں احمدیت جمہوریت کے منافی نہیں بلکہ اس کی دلدادہ اور پرستار ہے آپ نے غالباً بانیٔ احمدیت علیہ السلام کی "الوصیت" پڑھی ہوگی - نیز آپ کی وہ "آخری تحریر" بھی جو "صدر انجمن احمدیہ" کے متعلق آپ نے لکھی اور جس کو جماعت احمدیہ کا میگنا کارٹا MAGNA CARTA کہا جاتا ہے..... احمدیت کے نزدیک جمہوریت اس کا نام ہے جس میں

(۱) تنظیم ہو
(۲) ایمان ہو
(۳) حب الوطنی ہو
(۴) اور قومی کیرکٹر ہو

یہی جمہوریت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کر کے دکھائی اور یہی احمدیت کا مطمح نظر ہے۔ اس کے بغیر کسی ملک کا ترقی کرنا ناممکن اور محال ہے۔

علامہ کی امید اور آپ کی خواہش

آپ نے اپنے اس خط (پیش لفظ) کو الفاظ ذیل پر ختم کیا ہے:۔

"علامہ اقبال کی جس تحریر سے اوپر حوالے دیئے گئے ہیں اسی میں ایک جگہ موصوف نے امید ظاہر کی ہے کہ

"جمہوریت کی نئی روح جو ہندوستان میں پھیل رہی ہے وہ یقیناً احمدیوں کی آنکھیں کھول دے گی، اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ ان کی دینیاتی ایجادات بالکل بے سود ہیں"

یہی میری بھی خواہش اور امید ہے۔ دیکھئے احمدی نوجوان کب آنکھیں کھولتے ہیں - تاریخ نے احمدیت کو غلط ثابت کر دیا ہے علامہ اقبال کے الفاظ ہیں:۔

"اسلام جدید تفکر اور تجربے کی روشنی میں قدم رکھ چکا ہے اور کوئی ولی یا پیغمبر اس کو قرون وسطےٰ کے تصوف کی تاریکی میں واپس نہیں لے جا سکتا"

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب اس تاریخی حقیقت کو قبول کر لیں۔" (صـ۱۲)

"دینیاتی ایجادات" سے مراد وہ نظریے ہیں جن پر احمدی اور غیر احمدی سب مسلمانوں کو اتفاق ہے۔ بالفاظ دیگر ان سے مراد "اسلامی نظریات" ہیں۔ اور "جمہوریت کی نئی روح"، "جدید تفکر" اور "تجربے کی روشنی" سے مراد آپ کے نزدیک علامہ صاحب کی وہ "فلسفیانی ایجادات" ہیں جن کا نام "جعفر خانی نظریات" ہیں - آپ نے کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ علامہ صاحب کی ان فلسفیانی ایجادات کو کسی نے قبول نہیں کیا - علامہ صاحب گزر گئے مگر ان کی یہ امید تشنہ کام رہی - اور آپ بھی یقین رکھیں کہ آپ کی اس خواہش اور امید کا حشر بھی ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سے بڑھ کر نہیں ہوگا - مسلمان سخت جان ہے خدا پر اس کا ایمان بہت مضبوط ہے - چودہ سو سال سے یہ خدا کے پیغمبروں اور ولیوں کا وفادار اور پابند چلا آیا ہے اگرچہ آپ کی پیش کردہ فلسفیانی ایجادات اور جعفر خانی نظریات کے طوفان اور حادثہ سے بڑھ کر طوفانوں اور حادثوں سے اس کو دوچار ہونا پڑا، اور آئندہ بھی یہ پیغمبروں اور ولیوں سے بغاوت کر کے صرف عقل کا پجاری نہیں ہو سکتا - کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ انسان فانی ہے اور کمزور ہے - اس کی عقل ناقص اور محدود ہے - مگر وحی خدا کا کلام ہے جو ہر ظاہر و باطن کو جانتا اور اس کا علم ہر شئے پر محیط ہے، جس روز اس نے اسلامی نظریات کو چھوڑ کر جعفر خانی نظریات کو اختیار کیا اسی روز وہ مسلمان کہلانا ترک کر دے گا - کیونکہ یہ جعفر خانی نظریات قرآن کریم سے بغاوت ہے فلسفیانی الحاد اور مغربی دہریت ہے - جس کو نہ آج تک مسلمانوں نے قبول کیا اور نہ آئندہ وہ قبول کریں گے - احمدی نوجوانوں کے متعلق معلوم نہیں آپ کو کیونکر اور کس طرح شک ہو گیا - تعجب ہے۔

خلاصۃ المقال آپ کے خط (پیش لفظ) کے جواب کو اسی پر ختم کرتا ہوں - اب اس کے بعد آپ کی اصل کتاب میں آپ کے بیان کردہ اعتراضات اور دلائل کے متعلق آپ کے اپنے پسندیدہ عنوانات کے زیر بحث مختصر الفاظ میں ترتیب وار اپنی معروضات کروں گا - لیکن آپ کی قائم کردہ ترتیب عنوانات [illegible] ہے ان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ پاؤں پر نہیں بلکہ سر کے بل کھڑے ہیں - یہ پوزیشن مناسب معلوم نہیں ہوتی - میں آپ کے آخری عنوان کو پہلا عنوان بنا کر اور اسی طرح

(باقی بر صـ۹)

میرا سفر امریکہ

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

مختلف شعبوں کو دیکھنے کا موقعہ ڈاکٹر موصوف کی وجہ سے مل گیا۔ یہ یونیورسٹی امریکہ کی مشہور ترین درسگاہوں میں سے ہے اور اس میں پچیس ہزار طلباء و طالبات بیک وقت زیر تعلیم رہتے ہیں۔ مذکورہ یونیورسٹی کے اساتذہ بڑے بلند پایہ لوگ ہیں اس یونیورسٹی کی بنیاد دراصل یونی ٹیرین علماء نے ڈالی تھی۔ جن میں مسٹر ایمرسن اور دیگر بڑے بڑے علماء شامل تھے۔ مشہور یونی ٹیرین انگریز شاعر مسٹر لانگ فیلو بھی اسی یونیورسٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ یونیورسٹی کی فضا بڑی مؤثر قسم کی ہے۔ یونیورسٹی کی عمارات کا سلسلہ میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں ایک علمی عجائب خانہ بھی ہے جس میں دیگر دلچسپ عجائبات کے علاوہ ایک خاص قسم کے خوبصورت پھول نظر آئے جن کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا گویا ابھی ابھی تازہ باغ سے توڑ کر رکھے گئے ہیں مگر معلوم ہوا کہ مذکورہ پھول ایک جرمن ماہر فن نے کانچ کی جنس سے کسی کیمیاوی ترکیب سے بنائے تھے قسما قسم پھول اسی جنس کے بنے ہوئے تمام کمرہ میں جگہ بجگہ گلدانوں میں رکھے ہوئے تھے۔ رات کا کھانا ڈاکٹر گریلے کے مکان پر تھا جس میں بہت سے معززین شریک دعوت ہوئے۔

امریکہ کی یونی ٹیرین تحریک کا یہ مرکز ایک عالیشان چار منزلہ عمارت پر مشتمل ہے جس میں چھاپہ خانہ، لائبریری، کتب خانہ و دیگر مرکزی دفاتر مصروف عمل ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ امریکن یونی ٹیرین کی اس تحریک کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے تاکہ قارئین کرام کو کلوکیم اور کانگریس کا پس منظر معلوم ہو سکے۔ حقیقتاً تحریک اور اس کے بعد ٹرنٹی ٹیرین تثلیث کا عیسائی دنیا میں زور بڑھتا چلا گیا۔ مگر پھر بھی اونچے پایہ کے عیسائی علماء یورپ میں توحید پرستی پر قائم رہے۔ انہوں نے اکے دُکے گرجے بنا رکھے جن کا اثر رومن کیتھولک مذہب پر اس علاقہ تک رہا کہ تحریک اصلاح جدیدہ یعنی پروٹسٹنٹ کو کیرس۔ اور یونی ٹیرین حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ اور بعد میں مروج تھی۔ جب عیسائیت سینٹ پال کے اقتدار میں قائم ہوئی تو تثلیث کے عقائد اس میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ یونان اور روم میں بالخصوص جب شاہ کانسٹنٹائن نے عیسائیت قبول کی تو اس نے اپنے آبائی سورج پرستی کے مذہب کو جو پہلے ہی تثلیثی عقائد پر مبنی تھا عیسائیت کا نام دے کر اور سورج دیوتا کی بجائے مسیح اور مریم کو قائم کر کے۔ پرانی سورج پرستی کو اس رنگ میں رنگ دیا۔ تاریخ عیسائیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایک زمانہ میں یونی ٹیرین اور ٹرنٹی ٹیرین فریق کا آپس میں مناظرہ قیصر روم کے شاہی دربار میں ہوا تھا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا اور اس کے بعد تثلیث کا عیسائی دنیا میں دور ... لبرل کرسچین، فری یونیورسلسٹ وغیرہ ان کی تحریک آزادی مذہب سے پیدا ہوئے۔

تحریک یونی ٹیرین کا اصل جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ابتدائی زمانہ عیسائیت کے اندر موجود تھا۔ کیونکہ لوگ تثلیث کے عقائد کے پیدا ہونے کے سخت مخالف تھے اور ابتدائی زمانہ میں یہ گروہ مختلف ناموں سے موسوم تھا۔ مثلاً:-

PHOTINIANS یا AR.ANS,
SAMOSATENIANS,
EBIONITES,

یونی ٹیرین مذہب ابتداً دراصل مذہب تثلیث میں نیم وحشی مذہب کے نشانات کے خلاف اظہار رنجیدگی تھا، کیونکہ وہ نشانات یسوع مسیح کی توحید کی سادہ تعلیم اور اس کے ابتدائی پیرو کاروں کے عقائد کے خلاف تھے، اگرچہ درمیانی عرصہ میں یہ تحریک دب گئی تھی مگر سولہویں صدی عیسوی میں بعض آزاد خیال پراٹسٹنٹ تثلیث کے خلاف کھڑے ہو گئے جن میں فرنسس ڈیوڈ ......

FAUSTUS - SOCINUS

اور MICHAEL SERVETUS

علم بردارانِ تحریک تھے جن کو سال ۱۵۵۳ء میں بمقام جنیوا اس وجہ سے نذر آتش کیا گیا کہ وہ خدائے واحد کے پرستار تھے۔ مگر ان نذر آتش شہدا کی قربانی سے زمانۂ حال کا یونی ٹیرین ازم پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۵۶۸ء میں ہنگری کا بادشاہ JOHN SIGISMUND یونی ٹیرین بنا اور اس نے مذہبی آزادی کا اعلان کیا۔

سال ۱۹۰۰ء میں اس کے ملک میں ۴۲۵ توحید کے گرجے قائم ہو گئے۔ یہ تحریک تقریباً ۱۲۵ سال سے امریکہ میں آئی ہے اور اس تحریک کے ذریعے کونگرس اور دیگر عیسائی توحید پرست بن گئے۔ یونی ٹیرین کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) خدائے واحد پر ایمان اور تثلیث کی تردید یسوع مسیح کو انسان سمجھتے ہوئے اس کی اصلی تعلیم کو اپنانا۔

(۲) یونی ٹیرین مذہب یسوع مسیح کی معجزانہ پیدائش کا قائل نہیں۔

(۳) یونی ٹیرین یسوع مسیح کو ایک برگزیدہ شخص تسلیم کرتے ہیں اور اس کو خدا کا اوتار یا تثلیث کا دوسرا جزو نہیں مانتے۔ بلکہ محض ایک بڑا خدا رسیدہ نبی اور اخلاقی استاد تسلیم کرتے ہیں جو حق و انصاف کی زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے۔

(۴) یہ گروہ آدم علیہ السلام کے گناہ اور انسان کی گناہ آلود سرشت کے عقاید کے خلاف ہے بلکہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا ذمہ دار مانتا ہے۔

(۵) یہ گروہ انجیل کے تخیل جنت و دوزخ کو رد کرتا ہے اور ان کے بہشت و جہنم کا عقیدہ بڑی حد تک اسلامی ہے۔

(۶) یونی ٹیرین کی عبادت باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے نہ شروع کی جاتی ہے اور نہ ختم کی جاتی ہے بلکہ تعالیٰ توحید کے نظریہ پر ہی ان کی عبادات کا آغاز و اختتام ہوتا ہے۔

(۷) یونی ٹیرین رسومات کے مطلق قائل نہیں بلکہ ان کا مذہب دراصل اقرار باللسان و تصدیق بالقلب ہے۔

یونی ٹیرین کے اندر امریکہ میں بڑے بڑے آدمی پیدا ہوئے جن کے نام نیویارک یونیورسٹی کے ہال آف فیم میں درج ہیں۔ مثلاً تھامس جیفرسن، ولیم چیننگ، رالف ایمرسن اور لانگ فیلو وغیرہ اور یہی لوگ ہیں جن کے ذریعہ غلامی کا قلع قمع شمالی ریاستہائے امریکہ میں ہوا اور امریکہ دراصل THE LAND OF FREE کے نام سے موسوم ہوا۔ تمام امریکہ میں ان کے سینکڑوں گرجے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلند پایہ لوگ ان کے ساتھ شامل ہیں۔ اور یونیورسٹیوں میں ان کی مذہبی درسگاہیں ہیں۔ یورپ اور انگلستان کے چیدہ چیدہ علماء بھی اسی عقیدہ کے تھے۔ جن میں انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن بھی شامل تھا۔ مشیت ایزدی ہوئی تو یہ گروہ علم بردار اسلام ہو گا۔ تمام اصول اسلامی ان کے عقائد میں داخل ہیں۔ حضرت محمد مصطفٰےؐ کو نبی تسلیم کرتے ہیں مگر ابھی عیسٰی کی عزت ان کے دل میں زیادہ ہے۔ جو محض پیدائشی جذبات کے تحت اور عیسائیت کے اندر رہنے کی وجہ سے ہے۔

(باقی انشاء اللہ آئندہ)

جواب خط

(بسلسلہ صفحہ ۸)

ساری ترتیب کو بدل کر آپ کو سیدھا کھڑا کر دینا مناسب اور ضروری سمجھتا ہوں۔ دیکھئے آپ نے عنوانوں کی ترتیب (پیش لفظ کے بعد) حسب ذیل رکھی ہے:۔

(۲) کتاب الفتن
(۳) تاویل اور خواب کی دنیا
(۴) مقام حدیث اور نزول مسیح
(۵) فہم قرآن
(۶) شہادت القرآن
(۷) مرزا صاحب اور مصنف مجبور
(۸) نبوت
(۹) نبی بمعنی محدث
(۱۰) غیر تشریعی نبوت
(۱۱) امتی نبی
(۱۲) ایک غلطی کا ازالہ
(۱۳) ختم نبوت

مگر یہ ترتیب غیر صحیح اور الٹی ہے۔ اس سلسلے میں اس کے برعکس ترتیب سے اپنی گذارشات عرض کروں گا۔ یعنی سب سے پہلے "ختم نبوت" پھر "ایک غلطی کا ازالہ" ثانی بعد "امتی نبی" اور ثالثاً علیٰ ہذا القیاس باقی ترتیب

آخر

... صرف یہ عرض کرتا ہے کہ آپ کی بیان کردہ تنظیمی بندش

کی تمام پیچ در پیچ مشکلات، مصائب اور دکھاووں سے بالکل آزاد آپ کے ایک احمدی مخاطب نے نہایت خلوص اور دردمندی کے جذبات سے یہ جواب پیش خدمت کیا ہے۔ صرف اپنے "بدگمانی اور بدظنی" کے جذبات اور ترقی پسندانہ خیالات سے ایک بار خالی الذہن ہو کر اس کو پڑھیں اور سوچیں کہ میں نے آپ کے نظریات اور خیالات، آپ کے قلب و ذہن کی کیفیت، آپ کے منشاء و مقصود اور نفسیات کو صحیح سمجھا ہے یا غلط۔ اگر میں نے صحیح سمجھا ہو تو احمدیت کے متعلق اپنے خیالات پر نظر ثانی فرمائیں، دگرنہ بصورت دیگر میری غلطی سے مجھے آگاہ کریں۔

ہاں

ایک بات اور ہے۔ آپ نے اکثر جگہ اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ہمارے نزدیک "ہمارا خیال" "ہمیں انکار ہے" "ہم یہ کہتے ہیں" وغیرہ وغیرہ ان الفاظ سے صرف آپ کا اپنا آپ ہی مراد ہے یا کوئی اور مسلمان بھی اس میں شامل ہیں۔ اگر آپ کے سوا کوئی اور بھی شامل ہیں تو وہ کون ہیں کس جگہ اور کس ملک میں رہتے ہیں۔ اس کی وضاحت ضرور فرمائیے گا۔

خیراندیش

شکر اللہ خاں منصور

علامہ اقبال اور حضرت مرزا صاحب

(بسلسلہ صفحہ ۲)

بعض تصورات پر اپنے بیان میں انہوں نے جرح بھی کی ہے مگر احمدیت کی ایک چیز اُن کے پیغام و کلام کے لئے ہمیشہ بمنزلہ روح رواں رہی، یعنی وہ گہرا اسلامی جذبہ کہ اسلام خدا کی آخری تقدیر ہے جس سے انسانیت کی فلاح وابستہ ہے اس دور میں اس یقین محکم کا صرف ایک ہی سرچشمہ تھا جو قادیان سے پھوٹا اور جس سے اقبال بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ ضرور متاثر ہوئے۔

میری دیانتدارانہ یہی رائے ہے کہ احمدیت سے اقبال کا تعلق اس نوعیت کا تھا کہ وہ احمدیت کے Orthodox تھے، مگر احمدیت سے Unorthodox ہونا اور بات ہے اور اس کا قلع قمع کرنا جس کا ناجائز الزام "اسلامک ریویو" کے نوآموز مضمون نگار نے اقبال پر لگایا ہے اور بات ہے۔

خود "ذکر اقبال" کا فاضل مصنف حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ یکایک علامہ اقبال کو کیا ہوا کہ بیٹھے بٹھائے احمدیت کے خلاف ایک "بیان" داغ دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"خدا جانے اقبال نے کس عقیدتمند کی درخواست پر ایک مضمون لکھ دیا جس میں بتایا کہ اس فرقے کی بنیاد ہی غلطی پر ہے" صفحہ ۲۱۰

مگر باوجود علمی تنقید کے دل میں حضرت مرزا صاحب کا اور احمدیہ تحریک کا احترام پھر بھی باقی رہا۔ اور تنقید کو علمی سطح تک محدود رکھا۔ "ذکر اقبال" نے اسے خصوصیت سے نوٹ کیا ہے:-

"علامہ اقبال نے انتہائی اشتعال اور ناراضی کی حالت میں بھی بانی احمدیت، امام جماعت احمدیہ، اور احمدیوں کے خلاف کوئی دل آزار کلمہ نہیں لکھا" صفحہ ۲۱۱

بہرحال یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر انشاء اللہ میں روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ میری تحقیق کے مطابق اقبال کے "بیان" کے محرکات محض مقامی سیاسی حالات نہ تھے۔ بلکہ مغربی فلسفہ کے بعض تازہ "انکشافات" بھی تھے، جنہوں نے اقبال کے تصور مذہب ہی میں ایک جنبش پیدا کی اور اس کی سب سے پہلی زد احمدیہ تحریک پر اس لئے پڑی کہ اسی سے علامہ کو سب سے زیادہ امیدیں وابستہ تھیں جو اب اس "جدید" فلسفہ کی روشنی میں ان کو کچھ موہوم نظر آنے لگیں۔

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی پہلی مجلس

بسلسلہ اشاعت گزشتہ

حضرت نبی کریمؐ اور حضرت عمرؓ کا ایک مکالمہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے گھر میں تشریف لائے دیکھا کہ حضورؐ کھجور کی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور اس چٹائی کے نشان حضورؐ کے بدن پر پڑے ہیں۔ حضور کے کمرہ میں سوائے ایک آدھ مشکیزہ کے اور سامان نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے حضور سے عرض کی:۔

"یا رسول اللہ! غضب کی بات ہے کہ ایران اور روم کے بادشاہ تو اس قدر عیش و آرام کی زندگی بسر کریں۔ اور حضور کا یہ حال ہے" حضورؐ نے جواب میں فرمایا "اے عمر! مجھے دنیا کی زیب و زینت سے کیا غرض؟ میں تو اس مسافر کی مانند ہوں جو سفر کر رہا ہو۔ اور چلتے چلتے رستہ میں تھوڑی دیر کے لئے آرام کے لئے ٹھہر گیا ہو"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو دنیا عیش و عشرت سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ حضور کے لباس میں اکثر پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ کئی دفعہ فاقہ سے ہوتے تھے۔ اور بھوک کی تکلیف دور کرنے کے لئے بعض وقت پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ مہینوں آپ کے گھر میں آگ نہ سلگتی تھی۔ کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔

حضرت نبی کریمؐ کو زیب و زینت سے نفرت تھی

جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا ہے آپؐ کو زیب و زینت سے سخت نفرت تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت علیؓ کے ایک دوست نے اُن کو کھانا بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا اچھا ہو کہ آنحضرت صلعم بھی ہمارے شریک طعام ہوں۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی صاحبزادی کا پیغام دیا۔ آپ اُن کے ساتھ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ جب اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ دیواروں پر پردے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضور واپس چلے گئے۔ حضرت علیؓ نے سبب دریافت فرمایا تو حضور نے فرمایا کہ جس گھر میں اس قدر زیبائش ہو۔ نبی کے لئے زیبا نہیں۔ کہ اُس میں داخل ہو"۔

نعیمہ:۔ اوہو! امی جان! ہماری اور ہمارے نبی کی زندگی میں تو بڑا فرق ہے"

حضرت نبی کریمؐ کی زندگی سے سبق

ماں:۔ سنو بیٹی! ہمارے نبی کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں سادہ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جو چھوٹا موٹا مل گیا کھا لیا اور جو چھوٹا موٹا مل گیا پہن لیا۔ بعض لڑکیاں ضد کرتی ہیں کہ ہم فلاں چیز ہی کھائیں گی۔ فلاں نہیں کھائیں گی۔ اس قسم کا کپڑا پہنیں گی۔ اس قسم کا نہیں پہنیں گی۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ جو گھر میں میسر ہو اسی پر گزارہ کرنا چاہیئے۔ دنیا کی زیب و زینت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ لڑکیوں میں ریس کا مادہ بھی بہت پایا جاتا ہے۔ جب کسی لڑکی کو کوئی اچھا کپڑا ریشم یا سلک کا پہنے دیکھتی ہیں تو ماں باپ سے تقاضا شروع کر دیتی ہیں کہ ہم نے بھی ایسا ہی کپڑا پہننا ہے۔ خواہ ماں باپ کی توفیق ہو یا نہ ہو۔ بیچارے ماں باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ وہ قرض اُٹھا کر بھی ان کی فرمائشوں کو پورا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرض کے نیچے دب جاتے ہیں۔ اور ساری زندگی تکلیف میں کٹتی ہے۔ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ جتنی چادر ہو اتنے ہی پیر پھیلاؤ یعنے جس قدر طاقت ہو اسکے مطابق ہی خرچ کرو، آمد تھوڑی ہو اور خرچ زیادہ تو بڑی مصیبت پیش آتی ہے اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ کئی گھرانے محض فضول خرچی سے تباہ ہو گئے۔ اُن کی جائیدادیں بک گئیں۔ گھر بار نیلام ہو گئے۔ اور وہ مفلس اور غریب رہ گئے۔ اگر ہم اپنے نبی کے نقشِ قدم پر چلیں اور سادہ زندگی بسر کریں۔ اور جو میسر آئے اس پر گزارہ کریں۔ تو ہماری زندگی ہمارے لئے راحت کا موجب ہوگی۔ اور کوئی تکلیف پیش نہ آئے گی۔ دنیا کے لوگوں کی ریس نہیں کرنی چاہیئے۔ اس ریس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ ہمیشہ اپنے حالات کے مطابق گزارا کرنا چاہیئے۔

نعیمہ:۔ ٹھیک ہے امی جان! ابھی کل بلقیس اپنی اماں سے کہہ رہی تھی کہ شفعون کا دوپٹہ لے دو۔ سب لڑکیوں نے شفعون کے دوپٹے بنوائے ہیں اور مجھے یہی کہتی ہیں کہ تم بھی شفعون کا دوپٹہ بنواؤ۔ اس کی اماں جان کہہ رہی تھیں کہ بیٹی! کچھ دن تک اپنے پہلے دوپٹے سے ہی گزارہ کرلو۔ تنخواہ آنے پر تم کو لے دوں گی۔ مگر وہ نہیں مانتی اور ضد کرتی تھی"۔

ماں:۔ "یہ بری بات ہے۔ ضد نہیں کرنی چاہیئے۔ اور جب اس کی ماں کہتی ہے کہ تنخواہ آنے پر اس کو لے دے گی تو اس کو چند دن صبر کرنا چاہیئے۔ گھر میں بعض وقت پیسہ ہوتا ہے بعض وقت نہیں ہوتا۔ وقت بے وقت ماں باپ کو تنگ کرنا اچھا نہیں"

نعیمہ:۔ "دیکھو امی جان! میں تو آپ کو تنگ نہیں کیا کرتی۔ ایک دن میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے سونے کے ٹاپس بنوا دو۔ آپ نے کہا تھا کہ تمہارے بھائی جان جب کراچی سے آئیں گے تو لیتے آئیں گے۔ بس میں خاموش ہو گئی"

ماں:۔ "ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ سعادت مند بچوں کا یہی حال ہوتا ہے وہ ماں باپ کو بے جا تنگ نہیں کرتے اور ایسی چیزوں کا تقاضا نہیں کرتے جو ماں باپ کی طاقت سے باہر ہوں تم بلقیس کو سمجھانا کہ دوسری لڑکیوں کی ریس نہیں کرنی چاہیئے۔ اور جو تمہاری ماں کہتی ہے اس پر ہی عمل کرنا چاہیئے۔ بلقیس تمہاری سہیلی ہے۔ وہ تمہاری بات سُن لے گی۔ دوسروں کو نصیحت کرنا بھی ثواب کا کام ہے۔ دوسروں کو صحیح رستہ پر ڈالنے سے خدا اور خدا کا رسول بہت خوش ہوں گے"۔

(اب باقی پھر)

پیغام صلح ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۴ شمارہ ۳۵

ہفت روزہ پیغام صلح

سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ { شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱۰ A محلہ اعظم پورہ ملک پیٹھ - حیدرآباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

نذرِ عقیدت

بہ حضور سرورِ کائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

از جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

صحت حدیث پر ایک زندہ شہادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الہدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم کل القبط یا اہل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

محمد رسول اللہ
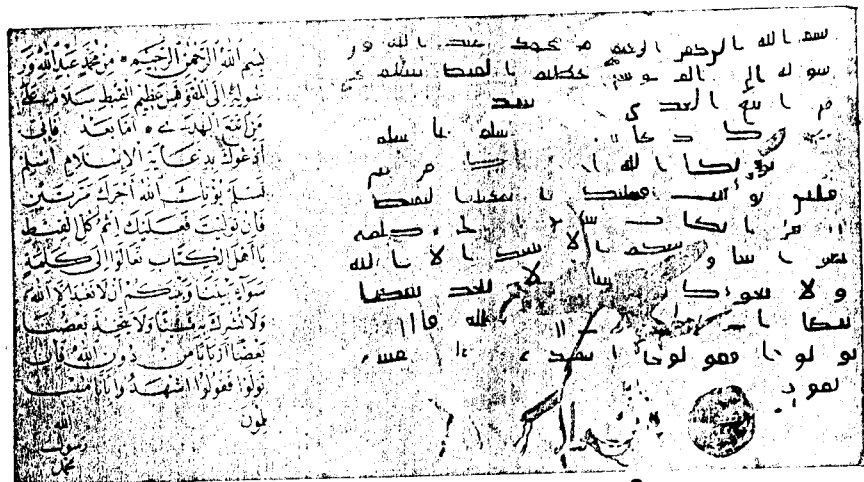
حضرت نبی کریم صلعم کا خط مقوقس شاہ مصر کے نام

محمدؐ آبروئے دو جہاں ہے

مرتضیٰ خان حسنؔ

محمدؐ فخرِ بزمِ کن فکاں ہے ؎ محمدؐ نازشِ ہر دو جہاں ہے
محمدؐ تاجدارِ ہفت کشور ؎ محمدؐ بادشاہِ انس و جاں ہے
محمدؐ باعثِ تخلیقِ عالم ؎ محمدؐ خلق کی رُوحِ رواں ہے
محمدؐ دارُوئے دردِ نہانی ؎ محمدؐ مرہمِ آزارِ جاں ہے
محمدؐ رہبرِ راہِ ہدایت ؎ محمدؐ رہنمائے گُمرہاں ہے
محمدؐ شافعِ روزِ قیامت ؎ محمدؐ پردہ پوشِ عاصیاں ہے
محمدؐ صاحبِ تسنیم و کوثر ؎ محمدؐ مالکِ باغِ جناں ہے
محمدؐ روشنیٔ قلبِ مومن ؎ محمدؐ نورِ چشمِ قدسیاں ہے
اُسی سے ہیں منوّر دونو عالم ؎ محمدؐ آبروئے دو جہاں ہے
اُسی کا نور ہے شمس و قمر میں ؎ اُسی سے آفتابِ فرقداں ہے
تعالیٰ اللہ شبِ اسریٰ کا منظر ؎ خُدا کے ہاں محمدؐ میہماں ہے
شبِ معراج کا عالم نہ پوچھو ؎ خُدا کے عشق کی یہ داستاں ہے
پیمبر بے شمار آئے جہاں میں ؎ محمدؐ کا کوئی ثانی کہاں ہے
خدا نے اس کو جو عظمت عطا کی ؎ بیاں ہو مجھ سے یہ طاقت کہاں ہے
غریبوں سے محبت کرنے والا ؎ محمدؐ غمگسارِ عاجزاں ہے
یتیموں کا وہی ملجا و ماویٰ ؎ وہی تو تکیہ گاہِ بیکساں ہے
محافظ اور معاون بیوگاں کا ؎ وہی تو حامیٔ ہر خستہ جاں ہے
بیاں میں کیا کروں جود و عطا کا ؎ سخاوت میں وہ بحرِ بیکراں ہے
دل و جاں سے ہوں مدّاحِ محمدؐ ؎ قلم میں اس لئے زورِ بیاں ہے

حسنؔ میں نے پروئے ہیں جو موتی
خجل ان کے مقابل کہکشاں ہے

ہدیۂ محقرہ

بہ حضورِ سرورِ کائنات خاتم النبیین رحمۃ للعالمین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور اخلاقِ عالیہ اور آپکی بلند پایہ تعلیمات نے ایک ایسا انقلابِ عظیم دنیا میں پیدا کیا جس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ ایران و روم اور یورپ کی انتہائی وادیوں تک گناہوں بدکاریوں اور جہالت میں لتھڑی ہوئی دنیا کو نہ صرف نیکی و پاکیزگی عطا کی بلکہ علم و حکمت کی دولت سے مالامال کر دیا گویا ایک مُردہ دنیا دوبارہ زندہ ہوگئی، اندھے بینا ہوگئے اور لُولے لنگڑے تندرست ہوکر چلنے پھرنے لگ گئے یہ وہ انقلابِ عظیم ہے جس کی نظیر تاریخِ عالم میں نہ پہلے نظر آئی اور نہ آئندہ کبھی مل سکے گی۔

اس انقلابِ عظیم کی داستان بڑی طویل ہے اور اس رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد کا شمار کرنا مشکل تاہم ان چند صفحات میں اسی بحرِ بے پایاں کے چند آبدار موتی

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں

بطور ہدیۂ محقرہ پیش کرنے کی جرأت کی گئی ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

رحمۃ للعالمین

غریبوں کا والی

یہ حضرت امیر جناب مولٰنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی تو تصنیف کتاب کا نام ہے جو اس پرچہ کے شائع ہونے تک زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر مطبع سے آجائے گی۔ یہ کتاب کم و بیش ایک سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے، اس کا موضوع اس کے نام سے عیاں ہے حضور رحمۃ للعالمین نے بیکسوں بے نواؤں کے لئے ایسا انقلاب پیدا کر دکھایا اور ایسا نظام قائم کر دیا جس کی نظیر نہ تو تاریخ پیش کر سکتی ہے اور نہ ہی یورپ کی کوئی موجودہ سوشل ریفارم اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ موجودہ یورپین تحریکات جو سوشلزم اور کمیونزم کے نام سے موسوم ہیں روٹی کا نعرہ لگا کر امراء و غرباء میں تصادم و منافرت پیدا کرکے سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوشل ریفارم نے قوم کے کسی دو طبقوں کے درمیان نہ کوئی تصادم پیدا کیا اور نہ ہی کسی قسم کی منافرت، بلکہ قوم کے ہر طبقہ کا آپ نے خیال رکھا۔ اور اُن کے ذہن میں ایسی پاک تبدیلی پیدا کی کہ وہ حقیقی معنوں میں بھائی بھائی بن گئے اور غرباء کی مایحتاج کا انتظام کر دینے کے علاوہ ان کو خدا پرست بنا دیا۔۔۔ ان کی عزتِ نفس قائم کی۔۔۔ اور ان کو آزادئ ضمیر اور آزادئ رائے عطا کی یعنی حقیقی معنوں میں ان کو امراء کے برابر مساوی حقوق عطا کر دیئے اور وہ قوم کا قیمتی حصہ بن گئے۔ اس اہم انقلاب کی قدر و قیمت کا اس وقت پتہ لگتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو قوم کا اچھوت حصہ آج بھی حقیر و ذلیل ہے۔ اور باوجود اعلےٰ طبقہ کے لیڈروں کی انتہائی کوششوں کے اس طبقہ کی قسمت میں کسی قسم فرق رونما نہیں ہو سکا، آج بھی افریقہ اور امریکہ اور روس میں طبقاتی اور نسلی منافرت کے جذبات کارفرما ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ غرباء کی حالت کا سنوارنا مشکل ترین امور میں سے ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو جس خوبی سے سرانجام دیا۔ اور غرباء کی گری ہوئی حالت کو تبدیل کر دیا وہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کارناموں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس عظیم الشان معجزہ کا موجب ہوئے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کسی مغربی تحریک کا نام تک نہیں لیا گیا اور حضور کے اس پیدا کردہ انقلابِ عظیم کا ان تحریکات کے ساتھ مقابلہ و موازنہ قارئین پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ملنے کا پتہ:- دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

عید میلاد النبی صلعم کی تقریبِ سعید پر

مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں

ایک جلسہ

آئندہ اتوار مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء کو صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں میلاد النبیؐ کی تقریب سعید پر ایک جلسہ منعقد ہوگا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ، حضرت صاحب صدر، مولٰنا محمد یعقوب خاں صاحب، مولٰنا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری، مولانا احمد یار صاحب اور دیگر بزرگانِ ملت کی تقاریر ہوں گی،

مقامی جماعت اور قریب کی بیرونی جماعتوں کے احباب اور مذہب و ملت کے اصحاب سے گذارش ہے کہ اس جلسہ میں شامل ہوکر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ہدیۂ عقیدت پیش کریں۔

منجانب:- ناصر احمد، سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں

حضرت مجدد وقت، مسیح زمان، مہدی دوران کا ہدیہ عقیدت

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قوٰی کے پُرزور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل تھا اور کامل نبی تھا، اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعثت اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء، ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔

اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح ابن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہ تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالے کے پیارے تھے یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (اتمام الحجۃ صفحہ ۲۸)

...... قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرماتا ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ یعنے یہ رسول خدا کی طرف...... بڑھا اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا۔ یعنے عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنے بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ اور ایک طرف خدا کی محبت اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تک پہنچا پس پس وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہوگیا جیسا دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے، لہٰذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان میں ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔

اور پھر ایک اور مقام میں آپ کے الٰہی قرب کی نسبت یوں فرمایا: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے وجود سے بالکل کھویا گیا ہوں، میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہوگئی ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک انسان جب تک وہ کامل نہیں خدا کے لئے خالص طور پر عبادت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ عبادت اس کی خدا کے لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے نفس کے لئے کیونکہ وہ اپنے نفس کی عظمت اور بزرگی چاہتا ہے۔ جیسا کہ خدا کی عظمت اور بزرگی کرنی چاہیئے اور یہی عبادت کی حقیقت ہے اور ایسا ہی ایک حصہ اس کی عبادت کا مخلوق کے لئے ہوتا ہے کیونکہ جس عظمت اور بزرگی اور قدرت اور تصرف کو خدا سے مخصوص کرنا ہے اس عظمت اور قدرت کا حصہ مخلوق کو بھی دیتا ہے اس لئے جیسا کہ وہ خدا کی پرستش کرتا ہے نفس اور مخلوق کی پرستش بھی کرتا ہے بلکہ عام طور پر جمیع اسباب سفلیہ کو اپنی پرستش سے حصہ دیتا ہے کیونکہ خدا کے ارادے اور تقدیر کے مقابل ان اسباب کو بھی کارخانہ محو و اثبات میں دخیل سمجھتا ہے پس ایسا انسان خدا تعالے کا سچا پرستار نہیں ٹھہر سکتا۔ جو کبھی خدا کی عظمت اور تمام بزرگیاں اور تمام تصرف خدا ہی کو دیتا ہے نہ کسی اور کو اور جب اس مرتبہ توحید پر انسان کی پرستش پہنچ جائے تب حقیقی طور پر وہ خدا کا پرستار کہلاتا ہے۔ اور ایسا انسان جیسا کہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا واحد لاشریک ہے ایسا ہی وہ اپنے فعل سے یعنے اپنی عبادت سے بھی خدا کی توحید پر گواہی دیتا ہے پس اس مرتبہ کاملہ کی طرف اشارہ ہے جو آیت مذکورہ بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے کہ تو لوگوں کو کہدے کہ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہیں۔ یعنے نفس کو اور مخلوق کو اور اسباب کو میری عبادت میں سے کوئی حصہ نہیں۔

اور پھر بعد اس کے فرمایا میری قربانی بھی خالص خدا کے لئے ہے اور میرا جینا بھی خدا کے لئے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یاد رہے کہ نسیکہ لغت عرب میں قربانی کو کہتے ہیں اور لفظ جو آیت میں موجود ہے اس کی جمع ہے۔ نیز دوسرے معنے اس کے عبادت کے بھی ہیں۔ پس اس جگہ ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنے عبادت اور قربانی دونوں پر اطلاق پاتے ہیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل عبادت جس میں نفس اور مخلوق اور اسباب شریک نہیں ہیں درحقیقت ایک قربانی ہے اور کامل قربانی درحقیقت کامل عبادت ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو فرمایا کہ میرا مرنا بھی خدا کے لئے یہ آخری فقرہ قربانی کے لفظ کی تشریح ہے تا کوئی اس وہم میں نہ پڑے کہ قربانی سے مراد بکرے کی قربانی یا گائے کی قربانی ہے یا اونٹ کی قربانی ہے اور تا اس لفظ سے کہ میرا جینا اور میرا مرنا خاص خدا کے لئے ہے بہ صراحت طور پر سمجھا جائے کہ اس قربانی سے مراد روح کی قربانی ہے۔ اور قربانی کا لفظ قرب سے لیا گیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قوٰے اور نفسانی جنبشوں پر موت آجائے۔

غرض یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب تام پر ایک بڑی دلیل ہے۔ اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت

باقی بر صفحہ ۲
کالم نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اسلام کے عالمگیر اصول اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محمود

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ اولیاء و مجددین کی وجہ سے ہمیشہ لہلہاتا رہے گا

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا ـــــــ (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۹)

نبی کریمؐ کے دادا عبدالمطلب کا ایک خواب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا جس کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے کہ میں نے دیکھا میری پشت میں سے ایک چاندی کی زنجیر نکلی جو آسمان کی طرف جا رہی ہے، پھر میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایک درخت بن گئی جس کی چوٹی آسمان تک پہنچی ہوئی تھی، اور شاخیں چاروں طرف بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں، اور بے شمار انسان اس کے سایہ کے نیچے آرام کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو فرائض مقرر کئے ہیں، ان میں اس خواب کی جھلک نظر آتی ہے فرماتا ہے کہ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو للعالمین نذیرا بنا کر بھیجا ہے آپ کو تمام قوموں کے لئے تعلیمات اور پیغام دے کر بھیجا۔

حضرت نبی کریمؐ کے مکاشفات

حضرت صلعم نے بھی ایک کشف دیکھا فرمایا ان اللہ زوالی الارض فاریت مشارقھا ومغاربھا فان امتی ھذہ سیبلغ ما زوی لی من الارض۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کا نقشہ میرے سامنے دکھ دیا، میں نے اس کے مشارق کو اور مغرب کو بھی دیکھا، اور میری یہ امت اس ساری زمین پر پہنچے گی یہ نقشہ مجھے دکھایا گیا۔ اور فرمایا اوتیت کنزین الابیض والاسود۔ مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں، سفید قومیں اور کالی قومیں۔

ان مکاشفات کی تعبیر — آپ کا دین تمام دنیا کیلئے ہے

ان مکاشفات میں مشرق کا بھی ذکر ہے اور مغرب کا بھی، سفید قوموں کا بھی ذکر ہے اور سیاہ کا بھی، ان تینوں خوابوں اور مکاشفات کو جب ہم یکجائی نظر سے دیکھتے ہیں تو ان کا ایک ہی مفہوم معلوم ہوتا ہے، عبدالمطلب کا خواب دیکھتے ہیں ان کی پشت سے چاندی کی زنجیر نکلتی ہے جو آسمان تک جا پہنچی ہے، پھر وہ ایک درخت بن جاتی ہے جس کی چوٹی آسمان تک پہنچی ہوئی ہے اور شاخیں تمام اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں، اور بے شمار انسان اس کے سایہ میں پناہ لے رہے ہیں اور حضرت نبی کریم صلعم کے مکاشفہ میں سارا دنیا اور تمام قوموں کا نقشہ آپ کو دکھایا جاتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ میری امت ان تمام قوموں، اور ساری زمین پر پھیل جائے گی، یہ خوابیں بتاتی ہیں کہ آپ کا دین تمام دنیا اور سب قوموں کے لئے ہے۔

عالمگیر پیغام دینے والا کیسا ہونا چاہیئے

ایک شخص جو یہ دعوے کرے، کہ میں تمام قوموں کے لئے پیغام لایا ہوں، اسے تو تمام قوموں کے حالات سے واقفیت ہونی چاہیئے، یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص آسمان کی بلندی پر بیٹھا ہوا ہو، اور اپنی آنکھوں سے دنیا جہان کی قوموں کو دیکھ رہا ہو، پھر زرا دیکھنا یا حالات کی واقفیت ہی کافی نہیں، ایسا شخص جو قوموں کی اصلاح کا دعویٰ کرے ضروری ہے کہ وہ اتنی قابلیت بھی رکھتا ہو کہ ساری دنیا کے لئے قانون بنا سکے۔

انسانی قوانین میں اختلاف

آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ پاکستان کو گوادر کی بندرگاہ ملی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابھی اس پر پاکستان کے قوانین عائد نہیں ہوں گے۔ ایسا ہی دنیا کے تمام ممالک میں الگ الگ قوانین ہیں، پاکستان کے قوانین اور ہیں، ہندوستان کے اور، جرمنی کے اور، انگلستان کے اور، امریکہ کے اور، اسی طرح سب ممالک میں الگ الگ قوانین رائج ہیں۔

ایک خدائی قانون اور اس کا پیغامبر

یہ خدا ہی ہے جو تمام جہان کے لئے ایک قانون بنا سکتا ہے جو سب قوموں پر عائد ہو سکے، اس کا ارشاد ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا ہی جانتا ہے کہ کس کو رسالت کے لئے منتخب کرے، اس نے آخری زمانہ کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب ضروری سمجھا اور آپ کو منتخب فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا انک لعلیٰ خلق عظیم آپ خلق عظیم کے مالک ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم والے کو منتخب فرمایا، اور اس کو دنیا کا نور اظہر دیا [illegible]

اسلام کی جامع تعریف

لوگوں نے آپ سے پوچھا ما الاسلام یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول اسلام کس کو کہتے ہیں؟ اگر یہی کوئی آدمی ہوتا، جس نے بناوٹ کی ہوتی تو اس سوال کے جواب میں فیل ہو جاتا، لیکن آپ نے فرمایا التعظیم للہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ اسلام اس بات کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے احکام کی فرمانبرداری کی جائے اور تمام مخلوق سے بلا استثنیٰ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا جائے، کتنا جامع دین ہے خدا تعالیٰ سے تعلق، اس کی فرمانبرداری، اس کا خوف دلوں پر مستولی ہو اور اس کی تمام مخلوق سے ہمدردانہ برتاؤ کیا جائے، خلق اللہ میں تمام ہی مخلوق آگئی اس سے بڑھکر جامع کوئی کیا بیان کرے گا۔

حضرت عیسیٰ کے مذہب میں تنگ خیالی

حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں، اور آپ نے اس پر یہ عمل بھی کیا کہ ایک کنعانی عورت اپنی لڑکی کو لیکر آئی اور حضرت عیسیٰ سے درخواست کی کہ میری لڑکی بیمار ہے، اس کو برکت دیجئے، انہوں نے اس کے جواب میں کہا کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ میں بچوں کی روٹی کتوں کو دے دوں؟ گویا ان کے نزدیک آسمانی برکات کا مستحق صرف وہی ہو سکتا ہے جو ان کی قوم میں سے ہو، اس سے باہر خواہ کوئی کتنا بھی نیک ہو، کتنا بھی برکات الٰہی حاصل کرنے کا خواہشمند ہو، وہ کتوں کے برابر ہے، اور الٰہی برکات کا مستحق نہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی

اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر وسعت قلبی کا اظہار کیا اور کتنا جامع کلمہ فرمایا کہ ساری مخلوق خدا تعالیٰ کے فضلوں کی مستحق ہے اور اس کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرنا چاہیئے، ایک عورت کے متعلق آپ کو بتایا گیا کہ اس نے جنگل کے اندر پیاسے کتے کو پانی پلانے کے لئے اپنی اوڑھنی کے ساتھ جوتا

باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور اسے پانی پلایا، فرمایا اس نے جنت میں گھر بنا لیا، ایک اور عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ ایک بلی کو اس نے باندھ رکھا ہے جسے نہ کھانے کو دیتی ہے نہ پانی پلاتی ہے، فرمایا وہ دوزخ کا ایندھن بن گئی۔

اسلام کی بنیاد فطرت انسانی پر

پھر اس جملہ (التعظیم للہ والشفقة علی خلق اللہ) کی تفصیلات قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارے دین کی بنیاد فطرت انسانی پر ہے فطرة اللہ التی فطر الناس علیها ذالك الدین القیم۔ ایک بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی فطرت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی اس کا دین ہے جو بدل نہیں سکتا، لاتبدیل لخلق اللہ فطرت کبھی نہیں بدلتی، یہی پختہ دین ہے جو انسان کو دیا گیا۔

خدا کا ڈر اور مخلوق پر احسان ہی قرب الٰہی کا موجب ہے

یہ کتنی بلند باتیں ہیں جو ساری دنیا پر حاوی ہے، پھر فرمایا ان اللہ مع الذین اتقوا والذین هم محسنون۔ جو شخص خدا سے ڈرے اور نیکی کا طریق اختیار کرے وہ کسی قوم اور کسی نسل سے ہو اس کو نیکی کا بدلہ ملے گا۔ کلمہ پڑھنے والا اگر مکر و فریب اختیار کرے، حرام کی روٹی کھائے، عہد سے پھر جانا اپنا شعار بنا لے تو ایسے مسلمان کو کوئی کیا کرے آنحضرت کے فرمان اور اس آیت (ان اللہ مع الذین اتقوا والذین هم محسنون) کا ترجمہ ایک ہے اور فرمایا ان اولی الناس بی المتقون صرف متقی لوگ ہی میرے قریبی ہو سکتے ہیں من کانوا خواہ وہ کسی قوم اور نسل سے ہوں حیث کانوا کسی بھی وطن کا باشندہ ہو، اگر متقی ہے تو میرا قریبی ہے۔

عالمگیر اصول

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایسے اصول بیان فرمائے ہیں جو مشرق و مغرب پر محیط ہیں فرمایا من عمل صالحا من ذکر او انثی وهو مؤمن فلنحیینه حیوة طیبة ولنجزینهم اجرهم باحسن ما کانوا یعملون۔ جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت ایماندار بھی ہو تو اس کی زندگی ہم پُر لطف بنا دیں گے اور اس کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے، تو حضور نے جو اصول بیان کئے جو اعتقادات و نظریات بیان فرمائے ہیں وہ محدود نہیں ہیں، کہاں حضرت عیسٰی کا عمل کہ ایک عورت درخواست کرتی ہے کہ میری بیٹی کو برکت دیجئے اور وہ کہتے ہیں کہ میں بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈال سکتا، اور کہاں یہ اعتقاد کہ بنی اسرائیل خدا کی اولاد ہیں، کہاں ہندو کا یہ وہم کہ صرف ہندو ہی خدا کی چہیتی قوم ہے اور ہندو دھرم کو شودر ذلیل ترین انسان ہیں، اور کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول کہ کتا اور بلی بھی خدا کی مخلوق ہیں، اور ان کے ساتھ بھی شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

یہ نظریات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اگر آج تمام دنیا کے مذاہب کی کانفرنس بلائی جائے اور بڑے سے بڑے نتیجہ کیا نکالیں خواہ یہ سرچشمہ جو مذاہب کے اتحاد اور دنیا میں قیام امن کا موجب ہوں، تو اسلام کے ان نظریات کے سوا اور کوئی بھی بہتر اصول نہ پیش کر سکیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ ساری دنیا کی طرف پیغمبر آئے، سب قوموں پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، کسی قوم کو بھی آپ نے افضال الٰہی سے محروم قرار نہیں دیا، یہ وہ شخص ہے جس کو دنیا مانے گی۔ باقی دنیا کے نظریات تنگ خیالی پر مبنی ہیں۔ صرف ایک ہی پیغمبر ہے جس کے مذہب میں گھریلو زندگی کے متعلق قوانین ہیں، بیرونی زندگی کے متعلق قوانین ہیں، معاشرہ اور تمدن کے متعلق قوانین موجود ہیں، سیاست اور حکمرانی کے قوانین موجود ہیں۔

نبی کریم صلعم کی مثالی حکومت

دنیا بھر کے لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ حضور کی حکومت مثالی حکومت ہے کسی نے گاندھی جی سے کہا کہ کانگریس کی حکومت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی حکومت کی طرح ہونی چاہیئے، انہوں نے کہا بے شک وہ ایسی مثالی حکومت ہے کہ اس کی تقلید اگر کی جائے تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے لیکن ہم انگریزوں کی غلامی کی تحریکوں سے جبر گزار ہیں اس کی اتباع نہیں کر سکتے۔

پارلیمنٹ بنانے والا پہلا بادشاہ

تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق جو قواعد دیئے اور جو نمونہ قائم کیا وہ بے نظیر ہے اور ایک معیاری زندگی پیدا کرنے والا ہے پہلا بادشاہ جس نے جمہوریت کی بنیاد رکھی اور پارلیمنٹ بنائی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دنیا مانے یا نہ مانے صرف یہی ایک پیغمبر ہے جس نے نسل انسانی کے اتحاد اور فلاح و بہبود کا بہترین رستہ تجویز کیا اور اس پر عملاً چلا کر دکھایا۔

پانچ نمازوں کا حکم

یہاں ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں فرمایا ہے اقم الصلوة لدلوك الشمس الی غسق اللیل۔ آپ اور آپ کی قوم سورج ڈھلنے سے لیکر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کریں۔ یہ چار نمازیں آگئیں یعنے ظہر، عصر، شام، اور عشاء، و قرآن الفجر اس میں صبح کی نماز آگئی، اور فرمایا اقم الصلوة نماز کو قائم کرو، کرنہ جائے، ٹوٹے نہیں، اور فرمایا کہ صبح کے وقت قرآن پڑھنا ہے ان قرآن الفجر کان مشهودا صبح جب قرآن پڑھتے ہیں تو فرشتے بھی آ موجود ہوتے ہیں اور دلوں پر اس کا خاص اثر ہوتا ہے جس سے شہود یا حضور قلب میسر آتا ہے۔

تہجد کی نماز اور خلوت کی عبادت

اور پھر فرمایا ومن اللیل فتهجد به نافلة لك راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور کھڑے ہونا ہے یہ بادشاہ ہے، دنیا میں کون بادشاہ ہے جس نے راتوں کو اٹھنا اور عبادت کرنا اپنا شعار بنا لیا ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہے جس کے دل میں کوئی بناوٹ نہیں، ابتدائی زندگی میں جب ابھی نبی بھی نہیں ہوئے غار حرا میں جا کر دن رات عبادت کرتے ہیں، خدیجہ مالدار عورت ہے، ظاہری حسن میں بے نظیر ہے، لیکن وہ آپ کے اس تبتل الی اللہ میں مخل نہیں ہوتی، وہ آپ کے لئے کھانا تیار کر دیتی ہے، اور آپ امن و سکون کے ساتھ اندھیری غار میں عبادت الٰہی میں وقت گذارتے ہیں، وہیں آپ پر قرآن اترتا ہے اس وقت سے لے کر آخر زندگی تک جس میں بادشاہت کا زمانہ بھی شامل ہے، کبھی رات کا اٹھنا نہیں چھوڑا، جن لوگوں کو صرف پیٹ بھرنے کی فکر ہو ان کے لئے ممکن نہیں کہ پچھلی رات اٹھیں۔۔۔۔۔ جن کو دن رات باورچی خانہ کا خیال نہ چھوڑتا ہو، وہ کیسے راتوں کو اٹھ سکتے ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انتہائی تکلیف اور مشکلات کے زمانہ میں بلکہ بادشاہت کے زمانہ میں بھی راتوں کو اٹھنا ترک نہیں کیا، عائشہؓ جیسی بیوی کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اجازت دو تو میں آج رات عبادت الٰہی میں گزار لوں، اور فرماتے ہیں قرة عینی فی الصلوة میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

مقام محمود

یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے تبتل الی اللہ اور تہجد کا یہ نتیجہ بتایا عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا اللہ تعالیٰ تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے گا، مقام محمود کیا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں تمام دنیا آپ کی ستائش کرتی ہے، آج یورپ میں مذاہب کی کانفرنسیں ہوتی ہیں، دل مضطرب ہیں کہ کس طرح باہمی عداوت دور ہو کر مذاہب کا اتحاد ہو، ایسا اتحاد اسلام۔۔۔۔

یورپین اقوام کا طرز عمل

یورپ کی قومیں ایک دوسرے کی دشمن ہیں و اغرینا بینهم العداوة والبغضاء امریکہ برطانیہ کا دوست نہیں، برطانیہ اس بات سے واقف ہے کہ امریکہ نے مصر کی امداد اس لئے کی تھی کہ نہر کے ملنے میں خلل واقع نہ ہو، انگلستان ہو یا فرانس جرمنی ہو یا روس، سب ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑے ہیں مذاہب کی کانفرنس انگلستان میں ہوتی ہے، امریکہ میں ہوتی ہے لیکن ان میں صرف اپنے مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں، ایک شخص میرے پاس آیا کہ بیروت میں مذاہب کی کانفرنس ہو رہی ہے اور مجھے اس میں شمولیت کے لئے کہا گیا ہے، آپ مجھے بتایئے کہ میں وہاں کیا کہوں، میں نے کہا کیا مطلب ہے، اس نے کہا مطلب آپ بھی سمجھتے ہیں، بیروت امریکہ کا اڈہ ہے وہ کہے گا وہ آئیں پڑھو جن میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ملاپ پر زور دیا گیا ہو،

وہ لوگ اسلام کے قریب نہیں لیکن نیل کے لئے مسلمانوں کو ملانا چاہتے ہیں۔

قرآن کریم یورپین اقوام کی تڑپ کو پورا کرتا ہے

یہ سب کچھ ٹھیک لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سچی بات ہے کہ یورپ مضطرب ہے کہ کوئی ایسے اصول ہوں جن پر سب کا اتحاد ہو سکے، سنہ ۱۹۱۲ء میں فرانس نے مذاہب کی ایک کانفرنس بلائی کہ سب مذاہب کی صداقتوں کو لیکر ایک گلدستہ بنایا جائے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی اس میں شرکت کی اور انہیں بتایا کہ وہ گلدستہ تو قرآن کی صورت میں پہلے سے موجود ہے۔ فیہا کتب قیمۃ، تمام قائم رہنے والی صداقتیں اس میں موجود ہیں تو وہ تڑپ جو کبھی فرانسیسی میں پیدا ہوتی ہے، کبھی انگلستان اور امریکہ میں پیدا ہوتی ہے، قرآن اس کو پورا کرتا ہے، تمام کتابوں کا نچوڑ اس کے اندر موجود ہے، اگر اس کو مذاہب کی کانفرنس میں پیش کیا جائے تو محمد رسول اللہ صلعم کی تعریف سب سے بڑھکر ہوگی۔

محمد رسول اللہ صلعم کا ذکر بلند

اس کو کہتے ہیں مقام محمود، جوں جوں دنیا ترقی کرتی جائے گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت آفتاب بن کر چمکے گی، اللہ تعالے فرماتا ہے، ورفعنا لک ذکرک تیرے ذکر کو ہم نے بلند کر دیا، آج کہتے ہیں پچاس کروڑ مسلمان دنیا میں ہیں اور دنیا کا کوئی حصہ نہیں جہاں مسلمان نہ بستے ہوں، کوئی حصہ نہیں جہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو، ہم اس وقت جمعہ کی نماز پڑھ رہے ہیں کسی اور ملک میں عصر کی، کہیں شام کی، کسی جگہ عشا کی اور کسی مقام پر صبح کی نماز پڑھی جا رہی ہے، کوئی جگہ اور کوئی وقت ایسا نہیں جہاں اللہ اکبر کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ کی آواز نہ بلند ہوتی ہو، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں ذکر الٰہی کے ساتھ محمد رسول اللہ پر درود نہ پڑھا جاتا ہو، ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پچاس کروڑ مسلمان ہر وقت اللھم صل علی محمد پڑھتے ہیں، اس سے بڑھکر مقام محمود اور کیا ہوگا عبد المطلب کا جو خواب میں نے سنایا کہ میری پشت سے ایک چاندی کی زنجیر نکلی جو آسمان تک چلی گئی اور پھر وہ ایک درخت بن گئی جس کی چوٹی آسمان تک اور شاخیں تمام دنیا میں پھیل گئیں اور تمام لوگ اس کے سایہ میں پناہ لے رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف کہ مجھے تمام روئے زمین کا نقشہ دکھایا گیا، اور میری امت ان تمام ممالک میں پہنچے گی، اور یہ کہ سفید اور سیاہ خزانے مجھے دیئے گئے، یہ بتاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تمام دنیا میں پھیل جائے گا اور آسمان تک بلند ہوگا، یقیناً یہ ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر ہے آپ کا نام بھی محمد ہے، کیونکہ آپ کی عادات وخصائل محمود ہیں، آپ کے اعتقادات ونظریات محمود ہیں،

محمد رسول اللہ صلعم کی عطا کردہ عالمگیر اخوت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عالمگیر اخوت بنائی وہ بے نظیر ہے۔ جب کبھی کوئی انگریز مشرق میں جاتا ہے، اگر وہ مسلمانوں کے اندر رہ کر دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اصل انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں ہے ان میں نہیں جن کی میز پر ایک کرنل کے ساتھ ایک نائی نہیں بیٹھ سکتا گرجے میں بڑے آدمیوں کے لئے الگ جگہیں بنی ہوئی ہیں اور بعض گرجوں میں تو چھوٹے طبقہ کے آدمیوں کو جانے کی اجازت ہی نہیں، بڑے آدمیوں کے ساتھ کسی بھی مجلس میں چھوٹے آدمی نہیں بیٹھ سکتے۔ لیکن اللہ تعالے کا فعل یہ ہے کہ جس وقت ملکہ الزبتھ کے محل کی کھڑکی سے سورج کی کرنیں آتی ہیں، اسی وقت اس کے اد نے نوکروں کی کوٹھڑیوں میں وہی کرنیں پہنچتی ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا اصول یہ ہے کہ ان کے نام لیوا ادنےٰ ہوں یا اعلےٰ ایک ہی مسجد میں خدائے واحد کے آگے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں، اور خدا کی تمام مخلوق سے پیار اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ مقام محمود تمام دنیا کی تاریخ پڑھکر دیکھ لو کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

محمد رسول اللہ صلعم کی شان

بوعلی سینا مسلمان تھے، اور حکمت اور فلسفہ میں ید طولےٰ رکھتے تھے، ان سے کسی نے کہا کہ آپ کو اس قدر قابلیت حاصل ہے کہ آپ پیغمبری کا دعوے کر سکتے ہیں، انہوں نے کہا اگر ایک برفانی حوض ہو، اور سخت سردیوں کا موسم ہو، اور ایک بخف بڈھے آدمی کو میں حکم دوں کہ اس حوض میں غوطہ لگاؤ، تو وہ کبھی میرا حکم ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگ جانیں قربان کر دیتے ہیں یہ فرق ہے بوعلی سینا کی حکمت اور محمد رسول اللہ صلعم کی شان میں، کون مانتا ہے ان طبیبوں اور فلاسفروں اور دانشوروں کو، وہ مقام جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا وہ کسی کو نصیب نہیں، حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں یحمدہ اھل الجمع کلھم۔

محمد رسول اللہ صلعم کا ثبات قدم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشکل ترین زندگی سے گذرے، طائف میں پیغام حق لے کر جاتے ہیں پتھروں سے ان کا استقبال کیا جاتا ہے، لہولہان ہو کر وہاں سے لوٹتے ہیں اور شہر سے باہر نکل کر باغ میں ایک ٹہنی کو پکڑ کر جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں اے اللہ اگر میری اس تکلیف سے تو راضی ہو جائے تو مجھے کوئی شکایت نہیں، بڑی مشکل زندگی آپ نے گذاری، کسی مقام پر پھسلے نہیں، نہ ماریں کھا کر، نہ جنگوں میں زخمی ہو کر، نہ خاوند ہونے کے لحاظ سے نہ بیج اور فاتح ہونے کے لحاظ سے دوستوں کی تکالیف اور دشمنوں کے مظالم سے کبھی آپ کے پاؤں کو لغزش نہ آئی، دنیا کے لوگ پھسل جاتے ہیں، آپ تمام مراحل سے گذرے، ہر مرحلہ پر بڑی سے بڑی آزمائش ہوئی لیکن ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کا باغ سدا لہلہاتا رہیگا

آپ کے ماننے والوں میں مجددین، محدثین اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے، آپ کا باغ ان لوگوں کی وجہ سے ہمیشہ ہرا بھرا رہا، بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو حضرت کے باغ کو سوکھا ہوا دیکھنا چاہتا ہے، حضرت کا باغ آج بھی ہرا بھرا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کمالات

خدا کے لئے دیکھو اور غور کرو کہ اس زمانہ کے مجددؑ نے کیا کچھ کر کے دکھایا ایک اکیلا آدمی گاؤں کا رہنے والا، جہاں نہ کوئی لائبریری ہے، نہ زمانہ کے تمدن کا کوئی سایہ پڑا ہے، اس نے متمدن دنیا کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تصویر پیش کی وہ کس قدر درخشندہ ہے، قرآن کے جو کمالات بیان کئے وہ کس قدر معقول اور گردنوں کو جھکانے والے ہیں، عیسائیوں نے محسوس کیا کہ یہ بڑا زبردست انسان ہے، اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا جن دنوں آپ سیالکوٹ کی کچہری میں ملازم تھے، ایک انگریز پادری بار بار آپ کے پاس جاتا اور آپ سے انجیل اور قرآن سنتا تھا، وہ حیران تھا کہ انجیل کا علم جو مرزا صاحب کو ہے وہ خود عیسائیوں کو نہیں، پھر جب وہ پادری اپنے وطن واپس جانے لگا تو کچہری میں آپ کو سلام کرنے کے لئے گیا، کتنا علم آپ کو اللہ تعالے نے عطا کیا، اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر براہین نیرہ عطا کیں۔

عیسائیوں اور آریوں پر اتمام حجت

عیسائیوں نے فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب کے ماننے والوں سے بحث نہ کی جائے اور جہاں کسی عیسائی منّاد کو معلوم ہوا کہ اس کا مخاطب کوئی احمدی ہے، تو وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا، عیسائی ختم ہو گئے، آریہ ختم ہو گئے کیا یہ لاہور گواہی نہیں دے گا کہ لیکھرام کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب کی غیرت نے اللہ تعالے کا ایک عظیم الشان نشان دکھایا آپ نے اس کو متنبہ کر کے کہا ؎

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمد

لیکھرام کا قتل مقام محمود کا واضح ثبوت ہے

کیا یہ لاہور گواہی نہیں دے گا کہ وہ تنہا گلی کے اندر دل دہلا دینے والی تیغ برّانِ محمد سے مارا گیا جس کی پیشگوئی حضرت مجدد زمان نے کی تھی، اس زمانہ کا شاہ عالمی کثرت سے نہیں سارا کا سارا ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی بھرپور آبادیوں میں ایک بلند مکان کی اوپر کی منزل میں خدائی فرشتہ کے ہاتھوں اس کا کام تمام ہو گیا، اور قاتل کا پتہ تک نہ لگا، ہر طرف تلاش ہوئی، جگہ جگہ تلاشیاں لی گئیں، آریوں نے بڑا زور لگایا کہ مرزا صاحب نے قاتل کو جو اُن کا بھیجا ہوا تھا، قتل کر کے اپنے مکان میں دفن کر دیا ہے، چنانچہ آپ کا مکان کھودا گیا۔ لیکن کچھ بھی نہ نکلا اور دشمن خائب وخاسر ہو گئے کیا یہ ایک بہت بڑی ولایت کی دلیل نہیں کیا یہ

(باقی بر صفحہ ۲۹)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمین
ذاتِ خالق را نشانی بس بزرگ و استوار
(مسیح موعودؑ)

شیخ غلام قادر صاحب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر آج تک مختلف زمانوں میں اور مختلف زبانوں میں اہل علم حضرات نے بہت کچھ لکھا اور سچ تو یہ ہے کہ باوجود محنت وکاوش کے کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کو کامل اور اکمل طور پر احاطۂ تحریر میں منضبط نہیں کر سکا۔ ہاں اُن گرانقدر ہستیوں نے جنہیں اللہ تعالےٰ نے اس امت میں اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرمایا اپنے تجربہ کی بناء پر حضور پر نور کی سیرت عالی اور بلندئ درجات پر صحیح صحیح روشنی ڈالی ہے چنانچہ عصر حاضرہ کے موعود امام حضور صلعم کی تعریف میں اپنے قلم گوہر رقم سے اس طرح تحریر فرماتے ہیں :—

(۱) وفی مھجتی نورٌ وجیشٌ لامدحا
سلالۃَ انوار الکریم محمدا
(۲) کریم السجایا اکمل العلم والنُّھٰی
شفیع البرایا منبع الفضل والھدیٰ
(۳) بشیرٌ نذیرٌ امرٌ مانعٌ معًا
حکیمٌ بحکمتہ الجلیلۃ یقتدیٰ
(۴) لہٗ طلعۃٌ یجلو الظلامَ شعاعھا
ذکاءٌ منیرٌ بُوجہٗ کان بر جلا
(۵) لہ درجاتٌ لیس فیھا مشارکٌ
شفیعٌ یزکّینا وید نی المبعدا
(۶) وقد کان وجہ الارض جہمًا مسوّدًا
فصار بہ نورا منیرًا مُعبدا

ترجمہ :— (۱) اور میرے دل میں جوش اور ولولہ ہے کہ میں مدح کروں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدا تعالےٰ کے انوار کا خلاصہ ہے۔

(۲) کریم ہے اور علم وعقل میں کامل تر ہے۔ مخلوق کا شافع اور فضل وہدایت کا سرچشمہ ہے

(۳) بشیر ہے نذیر ہے حکم دینے والا نہی کرنے والا صاحب حکمت ہے اپنی روشن حکمت سے پیشوا بنا ہے

(۴) اس کے دیدار کا نور تاریکیوں کو اجلا کر دیتا ہے۔ وہ روشن آفتاب ہے اور اس کا رُخ ایک کھلی تھی

(۵) اس کے درجے ایسے بلند ہیں کہ کوئی اُن میں اس کا شریک نہیں۔ وہ شفیع ہے جو ہم کو پاک کرتا اور راندۂ درگاہ کو مقرب بناتا ہے۔

(۶) تحقیق تمام روئے زمین کالی سیاہ تھی۔ وہ اس کے ذریعہ سے نور اور نور بخش اور خوبصورت ہو گئی۔

(کرامات الصادقین)

حضرت مسیح موعودؑ نے عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی ہستی پر فنا وارد کر دی تھی چنانچہ فرماتے ہیں ؎

(۱) بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
(۲) ہر تار و پود من بسراید بعشق او
از خود تہی از غم آں دلستاں پُرم
(۳) جانم فدا شود بہر دین مصطفےٰ
ایں است کام دل اگر آید میسّرم

ترجمہ :— (۱) خدا تعالےٰ کے بعد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہوں۔
اگر کفر اسی کا نام ہے تو اللہ تعالےٰ کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

(۲) میرا ہر رگ وریشہ اس کے عشق کے راگ الاپتا ہے۔ میں اپنے غم وفکر سے خالی ہوں اور اس محبوب کے غم سے سرتاپا بھرا ہوا ہوں۔

(۳) (میری یہی تمنّا اور یہی آرزو ہے) کہ میری جان دین مصطفےٰ کی راہ میں فدا ہو جائے۔ یہی میرا دلی مقصد اللہ کرے پورا ہو جا۔

(ازالہ اوہام)

دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شفیع نہیں

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی قسم کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے ؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا تعالےٰ سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا تعالےٰ نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے ..... موسےٰ نے وہ متاع پائی جس کو موسےٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر"

(کشتی نوح)

ہر ایک نبی ایک طرح سے آنحضرتؐ کی امت میں داخل ہے

"قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
لتؤمنن بہ ولتنصرنّہ
پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

مجھے جو کچھ ملا ہے آنحضرتؐ کے طفیل ملا ہے

"میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا۔ اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیل سے اور یعقوب سے اور یوسف سے اور موسےٰ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴-۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ

"ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے اور ان کی امت خالی اور تہیدست ہے۔ صرف قصے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین امت جو شرف اتباع

(باقی بر صفحہ ۱۰)

اسوۂ نبیؐ پر چلنا ہے تو خدا کا پیغام دنیا کو پہنچاؤ

جو نبی کریمؐ کی زندگی کا واحد مشن تھا

یہ نہ ہو تو محبت اسلام کا دعویٰ خود فریبی ہے

محمد یعقوب خاں

مذہب کے متعلق بڑی غلطی

مذہب کے معاملے میں سب سے بڑی غلطی جو انسان کو لگ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے ذہن سے خدا کا ایک تصور قائم کر لیتا ہے اور اسی کو خدا کی صحیح تصویر سمجھنے لگتا ہے۔ گویا وہ ایک خود تراشیدہ بت کو پوجتا ہے جو پتھر اور دھات کی بجائے اپنے توہمات، تعصبات اور موروثی اور ماحولی تاثرات کے خام مواد سے وہ ڈھالتا ہے یہ وہ لات و منات ہیں جن میں ایک پڑھا لکھا بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہی ماجرا بانیان مذاہب کی صورت میں پیش آتا ہے جیسے قرآن کریم میں حضرت مسیحؑ کے بارگاہ الٰہی میں اقرار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اے باری تعالیٰ میں نے تو انہیں کبھی یہ تعلیم نہیں دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو تیرے شریک بنائیں۔

نبی کریمؐ کی تاریخی حیثیت

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) تو خوش قسمتی سے ایک ایسی مہر تاباں ہستی ہیں جس کی زندگی کا ایک ایک واقعہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور توقع تھی کہ کم از کم ہم مسلمان اس کمزوری کا شکار نہ ہوں گے جو دوسرے مذاہب میں ہمیں نظر آتی ہے۔ جنہوں نے اپنے مقدس بانیوں کے اوپر افسانوں کے ایسے غلاف چڑھا دیئے ہیں کہ انہیں کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ ان کے نام ہی نام باقی رہ گئے ہیں اور ان ناموں کے اندر جو تصاویر انہوں نے بھر دی ہیں وہ ان پاک ہستیوں کی زندگیوں اور مشنوں کو مسخ کرنے والی ہوتی ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہم بھی اس ٹھوکر سے بچ نہ سکے نبی کریمؐ کی ذات سے ہر ایک مسلمان کو بڑی گہری محبت ہے۔ مگر کبھی ہم نے یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ اس محبت کے کیا تقاضے ہیں جو ہمیں پورے کرنے چاہئیں۔ خود قرآن کریم میں اس بارے میں ہماری رہنمائی موجود ہے۔ نبی کریم صلعم کی ذات ایک مسلمان کے لئے **اسوۂ حسنہ** ہونی چاہئے یعنے ایک ایسا ماڈل جس پر ہم اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کریں یہی اشارہ اس آیت میں ہے کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**۔ نبی کریمؐ کی زندگی سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اسی ایک

دھن میں گذری کہ خدا کی جستجو کی جائے، اس کی تلاش کی جائے، اسے بطور ایک حقیقت حقہ دریافت کیا جائے اور اس کی بادشاہت زمین پر قائم کی جائے، جس کی تخت گاہ قلب انسانی ہو۔

نبی کریم صلعم کی زندگی کا مقصد — اعلائے کلمۃ اللہ

آج ہمارے چوٹی کے علماء نے بھی سیاست کو تبلیغ اسلام پر مقدم کیا ہے۔ سیاست دوسری انسانی معاشرے کی ضروریات کی طرح ایک اہم ضرورت ہے۔ مگر اسے اسلام کا مترادف بنانا صحیح نہیں۔ قرآن کریم کا صفحہ صفحہ ایک ہی موضوع سے بھرا ہے اور وہ صرف اس قدر ہے کہ خدا کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کیا جائے ایسا ایمان جو زبان تک محدود نہ ہو بلکہ روزمرہ کی زندگی میں ایک نیک اور صالح انقلاب پیدا کرنے والا ہو اگر اور کوئی موضوعات کو بھی قرآن کریم نے چھوا ہے تو وہ ضمنی طور پر۔ زندگی کے درخت کو سرسبز اور شاداب کرنے کے لئے قرآن نے ایک ہی نسخہ تجویز کیا ہے۔ یعنے زندہ خدا پر زندہ ایمان۔ یہ نہیں ہے تو اعمال ہیچ ہیں، **الاعمال بالنیات** کا یہی منشاء ہے۔ نیت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو تو دکانداری، صنعت، ملازمت، زراعت، حکومت، ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا عمل عبادت بن جاتا ہے یہ مقصد نظروں سے اوجھل ہو تو عبادت بھی تضیع اوقات ہو جاتی ہے — نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ کہ خدا کا نام قائم کرنا اور بلند کرنا آپ کی زندگی کا ایک مقصد وحید تھا اور آپ کے تمام اقوال و افعال باہمہ عالمگیر گوناگونی کے اسی ایک محور کے گرد گھوم رہے تھے۔

میلاد النبی صلعم کی تقریب پر مسلمان کے لئے سبق

اس لئے سب سے پہلی بات جو میلاد النبیؐ کی تقریب سعید پر ہر ایک مسلمان کو نوٹ کرنی چاہیئے وہ یہی ہے کہ خدا کے نام اور پیغام کی تبلیغ و اشاعت حضور صلعم کی زندگی کا واحد مشن تھا۔ کس قدر کم نصیبی ہے کہ ہم نبی کریمؐ کی محبت کا دعویٰ بھی کریں اور آپ کے بے شمار محاسن کے گن بھی گائیں مگر جس مقصد اور مشن کے لئے آپ مبعوث ہو کر آئے اس کو اپنے عمل سے ایک عیث

اور بے مصرف چیز قرار دیں جمکن ہے میری سمجھ کا قصور ہو مگر میں آج تک یہ نہ سمجھ سکا کہ نبی کریمؐ سے محبت اور آپ کی زندگی کے مقصد اور مشن سے عملاً بغاوت یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔

نبی کریمؐ انسانیت کے محسن اعظم ہیں، قرآن کریم نے آپ کے سر پر **رحمۃ للعالمین** کا تاج رکھا اور تاریخ آج تک شاہد ناطق ہے کہ خدا تک پہنچنے اور انسانی شرف کے حصول کے لئے اب آسمان کے نیچے ایک ہی شاہراہ ہے جو آپؐ کے نقوش پا نے روشن کر دی ہے۔ موجودہ تہذیب انسان سنجیدگی کیساتھ خدا کی تلاش میں ہے۔ حالات نے اس پر روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ جس تہذیب یا معاشرہ میں خدا نہ ہو وہ باوجود اس کی چکا چوند کے نار جہنم سے بڑھ کر نہیں۔ اور اس چوراہے میں جس پر حالات زمانہ نے موجودہ انسان کو کھڑا کر دیا ہے، صرف دو ہی ایسے روشن مینار ہیں جو خدا کی طرف راستہ دکھاتے ہیں۔ وہ ہیں قرآن کریم اور نبی کریمؐ کا اسوہ

ہماری حالت

مگر مسلمان کی کس قدر محرومی ہے کہ ان روشن میناروں کے بظاہر پاسبان ہوتے ہوئے دونوں کے فیضان سے بے بہرہ ہیں۔ قرآن ایک انقلابی طاقت تھا، ہمارے ہاتھوں میں خواب آور افیون بن کر رہ گیا ہے ہم اس میں گنڈا تعویذ اور فال اور برکت تو تلاش کرتے ہیں۔ مگر خدا کی تلاش جس میں انسان کی دستگیری کرنا اس کلام پاک کا واحد مقصد ہے۔ اسے ہم ایک قصہ پارینہ سمجھتے ہیں۔ اور اسوۂ رسول سے یہاں تک دور نکل گئے کہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ اب "عقل اور ترقی" کا دور دورہ ہے۔ خدا کے لئے ہمارے قلوب میں نہ پیاس باقی رہی نہ اس کو کوئی معقول شغل سمجھتے ہیں۔

جہاں تک کردار کا سوال ہے اس میں بھی ہم اسوۂ نبیؐ سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ پاکستان میں ہم اس عالمگیر بدکرداری کا ماتم کر رہے ہیں جو ایک وبائی صورت اختیار کر گیا ہے اور جس نے ہر طبقہ کو ایک سیل رواں کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ساری اسلامی دنیا کی یہی حالت ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ ایک طرف تو ہمیں اس عظیم الشان ہستی سے محبت کا دعوے ہے جسے اللہ تعالےٰ نے **انک لعلی خلق عظیم** کا خطاب بخشا اور دوسری طرف کردار کے لحاظ سے ہم پست ترین سطح پر نظر آتے ہیں۔

یہ ایک چیلنج ہے جس کا ہمیں جواب تلاش کرنا چاہیئے اور عید میلاد النبی کی تقریب سعید کے منانے کا اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہم خود فریبی کے پردوں کو چاک کریں جس میں ہم مبتلا ہیں اور حقیقت اسلام تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

نام کے مسلمان

نام کے مسلمان ہم بے شک ہیں، مگر دکھا

ید خل الایمان فی قلوبکم کے قرآنی
ید کو بھی یاد رکھنا چاہیئے زبان سے اسلام اسلام
رنا ایک بات ہے اور اسلام کے رنگ میں رنگین
نا اور بات ہے ــــ زبان پہ نبی کریم کے محاسن
ورد بھی ہو اور عمل میں آپ کے راستے سے
ناٹی یہ ایک کھلا تضاد ہے۔ جس نے ہماری زندگیوں
ناکام اور بے مراد کر دیا ہے۔

اشاعت اسلام سے تغافل

میں پوچھتا ہوں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ نبی کریم کا مشن
لت اسلام تھا اور صرف اشاعت اسلام، اور کیا یہ
بقت نہیں ہے کہ بحیثیت قوم ہم نے آپ کی زندگی
ا واحد مشن کو اپنے خیالات اور افکار اور اعمال
ے بکلی خارج کر دیا ہے ــــ اور درحقیقت اسے
ے فعل عبث سمجھتے ہیں؟

بعثت مجددین کا وعدہ

میں پوچھتا ہوں کیا یہ مستند فرمان نبوی نہیں ہے
ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہیں گے تاکہ خدا یہ متی کی بجھتی
ی چنگاریوں کو پھر سے روشن کرے۔ کیا عملاً ہم نے
ء کو ردی کی ٹوکری کے حوالے صرف اس لیے نہیں
دیا کہ ہم زبان سے تو دعوے محبت ہی کرتے ہیں
پیروی اپنے ہوا و ہوس کی کرتے ہیں۔

مثیل مسیح کے متعلق نبی کریم کا فرمان

پھر میں پوچھتا ہوں کیا یہ بھی مستند فرمان نبوی نہیں ہے
یک مجدد ایسا بھی آئے گا جو اپنی شان اور کام کے
سیح کی نظیر ہو گا اور وہ اصلاحی زندگی کو جو قرآن اور احادیث
کے خطوط سے دور جا پڑی ہو گی دوبارہ اسی دھارے
اندر بدلے گا؟ ہم نے اس فرمان کی کیا قدر کی جو نبی کریم نے
ا تک تاکید کی تھی کہ جب یہ خاص مجدد جو مسیح کا مثیل
ملے گا تو اسے میرا سلام پہنچانا اور اس کا ساتھ
ا، ہم نے کیا، ایک قصہ کہانی ہے۔ اس لیے کہ ہم
دی اپنی خواہشات کی کرنا چاہتے ہیں اور فاتبعونی
ارشاد قرآنی کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

نفس کا دھوکہ

ہم دل کو یہ طفل تسلی بھی دیتے ہیں کہ اگر بالفرض
صدی کا مجدد اور مسیح موعود اپنے دعوے میں سچا بھی
تو قرآن کے بعد اور نبی کریم کے اسوۂ حسنہ کے ہوتے
ئے کسی اور کو ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ محض
ں کا دھوکا ہے، آخر جس مامور کے ظہور کے ساتھ
م کا نشاۃ ثانیہ وابستہ ہے اس کا ماننا نہ ماننا برابر کیسے
سکتا ہے۔

حضرت مجدد وقت نے جہاد بالقرآن کا علم بلند کیا

اس صدی کے مجدد بلاشبہ حضرت مرزا غلام احمد
ب قادیانی ہیں۔ وہی مسیح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں
ور حدیث سے یہی شہادت ملتی ہے اور واقعات
نے بھی یہ مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ جس جہاد کا علم
ر زمانہ نے بلند کیا ہے وہ وہی جہاد بالقرآن ہے
بی کریم صلعم کی زندگی کا اصلی اور واحد مشن تھا - اور زمانہ

پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر اس بے خدائی کے جہنم
کو کوئی پانی ٹھنڈا کر سکتا ہے تو وہ قرآن کا پانی ہے
جو آسمان سے آیا اور بارش کی طرح ایک مردہ زمین
کو زندہ کر دیا۔

اسوۂ حسنہ پر چلنے والی ایک ہی جماعت

نبی کریم کے اسوہ پر صحیح معنوں میں چلنے والی
صرف ایک ہی مجدد کی قائم کردہ جماعت ہے۔ ......
...... جس نے اشاعت اسلام کو اپنا شعار اور اپنی
زندگی کا مقصد بنایا۔ دنیا میں بے شک اور بھی بیسیوں
بہت اچھے اور نافع الناس مشاغل ہیں اور میرے
دل میں اس آدمی کی عزت ہے جو کسی ایک میدان میں
معاشرہ کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ لیکن اگر اسوۂ
نبی کی تلاش ہے تو وہ اشاعت اسلام کے
سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ

یہ ایک بالکل ...... سیدھا اور موٹا سوال ......
ہے جو ہر ایک کی سمجھ آ سکتا ہے اور جس کا ہمیں جواب
دینا چاہیئے۔ بشرطیکہ ہمیں حقیقتاً اس راستہ کی تلاش
ہے جسے قرآن نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اور
اسے اپنی خواہشات پر مقدم کرنے کے لئے
تیار ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(سلسلہ صفحہ ۸)

سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ اسی وجہ
سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے
اور اس کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ چنانچہ
اس زمانہ میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے
کے لئے یہی بندۂ حضرت عزت موجود ہے۔"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات متفرقہ ہے

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات
متفرقہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے فبهداهم
اقتده یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں
ملی تھیں ان سب کا اقتدا کر۔ پس ظاہر ہے
کہ جو شخص ان تمام متفرق ہدایات کو اپنے
اندر جمع کرے گا اس کا وجود ایک جامع
وجود ہو جائے گا۔ اور تمام نبیوں سے وہ
افضل ہو گا پھر جو شخص اس نبی جامع الکمالات
کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلی طور پر
وہ بھی جامع الکمالات ہو۔"

(ایضاً صفحہ ۲۶)

" اس محسن نبی پہ درود بھیجو جو خدا سے ملانے والا

نسان کی صفات کا مظہر ہے کیونکہ احسان
کا بدلہ احسان ہی ہے اور جس دل میں آپ
کے احسانات کا احساس نہیں اس میں یا تو
ایمان ہے ہی نہیں اور یا پھر وہ اپنے ایمان
کو خود تباہ کرنے کے درپے ہے۔ پس اے
اللہ اس امی رسول اور نبی پر درود بھیج جس نے
آخرین کو بھی سیراب کیا ہے جیسا کہ اس نے
اوّلین کو سیراب کیا تھا۔ اور اپنے رنگ
میں رنگین اور پاک لوگوں میں داخل کیا تھا"

(اعجاز المسیح صفحہ ۳و۴)

دعویٰ نبوت کے متعلق صحیح نظریہ

" جو شخص قرآن کی پیروی سے ایک ذرہ
بھر باہر نکلا وہ دائرہ ایمان سے نکل گیا۔
اور کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا اور
نجات نہیں پا سکتا جب تک وہ ان تمام
باتوں کی پیروی نہ کرے جو ہمارے برگزیدہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور
جو شخص آپ کے احکام میں سے ایک ذرہ
بھر بھی چھوڑتا ہے وہ تباہی کے گڑھے
میں گرتا ہے اور جو شخص اس امت میں سے
کہلا کر بھی دعوے نبوت کے ساتھ
یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ اس کی تربیت
خیر البرایا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے فیضان سے ہوتی ہے اور
آپ کے نمونہ کی پیروی کے بغیر وہ کچھ
بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور یہ کہ قرآن
کریم خاتم الشریعت ہے تو ایسا شخص ہلاک شدہ
اور پکا کافر و فاجر ہے اور جو شخص نبوت کا
دعوےٰ کرے اور عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ وہ آپکی
امت میں سے ہے اور جو کچھ اس نے پایا
ہے آپ کے فیضان سے پایا اور یہ کہ وہ
آپ کے باغ کا ایک پھل آپ کی بارش
کا ایک قطرہ اور آپ کے انوار کی ایک
جھلک ہے تو ایسا شخص ملعون ہے"

(مواہب الرحمٰن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب میں جو کچھ لکھا ہے اس
میں سے مذکورہ اقتباسات مشتے نمونہ از خروارے
ہیں۔ میں بڑی عاجزی سے اہل علم حضرات کی خدمت میں
خدا تعالےٰ کا واسطہ دیکر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان اقتباسات
کا بغور مطالعہ فرمائیں اور اپنے دل و دماغ سے فتویٰ
لیں کہ آیا ایسا شخص اور آپ کے متبعین غیر مسلم اقلیت
ہیں اور کیا آپ اور آپ کی جماعت حضرت محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے ہیں یا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی باعث فخر خیال کرتے ہیں؟

محمد است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمد است فروزندۂ زمین و زماں

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی للہیت

مولٰنا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان اور دوست و دشمن کی اس کے متعلق شہادت

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین (الانعام ع۲۰)

کہدے کہ میری نماز اور میری ہر قسم کی عبادت خواہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہو اور خواہ اس کا تعلق مخلوق کے حقوق سے ہو اور میری دنیا سے بے رغبتی اور کنارہ کشی اور سادہ زندگی اور اعلےٰ طریقوں پر دائمی طور پر گامزن رہنا اور ہر وقت اپنے قلب کی صفائی میں ہمہ تن مصروف رہنا اور قلوب کی بنجر اور شور زمین کو سیراب کرکے سبزہ زار میں منتقل کر دینا (لفظ نسک ان سب مفہوموں پر مشتمل ہے) اور میری زندگی کا ہر لمحہ حتیٰ کہ میری موت بھی خالصۃً اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کی ربوبیت کرنے والا ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے بڑھکر اپنی احکام کی تعمیل کرنے والا ہوں۔ اس میں مجھ سے کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

یہ وہ اعلان ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کروایا اور یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کا اعلان بالطبع دوست دشمن سب کو ہوشیار کر دینے کا موجب ہوتا ہے ہر شخص اس قسم کے پر زور اعلان کو سن کر اس بات کے لئے تیار ہو جاتا ہے کہ ایسا اعلان کرنے والے کی ہر حرکت و سکون کو گہری نظر سے دیکھے اور اس کے تمام افعال اور معاملات کا پوری طرح سے جائزہ لے اور ہر وقت نظر عمیق سے ان کا مطالعہ کرتا رہے تا اگر اسے کسی جگہ بھی کوئی خامی نظر آجائے خواہ وہ حقیر سی ہی کیوں نہ ہو تو وہ کہہ سکے کہ آپ کا یہ اعلان غلط ہے اور محض دعوے ہی دعوے ہے کیونکہ آپ کے فلاں فعل میں للہیت کی بجائے نفسانیت کا شائبہ پایا جاتا ہے اور فلاں معاملہ میں آپ نے اللہ کو مدنظر رکھنے کی بجائے ذاتی منفعت کو مدنظر رکھا اور اسے مقدم کیا ہے۔ اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تعصب اور دشمنی میں اس قدر حد سے تجاوز کر چکے تھے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد وحید ہی یہ بنا لیا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ حضرت نبی کریم صلعم کو لوگوں کی نظر میں گرائیں اور آپ کے ہر ایک دعوے میں آپ کو نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کریں اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے تمام اخلاقی اقدار کو بھی بالائے طاق رکھا ہوا تھا اگر کذب بیانی ان کے حصول مطلب میں ممد ہو سکتی تھی تو اس سے بھی انہیں گریز نہ تھا لیکن باوجود اس کے مندرجہ بالا اعلان کی سچائی کو مشتبہ کرنے کی انہیں کبھی جرأت نہیں ہوئی بلکہ برعکس اس کے ان کی زبانوں سے بلیساختہ یہی نکلتا تھا عشق محمد ربہ یعنی محمد صلعم اپنے رب پر عاشق ہے یہ تو دشمنوں کا حال تھا کہ وہ ہر وقت نکتہ چینی اور عیب گیری کی غرض سے آنحضور صلعم کے اعمال و کردار کا مطالعہ کرتے رہتے تھے لیکن دوست بھی اس مطالعہ میں کم دلچسپی نہ لیتے تھے اگرچہ ان کی غرض مختلف ہوتی تھی وہ جوں جوں آپ کی زندگی کا مطالعہ کرتے تھے توں توں ان کی وابستگی آنحضور صلعم کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی اور ان کی محبت اور فریفتگی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا دوست جن کو ہر وقت ساتھ رہنے کا موقع ملتا تھا، ان کے دل اس یقین سے بھر گئے تھے کہ ہمارے آقا کے تمام افعال و معاملات محض للہ ہیں ہوائے نفسانی کا ان میں شائبہ تک نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے اپنے نفوس بھی آنحضرت صلعم کی صحبت مبارکہ سے نفسانی خواہشات سے پاک ہو گئے اور ان کے دلوں سے باطل آرزوؤں کے بت ایک ایک کرکے نکلتے چلے گئے اور ان کی جگہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول کی تمنا مسلط ہوتی چلی گئی اور نفسانیت کی بجائے اللہ تعالےٰ کی رحمت اور جبروت مستولی ہوتی چلی گئی، اس حقیقت پر مفصل روشنی آگے چل کر ڈالی جائے گی۔

للہ رب العلمین کا مفہوم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان . . . .

. . . کہ آنحضور صلعم کے تمام افعال و معاملات محض اللہ کے لئے ہیں اپنے اندر مندرجہ ذیل تین مفہوم رکھتا ہے اوّل یہ کہ آپکے تمام افعال اسی نہج پر سرزد ہوتے ہیں جس نہج پر انہیں بجا لانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف بعد کے الفاظ وبذالک امرت وانا اول المسلمین اشارہ کر رہے ہیں،

دوم یہ کہ وہ ہر قسم کی نفسانی اغراض . . . . .

. . . . اور ذاتی منفعتوں سے مبرا ہوتے ہیں۔

سوم یہ دیکھنا ہوگا کہ ان کے نتائج کیا ثابت کرتے ہیں کہ آیا وہ خالصۃً اللہ کے لئے ہیں یا نہیں۔

سو ہم ان تینوں امور کو مدنظر رکھکر اعلان مذکورہ بالا کے ہر جزو کو زیر امتحان لاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا وہ اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے یا نہیں،

پہلی جزو صلوٰۃ

اعلان مذکورہ بالا میں پہلی جزو صلوٰۃ ہے سو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازیں آنحضور صلعم پر فرض کی گئیں اور تہجد کی نماز بطور نفل مقرر کی گئی اور ان کو ادا کرنے کے طریق کا انکشاف بھی اللہ تعالےٰ نے بذریعہ جبرائیل کیا

ہر وہ شخص جس نے آنحضور صلعم کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ امر بخوبی روشن ہے کہ اس فرض کے بجا لانے میں آنجناب صلعم سے کبھی کوتاہی نہیں ہوئی اور باقاعدہ پانچ وقت فرض نماز مسجد میں ادا کرتے رہے اور اس باقاعدگی کا یہ عالم تھا کہ مرض الموت میں بھی جب کبھی بھی شدت مرض سے خفیف سا افاقہ بھی آپ کو ہوتا تھا تو آپ باجماعت نماز کے لئے مسجد میں آنے کی کوشش فرماتے تھے، اور اس کوشش میں کئی دفعہ آپ بے ہوش بھی ہو گئے لیکن کوشش نہیں چھوڑی ہوش میں آتے ہی از سر نو پھر سعی شروع کر دیتے آخر جب طاقت نے بالکل جواب دے دیا اور چلنے کی سکت بالکل نہ رہی تو کہلا بھیجا کہ نماز پڑھ لی جائے یہ وہ وقت تھا کہ موت سر پر سوار تھی چنانچہ اس کے بعد جلد ہی اپنے مولا سے حقیقی سے جا ملے اس سے پتہ لگتا ہے کہ موت تک بھی اس فرض کی ادائیگی کا ولولہ کس شدت کے ساتھ آپ کے قلب صافی میں موجزن تھا۔ نماز کے لئے یہ جوش و خروش مماتی للہ رب العالمین کا بھی ایک نظارہ پیش کر رہا ہے باقی نظارے آگے چل کر پیش کئے جائیں گے۔

نماز تہجد

نماز تہجد ایسی چیز ہے جو لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے کیونکہ آنحضور صلعم یہ نماز گھر میں ہی ادا کرتے تھے اس نماز کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے دو امر مدنظر رکھنے ضروری ہیں اوّل تو یہ کہ یہ نماز بطور فرض نہ تھی بلکہ بطور نفل تھی، دوسرے یہ کہ نیند ایک ایسی چیز ہے جسکی قربانی کوئی معمولی قربانی نہیں اس کو وہی قربان کر سکتا ہے اور وہ بھی ایک نفل کے لئے جس کے دل میں نماز کی عظمت اور اس کے فوائد اور اس سے جو لذت اور سرور اس کو حاصل ہوتا ہے اس قدر رسمایا ہوا ہو کہ نیند کا آرام اس کے مقابل ہیچ نظر آتا ہو،

پھر تہجد کی نماز آنحضور صلعم معمولی طریق پر ادا نہ کرتے تھے بلکہ نماز کو اس قدر لمبا کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے ایک صحابی نے ایک دفعہ آپ سے عرض بھی کیا کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں اللہ تعالےٰ نے تو آپ کی شان میں فرمایا ہوا ہے قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر تو آپ نے کیا ہی سنہری اور قابل تقلید جواب دیا افلا اکون عبدا شکورا یعنی کیا میں اللہ تعالےٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں یعنی اگر اس نے مجھ پر یہ انعام کیا ہے تو کیا میں اس انعام کا شکر نہ بجالاؤں اگر ہم قرآنی آیت لئن شکرتم لازیدنکم کی روشنی

میں اس جواب کا مطالعہ کریں تو نتیجہ صاف ہے کہ انعام الٰہی اور آنحضور صلعم کی شکر گزاری کے نتیجہ میں نماز تہجد میں سوز و گداز کا چکر کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں دن بدن وسعت ہی ہوتی چلی جائے گی۔

راتوں کو خدا کی یاد کا ایک منظر

دنیادار انسان تو صرف راتوں کی نیند سے ہی لطف اندوز نہیں ہوتے بلکہ اپنی محبوب بیویوں کی صحبت سے بھی لطف اندوز ہونے میں رات گزار دیتے ہیں لیکن یہ پاک انسان ہے کہ نہ صرف نیند پر لات مارتا ہے بلکہ اپنی پیاری بیویوں سے تمتع کو بھی خیرباد کہہ کر اور بیویوں کو اکیلا چھوڑ کر بستر ..... سے اٹھ کھڑا ... ہوتا ہے اور اپنے مولائے حقیقی کی یاد میں مصروف ہو جاتا ہے اور صرف آپ ہی نہیں بلکہ اپنی بیویوں کو بھی جگا کر یاد الٰہی میں مشغول کرا دیتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی نیند جو کھلی تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نہ بستر پر ہیں اور نہ ہی کمرے میں نماز پڑھ رہے ہیں وہ گھبرا کر اٹھیں اور تلاش کے لئے باہر نکلیں تو قبرستان میں آنحضور صلعم کو اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت الحاح کے ساتھ دعا میں مشغول پایا گیا مندرجہ بالا امور ثابت نہیں کرتے کہ اس پہلی جزو کو آنحضور صلعم نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ادا کرتے رہے۔ بلکہ تمام قسم کی نفسانی اغراض سے بالا ہو کر ادا کرتے رہے کون تھا جو رات کی تاریکی میں قبرستان میں جا کر آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا کہ اس کو دکھلانے کے لئے آپ نے وہاں ذکر الٰہی کرنا تھا۔ یہی ذکر الٰہی محض للہ ہی ہو سکتا ہے۔

ذکر الٰہی کا تیسرا منظر

ذکر الٰہی آپ کے قلب مبارک پر اس قدر مستولی تھا کہ نمازوں میں ذکر الٰہی کے علاوہ ہر فعل میں آپ کی زبان مبارک پر اللہ کا ذکر جاری رہتا تھا اگر کھانا کھا رہے ہیں تو ذکر الٰہی کر رہے ہیں، اگر کھانے سے فارغ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا نام زبان پر ہے۔ غرضیکہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت خدا کا ذکر آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا، اس حالت اور کیفیت کو دیکھ کر ہی کفار کہہ اٹھتے تھے کہ عشق محمد ربہٗ۔

صلوٰۃ کے نتائج

ضرب المثل ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے نماز کے درخت کا یہ پھل ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون (العنکبوت ع ۵) یعنی نماز کی یہ تاثیر ہے کہ وہ ہر قسم کی بدیوں سے باز رکھتی ہے اور ان سے پاک کر دیتی ہے خواہ وہ بدیاں فحشاء میں داخل ہوں یا منکر میں بلکہ یہی نہیں کہ اس کا ادا کرنے والا صرف بدیوں سے ہی پاک ہو جاتا ہے بلکہ ذکر الٰہی کی یہ قسم اس سے بھی بڑھ کر انعام کا وارث اسے بنا دیتی ہے کیونکہ اس کی شان بہت بڑی ہے اور اس سے بڑھ کر انعام یہی ہو سکتا ہے کہ روحانی کمالات کے حصول میں ممد ہو چنانچہ اسی مضمون کو حدیث میں ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے الصلوٰۃ معراج المؤمن کہ نماز مومن کے لئے معراج یعنی روحانی ترقیات میں عروج کا ذریعہ ہے۔

عرب میں انقلاب عظیم

سو ہم نماز کے اس پھل کو سامنے رکھ کر نبی کریم صلعم کے اس اعلان کا جائزہ لیتے ہیں کہ میری نماز محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور دیکھتے ہیں کہ کیا آنحضور صلعم کی صلوٰۃ کے درخت نے یہ پھل پیدا کیا ہے سو یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ معاند سے معاند دشمن بھی اس کی سچائی سے انکار نہیں کر سکتا کہ آپ کی صلوٰۃ سے صرف آپ کا قلب ہی مطہر نہیں بن گیا تھا بلکہ آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والے بھی تمام بدیوں سے پاک ہو گئے تھے کون نہیں جانتا کہ اسلام کی آمد سے قبل عرب تمام قسم کی بدیوں کا گہوارہ تھا اور بدیاں بھی معمولی حالت میں نہیں بلکہ ہر ایک بدی اپنے انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی تھی لیکن نبی کریم صلعم کی صلوٰۃ کا یہ اثر ہوا کہ آپ کی پاک صحبت سے تمام عرب کل کی کل بدیوں سے پاک ہو چکا تھا، زناکاری، شراب خوری، چوری، ڈاکہ، ظلم، بت پرستی قتل اولاد وغیرہ تمام بدیاں اس سرزمین سے رخصت ہو چکی تھیں صرف یہی نہیں بلکہ نیکیوں کے بجا لانے میں ہر ایک صحابی دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں نظر آتا ہے اور روحانی کمالات کے حصول میں سر دھڑ کی بازی لگاتے ہوئے دکھائی دیتا ہے مرد تو مرد عورتیں اور بچے بھی عبادت الٰہی میں مشغول نظر آتے ہیں نماز کا ترک کرنا ان کے نزدیک موت کے مترادف خیال کیا جاتا تھا حضرت نبی کریم صلعم سے اگر ان کے سوال ہوتے تھے تو یہی کہ یا رسول اللہ ہمیں ایسا عمل بتلایئے جس سے ہم خدا کا قرب حاصل کر لیں اور اس کی رضا کو پا لیں

خلاصہ کلام

پس خلاصہ کلام یہ کہ للہ رب العالمین کے تینوں مفہوموں کے لحاظ سے ثابت ہے کہ آنحضور صلعم کی صلوٰۃ فی الحقیقت خالصۃً للہ ہی تھی۔

دوسرا جزو

دوسرا جزو نسک ہے، میں اوپر ذکر کر آیا ہوں کہ نسک کے مفہوم میں اپنے آپ کو پاک کرنا دوسروں کو پاک و صاف کرنا عبادت الٰہی میں مصروف رہنا سادہ زندگی بسر کرنا، دنیا سے بے رغبتی اور اس کی محبت سے کنارہ کشی اختیار کرنا حقوق اللہ و حقوق العباد کو کما حقہ ادا کرنا داخل ہے۔

پہلا حصہ

اس جزو کا پہلا حصہ اپنے آپ کو پاک کرنے کے متعلق ہے سو اس کے بارے میں یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ آپ کی زندگی دو حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ دعویٰ نبوت سے قبل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ بعد دعوائے نبوت کے ساتھ۔ قبل کے حصہ میں آپ کی کوشش اس بارے میں ایسی نمایاں تھی کہ اپنی قوم میں امین و صدوق کے لقب سے پکارے جاتے تھے غار حرا میں عبادت کے ذریعہ اپنے آپ کو پاک کرتے ...... کی کوشش کسی تاریخ دان سے مخفی نہیں یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس حصہ زندگی میں آپ سے کسی برائی کا ارتکاب کبھی نہیں ہوا اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ کردار کا نمونہ ہی آپ ہمیشہ پیش فرماتے رہے۔ چنانچہ دعوائے نبوت کے بعد آنحضور صلعم نے اپنی اس زندگی کو اپنے دعوے کی صداقت پر بطور دلیل پیش کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ان الفاظ میں جو زبردست چیلنج ہے اسکو توڑنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی نہ صرف یہ کہ کسی نے اسے توڑا نہیں بلکہ ابوسفیان جیسے دشمن نے بھی شہنشاہ روم ہرقل کے دربار میں جو شہادت دی ہے اس نے بھی آپ کے اس دعوے کی تصدیق کر دی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابوسفیان کا دل اس شہادت حقہ کو ادا کرنے کے وقت آنحضور صلعم کی دشمنی سے اس قدر لبریز تھا کہ وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میری تکذیب کر دیں گے تو میں کذب بیانی سے بھی نہ چوکتا۔

اسی طرح حضرت خدیجہ رضہ کی شہادت سے بھی جو بخاری میں درج ہے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قبل دعوے کس قدر پاکیزگی اور طہارت کے مالک تھے اور کس قدر اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ آپ سے ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضہ کا دعوے سنتے ہی آپ پر ایمان لے آنا بھی اسی امر کو ثابت کر رہا ہے، غرضیکہ یہ حصہ زندگی بھی آپ کی اسی کوشش کی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ کے دل میں پاک اور مطہر ہونے کا جذبہ کس قدر زور سے موجزن تھا۔

دوسرا حصہ

رسالت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد سے تعلق رکھتا ہے، اس حصہ میں آپ کی پاکیزہ زندگی کا پہلو اس قدر نمایاں تھا کہ کوئی آپ پر حرف گیری نہ کر سکتا تھا اور باوجود شدید مخالفت کے لوگ آپ کے پاس ہی اپنی... امانتیں رکھواتے تھے مخالفت اگر تھی تو خدا کے پیغام سے تھی ورنہ آپ کی ذات پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا جیسا کہ اس بارے میں قرآن کریم کی اپنی شہادت اس آیت میں موجود ہے قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون (الانعام ع ۴) یعنی ہم جانتے ہیں کہ ان کے اقوال تجھے غمزدہ کرتے ہیں (لیکن اس کی پرواہ مت کرو) کیونکہ یہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں

دوسرا حصہ

دوسروں کو پاک کرنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے سو اس راہ میں آپ کی کوشش ایسی بے لوث تھی کہ آپ ان سے کسی اجر کے متمنی اور متوقع نہ تھے (ان اجری الا علی اللہ رب العالمین) پر پورا عمل تھا اگر کسی امر کا مطالبہ تھا تو یہی کہ خدا کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں ہو جاؤ۔ آپ کی پاک اور بے غرض کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان ان کے دلوں میں منقش

ہوگیا اور روح القدس سے وہ تائید یافتہ ہوگئے یعنی اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ الحشر ع کے مصداق بن گئے بدیوں سے وہ اس قدر متنفر ہو گئے کہ ظلم جو اُن کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہوا تھا اس کے متعلق ایک دفعہ نبی کریم صلعم سے یہ سُن کر کہ انصر اخاک ظالما او مظلوما یعنی اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم تعجب سے پوچھنے لگے کہ مظلوم کی مدد تو ہماری سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم کی مدد کا مفہوم ہم نہیں سمجھ سکے اللہ اللہ کس قدر انقلاب عظیم ہے جو آنحضور کی پاک کوششوں سے پیدا ہوا کہ وہ لوگ جو دن رات ظالم کی ہی مدد کرتے رہتے تھے آج ظالم کی مدد کے لفظ سے دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں اور تعجب سے پوچھتے ہیں کہ ظالم کی ہم کس طرح مدد کریں، حضور صلعم نے یہ فرما کر کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکو ان کے تعجب کو دُور کیا۔

اس پہلو میں آپ کی پاک کوششوں کا یہ نتیجہ تھا کہ اس دار فانی سے رخصت ہونے سے قبل آپ نے دیکھ لیا کہ عرب کی ساری زمین بدیوں سے پاک ہو چکی ہے اور نیکیوں کی راہ پر گامزن ہے آپکی کوششوں کا درخت کامیابی کے ثمر سے ثمردار ہو نہیں سکتا تھا اگر آپکی یہ کوشش محض للہ اور بے لوث نہ ہوتی اگر لوگوں کو ذرہ بھر بھی ملونی نفس کی آپ کی کوششوں میں نظر آتی تو وہ آزاد قوم تھی فوراً آپ سے کنارہ کر لیتی لیکن دن بدن آپ کی محبت اور اطاعت میں فنا ہوتے جانا اس امر پر روشن دلیل ہے کہ اُن کے قلوب اس یقین سے لبریز تھے کہ یہ شخص جو کوشش بھی ہماری اصلاح کے لئے کر رہا ہے وہ ہماری ہی بھلائی کے لئے ہے، اس میں اس کو اپنی ذاتی منفعت قطعاً مدنظر نہیں۔

پس یہ دوسرا جزو بھی للہ کے تینوں مفہوموں کے لحاظ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

تیسرا حصہ

عبادت الٰہی میں مصروف رہنے سے تعلق رکھتا ہے، سو یاد رہے کہ عبادت کے عام اور مشہور مفہوم کے لحاظ سے بھی آپ جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے محض للہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور اس قدر رہتے تھے کہ آپکے پاؤں متورم ہو جاتے تھے لیکن عبادت کا جو حقیقی مفہوم ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کے لئے دل کو ایسا تیار کر لینا کہ اس کے احکام کو ماننے اور انہیں عملی جامہ پہنانے میں ...... ذرہ بھر بھی ہچکچاہٹ اور تردد نفس میں نہ ہو اس مفہوم کے لحاظ سے بھی آنحضور صلعم اللہ تعالیٰ کے کامل عابد تھے قرآن میں جو حکم بھی آیا اسے بغیر خوف لومۃ لائم عمل میں لے آئے۔ اطاعت الٰہی کا یہ جذبہ آپ میں اس قدر نمایاں اور روشن تھا کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے جب آپ کے خلق کے متعلق دریافت کی گئی تو آپ نے جواب میں یہی فرمایا کہ کان خلقہ القرآن یعنی قرآن میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ آپ کے عمل میں آ گیا تھا۔ اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آنحضور صلعم کے ساتھی بھی اسی جذبہ سے سرشار تھے، جیسا کہ انکی زندگیوں کے حالات سے واضح ہوتا ہے، پس یہ حصہ بھی للہ کے تینوں مفہوموں کے لحاظ سے بالکل واضح ہے۔

چوتھا حصہ

دنیا سے بے رغبتی اور اس کی محبت سے کنارہ کشی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے سو یہ حصہ بھی واقعات کی روشنی میں ناقابل تردید حقیقت ہے۔

باوجود سلطنت کے مالک ہو جانے کے آپ کے گھر میں بجز قوت لایموت کے کچھ نہ تھا کوئی محل آپ نے اپنے اور اپنی بیویوں کی آسائش کے لئے تیار نہیں کیا کوئی تاج نہیں بنوایا مرتے دم تک زندگی نہایت سادہ رہی، اموال آتے تو دوسروں میں تقسیم کر دیتے ایک منٹ کے لئے بھی انہیں اپنے گھر میں رکھنا پسند نہ کرتے، اس بے رغبتی اور کنارہ کشی کا یہ اثر تھا کہ آپ کے مقرب صحابہ کرام رض اور آپ کی ازواج مطہرات سب اس سے متاثر تھیں چنانچہ خلفاء راشدین نے جو نمونہ اپنے زمانہ خلافت میں زہد کا دکھلایا ہے اس کی نظیر تلاش کرنا عبث ہے۔

ازواج مطہرات کے متعلق قرآن کریم کی شہادت آیت مندرجہ ذیل میں موجود ہے فرماتا ہے یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرا عظیما، الاحزاب ع یعنی اے نبی اپنی بیویوں سے کہدو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت کی خواہشمند ہو تو آؤ میں تمہیں اس سے متمتع کر دیتا ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہی تمہیں اپنے گھر سے عمدگی اور اچھے سلوک کے ساتھ رخصت بھی کر دیتا ہوں لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسُول اور دار الآخرۃ کی خواہشمند ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے محسنات کے لئے اجر عظیم بھی تیار کیا ہوا ہے۔

جب یہ آیت ازواج مطہرات کو پڑھکر سنائی گئی تو سب نے بالاتفاق اللہ اور اس کے رسول کو دنیا کے اموال پر ترجیح دی۔

دنیاوی اموال کی محبت اُن کے پاک دلوں سے اس قدر نکل گئی تھی۔۔۔ کہ آنحضور صلعم کی وفات کے بعد بھی فتوحات کثیرہ کے نتیجہ میں جب کثرت سے اموال مدینہ میں آئے اور صحابہ رض میں تقسیم ہوئے اس تقسیم میں اُن کے حصہ میں جو اموال آتے تھے ان کا اکثر حصہ وہ صدقات میں دے دیتی تھیں پس یہ حصہ بھی تینوں مفہوموں کے لحاظ سے للہ ہی ثابت ہوتا ہے۔۔۔۔

پانچواں حصہ

حقوق اللہ و حقوق العباد کو ادا کرنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے حقوق اللہ کی ادائیگی تو واضح ہی ہے کہ شریعت کے احکام اور فیصلوں کو جاری کرنے میں آپ نے کسی عزیز سے عزیز کی سفارش بھی قبول نہیں کی ایک دفعہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی، آپ کے ایک عزیز نے سزا سے معافی کی سفارش کی تو آپ اس عزیز پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم حق اللہ کے بارے میں سفارش کرتے ہو اسی طرح اپنی صاحبزادی فاطمہ رض کو فرمایا کہ آخرۃ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا وہاں تمہارے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے تو اپنے اعمال کو درست کرو اسی طرح ازواج مطہرات کو بھی ایسی ہی تلقین فرمائی یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ آپ اپنی ذات کے لئے ناراض نہیں ہوتے تھے لیکن حقوق اللہ کے ضیاع پر سخت ناراض ہوتے تھے یہ تو حقوق اللہ کے بارے میں آپ کا عمل تھا۔ باقی رہا حقوق العباد کی ادائیگی کے متعلق سو اس بارے میں بھی پوری احتیاط سے کام لیتے تھے اس میں انصاف کا اس قدر لحاظ تھا کہ مسلم اور غیر مسلم میں قطعاً کوئی تمیز نہ تھی اگر حق غیر مسلم کی طرف ہوتا تو اسی کو دلواتے، مسلمان کی مسلمان ہونے کی وجہ سے کبھی رعایت نہ کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ آپ کے سامنے برائے فیصلہ پیش کیا گیا تو فیصلہ آپ نے یہودی کے حق میں کیا اور اس طریق پر آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین بھی گامزن رہے اور مسلمان حکام نے بالعموم اسی سنت نبوی کو اپنا اسوہ بنائے رکھا پس اس حصہ کے متعلق بھی واقعات سے یہی ثابت ہے کہ یہ بھی للہ کے تینوں مفہوموں پر پورا اترتا ہے۔

تیسرا جزو

اس اعلان میں محیای ہے یعنی اعلان میں کہا گیا ہے کہ میری زندگی پر نظر ڈالو تو تمہیں نظر آجائے گا کہ میری زندگی کا ہر لمحہ خدا کے دین کی خدمت اور اس کی مخلوق کی بھلائی میں گذر رہا ہے مخلوق کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لانے شرک سے مخلصی دلا کر توحید خالص پر قائم کرنے کی سعی میں تم ہر وقت مجھے مصروف پاؤ گے سو اعلان کا یہ جزو بھی تاریخ کی روشنی میں مبرہن ثابت شدہ نظر آتا ہے آپ نے اس راہ میں بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں ہنسی ٹھٹھا، تمسخر مذاق گالیوں وغیرہ کا نشانہ بنتے ایذا دہی اپنے کمال کو پہنچ گئی، خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے جب آپ کھڑے ہوتے تو لوگ حملہ آور ہو جاتے چنانچہ قرآن کی دو آیات بطور شہادت درج کرتا ہوں جن سے اندازہ لگ سکے گا کہ کس قدر صبر آزما حالات میں آپ نے اپنے مشن کے کام کو سرانجام دیا ہے۔

وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا۔ الجن ع یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ یعنی محمد رسول اللہ صلعم جب عبادت الٰہی کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو قریب ہوتا تھا کہ سب لوگ آپ

پر ٹوٹ پڑیں، احادیث سے ثابت ہے کہ ذبوحہ اونٹوں کا گوبر اور تمام گند وغیرہ آنحضور صلعم کی پیٹھ پر رکھ دیتے تھے جب آپ سجدہ میں جاتے تھے۔

(۲) وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعالمین

القلم ع ۲۔ اس ذکر یعنی قرآن کو سُن کر اس قدر زہر آلود نگاہوں سے آپکی طرف دیکھتے ہیں، کہ قریب ہے کہ آپکو پھسلا دیں اور کہتے ہیں یہ مجنون ہے حالانکہ یہ تمام قوموں کو شرف بخشنے کیلئے آیا ہے۔

پھر ملک سے نکالنے قید کر لینے قتل کر دینے کی سازشیں جاری رہتی تھیں آپ کے ساتھیوں کو ایذا دینے کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے گئے تھے کہ اُن کو سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ان حالات میں بھی آپ اشاعت حق اور توحید کا درس دینے سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں چُوکے دن رات اس کام میں لگے رہے اور لوگوں کی حق سے دوری کا اس قدر غم آپ کو لاحق تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی کہنا پڑا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین کیا تو اس غم میں کہ یہ ایمان نہیں لاتے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔ اب اگر آپ کی یہ کوشش بے لوث نہیں تھی تو اور کیا تھا تنگی اور غربت کے زمانہ میں تو آپ نے اپنی کوشش کا کیا اجر لینا تھا لیکن جب اموال آنے شروع ہوئے تب بھی تو آپ نے کوئی دنیاوی اجر نہ لیا بلکہ وہی سادہ زندگی آپ کا شعار رہی بلکہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اپنی ازواج مطہرات کے دل سے بھی مال کی طمع نکال دی تا اُن کے دل میں بھی اس کی کوئی حرص باقی نہ رہے کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی زندگی ساری کی ساری محض للہ ہی تھی۔

چوتھا جزو

مماتی سے یعنی اعلان میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ آنحضور صلعم کی موت بھی للہ ہی تھی، یہ کس طرح للہ تھی اس کا للہ ہونا چار طرق سے ثابت ہے اوّل تو جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ موت کے وقت بھی آپ عبادت الٰہی کے فریضہ کو بجا لانے کے لئے دلی تڑپ کا اظہار فرما رہے تھے۔

دوسرے اس طرح کہ موت کے وقت بھی آپ کی زبان مبارک پر بالرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری تھے جس سے ثابت ہے کہ اپنے مولیٰ حقیقی کی لقاء کی خواہش ہی آپ کے قلب مبارک پر مسلط تھی۔

تیسرے یہ کہ عین موت کے وقت بھی مخلوق کی بھلائی کا جذبہ ہی آپ کے دل میں موجزن تھا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ کاغذ لاؤ میں ایسی بات لکھ دوں جس کو مدنظر رکھنے سے آپ لوگ ہمیشہ گمراہی سے محفوظ رہو گے۔

چوتھے اس طرح کہ موت کے بعد بھی آپ کی نبوت کا فیض امت میں تا قیامت جاری رہنا تھا چنانچہ واقعات سے ثابت ہے کہ آپ کی وفات پر قریباً ۱۴۰۰ سو برس گذر چکے ہیں مگر یہ فیض اب تک بند نہیں ہوا اس سے ثابت ہے کہ آپ کی موت چونکہ محض للہ تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کی نبوت کی زندگی کو دائمی رکھا ہے گویا آپ نبوت کے لحاظ سے اپنی امت میں ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور آیت بل احیاء عند ربھم یرزقون کا مصداق ہیں۔

نبی کریم صلعم کی آمد کی غرض

واقعات کے بیان کرنے میں مَیں نے نہایت اختصار اور اشاروں سے کام لیا ہے ورنہ ہر ایک جزو ایسی ہے کہ اس پر مبسوط کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

نبی کریم صلعم کی آمد کی اصل غرض ایک ہی تھی کہ دنیا میں توحید کامل طور پر قائم ہو جائے اور قلوب پر اس کا اس قدر غلبہ ہو کہ دوئی کے نقش سے وہ بالکل خالی ہو جائیں اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ انسان کے تمام افعال خالصۃً للہ نہ ہو جائیں۔ اگر نفسانیت کا اعمال میں ذرہ بھر بھی دخل ہوگا تو اُن کا بجا لانے والا اس آیت کا مصداق بن جائے گا ارایت من اتخذ الٰھہ ھواہ الفرقان ع ۴ یعنے ایسے شخص بھی ہوتے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں یعنی خدا کے احکام کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں خالص توحید پر انسان تبھی کامل طور پر قائم کہلا سکتا ہے جب وہ ھویٰ کے بت کو بھی دل سے نکال دے اور خالص اللہ کی حکومت کو دل پر قائم کر لے اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک نبی کریم صلعم خود اس بارے میں اپنا کامل نمونہ پیش نہ فرماتے چنانچہ حضور کی طرف سے یہ اعلان کہ آپ کا سب کچھ خالص اللہ کے لئے ہی ہے اور واقعات سے اس اعلان کی سچائی کا ثبوت اسی نمونہ کو پیش کر رہا ہے اور اسی غرض کے لئے یہ اعلان کروایا گیا ہے تا متبعین آپ کو اسوہ بنا سکیں سچ کہا ہے قرآن نے ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیراً۔

(الاحزاب ع ۳)

یعنی ہر شخص جو اللہ کے قرب کے حاصل کرنے اور آخرت میں سرخرو ہونے کی امید رکھتا ہے اللہ کا ذکر بہت کرنا چاہتا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نمونہ بنائے اور ان کے نقش قدم پر چلے تو اس کی یہ امیدیں بر آئیں گی ورنہ نہیں اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس حقیقت کے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ

گذشتہ ۱۸ ستمبر کو بروز جمعرات حاجی مولابخش انڈسٹریل کالونی کی مسجد کے افتتاح کے لئے جہانگیر روڈ (ضلع مردان) تشریف لے گئے تھے، امروز فردا میں لاہور واپس تشریف لانے والے ہیں۔

خطبہ جمعہ

حضرت ممدوح کی غیر حاضری میں گذشتہ جمعہ مورخہ ۱۹ ستمبر کا خطبہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے دیا، جو افسوس ہے کہ بسبب عدم گنجائش اس پرچہ میں درج نہیں ہو سکا، آئندہ شیوع میں درج کیا جائے گا انشاءاللہ۔

امتحان میں کامیابی

راولپنڈی سے محترم فخرالدین صاحب لکھتے ہیں، کہ مس نصرت چوہدری صاحبہ راولپنڈی بنت چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب لدھیانوی، امسال بی اے کے امتحان میں اعلےٰ نمبروں پر کامیاب ہوئی ہیں۔ اس خوشی میں عزیزہ نے انجمن کو مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام دیئے ہیں اور بزرگان سلسلہ سے دعا کی درخواست کی ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

اعلان نکاح

صفیہ بیگم صاحبہ بی اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ مسٹرس گورنمنٹ گرلز ہائی سکول بھکر متوطن بھیرہ دختر حافظ محمد عیسےٰ صاحب پراچہ کا نکاح بعوض مبلغ پانچہزار روپیہ مہر محمد رشید بی اے ولد عبدالحمید خان قوم اعوان سکنہ خوشاب کے ساتھ ۱۰-۸-۵۸ کو بر مکان حافظ محمد عیسےٰ حکیم محمد امین صاحب نے پڑھا۔ مبلغ دس روپیہ عطیہ انجمن کو دیا گیا۔

(۲) عبدہ پروین پراچہ دختر حافظ محمد عیسےٰ صاحب پراچہ کا نکاح کیپٹن راشد لودھی ولد سردار گوہر خان سکنہ سیالکوٹ کیساتھ بمقام سرگودھا پر کوٹھی شیخ فضل الٰہی فضل حق پراچہ مبلغ پانچہزار روپیہ مہر پر ۹-۵۸-۱۴ کو پڑھا گیا۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ ان تعلقات کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

اعلان اسلام و رشتہ زوجیت

شیخ کریم بخش جن کا سابقہ عیسائی نام کے بی لارنس ہے اور مس جوئس پروین نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا اور رشتہ زوجیت میں منسلک ہو گئے۔

نسل انسانی کا اتحاد ختم نبوت پر مبنی ہے

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کی معرکۃ آلارا انگریزی تصنیف "دی ریلیجن آف اسلام" کا اردو ترجمہ جو مولانا مرتضیٰ خان حسن نے کیا ہے اور اس کا ایک حصہ دارالکتب اسلامیہ کے زیر اہتمام زیور طبع سے آراستہ ہو کر عنقریب شائع ہونے والا ہے، ذیل کا مضمون اسی شہ پارہ کا ایک زرین ورق ہے جو امید ہے قارئین کرام کے لئے باعث ازدیاد علم ہوگا:-

ختم نبوت

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ٥ (۳۳/۴۰) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنے نبیوں کے ختم کرنے والے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ الفاظ خاتَم النبیین (بفتح ت) اور خاتِم النبیین (بکسرہ ت) کے معنے آخری نبی کے ہیں۔ کیونکہ دونوں الفاظ خاتَم اور خاتِم کے معنے ہیں "کسی چیز کا آخری حصہ"۔ عربی کے بہترین لغت نویس خاتم القوم کے معنے آخری قوم ہی کرتے ہیں (تاج العروس) اس لئے ختم نبوت کا مسئلہ قرآن مجید کے واضح اور بیّن الفاظ پر مبنی ہے۔

حدیث میں اس مسئلہ کے متعلق اس سے بھی زیادہ وضاحت پائی جاتی ہے۔ لفظ خاتم النبیین کے معنے خود حضرت نبی کریم صلعم نے فرما دیئے ہیں۔ فرمایا:-

"میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذرے ہیں اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک مکان بنایا۔ اور اس کو اچھی طرح سے اور خوبصورت بنایا مگر ایک کونے میں ایک پتھر کی کمی رہ گئی پس لوگوں نے اس کے ارد گرد گھومنا شروع کیا اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ پتھر کیوں نہ لگایا گیا۔ حضور نے فرمایا وہ پتھر میں ہوں اور میں آخری نبی ہوں"۔

(بخاری ۶۱/۱۸)

یہ حدیث جس میں حضور صلعم نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ آپ نبوت کے کونے کے پتھر اور آخری نبی ہیں مسلم اور ترمذی نے بھی بیان کی ہے اور احمدؒ نے بھی دس سے زیادہ جگہ اس کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک دوسری حدیث جس میں حضور صلعم نے اپنے آپ کو آخری نبی فرمایا، ان الفاظ آتی ہے کہ:-

"اسرائیل قوم کی انبیاء رہنمائی کرتے تھے جب کبھی ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا۔ یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا لیکن میرے خلفاء ہوں گے"

(بخاری ۶۰/۵۰)

اس حدیث کو بھی مسلم اور احمدؒ نے کئی جگہ روایت کیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مہم تبوک کے موقعہ پر حضرت علی رض کو مدینہ میں اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے حضرت رسول کریم صلعم نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا:-

"کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ سے ہارون بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(بخاری ۶۴/۷۸)

اس قسم کی اور بہت سی احادیث ہیں جن میں حضرت نبی کریم نے واضح فرمایا ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

تمام قوموں اور تمام زمانوں کیلئے ایک ہی نبی

یہ امر کہ سلسلہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقطع ہو گیا کوئی غیر محکم امر نہیں ہے کہ جسے دلائل کی تائید حاصل نہ ہو۔ یہ نظریہ وحی کی عالمگیر حیثیت کا جو مذہب اسلام کا بنیادی اصول ہے طبعی نتیجہ ہے۔ وحی قرآن مجید کی رو ..... سے کسی ایک قوم کا واحد تجربہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام نسل انسانی کا روحانی تجربہ ہے۔ عین ابتدا سے قرآن میں ہی اللہ کو دنیا کی تمام قوموں کا رب کہا گیا ہے جس کے معنے ہیں تمام نسل انسانی کی روحانی اور جسمانی ربوبیت کر کے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا۔ اس وسیع بنیاد سے شروع کر کے قرآن مجید اس نظریہ کو یوں پروان چڑھاتا ہے، کہ ہر ایک قوم میں رسول بھیجے گئے، فرمایا:-

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (۳۵/۲۴)

لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (۱۰/۴۷)

اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی الگ الگ قوم کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اور اس وجہ سے اگرچہ اگرچہ نبوت ایک لحاظ سے ایک عالمگیر حقیقت تھی۔ مگر کم و بیش یہ ایک قومی چیز تھی۔ ہر نبی کی تبلیغ کا دائرہ اس کی قوم تک ہی محدود تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے نبوت کو صحیح معنوں میں عالمگیر بنا دیا قومی نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا اور تمام دنیا تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے ایک نبی مبعوث کیا گیا۔ فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا - (۲۵/۱)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ جہان کا ڈرانے والا ہو۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۷/۱۵۸)

کہو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ جس کے لئے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۴/۲۸)

اور ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نسل انسانی کا اتحاد ختم نبوت پر مبنی ہے

بعدا قومی نبیوں کی جگہ دنیا کے نبی نے لی اور تمام نسل انسانی کے اتحاد کا اور ایک ہی جھنڈے کے ماتحت جمع ہونے کا عظیم الشان تصور تکمیل کو پہنچ گیا۔ جغرافیائی حدود اور نسل و لون کے امتیازات مٹا دیئے گئے اور نسل انسانی کے اتحاد کی اساس اس عظیم الشان اصول پر رکھی گئی، کہ تمام نسل انسانی ایک ہے۔ اور تمام انسان جہاں کہیں وہ ہوں ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۲/۲۱۳) اس قسم کا اتحاد جب تک کہ ختم نبوت نہ ہوتی عمل میں نہیں آسکتا تھا، کیونکہ اگر دنیا کا نبی آجانے کے بعد بھی انبیاء کے آنے کا سلسلہ جاری رہتا تو وہ لازماً ایک نہ ایک فریق سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کریں گے اور اس طرح سے اتحاد کی اس عمارت کو منہدم کرنے کا باعث ہوں گے جو اسلام نے سارے دنیا کو ایک نبی دے کر قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

ختم نبوت کی تہ میں حکمت الٰہیہ

مگر اس ضمن میں ایک دوسرے امر کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے میں اسلام نے دنیا کو اس نعمت سے محروم نہیں کیا جو پہلی نسلوں کو میسر تھی، کسی قوم میں نبی بھیجنے کا یہ مقصد تھا کہ اس قوم کو منشائے الٰہی سے واقف کیا جائے اور اس رستہ کی طرف رہنمائی کی جائے جس پر چل کر انسان خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ یہ مقصد دنیا کے نبی، کے آنے سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ کیونکہ اس کا پیغام اس قدر مکمل تھا کہ یہ صرف معاصر اقوام کی ضروریات کے لئے ہی مکتفی نہ تھا بلکہ بعد میں آنے والی تمام اقوام کی مقتضیات کو پورا کرنے کا اہتمام بھی اس میں موجود تھا۔ یہ قرآن مجید کا بڑے واضح الفاظ میں دعوےٰ ہے اور یہ ایک ایسا دعوےٰ ہے جو کسی آسمانی کتاب یا کسی مذہب نے نہیں ..... کیا۔ فرمایا:-

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ" (۵/۳)

یعنے آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی

ی تکمیل اور نعمت نبوۃ کا اتمام پہلو بہ پہلو چلتا ہے
ت نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک
م کو پہنچ گئی ہے۔ اور اس لئے یہ کہنا کہ اگر نبی
ں گے تو اُمتِ محمدیہ نبوت کی نعمت سے محروم
ئے گی، واقعات کو توڑنا موڑنا ہے۔ کیونکہ یہ نعمت
مرحومہ کے پاس بدرجہ اتم و اکمل موجود ہے۔ چونکہ
ہو چکا اور نبوت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی، اب اسلام
نہ کسی مذہب کی ضرورت ہے اور نہ حضرت
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد...... کسی نبی

مسیح کی آمد

کتب احادیث میں ایک پیشگوئی پائی جاتی ہے
لمانوں کے اندر مسیح آئے گا۔ بخاری میں اس
ں کے الفاظ یہ ہیں:—

کیف انتم اذا نزل ابن
مریم فیکم و امامکم منکم

(بخاری ج۲ ص۴۹)

حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تمہارا
یں سے ہوگا۔ مسلم میں امامکم منکم کی بجائے
م منکم کے الفاظ آتے ہیں (مسلم ج۱)
ہی ہیں جو بخاری کے الفاظ کے ہیں۔ اس پیشگوئی
ے عام غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور سمجھا جاتا
اسرائیلی نبی حضرت مسیح، مسلمانوں میں آئیں گے۔
سئلہ نبوت پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے
ر رسول اللہ صلعم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں
جیسا کہ قرآن مجید کا دعوے ہے کہ کوئی نیا
تا ہے نہ پرانا۔ یہ امر بدیہی ہے کہ ایک پرانے
ے آنے سے ختم نبوت کے عقیدہ پر اسی قدر
ب لگتی ہے اور دنیا کے آخری نبی کی شان کی
ہتک لازم آتی ہے جس قدر ایک نئے نبی کے
سے۔ پیشگوئی کے الفاظ اس قدر بیّن اور واضح
پوری توجہ سے کام لیا جاتا تو یہ غلط فہمی پیدا نہ
بن مریم جن کے آنے کا یہاں ذکر ہے ان کو صریح
امامکم منکم فرمایا ہے اور اس لئے
ہے کہ اس سے مسیح ناصری مراد نہیں جو اسرائیلیوں
ایک اسرائیلی نبی تھے۔
مسلمانوں میں مسیح کی آمد کی پیشگوئی بعینہٖ ایسی ہی ہے،
ائیوں میں حضرت الیاس کی آمد کی پیشگوئی بیان
ہے اور در حقیقت الیاس اور مسیح کے معاملہ
ب و غریب مطابقت پائی جاتی ہے۔
الیاس کے متعلق بائیبل میں مرقوم ہے کہ:—
"الیاس ایک بگولہ کے ذریعہ آسمانوں میں
چلا گیا" (سلاطین ۲/۱۱)
شہادت کی بناء پر یہود کا عقیدہ تھا کہ الیاس
میں زندہ ہے۔ پھر اس کے ساتھ ایک پیشگوئی
اتی تھی—
"دیکھو! خداوند کے بڑے اور خطرناک دن
آنے سے پہلے میں الیاس نبی کو
بھیجوں گا" (ملاکی ۵/۴)

جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مسیح کے آنے سے پیشتر
الیاس دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ لیکن یہ امیدیں جو مضبوط
شہادت پر مبنی تھیں کبھی پوری نہ ہوئیں، اور حضرت مسیح کو اس
مشکل کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ انجیل میں ہے کہ:—
"اس کے شاگردوں نے اس کو پوچھا کہ
پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے
آنا ضروری ہے" (متی ۱۷/۱۰)
اس کے جواب میں مسیح نے فرمایا:—
"ایلیاہ البتہ آئے گا...... لیکن میں تم
سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے
...... اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا
اس کے ساتھ کیا...... تب
شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ان سے یوحنا
بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے"
(متی ۱۷/۱۱-۱۳)
ظاہر ہے کہ پیشگوئی میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کو الیاس
کہا گیا ہے کیونکہ اس کے متعلق مرقوم ہے کہ:—
"اور وہ ایلیاہ کی روح اور قوت میں اس کے
آگے آگے چلیگا" (لوقا ۱/۱۷)
اب قرآن مجید میں کہیں نہیں آتا کہ حضرت مسیح آسمان پر
گئے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس صاف لفظوں میں آتا ہے
کہ وہ طبعی موت سے فوت ہوگئے۔[1] اس لئے اس کی قطعاً
کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت مسیح آسمانوں میں زندہ موجود
ہیں۔ پھر بائیبل میں صریح الفاظ میں مرقوم ہے کہ ایلیاہ بھیجا
جائے گا لیکن حدیث کی پیشگوئی میں جس میں مسیح کی آمد کا ذکر ہے
صراحتاً یہ الفاظ آتے ہیں کہ وہ تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا
بفرض محال اگر مسیح زندہ بھی ہوتے اور مندرجہ بالا الفاظ پیشگوئی
کے معنوں کی وضاحت نہ کر دیتے تو بھی الیاس کی آمد کی مثال
ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کافی تھی جو مسیح کی
دوبارہ آمد کے متعلق پیدا ہو سکتی تھیں لیکن مزید برآں ختم
نبوت ایک نہایت واضح اور مستحکم حقیقت ہے، اور نہ
آنحضرت صلعم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے
کے لئے سد سکندری کی طرح کھڑی ہے۔

بعثت مجددین

مگر یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیئے کہ......
...... وحی الٰہی نبیوں اور غیر نبیوں
دونوں کو دی گئی ہے۔ اور یہ کہ نبوت کی ضرورت باقی
نہ رہنے کی وجہ سے اگرچہ بابِ نبوت مسدود ہو چکا ہے
مگر تاہم وحی الٰہیہ کی نعمت اب بھی صالحین اُمت کو دی جاتی
ہے۔ یہ درست ہے کہ اب لوگوں کو نئے نبی کی ضرورت
نہیں کیونکہ قرآن مجید نے شریعت کی ضرورت کو مکمل کر دیا
ہے لیکن برکات و نعمائے الٰہیہ کی اب بھی ضرورت ہے
اور خدا کی وحی سب سے بڑی نعمت ہے علاوہ ازیں کلام
کرنا ذات باری کی ایسی ہی ایک صفت ہے جس طرح سننا اور
دیکھنا۔ اور خدا کی کوئی صفت معطل نہیں ہو سکتی۔ نیز گذشتہ
باب میں اس امر کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے کہ ایک حدیث
کی رُو سے نبوت کا ایک جزو جس کو مبشرات کہا جاتا ہے،
اب بھی باقی ہے (بخاری ۹۱/۵) اور ایک دوسری
حدیث کی رُو سے خدا اس اُمت کے کاملین سے کلام
کرتا ہے (۳۶/۲) پھر ایک دوسری حدیث میں ہے کہ
اُمت محمدیہ میں مجددین آتے رہیں گے۔ ان اللہ یبعث
لھٰذہ الامۃ علٰی راس کل مائۃ
سنۃ من یجدد لھا دینھا۔
(ابوداؤد ۲/۳۶)
مجدد ایک مصلح ہے جو ان غلطیوں کو دور کرنے آتا ہے
جو مسلمانوں میں راہ پا جاتی ہیں۔ اور نئے حالات میں جو
مسلمانوں کو پیش آتے ہیں اسلام کی بڑی بڑی صداقتوں
پر روشنی ڈال کر اسلام کو از سر نو زندہ کرتا ہے۔

---

[1] قرآن مجید میں حضرت مسیح کے متعلق آتا ہے یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و مطھرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ (۳/۵۴) "اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلانے والا، اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تجھے ان کے الزام سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں"۔ پھر قرآن مجید میں آتا ہے
واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ، قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق، ان کنت قلتہ فقد علمتہ، تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک، انک انت علام الغیوب ۝ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم، و کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم، و انت علٰی کل شیء شھید ۝ (۵/۱۱۶-۱۱۷)[2]

[2] "اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو، کہا تو پاک ہے۔ مجھے کہاں شایاں ہے کہ میں کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ تو ہی غیب کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت نظری و قوت عملی کے بلند ترین مناظر

آپ کی زندگی کے تین زمانے —— (۱) نبوت سے پہلے کا زمانہ (۲) زمانہ نبوت (۳) زمانہ مستقبل

آپ کی صداقت و بلند مرتبت کے زندہ گواہ ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل انّنی ھدانی ربی الی صراط..... ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون ——— (الانعام: ۱۶۲)

حضرت نبی کریم کی قوت نظری اور قوت عملی

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قوتوں کا ذکر کیا ہے ایک نظری قوت اور دوسری فعلی قوت، نظری قوت آپ کے ادراک، آپ کے فہم، اور سمجھ سوچ سے تعلق رکھتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ کس قدر بلند نظریات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر رکھدیا اور اندھی تقلید میں جکڑے ہوئے لوگوں کو بتایا علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی میں دلائل کی روشنی میں کھڑا ہوں، اور میں ہی اکیلا نہیں میرے ساتھی بھی جس دین کو مانتے اور جن نظریات کے قائل ہیں علی البصیرت ان کو مانتے ہیں۔

تمام انبیاء کے انعامات رسول اللہ صلعم پر

اسی کا ذکر یہاں ان آیات میں کیا گیا ہے قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم خدا تعالیٰ نے مجھے وہ صراط مستقیم عطا کی ہے جس کے لئے انبیاء دعائیں کیا کرتے تھے کہ اھدنا الصراط المستقیم اور جس کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہے صراط الذین انعمت علیہم سارے انبیاء پر جس قدر انعامات ہوئے وہ سب کے سب مجھے دیئے گئے یہ صراط مستقیم کیا ہے دینا قیماً میرے دین کے اصول اس قدر مضبوط اور پختہ ہیں کہ ان کی حقانیت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا، یہ قائم رہنے والا دین ہے اس لئے اس کی بنیاد حقانیت پر ہے، ملۃ ابراھیم حنیفا قوموں کے باپ حضرت ابراہیمؑ کے دین کے مطابق ہے، حضرت ابراہیمؑ کو تین قومیں اپنا باپ مانتی ہیں، یہودی عیسائی اور اہل مکہ۔ یہ تینوں قومیں ان کی تعظیم کرتی ہیں تو فرمایا ان تینوں قوموں کے باپ کے مذہب کے مطابق میرا مذہب ہے، حضرت ابراہیمؑ کا کیا مذہب تھا حنیفا وما کان من المشرکین وہ توراست رو انسان تھا اور تم خوب جانتے ہو کہ وہ بت پرست تھا وہ بت پرستی کے سخت خلاف تھا، تم اس کو باپ کہتے ہو اور اس کے طریق کو چھوڑ کر بت پرستی اور انسان پرستی کو تم نے اپنا شعار بنا رکھا ہے وہ تو شرک و بت پرستی کا سخت ترین دشمن تھا۔ . . . .

اپنی ذات کی نفی اور دوسروں سے حسن سلوک

اس کے بعد حضور کی فعلی قوت کا ذکر کیا ہے فرمایا قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین، میری نماز میری قربانیاں میرا جینا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے جو تمام انسانیت کی ربوبیت کرتا ہے میں اس خدا کو مانتا ہوں جو تمام مخلوق کا رب ہے۔ اس لئے تمام مخلوق کے ساتھ ہمارا تعلق مشفقانہ ہے اور سب انسانوں کے ساتھ برادرانہ برتاؤ ہے کس قدر اپنے آپ کی نفی کی ہے اور محض خدا اور اس کی مخلوق کے لئے اپنا جینا اور مرنا قرار دیا، فرمایا میری ساری زندگی تمہارے سامنے ہے اس میں کچھ میرا ذاتی مفاد نہیں، میرے رشتہ داروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں، میں نے اپنا یا اپنے رشتہ داروں کی آسائش کا کوئی سامان نہیں بنایا، کوئی محلات کھڑے نہیں کئے، کوئی باغ نہیں لگائے، گھر کے آرام و آسائش کے لئے کوئی باورچی نہیں رکھے۔ فتح مکہ کے دن حضرت عباسؓ نے کہا حضور! عثمان بن طلحہ..... آپ کے سامنے بڑی گستاخی سے پیش آیا ہے کہ آپ نے کعبۃ اللہ کی چابیاں طلب کیں اور اس نے دینے سے انکار کیا اور زبردستی چابیاں لینی پڑیں، آپ سرور کائنات ہوئے اور فاتح مکہ ہو کر مکہ میں داخل ہوئے اور عثمان آپ سے گستاخی سے پیش آئے یہ کسی طرح قابل برداشت نہیں بہتر ہو کہ اب یہ چابیاں حضور میرے سپرد کر دیں، آپ کو پتہ ہے کہ پہلے ہی سے ایک عہدہ جلیلہ میرے سپرد ہے میں صاحب السقایہ ہوں تمام حاجیوں کو پانی پلانے کا کام میرے ذمہ ہے میری عزت افزائی تو پہلے ہی قوم نے کر رکھی ہے آپ خانہ کعبہ کی چابیاں بھی میرے سپرد کر دیں تو میں صاحب السقایہ اور صاحب الحجابہ بھی ہو جاؤں، یہ حضور کے چچا کی درخواست ہے اُن سے زیادہ عزیز اور کون ہو سکتا ہے، لیکن فرماتے ہیں، اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم آ گیا ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا اللہ تعالےٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اس لئے چابیاں عثمان کو واپس دی جائیں گی، حضور نے نہایت بلند کردار کا نمونہ قائم کیا پاکستان میں کتنے ہیں جو ذرا اقتدار ملنے پر اقربا پروری اور دوست نوازی سے کام نہیں لیتے اور حق داروں سے چھین کر رشتہ داروں کو مالا مال نہیں کر دیتے۔

احد کی لڑائی میں جب دشمن کے حملہ کا زور تھا آپ نے فرمایا کون ہے جو میری تلوار لے کر دشمن پر حملہ آور ہو، زبیر آپ کا رشتہ دار ہے، بڑا شجاع ہے، اس نے کہا حضور میں اس کام کے لئے موجود ہوں، بہت سے اور لوگ تلوار لینے کے لئے لپکے، لیکن اس موقعہ پر بھی نسلی عصبیت کام نہ کیا اور تلوار ابودجانہ کے حوالہ کر دی، اس نے تلوار لے کر سر پر سرخ پٹی باندھی اور نہایت فخر سے اکڑتا اور بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا نکل گیا یہاں تک کہ اس جگہ جا پہنچا جہاں عورتوں کا کیمپ تھا، وہاں ابوسفیان کی بیوی ہندہ موجود تھی اس کے سر پر تلوار رکھکر کہا کہ میں ایک عورت کو قتل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی توہین نہیں کرتے دوں گا، اس لئے تمہیں چھوڑتا ہوں اور مردوں کی صفوں کو چیرتا ہوا واپس چلا آیا۔

ایک دن عراق سے کوئی ایک لاکھ کے قریب مال آیا۔ آپ کا گھر تو مسجد کے ساتھ ہی تھا، مال کے آنے کی رپورٹ ہوئی تو فرمایا مسجد میں ڈال دو، آج کا کوئی حاکم ہوتا تو لپک کر دیکھتا کہ اس میں کون کونسی چیز ہمارے مطلب کی ہے اور پھر حکم دیتا کہ فلاں فلاں اشیاء ہمارے گھر میں بھجوا دو، لیکن آپ نے دیکھا تک نہیں، اور جب نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں آئے تو پھر بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا اس مال کو لے آؤ میں تقسیم کر دوں اور سارا مال لوگوں میں تقسیم کر کے خالی ہاتھ اٹھ کھڑے ہوئے، یہ ہے ان محیای ومماتی للہ رب العالمین کا عملی نقشہ، فرمایا میری زندگی بھی تمہارے سامنے ہے اور میری موت بھی تمہارے سامنے ہے، ہر لڑائی میں صف اول میں لڑتا رہا اور یہ دلی تمنا ہے کہ خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں کوئی اپنی غرض نہیں کوئی لالچ نہیں کہ دشمن کے خزانے یا مال اسباب مل جائے، تم میں سے ایک شخص نہیں کہہ سکتا . . .

کہ تمہارے پیشتے کچھ مقاصد ہیں میں زندہ ہوں تو محض خدا کے لئے جان دیتا ہوں تو محض خدا کے لئے۔

رب العالمین کے عقیدہ پر عملی شہادت

اور میں کسی ایسے خدا کی طرف نہیں بلاتا جو محض عرب کا رب ہے محض ہندوؤں، پارسیوں یا یہودیوں یا نصرانیوں کا خدا ہے، میرا خدا رب العالمین ہے، وہ چوہڑوں چماروں کا بھی رب ہے، اور بڑے بڑے دولتمند لوگوں کا بھی رب وہی ہے، طائف جہاں سے آپ کو اینٹیں مار مار کر اور لہو لہان کر کے نکالا گیا تھا، وہاں کے مشرکین کا وفد آتا ہے تو ان کو بھی اپنی مسجد میں اتارتے ہیں دشمن ہیں، انہوں نے آپ کو بڑی ایذا پہنچائی ہوئی ہے لیکن انہیں بڑی عزت کے مقام پر اتارتے ہیں، یہ ہے رب العلمین کا پرستار، زا عقیدہ ہی نہیں اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ فی الواقعہ آپ اللہ تعالے کو رب العلمین مانتے ہیں، عیسائیوں کا وفد آتا ہے تو اس کو بھی مسجد ہی میں اتارا جاتا ہے اور کوئی نسلی یا مذہبی عصبیت ملحوظ نہیں رکھی جاتی، وہ تو بھلا اہل کتاب تھے مشرکین سے بھی وہی سلوک ہے،

بلندی اخلاق پر اللہ تعالیٰ کی شہادت

اللہ تعالے نے شہادت دی ہے کہ انک لعلی خلق عظیم تو اعلےٰ درجہ کے اخلاق کا مالک ہے۔ اعلےٰ درجہ کے اخلاق میسر نہیں ہو سکتے جب تک قوت نظری بلند نہ ہو، اگر دنیا کے بادشاہوں کے لئے کوئی نمونہ ہو سکتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جس نے بادشاہ ہو کر اپنے نفس کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور اپنی ذات یا اپنے رشتہ داروں کے آرام و آسائش کے لئے کچھ نہ بنایا اور محض خدا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، یہ آیت بتاتی ہے کہ حضرت کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو آپ نہایت اعلےٰ اخلاق کے مالک نظر آئیں گے، جن کو دیکھ کر غیر بھی معترف ہیں کہ آپ نہایت بلند اخلاق کے مالک تھے

زمانہ نبوت سے پہلے کی زندگی

ایک اور آیت بھی ہے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون میری چالیس سال کی زندگی تمہارے سامنے ہے اس زندگی کے کسی مقام پر انگلی رکھو، کوئی خرابی کسی جگہ نظر آئی ہو تو بتاؤ، لیکن کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ انگلی رکھ سکے دشمن بھی کہتے تھے کہ آپ الامین ہیں، اور خدا تعالیٰ نے بھی شہادت دی کہ مطاعٍ ثم امین فی الواقعہ آپ نے اپنی پہلی اور آخری زندگی میں بھی اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ امین ہیں، کوئی شخص بادشاہ ہو کر دیکھے کہ اس کے اور اس کے رشتہ داروں اور اس کی بیویوں کے کیا کیا تقاضے ہیں اور کس طرح وہ ان کو پورا کرنے سے بچ سکتا ہے، لیکن حضرت نے کسی ایسے رشتہ اور اس کے تقاضا کو بھی پورا کرنے کا خیال تک نہیں کیا، آپ فی الواقعہ امین تھے، امین فی السماء و امین فی الارض،

آسمان نے بھی آپ کے امین ہونے کی شہادت دی، اور زمین بھی اس کی شاہد ہے۔

حدیث کو چھوڑ کر چالیس سالہ زندگی کہاں مل سکتی ہے

قرآن کریم نے آپ کی نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ یہ چالیس سالہ زندگی کہاں ہے۔ قرآن میں تو اس زندگی کے حالات تاریخ ہی میں مل سکتے ہیں۔ اس کے لئے حدیث ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ وہ شخص جو قرآن دانی کا دعویٰ کرکے کہتا ہے کہ حدیث کوئی چیز نہیں، اس کو چاہیئے کہ قرآن میں سے آپ کی نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کی تفصیلات بتائے جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ کیا حدیث کو چھوڑ کر کوئی شخص قرآن میں سے اس زندگی کے حالات بتا سکتا ہے؟

زمانہ نبوت کی زندگی

اور یہ آیت جو آج کے خطبہ کا موضوع ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین، یہ زمانہ نبوت کی زندگی کا حوالہ دیتی ہے، کیا اس زندگی کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں، کیا حدیث کو چھوڑ کر زمانۂ نبوت کی زندگی کے حالات ہم معلوم کر سکتے ہیں؟

زمانہ مستقبل کے حالات

حضور صلعم کے زمانہ ماضی اور زمانۂ حال کے حالات کے علاوہ زمانہ مستقبل کے حالات کا ذکر بھی قرآن میں بطور پیشگوئی درج ہے۔ ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے زمانوں میں جوں جوں علم کی روشنی پھیلتی چلی جائے گی، دنیا کو اعتراف کرنا ... پڑے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین دنیا کو دیا۔ جن اعلےٰ درجے کے اخلاق کا آپ نے اظہار کیا، جو پاک و مطہر زندگی آپ نے بسر کی اور جن بلند نظریات کی دنیا کو تلقین فرمائی وہ دنیا کے تمام عقلمندوں سے خراج تحسین وصول کر کے رہیں گے، یہ تینوں زمانے بتا رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور نبوت برحق ہے، کیونکہ آپ نے خدا کے مکتب میں تعلیم پائی۔

غیروں سے خراج تحسین

آج کچھ اور زمانہ ہے، آج علم کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی ہے۔ اس روشنی کے زمانہ میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہ صرف اپنوں کے لئے ایک روشن مینار کا کام دیتی ہے بلکہ غیروں سے بھی خراج تحسین وصول کر رہی ہے، آج کئی ایک ہندوؤں عیسائیوں، سکھوں اور یورپین فضلاء نے ایسے مضامین لکھے ہیں جن میں بتایا ہے کہ قرآن کریم بے نظیر کتاب ہے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت بلند اخلاق انسان تھے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کی پیروی کرو

اگر یہ صحیح ہے اور فی الواقعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بے نظیر ہے تو ضروری ہے کہ ہم بھی اس کی پیروی کریں، ہماری جماعت کو بالخصوص اس طرف توجہ کرنا چاہیئے ان پر دوہری حجت ہے، ان کے سامنے ایک امام آیا اور اس نے اپنے عمل سے ہمیں وہ نمونہ دکھایا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھا، اس نے ہمیں تلقین کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمونہ کی پیروی کرو اور قرآن کو لائحہ عمل بناؤ، اگر ہم اس سے تغافل کریں تو یہ ہماری بدقسمتی ہوگی۔

محمد رسول اللہ صلعم کے بلند نظریات (۱) توحید الٰہی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قوموں کو مخاطب کر کے فرمایا اے یہودیو! اے نصرانیو! اے عرب کے بت پرستو! لاشریک لہ اللہ تعالے کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا، وہ ایک قائم بالذات اور قادر مطلق ہستی ہے جس کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں، وہ کمزور نہیں کہ اسے اپنے ساتھ کسی کو شریک کرنا پڑے وہ ایسا بادشاہ نہیں کہ اسے وزراء اور دیگر نوکروں کی حاجت ہو، بادشاہوں کو وزیروں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ خود سلطنت کا کام پورے طور پر سرانجام نہیں دے سکتے، خدا ان کی طرح محتاج نہیں لاشریک لہ وبذالک امرت اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے وانا اول المسلمین اور میں خدا کے احکام کو ماننے اور اس کی فرمانبرداری میں پیش پیش ہوں۔

(۲) مربوب کو رب نہ بناؤ

قل اغیر اللہ ابغی ربا وھو رب کل شیء اے لوگو! زمین و آسمان کی حاجتیں پوری کرنے والا تو ایک ہی خدا ہے، کیا اس کو چھوڑ کر کسی پتھر یا کسی انسان کو جو خود مربوب ہے اپنا رب بنا لوں؟ یہ کتنی بڑی دلیل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریات کی بلندی کی۔ آپ کو کتنا وسیع علم دیا گیا ہے کہ تمام کائنات تمام بڑے سے بڑے انسان مربوب ہیں انہیں رب کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔

تاریخی نبی

یہ ہے حضور کی زندگی، مسلمان کا فرض ہے کہ حضور کی زندگی کا مطالعہ کرے اور اس کی پیروی کرے میں پھر دوہراتا ہوں کہ ہمارے لئے بڑے فخر کا مقام ہے کہ اس بیسویں صدی میں ایسے عظیم الشان پیغمبر اور ایسی اعلےٰ درجہ کی کتاب کو ہم مانتے ہیں جو اپنے اخلاق و اعمال، اپنی قوت نظری اور قوت عملی اور اپنی اعلیٰ تعلیمات کے لحاظ سے لاجواب ہے یہ صرف ایک ہی تاریخی نبی ہے نہ عیسیٰ کی تاریخ موجود ہے نہ موسیٰ اور رام چندر یا کرشن کی، اگر کسی کے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور تمام حرکات و سکنات، عبادات، مجاہدات و معاہدات کی تاریخ محفوظ ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس طرح قرآن کو خدا نے محفوظ کر دیا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور زندگی کے حالات کو بھی محفوظ کر دیا، آج صرف وہی ایک مشعل راہ ہے جس سے تمام دنیا ہدایت کا رستہ پا سکتی اور پیش آمدہ مصائب سے نکل سکتی

عشقِ نبیؐ

(مسز مسعود بیگ)

محمدؐ است امام و چراغِ ہر دو جہاں ⁂ محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا ⁂ خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں (مسیح موعودؑ)

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل الانبیاء اور خیر البشر تھے انہیں اللہ تعالےٰ نے ہر رنگ میں ایسا امتیاز بخشا کہ دنیا کی کوئی اور مذہبی شخصیت اس مقام تک نہ پہنچ سکی جو حضورؐ کا مقام تھا۔ اور آپ کے اشد ترین مخالفین کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ "محمدؐ دنیا کی مذہبی شخصیتوں میں سے سب سے زیادہ کامیاب تھے" (انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا)۔ آپ کا دین کامل، آپ کی کتاب غیر مبدل، آپ کا فیضان قیامت تک جاری، اور آپ کی شریعت کے احکام ایسے پختہ کہ اُن میں کسی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش نہیں لیکن ان امتیازی اوصاف کے علاوہ ایک اور نمایاں خوبی یہ نظر آتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم سے آپ کے متبعین نے ایسا عشق کیا اور والہانہ عقیدت اور سچی محبت کا ایسا نمونہ پیش کیا جو دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں :-

حضرت موسےٰ کی قوم نے انہیں کئی بار مایوس اور آزردہ کیا اور اُن کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کی ناراضگی مول لی۔ حضرت عیسٰی نے بقولِ اناجیل زندگی بھر میں صرف بارہ حواری پیدا کئے اور جب آزمائش کا وقت آیا تو ان کے سب سے بڑے معتمد علیہ حواری نے اپنے آقا کو دھوکہ دیا اور تیس روپے لے کر انہیں پکڑوا دیا۔ اس کے برعکس رسول کریم صلعم کے متبعین نے زندگی کے ہر قدم پر جاں نثاری اور شیفتگی کی مثال قائم کی۔ زمانۂ امن میں بھی وہ جانثار تھے اور جب میدان جنگ کی کڑی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا تو موسےٰ کی قوم کی طرح ان کا جواب یہ نہ تھا کہ "تم اور تمہارا خدا جاکر لڑو" بلکہ ان کا جواب یہ تھا کہ وہ حضورؐ کے دائیں لڑیں گے، بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے، اور جہاں حضور کا پسینہ گرے گا وہاں وہ اپنا خون گرائیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ محض لفظی دعویٰ نہ تھا بلکہ صحابہ کرامؓ نے اسے سچ کرکے دکھایا اور عملی امتحان میں پورے اُترے۔

غزوہ احد کے واقعات

غزوہ اُحد میں مسلمانوں پر سخت ابتلا آیا۔ رسولِ کریمؐ کی ہدایات کے خلاف ایک اہم مورچہ چھوڑ دینے کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ صحابہ کرام ایک سخت نرغہ میں پھنس گئے اور نبی کریمؐ خود زخمی ہوکر گرے اور مغفر کی کڑیاں چہرۂ مبارک میں چُبھ گئیں۔ نہ صرف یہ بلکہ حضور کے شہید ہوجانے کی افواہ پھیل گئی اور بدحواسی میں بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اُکھڑنے لگے لیکن ایسے عالم میں بھی عشاقِ نبیؐ نے آپؐ کو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ حضورؐ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ کفار نے جب دیکھا کہ جاں نثاروں نے حضور کو دائرہ میں لیا ہے تو انہوں نے بھی اسی کی طرف سخت یورش کی لیکن عاشقانِ نبیؐ سب وار اپنے اوپر لینے لگے اور دشمن کی طرف پیٹھ کرکے کھڑے ہوگئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ سامنے سے تیر یا نیزہ آتا دیکھ کر وہ اپنے سر کو جنبش دیں اور وہ تیر حضور کو جا لگے۔ حضرت ابو دجانہؓ حضورؐ کے جسم مبارک پر جھک کر سپر بن گئے اور اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے تلواروں کو ہاتھ پر روکا تو اُن کا ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ ادھر حضرت سعد بن ابی وقاص مدافعت میں تیر برسا رہے تھے اور حضرت نبی کریمؐ نے اپنا ترکش بھی اُن کے حوالہ کر دیا۔ اسی طرح ابو طلحہؓ نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں اُن کے ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ گئیں۔ الغرض شمعِ رسالت کے پروانوں نے ایسی جاں نثاری دکھائی کہ کفار کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور سرورِ عالم کو مزید ایذا نہ پہنچی۔

ایک انصاری خاتون

حضورؐ کے شہادت پا جانے کی افواہ جب مدینہ میں پہنچی تو ایک انصاری خاتون بیتابی کے عالم میں اُحد کے میدان کی طرف بھاگی، راہ گیروں نے اسے بتایا کہ اُس کے باپ نے بھائی نے شوہر نے جامِ شہادت پی لیا ہے اور وہ سب اسے داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔ لیکن وہ ہر بار دردناک خبر سُن کر یہ سوال کرتی کہ رسول اکرم صلعم کیسے ہیں؟ اور جب اُسے معلوم ہوا کہ حضورؐ بفضلہٖ زندہ سلامت ہیں اور پاس آکر اس نے چہرۂ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار پکار اُٹھی کل مصیبۃ بعدک جلل "اے پیغمبر تیرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں" ۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

حضرت اویس قرنی رضؓ

حضرت اویس قرنی یمن کے علاقہ میں قرن نامی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے اور وادیٔ عرا میں اونٹ چرایا کرتے تھے اور رات کو خشک روٹی کھایا کرتے تھے۔ وہ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول اور حضرت نبی کریمؐ کے عشق کے جذبہ سے سرشار رہتے۔ آپ کو جب یہ علم ہوا کہ میدانِ جنگ میں حضرت نبی کریمؐ کے دو دانت شہید ہوگئے ہیں تو آپ نے بھی اپنے دو دانت توڑ دیے۔ پھر خیال آیا کہ معلوم نہیں حضورؐ کے کون سے دو دانت ٹوٹے تھے تو اپنے دو اور دانت توڑ لئے اور اسی طرح شرطِ موافقت اور جذبۂ عشق کے تحت اپنے سارے دانت توڑ ڈالے کہ ان میں سے تو ضرور وہ دو دانت ہوں گے جو دندانِ نبیؐ میں سے شہید ہوئے۔ روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم یمن کی طرف منہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ نسیمِ رحمت میں یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔

انصارِ مدینہ کی والہانہ محبت

کفارِ مکہ کی ایذا رسانیاں جب انتہا کو پہنچ گئیں تو آپ نے حکمِ الٰہی کے ماتحت مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اہلِ مدینہ نے تن من دھن قربان کر دینے کا عہد کیا اور جاں نثاری کا ایسا نمونہ دکھایا جو تاریخ میں فقید المثال ہے۔ نہ صرف حضور سے شیفتگی کا اظہار کیا بلکہ آپؐ کے طفیل مہاجر مسلمانوں سے بھی بے حد مروت اور احسان اور سچی محبت اور دلی مواخاۃ کا سلوک کیا گیا۔ مکہ سے روانہ ہوکر جب نبی کریم صلعم مدینہ کے قریب پہنچے تو ہر طرف سے لوگ جوشِ مسرت سے پیشقدمی کے لئے دوڑے۔ قبا سے مدینہ تک دو رویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں، راہ میں انصار کے خاندان آتے تھے۔ ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا "حضور! یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ جان ہے"۔ آپ تشکر کا اظہار فرماتے اور دعائے خیر دیتے۔ جب شہر قریب آگیا تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین چھتوں پر نکل آئیں اور گانے لگیں :-

طلع البدر علینا چاند نکل آیا ہے
من ثنیات الوداع کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
وجب الشکر علینا ہم پر خدا کا شکر واجب ہے
ما دعا للہ داع جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

انصارِ مدینہ میں سے ہر شخص اس بات کا متمنی تھا کہ حضور اس کے پاس فروکش ہوں اور اسے میزبانی کا شرف عطا کریں۔ اس قدر لوگوں کی مخلصانہ خواہش کے پیش نظر حضور نے یہ معاملہ سپردِ خدا کر دیا اور فرمایا جہاں ان کی اونٹنی ٹھہر جائے گی وہیں وہ فروکش ہوں گے۔ بالآخر یہ سعادت حضرت ابو ایوب کو حاصل ہوئی جن کے مکان کے سامنے ناقہ جا ٹھہری۔ ابو ایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا، انہوں نے بالائی منزل پیش کی لیکن نبی کریم صلعم نے زائرین کی سہولت کے لئے نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔ سات ماہ آپ نے اس مکان میں قیام کیا، اور حضرت ابو ایوبؓ حضورؐ کی سہولت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے بالائی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا اور اندیشہ ہوا کہ پانی بہہ کر نیچے جائیگا تو حضور کو تکلیف ہوگی۔ گھر میں اوڑھنے کا صرف ایک ہی لحاف تھا .... جو فوراً ابو ایوب رضؓ نے پانی پر ڈال دیا تاکہ سارا پانی اس میں جذب ہوجائے۔

صحابہ کی عظیم قربانیاں

نبی اکرمؐ کے اشارہ پر صحابہؓ نے جانیں تک نثار کر دیں تو مال تو بہر حال نسبتاً آسان تھی۔ لیکن حضورؐ نے جب بھی اموال کے لئے اپیل کی صحابہ نے ڈھیروں ڈھیر اموال لا کر حاضر کر دیا، اور بعض اوقات حضرت عثمانؓ جیسے صرف ایک صحابی نے جنگ کے موقعہ پر پوری پلٹن کا سامان مہیا کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ گھر کا تمام سامان لے آئے اور صرف رات کا کھانا باقی رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو گھر میں کچھ بھی باقی نہ رکھا اور جھاڑو دے کر سب کچھ لے آئے۔ جب حضورؐ نے سوال کیا کہ اہل خانہ کے لئے بھی کچھ باقی رکھا ہے تو آپؓ کا جواب یہ تھا (بقول اقبال) ؎

پروانہ کو شمع اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

متاخرین اور مسیح موعودؑ

نبی کریم صلعم سے عشق کا جذبہ امت مرحومہ میں ہمیشہ زندہ رہا ہے، اور ہزاروں ولی، غوث، قطب اور بزرگانِ دین نے اس نعمت سے وافر حصہ پایا اور اس دولت سے مالامال ہوئے۔ رسول کریم کا اسوۂ حسنہ پوری تفصیلات کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہے۔ آئمہ دین نے سنتِ رسولؐ کی پوری پوری متابعت کی اور نبی کے نقش قدم پر قدم مارا اور عاشقان صادق کی طرح موافقت کا حق ادا کیا۔ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعودؑ اس جذبہ میں بھی یگانہ تھے اور نبی کریم صلعم اور اسلام کے سچے عاشق اور فدائی تھے بلکہ یہی آپ کی زندگی کا مقصود تھا اور اسی ایک مشن کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔

زعشاق فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

حضرت مسیح موعودؑ نے رسول اکرم صلعم سے ایسا عشق کا اظہار کیا اور ایسی والہانہ محبت و عقیدت کا نمونہ قائم کیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں اور صحابہؓ کرام کی یاد تازہ ہو گئی۔ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے دین کے تحفظ اور مدافعت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی اور تن من دھن قربان کر دیا۔ سب طرف سے دشمنان اسلام حملہ آور ہو رہے تھے اور آپؑ نے جو علمی لڑائی لڑی، اور آپؑ نے آقا کے ناموس کے لئے بڑی غیرت دکھائی اور حضورؐ کی سیرت پاک کو عملی رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا اور انہیں اس پہلے زمانہ کی کچھ جھلک دکھائی اور دین کی برکات کا لوگوں کو تجربہ کرایا، اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے عشق کو ہی اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ٹھہرایا، اور اسی بات کی طرف دنیا کو بلایا اور بحاظور پر یہ اعلان فرمایا ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے۔ لیکن احباب اگر یکمشت رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے بسہولت ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں اُن کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ راکتوبر ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ راکتوبر ۱۹۵۸ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۱۰ راکتوبر ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جاوے گا جس کا چھڑانا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے، چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر)

نمبر	رقم
۲۵	۶
۸۲	۶
۹۶	۶
۱۰۶	۶
۱۲۰	۶
۱۵۷	۶
۱۷۲	۶
۱۷۶	۶
۲۳۲	۶
۲۷۶	۶
۲۷۸	۶
۲۸۲	۶
۲۹۲	۶
۲۹۵	۱۲
۳۳۴	۶
۳۶۴	۶
۴۴۶	۱۸
۴۸۱	۶
۵۰۴	۳
۷۰۶	۱۲
۷۱۰	۶
۷۶۹	۶

نمبر	رقم
۷۵۰	۶
۷۶۶	۶
۹۹۱	۶
۹۹۲	۶
۱۰۸۳	۶
۲۰۷۳	۶
۲۰۹۳	۶
۲۱۳۵	۶
۲۱۴۱	۶
۲۱۴۲	۶
۲۱۴۳	۶
۲۱۵۳	۶
۲۱۵۴	۶
۲۱۵۵	۶
۲۱۵۶	۶
۲۱۵۷	۶
۲۱۶۰	۶

رعایتی

نمبر	رقم
۱۸	۴
۲۹	۳
۳۰	۴
۵۲	۱۲
۵۵	۴
۶۳	۶
۲۰۵	۶
۳۶۱	۴
۴۱۷	۳

زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم

بسلسلہ صفحہ ۲۱

اپنے عہد کو پورا کرو

حضرت امام الزمان کے ساتھ ہم نے بھی ایک عہد باندھا تھا کہ قرآن کو اپنا رہنما بنائیں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ پر کاربند ہوں گے۔ آیئے آج ہم اپنے نفوس کو ٹٹولیں کہ ہم نے کہاں تک اس عہد کو نبھایا ہے کیونکہ اگر ہم ایفائے عہد نہ کر سکے تو یہ خدا کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ مبارک ہے وہ احمدی جو اب بھی اپنے عہد کی پابندی اختیار کرتا ہے اور اس کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت مجددِ وقت کا ہدیہ عقیدت

(بسلسلہ صفحہ ۴)

صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا کے لئے ہو گئی تھی۔ اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرہ آمیزش نہ رہی تھی۔ پس اس طرح آپ نے اس شرط کے ایک حصہ کو پورا کیا جو شفیع کے لئے ایک لازمی شرط ہے اور آخری فقرہ آیت مذکورہ یہ ہے کہ میرا جینا اور مرنا اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہانوں کی پرورش میں لگا ہوا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ میری قربانی بھی تمام جہان کی بھلائی کے لئے ہے۔ ایسا ہی دوسرا حصہ شفاعت کا ہمدردی مخلوق ہے۔ اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آیت دنیٰ فتدلّٰی کا دوسرا لفظ یعنے تدلّٰی اسی ہمدردی پر دلالت کرتا ہے یاد رہے کہ تدلّٰی کا مجرد دلو ہے اور دلو ڈول کو کنوئیں کے اندر ڈالنا تا پانی اس کے اندر بھر جائے اور دوسرے معنے دلو کے یہ ہیں کہ کسی کو اپنا شفیع پکڑنا پس تدلّٰی کے یہ معنے ہیں کہ شفاعت کے لئے دور افتادہ لوگوں کی طرف بکمال ہمدردی و غمخواری توجہ کرنا اور اُن سے بہت نزدیک ہو کر ان کا مکدر پانی اٹھانا اور پاک پانی ان ... کو عطا کرنا۔

(ریویو آف ریلیجنز، جلد اول صفحہ ۱۸۲-۱۸۳)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (مینیجر)

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

کامیاب اور بامراد زندگی کیسے میسر آ سکتی ہے

فخرالدین صاحب بی۔ اے

بعثت نبوی کے وقت عرب کی حالت

آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت دنیا کی جو حالت تھی اس کو قرآن کریم نے ایک جامع جملہ میں بیان کر دیا ہے کہ خشکی اور تری میں فساد برپا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ فسق و فجور، جہالت، بت پرستی اور ظلم و سفاکی اس وقت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایسے مایوس حالات میں حضرت نبی کریم صلعم مبعوث ہوتے ہیں۔ جزیرہ نما عرب میں آپ کی بعثت سے پہلے عیسائی اور یہودی ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے کہ اصلاح خلق کر سکیں، باوجودیکہ اُن کی پشت پر سلطنتیں تھیں مگر وہ ناکام رہے۔

سرور کائنات نے کایا پلٹ دی

ہاں فخر رسل اور سرور کائنات نے تیرہ سال کے اندر اندر عرب کی کایا پلٹ دی، آپ کی تعلیم کی بدولت جہال عرب مشعل علم لے کر اطراف واکناف عالم میں پھیل گئے۔ بت پرستی کا نام و نشان نہ رہا، فسق و فجور کی جگہ زہد و تقویٰ نے لے لی، جنگجو قبائل باہم شیر و شکر ہو گئے، تمدن اور تہذیب نے نئی کروٹ بدلی۔

زندہ خدا پر ایمان کا نتیجہ

یہ سب کچھ ایسے حالات میں ہوا جب سرتاج الانبیاء کے پاس حکومت نہ تھی، خزانہ نہ تھا۔ لشکر جرار نہ تھے البتہ زندہ خدا پر قوی ایمان تھا اور اسی ایمان کی قوت نے ناممکن چیزوں کو ممکن بنا دیا۔

موجودہ مشکلات کا حل

آج روئے زمین پر بے شمار اسلامی حکومتیں موجود ہیں، مگر وہ دوسروں کی اصلاح تو کجا خود اپنی مملکتوں میں بھی اصلاح نہیں کر سکتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا خدا پر ایمان نہیں رہا۔ وہ مادی علائق میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ مگر وہ آج بھی وہ دنیا کے رہنما بن سکتے ہیں، زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا ہو سکتا ہے بشرطیکہ زندہ نبی کی زندہ تعلیم پر عمل کیا جائے اور اس کو بصدق دل اور بگوش ہوش قبول کیا جائے۔ ہمارے ادبار، بے حسی۔ اور بدحالی کو دور کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور یہی علاج ہے ہماری موجودہ مشکلات کا۔

ہجرت کے بعد آنحضرت صلعم کا پہلا خطبہ

ہجرت یثرب کے بعد آنحضرت صلعم نے جو پہلا خطبہ دیا اس میں کامیاب زندگی کے نہایت قیمتی گر بیان فرمائے ہیں۔ جو اس قابل ہیں کہ ان کو سنہرے حروف میں لکھا جائے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"اے لوگو قیامت کے لئے کچھ ذخیرہ آگے بھیجو۔ یقیناً سمجھ لو، اللہ کی قسم، ہر ایک تم میں سے مرنے والا ہے پھر تم دنیا کو اس طرح چھوڑ دو گے جس طرح بکریوں کا ریوڑ جس کا کوئی چرواہا نہیں، پھر تمہارا خدا تم سے فرمائیگا اور اس کا کوئی ترجمان اور حاجب نہیں ہوگا یعنی رو در رو فرمائے گا کہ میرا رسول تمہارے پاس نہیں آیا تھا کہ تم کو پہنچاتا (یعنی میرے احکام) میں نے تجھ کو مال دیا اور تجھ پر فضل کیا تو نے اپنے لئے آگے کیا بھیجا۔ تب آدمی دائیں بائیں دیکھے گا اور اس کو کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر سامنے دیکھے گا تو اد ھر بجز جہنم کچھ دکھائی نہ دے گا، جہاں تک ہو سکے تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا خیرات کرنے کے ساتھ۔ اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو وہ نیک بات ہی دوسرے کو کہے۔ کیونکہ اس کا بدلہ دس گنا سے سات سو تک ملنے والا ہے، تم پر سلامتی اور رحمت اور برکت خدا ہو"

ہماری موجودہ حالت

دیکھ لیجئے یہ دنیا جس کی خاطر آج ہم شب و روز جدوجہد کر رہے ہیں، ہمارے کام نہ آئے گی ہاں انفاق مال اور اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہمیں نار جہنم سے بچا سکتے ہیں، آج ہماری قوم میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں، حضرت امام الزمان کی جماعت . . . . میں بھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد بھلایا جا رہا ہے اور نصرت دین مبین اور اشاعت اسلام کے لئے دامے، درمے، سخنے ایثار کرنے کا جذبہ یقیناً جیسا کم ہوتا جا رہا ہے۔ کام کرنے والے اور ایثار پیشہ بزرگوں کو بدنام کرنے والے تو بہت ہیں مگر ان کا ہاتھ بٹانے والے کم ہیں، عامۃ المسلمین میں بھی جو "محبین" کہلانے والی جماعت ہے اس کے نزدیک بھی اسمبلی کے الیکشن پر روپیہ خرچ کرنا گویا جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ اے کاش یہ "مصالح" فرمان نبوی کو یاد رکھتے کہ یہ دنیا کی ہوس بالآخر جہنم میں جا گرائے گی۔

حضور صلعم کا دوسرا خطبہ

سیرت ابن ہشام کے مطابق مدینہ منورہ میں آپ نے قوم کو دوسری مرتبہ یوں خطاب کیا:۔

"خدا ہی کی تعریف ہے۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں، اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ نفس کی شرارتوں اور برے عملوں سے (خدا کی) پناہ مانگتا ہوں۔ جس کو خدا ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے۔ اسکو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود خدا کے بغیر نہیں وہ اکیلا ہے۔ اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ سب سے اچھا کلام خدا کی کتاب ہے جس کے دل میں خدا نے اس کتاب کو آثار دیا اور اس کے ذہن نشین ہو گئی اور جس کو خدا نے کفر کے بعد دین اسلام میں داخل کر دیا۔ اور جس نے اس کتاب کو لوگوں کی (بیہودہ) باتیں چھوڑ کر (اپنا رہنما) قرار دیا وہ شخص ضرور کامیاب و بامراد نجات یافتہ ہو گیا، خدا کی کتاب بہترین اور بلیغ کتاب ہے۔ تم ان چیزوں کو اپنا محبوب بناؤ، جن کو خدا نے پسند کیا ہے تم سارے دل سے اللہ کی محبت اختیار کرو، خدا کے کلام اور اس کی یاد سے تھکو مت اور اپنے دلوں کو (خدا کو بھول کر اور غفلت میں پڑ کر) سیاہ نہ کر لو۔ کیونکہ خدا نے سب چیزوں سے جو اس نے پیدا کی ہیں اور پسند کی ہیں، نیک باتوں یا حلال و حرام یا اور بہترین عبادتوں، سب سے اچھا اور برگزیدہ اور نیک اعمال میں سب سے افضل انبیاء کو قرار دیا ہے۔ (دیکھو) خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جہاں تک ہو سکے اس سے ڈرتے ہو۔ اور جو اچھی بات منہ سے نکالو وہ اللہ کے سامنے پوری کر کے دکھاؤ۔ اور باہم خدا کے فضل سے دوست دوست بن جاؤ۔ خدا اس سے بہت ناراض ہوتا ہے جو اپنے وعدے کو پورا نہ کرے۔ تم پر سلامتی ہو"

حضرت امام وقت کا ارشاد

سن لیا آپ نے جس شخص نے بھی کتاب اللہ کو اپنا رہنما قرار دے لیا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو گیا۔ اور جس نے خدا کے ذکر بلند کیا۔ اور اس کا تقویٰ اختیار کیا وہ بامراد ہوا، ہمارے پیارے امام ہمام نے بھی ہمیں قرآن کو اپنا رہنما بنانے کی تلقین کی تھی، آپ فرماتے ہیں:۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اس کے علاوہ آپ کے عشق قرآن پر بیسیوں نعتیہ اشعار موجود ہیں اور بے شمار کتابیں اس کی شہادت دے رہی ہیں۔ مزید برآں غیروں نے بھی گواہی دی ہے کہ قرآن کی شان میں نعتیہ کلام حضرت مسیح موعود کے علاوہ کسی سے منقول نہیں، سب سے بڑھ کر آپ کا کامیاب اور بامراد زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ خادم قرآن کی فلاح کے بارے میں جو کچھ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے وہ صداقت ہے اور حقیقت۔

(باقی برصفحہ ۲)

ظلماتِ جاہلیت میں آفتابِ ہدایت کا طلوع

بشیر ساما نوی

تاریخ انسانی کی ایک تلخ حقیقت

مذہبی تاریخ اس تلخ حقیقت سے بھری پڑی ہے کہ حضرتِ انسان نے بارہا انسانیت سے بغاوت کی ہے —— بارہا طریقت و شریعت کے پیمانے توڑے ہیں —— خالق و مخلوق کے مقدس رشتہ کو بارہا عقلیت کے تانے بانے میں الجھایا ہے —— اس کی اپچیلی اور نادان شرارت نے بارہا فرمانِ خداوندی کو ٹھکرایا ہے اور —— اس کی انسانیت، نہ جانے کتنی بار، بے راہ روی اور گمراہی کے ہولناک اندھیاروں میں کھو چکی ہے۔ لیکن ربّ الرحیم نے ہر بار اور کتنی بار اس کھوئے بھٹکے انسان کو راستہ دکھایا ہے۔ مصلح بھیجے ہیں، معالج اتارے ہیں معلم اور ہادی مقرر کئے ہیں —— انسانیت کی اصلاح کے لئے —— اخلاقی، روحانی امراض کے علاج کے لئے —— انسانی بے راہ روی اور گمراہی کے خاتمہ کے لئے۔ انسان کی سرکشی بڑھتی گئی، اللہ کے رحم میں اضافہ ہوتا گیا۔ آبِ گِل کی اس دنیا نے جب دیکھی تو سرکشی و رحم اور رحم و سرکشی کی ہی کشمکش دیکھی۔ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادی و رہبر آئے، ضرور آئے ہوں گے —— حضرت انسان نے، جانے انسانیت سے کب اور کیسے راہِ فرار اختیار کی ہوگی اور گمراہی کی کیسی کیسی تاریکیوں میں الجھ کر رہ گیا ہوگا۔

قومی اور وقتی نبی

ربّ قدیر نے دنیا جہان کی ہر قوم میں ہادی و رسول بھیجے۔ خدائے علیم و خبیر ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنے مشن میں وہ کس حد اور کہاں تک کامیاب ہوئے اور انسانیت کو کیا کچھ سکھایا پڑھایا۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان کی تحریکِ اصلاح کا دائرہ عمل ایک خاص قوم اور ان کی تعلیم ایک خاص وقت کے لئے ہوتی تھی۔ دوسرے معنوں میں اُن کی حیثیت ایک قومی اور وقتی نبی یا رسول کی تھی۔

عربی نبی — تمام جہانوں اور سب زمانوں کیلئے

تقریباً چودہ سو سال پہلے کی عربی تاریخ کے اوراق ہمیں ایک ایسے مصلح اور رسول کا پتہ دیتے ہیں، جو گزشتہ ہادیوں، رہبروں اور رسولوں میں اس لحاظ سے منفرد تھے، کہ کسی ایک قبیلہ یا قوم کی نہیں، بلکہ دنیا جہان کے تمام انسانوں کی اصلاح، ان کے پیشِ نظر تھی۔ جو ہدایت اور تعلیم وہ اپنے ساتھ لائے، وہ صرف قبیلۂ قریش اہلِ مکہ یا اہلِ حجاز کے لئے نہیں، بلکہ عریض و وسیع زمین پر بسنے والی تمام انسانیت کے لئے ہے —— عالمگیر نبی کے پاس عالمگیر تعلیم —— سب انسانوں کے لئے پہلے نبی بھی آپؐ اور آخری رسول بھی آپؐ۔

ہادیٔ برحق کا مسکن

ایسے عظیم المرتبت مامور کا مسکن؟ —— بے آب و گیاہ اور سنگلاخ زمین —— ویران اور چٹیل میدان —— ریت کے ٹیلے، تپتے صحرا —— کھجوروں کے جھنڈ، خاردار جھاڑیاں —— لوؤں کی لپٹیں، آندھیوں کے طوفان، بس یہی کائنات تھی اس جزیرہ نمائے عرب کی، جو اس ہادیٔ برحق کا مسکن اور عالمِ انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا مرکز ٹھہرا۔

آپ کی قوم

دنیا جہان سے الگ تھلگ، اس وحشت خیز صحرا میں یقیناً وحشی صفت قوم ہی رہتی تھی (خاردار جھاڑیوں میں) درندوں جیسی اس کی گزر تھی —— پتھروں، درختوں اور خود تراشیدہ بتوں کی پرستش ان کا شعار تھا، یہ قوم طرح طرح کے اخلاقی اور روحانی امراض و حوائج کی آماجگاہ تھی —— قتل و غارت میں بے باک —— لوٹ مار میں چالاک —— اپنے پرائے کا احترام نہ تقدس —— عورت کی تکریم نہ تکریم —— شعر و شراب —— رقص و سرود، اس کے اباء بھی کچھ اس کے لئے چھوڑ گئے۔ یہی کچھ اس کی روزانہ زندگی کے لوازمات تھے۔ انجیل و توراۃ اس کے کسی کام نہ آئی، ابراہیم اور نوحؑ کی داستان، اس کے لئے ایک کہاوت تھی۔ لات و منات اُن کے لئے طلسموں اور کرشموں کی دیویاں تھیں، یہ نہیں جانتی تھی کہ خدا کیا چیز ہے اور خدائی کا مفہوم اس کے ذہن سے بالاتر تھا۔ درندگی و ہوس رانی، آدمیت کے گنے چنے صرف دو ہی جوہر تھے۔ جانے، انسانیت کہاں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ معاشرت و تمدن عبادت و ریاضت کا، آخر کوئی معیار بھی تو اس قوم میں نہیں تھا۔

آپ کا مشن

سکانِ عرب کی یہ حالت تھی۔ انہیں سبق دینا تھا "وحدت کا —— رسالت کا اور انسانیت" کے گُر سکھانے تھے، "حیا و وفا کے۔ امانت و دیانت کے، اور اخوت و مساوات کے" آپ کی بعثت کی یہی غرض تھی، اسی مقصد کی تکمیل میں لگے آپ رہے اور یہی مشن، اپنی قوم کے لئے بطور میراث چھوڑا۔ یہ مقصد بظاہر بڑا آسان، لیکن مشکل کی حدوں تک مشکل، حضرت کا ہی دل گردہ تھا کہ اخلاق کی اکھڑ اور کردار کی الہڑ قوم کی تحریک اصلاح کی باگ ڈور سنبھال، تن تنہا خدائی مشن کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اس کارگاہِ عالم میں ان کا کوئی وزیر نہ مشیر، ایک خدائی نصرت ہے، جو ان کا واحد سہارا تھی ہے۔

قوم کی مخالفت

قوم کی قوم حیران، کہ یہ غریب و بےکس —— امی —— حروفِ ابجد سے ناآشنا، بڑے بڑے قومی سرداروں کے مقابلہ میں کس طرح نبی بن گیا لولا انزل ھذا علی رجل من القریتین عظیم، اگر خدا نے نبی ہی بنانا تھا تو مکہ اور طائف کے بڑے بڑے صاحب فراست سرداران قوم موجود تھے، اُن میں سے کسی ایک کو نبی بنا دیا جاتا ...... اور آپ سے کہتے ہیں "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو صادق و امین ہے، نیکی و شرافت تیری گھٹی میں ہے تجھے ہو کیا گیا ہے کہ اپنے آبا و اجداد کے مذہب کو بُرا کہتا ہے، یا تو تیرا اپنا دماغ (نعوذ باللہ) مختل ہو گیا ہے، یا تجھے شیطان نے ورغلایا ہے"۔ حضور انور سب کچھ سنتے تھے لیکن کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آتے تھے، اپنوں کی جھڑکیاں، پڑوسیوں کی گھرکیاں، غیروں کی دھمکیاں، ہم وطنوں کا جور و ستم سب کچھ سہہ گئے اف تک نہ کی!

قوم کی ہدایت کے لئے دعا

دل سے آہ نکلتی ہے، تو یہی، کہ اے ربّ العالمین، تیرے یہ نادان بندے نہیں جانتے کہ منشاءِ ایزدی کیا ہے۔ انہیں ہدایت دے اور سمجھ عطا کر، اللہ اکبر! کتنا بڑا کلیجہ تھا حضور نبی کریم کا۔ ایک معمولی انسان ایسے حالات میں اوسان کھو بیٹھا ہے یا غصہ میں اگر بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ لیکن صبر و استقلال کا یہ پتلا، نوحؑ و لوطؑ کی طرح بیزار اور مایوس نہیں ہوا ...... نہ اُن کی ہلاکت کے لئے بد دعا کی ......، سخت سے سخت دکھ اور ایذا پہنچے پر بھی آپ کے منہ سے نکلتا ہے، ربّ اھدِ قومی انھم لا یعلمون اے میرے رب میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں، حضور جانتے تھے ......

...... کہ یہ قوم کبھی نہ کبھی ضرور راہ پر آئے گی یہی وجہ ہے کہ ہر قسم کی ایذا رسانی بائیکاٹ، قتل کی سازشیں، مظلوم ساتھیوں کے مصائب و مشکلات، اس پیغام کی تبلیغ و توسیع میں روک کا موجب نہ بنی جو آپ خدا سے لے کر آئے تھے۔

فتح اور کامیابی

آخر حق کی فتح ہوئی۔ فتح مبین کی پیشگوئی پوری ہوئی قوم کی قوم اور سارا عرب پاؤں میں آ گرا، اس غریب و یتیم کے قدموں میں جس کو نہایت بے دردی کے ساتھ وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا تھا، جس کو شاعر، مجنون کہا جاتا تھا وہ تمام عرب کا بادشاہ بن گیا اور آج تمام انسانیت کا ہادی اور رہبر ہے۔ قدرت کے آئین بھی کس قدر عجیب و غریب ہیں۔ بظاہر انہونی بات ...... کہ چند سالوں میں ہونی کر دکھایا۔ — باقی صفحہ

میرا سفرِ امریکہ

از خان بہادر غلام ربانی صاحب امام شاہجہاں مسجد ووکنگ انگلستان

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

حصولِ ویزا کی مشکلات

امریکہ جانے کے متعلق قانوناً بہت سی پابندیاں ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ روانگی سے کم از کم چھ ہفتے پہلے ویزا کے لئے درخواست سفارتخانہ امریکہ میں دینا پڑتی ہے۔ میں نے اس میعاد کے مسئلہ کو نظرانداز کر رکھا تھا اور ویزا کا معاملہ عزیزی اقبال احمد کے سپرد تھا۔ روانگی سے ایک ہفتہ قبل عزیز موصوف نے مجھے سفارتخانہ امریکہ جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں معہ عزیزی سید محمود حسین لندن گیا اور وہاں سے عزیزی اقبال احمد کو ہمراہ لے کر مذکورہ سفارتخانہ میں پہنچا۔ وہاں نائب کونسل صاحبہ نے میعاد مذکور کا اعتراض اٹھایا مگر کچھ باتوں کے بعد جب ووکنگ مسجد کے امام کے ساتھ گفتگو کا اسے احساس ہوا اور پھر یہ کہ امام ووکنگ ایک مذہبی کانفرنس میں شمولیت کے لئے امریکہ جا رہے ہیں تو اس نے اس پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ بذریعہ تار اپنے سفارتخانہ کراچی یا لاہور سے اس بات کی تحقیق حاصل کرنا چاہتی ہیں کہ امام صاحب کہیں اشتراکی خیالات کے تو نہیں۔ مگر اخراجات تار کا بوجھ امام کے ذمہ بتایا۔ اگرچہ سفارتخانہ امریکہ کا یہ رویہ ان کا معمول ہے مگر میں نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ امریکہ ایک دولتمند ملک ہے اور جبکہ وہ مذہبی خیالات کی ترویج پر کثیر مصارف کر رہا ہے تو اس تھوڑی سی رقم کے لئے بھی اسے کنجوس نہ بننا چاہیئے۔ چنانچہ اس مذاکرہ کے بعد یہ مذکورہ اخراجات کی ذمہ داری سے مجھے بری کر دیا گیا۔ جب نائب کونسل صاحبہ کونسل اعلےٰ کے پاس جانے لگیں تو میں نے انہیں بتایا کہ امام مسجد ووکنگ اپنی بھاری ذمہ داریوں کی وجہ سے کافی شہرت رکھنے والا انسان ہوتا ہے اور توحید کا مغرب میں علمبردار ہوتا ہے لہٰذا اس کا اشتراکیت پسند ہونا بعید از قیاس ہے اس لئے اگر آپ ہائی کمشنر پاکستان برائے انگلستان کی تصدیق حاصل کر سکیں تو آپ کو لاہور یا کراچی سے بذریعہ تار پرسش کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ اس پر خاتون موصوفہ نے جواباً کہا کہ کسی بھی فرد کے لئے قواعد میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ لیکن جب وہ اپنے کونسل اعلےٰ سے واپس آئیں تو انہوں نے بتایا کہ پاکستان کے ہائی کمشنر صاحب اگر تصدیق کر دیں تو ویزا ابھی وقت مل سکتا ہے۔

جب میں اپنے ہائی کمشنر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کمال شفقت سے تصدیق کر دی مگر ساتھ ہی بوجہ مجبوری فرمایا کہ وہ ایک ڈالر بھی برائے اخراجات امریکہ کے لئے منظور نہیں کر سکتے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ خدا تعالےٰ جہاں لے جاتا ہے وہاں سامان بھی مہیا فرما دیتا ہے۔ اس واقعہ کے تحریر کرنے سے صرف یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کس طرح میرے لئے ڈالروں کا انتظام کر رکھا تھا۔

ڈالر کس طرح حاصل ہوئے

جب میں بوسٹن پہنچا تو میرے پاس واحد ڈالر بھی نہ تھا۔ مجھے میرے ہمراہی ڈاکٹر آرتھر پی کاک نے دو ڈالر دیئے تاکہ میں اپنے بیٹے عزیزی میجر ممتاز کو تار بھیجوں کہ وہ دو صد ڈالر بذریعہ تار مجھے روانہ کر دے۔ چنانچہ دوسرے دن مجھے دو صد ڈالر بذریعہ تار مل گئے اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ایک امریکن پراٹسٹنٹ کا قبولِ اسلام

کل صبح بفضل ایزدی ڈاک میں ایک اور عیسائی جو پروٹسٹنٹ تھا داخلِ اسلام ہوا الحمد للہ

اس کا نام اور پتہ یہ ہے:

Mr. William Walker
Lock Bag R. Rahway
New Jersey. U.S.A.

میجر ممتاز کی امریکہ میں موجودگی

یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا تھا کہ میرے بیٹے کو پاکستان گورنمنٹ نے مزید فوجی تربیت کے لئے میرے جانے سے دو تین ماہ قبل فورٹ بیننگ جارجیہ میں بھیج رکھا تھا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ عزیز موصوف کو فوجی تربیت کے لئے گذشتہ سال منتخب کر لیا گیا تھا۔ مگر اس وقت امریکہ جانے سے محروم ہو گیا تھا اور اس محرومی پر وہ علاوہ رنجیدہ ناراض تھا مگر اس کو معلوم نہ تھا کہ اس محرومی میں قدرت کی ایک بڑی مصلحت تھی اور اس کو ایک اعلےٰ کورس کے لئے امسال اللہ تعالےٰ نے امریکہ پہنچا دیا تاکہ وہ میرے اس مذہبی جہاد میں مالی امداد کا موجب بنے۔

بوسٹن کے حالات

یہاں پر بوسٹن کا کچھ ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ بوسٹن امریکہ کے بڑے شہروں میں سے ہے اور چند متحدہ ریاستوں کا جن کا نام نیوانگلینڈ ہے دارالخلافہ ہے۔ چنانچہ ہوٹل بل وڈ جس میں ہم مقیم رہے کے ساتھ ہی ایک خوبصورت سنہری گنبد والی عمارت تھی جو اس ریاست کا دارالحکومت ہے اس کے سامنے ایک بڑا خوبصورت باغ ہے جس کا نام "بوسٹن کامن" ہے اس کے مرکز میں ایک فوارہ اور تالاب ہے جس کی روشوں پر مشاہیر امریکہ کے مجسمے نصب ہیں، مثلاً جارج واشنگٹن، ابراہم لنکن وغیرہ جنہوں نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو آزاد کرایا اور اسے پروان چڑھایا۔ یہاں پر خوبصورت عمارات کے علاوہ عالیشان گرجے بھی ہیں جن کو زائرین دیکھنے کے لئے جوق در جوق جاتے ہیں۔

یونیٹیرین کے صدر دفتر میں عصرانہ

۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء کو ہمارے اعزاز میں یونیٹیرین کے صدر دفتر میں دوبارہ عصرانہ تھا جس میں تمام یونیٹیرین گرجوں کے منسٹر بھی شامل تھے اور اسی دن سر محمد ظفر اللہ خان بھی پہنچ گئے اور معزز مہمان تھے۔

کلوکیم کا اجلاس اور زیر بحث مسائل

یکم اگست سے کلوکیم کا اجلاس امریکن اکاڈیمی آف آرٹس اینڈ سائنسز بروک لائن ریاست MESSASHSETTS میں شروع ہونا تھا۔ صبح ۹ بجے ہمیں وہاں پہنچایا گیا جہاں پر دنیا کے تمام مذاہب عیسائیت، اسلام، بدھ مت، ہندومت، یہودیت، ہیومن ازم، اور کنفیوشس ازم وغیرہ کے نمایندے شریک تھے جن کی تعداد چالیس تھی مسائل زیر بحث یہ تھے کہ کس طرح تمام مذاہب یکجا اور متفق ہو کر دنیا میں امن پیدا کر سکتے ہیں اور تمام دنیا کے بنی نوع انسان کی ترقی کے لئے کیا مشترکہ اخلاقی قوانین تجویز کئے جا سکتے ہیں۔ یہ اجلاس اکاڈمی کے عظیم الشان عمارت کے ایک ہال میں منعقد ہوا۔

کلوکیم کی عمارت کی تاریخ

اس عمارت کی تاریخ یہ ہے کہ امریکہ کے ایک بڑے امیر ترین آدمی کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جن کے لئے ان کے باپ نے چار محل بروک لائن کے وسیع رقبہ میں تعمیر کئے تھے مگر اس کی اولاد نے ایسے عظیم الشان محلات کو بجائے خود استعمال کرنے کے علمی اور طبی اداروں کو بخش دیا۔

کلوکیم کا تقسیم اوقات

مذکورہ اجلاس یکم اور دو اگست ۱۹۵۸ء کو بھی جاری رہا اور ہر یوم کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تین اجلاس یومیہ مقرر ہوئے، ہر اجلاس کا ایک صدر ہوتا تھا جس کو MODERATOR کہتے تھے اور ہر ایک اجلاس کے لئے ایک موضوع مقرر ہوتا تھا جس کے لئے تین سپیکر نامزد تھے جو اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے تھے اور حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔

میری تقریر

چنانچہ دوسرے دن کے پہلے اجلاس میں جس کا موضوع یہ تھا کہ کس طرح تمام مذاہب کے اختلافات دور ہو سکتے ہیں، اس موضوع پر میری ایک عیسائی اور ایک یہودی کی تقریر ہوئی، میں نے قرآن پاک سے تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ۔ الخ کی آیت کریمہ

کلام مجید سے تلاوت کر کے اس کے مضمون کو بیان کیا اور پھر حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی کتاب پیغام صلح کے اقتباسات کو بھی سامنے رکھا کہ کس طرح تمام مذاہب ایمان باللہ اور آسمانی کتب پر ایمان لاتے اور تمام ہادیانِ دین کی عزت و احترام کرنے پر جمع ہو سکتے ہیں، اور یہ بھی بیان کیا کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ پیغام امن دنیا کو دیا کہ خدا تعالیٰ واحد ہے اور بنی نوع انسان سب برابر ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قوم کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے حسب ضرورت نبی بھیجے اور بالآخر جب دنیا کے جغرافیائی لسانی، معاشرتی اور قومی امتیازات ختم ہو کر دنیا کے انسان ایک کنبہ کی حیثیت اختیار کرنے لگے تو ایک ہی خدائی قانون جو تمام سابقہ صداقتوں کا حامل ہے اور مستقبل کے تمام ضروری مسائل کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے ایک آخری ہادی صلعم بھیجکر سلسلۂ انبیاء کو ختم کر دیا تاکہ اس کے بعد پھر قومی اور ملکی انبیاء کے پیدا ہونے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے اور ایک ورلڈ پرافٹ اور ایک یونیورسل مذہب دنیا کی ہدایت کا موجب اور ذریعہ بنے۔ اس تقریر پر مختلف سوالات ہوئے مگر اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اسلام کا پلہ بھاری رہا۔

سر ظفر اللہ خان اور میرا تعاون

یکم اگست ۱۹۵۸ء کے اجلاس میں سر محمد ظفر اللہ خان MODERATOR تھے۔ انہوں نے بھی تعلیم اسلام کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا۔ باقی تمام اجلاسوں میں سر ظفر اللہ خان اور میں نے تعاون سے کام لیتے ہوئے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ اگر میں پہلے تقریر کروں تو وہ سب سے آخر میں تقریر کرتے تھے، اور اگر وہ پہلے تقریر کرتے تو میں آخر میں تقریر کرتا تھا تاکہ تمام دیگر مذاہب کے مقرروں کا جواب بالصواب دیا جا سکے ــــ اس کو کیم نے اسلام کے لئے بالخصوص نہایت عمدہ ماحول پیدا کر دیا اور بڑے اچھے جذبات کے تحت یہ اجلاس ختم ہوئے۔

ایک یونی ٹیرین گرجا میں

۳ اگست ۱۹۵۸ء کو یونی ٹیرین چرچ میں مسٹر ایڈے ممبر پارلیمنٹ کا وعظ تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہوا، اور یہ معلوم ہو کر انتہائی خوشی ہوئی کہ اس گرجے میں کوئی تصویر یا مجسمہ نہ تھا اور حمد و ثنا کے جو گیت گائے گئے وہ صرف خدائے واحد کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتے تھے یسوع مسیح کا کوئی ذکر نہ تھا۔ تقریر کرنے والا بھی کوئی پادری نہ تھا بلکہ ایک سیاسی لیڈر تھا، اور اس کی تقریر بھی توحید باری تعالےٰ اور روحانی و اخلاقی اقداروں کے متعلق تھی جو بڑی سنجیدہ فہمیدہ اور مؤثر تھی۔

ایک یونیورسلسٹ گرجا

۴ اگست ۱۹۵۸ء کو ہمیں ایک گرجا دکھایا گیا جو یونیورسلسٹ کا گرجا تھا۔ یہ گرجا گرمیوں کے لئے بند اور زیرِ مرمت تھا۔ مگر ان کے پادری نے ہماری خاطر کھولا تو اس کے اندر جا کر دیکھنے سے عجائبات نظر آئے کہ کوئی تصویر مسیح علیہ السلام یا بی بی مریم کی نہ تھی بلکہ ہال کے درمیان تمام دنیا کا نقشہ زمین پر بنا ہوا تھا اور کرسیاں بھی دائرے کی شکل میں اس کے ارد گرد مختلف قطاروں میں بچھی ہوئی تھیں، وہاں دنیا کے ہر مذہب کے نشانات بھی ایک طرف آویزاں تھے۔ اسلام کا نشان ان کی نظر میں چاند تارہ ہی تھا، ان کے پاس ہر مذہب کی مقدس کتاب بھی موجود تھی۔ چنانچہ علامہ یوسف علی کی انگریزی تفسیر قرآن اور کلام مجید کا ایک بہت پرانا قلمی نسخہ بھی موجود تھا۔ یہ لوگ یونیورسلسٹ کہلاتے ہیں اور ان کی تعداد قریباً ستر ہزار ہے۔ ان کے گرجے تمام امریکہ میں جگہ جگہ موجود ہیں، ان کا صدر مقام بھی بوسٹن ہے اور وہ صدر دفتر جہاں ہے بوٹل بل پر سکے شیشے کی عمارت میں تھا۔

یونیورسلسٹ تحریک کیا ہے

ابتداءً یہ تحریک ایک انگریز مسٹر جان مرے نے شروع کی تھی جس پر عیسائیت سے مرتد ہونے کا مقدمہ انگلستان میں چلا اور ۱۷۷۰ء میں مسٹر جان مرے سفر کر کے ہو کر امریکہ نیو جرسی میں پہنچا جہاں ایک زمیندار تھامس پاٹر نے اس کو خوش آمدید کہا اور کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ چنانچہ امریکہ میں انہوں نے مذہبی آزادی کا جھنڈا بلند کر دیا اور ان کے گرجوں نے سنے مذہبی خیالات کے رہنما پیدا کئے جن کا اثر جاپان، کوریا، ہالینڈ، جرمنی اور ہنگری میں موجود ہے۔ ان کے نزدیک مذہب کا مدعا حسب ذیل ہے:-

(۱) نیک زندگی گزارنا

(۲) مذہب کا فطرتِ انسانی کے مطابق ہونا

(۳) مذہبی قواعد کا عام فہم مطابق عقلِ انسانی ہونا

(۴) مذہبی فضا میں آزادی۔

ایک خادمۂ قوم کی یادگار

۴ اگست ۱۹۵۸ء کو ہمیں ایک خاتون جو اس سوسائٹی کی ممبر اور مستورات کے نظام کی ناظمہ تھی بذریعہ موٹر بوسٹن سے قریباً اسی میل دور ایک مقام پر لے گئی جس کا نام نارتھ آکسفورڈ ہے اور جو ایک خادمۂ قوم کلارا بارٹن کی جائے پیدائش تھی۔ کلارا بارٹن ۲۵ دسمبر ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئی اور ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء کو فوت ہو گئی۔ اس خاتون نے بطور نرس اپنی زندگی کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ بطور سکول مسٹرس بھی رہی۔ امریکہ کی خانہ جنگی کے آغاز میں پریزیڈنٹ لنکن کے سامنے اس نے اپنی خدمات پیش کیں اور لڑائی کے زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام شروع کیا، اور اس طرح اس نے ایک کامیاب ملی امداد کی اور اپنی تمام زندگی خواتین کو اس اعلےٰ مقصد کے لئے تیار کرنے اور خدمت خلق کرنے میں خرچ کر دی۔ چونکہ یہ خاتون اس یونیورسلسٹ پارٹی کے ساتھ تعلق رکھتی تھی اس لئے انہوں نے اس کی یادگار میں اس کے گھر کے ارد گرد ایک وسیع میدان میں لڑکیوں کے لئے ایک ڈیم بنایا جس میں تمام وہ بچیاں زیرِ علاج رہتی ہیں جن کو ابتدائی زندگی میں اطفالی ذیابیطس ہو جاتی ہے اور ایک دوسرا مرکز ذیابیطس کے مریض لڑکوں کے لئے بنایا۔ ان جگہوں کو دکھانے کے لئے ہمیں بوسٹن سے اسی میل دور لے جایا گیا۔

ایک رفاہ عام کا کام

راستے میں ایک عجیب منظر نظر آیا کہ چالیس میل کا ایک ٹکڑا ایسی سڑکوں پر مشتمل تھا جو مختلف کمپنیوں نے بنائی تھیں اور زیر محصول تھا۔ ان سڑکوں پر بیک وقت چار موٹریں دونوں اطراف سے آمد و رفت کر سکتی اور تارکول سے خوب ہموار تھیں۔ غرضیکہ اس ملک میں علاوہ حکومت کے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو رسائل آمد و رفت بغرض رفاہ عام بناتے اور کامیابی سے ان کو چلاتے ہیں۔

۵ اگست کو بذریعہ ہوائی جہاز بوسٹن سے شکاگو کے لئے روانگی تھی جس کا حال آئندہ بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

آفتابِ ہدایت کا طلوع

(بسلسلہ صفحہ ۲۲)

حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کی طرح حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اب سیاہ و سفید کے مالک تھے، چاہتے، تو قتل کے سازشیوں کی گردنیں اڑا دیتے پتھر مارنے والوں کے ہاتھ کٹوا ڈالتے، گالیاں دینے والوں کی زبانیں کھنچوا دیتے، گدرکیاں، دھمکیاں دینے والوں کو کم از کم پشیماں کرتے لیکن نہیں، سب کچھ بھلا دیا سب کو بخش دیا، لا تثریب علیکم الیوم آج تم پر کوئی ملامت نہیں، یہ تھا وہ پیغامِ انسانیت جو عرب کے درندہ صفت لوگوں کو آپ نے دیا، رحمۃ للعالمین تھے ہی، مجسم رحمت بن گئے۔ اپنے پاکیزہ اخلاق اور انفاس قدسی سے قوم میں زندگی کی روح پھونک دی، بتوں اور شجر و حجر پرستی سے چھڑا کر انہیں توحید کا والا و شیدا بنا دیا، درندہ صفت قوم میں، انسانیت کی صحیح اقدار پیدا کر دیں، آپ کی متابعت سے قوم، روحانیت و اخلاق کے بلند ترین مرتبہ پر پہنچ گئی خالق کائنات کی مرضیات کا مظہر بن کر مخلوق الٰہی کو نکبت و ذلت سے نکال کر انسانیت کے بلند مقام پر فائز کرنے کا موجب ہوئی، جیسا کہ تاریخ کے ان زریں صفحات سے ظاہر ہے جو مسلمانوں کے شاندار کارناموں سے مزین ہیں، یہی مشن تھا نبی کریم صلعم کا۔ اس میں جو عظیم الشان کامیابی آپ کو نصیب ہوئی وہ دنیا کے کسی ہادی و رہبر کسی بڑے سے بڑے فاتح کو نصیب نہیں ہوئی۔

ہمارے لئے سبق

ہادیٔ برحق کی یاد اور آپ کے کارناموں کا ذکر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ داد و تحسین حاصل کی جائے، بلکہ ضروری ہے کہ آپ کی پاک تعلیم اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لئے وہ لائحہ عمل تجویز کریں جو آپ کی سچی متابعت کا موجب ہو، ہمارے اسلاف نے اس میراث سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جو آپ نے قرآن کریم کی شکل میں چھوڑی، ان کا مقصود حیات ہی یہی تھا کہ قرآن پر عمل کریں اور اسے دنیا میں پہنچائیں، خدمتِ دین اور اشاعتِ دین ہی ان کا کام تھا، کوئی مادی وسائل ان کے

(باقی بر صفحہ ۲۹)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاح

اس مسئلہ کے متعلق بعض معنی خیز اور بصیرت افروز حقائق

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ از مولانا مرتضیٰ خان حسن

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں کے متعلق جو حضور صلعم نے اپنی زندگی کے آخری دور میں کئے اُن لوگوں کے دماغ میں بھی غلط تصورات پائے جاتے ہیں جو نیک ارادہ رکھتے اور حسنِ نیت سے کام لیتے ہیں۔

اہل مغرب اور مغرب زدہ طبائع میں جنہیں کثیر الازدواجی سے کبھی واسطہ نہیں پڑا .... اس مسئلہ کے تصور نے ایک ہیجان پیدا کر رکھا ہے۔ باوصفیکہ مسلمان علماء نے معقولی اور منقولی دلائل سے اس حقیقت کے ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر الازدواجی کسی نفسانی جوش کے تقاضا سے نہ تھی۔

بے لوث زندگی

حقائق ہی دلیل کس قدر واضح اور بیّن ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں جنسی بد اخلاقی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور جہاں انسان نسبتاً جلدی بلوغت کو پہنچ جاتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے پچیس سال تک ایک ایسی بے لوث زندگی بسر کی کہ بلا مبالغہ حضور کے دامنِ عصمت پر ایک دھبّہ بھی نظر نہیں آتا، حالانکہ یہ وہ عمر تھی کہ حضور اگر چاہتے تو عرب کی حسین سے حسین دوشیزہ سے باآسانی نکاح کر سکتے تھے۔ مگر حضور نے ایک بیوی سے ہی نکاح کرنے کو ترجیح دی۔ اور پچیس سال کا ایک طویل عرصہ نہایت عفت اور پاکدامنی سے گذار دیا۔

کثیر الازدواجی میں زاہدانہ زندگی

کثیر الازدواجی کا خیال حضور کو پچاس سال کی طویل عمر میں یعنے اس وقت ہوا جبکہ عہد شباب اپنی تمام امنگوں کے ساتھ رخصت ہو چکا تھا پھر یہ دلیل بھی کچھ کم وزنی نہیں کہ حضور کا کثیر الازدواجی کا زمانہ بھی ایسا ہی زاہدانہ تھا جیسا کہ اس سے قبل کا زمانہ جس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضور تعیش کے جذبات سے بالکل بالا اور بیگانہ تھے وہ شخص جو اپنی اکثر راتیں خدا کی عبادت اور شب بیداری میں اور اکثر دن فقر و فاقہ میں گذارتا ہے اس کے متعلق یہ خیال ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ کثیر الازدواجی سے اس کا مقصد حظِ نفس اور سفلی خواہشات کا پورا کرنا ہے۔ لیکن باوجود ان دلائل قویہ کے بعض لوگ شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں اور انہیں کامل تسلی حاصل نہیں ہوتی۔

اہم مسائل کو کھلے طور پر زیر بحث لانا چاہیئے

یاد رکھنا چاہیئے کہ محض حجاب یا حیا کی وجہ سے مسئلہ کی بحث سے گریز کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جنسی معاملات کے بارہ میں حجاب و حیا کے قدیم معنے زمانۂ حاضرہ کے دل و دماغ میں نہیں پائے جاتے۔ مبلغین مذہب کو چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ کو اسی رنگ میں زیر بحث لائیں جو اس کی اصل صورت ہے ورنہ مذہب کے اہم مسائل کے متعلق مخالفین کے دلوں میں یقین پیدا کرنے میں وہ ناکام رہیں گے۔ انہیں ایسے مسائل کو کھلے طور پر زیر بحث لانے میں ذرا تامل نہیں کرنا چاہیئے جو بہت سے دلوں کے اندر ہیجان کا موجب ہوں خواہ اُن کو زیر بحث لانے میں لوگوں کی خود ساختہ پابندیاں اور تعلقات مانع ہوں۔

مذہبی رہنما نکتہ چینی سے خائف نہیں ہوتا

سچے مذہبی رہنماؤں کو ضرورت نہیں کہ وہ تقدس کی دھندلی فضا میں چھپے رہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنی شخصیتوں پر نکتہ چینی کے لئے لوگوں کو چیلنج دیتے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سچے رہنما اور مصلح کی حیثیت میں اپنی ذات کے متعلق کسی علمی نکتہ چینی سے ہرگز خائف و ترساں نہیں ہوتے، خواہ وہ نکتہ چینی کیسی ہی سخت اور شدید ہو۔ بنا بریں ان تمام غلط فہمیوں کو جو حضور صلعم کے نکاحوں کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پائی جاتی ہیں ایک ایک کر کے زیر بحث لاتا ہوں اور اُن پر ایک کھلا کھلا تبصرہ کرتا ہوں۔

کثیر الازدواجی کے متعلق نفسیاتی تجزیہ

سب سے پہلے اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ کثیر الازدواجی کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کا نام سنتے ہی انسان چونک پڑے اور اس پر ایک کپکپی کی حالت وارد ہو جائے اور اگر احیاناً یہ حالت ہو بھی تو ہم وہ ایک نہایت مختصر عرصہ کے لئے ہوتی ہے۔ نفسیات کا تجزیہ کرنے پر ہم باسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک دوسری بیوی کی مصاحبت سے جو خوف کی صورت لاحق ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو ایک معصیت کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ "اپنے ہمسایہ کی بیوی کو للچائی ہوئی آنکھوں سے مت دیکھو" اس حکم کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں لازماً بدی کا رجحان پایا جاتا ہے۔ ایک شادی شدہ عورت خواہ وہ کتنی ہی خوبصورت دلفریب اور دلکش ہو اس دلکشی کی مالک نہیں ہو سکتی جو ایک عام عورت میں پائی جاتی ہے جس سے انسان باقاعدہ طور پر شادی شدہ نہیں ہے، گناہ کا یہ خوف تمام ایسی ازدواج میں جنہیں روحانی ترقی حاصل نہیں قائم رہتا ہے اور آج کل تو ہم تقریباً سب ہی روحانیت سے معرّیٰ ہیں۔ اگر ایک دفعہ ہم انسانی نفسیات کے اس اہم پہلو کو بخوبی سمجھ لیں تو لازماً حضرت نبی کریم صلعم کے متعدد نکاحوں یا دوسری کثیر الازدواجی کی مثالوں کے متعلق ہماری نصف سے زائد غلط فہمیاں آناً فاناً دور ہو جائیں گی۔

طلاق کا دشوار گذار راستہ

لیکن اس جگہ یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر طلاق کے لئے دروازہ کھلا ہے اور ہر شخص کو اجازت ہے کہ جب ایک بیوی ناکارہ ہو جائے تو وہ اس کو طلاق دے سکتا ہے تو جدید نکاح عمل میں لانے کے وقت جو خوف تھوڑی دیر کے لئے لاحق ہوتا ہے وہ ایک مستقل صورت اختیار کر سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک زبردست دلیل ہے لیکن قرآن مجید اور حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ نے نہایت خوبصورتی سے اس کا حل کر دیا ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر طلاق دے دینا ممنوع ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کا راستہ نہایت دشوار گذار ہے اور حضرت نبی کریم صلعم نے طلاق کے متعلق اسلامی تعلیم کا خلاصہ ان الفاظ میں نہایت عمدگی سے کر دیا ہے۔

ابغض الحلال عند اللہ الطلاق یعنے حلال چیزوں میں جو چیز خدا کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے وہ طلاق ہے۔ اور حضور کے متعلق تو اس سے بھی زیادہ سخت حکم نافذ ہوا، چنانچہ مندرجہ ذیل آیت ہجرت کے ساتویں سال یعنے حضرت صلعم کے انتقال سے تین سال قبل نازل ہوئی:۔

لا یحل لک النساء من بعد
ولا ان تبدل بهن من
ازواج ولو اعجبک حسنهن
.... (۳۳/۵۲)

یعنے اس کے بعد تیرے لئے اور عورتیں نکاح میں لانا جائز نہیں اور نہ یہ کہ تو اُن کی جگہ دوسری بیویاں بدل لے خواہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے۔"

ازواج نبوی میں تغیر و تبدل ناممکن تھا

بنا بریں حضرت نبی کریم صلعم کو وہ تمام بیویاں مستقلاً رکھنے کا حکم تھا جن سے آپ کا عقد ہو چکا تھا۔ اور یہ امر قابل غور ہے کہ ماسوائے ایک کے یہ تمام بیویاں یا تو بیوہ تھیں اور یا مطلقہ۔ اگرچہ اس آیت کی رُو سے طلاق کا حکم ایک خاص وقت پر نازل ہوا لیکن یہ حضرت نبی کریم اور آپ کی تعلیمات کے کمالات میں سے ہے کہ آپ نے اس سے پہلے بھی کبھی کسی بیوی کو طلاق نہیں دی۔ اس طرح سے جو خاتون حضور صلعم کے نکاح میں آئی وہ ہمیشہ کے لئے حضور کے نکاح میں رہی، اس آیت کی رو سے آپ اس کے بعد اور بیویاں کرنے سے بھی روک

دیئے گئے۔ اور یہ وہ بات ہے جو مسئلہ زیر بحث میں حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق تمام شکوک و شبہات کو ھبآءً منثوراً کر دیتی ہیں۔ چونکہ حکم بالا کی رُو سے ازواج میں کسی تغیر و تبدل کا موقعہ نہ تھا اس لئے اب کسی خوف پیدا ہونے کا بھی موقعہ نہ رہا یعنے وہ خوف جو کسی جدید نکاح کے وقت پیدا ہوتا ہے۔

منکوحہ عورت میں جاذبیت نہیں رہتی

علاوہ ازیں جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں جونہی کہ ایک عورت حبالۂ نکاح میں آکر مستقل اور آئینی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اس کے اندر وہ کشش اور جاذبیت نہیں رہتی جو آجکل کے زمانہ کے لوگوں کے لئے پھسلانے کا باعث ہو سکتی ہے۔ شیکسپیئر نے ایک جگہ بالکل ٹھیک کہا ہے کہ:۔

"شہوت رانی تازہ بتازہ اور لامحدود
سامان تعیش کا تقاضا کرتی رہتی ہے"

اگر کسی شخص کے متعلق معلوم ہو سکے کہ اس نے ایک موقعہ پر پہنچ کر اپنی نفسانی خواہش کو ترک کر دیا ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ بندۂ نفس نہیں ہے اور اس کے کیرکٹر میں شہوت رانی کا جو شبہ پیدا ہو سکتا تھا وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔

حضرت نبی کریم کے نکاحوں پر دوگونہ پابندی

جہاں تک حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کا سوال ہے، حضورؐ کے نکاحوں پر دوگونہ پابندی عائد کی گئی۔ آپ کو آپ کی وفات سے تین سال قبل حکم دیا گیا کہ اب آپ مزید نکاح نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نوے سال کی عمر تک بھی زندہ رہتے اور اگر آپ کی تمام ازواج آیت مذکورہ کے بعد ایک دو سال کے عرصہ میں فوت ہو جاتیں تو آپ کو علم تھا کہ آپ اور نکاح عمل میں نہیں لا سکتے، محض بشریت کے نکتہ نگاہ سے اس مسئلہ پر غور کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ انسان کی جنسی زندگی پر ایسی پابندی ایک نہایت سخت پابندی تھی۔ اور علمی رنگ میں اعتراض کرنے والے اصحاب جو خواہ نفس مذہب کے مخالف کیوں نہ ہوں اس دلیل کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوں گے اور انہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا۔۔۔۔ پڑے گا کہ حضرت نبی کریم صلعم کا تعدد نکاح نفسانی شہوت کے تقاضا سے نہ تھا بلکہ اس کی کچھ اور وجوہ تھیں۔

کثیر الازدواجی اور پرہیزگاری

ایک اور قابل غور امر کثیر الازدواجی کے سلسلہ میں نفس پروری کا الزام عائد کرتے رہتے نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس امر پر غور نہیں کیا جاتا کہ تعیش نفس کا اصل باعث ہوس ہے۔ جس طرح ایک لاکھ پتی باوجود تمام ذرائع و سامان کے ایک نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے لیکن ایک محدود آمدنی کا شخص باوجود قلت ذرائع کے تعیش کی زندگی کا دلدادہ ہوتا ہے اسی طرح ایسا ممکن ہے کہ ایک بیوی رکھنے والا شخص ایسا پرہیزگار اور نیک نہ ہو جس طرح ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والا ہو سکتا ہے۔

شادی سے حدت میں کمی

مزید برآں ہر ایک سنجیدہ مزاج شادی شدہ انسان اس امر سے اتفاق کرے گا کہ شادی کی حالت میں جبکہ دوسرے اہم امور منصۂ شہود پر آ جاتے ہیں جنسی تقاضا کی حدت کم ہو جاتی ہے اور اس کی صرف ثانوی حیثیت رہ جاتی ہے۔

صرف سفلی جذبہ ہی اتحاد زن و شوہر کا موجب نہیں

پھر یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ متاہل زندگی میں صرف سفلی جذبہ ہی میاں بیوی کو متحد رکھنے اور ان میں ادائے فرائض کے لئے باہمی تعاون کا باعث نہیں ہو سکتے بلکہ یہ جذبہ جزوی حیثیت کا حکم رکھتا ہے، اسلام کے اس جری مبلغ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور نے ایک موقعہ پر کیا خوب فرمایا:۔

"محض ہمبستری ہی متاہل زندگی کی غرض و غایت نہیں"

یہ کثیر الازدواجی پر بھی ایسا ہی صادق آتا ہے جس طرح صرف ایک شادی پر۔

شہوت پرستی اور ضبطِ نفس

یہ زندگی کے متعلق موجودہ زمانے کا ایک غلط نظریہ ہے کہ بیوی کو محض شہوت رانی کا آلہ سمجھا جائے اس نظریے کی رو سے لازم آتا ہے کہ ہوس نفس ہی لے دے کے ایک چیز ہے جسے پورا کرنا مد نظر ہے۔ یعنے ایسی ہوس کہ انسان فانی الشہوت ہی بنا رہے۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں شہوت پرستی کسی تقید اور پابندی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر ایک شخص اپنی زندگی کے کسی مرحلہ میں شہوت پرستی سے اجتناب کر جاتا ہے تو ایسے شخص کو شہوت پرست نہیں کہہ سکتے۔ ایسی صورت میں ہمیں اس کی دوسری وجوہ کو تلاش کرنا چاہیئے، شہوت پرستی اور ضبط نفس دونوں بیک وقت ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے، شہوت پرستی کا خاصہ یہ ہے کہ جوں جوں اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے توں توں اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔

عورت کے متعلق غلط تصور

عورت کے متعلق یہ تصور کہ وہ محض جنسی تعلق کا ایک آلہ ہے (اور روحانی ترفع سے اسکو واسطہ نہیں) شہوت پرستی کی اصل بنیاد ہے اور اس سے اس میں روح کا نقصان لازم آتا ہے۔ اسلام ایسے تصور کا سخت مخالف ہے۔ جیسا کہ اس کی تعلیم اور اصول سے ظاہر ہے۔

آنحضرت صلعم کا بیداغ تجرد اور ایک اعتراض کا جواب

اس امر کے پیش نظر کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال تک بے داغ تجرد کی زندگی بسر کی اور اس کے بعد پچیس سال تک ایک ایسے ملک میں جہاں شہوت پرستی اور تعایش نفس انسان کے قابل فخر جوہر سمجھے جاتے تھے حضور صلعم ایک ہی بیوی پر قانع رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ ایک متشکک اعتراض کر سکتا ہے کہ بعض لوگ اپنی آخری عمر میں شہوت پرست بن جاتے ہیں ایسا نظریہ انسانی فطرت کے غلط مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ وہ لوگ جو اس طرح جادۂ صواب سے بھٹک جاتے ہیں، وہ درحقیقت شروع زندگی سے ہی شہوت پرستی کے دلدادہ ہوتے ہیں، بات صرف یہ ہے کہ انہیں علانیہ طور پر ایسی عیاشی کا موقعہ میسر نہیں آتا۔ ان کی شہوت پرستی کا جذبہ ایسے موقعہ کی انتظار میں رہتا ہے جبکہ وہ اپنی ہوس علانیہ طور پر پوری کر سکیں۔

آنحضرت کے لئے کثیر الازدواجی کا بہترین موقعہ

اب جہاں تک حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کا سوال ہے۔ یہ موقعہ حضور کی ابتدائی زندگی میں بھی مفقود نہ تھا۔ کثیر الازدواجی جس کو آپ نے اپنے لئے جائز قرار دیا عرب میں قطعاً گناہ یا ذلیل فعل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس کو قوم کی مقدس روایات کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ کم از کم آپ نے جب شادی کا خیال کیا آپ کو ایک دوشیزہ سے نکاح کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا تھا، یہ سوال تو پیدا ہی۔۔۔ نہیں ہوتا کہ حضور کے سینہ میں وہ جذبہ جو بڑی عمر میں آکر ظاہر ہوا اتنی مدت تک اندر ہی اندر دبا رہا۔

کفار کی طرف سے حسین لڑکیوں کی پیشکش اور آنحضرت صلعم کا انکار

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ خود حضور کی قوم نے حضور کو اپنے مشن کی تبلیغ سے روکنے کے لئے ملک کی بہترین سے بہترین حسین لڑکی پیش کرنے کی دعوت دی تھی لیکن آپ نے اس درخواست کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا، جس سے اہل عرب کے اس شبہ کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع ہو گیا کہ نعوذ باللہ کہ حضور کی یہ سب تگ و دو کسی جنسی خواہش کے تقاضا سے ہے۔

انیسویں صدی کے معترضین

لیکن اگرچہ آنحضرت صلعم کے زمانہ کے دشمن پوری چھان بین کے ساتھ بالکل مطمئن ہو گئے تھے کہ حضور کے کیرکٹر میں نفس پرستی کا شائبہ بھی نہیں مگر انیسویں اور بیسویں صدی کے عیسائی معترضین وہی رٹ لگا جاتے ہیں جس کی بارہا دھجیاں اُڑائی جا چکی ہیں، اور طرفہ یہ کہ ان لوگوں نے براہِ راست کسی تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ محض قیاسات اور سُنی سنائی باتوں پر اکتفا کر کے زبانِ طعن دراز کی ہے۔ مقام غور ہے کہ اس سے بڑھکر

جنسی تعلقات تربیت اور شائستگی چاہتے ہیں

حضور صلعم پر نفس پروری کے الزام کی تردید اور اس امر کے ثبوت کے بعد کہ حضور کا دامن ہر تعیش کے عیب سے پاک و صاف ہے۔ اقرب ہے کہ ہم اس راز کو بھی کھولیں جس کی بناء پر حضور صلعم نے اپنی

عمر کے آخری ایام میں متعدد نکاح کئے، اس غرض کے لئے ہمیں جنسی تعلقات کے عام متعارف، اور دوسری پہلوؤں سے زیادہ گہرے اور غور طلب پہلوؤں کا مطالعہ ضروری ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جنسی زندگی... دوسرے جذبات کی طرح ایک تربیت اور شائستگی چاہتی ہے اور دیگر تمام شائستگیوں اور تربیتوں کی طرح اس کے لئے بھی قواعد و ضوابط کی ضرورت ہے۔

موجودہ زمانہ کے جنسی تعلقات

مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ باک نہیں کہ ہمارے اس زمانہ میں جنسی تعلقات خوبی اور سلیقہ سے معرا ہیں ان میں اس قدر رجعت قہقری واقع ہوئی ہے کہ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ گویا پرانا زمانہ پھر واپس لوٹ آیا ہے۔ جن قبیح صورتوں میں جنسی تعلقات کا مظاہرہ اس زمانہ میں کیا جا رہا ہے وہ اس قدر مکروہ اور گھناؤنی ہیں کہ ہم میں سے بہترین تربیت یافتہ اور سلیقہ شعار کی حرکات کو دیکھ کر بہائم بھی شرما جائیں گے، اس میں کچھ شک نہیں کہ ان تعلقات میں سے خیر و خوبی کی روح مفقود ہو چکی ہے۔ حالانکہ یہی وہ چیز ہے جو نوع انسانی کے لئے باعث شرف ہے کیونکہ اسے عقل اور روحانی قوے جیسی نعماء سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔

ایام جاہلیت کے عربوں کی جنسی زندگی

ایسے موقعہ پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی اہمیت کا انکشاف ہوتا ہے۔ حضور صلعم ایک ایسے ملک میں ظاہر ہوئے جہاں جنسی زندگی انتہا درجہ کی غیر شائستگی کو پہنچی ہوئی تھی۔ جہاں قومی تہواروں کے موقعہ پر میلوں کے انعقاد پر حلوت کے تمام تقاضاؤں سے بے نیاز ہو کر دن دھاڑے کھلے بندوں عریانی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔

زندگی کے دوسرے رُخ کی ایک مثال

اس خیال سے کہ شرم و حجاب کا وہ بے معنی اور رسمی تصور جو مغرب نے قائم کر رکھا ہے زیر تنقید آ جائے گا، میں اس سوال کی تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہتا بلکہ زندگی کے دوسرے رخ کی ایک مثال پر قناعت کرتا ہوں، اور اس سے اس دائرہ عمل کے اندر شائستگی کی صورت ظاہر کرنے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس کو بدقسمتی سے عیسائیت نے ایک ناقص اور گھنونی چیز سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ آیئے ہم کھانے پینے کی صورت کو لیں۔ جو لازمًا ایک حیوانی تقاضا ہے تاہم اس تقاضا کو پورا کرنے کے لئے عجیب و غریب شائستگی یا تربیتی پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ دیکھئے ایک سڑک کوٹنے والا مزدور بغیر ہاتھ دھونے کے کھانے پر بیٹھ جاتا ہے بلکہ اپنے دانت اور منہ بھی صاف نہیں کرتا۔ وہ اپنے کھانے کی چیزیں بلا تکلف زمین پڑا اخبار کے ایک کاغذ پر رکھ دیتا ہے جہاں اگر ایک طرف گرد و غبار ہے تو دوسری طرف مکھیاں ہیں جو اس کے کھانے کو غلیظ کرتی ہیں۔ مگر اسے کچھ پروا نہیں وہ لقمہ پر لقمہ منہ میں ڈالے جاتا ہے اور چپک چپک کی آواز سے جو پاس سے گزرنے والے بھی سن لیتے ہیں کھانا کھائے جاتا ہے۔ لیکن شاہی خاندان کے ایک ممبر کا کھانا کھانے کا طریق اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ اپنا لنچ ایک نہایت صاف و شفاف کمرہ میں کھاتا ہے۔ کھانے کے تمام ظروف بھی نہایت مصفا ہیں اور خود کھانا کھانے والے کا جسم بھی نہایت صاف ستھرا ہے۔ اور اس کے کھانے کا انداز بھی نزاکت کا بہترین نمونہ۔ مقام غور ہے کہ دونوں کھانا کھاتے ہیں مزدور بھی اور بادشاہی خاندان کا ممبر بھی مگر مؤخر الذکر کی شائستگی نے ایک ایسی تفریق ان میں پیدا کر دی ہے کہ دونوں میں ایک بعد المشرقین نظر آتا ہے، وہ دونوں ایک ہی سطح پر کھڑے نہیں کئے جا سکتے اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دونوں یکساں ہیں۔

جنسی علائق میں شائستگی کی ضرورت

یہی کیفیت انسان کی جنسی زندگی کی ہے۔ اس میں اگر شائستگی کا رنگ پیدا کیا جائے تو یہ حیوانی تقاضا بھی نفس انسانی کے لئے حقیقی راحت اور روح کی بالیدگی کا موجب ہو سکتا ہے۔ یعنی مغرب جب تک عیسائیت کے تعلیم کے ماتحت جنسی علائق کو بچشم حقارت دیکھتا ہے باوجود طبی علوم کی درسگاہ کی کثرت اور ظاہری علوم و دانش کے اس تربیت اور شائستگی کے امکان کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور اس طرح سے، ان شاندار خدمات کو جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری فطرت کے اس نازک مگر اہم پہلو کی سرانجام دی ہیں۔ قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتا۔

شائستگی کی ایک صورت حیا

شائستگی کی متعدد صورتوں میں سے جن کا آج کل جنسی زندگی میں فقدان ہے ایک حیا ہے۔ حیا کے فقدان سے جنسی زندگی بہیمیت بن کر رہ گئی ہے۔ اور شادی شدہ مرد و عورت کو خواہ انہیں پچاس برس اس حالت میں گذر گئے ہوں اس کی اسی قدر ضرورت ہے جس قدر ایک جوان مرد اور عورت کو جو ابھی شادی کا خیال ہی کر رہے ہیں۔ تزویج کا معاملہ ایسا ہی نازک و نرم ہے جیسے چاند کی دھیمی دھیمی نازک و نرم روشنی۔ اگر ہم اسکو منطقہ حارہ کے سورج کی تیز و گرم شعاعوں کا رنگ دیں گے تو لازمًا یہ ہمارے جسم و جان کو جھلس دیں گی۔

ضبط نفس اور اعتدال

انسان کے سرکش جذبہ کے اظہار کے لئے ضبط نفس اور اعتدال قدم قدم پر ضروری ہیں۔ شائستگی صفائی۔ اور خوش سلیقگی اس کے اجزا ئے لاینفک ہیں۔ اس کی تفصیلات کہاں تک پہنچ سکتی ہیں وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے اس بارہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات کا مطالعہ کیا ہو۔

جنسی تعلقات کے متعلق نبی کریم صلعم کی تعلیمات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ قومی کیرکٹر تخلیقی تعلقات کے صحیح ہی صورت پذیر ہو سکتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضور اس باب میں شائستگی کے سلئے اس قدر تاکید فرماتے تھے تزویج و تجنیس کی اس شائستہ صورت کی حالت میں عورت کو مرد کے دوش بدوش کام کرنا پڑتا ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلعم مردوں کے بھی معلم تھے اور عورتوں کے بھی آپ نبوت کے مقدس مقام پر فائز تھے... جس کے ساتھ خاص خاص ذمہ داریاں تھیں۔ متبعین میں سے طبقہ نسوان کا اختلاط ایک مرد معلم کے ساتھ خطرات سے پُر ہوتا ہے جن سے اصل مقصد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور یہ خطرہ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے جبکہ مذہب جیسی پاکیزہ چیز مقصود ہو۔ ایسے مقصد کی صورت میں غلط اور بے بنیاد افواہیں بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہوتیں جیسا کہ بدقسمتی سے آنحضرت سے پہلے معلم حضرت مسیح ناصری کے متعلق وقوع میں آیا۔

کثیر الازدواجی سے نبی کریم علیہ السلام کی اخلاقی حیثیت کو بڑھایا

حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے متبعین میں سے ...... چند منتخب خواتین کو اپنے حبالۂ نکاح میں لا کر اپنی تحریک کے اخلاقی درجہ اور حیثیت کو بڑھایا گھٹایا نہیں۔ اگر حضور صلعم اپنے اتباع میں سے خواتین کو باقاعدہ نکاح میں نہ لاتے تو یہ سوال نہیں ہوتا کہ کیوں رسول خدا نے اس قدر شادیاں کیں؟ بلکہ سوال کی نوعیت یہ ہوتی کہ کیوں آپ نے اس قدر داشتائیں رکھیں؟

ذاتی تعلقات کے بغیر بعض باتیں واضح نہیں کی جا سکتیں

علاوہ ازیں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں انسان بغیر ذاتی توسط یا ایک دوسرے سے براہ راست ملاپ کے بغیر دوسروں تک پہنچا نہیں سکتا۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس غرض کے لئے محض ایک یا دو عورتیں ہی کفایت نہیں کر سکتیں۔ اس کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے کیونکہ ان تفصیلات کو محض اپنے ہی ذہنوں میں منحصر رکھنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان کو عامۃ الناس میں شائع کرنا بھی مطلوب ہوتا ہے۔ اس باب میں کام کرنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ عوام میں نیک عادات کی اشاعت کس قدر اہم اور مشکل کام ہے۔

ازدواجی زندگی کی احادیث ازواج نبویؐ سے

مسلمانوں کی ازدواجی زندگی کے متعلق جس قدر احادیث دنیا میں شائع ہوئی ہیں وہ حضور کی ازواج سے ہی لی ہوئی ہیں اور یہ شرف اُن کے لئے ہی مخصوص ہے۔ انہوں نے حضرت نبی کریم سے براہ راست تربیت حاصل کی اور اسے دنیا کے لوگوں تک پہنچایا۔

مغربی تعلیم سے مسلمانوں کیلئے ایک خطرہ

مسلمانوں کے لئے موجودہ مغربی تعلیم کے خطرات میں سے ایک خطرہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی ازواج مطہرات کی ان روایات کو ترک کیا جا رہا ہے

اور ان کی بجائے مسلمانوں کی ازدواجی زندگی کے مختلف پہلوؤں یعنے روحانی اور جسمانی اقدار میں ایسے لغو اور فحش کئے جا رہے ہیں جو صریحاً ان بزرگ خواتین کی یاد کو بٹہ لگانے والے ہیں۔ جو متفقہ طور پر بنی نوع انسان کی محسنہ ہیں اور جنہیں اہل اسلام بجا طور پر اُمہات المومنین کے قابل عزت خطابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

مدعیانِ نبوت کی صداقت کا معیار اُنکا عمدہ کیرکٹر ہے

میں اب اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر بحث کرتا ہوں جس سے میرے منشاء کی زیادہ وضاحت ہو سکے گی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مرد ہے جو مذہب کو دنیا میں لایا۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ، رام چندر، شری کرشنا۔ زرتشت۔ کانفیوشس اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور تمام بانیان مذاہب جن کے نام تاریخ میں یا روایات میں محفوظ ہیں یا وہ جن کے نام محفوظ نہیں رہے وہ تمام طبقہ ذکور سے تعلق رکھتے تھے۔ جب کبھی کوئی انسان دعوے کرتا ہے کہ خدا اس سے بولتا ہے یا یہ کہ وہ اس کا نائب ہے یا یہ کہ وہ خدا کی منشاء کو ظاہر کرنے والا ہے تو صاحبان عقل اور نقاد لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کے دل میں تڑپ ہوتی ہے کہ وہ اس کے دعاوی کی صداقت کو جانچیں اور اگر وہ مدعی اپنے دعاوی میں سچا ہو تو اسکو اپنا رہنما قبول کریں۔ انسان جانتا ہے کہ خدا کی طاقت کی کہاں ضرورت ہے انسان کی کس تاریکی کو اس نے روشن کرنا اور اس کے اخلاق کی کس کمزوری کو اس نے اپنی روشنی سے دور کرنا ہے بناء بریں اگر اس مدعی کے متعلق تحقیق ہو سکے کہ وہ ان اخلاق فاضلہ کا مالک ہے جن سے اس کا خدائے واحد سے تعلق ظاہر ہوتا ہے تو اس کے دعاوی کو منجانب اللہ ماننا پڑے گا۔ اور اس کی تصدیق کرنی ہوگی۔ ایسے مدعی کے دعاوی کے ساتھ معجزات اور خوارق بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن بالبداہت اخلاق کا اعلیٰ معجزہ یعنے یہ معجزہ کہ ایک شخص تمام سفلی جذبات کی کمزوریوں سے بالاتر ہے، اس کی صداقت کا بہترین ثبوت ہے اس سے المنشرح ہو سکے گا کہ ایسا مدعی فی الحقیقت خدائے واحد سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک سچے مدعی کے ماننے والے اسی معیار کو اپنے رہنما کی صداقت جانچنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور جب انہیں یقین ہو جاتا ہے وہ سچا اور راستباز ہے تو وہ اپنا تن من دھن اس کی راہ میں لگا دیتے ہیں حالانکہ دنیا کے لوگ عام طور پر اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔

صحابہ کرام نے نبی کریم صلعم کے متعلق اسی معیار سے کام لیا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانیوالوں یعنے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دوسرے بیسیوں اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جنہوں نے دین حنیف کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ ان سب نے حضرت رسول کریم کے متعلق اسی معیار کو برتا اور انہیں یقین حاصل ہو گیا کہ حضور کے اندر وہ تمام خصائص موجود ہیں جن سے حضور کا تعلق خدائے بزرگ و برتر سے صاف صاف نظر آتا ہے،

طبقہ نسواں کے نزدیک صداقت جانچنے کا معیار

لیکن جب طبقہ نسواں نے حضور کے دعاوی کو سنا اور ملک کے بزرگ ترین اشخاص کو حضور کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے دیکھا تو پھر بھی ان کے شکوک شبہات کا ازالہ نہ ہوا کسی عورت کو کسی مذہب کے بانی ہونے کا منصب حاصل نہیں ہوا۔ ہمیشہ مرد ہی دنیا میں مذہب لے کر آتے۔ اور عورت کو اسے قبول کرنا اس کی عزت کرنا اور بغیر قریب آنے کے اس کی اطاعت کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک تاریخ شاہد ہے نبی کے دعاوی کو کسی عورت نے قریب ہو کر نہیں جانچا۔ دونوں حضرت مسیحؑ اور جناب بدھ ایک فاصلہ سے ..... جو قدرت نے مرد و عورت میں رکھا ہے طبقہ نسواں سے اطاعت کا مطالبہ کرتے تھے، عورت کے لئے اپنا ایک الگ معیار ہے جس سے وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ کہاں تک ایک مدعی خدا کے نور سے منور ہے۔ یہ اس کے نزدیک ایسا معیار ہے کہ اس کے بغیر مدعی کے دعاوی کی صداقت مبرہن نہیں ہو سکتی۔ عورت کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ مرد کے اخلاق کی ان باریکیوں تک پہنچ جاتی ہے جہاں مرد کی رسائی نہیں۔ اور جب تک اس کو کما حقہ اطمینان حاصل نہ ہو وہ کبھی پسند نہیں کرتی کہ کسی مرد کو اپنا روحانی پیشوا مانے۔ کم از کم ایک اعلےٰ دل و دماغ اور روحانیت والی خاتون کبھی کسی مرد کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے طیار نہ ہوگی۔ وہ جانتی ہے کہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک مرد کو لوگ اور بڑے بڑے نقاد لوگ صالح تسلیم کریں مگر پھر بھی اس میں ایسے نقائص موجود ہوں جن کو صرف وہی معلوم کر سکتی ہے اور دوسروں کی آنکھ سے اوجھل رہتے ہوں۔ انسان کے اندر ہوس کی آخری رمق اس کا چھپا ہوا جذبہ بہیمیت ایک مرد کو تو دھوکے میں ڈال سکتا ہے۔ مگر ایک عورت کو نہیں ڈال سکتا۔ بناء علیہ طبقہ نسواں کو ایک مرد کی صداقت اور اس کے خلوص کے متعلق بجا طور پر شکوک شبہات ہو سکتے ہیں خواہ دنیا کا سارا طبقہ ذکور اس کی نبوت کے دعاوی کی تصدیق کرے۔

کثیر الازدواجی سے طبقۂ اناث کا روحانی ترفع

اور اس امر کے متعلق کسی غلطی میں نہیں رہنا چاہیئے کہ جب تک طبقہ اناث کو پورا پورا اطمینان اور انشراح صدر نہ ہو وہ کسی روحانی ترفع کو حاصل نہیں کر سکتی، "وہ صرف اسی صورت میں عورت کی نسوانیت کا ترفع عمل میں لا سکتا ہے جبکہ وہ پوری مردانہ صفات کا مالک ہو"

Nietzsche کے اس قول کا کچھ بھی مقصد ہو مگر ان خاص معنوں میں ان کا یہ قول سو فیصدی درست ہے۔ خدا تعالےٰ کی ہستی، خداوند تعالےٰ کا امور دنیوی میں ربط و ضبط اور انسانی زندگی کے انجام کے متعلق طبقہ نسواں کے شکوک کا ازالہ مشکل ترین کاموں میں سے ہے جن سے انسان کو پالا پڑتا ہے۔ شاید اسی خیال کی بناء پر اکثر وہ اصحاب، جو اپنے آپ کو روحانی تسلیم کرانا چاہتے ہیں طبقہ نسواں کے پہنچنے سے دور رہتے ہیں۔ لیکن ذات پاک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بلند اور جری اور زبردست شخصیت تھی جو اس دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئی، حضور صلعم طبقہ اناث کے لئے ایسے ہی فکرمند تھے جیسے طبقہ ذکور کے لئے۔ حضور کو اپنی طاقتوں پر پورا اعتماد تھا۔ حضور جانتے تھے کہ حضور متشکک سے متشکک خاتون کو بھی یقین دلا سکتے تھے کہ حضور کا دامن حرص و ہوا کی تمام گرد و غبار سے پاک اور صاف ہے۔ اس لئے حضور نے ارادتاً صرف ایک عورت کو ہی نہیں جو ممکن ہے ضعیف الاعتقاد ہو اور جس میں تنقید کا مادہ کم ہو، اپنی طرف دعوت نہیں دی بلکہ خواتین کے ایک نمایندہ گروہ کو دعوت دی کہ وہ آئے اور حضور کو قریب سے جانچے اور معلوم کرے کہ یہاں تصنع یا بناوٹ کا نام و نشان نہیں ہے اور وہ بچشم خود دیکھ لے کہ حضور کی زندگی کی سب سے بڑی اور اہم خصوصیت خدا میں گم شدگی ہے، حضور نے ان کو اس لئے دعوت دی کہ عالم نسواں ان کی وساطت سے خدا کی وحی پر ایمان لا کر روحانی ترفع حاصل کرے

ازواجِ مطہرات کی شہادت

وہ خواتین جنہیں حضور نے دعوت دی حضور سے اپنے تعلق اور رشتہ کو خوب سمجھتی تھیں، ان میں سب سے زیادہ ذہین اور جوان حضرت عائشہ تھیں اس باب میں ان کی شہادت نہایت واضح اور دلنشین ہے۔ بخاری میں لکھا ہے کہ کسی نے آپ سے ازواج کی خاص قسم کی بیماری کے دوران میں حضور کے طریق عمل سے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضور ایسے موقعوں میں ازواج سے قریب کا اختلاط رکھتے تھے اور پھر اس کے ساتھ ہی بڑے زور دار الفاظ میں فرمایا :-

> "تم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر اس قدر ضبط رکھتا ہو جس قدر حضرت نبی کریم صلعم اپنے نفس پر رکھتے تھے،،

اسی قسم کی روایت ایک دوسری زوجہ حضرت میمونہ رضی سے بھی مروی ہے۔

حضورؐ کی زوجیت میں ازواج کا غیر معمولی تجربہ

یہ معمولی بات ہے۔ عورت مرد کی کمزوری کا جو ایک معاملہ میں اس سے ظاہر ہوتی ہے علم رکھتی ہے، اور یہ مسلّم ہے کہ عورت کا ذہن بعض معاملات میں بہت تیز واقع

ہوا ہے۔ وہ تمام خواتین جنہیں حضور کی ازواج ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہ بیشک حضور کے پاس اس ادب و احترام کے ساتھ آئیں جو ایک مذہبی شخصیت کے متعلق ہو سکتا ہے لیکن وہ تمام ان سب روایتی تخیلات کو بھی ساتھ لے کر آئیں جو مردوں کے متعلق ان کے اذہان میں ہوتا ہے جن میں وہ خاص کمزوری بھی شامل ہے جو بہترین سے بہترین مردوں سے ازواج سے گھریلو اور بے تکلف تعلقات کے ضمن میں صادر ہوتی ہے، اس میں کلام نہیں کہ انہیں آنحضرت کا غیر معمولی مقام حاصل تھا، اور وہ نہایت اخلاص سے مذہب اسلام پہ فریفتہ تھیں۔ لیکن جو کچھ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی زوجیت میں آکر دیکھا اور اس دوران میں جو انہیں تجربہ ہوا وہ سب باتوں پر فوقیت لے گیا۔ اور اس کے مقابل کوئی دوسری چیز ان کی نظروں میں نہ ٹھہر سکی۔

ازواج مطہرات پر ایک دنیا کا انکشاف

جب یہ خواتین ایک ایسے شخص کے قرب میں آئیں جس میں معرفت الٰہیہ نے خواہش نفسانی کی آخری رمق بھی باقی نہ چھوڑی تھی اور جسکو دنیا کی تمام عورتوں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کوئی مرد چھوڑنے پر قادر نہیں ہو سکتا تو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک نئی روحانی دنیا جلوہ گر ہو گئی۔ اس طرح سے طبقہ اناث کو وہ روحانی معراج حاصل ہوا جو اب تک حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ مذہبی تجربہ جو ان کو اس طریق سے حاصل ہوا بنی نوع انسان کی مذہبی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کی ازواج مطہرات کی جماعت گویا ایک جیوری تھی جو دنیا کے طبقہ اناث کی طرف سے حضرت نبی کریم صلعم کی ازدواجی زندگی کا فیصلہ دینے کے لئے بیٹھی اور انہیں یہ منصب حاصل تھا کہ وہ بچشم خود ان صفات کا تازہ بتازہ مشاہدہ کریں جو ایک مذہبی شخصیت کے اندر جلوہ گر ہیں، اس طرح سے جو اثرات ان پر ہوئے وہ ان کے شعور کی گہرائیوں تک چلے گئے اور انہوں نے طبقۂ نسواں کی روحانی اقدار کو صحیح معنوں میں بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا۔

ازواج نبوی اولیاء اللہ کے مقام پر

اس وقت کے عرب کی کیا حالت تھی؟ عورت کسی حیثیت کی مالکہ نہ تھی۔ مگر وہی عورت ایک معمولی حیثیت سے اٹھکر انسانی شعور کے معراج پر فائز ہوئی۔ اس نے حضرت نبی کریم صلعم کے وصال کے بعد اولیاء اللہ کی ایک ایسی جماعت کا کام دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی، اسلام کی روز افزوں مادی ترقی ان امہات المومنین کے قدموں میں بے اندازہ زر و مال لائی لیکن ان کی سخاوت اور خیرات کا یہ عالم تھا کہ شام کو ایک حبہ بھی گھر میں موجود نہ ہوتا اور وہ سب کچھ خدا کے رستہ میں نثار کر دیتیں۔ مقدرت اور مال و دولت رکھنے کے باوجود وہ جو کی روٹی کو ہی اپنے لئے تعیش کا سامان سمجھتی رہیں جو انہیں حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں میسر آتی تھی اور اس طرح سے انہوں نے اپنے تمام عیش و آرام کے دروازے بند کر رکھے تھے۔ ان کا دن کا وقت داد و دہش اور ہمدردی خلق کے کاموں میں اور کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر اور مطالعہ میں گذرتا تھا اور راتیں خدا کے حضور کی عبادت میں بسر ہوتی تھیں۔

ازواج مطہرات کا استغنا اور تبتل الی اللہ

حضرت مسیح کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گذرنا ایک امیر کے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے سے آسان ہے۔ حضرت مسیح کا یہ بیان تو جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ایک عورت کا مال و دولت اور عیش و آرام کی کشش سے مستغنی ہونا بالکل ناممکن ہے، خواتین کی اس ذہنیت کو اس قدر بدل کر رکھ دینا حضرت نبی کریم صلعم کے معجزات میں سے ایک زبردست معجزہ کا حکم رکھتا ہے ان میں سے بعض عین شباب کے عالم میں بیوہ ہو گئیں اور اسی برس کی پختہ عمر تک زندہ رہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک ایسے ہی گذارے جس طرح انہوں نے ان کو شروع کیا تھا۔ یعنے وہ اسی طرح تمام دنیا و مافیہا سے بے نیاز رہیں اور رجان و دل سے خدا کی یاد اور خدا کے کلام کے پڑھنے میں اپنے اوقات صرف کرتی رہیں ان میں اس قدر تورع اور معرفت اور تبتل الی اللہ صرف حضرت نبی کریم کی شخصیت کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوا اور حضور کی بے نفسی اور حضور کی شان غنا اور آپ کے جذبات ردیہ سفلیہ سے بالاتر ہونے کا نقش، ان خواتین کے قلوب پر ایسا گہرا ہوا کہ ان میں بھی وہی خصائص پیدا ہو گئیں۔

ازواج نبوی طبقۂ نسواں کے ترفع کا موجب ہونگی

اس طرح سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے جنس اناث کی ایک ایسی روایت قائم کی جو اب تک دنیا میں قائم نہیں ہوئی تھی۔ یہ روایت تاریخ عالم میں نشیب فراز واقعہ ہونے کے باوجود اب تک قائم چلی آتی ہے حالانکہ مغربیت اس پہ حملے پہ حملے کر کے اس کو کمزور کر رہی ہے۔

لیکن عین جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کی شخصیت اور قرآن مجید کا پیغام مغرب کے تمام مہلک حملوں کے مقابلہ میں اب تک زندہ ہے۔ بلکہ آج کل یورپ اپنی پیش آمدہ مشکلات کا حل ان میں ہی پاتا ہے۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کی ازواج مطہرات نے جو روایات طبقہ نسواں کے ترفع کی قائم کی ہیں وہ بھی تمام آزمائشوں کا مقابلہ کر سکیں گی، اور لازماً دنیا میں ان کو بقا حاصل ہوگی تاکہ وہ دنیا کی خواتین کو ذلت کے ان داغوں سے بچا سکیں جو عیسائیت کی تعلیم نے جنسیات کا ایک ناپاک تصور پیش کر کے ان پر لگائے ہیں ؎

آفتاب ہدایت

بقیہ صفحہ

پاس نہیں تھے لیکن جو لگن ان کے دلوں میں تھی، وہ انہیں مایوس نہیں ہونے دیتی تھی، وہ پھٹی ہوئی قباؤں میں رہتے تھے لیکن ہفت اقلیم کی شاہی ان کی نظروں میں ہیچ تھی،

حضرت نبی کریم صلعم کا مقام محمود

بسلسلہ صفحہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کو واضح کرنے والی چیزیں ہیں۔

حضرت مرزا صاحب باغ محمدؐ کا ایک شیریں ثمر ہیں

تو یہ کہنا کہ آپ کا باغ سوکھا ہوا ہے غلط، اور بے بنیاد بات ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام محمود پر کھڑے ہیں اس کی متابعت سے اولیاء اور مجددین و محدثین پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے اس باغ کا شیریں ثمر دیکھا اور اس سے حظ اٹھایا۔ مسلمان کو چاہیئے کہ اس پر غور کرے اور آپ کے اس مقام کو پہچان کر اس کی متابعت کرے، آپ کے دین کو چھوڑنے والا نامراد رہ جاتا ہے اور جو شخص اس راہ پر چلتا ہے اس کے لئے خدا کا وعدہ ہے۔ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ اس کی زندگی ہم پرلطف بنا دیتے ہیں۔

مقام محمود کو اپنی زندگی سے واضح کرو

آج جن لوگوں نے امام وقت کو دیکھا ہے ان پر دوسری حجت ہے۔ ان کو چاہیئے کہ صحیح معنوں میں دین پر کاربند ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کو اپنی عملی زندگی سے واضح کریں، اللھم صل علے سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وعلی اصحاب سیدنا محمد وبارک وسلم علیہ ؛

وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور حق مسلمانی بہت کامیابی کے ساتھ ادا کیا۔ یہ کامیابیاں، ان کے اس خلوص کا نتیجہ تھیں جو انہیں اللہ اور اس کے رسول سے تھا۔

تعلیم الٰہی، نبی عربی کا اسوۂ حسنہ، اسلاف کی پاکیزہ زندگی یہ تین چیزیں ہیں جن کو ہمیں شاہراہ عمل بنانا چاہیئے اگر ہم ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم اللہ اور رسول کے کس قدر قریب ہیں اور ملت رسولؐ ہونے کا ہمیں کہاں تک حق حاصل ہے۔ اگر ہماری نمازیں بے حضور ہیں، تو اس لئے کہ رب کریم پر ہمیں سچا ایمان نہیں، اگر سجدے بے ذوق ہیں، تو اس لئے کہ ہمیں نبی کریم صلعم سے سچا پیار نہیں۔ اگر ہماری دعائیں بے اثر ہیں تو اس لئے کہ میراث رسول سے محبت نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو آیئے آج ہم پاک و خلوص دل لیکر بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنی کمزوریوں اور غفلتوں کا اعتراف کریں اور عہد کریں کہ ہمارا ہر قول، تعلیم الٰہی کے ماتحت ہوگا۔ ہر فعل اسوۂ حسنہ کی متابعت میں ہوگا اور ہر قدم اسلاف کی پیروی میں اٹھیگا۔ میلاد النبی صلعم کی تقریب منانے کا مقصد یہی ہے، کاش ہم اس مقصد کو حاصل کر سکیں۔

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر:- دوست محمد

اے مصطفٰی اے مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مرتضٰی خان حسن

اے افتخارِ انبیاء! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ
اے بادشاہِ دوسرا! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے چشمۂ نورِ ہدیٰ! آئینۂ صدق و صفا
بدرالدجیٰ شمس الضحیٰ! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے مطلعِ انوارِ حق! اے مظہرِ انوارِ حق!
اے مصدرِ انوارِ حق! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے مرسلِ والا گہر! تم خواب میں آؤ اگر!
قرباں کروں جان و جگر اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے مہبطِ روح الامیں! اے حجۃ اللہ بر زمیں
اے رحمۃ للعالمیں! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے نورِ چشمِ اذکیا! ماہِ منیرِ اصفیا!
اے آفتابِ اتقیا! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے داروئے دردِ نہاں! اے مرہمِ آزارِ جاں!
اے چارۂ بیچارگاں! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

اے بادشاہِ انس و جاں! مہرِ سپہرِ عزّ و شاں!
اے صدرِ بزمِ کُن فکاں! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

یہ عرض ہے با چشمِ تر! بہرِ خدائے بحر و بر
کیجے کرم کی اک نظر! اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

یہ تو بتا دیجے ذرا دیدار کب ہو گا عطا
آ جائیے بہرِ خدا اے مصطفٰی اے مجتبیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

حامد الوارثی

مخبرِ صادق شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم
دونوں جہاں میں افضل و برتر صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ عالم فضلِ مجسّم محسنِ اعظم دافعِ ہر غم
حسنِ سراپا نورِ سراسر صلی اللہ علیہ وسلم

نبیوں کے سلطان وہی ہیں احمدِ والا شان وہی ہیں
جن و بشر کے ہیں وہی رہبر صلی اللہ علیہ وسلم

ہوگا کوئی نہ ایسا ہوا ہی تاجِ شفاعت کس کو ملا ہے
انا اعطینک الکوثر صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی نہیں ہے ان کا ثانی کھول دیئے سب رازِ نہانی
دولتِ علم لٹائی آکر صلی اللہ علیہ وسلم

اوّل آخر اعلیٰ و افضل ہر خوبی میں کامل و اکمل
ساری مخلوقات سے بہتر صلی اللہ علیہ وسلم

حق نے عطا کی دولتِ اسریٰ قاب قوسین او ادنیٰ
دیکھ ذرا قرآں کو اٹھا کر صلی اللہ علیہ وسلم

لیکے آئے تحفۂ قرآں نوعِ بشر پہ ان کا یہ احساں
ادنیٰ و اعلیٰ سب ہیں برابر صلی اللہ علیہ وسلم

بگڑی بات بنانے آئے امت کو بخشانے آئے
جاگ اٹھے انساں کے مقدر صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد برلن میں جرمن مسلمانوں کا اجتماع

خان بہادر غلام ربانی خان امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) بوسٹن (امریکہ) میں
بائیں جانب :— ریورنڈ آرتھر پیکاک آنریری سیکرٹری ورالڈ کانگریس آف فیتھس لندن
دائیں جانب :— (۱) جے - چٹر ریڈی لیبر ممبر برٹش پارلیمنٹ (۲) ریورنڈ وانا کاونزل
(۳) ریورنڈ وانا میکلین گریلے پریذیڈنٹ آف دی امریکن یونی ٹیرین
ایسوسی ایشن

برلن مسلم کمیونٹی کے کچھ ممبر نماز کے بعد مسجد سے نکل رہے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور — پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۷

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ایک جرمن کا قبولِ اسلام

سوشل اجتماعات۔ جرمن طلباء اور پادریوں سے اسلام پر گفتگو۔ مصری اور پاکستانی صحافی مسجد میں

جمعہ یکم اگست۔ مغربی جرمنی سے تین پادری مسجد دیکھنے آئے۔ اُن کے ساتھ ایک سو آدمی تھے جن میں سے پچاس سویڈن کے رہنے والے ہیں، انہوں نے جرمنی میں اسلامی زندگی کے متعلق واقفیت حاصل کی۔

خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے نماز جمعہ کی اہمیت پر زور دیا اور بتایا کہ اس کی ادائیگی کے لئے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل ضروری ہے۔

منگل ۵ اگست۔ ایک مذہبی سوسائٹی کے مسٹر گنتھر GUNTHER (کیتھولک پادری) اور مسٹر Mr. Eberhardt کو مسجد آنے کی دعوت دی گئی، تاکہ مسٹر موسلہ ان سے اس بارہ میں مشورہ کرے کہ مغربی جرمنی کے ایک کیتھولک پادری نے اسلام کے متعلق جو افسوسناک باتیں کہی ہیں اُن کا ازالہ کس طرح کیا جائے۔

بدھ ۶ اگست۔ برلن کے رہنے والے ایک شامی مسٹر حاذق ازرق کے ہاں جن کی شادی دو سال ہوئے ایک جرمن خاتون سے ہوئی تھی، ایک مسلمان بچہ پیدا ہوا۔

جمعہ ۸ اگست۔ خطبہ جمعہ میں بتایا گیا کہ سائنسی علوم اور قوانینِ قدرت کی مطابقت قرآن کریم نے ہم پر منکشف کی ہے۔

Braunschweig (مغربی جرمنی) سے کچھ طلباء مسجد دیکھنے گئے اور مسٹر موسلہ نے انہیں اسلام کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی، برلن کے Mr. Hans Kolle نے جو اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے لئے عموماً آیا کرتے ہیں اسلام قبول کیا، ان کا اسلامی نام حسن رکھا گیا۔ جنوب مغربی افریقہ کے ایک مسلمان میاں بیوی جو حج کرنے کے بعد یورپ کی سیر کر رہے ہیں مسجد میں آئے اور اپنے سفر کے حالات اور مکہ معظمہ کے تاثرات سنائے۔

منگل ۱۲ اگست لائبیریا کے تیس طلباء مسجد دیکھنے آئے۔

بدھ ۱۳ اگست۔ لائل پور کے مسٹر اللہ بخش مسجد دیکھنے آئے اور دو دن مسجد کے مکان میں بطور مہمان ٹھہرے۔ شام کو ایک سوشل اجتماع ہوا جس میں مسٹر اللہ بخش اور کمیونٹی کے دوسرے جرمن اور مہمانوں کے مابین ان کے اپنے ملک اور وہاں کی اسلامی زندگی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔

جمعہ ۱۵ اگست۔ مسٹر اللہ بخش نے خطبہ جمعہ دیا اور قرآن کریم کی سورۃ آل عمران سے بیان کیا۔

ہفتہ ۱۶ اگست۔ مغربی جرمنی کے سکنڈری سکول کے پچیس طلباء اپنے مذہبی معلم کے ساتھ مسجد ۲۴ دیکھنے کے لئے آئے اور اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کی۔

اتوار ۱۷ اگست۔ دو ہندوستانی خواتین جرمنی کے سفر کے دوران میں مسجد دیکھنے آئیں۔

پیر ۱۸ اگست۔ Koln (مغربی جرمنی) سے دو کیتھولک پادری مسجد (باقی بر صفحہ ۱۲)

میرا سفر امریکہ

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن شکاگو میں لیکچر

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بوسٹن سے شکاگو کو روانگی

بوسٹن کا قیام ختم ہونے پر منتظمین سفر ۵ راگست ۱۹۵۸ء صبح کے گیارہ بجے ہمیں ہوائی اڈہ پر پہنچایا، سر محمد ظفراللہ خاں بھی ہمراہ تھے اور بوسٹن سے جانے والے ڈیلی گیٹ بھی اچھی خاصی تعداد میں پہنچ چکے تھے۔ ڈاکٹر گریلے صدر یونی ٹیرین چرچ نے خصوصیت سے طیارہ پر وداع کرتے وقت تصاویر لینے کا خاص انتظام کر رکھا تھا، ہوائی جہاز کی روش پر پہلے سے سرخ قالین بچھایا ہوا تھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ فوٹو وغیرہ اتارے گئے۔ جب ہوائی جہاز نے پرواز کی تو نیچے نہایت خوبصورت سرسبز زمین نظر آ رہی تھی،

۱۸ ہزار فٹ کی بلندی سے

ہم ۱۸ ہزار فٹ کی بلندی پر سے پہاڑوں اور پیچ در پیچ دریاؤں اور خوبصورت شہروں کے مناظر دیکھ رہے تھے دو گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد دنیا کی مشہور آبشار یں نیاگرا فالز NIAGRA FALLS نظر آئیں اس کے بعد کچھ وقت تک ہمارا جہاز کینیڈا کی سرزمین پر سے گذرا اور امریکہ کی مشہور جھیلیں انٹاریو اور ایری اپنی شان میں دکھائی دیں اور پھر ڈیٹرایٹ DETROIT کی عظیم الشان بستی جہاں کثیر تعداد میں موٹروں کے کارخانہ جات ہیں نظر آئی اور رنگ برنگ کی لاتعداد موٹریں جگہ جگہ دوڑتی دکھائی دینے لگیں۔ ڈیٹرایٹ سے گذر کر ایک گھنٹہ کے بعد ہم جھیل مچیگن پر پہنچے اور تھوڑی دیر بعد اس کے ساحل پر ایک بڑا عظیم الشان شہر شکاگو دکھائی دیا جو ہماری منزل تھی۔

شکاگو یونیورسٹی میں

ہمارا طیارہ یہاں اترا اور ہمیں بذریعہ موٹر شکاگو یونیورسٹی پہنچایا گیا، جہاں ہماری رہائش کے لئے پہلے سے انتظام یونیورسٹی کی جدید عمارت بنام WOMEN DARMITRY طالبات کا بورڈنگ ہاؤس کیا گیا تھا۔ یہ ڈارمٹری حال ہی میں تیار ہوئی تھی اور اس میں ایک ہزار DELEGATES کی رہائش کا انتظام تھا۔ یہ ڈارمٹری ایک دو منزلہ سہ پہلو عمارت ہے جس میں ہر قسم کی ضروریات مہیا ہیں۔ رہائش کا خرچ تین ڈالر یومیہ ہے اور کھانے کا خرچ ساڑھے تین ڈالر روزانہ۔

کانگریس کا نام اور اغراض ومقاصد

اب میں کانگرس کے متعلق کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں اس کانگریس کا نام انٹرنیشنل ایسوسی ایشن ہے جس کا قیام انٹرنیشنل کونسل آف یونی ٹیرین اینڈ لبرل ریلیجس تھنکرس کی پچھتر برس ہوئے پر سال ۱۹۰۰ء میں عمل میں آیا اس کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں:-

۱۔ آزاد خیال گروہوں کے اندر اتحاد پیدا کر کے متحدہ تحریک آزاد خیال مذہب پیدا کی جائے۔

۲۔ تمام دنیا کے اندر جو آزاد خیال مذہبی گروہ ہوں ان کی حمایت حاصل کی جائے۔

دنیا کے بیس ممالک میں اس ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں جو تقریباً ایک کروڑ انسانوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس کا مستقل ہیڈ کوارٹر ۳۲ دیوسٹرات ہیگ نیدرلینڈ میں ہے۔

جلسہ کا موضوع

اس جلسے کا موضوع یہ تھا کہ کیا موجودہ مذاہب دنیا کے موجودہ حالات کے لئے کوئی حل پیش کر سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ یہ اجلاس مذاہب عالم کی مذہبی اور اخلاقی تعلیمات کو انسان کی بنیادی ضروریات ادا کرنے کے لئے پیش کرے اور اس بات پر خاص زور دیا جائے کہ کس طرح باہمی سمجھوتہ، ہمدردی، قدردانی، اور باہمی امداد کے ساتھ تمام مذاہب عالم کوئی لائحہ عمل پیش کریں۔

صدر کا انتخاب

اس کانگریس کا صدر تین سال کے لئے منتخب ہوتا ہے چنانچہ رائٹ آنریبل سینے تھوڑاپڈ سی۔ ایچ۔ سی۔ ڈی۔ ایل۔ ایم۔ پی۔ گریٹ پہلے صدر تھے جن کی میعاد عہدہ داری اس جلسہ میں ختم ہو کر نیا انتخاب ہوا۔ نئے صدر کا نام Dr. ERNES W. KUEBLER ہے۔ انتخاب پر روزانہ بولیٹن میں ایک ذاتیہ فقرہ چھپا ہوا اور بطور تجربہ لکھا گیا کہ اس کانگریس کے اجلاس میں دو خان یعنی ربانی خان اور ظفراللہ خان پہلے سے موجود تھے مگر کانگریس نے ایک تیسرا خان بھی جس کا نام کوبلر خان ہے بنا لیا۔

ممبران کی شناخت اور تعداد

اجلاس سے پہلے بر ذریعہ تمام ممبران نے جن کی تعداد تقریباً ۸۰۰ تھی دفتر کانگریس میں اطلاع دی اور ہر ایک کو اپنے نام کا بیج مل گیا جس کو وہ بطور نشان شناخت کوٹ پر آویزاں رکھتے تھے۔

یونیورسٹی کی سیر

۹ راگست کو دن کے دس بجے سے ممبران کو یونیورسٹی کی سیر کرانے کے لئے لے جایا گیا۔ اس کے بعد ساڑھے بارہ بجے کانگریس کا عظیم الشان لنچ تھا جس میں مختلف احباب نے تقاریر کیں، پہلے پہل ڈاکٹر گریلی نے مجھے اور ریورنڈ آنریبل جسٹس ستان لون جو ہائی کورٹ کے جج ہیں، نیز آنریبل اینڈرے ممبر پارلیمنٹ کو آرٹ انسٹی ٹیوٹ میں لے گئے اور وہاں ایک خاص منظر کے سامنے ہماری تصاویر لی گئیں۔

کانگریس کا اجلاس راک فیلر کے گرجا میں

شام کے چھ بجے خوش آمدید کا ڈنر تھا اور ساڑھے آٹھ بجے پہلی پبلک میٹنگ ہوئی۔ یہ اجلاس ROCK FELLER کے گرجے میں تھا۔ یہ گرجا مسٹر راک فیلر نے کثیر صرف کر کے یونیورسٹی کے صحن میں تعمیر کروایا تھا۔ یہ گرجا واقعی صنعت عمارات کی پوری شان رکھتا ہے۔ اس موقعہ پر تقریر ایک عیسائی پادری کی تھی جن کا نام پروفیسر ولیم پاک تھا۔ ان کی تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ مگر کوئی خاص دلچسپ نہ تھی۔

مذاہب کے مشترکہ پلیٹ فارم کی تلاش اور میرا لیکچر

۱۰ راگست کو ڈھائی بجے سے پینل آف ڈسکشن گروپس جو چھ گروپوں پر مشتمل تھا کے اجلاس شروع ہوئے یہ گروپ مختلف موضوعات کے متعلق تھے، اور ان گروپوں میں سے گروپ نمبر ۲ میں تھا۔ خدا تعالیٰ کی شان مجھے متواتر تین دن تک لیکچر کا موقعہ ملا۔ اس گروپ کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ

"موجودہ مذہبوں کے اختلاف سامنے رکھتے ہوئے۔ کونسا مذہب ایسی تجویز پیش کر سکتا ہے کہ ان سب کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر ایک بلند پایہ اصول کے تحت جمع کر سکے"

اس موضوع پر میں نے کلام مجید کی تعلیم کو پیش کیا، جو بفضل ایزدی نہایت مؤثر ثابت ہوا، میں نے خدائے واحد کی ہستی پر ایمان اور نوع انسان کی مساوات پر اسلام کا نظریہ پیش کیا اور اس بات پر زور دیا کہ یہ وہ ... نظریہ ہے جو صرف اسلام نے پیش کیا ہے اور یہی ایک ایسا اصول ہے جس پر تمام مذاہب مشترکہ عمل کر کے دنیا میں امن وسلامتی پیدا کر سکتے ہیں۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس الٰہی پروگرام کو اپنانے سے ہی تمام مذاہب میں یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے۔ ۴ بجے سے لے کر ۸ بجے تک شکاگو کے باشندوں نے کانگریس مذکور کے مہمانوں کو اپنے گھروں میں مدعو کیا۔ مگر میں اس وقت کے لئے باہر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ مجھے عالی جاہ محمد نے اسلام پر لیکچر دینے کے لئے اپنے ہاں مدعو کیا ہوا تھا۔

عالی جاہ محمد کون ہے اور ان کے ہاں لیکچر کی کیا تقریب تھی اس کی تفصیل آئندہ ملاحظہ فرمائیے۔

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں (از صفحہ اول)

دیکھنے آئے اور برلن کی اسلامی زندگی سے دلچسپی کا اظہار کیا۔

جمعہ ۲۲ راگست۔ خطبہ جمعہ میں جس میں بہت سی مسلمان مائیں اور ان کے بچے شامل تھے، اسلام کی معاشرتی اور خانگی زندگی کو واضح کیا گیا اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے بارہ میں جو تعلق ہیں ان کی وضاحت کی گئی۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء

عرب ممالک میں تبلیغ

حضرت مسیح موعودؑ جن اغراض کے لئے مبعوث کئے گئے ان کو پورا کرنا آپ کی جماعت کا ایک ضروری فرض ہے، مامور ایک بیج ڈالنے کے لئے آتے ہیں، وہ اس کام کو شروع کرکے جوان کے ذمہ لگایا جاتا ہے، اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک جماعت بنا کر اس دُنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے تیئس سالوں میں توحید الٰہی اور اخوتِ انسانی کا جو عظیم الشان سبق پڑھایا اور اس کے لئے بہت سخت تکالیف اُٹھائیں، ایذائیں برداشت کرنی پڑیں، جنگوں تک نوبت پہنچی اور جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنی پڑیں، اس کے نتیجہ میں آپ کی زندگی تک صرف عرب کی سرزمین اس نورِ الٰہی سے منوّر ہوئی جس کو آپ لے کر آئے تھے، اور جونہی جزیرۃ العرب میں توحید الٰہی کا سکہ جم گیا اور شرک و بُت پرستی مٹ کر ایک خدا کی عبادت کا غلغلہ بلند ہو گیا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصالِ الٰہی کا پیغام آپہنچا، حالانکہ آپؐ کی دعوت تمام جہان کے لئے تھی، تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیراً، آپؐ دنیا جہان کے لئے نذیر بن کر آئے تھے، وما ارسلناک الا کافۃ للناس تمام انسانیت آپ کی دعوتِ رسالت کی مخاطب تھی، حقیقت یہی ہے کہ جو بیج آپؐ نے عرب کی سرزمین میں بویا، اس کی آبیاری اور اس کے پھل کو دنیا میں پہنچانا اُن لوگوں کے ذمہ تھا، جنہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ کے ساتھ ہو گئے، چنانچہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان لوگوں نے توحید الٰہی کا پیغام دُنیا کے کناروں تک پہنچا دیا، اور ان کی ہمتوں اور کوششوں سے بڑی بڑی سلطنتوں کو اسلامی جھنڈے کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا، اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ:-

" اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار برس زندگی پاتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو جاتے، دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ فتح عظیم جس کا آپ کے ساتھ وعدہ تھا حاصل کر چکے تھے رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً دیکھ چکے تھے الیوم اکملت لکم ہو چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اُن کو (حضرت ابوبکرؓ کو) محروم نہ رکھے بلکہ یہی چاہا کہ ان کو بھی ثواب میں داخل کرے"

یہی صورت دوسرے صحابہ اور خلفائے راشدین کی تھی، کہ اُن کو بھی ثواب میں شامل کرنے کے لئے اُن کے ذریعہ دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا اور بڑی بڑی عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔

حضرت مسیح موعودؑ جن اغراض کو لے کر کھڑے ہوئے ان کو پورا کرنے کا سامان اپنی زندگی میں مکمل کر دیا، اور ایک جماعت بنا دی کہ وہ اس سامان سے فائدہ اُٹھا کر آپ کی بعثت کی اغراض کو پورا کرے، وہ اغراض کیا ہیں، خود آپ ہی کی زبان سے سُن لیجئے فرماتے ہیں:-

" اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو دوسرے یورپ پر اتمام حجت کریں، عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں ایک بڑا حصہ ایسا ہو گا کہ اُن کو معلوم نہ ہو گا کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ آپ کو پہنچائیں اور اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہو گی ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ اُن کی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دُور جا پڑے ہیں ......" (ملفوظات احمدیہ حصہ اوّل)

ان دو بڑے ضروری کاموں میں سے ایک کی طرف تو ہماری جماعت نے اپنی استطاعت کے مطابق پُوری توجہ کی ہے اور کر رہی ہے یعنی یورپ پر اتمام حجت، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس جماعت کی مساعی کو اس نے بہت بڑی کامیابیاں عطا کی ہیں اور تثلیث پرستی اور الحاد کی وہ ظلمتیں جو ایک مدت سے یورپ کی سرزمین پر چھائی ہوئی تھیں آج اس جماعت کی کوششوں، قربانیوں اور ایثار کی وجہ سے دُور ہوتی چلی جا رہی ہیں اور نورِ توحید اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جس کا حال ان رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے جو امام صاحب ووکنگ کی طرف سے آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں۔

لیکن عرب میں تبلیغ کا کام ابھی تک شروع نہیں ہوا، بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ اس ضروری کام کی طرف ہماری جماعت کی توجہ بالکل منعطف نہیں ہوئی، حالانکہ اس کام کو بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا ہی ضروری قرار دیا تھا، جیسے یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام، حضرت مسیح موعودؑ نے اس کام کے لئے خود بہت بڑا سامان ہمارے ہاتھ میں دے دیا ہوا ہے، جس سے اگر فائدہ اُٹھایا جائے تو یہ کام ایک حد تک بہت سہل ہو جاتا ہے، وہ سامان آپ کی عربی تصنیفات ہیں، جن کو اگر عرب ممالک میں شائع کیا جائے تو وہ پیغامِ حق جو آپ لے کر آئے تھے، اور جس کو آپ نے کھول کھول کر ان کتابوں میں واضح کیا ہے بہت جلد ان لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے، اور بہت سے نفوس اس پیغام سے متاثر ہو کر جماعت سے وابستگی کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں، اس وقت بھی کئی لوگ ان ممالک میں موجود ہیں جو جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات سے متاثر ہیں، حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کی بعض کتابوں کے تراجم عربی زبان میں ہو چکے ہیں، حالانکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ حضرت مرحوم حضرت مرزا صاحب کے مریدین میں سے ہیں، اور یورپ میں تبلیغ اسلام کرنے والی جماعت حضرت ہی کے انفاس قدسیہ کا نتیجہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ عرب میں قبولیت کی صلاحیت موجود ہے، اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام اُن تک پہنچائیں اور آپ کی عربی تصنیفات کو کثرت کے ساتھ ان میں پھیلائیں تو بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

حال ہی میں ہماری انجمن نے آپ کی ایک چھوٹی سی کتاب حمامۃ البشریٰ چھپوا کر شائع کی ہے، جس کو عرب ممالک میں پھیلانے کے لئے جماعت کے کئی احباب نے متعدد کاپیوں کی قیمتیں ادا کی ہیں لیکن یہ تعداد بہت ہی کم ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک ایک عرب کے ہاتھ میں یہ کتاب پہنچائی جائے اور نہ صرف یہی کتاب بلکہ دوسری عربی تصنیفات بھی کثیر تعداد میں چھپوا کر عربوں میں تقسیم کی جائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ایک تقریر میں اس بات پر زور دیتے ہوئے اور اس کے لئے جماعت کو ایثار و قربانی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

" اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم کو اس قدر خزانے دیتا کہ ہم کو پروا بھی نہ رہتی مگر خدا ثواب میں داخل کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے یہ سب جو بیٹھے ہیں، یہ قبریں ہی سمجھو، کیونکہ آخر مرنا ہے، پس ثواب حاصل کرنے کا وقت ہے میں ان باتوں کو جو خدا نے میرے دل پر ڈالی ہیں سادہ اور صاف الفاظ میں ڈالنا چاہتا ہوں اس وقت ثواب کے لئے مستعد ہو جاؤ اور یہ بھی مت سمجھو کہ اس راہ میں خرچ کریں گے تو کچھ کم ہو جائے گا خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح سب کمیاں پُوری ہو جائیں گی من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ"

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ اور آپ کی یہ تحریک خاص توجہ کے قابل ہے۔ اس تحریک کو تکمیل تک پہنچانا جماعت کا ضروری فرض ہے، ضرورت ہے کہ ہماری انجمن کے آئندہ بجٹ میں عرب ممالک میں تبلیغ کی ایک خاص مد قائم کی جائے، تاکہ اس کام کو ایک منظم طریق سے باحسن وجوہ سرانجام دیا جا سکے، جیسے یورپ میں تبلیغ کا کام سرانجام پا رہا ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان ہے کہ یورپ پر اتمام حجت کے ساتھ عربوں کو بھی آپ کا پیغام پہنچانا ضروری ہے

"اور اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہو گی"

اخبارِ احمدیہ

جہانگیرہ مل میں مسجد کا افتتاح

محترم محمد الرحمٰن صاحب سیکرٹری جماعت پشاور لکھتے ہیں :—

مورخہ ۹/۸/۵۸ ۱۹ کو جہانگیرہ مل میں مسجد شطا کا افتتاح ہوا میاں آفتاب احمد صاحب فرزند شیخ عطاء اللہ صاحب مرحوم نے جو اس مل کے مینیجر ڈائرکٹر ہیں از راہ کرم احباب ضلع پشاور کو بھی اس مقدس تقریب میں شمولیت کی دعوت دی چنانچہ...... تیس کے قریب افراد پشاور سے بھی جہانگیرہ روڈ گئے۔ حضرت امیر قوم ایک دن پہلے وہاں تشریف لے آئے تھے۔ تمام دوستوں کو حضرت امیر قوم اور اپنے قابلِ احترام اور معزز نوجوان میزبان سے مل کر از حد مسرت ہوئی۔ صبح کا کھانا سب احباب نے اپنے واجب الاطاعت اور قابلِ احترام امیر کی معیت میں وہیں تناول کیا۔ ایک بجے کے قریب سب احباب مسجد تشریف لے گئے۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ کوئی پانچ سو کے قریب افراد ہوں گے حضرت امیر قوم کے داخل ہوتے ہی سب نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت امیر مصلّے پر تشریف لے گئے اور خطبہ شروع کیا۔ آپ کا یہ بلند پایہ خطبہ جو نبی کریم صلعم کی عظمت، تعلیم اور اخلاقِ حسنہ پر مبنی تھا بہت ہی مقبول ہوا، حاضرین کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کے دل محسوس کر رہے ہیں...... کہ یہی احمدی لوگ حقیقی مسلمان ہیں۔ حضرت امیر جب واپس جانے لگے تو تمام لوگ دو رویہ کھڑے ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کا اشتیاق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ کو مسجد سے نکلنے میں کافی وقت لگا۔ تین بجے کے قریب ہم دوبارہ اپنے مقدس امیر کی معیت میں میاں صاحب کے بنگلہ پر پہنچے۔ پھر احباب نے حضرت امیر قوم کی پاک مجلس سے اپنے آپ کو مستفیض کیا۔ حضرت امیر قوم نے میاں صاحب کو فرمایا کہ اب احباب پشاور تو واپس نہیں جا سکتے، جب تک ان کی مسجد پشاور کے لئے کچھ نہ دیں۔ آپ ۱۰۰۰/۲ روپیہ ان کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر ہم حیرت میں پڑ گئے کہ اس سعید فطرت نوجوان نے بغیر ایک لفظ کہے اپنے کارندے کو حکم دیا کہ ۱۰۰۰/۲ روپے کا چیک کاٹ کر ڈاکٹر عبد العزیز صاحب صدر جماعت پشاور کو دے دیں۔ سبحان اللہ کیا جذبۂ ایمان اور ایثار ہے۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ پھر چار نوجوان حضرت امیر قوم کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے ان کے نام یہ ہیں :—

(۱) بشیر احمد ولد ڈاکٹر فیض عالم خان ساکن دیب گران، حال پشاور۔

(۲) نذیر احمد ولد محمد داؤد ساکن دیب گران حال طالب علم ایف۔ ایس۔ سی ایڈورڈ کالج پشاور۔

(۳) عبد اللطیف ولد محمد شریف طالب علم جماعت دہم ساکن بازخیل پشاور

(۴) محبوب احمد ـــــ ساکن شیخ محمدی۔

مسجد کی امامت کے لئے ہمارے معزز اور نہایت متقی دوست فضل عالی خان مقرر ہوئے۔

پھر احباب پشاور حضرت امیر قوم اور اپنے معزز میزبان سے اجازت لے کر واپس ہوئے۔ یہ نہایت خوشکن منظر تھا، جس کی یاد ہمیشہ رہے گی۔

خان عبد العزیز خان کی روانگی

گذشتہ اشاعت میں یہ خبر درج اخبار ہونے سے رہ گئی کہ ۱۰ ستمبر کو خان عبد العزیز خان صاحب آف زیدہ، ضلع مردان، بعزم جرمنی، کراچی روانہ ہو گئے۔ جہاں سے ہوائی جہاز پر انگلستان پہنچ کر...... ووکنگ تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے جرمنی روانہ ہو گئے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ محترم خان صاحب کا نوجوان صاحبزادہ عبد النعیم خان بی۔ اے کا امتحان دینے کے لئے ان کی روانگی سے کچھ دن پہلے لاہور آیا تھا، اعصابی تکلیف کی وجہ سے کہیں چلا گیا، اور روانگی کے وقت تک باوجود تلاشِ بسیار اس کا کوئی پتہ نہ چلا، جس کا اثر فطرتاً خانصاحب کے دل پر تھا، تاہم اس بڑھاپے میں نوجوان بیٹے کی گمشدگی کے باوجود نہایت پختہ عزم کے ساتھ خدمتِ دین کے کام کو مقدم کرتے ہوئے انہوں نے وطن مالوف کو خیرباد کہا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے مقدس مشن میں کامیابی عطا کرے۔

ایک مُبارک تقریب

۱۸ ستمبر ۱۹۵۸ء کو جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائل پوری کی دختر نیک اختر زیب النساء بیگم کا نکاح مسٹر محمد انور ولد خان تعالیٰ داد خان صاحب ریٹائرڈ اکسٹرا اسسٹنٹ ڈائرکٹر زراعت کے ساتھ بعوض پانچ ہزار روپیہ حق مہر ادا ہوا پانچ ہزار روپیہ حق مہر کے عوض ایک قطعہ زمین کا انتقال دلہن کے نام چڑھا دیا گیا۔ خطبہ نکاح دلہن کے والد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے خود پڑھا۔ اسلامی نکاح کا فلسفہ بیان کیا گیا۔ جس کو حاضرین نے بے حد پسند فرمایا۔ اس شادی کی خوشی میں دولہا کے والد صاحب نے پچاس روپیہ اور دلہن کے والد صاحب نے پچاس روپیہ انجمن کے لئے مرحمت فرمایا، خدا قبول فرمائے اور اس رشتہ کو اسلام اور فریقین کے لئے باعث صد برکات کرے۔ آمین۔

بارات ہری پور ضلع ہزارہ سے آئی تھی جس میں بہت سے احمدی اور غیر از جماعت معززین شامل تھے۔

(خاکسار مرزا اورنگ زیب بیگ فیلڈ)

سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے والے نئے اصحاب

اڈیٹر صاحب پیغامِ صلح سلمہ ربہ۔ گذشتہ چند ماہ میں مندرجہ ذیل اصحاب بذریعہ بیعت حضرت امیر ایدہ اللہ داخل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے ہیں۔ ان کی فہرست درج اخبار فرما کر مشکور فرما دیں۔ والسلام۔

عبد اللہ جان

(۱) گلبدن بیگم صاحبہ .. .. بہار شریف (انڈیا)
(۲) منوہر لعل، بذریعہ میاں عبد الحق .. " " " "
(۳) مسٹر محمد یوسف .. .. " " " "
(۴) مسعود عالم .. .. " " " "
(۵) مسٹر سعید رضوانی .. .. " " " بمبئی
(۶) عبد القادر صاحب .. .. راستے سیتا دہلی
(۷) آربن آرنلڈ .. .. کیپ ٹاؤن۔ افریقہ
(۸) ابراہیم جیکب .. .. برج ٹاؤن "
(۹) اسمٰعیل پیکر .. .. التھون کیپ "
(۱۰) موسےٰ محمد صالح .. .. ام دامان سوڈان
(۱۱) اسٹیر واو لیولڈ تاتوو .. .. ایدان نائجیریا
(۱۲) لارڈ ناسں ولد عبد اللہ .. .. اوکس "
(۱۳) ابو محمد علوی .. .. زمبنگا جزائر فلپائن
(۱۴) مانگ پروجائی .. .. سالو " "
(۱۵) بنگ سی تنگ .. .. کینٹنگ " "
(۱۶) حاجی محمد یعقوب .. .. نواب شاہ سندھ
(۱۷) حاجی خان .. " " "
(۱۸) مستری فضل حسین .. " " "
(۱۹) پیر محمد اسحاق .. " " "
(۲۰) امتہ رکھا .. " " "
(۲۱) حبیب اللہ خان .. " " "
(۲۲) عبد الرحیم .. " " "
(۲۳) ممتاز حسین .. .. نواب شاہ (سندھ)
(۲۴) ظہور احمد .. .. اسمٰعیل آباد (ملتان)
(۲۵) شریف احمد .. " " "
(۲۶) بشیر احمد .. " " "
(۲۷) محمد سلیمان .. " " "
(۲۸) منور احمد خان .. " " "
(۲۹) غلام قریشہ .. " " "
(۳۰) لطیف مرزا .. " " "
(۳۱) امتہ دتا .. .. پیراں غیب "
(۳۲) الطاف حسین شمیم .. .. مزنگ بین بازار لاہور
(۳۳) محمد مجید .. .. وسن پورہ "
(۳۴) ملک عبد المجید .. .. ریلوے کالونی "
(۳۵) صلاح الدین .. .. کوٹ دادھا کشن ضلع لاہور
(۳۶) شیخ عبد المجید درویش .. .. کرتار پورہ راولپنڈی
(۳۷) نور الدین .. .. گوالمنڈی لاہور
(۳۸) ماسٹر نور محمد .. .. اوقتل رس بیلہ کراچی
(۳۹) غلام حسین .. .. ڈنڈوت ضلع جہلم
(۴۰) علی افتخار حسین .. .. پیپلیو کالونی لائل پور
(۴۱) ملک عبد القادر .. .. جھنگ
(۴۲) شیخ محمد نصیب قریشی .. .. "
(۴۳) مستری حبیب اللہ .. .. "
(۴۴) احمد حسین صاحب .. .. "

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہستی باری تعالےٰ پر ایمان اور خدا نمائی

حضرت مجدد زمان کا ایمان باللہ اور خدا نما زندگی

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما وينصرك نصرا عزيزا

انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلا۔ ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه اجرا عظيما۔

((الفتح رکوع ۱))

حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات اور آپ کے ساتھ لوگوں کا عشق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ایک دنیا جہ کے دلوں میں ہے، اور آج میلاد النبی صلعم کے موقعہ پر جگہ جگہ جلسے منعقد ہو رہے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق مقالے پڑھے جاتے اور تقریریں کی جا رہی ہیں، یہ اس لئے ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور آپ کی فتوحات ایسی ہیں کہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے نبی یا بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئیں، ان فتوحات اور کمالات نے دلوں پر قبضہ کر رکھا ہے اور آپ کی شخصیت کے ساتھ لوگوں کو عشق ہو گیا ہے اور وہ ایسا عشق ہے جو کبھی کسی انسان کو نصیب نہیں ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہایت پاکیزہ اور خوبصورت الفاظ میں بار بار کیا ہے، آج میں نے بھی اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم سے یہ آیات پڑھی ہیں جن میں آپ کی فتوحات اور کمالات کا ذکر ہے۔

نبوت اور رسالت کا مقام

رسالت اور نبوت کا مقام کیا ہے، اس سلسلہ کو اللہ تعالےٰ نے کیوں جاری کیا تھا اور رسول اللہ تعالےٰ کے سفیر ہیں جو اس کا پیغام لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ان جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا، نہ ان کانوں سے اس کی آواز سنی جا سکتی ہے، نہ ہمارے ہاتھ اسے ٹٹول سکتے ہیں لیکن خدا تعالےٰ کے یہ سفراء اور پیغامبر اس کی ہستی کا ہمیں یقین دلاتے ہیں۔

ماوراء المحسوسات حقائق

اس دنیا میں بھی کئی ایسی چیزیں ہیں جنہیں آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا نہ ہاتھوں اور کانوں کے ذریعہ انکی ماہیت معلوم ہو سکتی ہے، یہ بجلی کے پنکھے چل رہے ہیں، ان کا چلنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کے پیچھے ایک قوت ہے جو انہیں متحرک کر رہی ہے، لیکن اس قوت کی شکل و صورت کیا ہے اسکو ہم دیکھ نہیں سکتے، کسی کے سر میں درد ہوتا ہے ڈاکٹر اس کو دوائی دیتا ہے، لیکن درد کا نقشہ کیا ہے اسکو کوئی نہیں بتا سکتا، نہ آنکھوں سے اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔

دیا سلائی کے ایک کونہ پر کچھ مسالہ لگا ہوتا ہے سب جانتے ہیں کہ اس کے اندر آگ ہے جو ذرا سی رگڑ سے بھڑک اٹھتی ہے، لیکن یہ آگ جو دیا سلائی کے کونہ پہ جمع ہے، وہ دکھائی نہیں دیتی، غرض کچھ حقیقتیں ایسی ہیں جن کا علم حواس خمسہ کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ ایسی حقیقتوں کو ماوراء المحسوسات کہتے ہیں، جب ان کا علم حواس سے حاصل نہیں ہو سکتا تو اس بناء پر ان کے حق ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ماں کا جذبۂ محبت

اسی طرح سے اللہ تعالےٰ نے ماں کے اندر ایک جذبہ رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بچے کی خاطر ہر طرح کی قربانی کرتی اور سب کچھ گنوا لیتی ہے، ایک دفعہ ایک عورت کا بچہ ریل کی کھڑکی سے باہر جا پڑا، اس کی ماں نے بھی بغیر سوچے سمجھے کہ نتیجہ کیا ہوگا اور اس کی اپنی جان چلی جائے گی اسی وقت چھلانگ لگا دی، کیا یہ جذبہ جو ماں کے اندر ایسا جوش مارتا ہے، اس کا نقشہ کوئی کھینچ سکتا ہے، ہر ماں کے اندر یہ جذبہ بڑا زبردست ہے، ایک مرغی کے اندر بھی یہ جذبہ موجود ہے، جب ایک مرغی کے بچے کے قریب کوئی کتا یا بلی آ جائے، تو یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اس کا ایک ہی لقمہ ہے، پھڑک کر اور چیخ کر اس کے پیچھے پڑ جاتی ہے، اور شیرنی جب بچہ جنے تو کوئی اس کے قریب نہیں جا سکتا۔ یہ جذبات ایک حقیقت ہونے کے باوجود حواس کے احاطہ سے باہر ہیں۔ ان حقیقتوں کا علم ان کے اظہار سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان حقیقتوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ایک واقعہ دیکھنے میں آیا، ایک جنگ میں بہت سے قیدی ہاتھ آئے، اور جانتے ہو کہ جب ایسا موقعہ ہو تو ڈر کے مارے لوگ ادھر ادھر بھاگتے ہیں، اس وقت ماں بیٹے یا بہن بھائی کی بھی ہوش نہیں رہتی، قیام پاکستان کے موقعہ پر ایسے ہی ہونہار واقعات پیش آئے، کئی جانیں ضائع ہو گئیں، اور بھاگتے ہوئے لوگوں کو اپنے عزیز و اقارب کا کوئی ہوش نہ رہا لیکن حضرت کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت دشمن کے ساتھ قیدی ہو گئی اور اس کا دودھ پیتا بچہ اس سے جدا ہو گیا۔ جب قیدی جمع کر کے حضور کے سامنے پیش ہوئے تو اس عورت کو اپنا بچہ نظر پڑا، وہ دوڑی اور اپنے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور اس کو دودھ دیا اور اس طرح اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

خدا تعالیٰ کا جذبہ رحمت و شفقت ماں سے بڑھکر ہے

اس نظارے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس عورت کے متعلق کوئی خیال کر سکتا ہے کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ صحابہ رض نے کہا ہرگز نہیں، فرمایا خدا تعالےٰ اس سے بڑھ کر اپنی مخلوق سے رحم کا برتاؤ کرتا ہے وہ کس طرح پسند کر سکتا ہے کہ اس کو آگ کے اندر جھونک دے ماں کے اندر جو محبت کا جذبہ ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے، خدا نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے یعنی اس نے انسان کے اندر اپنی بعض صفات ودیعت کر رکھی ہیں، ان میں سے ایک جذبۂ محبت ہے جو اس نے ماں کو عطا کر رکھا ہے اور وہ خود ماں کی شفقت سے بھی زیادہ شفیق و رحیم ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا ایمان ہستی باری تعالےٰ پر

حضرت نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیغام لیکر آیا ہوں، یہ ایمان دلوں میں پیدا کرنے کے لئے کہ آپ فی الواقعہ خدا کی طرف سے آئے ہیں، آپ کو کچھ ثبوت دینے پڑے، اللہ تعالےٰ کی ہستی کے متعلق اور اس کا پیغمبر ہونے کے بارہ میں آپ نے ایسے زبردست ثبوت پیش کئے جن سے دل ایمان کی روشنی سے منور ہو گئے، تیرہ سال تک آپ نے مکہ میں ماریں کھائیں، یہ بہت لمبا عرصہ ہے، انسان اکتا جاتا اور دل چھوڑ دیتا ہے کہ کہاں تک ماریں کھاتا جائے لیکن اس لمبے عرصہ میں کبھی آپ نہیں گھبرائے۔

غار ثور میں ایمان باللہ کا نظارہ

آخر کار لوگوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے لیکن آپ اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہاں سے نکل گئے اور غار ثور میں جا کر پناہ لی، حضرت ابوبکر رض آپ کے ساتھ دشمن اس غار کے منہ پر پہنچ جاتا ہے، اب اس عرصہ [illegible]

کی حالت کو مشاہدہ کرکے یا تو آپ کے ساتھی کا ایمان جیتا رہے گا یا اور زیادہ بڑھ جائے گا، چنانچہ جب دشمن سر پر پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ بڑی فکر دامنگیر ہوئی کہ جس شخص کی خاطر سب کچھ چھوڑا، وہ اس وقت موت کے منہ میں ہے اور اس کی ہلاکت سے اسلام مٹ جائے گا، وہ کہتے ہیں ہم قد میہ لا بصرنا۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کی طرف دیکھتا تو اس کی نظریں ہم پر پڑ جاتیں لیکن ان حالات میں جبکہ موت سامنے کھڑی تھی بجائے گھبرا کر حواس باختہ ہونے کے حضرت فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا ڈرو نہیں اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی معیت اس کی تائید اور نصرت ہمیں میسر ہے اور فرمایا ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہو، ایسے نازک حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دلی کیفیت، اور آپ کی اس تلقین اور اس تسکین نے ابوبکرؓ کا ایمان بڑھا دیا، اور کیوں نہ بڑھتا ایسے خطرناک دشمن سر پہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص ہماری روایات کو تباہ کرنے والا، ہمارے اندر انتشار اور پھوٹ ڈالنے اور بھائی کو بھائی سے اور ماں کو بیٹے سے جدا کرنے والا ہے ان کے سر پہ ہوتے ہوئے آپ کو ذرا گھبراہٹ نہیں ہوتی اور نہایت اطمینان اور تسکین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ڈرنے کا کوئی مقام نہیں، اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے اور ایسا ہی ثابت ہوا، آپ کو خدا کی معیت حاصل تھی

جنگ اُحد میں ایمان باللہ کا نظارہ

اسی طرح جنگ اُحد میں جب مسلمان دشمن کے حملہ کی تاب نہ لاکر بھاگ اٹھے اور آپ اکیلے رہ گئے تو دشمنوں کے نرغہ میں ہونے کے باوجود ذرا نہیں گھبراتے اور پکارتے ہیں انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، کیا ایمان ہے، اکیلا ہے، لشکر بھاگا جاتا ہے اور ایک اکیلا شخص میدان میں کھڑا پکار رہا ہے۔

جنگ حنین میں ایمان باللہ کا نظارہ

پھر جنگ حنین کے موقعہ پر دشمن کی طرف سے تیروں کی برسات مسلمانوں پر ہوتی ہے، اور وہ بھاگ اٹھتے ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے ہوئے پکارتے ہیں الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ خدا کے بندو! ادھر آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، آپ کی اس پکار پر سب جمع ہو جاتے ہیں، اور شکست فتح سے بدل جاتی ہے، یہ آپ کے ایمان اور استقلال کا نتیجہ ہے۔

صحابہ کا ایمان

اس ایمان کو دیکھ کر دوسروں کے بھی دل نور ایمان سے منور ہو جاتے اور جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے، اُحد سے جب دشمن بھاگا تو حمراء الاسد کے مقام پر ابوسفیان نے ڈیرہ لگایا آپ باوجود یہ کہ زخمی تھے اور کئی ساتھی بھی زخموں سے چور چور تھے، تاہم آپ نے فرمایا کہ دشمن کا تعاقب کرنا چاہیئے اور آپ تعاقب میں نکلے، لیکن ابوسفیان وہاں سے پہلے ہی جا چکا تھا اس موقعہ پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم۔ زخمی ہونے کے بعد پھر یہ قوم اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتی اور نیکی اور تقوے سے کام لیتی ہے اور دشمن کا تعاقب کرتی ہے۔ یہ قوم ہے جس کے لئے اجر عظیم ہے، یہ وہ قوم ..... جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تیار ہوئی، کس قدر جانباز، کس قدر دانشمند، کس قدر عاقبت بین اور دور اندیش انسان ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس تعاقب سے ابوسفیان بھاگ گیا، یہ دور اندیشی اور ایسے مخالف حالات میں یہ جرأت و شجاعت یونہی نہیں آ جاتی جب تک خدا کی نصرت کا کھلا کھلا ہاتھ نظر نہ آتے، اور یہی چیز آپ کے ساتھیوں کے دلوں میں نور ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوئی، خدا نما تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہی مقصد ہے کسی نبی کے آنے کا کہ دلوں میں ایمان پیدا کر دے اور ان کو خدا کا مشاہدہ کرا دے۔

جنگِ احزاب میں معیت الٰہی کے مناظر اور آئندہ فتوحات کی پیشگوئیاں

پھر جنگ احزاب کے موقعہ پر خندق کھودتے ہوئے ایک چٹان آگئی جس کا ٹوٹنا مشکل تھا،... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی رپورٹ ہوئی، آپ کدال لیکر اٹھے، یہ شخص مرد بھی ہے تو وعظ ہی کرنا نہیں جانتا، مردانہ طاقت رکھتا ہے اور سخت ترین محنت کا کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہے، اس چٹان پر جا کر ضرب لگائی اس میں سے آگ نکلی، اور فرمایا میں نے ایران کو دیکھا ہے وہ فتح ہو گیا، پھر ایک ضرب لگائی، اور فرمایا روم فتح ہو گیا، پھر تیسری ضرب پر پتھر ٹوٹ گیا اور پھر فرمایا صنعا فتح ہو گیا، اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں اپنی آنکھ سے ان تینوں سلطنتوں کے محلات دیکھ رہا ہوں، جو میرے ساتھیوں کے قبضہ میں آئیں گے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، دشمن سے چھپ کر بیٹھنے کے لئے خندق کھود رہے ہیں۔ لیکن ایران اور روم جیسی عظیم سلطنتوں کے خواب دیکھ رہے ہیں، عدی بن حاتم عیسائی تھا جو مسلمان ہو گیا تھا، اس نے کہا کہ حضور نے میرے سامنے فرمایا کہ ان سلطنتوں پر مسلمان قابض ہونگے عدی کہتے ہیں میں ایران میں موجود تھا جب اس ملک کے خزانے میرے ہاتھ میں آئے ان لوگوں نے خدا کا مشاہدہ کر لیا۔ یہ وہ چیز ہے جس سے ایمان بڑھتا ہے ایسی بے کسی کی حالت میں جب دشمن اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت چڑھ کر آ رہا ہو، اور مدینہ سے باہر نہ نکل سکتے ہوں، اس قسم کی باتیں کرنا جو بعد میں پوری ہو گئیں خدا کی معیت اور اس کی دی ہوئی طاقت اور علم کے بغیر نہیں ہو سکتا، ایران کی سلطنت اس زمانہ میں بڑی مستحکم اور بڑی وسیع تھی، اس کی سرحدیں یونان تک پہنچی ہوئی تھیں، اور خود عرب کا ایک حصہ جس کو عراق کہتے ہیں ان کے قبضہ میں تھا، اتنی بڑی سلطنت کے متعلق کون کہہ سکتا تھا کہ وہ فی الواقعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے گی حضرت صلعم کے پاس خزانے نہیں، لشکر نہیں، سامان رسد نہیں، مکہ کے دشمن سے چھپتے پھرتے ہیں، اور ایران پر قبضہ کی پیشگوئیاں کر رہے ہیں، کیا یہ خدائی علم کے بغیر ہو سکتا ہے؟

کسریٰ کے کنگن سراقہ کے ہاتھ میں

سراقہ بن جعشم سے کہا کہ تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے، یہ شخص اس وقت جب آپ مکہ سے بھاگ کر مدینہ جا رہے تھے، آپ کو قتل کرنے کے لئے ایک تیز رفتار گھوڑے پر آیا، جب رستہ میں آپ سے ملا تو آپ نے اس پر غلبہ پا لیا، اس نے معافی مانگی، اور آپ نے معاف کر دیا، اس وقت کشف ہوا کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ نے پہنے ہوئے ہیں، جب اس سے کہا تو اس نے اپنی کلائیاں دکھائیں اور کہا کہ ان کلائیوں پر کسریٰ کے کنگن ان پر تو بکری کی طرح بال ہیں، یہ کہاں کسریٰ کے کنگنوں کے لائق ہو سکتی ہیں فرمایا کانی بک وسوار کسریٰ فی یدک میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا میں تیرے پاس ہوں اور کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھوں میں ہیں۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی حقیقت ہے جو اپنے وقت پر ظاہر ہو گی۔ لیکن بعد میں ایران فتح ہوا، کسریٰ کے کنگن بھی آئے، اس وقت حضرت عمرؓ نے ایک دربار لگایا اور وہ کنگن سراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور فرمایا الحمد للہ سلبھما من کسریٰ والبسھما سراقہ بن جعشم تمام تعریفیں خدا تعالےٰ کے لئے ہیں جس نے کسریٰ سے ان کنگنوں کو چھین کر سراقہ بن جعشم جیسے عرب بدو کو پہنا دیئے۔

نبیوں کی خدانمائی

یہ تھی خدا نمائی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقعہ خدا نما ہے، اور نبی کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو خدا کے قریب لے آتے، انہیں خدا دکھا دے جس کی وجہ سے دل نور ایمان سے بھر جائیں۔

حضرت موسےٰؑ کا ایمان باللہ اور خدانمائی

حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وجود سے بھی یہی نظر آ رہا ہے، جب وہ بنی اسرائیل کی ساری قوم کو لے کر مصر سے نکل آئے، تو فرعون نے جو بنی اسرائیل کا سخت ترین دشمن تھا، اور ان کو ہر طرح ذلیل اور پامال رکھنا چاہتا تھا، اپنے لاؤ لشکر کو لے کر ان کے تعاقب میں نکلا۔ جب کمزور آدمی زبردست آدمی کے سامنے بھاگے تو وہ بڑی شیخی مارتا ہے کہ یہ ہے کیا چیز، ہم ابھی اس پر قابو پا لیں گے، فرعون نے بھی کہا انا فوقھم قاھرون ہمارے سامنے یہ کیا چیز ہیں اور ان کی کیا حقیقت ہے، چنانچہ جب فرعون کے لشکر جرار نے ان کا پیچھا کیا تو بنی اسرائیل سمندر کے کنارے پہنچ چکے تھے، اب آگے سمندر ہے، پیچھے اتنا بڑا فرعونی لشکر آ رہا ہے، کوئی جائے فرار نہ رہی اسکو دیکھ کر قوم پکار اٹھی یموسےٰ انا لمدرکون اے موسےٰ ہم تو مارے گئے، اس وقت حضرت موسےٰ نے کہا کلا ان معی ربی سیھدین تم گھبراتے کیوں ہو، میرے ساتھ تو میرا خدا ہے وہ مجھے بچاؤ کا راستہ دکھائے گا، وہ جس نے تمہاری تربیت کے لئے مجھے مبعوث کیا ہے وہ چھوڑ نہیں دے گا، وہ ان دشمنوں سے تمہیں بچائے گا، جس طرح غارِ ثور میں رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ معنا ایسا ہی حضرت مجدد نے بھی ایسے ہی خطرناک حالات میں کمال سکینت اور اطمینان کے ساتھ کہا ان معی ربی سیہدین اور ایسا ہی ہوا، بنی اسرائیل بچ کر نکل گئے اور فرعون اپنے تمام لشکر سمیت غرق ہو گیا، بنی اسرائیل کو اور تو اور فرعون کو خدا نظر آ گیا، اس نے کہا کہ میں مانتا ہوں کہ خدا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ (انبیائے کرام) خدا نما ہوتے ہیں اور اپنے اعمال و افعال سے ثابت کر دیتے ہیں کہ خدا ہے۔

حضرت مجدد وقت کی خدا نمائی

جس طرح انبیاء خدا پر ایمان پیدا کرتے ہیں، ایسا ہی مجددین بھی جو ان کے نقش قدم پر اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں خدا نما ہوتے ہیں اور ہم نے خود اپنی آنکھوں سے ایک عظیم الشان مجدد کو دیکھا جس کے افعال سے خدا نظر آتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت مجدد زمان کے خلاف ایک دشمن نے ایسا مقدمہ چلایا کہ چالیس ہزار کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے، یہ وارنٹ امرتسر کی عدالت سے جاری ہوئے اور گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو بھیجے گئے، چالیس ہزار کے وارنٹ! ان دنوں ساری قادیان بیچکر بھی چالیس ہزار روپیہ دستیاب نہ ہوتا، ضلع گورداسپور میں ایک سپرنٹنڈنٹ تھے غلام حیدر، وہ حضرت کے مرید تو نہ تھے لیکن آپ سے عقیدت رکھتے تھے انہوں نے خود مجھے سنایا کہ جب وہ وارنٹ میں نے دیکھے تو پاس ہی انگیٹھی جل رہی تھی، میں نے اس میں پھینک دیئے، لیکن وارنٹوں کے اجراء کی خبر قادیان پہنچی تو لوگ کانپ اٹھے کہ اب کیا ہو گا، کوئی ایسی خبر حضرت کو سنانے کی جرأت نہ کرتا، مولنا عبدالکریم صاحب نے جرأت کر کے حضرت صاحب سے ذکر کر دیا، کسی اور کو یہ خبر سنائی جاتی تو اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ جاتیں، لیکن آپ اس خبر کو سن کر ہنس پڑے، اور فرمایا مولوی صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں کے لئے چاندی اور سونے کے کنگن پہنتے ہیں، ہم سمجھ لیں گے کہ خدا کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے، اللہ اللہ کیا عجیب گفتگو ہے، کیا ہمت ہے، کیا گردہ ہے، پھر...... تھوڑے سے وقفہ کے بعد چہرے پر جلال نمودار ہوا اور فرمایا مگر ایسا ہرگز نہ ہو گا خدا تعالے اپنے امورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ وارنٹ تو آگ کی نذر ہو گئے، اور مقدمہ ہو چلا تو اللہ تعالے نے اس میں آپ کو عزت کے ساتھ بری کیا۔

ایک اور مقدمہ کرم دین نے دائر کیا جو ایک متعصب آریہ مجسٹریٹ کے سپرد ہوا، میں بھی اس وقت گورداسپور گیا، اس آریہ مجسٹریٹ کا رویہ ایسا خطرناک تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ضرور فرد جرم لگا دے گا، جس دن اس نے حکم سنانا تھا، ہمارے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم اپنی جیب میں کئی ہزار روپیہ لے گئے تھے، کہ اگر جرمانہ کرے تو اسی وقت ادا کر دیا جائے، ادھر حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ ہماری فتح ہے، چنانچہ جب عدالت میں گئے تو عین اس وقت جب وہ حکم لکھنے والا تھا، اس کی تبدیلی کا حکم آ گیا اور اسی وقت اسے عدالت کو چھوڑنا پڑا، پھر اس کا تنزل ہوا، پھر اولاد برباد ہوئی، اسکو خدا کہتے ہیں، جو لوگ انکے پاس بیٹھے انہوں نے بھی خدا کو پا لیا اور دنیا جانتی ہے کہ کس قدر فتوحات انہیں حاصل ہوئیں، آریہ ناکام ہو گئے، عیسائی دم بخود ہو گئے، اور آج یورپ میں کس نے اسلام کے جھنڈے نصب کر رکھے ہیں، تمام اسلامی دنیا پہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے لوگوں کا سکہ بیٹھ چکا ہے، سب جانتے ہیں کہ یہ شخص ہے جس کے ذریعہ سے یورپ میں اسلام کی روشنی پھیلی۔

حضرت کے اعتقادات و خدمات کی مقبولیت

آپ کے تمام اعتقادات عین اسلامی اعتقادات تھے، آپ یقین کیجئے کہ جس کے سامنے آپ کے اعتقادات بیان کئے جائیں اسے ماننا پڑتا ہے کہ یہ اسلامی اعتقادات ہیں، ایبٹ آباد میں شیخ غلام قادر اینڈ کو کی کوٹھی میں کوئی ڈیڑھ دو سو آدمیوں کو چائے پر بلایا گیا اور ان کو حضرت صاحب کے حالات اور آپ کے اعتقادات سنائے گئے، اس کو سن کر لوگ بول اٹھے کہ یہ عین اسلامی اعتقادات ہیں، اسی طرح ملتان میں میاں فاروق احمد صاحب کی کوٹھی پر پڑھے لکھے لوگوں کو جمع کیا گیا، اور وہاں بھی میں نے حضرت کے حالات اور اعتقادات بیان کئے، جس پر سب نے خوشی کا اظہار کیا اور ایک بھی مخالفت کی آواز نہ اٹھی، پچھلے سال مری میں میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم نے پبلک لیکچر دینے کے لئے کہا، میں نے کہا مری میں پبلک لیکچر کئی ہو چکے ہیں کچھ فہمیدہ آدمیوں کو چائے پر بلایا جائے چنانچہ انہوں نے ایک ہوٹل میں بڑے بڑے آدمیوں کو بلایا، جن میں ہائی کورٹ اور فیڈرل کورٹ کے جج بھی تھے، اور بھی بڑے بڑے افسر تھے ان کو میں نے قرآن کی تعلیمات سنائیں، سن کر ان کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے اس کے بعد میں نے کہا کہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ پادری جب آتا ہے تو ادھر ادھر کی خوشنما باتیں کر کے چلا جاتا ہے، اور اپنے عقائد کے متعلق کچھ بیان نہیں کرتا، میں بھی ایسا کروں تو آپ کہیں گے کہ دیکھو جی اپنا اعتقاد چھپا لیا، میں اپنے اعتقاد بھی بیان کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے وضاحت سے سب کچھ بیان کیا، اس پر انہوں نے آوازیں بلند کیں کہ یہ اعتقادات برحق ہیں، بیگم شاہنواز نے بھی اٹھ کر ہمارے خیالات اور ہمارے کام کو سراہا، اور ۱۰۱ روپے کا چیک بھی دیا، ایک دوسرے شخص نے بھی ایک سو روپے کا چیک دیا، معلوم ہوا کہ ہمارے اعتقادات قرآن و حدیث کے مطابق ہیں، اور پڑھا لکھا مسلمان ان پر اعتراض نہیں کر سکتا، بلکہ ان نظریات کو سن کر اور یہ سن کر کہ یورپ میں ہماری جماعت نے مسلم مشن قائم کر رکھے ہیں لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔

جہانگیرہ روڈ میں کامیاب لیکچر

ابھی چند دن ہوئے جہانگیرہ روڈ کی انڈسٹریل مل میں وہاں کی مسجد کے افتتاح کے لئے میں گیا، اس موقعہ پر کوئی چھ سو مقتدی ہوں گے جنہوں نے میرے پیچھے نماز جمعہ ادا کی، میں نے وہاں بھی اپنے اعتقادات اور کاموں کو بیان کیا، ان میں سے تیس سرکردہ آدمیوں نے میری دعوت کا خاص انتظام کیا، وہاں میں نے زیادہ وضاحت سے سلسلہ کی سب باتیں بتائیں، ان میں سے ایک ساٹھ سالہ انجینئر ہیں وہ اٹھے اور کہا کہ آج ہم پر روشن ہو گیا، کہ آپ کے خیالات صحیح ہیں، اور آپ کا کام بھی نہایت اعلیٰ ہے، ایک اور نوجوان اٹھا جس کی عمر پچیس سال ہو گی، اس نے بھی ہماری تائید کی، پھر میں نے ان سب سے پوچھا کہ یہ کام جو ہم کر رہے ہیں پسند کرتے ہو؟ سب نے کہا کہ اس سے بہتر کام نہیں ہو سکتا، میں نے کہا اگر یہ اچھا کام ہے تو اس میں شرکت اختیار کرو، چنانچہ ان تیس آدمیوں نے مل کر جو ماہوار چندہ لکھوایا وہ ایک سو چالیس یا ایک سو پچاس روپے ماہوار بنتا ہے، ان لوگوں کی ایک کلب ہے، اس میں ایک لائبریری بھی ہے۔ اس لائبریری کے لئے انہوں نے ایک ہزار روپے کی کتب ہمارے دفتر سے خریدنے کا آرڈر دیا ہے۔

جماعت کے کام اور اعتقادات دوسروں کو پہنچاؤ

یہ کام جو ہم کر رہے ہیں اس کو دنیا قبول کرنے کے لئے تیار ہے، آپ کو چاہئے کہ اس کو دوسروں تک پہنچاؤ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ان اللہ یبعث علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا، جب امت دین کے بارہ میں سست ہو جائے گی، یا دین میں غلطیاں آ جائیں گی تو اس کی سستیاں دور کرنے کے لئے خدا نے انتظام کر رکھا ہے کہ ایک مجدد کو بھیجا کرے، لوگوں نے پچھلے زمانہ میں مجددین کو دیکھا، اس زمانہ میں ہم نے بھی ایک مجدد کو دیکھا اور میں بتا چکا ہوں کہ اس نے کیسا عظیم الشان کام سرانجام دیا، آپ کا یہ کام ہے کہ لوگوں کو بتاؤ کہ مجدد وقت کے کیا اعتقادات تھے اور انہوں نے ہمیں کس راہ پر ڈالا ہے۔

رسول کریمؐ کی عزت و توقیر کا حکم قرآن میں

جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں فرمایا ہے انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً ہم نے تجھے شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے لتؤمنوا باللہ ورسولہ تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وتعزروہ اور اس کی اعانت کرو، خدا کو تمہاری اعانت کی ضرورت نہیں لیکن نیکی میں شامل کرنے اور اس کا اجر دینے کے لئے تحریک کی ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم اگر تم اللہ کی یعنے دین اللہ کی امداد کرو گے تو اللہ تعالے تمہاری امداد کرے گا وتوقروہ اور ہمارے رسول کی توقیر دلوں میں بٹھاؤ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی، اور اس کی تسبیحیں کرتے رہو۔

صحابہؓ کا ایمان اور بیعت رضوان

پھر فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم جن لوگوں نے تیرے ہاتھ پہ بیعت کی ہے انہوں نے اللہ

(باقی صفحہ ۱۲ پہ اشتہار کے نیچے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض روحانی تا قیامت جاری رہے گا

حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج کہ امت محمدیہ سے باہر قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۸ء فرمودہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و امنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و یجعل لکم نوراً تمشون بہ و یغفر لکم واللہ غفور رحیم ۔ لئلا یعلم اہل الکتاب الا یقدرون علی شیء من فضل اللہ و ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ——— (الحدید - آیت ۲۹)

نبی کریم صلعم کا بلند مقام

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام اور آپ کی علو شان پر دلالت کرتی ہیں، اور بتاتی ہیں کہ آپ کا مقام انبیاء علیہم السلام میں اس قدر بلند ہے کہ اس تک نہ کوئی پہنچ سکا، نہ پہنچ سکتا ہے، اور یہ کہ آپؐ کا فیض روحانی، آپؐ کی قوت قدسی کی تاثیریں اور آپؐ کے کمالات کی وراثت قیامت تک جاری و ساری ہے۔

ترجمہ آیات

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:- اے وہ لوگو جو اپنے آپ کو ایماندار کہتے ہو، مومن کے لقب سے اپنے آپ کو ملقب کرتے ہو، اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، تمہیں اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے ایک نور پیدا کرتا رہیگا جس کی روشنی میں تم اپنی زندگی کے راستے مقرر کر لوگے اور صحیح مسلک پر چل سکوگے۔ اور تمہیں اپنی حفاظت میں لے آئے گا اور تمہاری اصلاح کے سامان کر دے گا وہ بڑا حفاظت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے یہ اس لئے ہے کہ تمام دیگر اہل کتاب یعنی جس قدر بھی آسمانی کتابیں دنیا میں نازل ہوئیں ان کے ماننے والے اس حقیقت کو جان لیں، کہ وہ اللہ کے فضل میں سے اب کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے، اور کہ یقیناً فضل اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے۔

تقویٰ اللہ کیا ہے؟

بہت سا حصہ ان آیات کا ترجمہ ہی سے واضح ہو گیا ہوگا اور اس مضمون کا پتہ لگ گیا ہوگا جو ان کے اندر بیان کیا گیا ہے مزید سمجھنے کے لئے میں کسی قدر تفصیل بیان کر دینا ہوں، پہلی چیز جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ اتقوا اللہ ہے یعنی مومنوں کو تقوےٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، عربی زبان میں تقوےٰ کے معنے ہیں صالح چیز بنا کر بچاؤ چاہنا، ڈھال بنا لینا، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے ڈھال بناؤ، اور یہ بڑا واضح امر ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ڈھال بنانا یا اپنے بچاؤ اور اصلاح کا ذریعہ خدا کو قرار دینا اس کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ جو اوامر اور ہدایات اللہ تعالےٰ نے اصلاح نفس کے لئے بتلائی ہیں اُن پر پوری طرح سے کاربند ہوا جائے اور جن قابل اجتناب باتوں سے روکا ہے ان سے کنارہ کشی کی جائے۔

رسول صلعم پر ایمان

دوسری بات اس کے ساتھ ہی یہ فرمائی کہ امنوا برسولہ اس کے رسول پر بھی ایمان لاؤ، حالانکہ یا ایہا الذین امنوا میں جن لوگوں کو خطاب ہے وہ تو پہلے سے ہی رسول پر ایمان لائے ہوئے ہیں کیونکہ امنوا میں وہ شامل ہی نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کے رسول پر بھی ایمان نہ لائیں، باوجود اس کے یہاں رسول پر ایمان لانے کا پھر حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے، اس نے اس کتاب (قرآن کریم) کو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے ہادی بنا کر بھیجا ہے اور وہ تمام امور جو قیامت تک پیش آنے والے تھے، ان کی رہبری اس پاک کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات میں کر دی گئی ہے، لیکن خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ مسلمان کہلانے والے رسول پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھیں گے اور حسبنا کتاب اللہ ان کی زبانوں پر ہوگا۔

کتاب اللہ پر چلنا رسول سکھاتا ہے

یہ سچ ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور اس کی تعلیمات میں سب کچھ موجود ہے، لیکن حسبنا کتاب اللہ کے معنے غلط سمجھے گئے ہیں، رسول کتاب سے الگ نہیں ہو سکتا، اس کتاب پر چلنے کا طریق بتانا رسول کا ہی کام ہے، جس طریق سے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چلے، اس کو اختیار کئے بغیر چارہ نہیں اگر اس طریق سے الگ ہو کر یہ خیال کریں کہ ہم کسی طریق کو چاہیں اس پر کاربند ہو جائیں تو یاد رکھیں وہ طریق کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچائے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی شخص کسی طریق کو اختیار کرے گا اور کوئی . . . . کسی اور طریق کو۔

صداقت حدیث پر عملی شہادت

اسلام ایک عملی مذہب ہے، اور اس کی شہادت واقعات سے ملتی ہے، میں نے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ حدیث کی صداقت کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے جو لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے چلے آئے وہ بڑے بڑے خدا رسیدہ، اولیا اور مجدد بن گئے، انہوں نے قرآن کریم پر اسی طرح عمل کیا جس طرح سنت رسول اللہ صلعم سے ثابت تھا اور اسی کو انہوں نے اپنا اسوہ بنایا، اور اسی ذریعہ سے خدا کا قرب حاصل کیا، انکے مقصود کا حصول احادیث کی صداقت پر عملی اور ناقابل تردید شہادت ہے۔

نبی کریم صلعم کا فرمان

حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں بھی بعض لوگوں نے یہ طریق اختیار کر لیا کہ ساری ساری رات نفل پڑھتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس طریق کو ناپسند فرمایا، کسی نے آپؐ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کے متعلق تو خدا تعالےٰ نے فرما دیا ہے کہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر لیکن ہماری تو یہ شان نہیں اس لئے ہمیں تو دن رات عبادت میں ہی مشغول رہنا چاہیئے، آپ اس پر بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا تم دیکھتے نہیں کہ میں تہجد بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، اور تمام حقوق دنیوی جو انسان پر واجب ہیں ان کو پورا کرتا ہوں، میں ان سب باتوں کے باوجود اوّل المسلمین ہوں، تمہیں چاہیئے کہ تم میرے نمونہ کی پیروی کرو، میری سنت کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا گمراہی ہے، میں نور ہوں، جب تک میرے پیچھے نہ چلوگے رستہ نہیں پا سکتے۔

سنت نبوی کتاب اللہ میں شامل ہے

اس سے ثابت ہوا کہ سنت نبوی پر عمل حقیقتاً کتاب اللہ پر عمل ہے اور یہ کہ سنت نبوی کتاب اللہ میں شامل ہے خدا تعالےٰ نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کا جو حکم دیا ان احکام پر جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاربند ہوئے وہی صحیح طریق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے حضورؐ

صلعم کے خلق کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کان خلقہ القرآن۔ یعنی قرآن کریم میں جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے اُن پر آپ کا عمل تھا اور جن سے رکنے کا حکم ہے اُن سے آپ رکتے تھے،

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طریق پر آنحضرت صلعم کی زندگی میں نفوس لِلّٰہ کا نظارہ نظر آتا ہے وہی طریق صحیح ہے۔ اس کے خلاف راہ اختیار کرنا ضلالت اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے واقعات سے بھی یہی ثابت ہے کہ سنت نبوی کو چھوڑنے والوں میں سے ایک بھی قرب الٰہی کو حاصل نہیں کر سکا۔

رحمت الٰہی کے دو حصے

پھر رسول پر ایمان لانے کا حکم دیکر فرمایا یوتکم کفلین من رحمتہ اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا، دنیا میں بھی ان کو اچھی زندگی دے گا اور آخرت میں بھی وہ اللہ تعالےٰ کی نعماء اور رحمتوں کے وارث ہوں گے۔

ظلمت کے زمانہ میں نور کا آنا

پھر فرمایا ویجعل لکم نوراً تمشون بہٖ ایک روشنی اللہ تعالےٰ تمہارے لئے پیدا کرتا رہے گا جس کے ذریعہ تم صحیح رستہ پر چل کر اپنی زندگی بہتر بنا سکو گے، یہ روشنی دو قسم کی ہے ایک تو وہ روشنی ہے جو ہر اس مومن کو انفرادی طور پر ملتی ہے جو قرآن اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتا ہے اور دوسری روشنی اس وقت مسلمانوں کو عطا ہوتی ہے جب وہ کتاب اللہ پر عمل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا چھوڑ دیں اور روحانی طور پر ظلمت کا زمانہ آجائے، اس وقت اللہ تعالےٰ کی یہی سنت ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا ہے جو مجسم نور ہوتا ہے۔ اور خدا کے اس عطا کردہ نور سے اس ظلمت کو نور بنا دیتا ہے کیونکہ نور کے معنے منور کے بھی ہیں یعنے روشنی دینے والا، گویا اس آیت میں مسلمانوں کو یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ جب بھی ان میں ظلمت کا دور آئے گا اللہ تعالےٰ انہی میں سے ایک روشنی دینے والا شخص پیدا کر دے گا جو خود عامل بالقرآن اور عامل بالسنتہ ہونے کے علاوہ دوسروں کے دلوں کو بھی ایمان کی روشنی سے منور کر دے گا اور ہر قسم کی ظلمت کو جس کے شکار اس زمانہ کے لوگ ہو رہے ہوں گے پاش پاش کر دے گا اور اللہ تعالےٰ کے وعدہ یخرجھم من الظلمات الی النور کو پورا کر کے دکھلا دے گا یہ سب کچھ اس لئے کہ نور کا تعلق نور کے وعدہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کی طرف سے، اس پر نور نازل ہو رہا ہوتا ہے کیونکہ اس نے قرآن اور سنت نبوی پر کامل طور پر عمل کر کے اپنے اندر نور پیدا کر لیا ہوتا ہے اور اس طرح اپنے ... آپ کو اس قابل بنا لیا ہوتا ہے کہ خدا کا نور اس پر نازل ہو وہ ایک روشنی کا مینار ہوتا ہے جو دکھلا دیتا ہے کہ کس جگہ تمہاری روحانیت کا جہاز گمراہی کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا، اس کا وجود خدا کی ہستی کی دلیل ہوتا ہے، خدا کا وعدہ ہے کہ جب دنیا پر ظلمت آئے گی تو وہ نور پیدا کر دے گا،

دجال کا فتنہ عظیم اور آمد مسیح

اس وعدہ کے مطابق ہمیشہ اس امت میں اولیاء اور مجددین آتے رہے جس جس زمانہ میں جس قدر ظلمت پھیلی اسی مناسبت سے نور آیا، آج ہمارے زمانہ میں ظلمت کمال کو پہنچ گئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے دجال شیطان کا مظہر اتم ہے، اس کے مقابلہ کے لئے اتنی بڑی روحانی قوت کا آدمی آئے گا کہ وہ اس فتنہ کو پاش پاش کر دیگا وہ اس دجالی فتنہ کی اصلاح کے لئے مسیح ہوگا اور مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لحاظ سے مہدی ہوگا۔ اس کا کام دجالی فتنہ کا مقابلہ کرنا اور زمانہ کی ظلمت کو نور میں تبدیل کر دینا ہے۔

مسیح موعود اماِمکم منکم کا مصداق ہے

یہ وہ فتنہ تھا جس کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ویجعل لکم نوراً تمشون بہٖ وہ نور مسیح موعود کی شکل میں نازل ہوا جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اماِمکم منکم وہ تم میں سے ہی تمہارا امام ہوگا۔ امام کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:- الامام جنۃ یقاتل من ورائہ امام ڈھال ہوتا ہے اس کے پیچھے ہو کر ہی انسان ظلمت و گمراہی سے بچ سکتا ہے۔ امام کو ڈھال سے تشبیہ دینے کا صاف مطلب یہی ہے کہ اس کے زمانہ میں اسی کی پیروی کرو اگر کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہو۔ اللہ تعالےٰ تیرہ سو سال سے اپنے اس وعدہ کو پورا کرتا آیا ہے کہ ہر صدی میں کوئی نہ کوئی مصلح بھیجتا رہا، لیکن ایک خاص مصلح اور خاص مامور من اللہ کے متعلق وعدہ تھا کہ وہ چودھویں صدی میں آئے گا جو مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب ہوگا اور یہ وعدہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وجود میں پورا ہوا، وہ اسی نور کو لے کر آیا جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یجعل لکم نوراً تمشون بہٖ اس نے دنیا کو دعوت دی کہ

آؤ لوگو یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

جماعت احمدیہ میں خدمت اسلام کا بے لوث جذبہ

وہ کہتا ہے اگر تم نے نور حاصل کرنا ہے تو میرے پاس آؤ، اور جو اس کے پاس گئے انہوں نے وہ نور حاصل کیا، اسلام کی خدمت کا وہ جذبہ جو آج اس کے ماننے والوں میں پایا جاتا ہے، وہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے دوسرے لوگ جو خدمت دین کا دعوےٰ کرتے ہیں، ان کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ وہ دین کو دنیا کے لئے حاصل کریں گے یعنے خدمت دین سے اُن کی غرض دنیوی اقتدار حاصل کرنا ہے، اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی کئی جماعتیں خدمت دین کی آڑ میں دنیوی اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں لیکن یہی ایک شخص ہے جس کی دینی خدمات میں دنیاوی اغراض کا شائبہ تک نظر نہیں آتا اس کی خدمات بالکل بے لوث اور خالصتہً لِلّٰہ نظر آرہی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے اسلام کے روحانی پہلو کو نمایاں کیا

علاوہ ازیں آجکل تعلیم اسلام پر لکھنے والے صرف انہی امور پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کا تعلق خالصتہً دنیوی زندگی کے ساتھ ہے لیکن اسلام کے روحانی پہلوؤں کو نمایاں کرنے والا اگر کوئی شخص اس زمانہ میں ہمیں نظر آتا ہے تو وہ وہی شخص ہے جس کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے خدا کی بیشمار برکتیں اور رحمتیں اس کی روح پر نور پر نازل ہوتی رہیں اس نے قرآن کریم اور رسول کریم صلعم کی محبت اور اطاعت میں فنا ہو کر نہ صرف خود ان تمام کمالات روحانیہ کو حاصل کیا جن کا حصول ایک کامل امتی کے لئے ممکن ہے بلکہ ہزاروں کو صاحب کمالات بنا دیا آپ کے بالمقابل سب نے دنیوی پہلو پر ہی نظر رکھی۔ لیکن وہ جو خدا کے قرب کی راہ تھی اس کو بھول گئے۔

امت محمدیہ میں ایمان پیدا کیا

حضرت مرزا صاحب امت محمدیہ میں ایمان پیدا کرنے کے لئے آئے تھے، سو انہوں نے کر دیا جس کا ثبوت وہ قربانیاں ہیں جو آپ کے پیرو اشاعت اسلام کی راہ میں کر رہے ہیں اور جس کا اقرار دوست و دشمن سب کو ہے۔ انہوں نے اسلام کا خوبصورت چہرہ دنیا کو دکھایا۔ وہ کہتے ہیں دیکھو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تاثیریں آج تک ختم نہیں ہوئیں میں اس کا مجسم ثبوت ہوں کہ آپ کی متابعت میں میں نے خدا کو پا لیا، میرے پاس آؤ میں خدا کو ملا دوں گا۔

جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں

یہ ایک شخص تھا جس کے نور نے ظلمت کو پاش پاش کر دیا، آج اس کی جماعت یجعل لکم نوراً تمشون بہٖ کی مصداق ہے، انہوں نے اس نور سے حصہ لیکر خدمت دین کے لئے اپنے اموال قربان کر دیئے روپیہ بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے، لیکن وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر اپنی کمائی میں سے خدمت دین کے لئے دیتے چلے جاتے ہیں۔

تباہی کی کوشش اور حفاظت الٰہی

اس کے بعد ایسے لوگوں کے لئے یغفر لکم میں جو کامل حفاظت کا وعدہ الٰہی ہے وہ بھی حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے حق میں پورا ہوا۔ ان کو تباہ و برباد کرنے کی بڑی کوششیں کی گئیں، خود حضرت مرزا صاحب کو قتل کرنے کی سازشیں کی گئیں، قتل عمد کے مقدمات بنائے گئے، کفر کے فتوے دیئے گئے اور ہر طرح ذلیل اور بدنام کرنے کا سامان کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ یغفر لکم کے مطابق ہمیشہ ہر قدم پر آپ کی حفاظت کی، آپ کی جماعت کو بھی تباہ کرنے کی کتنی ہی کوششیں ہوئیں، مولوی ظفر علی خاں اور احرار نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ حملے پر حملے

گئے۔ کئی ایک مارا پیٹا گیا، بعض کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن اس جماعت کو جو تبلیغ حق کے لئے کھڑی ہوئی تھی مٹا نہ سکے، تمام مذاہب چاہتے تھے کہ اس کو مٹا دیا جائے لیکن وعدہ لیغفر لکم کے ماتحت خدا اس کی حفاظت پر ہمیشہ کھڑا رہا اور دشمنوں اور حاسدوں کی تمام ایسی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ جو لوگ اس نور کے پیچھے چلتے ہیں ان کی کوششوں کے مطابق انہیں کامیابی کا رستہ ملتا چلا جاتا ہے، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی متابعت کا نتیجہ ہے کہ اس نور سے حضرت مرزا صاحب کو کامل حصہ ملا۔

تمام الہامی مذاہب کو زبردست چیلنج

اس کے بعد ایک اور زبردست چیلنج ہے جو تمام الہامی مذاہب کے پیروؤں کو دیا گیا ہے اور وہ آیت کے الفاظ لئلا یعلم اھل الکتاب الا یقدرون علیٰ شئی من فضل اللہ میں پایا جاتا ہے یعنی تمام اہل کتاب جان لیں کہ وہ اس نور کو حاصل نہیں کر سکتے اب وہ نور تمام امتوں سے واپس لیا گیا ہے اور صرف امت محمدیہ کے لئے اسے خاص کیا گیا ہے۔

خاتم النبیین کا فیض تا قیامت جاری ہے

یہی معنے خاتم النبیین کے ہیں، ہر نبی کی دو عمریں ہوتی ہیں ایک بشریت کے لحاظ سے جو چند سال زندگی بسر کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، اور دوسری عمر اس کے فیض روحانی کی عمر ہوتی ہے جو اس وقت تک رہتی ہے جب تک اس کی متابعت سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے، تمام انبیاء کی جسمانی اور روحانی عمریں ختم ہو چکیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی عمر ختم ہو گئی لیکن آپ کی روحانی عمر تا قیامت ختم نہیں ہو گی کیونکہ آپ کا فیض روحانی کبھی ختم نہیں ہو سکتا اب آپ ہی کے سایہ میں وہ نور حاصل ہو سکتا ہے جو الٰہی قرب کی راہیں دکھاتا ہے۔

اطاعت رسول سے باہر قرب الٰہی نہیں مل سکتا

لئلا یعلم اھل الکتاب الا یقدرون علیٰ شئی من فضل اللہ میں تمام اہل کتاب کیلئے چیلنج ہے کہ وہ اٹھیں اور ثابت کریں کہ قرآن سے باہر رہ کر انہوں نے خدا کو پا لیا، آج مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے سوائے کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے غیر مذاہب کو یہ چیلنج دیا ہو، کہ اگر خدا اسے ملنا چاہتے ہو، تو محمد رسول اللہ صلعم کی متابعت کے سوائے تمہارے لئے اور کوئی دروازہ کھلا نہیں، آپ نے فرمایا میں تمام دنیا کے ہندوؤں، سکھوں، یہودیوں، عیسائیوں وغیرہ سب کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے باہر رہ کر ...... اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کر سکتا ہے تو وہ آئے اور میرے مقابلہ میں آ جائے تا دنیا دیکھ لے کہ قرب الٰہی کی علامات کس میں پائی جاتی ہیں، غرضکہ قرآن کریم کے اس چیلنج کی صداقت اگر ثابت ہوئی ہے تو صرف حضرت مرزا صاحب کے وجود سے ہی ثابت ہوئی ہے، اگر حضرت مرزا صاحب نہ آتے تو قرآن کریم کا یہ دعوے کہ دیگر اہل کتاب خدا کے اس فضل کو حاصل نہیں کر سکتے بغیر دلیل کے رہتا۔

بہائیوں کو بھی مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی

یہ زمانہ علمی روشنی کا ہے، لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ موجودہ علمی روشنی کے سامنے اسلام ٹھہر نہیں سکتا اسی لئے بہائیوں نے بھی یہ کہہ دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ختم ہو گیا، اب نئی شریعت کی ضرورت ہے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض اب بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا اور آپ کی تربیت کے بغیر کوئی شخص خدا تک پہنچ نہیں سکتا حضرت مرزا صاحب کے چیلنج کے مقابلہ میں بہائی لیڈروں کو بھی میدان مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی حالانکہ عبدالبہاء زندہ تھے اور حضرت اقدس کی وفات تک زندہ رہے۔ حضرت نے یہ ثابت کر دیا کہ امت محمدیہ سے باہر یہ فضل نہیں مل سکتا وان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے اس کی مشیت یہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی متابعت ہی میں اس فضل کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ان سے کہدو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو، تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

ایک ہی شخص جس نے رسول اللہؐ کے فیض کو جاری قرار دیا

تو یہ وہ مقام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، تیرہ سو سال سے ہم اس مقام کی شعاعیں دیکھ رہے ہیں۔ آج بھی ہم نے اسی مقام سے روشنی پائی، حضرت مرزا صاحب کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے ہی اس مقام عالی کا ہمیں پتہ بتایا اور اسی نور کی طرف توجہ دلائی، کسی دوسرے مسلمان کو اس کی توفیق نہ ہوئی، حالانکہ بڑے بڑے عالم ان میں پائے جاتے ہیں، لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ لوگوں کو اس نور کی طرف بلاتا، ایک ہی شخص آج اٹھا ہے جس نے دنیا کو بتایا کہ خدا کا فضل اگر مل سکتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں آ کر، اس سے باہر رہ کر نہیں مل سکتا مسلمان تو مایوس ہی ہو چکے تھے چنانچہ جلسہ اعظم مذاہب میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی اپنا مضمون پڑھا اور اس میں صاف کہا کہ پہلے مسلمانوں میں اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے، مگر اب کوئی نہیں، سب زیر زمین دفن ہو چکے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون بھی پڑھا گیا آپ نے اس میں بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض روحانیت ختم نہیں ہوا چنانچہ آپ کی متابعت سے اب بھی ولایت عظمیٰ کا مقام حاصل ہو سکتا ہے جس کا میں بذات خود شاہد ہوں، یہ نعمت اسلام میں اب بھی جاری ہے اور یہی اسلام کا امتیازی نشان ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عظیم الشان معجزہ

اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مادی زندگی میں ہی انقلاب پیدا نہیں کیا بلکہ روحانی زندگی میں بھی اور قیامت تک آپ کی تاثیرات جاری رہیں گی جیسا کہ فرمایا و آخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی بعد میں آنے والے بھی آپ ہی کے فیوض روحانی سے مستفیض ہوتے رہیں گے اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود کو یہ فیض روحانی کثرت سے ملا، جس نے دجالی فتنہ کو پاش پاش کر دیا یہ نبی کریم صلعم کا عظیم الشان معجزہ ہے امتی کی کرامت نبی متبوع کا معجزہ ہوتا ہے کیونکہ اسی کے فیض روحانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اس نور کو دنیا میں لے جاؤ

بہرحال یہ آیت بتاتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی معنوں میں خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کا فیض روحانی قیامت تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس نور کو دنیا میں لے جائیں۔ حضرت مرزا صاحب کی تمام دنیا کے واقعات کے متعلق پیشگوئیاں ہیں جو وقت آنے پر سچی ثابت ہوئیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ دنیا کو ان سے روشناس کریں، اور دین کو پھیلانے کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں، دنیوی تکالیف جس قدر بھی پیش آئیں ان کی پروا نہیں دین کے پھیلانے میں دنیوی تکالیف ہماری راہ میں حائل نہ ہونے پائیں۔

جائدادوں کی وصیت کا حکم

حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں اشاعت اسلام کے لئے اپنی جائدادوں کی وصیت کرنے کی تحریک کی اور فرمایا کہ دسواں حصہ جائدادوں کا خدا کی راہ میں دے دو اس کے انتظام کے لئے آپ نے انجمن بنائی، اور فرمایا کہ میرے بعد اس انجمن کے تمام فیصلے جو کثرت رائے یا اتفاق رائے سے ہوں قابل عمل ہوں گے۔

غریبوں کا جذبہ

لیکن جماعت میں مالی قربانی کا جذبہ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ لوگ جن کے پاس جائدادیں نہ تھیں انہیں فکر دامنگیر ہوئی کہ جائدادوں والے ہم سے سبقت لے گئے۔ وہ ثواب جو انہیں ملے گا ہمیں نہیں مل سکتا، انہوں نے حضرت صاحب کو لکھا کہ ہمیں بھی اجازت دی جائے کہ ہم اپنی کمائی کا دسواں حصہ ہر ماہ دین کے لئے پیش کر دیا کریں، دیکھو کس قدر جذبہ تھا خدمت اسلام کا، حضرت نے انہیں مخاطب نہیں کیا تھا۔ لیکن خود انہوں نے پیشکش کی تھی، جس پر حضرت نے ان کو اجازت دے دی، یہ جذبہ ہے جو ہمارے اندر پیدا ہونا چاہئے۔

ایک آنہ فی روپیہ چندہ دو

ضروری ہے کہ ہم اپنے چندے کم از کم اس شرح سے دیں جو انجمن نے مقرر کی ہے یعنے ایک آنہ فی روپیہ ان آیات سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم انفاق کی رفتار کو تیز کر دیں کہ اس کے بغیر کامیابی محال ہے۔

بچوں کا صفحہ ——— مُرتضیٰ خاں حسن

ماں بیٹی کی دُوسری مجلس

نعیمہ: "امی جان! ہمارے نبی کی اور باتیں مجھے سناؤ"۔

ماں: ہاں۔ میں تمہیں حضورؐ کے اخلاق کے متعلق کچھ بتا رہی تھی۔ میں نے اس دن تمہیں بتایا تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سادہ غذا کھاتے تھے۔ سادہ اور معمولی کپڑا پہنتے تھے۔ اور معمولی سے مکان میں رہتے تھے، جس میں سوائے دو تین ضروری چیزوں کے اور کچھ نہ تھا۔ حضورؐ کو دنیا کی چیزوں سے کچھ لگاؤ نہ تھا۔ صرف خدا سے لگاؤ تھا۔ خدا سے محبت تھی۔ یا خدا کے بندوں کی ہمدردی کا جذبہ آپ کے دل میں موجزن تھا۔ آپ کے پاس مال و دولت تو بہت آتی تھی۔ مگر آپ اس کو اپنے نفس پر خرچ نہ کرتے تھے۔ بلکہ غریبوں محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ کبھی کوئی سوالی حضورؐ کے دروازے سے خالی نہیں گیا۔ جس نے جو مانگا دیا اور جس قدر مانگا دیا۔ حضور بے انتہا سخی تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ نے اس کو اس قدر بکریاں اور اونٹ دیئے کہ وادی بھر گئی۔ وہ شخص اس سخاوت پر خود حیران تھا۔ جب وہ اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو ان سے کہنے لگا کہ تم بڑے بدنصیب ہو جو اسلام قبول نہیں کرتے۔ جو شخص اسلام کی تعلیم دیتا ہے وہ اس قدر سخی ہے کہ بخشش کرتے وقت اپنی مفلسی سے نہیں ڈرتا۔ یعنے سب کچھ دے دیتا ہے۔

ایک دفعہ حضورؐ کے پاس ۹۰ ہزار درہم آئے۔ آپ نے سب کے سامنے چٹائی پر ڈھیر لگا دیا۔ اور محتاجوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سارا ڈھیر تقسیم کر دیا۔ ایک دفعہ باتوں ہی باتوں میں آپؐ نے اپنے ایک صحابی ابو ذرؓ سے فرمایا کہ اگر اُحدؔ کا پہاڑ سارا سونا بن جائے تو میں دو تین دن کے اندر اندر اس کو محتاجوں میں تقسیم کر دوں۔

بحرین ایک علاقہ ہے جو بہت زرخیز ہے۔ وہاں سے خراج کی بہت بڑی رقم آئی۔ حضورؐ نے ہدایت فرمائی کہ اس کو مسجد کے صحن میں رکھدو۔ جب حضورؐ نماز کے لئے تشریف لائے تو اس طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ جو حاجت مند آتا جھولی بھر کر دے دیا جاتا۔ حضرت عباسؓ کو اس قدر دیا کہ ان سے چلا نہیں جاتا تھا۔ جب تک کل رقم تقسیم نہ ہوگئی خود وہاں سے رخصت نہ ہوئے۔

ایک شخص نے نکاح کیا۔ لیکن ولیمہ کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ عائشہؓ سے ایک بوری آٹے کی لے آؤ۔ چنانچہ وہ گیا حضرت عائشہؓ نے فوراً اس کو آٹے کی بوری دیدی۔ حالانکہ شام کے وقت کے لئے گھر میں اور کچھ نہ تھا۔

ایک دفعہ ایک اعرابی نے آپ کی قمیص پکڑ لی اور کہنے لگا کہ محمد (صلعم)! صرف ایک آرزو باقی ہے ممکن ہے بھول جاؤں تم میری مدد کرو کہ وہ پوری ہو جائے۔ آپ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے والے تھے۔ مگر جماعت کو چھوڑ کر آپ اس کے ساتھ ہو لئے۔ اور اس کا کام کرنے کے بعد نماز ادا کی۔

ایک دفعہ حضورؐ ایک سفر سے واپس آ رہے تھے کہ بہت سے عرب آپ کے گرد جمع ہو گئے اور خیرات مانگنے لگے آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر میرے پاس اس قدر اونٹ ہوں جس قدر اس جنگل کے کانٹے ہیں تو وہ میں سب کے سب خیرات کر دوں۔

ایک دفعہ ایک سوالی آیا۔ حضور نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ تم فلاں شخص سے لے لو جب میرے پاس ہوگا تو میں اس کو دیدوں گا، حضرت عمرؓ اس وقت پاس ہی تشریف رکھتے تھے، وہ کہنے لگے کہ جس چیز کی حضور طاقت نہیں رکھتے اس کے لئے آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا۔ تب اس شخص نے کہا کہ آپ خدا کے رستہ میں خواہ کتنا ہی خرچ کریں خدا آپ کی مدد کرے گا۔ آپ یہ سُن کر خوش ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک اعرابی آیا اس نے زور سے حضور کی چادر کو جو موٹے کنارد کی تھی جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ حضور کی گردن میں گڑ گیا۔ اعرابی نے کہا کہ یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دو حضورؐ نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا بے شک مال خدا کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔ آخر آپ نے حکم دیا کہ ایک بارِ شتر جَو اور بارِ شتر کھجور اس کو دی جائیں۔ یعنے اس قدر جو ایک اونٹ پر آ جائیں اور اسی قدر کھجوریں بھی۔

عزیزو!

مُرتضیٰ خاں حسن

اگر ہو چاہتے ملنا خدا سے ٭ لگا نا لَو محمدؐ مصطفےٰ سے
وہی ہے ہادی و رہبر ہمارا ٭ فدا ہے جان و دل اسیر ہمارا
اسی نے دولتِ ایماں عطا کی ٭ ہدایت کی ہمیں رشد و ہدیٰ کی
اُسی نے وارثِ جنت بنایا ٭ ہمیں نارِ جہنم سے بچایا
وہی ہے باعثِ ایجادِ عالم ٭ وہی ہے افتخارِ نوحؑ و آدمؑ

کرے گا جو اطاعت مصطفےٰ کی
ملے گی اس کو عزت دو سرا کی

خطبہ جمعہ —— بسلسلہ صفحہ ۷

کی بیعت کی ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے یہ حدیبیہ کا واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو لیکر گئے، ان کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا گیا، آپ نے حضرت عثمان رض کو اُن سے گفتگو کے لئے بھیجا، مشہور ہو گیا کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے، اس وقت آپ نے اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت لی، کہ یہاں مر جائیں گے لیکن عثمان کا بدلہ ضرور لیں گے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی بیعت کرتے ہیں، اس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے، جو مرنے مرانے پر لی گئی، کیونکہ آگے چل کر فرمایا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ، اللہ تعالےٰ ان مومنوں سے راضی ہو گیا، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی فعلم ما فی قلوبھم ہم اُن کے پاک ارادوں سے بھی واقف ہو گئے، انہی پاک ارادوں کی وجہ سے انکے ہاتھ بیعت کے لئے بڑھے۔

نبی کریم صلعم کے اُسوہ پر چلو

یہ ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ہے ان کی قوم اور یہ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق اُن کے دین کی تجدید کرنے والے مجددین، انکے اسوہ کو اپنے سامنے رکھو، اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو۔

پیغام صلح مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۸

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۸

دو جرمن خواتین اور ایک انگریز آغوشِ اسلام میں!

خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کا مکتوبِ گرامی ووکنگ سے

ووکنگ ۲۹ ستمبر۔ دو روز قبل مجھے دفتر اسلامک ریویو واقعہ بکینگھم سکوئر لندن سے بذریعہ ٹیلیفون ایک جرمن خاتون کے آنے کی اطلاع محمد یوسف خان خلف الرشید مولانا محمد یعقوب خان صاحب نے دی اور بتایا کہ خاتون موصوف کے پاس انگریزی اسلامک ریویو کا پرچہ ہے جس کی رہنمائی میں وہ وہاں تک پہنچی ہے، اور اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ آپ اس خاتون کو لے کر ووکنگ آجائیں اور ہمارے ساتھ دوپہر کا کھانا کھائیں، چنانچہ وہ دوپہر کے کھانے کے بعد پہنچے۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللہ مرحوم اور ان کی دختر رشیدہ عبداللہ نے کھانے سے ان کی تواضع کی اور جرمن زبان میں اس کے ساتھ مصروف گفتگو رہیں پھر وہ جرمن خاتون دفتر میں میرے پاس تشریف لائیں اور ایک گھنٹہ کی گفتگو کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاتون موصوف میونخ جرمن یونیورسٹی کی طالبہ ہیں اور جرنلزم کا مضمون مطالعہ کر رہی ہیں۔ ان کو بعد از قبولِ اسلام ضروری لٹریچر بھی دیا گیا، نیز انہیں جرمنی میں برلن مسجد اور ڈاکٹر صاحب عبدالعزیز خان امام مسجد برلن کا مکمل پتہ بھی دیا گیا۔

خاتون موصوفہ کا نام اور پتہ درج ذیل ہے:-

MISS BRIGITTE RASCH
MUNCHEN, 13 STEINICKEWEG 4,
WEST GERMANY

دوسری خوشخبری

چند روز قبل ایک سنجیدہ اور معمر انگریز مسٹر جان فریر رکسٹن JOHN FERRIER RUXTON ووکنگ مسجد آئے اور میرے پرسنل اسسٹنٹ عزیزی سید محمود حسین نے ان کے ساتھ دینِ اسلام کے متعلق گفتگو کی جبکہ میں دوسرے مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو تھا۔ گفتگو کے بعد مسٹر جان قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ خرید کر لے گئے، عزیز محمود حسین صاحب نے انہیں کچھ اسلامی لٹریچر بھی دیا اور کتب متعلقہ کی فہرست بھی دی، دو روز بعد مسٹر جان میری غیر حاضری میں پھر ہمارے ہاں آئے۔ عزیزی سید محمود حسین موجود تھے۔ چنانچہ تقریباً دو گھنٹہ تک مسٹر جان عزیز موصوف سے اسلام کے متعلق سوال کرتا رہا۔ آخر میں مسٹر جان نے کہا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ عزیز نے جواباً انہیں بتایا کہ امام مسجد ووکنگ کی موجودگی میں ان کا مسلمان ہونا زیادہ بہتر ہوگا، اور عزیز موصوف نے عمداً انہیں بروز اتوار ۲۸ ستمبر ۱۹۵۸ء دوپہر کے کھانے کے لئے مدعو کیا، کیونکہ اس دن میں نے لارڈ اور لیڈی بروڈ وُڈ ممبر ہاؤس آف لارڈز اور دیگر متعدد انگریز معززین کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا ہوا تھا اور غیر مسلم انگریزوں کے ایسے ہجوم میں ایک انگریز کا مسلمان ہونا زیادہ مؤثر تھا۔ چنانچہ بروز اتوار مسٹر جان نے بعد از طعام و نماز تمام حاضرین کے سامنے داخلِ اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔ عزیزی سید محمود حسین کے یہاں چھ ماہ کے قیام سے اتنی استعداد اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی کہ ایک صاحبِ علم انگریز کو بفضلِ ایزدی داخلِ اسلام کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہوئی فالحمد للہ۔ امید ہے احباب عزیز موصوف کے لئے درد دل سے دعا کریں گے کہ خدا تعالیٰ انہیں خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ مسٹر جان کا مکمل پتہ درج ذیل ہے۔ احباب سے استدعا ہے کہ اس نومسلم کو مبارکباد کے خطوط لکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔

MR JOHN FERRIER RUXTON
29, YORK STRAET LONDON W.1

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

میرا سفرِ امریکہ

بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ

شکاگو میں عالی جاہ محمد نامی ایک مسلمان مذہبی لیڈر سے ملاقات اور انکے "اسلامک ٹیمپل" میں میرا لیکچر

چودہ نفوس کا قبولِ اسلام - ووکنگ مشن کے لئے ایک سو ڈالر کی امداد - ایک ہزار سالانہ کا وعدہ

عالی جاہ محمد کا تعارف

پیشتر اسکے کہ میں شکاگو کی دیگر مصروفیات اور سرگرمیوں کا ذکر کروں ایک مسلمان مذہبی لیڈر جناب عالی جاہ محمد کا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں

جب میں بوسٹن میں تھا میری دریافت پر ایک امریکی ملازم ہوٹل نے کہا کہ بوسٹن میں ایک "اسلامک ٹیمپل" ہے جہاں مسلمان بھی رہتے ہیں۔ میں نے ان مسلمانوں کے پتے حاصل کئے اور ان سے ٹیلیفون پر گفتگو کی۔ حسن اتفاق سے دو مسلمان ہر تاریخ کی شام کو ہوٹل میں میرے پاس آئے اور میں نے حسب توفیق ان کی تواضع کی اور ان سے دو تین گھنٹے تک گفتگو ہوتی رہی جس سے معلوم ہوا کہ ان کا لیڈر عالی جاہ محمد ہے جو شکاگو میں رہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے عالی جاہ محمد کی قیامگاہ کا پتہ بھی مجھے دیا اور خود بھی ان کو میرے متعلق آگاہ کیا۔ شکاگو پہنچنے پر میں دو تین روز بوجہ مصروفیت عالیجاہ محمد سے نہ مل سکا۔ مگر بعد میں ایک ہندو طالب علم سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ تب ہوا کہ وہ طالب علم مجھے جانتا تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس نے مانسہرہ میں دیکھا تھا۔ جبکہ وہ اپنے چچا دیوان چند کے ہاں گیا ہوا تھا جو ان دنوں وہاں پوسٹ ماسٹر تھے۔ یہ ہندو نوجوان ضلع ہزارہ کا رہنے والا تھا اور ڈاکٹریٹ کے لئے شکاگو یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا۔ نوجوان موصوف دیر تک میرے ہمراہ رہا۔ اثنائے گفتگو میں عالی جاہ محمد کا ذکر آنے پر اس نے بتایا کہ وہ ان کی رہائش گاہ کے قریب ہی رہتا ہے۔ چنانچہ وہ مجھے وہاں لے گیا۔ عالی جاہ محمد کی قیامگاہ ایک اچھے خاصے محل کی طرح ہے۔ اور اس کے دروازے پر تین چار نئی کیڈلک گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ہمیں اجلاسی مکان میں بٹھایا گیا۔ صاحب خانہ تشریف لائے۔ آپ ایک میانہ قد عمر آدمی تھے۔ سر پر ترکی ٹوپی تھی جس پر چاند تارا کا نشان تھا...... آتے ہی بڑی محبت سے ملے اور گفتگو میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ایک سادہ اور منکسر المزاج انسان ہیں۔ مذہبی لیڈر شپ کی وجہ سے آپ کے مزاج میں تکبر نام کو نہ تھا۔ چائے سے ہماری تواضع کرنے کے بعد اتوار کو شب کے کھانے پر ہمیں مدعو کیا، نیز سہ پہر کو اپنے ہال میں امریکی مسلمانوں کو لیکچر دینے کے لئے بھی مدعو کیا۔ میری واپسی کے وقت انہوں نے خود مجھے میری قیامگاہ تک اپنی گاڑی میں پہنچایا۔

عالی جاہ کے ٹیمپل میں میرا لیکچر

اتوار کے دن تین بجے عالی جاہ نے اپنے بیٹے کو میرے لانے کے لئے بھیجا جو مجھے ان کے ذاتی رہائشی مکان پر لے گیا۔ وہاں تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد عالی جاہ محمد مجھے اس ہال میں لے گئے جس کا نام Mohammads Temple "محمد ٹیمپل" ہے۔ ہم جب مذکورہ ہال کے دروازہ پر پہنچے تو لوگوں کا ایک بڑا گروہ ہمارے استقبال کے لئے موجود تھا۔ اور والنٹیرز کا ایک منظم گروہ نظم ونسق میں مصروف تھا۔ ہال کے اندر پہنچتے ہی تمام حاضرین مرد و زن تقریباً پانچ صد کی تعداد میں تعظیماً کھڑے ہو گئے اور انہوں نے فرط مسرت سے تالیاں بجانی شروع کر دیں، جب ہم ڈائس پر پہنچے تو پہلے عالی جاہ محمد نے میرا تعارف کرایا اور چند لمحے اپنی تقریر کو جاری رکھا، بعد میں مجھے تقریر کے لئے کہا گیا۔ میں نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کی تشریح کی۔ بالآخر میں نے پچاس کروڑ مسلمانان عالم کی برادری میں شمولیت پر انھیں مبارکباد دی، اور ان کو ایک پاکیزہ اسلامی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی تاکہ وہ آدھے پاسچے مسلمان بننے کی کوشش کریں، اور باقی لوگوں کے لئے بھی ایک مثال قائم کریں۔

چودہ نفوس آغوشِ اسلام میں

لیکچر کے اختتام پر بفضل اللہ تعالے چودہ آدمی داخل اسلام ہوئے اور اس کے بعد ہم عالی جاہ محمد صاحب کی ذاتی رہائش گاہ پر آئے۔

ووکنگ مشن کی امداد

رات کی پر تکلف دعوت کے بعد عالی جاہ محمد صاحب نے ایک صد ڈالر مجھے پیش کئے، میں نے یہ رقم قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے اپنے سلسلہ اور مشن کی تاریخ ان کے سامنے بیان کی کہ اس طرح ہمارا مشن کام کر رہا ہے جس سے وہ بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے نہ صرف وہ ایک صد ڈالر ہی مشن کو دیا بلکہ ایک ہزار ڈالر سالانہ ووکنگ مسلم مشن کو دینا بھی منظور کیا، اور آپ نے اپنی تحریک کے لئے ووکنگ مسلم مشن کی امریکی شاخ ہونا باعث فخر سمجھا۔ ووکنگ مسلم مشن اور لٹریری ٹرسٹ کا لٹریچر اور اسلامک ریویو منگوا کر اپنی تمام شاخوں میں تقسیم کرنے کا وعدہ کیا۔

ووکنگ سے لٹریچر کی روانگی

چنانچہ ووکنگ واپس آنے پر میں نے نمونۃً کچھ لٹریچر انہیں بھیجا اور ایک ہزار کتب Charms of Islam جو مکرمی ابراہیم احمد باوانی صاحب (کراچی) نے اپنے خرچ پر چھپوا کر مفت اشاعت کے لئے بھجوائی تھیں، عالی جاہ محمد کے نام بذریعہ بحری جہاز بھیج رہا ہوں،

عالی جاہ محمد کے زیر مطالعہ لٹریچر

دوسرے دن عالی جاہ محمد نے پھر چائے پر بلایا اور اپنی دلی عقیدت اور اخلاص کا اظہار کیا اور مجھے اپنے تمام مکان کو دکھایا۔ حتی کہ BED ROOM (سونے کے کمرے) بھی دکھائے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان کے پلنگ کے پاس ایک میز تھی جس پر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی تفسیر قرآن بزبان انگریزی اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی بیشتر کتب موجود تھیں، جو ان کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ غرضکہ یہ مذہبی لیڈر اس لٹریچر سے متاثر ہے۔

میں نے ووکنگ پہنچ کر ان کے عطیہ ایک صد ڈالر کی رسید داخلہ اور خط بھیجا۔ جس کے جواب میں خط آیا۔ اس کی نقل ارسال خدمت ہے۔ ترجمہ کر کے شائع کر دیں۔ ان کے جذبات کا اندازہ اس کی تحریر سے لگ سکتا ہے۔

عالی جاہ محمد کی انگریزی چٹھی کا ترجمہ

بخدمت امام غلام ربانی خان صاحب

شاہ جہان مسجد ووکنگ (سرے) انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزت مآب خانصاحب! السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مورخہ ۲۶ راگست ۱۹۵۸ء ملا، اور مجھے آپ کا بیان پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہوئی کہ آپ اپنے پیرو دل اور شاہجہان مسجد میں بخیر وعافیت پہنچ گئے۔

میرے پیرو اور میں، ابھی تک اس بات کی خوشی محسوس کر رہے ہیں، کہ آپ کتنی عظیم شخصیت کے مالک ہیں اور آپ نے دس اگست ۱۹۵۸ء کو ہمارا مہمان بن کر ہماری عزت افزائی کی، مجھے امید ہے کہ آپ پھر کسی دن ہمارے پاس اپنے گمشدہ اور باز یافتہ مغربی بھائیوں اور بہنوں کو دیکھنے کے لئے آئیں گے، جو چار صدیوں سے ہماری قوم، ہمارے خدا، اور ہمارے مذہب سے بیگانہ چلے آ رہے تھے۔ ہاں میرے بھائی! آپ بے شک "اسلامک ریویو" میں میری تحریک کا حال لکھیں، تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے پاک مذہب نے ہماری قوم کے گمشدہ ممبروں کو اس سرزمین کے بدترین حصہ میں دوبارہ پا لیا ہے۔

آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے دفتر اسلامک ریویو سے کچھ لٹریچر میرے لئے بھجوایا ہے

(باقی صلا پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء

حضرت مسیح موعودؑ کے رؤیا اور الہامات و کشوف

اس زمانہ کے ماموز اور مجدد حضرت مسیح موعودؑ کو رؤیا، الہامات اور کشوف کے ذریعہ سے جو روشن نشانات عطا کئے گئے، ایک صاحب بصیرت انسان اگر انہیں بنظر غور مطالعہ کرے تو آپ کی صداقت اور اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک بیّن ثبوت ان سے ملتا ہے، مثلاً یورپ کے جنگِ عظیم کا جو نقشہ آپ نے الہام الٰہی سے اطلاع پا کر سالہا سال پہلے کھینچ کر رکھدیا اس سے صاف نظر آتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے اتنا قرب حاصل تھا کہ آئندہ کے واقعات کی خبریں جن کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا، آپ کو پہلے سے مل جاتی تھیں، جنگِ عظیم کے اسی نقشہ میں یہ بھی آپ کو بتایا گیا کہ

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت مرزا صاحب کی وفات کے دس بارہ سال بعد انقلابِ روس کا وہ واقعہ دنیا نے دیکھا جس نے زار کو "باحالِ زار" کر کے ماموریالٰہی کی صداقت پر مہر ثبت کر دی۔

حضرت مرزا صاحب کو ۱۹۰۵ء میں الہام ہوا "بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب اُن کی دلجوئی ہوگی"، اس وقت اس الہام کے پورا ہونے کے کوئی آثار نہ تھے، تقسیم بنگال ایک ناقابلِ تنسیخ حقیقت تھی، جس کو بنگالیوں کی انتہا درجہ کی شورش اور انار کی بھی تبدیل کرنے میں ناکام ثابت ہوئی، اس وقت ماموریالٰہی کو یہ الہام ہوا، وسالہاسال بعد ۱۹۱۱ء میں پورا ہوا اور اس وقت کے وائسرائے ہارڈنگ کے خفیہ مراسلہ میں یہ اعتراف کیا گیا کہ تقسیم بنگال کو بنگالیوں کی "دلجوئی" کے لئے منسوخ کیا جا رہا ہے، کیا یہ واقعہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت اور ملہم من اللہ ہونے کا کھلا ثبوت نہیں؟

حضرت مرزا صاحب کا ایک اور الہام "آہ! نادر شاہ کہاں گیا" جس شان سے پورا ہوا وہ اُن کی صداقت اور ملہم من اللہ ہونے کا ایک اور زبردست ثبوت ہے، جس وقت یہ الہام ہوا نادر خان ایک گمنام ہستی تھا، اور کسی کو یہ گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ کسی وقت نادر شاہ کا لقب اختیار کر کے افغانستان کے تاج و تخت کا مالک بنے گا لیکن خدا کی باتیں خواہ کتنی بھی انہونی نظر آئیں آخر پوری ہو کر رہتی ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا، شاہ امان اللہ کے حکومت کابل سے دست بردار ہونے کے بعد نادر خان نے بچہ سقہ کی پیدا کردہ طوائف الملوکی سے افغانستان کو نکال کر نادر شاہ کے نام سے تاج شاہی پہنا اور تھوڑے عرصہ بعد ایک طالبعلم کی گولی کا نشانہ بن کر خدائی الہام "آہ نادر شاہ کہاں گیا" کو سچا ثابت کر دیا۔ اسی قسم کے جسیوں الہامات اور پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مرزا صاحب کی صداقت، اُن کے خدا رسیدہ اور ملہم من اللہ ہونے کے زندہ نشانات ہیں۔

پھر ان کے وہ عظیم الشان کارنامے ہیں، جو اسلام کی حمایت و تائید میں انہوں نے سرانجام دیئے اور آج تک ان کی جماعت کی طرف سے اسلام کی ایسی روشن خدمات سرانجام پا رہی ہیں جو اسلامی سلطنتوں سے نہیں ہو سکیں۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین نے محض بغض اور تعصب کی وجہ سے ایسے تمام الہامات اور کشوف اور اس جماعت کی خدمات اسلامیہ کو نظر انداز کر کے عوام الناس کو اکسانے کے لئے ایسی ایسی باتیں وضع کر رکھی ہیں جن کا کبھی کسی احمدی کو خیال تک نہیں آیا۔

'مرزا صاحب نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے، اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے اپنا نیا کلمہ بنایا ہے، ان پر جو فرشتہ اُترتا ہے، اس کا نام ٹیچی ٹیچی ہے وغیرہ وغیرہ،'

اس قسم کی بیسیوں باتیں اپنے پاس سے گھڑ لی گئی ہیں، اور یہ غور نہ کیا گیا کہ کبھی کسی احمدی کو پنجوقتہ اذانوں میں لا الٰہ الا اللہ کے سوائے مرزا صاحب کی خدائی کا اعلان کرتے ہوئے بھی کسی نے دیکھا یا سُنا ہے؟ کبھی کسی احمدی کی اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ کے سوائے مرزا صاحب کی رسالت کا بھی اعلان ہوا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے ان فرشتوں کے سوائے جن کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے کسی اور فرشتہ پر ایمان لانے کا ذکر بھی کسی احمدی کی زبان پر آیا ہے؟ اگر یہ نہیں ہے تو خواہ مخواہ ایسی باتیں منسوب کرنا کہاں کی دیانت داری ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا سوائے اس کے کہ بعض الہامات و کشوف کے ظاہر الفاظ کو لے کر جو حضرت مرزا صاحب کے علو مرتبت پر دلالت کرتے ہیں، ناواقفوں کو دھوکہ دینے کے لئے غلط بیانیوں کی عمارت کھڑی کر دی جاتی ہے، بے شک حضرت نے یہ فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں، لیکن کیا اس خواب کی بناء پر آپ نے خدائی کا دعوےٰ کیا یا آپ کے کسی مُرید نے آپ کو فی الواقعہ خدا قرار دیا؟ کیا اس خواب کی وہ تعبیر نہیں ہو سکتی جو تعطیر الانام فی تعبیر المنام میں کی گئی ہے کہ من رای فی المنام انہ صار سبحانہ تعالیٰ فسوف یھدی اللہ الی صراط مستقیم، جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ اللہ ہو گیا اُس کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی منزلِ مقصود پر پہنچا دے گا، ایسا ہی انت منی بمنزلۃ ولدی کا الہام بالفاظ مولانا روم ؒ

اولیا اطفالِ حق اند اے پسر

کے سوائے اور کوئی معنی اپنے اندر نہیں رکھتا، اور نہ کسی احمدی کو کبھی یہ واہمہ بھی ہوا کہ مرزا صاحب خدا کے بیٹے ہیں اور نہ ہی مرزا صاحب نے کبھی ایسا دعوےٰ کیا، بلکہ جماعت کو یہ تعلیم دی کہ:-

"پیروی کے لائق یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق کل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا۔"

(کشتی نوح ص۱)

یہی حال نبوّت کا ہے، جس کے متعلق آپ نے بار بار اعلان کیا ہے کہ میرے الہامات میں جو نبی کا لفظ آیا ہے وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے، اور کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نیا یا پُرانا نبی نہیں آ سکتا۔ افسوس ہے کہ ہمارے قادیانی دوستوں نے آپ کو منصب نبوّت پر فائز قرار دے کر اسی غلو اور اطرا سے کام لیا جو عیسائیوں نے حضرت عیسٰےؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا کر کیا تھا، ورنہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات میں اس کی کھلی کھلی تردید موجود ہے، جس کی موجودگی میں کوئی منصف مزاج انسان آپ کو مدعیٔ نبوّت قرار نہیں دے سکتا۔

اسی طرح یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب کے فرشتہ کا نام ٹیچی ٹیچی ہے، ایک بیہودہ سرائی اور ناحق کوشی ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے، ہمارے ایک سرحدی بزرگ نے اطلاع دی ہے کہ اس بارہ میں مولویوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی بناء پر "ٹیچی ٹیچی" کا لفظ زبان زد عوام ہو چکا ہے، اور جہاں کوئی احمدی بازار سے گذرتا ہے "ٹیچی ٹیچی" کہکر اس کو محل تمسخر و استہزا بنایا جاتا ہے، ان بزرگ نے دریافت کیا ہے کہ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے؟

اس پر ہم سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ یا حسرتاً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون، تمسخر و استہزا کسی حق پرست انسان کا کام نہیں وہ لوگ جن کی آنکھوں کو ضد اور تعصب کی پٹی بندھی ہوتی ہے وہ کسی امر کی تحقیق کرنے اور حقیقت کو تلاش کرنے کی بجائے تمسخر و استہزا کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، اور وہی تمسخر و استہزا آخر کار ان کی اپنی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے، فحاق بھم ما کانوا یستھزءون،

یہ لفظ جس کو تمسخر اور استہزا کا محل ٹھہرایا جا رہا ہے حضرت مرزا صاحب کے ایک رؤیا سے تعلق رکھتا ہے جس کو آپ نے یوں بیان کیا ہے:-

"کوئی شخص ہے اُس سے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کر لو مگر وہ نہیں کرتا اتنے میں ایک شخص آیا اور اُس نے ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الٰہی بخش کی طرح ہے مگر انسان نہیں بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے اس نے دونوں ہاتھ روپیوں کے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے اور وہ اس قدر ہو گئے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا میرا کوئی نام نہیں دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی میں نے

(باقی پر ص۱۳ کالم ۲)

اخبار و افکار

صوفی نذیر احمد کے تاثرات

"صدق جدید" مورخہ ۲۶ ستمبر میں دہلی کے صوفی نذیر احمد کاشمیری کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:-

"اب کی پاکستان گیا تو آخری کوشش کے طور پر مودودی صاحب سے خود ملا۔ وہ اب شیخ اور سوجھ بوجھ کو تاویل کے مقام پر آ گئے ہیں۔ فرقہ سازی میں وہ قادیانی مہم سے کم نہیں۔ صرف نوعیت کا فرق ہے ایک نے ۶۰، ۷۰ برس پہلے کام شروع کیا، تو دوسرے نے ۶۰، ۷۰ برس بعد میں شروع کیا، پہلا فتنہ جو ہے سو اب ترقی نہیں کر سکتا۔ البتہ نئے خطرے کو روکا جا سکتا ہے۔"

اس کے بعد مودودی صاحب کے "فتنہ" کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد صاحب مدیر "صدق جدید" کو مخاطب کر کے ..... فرماتے ہیں:-

"آپ لاہوری احمدیت کو جو کبھی شبہ دے جاتے ہیں، ان سے ہمدردی کرتے ہیں، مجھے یہ بات نہایت معقول معلوم ہوتی ہے کمال الدین، محمد علی، اور ان کے بعد میں مولوی صدر الدین موجودہ امیر جماعت کی مساعی صدق صد اخلاص دینی پر صاف محسوس ہوتی ہیں، بلی اب کی صدر الدین صاحب سے دو دفعہ ملا، مجھے یہ شخص سر سے پاؤں تک اخلاص و مبلغانہ اضطراری تواضع کا مجسمہ محسوس ہوا، اس حلم و تواضع میں تو آورد کا نام نہ تھا۔ میں انہیں ٹوک کر چند باتیں کہتا۔ مگر اس کے حلم و عجز اور دین کے متعلق تڑپ نے مجھے صرف آبدیدہ کر دیا اور ایک دعا کے علاوہ دل سے اور کچھ نہ نکلا۔ حالانکہ رعایت کسی نہرو کے روبرو میں نہیں کر سکتا۔ کرنے کی مجھ میں قدرت ہی نہیں۔"

اس پر مولانا عبدالماجد صاحب کا تبصرہ:-

"مولوی صدر الدین صاحب سے شخصی نیاز گویا حاصل نہیں البتہ خواجہ کمال الدین مرحوم اور مولوی محمد علی مرحوم سے جو ایک ایک بار لمبی ملاقات رہی تھی اس میں دونوں کو تبلیغ دین کی تڑپ سے لبریز پایا تھا رہیں بعض مسائل کی فہم و تعبیر میں غلطیاں تو وہ کس سے نہیں ہوتی ہیں؟ اسی طرح مولانا مودودی کے بھی اخلاص میں شک کی گنجائش نہیں۔"

صوفی نذیر احمد اور مولانا عبدالماجد صاحب کے ان تاثرات کو پڑھ کر کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ جس درخت کے پھل حضرت مولانا محمد علی، خواجہ کمال الدین اور مولانا صدر الدین جیسے لوگ ہیں، جن کے دل اخلاص اور تبلیغ دین کی تڑپ سے لبریز ہیں، اس درخت کی جڑیں فتنہ و فساد کا کوئی لاسا بن ہو سکتا ہے، صوفی نذیر احمد صاحب اگر آج سے ۶۰، ۷۰ سال پہلے ہوتے اور حضرت مرزا صاحب سے ملنے کا انہیں اتفاق ہوتا تو وہ انہیں اس سے بڑھ کر "صدق و اخلاص، خدا شناسی، ایمان و ایقان اور تبلیغ دین کی تڑپ سے لبریز" پاتے۔ مولانا محمد علی، خواجہ کمال الدین اور مولانا صدر الدین آخر اسی درخت کے پھل ہیں جس کو صوفی صاحب نے "پہلا فتنہ" قرار دیا ہے، اگر وہ فتنہ تھا تو ایسے شیریں پھل اس سے کیسے پیدا ہو گئے اور اس کے ذریعہ یورپ اور امریکہ میں اسلام کے جھنڈے کیسے نصب ہوئے اور وہ شاندار اسلامی لٹریچر کس طرح پیدا ہو گیا جس کا اعتراف مولانا عبدالماجد صاحب کو بھی ہے۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

مقالہ ـــ بقیہ صفحہ ۳

بہت سا مال دیکھ کر دل میں کہا کہ فلاں حاجتمند کو کچھ دوں گا اور ایک حاجتمند کو دکھایا گیا خستہ قابلِ رحم"

(مکاشفات ص ۳۸)

اب اس میں پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ایک رؤیا ہے اور رؤیا کی باتیں ہمیشہ تعبیر طلب ہوتی ہیں، انہیں حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ رؤیا اور خواب کی باتوں کو حقیقت پر محمول کر کے ان پر تمسخر و استہزا کیا جاتا ہے چاہیئے تھا کہ ان کی تعبیر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی، اور اگر کوئی تعبیر معلوم نہ ہو سکتی تو اسے حوالہ بخدا کر دیا جاتا اور حضرت مرزا صاحب کے دوسرے الہامات اور پیشگوئیوں اور خدمات اسلامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر اعتراض کرنے اور محل تمسخر بنانے سے پرہیز کیا جاتا، آخر یہ کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس کا شریعت کے ساتھ کوئی تعلق ہو، اور خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے اسے محل اعتراض بنایا جا سکے، ایسی کئی خوابیں ہوتی ہیں جن کے معنے بعض وقت سمجھ نہیں آ سکتے لیکن اس کی وجہ سے ایک خواب بین کو متہم نہیں قرار دیا جا سکتا، امام ابن سیرین کی منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام میں ایک شخص کا خواب لکھا ہے کہ اس نے دیکھا کہ مسجد کے محراب میں پیشاب کر رہا ہے، آج کل کا کوئی مولوی ہوتا تو اس پر کفر کا فتوے جڑ دیتا اور دنیا میں ڈھنڈورہ پیٹتا کہ یہ شخص فاسق و فاجر ہے اس نے مسجد کے محراب میں پیشاب کر دیا، لیکن ایک حقیقت شناس معبر کے سامنے جب یہ خواب بیان کیا گیا تو اس نے اس شخص کو کہا کہ تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو امام ہو گا اور اس کی اقتدا کی جائے گی، اسی قسم کے بیسیوں رؤیا پیش کئے جا سکتے ہیں جو بظاہر عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر ایک حقیقت پوشیدہ ہے،

یہی حال حضرت مرزا صاحب کے اس رؤیا کا ہے، اگر ذرا سے غور و تامل سے کام لیا جائے تو اس رؤیا میں نظر آنے والے انسان نما فرشتہ نے جو اپنا نام ٹیچی بتایا ہے تو یہ رؤیا کے دیگر پہلوؤں کی مناسبت کے لحاظ سے ہے، حضرت مرزا صاحب خواب میں کسی شخص کو حساب کرنے کے لئے کہتے ہیں، اور وہ نہیں کرتا اس پر کوئی انسان نما فرشتہ آپ کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہے، اسی مناسبت کے لحاظ سے وہ اپنا نام ٹیچی بتاتا ہے جو بظاہر ایک پنجابی لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ضرورت "ٹچ" ہو گی یعنے عین وقت پر پوری ہو گی، اسی مناسبت سے ضرورت پوری کرنے والے نے اپنا نام ٹیچی بتایا،

فرمایئے اس میں کونسی بات محل اعتراض یا لائق تمسخر و استہزا ہے۔ لیکن تمسخر کرنے والوں سے ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی حرکات کسی شائستہ اور نیک دل انسان کا کام نہیں تمسخر و استہزا اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی پسندیدہ چیز نہیں، مولویوں اور ملاؤں کے پیچھے لگ کر ایک فرستادہ الٰہی اور اس کے ساتھیوں کو محل استہزا بنانا اپنی ذلت و رسوائی کا سامان کرنا ہے، عام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس سے باز آ جائیں اور خواہ مخواہ ملاؤں کے پیچھے لگ کر عذاب الٰہی کو مول نہ لیں، ان لوگوں نے خدا کے نیک بندوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی سلوک کیا ہے، حضرت سید عبدالقادر جیلانی جیسے عظیم الشان مجدد اور ولی اللہ پر مولویوں ہی نے کفر کے فتوے لگائے اور محل استہزا بنایا، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مولویوں ہی نے کافر قرار دے کر جیل میں ڈلوایا، امام مالک جیسے انسان کی بر سر بازار رسوائی مولویوں ہی نے کرائی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو مولویوں ہی نے گوالیار کے قلعہ میں قید کرایا۔ اسی قسم کے بے شمار واقعات اولیاء و مجددین کے ساتھ گذرے ہیں، مسیح موعود کے متعلق بھی حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ علمائے ظواہر ان کے اجتہادات کی باریکیوں کی وجہ سے انکار کر دیں گے، اور انہیں کتاب و سنت کے مخالف سمجھیں گے، جس طرح امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادات کے فہم سے عاجز آ کر انہیں کتاب و سنت کے مخالف قرار دیا گیا۔

(مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب ۵۵)

پس ڈرنا چاہیئے اور ملاؤں کے پیچھے لگ کر ایسی حرکات نہیں کرنی چاہئیں جو کسی شریف و سنجیدہ مسلمان کی شان کے خلاف اور عذاب الٰہی کا موجب ہیں۔

قابل توجہ سکرٹری صاحبان

تمام جماعتوں کے ممبران کی تازہ فہرست کے مرتب کرنے کے سلسلہ میں صدر دفتر سے بیرونی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کو جو فارم ارسال کئے گئے ہیں، اس بارہ میں التماس ہے کہ مطلوبہ فہرستیں سکرٹری صاحبان جلد از جلد مکمل کر کے دفتر کو ارسال کر دیں۔

خاکسار۔ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اقوامِ عالم کے باہمی تعصبات ـــــ صرف اسلام کی تعلیم قیامِ امن کا ذریعہ ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ .... ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (الروم رکوع ۳)

قوموں کے باہمی تعصبات

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کی اصلاح کے لئے ان کی چند بیماریوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ کیا بیماریاں ہیں، لوگوں نے کبھی مذہب کے نام پر تعصب دلوں میں بٹھایا، کبھی وطن کے نام پر اور کبھی نسل کی وجہ سے تعصب پیدا کیا، اور ایک جو بظاہر نہایت معمولی سی چیز نظر آتی ہے رنگ کا سوال ہے۔ رنگ کی وجہ سے لوگوں نے بہت بڑا تعصب پیدا کیا پھر زبان کی وجہ سے تعصب پیدا ہوا، اور ایسا سخت تعصب ہے کہ ایک قوم دوسری سے لڑتی ہے، سب سے بڑا تعصب مذہبی ہے، آج بھی جب دنیا پڑھ لکھ کر روشن خیال ہو چکی ہے، اور علم اور تہذیب انتہائی کمال کو پہنچ گئے ہیں، یورپ کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو سیاست اور مذہب کی بناء پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی مذمت کرتے ہیں اور یہاں بھی جب ابھی پاکستان نہیں بنا تھا، ہندو قوم مذہب اور سیاست کی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی اور مسلمانوں کو کچلنے کے درپے تھی، اور آج حضرت مجدد وقت ...... کے خلاف کس قدر تعصب ہے کبھی مدہم پڑ جاتا ہے اور کبھی پھر تیز ہو جاتا ہے۔

مغربی دنیا میں رنگ کا تعصب

آجکل انگلستان میں رنگ کی وجہ سے بہت تعصب ہے یہ مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں لیکن پاکستان کے اور دوسری رنگ دار اقوام کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت کا جذبہ موجود ہے، اسی طرح امریکہ میں اُن کالے آدمیوں کے خلاف سخت تعصب ہے جو صدیوں سے وہاں رہتے ہیں اور عیسائی ہو چکے ہیں ان میں بڑے بڑے قابل انسان ہیں لیکن محض رنگ کی وجہ سے اُن کے خلاف سخت تعصب ہے، ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک حبشی کو محض اس بناء پر موت کی سزا دی گئی کہ اُس نے ایک سفید فام امریکی عورت کے چند پیسے چرا لئے تھے پھر جب اپیل کی گئی تو یہ سزا عمر قید میں تبدیل کر دی گئی، اتنی سخت سزا اس وجہ سے کہ وہ حبشی ہے ورنہ سفید رنگ لوگوں کے لئے ایسی سخت سزا نہیں، ایسا ہی افریقہ میں وہاں کے اصلی باشندوں کے خلاف محض ان کے رنگ کی وجہ سے سخت تعصب ہے، اور ان کے خلاف بہت بڑی رَو چل رہی ہے، یہ بیسویں صدی کے روشن خیال لوگوں کا حال ہے، جب عقل نصف النہار پر پہنچ چکی ہے۔

نیشنلزم کی خطرناک بیماری

ایک بہت بڑی خطرناک بیماری نیشنلزم کی ہے بظاہر تو وطن کی محبت اچھی چیز ہے لیکن نیشنلزم صرف حب الوطنی تک محدود نہیں ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ صرف اپنی قوم کو اچھا سمجھنا ہے اور اپنی ہی قوم کی ہر چیز کو سراہنا ہے اور دوسری قوم کی ہر چیز کو ناپسند کرنا ہے انگریز کسی دوسرے ملک کی چیز نہیں خرید سکتا، نہ کسی ملک یا قوم کی تعریف کر سکتا ہے، انگریز جب فرانس میں جاتا ہے تو وہاں ایسی جگہ ٹھہرتا ہے جہاں انگریزی بولی جاتی ہو، اٹلی میں بھی ہوٹلوں کے اندر انگریزی بولنے والے ملازم موجود ہیں، انگریز ان کی زبان نہیں بولنا چاہتا ان میں سے ایسے ہیں جو فرانسیسی یا اٹالین جانتے ہیں لیکن وہاں جا کر ان کی زبان بولنا پسند نہیں کرتے، نیشنلزم قوموں اور ملکوں کو تقسیم کرنے اور باہم لڑانے کا موجب ہے انگلستان انگریزوں کے لئے، روس روسیوں کے لئے افغانستان افغانوں کے لئے کا نعرہ دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کا موجب ہے۔

رنگ اور وطن کے اختلاف سے انسانیت نہیں بدلتی

ان آیات میں بتایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کے اثرات کے ماتحت مختلف بولیوں اور مختلف رنگوں کے انسان پیدا کئے ہیں، لیکن بولیوں اور رنگوں کے اختلاف سے انسانیت نہیں بدل جاتی فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کی فطرت ایک جیسی پیدا کی ہے، رنگ اور وطن فطرت انسانی پر اثر انداز نہیں ہوتے، رنگ دار لوگوں نے یورپ جا کر اپنی استعدادوں اور قابلیت سے انہیں شرمندہ کیا، کبھی کبھی یونیورسٹی کے اعلیٰ امتحانات میں رنگدار طالب علم اور اسی طرح سے انگلستان کی یونیورسٹیوں میں وہ لوگ سفید فام طالب علموں کو مات کر دیتے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ خواہ کسی رنگ اور نسل کا انسان ہو، استعداد سب کی یکساں ہے، رنگ کے اختلاف سے کسی قوم کی استعداد تباہ نہیں ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ انسانیت ایک ہے مختلف وطنوں میں رہنے کی وجہ سے رنگ اور بولی تبدیل ہو جاتی ہے۔ لاہور سے نکل کر شمال کی طرف جائیں تو ڈیرہ اسمٰعیل خان کی بولی کوئی اور ہے، لیہ دور کی اور ادھر ملتان اور ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ وغیرہ کی بولیاں اور ہیں، ہندوستان کی اور بولی ہے، بلکہ اس کے بھی مختلف حصص میں کئی کئی زبانیں بولی جاتی ہیں، لیکن انسان ہونے کے لحاظ سے سب ایک ہیں، بولیاں بدل جاتی ہیں، رنگ تبدیل ہو جاتے ہیں، لیکن انسانیت نہیں بدلتی، یہ ہے وہ تعلیم جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

ستاروں اور سیاروں کا باہمی تعاون اور قوموں کی نشوونما

فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس فضا میں زمین و آسمان کھڑے ہیں، فضا میں بوجھل چیز کا بے سہارا کھڑے رہنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن کشش ثقل نے تمام سیاروں اور ستاروں میں ایک ایسا توازن پیدا رکھا ہے کہ بے سہارا ہونے کے باوجود فضا میں قائم ہیں اور چل رہے ہیں، یہ ان کا باہمی تعاون بہت سی برکات کا موجب ہے۔ جس خدا نے فضا پیدا کی ہے وہ ساری قوموں کی نشوونما کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ اس کو سب سے محبت ہے، خدا کے ماننے والوں کو سب سے محبت کرنا ضروری ہے، رنگ اور نسل کے اختلاف کی وجہ سے باہم دشمنی اور فساد پیدا کرنا خدا کی پیدائش پر اعتراض کرنا اور اپنی کم عرفانی کا پتہ دیتا ہے۔

خدا اور رسول کی نظر میں صرف متقی ہی قابلِ عزت ہیں

اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انسانیت ایک ہے اور عزت وہی لوگ اس کے نزدیک پسندیدہ ہیں جو اپنی زندگیوں کو بہتر بنائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ جو شخص خدا سے ڈر کر معاملات کرتے ہیں، اور اس کی مخلوق سے نیکی کا برتاؤ کرتے ہیں ہم اُن کے ساتھ ہیں یعنی خدا کی نصرت ان پر نازل ہوتی ہے، ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ، صرف متقی ہی میرے قریبی اور دوسروں سے برتر ہیں، حیث کانوا ومن کانوا خواہ کوئی ہوں کسی ذات اور نسل سے تعلق رکھتے ہوں، اور کسی وطن میں بودوباش رکھتے ہوں، کوئی شخص مکہ میں ہو، ملتان ہو، یا ہندوستان یا ایران یا افریقہ وغیرہ میں جو بھی خدا خوف ہو وہی میرے قریب ہے۔

رنگ اور اختلاف میں اہلِ علم کے لئے نشان

فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ۔ زمین و آسمان کی پیدائش اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف خدا ہی کا پیدا کردہ ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ اہلِ علم کے لئے اس میں نشانات ہیں، عالمین کا لفظ یہاں لام کی زیر سے آیا ہے، جس کے معنے اہلِ علم کے ہیں، اور بتایا ہے کہ اہلِ علم کے نزدیک یہ اختلاف چنداں اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ انسانیت کے لحاظ سے سب ایک ہیں، استعدادیں ایک ہیں، رنگ اور نسلیں مختلف ہونے کی وجہ سے انسانیت اور استعداد نہیں بدل گئی۔

بیسویں صدی کے مہذّب انسانوں کا حال

آج امریکہ میں ایک اعلےٰ تعلیمیافتہ حبشی اپنے بچہ کو سکول میں داخل کرانے کے لئے جاتا ہے لیکن وہاں سے اسے جواب ملتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ سکول کو بند کر دیا جائے گا لیکن سفید قوموں کے بچوں کے ساتھ زنگدار بچّوں کو نہیں بٹھایا جائے گا، یہ بیسویں صدی کے مہذّب ترین انسانوں کا حال ہے، یہ سائنس اور عقل کے دن ہیں لیکن ایک حبشی بچہ رنگ کی وجہ سے سکول میں داخل نہیں ہو سکتا ہم پاکستانی انگلستان کے ساتھ معاہدہ کر چکے ہیں، پاکستانیوں کے لئے انگلستان میں زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

اسلام میں حبشی کی عزّت و تکریم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں اور حبشی النسل لوگوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس سے تاریخ کے صفحات روشن ہیں، سالم حضرت ابو حذیفہ کے غلام تھے، انہوں نے علم دین اور تقوےٰ و طہارت میں اس قدر ترقی کی کہ مسلمانوں کی نظروں میں بہت بڑی عزّت و تکریم حاصل ہو گئی جب وہ مدینہ میں ہجرت کر کے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں وہ امامت کے فرائض ادا کرنے لگے اور حضرت عمرؓ ان کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے، پھر ... حضرت عمر جیسا انسان فرماتا ہے کہ ابوبکرؓ کو بھی ہم سردار مانتے ہیں، اور بلال کو بھی، اعتق سیدنا ابوبکر سیدنا بلال، اور آج شام میں حضرت بلال کا مزار ہے، اور سب آپ کو سیّدنا بلال کا مزار کہتے ہیں، یورپ کو اپنی عقل پر رونا چاہیئے جو اس علمی تہذیب کے زمانہ میں بھی رنگ اور نسل کے اختلاف پر بغض و عناد رکھتا ہے، جلیانوالہ باغ میں ایک نرس گر پڑی تھی اس کے بدلہ میں اس سڑک پر چلنے والے ہندوستانی شرفاء کو رینگ کر چلنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ محسوس کریں کہ انگلستان کی ایک نرس کی کیا شان ہے اور اس کا بائیسکل پر سے گر پڑنا ہندوستانی شرفاء کی تذلیل کا باعث بنا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تعصّبات کو دور کر دیا جبلہ بن ایہم ایک بادشاہ تھا جو مسلمان ہو گیا، کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے تہبند پر جو پیچھے زمین پر گھسٹتا تھا، اتفاقاً ایک بدّو کا پاؤں آ گیا، اس نے پیچھے مڑ کر بدّو کو ایک تھپّڑ رسید کیا، حضرت عمرؓ کے دربار میں رپورٹ ہوئی، انہوں نے حکم دیا کہ جبلہ کا منہ ہو گا اور بدّو کا تھپّڑ، جبلہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت برہم ہوا۔ ایسا ہی حضرت عمرؓ نے کسی کا پرنالہ اکھاڑ کر دوسری جگہ لگا دیا، ان پر مقدمہ دائر ہو گیا، کچہری میں جب پیشی ہوئی تو قاضی نے حضرت عمرؓ کے خلاف ڈگری دی اور مالک مکان سے پوچھا کہ سمجھوتہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس نے کہا کہ خود حضرت عمر اس پرنالہ کو دوبارہ وہیں لگائیں جہاں سے اکھاڑا تھا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا،

اسلام کی تعلیم قیام امن کا ذریعہ ہے

جس وطن میں انصاف اس حد تک ہو وہاں امن قائم ہو جاتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام پر عمل کرنے سے اس حد تک امن ہو گا کہ صنعا سے حضر موت تک ایک عورت سونا اچھالتی ہوئی چلی جائیگی تو کوئی اس کو ٹوکے گا نہیں، حضرت صلعم نے دنیا کو ایک دین بخشا ہے، وہ دین نیشنلزم کو، رنگ اور نسل کے اختلافات، کو مٹاتا ہے اور بتاتا ہے کہ ساری قومیں ایک ہی انسانیت ہیں، ظاہری اور باطنی استعدادیں سب کی ایک ہیں، رسول کریم صلعم کی یہ تعلیم اس قابل ہے کہ ساری دنیا تک پہنچائی جائے یہ تعصّبات جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، یونہی سمجھانے سے مٹ نہیں سکتے جب تک ذہنی تبدیلی نہ ہو، اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ خدا ایک ہے اور وہی ساری مخلوق کی ربوبیت کرتا ہے یہ وہ تعلیم ہے جس کو دنیا میں پہنچانا تمام دنیا کے لئے مفید ثابت ہو گا اسی کو لیظهره على الدين كله کہتے ہیں۔

مکتوب و وکنگ

بسلسلہ صفحہ اوّل

تیسری خوشخبری

آج صبح مجھے ایک خاتون بنام :— MISS INGRD FEODRA KLARA HAYEN کا خط معہ ڈیکلریشن فارم جرمنی سے موصول ہوا ہے، مقام مسرت ہے کہ اس خاتون نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا ہے۔ خاتون موصوف کا مکمل پتہ درج ذیل ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس نومسلمہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اسے بھی مبارکباد کے خطوط لکھیں۔ پتہ یہ ہے :—

MUHLESTRASSE 77,
JEVER / OLDENBURG,
GERMANY

یہ تین خوشخبریاں جماعت کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں، بقول امام وقت —

منت ایں اجر نصرت را دہندت لے اخی ورنہ
قضا ئے آسمان است ایں بہر صورت شود پیدا

(آپ کا خادم ربانی)

نئے بیعت کرنیوالے اصحاب

چند دن ہوئے ایک سب انسپکٹر پولیس لائل پور سے آئے اور جمعہ کی نماز ہماری مسجد میں پڑھی اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے بیعت کرتے وقت انہوں نے بیان کیا کہ مجھے خواب نے راہبری کی ہے کہ آکر آپ کی بیعت کروں، اس بیعت کے موقعہ پر ان کو جماعت کے نظریات اور خدمات سے واقف کیا گیا یہ بیان سن کر ایک اور شخص نے بھی جو ریلوے انجن ڈرائیور ہے بیعت کر لی ان کا نام عبدالمجید ہے اس کے بعد شیخ فضل رحمٰن صاحب گورداسپوری کے پوتے ... ایک اور ریلوے انجن ڈرائیور کو جن کا نام رانا صاحب ہے لے آئے، وہ بھی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ فالحمدللہ۔ اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے۔

مبلغ اسلام امریکہ بسلسلہ صفحہ (۲)

میں اس کے پہنچنے کا منتظر رہوں گا، جو ربانی صاحب کا قیام تھا ... کے لئے انہیں ... پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس ایک ہی ... گذشتہ ہفتہ میں ... نفوس اسلام کی آغوش میں بھیجے ہیں۔

میں اپنے آئندہ خطوط میں آپ کو ان تمام ... معاملات میں جن کی میں قیادت کر رہا ہوں یا مسلمان ہونے والوں کی تعداد اور سطح کی تفصیل بھیجتا رہوں گا۔

اس اتوار کو جب آپ ۱۰ اگست ۱۹۵۸ء کو ہمارے مہمان تھے جو لوگ مسلمان ہوئے ان کے نام اور پتے ذیل میں درج ہیں :—

1. Mr. William Vaughn, 632 East Fost-Fourth Place, Chicago, Illinois.
2. Mr. Richard Griffis, 3403, Giles Avenue, Chicago, Illinois.
3. Mr. Carl Woize, 9663 Princenton Chicago, Illinois.
4. Mr. Alexonder Jones 4253 Wabash, Chicago, Illinois.
5. Mr. Leon Freeman, 3106, West Sixteenth, Chicago, Illinois
6. Mr. William Johnson, 6427, Harper, Chicago, Illinois.
7. Mr. Stanley Harris, 3008 Gideon Street, Zion, Illinois.
8. Mr. Henry Lewis, 1249 Whitcomb Avenue, Norfolk, Virginia.
9. Mr. Arcelious Donald, 217 West Forty-Seventh Street, Chicago, Illinois.
10. Mr. Henry C. Stewart, 3521 South State Street, Chicago, Illinois.
11. Mr. Augustus Brown, 637 East Thirty-Seven Street, Chicago, Illinois.
12. Mr. O. B. Garrett, 4436 South Indiana, Chicago, Illinois.
13. Mr. Hubert Hamilton, 4636 South Drexel, Chicago, Illinois.
14. Mr. Johnnie Jones, 5746 Indiana, Chicago, Illinois.

آپ کی اور ان تمام لوگوں کی خدمت میں جو یہاں مسجد سے تعلق رکھتے ہیں اور تمام دنیا کے مسلمانوں کی خدمت ...

شکر اللہ خان منصور بی اے ایل ایل بی

ملک محمد جعفر خان کی کتاب "احمدیہ تحریک" کے پیش لفظ (دیباچہ) کی متفرق باتوں پر مختصر تبصرہ کے بعد ان کی کتاب کا اصل مضمون بترتیب اُن کے منتخبہ عنوانات کے اب ہمارے سامنے ہے۔ جیسا کہ میں نے "جواب حصہ" میں لکھا تھا۔ ملک صاحب نے عنوان کی ترتیب غلط یعنی اُلٹی رکھی ہے میرے خیال میں اُن کا سب سے آخری عنوان اوّل ترین اور ان کا سب سے پہلا عنوان آخر ترین ہونا چاہئیے تھا۔ لہٰذا میں اسی ترتیب سے اُن کی کتاب پر غور کروں گا۔

"ختم نبوت"

ملک صاحب نے اس عنوان کے ماتحت اپنے معترض کو "ڈاکٹر اقبال" کیا ہے۔ مگر میں اپنے جواب کو "تذیل اسلام" کرتا ہوں۔ ملک صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے:-

"پاکستان اور بالخصوص پنجاب کے حالات نے مجھے احمدیت کے بارے میں تحقیقی مطالعہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس مطالعہ کے بعد جماعت احمدیہ کے نظریہ نبوت اور دیگر متعلقہ امور کے بارے میں جو نتائج میں نے اخذ کئے ہیں وہ کتاب کے چند ابواب میں پیش کر دئیے ہیں۔"

(صفحہ ۱)

اس سے ظاہر ہے کہ ملک صاحب کی کتاب کا اصل موضوع مسئلہ نبوت ہے اس کے علاوہ دوسری باتوں کا جو ذکر ہے وہ بوجہ متعلقہ امور ہونے کے ہے۔ پھر اسی دیباچہ میں انہوں نے لکھا ہے:-

"احمدیت کی بحث میں سب سے اہم موضوع ختم نبوت سمجھا جاتا ہے میرے نزدیک اس موضوع کا عقل کی قطعیت کے نظریے سے گہرا تعلق ہے۔ اس کے متعلق میں نے کتاب کے ایک باب میں کسی قدر تفصیل سے اپنے خیالات بیان کئے ہیں۔"

(صفحہ ۳)

ملک صاحب کو اعتراف ہے کہ اُن سے پہلے بھی احمدیت کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی گئیں مگر اُن کا کہنا ہے کہ وہ سارا لٹریچر غیر مفید اور بے اثر ثابت ہوا ہے اس کی وجہ اُن کے نزدیک یہ ہے کہ:-

"اہم معاملات میں مصنف کے اپنے خیالات اور رجحانات اصولی طور پر مرزا صاحب سے مختلف نہیں ہیں۔"

(صفحہ ۱۲)

الغرض ملک صاحب کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے احمدیت اور مخالفین احمدیت دونوں سے اصولی طور پر مختلف خیالات اور رجحانات اختیار کر کے احمدیت کی غلطی ثابت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے "ختم نبوت" کے باب کو مندرجہ ذیل الفاظ سے شروع کیا ہے:-

"اب ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ نبوت اور ختم نبوت کے متعلق اپنا نظریہ بیان کریں۔ یہ نظریہ متعین کرنے میں ہمیں سب سے زیادہ مدد ڈاکٹر اقبال کے خیالات سے ملی۔"

(صفحہ ۳۲۵)

فی الواقعہ اس سلسلہ میں ملک صاحب نے مرزا صاحب اور اُن کے سابقہ مخالفین سے جو اصولی طور پر مختلف خیالات اور رجحانات اختیار کئے ہیں اُن میں سب سے عظیم اور اہم خیال اور رجحان یہی ہے جو انہوں نے الفاظ منقولہ بالا میں ذکر کر دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب اور اُن کے سابق "مصداق فی لغیبن" ان مسائل کو سمجھنے اور متعین کرنے کے لئے کلام خدا قرآن کریم کی طرف۔ رسول خدا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی طرف اور رسول خدا صلعم کے صحابہ کرام کے خیالات کی طرف رجوع کرتے رہے اور انہیں سے مدد لیتے رہے۔ لیکن ملک صاحب موصوف نے ان تینوں ذرائع کو پس پشت ڈال کر سارا انحصار ڈاکٹر اقبال کے خیالات پر رکھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ منقولہ بالا تینوں ذرائع ناقابل توجہ اور پرانے ہیں۔ اس لئے اُن کی طرف رجوع غلط ہے۔ برعکس ازیں ڈاکٹر اقبال صاحب کے خیالات نئے تازہ اور ترقی پسند ہیں اس لئے اُن پر انحصار کرنا صحیح اصول ہے مجھے اس جگہ ملک صاحب سے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کا ارشاد بجائے خود عقل کی رو سے ہی آپ کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ حضرت مرزا صاحب اور اُن کے مخالفین مصنفین کا قرآن کریم۔ رسول کریم اور صحابہ رسول کی طرف رجوع کرنا اس لئے تھا کہ ان مسائل کے سمجھنے اور متعین کرنے میں انہی کے فرمان اور ارشادات قابل تسلیم اور فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ:-

(ا) قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو نبی بناتا ہے اس لئے اس سے بہتر نبوت کو کوئی دوسرا بیان نہیں کر سکتا۔

(ب) محمد رسول اللہ صلعم خود نبی اور خاتم النبیین ہیں اس لئے اُن سے بڑھ کر نبوت اور ختم نبوت کو کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔

(ج) صحابہ رسول نے ان باتوں کو خود رسول سے سنا۔ اس لئے اُن سے بہتر ان مسائل کو کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا۔

برعکس ازیں ڈاکٹر اقبال کو

(۱) نہ بذریعہ وحی خدا سے تعلق تھا

(۲) نہ خود نبی تھے اور

(۳) نہ نبی کو انہوں نے خود دیکھا یا سنا

ایسی صورت میں اُن کے خیالات کس طرح قابل انحصار اور کیونکر فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔ ملک صاحب کا یہ رویہ بالکل ایسا ہے کہ مقدمات کے دوران میں مؤکلین کو قانون سمجھنے اور متعین کرنے کے لئے وہ ڈاکٹر میرا دین صاحب (جو ایک ماہر سرجن ڈاکٹر ہیں) کے خیالات سے مدد لینے کی ہدایت شروع کر دیں۔ بتلائیے کل کلاں اگر ایک دوسرے جعفر خان اُٹھ کر یہ کہنا شروع کر دیں کہ انہوں نے نبوت اور ختم نبوت کی حقیقت متعین کرنے میں سب سے زیادہ مدد ڈاکٹر شیف کے خیالات سے حاصل کی ہے تو ہم احمدی ان کا کیا کر لیں گے۔ ڈاکٹر اقبال صاحب بلاشک ایک بلند پایہ اسلامی شاعر تھے اور ایک فلاسفر۔ لیکن نبوت اور ختم نبوت کے مسائل نہ شاعری سے متعلق ہیں اور نہ فلاسفری سے۔ پس ڈاکٹر اقبال صاحب کے خیالات کچھ بھی ہوں نبوت اور ختم نبوت کے معاملہ میں یقیناً قابل اعتناد نہیں ہو سکتے جس طرح قانونی مسائل کے متعلق کہ انہی میں آیت اٹھ سرجن کے خیالات ناقابل سند قرار دئیے گئے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب نبوت کے علم سے ذاتی طور پر ناواقف اور اس کی حقیقت کے بارہ میں ناتجربہ کار تھے۔ حیرت یہ ہے کہ ملک صاحب ایک طرف تو عقل کا ڈھنڈورہ پیٹتے عقل کے بالمقابل قرآن کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف عقل کے ساتھ یوں بے وفائی سے کام لیتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال صاحب کے خیالات

الفاظ منقولہ صدر کے بعد ہمارے ملک صاحب نبوت اور ختم نبوت کے متعلق ہمیں ڈاکٹر اقبال صاحب کے خیالات سے متعارف کراتے ہیں۔ اس غرض کے لئے انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے خطبات انگلش سے حسب ذیل طویل اقتباس نقل کیا ہے:-

"قبل اس کے کہ میں اس بحث میں آگے چلوں۔ یہ ضروری ہے کہ اسلام کے ایک عظیم الشان تخیل کی ثقافتی اہمیت کو سمجھ لیا جائے میری مراد نبوت کے سلسلہ کے انقطاع سے ہے۔ نبوت کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک طرح کا صوفیانہ شعور ہے۔ جس میں وجدانی تجربہ اپنی حدود سے بڑھ جانا چاہتا ہے۔ اور اجتماعی زندگی کی قوتوں کی ازسرنو تشکیل یا اُن کی جدید رہنمائی کے مواقع کا متلاشی

ہوتا ہے۔ نبی کی شخصیت میں زندگی کا مرکز اپنی ہی ذات کی لامحدود گہرائیوں میں ڈوبا کر تازہ قوت حاصل کر کے اُبھرتا ہے تاکہ قدیم نظام کو ختم کر کے زندگی کی نئی راہیں آشکار کر سکے۔ کسی ذات کا اپنے اصل کے ساتھ اس طرح کا الحاق انسان کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن نے لفظ وحی استعمال کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اسکو زندگی کا عمومی خاصہ قرار دیتا ہے اگرچہ اس کی نوعیت اور خاصیت زندگی کے مختلف ارتقائی مدارج پر مختلف ہوتی ہے۔ ایک پودے کا آزادی کے ساتھ فضا میں پھیلنا یا ایک حیوان کا اپنے نئے ماحول کی مناسبت کے لئے ایک نیا عضو بدن پیدا کرنا یا ایک انسانی وجود کا زندگی کی اندرونی گہرائیوں سے روشنی حاصل کرنا۔ یہ سب وحی کی مثالیں ہیں جن کا اپنی خاصیت میں باہم اختلاف وحی پانے والے وجود یا اس کی نوع کی ضرورت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ نوع انسانی کی کم سنی کے دور میں ذہنی قوت وہ شئے پیدا کرتی ہے جسے میں پیغمبرانہ شعور کا نام دیتا ہوں، یہ دراصل ایک طریقہ ہے جس سے فیصلہ و خود اختیار اور راہ عمل کے چند اصول مقرر کر لئے جاتے ہیں، اور اس طرح انفرادی فکر و اختیار میں کمی لائی جاتی ہے لیکن عقل اور جوہر استنباط کی پیدائش کے ساتھ زندگی اپنے مفاد کے لئے ان غیر عقلی ذرائع شعور کی نمو اور افزائش کو بند کر دیتی ہے جس میں کہ اس کی ذہنی قوت انسانی ارتقاء کے نسبتاً ابتدائی دور میں جاری رہی تھی۔ ابتداً انسان جذبات اور فطری حسیات کے تابع تھا۔ قیاس کرنے والی عقل جو انسان کو اپنے ماحول پر قادر بناتی ہے۔ ایک حاصل کی ہوئی استعداد ہے۔ جو استعداد کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اس کی مزید تقویت کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ علم کے دیگر ذرائع کی مناہی کر دی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ قدیم دنیا نے انسان کے ابتدائی دور میں جبکہ وہ کم و بیش القاء کے تابع تھا فلسفہ کے بعض اہم سسٹم پیدا کئے لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ قدیم دنیا کا یہ طریق کار نظری خیالات کے عمل کا نتیجہ تھا۔ یہ طریقہ مبہم مذہبی اعتقادات اور روایات کو منظم شکل دینے سے آگے نہیں جا سکتا۔ اور اس سے ہم زندگی کے ٹھوس احوال پر قابو نہیں پا سکتے۔ معاملہ کو اس پہلو سے دیکھتے ہوئے پیغمبر اسلام قدیم اور جدید دنیا کے درمیان کھڑے معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے پیغام کے ماخذ کے لحاظ سے وہ قدیم دنیا سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس پیغام کی روح انہیں جدید دنیا سے وابستہ کرتی ہے، اُن کی ذات میں زندگی نے اپنی جدید احتیاجات کے لئے مناسب اور پہلے سے مختلف ذرائع علم دریافت کئے ہیں۔ اسلام کی ابتداء قیاسی عقل کی پیدائش ہے .... اسلام کے ذریعے نبوت اپنے خاتمے کی ضرورت کے احساس کے ساتھ اپنے کمال تک پہنچی ہے اس سے مراد اس امر کا شدید احساس ہے کہ زندگی ہمیشہ کے لئے خارجی سہارے کی محتاج نہیں رہ سکتی اور یہ کہ خود شعوری کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ بالآخر انسان محض اپنی استعداد پر انحصار کرنے لگے۔"

علامہ اقبال کے اس طویل اقتباس کو نقل کرنے کے بعد ملک جعفر خاں صاحب نے دعوت دی ہے کہ آپ نے علامہ صاحب کے ان خیالات کا ذرا تفصیل سے مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ موجودہ موضوع کی نسبت علامہ کے نظریات کی روشنی میں کونسے نتائج مترتب ہوتے ہیں"۔ اب یہ تفصیلی روشنی ملاحظہ ہو، ہمارے ملک صاحب کے اپنے الفاظ میں:-

(۱) علامہ اقبال کے نزدیک وحی ایک عمومی ذریعہ رہنمائی ہے اور انسان تک محدود نہیں ہے اس کے لئے علامہ نے قرآن پر انحصار کیا ہے۔ اور کہا ہے .... قرآن وحی کو زندگی کا ایک عمومی خاصہ قرار دیتا ہے۔ فطرت کے سامنے ایک مقصد ہے جو تمام جانداروں اور نباتات نے پورا کرنا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہدایت ہے، کہیں یہ ہدایت چار پاؤں کے ٹولے کو ایک ایسی ساخت اور نسل اختیار کرنے پر مائل کرتی ہے جس سے وہ انسانوں کو دودھ مہیا کر سکیں۔ اور یہ مکھی کو اس راہ پر چلاتی ہے جس کے نتیجہ میں شہد حاصل ہوتا ہے، ہر صورت میں وحی کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی حصول مقصد حیات۔ وحی بطور ذریعہ ہدایت انسان کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ اسی مقام سے ایک نتیجہ تو واضح طور پر سامنے آ جاتا ہے کہ جس خاصیت میں انسان کے ساتھ غیر انسان یہاں تک کہ بے جان اشیاء بھی شریک ہیں وہ یقیناً انسان کا مابہ الامتیاز نہیں ہو سکتی۔ جو چیز انسان کو دیگر مخلوق سے ممتاز کرتی ہے وہ عقل ہے"

(صفحہ ۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳)

(۲) وحی اور عقل کے اس تقابل پر پہنچ کر ہمارے ملک صاحب کے نزدیک علامہ اقبال کا پہلے احمدی اور تمام غیر احمدی مسلمانوں سے اور بعد ازاں اپنے واحد اکلوتے شاگرد غلام احمد پرویز سے اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ احمدی اور غیر احمدی مسلمان کہتے ہیں کہ وحی یعنی قرآن کریم اپنے بڑے بڑے تمام اصولوں اور اپنی چھوٹی چھوٹی تمام تفصیلوں کے ساتھ تا قیامت انسانوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہے مگر ملک صاحب کا کہنا ہے کہ علامہ اقبال کو اس سے انکار ہے۔ غلام احمد پرویز صاحب نے علامہ صاحب کی شاگردی میں مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ میں اہم ترمیم اختیار کی اور کہا کہ وحی یعنی قرآن کریم کی تفصیلات تو قابل تنسیخ ہیں۔ انسانی عقل ان کو بدلنے کا اختیار رکھتا ہے مگر اس میں ہدایت کے بڑے بڑے بعض اصول ایسے درج ہیں جن کو عقل انسانی دریافت نہیں کر سکتی۔ اُن کی بطور SIGN POSTS ضرورت ہے۔ ملک صاحب کا کہنا ہے کہ علامہ صاحب کو اس سے بھی انکار ہے کیونکہ علامہ صاحب کے خیالات کے مطابق وحی یعنی قرآن کریم کیا بلحاظ بڑے بڑے اصولوں کے اور کیا بلحاظ چھوٹی چھوٹی تفصیلوں کے بوجہ ایک پرانی شئے (OUT OF DATE) ہونے کے اب ذریعہ ہدایت نہیں ہو سکتا۔ ملک جعفر خاں صاحب کے الفاظ میں:-

"اس ضمن میں پرویز صاحب کی آخری تصنیف ان کی کتاب "نظام ربوبیت" ہے۔ جس کو اُن کے ادارے نے دور حاضر کی عظیم کتاب قرار دیا ہے اس عظیم کتاب کے موضوع کا مرکزی خیال وحی اور عقل کا تقابل ہے مصنف کے نزدیک نظام ربوبیت کے لئے تنہا عقل کی رہنمائی کافی نہیں ہے اور نہ کسی صورت میں ہو سکتی ہے، بلکہ ہر دور میں اس کی بنیاد وحی پر رکھنا ناگزیر ہے ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ ترجمان اقبال نے اس معاملے میں اقبال کے فلسفہ کی پوری

توجہ نہیں کی ...... ہمارے خیال میں اس اغماض و فروگذاشت کی وجہ یہ ہے کہ پرویز صاحب اس منطقی نتیجہ سے بچنا چاہتے ہیں جس تک اقبال کا وہ نظریۂ ارتقاء ہماری رہنمائی کرتا ہے ۔ جو اس عظیم مفکر نے خطبات میں بیان کیا ہے ۔ جہاں تک وحی کی ابتدائی ضرورت کا سوال ہے، پرویز صاحب کا استدلال علامہ اقبال کے نظریہ کے مطابق ہے ۔ یعنے وحی کی ضرورت انسانی ذہن کے عالم طفولیت کے تقاضوں سے پیدا ہوتی ہے لیکن یہاں بھی پرویز صاحب پر اقبال کے نظریے کا ایک اہم نکتہ ضائع ہو گیا ہے ۔ پرویز صاحب نے وحی کو آسمانی ذریعہ ہدایت قرار دیا ہے ۔ اس میں کلام نہیں کہ وحی کا تعلق وحی پانے والے وجود سے باہر ایک قوت کے ساتھ ہے لیکن اس قوت کو آسمانی اور انسان کو زمینی کہنا کم از کم اقبال کے نظریے کے ایک پہلو کے مطابق نہیں ہے ۔ اقبال کے الفاظ میں نبی کی شخصیت میں زندگی کا محدود مرکز اپنی ہی ذات کی لا محدود گہرائیوں میں ڈوب کر تازہ قوت حاصل کرتا ہے علامہ نے خطبات میں انسان اور خدا کے باہم لطیف اور عمیق تعلق کو بیان کرتے ہیں ایک جامع اور بلیغ لفظ خودی (EGO) استعمال کیا ہے خدا کی ہستی کو علامہ نے INFINITE EGO یعنے غیر محدود مطلق خودی اور اس کے مقابلہ میں انسان کو FINITE EGO یعنے اس غیر محدود مطلق خودی کی ایک محسوس اور محدود صورت کا نام دیا ہے ۔ لیکن وہ نقطہ جس پر پہنچ کر پرویز صاحب اور علامہ اقبال کے خیالات میں اختلاف ایک شدید صورت میں ظاہر ہوتا ہے نوعِ انسانی کے عالم جوانی میں وحی کے مقام کی نسبت ہے ۔ پرویز صاحب کے نزدیک نبوت کے ختم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی ذہن نے سن بلوغ حاصل کر لیا ہے ۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد آیندہ ارتقاء کے لئے جدید وحی کے ذریعہ ہدایت پہنچانا ضروری نہیں رہا ۔ جو اصولی غیر متبدل قواعد عمل ایسے ہیں جن کو عقل وضع نہیں کر سکتی وہ ایک مستقل اور منزہ عن الخطاء وحی (قرآن کریم) کی صورت میں مہیا کر دیئے گئے ۔ اور اس وحی کی ہمیشہ کے لئے حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے ۔ ان اصولی قواعد کے اندر رہتے ہوئے انسان کو تفصیلی احکام اپنی عقل کی مدد سے خود متعین کرنے ہیں فی الواقعہ یہ خیالات نظریۂ ارتقاء کی درست تعبیر نہیں ہیں ۔ حقیقتاً یہ طرز فکر انسان کو آزاد کرنے کی بجائے اس کو جدید اور پہلے سے زیادہ سخت اور پابندیوں میں جکڑنے کا موجب ہے .... اس ضمن میں بھی علامہ اقبال کا نظریہ پرویز صاحب کے خیال سے واضح طور پر مختلف ہے اقبال کے نزدیک ارتقاء کے آخری دور میں انسان کے لئے عمل کے تمام قواعد کی نسبت خواہ وہ اصولی ہوں یا تفصیلی اور فروعی تنہا عقل پر انحصار کرنا مقدر ہے"

(صفحہ ۲۶۲-۲۶۳)

(۳) "ہم نے ابھی کہا ہے کہ پرویز صاحب کا نظریہ نہ صرف علامہ اقبال کے عقیدہ کی غلط توجیہ ہے بلکہ اس سے انسان اپنے فکر و عمل میں آزاد ہونے کی بجائے پہلے سے زیادہ سخت پابندیوں میں جکڑا جاتا ہے ....

پرویز صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے بعد ہماری احتیاج فقط یہ ہے کہ شاہراہ زندگی میں جہاں جہاں دوراہے آئیں وہاں نشانِ راہ (SIGN POSTS) نصب ہوں جن پر واضح اور بیّن الفاظ میں لکھا ہو کہ راستہ کدھر جاتا ہے ۔ اور دوسرا راستہ کس طرف ۔ اب صورت یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحے ہم ایک دوراہے سے دوچار ہیں SIGN POSTS پر کوئی واضح اشارہ موجود ہوتا ہے؟ .... ہمارے نزدیک درست صورت یہ ہے کہ ختم نبوت کی تکمیل پر انسان مکمل طور پر آزاد ہے ۔ جس طرح راستے پر چلنا اس کے اختیار میں ہے اسی طرح SIGN POSTS قائم کرنا بھی اس کا اپنا کام ہے ۔ جو خیال اس صورت حال کے خلاف ہے وہ لازماً اس حد تک نظریۂ ختم نبوت کے خلاف ہے" (صفحہ ۲۷۷-۲۷۸)

(۴) "ختم نبوت اور وحی کے متعلق علامہ صاحب کے نظریہ کی اس وضاحت کے بعد اب سنیئے نبوت کے متعلق علامہ صاحب کے نظریہ کی وضاحت ہمارے ملک جعفر خان صاحب کی زبان سے فرماتے ہیں :-

"آدم کی تخلیق اور اس کے نہایت ابتدائی دور کے حالات کی نسبت بھی علامہ اقبال کا ایک مخصوص اور واضح تخیل ہے ... علامہ نے پیدائش کے ارتقائی نظریئے (Theory of Evolution) کو تسلیم کیا ہے ۔ اقبال کے نزدیک ہبوطِ آدم کے قصے میں جنت سے مراد فردوس بریں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد انسانی وجود کی وہ حالت ہے جس میں وہ ابھی اذیت شعور سے آزاد تھا ۔ یعنے فی الواقعہ انسان نہ بنا تھا لیکن بننے کے قریب تھا ۔ اس خیال کی وضاحت علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کی ہے :-

" میرا خیال ہے کہ اس کہانی میں جنت سے مراد انسان کی وہ نہایت ابتدائی حالت ہے جبکہ اس کا اپنے ماحول سے کوئی تعلق قائم نہ ہوا تھا - .... اس (قصے) سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کس طرح انسان اپنی ابتدائی حالت سے جبکہ وہ حیوانی خواہشات کا غیر شعوری طور پر غلام تھا ترقی کر کے اس حالت میں داخل ہوا جس میں وہ شعور اور آزاد شخصیت کا مالک بنا اور نافرمانی کے قابل ہوا .... یہ گویا احساس محض سے احساس خودی کی طرف ارتقاء کی پہلی منزل میں داخل ہونا ہے"

اس سے پہلے انسان کے لئے (کسی اور نام کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم قبل از بشر وجود کو بھی انسان کہنے پر مجبور ہیں حالانکہ حقیقتاً یہ وجود عقل کی پیدائش سے ہی انسان کہلانے کا مستحق ہوا) وحی سے یہ ہدایت پانے کے لئے اس کے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا ۔ وحی کا عمل اس وجود میں اس طرح کارفرما تھا جس طرح کہ دوسری غیر انسانی مخلوق میں یعنی یہ وحی ایک جبلت (Instinct) کی صورت میں موجود تھی، جس پر عمل کرنے کے لئے کسی ارادے کی ضرورت نہ تھی اور اس پر عمل نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا ۔ لہٰذا نیکی اور بدی کا تصور بھی شروع نہ ہوا تھا ...... عقل کے وجود میں آنے سے وحی نے آیندہ کے لئے انسان کی جبلت کا حصہ ہونے کی بجائے ایک ایسے ذریعہ ہدایت کی صورت اختیار کر لی جس پر عمل کرنا یا نہ کرنا انسان کے اختیار اور ارادہ میں آگیا ۔ یہ اختیار و ارادہ انسان عقل کی روشنی سے استعمال کرتا ہے ۔ عقل سے ہماری مراد دانائی (WISDOM) نہیں ہے بلکہ ذہن سوچنے کا مادہ (REASON) ہے .... اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش سے ہی عقل نے بطور ذریعہ ہدایت بنیادی حیثیت حاصل کر لی لیکن

یہاں بنیادی سے مراد یہ نہیں کہ انسان کے فکر و عمل کے بیشتر قواعد عقل نے مہیا کرنے شروع کر دیئے۔ بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ دیگر ذرائع سے حاصل کی ہوئی ہدایت کو قبول کرنا یا نہ کرنا عقل کے اختیار میں آگیا۔ لیکن کسی اختیار حاصل ہونا ایک بات ہے اور اس کا غیر محدود طور پر آزادانہ استعمال ایک دوسری بات۔ ارتقاء کے اس ابتدائی دور میں عقل کا مکمل طور پر آزادانہ عمل انسان کی ناپختگی کے باعث مکمل تباہی کا موجب ہو سکتا تھا۔ اور مقصد اس وجود کے امکانات کے امتحان کا تھا نہ کہ اس کی تباہی۔ اس لئے نوعِ انسانی کے کم سنی کے دور میں ذہنی قوت نے وہ شئے پیدا کی جسے اقبال نے پیغمبرانہ شعور کا نام دیا ہے ...... اہم نکتہ یہ ہے کہ علامہ اقبال نے پیغمبرانہ شعور کی پیدائش کے زمانے کو نوعِ انسانی کی کم سنی کا دور قرار دیا ہے۔ یہ نظریہ نہایت اہم اور بہت دور رس نتائج کا حامل ہے۔ کم سنی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نوعِ انسانی کی جوانی کے ساتھ پیغمبرانہ شعور کے دائرہ عمل میں کمی واقعہ ہوتی جائیگی اور اس کے نتیجے میں انفرادی فکر و اختیار کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا"

(صفحہ ۳۵۴ تا ۳۵۸)

(۵)۔ وحی۔ نبوت اور ختم نبوت کے نظریات کا لٹریچر بہ ظرخاں خدا کی ہستی کے تصور کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس کے متعلق بھی علامہ صاحب کا ایک خاص ارتقائی نظریہ ہے۔ جس کا عدم ذکر ہمارے ملک صاحب کی ایک عمداً فرد گذاشت ہے۔ اس کا ازالہ ہم بہت ضروری سمجھتے ہیں ملک صاحب کی طرح اُن کے ایک اور شاگرد نے لاہور کے ایک انگریزی اخبار کے گذشتہ "اقبال ڈے" نمبر میں علامہ صاحب کے اس نظریہ کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے :-

"اقبال کا تصورِ خدا عام اسلامی عقیدہ سے بہت کچھ دور ہٹ گیا ہے۔ اقبال کے نزدیک خدا کے قلب (MIND) میں آنے والے واقعات کا کوئی تفصیلی علم نہیں ہوتا جو آیندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والے ہوں ..... تمام علم ایک عمومی رنگ کا علم ہوتا ہے اور اس لئے خدا کو تفصیلات کا علم نہیں ہوتا۔ برگساں کی طرح اقبال اس سے بھی ایک قدم آگے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ...... خدا خالق نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ شخص ایک ایسی منصوبہ بندی کو بروئے کار لانے والا ہو جو ابدالآباد سے موجود چلا آتا ہے۔ خدا اپنے عمل میں آزاد ہے۔ اس لئے اقبال نہ تقدیر کو مانتا ہے اور نہ اس کو کہ خدا پہلے ہی سے اس تقدیر کا علم رکھتا ہے۔"

(بحوالہ پیغام صلح مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۵۸ء)

مَیں نے ملک جعفر خاں صاحب کی کتاب سے یہ طویل اقتباسات تفصیلاً اس غرض سے نقل کر دیئے ہیں کہ ملک صاحب کو ہم پر بھی اُن کے نظریئے اور خیال کے بعض اہم نکتے ضائع ہو جانے کی شکایت پیدا نہ ہو جیسا کہ محترم علامہ احمد پرویز پر ان کو ہوئی۔

علامہ اقبال صاحب کے خیالات کا خلاصہ

منقولہ بالا طویل اقتباسات میں اہم امور میں علامہ صاحب کے خیالات مکمل طور پر احمدی نوجوانوں کے سامنے آ گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے ملک صاحب کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اُن کے مخاطبین نے اُن کے پیش کردہ مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ علامہ صاحب کے خیالات کا خلاصہ ملک صاحب کی وضاحتوں اور تشریحوں کے مطابق حسب ذیل ہے :-

اوّل۔ خودی (EGO) کی ایک صورت خدا کی ہستی ہے اور دوسری صورت انسان کی ہستی۔ ایک غیر محدود غیر محسوس اور دوسری "محدود اور محسوس" کائنات میں اختیار ارادہ۔ قوت اور عمل و دخل کے لحاظ سے "انسان کی ہستی" کی صورت "خدا کی ہستی" سے زیادہ با اختیار ترقی یافتہ اور کامل تر ہے۔

دوم۔ انسان بولتا۔ سنتا، جواب دیتا اور کائنات میں عمل و دخل دے کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرتا ہے، مگر خدا نہ بولتا نہ سنتا نہ جواب دیتا اور نہ کسی قسم کی قوت دکھلاتا ہے گویا کائنات میں عمل و دخل سے اب بالکل وہ محروم ہے۔

سوم۔ خدا عالم الغیب نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ وہ بھی انسان کی مانند صرف قیاس سے کام لیتا ہے۔

چہارم۔ وحی خدا کا کلام نہیں بلکہ اس سے مراد "القاءِ ذہن اور جذبۂ فطرت" ہے جس کا نام جبلّت (   ) ہے عقل اور شعور پیدا ہونے کے بعد وحی جو جبلّی ذریعۂ ہدایت تھا بے مصرف ہو گئی۔ اس لئے قرآن کریم جو ایک وحی ہے بطور ذریعہ ہدایت کے اب منسوخ اور ناقابل عمل ہے۔

پنجم۔ نبوت سے یہ مراد نہیں کہ نبی اپنے سے کسی الگ اور بلند و بالا ہستی خدا سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یا اُس کی طرف سے کھڑا کیا جاتا اور اس کی طرف سے پیغام لاتا۔ بلکہ نوعِ انسانی کے کم سنی کے دور میں اس کی ذہنی قوت نے جو شئے پیدا کی اسی کا نام پیغمبری یا نبوت ہے۔ نبی کی شخصیت میں زندگی کا محدود مرکز اپنی ہی ذات کی لامحدود گہرائیوں میں ڈوب کر تازہ قوت حاصل کرتا ہے یعنی "ہمہ اوست"۔ ہے خدا کی ذات کوئی الگ ہستی نہیں۔ انسان بحیثیت مجموعی خود ہی خدا ہے۔

ششم۔ پیغمبرِ اسلام "کسی خدا کی طرف سے نازل کردہ نہیں بلکہ انسانی، قیاسی عقل کی پیدائش ہے۔ اس کے ذریعے نبوت کا خاتمہ کسی خدا کی طرف سے نہیں بلکہ نبوت خود ہی خاتمے کی ضرورت کے احساس کے ساتھ اپنے کمال کو جا پہنچی ہے۔

ہفتم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر ختم نبوت ہونے سے یہ مراد نہیں کہ انسانی ہدایت کے لئے بذریعہ وحی قواعدِ عمل کا نزول قرآن کریم میں مکمل ہو گیا۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اب انسان قرآن (یعنے وحی) کی پیروی سے مکمل طور پر آزاد کر دیا گیا ہے، اور کہ اب انسان کے عمل کے تمام قواعد کی نسبت اُصولی اور تفصیلی ہوں یا فروعی تنہا عقل پر انحصار واجب ہے۔ اب لوگوں کو وحی یعنے قرآن کی طرف بلانا ترقی معکوس کی طرف دعوت دینا ہے۔

ملک محمد جعفر خاں صاحب کے بیان کے مطابق "ڈاکٹر اقبال صاحب کے خیالات" کے بنیادی امور اور خلاصہ مطلب مندرجہ بالا "سات نقاط" ہیں۔ "انہی نقاط" کی بناء پر ملک صاحب نے یہ حکم لگایا ہے کہ "تاریخ نے احمدیت کو غلط ثابت کر دیا ہے"۔ اور یہ کہ "احمدیت کی بنیاد غلط نظریات پر رکھی ہوئی ہے"۔ اور پھر انہی نقاط کو پیش کر کے ہمیں احمدیت چھوڑ دینے پر آمادہ ہونے کی دعوت دی ہے اور احمدی نوجوانوں سے بڑی امید اور خواہش وابستہ کی ہے کہ وہ احمدیت چھوڑ کر ان "سات اقبالی نقاط" کو قبول کریں۔

(باقی آیندہ۔ انشاء اللہ تعالےٰ)

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی دوسری مجلس

بسلسلہ اشاعت گزشتہ

نعیمہ: "لیکن امی جان! وہ آدمی کیسا خراب تھا۔ جس نے اس بڑے طریقے سے سوال کیا۔ حضورؐ کی چادر پکڑ لی اور اس کو کھینچا۔ جس سے حضورؐ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ اور پھر کہا کہ یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ توبہ توبہ کبھی فقیر لوگ بھی اس طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ تو بڑی بے ادبی اور گستاخی کی بات اس نے کہی"

ماں: "بیٹی یہی تو بات ہے۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا اور اس سے سوالی اس طرح سے سوال کرتا تو بجائے کچھ دینے کے اسکو خوب پیٹتا۔ مگر یہ ہمارے نبیؐ کی شان ہے کہ ناراض تک نہ ہوئے اور اس کو خوب دل کھول کر دیا۔ ہمارے نبیؐ کو خدا نے بڑا حلیم اور نرم دل بنایا تھا۔

حضرت نبی کریم کو خدا نے حلیم اور نرم دل بنایا تھا

قرآن مجید میں بھی آتا ہے:-

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران ۱۵۸)

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اے محمدؐ! آپ کو ان کے لئے نرم دل بنایا ہے۔ اگر تو سخت کلام اور سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

حضورؐ اکثر لوگوں کے قصور معاف کر دیا کرتے تھے۔ اور کسی سے بدلہ لینا تو جانتے ہی نہ تھے۔ اسی وجہ سے بڑے بڑے دشمن آپ کے سامنے جھک گئے ہے

سو بار ترا دیکھ کے لطف اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

حضورؐ کا عفوِ تام

لوگ آپ پر ظلم پر ظلم کرتے رہے۔ لیکن حضورؐ ان پر رحم پر رحم کرتے رہے۔ آپؐ جیسا رحم کرنے والا اور دشمنوں کو معاف کرنے والا شخص دنیا میں کوئی نہیں ہوا۔ اس کی مثالیں میں تم کو پہلے سنا چکی ہوں۔ جب آپ نے مکہ فتح کیا تو سب دشمنوں کو معاف کر دیا۔ یہ بڑے خطرناک دشمن تھے۔ یہ آپ کے قتل کرنے کے درپے تھے۔ اور انہوں نے آپ کو اپنے وطن عزیز سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ آپ کے ساتھ جنگیں کی تھیں۔ آپ کے عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں کو بڑی بے دردی اور بے رحمی سے قتل کیا تھا۔ جو غریب غلام اور لونڈیاں ایمان لائیں ان پر ظالموں نے ایسے ایسے ظلم کئے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک آدھ کا حال سناتی ہوں:-

صحابہؓ پر ظلم ستم اور ان کا صبر کرنا

حضرت بلالؓ حبشی شروع میں امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت امیہ ان کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دیتا۔

حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور ان کی بیوی سمیہؓ مسلمان ہوئے تو ابوجہل ان کو شدید عذاب پہنچاتے۔ ایک دن آنحضرتؐ نے ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر فرمایا **اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ** یعنے یاسر والو! صبر کرو! تمہارا مقام جنت ہے۔ ابوجہل نے حضرت سمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر مر گئیں۔

حضرت خباب بن الارت کے سر کے بال کھینچے جاتے تھے گردن مروڑی جاتی تھی۔ گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا تھا۔

(رحمۃ اللعالمین صفحہ ۲)

ابوفکیہہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کا گلا گھونٹتا۔ مارتا گھسیٹتا۔ مگر وہ راہ خدا سے نہ لوٹتے۔ ان کے سینے پر اتنے وزنی پتھر رکھ دیئے جاتے تھے کہ ان کی زبان باہر نکل پڑتی تھی۔

لبینہ ایک کنیزہ تھی۔ ان کا آقا اس کو اس قدر مارتا کہ خود تھک جاتا مگر وہ نیک خاتون اسلام پر قائم رہی۔

غرض ایسے ایسے ظالم دشمنوں سے ہمارے نبی صلعم اور ہمارے نبیؐ کے صحابہ نے بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔ مگر حضور کی فیاضی دیکھو کہ ان سب کو معاف کر دیا۔

ہمارے قومی شاعر نے چند اشعار میں ان ظلموں کا نقشہ کھینچا ہے جو اس طرح ہے:-

غضب کے ظلم ہوتے تھے مسلماں ہونے والوں پر
خزاں آتی تھی دل میں تخم وحدت بونے والوں پر
لٹاتے تھے کسی کو تپتی تپتی ریت کے اوپر
کسی کے سینہ بے کینہ پر رکھنے لگے پتھر
مسلماں بیبیوں پر چابکوں کا مینہہ برستا تھا
کنیزوں کو شکنجے میں کوئی بے درد کستا تھا
بلالؓ و یاسرؓ و عمارؓ و خبابؓ اور سمیہؓ
صہیبؓ اور بوفکیہہؓ اور لبینہؓ اور نہدیہؓ
زنیرہؓ اور عامرؓ تھے غلام اور لونڈیاں ان کی
مسلماں ہو گئے بس آ گئی آفت میں جاں ان کی
محمدؐ کی محبت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے
خدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے
یہ ظلم ان کو خدا سے دور کر سکتے نہ تھے ہرگز
نشے صہبائے وحدت کے اتر سکتے نہ تھے ہرگز

(شاہنامہ اسلام جلد اول)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا اے ہدی از مشرق رحمت برآر ۔ گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۴۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۳۹

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

— مسیح موعودؑ

میرا سفر امریکہ

از خان بہادر غلام ربانی خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

بہائی مذہب پر گفتگو۔ ایک ہزار مذہبین کا الوداعی ڈنر

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

میری عینک کی گمشدگی اور افضال الٰہی

بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان کا ذکر کرنا اس لیئے ضروری ہوتا ہے کہ خداوند پاک کس طرح اپنے بندوں پر ہر رنگ میں نوازش فرماتا ہے۔

۱۱ تاریخ دوپہر کے کھانے کے وقت جب گرمی کی وجہ سے میں نے اپنا کوٹ اتارا تو یونیورسلسٹ چرچ کے ہال میں جہاں دعوت کا انتظام تھا کہیں میری عینک گر گئی بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ اب میں حیران تھا کہ اپنے لیکچرز میں قرآن مجید کے حوالہ جات کس طرح پڑھوں گا۔ نہ تو اتنے تھوڑے وقت میں دوسرا عینک پیدا ہو سکتی تھی اور نہ گمشدہ عینک ہی کا کوئی نشان تھا۔ اسی کشمکش میں جب ۱۲ تاریخ کو ہال میں پہنچا اور عینک کے گم ہونے کے متعلق اطلاع دی تو غالباً میری شکل و صورت کو دیکھ کر ایک کارکن کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ وہ اپنی عینک مجھے پیش کر دے۔ جب وہ عینک دینے لگے تو میں نے معاً کہا آپ کی اور میری عمر میں اس قدر تفاوت ہے کہ یہ چشمہ میرے کام نہیں آ سکتا۔ مگر ان کے بار بار اصرار پر جب میں نے چشمہ کو آنکھ پر لگایا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مذکورہ چشمہ میری ہی نظر کے مطابق بنایا گیا تھا۔ اس پر مالک عینک نے کہا کہ آپ اس کو رکھ لیں کیونکہ ان کے پاس اسی قسم کا دوسرا جوڑا ابھی موجود تھا...... میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور دو دن اسی چشمہ سے کام کرتا رہا۔ حسن اتفاق سے تیسرے دن شام کے وقت ایک کارکن ایک چشمہ لئے میرے پاس آیا جو اسے یونیورسلسٹ چرچ کے دفتر سے ملا تھا۔ یہ وہی میرا گم شدہ چشمہ تھا جو مجھے خدا نے واپس دے دیا۔ اب میں چاہتا تھا کہ جس کارکن نے مجھے اپنا چشمہ از راہ عنایت دیا تھا اس کا چشمہ لوٹا دوں مگر چشمہ دینے والے کا نہ تو مجھے نام معلوم تھا اور نہ پتہ۔ صرف شکل سے ہی شناخت کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب میں دفتر معلومات میں گیا تو بھی اس کارکن کا کوئی نام و پتہ معلوم نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے روز دل سے دعا کی اور یہ میں اپنی بزرگی جتانے کے لئے نہیں لکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے افضال کے اظہار کے لئے عرض کرتا ہوں کہ ۱۴ اگست کو جب ہمیں شکاگو شہر کے مناظر دکھانے کے لئے بذریعہ بس لے گئے تو سب سے پہلے جس گرجا میں ہمیں پہنچایا گیا اسی کارکن کو جس نے مجھے عینک دی تھی میں نے وہاں پا لیا اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کو عینک شکریہ کے ساتھ واپس دے دی۔

کینڈل لائٹ سروس

۱۴ اگست کا دن حسب معمول گذرا شام کے ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر رابرٹ سالیمن یہودی کا لیکچر توحید پر ہوا جو کہ بڑا موثر تھا اس کے بعد شکاگو کے سنٹ یونی ٹیرین چرچ میں کینڈل لائٹ سروس ہوئی (یعنی موم بتیاں عبادت کے لئے جلائی گئیں اور بجلی کی روشنی بند کر دی گئی) اس گرجا میں تقریباً ایک ہزار آدمی جب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو گرجے کا پادری اور اس کے پیچھے تمام مذاہب کا ایک ایک نمائندہ جلوس کی شکل میں ڈائس پر پہنچا اس گرجے کی خاص شان یہ تھی کہ اس میں کسی قسم کی تصاویر یسوع مسیح، بی بی مریم یا صلیب وغیرہ کا نشان مطلق کچھ نہ تھا۔ ہر ایک مذہب کے نمائندہ نے اپنی اپنی کتب مقدسہ سے خدائے واحد کی شان میں آیات تلاوت کیں چنانچہ شکاگو یونیورسٹی کے ایک مسلمان طالب علم نے بھی آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص تلاوت کی۔ کاش اگر یہ شخص مجھے پہلے مل جاتا تو اس کو میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی آیات کریمہ بھی تلاوت کرنے کے لئے کہتا کیونکہ یہ نہایت برمحل آیات ربانی تھیں۔ اس کے بعد تمام حاضرین اپنی اپنی موم بتی کو روشن کر کے ایک جلوس کی شکل میں یہ کہتے ہوئے نکلے کہ

"اے خدائے واحد اپنے نور سے دنیا کو منور کر دے"

بہائی ٹمپل کی سیر اور بہائیت پر گفتگو

۱۶ اگست کو تمام باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کے لئے

(باقی برصلا)

تمام پاکستان بھر میں مارشل لاء کا نفاذ

آئین منسوخ مرکزی اور صوبائی حکومتیں برطرف۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں تمام سیاسی جماعتیں ختم

صدر نے تمام فوجیں اپنی کمان میں لیکر جنرل محمد ایوب خان کو مارشل لاء کا ناظم اعلےٰ مقرر کر دیا

کراچی، ۷ر اکتوبر۔ صدر مملکت میجر جنرل اسکندر مرزا نے آج رات گئے سارے ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان جاری کر دیا۔ اس کے علاوہ ملک کے آئین کو منسوخ کرتے ہوئے مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو معزول اور صوبائی اسمبلیوں کو توڑنے .... اور ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں کو ختم کرنے کا صدر مملکت نے پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو مارشل لاء کا چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا ہے۔ اور ملک کی تمام فوجیں ان کے ماتحت کر دی ہیں۔ صدر مملکت نے اعلان میں کہا ہے کہ میں نے یہ کارروائی انتہائی افسوس کے ساتھ کی ہے۔ لیکن مجھے ملک اور عوام کے مفادات کی خاطر ایسا کرنا پڑا ہے۔ صدر مملکت نے اعلان میں کہا ہے کہ میں اقتدار کے حصول کے لئے رسّہ کشی اور سادہ لوح محب وطن عوام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کارروائیوں کو گذشتہ دو سال سے دیکھتا چلا آ رہا تھا۔ اس سلسلہ میں بعض استثنائی صورتیں بھی ہیں لیکن وہ اقلیت میں ہونے کے سبب ملک کے امور پر اثر انداز نہیں ہو سکیں۔

لوٹ کھسوٹ نے آمریت کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اور عوام کو ختم کر کے لوٹ کھسوٹ کرنے والوں نے فروغ حاصل کیا ہے اور وہ اپنی قابل ملامت سرگرمیوں سے زیادہ دولت مند ہو رہے ہیں، میری بار بار کی کوششوں کے باوجود غذائی بحران نپٹنے کی کوشش نہیں کی گئی، غذائی مسئلہ اس ملک میں زندگی اور موت کے مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے جسے درحقیقت فاضل پیداوار کا ملک ہونا چاہیئے، زراعت اور انتظامیہ کو سیاسیات کی اس طرح زر خرید لونڈی بنا دیا گیا ہے کہ ہماری حکومت کے موجودہ نظام میں کوئی سیاسی پارٹی بھی پیداوار کو بڑھانے کے لئے کوئی مثبت اقدام کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔

بعض سیاستدان خونین انقلاب کی باتیں کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض طالع آزما غیر ممالک میں جا کر ان سے براہ راست رابطہ قائم کرنا موزوں سمجھتے ہیں۔ ان کی اس کارروائی کو صرف انتہائی غداری قرار دیا جا سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان اسمبلی میں حال ہی میں جو اہانت آمیز منظر پیش کیا گیا ہے اسے ہر شخص جانتا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ تقسیم سے پہلے بنگال میں بھی اسی قسم کے واقعات عام ہوتے تھے، ایسے واقعات ہوتے ہوں یا نہ ہوتے ہوں لیکن طریق کار کا یہ انداز یقیناً مہذب نہیں ہے آپ سپیکر کو مار پیٹ، ڈپٹی سپیکر کو ہلاک اور قومی پرچم کی توہین کر کے ملک کا وقار بلند نہیں کر سکتے۔

اعلان میں مزید کہا گیا ہے کہ ملک کی سیاسی پارٹیوں کی ذہنیت اس قدر گر چکی ہے کہ مجھے بالکل یقین نہیں کہ انتخابات موجودہ صورت حال کو بہتر کرنے کے لئے کارگر ثابت ہو سکیں گے اور ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ ایک ایسی مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کر لیں۔ جو ملک کی گوناگوں مشکلات کو رفع کر سکے۔ ہم آسمان سے آدمی نہیں لا سکتے۔ انہی لوگوں کا گروہ جس نے پاکستان کو تباہی کے منہ پر پہنچا دیا ہے۔ انتخابات کو اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرے گا، یہ لوگ انتقامی جذبہ سے بھرے ہوئے واپس آئیں گے اور وہی ہتھکنڈے استعمال کریں گے جنہوں نے ملک میں جمہوریت کو ایک مذاق بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور جو ملک میں پھیلی ہوئی موجودہ بددلی کا واحد سبب ہیں، سیاسی لوگ آئے دن اپنی وفاداریاں بدلتے رہتے ہیں اور اقتدار کی نہ ختم ہونے والی جنگ جاری ہے۔ ان حالات میں انتخابات کا آزادانہ اور منصفانہ انعقاد ناممکن ہے۔ یہ لوگ ہماری مشکلات حل نہیں کر سکتے۔

بلکہ اس کے برعکس ملک اور زیادہ مصیبت اور بددلی کا شکار بنا دیں گے اور یہ صورت حال آخر کار خونیں انقلاب پر منتج ہوتی۔ حال ہی میں کراچی میونسپلٹی کے جو انتخابات ہوئے ہیں ان میں صرف ۲۹ر فیصد ووٹروں نے حصہ لیا اور ان میں سے پچاس فی صدی ووٹ جعلی تھے ہم سول نافرمانی، پرائیویٹ رضاکاروں کی تنظیموں کو برقرار رکھنے اور ایک یونٹ کو توڑنے کے نعرے بلند ہوتے سن رہے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیاستدان اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ کرنے کو تیار ہیں ہماری خارجہ پالیسی پر مسلسل غیر ذمہ دارانہ تنقید ہو رہی ہے جس کا سبب حب الوطنی کا جذبہ نہیں بلکہ خود غرضی ہے، جبکہ یہی لوگ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ ہم تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کرنے کے خواہاں ہیں، لیکن سیاسی عزائم رکھنے والے یہ لوگ، روس، امریکہ، متحدہ عرب جمہوریہ اور چین جیسے ملکوں میں پاکستان کے متعلق غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں، بھارت کے خلاف یہ طالع آزما جنگ کا نعرہ بلند کر رہے ہیں جبکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ ملک میں کہیں بھی محاذ جنگ کے قریب نہیں آئیں گے۔ میں واضح طور پر اعلان کرتا ہوں کہ ہم وہی پالیسی اختیار کریں گے جو ہمارے مفادات اور ملک کی جغرافیائی پوزیشن جس کی متقاضی ہے، ہم اپنے تمام بین الاقوامی وعدوں کے پابند رہیں گے جن کا پاکستان کے تحفظ کے لئے ہم نے ذمہ لے رکھا ہے، ایک امن پسند قوم کی حیثیت سے ہم دنیا میں جنگ کا خطرہ ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں گے۔

صدر مملکت نے کہا ہے کہ میں گذشتہ تین سال سے آئین کو جمہوری طریقہ سے بروئے کار لانے کی انتہائی کوشش کرتا رہا ہوں، مجھے کولیشن کے بعد دوسری کولیشن کو اس امید میں لانا پڑا تاکہ نظم و نسق میں استحکام پیدا ہو، اور ملک کے معاملات عوام کے مفاد کی خاطر چلائے جائیں، میں نے اپنی ذمہ داریاں ... ان کے بددیانت طریقوں کو ہر موقع پر مخلصانہ نمائش کہا ہے صدر نے کہا ہے کہ ہر قسم کے الزامات صدر پر عائد کرنا ایک فیشن ہو گیا ہے، یہاں تک کہ اگر زیادہ بارش ہو تو بھی صدر کا قصور ہے، ملک سے محبت نہ رکھنے والے عناصر مملکت کے سربراہ پر حملے کر کے حکومت اور ملک کے وقار کو تباہ کرنا چاہتے تھے وہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گئے لیکن اگر ان حالات کو جاری رکھنے کی اجازت دی جاتی تو وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، صورت حال سے آگاہ ہو کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ لوگوں کی وافر اکثریت کو حکومت کے موجودہ نظام میں اعتماد نہیں رہا۔ لیڈران کی وہ خدمت انجام نہیں دے سکے جن کے کہ وہ مستحق تھے اور وہ عوام کے اعتماد کے قابل نہیں رہے، ملک کا آئین جو ۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء کو معرض وجود میں لایا گیا۔ ناقابل عمل ہے۔

اس میں ایسی خطرناک سودے بازیاں اٹی پڑی ہیں کہ پاکستان جلد ختم ہو جائے گا۔ صدر نے کہا ہے کہ اندرونی مرض دور کر دیا گیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں چند محب وطن اشخاص کو جمع کروں تاکہ وہ ہمارے سیاسی مسائل کی چھان بین کریں، اور وہ ایک ایسا آئین مرتب کریں جو مسلمانوں کے لئے زیادہ موزوں ہو، جیسے یہ آئین مناسب وقت میں تیار ہو جائے گا تو اس پر ریفرنڈم کرایا جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ آئین ایک مقدس چیز ہے لیکن آئین سے بھی مقدس ملک اور عوام کی خوشحالی ہے، ملک کے سربراہ کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ ملک کو انتشار سے بچاؤں اعلان کے آخر میں کہا گیا ہے کہ میں پاکستانی افواج کی وفاداری اور حب الوطنی کا معترف ہوں۔ اعلان میں فوجی افسروں سے کہا گیا ہے کہ پاکستان کے مستقبل کا انحصار آپ کی خدمات پر ہے آپ اپنے فرائض بلاخوف سرانجام دیں خدا آپ کا مددگار ہو۔

اعلان میں صدر اسکندر مرزا نے کہا ہے کہ فوجی راج انتہائی ضرورت کے پیش نظر قائم کرنا پڑا ہے، اور یہ اقدام ملک کے بہترین مفادات کی خاطر کیا گیا ہے۔

قابلِ توجہ سیکرٹری صاحبان

تمام جماعتوں کے ممبران کی تازہ فہرست مرتب کرنے کے سلسلہ میں صدر دفتر سے بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کو جو فارم ارسال کئے گئے ہیں اُن سے التماس ہے کہ مطلوبہ فہرستیں سیکرٹری صاحبان جلد از جلد مکمل کر کے دفتر کو ارسال کر دیں۔

شکریہ

خاکسار سیکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

اشاعتِ اسلام کا عالمگیر ادارہ

جمعیۃ العلماء ہند کا ایک مراسلہ حال ہی میں بعض اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں موجودہ زمانہ میں مادیت والحاد کی غیر معمولی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ :-

"متحدہ اقوام کی رپورٹ ہے کہ مادہ پرستی کے اس بحرانی دور میں جیسے جیسے اس کا دائرہ وسیع ہوتا ہے جرائم کے سائنٹیفک طریقے بڑھ رہے ہیں اور مظالم کی کثرت ہو رہی ہے اس ٹوٹ پھوٹ کا نتیجہ یہ ہے کہ امن وامان، ثروت ومراسم، وحشت واضطراب کی تاریکیاں ظلمات بعضہا فوق بعض کی طرح انسانیت پر چھا رہی ہیں، انسانی شرف وعظمت جو اخوت، باہمی ہمدردی اور لطف وکرم کا ذریعہ بن سکتی تھی دماغ اس کے احساس سے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔"

اس کے بعد اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہ :-

"قرآن حکیم جس کی عملی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے ہوتی ہے وہ نسخہ کیمیا اور وہ اکسیر شفا ہے جو دامن انسانیت کو نہ صرف دولت روحانیت سے مالا مال کرتا ہے بلکہ مجروح انسانیت کے زخموں پر سکون واطمینان کا مرہم بھی رکھتا ہے اور انسانی شرف وعظمت کے کنگروں کو بلند کر کے ان میں اخوت، باہمی ہمدردی، عدل وانصاف اور لطف وکرم کے قندیل روشن کرتا ہے۔"

اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ :-

"آج کے حالات کا ایک خوشگوار پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سے ارباب فکر ونظر بوسٹ مغربی اور مادی ترقی کی آخری منزل پر پہنچنے کے بعد سکون اور اطمینان نفس حاصل کر سکے یا جن کی بصیرت ترقیات کے نمائشی پردوں میں مستقبل انسانیت کو تاریک دیکھ رہی ہے وہ ایسے ضابطۂ حیات اور ایسے پیغام اسلامی کے آرزومند ہیں جو اُن کی زندگی کو "حیات طیبہ" اور ان کے ضمیر کو نفس مطمئنہ بنا سکے اور جو انسانی شرف وعظمت کے لئے بشریٰ ہو۔"

ان تمام تفصیلات کے بعد بتایا ہے کہ :-

"اس وسعت پذیر دور میں انفرادی جد وجہد تو کیا کسی ایک ملک کی جد وجہد ہمہ گیر دعوت وارشاد کا فرض انجام دے نہیں سکتی اس کے لئے تو کوئی ایسا ... ہمہ گیر ادارہ ہی ضروری ہے جس کو تمام ملکوں اور دنیائے اسلام کے تمام طبقات کا تعاون حاصل ہو، آج اسی طرح کے ہمہ گیر ادارہ کا سوال درپیش ہے اور جمعیۃ علماء ہند نے تمام حالات کا جائزہ لے کر اپنے اجلاس سورت میں ایسے ہی ہمہ گیر ادارہ کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس کے قیام کی تجویز منظور کی ہے"

تجویز کے الفاظ یہ ہیں :-

"جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس اس بات کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات اور حضور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سوانح مختلف زبانوں میں اس طرح شائع کی جائیں کہ ساری دنیا کو دین اسلام اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق صحیح تصور قائم کرنے میں مدد مل سکے اس مقصد کی خاطر ایک ایسے عالمگیر ادارہ کا قیام عمل میں لایا جائے گا جو اس کام کی ذمہ داری اٹھا سکے"

اس کے بعد حسب ذیل سوالات کئے ہیں :-

(۱) یہ ادارہ کس طرح قائم ہو ؟

(۲) اس کے ذرائع اور وسائل کیا ہوں ،

(۳) اس کے بارے میں آپ کیا تعاون پیش کر سکتے ہیں ؟

(۴) کیا آپ کے علاقہ میں کوئی ایسا ادارہ ہے جو تعلیمات اسلام اور سیرت مقدسہ کی اشاعت کا فرض سرانجام دے رہا ہو ؟ اس سے تعلق قائم کرنے کے لئے خط وکتابت کا پتہ تحریر فرمایئے۔

(۵) ایسے حضرات کے نام اور مکمل پتے تحریر فرمایئے جن کی خدمت میں یہ مراسلہ یا اس کا انگریزی یا عربی ترجمہ بھیجا جائے"

جمعیۃ علماء ہند کے مراسلہ میں سے یہ طویل اقتباسات ہم نے اس غرض سے نقل کئے ہیں، کہ قارئین کرام کو یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آواز جو آج سے ساٹھ ستر سال پہلے حضرت مجدد وقت نے اٹھائی تھی، اور جس پر آپ کے شاگردان رشید لبیک کہتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور وہ اشاعت قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یورپ کے تاریک دلوں کو روشن کرتے چلے جا رہے ہیں، (بغیر اس کے کہ کوئی عالمگیر ادارہ ان کی پشت پر ہو یا کم از کم ایک ہی ملک کی امداد انہیں حاصل ہو) اس کا احساس آج جمعیۃ علماء ہند کو بھی ہونے لگا ہے اس وقت جب شاگردان مسیح موعود تبلیغ اسلام کے ارادہ سے یورپ کی طرف روانہ ہوئے ان کو پاگل کہا جاتا تھا کہ یورپ میں ان کے ہاتھوں اسلام کو رسوا ہونا پڑے گا، کیونکہ اسلام میں وہ طاقت نہیں کہ یوروپین فلسفہ والحاد کا مقابلہ کر سکے، لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ حضرت مجدد وقت کے مریدین باصفا کی محنت وکوشش اور روحانی تاثیرات سے اسلام کی روشنی وہاں پھیلتی چلی جا رہی ہے اور فلسفہ والحاد ماند پڑتا چلا جا رہا ہے، سکون واطمینان نفس کی وہ خواہش جو آج بقول جمعیۃ علماء ہند یورپ کے ارباب فکر ونظر کے دلوں میں پیدا ہو چکی ہے، اسے پورا کرنے اور بے اطمینانی کی دلدلوں سے انہیں نکالنے کے لئے جو کوششیں حضرت مجدد وقت کے شاگردان رشید نے کی ہیں اور کر رہے ہیں اور جو کامیابیاں انہیں نصیب ہوئی ہیں وہ جمعیۃ علماء ہند سے پوشیدہ نہیں، خود مغربی مصنفین بھی اس کے معترف ہیں۔ جیسا کہ مشہور مورخ ٹائن بی نے صاف لکھا ہے کہ مغربی دنیا اسلام کے دروازے پر کھڑی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ "اس آنے والے انقلاب کے آثار دیکھنے ہوں تو ان احمدیہ مبلغین اسلام کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھیں جو لاہور سے مغربی ممالک کی طرف نکل رہے ہیں" یہ ان بے نواؤں کی کوششیں ہیں جن کی پشت پر نہ کوئی سلطنت ہے، اور نہ کوئی عالمگیر ادارہ، بلکہ تمام مسلمان انہیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے اور انہیں ستانے کی فکر میں ہیں، ہاں ایک طاقت ان کے ساتھ ہے اور وہ حضرت مجدد وقت کی دعائیں ہیں جو نصرت الٰہی کو کھینچ کر لا رہی ہیں، اور انشاء اللہ یہی چیز مغرب میں اسلام کی آخری فتح کا موجب ہوگی۔

ہمیں خوشی ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کو بھی اشاعت اسلام کے فریضہ کی طرف توجہ ہوئی اس کے لئے عالمگیر ادارہ کے قیام کا خیال تو بہت اچھا ہے لیکن تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود کا مصداق ہوگا نہ عالمگیر ادارہ بنے گا اور نہ اشاعت اسلام کا کام ہوگا جمعیۃ کو چاہیئے کہ جو بھی تھوڑے سے بہت سے وسائل خدا نے اسے دیئے ہیں ان سے کام لے کر تبلیغ وارشاد، نشر واشاعت علوم قرآنیہ وسیرت نبویہ کی خدمت انجام دینی شروع کر دے اور خود اپنے ملک (ہندوستان) سے اس کی ابتداء کرے اگر خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ محض اللہ کام ہوگا تو انشاء اللہ کامیابی ہوگی، ہندوستان کا میدان بڑا وسیع ہے، اور اس میں مختلف علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں، اگر ان زبانوں میں اسلامی لٹریچر شائع کیا جائے تو اسلام کے متعلق لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا یہ ایک مؤثر ذریعہ ہوگا، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے قرآن اور سیرت مقدسہ کے متعلق کافی لٹریچر پیدا کر رکھا ہے، اسی کو لے کر اگر پھیلایا جائے تو ہندوستان کے ہمہ طبقہ کو اسلام کا گرویدہ بنایا جا سکتا ہے اگر جمعیۃ اتنا ہی کام کر دے تو ہم سمجھیں گے کہ اس نے اشاعت اسلام کے مزعومہ عالمگیر ادارہ کی ضرورت کو پورا کر دیا کیا وہ اس طرف توجہ کرے گی ؟

مارشل لاء کے قواعد و ضوابط

کراچی - ۹ اکتوبر - مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ جنرل محمد ایوب خاں نے کل کراچی سے مارشل لاء کے قواعد و ضوابط کا اعلان کر دیا ہے - فوجداری مقدمات کی سماعت کے لئے خاص فوجی عدالتیں اور سرسری مقدمات کی فوجی عدالتیں قائم کی گئی ہیں - ان عدالتوں کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ جو شخص بھی مارشل لاء کے قوانین یا عام قوانین کی خلاف ورزی کرے اس کے خلاف مقدمہ کی سماعت کریں اور اسے سزا دیں -

(۲) قانون کے تحت فوجداری عدالتیں قائم ہیں اور انہیں ہر اس شخص کے خلاف مقدمہ کی سماعت اور اسے سزا دینے کا اختیار ہوگا جس نے عام قانون یا مارشل لاء کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہو -

(۳) مارشل لاء کے تحت حسب ذیل سزائیں دی جا سکتی ہیں (الف) سزائے موت (ب) عبور دریائے شور زندگی بھر یا کم از کم سات سال (ج) قید با مشقت جو ۱۴ سال سے زائد ہوگی، (د) زیادہ سے زیادہ ۳۰ کوڑے لگانے - عورتوں اور ۴۵ سال سے زائد عمر کے لوگوں کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے (س) جرمانہ کی رقم کی حد کا اعلان بعد میں کیا جائے گا - (ص) پوری جائیداد یا اس کے ایک حصہ کی ضبطی - جائیداد یا اس کے حصہ کو تباہ کرنا - جس شخص کو بھی یہ سزا دی جائے گی اس کی کسی بھی جائیداد کو ضبط یا تلف کیا جائیگا موت کی سزا پھانسی کے ذریعہ دی جائے گی - یہ سزائیں فرداً فرداً یا اکٹھی دی جا سکتی ہیں، مثلاً سزا ۱ کے ساتھ سزا ۵ یا ۴ بھی دی جا سکتی ہے - سزا ۱ کے زمرے میں وہ لوگ آتے ہیں جو پاکستان کے دشمن یا باغی یا فسادی ہیں یا کسی دشمن کے ایجنٹ ہیں - ۴ مارشل لاء سے متعلق کوئی چیز جس کا مقصد یہ ہو کہ اسے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا جائے اس کے متعلق تار دینا - اعلان کرنا یا شائع کرنا جرم ہے - اور اس کے لئے کارروائی صرف انہی افسروں کو ہے - جو اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ایسی تمام خبروں یا اعلانات کو سنسر کرانا ہوگا، اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ سات سال کی سزا دی جا سکتی ہے -

۵ اگر کسی شخص نے ان قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی یا تخفیف کرنے کی کوشش کی تو اسے وہی سزا دی جائے گی جو خلاف ورزی کے لئے مقرر کی گئی ہے - ۶ اگر کسی شخص نے ایسے شخص کی مدد یا اسے پناہ دینے کی کوشش کی جس نے ان احکام کی خلاف ورزی کی ہے یا جس نے لوگوں کے جان و مال کو خطرے میں ڈال دیا ہو یا فوج کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہو تو ایسے معاون کو بھی مجرم کی طرح سزا دی جائے گی - ۷ اگر کسی شخص نے حکم عدولی کرنے والوں میں شمولیت کی کوشش کی تو اس کو سزائے موت سے کم سزا نہیں ہوگی، ۸ اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر سرکاری عمارت یا افواج یا سول کی رسد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اسے موت کی سزا دی جائے گی - ۹ لوٹ مار کرنے والوں کو موت کی سزا دی جائے گی، لوٹ مار سے مراد چوری یا چوری کا ایسا اقدام ہے جس سے آبادی میں خوف و ہراس یا فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو، ۱۰ ڈکیتی کے مرتکب کو سزائے موت دی جائے گی - ڈکیتی کی تعریف پاکستان ضابطہ تعزیرات میں موجود ہے ۱۱ ان قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونے والے کسی قسم کی رد و کد - اطلاع پہنچانے، کھانا پینے پہننے اسلحہ بیچنے کی سزا موت ہوگی ۱۲ بلا لائسنس یا بلا اجازت اسلحہ رکھنے والوں کو ۱۴ سال قید کی سزا دی جائے گی، ۱۳ جو شخص افواج و سول یا ملٹری کے کسی فرد پر حملہ کرے مقابلہ کرے زخمی کرے حملہ کرائے، مقابلہ کرائے، یا زخمی کرائے، اسے سزا دی جائے گی، زیادہ سے زیادہ موت کی سزا ہو گی - ۱۴ جو شخص باغی کو دیکھے یا اس سے رابطہ رکھے یا اس کی نقل و حرکت اور اس کی چھپنے کی جگہ کا علم رکھتا ہو وہ اس کی اطلاع خود کسی فوجی یا سول حاکم کو دے - جان بوجھ کر ایسا نہ کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ عمر قید کی سزا دی جائے گی، ۱۵ کوئی شخص سڑکوں، ریلوے، نہروں، ہوائی اڈوں تار، ٹیلیفون، وائرلیس اور دوسری سرکاری املاک کی توڑ پھوڑ یا مداخلت کرے گا اسے زیادہ سے زیادہ موت کی سزا دی جائے گی ۱۶ کوئی شخص (الف) ان ضوابط کے تحت جاری شدہ مارشل لاء کے کسی حکم کو نظر انداز نہیں کرے گا - اور نہ ہی حکم عدولی کرے گا - (ب) مارشل لاء کے تحت اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے والے کسی شخص کے کام میں نہ مداخلت کرے گا اور نہ رکاوٹ کرے گا - (ج) مارشل لاء کے تحت پاس یا پرمٹ حاصل کرنے کے لئے کوئی شخص ایسا بیان نہیں دے گا جو اس کی دانست میں غلط ہو گا زیادہ سے زیادہ ۱۴ سال با مشقت ۱۷ مارشل لاء کے تحت جو نوٹس دیا جائے گا اسے خراب کرنے یا اسے اتارنے کی ممانعت ہو گی، ان کی سزا ۱۰ سال ہو گی ۱۸ ہر شخص کسی فوجی یا سول افسر، سپاہی یا پولیس والے کے حکم پر اپنا پرمٹ یا پاس دکھائے گا اور اپنا صحیح نام اور پتہ بتائے گا، ورنہ خلاف ورزی کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ سزائے موت دی جائے گی - ۱۹ کوئی شخص جان بوجھ کر غلط گواہی نہ دے گا اور نہ ہی کسی تحقیقات یا مقدمے میں گواہی دینے سے انکار کرے گا، زیادہ سے زیادہ سزا موت ہو گی ۲۰ کوئی شخص ایسی حرکت یا کوتاہی کا مرتکب نہیں ہو گا، یا تقریر نہیں کرے گا (الف) جو امن یا عوامی تحفظ کے منافی ہو گا - (ب) جو سرکاری کمان میں فوجوں کو غلط راہ پر ڈالے، اُن کی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالنے یا اُن کی کامرانی کو ضائع کرنے یا ان کی وفاداری میں خلل انداز ہو، زیادہ سے زیادہ سزا دس سال با مشقت - (۲۱) کوئی شخص ادارہ یا فرم موجودہ قوانین اور ان قواعد کے تحت جاری شدہ احکامات کی خلاف ورزی میں اجناس خوردنی کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا زیادہ سے زیادہ سزائے موت ۲۲ تمام قسم کی اشیائے خوردنی میں جان بوجھ کر ملاوٹ قابل تعزیر ہوگی زیادہ سے زیادہ سزا ۱۴ سال قید با مشقت - ۲۳ کوئی بھی ادویات کی ذخیرہ اندوزی یا جان بوجھ کر ناجائز طور پر ملاوٹ یا بلا اجازت تیار کرنے کا مرتکب نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال ۲۴ کوئی بھی زبانی، تحریری یا اشاروں یا کسی اور طریقوں سے ایسی خبریں نہیں پھیلائے گا جو عوام میں خوف یا نا امیدی پیدا کرے یا پولیس یا مسلح افواج یا اُن کے کسی رکن کے بارے میں عدم اطمینان پیدا کرے زیادہ سے زیادہ سزا ۱۴ سال قید با مشقت ۲۵ کوئی بھی عوامی ضروریات کی کسی شے کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا - یا اپنے تجارتی مال کا سٹاک ظاہر کرنے سے انکار نہیں کریگا جبکہ کوئی فوجی یا شہری اتھارٹی ایسا کرنے کے لئے کہے، وہ ایسی اشیاء جو عوامی خرید کے لئے ہوں فروخت کے لئے پیش نہ کرے ان تمام باتوں پر عمل نہ کرنا قابل تعزیر ہوگا زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال قید با مشقت ہوگی - (۲۶) کوئی بھی کسی قسم کے مال کی چور بازاری کا مرتکب ہو، زیادہ سے زیادہ سزا ۱۴ سال با مشقت (۲۷) ہر قسم کی سمگلنگ ممنوع ہوگی - سمگلنگ کرتے ہوئے یا گولڈ یا کرنسی کے روپے، مال مویشی یا غلہ وغیرہ یا سواری سے لاد کر لاتے ہوئے یا کسی دوسری قسم کی مدد دیتے ہوئے جو شخص پکڑا گیا یا جو شخص سمگلروں کے متعلق معلومات چھپائے گا یا سول یا فوجی حکام کو یہ اطلاع نہیں دے گا اس کے لئے زیادہ سے زیادہ سزا موت ہو گی - (۲۸) بچوں اور عورتوں کے اغوا کو جرم قرار دے دیا گیا ہے زیادہ سے زیادہ سزا موت (۲۹) تعلیمی اداروں یا مفاد عامہ کے اداروں میں ہڑتال یا ایجی ٹیشن کی ممانعت ہوگی - جو بھی ہڑتال کرے گا، یا پراپیگنڈا کرے گا قابل سزا ہوگا - زیادہ سے زیادہ سزا دس سال قید با مشقت ۳۰ جو شخص رشوت پیش کرے گا یا رشوت پیش کرنے کی کوشش کرے گا نیز جو شخص اس قسم کی رشوت قبول کرے گا اسے زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید سخت کی سزا دی جا سکتی ہے ۳۱ جو سرکاری ملازم کسی شخص، اشخاص، رشتہ داروں، احباب، تجارتی فرموں تجارتی اداروں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اپنی سرکاری حیثیت کو ایسے طریقے سے استعمال کرے گا جس سے حکومت کو نقصان پہنچے یا اس کی اس اقربا نوازی کی وجہ سے کسی دوسرے شخص یا اشخاص کے حقوق پامال ہوں اسے زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید با مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے ۳۲ جو شخص ان سہولتوں کو جو اسے سرکاری ملازم ہونے کی حیثیت سے حکومت کی طرف سے سرکاری کام کے لئے فراہم کی گئی ہیں غلط طور پر استعمال کرے یا کسی اور بد اعمالی کا مظاہرہ کرے اسے زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید با مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے ۳۳ قاعدہ ۳ کے پیرا ۴ (چوتھا) میں ذیل کا فقرہ بڑھا دیا جاتا ہے - جس شخص کی عمر ۱۸ سال سے کم ہوگی اسے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے ۱۸ کی عبارت میں رد و بدل کر کے اسے ذیل کی شکل دے دی گئی ہے :-

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے تو وہ فوجی افسر یا پولیس افسر یا کسی افسر کو اپنا نام، اپنے باپ کا نام اور اپنا پتہ صحیح صحیح بتا دے - ورنہ اسے پانچ سال تک سزائے قید دی جا سکے گی -

جس شخص کے لئے ناظم اعلیٰ مارشل لاء یا ناظم مارشل لاء کے حکم کے مطابق پاس یا پرمٹ دیا گیا ہو، وہ اس وقت انہیں دکھانے پر مجبور ہوگا جب اس سے فوجی یا سول افسر دکھانے کا تقاضا کریں اگر وہ دکھانے یا پیش کرنے میں ناکام رہا تو اسے سات سال قید

(باقی بر صفحہ ۹)

خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کی سچی عبادت ہی فلاح کا حقیقی ذریعہ ہے

واعظ کی اپنی عملی حالت جب تک درست نہ ہو اس کے وعظ کا کوئی فائدہ نہیں

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء، فرمودہ محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علیٰ وجہہ خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین (الحج آیت ۱۲)

خطیب کا مشکل مقام

جس مقام میں کھڑا ہوں اس پر کھڑے ہونا بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ ایک قول جو کہا جائے اگر کہنے والا خود اس پر عمل نہ کرے تو یوں بھی یہ ایک معیوب بات ہے لیکن اس کے ساتھ وعید بھی ہے جیسا کہ فرمایا یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون تم کیوں ایسی بات کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے، یاد رکھو ممکن ہے کہ اپنی خطابت سے تم دنیا کو خوش کر لو، لوگوں سے داد تحسین حاصل کر لو لیکن اگر تم باعمل نہیں ہو تو تمہارے اس قول اور خطابت سے خدا بیزار ہے، کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون، یہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا موجب ہے کہ تم لوگوں سے وہ بات کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند

بدقسمتی سے عام طور پر جو لوگ اس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں، ان کی ایک خاص ذہنیت ہو جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام لوگوں کو وعظ کرنا ہے، یہ ضروری نہیں کہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگوں میں عجب اور تکبر آجاتا ہے اور وہ اس بات پر مصر ہوتے ہیں کہ جو ہم کہیں وہ کرو، اس کی خلاف ورزی نہ ہو، اپنے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ ہم مستثنیٰ ہیں عمل کرنا ان لوگوں کے لئے ہے جن کو وہ وعظ کرتے ہیں۔ لکھا ہے ایک مولانا انفاق فی سبیل اللہ پر وعظ کر رہے تھے، انہوں نے اپنے وعظ سے لوگوں کو خوب گرمایا اور لوگ بڑے متاثر ہوئے، پس پردہ مستورات بیٹھی تھیں، ان پر بھی بڑا اثر ہوا اور انہوں نے اپنے زیور اتار اتار کر دینے شروع کئے، مولوی صاحب کی بیوی بھی ان میں تھی، اس نے بھی پازیب اتار دی۔ جب مولوی صاحب گھر پہنچے اور ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے بیوی سے کہا یہ وعظ ہمارے لئے تھوڑا ہی تھا، یہ تو دوسرے لوگوں کے لئے تھا۔ واعظوں کی اسی بے عملی کی وجہ سے ان کے کلام میں تاثیر نہیں رہی اور یہی وجہ ہے کہ جس شخص کے ظاہر اور باطن، قول اور فعل میں موافقت نہیں وہ خدا کو بھی اور لوگوں کو بھی دھوکا دیتا ہے، خدا کو تو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا، بلکہ آپ کو ہی دھوکا دیتا ہے۔ یخادعون اللہ والذین آمنوا وما یخدعون الا انفسھم۔ آخر ایک شخص جو کھڑا ہو کر وعظ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ میرا اپنا عمل اس پر نہیں، وہ آہستہ آہستہ قسی القلب ہو جاتا ہے۔

باعمل بننے کے لئے تین باتیں

ہر امر کہ انسان خود عامل ہو، کم از کم تین چیزوں کو چاہتا ہے، ایک یہ کہ اپنی کوئی غرض درمیان میں نہ ہو، دوسرے خدا کے سوائے کسی دوسرے کو خوش کرنا مطلوب نہ ہو، اور تیسرے خدا تعالیٰ پر کامل ایمان۔ چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ شہادت دی ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین، تم کہہ دو میری نمازیں میری قربانیاں، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے اس میں میرے نفس کی کوئی ملونی نہیں۔ آگے فرمایا لا شریک لہ اس کا کیا موقعہ تھا جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگر کوئی شخص کوئی بات کہے اور اس کے کہنے یا اس کے عمل میں کوئی خاص غرض ہو تو یہ شخص موحد نہیں اس لئے فرمایا لا شریک لہ میری ہر ایک چیز خالصۃً للہ ہے، کوئی نفسانی غرض یا خدا کے سوا کسی دوسرے شخص کو خوش کرنا مقصود نہیں، وبذالک امرت وانا اول المسلمین یہی مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں تعالیٰ کا سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہوں۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ

دیکھو اس چیز میں بڑا اثر ہے، کہ انسان اپنے کہے پر تو عامل ہو اور سب سے پہلے خود عمل پیرا ہو، آپ کو صلح حدیبیہ کا واقعہ یاد ہوگا صلح کی جو شرائط ہوئیں، ان سے صحابہؓ بڑے غمگین تھے، ان کو اس بات کا افسوس تھا کہ دب کر صلح کی گئی، جب حکم الٰہی فان احصرتم فما استیسر من الھدی کے ماتحت حضرت نے حکم دیا کہ یہیں قربانیاں کر دو تو کوئی نہ اٹھا، یہ نہیں کہ انہوں نے نافرمانی کی بلکہ غم و الم کی وجہ سے دل نہ چاہتا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور ان سے یہ بات بیان کی تو انہوں نے یہ مشورہ دیا (اللہ اللہ آپ کی ازواج مطہرات بھی کس قدر فہیم تھیں) کہ آپ خود اپنی قربانی میدان میں لے جا کر سب کے سامنے ذبح کریں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس وقت آپ کو قربانی کرتے دیکھا تو ایک ایک کرکے انہوں نے بھی قربانیاں ذبح شروع کر دیں۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل کا نتیجہ تھا۔ وہ آپ کو قربانی کرتے ہوئے دیکھ کر رہ نہ سکے۔

جیسا میں نے عرض کیا ہے اس مقام سے ڈرتا ہوں لیکن اس کا فائدہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر کھڑے ہونے والے کو شاید خود بھی شرم محسوس ہو اور اس کا ضمیر اسکو ملزم کرے اور وہ اپنے کہے پر عمل پیرا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان کی ضرورت

انسان کے لئے خدا پر ایمان بہت ضروری ہے وہ ہدایت اور برکت کا سرچشمہ ہے، جس شخص کا خدا کی ہستی پر کامل یقین نہیں، وہ فلاح نہیں پا سکتا، اگر غور سے دیکھیں تو دنیا میں جس قدر گناہ ہوتے ہیں وہ صرف خدا کی ذات اور صفات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں ... خدا کی ذات پر کامل ایمان بڑا مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نہاں در نہاں اور غیب در غیب ہے اس کو ہم ان حواس ظاہری سے نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ محسوس کر سکتے ہیں لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار گو اس نے کائنات میں قدم قدم پر اپنی ہستی کا ثبوت رکھا ہے لیکن پھر بھی کامل یقین پیدا نہیں ہوتا، کامل یقین اس وقت ہوتا ہے جب انسان خدا سے تعلق پیدا کرے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی آواز سننے تو حق الیقین پیدا ہو جاتا ہے، تو جہاں تک ہو سکے جدوجہد کرنی چاہیئے کہ کامل ایمان پیدا ہو۔

دنیوی زندگی کی حقیقت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کیا نظر آتا ہے خدا پر کامل ایمان ..... دنیا کی کسی چیز کی پروا نہیں، بادشاہ ہے ایک کوٹھڑی میں رہتا ہے، دنیا کے تمام کام کرتا ہے ایک وقت کا کھانا میسر نہیں آتا، فرماتے ہیں ہم تو تھوڑے دنوں کے لئے آئے ہیں انا کراکب استظل تحت الشجرۃ ثم استیقظ فراح میری مثال ایسی ہے جیسے ایک مسافر چلتے چلتے ایک درخت کے نیچے آرام کے لئے لیٹ جائے پھر جب جاگتا ہے تو پھر چل پڑتا ہے۔ واقعی غور کیجئے کیا یہ ہماری زندگی کا حقیقی نقشہ نہیں؟ ایک آدمی آتا ہے، تھوڑی دیر ٹھہرتا ہے پھر چل دیتا ہے یہی دنیا کا حال

ہے، زندگی کی اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر صحیح طور پر واضح کیا ہے۔

خدا کی عبادت کنارے پر

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، اس میں عام انسانوں کا ایک نقشہ کھینچا ہے فرمایا ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف، لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو ایک کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں، کنارے پر کھڑے ہونا کیا ہے؟ اس کی خود ہی تشریح کی ہے فان اصابہ خیر ن اطمأن، اگر مال و دولت مل گئی، اولاد حاصل ہو گئی تو مطمئن ہو گئے اور خدا کی ہستی کا اقرار اور اس کی تعریف شروع کر دی ...

.... وان اصابتہ فتنۃ ن انقلب علی وجہہ اور اگر کوئی تکلیف ہو گئی تو خدا پر شکایت پیدا ہو گئی اور کہنے لگے کہ بس جی خدا کو بھی دیکھ لیا، کیا ہم نے کیا بگاڑا تھا کہ خواہ مخواہ مصیبت میں مبتلا کر دیا، خسر الدنیا والآخرۃ دنیا میں بھی ان کے لئے خسران اور تباہی ہے، اور آخرت میں بھی، یہ بات جو قرآن کریم نے بیان کی ہے یونہی نہیں، یہ فطرت انسانی کا نقشہ کھینچا ہے، ہر شخص غور کرے، کئی مواقع اسے ایسے پیش آتے ہیں کہ یونہی خدا پر شک پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا ہے بھی یا نہیں، اور پھر نیکی کے رستہ سے ڈانواں ڈول ہونے لگتا ہے۔

کامل ایمان ہی فلاح کی کنجی ہے

اسی لئے میں نے کہا ہے کہ خدا پر کامل یقین جب تک نہ ہو نیکی کے رستہ پر چلنا اور فلاح پانا مشکل ہے۔ کامل ایمان ہی فلاح کی کنجی ہے، انبیاء اور مامورین آنے کی اصل غرض یہی تھی کہ خدا پر کامل ایمان پیدا کیا جائے، وہ آتے رہے اور کامل ایمان پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں، دو چیزیں بڑی ضروری ہیں، ایک خدا کی ہستی پر ایمان اور دوسرے آخرت پر ایمان، اگر خدا کو ایک شخص نہیں مانتا تو آخرت کو بھی نہیں مان سکتا اور یوم حساب کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے زندگی بہتر نہیں بن سکتی۔

مسیح موعودؑ کا کام

اسی لئے مامورین خدا کی ہستی کا نقش دلوں میں بٹھاتے ہیں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا ہو گا ان کا کیا کام تھا یہی کہ خدا کی ہستی پر ایمان دلوں کے اندر پیدا کیا جائے، اگر خدا کی ہستی پر ایمان ہو تو بہت سی بلاؤں سے انسان بچ جاتا ہے، خدا کا ایک قانون ہے جو شخص اس پر چلتا ہے اس کو اس کے اچھے نتائج ملتے ہیں اگر ایک شخص اس لائحہ عمل کو جو اس کی فلاح کے لئے بنایا گیا ہے ترک کرتا ہے تو وہ اس کے ثمرات سے محروم رہ جاتا ہے۔

خدا نہ ہو

پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ ایک شخص یا ایک جماعت ایک مقصد کو لیکر کھڑی ہوتی ہے اگر ایک وقت اسے معلوم ہو جائے کہ وہ مقصد حل نہیں ہوتا تو اسے ترک کرنی چاہیئے اور ایسا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے اس کا اصل مقصد پورا ہو سکے، بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنے نفس کی خواہش یا سیم و زر کی طلب کے لئے نہیں بلکہ محض للّٰہ قوم کے لئے کوشش اور جد و جہد کرتا ہے وہ ص۴

میرا سفر امریکہ — بسلسلہ صفحہ

بذریعہ بس شکاگو شہر اور مضافات کی سیر کرانے کا پروگرام تھا۔ بہت سے دلچسپ مقامات دیکھنے کے بعد ایک قابل ذکر جگہ دیکھی جس کا نام بہائی ٹیمپل (BAHAI TEMPLE) تھا۔ یہ ایک عالیشان اور خوبصورت عمارت تھی جس کے ارد گرد گل و سبزہ کے چمن تھے۔ پہلے تہ خانے میں ایک بڑا ہال تھا جس میں انہوں نے سینما لگایا ہوا تھا، تمام حاضرین کو انہوں نے بہائی مذہب کی فلم دکھائی، اوپر کی منزل میں ایک گول اور وسیع خوبصورت ہال تھا جس کے اندر در و دیوار پر چند احادیث کا انگریزی ترجمہ تحریر تھا۔ جب میں دروازہ سے واپس نکلنے لگا تو سیکرٹری ایک امریکن خاتون نے مجھے بہائی مذہب کا لٹریچر دیتے ہوئے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہاء اللہ کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ میں مہمان کی حیثیت سے یہاں آیا تھا میں نے بڑے مضبوط لہجے میں جواب دیا کہ آپ بہاء اللہ کو جو مرتبہ دے رہی ہیں۔

ص۴ تو رکھتا ہے کہ قوم صحیح راہ پر لگ جائے لیکن کان الانسان عجولا کے تحت جب اس کی خواہش جلدی پوری نہیں ہوتی تو وہ خدا پر بدظنی کرنے لگتا ہے، حضرت مولانا نور الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مکہ سے روانہ ہونے لگا تو اپنے پیر شاہ عبدالغنی صاحب سے ملا، انہوں نے نصیحت کی کہ خدا نہ بننا۔ میں حیران ہوا کہ خدا بننے کا کیا مطلب ہے، انہوں نے کہا خدا کی یہ شان ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ میں چاہوں وہی ہو تو وہ خدا بننا چاہتا ہے۔

دین العجائز اختیار کرو

حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں انسان روحانیت کی طرف قدم بڑھاتا ہے اس پر بڑے خطرات آتے ہیں، دین العجائز والوں کی حالت دوسری ہے وہ ایسے خطرات سے محفوظ رہتے ہیں، اسی لئے حضرت نے روحانی ترقی کے مقامات کو ایک حد تک بیان کیا اور پھر چھوڑ دیا کیونکہ صاحب حال کے سوا دوسرا شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا اور فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ دین العجائز کو اختیار کیا جائے۔

مامور کے دیکھنے والوں سے خطاب

بہرحال میرا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بحیثیت جماعت خدا کے مامور کو دیکھا، اس کی سچائی کے بیسیوں نشانات دیکھے ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اس مامور کا زمانہ پایا ہے انہیں وہ طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے خدا پر کامل ایمان کا ثبوت مل سکے، میں اپنے متعلق کہتا ہوں کہ اگر میں زبان سے ایک بات کہہ کر اس پر عمل نہ کروں تو یہ کامل ایمان کا ثبوت نہیں۔ آج دنیا کو خدا پر ایمان نہیں رہا، اگر دل میں پختہ ایمان ہو اور انسان کی نیت عمل کی ہو تو ایک دفعہ کی بات پلے باندھ لے، اگر ایک بات کو لے کر اس پر عمل شروع کر دے تو آہستہ آہستہ تمام احکام اسلامی پر عمل شروع ہو جائے گا، یہ ایک ایسی زنجیر ہے جس کی کڑیاں ایک دوسری کے ساتھ وابستہ (connected) ہیں، ایک کڑی کو پکڑ لے تو باقی کڑیاں بھی ہاتھ آ جائیں گی۔

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

بجائے اس کذب بیانی سے کام نہیں کہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے متعلق پیشگوئی کی تھی جو ان کی شریعت کو منسوخ سمجھتا ہے اور ان کے نقطۂ نگاہ سے اس کا برگزیدہ ہونا تو درکنار دائرہ اسلام میں داخل نہیں سمجھا جا سکتا، اور یہ جو آپ نے مجھے لٹریچر دیا ہے اس میں آپ کے بزرگ کی کتاب کا ذکر تک نہیں کہ جس کتاب کو آپ قرآن کے بعد بہاء اللہ کے ذریعے پیغام ہدایت برائے زمانہ حاضرہ سمجھتے ہیں۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں کرنا ضروری تھا اور اس کتاب کو بجائے پوشیدہ رکھنے کے اس کی اشاعت کرنی تھی۔ میں نے حاضرین کے سامنے خاتون موصوف سے سوال کیا کہ کیا آپ مجھے بہاء اللہ صاحب کا خاص پیغام بتا سکتی ہیں جو کہ موجودہ دور کی مخلوق اور مخلوق کی الجھنوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو سکے؟ اس پر وہ خاتون جواب میں ساکت ہو گئی اس کے بعد دوسرے لوگوں سے بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور میں نے ان کو بتایا کہ بہاء اللہ نے قتل و سازش سے اپنے آپ کو قائم کیا اور پھر شریعت اسلامیہ کے تمام احکام اخلاقی و روحانی سے انحراف کر کے ایک ایسا راستہ بتایا جو کہ مخلوق کو حلال و حرام کی پابندیوں سے مستثنیٰ کر دے۔ یعنی شراب نوشی، ناچ رنگ وغیرہ اور تمام سوشل مکروہات کو جائز کر دیا۔ تعجب ہے کہ امریکہ کے بعض لوگ مذہبی اور اخلاقی پابندیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے راستوں کے متلاشی ہیں جو ان کا دینی شغل بھی قائم رکھے اور دنیاوی عیش و عشرت سے بھی منع نہ کرے۔ لہذا ان کے لئے ایسے نئے مذاہب ضرور دلپذیر ہیں۔ اور یہ ثروت دنیاوی تدکیتریا یسے دیوتاؤں کے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ یہی حال میں نے بدھ مت کے متعلق بھی دیکھا۔ بوڑھے مرد اور عورتیں خاموشی اور تنہائی کے اشغال کو روحانی بلندی اور اخروی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

الوداعی ڈنر

اسی شام کے سات بجے سوورلینڈ ہوٹل شکاگو میں ایک ہزار مندوبین کا الوداعی ڈنر تھا۔ منتظمین نے مجھے گسٹ آف آنر (مہمان اعزازی) کی نشست پر بٹھایا۔ کھانے کے بعد ایک مشہور امریکن گویا نے مجلس آرائی کی۔ پہلی غزل (انگریزی) کے بعد اس نے اعلان کیا کہ اب ایک غزل ایسی گانا چاہتی ہیں جو مسلمان گاتے ہیں جب وہ نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ سب حاضرین اس غزل کے گانے میں اس کے ساتھ شریک ہوں چنانچہ اس نے نہایت خوش الحانی سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ گایا اور تمام ہال تقریباً پانچ منٹ تک کلمہ توحید کے نغمہ سے گونجتا رہا۔ میری آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسو ڈبڈبا رہے تھے اور دل میں گذرا کہ آج میرے بہار روزہ پروگرام کو جس میں خدا اور اس کے رسول کا ذکر ہوتا رہا اللہ تعالےٰ نے قبول کر لیا، اس کے بعد اس نے چند نغمے اور بھی گائے اور پھر تقاریر ہوئیں۔ بعد از تقاریر یہ جلسہ ختم ہوا

شامتِ اعمال ماں صورتِ جعفر گرفت

ختم نبوت

(از شکر اللہ خان منصوری بی اے ایل ایل بی)

(۲)

ملک محمد جعفر خاں صاحب کی اس دعوت کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہے کہ اُن کی مانند اور بقول اُن کے علامہ اقبال کی طرح احمدی نوجوان بھی یہ کہنا شروع کر دیں کہ :-

۱- ہم خود خدا سے بھی بڑھ کر خدا ہیں

۲- ہم وہ طاقتیں اور قوتیں رکھتے ہیں جو خدا کو بھی حاصل نہیں۔

۳- ہم اگر قیاس سے کام لیتے تو خدا بھی اس سے زیادہ کچھ علم نہیں رکھتا۔

۴- ہم قرآن کو بطور ذریعہ ہدایت اب منسوخ سمجھتے ہیں۔

۵- ہم نبوت کو کوئی ربانی سفارت نہیں سمجھتے بلکہ ایک ایسی شے قرار دیتے ہیں جو انسانی ہستی کے دور میں اس کی "ذہنی قوت" نے پیدا کی۔

۶- ہم اسلام کو خدا کا "نازل کردہ دین" نہیں سمجھتے بلکہ انسانی عقل کی پیدائش ٹھہراتے ہیں۔

۷- ہم ختم نبوت سے یہ مراد نہیں لیتے کہ قرآن کریم بذریعہ وحی نازل ہونے والی آخری شریعت اور دائمی ہدایت ہے بلکہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم کیا بلحاظ اصولوں کے اور کیا بلحاظ تفصیلوں کے قرآن کی متابعت کے بوجھ سے "مکمل آزاد" ہو گئے ہیں۔

ہم ملک صاحب موصوف کی اس دعوت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اُن سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض محال ہم اُن کی اس دعوت کو قبول کر لیں تو کیا اس سے ان کا وہ مقصد پورا ہو جائے گا جو انہوں نے اپنے پیش لفظ میں اپنی اس کتاب کی دعوت کا بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمدیت کا نبوت اور ختم نبوت کے مسائل میں دیگر مسلمانوں سے اختلاف ہے۔ اس بنا پر احمدیت مسلمانوں سے ایک الگ جماعت بن گئی ہے، اس کی تنظیم کا انحصار مذہب کی بجائے جماعت پر زیادہ ہے، وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ رشتۂ نکاح نہیں کرتے۔ جنازہ اور نماز میں اُن کے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے مسلمانوں میں فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ وطنِ عزیز کے اتحاد و استحکام کو نقصان پہنچتا، اور پاکستان میں رو بہ ترقی جمہوریت کے راستہ میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ ملک صاحب جمہوریت کی ترقی اور وطن کے اتحاد و استحکام کے پیش نظر یہ چاہتے ہیں تا کہ وطن عزیز کے مسلمانوں میں اختلافات رفع ہو کر اتحاد و اتفاق پیدا ہو اور دیگر مسلمان احمدیوں کے خلاف فسادات برپا کرنے کی بجائے ان سے پیار و محبت کرنے اور گلے ملنے لگ جائیں، اب ملک صاحب سے ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ یہ مقصد حاصل کرنے کا کیا یہی طریقہ ہے جو انہوں نے تجویز کیا ہے ؟ خدانہ کرے اگر احمدی نوجوانوں نے احمدیت ترک کر کے جعفر خاں صاحب کے ان "اقبالی خیالات" کو اپنا لیا تو ایک ہیں احمدیت کی جگہ ایک ایسا گروہ بن جائے گا جس کا دیگر مسلمانوں کے ساتھ زمین اور آسمان کا فرق ہو جائے گا اور اُن کے درمیان منافرت و افتراق کی ایک ایسی وسیع خلیج حائل ہو جائے گی جو پھر پاٹے نہ پٹ سکے گی۔ اس وقت اختلافات و افتراق، فتنہ اور فساد کی وہ حالت ہوگی کہ وطن عزیز کے ہمدرد ایک جعفر خاں کیا سینکڑوں جعفر خاں کفِ افسوس ملیں گے مگر کچھ نہ کر سکیں گے۔ یہ دعوت سننے والی ملک صاحب کی "ناسخِ وحی" عقل ہمارے لئے باعث صد حیرت ہے۔ بلا شک سہ

بریں عقل و دانش بباید گریست

مجھے اس مقام پر ایک معذرت پیش کرنا ہے۔ ہمارے نہایت ہی محترم بزرگ خان محمد یعقوب خان صاحب کی طرف سے ملک جعفر خاں صاحب کے نام چند مکتوبات کچھ عرصہ قبل اخبار "پیغام صلح" میں شائع ہوئے۔ ان مکتوبات میں انہوں نے کئی بار ملک صاحب موصوف کو "ذہین انسان" کے خطابات سے نوازا۔ افسوس ہے کہ میں اس بارے میں خان صاحب موصوف سے اختلاف کرنے پر مجبور ہوں۔ میں نے کتاب زیر غور میں مصنف کی ذہانت کا کوئی ثبوت نہیں پایا، بلکہ انتہائی بدگمانی، اور بدظنی کے جذبات سے مجروح۔ خاندانِ امام الوقت کے اقتدار اور وجاہت کے رنج و دکھ کے خیالات سے مغلوب اور ملحدانہ فلسفۂ مغرب سے حد درجہ متاثر و مرعوب دیکھا ہے۔ ملک صاحب پر واضح ہونا چاہیئے کہ احمدیت خدا کو صاحب اقتدار و ارادہ۔ مالک و مختار اور قادر مطلق قرار دیتی ہے۔ اور بتلاتی ہے کہ وہ علیم بھی ہے اور خبیر بھی، سمیع بھی ہے اور کلیم بھی، حفیظ بھی ہے اور حکیم بھی، علیم بھی ہے اور بصیر بھی۔ رحمٰن اور رحیم بھی ہے اور صاحب جبروت اور ذو انتقام بھی۔ اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہے۔ انسان اس کا شریک نہیں بلکہ محض عبد ہے۔ انسانی عقل اگرچہ بہت بڑی نعمت خداداد ہے مگر محدود۔ ناقص اور ناتمام ہے۔ بہت قیمتی اور ہلاکت خیز ہے۔ ابلیس کو اسی نے خدا کی نافرمانی پر اکسایا تھا۔ اسی لئے مقصدِ حیات کے حصول کے لئے اس وقت تک قابلِ اعتماد اور بھروسہ نہیں جب تک کہ وحی الٰہی کی مدد اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ جس طرح انسانی آنکھ میں اگرچہ قوتِ بینائی ہے مگر کچھ دیکھ نہیں سکتی جب تک کہ بیرونی روشنی اس کی مددگار نہ ہو، کان میں اگرچہ طاقتِ شنوائی ہے مگر کچھ سن نہیں سکتا جب تک کہ بیرونی ہوا باعثِ امداد نہ ہو۔ انسانی جانے کے قرار زمین اگرچہ جوہر نشوونما اور افزائش سے مزین ہے مگر اس کا یہ جوہر کام نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے اندر آسمانی پانی کا دخول نہ ہو، مزید براں احمدیت کا اعتقاد ہے کہ نبوت نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم انسانی کمال کا اکمل ترین نمونہ اور اس نوع کے لئے تا ابد اسوہ حسنہ ہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ خالق کائنات کا کلام اور دائمی غیر متبدل ذریعہ ہدایت ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ ہے عقلی ہو یا غیر عقلی محض باطل ہے۔ نبی یعنی پیغمبر اپنا پیغام اپنی عقل و قیاس سے اختراع نہیں کرتا بلکہ اُسی خدا سے حاصل کرتا ہے جس کا وہ پیغامبر ہوتا ہے۔ ختم نبوت کا تصور قرآن کریم کے ابطال اور اختتام کا ثبوت نہیں بلکہ اس کے ابدی اور دائمی ہونے کا خدائی اعلان ہے۔ اب روئے زمین پر انسانوں کے لئے کوئی شفیع رسول اور اسوہ نہیں مگر محمد رسول اللہ صلعم اور اُن کی ہدایت کے سوا تا قیامت اور کوئی ذریعہ ہدایت نہیں مگر قرآن کریم اب ملک محمد جعفر خاں ہمیں بتلائیں کہ اس "احمدیت" کو چھوڑ کر احمدی نوجوان کس عقلمندی اور کس دانش پروری سے اُن کے "اقبالی خیالات" کو اختیار کر کے یوں گستاخی کرنے لگ جائیں کہ :-

۱- انسان بھی خدائی میں خدا کا شریک ہے

۲- انسان وہ قوتیں اور طاقتیں رکھتا ہے جو خدا کو بھی حاصل نہیں۔

۳- انسان سے زیادہ خدا بھی کچھ علم نہیں رکھتا۔

۴- قرآن بوجہ وحی ہونے کے بطور ذریعہ ہدایت اب منسوخ ہے۔

۵- نبوت ربانی عہدہ نہیں بلکہ انسانی ہستی کی ذہنی قوت کی پیدا کردہ شے ہے۔

۶- اسلام "دین اللہ" نہیں انسانی قیاسی عقل کی پیداوار ہے

۷- ختم نبوت قرآن کریم کو خدا کی آخری شریعت بمعنی دائمی ہدایت نہیں بناتی بلکہ انسانوں کو اس سے "مکمل آزاد" کرتی ہے۔

اعوذ باللہ من ھٰذہ الھفوات و الخرافات

مجھے ملک صاحب سے پوچھنا صرف یہ ہے کہ اگر "اقبالی خیالات" صحیح ہیں یا ان کو درست صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا اس صورت میں صرف احمدیت ہی خارج از اسلام ثابت ہو گی؟ ان کو چاہیئے کہ اپنی "ناسخ وحی" عقل پر ذرا زور دے کر اس کے پورے منطقی نتیجہ پر غور کریں، ان خیالات

ہو گیا۔ لیکن ملک محمد جعفر خاں صاحب ہیں کہ ہر طرف سے "مکمل آزاد" اور "تنگ دھڑنگ" ہو کر بے خوف ویلے دھڑک الہامات اولیائے اُمت - احادیث - قرآن کریم ، سب کو پامال کرتے بڑھے چلے جاتے ہیں - اس کو کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار بلکہ کئی شکار - ملک صاحب اپنی اس کتاب میں

محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کو ختم
اور قرآن کریم کو منسوخ

علی الاعلان قرار دیتے ہیں ، اور طرہ یہ ہے کہ مسلمان ادارے اس کو چھاپتے اور مسلمان اخبارین اور رسالے اس کی تشہیر اور پراپیگنڈا کرتے ہیں - یہ امر مصنف کتاب کی ہنرمندی اور فنکاری پر واقعی دال ہے جس کا نام کمال ہے - ملک صاحب ! آپ فی الواقعہ افلاطون ہیں - مگر مجھے آپ سے اسجگہ چند باتیں کہنا ہے - حضرت مرزا صاحب میں بقول آپ کے کمزوریاں اور کوتاہیاں تھیں - آپ نے دعوے بھی غلط دَور میں کیا - اس کے باوجود اپنے نظریات تسلیم کرانے اور ایک جماعت قائم کرنے میں ایسے طور پر کامیاب ہو گئے کہ اُن کی ذات اور خاندان کی وجاہت آپ کو بُری طرح کھٹک رہی ہے ، آپ اس سے اس قدر پیچ و تاب میں کہ ہر چند سطور کے بعد اسی کا رونا لے بیٹھتے ہیں - خدا کے مامورین کے مخالفین کے دل کی کیفیت کا نقشہ ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے - آپ ذرا غور فرمائیں کہ ابتدائے اسلام میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی جو ذاتی وجاہت قائم ہو رہی تھی اس نے مخالفین کو کس طرح آتش زیر پا کر رکھا تھا بہرحال اس کو چھوڑیئے آپ یہ بتایئے کہ حضرت مرزا صاحب تو غلط دَور میں دعوے کر بیٹھے - مگر

علامہ اقبال اور آپ کو کیا ہوا؟

حضرت مرزا صاحب کے نظریات کو تو پھر بھی ایک خاصی جماعت نے مان لیا - مگر آپ کے ان "اقبالی خیالات" اور "جعفر خانی نظریات" کو ماننے کے لئے ایک شخص بھی آگے نہ بڑھا - نہ کسی اہل علم نے مانا اور نہ کسی بے علم نے - نہ کسی عالم نے مانا اور نہ کسی غیر عالم نے - عوام نے طبقۂ علماء نے اور اہل علم معقول نے سب نے بیک زبان ان کو نامعقول اور مردود قرار دے دیا - جیسا کہ آپ کو خود اعتراف ہے تبلایئے آپ کے ہاں

عقلیت کے دَور میں یہ
حادثہ کیسے اور کیوں ہوا؟

محمد تغلق ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے - اس نے بعض تجاویز اور سکیمیں چلائیں جو سخت ناکام ہوئیں - بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ تجاویز بذات خود نہایت اچھی تھیں - مگر محمد تغلق قبل از وقت پیدا ہو گیا تھا - لوگ اُن کے لئے ابھی تیار نہ تھے - سو یہی حال آپ کا معلوم ہوتا ہے ، آپکے "اقبالی خیالات" اور "جعفر خانی نظریات" بھی ممکن ہے اچھا فلسفہ ہو مگر واقعات کی شہادت سے ثابت ہو رہا ہے کہ

آپ کی پیدائش قبل از وقت ہو گئی ہے

ابھی تک مسلمان انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے اس قدر آزاد اور خدا کی خدائی سے اس قدر باغی نہیں ہوئے کہ آپ کے ان ملحدانہ خیالات اور غیر قرآنی نظریات کو قبول کر لیں - ملک صاحب ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان ابھی تک سید الانبیاء فخر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان فراموش نہیں بن سکا ، قرآن کریم سے روگرداں نہیں ہو سکا - خدا سے بغاوت نہیں کر سکا - آپ کو بہت بڑا دھوکا لگ رہا ہے - مسلمان اب بھی ویسا ہی مسلمان ہے جیسا علامہ اقبال کے خطبات سے پہلے تھا - خطبات کا مفہوم اگر وہی ہے جو آپ بتلا رہے ہیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ اگر مرزا صاحب کی کوششیں زیادہ کامیاب نہیں ہوئیں تو علامہ صاحب کی کوششیں ناکامی اور نامرادی میں محمد تغلق سکیموں سے کچھ گئی گذری ہوئیں حضرت مرزا صاحب کے متعلق کم کامیابی کا طعنہ دیکر ان اقبالی خیالات کو پیش کرنے میں آپ کو ندامت محسوس کرنی چاہیئے تھی - علامہ صاحب تو اس بارے میں مایوس رخصت ہو گئے آپ خود بھی یقین رکھیں کہ مسلمان کو اسلام - قرآن اور خدا سے باغی کرنے کی اس مہم میں آپ انشاء اللہ تعالےٰ خائب و خاسر رہیں گے - عقلیت کا دَور اب سے شروع نہیں ہوا - انسان کی ابتداء سے جاری ہے - خدا نے جب ابتدائے آفرینش آدم میں ابلیس کو آدم کے سامنے سر اطاعت خم کرنے کا حکم دیا - تو اس نے عقل ہی کے بھروسے پر سرتابی کی تھی - ناری ہو کر خاکی کو کیسے سجدہ کروں ؟ یہ اس کی دلیل تھی جس کا عقل پر انحصار تھا - یہ دلیل بظاہر عقل کی رُو سے درست ہو مگر خدا کے حکم سے بغاوت نے اس کو ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ بنا دیا - انبیاء اور ماموریں من اللہ کے مخالفین ہمیشہ عقل ہی کی نمائندگی کرتے رہے - حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے مخالفین آپ کو مجنون کہتے تھے اور آپ کے ماننے والوں کو "بیوقوف" ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ کہ قرآن شریف آپ پر منجانب اللہ نازل ہوتا ہے اُن کی عقلوں کے لئے ناقابل تسلیم تھا جیسا کہ ملک صاحب ! آج آپ کی عقل کہہ رہی ہے - کفار عرب کہتے کہ اگر ایسا ہے تو اے محمدؐ ہم کو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھا دو ، ہم کو خود خدا سے ہمکلام کرا دو یہی کچھ ملک صاحب ! آج آپ کہہ رہے ہیں ، اور بعینہٖ وہی سوالات آج آپ کے ہیں - میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی عقل اور ان عربوں کی عقل میں کوئی فرق نظر نہیں آتا - معلوم ہوتا ہے ملک صاحب کہ خدا کا نام اور تصور آپ کو گوارا نہیں ہے - جب حضرت مرزا صاحب کا الہام آپ نقل کرنے لگے تو وہ حصہ چھوڑ دیا جس میں خدا کا نام آتا ہے - آپ نے یہ الفاظ کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا لیکن دنیا نے اس کو قبول نہ کیا" اس کا اگلا حصہ کہ :-

"مگر خدا اس کو قبول کرے گا
اور بڑے زور آور حملوں سے
اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

درج کرنے سے گھبرا کر ہاتھ روک لیا - آپ کے اس دَور عقلیت کی دنیا نے قبول کرنے سے بیشک انکار کیا - اور سخت انکار کیا - لیکن خدا نے اس نذیر کو قبول کیا کیونکہ اسی کا وہ مامور و مرسل تھا - اور بڑے بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی - یہی وہ زور آور حملے ہیں جن کی بناء پر بقول جعفر صاحب "کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود اور غلط دَور میں ہونے" کے باوجود ایک زندہ ایمان باللہ و بالرسول رکھنے والی زبردست فعال جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے حالانکہ ڈاکٹر اقبال صاحب "عظیم مفکر ہونے" کے باوجود اور "عقلیت کے دَور میں نمائندۂ عقل ہونے" کے باوجود اپنی خطبات والی عقل کی باتیں کسی ایک مسلمان کو بھی منوا نہ سکے - اور صرف ہمارے ملک صاحب کو اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے چھوڑ گئے — ملک صاحب ! آپ کے لئے

ٹھنڈے دل سے سوچنے کا مقام ہے !

خدا کے اُن زور آور حملوں کا ذکر اپنے موقعہ پر آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ -

باقی آئندہ

مارشل لاء کے قواعد و ضوابط - بقیہ صفحہ ۴

کی سزا دی جا سکے گی -

"قاعدہ نمبر ۳۴ جو شخص صوبائی تعصّب لسانی تعصّب یا طبقاتی عناد پھیلانے کے لئے تحریری یا زبانی افواہیں پھیلائے گا ، جس سے پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو ، اسے زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید سخت کی سزا دی جا سکے گی -

احکام

جنرل محمد ایوب خاں نے آج مارشل لاء کے بعض احکام بھی جاری کئے ہیں جن میں نمبر ۲ میں کہا گیا ہے فوجداری عدالتوں کو عام قانون کے تحت مقررہ سزائیں دینے کا اختیار ہو گا -

حکم نمبر ۳ فوجداری عدالتیں مارشل لاء کے قواعد کے تحت مقدمات کی سماعت کرتے وقت وہی طریق کار اختیار کریں گی جو عام قانون کے سمن کیس کے سلسلہ میں متعین ہے -

حکم نمبر ۴ :- مارشل لاء کے قواعد میں جن جرائم کی سزا مقرر رکھی گئی ہے ان کی سماعت دفعہ نمبر ۳۰ کے اختیارات رکھنے والے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ سے کم درجہ کا مجسٹریٹ نہیں کرے گا -

حکم نمبر ۵ :- ان قواعد کے تحت فوجداری عدالتیں اور خاص فوجی عدالتیں موت کی سب سزاؤں کی توثیق پاکستان کے ناظم مارشل لاء سے کرائیں گے -

حکم نمبر ۶ :- مارشل لاء کے قواعد کے تحت قید یا مشقت کی سزائیں پانے والے مجرم اپنی حیثیت یا پوزیشن کے علی الرغم عام مجرم متصوّر ہوں گے -

حکم نمبر ۷ :- جیل کے حکام عام طریقہ سے کوڑے لگانے کی سزا دیں گے -

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں - مینیجر

رشوت ستانی، سمگلنگ، چور بازاری اور دیگر برائیوں کو سختی سے کچل دیا جائے گا

اگر یہ انتہائی قدم نہ اٹھایا جاتا تو ملک کی سالمیت پارہ پارہ ہو جاتی اور تاریخ ہمیں کبھی معاف نہ کرتی

مارشل لا کے ناظم اعلیٰ جنرل محمد ایوب خاں کا قوم سے خطاب

کراچی ۸ اکتوبر۔ مارشل لا کے ناظم اعلیٰ جنرل محمد ایوب خاں نے آج ریڈیو پاکستان سے قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

میرے ہم وطنو! السلام علیکم، میں آپ سے ان معاملات پر مخاطب ہو رہا ہوں جو اہم بھی ہیں اور سنگین بھی۔ آپ کے لئے ان کا غور سے سننا اور صحیح طور پر سمجھنا ضروری ہے تاکہ آپ تعمیری طور پر کام کر سکیں، کیونکہ صحیح طور پر کام کرنے میں ہی ہم سب کی اور ہماری آئندہ نسلوں کی نجات مضمر ہے، آپ نے آئین کی منسوخی اور پورے پاکستان میں مارشل لا کے نفاذ کے متعلق صدر کا فرمان سن لیا ہوگا۔

صدر نے مجھے مارشل لا کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا ہے اور پاکستان کی تمام مسلح افواج اور مسلح سول سروس فورس میری کمان میں دے دی گئی ہیں، یہ سخت اور انتہائی قدم بڑے پس و پیش لیکن اس بارے میں پورے یقین کے ساتھ اٹھایا گیا ہے، کہ اس کے بغیر ملک پارہ پارہ ہو جاتا اور وہ مکمل طور پر تباہ ہو جاتا۔

اگر گڑبڑ اور موجودہ انتشار کے حالات کو مزید برقرار رہنے دیا جاتا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہ کرتی جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ افراتفری ان خود غرضوں کی پیدا کردہ ہے جنہوں نے سیاسی رہنماؤں کا چولا پہن کر ملک میں لوٹ کھسوٹ مچا رکھی تھی۔ یا جو ذاتی مقاصد کے لئے ملک کا سودا کرنے کو تیار تھے۔ بعض لوگ ایسا محض اس لئے کر رہے تھے، کیونکہ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ پاکستان انہوں نے بنایا ہے۔ بعض دوسرے جو نظریۂ پاکستان ہی کے خلاف تھے، پاکستان کو ختم کرنے کے لئے کھلم کھلا کام کر رہے تھے۔ اور وہ ملک کے مسائل کو شدید سے شدید تر بنانے کے لئے وہ سب کچھ کر رہے تھے۔ جو ان کے بس میں تھا۔ اس سے ان کا مقصد اپنی اقتدار کی پیاس بجھانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

ملک میں یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن کمزور اور متذبذب حکومتیں ان حالات کو بزدلی کے ساتھ خاموشی سے دیکھتی رہیں اور انہوں نے حالات کو ابتری کی جانب بڑھنے اور نظم و نسق کا شیرازہ بکھرنے دیا۔

قائد اعظم اور مسٹر لیاقت علی خاں کی وفات کے بعد ہی سے سیاستدانوں نے کھلے بندوں لڑنا شروع کر دیا۔ اور اس لڑائی میں ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ انہوں نے محض اپنا پیٹ بھرنے اور اپنے مقاصد کی تسکین کے لئے ایک دوسرے کے خلاف تندید اور قولی جنگ شروع کر دی، انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ اس کے ملک پر کتنے برے اثرات ہوں گے۔ اور انہوں نے کمینگی اور اوچھے پن، فریب دہی اور ذلت کی انتہا کر دی چونکہ ان کے پاس کوئی ٹھوس چیز پیش کرنے کے لئے نہ تھی لہٰذا انہوں نے ایک پاکستانی کو دوسرے پاکستانی کے ساتھ دست و گریباں کرنے کے لئے صوبائیت، فرقہ پرستی، مذہبی اور نسلی اختلافات کو پیش کیا، ان کو اپنے سوا کسی میں کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی۔ اقتدار کے حصول کے لئے وہ دیوانہ وار بھاگ رہے تھے، عوام اور ملک تباہ ہو، جہنم میں جائے، ان کو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا،

کچھ مستثنیات بھی تھیں لیکن ان کی آواز مر چکی تھی اور ان کا کوئی اثر نہیں رہا تھا، کیونکہ وہ ایسے حامیوں کے گروہ میں گھرے ہوئے تھے جو آئے دن پارٹیاں بدلتے رہتے تھے۔ ایک ایسے آدمی کے لئے جس کا کوئی ضمیر ہو، دو چیزیں بہت مشکل ہیں، (۱) اپنا مذہب تبدیل کرنا (۲) پارٹی سے اپنی وفاداری تبدیل کرنا لیکن اسمبلیوں میں ہمارے نام نہاد نمائندے ایک پارٹی سے دوسری پارٹی میں جاتے رہتے اور ان کے ضمیر نے ذرہ بھر بھی ملامت نہ کی۔ یہ تھی وہ بنیاد جس پر پاکستان میں اسلام کے مقدس نام پر جمہوریت چلائی جا رہی تھی، اس کارروائی میں ہمارے مذہب اور ثقافت کی تمام اعلیٰ اقدار اور نظریات پامال کر دیئے گئے۔

اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، ملک اقتصادی انتظامی سیاسی اور اخلاقی بدنظمی کا شکار ہے جسے آج کل کے خطرناک دور میں برداشت نہیں کیا جا سکتا، پاکستان یقیناً اس قسم کے تعطل کو برداشت نہیں کر سکتا ہمارے ملک کو بہت سے داخلی مسئلے حل کرنے ہیں اور ملک کو بیرونی خطرات سے بھی محفوظ کرنا ہے، اور اس مقصد کے لئے ملک میں ایک مستحکم بنیاد کی ضرورت ہے۔

ہمارے عوام فطرتاً محب الوطن واقع ہوئے ہیں وہ متحمل مزاج اور صابر ہیں، اور اگر ان کی اچھی طرح رہنمائی کی جائے تو وہ بہت بلند ہو سکتے ہیں۔

ہمارے ملک کے عوام بہت ذہین اور سمجھدار ہیں وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو بے بس پاتے تھے وہ ملک کے مسائل کو اور پیچیدہ بنانے سے احتراز کر رہے تھے اور شاید وہ فوج کے احساسات کو ٹھیس پہنچانا چاہتے تھے، جو نظم و نسق کی ذمہ دار ہے۔ اور جو ان کی وفاداری اور محنت سے خدمت کر رہی ہے۔ لیکن کچھ دنوں سے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ عوام کا اعتماد اس وجہ سے ہم پر سے بھی ختم ہو رہا تھا کہ ہم نے ان کو ظلم اور ذہنی اور روحانی اذیت سے نجات نہیں دلائی۔ مجھے یقین ہے کہ ان کا اذیت قسم کے ان سیاستدانوں سے جو ان کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں مصروف تھے ناک میں دم آ چکا ہے فوج کو اس سے بھی زیادہ احساس تھا، لیکن وہ چند وجوہ کی بنا پر جن کا میں آگے چل کر ذکر کروں گا۔ صبر کئے ہوئے تھی۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں، کہ یہ وہ موقع ہے جب کہ فوج کو اپنے رویہ اور طرزِ عمل کے سلسلہ میں اپنے ملک کے بھائیوں اور بہنوں کو اعتماد میں لینا چاہئیے،

قیام پاکستان کے وقت ہی سے مسلح فوج ان اندرونی مسائل اور بیرونی خطرات کو صاف طور پر دیکھ رہی تھی جن سے پاکستان دوچار ہے۔ ہمیں اپنے محدود وسائل کا بھی احساس تھا، ہم نے ایسی فوج بنانے کا فیصلہ کیا جو سیاست سے الگ تھلگ ہو۔ عوام کی خدمات کے جذبہ سے سرشار ہو، اور مؤثر طریقہ سے ملک کا دفاع کر سکے مزید برآں میں نے فوج سے ہمیشہ یہ کہا کہ ہمارا سب سے اہم کام ملک کے لئے ڈھال بننا ہے، جس کے پیچھے مستحکم جمہوری طاقت ہو، ہم سختی سے سیاست سے علیحدہ رہیں۔

آپ کو شاید علم نہ ہو مرحوم غلام محمد نے کئی بار پیشکش کی کہ فوج انتظام سنبھال لے۔ لیکن میں نے ہر بار انکار کیا، میں نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ میں جس جگہ ہوں وہاں سے پاکستان کی بہترین خدمت کر سکتا ہوں، اور مجھے یہ موہوم امید بھی تھی کہ کوئی سیاستدان آگے آ کر ملک کو ایک بہتر مستقبل کی طرف لے جائے گا۔ لیکن واقعات نے ان امیدوں کو غلط ثابت کیا اور ہم موجودہ دشوار گذار راہ تک پہنچ گئے، ایک اچھے بھلے ملک کا مذاق بنا دیا گیا۔ یہ امر افسوسناک ہے لیکن ہمیں صورتِ حال کا سامنا اور اس کا علاج دریافت کرنا ہے۔ اور انشاء اللہ ہم اس میں کامیاب ہوں گے، میں واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد بالآخر جمہوریت کو بحال کرنا ہے، لیکن ایسی جمہوریت جسے عوام سمجھ سکیں، وقت آنے پر آپ کو آزادانہ طور پر اظہار رائے کا موقع دیا جائے گا لیکن ایسا کب ہوگا اس کا جواب حالات ہی دے سکتے ہیں، اس عرصہ میں ہم بدنظمی کو ختم کریں گے۔ ہمارے سامنے بعض ایسے مسائل ہیں جو فوری حل چاہتے ہیں بعض طویل المیعاد قسم کے ہیں، ہم ان مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش کریں گے اور برائیوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں گے لیکن ان سب کے لئے میں آپ سے پوری پوری نیک دلی، تعاون اور استقلال کا مطالبہ کروں گا۔ میں آپ سے محنت کرنے اور انتہائی کوشش سے کام لینے کے لئے بھی کہوں گا۔ یہ وہ وقت ہے جب ہم اپنی مملکت کی تعمیر کر سکتے ہیں اور یہ اسی وقت ہوگا کہ لوگ کام کریں، نعرہ بازی محنت کی جگہ نہیں لے سکتی، یاد رکھیں بعض ایسی آئین بھی ہیں

ہیں جن کا درست کرنا ہمارے اختیار میں ہوتا ہے ہم اس کا خیال رکھیں گے کہ ایسا ہو، لیکن بعض دوسری باتیں بھی ہوتی ہیں جن کا حل ہمارے اختیار سے باہر ہوتا ہے ۔ اس لئے بارے میں ہم پوری پوری کوشش کرنے کا وعدہ دے سکتے ہیں۔ نتائج خدا پر چھوڑ دیں گے۔ اس لئے جب آپ ہماری کارروائیوں کا جائزہ لیں تو زندگی کے ان تلخ حقائق کو ذہن میں رکھیں۔

جہاں تک مارشل لاء پر عمل درآمد کرنے کا تعلق ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ سول ایجنسیوں کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے، اور مسلح فوجوں کو جہاں تک ممکن ہو سکا بہت کم استعمال کیا جائے گا ۔ اور وہ زیادہ بیرونی دفاع کے لئے اپنے بنیادی کام کی طرف توجہ دیتی رہیں گی ۔

مارشل لاء کے قواعد و ضوابط سرکاری افسروں کی نااہلیت نیز ہر قسم کی رشوت، بددیانتی، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، چور بازاری یا دیگر قسم کی سماج دشمن یا وطن دشمن سرگرمیوں کے متعلق موجودہ قوانین کو اور سخت بنا دیں گے، ان معاملات سے سختی اور تیزی کے ساتھ نپٹا جائے گا، دوسرے الفاظ میں ہر قسم کے بدکردار لوگوں کی قابل نفرین سرگرمیوں کو سختی سے کچل دیا جائیگا۔ تاکہ پابند قانون شہریوں کے لئے پاکستان کو محفوظ بنا دیا جائے چونکہ مارشل لاء پر عمل درآمد زیادہ تر سول ایجنسیوں کے ذریعہ کرایا جائے گا لہذا میں ان ایجنسیوں سے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں، کہ وہ اپنے فرائض کو دیانتداری اور انصاف، اور وفاداری سے سرانجام دیں۔ آپ کے لئے یہ موقع ہے کہ آپ اپنے جوہر دکھائیں اور یہ ثابت کریں کہ آپ سے کیا گیا آپکے ساتھ زبردست روایات وابستہ ہیں انہیں زندہ کرنے کا آپ کو موقع ملا ہے، آپ یہ موقع ضائع نہ کریں ایسا کرنے میں آپ کو ہر درجے کی پوری پوری حمایت حاصل ہوگی ۔ اس انک مرحلہ پر مسلح افواج کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ بیرونی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ لیکن وہ اس امر سے بھی اچھی طرح آگاہ ہیں کہ بیرونی حملہ کو کامیابی سے پسپا کرنے کے لئے اندرونی استحکام بھی لازمی ہے ۔ ان میں سے شاید بعض کو مارشل لاء کے سلسلے میں فرائض انجام دینے کے لئے بلانا پڑے، یہ فرائض خواہ کچھ بھی ہوں میں ان سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنی وفاداری، اہلیت اور بلا پس و پیش سرانجام دیں گے، ان کا طرز عمل تمام موقعوں پر صحیح، بے لاگ اور غیر جانبدارانہ ہوگا۔ کسی بھی چیلنج کا مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں مجھے ان کی اہلیت پر پورا پورا اعتماد ہے خواہ یہ چیلنج کتنا ہی مشکل، کیوں نہ ہو۔

تفرقہ اندازوں، سیاسی طالع آزماؤں، سمگلروں، چور بازاری کرنے والوں اور اسی قبیل کے دیگر سماج دشمن عناصر سے میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عوام اور فوجی سپاہی ان کی صورتوں سے بیزار ہیں، اس لئے ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ زندگی کا ایک نیا ورق الٹیں اور اپنا رویہ درست کریں، ورنہ ان کا حشر بہت برا ہوگا۔ جو جلد سامنے آئے گا، خواہ کچھ ہی ہو، ان کی طرف سے لاپرواہی نہیں برتی جائے گی۔ اور یقینی جلدی ممکن ہوا ہم انہیں اپنی گرفت میں لینے کے زبردست کوشش کریں گے۔

میرے ہموطنو! میں نے صحیح تصویر پیش کر کے تمام غلط فہمیاں اور شکوک دور کرنے کے لئے آپ سے بالتفصیل بات کہدی ہے، کہ یہ انتہائی قدم آپ کے مفاد اور پاکستان کے استحکام کیلئے ہم نے اٹھایا ہے۔ آؤ اب ہم انکساری کے ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکائیں اور دعا کریں کہ ہم اس آزمائش سے ایک مضبوط اور طاقتور قوم کی حیثیت سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ آمین۔ پاکستان پائندہ باد۔

مسلم ہائی سکول کا بینڈ اول رہا

عید میلاد النبی صلعم کی تقریب پر بزم بیدل نے ایک نہایت شاندار جلوس کا انتظام کیا جس میں لاہور کے مختلف سکولوں کے بینڈ اور سکاؤٹ شریک ہوئے جلوس کی قیادت جناب چوہدری محمد علی صاحب سابق وزیر اعظم پاکستان نے فرمائی اور اختتام پر مسلم ہائی سکول لاہور کے بینڈ اور سکاؤٹوں کو بہترین قرار دیتے ہوئے اول انعام میں ایک کپ مرحمت فرمایا۔ علاوہ ازیں ہمارے پی ٹی آئی مسٹر محمد شفیع اور مسٹر راجہ محمود طالب علم کو تمغہ (میڈل) عطا فرمایا۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔ خاکسار برکت علی مسلم ہائی سکول لاہور

سائیکلوں کے مقابلہ میں مسلم ہائی سکول نمبر ۱ اول رہا

بتاریخ ۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء عالمی یوم اطفال کے موقعہ پر صاحب انسپکٹر جنرل پولیس کے زیر اہتمام اسمبلی ہال کی عقبی گراؤنڈ میں لاہور کے تمام سکولوں کے بچوں کا سائیکلنگ میں مقابلہ ہوا جس میں ہمارے سکول کا طالب علم اعجاز احمد اول رہا اور اسے انعام میں ٹرانزسٹر (پنڈولم؟) ٹیبل ٹائم پیس حاصل کئے۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔ خاکسار برکت علی

پاکستان میں صنعتِ پارچہ بافی کا کارخانہ

کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد

حسب ذیل اقسام کا پارچہ ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے

لٹھا	
لٹھا	۱۱۰۰۰
لٹھا	۱۵۰۰۰
لٹھا	۱۸۰۰۰
لٹھا	۵۰۰۰۰
لٹھا	C.T. ۱۰۱
لٹھا	S.H. ۱۱۱۱

قسم	
ڈرل (ڈبل زین) سفید	D ۷۰
ڈرل (ڈبل زین) خاکی	D ۷۲
پاپلین	P ۹۰
پاپلین	P ۳۶۰
کارڈورائے	B.C. ۸۰
کارڈورائے	B.C. ۹۰

ملک کے درخشاں مستقبل کے ساتھ

کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد

کا پروگرام

انشاء اللہ عمدہ سے عمدہ اقسام کپڑا تیار کر کے ملک کو خود کفیل بنانا ہے

پیغام صلح مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۹

خطبہ جمعہ — (بسلسلہ صفحہ ۶)

ہم اچھلات کریں ایک مامور کو بھی مانا، دنیا میں بڑے بھی بنے پھر اگر ہم نے اپنے آپ کو اس قابل نہیں بنایا کہ اپنی عملی حالت میں دوسروں سے ممتاز ہوں تو اس کا کیا فائدہ؟ اس میں شک نہیں کہ مرورِ زمانہ سے وہ حالت نہیں رہتی، نہ مامور رہتا ہے اور نہ وہ لوگ جو اس کے زمانہ میں ہوتے ہیں، آہستہ آہستہ وہ پود ختم ہوتی ہے جنہوں نے وہ نقشہ نہیں دیکھا لیکن ہمارے ہاں ابھی کچھ لوگ موجود ہیں جنہوں نے مامور کا زمانہ پایا ہے، ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، پھر مامور کی اپنی تحریرات ہیں ان کو اٹھا کر دیکھا جائے تو ان کے پڑھنے سے بھی نورِ ایمان پیدا ہوتا ہے آؤ ہم غور کریں اور ان چیزوں سے فائدہ اٹھائیں اگر ایک کام خالصۃً للہ ہو تو اس میں ناکامی نہیں ہو سکتی، اور اگر ایسا ہو تو یہ نہیں ہونا چاہئے کہ دوسروں کو ملزم بنائیں ہمیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس الزام سے بری کریں۔

تعلیمی پریس، سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

میرا سفرِ امریکہ

از :۔۔ خان بہادر غلام ربانی خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

ہندو مذہب اور اسلام ۔۔۔ کالے گورے کی تمیز اسلام ہی سے مٹ سکتی ہے

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

۱۱ر اگست ۱۹۵۸ء بروز سوموار ۴۵۔۹ سے ۲۵۔۱۱ تک DISCUSSION PANEL GROUPS (پینل گروپس کے مباحثات) کا دوسرا اجلاس ہوا۔ میرے گروپ میں یہ امر زیر بحث تھا کہ کیا مذاہب میں اختلاف موجود ہے؟ اور کہ ان اختلافات کی موجودگی میں مذاہب کس طرح یک جا ہو کر امن عالم قائم کر سکتے ہیں؟۔ ایک ہندو ممبر نے جو جین مت سے تعلق رکھتا تھا بڑی غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی، اور انہوں نے کہا کہ ہندو مسلم اختلاف مذہبی نہیں ہے، کیونکہ دونوں مذاہب ایک ہی قسم کے ہیں، اختلاف صرف سیاسی ہے۔ اس کے بعد میری باری تھی، میں نے اس کے دلائل اور تمام تقریر کا پول کھول دیا اور واضح کیا کہ ہندو مذہب اور اسلام میں بنیادی اور اصولی اختلاف اہم ہے ہندو کے نزدیک کسی مسلمان کے ساتھ مل کر کھانا تو ایک طرف اس کے کھانے کو چھونے سے بھی وہ کھانا ہندو کے لئے ناپاک ہو جاتا ہے ..... ہندو کا پانی علیحدہ، کھانا علیحدہ، کھانے کے برتن علیحدہ، تہذیب و تمدن ہندو کا مسلمان سے بالکل مختلف، یہاں تک کہ ان کا خدا ہماری اور امریکن کی بہترین غذا ہے۔ یعنی وہ گائے کی اس قدر پرستش کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان اپنی گائے یا بچھڑے کو اپنی خوراک کی خاطر ذبح کرے تو اس پر ہندو حملہ کر کے گائے اور بچھڑے کے عوض انسان کا خون بہا دیتے ہیں۔ مسلمان خدائے واحد کا پرستار ہے جبکہ ہندو کے پچاس کروڑ دیوتا ہیں جن میں سے سانپ بھی ایک دیوتا ہے۔

اس کے برخلاف اسلام کی رُو سے تمام کائنات انسان کی پرستار ہے اور انسان اصول قانونِ قدرت کو پاکر ہر ایک آفرینش عالم کو اپنی خدمت و ضرورت میں لگا سکتا ہے اور ہندو کے نزدیک بڑا پتھر خدا، بڑا دریا معبود اور بڑی ہیبت ناک چیز اس کے لئے مقام پرستش ہے اور ہر بدنما ہیبت اور ہیبت ناک مخلوق کے آگے اس کا سر جھکتا ہے، یہاں تک کہ وہ انسان کو بھی ان دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔

ایک دوسرا طریقہ ہندو کا اور بھی عجیب ہے کہ انہوں نے بنی نوع انسان کو چار قسم کی مخلوق بنا دیا ہے۔ یعنی برہمن چھتری، ویش اور شودر۔ برہمن چھتری اور ویش کے متعلق یہ مذہبی حکم ہے کہ وہ دو جنمی ہیں۔ یعنی دو دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ دو دفعہ کس طرح پیدا ہوتے ہیں موجودہ زمانے کا پیدائش کا تو یہی ایک طریقہ ہے کہ ہر انسان صرف ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے نزدیک ہندوستان کے باہر جتنی مخلوق ہے وہ ملیچھ کہلاتی ہے، اور ان کے ساتھ شودروں کی طرح چھوت چھات کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا سایہ بھی برہمن اپنے اُوپر نہیں پڑنے دیتا۔ امریکہ کے سفید فام لوگو! سن لو کہ آپ لوگ بھی اُن کے نزدیک ویسے ہی ملیچھ ہو جیسے شودر۔ اس کے بعد میں نے بیان کیا کہ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے اختلافات مذاہب عالم کو تسلیم کرتے ہوئے امن عالم کا ایک عملی پیغام دنیا کو ان الفاظ میں دیا۔ کہ :۔

"آؤ ایک خدائے واحد پر ایمان لاکر
بنی نوع انسان کو بلا امتیاز رنگ و زبان
ذات پات وغیرہ ایک عالمگیر برادری
میں شامل سمجھ کر اس کے حقوق کی پُوری
نگہداشت کریں اور تمام مذہبی پیشواؤں
اور کتبِ مقدسہ کا احترام کرتے
ہوئے اپنی زندگی کے عمل کو اُن احکامات
الٰہی کا رنگ، دیں۔"

بفضلِ ایزدی میرے سے سامعین زیادہ متاثر ہوئے کیونکہ جلسہ کے بعد ہر شخص نے اسلام کی تعلیم کو سراہا اور مجھے آیندہ اجلاس میں اسی مضمون کو جاری رکھنے کی دعوت دی۔ یہ محض اسلام کی تعلیم کی برکت ہے اور اس علم کلام کا نتیجہ جو حضرت حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود نے اس زمانے میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اور اسلام کی برتری کے لئے پیدا کیا۔

پاکستان اور اسلام کے نمایندے ۔۔۔ ظفر اللہ خاں اور میں

اسی دن ساڑھے بارہ بجے سے دو بجے تک ایک عظیم الشان لنچ تھا جس میں تمام ممبران مدعو تھے۔ بعد از لنچ قائدین نے تقاریر کیں جو بڑی دلچسپ تھیں، اس لنچ میں سر محمد ظفر اللہ خاں اور میں دونوں اکٹھے بیٹھے تھے۔ جب صدرِ اجلاس نے یہ ظاہر کیا کہ اس کانگرس میں تمام دنیا کے ممالک و مذاہب کے نمایندگان شامل ہیں، اور ہماری باری پر جب ہمیں پاکستان اور اسلام کے نام پر کھڑے ہونے کے لئے مجمع کے سامنے کہا تو ہم دونوں سفید ریش مسلمان استادہ ہو گئے۔ جس پر حاضرین کی تالیوں سے ہال گونج اٹھا

....

برہمو سماجی کا اسلام کو خراج تحسین

شام کے ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر کالی داس ناگ لیکچرار اور مصنف ممبر برہمو سماج کی تقریر ہوئی جس میں اس نے اسلام کے متعلق نہایت عمدہ رنگ میں حقیقت حال کو بیان کیا کہ اسلام نے کس طرح ہندوستان کی تہذیب و تمدن اور مذہب پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ اور ظاہر کیا کہ جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے تمام دنیا کے مذاہب ابتداً خدا کی طرف سے ہیں اور انسانوں نے بعد میں غلط عقائد کی آمیزش سے اصلی تعلیم اور اصولِ دین کو مسخ کر دیا۔ اور یہ کہ ہر ایک ملک وملت کی ہدایت کے لئے نہ صرف ہدایت نامہ آیا بلکہ ہادی بھی وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے جنہوں نے نہ صرف اصل دین کی تعلیم دی بلکہ اس پر خود عمل پیرا ہو کر عملی ثبوت بھی دیا۔ فاضل مقرر نے ان تمام حقائق و دقائق کو تاریخِ عالم سے ثابت کر کے بیان کیا۔

کالے اور گورے کی تفریق اور اسلام

حسب معمول ۱۲ر اگست بروز جمعرات نو بجکر پینتالیس منٹ پر تیسرا اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس میں یہ سوال زیر بحث تھا کہ کس طرح مذاہب عالم کالے اور گورے کی تفریق کو عملاً مٹا سکتے ہیں۔ ایک امریکی ڈاکٹر جو سیاہ فام تھے اس نے امریکہ کے کالے لوگوں کی دلفگار حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ عیسائی مذہب نے اس مرض کا علاج تو درکنار اس میں روز افزوں ترقی کر دی ہے۔ چنانچہ ہوٹلوں میں تو داخلہ ایک طرف یہاں سکولوں میں بھی کالے لوگوں کا داخلہ ممنوع ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے بعد عیسائی پادریوں نے بھی اصولی رنگ میں اچھی خاصی تقاریر کیں مگر اُن کے خیالات کا عیسائی مذہب سے دُور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ آخر مجمع کے صدر نے مجمع کے اصرار پر مجھے اس مضمون پر روشنی ڈالنے کے لئے کہا۔ میں نے گذشتہ روز کے مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اسلام نے خدائے واحد کی پرستش اور مخلوق کی ہمدردی کا پیغام دیا ہے۔ قرآن پاک سے آیت کریمہ کان الناس امۃ واحدۃ الخ .... پڑھ کر اس کی تشریح بدیں الفاظ کی کہ نوع انسان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب انسان ایک ہی مخلوق ہے۔ اور آدم و حوا کا تخیل اور پھر انسانوں کی پیدائش کا ایک ہی رنگ میں ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تخلیق اور سلسلۂ تولید و تناسل میں کالے اور گورے کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے کلام مجید کی آیات کریمہ یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر سے بتایا کہ مختلف اقوام کا وجود ایک دوسرے کی معرفت حاصل کرنے اور رابطہ و اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے ہے۔ دراصل خدا کے نزدیک سب سے زیادہ افضل وہ ہے جو خالق و مخلوق کے حقوق و حدود کی صحیح نگہداشت کرے۔ چنانچہ یہ مذہب صرف وعظ و نصیحت پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ ان اصولوں کو عملی طور پر اپنانے کا

(باقی صفحہ ۶ پر)

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء

نہایت مُبارک اقدام

صدرِ پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا صاحب تحسین و آفرین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے عین اس وقت جبکہ پاکستان خودغرض سیاسی رہنماؤں اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے سماج دشمن عناصر کے ہاتھوں تباہی کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکا تھا، ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے اور پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں جیسے بیدار مغز منتظم کو سپریم ایڈمنسٹریٹر مقرر فرما کر سچی حُب الوطنی اور مُلک و ملت کی دلی خیر خواہی کا ثبوت بہم پہنچایا۔

اس سلسلہ میں ان ہر دو اصحاب کے بیانات گذشتہ شیوع میں درج ہو چکے ہیں جن سے اس جذبۂ خیر خواہی و حُب الوطنی کا پتہ لگتا ہے جو اُن کے دلوں میں موجزن ہے اور جس کی وجہ سے انہیں یہ سخت ترین قدم اُٹھانا پڑا۔

اگرچہ یہ اقدام اہلِ وطن اور کُل دُنیا کیلئے ابتداءً حیرانی و استعجاب کا موجب ہوا لیکن جونہی اس نے عملی شکل اختیار کر کے سماج دشمن عناصر کی سرکوبی اور اس ہیبت دیو کے پنجہ سے عوام کی رہائی کا بندوبست کیا جو اشیائے صرف کی روز افزوں گرانی کی شکل میں انہیں دبوچتا چلا جا رہا تھا، خوشی و مسرت کی ایک لہر چاروں طرف پھیل گئی اور کراچی اور لاہور میں یومِ تشکر منایا گیا، اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ آخر کار اللہ تعالےٰ نے ان کی مشکلات کو دُور کرنے کا سامان کر دیا۔

یہ سامان اگرچہ بظاہر ایک جمہوری طرزِ حکومت کے منافی معلوم ہوتا ہے اور شاید اسی وجہ سے صدر مملکت نے اپنے اعلان کے شروع میں یہ ارشاد فرمایا کہ :-

> "میں نے یہ کارروائی انتہائی افسوس کے ساتھ کی ہے لیکن مجھے ملک اور عوام کے مفادات کی خاطر ایسا کرنا پڑا ہے"

تاہم یہ کہنا بے جا نہیں کہ اُس جمہوری حکومت سے جو جمہور کی چیخ و پکار کے باوجود اُن کی شہ رگ کو دباتے چلی جا رہی تھی اور قریب تھا کہ ملک ایک خونیں انقلاب کی آماجگاہ بن جاتا، وہ غیر جمہوری حکومت ہزار ہا درجہ بہتر ہے جو جمہور کی مشکلات کو دُور کرتے اور وطن کو تباہی سے بچانے کا موجب ہو، ایک بیمار جو مرنے کے قریب ہو، اگر ایک تیز و تلخ دوائی یا اپریشن کے ذریعہ اچھا ہو سکتا ہو تو کوئی عقلمند یہ نہیں کہیگا کہ اس کو ایسی تلخ دوائی دینا یا اپریشن کرنا انسانی ہمدردی کے منافی ہے یہ تو عین انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ علاج خواہ کتنا ہی تکلیف دہ ہو اس سے ہرگز گریز نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ ہمیں صدر سکندر مرزا اور جنرل محمد ایوب خاں کی دانشمندی، وقت شناسی اور حب الوطنی کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ایسے وقت میں جب مُلک کی تمام سیاسی پارٹیاں، تمام سیاسی و مذہبی لیڈر (الّا ماشاء اللہ) اور خود اعیانِ مملکت بھی اپنی خودغرضیوں، مفاد پرستیوں اور لوٹ کھسوٹ کے ذریعہ سے پاکستان کو تباہی کے گڑھے کی طرف لئے چلے جا رہے تھے: اس کا علاج مارشل لاء کے تلخ ترین شربت کے ذریعہ کرنا ضروری سمجھا۔

آہ! ایسے ہلاکت خیز حالات کا پیدا ہونا جن کا علاج مارشل لاء کے ڈنڈے کے ذریعہ کرنا پڑا پاکستان جیسی اسلامی مملکت کے لئے کس قدر شرمناک ہے۔ کاش اس کے ساتھ ہی حالات کو سُدھارنے کا کوئی ایسا بھی بندوبست کیا جائے جو ان رُوحانی اقدار پر مبنی ہو جو صحیح اسلامی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتی ہیں، وہ رُوحانی اقدار ہی تھیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ اثر عرب کو دَورِ جاہلیت سے نکال کر انسانیت کے بلند ترین مقام پر کھڑا کر دیا، اور وہ ذلت و نکبت کے پست ترین گڑھوں میں سے نکل کر دُنیا کے ہادی و رہنما بن گئے، انہی رُوحانی اقدار کو آج بھی اگر کام میں لایا جائے تو یہ پاکستانی عوام کی ذہنیتوں کو بدلنے اور اُن کی زندگیوں کو پاکیزہ بنانے کا موجب ہوگا، بہرحال جو قدم اس وقت اُٹھایا گیا ہے، وہ تقاضائے وقت کے لحاظ سے نہایت ضروری تھا اور اس بارہ میں صدر سکندر مرزا اور جنرل محمد ایوب خاں کا جرأت مندانہ اقدام ہر طرح لائقِ تحسین اور قابلِ مُبارکباد ہے۔

ہماری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں ان نیک عزائم میں کامیاب فرمائے جن کا انہوں نے مُلکی حالات کو درست کرنے کے لئے اظہار فرمایا ہے۔ مُلک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے اور زرعی، تعلیمی اور عدالتی نظام میں دُور رس اصلاحات کا منصوبہ انہوں نے بنایا ہے، وہ ہر طرح تسلی بخش ہے اور اگر اس پر پُورے طور پر عمل کرنے کی توفیق انہیں میسر آئی تو یہ انشاء اللہ مُلک کی ترقی، استحکام اور خوشحالی کا موجب ہو گا، اس وقت تک اندرونِ ملک سے جو لکھو کھہا من غلہ اور ہزار ہا روپیہ کا کپڑا اور دیگر اشیائے صرف برآمد ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں، اور سمگلنگ کی راہیں بند کرنے کا جو بندوبست کیا گیا ہے اور ایسے جرائم کے لئے جن سخت ترین سزاؤں کا اعلان کیا جا چکا ہے اُمید ہے کہ وہ پاکستان کو ہر قسم کی ناپاکی سے نکالنے اور اس مُلک کے اندر دیانت و امانت، ادائے فرض اور اسلامی اقدار اور رُوایات کو قائم کرنے کا موجب ہوں گی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ قوم ہلاک ہو گئی جس کے اُمراء اگر کسی جُرم کے مرتکب ہوں تو اُن کو چھوڑ دیا جائے اور اگر غرباء اور کمزوروں سے وہی جُرم سرزد ہو تو وہ مستوجبِ سزا قرار پائیں، آج ہم اپنے سامنے اس ارشادِ عالی کا عملی نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان کے ہلاکت خیز حالات اسی ارشادِ گرامی کو پیش نظر نہ رکھنے سے پیدا ہوئے اور اب مارشل لاء کے ماتحت جس طرح اس پر عمل کیا جا رہا ہے اور جرائم کی سزا دینے میں غریب و امیر، چھوٹے اور بڑے، حاکم و محکوم کی تمیز کو جس شدت کے ساتھ مٹا دیا گیا ہے وہ انشاء اللہ قوم کو ہلاکت سے نکالنے اور بامِ رفعت پر پہنچانے کا موجب ہو گا۔

آخر میں ہم اہالیانِ پاکستان سے بھی استدعا کریں گے کہ اپنے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کریں اور ہر اس امر سے اجتناب کریں جو دُنیا کی نظروں میں خود ان کی اور پاکستان کی ذلت کا باعث ہو، ضروری ہے کہ ہر طبقۂ ملک اخلاقی اور رُوحانی اقدار کا حامل ہو تا کہ دُنیا میں پاکستانیوں اور پاکستان کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے۔

اللہ تعالےٰ وہ دن جلد لائے جب پاکستان تمام بیماریوں سے شفایاب ہو کر پھر سے مضبوط آئینی بنیادوں پر کھڑا ہوا اور دُنیا میں عزت و عظمت کا بلند ترین مقام حاصل کر سکے۔

آمین

اخبارِ احمدیہ!

آہ! میاں بشیر احمد صاحب

گذشتہ پرچہ پریس میں جا رہا تھا تو شیخ میاں بشیر احمد صاحب اول ونر خانپور کی وفات کی اطلاع موصول ہوئی جو مختصراً اخبار کے حاشیہ میں درج کر دی گئی، اب خانپور سے عبد العزیز صاحب ریلوے گارڈ کا حسبِ ذیل مکتوب موصول ہوا ہے :-

"مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغامِ صلح لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

دلی رنج و غم سے اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت شیخ میاں بشیر احمد صاحب اول ونر خانپور بتاریخ ۴/اکتوبر ۱۹۵۸ء لائل پور میں جہاں وہ ایک شادی کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے ایک مختصر سی علالت کے بعد اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ صاحب موصوف ایک بہت بڑے مخیر، خدا پرست، عابد و زاہد اور دائمی تہجد گذار انسان تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بے پناہ عشق تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی عقیدت۔ ہر شام جب میں اُن کے کارخانے میں اُن کی اپنی مسجد میں درس کے لئے جاتا، تو قرآن شریف اور حدیث شریف کے درس کے دوران میں قرآن پاک کے حقائق و معارف اور غوامض اور بخاری شریف کی پُر حکمت باتیں بیان فرما کر مجلس کو رُوحانی لذت عطا فرماتے۔ نام کو تو میرا درس ہوتا، لیکن اس پر تنقید و تبصرہ فرما کر رُوحانی تشنگی دُور فرمانا ان کا حصہ تھا، رمضان شریف کے مُبارک مہینہ میں ہر سال خانپور کی تمام مساجد میں شکر اور ریت سحری و افطاری کے لئے بھجواتے تھے۔ گویا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اجود ما یکون فی رمضان پر پورے پورے عمل پیرا ہوتے۔ سلسلہ کی ضروریات میں جی کھول کر حصہ لیتے تھے۔ مجلسِ معتمدین کے ممبر تھے۔ اس لحاظ سے اُن کی وفات ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ خاکسار کے ساتھ دلی اُنس اور لگاؤ تھا اور نہایت شفقت اور مروت سے پیش آتے تھے ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

[illegible]

ایک خط

عرب ممالک میں تبلیغ

مولانا عبداللہ جان صاحب پشاوری

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے عرب ممالک میں تبلیغ کے عنوان سے حضرت مسیح موعود کی عربی کتب کی اشاعت کی جو تحریک کی ہے ہم اس کے لئے مشکور ہیں - میں نے ۱۹۵۴ء میں ایک رویاء دیکھی تھی کہ حضرت مسیح موعود مع چند رفقاء مادرن پشاور والی مسجد کے سامنے سے گذر رہے ہیں مسجد میں بیٹھا کچھ لکھ پڑھ رہا ہوں میں ان کے ہمراہ ہو لیا اور خیال کر رہا ہوں کہ حضرت اقدس جب قصہ خوانی پہنچیں گے تو لوگ حیرت زدہ ہوں گے کہ حضرت اقدس دوبارہ زندہ ہو کر آ گئے - پھر یہ نظارہ بدل گیا اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی کہ حضرت صاحب کی کتب کی اشاعت کی سخت ضرورت ہے - کیونکہ ان کتب میں نہایت فصیح عربی زبان میں قرآن کریم کے حقایق ومعارف اور اپنے دعاوی کی حقیقت کو حضرت صاحب نے بیان کیا ہے اور عرب ملک میں تبلیغ اور اپنی عربی تصنیفات کی عربوں میں اشاعت پر بہت زور دیا ہے -

اگر چشم حقیقت سے دیکھا جاوے تو ہم نے گذشتہ چالیس سال میں حضرت مسیح موعود کی اپنی تصانیف کی اشاعت میں کوتاہی کی ہے - ہاں حضرت صاحب کے اصحاب کی تصانیف کی خوب اشاعت کی گئی ہے بالخصوص ان تصانیف کی جو انگریزی میں لکھی گئیں، فی الحقیقت یہ بھی حضور اقدس کے پروگرام کا ایک ضروری حصہ تھا اور ان کتب کی اشاعت بھی ہمارا فرض تھا، اب وہ دور ختم ہوا اور اب ہم کو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت اقدس کے عربی کتب کی اشاعت پر خاص توجہ دینی چاہیئے اور قوم کو پوری مستعدی سے مالی امداد دینی چاہیئے، ورنہ جیسا حضور نے فرمایا ہے... اگر عربوں میں تبلیغ نہ کی گئی تو یہ ایک معصیت ہوگی اور اس معصیت کی مرتکب یہ جماعت ہوگی جس نے حضور کی عربی تصنیفات کی مفت اشاعت کے لئے بجٹ میں گنجائش نہ رکھی اور قوم نے باوجود استطاعت کے مالی مدد نہ دی - اگرچہ ہماری انگریزی تصانیف میں نوے فی صدی حصہ حضرت صاحب کے خیالات اور تعلیم کو انگریزی لباس پہنایا گیا ہے، لیکن پھر بھی حضرت صاحب کی اپنی تحریروں کے مقابلہ میں ان کو پیش نہیں کیا جا سکتا جو زور جو جذب جو کشش اور چیلنج حضرت اقدس کی اپنی تحریروں میں ہے وہ زور وہ جذب اور کشش دوسروں کے ترجمہ میں نہیں آ سکتا، بالخصوص حضرت اقدس کی عربی تصنیفات کا درجہ تو معجزانہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

" دیکھو وہ زمانہ آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی مقبولیت پھیلائیگا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا سے اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں ہیں یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"

اور اس کے آگے فرماتے ہیں :-

" خدا نے مجھے معارف بخشے ہیں (۲) خدا نے مجھے قرآن مجید کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے -

عربی کتب میں سے تو تقریباً ہر کتاب کو بطور معجزہ حضرت اقدس نے پیش کیا ہے اور عربوں کو بالخصوص اور اہل عجم کو بالعموم اس کا مثل لانے کے لئے چیلنج کیا ہے - ایک دو مثالیں ناواقفوں کی واقفیت اور توجہ کے لئے عرض کر دیتا ہوں ؎

اعجاز احمدی

" بیمثل کتابیں عربی میں شائع کر چکا ہوں"

اسی کتاب میں عربی قصیدہ ہے جس کے جواب کے لئے دس ہزار روپیہ کا انعام رکھا گیا ہے صفحہ ۳۶ دس ہزار روپیہ کا اشتہار اور چیلنج صفحہ ۸۸

اعجاز المسیح

سرورق ہی پر دعوے اور چیلنج ہے - جس میں لکھا ہے

(۱) اِنّهٗ کتابٌ لیس له جواب - ومن قام للجواب وتنمّر - فسوف یریٰ انّه تندّم وتذمّر - فطوبیٰ لمن همّن ما اصطفیناه -

نور الحق حصہ دوم ؎

یا لاعنی خف قهر ربٍّ قادرٍ
واللّٰه انّی مسلم ذو شانٍ

اے مجھ پر لعنت کرنے والے خدائے قادر کے قہر سے ڈر خدا کی قسم میں مسلمان صاحب شان ہوں -

قرآن کریم کے معارف اور قصیدہ عربی کے متعلق فرماتے ہیں ؎

ما قلتها من قوّتی لٰکنّها
دُرَرٌ من المولیٰ ونظم بنانی

جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں نے اپنی طاقت اور علم سے نہیں کہا -

یہ موتی ہیں خدا کی طرف سے جو میری انگلیوں نے پرو دئیے ہیں -

آگے ایک قصیدہ ہے جس کے آخر میں عربوں کو مقابلہ کے لئے ان لفظوں میں جوش اور غیرت دلاتے ہیں ؎

النیّران یبشّران بنصرنا
غربا ونیّر دیننا لا یغرب

سورج اور چاند ہماری فتح کی خوشخبری دے رہے ہیں وہ دونوں غروب ہونے والے ہیں اور ہمارے دین کا سورج غروب نہیں ہوگا -

ان کان زعمکم العلیم علّة کبرکم
فاتوا بمثل قصیدتی وتعرّبوا

اگر تمہارے گمان میں تمہارا علم تمہارے کبر کی وجہ ہے تو میرے قصیدہ کی مثل لاؤ اور عرب بن کر دکھاؤ -

نور الحق حصہ اول - کے جواب کے لئے ۵۰۰۰ ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان کیا ہے -

حضرت صاحب کی ان عربی تصنیفات کی اشاعت اور مفت اشاعت خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہم نے کرنی ہے اور اگر ہم نہیں کریں گے تو ہم گنہگار ہونگے ان بنی اسرائیل کی طرح جنہوں نے کہا کہ فاذهب انت وربك فقاتلا انا هاهنا قاعدون ... خدا تعالیٰ کا حکم .... آپ کے الہام میں یہ ہے :-

الكتب ويطبع والیرسل فی الارض - (تذکرہ ص۵۲)

جہاں عربی کتب کی اشاعت اور معجزانہ حیثیت کا تعلق ہے اور جہاں یہ فرض حضرت اقدس ہمارے سپرد کر گئے ہیں وہاں خدا تعالیٰ نے ہمیں خوشخبری بھی دی ہے کہ یہ خیال کرنا کہ تم ایک بنجر زمین میں بیج ڈال رہے ہو بلکہ تمہاری مساعی مثمر ہوں گی، اور ضرور ہوں گی -

حضرت صاحب نور الحق حصہ دوم کے صفحہ (۱۰۱) پر فرماتے ہیں :—

" انّی اریٰ اهل مكة یدخلون
افواجًا فی حزب اللّٰه القادر
المختار وهذا من ربّ السماء
وعجیبٌ فی اعین اهل الارضین

ترجمہ :- میں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ فوج در فوج اللہ قادر مختار کی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں اور یہ آسمانوں کے رب کی طرف سے ہے اور اہل زمین کی نظروں میں عجیب ہے"

اب یہ ہمارا کام ہے کہ حزب اللہ بن کر اہل مکہ کو اپنے اندر داخل کریں یا خدا دوسری قوم کو ہماری جگہ کھڑا کر دے اور ہم بنی اسرائیل کی طرح اپنے ویرانے میں ہلاک ہو جاویں - ہم نے قوم کو جگانے کے لئے اپنا فرض ادا کر دیا ہے، اب خدا کے آگے وہ جواب دہ ہوں گے جن کے ہاتھ میں انجمن کا نظام ہے اگر انہوں نے خاص توجہ کر کے خاص رقم بجٹ میں اس کے لئے مخصوص نہ کی - اور اس کے بعد قوم نے اس پروگرام کو نہ اپنایا بالخصوص ان اہل ثروت اصحاب نے جن کو خدا نے اپنے فضل سے مال احمد وجاہ نوازا ہے تو خدا کے نزدیک وہ تو ذمہ دار ہوں گے -

اخبار پیغام صلح میں جماعتہائے بیرون کی مفت اشاعت کے لئے امداد کی اپیل چھپی تو صرف جماعت پشاور نے بحیثیت جماعت جو ایک غرباء کی جماعت ہے بفضل خدا ۵۰ سے زائد کاپیوں کے لئے رقم بھیجی مگر مقام افسوس ہے کہ باقی جماعتوں نے بحیثیت جماعت اس کار خیر کی

(باقی بر صفحہ ۶)

سچا مسلمان وہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے

جماعت کی مدد دُعا کے ساتھ کرو۔ سختی اور بداخلاقی سے پیش نہ آؤ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء۔ اپنی جماعت کے لوگوں کو باہم محبت کرنے اور رُوحانی کمزوریوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم کرتے ہوئے اور اس دردِ دل کا اظہار کرتے ہوئے جو آپ کو اپنی جماعت کی بہتری کے واسطے ہے فرمایا:—

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور پچھلے لوگوں پر رحم کریں۔ اُن کی کمزوری کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اُن پر سختی نہ کریں۔ اور کسی کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آئیں۔ بلکہ اُن کو سمجھائیں۔ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی بعض منافق آکر مل جاتے تھے۔ پر حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی جس نے کہا تھا۔ کہ غالب لوگ ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے جیسا کہ سُورہ منافقون میں درج ہے۔ اور اس سے مراد اس کی یہ تھی، کہ کفار مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ اس کے مرنے پر حضرت رسول کریمؐ نے اپنا کُرتہ اس کے لئے دیا تھا۔

جماعت کی مدد دُعا کے ساتھ کرو

میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے۔ کہ میں دُعا کے ساتھ اپنی جماعت کی مدد کروں۔ دُعا کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دیکھو صحابہؓ کے درمیان جو لوگ دُعا کے زمانہ کے تھے یعنی مکّی زندگی کے جیسی اُن کی شان تھی۔ ویسی دوسروں کی نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ جب ایمان لائے تھے۔ تو انہوں نے کیا دیکھا تھا انہوں نے کوئی نشان نہ دیکھا تھا لیکن وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اندرونی حالات سے واقف تھے اس واسطے نبوّت کا دعوےٰ سُنتے ہی ایمان لے آئے اسی طرح میں کہا کرتا ہوں۔ کہ ہمارے دوست اکثر یہاں آیا کریں اور رہا کریں۔ ہمارا دوست اور پُورا واقف بن جانے سے انسان بہت فائدہ اُٹھاتا ہے۔ معجزات اور نشانات سے ایسا فائدہ نہیں ہوتا۔ معجزات سے فرعون کو کیا فائدہ ہوا۔ معجزات کے ہزاروں منکر ہوتے ہیں۔ اخلاق کا منکر کوئی نہیں ہوتا۔ طالب ہو کر اصلی اور جگری حالات کو دریافت کرنا چاہیئے۔ آریہ لوگوں نے حضرت رسول کریم صلعم پر اس قدر اعتراضات کئے ہیں۔ لیکن اگر ان لوگوں کو آپ کے اصلی حالات اور اخلاقِ کریمہ کی صحیح خبر مل جاتی تو یہ کبھی ایسی جرأت نہ کرتے۔

نبی کریمؐ کے اخلاق کے دو پہلو

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے دو پہلو دکھلائے۔ ایک مکّی زندگی میں جبکہ آپ کے ساتھ صرف چند آدمی تھے۔ اور کچھ قوت نہ تھی۔ دُوسرا مدنی زندگی میں جبکہ آپ فاتح ہوئے اور وہی کفار جو آپ کو تکالیف دیتے تھے۔ اور آپ اُن کی ایذا دہی پر صبر کرتے تھے اب آپ کے قابو میں آگئے ایسا کہ جو چاہتے آپ اُن کو سزا دے سکتے تھے، مگر آپ نے لاتثریب علیکم الیوم کہکر اُن کو چھوڑ دیا۔ اور کچھ سزا نہ دی۔ ہمیں حضرت مسیحؑ پر ایمان ہے۔ اور اُن کے ساتھ محبت ہے مگر یہ کہنے میں ہم لاچار ہیں کہ اُن کو اپنے مخالفین پر قدرت اور طاقت نہیں ہوئی اور اُن کو یہ موقع نہیں ملا کہ دشمن پر قابو پاکر پھر اپنے اخلاق کا اظہار کریں۔ اور اگر اُن کو یہ موقع ملتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتے۔

جماعت کے لئے جوش کی دُعا

سچا مسلمان وہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے۔ میں دو باتوں کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔ ایک یہ کہ اپنی جماعت کے واسطے دُعا کروں دُعا ہمیشہ کی جاتی ہے۔ مگر ایک نہایت جوش کی دُعا جس کا موقع کبھی مجھے مل جائیگا۔ اور دوم یہ کہ قرآن شریف کا ایک خلاصہ لکھ دوں۔

قرآن شریف کی شان

قرآن شریف میں سب کچھ ہے مگر جب تک بصیرت نہ ہو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف کو پڑھنے والا جب ایک سال سے دوسرے سال میں ترقی کرتا ہے۔ تو اپنے گذشتہ سال کو ایسا معدوم کرتا ہے۔ کہ گویا وہ تب ایک طفلِ مکتب تھا۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور اس میں ترقی بھی ایسی ہی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن شریف کو ذوالوجوہ کہا ہے۔ میں اُن کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے قرآن شریف کی عزت نہیں کی۔ قرآن شریف کو ذوالمعارف کہنا چاہیئے۔ ہر مقام میں سے کئی معارف نکلتے ہیں۔ اور ایک نکتہ دوسرے نکتہ کا نقیض نہیں ہوتا۔

قرآن شریف کن پر کھلتا ہے

مگر زُود رنج کینہ پرور اور غصہ والی طبائع کے ساتھ قرآن شریف کی مناسبت نہیں ہے اور نہ ایسوں پر قرآن شریف کھلتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس قسم کی تفسیر بنا دوں۔ تراجم اور اعتقاد نجات کے واسطے کافی نہیں جب تک کہ وہ عملی طور پر ظہور میں نہ آوے۔ عمل کے سوا کوئی قول جان نہیں رکھتا۔ قرآن شریف پر ایسا ایمان ہونا چاہیئے کہ یہ درحقیقت معجزہ ہے اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ جب تک لوگوں میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے۔ گویا جماعت نہیں بنی۔

کمزوروں پر رحم کیا جائے

اگر کسی سے کوئی ایسی غلطی ہو، کہ وہ صرف ایک غلط خیال کی وجہ سے ایک امر میں ہماری مخالفت کرتا ہے۔ تو ہم ایسے نہیں ہیں کہ ہم اُس پر ناراض ہو جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ کمزوروں پر رحم کرنا چاہیئے۔ ایک بچہ اگر بستر پر پاخانہ پھر دے۔ اور ماں غصہ میں آکر اُسکو پھینک دے۔ تو خون کرتی ہے۔ ماں اگر بچہ کے ساتھ ناراض ہونے لگے اور ہر روز اُس سے رُوٹھنے لگے۔ تو کام کب بنے وہ جانتی ہے۔ کہ یہ ہنوز نادان ہے۔ رفتہ رفتہ خدا اس کو عقل دے گا۔ اور کوئی وقت آتا ہے کہ یہ سمجھ لیگا۔ کہ ایسا کرنا نامناسب ہے۔

مخالفت سے ناراض نہ ہونا چاہیئے

سو ہم ناراض کیوں ہوں۔ اگر ہم کذب پر ہیں تو خود کذب ہمارا ہمیں ہلاک کرنے کے واسطے کافی ہے۔ ہم اس راہ پر قدم مارنے والے سب سے پہلے نہیں ہیں۔ جو ہم گھبرا جائیں کہ شاید حق والوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا کیا معاملہ ہوا کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سنت اللہ کیا ہے۔ سرورِ انبیاءؐ پر کروڑوں اعتراض ہوئے۔ ہم پر تو ابھی اتنے نہیں ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ جنگِ اُحد میں آپؐ کو ۷۰ تلواریں لگی تھیں۔ صدق کا بیج ضائع نہیں جاتا۔ ابوبکرؓ کی طبیعت تو کوئی ہوتی ہے کہ فوراً مان لے۔ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ مگر نشان کے

"پیغامِ صلح":— اب حضرت اقدس کی صحبت کے قائم مقام آپ کی کتابیں اور ملفوظات ہیں جماعت کو چاہیئے کہ انہیں کثرت سے زیرِ مطالعہ رکھیں۔

ساتھ کوئی ہدایت پا نہیں سکتا۔ سکینت باطنی آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ تصرفات باطنی یک دفعہ تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر انسان ہدایت پاتا ہے۔ ہدایت امر ربی ہے۔ اس میں کسی کو دخل نہیں۔ میرے سے تاب ہو تو میں سب کو قطب اور ابدال بنا دوں۔ مگر یہ امر محض خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ہاں دعا کی جاتی ہے۔

سب کے ساتھ ہمدردی

ہم تیار ہیں۔ کہ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ صلح کر لیں۔ میرے پاس ایک تھیلہ ان کی گالیوں سے بھرے ہوئے کاغذات کا پڑا ہے۔ ایک نیا کاغذ آیا تھا وہ بھی آج میں نے اس میں داخل کر دیا ہے۔ مگر ان سب کو ہم جانے دیتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے، مگر میں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ جیسا ایک حکیم تریاق کا پیالہ مریض کو دیتا ہے کہ وہ شفا پاوے۔ مگر مریض غصہ میں آکر اس پیالہ کو توڑ دیتا ہے تو حکیم افسوس کرتا ہے اور رحم کرتا ہے ہمارے قلم سے مخالف کے حق میں جو کچھ الفاظ سخت نکلتے ہیں وہ محض نیک نیتی سے نکلتے ہیں جیسے ماں بچہ کو کبھی سخت الفاظ بولتی ہے۔ مگر اس کا دل درد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ صادق اور کاذب کا معاملہ خدا کے نزدیک ایک نہیں ہوتا۔ خدا جس کو محبت کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ اس کا ایک سلوک نہیں ہوتا۔ کیا سب کے ساتھ اس کا معاملہ ایک ہی رنگ کا ہے۔

مخالفین صلح کر لیں

مخالفین ہم سے صلح کر لیں۔ ملنا جلنا شروع کر دیں، بیشک اپنے اعتقاد پر رہیں۔ ملاقات سے اصلی حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ امرتسر کے بعض مخالف سمجھتے ہیں، کہ ہم خدا کے منکر ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ ایسی بدظنی کا سبب یہی ہے۔ کہ وہ ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں۔ اس قسم کا انقطاع تو کمزور لوگ کرتے ہیں کہ بالکل الگ ہو جائیں **الحق یعلو ولا یعلی** تم ہم سے ڈرتے کیوں۔ اگر ہم حقیر ہیں تو تم ہم پر غالب آجاؤ گے

(الحکم جلد ۵ - تاریخ تقریر ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء)

آپ کے خطوط

(بسلسلہ صفحہ ۴)

طرف توجہ نہیں، اغلباً اس کی وجہ یہی ہوگی کہ حضرت صاحب کی عربی تحریرات اور چیلنج ان کی نظر سے نہیں گذرے یا ان کے علم میں نہیں لائے گئے اور جماعت پشاور حضور کی اس خواہش اور پر زور تحریر سے باخبر تھی کہ عربوں میں اشاعت کی جاوے ورنہ یہ ہماری کوتاہی ہماری معصیت ہوگی۔ میں نے انہی دنوں ایک اہل ثروت سے ایک معزز احمدی کی توجہ بوجہ ایک تعلق کے جو پشاور سے ان کو ہے اس طرف مبذول کی تھی، خدا کرے میری اس عاجزانہ اپیل کو خدا تعالیٰ شرف قبولیت بخشے اور متحدین منتظمین اور قوم اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بدل وجان ومال متوجہ ہو جاویں۔ والسلام

خاکسار - عبداللہ جان

میرا سفر امریکہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

درس دیتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں ایک صحابی جن کا نام حضرت بلالؓ تھا۔ اور وہ نہ صرف کالے سیاہ تھے بلکہ غلام بھی تھے آپ نے ان کو غلامی سے نجات دلا کر اسلامی برادری میں ایسا رتبہ دیا کہ وہ مؤذن بنا دیئے گئے، جو کہ امام سے دوسرا درجہ رکھتا ہے۔ اور نبی کریم صلعم ان کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ انکو آج بھی سیدنا بلال رضؓ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے جنت میں چلتے ہوئے بلال رضؓ کے پاؤں کی آہٹ اپنے آگے آگے سنی۔

اب بھی حضرت بلال رضؓ کے رتبے کی حالت یہ ہے کہ ان کی قبر پر اہل اسلام مؤدبانہ طور پر سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور مدینہ منورہ میں اس مقام پر جہاں سے حضرت بلال رضؓ اذان دیا کرتے تھے نہایت تضرع کے ساتھ ہر ایک مسلمان حضرت بلال رضؓ کی روح کو ایصال ثواب کے لئے دعا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم نے ایک کالے نبی کا ذکر فرمایا ہے جن کا نام لقمان تھا ذکر تو کیا ایک طویل باب قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کے متعلق موجود ہے۔ علاوہ ازیں نبی کریم صلعم نے فرمایا **کان فی الھند نبی اسود اللون اسمہ کاھن**۔ ہندوستان میں ایک نبی ہوئے ہیں جن کا رنگ سیاہ تھا، ان کا نام کاہن (کرشن) تھا۔

مذہبی رنگ میں بھی نماز میں تمام مسلمان دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز کا منظر ہر نماز میں نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے تاجداروں میں سے ایک خاندان "خاندان غلاماں" حکمران رہا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر ٹائن بی نے لکھا ہے کہ "اسلام کا معجزہ اور خصوصیت یہ ہے کہ اس نے رنگ، قوم و نسل کے امتیاز کو قطعاً اٹھا دیا ہے"۔ یہاں تک کہ مسلمان کے اندر کبھی یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ رنگ و نسل کی تفریق سے کھانے پینے عبادات اور معاشرتی اور تمدنی تعلقات میں کوئی فرق پیدا کیا جائے حضرت نبی کریم صلعم کا آخری پیغام جو ایک رنگ میں آپکی وصیت ہے یہ ہے کہ

"کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر
کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے"

بالآخر میں نے کہا کہ امریکہ کی کالی آبادی کے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ آغوش اسلام میں آکر اور پچاس کروڑ مسلمانوں کی برادری میں شامل ہو کر احساس کمتری سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

لیکچر کے بعد کالے امریکی ڈاکٹر نے اسلام کی تعلیم کو سراہا اور صرف اسلام ہی میں اپنی قوم کا علاج پایا بتایا۔

تمام کانگریس کا لنچ

حسب معمول ۱۲½ بجے تمام کانگریس کا لنچ تھا۔ اور اس میں بعض اکابرین یونی ٹیرین چرچ کی خوش آمدید کے بیانات سنائے گئے اور شام کے آٹھ بجے آنریبل جسٹس یوچن لون جج سپریم کورٹ برما کا لیکچر تھا جو دلچسپ نہ تھا۔ اس نے بدھ مذہب کی بے جا تعریف کرنی شروع کر دی لیکن تعجب ہے کہ اس ملک میں بھی بعض لوگوں کا رجحان بدھ مت کی طرف ہے۔

باقی آئندہ

جرمنی میں تبلیغ اسلام

(بسلسلہ صفحہ اول)

اور میرا غم کچھ کم ہوا لیکن میں اپنی جماعت کے سب بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری کامیابی کے لئے اور میرے بال بچوں کی صحت کے لئے جب تک میں جرمنی میں رہوں درد دل سے دعا کرتے رہیں۔

میری طرف سے جملہ بزرگان جماعت لاہور کی خدمت میں سلام عرض کریں اور دفتر میں تمام کارکنان برادران کو میرا سلام پہنچائیں۔ والسلام

والدعا - نیازمند عبدالعزیز

اخبار احمدیہ

بسلسلہ صفحہ ۳

اس سانحہ عظیمہ میں ہمیں ان کے صاحبزادگان میاں رفیق احمد صاحب محمود احمد صاحب، فیاض احمد صاحب، اعجاز احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ، اور ان کے برادران شیخ صاحبان میاں سعید احمد صاحب، نصیر احمد صاحب، فاروق احمد صاحب، مغیث احمد صاحب، اور ان کے چچا اور خسر حضرت شیخ میاں محمد صاحب سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم میاں صاحب کو غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں مقام بلند عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دیوے۔ تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ والسلام۔

خاکسار عبدالعزیز گارڈ - خانپور

پیغام صلح:- شیخ میاں بشیر احمد کی وفات فی الواقعہ ایک قومی نقصان ہے آپ لائل پور کے مشہور ومعروف فرزند شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم ومغفور کے فرزند اکبر اور ہماری جماعت کے مخلص ترین افراد میں سے تھے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، اور ان کے تمام لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، ہم مرحوم کے تمام خاندان تمام بھائیوں، بیٹوں، بیٹیوں، ان کی اہلیہ صاحبہ اور دیگر افراد خاندان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں، احباب کرام سے استدعا ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

احمدی بچوں کا جلسہ

آج بروز ہفتہ مؤرخہ ۵/۱۰ بعد نماز مغرب زیر صدارت پروفیسر عبداللطیف صاحب بچوں کا ہفتہ وار جلسہ منعقد ہوا۔

باقی بر صفحہ

یادِ ایام

حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ

احمدیت را وجودت مایۂ صد افتخار
قوم احمد را بعالم فخر دوراں کردہ

مولانا مرتضیٰ خان حسن

مرحوم و مغفور حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کو ہم سے جُدا ہوئے سات سال گذر چکے لیکن آپ کی یاد ابھی تک دلوں میں تازہ ہے۔ اور رہے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کی بے نظیر دینی خدمات کا ذکر کر کے آپ کو خراج تحسین ادا کریں گی اور آپ پر رحمت بھی بھیجتی رہیں گی۔ طاب اللہ ثراہ و اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ۔

ممتاز مقام

حضرت ممدوح ان بزرگ شخصیتوں میں ...... جنہیں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے آپ نے زندگی کی آخری گھڑیوں تک نہایت صبر و استقامت سے اس کام کو سرانجام دیا جو وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی اور جس کے لئے خدا کا مامور آیا تھا۔

خدمتِ دین کا عشق

ہم نے وہ وقت بھی دیکھا ہے جب آپ کی زندگی کے چند دن باقی رہ گئے تھے۔ آپ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں ضعف کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی۔ احمد حسن صاحب پاس بیٹھے ہوئے انگریزی قرآن مجید کے پروف سنا رہے ہیں آپ سنتے جا رہے ہیں اور جہاں اصلاح کی ضرورت دیکھتے ہیں اصلاح کروا تے جاتے۔

خدمتِ دین کا عشق لے کر آپ حضرت مجدد العصر کی خدمت میں گئے، اسی عشق سے سرشار لاہور آئے اور اسی عشق میں جان دے دی ؎

ازاں کہ در غم ملت بداد جانِ عزیز
شہید قوم بگفتا خدائے پاک ترا

اللہ اللہ کیا قابلِ رشک زندگی تھی۔ حضرت مجدد اعظم کے بعد آپ نے تجدید کا وہ کام کیا کہ جس کی بقول مارما ڈیوک پکتھال عالمِ اسلام میں نظیر نہیں ملتی، عقبیٰ میں جو مدارج آپ کو عطا ہوں گے اُن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے لیکن اس دنیا میں بھی خدا نے آپ کو دائمی عزت اور شہرت کا تاج پہنایا۔ کیونکہ آپ نے اپنے کارہائے نمایاں سے ثابت کر دیا کہ خدا کے بندے اس طرح سے ..... کام کرتے ہیں ؎

دکھلا دیا زمانے کو اپنا دل و دماغ
بتلا دیا کہ کرتے ہیں یوں کرنیوالے کام

قیامِ صلوٰۃ

مولانا ممدوح کی زندگی کے دوسرے پہلو بھی کچھ کم سبق آموز نہیں لیکن ایک بڑی خوبی جو ہم نے اُن میں دیکھی وہ قیامِ صلوٰۃ ہے۔

آپ نماز باجماعت کے سخت پابند تھے اور اس میں انضباطِ اوقات کا بہت اہتمام رکھتے تھے۔ آپ دوسروں کو بھی پابندیٔ وقت کے ساتھ نماز باجماعت کی تلقین فرماتے تھے۔

بیماروں کی عیادت

جب کوئی نمازی مسجد میں نہ آتا۔ تو اس کے متعلق دریافت فرماتے۔ اگر معلوم ہوتا کہ بیمار ہے تو تشویش ہو جاتی۔ اور عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ بیمار کے پاس کافی دیر بیٹھتے۔ بیماری کے حالات دریافت فرماتے اور اگر ضروری ہوتا تو کسی ڈاکٹر سے علاج کا انتظام کر دیتے۔ ایک دفعہ ایک مریض کے متعلق فرمایا کہ دوائی فلاں ڈاکٹر سے منگوائی جائے اور پرہیزی کھانا میں تیار کر کے بھجوایا کروں گا۔ مرحوم ماسٹر صادق علی صاحب نے ایک دفعہ بیان کیا کہ ایک بار لاہور آ کر میں اپنے بھائی ڈاکٹر شجاعت علی کے ہاں بیمار پڑ گیا۔ حضرت کو معلوم ہوا تو آپ احمدیہ بلڈنگس سے مزنگ میری عیادت کے لئے ہر روز تشریف لاتے اور یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔

نمازِ تہجد

سفر ہو یا حضر نمازِ تہجد کی سختی سے پابندی کرتے نماز سے پہلے غسل بھی آپ کا معمول تھا، سردیوں میں گرم پانی اور گرمیوں میں سرد پانی سے غسل کرتے۔ نماز تہجد خضوع و خشوع سے ادا کرتے قیام رکوع و سجود میں کافی وقت لگاتے۔

دعاؤں میں تضرع اور استغفار

نماز کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھتے درود شریف اور استغفار اور پھر درد دل سے دُعائیں، کبھی آواز اونچی بھی ہو جاتی ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی بچہ عجیب و غریب آواز سے رو رہا ہے۔ یہ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کیونکہ میں سفر میں بھی آپ کے ساتھ رہا ہوں۔

جماعت کی ترقی اور استحکام

جیسا کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا آپ جماعت کی ترقی اور استحکام کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتے تھے۔ اور جب کبھی کسی نے جماعت کے مستقبل کے متعلق ------ مایوسی کا اظہار کیا آپ نے اس کی تردید کی بالکہ از حد اسکو برا منایا۔ آپ کو یقین تھا کہ یہ جماعت بڑھیگی اور پھولے گی اور پھلے گی اور میں نے یہ بات ثقہ لوگوں سے سُنی ہے کہ کراچی میں بیماری کے دوران میں جب کسی نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اس جماعت کا وجود محض آپ کی ذات پر منحصر تھا تو آپ نے اس کو سخت برا منایا، اور فرمایا ہرگز نہیں خدا اس جماعت کو زندہ اور سلامت رکھے گا۔

جماعت کی حوصلہ افزائی اور چندوں کی فراہمی

آپ ہمیشہ جماعت کے ایثار اور جماعت کے کاموں کی تعریف کرتے تھے اور قوم کا دل بڑھاتے۔ قنوطیت اور یاس آپ کے پاس بھی نہ پھٹکتی۔ جب کبھی مالی ضرورت پیش آتی۔ اس کو پورا کرنے کے لئے آپ خود کمرِ ہمت باندھتے۔ آپ نے چندے ارفی روپیہ کے حساب سے مقرر کرانے کے لئے تقریباً تمام جماعتوں میں دورہ کیا۔ بمبئی اور کراچی سے متعدد بار آپ نے ہزاروں روپیہ چندہ جمع کیا۔

جب آپ نے انجمن کی جوبلی کے لئے تحریک کی تو جماعت کے بعض بڑے بڑے آدمی اس کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ جماعت پہلے ہی چندوں کی کثرت سے زیر بار ہو رہی ہے، مزید بار ڈالنا مناسب نہیں۔ ادھر سوئے اتفاق سے آپ بیمار پڑ گئے بظاہر جوبلی کی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی لیکن خدا نے آپ کو صحت دی پہاڑ سے آنے کے بعد آپ نے کمرِ ہمت باندھ لی۔ آپ نے بڑی مستعدی سے ایک ایک جماعت کا دورہ کیا۔ شروع سے آخر تک میں آپ کے ہمراہ رہا۔ وقت بہت تھوڑا ہوتا مگر اللہ ری ہمت تھوڑے ہی دنوں کے اندر اندر آپ نے بفضلہ ایک کامیاب جوبلی کی صورت پیدا کر دی، خدا نے اُمید سے بڑھ کر فضل کیا۔ تحریک تو ایک لاکھ کی تھی، مگر ڈیڑھ لاکھ کے قریب رقوم ..... بصورت نقد و جائداد وصول ہوئیں قوم کے اس ایثار کو دیکھ کر اکثر لوگ حیران تھے یہ آپ کی خداداد قابلیت اور ہمت و توکل کا نتیجہ تھا۔ میں نے بھی ایک دفعہ کسی تحریک کے موقعہ پر آپ سے عرض کی کہ ایک تحریک پہلے چل رہی ہے اب دوسری تحریک قبل از وقت ہو گی، آپ نے فرمایا کہ آپ کا خیال درست نہیں جماعت پیچھے نہیں ہٹے گی، اس کو خدا نے بڑی برکت دی ہے۔ غرض کہ آپ نہ کبھی خدا کے فضل سے مایوس ہوئے اور نہ کبھی جماعت کے ایثار سے۔ آپ ہمیشہ نیک کلمات سے جماعت کا حوصلہ بڑھاتے اور اس کے ایثار اور قربانی کی تعریف کرتے اور دوسری جماعتوں پر اسکی فوقیت ظاہر کرتے۔

ایک لیڈر کا کام

ایک لیڈر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی جماعت

(باقی بر صفحہ)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۱۴ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار :

ہوائی ڈاک سے سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام چار ورقہ تبلیغی ڈائری بھجوائی۔ عزت مآب الحاج محمود لتجویہ سفیر انڈونیشیا برائے مصر کو لائٹ ۲۵ ۲۶ ڈاک سے بھجوائے۔ بحری ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح ۲۲ چار اعداد پر مشتمل ایک بنڈل اور لائٹ ۲۸ کے دو عدد مختلف عنوان ملے۔ نیز سجوانی صاحب بصرہ سے لائٹ ۲۵ ۲۶ اور عبدالحمید صاحب کویت سے چند پرانے پرچے پیغام صلح کے ڈاک سے ملے۔ جناب عبدالکریم صاحب کو پیغام صلح ۲۶ دستی بھجوایا۔

۱۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز پیر :

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے پیغام صلح ۲۶ سے مضمون بعنوان "جواب خط" از طرف شکر اللہ خان منصور صاحب بنام ملک محمد جعفر خان ایڈووکیٹ مصنف احمدیہ تحریک پڑھکر سنایا۔ اور جریدہ امروز سے اخبار دیں کو اجازت ملنے کے متعلق ایک نوٹ بھی پڑھا۔

. . . .

صوفی صاحب کو پیغام صلح ۲۲ اور کوہستان کے تازہ پرچے جو پرسوں ارشاد حسین صاحب سے ملے تھے دیئے۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب سجوانی بصرہ کو ڈاک سے خط لکھا۔ جناب عبدالعزیز صاحب خیاط کرکوک کو پیغام صلح ۱۴ اور لائٹ ۲۴ اور جناب گل محمد صاحب بغداد کو پیغام صلح ۲۴ ڈاک سے بھجوایا۔ بحری ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح ۳۲ کے چار عدد پر مشتمل ایک بنڈل اور لائٹ ۲۸ کا باقی ایک عدد ملا۔

استاذ علی محمد سرطاوی غرفۃ تجارہ بغداد کو لائٹ ۲۸ ڈاک سے بھجوایا۔ اور محمد شیر گل کو پیغام صلح ۲۹ دستی بھیجا۔

جناب سید صفدر علی صاحب مالک پاکستانی ہوٹل کو پیغام صلح ۳۲ ۳۳ ڈاک سے بھجوایا۔ کل بغداد کے علماء اسلام کا ایک وفد بطل اعظم عبدالکریم قاسم وزیر اعظم جمہوریہ عراقیہ سے ملا، وزیر اعظم موصوف نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تقریر فرمائی جو بعنوان "دولا ترهبنا الافکار الشیوعیۃ والامریکیۃ" جریدہ جمہوریہ میں آج شائع ہوئی ہے، یہ تاریخی تقریر برائے ملاحظہ و معلومات مرکز لاہور کو بھیج رہا ہوں، اس اولوالعزم قائد کے یہ زریں خیالات اس قابل ہیں کہ ان کی روشنی میں علماء اسلام اپنے طرز و طریق کو بدل کر صحیح راستہ پر گامزن ہو جائیں اور عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔

۱۶ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز منگل :

سویرے سویرے نواسہ حسام نے پیغام صلح ۳۲ میں مضمون بعنوان "ورلڈ کانگرس آف فیتھس میں قرآن کا پیغام" سنایا، دل باغ باغ ہو گیا۔ شاگرد رشید مسیح زمان عزیزم محمد یحییٰ صاحب بٹ نے ؎

صفت دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

جس خوبی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ہے اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو جزائے خیر دے، اور علم و معرفت سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ کویت سے عزیزم عبدالحمید صاحب پراچہ کا خط مرقومہ ۱۵ر ستمبر ملا۔ یہ خط برائے ملاحظہ مرکز کو لف ہذا ہے، اس نوجوان کے دل میں تبلیغ اسلام کی ایک چنگاری سلگ رہی ہے ممکن ہے اگر خدا نے چاہا تو یہ چنگاری ایک شعلہ کی شکل میں بھڑک اٹھے۔

۱۷ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ :

عزیزم عبدالحمید پراچہ کویت کو مسیح موعود نمبر اور لائٹ ۲۶ ۲۸ اور رسالہ "وٹ از ان نیم" ڈاک سے بھیجا۔

۱۸ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ اخبار کوہستان محررہ ۱۴ ر ۱۹ ر اور ۲۰ ر اگست کی اشاعتوں سے مضامین پڑھ کر سنائے۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

اخبارات مذکور کو حاجی عبداللطیف صاحب صوف بیکے از احباب ربوہ کو برائے ملاحظہ بھجوایا۔ صوفی صاحب کو پیغام صلح ۳۳ دیا اُن سے مدینہ کا ایک پرچہ ملا۔ عزیزم عبدالحمید پراچہ کویت کے خط کا جواب ڈاک سے دیا۔ بصرہ سے سجوانی صاحب سے لائٹ ۲۷ ملا۔

۱۹ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ :

جناب عبدالعزیز صاحب خیاط پاکستانی کرکوک کو پیغام صلح ۱۳ اور رسالہ "ضرورت مجدد" ڈاک سے بھیجا۔

۲۰ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز سنیچر :

سید ارشاد حسین صاحب رضوی کو پیغام صلح ۱۶ ۱۸ ۱۹ اور ٹریکٹ ربوہ کے خفیہ انتخاص سے دستی بھیجا۔ اور معالی الحاج محمود لتجویہ سفیر انڈونیشیا کو لائٹ ۲۷ ۲۸ ڈاک سے بھیجا۔ حضرت ڈاکٹر عبدالرحمٰن الغزاوی

بغداد کو لائٹ ۲۸ اور جناب محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۳۰ دستی بھیجا۔

۲۲ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز پیر :

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے آج دو روز سے طبیعت اچھی نہیں۔ پرسوں تو سخت تکلیف ہو گئی تھی اللہ رحم کرے۔ صوفی صاحب محترم نے امروز کراچی محررہ ۲۷ر اگست سے ایک دلچسپ . . . . خبر سنائی جو انتخابات حالیہ پاکستان اور مصارف زکوٰۃ پر مبنی تھی . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

صوفی صاحب موصوف پیغام صلح ۱۹۳۹ء کی پورے ایک سال کی فائل مجلد برائے مطالعہ لے گئے۔ لاہور سے بحری ڈاک سے لائٹ ۲۹ کا ایک پرچہ ابھی ملا ہے۔

۲۳ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز منگل :

عزیزم عبدالحمید پراچہ کویت کو پیغام صلح نمبر ۲۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، اور رسالہ "اسلامک لامیرج اینڈ ڈائیورس" ڈاک سے بھیجا۔ زعیم الشورہ ۱۹۴۱ء استاذ رشید عالی الگیلانی پورے سترہ سال کے بعد واپس اپنے وطن عزیز بغداد تشریف لائے ہیں، موصوف کی آمد پر مختلف جہات اور مختلف جمعیتوں کی جانب سے آپ کے اعزاز میں دعوتیں دی جا رہی ہیں اخبار الزمان محررہ ۲۰ر ستمبر میں جمعیۃ الآداب الاسلامیہ کے عصرانہ کا ذکر ہے اور جریدہ الجمہوریہ محررہ ۲۱ر ستمبر میں مدینۃ التعلیم کاظمین کے دعوت عصرانہ کا تذکرہ ہے، ہر دو مقامات پر استاذ گیلانی نے اپنے زریں اور سبق آموز خیالات کا اظہار فرمایا ہے، یہ ہر دو جرائد برائے ملاحظہ مرکز کو ارسال ہیں۔ بحری ڈاک سے اخبار لائٹ ۲۹ کے دو پرچے ملے۔

۲۴ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ :

حضرت استاذ علی محمد سرطاوی غرفۃ تجارۃ بغداد کو لائٹ ۲۹ ڈاک سے بھیجا۔ جناب گل محمد صاحب بغداد کو پیغام صلح ۲۶ ڈاک سے بھیجا۔ اخویم محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۳۱ دستی بھیجا۔

۲۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے اخبار مدینہ کے تین تازہ پرچوں سے مغربی ایشیا پر مضامین سنائے اور پرچے بھی دے گئے عزیزم عبدالحمید صاحب پراچہ کویت اور سید صفدر علی صاحب سے پڑھے ہوئے پرچے بذریعہ ڈاک اور دستی واپس ملے۔ جناب عبدالعزیز الخیاط کرکوک کو پیغام صلح نمبر ۲۱، ۲۲، اور رسالہ "پرافیٹ اور مجدد" ڈاک سے بھجوایا۔ دوپہر سے قبل عزیزم محمد یوسف الدین آفریدی گھر تشریف لائے اور باتوں کے ساتھ ساتھ انہیں کتاب "سیرۃ خیر البشر" کی ضرورت تھی، وہ یوم میلاد رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مضمون تیار کر رہے ہیں۔ کتاب مذکورہ کے علاوہ انہیں تقریباً بیس رسالے اردو و انگریزی تقسیم لٹریچر کے سلسلہ میں دیئے۔ مولانا محمد انعام الحق صاحب حیدرآباد دکن کو بذریعہ ہوائی ڈاک ان کے خط و تراشہ کا بھی مختصر جواب دیا، تفصیلات کے ساتھ بعد ازاں بھیجا جائے گا۔

مکتوب فیجی

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۱۶ اگست ۱۹۵۸ء

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جزائر فیجی میں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مولانا صاحب کو ہماری جماعت کی اس کمزوری کا زیادہ احساس تھا، کہ اس کی کوئی مرکزی جگہ یا مکان نہیں ہے چنانچہ مختلف مواقع پر مختلف مضامین پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے احباب کی توجہ کو اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کی، آخر وہ وقت پہنچ گیا کہ مختلف احباب نے مسٹر محمد حنیف اکبر کے مکان پر جا کر مجلس مشاورت کی۔ اور مولانا صاحب سے درخواست کی آپ ہمارے ذمہ کچھ رقوم لگا دیں۔ تاکہ ہماری جماعت کا ہر ممبر اس کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ آپ نے ایک فہرست تیار فرمائی۔ اور ہر ایک ممبر نے نہ ہی صرف اس مقرر کردہ رقم کو اپنے ذمہ لیا۔ بلکہ اس سے زائد رقم دینے کا اقرار کیا۔ امید کی جاتی ہے کہ اس فنڈ میں ایک خاصی رقم جمع ہو جائے گی جس سے ایک بلڈنگ تیار ہو سکے گی۔

ماہ اگست کے شروع میں جب خاکسار مولانا عبدالحق صاحب کی ملاقات کے لئے نادی گیا۔ تو مجھے کتاب "میثاق النبیین" پڑھنے کا دوبارہ موقعہ ملا۔ واپسی پر خاکسار نے محسوس کیا کہ اس اعلیٰ تصنیف کے مختلف یورپی زبانوں میں تراجم شائع ہو جانے چاہئیں، اور اگر مختلف تراجم کے لئے انتظام کا بندوبست محال نظر آتا ہے۔ تو کم از کم اس کا انگریزی زبان میں مکمل ایڈیشن شائع ہونا چاہیئے۔

خاکسار اسی کشمکش میں تھا کہ مسٹر غلام نبی صاحب کا خط میرے پاس آیا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ اُن کی مرحومہ بیوی نے کچھ روپیہ نقد چھوڑا ہے، میں اسکو کسی کام پر خرچ کرنا چاہتا ہوں، آپ صلاح دیں کہ کس کام پر خرچ کروں۔ میں نے اس کا جواب ان کو یہ دیا کہ آپ کے روپیہ کا صحیح مصرف اشاعت اسلام کے لئے لٹریچر کی اشاعت پر ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے انکو کتاب "میثاق النبیین" بھیجی، اور اس کے انگریزی ایڈیشن کی اشاعت کے لئے اُن سے اپیل کی۔ مسٹر غلام نبی نے مجھے بلوا کر کہا کہ میرے پاس تو چالیس پونڈ کے قریب ہے، باقی روپیہ کہاں سے آئے گا۔ میں نے کہا کہ میں نے اس کا علاج بھی سوچ لیا ہے۔ سکول میں امریکن طرز پر دعوت طعام ہو اور داخلہ بذریعہ کارڈ ہو اور ہر ایک شامل ہونے والے سے دس شلنگ اور ایک پونڈ درجہ وار وصول کئے جاویں۔

سکول میں ڈنر پارٹی کرنے کے لئے انجمن ہدایت الاسلام نصوری کے ممبران بورڈ کی ایک خاص میٹنگ بلائی گئی اور سب ممبران نے متفقہ طور پر ڈنر پارٹی کی تائید میں ریزولیوشن پاس کیا۔ اور مختلف کاموں کو اپنے اپنے ذمہ لینے کے لئے والنٹیئر مقرر ہوئے۔ خاکسار نے اپنے ذمہ کارڈوں کی فروخت لی، اور دو ہفتہ کے اندر جناب محمد مقبول۔ رحمت اللہ صاحب، محمد یونس اور محمد حنیف صاحب کی معیت میں اُمید سے زیادہ کارڈ فروخت کئے۔ بکروں کا دام بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے اگر قیمتاً لیتے تو اُن پر پچیس پونڈ تک خرچ ہو جاتا، مگر ہم نے جناب بنتا سنگھ۔ شاد کنور سنگھ۔ مولائی۔ مسٹر تعظیم رضا اور مسٹر حنیف اکبر سے پانچ بکرے حاصل کئے، چاولوں کا خرچ مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے ذمہ لیا۔ سکول کی سجاوٹ کا اچھا انتظام کیا گیا۔ مولانا عبدالحق صاحب کے علاوہ بھارت سرکار کے کمشنر مسٹر کے ڈی بھاسین کو لیکچر کے لئے دعوت دی گئی۔ برٹش کونسل اور انڈین کمشنر مقیم فیجی سے فلم حاصل کی گئی۔

سکول میں ۲۵۰ مہمانوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔

کھانے کے بعد خاکسار کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی۔ آپ کی تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی آپ کے بعد جناب کے ڈی بھاسین کی تقریر ہوئی۔ اور انہوں نے مولانا صاحب کی تقریر کی بہت تعریف کی۔ اور آپ نے اپنی تقریر میں اُن مسلم لیڈروں کو خراج تحسین ادا کیا، جنہوں نے ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ آپ نے مختصر طور پر مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مولانا آزاد کے جنازے کی فلم دکھائی گئی۔ برٹش کونسل نے ملایا کی ترقی کے متعلق فلم دکھائی۔ جلسہ رات کے گیارہ بجے بخیر و خوبی ختم ہوا۔

جس کام کو ایک خاص تڑپ اور خلوص کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے اس میں خدا برکت ڈالتا ہے۔ ادھر ڈنر پارٹی کا انتظام ہو رہا تھا ادھر ہماری جماعت کے ایک غریب ممبر نے (جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے) پانچ اشرفیاں اس کتاب کی طباعت کے لئے پیش کیں۔ ہم اُن کے لئے گاہک پیش کر رہے تھے اور اگر ان کی فروخت کے لئے توقف نہ کیا جاتا۔ تو تیس پونڈ میں فروخت ہو جاتیں۔ مسٹر محمد حنیف اکبر کا خیال تھا کہ ان کو نیلام کیا جاوے اور جو سب سے زیادہ قیمت دے اُن کو اشرفیاں دکھلا دیں، چنانچہ مسٹر رام محمد عاقل کے مکان پر دعوت کے موقعہ پر ان کو نیلام کیا گیا تو پانچ دوستوں نے ایک ایک اشرفی حاصل کرنے کے لئے بیس بیس پونڈ دینے منظور کئے اس طرح ایک سو پونڈ کا اور انتظام ہو گیا۔ ان پانچ احباب میں سے چار نے وہ اشرفیاں واپس کر دیں اور بیس بیس پونڈ بھی دے دیئے ہیں اور یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کو لتوکا۔ نادی کی طرف پھر دوبارہ نیلام کیا جاوے۔ معلوم نہیں خدا کو کیا منظور ہے اور اس فنڈ میں کس قدر روپیہ حاصل ہوتا ہے لیکن میری تمنا یہی ہے کہ اس کتاب کی دس ہزار جلدیں امریکہ میں چھپوا کر وہیں اُن کی اشاعت کی جائے کیونکہ امریکہ میں چھپائی کا انتظام اچھا ہے۔ اور زیادہ تعداد میں مطبوعات ارزاں بھی ہوتا ہے۔ دوسرے امریکن لوگ اس قسم کی تصانیف کے گرویدہ ہیں۔

(۲)

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۳۰ اگست کی شام کو مسلم ایسوسی ایشن آف فیجی شاخ نصوری کی طرف سے مسٹر حنیف اکبر کے دولت کدہ پر جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو الوداعی پارٹی دی گئی۔ مسٹر عبدالرحمٰن سابو خان صدر نے مولانا صاحب کی خدمات اسلامی جو آپ نے مختصر قیام فیجی کے دوران میں ہوئیں، پر خراج تحسین ادا کیا اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسلم ایسوسی ایشن کی طرف سے آپ کو دوبارہ فیجی آنے کی دعوت دی، اس کے بعد آپ نے ایسوسی ایشن کی طرف سے آپ کے اخراجات سفر کے لئے ایک چیک پیش کیا۔ اس کے بعد مسٹر محمد رزاق خان نے اپنے بھائی عبدالواحد خان کی طرف سے ایک سنہری میڈل پیش کیا، مسٹر سابو خان نے مولانا صاحب کو یقین دلایا کہ جب آپ فیجی کا دوبارہ دورہ فرمائیں گے تو آپ انشاء اللہ مسلم ایسوسی ایشن کی اپنی بلڈنگ جس کے بننے کی ابتدا مولانا صاحب کے ہاتھوں سے ہوئی، پایہ تکمیل تک پہنچی ہوئی پائیں گے۔ مولانا صاحب نے اپنے رسپانس میں اشاعت اسلام کے فریضہ کی ضرورت اور اہمیت پر توجہ دلائی۔ اور فرمایا کہ اس کام کو یہاں لٹریچر کی تقسیم اور اشاعت کے ذریعہ کماحقہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔

اگلے روز اتوار کو سچری تھیٹر میں ۱۰½ بجے سے ۱۲½ بجے تک جلسہ عام ہوا جس میں پبلک کی طرف سے آپ کو الوداع کہا گیا اس جلسہ میں ہر مذہب اور ملت کے لوگ موجود تھے۔ مسٹر عبدالرحمٰن سابو خان کے صدارتی ریمارک کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا کے کمشنر مسٹر کے ڈی بھاسین مسٹر ونڈ روڈ یو کی، مسٹر بخشی سنگھ مل اور خاکسار کی تقریریں ہوئیں اور سب نے اپنی تقریروں میں مولانا صاحب کے علمی تبحر، عملی پالیسی اور ہمت پر خراج تحسین ادا کیا، مسٹر ڈیو کی بیرسٹر صوہ نے اپنی انگریزی تقریر میں بتایا کہ میں TOLERATION کی تعریف یہی سمجھی ہوئی تھی، کہ کسی کو برا نہ کہو اور برائیاں نہ کرو۔ ہر ایک مذہب و ملت کی تعریف کرو، لیکن جب مولانا صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی تو آپ سے یہ جان کر میرے علم میں اضافہ ہوا۔ کہ ٹالرینشن کے معنے صرف یہی نہیں ہیں۔ کہ دوسرے کو برا نہ کہو۔ بلکہ یہ ہیں کہ دوسرے مذہب کے اچھے اصولوں کو تسلیم کر لو۔ اور اپنا لو۔

جلسہ برخواست ہونے پر شہر کے ایک رئیس مسٹر شری رام جہاراج نے مولانا صاحب، مسٹر سابو خان صاحب، مسٹر حنیف اکبر اور خاکسار کی اپنے مکان پر چند منٹوں کے لئے دعوت کی اور اکل و شرب کے بعد ایک چیک مولانا صاحب کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا، چونکہ مولانا صاحب کی دعوت لنچ جناب مسٹر کے ڈی بھاسین انڈین کمشنر کے ہاں تھی اور ٹھیک ایک بجے وہاں پہنچنا تھا۔ اس لئے جناب مولانا صاحب۔ مسٹر حنیف اکبر اور خاکسار کمشنر صاحب کے مکان پر پہنچے مسز بھاسین کی بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم کی ایک صاحبزادی کی ہم کلاس ہیں۔ آپ نے دعوت کا پُر تکلف انتظام کیا ہوا تھا۔

اسی روز چار بجے سہ پہر مولانا صاحب کی الوداعی پارٹی

مسلم سکول نصوری میں ہوئی۔ جہاں انجمن ہدایت الاسلام نصوری کے بورڈ ممبروں کے علاوہ انجمن کے دیرینہ خادم بھی موجود تھے۔ خاکسار نے حسب ذیل ایڈریس پڑھ کر پیش کیا، اور جناب شکر اللہ میاں نے انجمن کی طرف سے ۸۵ پونڈ کا چیک اور جناب غلام نبی صاحب کی طرف سے ۱۴ پونڈ کا چیک مولانا صاحب کی تصنیف "میثاق النبیین" کی انگریزی ترجمہ کی اشاعت کے لئے پیش کئے گئے۔ مولانا صاحب نے ان رقومات کو قبول کرتے ہوئے انجمن اور مسٹر غلام نبی کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ جہاں اُن کو یہ خوشی ہے کہ اس تصنیف کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کا بندوبست نجی میں ہو رہا ہے۔ وہاں اس ذمہ داری کا احساس بھی ہے۔ اور فکر بھی ہے کہ یہ بوجھ کس طرح ہلکا ہو سکے گا۔ آپنے آدھ گھنٹہ کی مختصر تقریر میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں پر نظر ثانی کی۔ چائے اور پیسٹری کے بعد فوٹو لئے گئے اور یہ مجلس ۹ بجے برخواست ہوئی۔ ۱/۲ ۷ بجے خاکسار نے اپنے مکان پر ایک ڈنر پارٹی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جس میں ۲۵ اصحاب مدعو تھے۔ اہلیہ صاحبہ کی عدم موجودگی میں میرے ایک لڑکے عزیزی بشیر احمد نے کھانا پکانے میں کمال کر دیا۔ اور اس پارٹی کو اچھی طرح آرگنائز کر کے مہمانوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہ آخری ڈنر تھا۔ جس کی سعادت خداوند کریم کے فضل سے خاکسار کو نصیب ہوئی۔

سوموار یکم ستمبر کو مسٹر رمضان خان آف نادی کی معیت میں مولانا صاحب اور خاکسار نادی پہنچے۔ فی الحال نادی میں مسٹر محمد رمضان خان کے مکان پر ہی آپ کا قیام ہے۔ راستہ میں دوپہر کے کھانے کا مسٹر کو لے خان نے انتظام کیا ہوا تھا۔ اور رات کو باہ میں مسٹر عبداللہ کو رساہو خان نے کھانے کے لئے روک لیا تھا۔ مولانا صاحب ۴ ستمبر کی صبح کو بذریعہ ہوائی جہاز سان فرانسسکو انشاء اللہ روانہ ہو جاویں گے۔

ایڈریس بعالی خدمت جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی:-

"حسن اتفاق سمجھئے یا انجمن ہدایت الاسلام نصوری اور دیگر اہالیان فجی کی خوش قسمتی تصور کیجئے۔ کہ آپ جیسے عالم انسان کو خدا نجی جیسے دور افتادہ جزیرے میں اُٹھا کر لے آیا۔ صاف گوئی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اعتراف کرتے ہیں کہ آپ جیسے بزرگ کی یہاں از حد ضرورت تھی۔ آپ کی موجودگی خواہ مختصر ہی کیوں نہ ہو، ایک نہ مٹنے والی یاد چھوڑے جا رہی ہے۔ اور آپ کے خیالات ہمارے دلوں میں ایک گہرا اثر چھوڑے جا رہے ہیں۔"

"اپنی انجمن کے بارے میں ہم زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ لیکن پھر بھی چند ایک باتیں جو شاید آپ کی دلچسپی کا باعث ہوں لکھنے کی جرأت کرتے ہیں۔ یہ انجمن اگر مبالغہ نہ ہو تو فیجی میں مسلمانوں کی سب سے پہلی اور پرانی سوسائٹی ہے، جس کو نصوری کے چند بزرگوں نے جنم دیا۔ مالی مشکلات کی وجہ سے ہم اس ادارے کی حتی الامکان رنگ آمیزی نہیں کر سکے۔ تاہم ہماری کوششوں سے تین نئی عمارتوں کا اضافہ ہوا۔ جو آپ دیکھ چکے ہیں۔ یہ سکول پرائمری کلاسوں سے شروع ہوا تھا۔ اور پرائمری درجہ تک ہی محدود رہا۔ لیکن ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ اگر خدا نے توفیق دی تو ایک نہ ایک دن ہم اس کو ہائی سکول بنا دیں گے۔ یہ ہے ہماری چھوٹی سی توٹی

خدمت جو بفضل خدا ہم سرانجام دیتے چلے جا رہے ہیں۔"

"آپ کے علمی اور تبلیغی پرچے سنتے اور پڑھتے تھے۔ لیکن یہ سب سننے پڑھنے اور بھول گئے کے مترادف تھے۔ آپ کے بذات خود موجود ہونے نے پرانی یادوں کو پھر تازہ کر دیا۔ آپ کے لکھے ہوئے مقالے مضامین تنقیدیں، کتابیں پھر دماغوں میں گھومنے لگیں۔ یہ سلسلہ طویل ہے۔ مختصراً ہم نے محسوس کیا ہے کہ آپ کی گراں قدر تصنیف "میثاق النبیین" کا ترجمہ دنیا کی مشہور زبانوں میں ہونا چاہیئے۔ ہم زیادہ خدمت اس کے لئے نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی اپنی استطاعت کے مطابق ۸۵ پونڈ کی رقم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اس تھوڑی سی رقم کے لئے وہ لوگ قابل تعریف ہیں۔ جو دعوت میں شامل ہوئے۔ اور نقدی سے امداد فرمائی۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک گونہ مسرت ہے، کہ ہماری انجمن کے خزانچی مسٹر غلام نبی صاحب نے ۱۴ پونڈ کی رقم پیش کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے۔ جو مرحومہ سلیمانی ولد مٹھو خان نے کسی کار خیر میں خرچ کرنے کے لئے پس انداز کی تھی۔ درحقیقت اس کار خیر کی ابتداء مرحوم کے عطیہ سے ہوئی ہے، یہ رقم الگ طور پر پیش کی جا رہی ہے۔"

"ہمیں خوشی ہے کہ جس کام کو خلوص اور نیک نیتی سے ہم نے شروع کیا، اس سے اس قدر برکت ہوئی ہے کہ ایک غریب دوست نے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے، اس فنڈ میں پانچ اشرفیاں دی ہیں، اور ان پانچ اشرفیوں سے ایک سو پونڈ کی رقم حاصل ہو چکی ہے۔ اور وہ پانچ اشرفیاں دوبارہ اس فنڈ کے لئے واپس کر دی گئی ہیں لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی آیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ جس فنڈ کی ابتداء فجی کے اس غریب ضلع میں ہوئی، وہ آپ کی روانگی سے قبل اس حد تک پہنچ جاوے گا، کہ آپ امریکہ پہنچکر کتاب کی چھپائی کا انتظام کما حقہٗ فرما سکیں گے۔"

ہماری آرزو ہے۔ کہ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو، اور جو رقوم اس کتاب کی طباعت کے لئے وصول ہوں، اس تعداد کی کتابیں دنیا کی لائبریریوں میں مفت بھیجی جاویں اور کتاب کو بھی نسبتاً کم قیمت پر فروخت کیا جائے، تاکہ یہ بیش قیمت تصنیف ہر درجہ اور ہر حیثیت کے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ سکے۔ آخر میں ہمیں آپ کی اصلاحی خدمات کا دلی احساس ہے خاصکر اس عمر میں جبکہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ ہم خداوند تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو وہ زیادہ سے زیادہ اسلامی خدمات کا موقعہ دے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

بسلامت روی و باز آئی

والسلام

خاکساران:- ممبران انجمن ہدایت الاسلام نصوری جزائر فجی

۳۱ اگست ۱۹۵۸ء

یادِ ایام ــــــ (بسلسلہ صفحہ ۶)

جماعت میں احساس کمتری نہ پیدا ہونے دے بلکہ اُن میں برتری اور فوقیت کے جذبات پیدا کرے۔ احساس کمتری پیدا کرنا جماعت کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

الگ جماعت کا قیام

آپ نے قادیان سے آکر لاہور میں الگ جماعت قائم کی۔ یہ کوئی معمولی کام نہ تھا، بڑی ہمت بڑی جرأت اور حوصلے کا کام تھا۔ آپ نے اپنی بے نظیر تصانیف سے دنیا میں اس جماعت کی عزت اور شہرت قائم کی ؎

احمدیت را وجودت مایۂ صد افتخار
قوم احمد را بعالم فخر دوراں کردہٗ

مخالفت میں آپ کا رویہ

بڑے آدمیوں کی مخالفت بھی بہت ہوتی ہے بعض لوگ آپ کے بھی مخالف تھے۔ مگر ایک بڑی خوبی جو آپ میں دیکھی گئی وہ یہ تھی کہ آپ پس پشت کبھی کسی مخالف کو بُرا نہ کہتے تھے۔ لوگ آپ سے ذکر بھی کرتے کہ فلاں صاحب آپ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں، آپ سن کر خاموش ہو رہتے یا کبھی مُسکرا دیتے۔

عام طور پر وہ لوگ جنہیں خدا نے ظرف عالی عطا نہیں فرمایا مخالف کی تھوڑی تھوڑی سی بات پر بھڑک اُٹھتے ہیں، اور طیش میں آکر ناگفتنی بھی کہہ جاتے ہیں۔ مگر آپ کا یہ طریق نہ تھا آپ ان باتوں سے بالا تھے۔

آپ متین اور ثقہ اور متوازن دماغ کے بزرگ تھے اور آپ کے مخالف بھی آپ کو جماعت میں امارت کے لئے man ideal (موزوں ترین آدمی) تسلیم کرتے تھے۔

(باقی دارد)

اخبار احمدیہ
(بسلسلہ صفحہ ۷)

سب سے پہلے سعید احمد شاکر نے تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا آغاز کیا۔ اس کے بعد مختار احمد نے ایک آیت پڑھی، پھر طارق احمد نے اشعار حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے پھر تمام بچوں نے باری باری اپنے مضامین پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد صاحب صدر نے احباب جماعت کی حاضری میں بچوں کو انعامات تقسیم کئے۔ اور بچوں کے استاد کو سبق کے متعلق مشورہ دیا۔ بچوں کو اچھی اچھی باتیں بتائیں، جن میں قرآن پڑھنے اور نماز پڑھنے پر خاص طور پر زور دیا۔

خاکسار سعید احمد شاکر

سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن۔ شیخ محمدی۔ پشاور

درخواستہائے دُعا

(۱) خانیوال سے چوہدری محمد لطیف صاحب لکھتے ہیں:-

مبلغ -/۱۲۵ روپیہ بطور صدقہ برائے تعمیر مسجد برلن ارسال کیا تھا جس کی رسید موصول ہو چکی ہے۔ یہ صدقہ میرے لڑکے مسمی محمد علی کی صحت یابی کے لئے تھا جو کہ اب تندرست ہے الحمد للہ۔ اب میں اپنی اہلیہ کی صحتیابی کے لئے تحریک

باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے

بچوں کا صفحہ ——————— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی تیسری مجلس

نعیمہ :- "امی جان! مجھے دادی حضور نے بھی ہمارے نبیؐ کی کچھ باتیں سنائی ہیں"۔
ماں :- "اچھا! بھلا ایک آدھ بتاؤ تو سہی"۔

حضور صلعم کی دُعا سے قحط دُور ہوا۔

نعیمہ :- دادی حضور نے بتایا کہ ایک دفعہ مکہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں کو کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ لوگ بھوکوں رہتے تھے۔ تب مکہ کے کچھ لوگ جو آپ کے مخالف ہی تھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے :- "محمد! آپ کی قوم کے لوگ بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ اپنے خدا سے دُعا کریں کہ بارش ہو اور قحط کی مصیبت دُور ہو"۔ تب حضورؐ نے خدا کی جناب میں دُعا کی۔ اور خدا کے فضل سے خوب بارش ہوئی اور قحط دُور ہو گیا"

حضور صلعم کی دُعا سے فوراً بارش ہوئی۔

ماں :- "بالکل ٹھیک ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے نبی کی دعاؤں کو قبول کیا کرتا تھا اسی قسم کا ایک واقعہ مجھے بھی یاد ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ حضور منبر پر کھڑے جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی! یارسول اللہؐ! بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہماری کھیتی باڑی تباہ ہو رہی ہے۔ اور مویشی مر رہے ہیں۔ خدا سے بارش کے لئے دُعا فرمائیں۔ تب حضورؐ نے اسی وقت بارش کے لئے دُعا مانگی۔ دُعا کا مانگنا ہی تھا کہ بادل اُمڈ آیا اور بارش برسنے لگی۔ جب حضورؐ نے خطبہ ختم کیا موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ اور کئی دن تک اسی طرح ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ لوگ تنگ آ گئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! اب اس سے زیادہ بارش کی ضرورت نہیں۔ اگر زیادہ بارش ہوئی تو باعثِ نقصان ہوگی، حضور دُعا فرمائیں کہ اب یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ تب حضورؐ نے دُعا کی کہ اے باری تعالےٰ اس بارش کو ایسی جگہ لے جائیے جہاں اس کی ضرورت ہو۔ حضور کی دُعا کے مطابق وہاں بارش تھم گئی۔ اور دوسری طرف چلی گئی"۔

اچھا تمہاری دادی حضور نے تمہیں اور کیا بتایا؟

حضور صلعم کی کسرِ نفسی اور سخاوت

نعیمہ :- "دادی حضور نے بتایا کہ ہمارے نبی اس قدر سخی تھے کہ آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور قرض چھوڑ جائے اور اس کا کوئی مال نہ ہو، جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے۔ تو ہم اس کا قرض ادا کریں گے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو یہ اس کے وارثوں کا حق ہوگا"۔

ماں :- "ہاں ہمارے نبی ایسے ہی سخی اور کریم النفس تھے۔ میں انکی سخاوت کی اور باتیں بھی سناتی ہوں"۔

سخاوت کی اور مثالیں۔

"ایک دفعہ ایک عورت نے ایک چادر تحفۃً حضورؐ کی خدمت میں پیش کی۔ حضورؐ نے قبول فرمائی۔ اور اسے پہن لیا۔ ایک شخص نے کہا کیسی اچھی چادر ہے"۔ یہ سنتے ہی وہ چادر حضورؐ نے اس شخص کو دے دی لوگوں نے اس کو ملامت کی کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلعم کو ہی

یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن صلّی اللہ علیہ وسلّم

مرتضیٰ خان حسن

حق تعالےٰ نے بنایا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن
مرتبہ اعلےٰ تمہارا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

باعثِ تخلیقِ عالم رحمۃً للعالمین
کون ہے ثانی تمہارا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

فضلِ بے پایاں سے اللہ نے کیا تم کو عطا
جاہ و منصب دو سرا کا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

اللہ اللہ شان والا خالقِ کونین نے
عرش پر تم کو بلایا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

تم سا محسن کوئی دُنیا میں نظر آتا نہیں
سب پہ ہی احساں تمہارا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

نارِ دوزخ سے محفوظ رکھے گا ہمیں
تم کرو گے گر اشارہ یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

سارے عالم سے فزوں تر ہے نہیں اسمیں کلام
فضل تم پر کبریا کا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

میرا دامن گوہرِ مقصود سے بھر دیجئے
میں تمہارے در پہ آیا یَاشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

اس کی ضرورت تھی۔ اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ حضورؐ نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں کیا۔ پھر تم نے ایسا کیوں کیا!" اس نے کہا کہ میں یہ دونوں باتیں جانتا ہوں مگر میں نے برکت حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ میں وصیت کر جاؤں گا کہ مرنے کے بعد مجھے اس چادر کا کفن پہنایا جائے"۔

حضور صلعم کی مہمان نوازی

ملکِ عرب میں باغات بڑی قیمتی جائداد ہوتے ہیں۔ ایک امیر آدمی نے سات باغ حضورؐ کی نذر کئے۔ آپؐ نے اُن باغات کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے، عام خیرات کے لئے وقف کر دیا۔ حضورؐ مہمان نواز بھی بے انتہاء تھے۔ میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا کہ غارِ حرا میں جب جبرئیل فرشتہ آپؐ پر نازل ہوا۔ اور آپ کانپتے کانپتے گھر تشریف لائے۔ تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جو اوصاف حضورؐ کے بیان کئے۔ اُن میں ایک وصف یہ بھی بیان کیا تھا کہ آپ مہمان نواز ہیں، اور پھر لطف یہ ہے کہ مہمان نوازی کے معاملہ میں آپ مسلم اور غیر مسلم .... میں کوئی امتیاز نہ کرتے تھے۔ کوئی شخص کسی مذہب کا ہو جو آپ کا مہمان ہوتا آپ

اخبار احمدیہ — بسلسلہ صفحہ ۱

کرتا ہوں، جو عرصہ ہوا مختلف عوارض نسوانی معدہ کی تکالیف بھیپا کی اور دردوں میں مبتلا ہیں، کافی علاج معالجہ کرایا گیا ہے، مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ بہت کمزوری ہے، اس بارہ میں عرض ہے کہ آپ ہر روز صبح کے وقت درس قرآن پاک کے بعد مریضہ کے لئے کم از کم ایک ہفتہ دعا کی تحریک کریں نیز "پیغام صلح" میں بھی تمام احمدی صاحبان سے التماس کریں کہ وہ مریضہ کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

(۳) راولپنڈی سے محترم غلام باری صاحب جماعت سے اپنی صحت و سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(۴) جہلم سے عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں:—
ہمارے سیکرٹری بابو عبدالرؤف صاحب کو قلبی اختلاج ہے۔ ان کے لئے تمام جماعت سے دعا کی درخواست کی جائے۔ امید ہے احباب کرام ان سب دوستوں کے لئے دردِ دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

پیغام صلح مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۰۰ شمارہ نمبر ۴۰

اخبار احمدیہ — بسلسلہ صفحہ ۱

کرتا ہوں، جو عرصہ ہوا مختلف عوارض نسوانی معدہ کی تکالیف پھیپھڑوں اور دردوں میں مبتلا ہیں، کافی علاج معالجہ کرایا گیا ہے، مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ بہت کمزوری ہے، اس بارہ میں عرض ہے کہ آپ ہر روز صبح کے وقت درس قرآن پاک کے بعد مریضہ کے لئے کم از کم ایک ہفتہ دعا کی تحریک کریں نیز "پیغام صلح" میں بھی تمام احمدی صاحبان سے التماس کریں کہ وہ مریضہ کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

(۳) راولپنڈی سے محترم غلام باری صاحب جملہ احباب جماعت سے اپنی صحت و سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(۴) جہلم سے عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں:—
ہمارے سیکرٹری بابو عبدالرؤف صاحب کو قلبی اختلاج کی شکایت ہے۔ ان کے لئے تمام جماعت سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔ امید ہے احباب کرام ان سب دوستوں کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں گے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا تو رہنمائی از مشرقِ رحمت برآر گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ تبلیغ لاہور

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ ۔ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۱

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

برلن کی مسلم کمیونٹی سے امام صاحب کا خطاب اور غیر ملکی مسلمان معززین سے ملاقات

ہفتہ ۱۰ ستمبر ۔ مغربی جرمنی کے ایک سکول کی جماعت اپنے استاد کے ساتھ مسجد دیکھنے آئی ۔

اتوار ۱۲ ستمبر ۔ برلن چرچ کے ایک پادری صاحب اپنی قوم کے کچھ علاقائی پادریوں کے ساتھ مسجد دیکھنے آئے ۔

صبح کے وقت RIAS سے مسلمانوں کے لئے ریڈیو نشریہ کیا گیا ۔

بدھ ۲۴ ستمبر ۔ خان عبد العزیز خان صاحب بطور امام مسجد برلن پاکستان سے آئے اور عہدہ امامت کا چارج لیا ۔ شام کے وقت ان کے خیر مقدم کے لئے مسلم احباب کی ایک میٹنگ بلائی گئی ، جس میں انہوں نے اس عظیم الشان کام کی اہمیت بیان کی جو مسلمانوں کے سامنے ہے اور اس کی سرانجام دہی کے لئے امداد اور اشتراک عمل کی درخواست کی ، تمام احباب ان کی تقریر سے بہت متاثر اور خوش ہوئے اور اشتراک عمل کا وعدہ کیا ۔

جمعہ ۲۶ ستمبر ۔ آج کا دن حضرت رسول کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ہونے کی وجہ سے آپ کی حیات طیبہ اور اسوۂ حسنہ پر خطبہ دیا گیا اور امام صاحب نے حاضرین کو تلقین کی کہ اپنی روزانہ زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی پیروی کریں ۔

اسی شام کو کمیونٹی ہاؤس میں ایک اجتماع ہوا جس میں عرب نوجوانوں نے بھی حصہ لیا اور اس تقریب کو بہت کامیاب اور مسرت آفرین بنایا ۔

ہفتہ ۲۷ ستمبر ۔ امام صاحب نے ایک معزز افغان محمد صدیق خان سے ملاقات کی ۔

پیر ۲۹ ستمبر ۔ امام صاحب نے Mr. EBERHARDT سیکرٹری امور مذہبی سے ملاقات کی ۔

منگل ۳۰ ستمبر ۔ امام صاحب FRAU MOSLER کے ساتھ برلن میں ایرانی سفیر ڈاکٹر Dr. Alami سے ملنے گئے ۔

بدھ ۳ ستمبر ۔ دو بدھ مذہب کے پیرو اور ایک ہندو ایک عیسائی عورت کے ساتھ آئے ، انہیں مسجد دکھائی گئی ، اور برلن کی اسلامی زندگی کے متعلق انہیں معلومات فراہم کی گئیں ۔

جمعہ ۵ ستمبر ۔ خطبہ جمعہ قرآن کریم کی انتالیسویں سورت الزمر کی ابتدائی آیات پر دیا گیا ۔

بدھ ۱۰ ستمبر ۔ جماعتی مکان میں سوشل اجتماع ہوا اور قرآن کریم کی تلاوت کی گئی ۔

جمعرات ۱۱ ستمبر ۔ فلمی تصاویر کے متعلق غور و بحث کی گئی ۔

جمعہ ۱۲ ستمبر ۔ خطبہ جمعہ میں قرآن کریم کی انتالیسویں سورت الزمر پر سابقہ خطبہ کے سلسلہ کو آگے چلایا گیا ۔

ہفتہ ۱۳ ستمبر ۔ انڈونیشین نوجوان Mr. ATMANAGARA اور ایک جرمن نو مسلمہ FRAU HOFMANN کی شادی کی تقریب منعقد ہوئی اور فلمائی گئی ۔

اتوار ۱۴ ستمبر ۔ نماز ظہر پڑھتے ہوئے اسے فلمایا گیا جس کے بعد جماعتی مکان میں دیگر احباب کے ساتھ کچھ دیر دوستانہ گفتگو ہوتی رہی اور مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی گئی ۔

سہ پہر کو سیلون سے آئے ہوئے مس مسافر مسجد دیکھنے آئے ۔

منگل ۱۶ ستمبر ۔ مغربی جرمنی سے چودہ طلباء مسجد دیکھنے آئے ۔

بدھ ۱۷ ستمبر ۔ مغربی جرمنی سے ایک سکول کی جماعت اپنے استاد کے ساتھ مسجد دیکھنے آئی ۔

جمعرات ۱۸ ستمبر ۔ ایک افغان مسٹر کبیر اللہ کی شادی برلن کی ایک جرمن خاتون FRAULEIN WEDDER کے ساتھ ہوئی ۔

جمعہ ۱۹ ستمبر ۔ قرآن کریم کی انتالیسویں سورت الزمر پر سابقہ خطبہ کے سلسلہ کو جاری رکھا گیا ۔

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعودؑ

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

اسلامک ریویو کے ایک مضمون سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ

امام مسجد ووکنگ کی وضاحت

اپریل ۱۹۵۸ء کے "اسلامک ریویو" میں "اے سٹڈی آف رومی اینڈ اقبال" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا تھا، اس سے جماعت احمدیہ کے مختلف حلقوں میں سخت غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے، امام مسجد ووکنگ نے "اسلامک ریویو" کو اس بارہ میں ایک مضمون لکھکر برائے اشاعت بھیجا ہے، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

مجھے مختلف مقامات سے ان الزامات کے خلاف شدید احتجاجات موصول ہوئے ہیں جن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو رومی کے زمانہ میں پیدا ہونے والی تیرھویں صدی کی تحریک حشیشین کے ساتھ ملوث کر کے بدنام کیا گیا ہے میں نے اسسٹنٹ ایڈیٹر اسلامک ریویو سے اس معاملہ کی وضاحت طلب کی جو انہوں نے ذیل کے الفاظ میں پیش کی ہے۔

"مضمون زیر بحث "اے سٹڈی آف رومی اینڈ اقبال" (رومی اور اقبال کا ایک مطالعہ) از ...[1] جب موصول ہوا تو مسٹر عبدالمجید ایڈیٹر اسلامک ریویو اس وقت یہیں موجود تھے، اور فقرہ معترضہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا۔ انہوں نے اس کی ترمیم کی، چنانچہ اسلامک ریویو ماہ اپریل ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۱۵ کالم ۲ میں جو فقرہ چھپا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"مسلمانوں کی سماجی تعمیر کا محل اقبال کے زمانہ میں ویسا ہی کمزور اور کھوکھلا ہو چکا تھا جیسے رومی کے زمانہ میں اس کی حالت ہو گئی تھی، جہاں اسے مہیب خارجی خطرات درپیش تھے وہیں داخلی طور پر بھی ویسے ہی ہولناک دشمن کا اسے سامنا کرنا پڑا تیرھویں صدی میں یہ اندرونی دشمن حشیشین کی تحریک تھی اور (ا) بیسویں صدی کی تحریک تفرقہ و انتشار وہ تھی جو قادیان میں شروع ہوئی (ب) جس نے یہ دعوے کیا کہ مرزا غلام احمد ایک نبی تھے۔"

منقولہ بالا فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں:۔

(ا) بیسویں صدی کی یہ تحریک تفرقہ و انتشار وہ تھی جو قادیان سے شروع ہوئی۔

(ب) جس نے یہ دعوے کیا کہ مرزا غلام احمد ایک نبی تھے۔

ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا اشارہ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی طرف ... نہیں جنہوں نے انیسویں صدی میں ایک مصلح اور مجدد ہونے کا اعلان کیا جس کا مقصد مسلمانوں کو ... کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرنا اور اسلام کی حفاظت کرنا اور علم اسلام کو مسیحی ممالک میں نصب کرنا اور اسے ہرا رکھنا تھا، یہ الفاظ فی الحقیقت اُن کے دوسرے نام نہاد جانشین کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ۱۹۱۴ء (یعنے بیسویں صدی) میں گدی نشین ہوا، اور اس نے اپنے باپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی قرار دیا اور یہ کہا کہ جو شخص ان پر ایمان نہ لائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ایڈیٹر کی جو کچھ بھی رائے ہو اور ان الفاظ سے جو کچھ بھی تاثر انہوں نے لیا ہو جس کو انہوں نے ترمیم شدہ الفاظ کی شکل میں پیش کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو حسن بن صباح سے مماثلت دینے میں جو تعریض کی گئی ہے اور جو الزام اس سے اُن پر عائد ہوتا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہے اور فقرہ مذکورہ سے قارئین کے دلوں سے وہ الزام زائل نہیں ہوتا اس مجلہ (اسلامک ریویو) کی پالیسی اسلام کا استحکام اور مختلف اسلامی فرقوں اور مکاتیب فکر کے مابین اتحاد پیدا کرنا ہے، وہ تمام ایسی باتوں سے اجتناب کرتا ہے جس سے مسلمانوں کے مابین منافرت اور انتشار پیدا ہو کبھی اس نے اپنے آپ کو بین الفرقی دینی مباحث میں نہیں الجھایا نہ کسی شخصیت یا مذہب کی بیجا تعریض... کی ہے۔

اب ایسی حالت میں جبکہ ان الفاظ سے غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے اور لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگنے کی وجہ سے سخت ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے، ہم بلا تامل یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی نبی ہونے کا دعوے نہیں کیا، وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایسا پختہ ایمان رکھتے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد میں ہزارہا کے مجمع میں انہوں نے اعلان کیا کہ میں نبوت کا مدعی نہیں، اور کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور کوئی پرانا یا نیا نبی ان کے بعد نہیں آسکتا اور کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوے نبوت کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اسلام پر بے شمار کتابیں اس کی مدافعت میں لکھی ہیں، میرے مذکورہ بالا بیان کی تائید میں حسب ذیل حوالہ جات قارئین کے لئے دلچسپی کا موجب ہوں گے:۔

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ (مجموعہ اشتہارات ص ۲۲۳)

"ہمارے سردار نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر سمجھتا ہوں" (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (تقریر جامع مسجد دہلی مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص ۳۲۳)

"اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں ادعائے نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں" (حمامۃ البشریٰ ص ۹۶)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوے کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں" (حاشیہ انجام آتھم ص ۲۷)

اختصار کے لئے مندرجہ بالا چند حوالجات پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور اسقدر مزید لکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی، احادیث نبوی کی رو سے ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث ہوتا رہے گا جو اس امت کے لئے اس کے دین کو تازہ کریگا (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۱) ایسے شخص کو مجدد کہا جاتا ہے، تجدید کے معنے ہیں اسلام کو تمام خارجی تخیلات سے جو مرور زمانہ سے مذہب کے اندر داخل ہو جائیں پاک صاف کرنا اور اسلام کی تصویر کو دوبارہ اس کی اصل شان میں پیش کرنا۔ ایسے تمام اعمال و اعتقادات جو لوگوں نے ذاتی مفاد کی غرض سے اس میں داخل کر دیئے ہوں مجدد نکال باہر کرتا ہے، اس کا کام یہ ہے کہ اسلام کو دنیا میں زندہ اور تازہ رکھے اور اس کی اصل خوبی اور خوبصورتی کو منکشف کر دے اور مسلمانوں کو اس سستی اور جمود کی حالت سے بیدار کر دے جو مرور زمانہ سے اُن میں پیدا ہو جاتی ہے اور جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ ذاتی مفاد کے لئے اس میں زیادتیاں کر دیتے ہیں، انہی امور کی بناء پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا، ان کا اصل پروگرام یہ تھا کہ مسلمانوں کو پھر قرآن کی طرف لایا جائے اور اُن کی ایسی تنظیم کی جائے کہ قرآن کو لیکر وہ دنیا میں نکل جائیں، اس سلسلہ میں انہوں نے قریبًا ایک سو کتابیں تصنیف کیں جن میں اسلام کی تائید و حمایت کی گئی ہے، اور بے شمار اشتہارات و اعلانات شائع کئے اور مخالفین اسلام سے بحث و مباحثہ کے لئے اُن کے چیلنج قبول کئے اور اس سلسلہ میں بہت بڑی کامیابیاں حاصل کیں وہ محض نظری آدمی نہ تھے بلکہ اسلام کے ایک عملی سپاہی تھے۔ انہیں انیسویں صدی میں مسیحیت کی پیشقدمی کے خلاف جس کے ساتھ مسیحی مملکتوں کی تائید اور مشن فنڈز کا مال و دولت شامل تھا، سخت ترین جنگ کرنی پڑی، ایک اور جنگ دہریت کے خلاف زندہ خدا پر ایمان کی جنگ تھی، تیسرا کام آریہ سماج کے چیلنج کو قبول کرنا تھا

(باقی پر ص ۱۱ اشتہار کے نیچے)

[1] اب رخصت پر باہر گئے ہوئے ہیں (ایڈیٹر پ۔ ص)

دنیا میں ایک نذیر آیا

آج سے ساٹھ ستر سال پہلے پنجاب کے ایک گاؤں میں جس کے نام سے اس وقت سے پہلے دنیا واقف نہ تھی اور دنیا تو ایک طرف خود پنجاب کے بہت لوگ اس سے آشنا نہ تھے، ایک آواز اٹھی کہ اسلام اس زمانہ میں سخت مظلومیت اور کس مپرسی کی حالت کو پہنچ چکا ہے، ایک طرف بیرونی دشمن طرح طرح کے اعتراضات کا طومار لے کر اس کے خلاف صف آرا ہیں، عیسائی، آریہ برہمو سماج وغیرہ طرح طرح کے خیالات اور حیلہ بازیوں سے اسے بدنام کرنے میں کوشاں ہیں، اور ان سب سے بڑھ کر سائنس اور فلسفہ کے خود ساختہ اصول اس کی تعلیمات کو غلط قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف خود مسلمان اس سے اس درجہ مایوس ہو چکے ہیں اور دنیا پرستی اور عیش و عشرت اس درجہ ان میں سرایت کر چکی ہے کہ خدا اور خدا کے رسول کا نام تک لینا انہیں عار معلوم ہوتا ہے، اسلام کی اس حالت کو دیکھ کر اس گاؤں کے رہنے والے شخص کے دل سے ایک آہ اٹھتی ہے اور وہ بے اختیار ہو کر چلانے لگتا ہے ؎

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

وہ خون کے آنسو روتا ہے اور دردِ دل کے ساتھ پکارتا ہے ؎

سے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمیں

وہ اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرتا ہے ؎

یا الٰہی باز کے آید ز تو وقتِ مدد ۔ باز کے بینیم آں فرخندہ ایامِ دیں
اے خداوندا دوا فرما آب نصرتہا ببار ۔ یا مرا بردار یارب زیں مقامِ آتشیں

اس ... دردناک چیخ و پکار پر کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آسمان سے اترتی ہے اور اسے مجددیت کی خلعت فاخرہ پہنا کر اسلام کی نصرت و حمایت کے لئے مسیح موعود کے مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے، ایک طرف یہ گمنام شخص ہے اور دوسری طرف تمام دنیا کے مذاہب اور فلسفہ و سائنس کے وہ علوم جو اسلام کو کھا جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، اس کا یہ کہنا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے کہ خود مسلمان بھی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ اسے خوشخبری دیتا ہے کہ تیرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور دور دور سے لوگ چل کر تیری طرف آئیں گے، خدا کی یہ باتیں جو اس وقت انہونی معلوم ہوتی تھیں، آج واقعات کے رنگ میں ہمارے سامنے ہیں۔ دنیا کا شاید ہی کوئی مقام ہو جہاں مرزا غلام احمد کا نام نہ پہنچا ہو، شاید ہی کوئی مقام ہو گا جہاں اس کے نام لیوا اور انصار اسلام کی تائید و نصرت کے لئے سرگرم نہ ہوں۔ اس کی زندگی میں دور دور سے لوگ چل کر آئے اور اس کی زیارت سے مشرف اندوز ہو کر اور اس ایمانی نور کو لے کر واپس گئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حاصل ہوا اور آج بھی دور دور سے لوگ خود آ کر یا خط و کتابت اور اس کی کتب کے ذریعہ سے علمِ دین اور نورِ ایمان حاصل کرتے ہیں۔

اس فسق و فجور کو دیکھ کر جو دنیا میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا، حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر دنیا کو بار بار ڈرایا کہ خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک رہا ہے، اپنے حالات کی اصلاح کر لو، ورنہ ایسے خطرناک زلازل آنے والے ہیں، جو شاید ہی دنیا نے دیکھے ہوں، لیکن جیسا کہ ماموران الٰہی کی تکذیب کرنا دنیا کا عام قاعدہ ہے انہیں جھٹلایا گیا، تمسخر و استہزاء کئے گئے، اور ہر طرح سے دکھ دینے اور ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی، ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ :۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" ۴۴

۴۴ یہ زور آور حملے کئی رنگوں میں دنیا نے دیکھے ہیں جن کو خدا نے دیکھنے کے لئے آنکھیں ... اور سوچنے اور سمجھنے کے لئے دل اور ... عطا کئے ہیں، آن پر اس کی سچائی روز روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے، اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جب باقی دنیا اسکی خدمات اور اسکے کارہائے نمایاں کو دیکھکر پکار اٹھے گی کہ فی الواقعہ یہ شخص اس زمانہ کا مجدد اور مسیح و مہدی ہے۔

احمدیت پر بچوں کے لئے مضامین

ایک دو روز ہوئے محترمہ جناب بیگم صاحبہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا کہ پیغام صلح میں جو بچوں کے لئے مضامین نکلتے رہتے ہیں، وہ ہماری نئی پود کے لئے بہت مفید ہیں۔ میں جہاں کہیں موقعہ ملتا ہے جماعت کے بچوں کو ان کے پڑھنے کی ترغیب دیتی رہتی ہوں بہتر ہو کہ ان مضامین کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ ہمارے بچے احمدیت سے دور جا رہے ہیں اس لئے ان کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کرنا چاہئے۔ ضرورت ہے کہ ان کے لئے بھی احمدیت پر مضامین لکھے جائیں، فرماتی تھیں کہ میں خود لکھنا چاہتی ہوں مگر طبیعت کی ناسازی اجازت نہیں دیتی۔ مجھے فرمایا ... احمدیت کے متعلق آپ اس قسم کے مضامین لکھا کریں۔ اور کوئی پرانا مسودہ بھی دینے کا وعدہ فرمایا تاکہ اگر ضرورت ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے بنا بریں میں انشاء اللہ احمدیت پر بچوں کے لئے مضامین لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں خدا تعالیٰ اس ارادہ کو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔

امید ہے کہ احبابِ سلسلہ اپنے اپنے بچوں کو یہ مضامین پڑھنے کی ہدایت فرمائیں گے کہ ہمارے بچے احمدیت سے کما حقہٗ واقف ہو کر جماعت کے لئے استحکام کا موجب ہوں۔

مرتضیٰ خان حسن

اخبارِ احمدیہ

تعزیت

۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اساتذہ مسلم ہائی سکول ملتان کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا جس میں جناب میاں بشیر احمد صاحب ملزا ونر خانپور کی وفات حسرت آیات پر دعائے مغفرت کے بعد مرحوم کے برادر خورد جناب شیخ میاں سعید احمد صاحب ملزا ونر بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور و دیگر لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی کے لئے تعزیتی ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

بچوں کا ہفتہ وار جلسہ

آج بروز ہفتہ مورخہ ۱۸ ۱۰ ۵۸ - بعد از نماز مغرب بمقام شیخ محمدی احمدی بچوں کا ایک جلسہ زیر صدارت پروفیسر عبداللطیف صاحب منعقد ہوا۔ مختار احمد نے تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا آغاز کیا، اس کے بعد طارق احمد نے اشعار حضرت مسیح موعودؑ - عبدالرشید نے سورۃ عزیز احمد نے سورۃ اور محمد امین نے پشتو میں نصیحت کی نظم پڑھ کر سنائی۔ تمام احمدی بچوں نے باری باری اپنے مضامین پڑھے۔ اس کے بعد صدر صاحب نے بچوں میں انعامات تقسیم کئے۔ عبدالرزاق صاحب نے جو احمدیہ مسجد شیخ محمدی میں مہمان تھے ایک روپیہ بچوں کے لئے بطور انعام دیا۔ صدر صاحب نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

سعید احمد شاکر سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن شیخ محمدی پشاور

سانحۂ ارتحال

(۱) اسمٰعیل آباد سے عبداللطیف مرزا لکھتے ہیں :۔

" ٹوبہ ٹیک سنگھ سے یہ افسوسناک اطلاع بذریعہ تار موصول ہوئی ہے کہ محترم عبدالرشید خان صاحب سیکرٹری مال جماعت اسمٰعیل آباد (ملتان) کی والدہ محترمہ ۲۲ ۱۰ ۵۸ کو وفات پا گئیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس موقعہ پر رشید صاحب نے صبر و حوصلہ کا نمونہ پیش کیا۔ ہم انکی والدہ کی بوقت وفات

(باقی بر صفحہ ۱۲)

عرب ممالک میں تبلیغ

مولانا عبداللہ جان صاحب پشاوری

برادرم مدیر صاحب اخبار پیغام صلح ۔ السلام علیکم

آپ نے حضرت کی عربی تصنیفات کی اشاعت کے متعلق جو میرا مضمون درج اخبار فرمایا ہے اس کے لئے شکرگذار ہوں ۔ ما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ ۔ خدا جانتا ہے کہ اس تحریک سے جماعت کو اُن کے فرض سے باخبر کرنا ہے ۔ حمامۃ البشریٰ کی مفت اشاعت میں جماعت نے کوتاہی کی اور بالخصوص صاحبِ ثروت اور صاحبِ مال طبقہ نے، خدا کے فضل اور رحمت سے ہماری جماعت میں ایسے ایسے صاحب مال اور ذی ثروت اصحاب ہیں جن کی روزانہ آمدنی ہزاروں روپیہ تک پہنچتی ہے ۔ اگر وہ چاہیں تو حضرت کی خواہش کو پورا کرنے میں بہت مدد دے سکتے ہیں، میں بالخصوص حمامۃ البشریٰ کا ایک حوالہ دیتا ہوں جس کی اشاعت میں کم توجہی برتی گئی ہے، اور کل دو ہزار طبع شدہ کاپیوں میں سے تقریباً ۱۰۰۰ ابھی سٹاک میں دفن پڑی ہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے اس شوق اور ذوق سے یہ کتاب لکھی تھی کہ اس کی پہلی طبع کے سرورق پر کبوتر کی تصویر تھی جس کی چونچ میں ایک لفافہ تھا اور اس پر یہ اشعار تھے ۔

حمامتنا تطیر بریش شوق
وفی منقارھا تحف السلام

الی وطن النبی حبیب ربی ؛ وسید رسلہ خیر الانام

اور صفحہ ۱۹، ۲۰ پر آپ فرماتے ہیں :۔

وان ربی قد بشرنی فی العرب والھمنی ان امونھم
واریھم طریقتھم واصلح لھم شیونھم

ترجمہ :۔ اور میرے رب نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی ہے اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبرگیری کروں گا اور ٹھیک راہ بتاؤں گا اور اُن کا حال درست کروں گا ۔

برادران عزیز! جس مقام پر ہم کھڑے ہیں وہ بڑی عزت کا مقام ہے ۔ لیکن ساتھ ہی بڑے خوف کا بھی مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اشاعت اسلام کے کام کے لئے ہمیں چنا ہے ایسا نہ ہو کہ اس میں ہم فیل ہوجاویں ۔ لوگوں کی آنکھوں میں تو ہم مردود ہیں کہیں اپنی کوتاہیوں سے خدا کی نگاہ میں مردود نہ ہوجاویں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہام ایسے بھی ہیں جن میں ہم کو بنی اسرائیل کا مثیل بھی قرار دیا گیا ہے ۔ جہاں ہم کو صحابہ کا مثیل قرار دیا گیا ہے وہاں ساتھ ہی بنی اسرائیل کا بھی مثیل ٹھہرایا گیا ہے اس لئے ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے اعمال اور کوتاہیوں کی وجہ سے سچ مچ بنی اسرائیل کے مثیل بنیں ۔ حضرت فرماتے ہیں :۔

" جنوری ۱۹۰۲ء ۔ دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں " ۔

بنی اسرائیل کو جب کہا گیا کہ کنعان فتح کرنا ہے تو انہوں نے جواب دیدیا ۔ لیکن صحابہ نے جنگ کا موقع جب آیا تو کہا ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں لیکن ہمارے زمانہ کا جنگ قلمی ہے اور عربوں کو تبلیغ پہنچانے کا خدا تعالیٰ کا خاص حکم ہے حضرت فرماتے ہیں اگر اس میں کمی کی گئی تو معصیت ہے ۔

ہم میں سے ہر شخص اپنے دل میں غور کرکے نادم اور ضرور نادم ہوگا کہ گذشتہ پچاس سال میں حضرت صاحب کی عربی کتب کی کتنی اشاعت کی ۔ جو گذر گئے وہ اپنے وقت کا حساب دیں گے اور جو موجود ہیں وہ اپنے وقت کا دیں گے ۔

پھر آگے فرماتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ حدیث کے الفاظ جن میں منارۂ دمشق کے پاس عیسیٰ کے نزول کا ذکر ہے اس میں اس کے زمانۂ ظہور کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ اس کے حروف کے اعداد اسّی سال ہجری پر دلالت کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اور آپ نے منارہ کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا کہ دمشق کی زمین طرح طرح کی بدعات کی ظلمتوں میں رہنے کے بعد مسیح موعود کی دعاؤں سے روشن ہوجائیگی اور دمشق کی زمین عیسائیوں کے فتنہ کا منبع رہی ہے ۔ میرے ربّ نے مجھے الہام کیا کہ میں (ان عیسائیوں) پر الٰہی حجت پوری کروں اور ان بدکاروں کی جہالت لوگوں کو دکھاؤں تب میں نے یہ رسالہ نورالحق تالیف کیا ۔ تالیف کتاب کے بعد مجھے الہام ہوا ۔۔۔ " اگر تم اس بات کے متعلق شک میں ہو کہ ہم نے اپنے اس بندہ کی تائید و نصرت نہیں کی ۔ تو اس کتاب (نورالحق) کی مانند کوئی کتاب لے آؤ ۔

نوٹ :۔ یاد رہے کہ لبنان شام کا ایک حصہ ہے ۔۔۔ جنگ عظیم کے بعد شام کے علاقہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ۔ شام فلسطین یہودی ۔ اردن ۔ لبنان ۔ لبنان میں نصف عیسائی آبادی ہے اور وہاں عیسائیوں کی عربی یونیورسٹی ہے جس کی عربی ڈگری دنیا بھر میں مسلّم ڈگری ہے ۔

نورالحق حصہ دوئم کے سرورق کی عبارت یہ ہے :۔

جب میں نے اس کتاب (نورالحق) کی تالیف کا پختہ ارادہ کرلیا تو خداوند کریم کی طرف سے مجھے یہ الہام ہوا کہ کافر اور مکفّر لوگ اس جیسی کتاب کی تالیف نہیں کرسکیں گے جو اس کی نثر اور نظم میں اور معارف اور حکمتوں کے التزام میں اس کی مثل ہو ۔

اس لئے

جو شخص میرے دعویٰ الہام کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ میرے اس کلام کی مثل لائے (اور یاد رکھو کہ کوئی اس کی مثل نہیں لاسکتا) کیونکہ مہدی ان امور کی طرف راہ پاتا ہے جن تک اس کے غیر کی رسائی نہیں ہوتی اس کا دشمن اسے نہیں پاسکتا اگرچہ وہ ہوا میں بھی کیوں نہ اُڑتا ہو ۔۔۔ اور ۔۔۔ میرے ربّ کی طرف سے مجھے الہام ہوا کہ یہ سب ہی اندھوں کی طرح ہیں اور اس کی مثل نہیں لاسکیں گے اور یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں ۔

(نورالحق حصہ دوئم صفحہ ۶۲)

پچاس سال تو ہمارے غفلت میں گذر گئے ۔ جنہوں نے اس عرصہ میں غفلت کی وہ اپنے زمانہ کے ذمہ دار اور مسئول ہیں اور ہم اپنے زمانہ کے ۔ کیا اب بھی ان کتابوں کو مدفون رکھو گے، خدا کی سنت تو یہ ہے اوفوا بعھدی اوف بعھدکم ۔ مجھ سے جو وعدہ تم نے کیا ہے وہ پورا کروگے تو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا ۔

میں نے اپنے پچھلے مضمون میں اپنی رؤیا کا ذکر کیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب دوبارہ زندہ ہوگئے ہیں ۔ اور اس کی تعبیر میں نے یہ نکالی تھی کہ جماعت نے حضرت صاحب کی کتب کی اشاعت میں غفلت کی چنانچہ فتح اسلام میں جو ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے اور ماموریت کے دعوے کے بعد سب سے پہلی تصنیف ہے اس میں آپ فرماتے ہیں :۔

" خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا " ۔ اور فرمایا " جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوجایا کرتے ہیں " اور فرمایا کہ " میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا " ۔ " پس میری اس دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے ۔ (فتح اسلام)

میں نے وہ مضمون جو پیغام صلح مؤرخہ ۲۲ اکتوبر میں شائع ہوا ہے خاتم النبیین نمبر کے لئے دیا تھا لیکن افسوس اس میں گنجائش نہ ہوسکی ۔ جس کے بعد میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت صاحب نے چینی کا ایک شاہ کاسہ (بڑا پیالہ) جو صاف شفاف شربت سے بھرا ہوا تھا پیا اور آدھا چھوڑ دیا جو میں نے پیا ۔ اور پھر دیکھا کہ حضرت پلنگ پر داہنے پہلو پر سفید کپڑوں میں لیٹے ہوئے ہیں تو میں گھٹنوں کے بل ہوکر انکے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بوسے دے رہا ہوں اور مجھ پر رقت طاری ہوئی تو حضور نے میرا سر لیکر اپنی چھاتی سے لگایا ۔ اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی ۔ اس سے مجھے امید ہوئی کہ جماعت ابھی جاگتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ اب حضرت کی کتب عربی کی مفت اشاعت کے لئے مستعد ہوجائے گی کیونکہ وہ لیٹے ہوئے تھے لیکن جاگتے تھے ۔ مجھے امید ہے کہ انجمن بھی اس پروگرام کو اپنائے گی اور باقاعدہ بجٹ میں ایک علیحدہ شعبہ اور علیحدہ رقم سالانہ منظور کرے گی

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۔

یہ مضمون ختم کرچکا تھا کہ ہماری جماعت کی ایک سعید روح کا خط پہنچا کہ انکو میری اس تحریک سے کامل اتفاق ہے اور وہ ہر طرح امداد کیلئے تیار ہیں انکو بتایا جائے کہ تخمیناً کس قدر خرچ آتا ہے اور وہ کہاں تک اس میں حصہ لے سکتے ہیں ۔ حضرت صاحب کی عربی تصنیفات جس میں سے ہر ایک فصاحت اور بلاغت اور معارف کا نمونہ ہے اور جن میں علمائے عرب و عجم و نصاریٰ کو چیلنج ہے پندرہ سے زائد ہیں جن کی اشاعت ایک شخص اور ایک دن کا کام نہیں ۔ البتہ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ تمام صاحب مال اور کثیر احباب جماعت ایک ایک کتاب کے اخراجات کا ذمہ لیں ۔ انجمن ان کی اشاعت کے سلئے سالانہ بجٹ میں ایک رقم معین کرے اور احباب بھی خاص اس امر کے سلئے رقوم دیں اور جماعتیں خاص چندہ کریں جو انجمن کی رقم مقررہ کے علاوہ صرف حضرت کی عربی تصنیفات کی اشاعت پر خرچ ہو، اور جیسے گزشتہ پچاس سال میں ذوق اور شوق سے جماعت نے انگریزی کتب کی اشاعت کیلئے ہمت دکھائی ہے حضرت صاحب کی کتب کی اشاعت کیلئے اس سے بڑھ کر ذوق اور شوق اور اخلاص کا ثبوت دیں اور اس پروگرام کو اپنا دیں اور امسال تو اگر بجٹ میں گنجائش رکھی جائے ۔ والسلام

عبداللہ جان ۔ عفی عنہ

توحید الٰہی پر ایمان نسلِ انسانی میں اتحاد کا واحد ذریعہ ہے

تمام انبیاء کی توحید الٰہی پر ایمان لانے کی تعلیم اور انکے ماننے والوں کا تفرقہ و انتشار

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر اتحادی نظریات - امام وقت کی جماعت میں تفرقہ پیدا نہ کیجئے

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا لست منھم فی شیئ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون - من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلھا وھم لا یظلمون - قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینًا قیمًا ملۃ ابراھیم حنیفًا وما کان من المشرکین۔

(سورۃ الانعام - آیات ۱۶۰ تا ۱۶۲)

توحید الٰہی ـــ نسلِ انسانی میں وحدت کا واحد ذریعہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صرف عرب ہی نہیں ہیں؟ جو عرب کے مختلف حصوں میں بستی ہیں، آپ کا اعلان ہے کہ میں اس خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا ہوں جو رب العالمین ہے اور آپ کا یہ اعلان بھی ہے کہ توحید الٰہی کی وجہ سے مختلف قوموں میں وحدت پیدا ہو سکتی ہے۔ جس زمانہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، اس زمانہ میں بر و بحر میں فساد تھا، اور آج بھی بر و بحر میں فساد ہے، اگر اس زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسخہ کامیاب ہوا اور انہوں نے عربوں اور عجمیوں، یہودیوں اور نصرانیوں اور مجوسیوں کو ملا دیا، تو آج بھی یہی نسخہ کامیاب ہوگا، اگر آج بھی اس کو استعمال کریں اور تمام قومیں توحید الٰہی کی قائل ہو جائیں تو نسلِ انسانی میں وحدت پیدا ہو سکتی ہے۔

علم و سائنس کی روشنی میں انسانیت کے ٹکڑے

یہاں لکھا ہے ان الذین فرقوا دینھم جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف دینی عقائد کی وجہ سے قوموں کو ایک دوسرے کی دشمن بنا دیا۔ لست منھم فی شیئ۔ تیرا ان سے کچھ سروکار نہیں فی الواقعہ دین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے بعد انسانیت کے بھی ٹکڑے ہو جاتے ہیں، وہ ٹکڑے آج آپ کے سامنے ہیں، یورپ میں تو اس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہے بلکہ خود یورپ ہی فساد کا موجب ہے اس زمانہ میں بہت فخر کیا جاتا ہے کہ انسانی عقل بہت تیز ہو گئی ہے علوم و فنون کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی ہے، عقل کی اس تیزی اور علوم کی اس روشنی کے باوجود یورپ میں جو علم و سائنس اور عقل کی ترقی میں سب سے آگے ہے بہت بڑا فساد ہے اور اس کی وجہ سے دوسری قومیں بھی اس فساد میں پستی جا رہی ہیں، اس کی وجہ کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ ہر قوم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم ہی سب سے افضل ہیں، اور دنیا کی تمام نعمتیں صرف ہمارے لئے ہیں اور باقی تمام انسانیت ہماری غلام ہے، ان میں سے بعض نے یقین کر رکھا ہے کہ صرف ہماری ہی قوم جنت میں جائے گی ....

.... ہمارے سوائے کوئی دوسرا جنت میں نہیں جا سکتا بعض نسلی اختلافات کی وجہ سے دوسروں پر فضیلت کے دعویدار ہیں۔ جیسے بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ ہم ہی خدا کی منتخب قوم ہیں، اور ہندو کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

تمام انبیاء کی ایک ہی تعلیم ـــ توحید الٰہی پر ایمان

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصولی بات بیان کی، کہ خدا تعالےٰ نے تمام اقوام کی طرف پیغمبر بھیجے ان سب کی تعلیم ایک ہی تھی کہ صرف خدائے واحد کی عبادت بجا لاؤ، لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ سب قوموں میں پیغمبر آئے تو پھر سب میں اختلاف کیوں ہے قرآن کریم نے اس مسئلہ کو حل کیا ہے، اس نے بتایا ہے کہ سب سے پہلے پیغمبر نوح علیہ السلام ہوئے ہیں، جنہوں نے توحید کی تعلیم دی۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے، انہوں نے بھی توحید الٰہی کی طرف بلایا اور اس کے لئے بڑے دکھ اٹھائے اور ابتلاء برداشت کئے۔ ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی یہی تعلیم دی لیکن ان کی تعلیم کے خلاف ان کی اولاد یعنی یہود نے یہ سمجھ لیا کہ صرف ہم ہی خدا تعالےٰ کی منتخب قوم ہیں، اور ہمارے سوائے کوئی دوسرا جنت کا حق دار نہیں، یہ سب خام خیالیاں ہیں جو قوموں میں منافرت پیدا کرنے کا موجب ہیں، غور کریں مختلف پیغمبروں نے کیا تعلیم دی، حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ انی لکم نذیر مبین ان لا تعبدوا الا اللہ۔ نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا، اس نے کہا کہ میں تمہیں صاف صاف کہتا ہوں کہ ایک خدا کے سوائے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے، ان کی کیا تعلیم ہے، انہوں نے بھی توحید ہی کی تعلیم دی اور اس کے لئے بڑے بڑے ابتلاء اور مصائب برداشت کئے، حضرت ابراہیمؑ کو تمام قومیں اپنا باپ مانتی ہیں فرمایا ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ - ابراہیم کو باپ بھی مانتے ہو اور اس کے مذہب سے روگردانی بھی کرتے ہو۔ یہ تو بیوقوفی کی بات ہے۔ ولقد اصطفینٰہ فی الدنیا ...... وانہ فی الاخرۃ لمن الصٰلحین۔ ہم نے دنیا میں اس کو برگزیدہ کیا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہے، اذ قال لہ ربہ اسلم۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فرمانبرداری اختیار کرو، انہوں نے اتنی فرمانبرداری اختیار کی، اتنے ابتلاء اور مصائب اٹھائے کہ شاید ہی کسی نبی نے اٹھائے ہوں، قال اسلمت لرب العٰلمین انہوں نے کہا میں رب العالمین کی فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں اس کے بعد فرمایا ووصّٰی بھا ابراھیم بنیہ ویعقوب اپنے بیٹوں اور یعقوب کو انہوں نے وصیت کی ان اللہ اصطفٰی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے توحید الٰہی کی تعلیم کو پسند فرمایا ہے، پس تم فرمانبردار ہو کر مرو۔ گویا ابراہیمؑ نے بھی اسی مذہب کی تعلیم دی جو نوحؑ نے دی تھی، اور یعقوبؑ کون ہیں، یہود انہی کے نام پر بنی اسرائیل کہلاتے ہیں، ان کی کیا تعلیم ہے، فرمایا ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی جب ان پر موت آئی تو اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ یہ موت کے وقت کی بات ہے، جب انسان پر موت آتی ہے، تو تمام اطراف سے خیالات ہٹا کر وہ بات کہتا ہے، جو سچی اور صحیح ہو، تو فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یعقوب نے جس سے تمہاری نسل چلی ہے کیا وصیت کی تھی جس کا ذکر ان کے بیٹوں نے ان کے سوال کے جواب میں کیا، قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰھًا واحدًا ونحن لہ مسلمون۔ انہوں نے کہا ہم اسی خدا کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے باپ دادا ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق کا خدا ہے، وہ ایک ہی خدا ہے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں، گویا یعقوبؑ نے بھی وہی توحید کی تعلیم دی جو ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام نے دی تھی۔

اور اسی طرح حضرت ہودؑ اور دوسرے پیغمبر یہی تعلیم دیتے رہے ان لا تعبدوا الا اللہ، اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو، اور یہ قومیں جن کا آج بڑا عروج ہے، یہودی اور عیسائی، ان لوگوں کو بھی ان کے پیغمبروں نے یہی تلقین کی کہ ایک خدا کے سوائے کسی کی عبادت

نہ کریں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع تعلیم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع تعلیم تلقین فرمائی ہے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ۔ یہ اللہ کا رسول ہے، جو پاک صحیفے پڑھتا ہے کیونکہ قرآن جو اسے دیا گیا ہے، اس میں پہلی کتابوں کا نچوڑ ہے، توریت ہو یا انجیل، ان سب کی تعلیم اس کے اندر آگئی ہے وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ لیکن لوگوں نے تفرقہ پیدا کر دیا، اس کے بعد کہ خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی تعلیم ان کے پاس آگئی، وہ کیا تعلیم تھی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء۔ یہی تعلیم ان کو دی گئی کہ پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس تعلیم کے آنے کے بعد انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ، اور رہبانوں کو خدا بنا لیا کہ جو وہ حکم دیں وہ صحیح ہے، معلوم ہوا قرآن کریم کی رُو سے سب پیغمبروں کی ایک ہی تعلیم تھی، کہ ایک خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کی جائے لیکن ان قوموں کے علماء نے ان کھلی تعلیمات کے بعد تفرقہ پیدا کر دیا

حضرت عیسٰی کی تعلیم

حضرت عیسٰیؑ نے کھلے طور پر یہ تعلیم دی تھی یبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ۔ اے بنی اسرائیل صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا ربّ ہے، جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے، یہ قرآن ہی نہیں کہتا، انجیل کے صفحات میں بار بار یہی تعلیم دی گئی ہے، ایک جگہ ہے، کسی نے کہا "اے نیک استاد" حضرت عیسٰیؑ نے جواب دیا مجھے نیک مت کہو نیک ایک ہی ہے یعنے خدا، اور متی کے انیسویں باب میں بڑی بحث ہے، لوگوں نے پوچھا سب سے بڑا کون ہے، انہوں نے جواب دیا سب سے بڑا خدا ہے، اور یوحنا باب ۱۷، آیت ۳ میں لکھا ہے کہ ہماری تعلیم یہ ہے کہ ایک خدا کو مانو اور مجھے اس کا رسول مانو۔

اربابا من دون اللہ

ان واضح تعلیمات کے بعد نصرانیوں نے اپنے علماء کو اربابا من دون اللہ قرار دے دیا اور پوپ کو خدا کا جانشین بنا لیا، ان کا عقیدہ ہے کہ پوپ جو کچھ کہہ دے صحیح ہے، اب جو پوپ فوت ہوا ہے اس کے متعلق ایک ڈاکٹر نے ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے سراسیمگی پھیل گئی ہے، اس ڈاکٹر پر مقدمہ چلایا گیا ہے کہ تم نے پوپ کا معالج ہوتے ہوئے پوپ کی شان میں کیونکر یہ گستاخانہ بیان شائع کیا ہے۔ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ اسی پوپ نے رومن کیتھولک کے بڑے بڑے کارڈینل جمع کئے اور اعلان کیا کہ جس طرح ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر ہے اسی طرح آج سے یہ بھی ہمارا اعتقاد ہوگا کہ مسیح کی ماں بھی اسی طرح آسمان پر زندہ ہے جیسے مسیح، یہ اعتقاد ہمارے سامنے بنایا گیا۔ اس سے بڑھ کر اربابا من دون اللہ اور کیا ہوگا۔

مسلمانوں کی گدیاں

آج مسلمانوں میں بھی ایسی گدیاں بن گئی ہیں جن کو توڑنے اور اصلاح کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے آج پیروں اور گدی نشینوں کو اسی طرح مانا جاتا ہے کہ جو بات ان کے منہ سے نکلے بس وہی شریعت ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جن بدعنوانیوں کو دُور کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے وہی آج مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کے عالمگیر اصول

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کا سرچشمہ ایک ہی قرار دیا ہے اور فرمایا انبیاء علاتی بھائی ہیں دینھم واحد وامھاتھم شتی ان کا دین ایک ہی ہے، اگرچہ ان کی مائیں مختلف ہیں، دین کے ایک ہونے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور فرمایا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کسی عربی کو غیر عربی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی دوسرے ملک کے باشندے کو عربی پر فضیلت ہے، وجہ فضیلت عربی یا عجمی ہونا نہیں بلکہ ایک ہی وجہ فضیلت ہے التقوٰی، التقوٰی التقوٰی۔ کوئی شخص افریقہ کا رہنے والا ہو یا امریکہ یا عرب یا ہندوستان کا باشندہ ہو، صرف تقوٰی ہی اس کی فضیلت کا معیار ہو سکتا ہے، کسی قوم یا ملک کی وجہ سے کوئی فضیلت کسی کو حاصل نہیں، یہ قانون عالمگیر ہے اور فرمایا لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب اے مسلمانو نہ تمہاری آرزوؤں کے مطابق ہو سکتا ہے اور نہ اہل کتاب کی، ہمارا قانون یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ عرب کا رہنے والا ہو یا ہندوستان یا چین یا افریقہ یا امریکہ یا یورپ کا رہنے والا ہو من یعمل سوءً یجز بہ جو بھی کوئی بُرا فعل کرے گا اس کی سزا اسے دی جائے گی ولا یجد من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ کسی اور کو اپنا دوست اور مددگار نہیں پائے گا، ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا ہاں جو نیک کام کرے وہ عرب ہو یا چینی، یا ہندوستانی وغیرہ، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو وہ اپنے اعمال کا پھل چکھیں گے اور ان پر ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جائے گا ایک بدکردار مسلمان صرف کلمہ لے جا کر بدکرداری کی سزا سے نہیں بچ سکتا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ مسلمانوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے، آپ حیران ہوئے کہ یہ کیا ہے، آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے بعد انہوں نے وہ کام کئے جو دوزخ کے لائق تھے، صرف مسلمان کہلانا جنت کا پروانہ نہیں بن سکتا۔

رنگ و نسل کا اختلاف اور اتحاد کی تعلیم

یہ عالمگیر قانون اسی پیغمبر کا ہو سکتا ہے جس کا دعوٰی ہو کہ میں تمام دنیا کے لئے آیا ہوں، اس کے عالمگیر نظریات ہیں۔ اس نے زبان اور رنگ کے اختلاف پر بحث کی ہے جو آج اس بیسویں صدی میں معرض نزاع بنا ہوا ہے۔ افریقہ میں آج بھی سفید آدمی کے لئے مراعات ہیں لیکن کالے آدمی کے لئے کوئی مراعات نہیں، یہی حال امریکہ اور ہندوستان کا ہے، کہ وہاں کے بعض انسان تمام قسم کی مراعات سے محروم ہیں۔

تفرقہ و انتشار موجب ہلاکت ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دوسری اقوام کو اتحاد کی دعوت دی ہے اور زبان و رنگ اور نسل کے اختلافات کو بنائے تفرقہ قرار دینے کو بُرا قرار دیا ہے، وہاں اپنی قوم کو بھی تلقین فرمائی ہے کہ تفرقہ سے بچ جاؤ۔ آپ نے قوم کو ڈرایا کہ تفرقت بنو اسرائیل علی احدی وسبعین فرقۃ فھلکت۔ بنی اسرائیل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اس لئے وہ تباہ ہو گئے۔ پھر فرمایا ستفرق امتی علی اثنی وسبعین فرقۃ فیھلکوا میری اُمت میں ۷۲ فرقے ہو جائیں گے اور اس تفرقہ و انتشار کی وجہ سے وہ برباد ہو جائے گی۔ آج مسلمان علماء کو فکر کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے تفرقہ ہو رہا ہے اور وہ اس کے لئے جوابدہ ہوں گے، لیڈروں کو سوچنا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے تفرقہ ہو گیا اور پاکستان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں، وہ اس کے لئے جوابدہ ہوں گے وہ لیڈر جو ایک جماعت کو دوسری کے خلاف کھڑا کرتا ہے وہ عالم جو دین میں اختلاف پیدا کر کے ذہنوں میں تفرقہ ڈالتا ہے وہ کسی طرح قابل ستائش نہیں، سب کے پاس ایک ہی قرآن ہے اور سب کے پاس حدیث موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی تنبیہ کی ہے کہ بنی اسرائیل تفرقہ کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، تم بھی اس سے بچ نہیں سکتے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اس کا علاج کیا ہے فرمایا الجماعۃ الجماعۃ۔ یعنی جماعت میں ہو کر زندگی بسر کرنا اس کا علاج ہے۔

امامِ وقت کی جماعت میں تفرقہ و انتشار نہ پیدا ہونے دو

اس زمانہ کے امام نے بھی تفرقہ کو دُور کرنے کے لئے جماعت بنائی، اور تاکید کی کہ باہم اتحاد رکھو اور سب مل کر کام کرو یاد رکھو افراد مر جاتے ہیں لیکن قوم زندہ رہتی ہے قوم کو افراد پر ترجیح حاصل ہے امام وقت نے تلقین کی کہ مل کر کام کرو قربانی دو، دین تمہاری وجہ سے پھیلے گا، جو رستہ امام وقت نے بتایا ہے اس کو اختیار کیجئے، قوم میں تفرقہ و انتشار پیدا نہ ہونے دیجئے، اپنی زبان پر قابو رکھئے، وہ لوگ جو اس جماعت میں نہیں ہیں ان میں سے کئی صرف اس جماعت کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، تم جماعت کے اندر رہ کر ایسا کام نہ کرو جو تمہاری بربادی کا موجب بنے، قوم کی ترقی کی کوشش کرو، اسکو مٹانے کی سعی نہ کرو، اس جماعت کیلئے خدا کو غیرت

قرآن کریم میں قسموں کے رنگ میں نظری امور کے اثبات کے لئے بدیہی امور کی شہادت

والسماء ذات الرجع کی تفسیر لطیف

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں یہ طرز اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے امور بدیہی کو بطور شواہد پیش کرتا ہے۔ اور یہ پیش کرنا قسموں کے رنگ میں ہے۔ اس بات کو بھی ہرگز نہ بھولنا چاہیئے کہ اللہ جلشانہٗ کی قسموں کو انسانی قسموں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو انسان کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا تو اس کا سبب یہ ہے کہ انسان جب قسم کھاتا ہے تو اس کا مدعا یہ ہوتا ہے۔ کہ جس چیز کی قسم کھائی ہے اس کو ایک ایسے گواہ رویت کا قائم مقام ٹھہرا دے کہ جو اپنے ذاتی علم سے اس کے بیان کی تصدیق یا تکذیب کر سکتا ہے۔ کیونکہ اگر سوچ کر دیکھا جائے تو قسم کا اصل مفہوم جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا تھا، شہادت ہی ہوتا ہے۔ جب انسان معمولی شاہدوں کے پیش کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو پھر قسم کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ اس سے وہ فائدہ اٹھائے جو ایک شاہد رویت کی شہادت سے اٹھانا چاہتا ہے۔ لیکن ایسا تجویز کرنا یا اعتقاد رکھنا کہ بجز خدا تعالےٰ کے کوئی اور بھی حاضر و ناظر ہے اور تصدیق یا تکذیب یا سزا دہی یا کسی اور امر پر قادر ہے صریح کلمۂ کفر ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی تمام کتابوں میں انسان کو یہی ہدایت فرمائی ہے کہ غیر اللہ کی ہرگز قسم نہ کھائے۔

اب اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کا قسم کھانا کوئی اور رنگ اور شان رکھتا ہے۔ اور غرض اس سے یہی ہے کہ تا صحیفۂ قدرت کے بدیہات کو شریعت کے اسرار دقیقہ کے حل و انکشاف کے لئے بطور شاہد پیش کرے۔ اور چونکہ اس مدعا کو قسم سے ایک مناسبت تھی۔ اور وہ یہ کہ جیسا ایک قسم کھانے والا جب مثلاً خدا تعالےٰ کی قسم کھاتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے اس واقعہ پر گواہ ہے۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی رنگ میں اللہ تعالےٰ کے بعض ظاہر در ظاہر افعال نہاں در نہاں اسرار اور افعال پر بطور گواہ ہیں اس لئے اس نے قسم کے رنگ میں اپنے افعال بدیہیہ کو اپنے افعال نظریہ کے ثبوت میں جا بجا قرآن شریف میں پیش کیا اور یہ کہنا سراسر نادانی اور جہالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسم کھائی، کیونکہ اللہ تعالےٰ درحقیقت اپنے افعال کی قسم کھاتا ہے نہ کسی غیر کی اور اس کے افعال اس کے غیر نہیں ہیں۔ مثلاً اس کا آسمان یا ستارہ کی قسم کھانا اس قصد سے نہیں ہے کہ وہ کسی غیر کی قسم ہے۔ بلکہ اس کا منشاء یہ ہے۔ کہ جو کچھ اس کے ہاتھوں کی صنعت اور حکمت آسمان اور ستاروں میں موجود ہے اس کی شہادت بعض اپنے افعال مخفیہ کے سمجھانے کے لئے پیش کرے۔

غرض خدا تعالےٰ کی قسمیں، اپنے اندر لامحدود اسرار معرفت ..... رکھتی ہیں جن کو اہل بصیرت ہی دیکھ سکتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ قسم کے لباس میں اپنے قانون قدرت کے بدیہات کی شہادت اپنی شریعت کے بعض دقائق کے حل کرنے کے لئے پیش کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی فعلی کتاب (قانون قدرت) اس کی قولی کتاب (قرآن شریف) پر شاہد ہو جائے اور اس کے قول اور فعل میں باہم مطابقت ہو کر طالب صادق کے لئے مزید معرفت اور سکینت اور یقین کا موجب ہو، اور یہ طریق قرآن شریف میں عام ہے مثلاً خدا تعالےٰ نبیوں اور الہام کے منکروں پر اتمام حجت کرتا ہے:-

والسماء ذات الرجع

قسم ہے بادلوں کی جن سے مینہ برستا ہے رجع بارش کو بھی کہتے ہیں۔ بارش کا بھی ایک مستقل نظام ہے۔ جیسے نظام شمسی سے رات اور دن کا اور کسوف خسوف کا بجائے خود ایک نظام ہے۔ مرض کا بھی ایک نظام ہوتا ہے۔ طبیب اس نظام کے موافق معلوم کر سکتا ہے۔ کہ فلاں دن بحران ہو گا۔ غرض یہ نظام ہیں۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کا قانون قدرت اپنے اندر ایک ترتیب اور کامل نظام رکھتا ہے اور کوئی فعل اس کا ایسا نہیں ہے جو نظام اور ترتیب سے باہر ہو۔

اللہ تعالےٰ جیسے یہ چاہتا ہے۔ کہ لوگ اس سے ڈریں ویسے ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگوں میں علوم کی روشنی پیدا ہوئے اور اس سے وہ معرفت کی منزلوں کو طے کر جاویں۔ کیونکہ علوم حقہ سے واقفیت جہاں ایک طرف سچی خشیت پیدا کرتی ہے وہاں دوسری طرف ان علوم سے خدا پرستی پیدا ہوتی ہے۔ بعض بدقسمت ایسے بھی ہیں جو علوم میں منہمک ہو کر قضا و قدر سے دور جا پڑے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے وجود پر ہی شکوک پیدا کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو قضا و قدر کے قائل ہو کر علوم ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ مگر قرآن شریف نے دونوں تعلیمیں دی ہیں اور کامل طور پر دی ہیں۔ قرآن شریف علوم حقہ سے اس لئے واقفیت کراتا چاہتا ہے۔ اور اس لئے ادھر انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی معرفت میں جوں جوں ترقی ہوتی ہے۔ اسی قدر خدا تعالےٰ کی عظمت اور اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان کو قضا و قدر کے نیچے رہنے کی اس لئے تعلیم دیتا ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کی صفت پیدا ہو اور وہ راضی برضا رہنے کی حقیقت سے آشنا ہو کر وہ سچی سکینت اور اطمینان جو نجات کا اصل مقصد اور منشاء ہے حاصل کرے۔

ابھی جو مثال میں نے قرآن شریف سے قسم کے متعلق دی ہے کہ والسماء ذات الرجع یعنی قسم ہے آسمان کی جس میں اللہ تعالےٰ نے رجع کو رکھا ہے، سماء کا لفظ فضا اور جو اور بارش اور بلندی کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ رجع بار بار وقت پر آنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ بارش برسات میں بار بار آتی ہے اس لئے اس کا نام بھی رجع ہے۔ اسی طرح یہ آسمانی بارش بھی اپنے وقتوں پر آتی ہے والارض ذات الصدع اور قسم ہے، زمین کی کہ وہ ان وقتوں میں پھوٹ نکلتی ہے اور سبزہ نکالتی ہے۔

بارش کی جڑھ زمین ہے، زمین کا پانی جو بخارات بن کر اوپر اڑ جاتا ہے وہ کرۂ زمہریر میں پہنچ کر بارش بن کر واپس آتا ہے۔ اور اس صورت میں چونکہ وہ آسمان سے آتا ہے۔ اس لئے آسمانی کہلاتا ہے۔ پھر بارش کی ضرورت کے لئے ایک اور وقت خاص ہے جب مزارعین کو ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بیائی کے بعد پڑے تو کچھ بھی نہ رہے۔ اور پھر بعض اوقات نشو و نما کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ غرض بارش اور مینہ کی ضرورت اور اس کے مفاد اور اس کے آسمان سے آنے کا نظارہ بالکل بدیہی ہے۔ اور ایک ادنےٰ درجہ کی عقل رکھنے والا

گنوار دہقان بھی جانتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر آسمانی بارش نہ ہو تو زمینی پانی بھی خشک ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ امساک باراں کے دنوں میں بہت سے کنوئیں خشک ہو جاتے ہیں، اور اکثروں میں پانی بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ لیکن جب آسمان سے بارش آتی ہے۔ تو زمینی پانیوں میں بھی ایک جوش اور تموّج پیدا ہونے لگتا ہے۔ میرا مطلب اس مقام پر اس مثال کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان قسموں کو ایک اور امر کے لئے بطور شاہد قرار دیا ہے کیونکہ ان نظاروں سے تو ایک معمولی زمیندار بھی واقف ہی ہے۔ اور وہ امر جو اُن کے ذریعہ ثابت کیا ہے وہ یہ ہے انه لقول فصل وما هو بالهزل بے شک یہ خدا کا کلام ہے۔ اور قول فصل ہے۔ اور وہ عین وقت پر ضرورت حقہ کے ساتھ اور حق و حکمت کے ساتھ آیا ہے بیہودہ طور پر نہیں آیا۔

اب دیکھ لو کہ قرآن شریف جس وقت نازل ہوا ہے۔ کیا اُس وقت نظام روحانی یہ نہیں چاہتا تھا، کہ خدا کا کلام نازل ہو، اور کوئی مرد آسمانی آوے اور اس گمشدہ متاع کو واپس لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہو جاوے گا کہ دنیا کی کیا حالت تھی خدا تعالیٰ کی پرستش دنیا سے اُٹھ چکی تھی۔ اور توحید کا نقش بالمٹ چکا تھا۔ باطل پرستی اور معبودان باطلہ کی پرستش نے اللہ جلشانہ کی جگہ لے رکھی تھی۔ دنیا پر جہالت اور ظلمت کا ایک خوفناک پردہ چھایا ہوا تھا۔ دنیا کے تختہ پر کوئی ملک کوئی قطعہ کوئی سرزمین ایسی نہ رہ گئی تھی جہاں خدائے واحد ہاں حی و قیوم خدا کی پرستش ہوتی ہو۔ عیسائیوں کی مردہ پرست قوم تثلیث کے چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور ویدوں میں توحید کا بے جا دعوے کرنے والے ہندوستان کے رہنے والے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ غرض خود خدا تعالےٰ نے جو نقشہ اُس وقت کی حالت کا ان الفاظ میں کھینچا ہے ظهر الفساد في البر والبحر۔ یہ بالکل سچا ہے۔ اور اس سے بہتر انسانی زبان اور قلم اس حالت کو بیان نہیں کر سکتی۔ اب دیکھو کہ جیسے خدا تعالےٰ کا قانون عام ہے کہ عین امساک بارش کے وقت آخر اس کا فضل ہوتا ہے، اور باران رحمت برس کر شادابی بخشتا ہے۔ اسی طرح پر ایسے وقت میں ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ کا کلام آسمان سے نازل ہوتا، گویا جسمانی بارش کے نظام کو دکھا کر روحانی بارش کے نظام کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اب اس سے کون انکار کرے گا۔ کہ بارش ہمارے مقاصد کے موافق ہوئی۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ جیسے وہ نظام رکھا ہے۔ اسی طرح دوسری بارشوں کے لئے وقت رکھے ہیں۔ اب دیکھ لو کہ کیا بارش روحانی کا ذکر نہ تھا۔ کس قدر جھگڑے تم لوگوں میں پڑے تھے۔ اعمال گندے اور ایمان بھی گندے

تھے۔ اور دنیا ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والی تھی۔ پھر وہ کیونکر اپنے فضل کا مینہ نہ برساتا جس نے جسمانی کی حفاظت کے لئے ایک خاص نظام رکھا ہے وہ روحانی نظام کو کیونکر چھوڑتا۔ اس لئے بارش کے نظام کو بطور شاہد کے پیش کر کے قسم کے رنگ میں استعمال کیا، کیونکہ امر نبوّت ایک روحانی اور نظری امر تھا۔ اور کفار عرب اس نظام کو نہ سمجھ سکتے تھے اس لئے وہ پہلا نظام پیش کر کے ان کو سمجھا دیا۔

غرض یہ ایک سِر ہے جس کو جاہلوں نے سمجھا نہیں اور اپنی نادانی اور عداوت حق کی بنا پر اعتراض کر دیا ہے۔ اصل مفہوم کو جو اللہ تعالےٰ نے اس میں مقصود رکھا تھا چھوڑ دیا۔ اسی طرح پر ایک نادان کہتا ہے کہ من ذا الذي يقرض الله قرضا حسنا (کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے) اس کا مفہوم یہ ہے کہ گویا معاذ اللہ خدا بھوکا ہے احمق نہیں سمجھتا۔ کہ اس سے بھوکا ہونا کہاں نکلتا ہے یہاں قرض کا مفہوم اصل تو یہ ہے کہ ایسی چیزیں جن کے واپس کرنے کا وعدہ ہوتا ہے اس کے ساتھ افلاس اپنی طرف سے لگا لیتا ہے۔ یہاں قرض سے مراد یہ ہے کہ کون ہے جو خدا تعالےٰ کو اعمال صالحہ دے۔ اللہ تعالےٰ ان کی جزا اُسے کئی گنا کر کے دیتا ہے۔ یہ خدا کی شان کے لائق ہے جو سلسلہ عبودیت کا ربوبیت کے ساتھ ہے اس پر غور کرنے سے اس کا یہ مفہوم صاف سمجھ میں آتا ہے، کیونکہ خدا تعالےٰ بدون کسی نیکی۔ دعا اور التجا اور بدون تفرقہ کافر و مومن کے ہر ایک کی پرورش فرما رہا ہے۔ اور اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے فیض سے سب کو فیض پہنچا رہا ہے پھر وہ کسی کی نیکیوں کو کب ضائع کرے گا۔ اس کی شان تو یہ ہے۔ من يعمل مثقال ذرة خيرا يره جو ذرہ بھی نیکی کرے اس کا بھی اجر دیتا ہے۔ اور جو ذرہ بدی کرے گا۔ اس کی پاداش بھی ملے گی۔ یہ ہے قرض کا اصل مفہوم جو اس آیت سے پایا جاتا ہے۔ چونکہ اصل مفہوم قرض کا اس سے پایا جاتا تھا۔ اس لئے ہی کہدیا من يقرض الله قرضا حسنا۔ اور اس کی تفسیر اس آیت میں موجود ہے من يعمل مثقال ذرة خيرا يره۔ جاہل عیسائی جنہوں نے ایک عاجز اور ناتوان انسان کو خدا بنا لیا ہے اور اپنی بدکاریوں اور گناہوں کی گٹھڑی اس کے سر پر رکھدی ہے اور اسے ملعون تسلیم کیا ہے۔ باوجودیکہ اُن کے پاس لعنت کے سوا کچھ بھی نہیں، دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں چونکہ خدا تعالےٰ کی پاک شریعت کو کفارہ کی بناء پر رد کر چکے ہیں۔ اعمال صالحہ میں جو ایک لذت اور سرور ہوتا ہے وہ انہیں حاصل نہیں رہا۔ اور خدا تعالےٰ کے سارے راستبازوں کو بٹ مار اور ڈاکو قرار دینے کی وجہ سے اُن پر وہ لعنت پڑی ہے۔ اس لئے یہ بات کبھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ خدا تعالےٰ

کے راستبازوں کا انکار اور تکذیب ایک ایسی شئے ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اور اس کی روحانی طاقتوں اور قوتوں کے لئے زہر قاتل کا کام کرتی ہے۔ جو صادق کی نسبت سوءظن کرتا ہے اور اس کی بے ادبی کرتا ہے وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب کر دیا جاتا ہے۔ یہ لعنت عیسائیوں پر پڑی ہے۔ کہ انہوں نے سارے راستبازوں کو خطاکار ٹھہرایا۔

غرض اس آیت میں یہ لطیفہ ہے کہ بارشوں کا جسمانی طور پر ایک نظام ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ اب بارش کے دن قریب ہیں۔ مثلاً یہ جانتے ہیں کہ پوہ اور ماگھ کے دنوں میں بارش ہوتی ہے۔ اور ساون اور بھادوں کے دنوں میں ہوتی ہے۔ پھر ایک یہ راز ہے کہ بارش بے ہودہ کبھی نہیں ہوتی درحقیقت وہی اوقات بارش کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر روحانی بارشوں کا سلسلہ چلتا ہے۔ یہ ایک نظری بحث ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے موٹی موٹی باتوں کو بطور شواہد کے پیش کیا ہے اور قسم کا لفظ شاهد کے قائم مقام بیان فرمایا۔ اس لفظ کو اس طرح بیان کیا ہے۔ جس طرح پر قرض کے لفظ کو جسے میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔

اب ایک بات اور قابل غور ہے۔ کہ ایک بارش تخم ریزی کے لئے ہوتی ہے اور پھر ایک بارش اس تخم کے نشو و نما اور سرسبزی کے لئے ہوتی ہے۔ اسی طرح پر نبوّت کی بارش تخم ریزی کے لئے ہوتی ہے، اور محدثین اور مجددین کی بارش انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون کے ضمن میں داخل ہیں۔ اس تخم کے بارور کرنے اور نشو و نما دینے کے لئے۔ میں نے بارہا اس امر کا ذکر کیا ہے کہ نبوّت الوہیت کے لئے بطور میخ کے ہوتی ہے۔ جو شخص نبوّت کا انکار کرتا ہے رفتہ رفتہ وہ الوہیت کے انکار تک پہنچ جاتا ہے۔ اور نبوّت کے لئے ولایت بطور میخ کے ہوتی ہے۔ ولی کے انکار سے رفتہ رفتہ سلب ایمان ہو جاتا ہے۔

اس وقت دیکھو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرہ سو برس سے زاید عرصہ گذر گیا اگر خدا تعالےٰ اس وقت تک بالکل خاموش رہتا اور اپنی تجلی نہ فرماتا تو اسلام ایک قصہ اور کہانی سے بڑھکر کوئی وقعت نہ رکھتا اور اس کو دوسرے مذاہب پر کوئی خصوصیت اور فضیلت نہ ہوتی جیسے ہندو اپنے بزرگوں سے منسوب خوارق کو پرانوں اور شاستروں میں لکھا ہوا بیان کرتے ہیں اور دکھا کچھ نہیں سکتے، اسی طرح پر اسلام کے اعجازی نشانوں کا ذکر مسلمانوں کی کتابوں ہی میں بتاتے اور دکھا کچھ نہ سکتے تو دوسرے مذاہب پر اس کو کیا فضیلت رہتی۔ اور انسان کی فطرت اس قسم کی واقعہ ہوئی ہے، کہ اگر اسے دوسرے پر کوئی فضیلت نظر نہ آئے تو اس سے بے رغبتی اور بیدلی ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح پر گویا اسلام سے ایک قسم کا ضعف ایمان پیدا ہوتا ہے کیونکہ بدون فضیلت کے ایمان قوی ہو سکتا ہی نہیں اس لئے نبوّت کی زراعت کے واسطے ولایت

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

میرا سفر امریکہ

ایک یونی ٹیرین گرجا میں لیکچر ۔ واشنگٹن اور نیویارک کے حالات ۔ واشنگٹن کا ریویو کر

تبلیغی نقطۂ نگاہ سے امریکہ کے تین طبقے

از سخان بہادر غلام ربانی خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

شکاگو میں پاکستان ڈے

۱۵ اگست ۱۹۵۸ء کی شام کے آٹھ بجے پاکستانی طلباء شکاگو یونیورسٹی نے انٹرنیشنل ہاؤس کے اجلاسی ہال میں پاکستان ڈے (یوم پاکستان) منایا جس میں تقریباً چار پانچ سو کے درمیان حاضرین نے حصہ لیا۔ مسٹر قیصر خان کونسل نیویارک نے پاکستان کے متعلق ایک پُر از معلومات تقریر کی، اس کے بعد کافی اور پیسٹری سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ بعد ازاں کچھ تفریحی پروگرام تھا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی پاکستانی موجود ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ مذہب اسلام کا جذبہ رکھتا اور پاکستان کی محبت میں پیش پیش نظر آتا ہے۔

ایک یونی ٹیرین پادری کے گرجا میں لیکچر

اس تقریب کے بعد تقریباً رات کے گیارہ بجے مجھے ایک یونی ٹیرین پادری صاحب اپنے گھر جو شکاگو سے ۲۵ میل دور تھا لے گئے کیونکہ انہوں نے اپنے گرجا میں تاریخ ۱۷ اگست ۱۹۵۸ء بروز اتوار میرے خطبہ کے لئے اخبارات میں اعلان کیا ہوا تھا۔ پادری صاحب کا گھر ایک نئی آبادی میں برلب سڑک واقعہ تھا۔ یہ گھر بڑی عمدگی سے آراستہ تھا۔ صبح کے وقت مجھے تمام علاقہ میں پادری صاحب سیر کے لئے لے گئے۔ شام کے کھانے کے بعد اُن کے مکان پر ایک بڑی مجلس آرائی ہوئی جس میں مجھ پر اسلام کے متعلق سوالات کئے گئے مگر بفضل ایزدی اطمینان بخش جوابات پر مجلس کا ذوق اور بھی بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ رات کے بارہ بجے میں نے سونے کی اجازت طلب کی اور یہ مجلس تب کہیں جاکر برخاست ہوئی۔ دوسرے دن ۹ بجے گرجا میں لیکچر تھا جو پادری صاحب کے گھر سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر تھا۔ وہاں حاضرین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جن میں ایک دو ترک مسلمان اور ایک پاکستانی بھی تھے۔ ترک مسلمان نے کلام مجید کی آیات تلاوت کیں اور اس کے بعد میرا لیکچر "اسلام کا پیغام امن عالم" کے موضوع پر شروع ہوا۔ لیکچر ایک گھنٹہ تک جاری رہا اور اس کے بعد حسب دستور سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ اسلام کی تعلیم کا اثر ان کے سوالات سے مترشح ہو رہا تھا۔ غرضیکہ بفضلہ تعالیٰ یہ ایک کامیاب لیکچر ثابت ہوا۔ صاحب صدر نے بعد میں تعلیم اسلام کو بہت سراہا۔ ہم کھانے کے لئے پادری صاحب کے گھر آئے جہاں ہمارے ساتھ پاکستانی طالب علم اور ایک دو امریکن مہمان بھی شریک طعام ہوئے۔ یہاں کا پادری مُلّا کی طرح صرف دوسرے کے گھر مہمان ہونے پر خوش نہیں ہوتا بلکہ اپنے گھر میں بھی مہمانوں کی خندہ پیشانی سے تواضع اور مدارات کرتا ہے۔ چنانچہ میرے خلاف توقع سب مہمانوں کیلئے امریکی طریق سے بھُنے ہوئے مرغ لائے گئے۔ اور ایک پُرتکلف کھانے سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ بعد از نماز ظہر مجھے پادری صاحب موصوف اور اس کے مہمان شکاگو کے ہوائی اڈہ پر الوداع کہنے کے لئے آئے اور اس وقت تک وہیں موجود رہے جب تک کہ جہاز نے پرواز نہ کی۔

سان فرانسسکو جانے سے معذوری

یہاں ایک امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، میرا ارادہ سان فرانسسکو جانے کا تھا مگر شکاگو میں معلوم ہوا کہ سان فرانسسکو وہاں سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر ہے وہاں جانا آنا بڑے مصارف کا مقتضی تھا۔ اور میرے پاس صرف ایک صد ڈالر باقی رہ گئے تھے۔ میں نے ایک خط عبدالرحمٰن خان اور سان فرانسسکو کی اسلامی انجمن کے نام لکھ دیا کہ بوجہ دُوری مسافت اور کمی اخراجاتِ سفر میرا قصدِ سفر مشکل ہو گیا ہے۔ اس خط کے بعد جب مجھے عالی جاہ محمد صاحب نے ایک صد ڈالر چندہ دے دیا تو پھر میں نے اُن کو لکھ بھیجا کہ اب میرے سفر کے اخراجات کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور اگر آپ میری وہاں ضرورت باقی ہو تو میں آ سکتا ہوں۔ وہاں سے یہ جواب ملا کہ وہاں قلیل عرصہ کے لئے جانے کا کوئی نمایاں فائدہ نہیں، کیونکہ اجلاس کے لئے اعلان وغیرہ کرنے میں کافی عرصہ لگتا ہے اور یہ کہ وہاں مسلمان قلیل تعداد میں ہیں۔

واشنگٹن میں

لہٰذا میں جارجیہ فورٹ بیننگ سے ہوتا ہوا واشنگٹن پہنچا۔ اتفاق حسنہ سے مسٹر خلیل احمد ناصر مبلغ جماعت ربوہ مجھے شکاگو میں ملے تھے۔ اور انہوں نے واشنگٹن اپنے ہاں قیام کے لئے مجھے بڑے خلوص سے مدعو کیا تھا۔ اس کے علاوہ میجر جنرل میاں حیاءالدین صاحب جو میرے قدیم کرم فرما ہیں واشنگٹن میں پاکستانی سفارت کے صیغۂ عسکری کے افسرِ اعلیٰ ہیں انہوں نے ووکنگ ہی میں مجھے دعوت نامہ بھیجا تھا کہ واشنگٹن میں اُن کے ہاں مہمان رہوں۔ چنانچہ شکاگو یونیورسٹی میں اُن کا پیغام بذریعہ ٹیلیفون کینیڈا سے ملا کہ وہ ۲۰ اگست ۱۹۵۸ء کو واشنگٹن میں میرا انتظار کریں گے چنانچہ میں نے احتیاطاً ہر دو اصحاب خلیل احمد ناصر اور میجر جنرل حیاءالدین صاحبان کو اپنی آمد کے وقت کی اطلاع دے دی جب میں جہاز سے اُترا تو واشنگٹن کے ہوائی اڈہ پر مسٹر خلیل احمد ناصر صاحب اور جماعت ربوہ کے ایک اور مشنری کو منتظر پایا چنانچہ وہاں سے سیدھے ہم خلیل احمد ناصر صاحب کے ہمراہ اُن کی موٹر کار میں اُن کی قیام گاہ پر پہنچے۔ جہاں انہوں نے میرے قیام کا نہایت عمدہ انتظام کیا ہوا تھا۔ دوسرے دن صبح جنرل حیاءالدین صاحب کا ٹیلیفون ان کے نام آیا کہ وہ اسی وقت کینیڈا سے واپس پہنچے تھے اور میرے متعلق انہوں نے استفسار کیا اور ناصر احمد صاحب سے درخواست کی کہ وہ مجھے اُن کے مکان پر پہنچا دیں۔ ناصر احمد صاحب ہیڈ مبلغ جماعت ربوہ نے کمال شفقت سے مجھے واشنگٹن کے تمام قابلِ دید مقامات کی سیر کرائی۔ یہ شہر خوبصورت ترین شہروں میں سے نظر آتا ہے۔ امریکہ کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے امریکہ کا پارلیمنٹ ہاؤس جس کا نام وائٹ ہاؤس WHIT HOUSE - PARLIAMENT HOUSE ہے۔ اور صدر امریکہ کا محل وغیرہ قابلِ دید عمارات میں سے ہیں۔ یہاں جارج واشنگٹن مشہور ترین سابق صدر امریکہ کی یادگار میں ایک عظیم الشان برج بنایا ہوا ہے۔ جس پر چڑھنے کے لئے زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے۔ ہم بھی وہاں پہنچے مگر قطار اتنی لمبی تھی کہ ہمیں لفٹ کے ذریعے اُوپر جانے کی باری شاید بعد از دوپہر ملتی، اس لئے ہم نے اس جرأت سے کام لیا کہ بجائے لفٹ کے سیڑھیوں پر پیدل اُوپر چوٹی پر پہنچ جائیں، جونہی ہم اس عزم کے ساتھ داخل ہوئے تو دربان نے کہا کہ ۹ صد سے زائد سیڑھیاں ہیں! پھر بھی میں نے ہمت نہ ہاری اور اُوپر چڑھنا شروع کیا۔ دو صد سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ناصر صاحب نے فرمایا کہ اب اس کے

---

۲ خواتین اور ایک انگریز مرد کا قبولِ اسلام

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲ خواتین اور ایک انگریز مرد کے قبول اسلام کے اقرار نامے موصول ہوئے ہیں ان کے نام اور پتے حسب ذیل ہیں :-

1- MISS INGRID FEODORA KLARA
HAYEN, MOHLENS STRASS 77.
JEVER/OLDENBERG

2- BARBARA MARY BARKU
HAY GREEN HOUSE
HAY GREEN LANE
BIRDWELL ON BROUSLEY
YORK (ENGLAND)

3- JOHN FERRIER RUXTON
29 YORK STREET
LONDON
W-1

بعد جوں جوں ہم اوپر چڑھتے چلے جائیں گے اس برج کی گولائی تنگ ہوتی چلی جائے گی، یہ کہنا تھا کہ میرا دم گھٹنا شروع ہوا۔ پس میں نے واپسی ہی کو غنیمت سمجھا اور اس مقصد کو ناتمام ہی چھوڑ کر واپس چلا آیا۔ یہاں یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ واشنگٹن کے اس مینار کا فنِ تعمیر قطب مینار کے سامنے ہیچ ہے۔ قطب مینار کے ہر حصے کے باہر آرام کرنے اور نظر دیکھنے کی روش ایک مفید حصہ عمارت کے علاوہ تعمیر کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے۔

یہ تمام مناظر دیکھنے کے بعد ہم ناصر احمد صاحب کے مکان پر واپس آئے اور کھانا کھانے کے بعد وہ مجھے میجر جنرل احیاء الدین صاحب کے ہاں لے گئے جہاں میجر صاحب موصوف معہ اہل و عیال میرے انتظار میں تھے۔ رات کے کھانے پر انہوں نے ایک امریکی نو مسلم مسٹر ایونز (MR. EVANS) کو بھی بلایا جو کہ میرے ووکنگ کے قیام ۱۹۵۰ء میں مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اور اس کو میری آمد کا انتظار رہتا۔ چنانچہ اسے آٹھ سال کا عرصہ گذرنے کے بعد ملنے پر مجھے بڑی خوشی ہوئی، کیونکہ وہ ایک پکا دیندار مسلمان ہے۔

واشنگٹن کا مرکز ربوہ

واشنگٹن میں جماعت ربوہ کے مرکز کے متعلق بھی کچھ اظہار خیال کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس مرکز کی جگہ اور عمارت کے انتخاب کی داد دینا پڑتی ہے۔ یہ مقام واشنگٹن کے اس حصہ میں ہے جو ہر لحاظ سے پسندیدہ ہے۔ اور تقریباً تمام ممالک کے سفارت خانے اسی حصۂ شہر میں واقعہ ہیں اور واشنگٹن کی عالی شان مسجد بھی اسی مقام کے قریب ہے۔ علاوہ ازیں یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ مذکورہ مکان بہت صاف ستھرا اور اچھا مزین رکھا ہوا ہے۔ نیچے کا ایک کمرہ بطور مسجد زیر استعمال ہے، اور ایک کمرہ بطور دفتر و لائبریری ہے۔ اوپر کی منزلوں میں رہائش کے وسیع اور موزوں متعدد کمرے ہیں۔ لائبریری میں اچھی قیمتی کتابیں ترتیب وار رکھی ہوئی ہیں اور مفت لٹریچر بھی موجود ہے۔ رسالہ سن رائز SUN RISE بھی اسی دفتر سے شائع ہوتا ہے۔ اس عمارت مسجد کا نام فضل عمر مسجد ہے اور ساتھ ہی ایک خالی جگہ بھی ہے جہاں پر مسجد بنانے کی تجویز زیر غور ہے۔ میں نے اس تھوڑے عرصہ میں دیکھا کہ مسٹر خلیل احمد ناصر صاحب ایک مستعد نوجوان ہیں، جو نہ صرف علمی لحاظ سے بہتر نظر آتے ہیں بلکہ پسندیدہ اخلاق و اطوار کی وجہ سے وہاں کی سوسائٹی میں ہر دلعزیز ہیں۔ تبلیغی لیکچروں کا سلسلہ انہوں نے اچھے وسیع پیمانے پر علاوہ ادائیگی فرائض ایڈیٹری اخبار "سن رائز" کے جاری رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ جنرل احیاء الدین نے بھی میرے سامنے ان کی تبلیغی جد و جہد کو سراہا۔ تیسرے دن شام کو میجر جنرل صاحب مجھے واشنگٹن کے ہوائی اڈہ پر رخصت کرنے کے لئے میرے ہمراہ تشریف لائے۔

نیویارک میں

ان سے رخصت ہو کر ڈیڑھ گھنٹہ کی پرواز کے بعد میں نیویارک پہنچا، یہاں میرے ہمراہی ڈاکٹر آرتھر پیکاک نے رہائش کے لئے ہوٹل میں انتظام کر رکھا تھا۔ کیونکہ وہ مجھ سے پہلے بوسٹن سے ہو کر نیویارک آ پہنچے تھے۔ نیویارک میں یو۔این۔او کا صدر مقام، بڑے بڑے بازار، گرجے اور سو سو منزل اونچی عمارات کو دیکھ کر امریکی تموّل کا اعتراف ہوتا ہے۔

واپس ووکنگ میں — شیخ میاں اللہ بخش صاحب سے ملاقات

۲۴؍ اگست ۱۹۵۸ء کی صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر شام کے پانچ بجے لندن کے ہوائی اڈہ پر پہنچا جہاں عزیزی سید محمود حسین میرے انتظار میں چشم براہ تھے اور انہوں نے اطلاع دی کہ میاں اللہ بخش صاحب اتفاق حسنہ سے ووکنگ تشریف لائے ہوئے ہیں اور میری آمد کا سن کر انتظار فرما رہے ہیں۔ جب میں ووکنگ پہنچا تو مجھے اُن سے مل کر بے انتہا خوشی ہوئی اور دیر تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔

تبلیغی نقطۂ نگاہ سے امریکہ کے تین طبقے

حالاتِ سفر تو ختم ہو چکے ہیں مگر اب میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ میدان تبلیغ کے متعلق جو کچھ میں نے وہاں مشاہدہ کیا اور جو کچھ میرے تجربہ میں آیا اسکو بھی بیان کر دوں، تبلیغ کے نقطۂ نگاہ سے امریکہ کے لوگوں کو میں تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

طبقۂ اوّل:۔ اس میں علمی و ادبی مذاق کے لوگ شامل ہیں۔ یہ لوگ بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے تعلق رکھتے ہیں جو ملک امریکہ میں لاتعداد ہیں۔ ان یونیورسٹیوں میں مذہب اسلام کی تعلیم کے متعلق ادارے موجود ہیں جہاں اسلامی تاریخ صنعت۔ ادب اور مذہب اسلام کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ان اداروں کے قابل پروفیسر آئے دن اسلام پر نئی نئی تصانیف کرتے ہیں۔ چنانچہ میں وہاں سے چند تصانیف خرید کر ووکنگ لائبریری کے لئے ساتھ لایا ہوں (ا) یہ طبقہ اس علمی ماحول میں پرورش پاتا ہے، اس کو اسلام کے ساتھ تعصب تو نہیں رہتا مگر مذہب اسلام کے اختیار کرنے کے لئے بھی وہ تیار نہیں ہوتا، اس طبقہ میں علمی طرز پر تبلیغ کی جائے تو نہایت ہی نتیجہ خیز ہوگی۔ میری رائے میں ان تمام یونیورسٹیوں کو ایک ایک سٹ تصانیف حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و تصانیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم پہنچانا مفید ہوگا۔ (ب) اسی علمی طبقے میں سے بعض افراد مفصلہ ذیل گرجوں کے ساتھ منسلک ہیں، یونی ٹیرین چرچ۔ یونیورسلسٹ چرچ اور یونیٹی چرچ۔ یہ لوگ اگرچہ خدائے واحد کے پرستار ہیں اور تمام انبیائے کرام بشمول حضرت عیسٰے علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق انبیا مانتے ہیں، مگر ان کا مسلمان ہونا پھر بھی بہت ہی مشکل نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان کا ماحول عیسائیت ہے۔ اور اپنی برادری سے قطع تعلق کرنا اپنے لئے اور اپنی تحریک کے لئے وہ باعث نقصان سمجھتے ہیں۔ (ج) ایک ایسا طبقہ ہے جو صرف منطق اور فلسفہ میں غرق ہے، اس لئے اپنے آپ کو مذہب سے بالاتر سمجھتا ہے۔

طبقۂ دوم:۔

اس میں تمام سفید فام عوام الناس شامل ہیں۔ یہ لوگ دنیا دی تگ و دو میں اس قدر منہمک ہیں کہ اُن کی زندگی میں مذہب کے لئے کوئی وقت ہی نہیں ہے۔ ان کی مصروفیات کا یہ عالم ہے کہ یہ صبح شام ڈالر ہی کمانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، اور رات کے وقت اس کمائی ہوئی دولت کو بے دردی سے خرچ کر دیتے ہیں، بس ان کے شام و سحر تو ایسے ہی گذرتے ہیں۔ اس طبقے کو مذہب کی طرف مائل کرنے کے لئے کسی زلزلۂ آسمانی ہی کی ضرورت نظر آتی ہے۔ اس طبقہ میں بعض بوڑھے مرد و زن مذہبی میلان ضرور رکھتے ہیں مگر ان کے لئے ایسے مذہب کی ضرورت ہے جس میں پابندیاں بھی نہ ہوں اور لوازمات اور احکام دینی سے بھی وہ مکلف نہ ہوں اور جنت بھی ہاتھ سے نہ جائے، لہٰذا ان لوگوں کے لئے بدھ مت اور بہائی مت وغیرہ میں اچھی خاصی گنجائش ہے۔ اسی طرح ہمارے نام نہاد صوفی بھی وہاں اچھے خاصے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر اسلامی عبادات اور مناسک کو وہ اپنے حسب حال نہیں پاتے۔ اور نہ ہی اس صراط مستقیم پر چلنے کی تکلیف گوارہ کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ بدھ مت اور بہائی مذہب کے لئے چندہ دے دینا اور چند لمحے خاموشی سے بیٹھ کر کچھ منتر پڑھ لینا ہی اپنے لئے کافی ذریعۂ نجات تصور کرتے ہیں۔ اس طبقہ میں تبلیغ کی بڑی گنجائش ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر لوگ ان مذہبی شعبدوں سے اُکتا کر اطمینان قلب حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

طبقۂ سوم:۔

یہ وہ لوگ ہیں جو امریکہ کے سیاہ فام باشندے کہلاتے ہیں، ان لوگوں میں اسلام کی تبلیغ نہایت مفید ہو سکتی ہے کیونکہ مذہب اسلام کا یہ اصول: خدا واحد ہے، اور تمام مخلوق بلاتفریق رنگ زبان و مدارج وغیرہ برابر ہے۔ اور خدا کی نظروں میں وہ اچھا ہے جو نیکوکار ہے اور خدا تعالےٰ سے خائف ہے۔ اصول مساوات اور حقیقی ...... اسلامی برادری کے لئے یہ لوگ متمنی ہیں اور اُن کی روز افزوں تعداد پیدائش سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ مستقبل میں امریکہ میں ان کا بہت دخل ہوگا۔ اس طبقہ میں تبلیغ نہایت مؤثر ہے۔ اگرچہ خطرہ یہ ہے، کہ سفید لوگ اس مبلغ سے گریز کریں گے جو سیاہ فام لوگوں میں کام کر رہا ہوگا۔ کیونکہ امریکہ میں سیاہ و سفید کی منافرت خصوصاً جنوبی ریاستوں میں ضرب المثل ہو چکی ہے۔

آئندہ واشنگٹن مسجد کے متعلق کچھ لکھا جائیگا۔

فقط والسلام

غلام ربانی۔

ووکنگ

بچّوں کا صفحہ ——— مُرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی تیسری مجلس

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

مہمان نوازی کی بے نظیر مثال

ایک دفعہ ایک عیسائی حضورؐ کا مہمان ہوا۔ شاید اس نے رات کے وقت زیادہ کھانا کھا لیا تھا، رات کو بستر ے پر ہی قضائے حاجت کر دی اور شرم کے مارے صبح ہونے سے پہلے ہی منہ اندھیرے چلا گیا۔ حضورؐ کے اخلاق کو دیکھو کہ حضورؐ نے اس بستر ے کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا۔ اور جب حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور کیوں تکلیف فرماتے ہیں ہم یہ کام کر دیتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ مہمان تو میرا تھا تمہارا تو نہیں تھا۔ مجھے ہی یہ کام کرنا چاہیئے۔ ابھی حضورؐ بستر ہ صاف کر ہی رہے تھے کہ وہ عیسائی لوٹا، وہ اپنی صلیب بھول گیا تھا وہ اسے لینے آیا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ سرکار دو جہاں اپنے ہاتھ سے بستر ہ صاف کر رہے ہیں تو اس کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے صدق دل سے کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا۔ اور کہنے لگا کہ ایسے اخلاق سوائے نبی کے اور کسی میں نہیں ہو سکتے۔ محمدؐ فی الواقعہ خدا کا سچا نبی ہے میں صدق دل سے اس پر ایمان لاتا ہوں۔"

دیکھا بیٹی! ایسے تھے ہمارے نبیؐ۔ کس قدر مہمان کی عزت کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا بھی کہ ہم بستر ہ صاف کر دیتے ہیں مگر حضورؐ نے فرمایا کہ مہمان تو میرا تھا۔ میں ہی صاف کروں گا۔ اس کا نتیجہ کیا اچھا نکلا۔ ایک کافر فی الفور مسلمان ہو گیا۔ اس قسم کے اخلاق سے ہی ہمارے نبیؐ کا دین دُنیا میں پھیلتا گیا محض زبانی وعظ و نصیحت سے کام نہیں چلتا۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنا نمونہ بھی اسکے پیش کرے۔ اور جو نصیحت کرے خود بھی اس پر عمل پیرا ہو۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم میں یہی وصف تھا کہ جو نصیحت کرتے تھے خود بھی اس پر عمل کرتے تھے۔

حبشہ والوں کی خاطر و مدارات

ایک وقت تھا کہ حضورؐ کے صحابہؓ نے مُلک حبشہ میں پناہ لی تھی، حضورؐ کو حبشہ والوں کی خدمت کا اَب تک احساس تھا۔ جب وہاں کے کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے بڑی عزت و توقیر سے اپنے ہاں مہمان رکھا۔ صحابہ رض نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں بھی ان کی خدمت کا موقع دیا جائے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ میں ہی ان کی خاطر و مدارات کروں گا کیونکہ انہوں نے ہمارے دوستوں کو پناہ دی تھی۔ اور آڑے وقت میں اُن کی مدد کی تھی۔

نجران کے عیسائی وفد کی خاطر و مدارات

نجران کے عیسائی جو حضورؐ سے مباحثہ کرنے آئے تھے۔ ان کو بھی حضورؐ نے اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور ہر طرح سے ان کو آرام پہنچایا۔ بلکہ اپنی مسجد میں ہی اُن کو گرجا کرنے کی اجازت بھی دے دی۔

ایک دفعہ ایک غیر مُسلم آپؐ کے ہاں مہمان ہُوا۔ آپؐ نے ایک بکری کا دُودھ دوھ کر اس کے سامنے پیش کیا۔ وہ سب پی گیا۔ پھر حضورؐ نے دوسری بکری کا دُودھ منگوایا۔ وہ بھی پی گیا۔ یہاں تک کہ سات بکریاں اس وقت موجود تھیں۔ جب تک وہ سیر نہ ہوا آپؐ برابر اس کو پلاتے رہے۔

اَب میں تم کو اپنے نبیؐ کی مدح میں ایک نظم سُناتی ہوں۔ اس نظم کے بعض الفاظ تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ مگر کچھ نہ کچھ تو ضرور سمجھ جاؤ گی۔ سُنو:—

ایک نعت

سیّدِ اولادِ آدم۔ رحمۃٌ للعالمین ٭ یہ شرف مخصوص ہے خیرُالوریٰ کے واسطے

تاجدارِ ہفت کشور بادشاہِ انس و جاں ٭ مایۂ صد فخر و نازش انبیاء کے واسطے

آسمانِ مکرمت مہرِ سپہرِ عزّ و شاں ٭ ابرِ نیسانِ کرم خلقِ خُدا کے واسطے

کیا زمیں کیا آسماں کیا آفتاب و ماہتاب ٭ حق تعالیٰ نے بنائے مُصطفٰے کے واسطے

جب صبا لائی چمن میں بوئے زُلفِ مُصطفٰے ٭ کھل گئے غنچوں کے مُنہ صلِّ علیٰ کے واسطے

میمِ احمد کے ہیں پردے میں نہاں اے دوستو! ٭ راز اک اہلِ خرد اہلِ وفا کے واسطے

سخت بیکل ہوں مجھے لے چل دیارِ یار میں ٭ مان لے کہنا صبا میرا خُدا کے واسطے

اے سرورِ جان و دل اے قبلۂ ایمان و دیں ٭ وقف ہے میری زباں تیری ثنا کے واسطے

خونِ دل کب تک پیوں اور کب تلک خونِ جگر ٭ کب تلک تڑپا رہوں تیری لقا کے واسطے

پھر دکھا اک بار جلوہ رُوئے پُر انوار کا ٭ خالقِ کونین ربِّ ذوالعلیٰ کے واسطے

زخمِ دل بھرتا نہیں خونِ جگر تھمتا نہیں ٭ کچھ تو کر سامان اَب میری شفا کے واسطے

دولتِ کونین ملتی ہے غلامی سے تری ٭ خلق کیوں حیران ہے ظلِّ ہما کے واسطے

آستاں تیرا زیارت گاہِ جبریلِ امیں ٭ خاکِ پا کحل البصر اہلِ صفا کے واسطے

جو کرے طاعت سے تیری انحراف اے شاہِ دیں ٭ ہے جہنّم کی سزا اُس ناسزا کے واسطے

لے چلا دُنیا سے مُوسٰی دل میں سوزِ عشقِ مُصطفٰے ٭ بس یہی درکار ہے روزِ جزا کے واسطے

ہے تمنّا روزِ محشر یا شفیعَ المُذنبیں
مجھ پہ بھی نظرِ کرم ہو کبریا کے واسطے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرق رحمت برآر گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۴۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ ـ مطابق ۵ نومبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۲

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو

اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اوّل خدا کی توحید اختیار کرو اور دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو نصیحت

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو، خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائیگی نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو، برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو، اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں، اوّل خدا کی توحید اختیار کرو، دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے، اس کا انجام اچھا نہیں۔ میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازیگر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے، اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے، جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض کا قلع قمع نہ کیا جاوے مرض دفعہ نہیں ہوتا میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے بخل ہے، رعونت ہے خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور باہم اخوت اور محبت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتی ہے، بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۸ ستمبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار:۔

ہوائی ڈاک سے لاہور مرکز کو چار روزہ تبلیغی ڈائری اور مکتوب عزیزم عبدالحمید پراچہ بھجوایا۔ عزیمت سلیمانیہ سے جناب مرزا محمد خان صاحب بیگ از احباب ربوہ کا مکتوب گرامی مرقومہ ۲۳ ستمبر ملا۔ نائیجیریا سے چند انگریزی اخبارات از مسٹر سالا دادا رسلے۔ لندن سے جناب خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب نامی کسی محب نے کتابچہ مسمیٰ "حقیقت آزادی" ارسال فرمایا ہے۔ سید ارشاد حسین صاحب رضوی نے کوہستان کے دو ہفتوں کے پرچے بھجوائے۔

۲۹ ستمبر ۱۹۵۸ء بروز پیر:۔

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے کتابچہ "حقیقت آزادی" کا نصف حصہ سنایا، ۲ گھنٹہ بیٹھے، کوہستان کے پرچے لے گئے۔ جناب محمد شیر افگن خان حلہ کو پیغام صلح ۱۶، ۱۸، ۱۹ اور گل محمد صاحب بغداد کو پیغام صلح ۲۷ و رسالہ "کافر" ڈاک سے بھجوایا۔ جناب محمد شیر گل صاحب بغداد کو پیغام صلح ۳۳ اور سید ارشاد حسین صاحب رضوی کو ۲۲، ۲۴ مع تین پرچے "مدینہ" بجنور دستی بھجوائے۔

۳۰ ستمبر ۱۹۵۸ء بروز منگل:۔

کتابچہ "حقیقت آزادی" کا بقیہ نصف حصہ میرے بھائی سید حسام نے پڑھ کر سنایا، خواجہ صاحب موصوف نے جس نیک مقصد کے لئے یہ کتابچہ لکھا اور اسے مفت تقسیم فرما رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو اس کی جزائے خیر دے یہ کتابچہ انسان پرستوں کے لئے سرمۂ بصیرت ثابت ہوگا۔ پیروں اور نام نہاد خلفاؤں اور باطل پرست رہنماؤں کے معتقدین اور دلدادہ اصحاب کے لئے درسِ عبرت ہے۔

بحری ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح ۲۳، ۳۴، ۳۵ کے تین بنڈل مشتمل بر اعلاد چار اور لائٹ ۲۲، ایک عدد (یہ غالباً ڈاک میں کہیں رہ گیا تھا) اور رنگون سے دو پرچے صدق جدید کے ملے۔

بصرہ سے اخویم سچوانی صاحب کا خط مرقومہ ۲۸ ستمبر ملا اُن کے خط سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ محترمی غلام ربانی صاحب امام جامع ووکنگ کا امریکہ کا تبلیغی سفر نہایت ہی کامیاب رہا، فالحمد للہ۔

یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ:۔

اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی بصرہ کے خط کا جواب دیا۔ عزیزم عبدالحمید پراچہ کو پیغام صلح ۲۵، ۳۴، ۳۵ اور لائٹ [illegible] ڈاک سے بھیجا [illegible] عراق کو پیغام صلح [illegible] ڈاک سے بھیجا۔

۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات:۔

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے۔ کوہستان سے الفضل کے ایک اداریہ بمناسبت امام حسین علیہ السلام سے متعلق ایک اقتباس اور مدینہ مجریہ یکم ستمبر سے دو مضمون بعنوان "مذہب اور سیاست" اور "عرب اتحاد امریکی بلاک" پڑھ کر سنایا، ہر دو مضامین مدیر محترم اخبار پیغام صلح کی نظر خاص کے محتاج ہیں، پیغام میں ان پر محترم موصوف کی قلم سے تبصرہ عامۃ الناس کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ صوفی صاحب محترم کو پیغام صلح ۲۵، ۳۴، ۳۵ معہ کتابچہ "حقیقت آزادی" دیا، ان سے مدینہ ملا۔

کوہستان مجریہ ۱۵ اگست میں "آج کی باتیں" میں یادش بخیر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج بین الاقوامی ہائیکورٹ کو ایک عرصہ دراز کے بعد یاد کیا ہے۔ اخبار مذکور کو عزیزم آفریدی صاحب کے ملاحظہ کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ ان کے کسی وقت آنے پر دیا جاوے گا۔ رنگون برما سے ہمارے بوڑھے مجاہد اکبر خان صاحب کا مکتوب مرقومہ ۲۴ ستمبر ہوائی ڈاک سے ملا۔ آپ ستمبر کے مہینہ میں مثانوں کے زخم کی وجہ سے سخت تکلیف میں رہے عمل جراحی کیلئے مستقل ہسپتال میں دس دن رہنا پڑا، اب خدا کے فضل اور احباب کی دعاؤں سے تدرسے آرام ہے مکمل صحت یابی کے لئے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے احباب اس انتھک بے لوث مجاہد کے لئے درد دل سے دعا فرماویں، برما میں اس شمع ہدایت کے پروانے خدا کے فضل سے دین مصطفوی کی بہترین خدمات انجام دیں اور دے رہا ہے، اللہ تعالےٰ صحت اور عمر طویل عطا فرمائے اور خدمت دین کی مزید توفیق بخشے۔ آمین۔ ان کی جانب سے بحری ڈاک سے تین عدد صدق جدید کے پرچے بھی ملے۔

۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ:۔

عزیزم عبدالحمید پراچہ قبل صلوٰۃ الجمعہ گھر تشریف لائے دیر تک تبلیغی سلسلہ میں گفتگو رہی۔ عزیز کو برائے مفت تقسیم ۹ عدد کتابچہ مختلف موضوعات پر انگریزی لٹریچر کے دیئے، عزیز چونکہ انگلستان میں تین سال کا عرصہ رہ چکے ہیں، وہاں ... کے غیر مسلم حلقۂ احباب میں اس نافع الناس لٹریچر سے بھی دم لے رہے ہیں۔ جزاہ اللہ

۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز سنیچر:۔

جناب مرزا محمد خان صاحب عزیمت کو ان کے خط کا جواب ڈاک سے دیا۔ جناب سید صفدر علی صاحب [illegible] کو پیغام صلح ۲۵، ۳۴، ۳۵ ڈاک سے بھجوایا۔

۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار:۔

جناب گل محمد صاحب کو پیغام صلح ۳۲ اور رسالہ "وٹ از ان نیم" ڈاک سے بھیجا۔ مجاہد برما اکبر خان صاحب رنگون کے خط کا جواب ہوائی ڈاک سے دیا۔

۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز پیر:۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے تقریباً ایک ہفتہ سے موصوف کی طبیعت خراب ہے۔ بخار بھی آرہا ہے ڈاکٹری علاج بھی کروا رہے ہیں، اللہ تعالےٰ موصوف کو صحت کاملہ بخشے احباب اور بزرگان سلسلہ سے درخواست دعا ہے۔ صوفی صاحب موصوف نے اخبار مدینہ مجریہ ۵ ستمبر سے ایک مضمون بعنوان "اسلام ایک امریکن اخبار نویس کی نظر میں" پڑھ کر سنایا، بے ساختہ زبان پر مسیح وقت علیہ السلام کا یہ شعر ؎

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
ہو رہے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

جاری ہوگیا۔ اللہ اللہ یہ فیض امام زمان ہی کا ہے، حضور کے شاگردوں کی تحریرات نے یورپ اور امریکہ میں ایک دینی علمی انقلاب پیدا کر دیا ہے، کاش ہمارے دوسرے مسلمان اس طرف توجہ فرماویں، نیز صوفی صاحب موصوف نے پیغام صلح ۲۵ سے وہ معرکۃ الآرا مضمون "جواب خط" کا تتمہ جو بقلم شکر اللہ خان صاحب منصور بجواب محمد جعفر خان صاحب شائع ہوا ہے پڑھا۔ قبلہ مرتضیٰ خان صاحب یاد آگئے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں یہ شعر لکھا ہے ؎

نوکِ قلم سے دجل کا سر کر دیا قلم
پشت و پناہِ ملتِ بیضا تمہیں تو ہو

اپنی پوری شان کے ساتھ مسیح کے شاگرد رشید شکر اللہ خان صاحب کی شمشیر براں قلم میں بھی نمایاں طور پر نظر آرہا ہے اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کو جزائے خیر دے۔

صوفی صاحب سے مدینہ کے دو پرچے ملے اور انھیں صدق جدید کے ۴ پرچے دیئے۔

۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز منگل وار:۔

جناب عبدالعزیز صاحب خیاط کرکوک کو لائٹ ۲۷ اور پیغام صلح ۲۴ اور رسالہ "جلسہ سالانہ کی دو تقریریں" ڈاک سے بھجوایا۔

۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ:۔

جناب عبدالحکیم صاحب کو ...... پیغام صلح ۳۰ اور جناب محمد شیر گل صاحب ۳۴ دستی بھجوایا۔ بحری ڈاک سے "روح اسلام" مجریہ جولائی تا ستمبر دس عدد، اور لائٹ ۳۳-۳۱ تین عدد مختلف العنوان ملے۔ سید صفدر علی صاحب کو "روح اسلام" کا تازہ پرچہ اور چند مدینہ کے پرچے دستی بھجوائے۔

۹ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات:۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے موصوف کی طبیعت اب بھی بہتر نہیں، ہوئی انفلوئنزا ہوگیا ہے علاج جاری ہے۔ اللہ تعالےٰ شفا بخشے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۵ نومبر ۱۹۵۸ء

مسیح موعودؑ کا علمِ کلام

حضرت مجدد وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے بڑی کرامت جو عطا کی گئی وہ ایک ایسا علمِ کلام ہے جو تمام ادیان پر اسلام کو غالب کرنے کا موجب ہے۔ قرآن کریم کی آیہ کریمہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، کہ مسیح موعودؑ کو ایسا علم کلام دیا جائے گا جس سے وہ دین اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ثابت کر سکیں، ایک وہ غلبہ تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسلام کو حاصل ہوا، اور آپ کے بعد صحابہؓ کے زمانہ میں اس غلبہ کی سرحدیں مشرق و مغرب میں دُور دُور تک پہنچ گئیں، لیکن یہ ظاہری اور جسمانی غلبہ تھا، جو اقوام عالم پر اسلام کو حاصل ہوا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جلالی کا اظہار تھا جس نے اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کا سکہ دنیا پر بٹھا دیا، اب شانِ جمالی کے اظہار کا زمانہ ہے، کیونکہ آج دین کا مقابلہ تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ دلائل اور براہین کے ذریعہ ہوگا، اس لئے اسی ہتھیار سے کام لینا چاہیئے۔ مسیح موعودؑ کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے زمانہ میں دین کا غلبہ دلائل و براہین سے ہوگا۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مجدد وقت نے اسلام کی تائید میں جو دلائل و براہین دیئے ہیں وہ اس قدر لاجواب ہیں کہ کسی بھی دین کو ان کے مقابلہ میں سر اُٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ آپ کے زمانہ میں عیسائی، آریہ برہمو سماج وغیرہ مذاہب ایک طرف اور سائنس اور فلسفہ دوسری طرف اسلام پر جس طرح حملہ آور ہو رہے تھے، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسلام پھر دنیا میں غالب آسکے گا۔ خود مسلمانوں کے دلوں سے ایمان اُٹھ چکا تھا۔ اور وہ اسلامی نظریات کو تاویلات کے ذریعہ سے سائنس اور فلسفہ کے تابع کر کے اُسے بچانے میں کوشاں تھے، ایسی حالت میں حضرت مجدد وقت نے جو علم کلام دنیا کو دیا اس نے حالات کو یکسر پلٹ دیا اور دین اسلام کو مغلوبیت سے نکال کر غالب کر دکھایا، عیسائیت آپ کے علم کلام سے ایسی پسپا ہوئی کہ مسیحی کلیساؤں سے سرکلر نکل گئے کہ مرزا صاحب اور ان کے ماننے والوں سے دینی مباحثات نہ کئے جائیں۔ آریہ سماج آپ کے دلائل و براہین کے مقابلہ سے عاجز آکر گالیوں پر اُتر آئی۔ جس کے نتیجہ میں خدائی غیرت نے لیکھرام کی ہلاکت کا نشان دنیا کو دکھا کر اسلام کی عظمت و صداقت پر ایک اور مہر ثبت کر دی، یہی حال دیگر مذاہب کا ہوا، برہمو اور دیو سماج وغیرہ کا کوئی اثر باقی نہ رہا، اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں نہ عیسائیت ہے، نہ ہندوؤں کا کوئی فرقہ، دوسری طرف سائنس اور فلسفہ کو بھی حضرت مرزا صاحب نے صاف

جواب دیا کہ اسلام کو اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے کی ضرورت نہیں، اس کے اصول و نظریات ہی غالب آکر رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آج اسلام کے مقابلہ میں فلسفہ ہے نہ سائنس کی وہ آویزش جو آج سے پون صدی پہلے تھی، بلکہ اسلام بڑے طمطراق کیساتھ موجودہ سائنس اور فلسفہ کی سرزمین میں پہنچکر دلوں میں اپنی عظمت و معقولیت بٹھاتا چلا جا رہا ہے، آج مغرب کی وادیاں حضرت مرزا صاحب کے خدام کی اذانوں سے گونج رہی ہیں اور ان کا علم کلام اہل یورپ کے دلوں کو کھاتا چلا جا رہا ہے۔ اور سینکڑوں تعلیمیافتہ مسلمان ہیں جن کا دین و ایمان دہریت کی زہریلی آگ میں بھسم ہو چکا تھا لیکن حضرت مرزا صاحب کا علم کلام انہیں راہ ہدایت پر لے آیا۔ کیا یہ حضرت مجدد وقت کے علم کلام کے بلند پایہ ہونے کا نمایاں ثبوت نہیں، کیا ایسے پُرتاثیر علم کلام کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت و مجددیت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟ صرف ایک نقطہ تھا، جو عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے بلکہ اسے پیچھے ہٹانے کا موجب ہوا، اور ہزاروں مسلمان کہ فتنۂ صلیب کا شکار ہونے سے بچ گئے ...... مسیح مر گیا اور وہ اب دوبارہ نہیں آسکتا صرف ایک نقطہ تھا جس نے آریہ سماج اور برہمو سماج وغیرہ کو لاجواب کر دیا، خدا خالق ہے اور وہ اپنی تخلیق کے لئے کسی روح و مادہ کا محتاج نہیں، اس کی ہدایت ہمیشہ دنیا کی رہبری کے لئے آتی رہی یہاں تک کہ قرآن کریم کی شکل میں کامل و مکمل ہدایت دُنیا کو مل گئی، وہ اب بھی اپنے پاک بندوں سے کلام کرتا اور اپنی ہستی کا ثبوت تازہ بتازہ نشانات سے دیتا ہے جیسے پہلے نبیوں اور رسُولوں کے ذریعہ سے دیتا رہا ہے، صرف ایک نقطہ ہے جو تعلیمیافتہ طبقہ کو قرآن کریم کی طرف لانے اور اس کی عظمت و صداقت کا قائل بنانے کے لئے آپ نے پیش کیا وہ یہ کہ یہ ایسی بلند پایہ کتاب ہے، جو نظریہ یا دعوےٰ وہ پیش کرتا ہے اور اس کا ثبوت بھی وہ خود ہی دیتا ہے دوسرے مذاہب کی طرح نہیں کہ ان کی آسمانی کتابیں اپنے نظریات و معتقدات کی صحت ثابت کرنے کے لئے پادریوں اور مذہبی لیڈروں کی وکالت کی محتاج ہیں، آپ نے بتایا کہ قرآن ایک یگانہ اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے جو دوسری مذہبی کتب کو حاصل نہیں، قرآن کی تعلیمات اس کے اپنے پیش کردہ دلائل و براہین کی روشنی میں خود بخود دلوں میں گھر کرتی جاتی ہیں، لیکن دوسرے مذاہب کی تعلیمات کو یہ مقام حاصل نہیں یہ ہے وہ علم کلام جو حضرت مجدد وقت نے پیدا کر کے اسلام کو تمام ادیان اور تمام ملحدانہ خیالات پر غالب کر دکھایا اور

آج اسی علم کلام کی بدولت لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو واقعات بینہ کی صورت میں ہم پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں ان کھلے واقعات کے ہوتے ہوئے تو مرزا صاحب کو اسلام سے منحرف اور دشمن اسلام قرار دینا کتنی بڑی جسارت ہے، کاش مسلمانوں کا تعلیمیافتہ طبقہ واقعات کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھے اور حق و صداقت کا ساتھ دے کہ عنداللہ ماجور ہوں، امام وقت کے ساتھ ہو کر اسلام کی خدمت کرنا، اور اس کے علم کلام سے فائدہ اُٹھا کر دین کے غلبہ میں حصہ لینا ایسی نیکی ہے جو دنیا و آخرت کی حسنات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس کو حاصل کرنا ہر صداقت شعار انسان کا کام ہونا چاہیئے ؎

غنیمت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہرحالت شود پیدا

اخبارِ احمدیہ

جلسہ مشاورت و معتمدین

یکم نومبر کو جماعت کا ایک جلسہ مشاورت مرکز میں منعقد ہوا جس میں بہت سی بیرونی جماعتوں کے نمائندے شامل تھے اور ۲ نومبر کو مجلس معتمدین کا انعقاد ہوا، ان دونوں جلسوں میں محترم شیخ میاں محمد صاحب اور مکتبہ احمدیہ ۲۳ مال روڈ کے دیگر اراکین بھی شامل تھے، دونوں جلسوں میں بعض اہم فیصلے ہوئے جن کی تفصیل آئندہ اشاعت میں دی جائے گی۔

جماعت اسمٰعیل آباد کا ماہانہ جلسہ

سکرٹری صاحب جماعت اسمٰعیل آباد لکھتے ہیں کہ جماعت کا ماہانہ جلسہ ۱ اکتوبر کو زیر صدارت قاضی شیر محمد صاحب منعقد ہوا، سب سے پہلے قاضی صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی، پھر قاضی حبیب احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم در مدح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دردِ تزئین سے پڑھکر سنائی۔

پھر دین محمد صاحب بلوچ نے رسُول اکرمؐ کی سیرت پر ایک تقریر کی۔ اور ثابت کیا کہ "مسیح موعود کو ماننا رسول کریمؐ کے فرمان اقدس کو پورا کرنا ہے۔"

پھر حبیب احمد صاحب نے مسیح موعودؑ کی ایک کتاب سے رسول کریمؐ کی شان میں ایک اقتباس پڑھ کر سنایا۔

بعد ازاں لطیف مرزا نے "سرور عالمؐ" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ثابت کیا کہ آنحضور صلعم دنیا کے حقیقی لیڈر تھے۔

اس کے بعد سکرٹری جلسہ عبدالرشید خاں صاحب نے جماعتی تنظیم کے متعلق تجاویز پیش کیں جنہیں مناسب ترمیم کے بعد تمام حضرات نے منظور کر لیا۔

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ۲۰-۹-۵۸ کو ایک نئے صاحب ایس۔ ڈی چوہان داخل جماعت ہوئے۔ آخر میں حاضرین جلسہ کی تواضع کی گئی۔ اور نشست برخاست ہوئی۔

اخبار و افکار

خوشحالی کا دور

پاکستان میں مارشل لا کا نفاذ امن اور خوشحالی کے دور کا آغاز ہے، لیٹروں اور غاصب لیڈروں، ذخیرہ اندوزاور ناجائز منافع خور تاجروں اور دوکانداروں، سمگلنگ، اور رشوت ستانی کرنے والے زراندوزوں کو بلا لحاظ جاہ و مرتبہ جس طرح چن چن کر گرفتار کیا جا رہا ہے، اور غلہ، سونا اور نقد روپیہ جو اس وقت تک برآمد ہوا اور ہو رہا ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مارشل لا گویا ایک جادو کی چھڑی ہے جس نے آنکھ جھپکتے ہی ملک کو تباہی اور بربادی کے رستہ سے ہٹا کر خوشحالی اور امن کے رستہ پر ڈال دیا ہے، اگرچہ ایک عامی آدمی کو ابھی اشیائے صرف کی کمیابی کی وجہ سے تکلیف پیش آ رہی ہے، جو قیمتوں پر کنٹرول ہو جانے کی وجہ سے ناجائز منافع خور تاجروں کی ضد کا نتیجہ ہے، لیکن یہ وہ اثرات ہیں جو نظم و نسق کو بہتر بنانے سے ابتداء پیدا ہونے ضروری ہیں، اور انشاءاللہ وہ وقت آنے والا ہے جب ہر چیز آسانی کے ساتھ سستی اور با فراط مل سکے گی۔ ہماری معیشت جس ڈگر پر چلتی رہی ہے اور اخلاق اور نفسانی کے جو جذبات قوم کے ہر فرد کے اندر پیدا ہو چکے ہیں، ان کو بدلنا اور صحیح رستہ پر لانا ایک دن کا کام نہیں، بگڑا ہوا انسان اپنی عادت کو پورا کرنے کے لئے مختلف رستے اختیار کرتا ہے اور جب تک ان تمام رستوں کی ناکہ بندی نہ ہو جائے اس کی درستی مشکل ہے، اس لئے ابتداءً اگر تھوڑی سی تکلیف بھی پیش آئے تو حالات کی درستی کے لئے اسے خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے کہ آگے چل کر اس سے بہتر حالات پیدا ہوں گے اور ملکی معیشت میں ایک ایسا خوشحالی کا دور آئے گا جو بہت سے دوسرے ممالک کے لئے رشک کا موجب ہو گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

مستحکم عملی نمونہ

قوموں کے ادبار و زوال اور اُمت مُسلمہ... کی موجودہ خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "نوائے وقت" نے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ:

"ایک بڑے عالم کا قول ہے کہ انسان کی رُوح اس لئے بیمار نہیں کہ زبانوں نے تعلیم کم کر دی اور کاغذوں پر زیادہ نہیں لکھا گیا، بلکہ اس کا اصلی دکھ زندگی کی عملی مشکلات میں ہے اور صرف وہی تعلیم فتح مند ہو سکتی ہے جو ایک مستحکم عملی نمونہ اپنے ساتھ رکھتی ہو اور عملی حقیقت کے لحاظ سے اولین نمونہ حامل قرآن و اولین داعی اسلام کا ہے۔"

یہ فی الواقع صحیح ہے کہ قوموں کی اصلاح و سدھار کے لئے کوئی مستحکم عملی نمونہ اُن کے سامنے ہونا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی متابعت میں صحابہ کرام بلکہ خلفائے راشدین کا عملی نمونہ ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی تصرفات کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے، کہ عربوں جیسی اکھڑ اور ہر قسم کی برائیوں اور رذائل میں لتھڑی ہوئی قوم صرف بیس بائیس سال کے عرصہ میں ہر قسم کی خرابیوں سے پاک ہو کر دنیا کی ہادی و رہنما بن گئی۔ لیکن روحانی تصرفات کے ساتھ آپ کے عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ کا بھی بہت بڑا اثر ہے۔ جس کی آج بھی اگر متابعت کی جائے تو مسلمان پھر ایک پاک اور زندہ قوم بن جا سکتی ہے۔

نسلی منافرت

افسوس ہے کہ اس علمی روشنی کے زمانہ میں بھی جب قوموں کا ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر رابطہ ہو چکا ہے کہ باہم میل جول اور تعلقات کے بغیر گزارہ نہیں، نسلی اور لونی منافرت ان لوگوں میں ابھی تک پائی جاتی ہے، جو علم و تہذیب کے علمبردار اور دنیا کی رہبری کے دعویدار ہیں امریکہ جیسا ملک جس کو پسماندہ اقوام کی بہتری اور ترقی کا بہت بڑا دعویٰ ہے اور وہ اس پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتا ہے، خود اس کے وطن میں بڑے بڑے پڑھے لکھے اور دولت مند لوگ ہیں، جو محض رنگ اور نسل کی وجہ سے سفید آدمیوں کی نفرت و حقارت کا شکار ہیں، اور ان کے بچے سفید لوگوں کے بچوں کے ساتھ مل کر نہیں پڑھ سکتے۔ جنوبی افریقہ میں سفید چمڑی والوں نے اصلی باشندوں پر تسلط جما کر محض اس وجہ سے کہ اُن کا رنگ سیاہ ہے تمام انسانی حقوق سے انہیں محروم کر رکھا ہے اور صرف اپنے آپ کو ان حقوق کا واحد اجارہ دار بنا لیا ہے، اسی وجہ سے وہاں سالہا سال سے نسلی و لونی منافرت کی جنگ جاری ہے، اور تمام دنیا کی مخالفتوں اور اقوام متحدہ کی کوششوں کے باوجود یہ منافرت ختم نہیں ہو سکی۔

انگلستان میں اگرچہ حالات ایسے ناگفتہ بہ نہیں تاہم کالے آدمی کو کئی ایسی مشکلات درپیش ہیں جو محض اس کے رنگ کا نتیجہ ہیں، معاصر نوائے وقت کے لندنی نامہ نگار کا تازہ بیان ہے کہ

"انگریز بجا طور پر کہتا ہے کہ اس ملک میں اجتماعی نسلی امتیاز نہیں ہے، لیکن ایک رنگدار طالب علم کو لندن میں آنے کے فوراً بعد، رہائش کی تلاش کے دوران میں ایسے تجربات ہو جاتے ہیں کہ اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس ملک میں رنگدار انسانوں کو اپنے رنگ کی قیمت ادا کرتی پڑتی ہے"

اس سے بدتر ہندوستان کا حال ہے، جہاں ایک اچھوت کا سایہ بھی برہمن پر پڑ جائے تو وہ لائق کشتنی سمجھا جاتا ہے۔ ان حالات میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بڑی عظمت نظر آتی ہے کہ نہ صرف عرب جیسی قوم سے آپ نے رنگ و نسل کے امتیاز کو یکسر مٹا دیا، اور بلال و صہیب جیسے سیاہ فام انسانوں کو محض ان کی نیکی اور تقوےٰ کی وجہ سے عزت و عظمت کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیا، بلکہ تمام نسلِ انسانی کو ایک خدا کی مخلوق اور ایک ماں باپ کی اولاد قرار دے کر سلسلۂ اخوت کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر میں جکڑ دیا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے اندر آ کر گورے اور کالے، یورپی اور افریقی، یہودی اور عیسائی کا امتیاز مٹ جاتا ہے اور دنیا امن و راحت کے رستہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔

عرب ممالک میں تبلیغ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

اللهم احسن عاقبتنا فى الامور كلها واجرنا فى الدنيا والآخرة = ربنا اننا سمعنا مناديًا ينادى للايمان ان آمنوا بربكم فآمنا ربنا (فآمنا کا وقت جماعت پر آ گیا ہے دیکھا جاوے کیا کرتے ہیں خدا کے دعووں کے پورا ہونے کی سنت یہی ہے۔ اوفوا بعهدى اوف بعهدكم) فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا وآتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد

آمین

عبداللہ عفی عنہ

3-11-58

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس ذمہ داری اور اسلامی حکومت کا نقشہ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا

اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے متعلق آنحضرت صلعم کا احساس

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کے متعلق حدیث میں ایک خاص ذکر ہے۔ ابن مسعودؓ آنحضرت کے پاس کثرت سے بیٹھتے تھے اور آپ سے تعلیم لیتے تھے لوگوں کو یقین تھا کہ مرتبہ نبی کریم صلعم کے بعد قرآن کا علم ان کا حصہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دفعہ فرمایا یا ابن مسعود اقرأ علی القرآن۔ اے ابن مسعود مجھے قرآن پڑھ کر سنا۔ میں نے کہا اقرأ علیک وانزل علیک کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ خود آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ اس فقرہ میں ابن مسعود نے تعجب کا بھی اظہار کیا اور تھوڑی سی جرأت بھی کی۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی احب ان اسمعہ من غیری۔ مجھے اس میں لذت آتی ہے کہ میں دوسرے سے پڑھوا کر سنوں فقرأت علیہ سورۃ النساء میں نے سورۃ النساء پڑھ کر سنانی شروع کی حتی اتیت ھذہ الآیۃ یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا تو اس پر حضور نے فرمایا حسبک الآن اب بس کرو، فالتفت الیہ فاذا عیناہ تذرفان۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپکو قیامت کے دن اپنی امت کے متعلق گواہی دینی ہوگی۔ اس بات نے حضرت کو بیتاب کر دیا۔ آپ کے دل میں خیال گذرا کہ میرے بھی فرائض ہیں جن کے بارہ میں مجھے قیامت کے دن جواب دہی کرنی ہوگی۔ اس کا غم آپ کے دل میں پیدا ہوا جس کا اظہار آنکھوں سے کیا۔ دو تین مرتبہ ایسا خیال شدت کے ساتھ پیدا ہوا۔ ایک تو قرآن کریم ہی میں لکھا ہے فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین۔ ہم ان لوگوں سے بھی جن کی طرف رسول بھیجے گئے سوال کریں گے اور رسولوں سے بھی جواب طلب کریں گے، اس بارہ میں لکھا ہے کہ حضرت کو اس چیز کا بہت غم لاحق رہتا تھا، ایک جگہ حدیث میں لکھا ہے شیبتنی ھود۔ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ ایک بزرگ نے کشف میں آپ سے دریافت کیا کہ کونسی چیز سورۃ ہود کے اندر ہے جس کے احساس نے آپ کو بوڑھا کر دیا، فرمایا اس سورۃ میں ہے فاستقم کما امرت جو حکم تجھے دیا گیا ہے، اس پر استقامت اختیار کر، اس چیز نے مجھے بوڑھا کر دیا اور ابتداء نزول وحی کے وقت آپ کانپنے لگ گئے اور فرمایا خشیت علی نفسی میرے ذمہ ایسا کام ڈالا گیا ہے کہ اس خیال سے میری جان نکلی جاتی ہے کہ یہ کام کس طرح پورا ہوگا، معلوم ہوا حضرت کو اپنے فرائض منصبی کا بہت بڑا احساس تھا، خدا کا مامور ہے، افضل الرسل ہے، اور بہت بڑی خدمت کر کے دکھا دی ہے باوجود اس کے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا اس قدر شدید احساس ہے۔

لیڈر کے فرائض

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرائض اور ذمہ داری کا بہت احساس ہونا چاہیئے، بالخصوص ایک لیڈر کو اس کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو دوسروں کی گمراہی کا باعث ہو، اسے ہر بات میں عدل و انصاف سے کام لینا ہے یہ بہت مشکل چیز ہے بالخصوص سیاست میں اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونا بہت مشکل ہے، کہیں عزیز و اقارب ہیں، کہیں دوست ہیں، ان سب کی فرمائشیں ہیں، اگر ان فرمائشوں کو پورا کرے تو عدل و انصاف ہاتھ سے جاتا ہے، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلہا حکومت کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکومت عطا کرنا انسان کا بہت بڑا امتحان ہوتا ہے۔

حکومت کے فرائض

قرآن کریم نے اس پر وضاحت سے روشنی ڈالی ہے کہ حکومت کے اہل کون ہیں، فرمایا الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور جن کو ہم حکومت عطا کریں وہ بجائے اس کے کہ اپنے اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر عیش و آرام میں منہمک ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھکے رہیں اور اس کی عبادت بجا لائیں۔ واٰتوا الزکوٰۃ مخلوق کی بھلائی کے لئے مال خرچ کرتے رہیں، وامروا بالمعروف اور لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیں ونہوا عن المنکر برائیوں سے انہیں منع کریں۔

نااہل کو حکومت امانت کا ضیاع ہے

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کب آئے گی فرمایا جب اہل حکومت سے دیانت و امانت جاتی رہے تو قیامت آجاتی ہے اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ کسی نے پوچھا دیانت امانت کس طرح ضائع ہوگی، فرمایا اذا وسد الامر الی غیر اھلہا یعنی جب حکومت نااہلوں کے سپرد کر دی جائے اور ان کے سامنے اپنی اغراض ہوں اور وہ حق کو چھوڑ کر ان اغراض کو پورا کرنے کے درپے ہو جائیں، یہ خلاف دیانت ہے اور یہی موجب ہلاکت ہے۔

حضرت داؤد کو انتباہ

اللہ تعالےٰ نے ایک پیغمبر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حرص و ہوا کی پیروی نہ کرنا، یاداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللہ۔ اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں حاکم بنایا ہے پس تو حق اور عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنا اور حرص و ہوا کی پیروی نہ کرنا یہ تجھے اللہ کے رستہ سے گمراہ کر دے گی۔ حکومت کی کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنا بڑا ہی مشکل ہے، اگر خواہش کا بندہ بنا کبھی دوست پرور قرابت کی، کبھی اقربا نوازی کا خیال ہے، کبھی پارٹی بازی کی طرف توجہ ہے تو یہ گمراہی اور ہلاکت کا موجب ہے فرمایا ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب جو شخص اللہ کے رستہ سے ہٹ جائے اس کے لئے عذاب شدید ہے اس لئے کہ اس نے یوم حساب کو بھلا دیا۔

دیانت کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کی تلقین

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مال غنیمت میں سے ایک سوئی یا اس سے بھی چھوٹی چیز چھپا لے اس نے بددیانتی کی اور جب جنگ حنین اور ہوازن میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بھیڑ بکری اور چار ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی، تو اسی وقت وعظ کے لئے آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اگر کسی نے اونٹ باندھنے کی رسی بھی اٹھائی ہو تو اسے چاہیئے کہ بیت المال میں داخل کر دے، آپ نے رات دن عدل اور انصاف کی تعلیم دی اور غیروں کے ساتھ مراعات سے پیش آنے کا حکم دیا۔

اسلامی حکومت میں ذمیوں کے حقوق

معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو راستے فرمایا کہ دیکھو تم اہل کتاب کی طرف جا رہے ہو، اُن کے حقوق کی محافظت کرنا۔ فرمایا لحکمۃ ... لا تحسر احکمت یمن سے آتی ہے، نہیں چاہیئے کہ ان لوگوں کو آسانی دو، انہیں مشکلات میں مت ڈالو، دیکھو ان کے مالوں کی حفاظت کرنا، اور مظلوم کی آہ سے ڈرنا مظلوم کی آہ سیدھی آسمان کو جاتی ہے۔ اور مصریوں کے متعلق فرمایا کہ ان کے حقوق کا خیال رکھنا اور فرمایا ذمی کی جان مال اور عزت کی حفاظت کرنا، اللہ اور رسول کا عہد ہے،

ان ... کے اسلامی سلطنت میں لینے سے ایک معاہدہ ہو گیا کہ ان کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ یہ بھی مسلمان کو حکم ہے کہ ان کی طاقت سے بڑھکر کام نہ لیا جائے۔

عدل و انصاف میں اپنے بیگانے اور بڑے چھوٹے کا امتیاز روا نہیں

ایک یہودی کا مقدمہ کسی مسلمان کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، وہ مسلمان انصار میں سے تھا، اور انصاریوں نے سفارش کی کہ اگر اسکو سزا دی گئی تو یہودیوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہوں گے، اس لئے اسے چھوڑ دیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بُرا منایا اور مسلمان کا جرم ثابت ہونے پر اسے سزا دی، اسی طرح ایک اور لا دسنے کی سفارش آپ نے رد کر دی، ایک قریشی عورت پر چوری کا الزام تھا، لوگوں نے اسامہ سے جو نبی کریم صلعم کو بہت پیارا تھا سفارش کرائی کہ اس قریشی عورت کو چھوڑ دیا جائے، آپ کو اسامہ سے بڑی محبت ہے لیکن دیانت کی حد دیکھیئے کہ آپ نے اسامہ کی سفارش یہ کہکر رد کر دی کہ کیا میں خدا کے حکم کو توڑ دوں، اسی قسم کے طریقے اختیار کرنے کی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر کسی غریب سے جرم سرزد ہو جاتے تو اسکو سزا دیتے تھے۔ ایسا کرنے سے قومیں تباہ ہو جاتی ہیں لکھا ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں، حضرت علی کا مقدمہ پیش ہوا جب حضرت علی پیش ہوئے تو مخاطب بیکنیت آپ نے انہیں ان کی کنیت سے مخاطب کیا اور کہا یا ابا الحسن، اور انہیں ابوالحسن کہکر مخاطب کیا تو غضب خلی و عدانیہ حضرت علی کو اس پر غصہ آیا اور سختی سے کہا کہ اسلام کی کچہری میں جہاں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ایسے عزت کے خطاب سے مخاطب نہیں کرنا چاہیئے، عربوں میں کنیت سے کسی کو پکارنا اس کی عزت کرنا ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے محض عادت کے طور پر ایسا کیا ہے۔

مثالی حکومت

یہاں تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے دلوں میں امانت و دیانت پر قائم رہنے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ حضور نے اسی رنگ میں اپنی قوم کی تربیت کی تھی اور وہ حکومت جو صحابہؓ نے قائم کی وہ مثالی حکومت ہے غیروں کے لئے بھی اور خود مسلمانوں کے لئے بھی۔

موجودہ مارشل لا ایک نعمت ہے

آج ہمارا بھی اس بارہ میں امتحان ہوا اور ہم بُری طرح فیل ہوئے، اسی وجہ سے مارشل لا ہم پر لگایا گیا ہے یہ ہمارے لئے ایک نعمت ہے کہ اس نے بہت سی برائیوں سے نکال دیا۔ لیکن اس کے ساتھ جب تک ذہنی تبدیلی نہ ہو زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا، لوگوں کی ذہنیت تبدیل ہو جائے تو تمام امراض دُور ہو جائیں گے حکومت الٰہی جو قرآن نے بتایا ہے الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ حکومت جن کے ہاتھ میں ہو ان کو خدا یاد رہتا ہے اور لوگوں کا مال کھانے کی بجائے غرباء کو مال دیتے ہیں، نیکیوں کا حکم دیتے اور بدیوں سے روکتے ہیں یہی طریقہ ہے حکومت کا۔ خدا تعالےٰ نے ہماری قوم کو مارشل لا کے ذریعہ ایسی ہی حکومت کی طرف لانے کا انتظام کیا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں اس سے فائدہ اُٹھانے اور قوم کو راہ راست اختیار کرنے کی توفیق دے۔

عرب ممالک میں تبلیغ

شیخ میاں مولا بخش صاحب لائلپوری کی طرف سے دس ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عرب ممالک میں تبلیغ کے عنوان کے تحت جو مضمون میں نے دیا تھا اور پیغام صلح مورخہ ۱۶ ۲۲ میں چھپا تھا، اس کا ردعمل دیکھکر محو حیرت ہوا۔ سچ ہے ان ذلک اذا اراد شیئًا ان یقول لہٗ کن فیکون۔ اسی خدا کے کرشمائے قدرت کو دیکھ کر یہ مقولہ بنا کہ موسےٰ آگ لینے کے لئے گئے پیغمبری مل گئی۔ خدا جب چاہتا ہے اس کے فرشتے خدا کے امر کو پورا کرنے کے لئے کام پر لگ جاتے ہیں۔ میری عاجزانہ تحریک بھی فرشتہ کی تحریک پر مبنی تھی اور اس مضمون کو پڑھکر ایک سعید روح (میاں مولا بخش صاحب لائلپوری) وجد میں آگئی، ماشاءاللہ صفت لوگ ملائک کی تحریکات پر لبیک کہتے ہیں۔ اس سعید روح نے مجھے خط لکھا کہ مجھے مکمل پروگرام دیں کہ میں اور حضرت کی کتب کی طباعت اور اشاعت کا تخمینہ دیں، اور ساتھ ہی دوسرے دن برادرم ساقع صاحب کو لاہور بھیجدیا کہ فیصلہ کر کے آویں میں نے ساقع صاحب کو بتایا اور بعد میں اس مرد مومن کو خط لکھکر واضح کیا کہ حضرت صاحب کی عربی تصانیف کم و بیش ۲۰ ہزار روپیے صرف ہوں گے اور ان کی طباعت اور اشاعت۔ نہ ایک آدمی کا کام ہے اور نہ ایک دن کا۔ یہ پروگرام اسی رنگ میں پورا ہو سکتا ہے کہ قوم اسکو اپنا دے اور بجٹ میں سالانہ رقم اس کام کے لئے علیحدہ منظور کرے اور ہر احمدی حسب استطاعت خاص طور پر حضرت صاحب کی عربی کتب کی مفت اشاعت کے لئے ایسے ہی بلکہ اس سے بڑھکر شوق اور ذوق سے اعانت کرے جیسے وہ حضرت امیر مرحوم اور خواجہ صاحب مرحوم وغیرہ کی کتب کی مفت اشاعت کے لئے اعانت کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۱/۸ کو مجلس معتمدین کے اجلاس میں ساقع صاحب نے جلسہ کے اختتام پر یہ خوشخبری سُنائی کہ میاں مولا بخش صاحب نے دس ہزار روپیہ حضرت مسیح موعود کی عربی تصانیف کی مفت اشاعت کے لئے ان کو دے کر بھیجا ہے جو پیش کرتا ہوں، میاں صاحب کا یہ گرانقدر عطیہ ایک کرشمۂ قدرت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سعادت اس سعید روح میاں مولا بخش صاحب ہی کے حصہ میں آئی ہے کہ وہ اس تحریک پر سب سے اوّل لبیک کہکر اوروں کے لئے نیک نمونہ بنیں۔ ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے ہماری جماعت کے صاحب فضل و مالدار اصحاب اور مخلصوں کے دلوں کو کھول دے کہ وہ اس کے دیئے ہوئے مال سے اس کام پر دل کھول کر لگاویں جس کی اشاعت خدا کی منشاء کے ماتحت ہے اور خدا کے حکم کے ماتحت یہ ہمارا فرض ہے۔

۱۹۰۵ء میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ
"ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا آتش فشاں"
پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا
"مصالح العرب۔ مسیر العرب"
اور پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا
"بامراد"۔ اور پھر ایک کاغذ دکھائی دیا جس پر لکھا تھا "ردّ بلا"۔

یہ سب امور خدا کے فضل سے پُورے ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ "آتش فشاں" اور "ردّ بلا" کا کرشمہ تو پاکستان کے انقلاب عظیم میں خدا کی مشیت کے ماتحت ہوا۔ اور اب حضرت کی کتب کی اشاعت سے خدا کے حکم کی تعمیل اور منشاء ایزدی کے ماتحت پورا ہونے کا آغاز صاف نظر آ رہا ہے جس کی بسم اللہ مولا بخش صاحب سے ہوئی ہے۔ خدا تعالےٰ سے دعا اور رجا ہے کہ وہ اپنے مامور کی جماعت کی جیسے جسمانی حفاظت کے سامان کر رہا ہے وہ ان کی روحانی حفاظت کے بھی سامان فرماوے اور ان کو حضرت صاحب کے حکم اور اپنی منشا کی تکمیل کی توفیقات عطا فرماوے کیونکہ مصالح العرب مسیر العرب کے بعد بامراد لکھا ہوا دکھائی دیا اور انشاءاللہ تعالےٰ جماعت اس کام میں کامیاب اور بامراد ہو جائے گی، خدا کے فضل سے جس کام کا آغاز اچھا ہوتا ہے اس کا انجام بھی اچھا ہوتا ہے۔

(رانی پرسنگ)

یورپ میں اسلامی نوآبادیات کا سلسلہ
وسطِ یورپ میں مسلمانوں کے تسلّط کی تاریخ

از پروفیسر ایچ۔ کے۔ شیروانی
ترجمہ:۔ بشیر سامانوی۔ از اسلامک ریویو

"یورپ میں اسلامی نوآبادیات کا سلسلہ بیس پریشان حال ملاحوں سے شروع ہوا، معرکے اور لڑائیاں بھی ہوئیں جن کی وجہ سے یورپ میں پوری ایک صدی تک مسلمانوں کا تسلط رہا۔ مسلمانوں کے بے لوث جوش و خروش نے اُنکی کامیابی و کامرانی کو ایک مسلمہ امر بنا دیا"

ایسا اتفاق ہُوا کہ بیس مسلمان جہازران ایک نازک و کمزور کشتی میں بیٹھ کر ہسپانیہ سے ساحل پراونس (PROVENCE) کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن بادوباراں نے انہیں رستہ میں آلیا اور وہ خلیج ST. TROPES کی طرف (جسے خلیج گریماڈ بھی کہا جاتا ہے) دھکیلے ہوئے چلے گئے، جہاں وہ کسی کے دیکھے بغیر خاموشی سے لنگر انداز ہو گئے۔ سمندر کی اس شاخ کے اردگرد ایک جنگل پھیلا ہوا تھا جو اتنا گھنا تھا کہ ایک نڈر اور شیر دل انسان بھی بمشکل وہاں سے گذر سکتا تھا، اس جگہ شمال کی طرف پہاڑوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا ہے، جو ایک دوسرے کے اوپر خوبصورت سلوٹوں کی شکل میں چڑھتا چلا گیا ہے، یہ سلسلۂ کوہ سمندر سے چند میل کے فاصلہ پر لوئر پراونس کے سر پر کھڑا ہے، جب رات ہوئی تو یہ مسلمان ملک بھر کے گردونواح میں اُدھر اُدھر چاروں طرف پھیل گئے۔ جب وہ ان بلند گھاٹیوں تک جا پہنچے جو شمال کی طرف خلیج کے اُوپر سربلند کھڑے ہوئے ہیں۔ اور جب انہوں نے سمندر اور ایلپس (ALPS) کو آمنے سامنے دیکھا۔ تو انہوں نے بلاتامل یہ سمجھ لیا کہ کس طرح آسانی کیساتھ اس مقام کو اپنا مستقل مسکن بنایا جاسکتا ہے، کیونکہ جہاں وہ اپنی ضرورت کا سامان سمندر کے راستے سے یہاں لا سکتے تھے وہاں بّری راستہ سے ملک کے کچھ ایسے علاقوں کی طرف ان کی راہ کھل گئی، جو غیر ملکی دستبرد سے محفوظ...... اور اس لئے بالکل ناقابل مدافعت تھے۔ علاوہ ازیں یہ واضح تھا کہ بوقت ضرورت وہ اس گھنے جنگل میں پناہ لے سکتے تھے۔ جو تمام اطراف سے خلیج کو گھیرے ہوئے تھا، بظاہر کچھ مسلمان اس ملک میں پہلے سے ہی رہتے بھی تھے جن سے نو وارد مسلمانوں نے امداد کے لئے اپیل کی اور ہسپانیہ اور افریقہ میں بھی امداد کے لئے لکھ بھیجا اس کے ساتھ ہی وہ عملاً کام میں مصروف ہو گئے، اور بہت تھوڑے عرصہ میں انہوں نے گردونواح کی تمام پہاڑیوں کو قلعوں اور فوجی اڈّوں سے بھر دیا۔ جن میں سب سے زیادہ اہم (FRAXINETUM) کا قلعہ تھا۔ یہ نام غالباً اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کے گردونواح میں FAXINI کے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس قلعہ کا مقام سویٹزرلینڈ اور جرمنی کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی مسلم نوآبادیات کا مرکز بن گیا تھا، اس کے ایک حصّہ پر اب گارڈ فرنٹ (GORDE FRAINET) کا جدید گاؤں آباد ہے یہ آبادی ایلپس کے نزدیک ایک سطح مرتفع کے دامن میں واقع ہے اس جگہ کی اہمیت بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ گئی ہو گی کیونکہ یہ ساحل اور شمالی میدانوں کے درمیان شاہ راہ پر واقع ہے اب بھی پہاڑی کی چوٹی پر مسلم کے بنے ہوئے مستحکم اڈّوں کے آثار پائے جاتے ہیں، مثلاً کچھ بوسیدہ دیواریں، ایک سخت چٹان میں پانی کے تالاب اور پرانے حفاظتی سامان کے کچھ حصّے۔ FRAXINET کے نام پر دوسری جگہوں کا نام رکھنا ایک عام رواج ہو گیا تھا۔ چنانچہ سوائے (SAVOY)، ڈافین (DAUPHINE) اور پیڈمانٹ (PIID MONT) میں ہمیں ایسے قلعے ملتے ہیں، جن کے یہی نام وہاں کے مسلم آبادکاروں نے رکھ دیئے تھے۔

جب قلعوں کو مکمل کر دیا گیا تو مسلمانوں نے نواحی بستیوں پر حملے شروع کر دیئے۔ وہ ان لوگوں پر جو نواحی آبادیوں میں اثر و رسوخ کے مالک تھے، نہ صرف جسمانی طور پر ہی فوقیت رکھتے تھے بلکہ اخلاقی لحاظ سے بھی انکی فوقیت مسلم تھی، آس پاس کے علاقوں کے سرکردہ لوگوں نے اپنے تنازعات بھی اُن کے آگے پیش کرنے شروع کر دیئے اور اس طرح تھوڑے ہی وقت میں پراونس کا بیشتر علاقہ ان کے زیر تسلط آگیا۔ اُن کے وجود سے وہاں اس قدر رعب پیدا ہو گیا کہ اس سے قرآن کریم کے اس ارشاد کی صداقت نظر آتی تھی کہ بیس مسلمان دو سو کفار کو بھگانے کے لئے کافی ہیں۔

آس پاس کے علاقہ پر تسلّط جمانے کے بعد مسلمانوں نے الپائن (ALPINE) کے سلسلۂ کوہ کو عبور کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔ یہ نویں صدی کے آخری دنوں کا واقعہ ہے۔ جب آرلس (ARLES) کی مملکت پر بوسن (BOSON) کا بیٹا لوئیس LOUIS حکمران تھا۔ اس وقت اس سلطنت میں بعض قسم کی خانہ جنگیاں شروع تھیں۔ اس کے حریف نے غلبہ پا کر اسے تخت سے معزول کر دیا۔ اور اس کی آنکھیں نکلوا دیں، ان کی اس خانہ جنگی نے مسلمانوں کے رستہ کو آسان کر دیا ۹۰۶ء کے قریب مسلمانوں نے کوہ ڈافین کی تنگ گھاٹیوں کو عبور کرلیا۔ اور کوہ سینس (CENIS) سے گذر کر خانقاہ NOVALESE پر قبضہ کر لیا، جو پیڈمانٹ کی سرحدوں پر سوس (SUSE) کی وادی میں واقع تھی، خانقاہ کے راہبوں کو اتنا وقت مل گیا کہ وہ سرحد پار کر کے ٹورین (TURIN) میں چلے گئے اور اپنے ساتھ خانقاہ کے مقدس بزرگوں کے تبرکات اور بہت سی قیمتی اشیاء بھی لے گئے جن سے خانقاہ بھری ہوتی تھی، ہمارے پڑھنے میں آیا ہے کہ مسیحی باہم مل کر . . . .

. . . مسلمانوں کے مقابلہ پر اتر آئے اور ان میں سے بعض مسلمانوں کو قیدی بھی بنا لیا۔ لیکن ایک رات انہوں نے اپنی زنجیریں توڑ ڈالیں اور ملبوران میں سینٹ اینڈریوز کی خانقاہ کو جہاں انہیں قید کیا گیا تھا، آگ لگا دی یہ آگ اتنی پھیل گئی کہ شہر کا بڑا حصّہ شعلوں کی نذر ہو گیا۔

مسلمانوں نے کوہ ایلپس کے تمام دروں پر عملاً کنٹرول کر لیا اور تاریخی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۱۱ء میں ناربون (NARBONNE) کا بشپ، جسے پوپ نے روم میں بلوایا تھا، مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے واپس نہ آیا۔

پہاڑوں کے اندر پسپا ہونے کے بعد مسلمانوں نے پیڈمانٹ اور مانٹ فیرٹ کے میدانوں میں اکثر یورشیں کیں سنہ ۹۰۸ء میں چند جانبازوں نے کوہ ایلپس کو دوبارہ عبور کیا اور لنگڈوگ LONG UEDOE کے ساحل پر خانقاہ ایگمارٹس کو لوٹ لیا۔ بارسلیز پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ ایکس (AIX) کا بشپ آف ایکس جس کا نام (ODOLRICUS) رہیمز (RHEIMS) کی طرف بھاگ گیا۔ لکھا ہے کہ اس شہر کے بہت سے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ اشتراکِ عمل کر لیا اور اُن کے ساتھ مل کر حملہ کرنے

AREAS SHOWING THE EXTENT OF MUSLIM OCCUPATION

یں بھی حصّہ لیا۔

دولت مند لوگ اس ڈر سے کہ حملہ آور اُن کے مال املاک کو جلد ختم کر دیں گے دوسری جگہوں پر اپنے اعزا و اقارب کے ہاں چلے گئے اور اُن میں سے بعض لوگ تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزین ہو گئے، میول (MAYEL) نامی ایک امیر کبیر گھرانے کا نوعمر چشم و چراغ جو ویلنکول (VALENCOL) میں بہت بڑی جائیداد کا مالک تھا اسے بھی برگنڈی (BURGUNDY) میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں جانا پڑا، اور سینٹ لبرل (ST- LIBERAL) بھی اپنے آبائی وطن .... BRIVELA GAIELARDE میں جانے پر مجبور ہو گیا۔ (NOVALESC ABBEY) نوالیز کی خانقاہ کے مؤرخ نے اپنے چچا کے متعلق جس کا پیشہ سپاہ گری تھا لکھا ہے کہ وہ LA MAURENNE لامرین سے ورسل (VERCIEL) کی طرف جا رہا تھا کہ مسلمانوں کے جتھے نے مؤخر الذکر مقام کے قریب ایک جنگل میں اس کا رستہ روک لیا، دونوں فریق جلد ہی ہاتھا پائی پر اُتر آئے جس پر دونوں طرف کے متعدد آدمی زخمی ہوئے۔ انجام کار مسلمان فتحیاب ہوئے، اور انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو حراست میں لے لیا اور ان سے فدیہ طلب کیا۔ ان قیدیوں میں اس مؤرخ کا اپنا چچا اور اس کا خادم بھی تھا۔ اتفاقاً اس کا دادا بشپ سے ملنے جا رہا تھا، رستہ میں اس نے نوکر کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے شہر سے گزرتے ہوئے دیکھا اس پر اسے اپنے بیٹے اور خادم کے فدیہ کے لئے چندہ اکٹھا کرنا پڑا۔

اب مسلمان لائیگیریا (LIGURIA) کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ اسی زمانہ کے ایک (LUITPRAND) نامی مصنف کی کتابوں میں ہم نے پڑھا ہے کہ ان غیر ملکیوں نے سنہ ۹۰۶ء میں ہی آکی (AQUI) کے شہر پر جو اپنے حماموں کی وجہ سے بہت مشہور تھا حملہ کر دیا۔ ویلیس (VALAIS) جو ایک صحت افزا مقام ہے، ان حملہ آوروں کی دستبرد سے اب تک بچا رہا تھا۔ اسی دور افتادہ اور الگ تھلگ مقام پر سینٹ لبرل کے جانشین نے پناہ لی تھی لیکن سنہ ۹۳۹ء میں اس وادی میں بھی مسلمان پہنچ گئے وہ دن بدن دلیر ہوتے چلے گئے اور بہت جلد ٹرنٹائن (TARAN TINE) کا علاقہ بھی ان کے قبضہ میں آ گیا، اتفاق ایسا ہوا ایک کارواں فرانس سے اٹلی جا رہا تھا جب وہ ایلپس کے درے پر پہنچا تو مسلمانوں نے ان کو روک لیا اور واپس چلے جانے پر مجبور کیا، اب تمام کا تمام سوئٹزرلینڈ ان کے قدموں کے نیچے تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ کس طرح وہ جنیوا کی جھیل تک پہنچے اور کس طرح کوہ جورا (JURA) کی طرف انہوں نے کوچ کیا۔ یہ علاقہ مملکت برگنڈی کا ایک حصہ تھا اور نوعمر بادشاہ (CONRAD) کی ماں برتھا (BERTHA) کو ایک چھوٹے سے قلعہ نما مینار میں جہاں نیوشاٹل (NEUCHATEL) کا شہر آباد ہے پناہ لینی پڑی۔

جنوبی فرانس کے دو شہروں ٹولون (TOULON) اور فریجس (FREJUS) بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ پراونس کے کاؤنٹ (HUGH) نے جب یہ دیکھا کہ میری اپنی آبائی املاک میرے ہاتھوں سے نکلنے کو ہے تو اس نے اعلان کیا کہ وہ اس وقت تک چین نہ لے گا جب تک وہ اپنی قدیم مملکت سے مسلمانوں کو باہر نہیں نکال دے گا۔ اس نے صحیح طور پر سمجھ لیا تھا کہ شروع ہی میں مسلمانوں کے مرکزی قلعہ (FRAXINETUM) پر قبضہ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ چونکہ اس قلعہ پر سمندر اور خشکی دونوں کی طرف سے حملہ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے HUGH نے اپنے بہنوئی شہنشاہ قسطنطنیہ کو لکھ بھیجا کہ وہ چند جنگجو آدمیوں کو جہازوں کو جلانے والا مادہ دیکر بھیج دے۔ تاکہ اگر ضروری ہو تو مسلمانوں کے بحری بیڑے کو شکست فاش دی جا سکے۔ یہ جنگی بیڑا سنہ ۹۴۲ء میں خلیج سینٹ ٹروپس (ST. TROPES) میں پہنچ گیا۔ مسلمانوں پر پوری شدت اور طاقت سے حملہ کیا گیا اور آتشیں مادے کے ذریعہ اُن کے بیڑے کو تباہ کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں دوسری طرف سے HUGH ... FRAXINETUM کے قلعہ میں زبردستی داخل ہو گیا۔ قریب تھا کہ مسلمان پراونس (PROVENCE) سے نکال دیئے جاتے کہ خبر پہنچی کہ HUGH کا حریف بیرنجر (BERANGER) جو جرمنی کی طرف بھاگ گیا تھا اپنا تخت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے واپس آ رہا ہے۔ اس سے اچانک جنگ کا رُخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور HUGH نے فوراً یونانی بیڑے کو واپسی کا حکم دے کر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا جس میں انہیں یقین دلایا کہ وہ اپنے مقبوضہ قلعوں اور علاقوں پر بدستور قابض رہیں گے۔ اور کہ وہ گریٹ سینٹ برنارڈ اور ایلپس کی دوسری گھاٹیوں پر بھی قابض رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ بیرنجر کو پراونس میں داخل ہونے کے لئے ایلپس کے جنگی دروازہ سے گذرنے نہ دیں۔

چنانچہ سنہ ۹۶۰ء تک مسلمان تمام بڑے بڑے دروں پر پوری طرح قابض رہے مگر پانچ سال بعد انہیں شہر گرینوبل GRENOBLE کو اور سوائے (SAVOY) کو سنہ ۹۷۰ء کے قریب خالی کرنا پڑا۔ ٹوٹر TOUTOUR کے مقام پر انہیں ایک ناکام لڑائی لڑنی پڑی۔ جس کی وجہ سے سنہ ۹۷۳ء میں پراونس ان کے ہاتھ سے نکل گیا، اور اس کے دو سال بعد FRAXINETUM کا قلعہ جس پر وہ تقریباً نوے سال سے قابض چلے آ رہے تھے عیسائیوں کے ہاتھوں میں چھن گیا۔ پراونس، ... لنگڈگ اور برگنڈی کے علاقوں پر اور سوئٹزرلینڈ اور سوائے پر مسلمانوں کے قبضہ کے متعلق ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان لیڈر کے متعلق آج تک یہ سننے میں نہیں آیا کہ اس نے قریباً ایک صدی تک وسط یورپ میں اسلام کا جھنڈا اس کامیابی کے ساتھ لہرائے رکھا ہو، یہ صرف بیس پریشان حال جہاز رانوں کی جرأت و ہمت کا نتیجہ تھا...... FRAXINETUM کی نواحی گھاٹیوں پر اُن کا قبضہ اور وسط یورپ میں ان کی پیش قدمی اور آباد ہونا اور نہایت طاقتور ہمسایہ سلطنتوں سے گھرے ہوئے ہونے کے باوجود وہاں قیام رکھنا بحالیکہ تمام مسلم مراکز سے وہ بالکل منقطع تھے ایک ایسی رزمیہ داستان ہے جس کی مثال نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ میں موجود نہیں بلکہ تمام یورپی براعظم اس کی مثال سے خالی ہے۔ ان کے اندر لیڈر، کمانڈر، حکمران، قانون دان، علماء، فضلاء اور دینی پیشوا بھی ضرور ہوتے ہوں گے، لیکن یہ تمام مہمات معلوم ہوتا ہے کہ کسی ذاتی اغراض کے بغیر اجتماعی استعداد سے چلائی گئی تھیں، جو تمام تاریخ میں غیر مساوی حیثیت رکھتی ہیں، غالباً اقبال کا یہ شعر کسی دوسرے واقعہ پر اتنا صادق نہیں آتا جیسے ان حالات پر

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

(بسلسلہ صفحہ ۸)

نمبر	روپے
۳۷۰	۱۲
۳۸۴	۶
۳۳۹	۶
۴۳۵	۱۲
۴۴۰	۶
۴۸۱	۶
۵۰۴	۳
۶۱۵	۶
۶۲۴	۶
۶۲۹	۱۲
۶۳۰	۶
۶۵۱	۱۲
۷۱۷	۶
۷۶۰	۶
۷۶۵	۴
۷۶۶	۶
۹۳۰	۶
۹۳۲	۶
۹۸۷	۶
۹۹۰	۴
۹۹۱	۶
۹۹۲	۶
۹۹۹	۶
۹۹۸	۶
۹۹۶	۶
۱۰۰۱	۶
۱۰۱۱	۶
۱۰۴۰	۳
۱۰۴۱	۶
۱۰۴۳	۶
۱۰۶۵	۶
۱۰۶۶	۶
۱۰۸۴	۶
۲۰۴۱	۶
۲۰۴۵	۶
۲۰۴۷	۶
۲۰۵۸	۶
۲۰۵۹	۶
۲۰۷۷	۶
۲۰۸۲	۶

رعایتی

نمبر	روپے
۲۲/R	۳
۳۰	۴
۵۲	۶
۵۵	۴
۵۷	۳
۵۸	۶
۷۳	۳
۷۵	۱۶
۱۳۸	۴
۱۵۷	۱۲
۱۹۹	۱۸
۲۱۹	۶
۹۲۰	۴
۹۲۶	۶

× × × ×

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی چوتھی مجلس

ماں:- نعیمہ! میں اُس دن تمہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق بتا رہی تھی۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہمارے نبی کریم نہایت سخی تھے۔ آج حضور کی سخاوت کی کچھ اور باتیں تم کو بتاتی ہوں۔

اصحاب الصفہ پر حضور کی نظر عنایت

مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو دن رات حضور کے درِ دولت پر ہی رہتی تھی۔ ان کو اصحاب الصفہ کہتے تھے۔ ان کا کام علمِ دین سیکھنا تھا۔ ان میں اکثر لوگ غریب تھے۔ یہ سب مسلمانوں کے مہمان سمجھے جاتے تھے۔ مگر ہمارے نبی کریمؐ سب سے زیادہ ان کی خاطر تواضع رکھتے تھے۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تین اصحاب الصفہ کو اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا ہو۔ وہ پانچ کو لے جائے"۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے لیکن خود حضورؐ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ پہلے انہیں کھانا دیا پھر خود کھایا"۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک کا ایک واقعہ اور حضورؐ کا انکو دودھ پلانا

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مشہور صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی باتیں انہی ابو ہریرہؓ کی زبانی ہم تک پہنچی ہیں۔ دوسرے اصحاب الصفہ تو کبھی کبھی منڈی میں جا کر کچھ محنت مزدوری کر کے کچھ کما بھی لیتے مگر حضرت ابو ہریرہؓ تو ہر وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت سے ہی چمٹے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ نے ہی روایت کی ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے بیان کیا کہ میں اس قدر بھوکا تھا کہ چلنا پھرنا میرے لئے مشکل ہو گیا بھوک سے تنگ آ کر میں سڑک کے کنارے پر جا بیٹھا میں نے دیکھا کہ ابوبکر آ رہے ہیں میں نے اُن سے ایک آیت کا مطلب پوچھا کہ انہیں میری بھوک کا علم ہو جائے (صاف لفظوں میں سوال کرنا پسند نہ تھا) مگر وہ نہ سمجھے اور آیت کا مطلب بتا کر آگے بڑھ گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اُن سے بھی میں نے آیت کا مطلب پوچھا۔ وہ بھی آیت کا مطلب بتا کر آگے بڑھ گئے۔ اب جناب سرور کائنات تشریف لائے، آپ نے فرمایا میرے ساتھ گھر چلو گھر پہنچکر معلوم ہوا کہ کسی نے دودھ کی دیگچی بھیجی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ دوسروں کو بھی بُلا لاؤ۔ چنانچہ دوسرے بھی گئے حضورؐ نے وہ دودھ سب میں تقسیم کر دیا۔ (ترمذی)

حضرت نبی کریمؐ کی کریم النفسی کے مزید واقعات

ایک صحابی مقداد روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرے کچھ دوست فاقہ کشی کی وجہ سے تقریباً اندھے ہو رہے تھے۔ کئی ایک لوگوں سے درخواست کی کہ ہمارے کھانے کا انتظام کریں مگر کسی نے پرواہ نہ کی۔ مجبوراً ہم آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی فاقہ کشی اور غریبی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے تین بکریوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ بکریاں آج سے تمہاری ہیں۔ تم ان کا دودھ پیا کرو۔ (مسلم)

ایک دفعہ بنو غفار کا ایک شخص شام کے وقت حضورؐ کا مہمان ہوا۔ آپ کے پاس اس وقت تھوڑا سا بکری کا دودھ تھا۔ وہی دودھ آپ نے اس مہمان کی نذر کر دیا اور خود بھوکے ہی سو رہے۔ (مسند ابن حنبل)

(باقی ——— باقی)

تم ہی تو خیر البشر یا رحمۃ للعالمین!

مرتضیٰ خان حسن

مجھ پر کرم کی ہو نظر یا رحمۃ للعالمین
ہوں بے نوا بے بال و پر یا رحمۃ للعالمین!

رہتا ہوں پابند بلا درد و الم میں مبتلا
اب آبنی ہے جان پر یا رحمۃ للعالمین!

تجھ سا شفیق و مہربان دُنیا میں ہے کوئی کہاں
اِک تم ہی بس چارہ گر یا رحمۃ للعالمین!

خلقت کے تم سردار ہو تم فخرِ موجودات ہو
تم ہی تو خیر البشر یا رحمۃ للعالمین!

اے بحرِ عظمت کے گہر! تم خواب میں آؤ اگر
قرباں کروں جان و جگر یا رحمۃ للعالمین!

محبوب ربِّ دوسرا کونین کے فرمانروا
تابع ترے جن و بشر یا رحمۃ للعالمین!

میری یہی ہے التجا کر دیجئے بہرِ خدا
مجھ پر ترحم کی نظر یا رحمۃ للعالمین!

پیغام صلح مورخہ ۵ نومبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ شمارہ ۴۲

ہفت روزہ "پیغام صلح"

سالانہ چندہ۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۸ محلہ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن (انڈیا)

تعلیمی پریس بیرون ... باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۳

ہمارا مذہب

از حضرت مسیح موعود

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قلم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

✶

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجاویں وہ متقی نہیں بنتا

تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو بلکہ حصولِ تقوےٰ کے پیچھے لگو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

اہلِ تقوےٰ پر خدا کی تجلی

فرمایا۔ تقوےٰ والے پر خدا کی تجلی ہوتی ہے وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ تقویٰ خالص ہو، اور اس میں شیطان کا کچھ حصہ نہ ہو، ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔

خدا کے پیاروں پر تکالیف کیوں آتی ہیں

خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے وہ مصلحت الٰہی سے آتا ہے ورنہ ساری دنیا اکٹھی ہو جائے تو ان کو ایک ذرہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی، چونکہ وہ دنیا میں نمونہ قائم کرنے کے واسطے آتے ہیں، اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں تکالیف اٹھانے کا نمونہ بھی وہ لوگوں کو دکھائیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھکر تردد نہیں ہوتا کہ اپنے ولی کی قبض روح کروں۔ خدا تعالےٰ نہیں چاہتا کہ اس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے۔ مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دکھ دیئے جاتے ہیں، اور اس میں خود ان کے لئے نیکی ہے۔ کیونکہ ان کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں، انبیاء اور اولیاء اللہ کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی جیسی کہ یہود کو لعنت اور ذلت ہو رہی ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی۔ مگر دیکھو جنگِ احد میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرتؐ کی شجاعت ظاہر ہو، جبکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے کہ میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقعہ نہیں ملا۔

صرف نماز روزہ پر مغرور نہ ہو۔ جماعت کو نصیحت

ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جاوے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں۔ یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا، چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔ تقوےٰ کا مضمون باریک ہے۔ اسکو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس لوٹا کر اس کے منہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تو نے قلم چرایا ہے تو تو کیوں غصہ کرتا ہے۔ تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے۔ یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رُو بحق نہ تھا۔ جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجاویں وہ متقی نہیں بنتا۔

الہامات کے پیچھے نہ پڑو

معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقوےٰ ہے۔ اس لئے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو، بلکہ حصولِ تقوےٰ کے پیچھے لگو۔ جو متقی ہے اسی

(باقی پر صفحہ ۹)

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

مختلف مقامات پر اسلام پر لیکچر۔ لارڈ برڈووڈ ووکنگ میں۔ سوئٹزرلینڈ کی ایک خاتون کا قبولِ اسلام

خانبہادر غلام ربانی خانصاحب امام جامعہ ووکنگ کا گرامی نامہ

ووکنگ ۲۵ اکتوبر۔

برادر مکرم دوست محمد خاں صاحب ایڈیٹر پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

شیفیلڈ یونٹی چرچ میں لیکچر

اس سے قبل سفرِ امریکہ اور ہالینڈ کے حالات میں نے تحریر خدمت کئے تھے۔ اب میں ووکنگ مشن کی سرگرمیوں کا بھی کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ تاریخ ۱۴ ستمبر بروز اتوار بوقت ۶½ بجے شام شیفیلڈ کے یونٹی چرچ میں میرا لیکچر اسلام پر ہوا۔ لیکچر سے قبل تمام مذاہب کی کتب مقدسہ سے دعائیں پڑھی گئیں۔ کلام پاک کی تلاوت شیفیلڈ یونیورسٹی کے پاکستانی طالب علم نے کی۔ گرجا لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا.... اور مجھ سے گرجا کے منبر (PULPIT) پر جا کر لکچر دینے کے لئے استدعا کی گئی۔

لیکچر اسلام کے موضوع پر تھا، میں نے اسلام کے زرین اصول توحید و امن عامہ کا پیغام پیش کئے اور بتایا کہ اس نے رنگ و نسل کے امتیاز کو مٹا کر نسلِ انسانی میں مساوات قائم کرنے کا اصول پیش کیا ہے نیز کلام مجید کا ایک آسمانی لائحہ عمل ہونا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالم کے لئے رحمت ہونا اور آپ کا ایسے مذہب کو پیش کرنا جس میں تمام مذاہب جذب ہو کر خدائے واحد کی پرستش کریں تفصیل سے بیان کیا، بفضلِ ایزدی یہ لکچر نہایت موثر ثابت ہوا جس کے متعلق متعدد خطوط تہنیت بعد میں مجھے موصول ہوئے۔ اس اجلاس کے بعد چائے کی دعوت تھی اس میں مختلف لوگوں سے آٹوگراف اور پتے مجھ سے حاصل کئے۔

شفیلڈ یونیورسٹی کا دعوت نامہ

اس لیکچر کے بعد شفیلڈ یونیورسٹی کی طرف سے مجھے ایک اور دعوت نامہ موصول ہوا کہ یکم نومبر ۱۹۵۸ء بوقت آٹھ بجے شام شفیلڈ یونیورسٹی میں اس موضوع پر لیکچر دوں کہ تاریخ عالم میں اسلام نے کیا اثر پیدا کیا اور اس کی بنیاد کیا ہے نیز یہ کہ مذہب اسلام سائنس اور مارکسزم کے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ لیکچر بھی اسلام کے لئے نمایاں فتح کا موجب ہو۔ مذکورہ لکچر کی تفصیل بعد میں انشاء اللہ تحریر خدمت کی جائے گی۔

ارلز فیلڈ میں اقبال احمد کا لیکچر

عزیز اقبال احمد بتاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء (EARLS FIELD) ارلز فیلڈ کے کلب میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے بفضلِ ایزدی بڑا کامیاب لیکچر ہوا جس کے متعلق مجھے شکریہ کے متعدد خطوط آئے۔

لارڈ برڈووڈ ووکنگ میں

۱۶ ستمبر ۱۹۵۸ء اوورسی ہاؤس (OVER SEA HOUSE) میں لارڈ برڈووڈ (LORD BIRD WOOD) کا لیکچر پاکستان اور مڈل ایسٹ کے موضوع پر پاکستان سوسائٹی کے زیر اہتمام ہوا۔ اس موقعہ پر اکابرین کے ساتھ ملنے کا موقعہ ملا۔ لارڈ برڈووڈ کے ساتھ ۱۹۴۳ء سے تعلق ہے جبکہ وہ بطور میجر برڈووڈ (DISTINGUISHED GENTLEMEN TO MIDDLE EAST FORCES) یعنی ہندوستانی سول ڈیلیگیشن کا سیکرٹری تھا جس میں صوبہ سرحد کی طرف سے میں نے نمایندگی کی تھی، چنانچہ وہ میری دعوت پر معہ لیڈی برڈووڈ ووکنگ مسجد میں بروز اتوار ۲۸ ستمبر شامل طعام ہوئے اور دیر تک ہمارے پاس ٹھہرے رہے۔ اور لیکچر، نماز، اور ایک انگریز کا داخل اسلام ہونا بھی جس کا ذکر پہلے ایک عریضہ میں ہو چکا ہے انہیں دیکھنا نصیب ہوا جس سے بہت متاثر ہوئے۔

الفورڈ میں لیکچر

تاریخ یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء بمقام الفورڈ ILFORD اسکس یونی ٹیرین کرسچین چرچ میں میری تقریر بوقت ۸ بجے شام (ISLAM FINDS A CHALLENGE) کے موضوع پر ہوئی۔ خداوندکریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسلام نے اس چیلنج کو نہایت ہی خوبی سے قبول کرتے ہوئے دنیا کی رہنمائی امن عالم کے لئے کی ہے جو اس کے بنیادی اصولوں میں مضمر ہے یہ لیکچر حاضرین کی چشم بینا کو وا کرنے کے لئے بڑا موثر ثابت ہوا۔ چنانچہ اسی چرچ نے اپنی ALL FAITH سروس میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء شام ساڑھے چھ بجے لیکچر کے لئے دوبارہ ہمیں مدعو کیا جس میں عزیز اقبال احمد نے کلام مجید سے آیاتِ کریمہ تلاوت کر کے ایک موثر انداز میں تشریح کی۔

برمنگھم ورلڈ فیتھس کانگریس میں لیکچر

اس سے پہلے میں تحریر خدمت کر چکا ہوں کہ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۵۸ء ورلڈ کانگریس آف فیتھس کی برمنگھم شاخ میں میرا اور دیگر مذاہب کے نمایندوں کا اس موضوع پر لیکچر ہوا تھا کہ کس طرح اختلافات مذاہب کو مٹا کر یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے بفضلِ ایزدی سب سے پہلے میرا ہی لیکچر ہوا تھا جس کی تصاویر اور اقتباسات تقریر برمنگھم کے مقامی اخبارات میں تفصیل سے شائع ہوئے تھے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ لیکچر ایسا موثر ثابت ہوا تھا کہ مذکورہ مجلس کے سیکرٹری نے ۹ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے لئے صرف مجھے اسلام کے اصولوں پر تقریر کے لئے بلایا اور وسیع پیمانے پر میری آمد کو اخبارات کے ذریعے نشر کیا۔ بدقسمتی سے مجھے ۹ اکتوبر ہالینڈ جانا پڑا۔ مگر عزیزی اقبال احمد نے نہایت خوبی کے ساتھ میری نمایندگی کر کے اسلام پر ایک فصیح و بلیغ عالمانہ لیکچر دیا۔ اور متعدد سوالات کا تسلی بخش جواب دیا۔ عزیز اقبال احمد نے میری واپسی پر مجھے بتایا کہ بذریعہ اخبارات امام ووکنگ مسجد کے آنے کی اطلاع پر حاضرین کی تعداد کا یہ عالم تھا کہ تمام وسیع ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا۔

ریڈنگ ٹیکنیکل کالج کے دعائیہ اجلاس میں شمولیت

بتاریخ ۱۹ اکتوبر بروز اتوار ریڈنگ (READING) کے ٹیکنیکل کالج میں "ALL SAINTS OF ALL FAITHS" کے دعائیہ اجلاس میں مجھے ...... انٹرنیشنل فرنڈشپ لیگ کی طرف سے شمولیت کا بلاوا آیا تھا۔ چنانچہ روز مقررہ پر بوقت شام میں عزیز سید محمود حسین کو ہمراہ لے کر ریڈنگ روانہ ہوا، ساڑھے چھ بجے ریڈنگ کے اسٹیشن کے باہر ایک معزز خاتون موٹر لئے ہماری منتظر تھی۔ ملاقات کے بعد ہم اس کی موٹر میں بیٹھے معلوم ہوا کہ وہ ناگپور ہائی کورٹ کے ایک سابق انگریز جج کی بیوی تھیں اور ہندوستان میں کئی سال رہ چکی تھیں۔ وہ ہندی میں بالخصوص اچھی خاصی گفتگو کر سکتی تھیں۔ ہم ٹیکنیکل کالج جہاں دعائیہ اجلاس منعقد تھا پہنچے۔ آٹھ بجے لات کو اجلاس منعقد ہوا جس میں میں نے کلام مجید سے توحید کے متعلق آیات ھوالذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ تا اختتام سورۃ پڑھ کر اس کے معانی انگریزی میں بیان کئے اور پھر ربنا تواخذنا سے شروع کر کے آخر تک دعا پڑھی اور اس کا ترجمہ سنایا۔ بعد از اختتام اجلاس ہم ووکنگ پہنچے۔

سوئٹزرلینڈ کی ایک خاتون آغوشِ اسلام میں

آج صبح ایک خاتون کے داخلِ اسلام ہونے کا DECLARATION FORM بذریعہ ڈاک پہنچا، یہ خاتون سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی ہیں، ان کے ساتھ تبلیغی خط و کتابت عرصہ سے جاری تھی الحمد للہ والمنۃ خاتون کا پتہ یہ ہے:-

Miss L. Banholzer
"Weidli" Innertkirchen /BE
Switzerland

مسلم ہائی سکول نمبر۱ کی شاندار کامیابی

۸ نومبر ۵۸ء کو چھ بجے سب ریڈ کراس کے سلسلہ میں مسلم ہائی سکول نمبر۱ میں سالانہ کیمپ فائر منعقد ہوا جس میں لاہور کے تمام ہائی سکولوں اور بڑے بڑے کالجوں نے حصہ لیا۔ مقابلہ بڑا سخت تھا لیکن خدا کے فضل سے مسلم ہائی سکول نمبر۱ نے درجہ اول کا انعام حاصل کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک

برکت علی۔ مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور

صدرِ مملکت کی اپیل

مارشل لا کے مبارک اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہم نے ایک گذشتہ شمارہ میں لکھا تھا کہ :-

"ایسے ہلاکت خیز حالات کا پیدا ہونا جن کا علاج مارشل لا کے نفاذ کے ذریعہ کرنا پڑا، پاکستان جیسی اسلامی مملکت کے لئے کس قدر شرمناک ہے، کاش اس کے ساتھ ہی حالات کو سدھارنے کا کوئی ایسا بندوبست کیا جائے جو ان روحانی اقدار پر مبنی ہو جو حقیقی اسلامی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتی ہیں، وہ روحانی اقدار ہی تھیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اثر عرب کو دورِ جاہلیت سے نکال کر انسانیت کے بلند ترین مقام پر کھڑا کر دیا اور وہ ذلت نکبت کے پست ترین گڑھوں سے نکل کر دنیا کے ہادی و راہنما بن گئے انہی روحانی اقدار کو آج بھی اگر کام میں لایا جائے تو یہ پاکستانی عوام کی ذہنیتوں کو بدلنے اور ان کی زندگیوں کو پاکیزہ بنانے کا موجب ہوگا"

خوشی کی بات ہے کہ یہ حقیقت صدر مملکت جنرل محمد ایوب خان کے دل و دماغ سے اوجھل نہیں، جیسا کہ اُن کے اس پیغام سے واضح ہے جو ایک دستاویزی فلم کے ذریعہ انہوں نے قوم کو دیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ :-

"قوم کو چاہیئے کہ زندگی کے بارے میں اپنا رجحان تبدیل کرے ہمیں انسانی اقدار کو اپنانا چاہیئے، سادہ زندگی اختیار کرنا چاہیئے اپنے عزائم کو اپنے مادی وسائل کے مطابق رکھنا چاہیئے - دیانت داری کو اپنا شعار بنانا چاہیئے اور اپنے دلوں میں اللہ تعالےٰ کا خوف رکھنا چاہیئے"

ان چار پانچ جملوں میں صدر مملکت نے ایسے بیش قیمت حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے جن کو اگر عمل میں لایا جائے تو صحیح اسلامی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں یہ فی الواقع صحیح ہے کہ جب تک ساری قوم زندگی کے بارہ میں اپنا رجحان تبدیل نہ کرے اور سادہ زندگی اختیار کر کے اپنے عزائم کو اپنے مادی وسائل کے مطابق نہ کرے اور دیانتداری کو اپنا شعار نہ بنائے اور سب سے بڑھ کر جب تک دلوں کے اندر خوف پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک صحیح رستہ پر گامزن نہیں ہو سکتی، جبر و تشدد اس کی ظاہری حالت کو بدلنے میں ایک حد تک کام دے سکتا ہے لیکن حقیقی اسلامی زندگی اس وقت پیدا ہو گی جب دلوں کے اندر خوفِ خدا پیدا ہو جائے اسی سے وہ تمام انسانی اقدار اس کے اندر آجائیں گے جن کی طرف صدر مملکت نے توجہ دلائی ہے فی الحقیقت خوفِ خدا ہی ایک چیز ہے جو انسان کو ہر قسم کی بد عادات اور رذائل سے چھڑا کر انسانیت کے صحیح مقام پر کھڑا کر دیتا ہے، اگر یہ دلوں کے اندر پیدا ہو جائے تو پاکستانی معیشت کی حالت، بغیر کسی مارشل لا اور جبر و تشدد کے وہ پاکیزہ رنگ اختیار کر لے جو اسلامی زندگی کا حقیقی تقاضا ہے اور جس کا نمونہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں ملتا ہے -

اس سلسلہ میں لاہور کے ڈپٹی سب ایڈمنسٹریٹر مارشل لا کے اس بیان کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے جو انہوں نے چھ نومبر کو شہریوں سے خطاب کرتے ہوئے دیا، انہوں نے فرمایا کہ :-

"ان لعنتوں کو ختم کرنے کے لئے جنہوں نے معاشرے میں جڑ پکڑ لی ہے ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہیئے مارشل لا کے حکام جبر پر یقین نہیں رکھتے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دل بدل جائیں کیونکہ معاشرے کی اصلاح کا یہی واحد ذریعہ ہے"

فی الواقعہ دلوں کی تبدیلی ہی معاشرے کی اصلاح کا حقیقی اور واحد ذریعہ ہے، لیکن دلوں کی تبدیلی خدا تعالےٰ پر ایمان اور عاقبت کی بازپرس کا خوف پیدا ہوئے بغیر نہیں ہو سکتی، یہی وہ چیز تھی جو عربوں جیسی بگڑی ہوئی قوم کے دلوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی اور اس کے لئے سالہا سال مصائب و مشکلات برداشت کئے، دُکھ اُٹھائے جنگیں تک لڑیں، اور سب سے بڑھ کر آپ نے اپنے نمونہ اور کردار سے ان کے دلوں پر وہ اثر ڈالا جس نے انہیں حیوانیت سے نکال کر انسانیت کے اعلےٰ مدارج پر پہنچا دیا۔ پاکستان کو فخر ہے کہ اس کے فوجی حکام بھی اس اعلےٰ کردار سے خالی نہیں۔ اس کردار اور صدر مملکت کی اپیل کے پیش نظر یہ امید کرنا بے جا نہیں کہ ہمارے معاشرے کی حالت انشاء اللہ عنقریب بدل جائے گی اور سادہ زندگی، دیانتداری خدا خوفی سے قوم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گی -

صدر مملکت جنرل محمد ایوب خان نے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ ان کی حکومت کا اصل مقصد ملک کی خدمت اور ملک کے عوام کی خدمت ہے حکومت کی تمام تر پالیسیوں کی اساس یہ ہے کہ اپنے ملک میں استحکام پیدا کیا جائے، اس مہم میں آپ نے ساری قوم سے مکمل تعاون کی اپیل کی ہے۔

ضرورت ہے کہ اس اپیل کی طرف قوم کا ہر فرد پوری توجہ دے اور ملک میں استحکام پیدا کرنے کے لئے حکومت کی پالیسیوں میں اس کا پورا ساتھ دے، کوئی حکومت کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک قوم اس کے ساتھ نہ ہو، موجودہ حالت میں اشیائے صرف کی فراہمی میں جو دقتیں پیش آرہی ہیں، یہ چند روزہ ہیں، جوں جوں قدم آگے بڑھتا چلا جائے گا، تمام تکالیف یکے بعد دیگرے رفع ہوتی چلی جائیں گی - ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر خوش دلی کے ساتھ حکومت کے نافذ کردہ احکام کی تعمیل کی جائے اور ان کے ساتھ پورے تعاون سے کام لیا جائے تاجر اشیاء کی فراہمی اور قیمتوں کے کم کرنے میں بخل سے کام نہ لیں اور عوام اپنی کم سے کم ضروریات کے مطابق اشیاء خریدیں تاکہ ہر فرد کو ضروری اشیاء بآسانی مل سکیں، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز نفع خوری کی عادت ترک کر دی جائے اور خدا خوفی سے کام لیتے ہوئے دیانت داری کے ساتھ ایک دوسرے کی معاونت کی جائے۔ کہ اس کے بغیر ملک کا استحکام پیدا نہیں ہو سکتا -

صدر مملکت کا یہ عزم نہایت قابلِ قدر ہے جس کا اظہار انہوں نے مذکورہ بالا پیغام میں کیا ہے کہ :-

"جن تصوّرات اور نظریات کی بدولت پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے انہیں اب اہلِ پاکستان کے لئے ایک واقعی حقیقت بنا دیا جائیگا"

یہ ایک نہایت مبارک عزم ہے، جس کا تہ دل سے خیر مقدم کرنا چاہیئے، اور دُعا کرنی چاہیئے کہ خدا وہ دن جلد لائے کہ پاکستان کے بلند نظریات و تصوّرات معرضِ وجود میں آکر اسے حقیقی معنوں میں پاکستان بنا دیں ۔

ریڈ کراس کی امداد

مسلم ہائی سکول ہر سال ریڈ کراس کی امداد کے لئے ایک کیمپ فائر منعقد کرتا اور اس کے لئے ٹکٹوں کے ذریعہ معقول رقوم جمع کر دیتا ہے امسال بھی یہ کیمپ فائر ۹ نومبر کو منعقد ہوئی جس میں متعدد سکولوں اور کالجوں نے حصہ لیا، ریڈ کراس کے لئے بہت بڑی رقم جمع ہو گئی،

مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر اس کے لئے مستحق مبارکباد ہیں

اخبار ---- و ---- افکار

بری رسمیں اور انکی اصلاح کا کام

"بری معاشرتی رسوم" کے عنوان سے ۔۔۔ ایک پرچہ میں دوسری جگہ اکیشاد ۔۔۔ جس میں بیاہ شادی اور مرگ وغیرہ کی رسموں کی بعض ایسی مثالیں بیان کی گئی ہیں، جو ہندوؤں سے مسلمانوں میں آئیں، اور اب کئی خاندانوں کی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں، افسوس ہے کہ اس علم و تہذیب کے زمانہ میں بھی جبکہ ہر خاندان میں کچھ نہ کچھ پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں، اور ایسے علماء کی بھی کمی نہیں جو اپنے آپ کو قوم و ملت کے فدائی ظاہر کرکے محراب و منبر سے خدا و رسول کے احکام ...... نافذ کرنے کے ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ ایسی بد رسوم میں مبتلا پائے جاتے ہیں، جو خدا اور رسول کے احکام کے سراسر خلاف ہیں، افسوس ہے کہ محراب و منبر سے جو باتیں سنائی جاتی ہیں، وہ ان امور سے تعلق نہیں رکھتیں جو مسلمانوں کو صراط مستقیم کی طرف لے جانے اور ان کی اصلاح اعمال سے تعلق رکھتی ہوں بلکہ علی العموم افتراق و انشقاق کی باتوں پر زیادہ زور دیا جاتا ہے، خدا کا شکر ہے کہ مارشل لا کے ۔۔۔ سے ایسے وعظ و لیکچر ایک حد تک ختم ہو چکے ہیں، اور مولوی صاحبان کا شغل تکفیر بھی اب باقی نہیں رہا، اس بیکاری کی ۔۔۔ میں کیا اچھا ہو کہ ۔۔۔ مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کا کام اختیار کرکے ان بد رسوم کے انسداد کی کوشش کریں جو قومی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادی کا نکاح جس سادگی کے ساتھ ہوا وہ ایک مثال ہے، جس کی پیروی کی جائے تو بہت سی لڑکیاں نہایت سادگی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتی اور کئی خاندان مسرفانہ رسوم کے تباہی خیز اقدامات سے بچ سکتے ہیں، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک نکاح کے موقعہ پر ولیمہ کی رسم جس طرح ادا کی کہ آپ کے ارشاد پر تمام دوست اپنے اپنے گھروں سے کھانا لے آئے اور سب نے مل کر کھا لیا اگر اس کی پیروی کی جائے تو کئی غریب خاندان تباہی سے بچ سکتے ہیں، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ ناک کٹنے اور برادریوں میں رسوائی کا خیال اللہ اور رسول کے احکام سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور آخرت کی رسوائی کی چنداں پروا نہیں ہوتی۔ ان خیالات کو بدلنا اور صحیح اسلامی ذہنیت مسلمانوں میں پیدا کرنا علمائے دین کا سب سے بڑا فرض ہے، کاش وہ اس فرض کو پہچانیں اور قوم کو صحیح رستہ پر ڈال کر معاشرہ کو درست کرنے کی کوشش کریں۔

برطانوی غنڈے

دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح برطانیہ جیسے مہذب ملک میں بھی ایسے سرپھرے نوجوان موجود ہیں جن کی ناشائستہ حرکتوں اور ناروا سرگرمیوں کی وجہ سے انہیں غنڈے کہنا بے جا نہیں ان کو "ٹیڈی بوائز" (لفنگے نوجوان) کے نام سے پکارا جاتا ہے، اور ان کی حرکات عوام اور حکومت کے لئے پریشانی کا موجب ثابت ہوتی ہیں، پچھلے دنوں ان لوگوں نے برطانیہ کے مختلف شہروں میں سیاہ فام لوگوں پر حملے کرکے انگریزوں کی مہذب قوم کا نام بدنام کیا، ان میں سے کئی نوجوان سزا بھی پا چکے ہیں لیکن ایسے لوگوں کو فساد برپا کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ مل ہی جاتا ہے، ۵ر نومبر کو برطانیہ میں "گائی فاکس ڈے" کی تقریبات منائی گئیں، یہ دن ۵ر نومبر ۱۶۰۵ء کے ایک واقعہ کی یادگار ہے، جب رومن کیتھولکوں کے خلاف بعض قوانین کے نفاذ کا انتقام لینے کے لئے شاہ جیمس اول اور پارلیمنٹ کو بارود سے اڑا دینے کی سازش کی گئی تھی مگر سازش کا بروقت انکشاف ہو گیا اور گائی فاکس اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرکے پھانسی دے دی گئی۔

اس واقعہ کی یادگار مناتے ہوئے انگلستان کے مختلف شہروں میں امسال بھی آتش بازیاں چھوڑی گئیں، اور اس کے ساتھ ہی ٹیڈی بوائز نے بھی سخت ناشائستہ سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا۔ اس موقعہ پر پولیس نے مداخلت کی اور ٹیڈی بوائز اور پولیس کے مابین دست بدست مقابلہ ہوا۔ اس کے علاوہ جن علاقوں میں سفید فام لوگوں کی کثیر تعداد آباد ہے وہاں مزید پولیس بھیجدی گئی تاکہ نسلی فسادات نہ ہونے پائیں۔ یہ صاحب کے ملک کا حال ہے، اس کے مقابلہ میں ان ملکوں میں بھی جا کر دیکھئے جو پس ماندہ اور غیر مہذب سمجھے جاتے ہیں، اس قسم کے واقعات اور نسلی فسادات کی مثالیں شاید ہی آپ کو کہیں ملیں گی۔

نیا مسیحی عقیدہ

رومن کیتھولک مسیحیوں کے پوپ پائس دوازدہم کی وفات حال ہی میں ہوئی ہے، ان کی زندگی کا ایک سب سے بڑا کارنامہ وہ ہے جو مسیحیت میں ایک نیا عقیدہ داخل کرنے سے تعلق رکھتا ہے اس کی تفصیل ایک تعزیتی مقالہ کے حسب ذیل فقرات میں ملاحظہ کیجئے:

"۱۹۵۰ء کے مقدس سال میں پاپائے مقدس نے رفع آسمانی کا ایک نیا مسئلہ جو داخل عقیدہ کیا وہ کلیسا کی ساری تاریخ میں ایک سنگ منزل کا مرتبہ رکھتا ہے۔ ساری دنیا کے پادریوں کو جمع کرکے ان کے مجمع میں پاپائے موصوف نے اعلان کیا کہ حضرت مریم کنواری بھی اسی جسد ظاہری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لی گئی تھیں، اسی تاریخی عقیدہ کا اعلان انہوں نے نومبر ۱۹۵۰ء میں سینٹ پطرس کے میدان میں ۔ ۴ پادریوں اور لاٹ پادریوں کے مجمع میں کیا"

کتنا بڑا کارنامہ ہے، قرآن نے جو آج سے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا، کہ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (اپنے ہاتھوں سے ایک عقیدہ بنا کر لکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے) اس کی صداقت اس بیسویں صدی میں کھل کر سامنے آ گئی، اور مریم کی الوہیت کا عقیدہ بھی جو قرآن نے مسیحیت کی طرف منسوب کیا ہے (ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ) اس کی حقیقت بھی پاپائے مقدس آنجہانی کے اس کارنامہ سے کھل گئی، کیا اس کے باوجود قرآن کے خدائے عالم الغیب کا کلام ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟

منتظمہ کی بجائے
مجلس عمل کا قیام
مشاورت اور معتمدین کا فیصلہ

"پیغام صلح" میں اس سے قبل یہ خبر درج ہو چکی ہے کہ یکم و دوم نومبر کو مجلس مشاورت اور مجلس معتمدین کا انعقاد ہوا ہماری تمام جماعت اس خبر کو سن کر خوش ہو گی کہ دونوں مجالس کی بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ مجلس منتظمہ کو مختصر کرکے مجلس عمل مقرر کی جائے جو مندرجہ ذیل پانچ ارکان پر مشتمل ہے:-

۱- حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب-
۲- الحاج شیخ میاں محمد صاحب-
۳- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب-
۴- جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب
۵- جناب ذوالفقار اللہ بخش صاحب-

ہمارا جلسۂ مشاورت اور جماعتی اتحاد

اخوتِ اسلامی کا تقاضا ہے کہ ایک دوسرے سے متعلق بُری باتوں کی تشہیر نہ کی جائے

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۷ نومبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعًا علیمًا
ان تبدوا خیرًا او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ عفوًا قدیرًا

(النساء رکوع ۲۲)

بُری باتوں کی تشہیر خدا کو ناپسند ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بات ہم کو نہایت ناپسند ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف بُری باتوں کی تشہیر کیا کریں۔ وہ قوم جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی اور اسے رشتۂ اخوت میں منسلک کیا، اس قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس قیمتی رشتۂ اخوت کو توڑنے والی باتوں کی تشہیر مت کرو، فرمایا کہ بُری باتوں کی تشہیر ہمیں کسی طرح پسند نہیں، ہماری پسندیدگی اسی بات میں ہے کہ وہ قوم جس کو باہمی اخوت کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا اس کے کسی فرد کے خلاف کسی بُری بات کو شہرت نہ دی جائے، اس کے خلاف چلنا اور ایک دوسرے کے خلاف بُری باتوں کو شہرت دینا خدا کو ناراض کرنے کا موجب ہے۔

اخوتِ اسلامی میں دنیا کو ایک کرنے کا منصوبہ

جس قوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کر کے دکھایا اس کا جواب دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ اسلامی اخوت دنیا جہان کے لوگوں کے لئے قابلِ رشک نمونہ ہے، اس کو برباد کرنے والی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قوم کی مضبوطی بلکہ تمام دنیا کو ایک کرنے کا مقصد ہے اور دنیا ایک نہیں ہو سکتی جب تک اپنی اخوت اتنی مضبوط نہ ہو کہ کوئی چیز اس کو توڑ سکے۔

جماعتی اتحاد کے بغیر اہم کام سر انجام نہیں پا سکتے

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول یہ اعلان اُن لوگوں کے لئے کافی ہے، جو قوم کو ایک کرنا چاہتے ہیں، بالخصوص اُن کے لئے جن کے سامنے اہم مقاصد ہوں اور اہم کام سر انجام نہیں دیئے جا سکتے جب تک جماعت مضبوط نہ ہو، اور جماعت کو توڑنے والی باتوں کو خدا تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ السوء کیا ہے السوء من القول ما یسوء من یقال فیہ بُری بات وہ ہے جس سے اس شخص کو تکلیف ہو، جس کے متعلق وہ بات کہی گئی، خدا تعالیٰ اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے کہ مومنین ایک دوسرے کے خلاف ان باتوں کا چرچا کریں جو افرادِ قوم کو دُکھ دیں اور ان کی عزت کو برباد کرنے والی ہوں۔ اس سے باہم لڑائی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کرنا موجب فساد اور موجب انتشار ہوتا ہے، جماعت کا باہمی اتحاد اس کی قوت کا موجب ہے، جس قوم کی قوت مضبوط ہو، وہ بڑے بڑے کام کر سکتی ہے اکیلا شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اکیلے کچھ کام نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی نصرت فرمائی لیکن اس کے ساتھ مومنین کی طاقت اور جانبازی اور ان کی قربانیوں کی وجہ سے بھی آپؐ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جماعت میں بڑی برکت ہے جماعت کے سامنے افراد کو اہمیت نہیں دی جا سکتی، اس لئے کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہیئے جو جماعت کو کمزور کرنے والی ہو، افراد کا ایک دوسرے کو بُرا کہنا جماعت کی بربادی کا موجب ہے۔

بُری بات خفیہ یا ظاہر خدا کو ناپسند ہے

اس آیت کے آخر میں فرمایا: کان اللہ سمیعًا علیمًا خدا تعالیٰ سنتا ہے، اس وقت بھی سنتا ہے، جب کوئی بات بلند آواز سے کی جائے اور اس وقت بھی سنتا ہے جب خلوت میں نہایت چپکے سے بات کی جائے، فرمایا ہم تمہاری باتوں کو سنتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ طہارت قلوب پیدا کی جائے، اور کوئی بُری بات، نہ ظاہرا کی جائے نہ خفیہ، یہ وہ بات ہے جو سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے کسی نے نہیں سکھائی، اخلاق تو دنیا سکھاتی ہے لیکن اخلاق فیل ہو جاتے ہیں جب ایمان دل میں نہ ہو، ایمان ہو تو اخلاق کے اندر بھی پختگی پیدا ہو جاتی ہے

قلب کو بُری باتوں سے پاک رکھو

آیت کے ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک دوسرے کو بُرا کہنا ہماری ناراضگی کا باعث ہے ہماری ناراضگی کون برداشت کر سکتا ہے، اور آیت کے آخر میں فرمایا ہم تمہاری ایسی باتوں سے غافل نہیں بلکہ ہم تمہاری ریشہ دوانیاں سنتے ہیں اور تمہارے کلام کے سرچشمہ یعنی قلب کو بھی جانتے ہیں اس لئے دل اور قلب دونوں کو پاک رکھو اور ان کو آلودہ نہ ہونے دو۔

تو فرمایا وکان اللہ سمیعًا علیمًا ہم سنتے ہیں خواہ مجلس کے اندر علانیہ کوئی بات کی جائے یا چالاکی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہو، خدا تو سنتا ہے کہ ہم کسی کے کان میں کیا کہہ رہے ہیں، اپنے قلب کو پاک کرو، قلب تو سرچشمہ ہے نیکی اور اخلاق کا قلب سے جو بات اُٹھتی ہے زبان اس کا اظہار کرتی ہے، اگر بُری بات دل میں ہو تو زبان اس کا اظہار کر دے گی، اس لئے کسی کے خلاف بُری بات دل میں نہ رکھو نہ زبان پر آنے دو

نیکی کا اظہار قوتِ عمل کا موجب ہے

آگے فرمایا ان تبدوا خیرًا او تخفوہ نیکی اور بھلائی کی بات ظاہر طور پر بھی کہی جائے تو اچھا ہے اور اندرونی طور پر خلوت کے اندر کی جائے تو بھی بہت اچھا ہے، ظاہر سے دوسرے کو بھی ویسی ہی نیکی کی ترغیب ہوتی ہے۔ نماز سب کے دیکھنے میں آتی ہے ضروری نہیں کہ اس میں ریا ہو ہر بات جو دیکھنے میں آتی ہے ریا نہیں ہوتی، نیک اعمال اور نیک اقوال کے دیکھنے اور سننے سے قوتِ عمل ترقی کرتی ہے، نیکی ظاہر طور پر کرو یا پوشیدہ طور پر ٹھیک ہے۔

جس سے تکلیف پہنچے اسے معاف کر دو

پھر یہ بھی ہدایت کی ہے کہ اگر کسی سے کوئی دکھ پہنچے، کوئی بُری بات کسی کے متعلق کی ہو تو وہ اسے معاف کر دے او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفوًا قدیرًا۔ خدا تعالیٰ باوجود طاقت رکھنے کے بڑا ستار اور غفار ہے، وہ فرماتا ہے میں دنیا جہان کا بادشاہ ہوں قدیرًا پوری قدرت اور پورا علم رکھتا ہوں، معافی دینا میرا شعار ہے میرے بندے جو میرے ساتھ تعلق رکھنا چاہیں انہیں بھی اپنے اندر معافی کی عادت پیدا کرنی چاہیئے حدیث میں ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ جو تواضع کی عادت پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے، اور جو معافی دیتا ہے اس کے قلب میں سکون دیتا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات کہے جس سے تکلیف پہنچے تو اسے معاف کر دو، دونوں باتیں فرمائیں، کسی کو دُکھ دینے والی بات نہ کہو، لیکن اگر کسی نے کوئی دکھ دینے والی بات کہہ دی ہے تو جس کے متعلق کہی گئی اسے چاہیئے کہ معاف کر دے قومیں اسی سے بنتی ہیں، ہر بات میں دوسرے کو بُرا کہنا، ہر بات میں دوسرے سے انتقام کا ٹھیکہ لے لینا کسی طرح واجب نہیں، اس سے قومیں تباہ ہوتی ہیں، قوم سازی کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کا لحاظ کیا جائے، ایک دوسرے کی زیادتی کو برداشت کیا جائے، اور نہ کوئی بُری بات کسی کے متعلق کی جائے اور نہ کسی بُری بات کا جو کسی نے کہہ دی ہو انتقام لیا جائے۔

(بقیہ خطبہ جمعہ)

ہمارا جلسۂ مشاورت اور قومی اتحاد

آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ خدا نے ہم پر بڑا فضل کیا ہے، ہماری قوم کے دو دن جلسے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مشورے میں بڑی برکت ہے، مختلف قسم کی رائیں سامنے آجاتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اختلاف امتی رحمۃ یہ بھی فرمایا ہے ما تشاور قوم الاھدو والارشد امرھم ہم نے اپنے پیغمبر کے راستے پر چلتے ہوئے دو دن مشورہ کیا مختلف راؤں کا اظہار ہوا لیکن قوم کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا، محترم شیخ میاں محمد صاحب بھی ان مشوروں میں شامل ہوئے ان کے آنے سے مجھے اور قوم کو بڑی خوشی ہوئی، انہوں نے اظہار کیا کہ ہم مل کر کام کریں گے اس سے بڑی خوشی ہوئی، چنانچہ اس کے نتیجہ میں جو مجلس مقرر ہوئی اس میں وہ شامل ہوئے اور ہمارے ساتھ مل کر بیٹھے، اور انجمن کے ضروری امور طے کئے، یقیناً اس خبر سے آپ خوش ہوں گے، ہمارا اتحاد دو سال سے بڑھتا جا رہا تھا، آج ہمارے لئے سجداتِ شکر بجا لانے کا وقت ہے ہمارا اتحاد مضبوط سے مضبوط تر ہو گیا میاں میاں صاحب مکرم کے دو صاحبزادے میاں اللہ بخش صاحب اور میاں ظہور احمد صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ پورا تعاون کریں گے اور انہوں نے اہم خدمات سر انجام دینے کے منصوبے کا بھی ذکر کیا۔

یہ خدا کے احسان کی باتیں ہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اٹھتے بیٹھتے ہیں اس احسان الٰہی کا ذکر کرنا چاہیئے اس ضمن میں میں نے یہ آیت پڑھی ہے لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الخ قرآن کا حکم ہے کہ دوسرے کے خلاف کوئی بات نہ ہو، اس لئے اب کوئی بات ۲۳ سال یا محترم میاں صاحب کے متعلق نہ کی جائے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کان اللہ سمیعًا علیمًا میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ کسی کے خلاف کوئی بات کہی جائے اور میں دل کی باتوں کو بھی جانتا ہوں زبان پر جو باتیں آتی ہیں ان کا سرچشمہ دل ہے، اس لئے دل کو پاک کرنا چاہیئے اور پھر فرمایا اگر کسی سے کوئی بُری بات ہو جائے تو اس کو معاف کر دیا جائے خدا تعالےٰ قدیر ہو کر، ساری کائنات کا بادشاہ اور مالک ہو کر اپنے بندوں کے قصوروں کو معاف کر دیتا ہے تم میں سے بھی جس کو قدرت ہو وہ اپنے قصورواروں کو معافی دے دے اللہ تعالےٰ نے بڑا احسان ہم پر کیا کہ ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں تمام روحانی امراض کے نسخے ہیں یہ بے نظیر کتاب ہے اور اس کا لانے والا بے نظیر پیغمبر ہے۔

پرانی یاد

خدا پرست بہنوں اور بیٹیوں سے گذارش

خدا پرست بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت میں میری یہ گذارش ہے کہ جیسا کہ سب بہنوں کو یاد ہوگا ہماری دستکاری دسمبر سے ایک ماہ پہلے ہی آنی شروع ہو جاتی تھی۔ اور جلسہ تک بہت سی چیزیں جمع ہو جاتیں۔ ہر ایک بہن کی یہ کوشش ہوتی تھی، کہ میری دستکاری سب سے نفیس اور خوبصورت ہو۔ اور زیادہ قیمت کی ہو، تاکہ دین کے کام میں میرا حصہ زیادہ ہو۔ اور اللہ کریم کے ہاں بھی زیادہ اجر اور ثواب ملے۔ لیکن افسوس کئی سالوں سے وہ جذبہ اور شوق نہیں رہا۔ کونسا گھر ایسا ہے جہاں لڑکیاں سکولوں اور کالجوں میں نہیں جاتیں اور نت نئے نمونے دستکاری کے تیار نہیں کرتیں۔ کارِ خیر میں حصہ لینے کے لئے دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ اب تو ماہ نومبر شروع ہو چکا ہے۔ جو بہنیں یہ کام سارے سال میں انجام نہیں دے سکیں۔ ان کی یاددہانی کے لئے چند سطور لکھ رہی ہوں کہ اس نیکی سے کوئی بہن محروم نہ رہے۔ اپنا کام جلدی ختم کر کے نومبر کے آخر تک دستکاری بھیجدیں۔

آپ کی مخلص بہن
والدہ خلیل۔ گڑھی شاہو۔ لاہور

احمدی بچوں کا جلسہ

آج بروز ہفتہ ۸/۱۱/۵۸ بمقام شیخ محمدی بعد از نماز مغرب زیر صدارت پروفیسر عبداللطیف احمدی بچوں کا ہفتہ وار جلسہ منعقد ہوا سب سے پہلے نصیر احمد نے تلاوتِ قرآن کریم سے جلسے کا آغاز کیا۔ اس کے بعد عبدالملک نے اشعار حضرت مسیح موعود پڑھے افتخار احمد نے نماز کا سبق دیا، سعید احمد نے سورۃ پڑھ کر سنائی۔ اسی طرح بچوں نے اپنے مضامین پڑھ کر سنائے۔ گذشتہ جلسوں سے اس دفعہ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ پھر صدر صاحب اور احباب جماعت کے غور و فکر کے بعد سعید احمد فسٹ۔ نصیر احمد سیکنڈ۔ افتخار احمد تھرڈ۔ قرار دیئے گئے۔ پھر صدر صاحب نے بچوں کو فرمایا۔ کہ جو بچہ باقاعدہ (صبح و شام) سبق پڑھنے کے لئے نہیں آتا۔ جلسے کے روز اس بچے کو انعام نہیں دیا جائے گا۔ صدر صاحب نے فرمایا کہ ہر ایک بچہ اچھے طریقے سے بولنے کی کوشش کرے۔ اس کے بعد تمام بچوں میں پیسوں کی بجائے پیچے تقسیم کئے گئے اور جلسہ خیریت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ سعید احمد شاکر۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت طیبہ میں کئی ایسے واقعات پائے جاتے ہیں جو آپ کے منجانب اللہ ہونے پر شاہد عادل ہیں اس قسم کے واقعات آج بھی پڑھنے والوں کے ایمانوں میں ایک تازگی پیدا کرنے کا موجب ہیں ...... ایک ایسا ہی واقعہ چوہدری فیض احمد صاحب معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان نے معاصر "الفضل" میں لکھا ہے جو قارئین کرام کے ازدیادِ ایمان کے لئے ذیل میں درج ہے۔

امرتسر کے مقام پر اسلام اور عیسائیت کے درمیان جو فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا، اور جس میں اسلام کے جری پہلوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کو شکست دی تھی، اس کی روئداد "جنگ مقدس" کے نام سے شائع اور مشہور ہے اور یہ دعوے واقعات کے عین مطابق ہے کہ نصرانیت کا جو طوفان ایک سیلِ سرعت سے اسلام کے خلاف اُٹھ رہا تھا اور کمزور مسلمانوں کو اپنے تیز بہاؤ کی لپیٹ میں انتہائی سرعت کے ساتھ بڑھتا چلا آرہا تھا وہ امرتسر کے مقام پر نہ صرف رُک گیا بلکہ اپنے منبع کی طرف لوٹ گیا تھا۔ یہ مناظرہ جو متواتر پندرہ روز تک جاری رہا، اسے سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور اور آخر فتح کا ڈنکا اسلام کے حق میں بجایا گیا، اس لئے کہ یہ ازل سے مقدر ہو چکا تھا کہ مسیح محمدی ہی کاسرِ صلیب ثابت ہوگا۔

یہی ایام تھے۔ تین چار روز مناظرہ ہو چکا تھا۔ حضور علیہ السلام اس روز مناظرہ کا وقت ختم ہونے کے بعد اپنی جائے قیام پر تشریف فرما تھے، بہت سے خدام بھی صحن اور دوسرے کمروں میں حاضر تھے۔ حضور اگلے روز کے مناظرہ کے لئے تیاری فرما رہے تھے کہ ایک انگریزی وضع قطع کا آدمی سوٹ پہنے گلے میں نکٹائی لگائے اور سر پر ہیٹ رکھے وہاں پہنچا، اس کی ہیئت کذائی صاف ظاہر کر رہی تھی کہ وہ یا تو عیسائی ہے اور یا عیسائیت زدہ ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعض خدام نے جو مقام مناظرہ میں حضور کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اسے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے، جو عیسائیوں کے نمائندہ کے طور پر ان کے مناظروں کے ساتھ رہتا ہے اور مناظرہ کے گذشتہ ایام میں متواتر وہاں موجود رہا۔ اس نے کہا کہ میں حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں، حضور کے ایک خادم نے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے ملنا چاہتے ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ میں حضور کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے اندر کمرے میں حضور کے پاس بھجوا دیا گیا۔

وہ اپنی اسی آن و شان کے ساتھ کمرہ میں داخل ہوا۔ وہ قریباً دس منٹ اندر ٹھہرا۔ اور جب باہر نکلا تو حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ سخت رقت کی حالت میں ہے۔ گویا اس کے دل کو ایک تیز بھٹی میں ڈال کر کسی نے ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس کی یہ قلبی ماہیت واقعی حیران کن تھی۔ بالخصوص اس لئے کہ

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی اسے پہچانتے تھے۔ کیونکہ وہ کپورتھلہ کا ہی رہنے والا تھا۔ انہیں بھی سخت تعجب ہو رہا تھا۔ کہ یہ شخص جو دنیوی عیش و نشاط کا دلدادہ ہے اور جس کے دل پر غفلت اور گناہ کے زنگ کی دبیز تہیں جمی ہوئی ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا رواں ہونا قطعاً خلافِ توقع تھا۔ چنانچہ احمدی احباب نے اس سے ملاقات کی تفاصیل دریافت کیں۔

اس نے بتایا کہ میں کپورتھلہ کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام الطاف علی ہے اور میں ملٹری میں کرنل ہوں۔ میں طبعی طور پر آزاد منش تھا، اور ملٹری میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کی وجہ سے جب میں دیکھتا تھا کہ میرے سامنے انگریز افسر شراب پیتے اور رنگ رلیاں مناتے ہیں تو میں اسلام کی عائد کردہ پابندیوں سے گھبرا اُٹھتا تھا، اور بسا اوقات میرا دل چاہتا تھا کہ میں بھی ان حدود کو توڑ کر ان کی عیش و نشاط میں حصہ دار بن جاؤں۔ میرا یہ جذبہ روز بروز بڑھتا گیا اور جب اتفاقات مجھے ایک کام کے سلسلہ میں انگلینڈ لے گئے تو میرے لئے اسلام کی قیود کو توڑنا آسان ہو گیا، چنانچہ میں دریا کے اس زبردست بہاؤ میں ایک بے بس تنکے کی طرح بہہ کر اسلام سے منحرف ہو گیا اور ایک گرجا میں جاکر بپتسمہ لے لیا اور پھر عیسائی بن کر میں ان تمام قباحتوں میں پوری طرح ملوث ہو گیا۔ جس میں اس وقت تمام عیسائی بحیثیت قوم ملوث ہیں۔ چنانچہ گناہوں کی اس دلدل میں کافی عرصہ رہنے کے بعد جب میں نے اس مناظرہ کی گذشتہ تین روزہ کارروائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا تو میرے دل میں اس شدید جذبے نے انگڑائی لی کہ میں اسلام کے اس عظیم پہلوان کو قریب سے دیکھوں جس کے زبردست دلائل نے عیسائی مناظروں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ یہی جذبہ آج میرے لئے اشتیاقِ ملاقات کا باعث بنا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ملاقات نے میرے اندر وہ تغیر پیدا کر دیا ہے، جو سالہا سال کی جدوجہد کے بعد بھی ممکن نہیں۔ اور میں جو دس منٹ قبل اس کمرہ میں داخل ہوتے وقت ایک پکا اور متعصب عیسائی تھا اب پھر اسلام کی طرف لوٹ آیا ہوں۔

اس نے کہا۔ میں نے جب گذشتہ چار روز کے مناظرہ کی روئداد سُنی اور دیکھی تو میں صرف یہ شوق دل میں لے کر آیا تھا کہ میں اسلام کے مناظر کو قریب سے دیکھوں اور میں اپنی طرف سے اپنا سب سے اچھا سوٹ پہن کر اپنی پوری سج دھج کے ساتھ آیا تھا۔ اس لئے کہ میرا یہ خیال تھا کہ جو شخص اسلام کا اتنا بڑا مناظر اور زبردست عالم ہے اس کی ملاقات کے لئے ایسے ہی کرّ و فر کی ضرورت ہوگی۔ اور میں سمجھتا تھا کہ زبردست شخصیت کا مالک اور مسکت دلائل کا خالق انسان تو دیکھی ایک امیرانہ ٹھاٹھ میں ہوگا۔ مگر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے دروازے سے اندر جاکر دیکھا کہ اسلام کا یہ عظیم الشان پہلوان ایک عجب جذبِ کامل اور وجد و جدآفرین بن کر بیٹھا ہے میرے لئے یہی جلوہ رُوحانی کافی تھا۔ مگر میری ساری سج دھج اس وقت خاک میں مل گئی جب میں نے دیکھا کہ وہ انسان فرشِ زمین پر بیٹھا ہے اور اس حالت میں کہ جو بوریا بچھا ہوا ہے وہ اس پر بھی نہیں بلکہ اینٹوں کے فرش پر بیٹھا ہے اور بوریئے پر صرف اس کا ایک گھٹنا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس فنا فی اللہ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ بوریئے پر ہے یا فرش پر ہے۔ میں اسی نظارہ میں گم ہو کر رہ گیا۔ کہ جو شخص اتنا بڑا زبردست متبحر عالم ہے کہ عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری اس کے سامنے طفلِ مکتب سے کمتر حیثیت کے ثابت ہو رہے ہیں وہ اپنی پرائیویٹ زندگی میں اتنا سادہ ہے کہ وہ چٹائی پر بھی نہیں ہے بلکہ فرشِ زمین پر بیٹھا ہے۔ استغراق کے اس مسحور کن نظارے نے میرے پاؤں بوجھل کر دیئے اور میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔

وہ رومال سے آنسو پونچھتا جا رہا تھا کہ میں جب حضور کے قریب پہنچا اور اس حالت میں کہ حضور کی سادگی کا گرویدہ ہو چکا تھا تو مجھے ایک اور حیرت انگیز شکست ہوئی اور وہ یہ کہ حضور نے مجھے دیکھ کر جھٹ اپنا صافہ سر سے اتار کر زمین پر بچھا دیا اور مجھے فرمایا کہ آپ اس پر بیٹھ جاویں۔ اب گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل والا معاملہ تھا میرے دل میں اس زبردست روحانی شخصیت اور اس کی سادگی کا اتنا اثر ہو چکا تھا کہ میں تو بنظرِ احترام چاہتا تھا کہ کسی ایسی جگہ پر بیٹھوں جو حضور کی جائے نشست سے نچلی سطح پر ہو۔ کجا یہ کہ میں اس محترم ہستی کے صافے پر بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں سخت گھبرا گیا۔ عرقِ انفعال کے قطرات میری پیشانی پر اور ندامت کے آنسو میری آنکھوں میں اُمنڈ آئے۔ میں نے عرض کیا حضور میں اس قابل نہیں ہوں، میں تو سخت گنہگار ہوں۔ مگر حضور نے فرمایا کوئی بات نہیں اللہ تعالےٰ بخشنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو شراب بھی پیتا ہوں اور بہت سے دوسرے بُرے کام کرتا ہوں، مگر حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ میں نے عرض کیا حضور میں تو عیسائی ہوں اور باقاعدہ بپتسمہ لے چکا ہوں۔ اور میں ہرگز اس قابل نہیں کہ اس رفیع المرتبت صافے پر بیٹھ سکوں۔ مگر حضور نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ رحم کرنے والا ہے۔ اور حضور نے پھر مجھے صافے پر بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں پاس ادب

(گذشتہ سے پیوستہ)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز سنیچر :-

پرسوں رات صحت بہت خراب ہو گئی تھی۔ تنفس کا زور بڑھ گیا تھا، علاج معالجہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے قدرے آرام ہوا۔ اب نقاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے، گذشتہ جمعرات کو محترم صوفی محمد طیب صاحب نے صدق جدید مجریہ ۱۳ر جون سے بھی ایک عبرت انگیز نوٹ بعنوان "چراغ تلے اندھیرا" سنایا تھا اس تحریر سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی پارلیمنٹ کی عظیم الشان لائبریری میں ایک کتاب بھی اردو کی موجود نہیں اور انڈین پارلیمنٹ کی عظیم الشان لائبریری میں ایک کتاب بھی اسلامیات پر موجود نہیں بڑا ہی تعجب اور افسوس ہوا خیال آیا کہ اس عظیم الشان کتب خانہ کے لئے اسلامیات پر کوئی جامع کتاب ہدیتاً عاصمۃ الرشید سے بھیجی جائے لہذا مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "ریلیجن آف اسلام" بذریعہ ڈاک بھجوا رہا ہوں۔

قبل الظہر عزیزم عبدالحمید صاحب پراچہ گھر آئے ان سے تبلیغی رپورٹ معلوم کر کے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مزید توفیق بخشے عزیز کو لائٹ کا تازہ پرچہ ۳۰-۳۱ دیا اور وہاں لے گئے عم محترم محمد شیر گل صاحب کے لئے روح اسلام بابت جولائی تا ستمبر بھجوایا۔ عزیز عبدالحکیم صاحب کو روح اسلام کا ایک پرچہ دستی بھجوایا۔

۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار :-

عربت سے جناب مرزا محمد خان صاحب کا خط آیا جس سے پچوائی صاحب نے لائٹ ۲۹، ۳۰، ۳۱ ڈاک سے بھیجا۔ جناب محمد شیر گل کو پیغام صلح ۲۵ دستی بھیجا۔

۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز پیر :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے "روح اسلام" سے مولانا ودیارتھی صاحب کا ایک مضمون پڑھ کر سنایا، مدینہ کے تین پرچے دیئے گئے اور کوہستان جو کل شام کو ارشاد حسین صاحب سے ملے تھے لے گئے ارشاد حسین صاحب کو رسالہ امام الزمان اور اس کی علامات اور مدینہ و صدق جدید کے پرچے دستی بھجوائے۔

جریدہ یومیہ الحریہ مجریہ ۹ر اکتوبر میں چند مضامین ایسے شائع ہوئے جو سن کر آئے یہ پرچہ برائے ملاحظہ لاہور ڈاک سے بھجوا رہا ہوں۔ الحاج محمود دیجویہ سفیر انڈونیشیا برائے مصر قاہرہ کو لائٹ ۲۹-۳۰-۳۱ ڈاک سے بھیجا اور ۳۰، ۳۱ ڈاکٹر عبدالرحمٰن العزاوی بغداد کو دستی بھجوایا۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز منگل :-

آج پونے دو سال کے بعد اپنے مکان واقعہ اعظمیہ سے بغداد باب الآغا لایا گیا۔ دو گھنٹہ دوستوں میں مصروف رہا۔ کئی ایک عراقی و پاکستانی احباب سے ملے۔ حاجی عبداللطیف صاحب یکے از احباب ربوہ سے اخبار ہفتہ وار لاہور کے چند پرچے ملے۔ واپس آنے پر تکان کی وجہ سے طبیعت خراب ہو گئی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ :-

جناب محمد شیر افگن خان صاحب حلہ کو روح اسلام ڈاک سے بھیجا۔ جناب مرزا محمد خان صاحب عربت کے خط کا جواب ڈاک سے دیا۔

۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے، ڈیڑھ گھنٹہ صحبت رہی، موصوف کو ہفتہ وار لاہور کے چند پرچے دیئے۔ شام کو عزیزم عبدالحمید پراچہ آئے، ایک گھنٹہ گفتگو رہی، عزیز کو برائے تقسیم رسالہ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی"، "فرنٹ آف اسلام" اور "وٹ از ان نیم" دیئے۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح عدد خاص مجریہ ۲۴ کے چار عدد پر مشتمل ایک بنڈل اور دو عدد لائٹ ۳۲ ملے۔

۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ :-

جناب سید صفدر علی صاحب کو پیغام صلح عدد خاص "میلاد النبی نمبر" اور استاذ علی محمد سرطاوی غرفۃ تجارت بغداد کو لائٹ ۳۲ اور الحاج وزیر عبدالقادر کو پیغام صلح ۱۱-۱۲-۱۴ ڈاک سے بھجوایا۔

۱۸ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز سنیچر :-

جناب اعجاز حسین صاحب موظف سفارت پاکستانیہ بغداد کو رسالہ "نماز اور ترقی کی تین راہیں" ڈاک سے بھیجا۔ رنگون سے مجاہد برما اکبر خان صاحب کی جانب سے "صدق جدید" کے جولائی کے دو پرچے ملے۔ پیغام صلح عدد خاص میلاد النبی نمبر میں کتاب قیمہ "رحمۃ للعالمین غریبوں کا والی" تالیف سیدنا امیر ایدہ اللہ کا اشتہار پڑھا سیکرٹری صاحب سے گذارش ہے کہ وہ حضرت ممدوح کی خدمت میں میری طرف سے عرض کریں کہ اس مفید اتناس کتابچہ کے کم از کم پانچ نسخے ارسال فرماویں، بیحد نوازش ہو گی۔

۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار :-

جناب عبدالعزیز خیاط کرکوک کو پیغام صلح ۲۵ اور پمفلٹ "چارج آف ہیریسی" ڈاک سے بھجوایا۔ بحری ڈاک سے لائٹ ۲۳ کے مختلف العنوان دو عدد ملے۔ ایک عدد حضرت استاذ علی محمد سرطاوی کو ڈاک .... سے روانہ کیا۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز پیر :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے، اخبار ہفتہ وار "لاہور" سے دو ایک دلچسپ سبق آموز مضمون پڑھ کر سنائے، مدینہ کا ایک پرچہ دیا اور پیغام صلح عدد خاص میلاد النبی نمبر اور صدق جدید کے دو پرچے لے گئے۔ ایک گھنٹہ صحبت رہی، سید ارشاد حسین رضوی کو چند اردو پرچے اور ٹریکٹ "زمانہ کے امام کو پہچانو" دستی دیا اور جناب گل محمد صاحب کو پیغام صلح ۲۹، ۳۰ ڈاک سے بھجوایا۔

۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے، پیغام صلح میلاد النبی نمبر سے خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر سنایا اور "صدق جدید" سے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ موصوف سے ایک دستی خط جو اخویم عبدالصمد صاحب نے بواسطہ عبدالعزیز قریشی صاحب بھیجا تھا ملا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا ایک ایمان افروز واقعہ

(بسلسلہ صفحہ ۷)

کی وجہ سے صافے کو ہٹا کر لوٹے پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے وہاں سخت احساس ندامت اور اضطراب کی حالت میں بیٹھا رہا اور کوئی دوسری بات بھی نہ کر سکا۔ بلکہ میں ایک بت بنا حضور کے پُر نور چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس سادگی شرافت مجسم نے مجھے گویا مسحور کر دیا تھا اور میں صرف یہ سوچتا رہا کہ جو شخص بڑے بڑے مستند عیسائی علماء کو اسلامی دلائل کے ساتھ پچھاڑ سکتا ہے۔ وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسے خدا تعالیٰ کی زبردست تائید حاصل ہے۔ میں اسی ورطۂ حیرت میں گم تھا کہ حضور نے خود مجھ سے مخاطب ہو کر میرے آنے کی غرض دریافت فرمائی اور میں جو اپنے اندر بات کرنے کی تاب نہ رکھتا تھا صرف اتنا کہہ سکا کہ حضرت! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں میں عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہوں، حضور نے یہ سن کر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور نصیحت فرمائی کہ نماز باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرو۔ چنانچہ حضور کی اس نصیحت کو پلے باندھ کر میں اندر سے نکلا ہوں اس حالت میں کہ جب میں اب سے دس منٹ پہلے اندر گیا تھا تو ایک راسخ العقیدہ عیسائی تھا۔ اور اب دس منٹ کے بعد میں کمرے سے باہر نکلا ہوں، تو پختہ مسلمان ہوں۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضؓ کا بیان ہے کہ وہ شخص جب تک زندہ رہا اس سے کوئی اور کمزوری سرزد ہو جانا تو ممکن ہے۔ لیکن اس نے نماز ہمیشہ باقاعدگی سے پڑھی۔

یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سادگی، شرافت چشم پوشی اور دلوں میں بیٹھ جانے والی قوت قدسی پر شاہد ہے۔

آپ کے خطوط

حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب کی اشاعت

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح، زاد فیوضکم

میری تحریک پر جو دو ایک روز یا کی بناء پر تھی خداوند ارحم الراحمین کے فرشتے سعید روحوں کو حرکت میں لا رہے ہیں۔ حضرت اقدس کا الہام ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء ہر وقت پورا ہوتا رہے گا۔ حضرت کی نصرت میں سلسلہ کی نصرت شامل ہے۔

جہاں حضرت اقدس کی عربی کتب کی اشاعت کے لئے خدا کے نیک بندے شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری نے دس ہزار کی گرانقدر رقم سے اس فنڈ کا آغاز کیا وہاں اس کے سرانجام دینے کے سامان اور اسباب بھی پیدا کرے گا۔ اور کر رہا ہے۔ اکثر احباب کو جن میں الحاج شیخ میاں محمد صاحب بھی شامل ہیں اس امر کی شکایت تھی اور بجا شکایت تھی کہ حضرت صاحب کی کتابیں سب سے ردی کاغذ پر چھپتی ہیں، اور ان کی طباعت میں بڑی غلطیاں ہوتی ہیں، اس لئے ان عربی تصنیفات کا جو سلسلہ شروع کیا جائے ان میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا جائے کہ ان کا کاغذ طباعت، جلد بندی، سائز وغیرہ ہر طرح سے جاذب نظر ہو، ان کی باطنی خوبیوں کے ساتھ ان کا ظاہری حسن بھی دیدہ زیب ہو۔ چنانچہ ایک محب مخلص نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ بہتر رہے گا کہ یہ کتابیں مصر میں چھپیں، ایک تو عربی طباعت کا کام وہاں بڑا اعلیٰ ہوتا ہے اور اکثر کتب ظاہری حسن سے بھی مزین ہوتی ہیں، اور وہاں سے اشاعت میں بھی سہولتیں میسر ہوں گی۔ میں نے کہا یہ بالکل درست اور دل لگتی تجویز ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی قابل شخص کا ملنا کار دارد۔ اگر کوئی مل جاوے تو جو مجاہد مصر میں قیام کر کے ان کتب کی طباعت اور اشاعت کا ذمہ لے گا وہ قاہرہ میں ہماری انجمن کا نمائندہ ہوگا۔ اور عارضی مشن کا انچارج۔

آج میں ایک اور خوشخبری سناتا ہوں کہ جہاں میاں مولا بخش صاحب مالی امداد دینے میں سبقت لے گئے وہاں ایک سعید روح نے اس خدمت کے لئے اپنی خدمات پیش کر دی ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ وہ اس کام کے سرانجام دینے کے ہر طرح لائق ہیں۔

لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ جہاں ایک مرد خدا نے ایک گرانقدر رقم سے اس فنڈ کا آغاز کیا وہاں باوجود تحریک اور تحریک میں استدعا اور اپیل کے مرکزی انجمن نے بجٹ میں ایک روپیہ کی بھی اس کام کے لئے گنجائش نہیں رکھی، گویا یہ اس کے فرائض میں داخل ہی نہیں۔ ممکن ہے اگلے سال کانفرنس اور مجلس معتمدین اپنے سالانہ اجلاس میں اس کمی کو پورا کر دے۔ ایک مبلغ کا بھیجنا اور اس کے لئے مصر میں قیام وغیرہ کا انتظام اور ذمہ داری انجمن کے احاطہ قدرت میں ہے یا کسی مخیر ممبر سلسلہ کا کام ہے۔

بہرحال خدا نے چاہا تو وہ اس کے لئے بھی رستہ کھول دے گا اور آسانی پیدا کر دے گا۔ اس کے لئے توفیق عطا فرمانا مولا کریم ہی کا کام ہے۔ اب دیکھیں یہ سعادت کس کے نصیب میں ہے۔ انجمن کے جن کا فرض اولین ان کتب کی اشاعت اور تبلیغ ہے یا کسی اور صاحب ثروت کے۔ ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔ والسلام

عبداللہ جان عفی عنہ

چوہدری عمرالدین مرحوم

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چوہدری عمرالدین (کوٹلی سیچاں) غفر اللہ لہ کے انتقال کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ درست ہے کہ ہم سب مرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور ہم نے یکے بعد دیگرے اس دنیائے ناپائیدار سے ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

لیکن کسی دوست اور مخلص دوست کے جدا ہونے پر افسوس لازمہ بشریت ہے۔ چوہدری عمرالدین مرحوم بڑے مخلص دیندار۔ اور پرجوش احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ سلسلہ سے گہرا تعلق تھا۔ اٹھتے بیٹھتے سلسلہ کا ذکر کرتے۔ حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ ان کو بڑے غور سے پڑھتے اور جہاں کہیں کسی بات کی سمجھ نہ آتی دوسروں سے دریافت کرتے۔ آپ ایک محقق احمدی تھے۔ کسی بات کو تقلیداً نہ مانتے تھے۔ رشتہ داروں میں دوسری جماعت کے لوگ بھی تھے۔ آپ ان سے بھی متاثر نہ ہوئے۔ بلکہ ان سے بحث مباحثہ کرتے رہے آپ کے ایمانی جوش کو دیکھ کر حضرت امیر مرحوم نے ایک دفعہ ان کو اپنے علاقے میں اعزازی مبلغ بھی مقرر فرمایا تھا۔ اور اس میں کیا کلام ہے کہ وہ اپنے گرد و نواح میں ایک شمع ہدایت تھے۔ میں جن دنوں میں دورہ کیا کرتا تھا مرحوم کے پاس بھی جاتا تھا۔ بڑی کشادہ دلی اور محبت سے ملتے تھے۔ اور سلسلہ سے بے انتہاء لگاؤ کا اظہار فرماتے۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر کچھ عرصہ ہوا بینائی خراب ہو گئی تھی باایں ہمہ جلسوں میں تشریف لاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ بدوملہی کے چوہدری صاحبان یعنی چوہدری سید احمد صاحب، چوہدری غضنفر علی صاحب اور چوہدری محمد طیب صاحب کو چاہیئے کہ وہ چوہدری صاحب مرحوم کی اولاد اور ان کے اعزا اور اقربا سے محبت اور شفقت کا سلوک رکھیں اور ان سے ملتے جلتے رہیں کیونکہ یہ باتیں سلسلہ کے استحکام اور تقویت کے لئے ضروری ہیں۔ مسلم ٹاؤن میں بروز جمعہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

(مرتضیٰ خان حسن)

کلمات طیبات

(بسلسلہ از صفحہ اول)

کے الہامات بھی صحیح ہیں۔ اور اگر تقوے نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں، ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے کسی کے تقوے کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقوے سے جانچو اور اندازہ کرو سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقوے کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو جتنے نبی آئے سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں ان اولیاؤہ الا المتقون۔

کمالات نبوت اور ختم نبوت

مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے کمال نبی کمال امت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اس لئے آنحضرت صلعم پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزہ دیکھنا چاہے۔ اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو، تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنا لے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔

تقوے کا امتحان

پس تقوے کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے، لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آ کر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے ؏

بری معاشرتی رسوم

(سردار علی کاہن خان صاحب پونچھ)

ہمارا معاشرہ اس قدر افسوسناک ہے کہ خدا کی پناہ۔ حضرت محمد عربی ہادی برحق نے دَورِ نبوت کے بعد غمی شادی کی رسومات کا قلع قمع کر کے اتنی آسانیاں پیدا کیں۔ اور شادی کے اخراجات کا اس طرح سدباب کیا۔ کہ صرف ایجاب و قبول کی قید رکھی۔ حضرت فاطمہؓ پیاری بیٹی کا ایجاب و قبول خود کرایا۔ اور سات اصحابی جو اس تقریب سعید میں مدعو کئے گئے تھے صرف کھجوروں سے ان کا منہ میٹھا کرایا۔ اور خاتونِ جنت کو پاپیادہ ہمراہ لے کر حضرت علیؓ کے گھر پہنچا دیا۔ یہ واقعہ کتنا عجیب و غریب ہے کہ دو جہان کے مالک و بادشاہ کی پیاری بیٹی کی شادی کس آسانی سے سرانجام پائی ہے۔

ماتم داری [illegible] بلکہ فرزند جب جان بحق تسلیم ہوئے [illegible] کفن اور دفن کی پابندی رکھی گئی ہے۔ نہ رسم تہلیل ہے نہ اسقاط ہے۔ نہ رسم کھچڑی ہے نہ تیجا کی رسم ہے نہ چالیسواں کا درود ہے نہ جہلم کی رسم ہے۔

علماء وقت یوں تو وعظوں کے زمانہ میں یا چندہ لینے کے وقت یہ شعر عوام کو سناتے ہیں ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

لیکن علماء کرام اور پیروں و مرشدوں اور صوفیوں۔ اور لیڈرانِ عظام پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے جو سماج کی اصلاح نہیں کرتے، شادی اور ماتم کی رسوماتِ بد نے غرباء کا کچومر نکال دیا ہے۔ لیکن سرمایہ داروں و تاجروں کی یہ رسومات پیداوار ہیں، اس لئے کوئی حاکم یا عالم یا پیر و مرشد، یا لیڈر، ان رسومات کے خلاف جہاد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان رسومات میں ان بزرگوں کی بھلائی بھی ہے۔ کہ عوام غریبی کے باعث غلام ابن غلام رہیں۔

عرصہ دو سال کی بات ہے کہ شہر گجرات کے دو امیروں نے اپنے ننھے (دو دو سال سے کم عمر) کے بچوں کی شادیاں یکے بعد دیگرے اس جاہ و جلال [illegible] کہ ایک امیر نے [illegible] خرچ کیا اور دوسرے نے دو لاکھ روپے خرچ کر کے اپنا ریکارڈ قائم کیا۔ جب ملک کے عوام [illegible] فاقہ کشی سے تنگ آ کر افلاس سے خلاصی پا لیتے ہوں۔ [illegible] کا مذاق ہے [illegible] افسوسناک اقدامات [illegible] حادثات [illegible]

[illegible] سے رسومات بد کو انجام [illegible] ناک کٹ جائے [illegible] برادری میں رسوائی و

بدنامی ہوگی، اور ناک کٹ جائے گی۔ جہاں امیر ایک روپیہ خرچ کرتا ہے۔ غریب بھی روپیہ قرضہ برداشت کرتا ہے جس کی ادائیگی کے خوف سے غریب پر عرصۂ حیات تنگ ہو جاتا ہے، اور وہ اولاد کی تعلیم و تربیت کرانے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اُمرا کی کئی پشتوں سے سازش چلی آئی ہے کہ غریب زندگی کے دوڑ میں اُبھر نہ سکیں اور کہیں ان کی برابری نہ کر سکیں۔ رسوماتِ بد کا ایک ایسا حربہ امراء کے پاس ہے۔ کہ جس سے غرباء کی حالت دن بدن ناگفتہ بہ ہو رہی ہے، علماء دین اگر قوم کی اصلاح کا بیڑا بھی اُٹھا لیں۔ تو عوام کی مالی مشکلات کا بہترین ازالہ ہو سکتا ہے۔ جب تک تمام ہوشمند اور لکھے پڑھے ہمدرد قوم لوگ اندریں بارہ زبردست جہاد نہ کریں گے، ان بد رسومات کا سدِباب ناممکنات سے ہے، آئے دن جو تباہ کن واقعات ہوتے ہیں مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمایئے:۔

موت پر شادی کی رسومات

پھلوال ضلع سرگودھا۔ یقین کریں کہ مالیرکوٹلہ کے ایک صد سالہ مہاجر اللہ بخش کو بینڈ باجے کے ساتھ لے جا کر قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جنازے کے ہمراہ بینڈ باجے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ جن خواص و عوام نے شرکت کی قبرستان میں حلوہ پوری سے انکی خاطر تواضع کی گئی۔ شام کو وہی بینڈ باجہ متوفی کے مکان پر بلایا گیا اور شادی کی طرح بیلیں دی گئیں

(روزنامہ تعمیر ۱۸ جون ۱۹۵۸ء)

شادی کی رات کو خودکشی

پشاور ۲۹ مارچ۔ موضع پیل بانڈہ۔ تھانہ تخت بھائی میں ایک نوجوان حیات خان نے شادی کی رات سینے پر گولی مار کر خودکشی کر لی، جس سے شادی کی محفل غم و اندوہ کی مجلس بن گئی۔ اس خودکشی کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حیات خان میٹرک پاس بے روزگار تھا۔ اس کے والدین غریب ہونے کے باعث اس کی شادی پر اچھا انتظام نہ کر سکے اس پر حیات خان کے دوستوں نے ایسے طعنے دیئے جس سے حیات خان کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اور اس نے مایوسی اور رنج کی حالت میں بندوق اپنے سینے پر رکھ کر لبلبی دبا دی، اور وہ موقعہ پر ہلاک ہو گیا۔

(تعمیر ۲۷ مارچ ۱۹۵۸ء)

مسرت غم میں بدل گئی

پشاور ۱۷ جون۔ (نمائندہ خصوصی) پشاور سے چند میل دور موضع ملدگو پیر [illegible] ایک افسوسناک حادثہ پیش آیا۔ جس کی بنا پر طوائفوں کا رقص، ڈھولک شہنائیوں کی آواز یک دم ماتم کدہ دگریہ و زاری میں تبدیل ہو گئی۔ بیان کیا جاتا ہے، گاؤں میں ایک پانچ سالہ بچہ اسرار خان ختنہ کے موقعہ پر جب اسے گھوڑی پر بٹھا کر زیارت

کرانے کے لئے لے جایا جا رہا تھا، تو مہمانوں نے مسرت سے فائرنگ شروع کر دی۔ اس اثنا میں ایک گولی اسرار خان کے جسم میں پار ہو گئی۔ اور وہ تھوڑی دیر بعد تڑپ کر مر گیا۔ متوفی کے ہمراہ اس کا پھوپھی زاد بھائی گھوڑی پر اس کے پیچھے بیٹھا تھا وہ اس حادثے میں شدید زخمی ہو گیا ہے۔

(کوہستان، راولپنڈی)

طوائف نچوانا خاندانی روایات کے خلاف

گجرات۔ ۲۰ جولائی۔ یہاں سے ۲ میل دور ایک گاؤں بھنڈیالہ سے ایک بارات کے اس وجہ سے ناکام لوٹ جانے کی اطلاع موصول ہوئی ہے، کہ لڑکے والے جو لاہور سے بارات لے کر آئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ کسی طوائف کو ناچنے کے لئے نہ لائے اور نہ ہی انہوں نے لڑکی والوں کو اس کی اجازت دی۔ اس واقعہ کی تفصیل میں بتایا گیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے والے ہر دو فیروزپور کے مہاجر ہیں۔ کچھ عرصہ قبل یہ رشتہ طے پایا تھا۔ بعد ازاں لڑکے والوں کے اصرار پر تاریخ جلد مقرر کر دی گئی۔ اور کل یہ لوگ لاہور سے بارات لے کر یہاں پہنچے۔ تو سب سے پہلے سوال لڑکی والوں نے یہ کیا کہ بارات اور بینڈ کے علاوہ انتظامات کیا ہیں۔ کیا کوئی رقاصہ وغیرہ آئی ہے۔ اور لڑکے والوں کی طرف سے نفی میں جواب سن کر بیچ پا ہو گئے۔ بعد ازاں انہوں نے کہا۔ کہ نکاح ایک دن بعد بھی کیا جا سکتا ہے، ہم خود طوائف کا انتظام کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ہماری ایک ہی لڑکی ہے۔ اس لئے ہم خوشی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ لیکن لڑکے کے والدین نے انکار کر دیا۔ جس پر دلہن کی ۱۹ سالہ نانی نے کہا یہ رشتہ ناممکن ہے۔ اور دولہا نے یہ سن کر شادی سے انکار کر دیا۔ اور باراتیوں کی دو لاریاں شام کو واپس لاہور لوٹ آئیں۔ دلہن کے رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ اگر مجرہ نہ ہوتا تو برادری میں ہماری ناک کٹ جاتی، کیونکہ یہ بات ہماری خاندانی روایات کے خلاف ہے۔

(روزنامہ امروز۔ لاہور)

گڈے گڈی کی شادی

راولپنڈی۔ ۱۳ جولائی۔ بتایا گیا ہے کہ اگلے روز گوالمنڈی راولپنڈی میں گڈی گڈے کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ گڈے کو چھوٹی سی کار میں بٹھا کر باجے کے ساتھ گڑیا کے گھر لے جایا گیا۔ اس تقریب پر گڑیا والوں کے تقریباً سو روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ گڈی گڈے کی شادی کرنے والی عورتوں کی عمریں بالترتیب چالیس سال اور ساٹھ سال ہیں۔

دو سالہ خاوند پندرہ سالہ دلہن

امروز کے نامہ نگار سے، قصور ۱۸ فروری قاضی محمد دستگیر سول جج قصور کی عدالت میں کنگن پور کی ایک عورت مسماۃ رائیاں نے جس کی شادی ۱۵ سال کی عمر میں دیپال پور کے ایک نادان دو سالہ لڑکے محمد یعقوب سے ہو چکی تھی سول جج قصور کی عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کیا ہوا تھا آج سول جج قصور کی عدالت نے مسماۃ مذکورہ کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ قوم اور سماج کے رہنما قوم کی اصلاح اور [illegible]

[illegible] کی اصلاح ہو گئی تو یہ اتنی عظیم انسانی خدمت ہوگی جس کا کوئی احاطہ نہ ہو سکے گا اور تاریخ ارتقائے انسانیت میں ان کا نام صدیوں تک۔۔۔

بچوں کا صفحہ (گذشتہ پیوستہ) مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی چوتھی مجلس

حضور صلعم کا اکرام ضیف کے متعلق حکم

مہمانوں کے متعلق حضور کا حکم تھا:۔

من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہٗ

جو کوئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

پھر حضور صلعم کا حکم ہے:۔

فکوا العانی و اطعموا الجائع وعودوا المریض (بخاری)

اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا دو۔ اور بیماروں کی عیادت کرو

حاتم طائی کی بیٹی کا قید ہو کر آنا اور حضرت نبی کریمؐ کا اسکو اور اس کی تمام سہیلیوں کو رہا کر دینا۔ اور دوسری عنایات

حاتم طائی ایک مشہور سخی گذرا ہے۔ جب کبھی کسی کی سخاوت کی تعریف کرنی ہوتی ہے تو لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ تو حاتم طائی ہے۔ اس کی بیٹی ایک دفعہ قید ہو کر مدینہ میں بھیجی گئی اس نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور! میں ایک قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حاتم سخاوت میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ غریبوں مسکینوں پر رحم کیا کرتا تھا۔ وہ مر چکا ہے۔ اور میرا بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ میں آپ سے رحم کی خواستگار ہوں۔ یہ سن کر حضور صلعم نے فرمایا تیرے باپ میں مومنوں کی سی صفات تھیں اس کے بعد نہ صرف اسکو بلکہ اس کے تمام ساتھیوں کو رہائی بخش دی۔ ان کو واپس وطن جانے کے لئے زادِ راہ بھی مرحمت فرمایا اور لباس بھی دیا۔

نعیمہ:۔ ہمارے نبیؐ سخی بھی بہت تھے اور رحمدل بھی بہت تھے۔ آپ کو حاتم طائی کی بیٹی پر رحم آ گیا۔ اس کو چھوڑ دیا۔ کپڑے بھی دیئے اور سفر خرچ بھی دیا۔ اور اس کے باپ کی تعریف کی۔ وہ تو بہت خوش ہوئی ہوگی۔ اور ہمارے نبیؐ کی تعریف کرتی ہوگی۔

ماں:۔ ہاں بیٹی وہ بہت خوش ہوئی۔ اس کے ساتھ کی تمام عورتیں بھی بہت خوش ہوئیں۔ وہ حضورؐ کی بہت تعریف کرتی تھیں۔ اسی قسم کے رحم اور سخاوت کے کاموں کی وجہ سے تو ہمارے نبی کا نام بلند ہوا۔ اور حضورؐ کے اخلاق کو دیکھکر لوگ آپ کے مذہب میں داخل ہوتے چلے گئے اور ایک دن ایسا آیا کہ سارا عرب حضورؐ کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا۔

نعیمہ:۔ کل رات آبا جان محلہ کی عورتوں کو روزہ کے بارہ میں کچھ بتا رہے تھے۔ میں ساری باتیں تو نہیں سمجھی مگر کچھ کچھ سمجھ گئی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آبا جان عورتوں میں تقریر کرتے ہیں آپ بھی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو جمع کر کے کوئی نہ کوئی تقریر کیا کریں۔ دیکھو امی جان! وہ سب عورتیں آبا جان کی تعریف کرتی ہیں۔ کہ کیسی اچھی نصیحت کرتے ہیں اگر آپ بھی اس طرح کی نصیحت کیا کریں گی تو عورتیں آپ کی بھی تعریف کیا کریں گی۔ آپ بھی ضرور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو بلوا کر ان کو نصیحت کیا کریں۔ ٹھیک ہے نہ امی جان!؟

محلہ کی لڑکیوں کی ایک مجلس قائم کرنے کی تجویز

ماں:۔ یہ تو میں تم سے کہنے والی تھی کہ تم محلہ کی لڑکیوں کی ایک مجلس قائم کرو۔ جو جو لڑکیاں اس مجلس میں شریک ہونا چاہیں ان کے نام لکھ لو۔ پھر کسی دن جلسہ کرو جس میں لڑکیاں کچھ نہ کچھ بیان کریں۔ خواہ کچھ لکھ کر خواہ زبانی۔ کوئی خدا کی حمد پڑھے۔ کوئی نبی کریم صلعم کی نعت۔ کوئی تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بیان کرے۔ کوئی اور دلچسپ مضمون پڑھے غرض اس طرح سے بچوں کو بولنا اور لکھنا بھی آ جائے گا۔ اور ان کے علم میں بھی زیادتی ہوگی۔"

عزیزو!

مرتضیٰ خان حسن

آؤ مل کر دین کی خدمت کریں
دارُوئے دردِ دلِ ملت کریں

مشکلیں گو لاکھ ہوں اس راہ میں
دل شکستہ ہوں نہ ہم ہمت کریں

روشنی قرآن سے حاصل کریں
اور طلب اللہ سے نصرت کریں

گریہ و زاری کریں ہم پیشِ حق
اور سوالِ وسعت و رفعت کریں

دُنیا پر رکھیں مقدم دین کو
نذرِ دیں ہم مال اور دولت کریں

غل و غش سے پاک رکھیں اپنے دل
خادمانِ دین کی ہم عزت کریں

ہو محبت اور پیار اپنا شعار
قوم کے ہر فرد سے اُلفت کریں

آؤ اٹھیں لے کے ہم نامِ خدا
آؤ حاصل عظمت و شوکت کریں

پاکستان میں صنعت پارچہ بافی کا کارخانہ
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمعیل آباد
حسب ذیل اقسام کا پارچہ ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے
لٹھا ۱۱۰۰۰
لٹھا ۱۵۰۰۰
لٹھا ۲۰۰۰۰
گرے شرٹنگ SH-III
پاپلین P. ۷۷۰
پاپلین P. ۴۰۰
پاپلین P. ۶۶۰
پاپلین P. ۹۹
پاپلین P. ۳۶۰
کارڈورائے BC. ۹۰
کارڈورائے BC. ۱۸۰
تیار شدہ لباس قمیصیں بُش شرٹس پتلونیں اور رومال۔
ملک کے درخشاں مستقبل کے ساتھ
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمعیل آباد
کا پروگرام
انشاء اللہ عمدہ سے عمدہ اقسام کپڑا تیار کر کے ملک کو خود کفیل بنانا ہے
پیغام صلح ۱۲ نومبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۳
ہفت روزہ "پیغام صلح"
سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ۔
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر محلہ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن (انڈیا)
تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر۔ دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مُبین

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور
پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۳۸

ٹیلیفون نمبر
۳۷۴۷
تار کا پتہ
تبلیغ
لاہور

جلد ۴۸	یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ر جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۱۹۵۸ء	نمبر ۴۴

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مُسلمانیم از فضلِ خُدا
مُصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

———— ✱ ————

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

برلن کے مختلف علاقوں کے لارڈ میئرز سے ملاقات۔ سکولوں کے طلباء اور اُستادوں کے سوالات و جوابات

جمعہ ۳ر اکتوبر۔ خطبہ جمعہ امام صاحب نے سورۃ قاف سے بیان کیا۔

ہفتہ ۴ر اکتوبر۔ خان عبد العزیز خان امام مسجد برلن مسز امینہ موسلر کی معیت میں برلن ولمرسڈارف (BERLIN WILMERSDORF) کے لارڈ میئر DUMSTEY سے ملنے گئے۔ اُن سے نہایت دوستانہ پیرایہ میں گفتگو ہوئی، انہوں نے وعدہ کیا کہ جب بھی ہماری طرف سے امداد کی درخواست ہوگی وہ امداد کریں گے۔

بدھ ۸ر اکتوبر۔ سورۃ یوسف سے قرآن شریف پڑھکر جرمن زبان میں ترجمہ کیا گیا، اور اس کے بعد حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب لائف آف دی ہولی پرافٹ کا کچھ حصّہ پڑھ کر سنایا گیا۔

جمعہ ۱۰ر اکتوبر۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ سورۃ الجمعہ سے دیا، اور حاضرین کو تاکید کی کہ نماز جمعہ کے لئے پابندیٔ وقت کو ملحوظ رکھیں۔

اتوار ۱۲ر اکتوبر۔ مسز امینہ موسلر نے بچّوں کو اسلام کے متعلق سبق دیا۔

منگل ۱۴ر اکتوبر۔ اردن کے ایک نوجوان طالب علم کو ایک مصری طالب علم نے گولی مار کر ہلاک کر دیا اس کا جنازہ مسجد میں پڑھا گیا اور بعد ازاں قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔

بدھ ۱۵ر اکتوبر۔ ہیمبرگ کے ایک سکول کی جماعت مسجد دیکھنے آئی انہیں اسلام کے متعلق معلومات فراہم کی گئیں۔

جمعرات ۱۶ر اکتوبر۔ کولون (COLN) سے طلباء مسجد دیکھنے آئے انہیں اسلام کی تعلیمات مختصراً بتائیں۔

جمعہ ۱۷ر اکتوبر۔ خطبہ جمعہ امام صاحب نے سورۃ یٰسین سے دیا ہینا ور HANNOVER سے ایک سکول کی جماعت مسجد دیکھنے آئی۔ انہوں نے نہایت دلچسپ سوالات کئے جن کے جواب میں امور مستفسرہ کی پوری وضاحت کی گئی۔

اتوار ۱۹ر اکتوبر۔ شہر برلن سے بعض خواتین اور مرد مسجد دیکھنے آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

پیر ۲۰ر اکتوبر۔ بریمن BREMEN سے کچھ طلباء مسجد دیکھنے آئے ہم نے انہیں اپنے مذہب کے متعلق معلومات فراہم کیں۔

BERLIN-SCHONEBERG کے لارڈ میئر (AMREHN) صاحب کا انٹرویو ہوا یہ بڑی دلچسپ ملاقات تھی۔ لارڈ میئر ہمارے مشن کی سرگرمیوں کا حال سن کر بہت محظوظ ہوئے اور اسلام کی تعلیمات سن کر بھی انہیں بڑی مسرّت ہوئی۔

منگل ۲۱ر اکتوبر۔ امام صاحب مسز امینہ موسلر کی معیت میں برلن کے مختلف مذاہب کے لیڈروں کی ایک میٹنگ میں شامل ہوئے۔

بدھ ۲۲ر اکتوبر۔ امام صاحب HOTEL am ZOO میں گئے جہاں لارڈ میئر AMREHN نے انہیں مدعو کیا تھا یہ بڑی دلچسپ مجلس تھی۔ لارڈ میئر نے اس

(باقی بر صفحہ)

مجلسِ مشاورت اور معتمدین کا ایک انقلابی اقدام

تصرفِ الٰہی کے ایمان افروز کرشمے

(محمد یعقوب خان)

پیغامِ صلح کے گذشتہ پرچہ سے احباب کو یہ علم ہوگیا ہوگا کہ یکم نومبر کو مجلسِ مشاورت اور دوم نومبر کو مجلسِ معتمدین کے اجلاس ہوئے اور اس دوروزہ غور و فکر اور بحث تمحیص کے بعد ایک نیا پانچ رکنی نظام قائم کیا گیا جس کا نام "مجلسِ عمل" ہے۔

اس فیصلہ سے بڑھکر جس چیز کا احباب کو علم ہونا چاہیئے، وہ وہ نظارہ ہے جو ان ہر دو اجلاس کے دوران میں نظر آیا۔ میں سمجھتا ہوں وہ اس قابل ہے کہ جماعت بھی اس کے احساس میں پوری طرح شریک ہو اور جماعت کا ہر فرد جماعتی زندگی کی اس نئی چنگاری سے بہرہ اندوز ہو جو اس دن محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معرضِ وجود میں آئی۔

حضرت امیر نے اپنے خطبہ جمعہ ۷ر نومبر میں مجملاً قوم کو یہ خوشخبری پہنچادی ہے۔ آپ نے اسے خدا کا بڑا فضل قرار دیا جو ہم پر ہوا۔ ہمارے ایک اور محترم دوست ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اجلاس معتمدین کے اختتام پر جن الفاظ میں اس تمام دو روزہ کارروائی پر تبصرہ کیا اس سے شاید کیفیت پوری طرح سامنے آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ انہیں اس تمام کارروائی میں تصرفِ الٰہی کا ہاتھ کام کرتا نظر آیا۔ اختلافِ آراء کے بعد جس نے بعض وقت شدت بھی اختیار کی متفقہ طور پر ایک فیصلہ پر پہنچ جانا تصرفِ الٰہی کا ہی ایک کرشمہ تھا جو کسی انسانی تدبیر کے بس کی بات نہ تھی۔

چند ایک تفصیلات سے احباب کو اندازہ ہوسکے گا کہ جب اللہ تعالےٰ کی مشیت جنبش میں آتی ہے تو وہ کس طرح سامانوں کو جمع کر دیتا ہے اور بظاہر ناممکن بات ممکن ہوجاتی ہے۔ تصرفِ الٰہی کے چند ایک کرشمات ملاحظہ ہوں۔

سب سے پہلا کرشمہ جناب شیخ میاں محمد صاحب کو اپنے ارادہ کے خلاف کشاں کشاں لایا اور ان ہر دو اجلاس میں شمولیت پر آمادہ کیا۔ احباب کو علم ہے کہ ایک مدت سے میاں صاحب نے عملاً کنارہ کشی اختیار کرلی تھی، اور تمام احباب محسوس کرتے تھے کہ اس سے ہمارے اشاعتِ اسلام کے کام کو ضعف پہنچ رہا ہے اور انہیں جس طرح ہوسکے اس پر آمادہ کرنا چاہیئے کہ اپنے جذبات کو خواہ ان کے وجوہات کیسے ہی وزنی ہوں خدمتِ اسلام کے جذبہ پر قربان کریں اور کنارہ کشی چھوڑ کر میدانِ عمل میں کود پڑیں۔ یہ محض تصرفِ الٰہی تھا کہ باوجود شمولیت سے معذوری کے اظہار کے جو انکی طرف سے موصول ہوا۔ آخری وقت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کے دل میں یہ تحریک ہوئی کہ اس نیک کام میں بہرحال شامل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جب ہم سب ان کی شمولیت سے ...... مایوس ہوچکے تھے۔ محض اس تصرفِ الٰہی کے دستِ قدرت نے انہیں گیارہویں گھنٹے شمولیت پر آمادہ کیا۔ ان کی شمولیت جیسے حضرت امیر نے اپنے خطبہ میں فرمایا ایک نہایت اہم قومی کامیابی ہے اور انشاء اللہ بہت سی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

تصرفِ الٰہی کا دوسرا کرشمہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجلس مشاورت کی صدارت کے لئے متفقہ طور پر قرعۂ فال ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب پر پڑا۔ جو احباب مجلسِ مشاورت میں موجود تھے وہ جانتے ہیں کہ اس صدارت کے فرائض سے عہدہ برآ ہونا آسان کام نہ تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب ہی کے نیک ارادوں اور تحمل اور قابلیت کی بدولت یہ ممکن ہوا کہ مشاورت کی فضا تعمیری رنگ اختیار کرتی گئی اور بالآخر نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے دستِ قدرت نے اس خاص مقصد کے لئے انہیں وہاں بٹھا دیا تھا۔

تصرفِ الٰہی کا تیسرا اور سب سے بڑا کرشمہ یہ تھا کہ مجلسِ معتمدین نے متفقہ طور پر اپنے وجود کو چودہ ماہ (تا جلسہ سالانہ ۱۹۵۹ء) کے لئے معطل کر دیا اور اپنے تمام اختیارات مجلسِ عمل کے سپرد کر دیئے۔ اسے میں سب سے بڑا کرشمہ اس لئے کہتا ہوں کہ یہ انقلابی اقدام کسی بیرونی طاقت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ہمارے قومی ضمیر کی آواز تھی جس کی مجلس معتمدین حامل ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں معتمدین نے احمدیت کی ضمیر کی ترجمانی کا حق ادا کیا، دینِ اسلام کے مفاد کو ہر ایک دوسرے مفاد پر مقدم رکھنا یہی احمدیت کا نچوڑ ہے معتمدین نے متفقہ طور پر سلسلہ کے اس بنیادی اصول پر اپنے عمل سے مہرِ تصدیق ثبت کردی۔ اور یہ بتا دیا کہ اس کے سامنے اقتدار نہیں بلکہ تحریک کی بہبودی ہے، اسلام کسی نظام کو بُت بنانے کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ ہر نظام ایک مقصد کے حصول کے لئے آلۂ کار ہوتا ہے اگر نظام کا بھاری بھرکم ہونا ہی حصولِ مقصد کی راہ میں مزاحم ہو تو اس کو بدلا جاسکتا ہے معتمدین نے اسی روحِ اسلام کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا تاکہ ایک مختصر مجلسِ عمل لمبی چوڑی دفتری کارروائیوں اور کاغذی گھوڑوں کی تگ و پے سے بے نیاز ہوکر ٹھوس کام کی طرف متوجہ ہوسکے، اور سرگرمی کی رفتار کو تیز اور تیز تر کرسکے۔ ایک سال کے بعد مجلسِ عمل کے کام کا جائزہ لیا جائے گا اور اسے جاری رکھنے کا حق صرف اسی صورت میں پہنچ سکے گا کہ اس اثناء میں وہ قوم کے سامنے ٹھوس نتائج پیش کرسکے۔

الغرض معتمدین کے اس نئے اقدام کے پیچھے جو جذبۂ محرکہ ہے وہ اسی قدر ہے کہ جماعتی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز کیا جائے۔ تاکہ اشاعتِ اسلام کے روز افزوں نئے نئے تقاضوں کے پیشِ نظر ہم اپنی سرگرمیوں کو پوری تندہی اور یکجہتی سے جاری رکھ سکیں اور جو وقت اور قوت لمبی چوڑی دفتری کارروائیوں میں ضائع ہوتا رہا ہے۔ وہ ٹھوس کام پر لگ سکے جیسے اس نئے نظام کا نام ہی ظاہر کرتا ہے۔ اس میں زور عمل پر ہوگا، اور لاطائل نظری اور فکری بحثوں اور الجھنوں میں پڑنے کے جو نتائج ہوتے ہیں اُن سے ہم بچ سکیں گے۔

یہ نیا تجربہ کہاں تک کامیاب ہوگا۔ یہ بھی محض اللہ تعالےٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ **مجلس عمل** کے ہر ایک رُکن نے سردست اسی ایک جذبہ کے ماتحت زمامِ کار کو ہاتھ میں لیا ہے جس کے ماتحت وہ معرضِ وجود میں آئی ہے۔

شیخ میاں محمد صاحب لائل پور سے چل کر میٹنگ میں شریک ہوتے ہیں بلکہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو لاہور میں ہی زیادہ دیر قیام کریں۔ بڑے بڑے مسائل جو سالہا سال سے لٹکتے آتے ہیں، ہم آہنگی سے منٹوں میں طے ہوجاتے ہیں۔

جیسے حضرت امیر نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا یہ نیا اقدام اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے جو ہماری جماعت پر ہوا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر سعید احمد صاحب تصرفِ الٰہی کے ماتحت ہوا ہے۔ مجھے اس میں ایک اور چیز بھی نظر آتی ہے۔ میرے نزدیک اس نئے اقدام سے مامور کے وہ الفاظ پورے ہوتے ہیں کہ:۔

میرے بعد مل کر کام کرو

یہ امر جماعت کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود کی نگاہ کشفی نے جماعت کے مستقبل کے متعلق جس اہم واقعہ کی نشاندہی کی ہے

(باقی بر صفحہ ۴)

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مؤرخہ ۱۹ نومبر ۱۹۵۸ء

جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے

دسمبر کے آخری ایام ہمارے قومی اجتماع کیلئے مخصوص ہیں، یہ اجتماع ہر سال لاہور کے اس حصہ میں منعقد ہوتا ہے، جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی کے آخری ایام گذارے اور تبلیغ حق کرتے ہوئے واصل باللہ ہو گئے، یہ سرزمین جو اسی وقت سے احمدیہ بلڈنگس کے نام سے موسوم ہے، اس مقدس انسان کی روحانی تاثیرات سے متاثر ہو کر تبلیغ حق کے مبارک کام کے لئے مخصوص ہو چکی ہے، اور اسلام کا نور اس مبارک مقام سے نکل کر دنیا کے چاروں گوشوں میں پھیلتا جا رہا ہے، مغرب کی وادیوں میں اسلام کی گونج جو آج سنائی دے رہی ہے، احمدیہ بلڈنگس ہی کی صدا بازگشت ہے، اس گونج کو قائم رکھنے اس کو زیادہ زور دار بنانے اور اسلام کے نور کو یورپ کے سرمایہ شدہ اور سرامریکہ کے قلب میں پہنچانے کے لئے ہمارا قومی اجتماع ہر سال اسی سرزمین میں منعقد ہوتا ہے، جہاں خدا کے مسیح کی روح نے پرواز کی، اس پاک انسان کا ارشاد ہے کہ :-

"اس جلسہ میں یہ ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں ..... سو بھائیو یقین سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونیوالی ہے خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا، انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی، خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد استطاعت رکھتے ہوں"۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مامور الٰہی کی یہ باتیں کہ "یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں" کس قدر صداقت پر مبنی تھیں اور کس طرح حقائق بنکر دنیا کے سامنے آرہی ہیں خان بہادر غلام ربانی خاں کے قلم سے جو رپورٹیں ان صفحات میں شائع ہوتی ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے بلکہ اسلام قبول کرتے چلے جا رہے ہیں، اور مامور من اللہ کی یہ پیشگوئی حقیقت کا رنگ اختیار کر چکی ہے کہ ؎

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

ان حالات کے پیش نظر حضرت مامور من اللہ نے اس بات کو جلسہ سالانہ کی اہم ضروریات میں سے قرار دیا ہے کہ اس جلسہ میں یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔

اور بھی کئی اغراض ہیں جو اس مبارک اجتماع کے پیش نظر ہوتی ہیں، جن میں سے ایک بڑی غرض بقول مامور الٰہی یہ ہے کہ اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے، یہ وہ غرض ہے جو جلسہ سالانہ کے سوائے اور کسی طرح پوری نہیں ہوسکتی، اسی غرض کے پیش نظر ایک چھوٹا سا اجتماع حال ہی میں چند دن ہوئے منعقد ہوا، اور خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جماعت کے تعلقات اخوت اس موقعہ پر از سر نو ایسے مستحکم ہوئے کہ اس کی نظیر کسی اور جماعت میں شاید مشکل ہی مل سکے کسی جماعت کے اندر دو یا زیادہ پارٹیوں کا بن جانا اور ان کا ہمیشہ کے لئے برسر پرخاش رہنا تو ایک معمولی بات ہے، جو ہمیشہ دیکھنے میں آتی رہتی ہیں، لیکن دو پارٹیاں بن جانے کے بعد پھر دونوں کا باہم مل جانا اور دونوں میں تعلقات اخوت از سر نو استوار ہونا شائد ہی کبھی کسی جماعت کے اندر دیکھنے میں آیا ہو، یہ جماعت احمدیہ لاہور ہی کی خصوصیت ہے کہ متواتر چار یا پانچ سال تک دو پارٹیوں میں منقسم رہنے کے بعد وہ پھر ایک متحدہ جماعت بن گئی، اور ہر دو فریق نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے ماتحت پھر مل کر کام کرنا شروع کر دیا، یہ اجتماع کی برکات میں سے ہے، ایک چھوٹے سے اجتماع سے ایسا بابرکت نتیجہ پیدا ہوتا بتاتا ہے کہ اجتماع قومی کس قدر عظیم الشان برکات کا موجب ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے ہمارا آیندہ جلسہ قومی اتحاد کا ایک ایسا نظارہ ہوگا جس کی نظیر دوسری ایسی جماعتوں میں ملنی مشکل ہے جن کی بنیاد جمہوریت پر ہو، پیروں کی جماعتوں کا ذکر ہم نہیں کرتے، ان کا اتحاد ایک ہی شخص کی آواز پر مبنی ہوتا ہے، اور اس آواز پر لبیک کہنے والے دل و دماغ کی سوچ بچار رکھنے والی صلاحیتوں سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور وہ جو ان صلاحیتوں سے کام لینا چاہیں انہیں نکال باہر پھینکا جاتا ہے، یا وہ خاموشی کے ساتھ تحسبهم جمیعًا وقلوبهم شتّٰی کا مصداق بنے بیٹھے رہتے ہیں، جماعت احمدیہ لاہور کی یہ خصوصیت ہے، کہ اس نے مامور من اللہ کے بتائے ہوئے مسلک پر عمل پیرا ہو کر جمہوریت کا وہ رنگ اختیار کر رکھا ہے جس کے اندر اختلاف آراء ہوتے ہوئے اتحاد کا مضبوط حبل اللہ ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، اور اس کے تعلقات اخوت دن بدن استحکام پذیر ہوتے چلے جاتے ہیں،

ہمارا آیندہ قومی اجتماع انہی تعلقات اخوت اور اتحاد و اتفاق کا ایک نہایت قابل قدر منظر پیش کرے گا۔ اس میں شمولیت اور اس کی روحانی برکات سے حصہ لینے کے لئے سب دوستوں کو ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ دن کچھ زیادہ نہیں تاہم اگر کوشش کی جائے، اور تمام بیرونی جماعتوں میں شمولیت جلسہ کی تحریک زور دار پیرایہ میں پیش کی جائے تو اس اجتماع کو زیادہ پُررونق اور زیادہ مؤثر بنایا جاسکتا ہے۔

احمدیہ خواتین کا جلسہ اور دستکاری کی تحریک

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہماری قوم کی خواتین بھی ایک دن اپنا علیحدہ جلسہ منعقد کرتی ہیں، جس میں مواعیظ حسنہ کے علاوہ قومی تحریکات اور اشاعت اسلام کے لئے خواتین کی طرف سے بیشقرار رقوم پیش کی جاتی ہیں، اسی سلسلہ میں دستکاری کی ایک نمائش بھی منعقد ہوتی ہے، جس میں خواتین اپنے ہاتھ سے بنی ہوئی مختلف اشیاء پیش کرتی ہیں اور ان کی فروخت سے اشاعت اسلام کے لئے بہت بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے،

خدا کے فضل سے یہ اجتماعات ہر سال زیادہ سے زیادہ ترقی پذیر اور پُررونق ہوتے جا رہے ہیں، گذشتہ سال کا جلسہ بہت زیادہ پُررونق تھا۔ اور دستکاری اور چندوں میں بھی خواتین نے پہلے سے بڑھ کر حصہ لیا۔ ان حالات میں یہ امید کرنا بے جا نہیں کہ اس سال خواتین کا جلسہ اور زیادہ بارونق ہوگا اور تمام خواتین اپنی اپنی دستکاریاں جلد از جلد تیار کر کے پہلے سے پہنچا دیں گی، تاکہ انکی قیمت مقرر کر کے نمائش میں رکھنے کا انتظام کیا جاسکے، اس بارہ میں گذشتہ اشاعت میں ہماری محترمہ بہن والدہ خلیل کی طرف سے جو تحریک کی گئی ہے، وہ خصوصیت سے قابل توجہ ہے، انہوں نے لکھا ہے :-

"خدا پرست بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت میں میری گذارش ہے کہ جیسا کہ سب بہنوں کو یاد ہوگا کہ ہماری دستکاری دسمبر سے ایک ماہ پہلے ہی آتی شروع ہو جاتی تھی اور جلسہ تک بہت سی چیزیں جمع ہو جاتی تھیں، ہر ایک بہن کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ میری دستکاری سب سے زیادہ نفیس اور زیادہ قیمت

(باقی بر صفحہ کالم ملاحظہ کیجئے)

انقلابی اقدام

(بسلسلہ صفحہ ۲)

(یعنے کہ اختلاف کے بعد پھر مل کر کام کرنا) وہ جماعت لاہور سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مشیتِ ایزدی میں تحریک احمدیت کا صحیح مسلک اور مستقبل اسی جماعت سے وابستہ ہے،

ہر معاشرے میں ہر قسم کی طبائع کے افراد ہوتے ہیں۔ انتشار پسند بھی ہوتے ہیں اور صلاحیت پسند بھی ہوتے ہیں۔ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت میں صلاحیت پسند عنصر غالب ہے۔ مجالس مشاورت معتمدین میں۔ صلاحیت پسندی بالآخر غالب آئی۔ مگر یہ کشمکش کبھی ختم نہیں ہوتی۔ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی ہر روز اسی کشمکش سے دوچار ہوتی ہے۔ ہمیں اس نئے فضل کی حفاظت کے لئے جو خدا نے ہم پر کیا ہے، چوکس رہنا پڑے گا تا کہ ہماری کسی نقصانیت کی وجہ سے اسے ضعف نہ پہنچنے پائے۔

ہماری جماعت ایک مامور کی جماعت ہے جو صحیح اقدار اسلامی کے احیاء کو اپنا بلند ترین مقصدِ حیات سمجھتی ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ایک مسلمان کی شان میں فرمانِ الٰہی ہے ہماری جماعت اس زمانہ میں اسی مقام کی دعویدار ہے کم از کم یہی عزائم رکھتی ہے کہ ہم قرآن کے ان الفاظ کو اپنی زندگی میں سچا کر کے دکھائیں۔ باوجود ان پاک عزائم کے میں جانتا ہوں، کہ ہم کمزور ہیں اور جب تک اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہمارے شامل حال نہ ہو ہم کچھ نہیں ہیں اور نہ کچھ کر سکتے ہیں اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اس نئے دور کا خیر مقدم کریں اور اسے کامیاب بنانے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

ہماری جماعت کی مجموعی روح صلاحیت پسند ہے۔ احمدیت کے معنے یہی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اپنے اوپر ہر ایک مسکینی اور عاجزی اور فروتنی اختیار کی جائے۔ بہت سے کام جھوٹی شیخی بازی اور کبرِ نفس سے بگڑتے ہیں۔ آیئے! ہم دنیا کو دکھائیں کہ اسلام کی صحیح تعمیری روح کیسے کہتے ہیں۔ یہ ایک سال آپ مجلس عمل کی امداد کریں اپنے تعاون سے بھی اور اپنی دعاؤں سے بھی۔ تا کہ خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے کا کوئی ٹھوس کام ہمارے ہاتھوں سے ہو سکے اور بڑے اور موثر پیمانے پر ہو سکے۔

(مقالہ — بسلسلہ صفحہ ۳)

کی ہو تا کہ دین کے کام میں میرا حصہ زیادہ ہو اور اللہ کریم کے ہاں بھی زیادہ اجر اور ثواب ملے ...."

اُمید ہے تمام خواتین اور قوم کی بچیاں اور بیٹیاں دستکاری کے اس اہم پہلو کی طرف خاص طور پر توجہ دیں گی اور اسے

مکتوبِ فیجی

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی امریکہ میں

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" زادعنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قارئین پیغام صلح یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے، کہ خاکسار کی درخواست پر جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے سان فرانسسکو مشن کو دوبارہ جاری کر دیا ہے۔ آپ ۹ ار ستمبر سے تبلیغی کاموں میں مصروف ہیں آپ کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی خدمت میں کالجوں کے طلباء سے لیکر خواص تک آپ کی جائے قیام پر آیا کرتے ہیں۔ اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست جن کا نام PAUL SMITH ہے۔ مولانا صاحب کی خدمت میں گئے۔ اور کافی دیر تک مذہبی گفتگو کرتے رہے۔ ہمارے ایک شاگرد مسٹر جعفر حسین اور ان کی امریکن بیوی نے مولانا صاحب سے دو گھنٹہ تبادلۂ خیالات کیا۔ انہوں نے اسی ہفتہ ایک مشنری سے تبادلۂ خیالات کرنا تھا۔ مولانا صاحب سے گفتگو کرنے سے اُن کو عیسائی مشنری سے مناظرہ کرنے کے لئے کافی دلائل مل گئے۔

یوم النبیؐ کے جلسہ میں جو اسلامک سنٹر کے زیرِ اہتمام تھا۔ مولانا صاحب کا تعارف کافی مسلمانوں اور غیر مسلم حاضرین سے کرایا گیا۔ آپ کا نام بھی پروگرام میں تھا۔ آپ نے سیرت نبویؐ پر پُراثر تقریر فرمائی۔ تقریر اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تھی۔ سامعین کافی متاثر ہوئے۔ مولانا صاحب کو سان فرانسسکو پبلک لائبریری میں کئی ایک نادر کتب کے مطالعہ کے مواقع بھی ملے ہیں جو آپ کی ریسرچ اسلامی کے لئے نئی معلومات کا موجب ہوئی ہیں۔

مولانا صاحب کی کئی ایک جگہ طعام کی دعوتیں بھی ہوئی ہیں۔ مسٹر عبدالرحمٰن۔ خالد عبداللہ اور مسز یونی فریسین نے دعوتوں میں اپنے دیگر احباب کو بھی مولانا صاحب سے تعارف کرانے کے لئے بلایا۔ گذشتہ اتوار مسز یونی فریسین نے دوبارہ مولانا صاحب کو اپنی والدہ کے مکان پر MILL VALLEY میں دعوت دی۔ یہاں آپ کو چرچ کے ممبروں سے متعارف کرایا گیا۔ یہ جگہ سان فرانسسکو سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ میں مسٹر ضیا قادری صاحب جو کافی عرصہ سے امریکن باشندے ہو گئے ہیں سے بھی ملاقات ہوئی۔ قادری صاحب، مولانا صاحب سے مل کر بہت محظوظ ہوئے اور کافی دیر تک انجمن کے متعلق گفتگو کرتے رہے قادری صاحب کے ایک بھائی لاس انگلیس میں رہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کو اشاعت اسلام کے کاموں سے دلچسپی ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہمارے معاون رہے ہیں امریکہ میں رہنے اور مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیالات کرنے کی وجہ سے مولانا صاحب کی انگریزی نہ بولنے کی عادت دور ہو رہی ہے۔ اگر مولانا صاحب کافی عرصہ تک امریکہ رہ گئے۔ تو انشاء اللہ وہ وقت آئے گا کہ جب آپ کی انگریزی تقریروں کا معیار آپ کی اردو تقریر کے معیار کے قریب آجاویگا۔ مولانا صاحب کی یہ ہمت، قابل قدر اور قابل تقلید ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صاحب علم دوست میدان میں نکلیں اور اسلام کا علم دنیا کے مختلف کونوں میں نصب کر دیں۔

والسلام

خاکسار۔ محمد عبداللہ

رحمۃ للعالمین

غریبوں کا والی

مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف کتاب رحمۃ للعالمین کو بہت پسند کیا ہے وہ لکھتے ہیں "اگر اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جائے تو میرا یقین ہے کہ اس سے ہمارے لٹریچر میں نہایت قابلِ قدر اضافہ ہو گا۔ ہمارے ہاں کے لٹریچر میں ایسی کتابوں کی بہت کمی ہے"۔

حضرت امیر کی ایک اور تصنیف

جمہوریت اسلامیہ

کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ شائع کرنا ضروری ہے تا کہ قرآن کریم کی تعلیمات کا کمال دنیا پر روشن ہو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برہان اور نور ہیں
آپکی تعلیمات ہمہ گیر اور قوموں کو متحد کرنے والی ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً فاما الذین امنوا باللہ واعتصموا بہ فسیدخلھم فی رحمۃ منہ وفضل ویھدیھم الیہ صراطاً مستقیماً ـــــــ (النساء ۱۷۵ ـــ ۱۷۶)

محمد رسول اللہ صلعم برہان اور نور ہیں

فرمایا یایھا الناس اے دنیا جہان کے لوگو قد جاءکم برھان من ربکم تمہارا رب جو تمہارے جسموں کی ربوبیت کرتا ہے اس نے تمہاری روح اور قلب کی تربیت کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، اور وہ کیا ہیں؟ برھان من ربکم وہ اس تعلیم ربانی پر بڑی روشن دلیل ہیں، وانزلنا الیکم نوراً مبیناً، اور ہم نے ایک نور مبین تمہاری طرف نازل کیا۔ اس میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا ایک تو یہ کہ محمد رسول اللہ صلعم صرف کامل نمونہ ہی نہیں، بلکہ برہان ہیں، برہان کس کو کہتے ہیں؟ امام راغب لکھتے ہیں البرھان بیان للحجۃ برہان ایسے بیان کو کہتے ہیں جو بات کو پختہ کرنے کے لئے پیش کیا جائے، اور لکھا ہے البرھان اوکد الادلۃ برہان تمام دلائل سے بڑھ کر حجت قائم کرتا ہے اور کہتے ہیں والذی یقتضی الصدق وہ شخصیت جو ایسے نظریئے اور اعتقاد ... پیش کرتی ہے صدق پر مبنی ہیں ابداً لا لامحالۃ ہر حالت میں وہ نظریئے اور اعتقاد قائم رہنے والے ہیں اسکو برہان کہتے ہیں، تو ان معنوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت برہان ہے، وہ ان تعلیمات کے لئے جو قرآن نے دی ہیں برہان ہیں۔ کیونکہ آپ نے وہ نظریئے اور اعتقاد دیئے ہیں جو ہر حالت میں ابد تک رہنے والے ہیں۔

تمام رسولوں کی ایک تعلیم

ایک جگہ فرمایا ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے ان میں سے ہر ایک نے یہی تعلیم دی کہ ایک خدا کی عبادت کرو، اور اس کے سوائے جس قدر تعلیمات ہیں وہ سب طاغوت ہیں ان سے بچنا چاہیئے اور فرمایا یایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ اے لوگو جو کلمہ پڑھ کر ایمان لانے والوں میں داخل ہو چکے ہو، تم سچ مچ کے مومن بن جاؤ، خدا پر ایمان ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہو، خدا تعالےٰ کے احکام پر عمل ہو والکتاب الذی نزل علٰی رسولہ اور اس کتاب پر بھی ایمان لانا ہے جو محمد رسول اللہ صلعم پر اُتری والکتاب الذی انزل من قبل اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جو اُن سے پہلے اُتریں اور اس کے ساتھ ان رسولوں کو مانو جو پہلے گذر چکے ان سب کا حکم یہی تھا کہ توحید الٰہی کو مانو اور ایک خدا کی تعلیم کے سوائے جس قدر تعلیمات ہیں، اُن سے پرہیز کرو ان کتابوں اور رسولوں کو ماننے کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ دنیا جہان ایک ہو جائیں اور فرمایا شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً اس تعلیم کو مانو جو نوح نے دی وہ کیا تعلیم تھی ان اعبدوا اللہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو والذی اوحینا الیک اور جو تعلیم آپ پر اتاری وہ بھی یہی ہے وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی اور جو تعلیم ابراہیمؑ اور موسےٰ اور عیسٰی کو دی وہ یہی ہی کہ اس آیت میں تمام انبیاء کی تعلیم گن دی۔

انبیاء کے آنے کی غرض

انبیاء توحید الٰہی کی تعلیم لے کر آتے ہیں ان کے بغیر اللہ تعالےٰ کا عرفان اور اس کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا، انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے جو استعدادیں اور اخلاقی قوتیں رکھی ہیں، انکی تربیت انبیا اور ان کی تعلیمات کے ذریعہ سے ہوتی ہے، ان کے بغیر خدا کی مرضی کا علم نہیں ہو سکتا وانزل علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم، اللہ تعالےٰ نے کتاب نازل کی اور وہ تعلیم دی کہ انسان کی عقل اس حد تک نہیں پہنچ سکتی، خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا کہ تو اپنے آپ اپنی عقل سے ان پُر حکمت باتوں کو معلوم نہ کر سکتا تھا جن کی تعلیم قرآن نے دی ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما اس قسم کی جامع اور مفید معقول تعلیم جس کو ملی اس پر اللہ تعالےٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے۔

قوموں کو متحد کرنے والی ہمہ گیر تعلیم

اور فرمایا کہ جو تعلیم حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسےٰ اور عیسےٰؑ کو دی گئی، اسی کو آپ بھی بیان کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا جو تعلیم ان انبیاء نے اپنی قوموں کو دی اس کو قائم رکھنا ہے اور تفرقہ نہیں کرنا اور آگے چل کر فرمایا فلذالک فادع اسی ہمہ گیر تعلیم کی طرف بلانا ہے واستقم کما امرت اور جس طرح حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہنا ہے ولا تتبع اھواءھم لوگوں کی خواہشات پر عمل پیرا نہیں ہونا، ہر پیغمبر کی امت یہ چاہتی ہے کہ ہماری خواہش کے مطابق عمل ہو، اس لئے اتحاد اقوام عالم کی خواہشات کے مطابق قائم نہیں ہو سکتا، اسی جامع تعلیم کی طرف بلایئے جو تمام انبیاء کی تعلیم ہے وقل امنت بما انزل اللہ من کتاب کہہ دو کہ میں ایمان لاتا ہوں اس پر جو کسی زمانہ میں کسی نبی پر کسی قوم کے لئے اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی۔ یہ کتنا خوش کن اعلان ہے اس کے اندر برہان ہے، دل اس کی طرف کھنچے آتے ہیں، باہم محبت پیدا ہوتی ہے۔ فلذالک فادع اسی تعلیم کی طرف بلا کسی جگہ کسی زمانہ میں کسی قوم پر جو تعلیم اتری اسکو ماننا چاہیئے، وامرت لاعدل بینکم میں قوموں کے اندر عدل قائم کرنے آیا ہوں، ان کو کہدو اللہ ربنا وربکم اللہ ہی ہمارا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے لنا اعمالنا ولکم اعمالکم ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء ملے گی، اچھے اعمال کا بدلہ اچھا ملے گا اور بُرے اعمال کا بدلہ بُرا ملے گا خدا تعالےٰ عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ اور صرف کسی عقیدہ کو تسلیم کر لینا کافی نہ ہوگا، فیصلہ کن جو چیز ہے وہ اعمال ہیں لا حجۃ بیننا وبینکم اس تعلیم کو مان کر ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہ جاتا اللہ یجمع بیننا، یہ وہ تعلیم ہے جو ہم کو اور تم کو متحد کر دے گی۔

اس تعلیم کی زمانہ کو ضرورت ہے

یہ وہ تعلیم ہے جس کی ضرورت اس زمانہ کو ہے، اس زمانہ میں بڑا اضطراب، بڑی پریشانی ہے اس زمانہ میں رنگ کی وجہ سے لڑائی ہے، نسل کی لڑائی ہے، زبانوں پر لڑائی ہے۔ تمام چیزوں کا ذکر قرآن نے کیا ہے، کیونکہ یہ کتاب تمام تعلیموں

کی جامع ہے، اسی لئے فرمایا یاایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم اللہ تعالےٰ کی طرف سے برہان آئی ہے یعنی حضور نبی کریم کے اعتقادات اور ان کا عملی نمونہ حجت ساطع ہے بقول راغب البرھان اوکد الادلۃ برہان تمام دلائل سے بڑھکر ہے والذی اقتضی الصدق ابدًا لا محالۃ وہ جو اس صدق کو بیان کرے جو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر حالت میں ہمیشہ قائم رہنے والا۔ ظاہر ہے کہ یہ نبی کریم صلعم کی بڑی عظیم الشان تعریف ہے۔

کفارہ اور نسلی امتیازات کی تعلیمات برہان سے خالی ہیں

یہ بیسویں صدی کا زمانہ عقل کا زمانہ ہے یہ زمانہ دلائل مانگتا ہے ھاتوا برھانکم آج زمانہ کی آواز ہے، یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام پھانسی پر لٹک گئے دلیل کے بغیر نہیں مانا جاسکتا ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین اگر سچے ہو تو دلائل پیش کرو، اطمینان قلب کے لئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، ابراہیمؑ نے بھی اللہ تعالےٰ سے عرض کی، رب ارنی کیف تحی الموتیٰ اے میرے رب مجھے دکھا کہ کس طرح مردوں کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اولم تؤمن کیا تم اس بات کو مانتے نہیں ہو؟ عرض کیا بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی ایمان تو ہے لیکن اطمینان قلب چاہتا ہوں، اور وہ دلائل کے بغیر میسر نہیں آتا، تو کسی بات کو ماننے کے لئے برہان کی ضرورت ہوتی ہے، تین برابر ایک اور ایک برابر تین کہہ لینا آسان ہے لیکن دلیل سے ثابت کرنا مشکل ہے، انسان تو سب ایک ہیں، پھر کسی کو برہمن اور کسی کو شودر قرار دینا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے ھاتوا برھانکم خدا نے تو سب کو ایک پیدا کیا، ہندو، مسلمان چوہڑے، چمار، سب کو ایک طرح پیدا کیا، اگر کوئی تفریق ان کی پیدائش میں ہے، اگر پیدائشاً کوئی شودر ہوسکتا ہے تو ھاتوا برھانکم اس کے لئے دلیل لاؤ، یہ دلائل کا زمانہ ہے۔ جس اعتقاد اور نظریے کے لئے برہان نہیں اس کا ماننا مشکل ہے۔

یہ کیسی عجیب کتاب ہے جس نے ایسی بلند پایہ تعلیم دی ہے۔ اس سے بڑھکر رحمت اور فضل اور برتری نہیں ہوسکتی، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

وصلی اللہ تعالےٰ علےٰ
خیر خلقہ محمد
وآلہ وصحابہ
اجمعین

یادِ رفتگان

مرتضیٰ خان حسن

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

مدت سے یہ تحریک چل رہی ہے کہ وہ بزرگ نفوس جن کو خدا نے حضرت امام العصر علیہ السلام کی شناخت اور رفاقت کا شرف خصوصی بخشا، اور اب اس دار ناپائدار سے رخصت ہوکر اپنے حقیقی مولا سے جا ملے ہیں، ان کے مختصر سوانح حیات قید تحریر میں لائے جائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان بزرگ ہستیوں کے نام سے کوئی شناسا بھی نہیں ہوگا اور نہ ان کی اولادوں کو بھی معلوم ہوگا کہ وہ کن بلند پایہ بزرگوں کی پشت سے ہیں ؎

بھول جائینگے کہ تھے کن ڈالیوں کے ہم ثمر
ٹوٹ کر آئے کہاں سے اور گرے آکر کہاں

تین چار سال کا عرصہ ہوا میں نے عنوان بالا سے پیغام صلح میں مضمون لکھا تھا، اور اس کے مطابق بعض دوستوں سے عرض کی تھی کہ وہ اپنے اپنے بزرگوں کے حالات قلمبند کرکے اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ چنانچہ مولانا عبدالباری صاحب نے اپنے والد محترم حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شہید کے حالات قلمبند کرکے ارسال فرمائے۔ جو شائع ہوگئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ اب تک بند ہے۔ اب محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تاکید فرمائی ہے کہ اس تحریک میں جان ڈالی جائے، بزرگان قوم کے حالات جمع کئے جائیں اور انہیں کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے اس تجویز کی افادیت پر کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ تحریک احمدیت کی ہی ایک قسم کی تاریخ ہوگی۔

بناء بریں تمام احباب کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ وہ اپنے مرحوم بزرگوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اور دوستوں کے حالات تحریر کرکے مجھے ارسال فرمادیں۔ تاکہ ضروری اصلاح کے ساتھ انہیں کتابی صورت دی جاسکے، اور پھر ان کی اشاعت کا انتظام کیا جاسکے۔

امید ہے کہ بار بار یاد دہانی کی ضرورت پیش نہ آئے گی اور احباب حتی الامکان اس امر کی طرف جلدی توجہ فرمادیں گے۔

خیر اندیش۔ مرتضیٰ خان حسن
مسلم ٹاؤن۔ رشید سٹریٹ۔ اچھرہ۔ لاہور۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء کی مختصر سہ ماہی رپورٹ

عطیہ دینے والے:-

عطیہ دینے والے	روپے	آنے	پائی
مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب لائلپور	۹	۔	۔
عبدالغفور بٹ صاحب۔ لاہور	۲	۔	۔
معلوم الاسم۔ ملتان	۲۰	۔	۔
شیخ عبدالرحمان مصری صاحب۔ لاہور	۲	۔	۔
خواجہ محمد اصغر ٹھیکیدار صاحب سیالکوٹ	۱۰۰	۔	۔
ضیاء الحق صاحب۔ سیالکوٹ	۱	۔	۔
ڈاکٹر عبدالمجید صاحب سرگودھا۔	۱۰	۔	۔
ملک عبدالسلام صاحب لاہور۔	۔	۱۲	۔
صابر پردیپ صاحب۔ لاہور۔	۔	۱۲	۔
معلوم الاسم۔ لاہور۔	۲	۔	۔
شیخ محمد آصف صاحب۔ لاہور	۳	۔	۔
زمرد بیگم صاحبہ سیالکوٹ	۵	۔	۔
سید احسان علی صاحب ڈھاکہ	۲۰	۔	۔
	۱۷۵	۸	۔

اگست، ستمبر، اکتوبر میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد:- ۵۲۹۱

آپ بھی اس کار خیر میں حصہ لیجئے اور اپنے عطیہ جات بنام شیخ محمد حسین احمدیہ بلڈنگس لاہور ارسال فرمادیں۔

کنوینر دار الشفاء ۱/۱۱/۵۸

دمہ کی دوائی کی ضرورت اور درخواست دعا

قارئین پیغام صلح کی خدمت میں عرض ہے کہ بچپن سے مجھے خشک دمے کا عارضہ لگا ہوا ہے بلغم بالکل جدا نہیں ہوتی دن رات دورہ رہتا ہے انگریزی اور یونانی علاج کرانے سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ۱۴ ستمبر سے بستر پر ہوں براہِ نوازش حضرت امیر اور دیگر احباب جماعت نیم شبی دعاؤں میں بندہ کی صحت کے لئے دعا کریں اور اگر کسی صاحب کو خشک دمہ کی کوئی مجرب دوائی معلوم ہو تو پتہ ذیل پر نسخہ یا دوائی بذریعہ وی پی ۔ ۔ ۔

اِسمہٗ احمد کی پیشگوئی کا مصداق کون ہے؟

اہلِ ربوہ کے غلط خیالات اقوالِ مسیح موعود کی روشنی میں

مولوی عبداللہ جان صاحب پشاوری

قاضی محمد یوسف صاحب جو جماعت قادیان کے معزز اور سرگرم ممبر اور ربوہ کی جماعتہائے سرحد کے امیر ہیں۔ ہمارے بڑے عزیز دوستوں میں سے ہیں۔ ہم بچپن سے ایک ہی محلہ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ایک ہی گھر میں پلے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب مجھے بھیجی ہے جس میں انہوں نے اپنی سرگذشت لکھی ہے کہ انہوں نے کیونکر احمدیت قبول کی اور بعدہٗ کیا کچھ احمدیت کی خدمت کی۔

اس رسالہ کا نام ہے ظہور احمد موعود شروع میں حضرت مسیح موعود کی تصویر دی ہے اور اس پر لکھا ہے مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد۔ اور آخر میں اپنی دو تصاویر دی ہیں ایک پر لکھا ہے یوسف اعرض عن ھذا۔ اور دوسری پر ہے یا اسفیٰ علیٰ یوسف۔ یہ دونوں آیات ایسی بے محل استعمال ہوئی ہیں جن کا تعلق تصویر سے کچھ بھی نہیں۔ خیر یہ ضمنی بات تھی۔ وہ بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سارے رسالے میں حضرت مسیح موعود کو مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی احمد کا مصداق قرار دیا ہے۔ یہ ہمارا اور جماعت ربوہ کا ایک بنیادی اور اصولی اختلاف ہے اگرچہ جناب خلیفہ صاحب کا اب یہ عقیدہ نہیں رہا۔ ہمیں تعجب ہے کہ جماعت ربوہ کے بعض ممبر کیوں ایسے استدلالات کر کے حضرت صاحب کو دنیا میں بدنام کرتے ہیں اور کیوں دنیا کو آن کے مقدس وجود سے متنفر کرتے ہیں۔ ایسے استدلالات جو خود حضرت صاحب نے نہیں کئے اور نہ وہ دعاوی کئے ہیں جو آن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ میں آیت مبشراً یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کے متعلق حضرت مسیح موعود نے جو کچھ لکھا ہے وہ معہ حوالجات کتب عرض کئے دیتا ہوں:۔

(۱) احمد رسول اللہ صلعم کا نام ہے (تصنیفات احمدیہ حصہ اوّل صفحہ ۱۵۲ و صفحہ ۱۷۱)

(۲)۔ مسیح ناصری نے جو پیشگوئی اپنے مثیل کی کی ہے اس سے رسولِ اکرمؐ مراد ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۳ ۳۴۲)

(۳)۔ قرآن مجید میں مسیح موعود کے لئے خلیفہ اور حدیث میں مسیح کا لفظ آیا ہے۔

(ملفوظات حصہ سوم المہدی صفحہ ۲)

(۴) حضرت مسیح موعود کے لئے جو قرآن شریف میں آیا ہے کہ انہ لعلم الساعة۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح حضرت رسول اکرمؐ کی خوشخبری دینے والا پیش خیمہ تھا۔ ساعت سے مراد ایک عظیم الشان امر آنے والا۔ یعنی مسیح کا ظہور اس بات کا نشان تھا کہ یہ اسرائیلیوں میں آخری نبی ہے اور اب خاتم النبیین اس کے بعد آئے گا۔

(تصنیفات حصہ اوّل صفحہ ۱۸۶)

(۵)۔ اسمہٗ احمد۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ سے مراد رسُول اکرمؐ ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۲)

(۶)۔ معترضین کے اعتراض۔ جبکہ قرآن کریم میں دابۃ الارض۔ دخان۔ یاجوج ماجوج کا ذکر ہے تو مسیح موعودؑ کے آنے کا کیوں ذکر نہیں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کی آمد کا مثالی طور آیت استخلاف میں ہے۔ اور خلافت موسویہ اور خلافت محمدیہ کی آیت استخلاف میں جو مماثلت کا ذکر ہے۔ مدت ایام خلافت اور خلیفوں کی طرز اصلاح اور طرز ظہور سے متعلق ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود کا دعوے ہوتا کہ وہ احمد ہیں جس کی پیشگوئی قرآن کریم میں ہے تو یہ جواب دیتے کہ دیکھو میرے متعلق قرآن کریم میں صاف اور صریح پیشگوئی ہے۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ لیکن جواب دیتے ہیں کہ میرا ذکر آیت استخلاف میں مثالی طور پر ہے۔ یہ ذکر تو سب مجددین کے متعلق ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۵ ۴ ۲۳۳)

(۷)۔ میرا نام جو غلام احمد رکھا میرے والدین کو کیا خبر تھی کہ اس میں کیا راز ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں آنحضرتؐ کی عزت کے لئے کرتے ہیں ہم تو اسلام کے مزدور ہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱۴۸)

(۸)۔ اس نے (خدا نے) اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے کہ احمدؐ کے ادنےٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(دافع البلا صفحہ ۱۳-۱۴)

(۹)۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بات شاعرانہ نہیں واقعی ہے۔ (دافع البلا صفحہ ۲۰)

(۱۰) عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا۔ کہ مسیح بھی قرب اور وجاہت کے رُو سے واحد لاشریک ہے اب خدا بتلاتا ہے کہ میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام ہے۔

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا!
سب سے بڑھکر غلامِ احمد ہے

(دافع البلا صفحہ ۲۰)

(۱۱)۔ حضرت رسُولِ اکرم صلعم کے دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد۔ آن حضرت کا اسم اعظم محمد ہے، جیسے خدا تعالےٰ کا اسم اعظم اللہ ہے۔ دیگر کل اسماء حیّ و قیوم، رحمان و رحیم وغیرہ صفات ہیں حضرت رسول اکرم کا نام احمدؐ وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا یاتی من بعدی اسمہ احمد من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا یعنی میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(تصنیفات حصہ اول صفحہ ۱۷۸-۱۷۷)

(۱۲)۔ اس آدم کو خلعت خلقت پہنائی جس کا نام محمد اور احمد ہے اور وہ آدم کی اولاد کا سردار اور خلقت کا امام اور سب سے زیادہ متقی اور سعید ہے۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۲)

(۱۳)۔ در نعت و مدح سیّدنا و سیّد الثقلین محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳)

(۱۴) واللہ یعلم انّی عاشق الاسلام و فدا حضرت خیر الانام و غلام احمد المصطفےٰ۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۸)

(۱۵) مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی اس نام کے عدد پورے ۱۳۰۰ ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۹)

(۱۶)۔ موسےٰ نے رسول اکرمؐ کا جلالی نام لے کر پیشگوئی کی اور مسیح نے جمالی نام لے کر۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۳)

(۱۷) ہمارے نبی کریم کی مماثلت نے تقاضا کیا کہ ان کے خلفاء حضرت موسےٰ کے خلفاء کی طرح ہوں۔ اور آخر میں وہ خلیفہ ہو جو مسیح کا مثیل ہو۔ (اعجاز المسیح صفحہ ۱۴۰)

(۱۸)۔ ان یبعث فی ھٰذہ الامۃ بعض

(باقی بر صفحہ ۱۱)

اسلام میں عورت کی حیثیت

حمیدہ حبیب اللہ بیگم ماسٹر حبیب اللہ صاحب فیجی

اسلام سے پہلے عورت کی حالت

اسلام سے پہلے عورت کی بہت گری ہوئی حالت تھی۔ وہ تمام حقوق سے محروم تھی۔ بعض ملکوں میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ "عورت میں روح نہیں ہے"۔ اس کو ناپاک خیال کیا جاتا تھا۔ وہ مذہبی عبادات اور رسوم میں حصہ نہیں لے سکتی تھی۔ اس کو ہنسنے یا مسکرانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بعض موقعوں پر اس کو بات تک کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ عرب سوسائٹی میں عورت کی حیثیت مویشی کی سی تھی۔ خاوند کے مرنے کے بعد وہ خاوند کی جائداد خیال کی جاتی تھی۔ اسے یا تو غلام بنالیا جاتا یا فروخت کر دیا جاتا تھا

اسلام میں عورت کا مقام

ساتویں صدی میں حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہوتے ہی ملک عرب میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ پیغمبر اسلام نے عورتوں کی جدو جہد کے بغیر عورت کی عزت کو اپنی تعلیم کا ایک ضروری جزو قرار دیا۔ آپ نے عورت کو مرد کے برابر حق بھی دیا اور بعض معاملات میں مرد کو عورت پر فوقیت بھی دی۔ عرب میں عورت نے اپنی آزادی کسی انقلاب کی وجہ سے حاصل نہیں کی۔ جیسے یورپ میں عورتوں نے انقلاب پیدا کرکے حقوق حاصل کئے۔

اسلام کی رو سے عورت اور مرد دو ایسے ستون ہیں۔ جن پر خوشحال گھر کی عمارت کھڑی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

"اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔ اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ اس میں راحت پائے"۔ (۷ : ۱۸۹)

ایک مقام پر قرآن مجید میں دوسرے الفاظ میں یوں آیا ہے:۔

"(تمہاری بیویاں) تمہارے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لئے لباس ہو"۔

(۲ : ۱۸۷)

قرآن مجید میں مرد اور عورت کو برابر تصوّر کیا گیا ہے۔

"جو کوئی اچھا کام کرتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مرد یا عورت مومن ہے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے"۔

(۴۰، ۴ : ۱۲۴)

دونو مرد اور عورت بہشت کی نعمت برابر طور پر حاصل کرنے کے حقدار ہیں۔

"جو کوئی نیک کام کرتا ہے، وہ مرد ہو یا عورت۔ اور وہ مرد یا عورت مومن ہے۔ ہم اس کو (مرد یا عورت) ہمیشہ کی خوشی کی زندگی دیں گے"

ایک مسلمان عورت کو جائداد حاصل کرنے یا فروخت کرنے کا مرد کے برابر حق حاصل ہے:۔

"مرد جو کچھ کماتے ہیں اپنی کمائی کا فائدہ حاصل کریں گے، اور جو کچھ عورتیں کمائیں گی۔ وہ اپنی کمائی کا فائدہ حاصل کریں گی"

(۴ : ۳۲)

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں آیا ہے:۔

"جو کچھ والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑتے ہیں۔ مرد اپنا حصہ حاصل کریں گے۔ اور جو کچھ والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑتے ہیں۔ اس سے عورتیں اپنا حصہ حاصل کریں گی"

(۴ : ۷)

"لیکن وہ (عورتیں) اپنی راضی خوشی سے اپنی جائداد کا حصہ چھوڑنا چاہیں۔ تو پھر اس کو خوشی سے کھا سکتے ہو"

(۴ : ۴)

اسلام سے پہلے — عورت بطور جائداد

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عورت اپنے متوفی خاوند کی جائداد تصوّر کی جاتی تھی۔ اس لئے اس موقعہ پر ان کو وراثت میں جائداد حاصل کرنا بعید تھا۔ بعض ملکوں میں یورپ کے انقلاب کے زمانہ کے بعد بھی بڑا بیٹا باپ کی جائداد کا وارث خیال کیا جاتا ہے۔ یہودی قانون کے ماتحت بھی عورت کی ان دنوں اچھی پوزیشن نہیں تھی:۔

"اس زمانے میں ایک بیوہ کا خاوند سے ورثہ میں جائداد حاصل کرنا بعید از قیاس تھا۔ کیونکہ وہ خود اپنے خاوند کی جائداد کا ایک حصہ تصوّر کی جاتی تھی، جس کو وارثوں کے پاس جانا تھا...... نہ ہی بیٹیوں کا سوال اپنی باپ کی وراثت سے حق پانے کا آسکتا ہے۔ کیونکہ بیٹیاں یا تو باپ کے ہاتھوں بیاہ دی جاتی تھیں۔ یا اپنے بھائیوں کے ذریعہ یا اپنے باپ کی وفات کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ذریعہ۔ اس طرح وہ اس خاندان کی جائداد ہو جاتی تھیں۔ جن میں ان کی شادی ہوتی تھی"۔

(جیوز انسائیکلوپیڈیا — صفحہ ۵۲۳)

"عرب رسومات کے مطابق تمام جائداد خاندان کے ان ممبروں کو دی جاتی تھی۔ جو ہتھیار بند رہتے تھے"

(ریلیجن آف اسلام مصنفہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم)

از روئے اسلام عورت کا حق وراثت

اسلام عورتوں اور یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے آیا۔ اس نے عورت کو مرد کا حصہ دار بنایا اور متوفی کی جائداد کو اس کے وارثوں میں جمہوری طرز پر تقسیم کیا۔ قرآن مجید میں وراثت کے عام قانون اس طرح بیان کئے گئے ہیں:۔

"مردوں کو وہ حصہ ملے گا جو والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑیں گے۔ خواہ کم ہو یا زیادہ"

(۴ : ۷)

پھر وراثت کا قانون ذیل کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

"اللہ تمہارے بچوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے لڑکا اس قدر لے گا جس قدر دو لڑکیاں۔ لیکن اگر دو لڑکیوں سے زیادہ ہیں۔ تو اس صورت میں وہ دو تہائی اس مال کا حصہ لیں گی جو اس نے (باپ نے) چھوڑا ہے۔ اور اگر ایک لڑکی ہے تو پھر آدھا حصہ لے گی۔ اور (متوفی کے) والدین۔ ان میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا مالک ہوگا جو اس نے چھوڑا ہے۔ اگر اس کا بچہ ہے۔ لیکن اگر اس کا کوئی بچہ نہیں ہے۔ اور اس کے والدین وارث ہیں۔ تب اس کی ماں تیسرا حصہ لے گی۔ لیکن اگر اس کے بھائی ہیں، تب اس کی ماں چھٹا حصہ لے گی۔ تمام قرضہ یا وصیت کا حصہ ادا کرنے کے بعد"

(۴ : ۱۱ : ۱۲) (ریلیجن آف اسلام)

اسلام میں وراثت کا مضمون اس قدر وسیع ہے کہ اس کی مکمل بحث اس چھوٹے سے مضمون میں نہیں ہو سکتی۔ یہاں صرف یہ دکھانا مدّنظر تھا۔ کہ اسلام نے عورت کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ اپنے والدین یا خاوند سے جائداد کا حصہ وراثت میں لے سکتی ہے۔

حصول علم کے لئے عورت کا حق

دوسرا ضروری سوال یہ ہے کہ عورت کو علم حاصل کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔ اس حیثیت سے عورت مرد کے ساتھ برابری کا حق رکھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"علم کا حاصل کرنا مرد اور عورت دونو پر فرض ہے"

اسلام کی رو سے عورت ہر قسم کے علم کی اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آزاد ہے۔ اس پر

کوئی پابندی نہیں عائد کی گئی۔ اسلام کی تاریخ شاہد ہے، کہ بہت سی عورتوں نے علم و فضل کے لحاظ سے مردوں پر سبقت حاصل کی۔

مخلوط تعلیم

اسلام کا طرزِ تعلیم موجودہ طرزِ تعلیم سے کسی قدر مناسبت رکھتا تھا۔ مخلوط تعلیم کا رواج اسلام کے ابتدائی زمانہ میں پایا جاتا تھا۔ عورتیں مردوں کے ساتھ تعلیم پاتی تھیں۔ یہاں تک کہ عورتیں انفرادی مردوں کی معلم رہی ہیں۔ اور وہ مخلوط یا غیر مخلوط جماعتوں کی لیکچرار تھیں۔ ابن جُبیر نے (جو بارھویں صدی کے مشہور و معروف سیاح تھے) ایسی کئی ایک مخلوط جماعتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جو اُن کی نظروں کے سامنے آئیں۔ امام بخاری نے (جو پندرھویں صدی کے مؤرخ ہیں) ایک لمبی فہرست اُن عورتوں کی دی ہے جو مردوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ ایک مسلم خاتون جن کا نام زینب تھا۔ وہ دمشق میں باقاعدہ مردوں کی جماعت کو تعلیم دیتی تھیں۔

ایک عورت کی طرف سے سکول کی بنیاد

سنہ ۸۵۹ء میں ایک خاتون مسمّٰی فاطمہ الفترویہ اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ ٹیونس سے روانہ ہو کر فیض میں آئیں۔ اور دوران قیام میں انہوں نے اپنی جیب خاص سے ایک سکول کی بنیاد قائم کی۔ جونہی سکول کی عمارت کا کام شروع ہوا خاتون فاطمہ نے اسلامی طریق کے مطابق روزہ رکھنا شروع کیا۔ اور اس روزہ کو جاری رکھا۔ جب تک کہ یہ عمارت پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ گئی۔ اور وہ اس میں شکرانہ ادا کرنے کے لئے نماز پڑھنے گئی۔

ایک اسلامی یونیورسٹی

یہ سکول جس کی بنیاد خاتون فاطمہ الفرویہ نے رکھی تھی۔ کالج کے درجہ پہ پہنچ گیا۔ جس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آخر یہ سکول یونیورسٹی کے درجہ پہ پہنچ گیا اور اس یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے والی "اُمّ البنین" یعنی بیٹوں کی ماں کے نام سے موسوم ہونے لگی۔ اس یونیورسٹی نے تمام شمالی افریقہ اور یورپ کے کئی حصوں کے لئے علم کے روشن مینار کی حیثیت اختیار کر لی۔ عیسائی، یہودی اور مسلمان علماء اس میں حصہ لینے لگے۔ اور حساب، انجنیئرنگ۔ فارمیسی، ڈاکٹری چشمہ سازی اور راگ کے علوم حاصل کرنے کیلئے سیبریا۔ مصر۔ ٹیونیشیا۔ اٹلی۔ انگلینڈ، اور سپین تک کے طالب علم یہاں آنے شروع ہو گئے۔

عورت کا حصہ سیاست میں

اسلامی قانون کے مطابق عورت کو ضمیر کی آزادی حاصل ہے۔ وہ سیاست میں حصہ لے سکتی ہے اسلامی تاریخ ایسی مثالوں سے پُر ہے جن سے پایا جاتا ہے کہ مسلمان عورتوں نے سیاست میں نمایاں حصہ لیا۔ ایک بار جب اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضہ عورتوں کو حق مہر کے لئے بھاری رقوم دینے کے خلاف تقریر کر رہے تھے۔ تو اس وقت آپ کی تقریر کے خلاف بولنے کی ایک عورت کو ہی ہمت ہوئی۔ اور کہا "اے خطاب کے بیٹے! آپ کو کیا حق ہے۔ کہ ہمیں جب کہ قرآن مجید بطور مہر سونے کے ڈھیر دینے کی اجازت دیتا ہے۔ آپ محروم کریں؟ حضرت عمر رضہ نے اس عورت کے بیباکانہ جواب سے ناراض ہونے کی بجائے اس کی ہمت کی داد دی۔ اور فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں عمر کی نسبت زیادہ علم رکھتی ہیں۔

مسلمان خواتین ضروری شعبہ جات میں

عورتوں نے ابتدائے اسلام سے زندگی کے کئی ضروری شعبہ جات میں اعلےٰ آسامیوں پہ کام کیا ہے۔

خاتون سکینہ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑپوتی تھیں۔ اپنے زمانہ کی مشہور عالمہ، شاعروں کی سرپرست، منصف اور ڈاکٹر تھیں۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ بغداد کے ہائی کورٹ آف اپیل کی صدر تھیں۔ شہزادی علیّہ فن موسیقی میں اپنے زمانہ کی استاد تھیں۔ اُمّ البنینؑ نے دمشق میں اور ملکہ زبیدہ نے بغداد میں سیاست اور حکومت میں نمایاں حصہ لیا۔ ہندوستان میں ملکۂ نور جہان نے نہ ہی صرف علم و فضل میں بلکہ سیاست میں کمال حاصل کیا۔ شہزادی جہاں آرا اور زیب النساء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علم و دانش کے آسمان پہ چمکتے ہوئے تاروں کی طرح چمکیں۔ اور ملکہ رضیہ سلطان نے بحیثیت کمانڈر دشمن کے مقابلہ میں فوج کشی کی۔

تعدد ازدواج کے متعلق غلط پراپیگنڈا

یہ مضمون مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس میں تعدد ازدواج اور طلاق کے مسائل پہ بحث نہ کی جاوے۔ آپ لوگوں نے شاید اخبارات میں شمالی افریقہ کی کسی فرنچ کالونی کے بادشاہ کی تصویر دیکھی ہو گی۔ جن کو دیس بدر کر دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے ملک کو اپنی ملکہ اور بہت سی ملکہ کی نوکرانیوں کے ساتھ چھوڑا۔ اخبارات کے نمائندوں نے اس موقعہ کی تصاویر اتاریں۔ اور جب تصویروں کو فرانس انگلستان اور امریکہ کے اخباروں میں شائع کیا۔ تو یہ دکھایا کہ بادشاہ اپنا ملک اپنی ایک سو بیویوں کیساتھ چھوڑ رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ بادشاہ کی ایک بیوی تھی۔ ملکہ کی نوکرانیوں کو بادشاہ کی بیویوں میں شمار کیا گیا۔ اس قسم کی پبلسٹی عام طور پر اخباروں میں کی جاتی ہے، جو سچائی اور حقائق سے بعید ہوتی ہے۔

تعدد ازدواج خاص حالات میں

عام قانون تو اسلام میں یہ ہے کہ ایک مرد ایک بیوی سے شادی کر سکتا ہے۔ یہ صرف خاص مواقع کے لئے ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ قرآن مجید میں اس اجازت کو اس پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے:۔

"اگر تمہیں ڈر ہو۔ کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف کا سلوک نہیں کر سکتے تب ایسی عورتوں سے شادی کرو۔ جو تمہیں اچھی معلوم ہوں۔ دو یا تین یا چار۔ لیکن اگر تمہیں ڈر ہو۔ کہ تم اُن کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تب ایک شادی کرو"۔ (۴: ۳)

قرآن مجید میں صرف یہی آیت ہے جس میں ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی کھلی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ خاص شرائط کے ساتھ اجازت ہے۔ یہ صرف اس لئے رکھا گیا۔ کہ زمانہ ہر وقت برابر نہیں رہتا۔ کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ لڑائیوں کی وجہ سے بیوہ عورتوں کی تعداد حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ انکی نگہداشت و حفاظت ضروری ہے۔ ایسے موقعوں پر اس اجازت کو کام میں لایا جائے۔ اور وہ بھی تب جب ایک مرد انصاف کر سکے۔ تو قوم کی بیوہ عورتوں کو آوارگی سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود پھر بھی چار بندی کر دی گئی ہے، ورنہ عرب کے لوگ اسلام سے پہلے ایک ایک سو تک بیویاں کر لیتے تھے۔

طلاق ــــ حلال چیزوں میں قابل نفرت

خاص ضروریات کے ماتحت اسلام شادی (جو متبرک خیال کی گئی ہے) کے توڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہندو قانون کے ماسوائے طلاق کی ضرورت کو تمام لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"خدا کے نزدیک طلاق سے زیادہ قابل نفرت اور کوئی چیز نہیں ہے"

ابن عمر رضہ کی روایت کے مطابق حضرت محمد صلعم نے فرمایا ہے:۔

"اللہ تعالےٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ قابل نفرت طلاق ہے۔"

قرآن مجید میں طلاق سے بچنے کے لئے ہر ممکن طریق سے علاج بتائے گئے ہیں۔ فرمایا:۔

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ دونو کے درمیان (خاوند بیوی) قطع تعلق کا ڈر ہو تو خاوند اور بیوی دونو کے اہل میں سے ایک ایک جج یا منصف مقرر کرو۔ اور اگر دونوں صلح کر لینے کے لئے رضامند ہو جاویں گے تو اللہ ان کے اندر اچھے تعلقات پیدا کر دے گا"۔ (۴: ۳۵)

یہ صرف قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ کہ طلاق ...... قابل اجازت امور میں سے نہایت ہی قابلِ نفرت چیز قرار پائی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود طلاق کی سہولتوں کے مسلمانوں کے درمیان طلاق شاذ و نادر ہوتی ہے۔

طلاق کے متعلق قرآن کے احکام

قرآن مجید نے طلاق کی ضرورت کے متعلق نہایت ہی رواداری سے کام لیا ہے۔ اور طلاق کے وقت عورتوں سے ایسی نرمی کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کرتا ہے جیسے کہ شادی میں :-

"طلاق دو دفعہ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اُن کو ٹھیک طور پر رکھو۔ یا نرمی کے ساتھ رخصت کر دو" (۲ : ۲۲۹)

"اور جب عورتوں کو طلاق دو۔ اور طلاق کا مقرّرہ وقت پہنچ جاوے تب یا تو ان کو اچھی طرح سے اپنے ساتھ رکھو یا فراخ دلی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو" (۲ : ۲۳۱)

"پس جب وہ طلاق کی عدّت تک پہنچ جاویں، تب ان کو مہربانی کے ساتھ رکھو۔ یا نرمی کے ساتھ الگ کر دو" (۲:۶۵)

غیر ملکی تصرف سے اسلامی دنیا کو نقصان

اسلامی ممالک کو غیر ملکی تصرّف اور قبضہ سے بہت نقصان پہنچا، اُن کی طاقت اور شان و شوکت کے ساتھ ساتھ غربت اور جہالت نے ڈیرے ڈالے - یہ قدرتی امر تھا کہ مردوں کی قسمت کے ساتھ عورتوں کی قسمت کا فیصلہ ہو۔ سولہویں صدی سے لے کر آج تک تمام اسلامی دنیا افلاس و ادبار کے لمبے دور میں مبتلا ہو گئی۔

پاکستانی عورتوں کی قومی جد و جہد

اب پھر اسلامی ممالک نے دنیا کی دوڑ دھوپ میں قدم رکھا ہے۔ بہت سے ممالک کو سینکڑوں برسوں کی غلامی سے ابھی نجات حاصل ہوئی ہے۔ بہت سے اسلامی ممالک میں عورتوں کو اپنی ذمّہ داری کا بھی احساس ہوا ہے۔ انہوں نے قومی جد و جہد میں نمایاں حصّہ لینا شروع کر دیا ہے۔ ایک ترکی خاتون جن کا اسم گرامی اسا نیمان ہے۔ پاکستان کے دس روز کے قیام کے بعد ترکی میں اپنی ایک تقریر کے دوران میں یوں فرمایا ہے :-

"پاکستانی عورتوں نے ملک کی اہم اور ضروری تحریکات میں حصّہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اُن میں بعض اعلٰی تعلیمیافتہ ہیں۔ جو پارلیمنٹ کی ممبر ہیں۔ انہوں نے ...... گول میز کانفرنس میں کئی بار حصّہ لیا ہے۔ ان میں ایسی خواتین بھی ہیں، جو اعلٰی درجہ کی اہلِ قلم اور مقررہ ہیں، عورتوں میں سے کیمسٹ۔ وکیل۔ ڈاکٹر۔ جرنلسٹ ہیں۔ ان کو فرسٹ ایڈ اور فوجی ہتھیاروں کے استعمال کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے خیال کیجئے۔ کہ ان عورتوں نے جو پردے میں رہتی تھیں۔ اپنی زندگی کی جد و جہد مہاجروں کی خدمت سے شروع کی"

تعلیم قرآن کا اثر عورتوں پر

ایک فرانسیسی مصنف جن کا نام ایم ایٹلی یو ہے اپنی کتاب "REVOLUTION OF WOMAN IN ISLAM" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"تعلیم اور نقل مکانی کے سخت کام پاکستان کی عورتوں نے نہایت ہی ہمت۔ قربانی اور رضامندی سے سرانجام دیئے، پاکستانی عورت کو آزادی کسی انقلاب کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئی جو عورتوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے شروع کیا ہو، بلکہ اس کی وجہ پاکستان کا قانون ہے۔ جس کی بنیاد قرآن مجید کے اٹل اور نہ بدلنے والی تعلیم پر ہے۔ جو عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ دار ہے .... اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی عورتوں نے جو خدمات ملک اور قوم کی سرانجام دی ہیں وہ قابل ستائش ہیں"

اب آپ یقیناً میرے ساتھ متفق ہونگے کہ اسلام نے اپنے قوانین اور اصولوں میں عورت کو ایک نمایاں حیثیت دی ہے۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ ان تعلیمات کے متعلق ابھی تک مغربی ممالک میں غلط فہمیاں موجود ہیں۔ یہ ہر ایک مسلمان عورت کا فرض ہے کہ وہ دیگر ممالک کی بہنوں میں یہ علم پہنچائے کہ ان کے حقوق اسلامی قوانین سے مضبوط کئے گئے ہیں۔ اور جیسے کہ خیال کیا جاتا ہے۔ مرد اُن کے حقوق کی حق تلفی نہیں کر سکتے۔

آپ میرے ساتھ اس بارہ میں بھی متفق ہوں گے کہ اسلامی ممالک کی گراوٹ کے بعد مسلمان ملکوں کی عورتوں اور مردوں کی ترقیات میں روکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ مالی کمزوریوں کی وجہ سے جو غلامی کی وجہ سے ان ممالک میں پیدا ہو گئیں۔ عورتوں کو خاص طور پر اپنے ابتدائی حقوق کو تسلیم کرانے کی کوشش کا موقعہ نہ مل سکا۔

ترقیات کی شاہراہ پر

بہرحال اسلامی ممالک کی بیداری نے عورتوں کی ترقیات کی شاہراہ کو کھلا کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے مستقبل قریب کو امید اور وثوق کی نظروں سے دیکھ رہی ہیں۔ مانا کہ ہماری عورتوں کو اپنے حقوق کو قائم کرانے کے لئے کم مواقع نصیب ہوئے جیسے کہ مغرب کی عورتوں نے حاصل کئے میں آپ کو یقین دلانا چاہتی ہوں۔ کہ ہماری عورتوں نے اپنی بہتری اور بہبودی کے لئے ایک نمایاں کوشش کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی قوم میں مختلف حیثیتوں سے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے قوانین اور اصولوں پر جو ان کو قابلِ تعظیم و عزت بناتے ہیں۔ ایمان کی مہر ثبت کر دی ہے ؛

اسمہ احمد کی پیشگوئی (بسلسلہ صفحہ)

الصلحاء علی قدم الانبیاء و ان یستخلفہم کما استخلف الذین من قبل من بنی اسرائیل (اعجاز المسیح ص ۱۲۱)

(۱۹) میں مثیل مسیح ہوں اور حضرت رسول کریمؐ کی صفت احمد کا مظہر ہوں (خطبہ الہامیہ ص ۲۲)

(۲۰) - اس لئے الہام میں احمد پکارا گیا۔ رسول اکرمؐ کا جمالی نام احمد تھا اور جمالی مثیل بھی احمد کہلایا (خطبہ الہامیہ ص ۲۲)

(۲۱) - خدا نے مسیح سے وعدہ کیا تھا کہ جتنے الزامات تم پر لگائے جاتے ہیں تیری ذات سے رفع کروں گا تیرے پیچھے ایک نبی آخر الزمان بھیجوں گا وہ سب الزامات اس کے ذریعہ رفع کروں گا اور وہ تیری سچائی کی گواہی دیگا وہ ایسا ہی وقوع میں آیا جب ہمارے نبی کریمؐ مبعوث ہوئے تو آپ نے حضرت مسیحؑ کے دامن کو ہر ایک الزام سے پاک کر کے رکھ دیا - (تریاق القلوب ص ۱۴۷)

(۲۲) - خاتم النبیین کے بعد کوئی رسول نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا ہے کیونکہ رسول علم دین بتوسط جبرئیل حاصل کرتا ہے جو ممتنع ہے - (ازالہ اوہام ص ۷۶۱ حاشیہ)

اب سوال یہ ہے کہ قاضی صاحب یا جماعت ربوہ کے جو اکابر انکے ہمخیال ہوں، انکے معنی قبول کئے جاویں گے یا وہ معنی جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے۔ ہم تو اس اصول کے قائل ہیں کہ جو معنی حضرت اقدس نے لئے ہیں وہ ٹھیک ہیں اور قاضی صاحب یا کوئی اور احمدی حضرت اقدس کے معنی کے خلاف جو معنی کرے گا وہ قطعاً ناقابل قبول ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں :- "جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حکم بن کر آتا ہے جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہ صحیح ہونگے" جو خیال قاضی محمد یوسف صاحب نے ظاہر کیا ہے یہی خیال اولاً جناب خلیفہ صاحب ربوہ نے شروع شروع میں ظاہر کیا تھا جبکہ انکو حضرت صاحب کی کتب پر کافی عبور نہیں تھا لیکن انتہ انہوں نے بھی اس خیال میں ترمیم کر لی ہے چنانچہ وہ اپنی تفسیر صغیر میں لکھتے ہیں کہ :-

"اس آیت میں رسول کریمؐ کی بلا واسطہ اور آپ کے ایک بروز کی جس کا ذکر اگلی سورۃ میں آتا ہے بالواسطہ خبر دی گئی ہے۔ لیکن قاضی صاحب نہ اپنے خلیفہ صاحب کی ترمیم کو مانتے ہیں اور نہ حضرت صاحب کے صاف صاف بیانات کو جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔"

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی پانچویں مجلس

ماں:۔ آؤ نعیمہ تمہیں اپنے نبیؐ کی باتیں سنائیں۔ آج تمہاری بڑی بہن زکیہ بھی آئی ہوئی ہیں وہ بھی سن لیں گی۔ اور تم بھی سن لو گی۔

نعیمہ:۔ جی اماں جان! ضرور ضرور سنائیے۔ آیئے آپا زکیہ آپ بھی آ جائیں۔ اپنے پیارے نبیؐ کی باتیں سنیں۔ سناؤ امی جان۔

ماں:۔ تم جانتی ہو ہمارے نبی صلعم بہت بڑے انسان تھے دونوں جہان کے بادشاہ۔ ہزاروں لاکھوں انسان حضورؐ پہ جان و دل سے قربان تھے۔ لیکن باوجود اس کے حضورؐ کی طبیعت میں کوئی فخر یا غرور نہ تھا۔ بلکہ حضورؐ کی طبیعت میں عاجزی فروتنی اور انکسار تھا۔ یعنے حضور کو اپنے آپ کو بڑا بنانے یا بڑا ظاہر کرنے کی عادت نہ تھی۔ حضورؐ کی امت کا غریب سے غریب آدمی بھی بیمار ہو جاتا تو حضور اس کی خبرگیری کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس کی دلجوئی کرتے۔ اس کو تسلی تشفی دیتے۔ اس کے لئے دوائی تجویز کرتے۔ اور پھر اس کے لئے دعا کرتے۔ حضورؐ غریب سے غریب آدمی کی ضیافت بھی قبول فرماتے۔

اگر کوئی غریب آدمی بھی حضور کی ضیافت کرتا تو حضورؐ اس کو قبول فرما لیتے۔ تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ ایک فارسی کے شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

شاہ کہ پاداشِ بدی بدی نہ کرد
او دعوتِ مسکین وغنی رد نہ کرد

یعنے وہ بادشاہ جو بدی کی سزا بدی سے نہیں دیتا تھا۔ وہ کسی مسکین یا غنی کی دعوت کو رَدّ نہیں کیا کرتا تھا۔

تم جانتی ہو بڑے آدمی چھوٹے آدمیوں سے بات کرنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ کسی غریب کے گھر جا کر کھانا کھانا ان کو کب گوارا ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے نبیؐ کریم بڑے غریب نواز تھے۔ غریبوں سے محبت کرتے تھے۔ غریبوں کی عزت کرتے تھے۔ بلالؓ ایک حبشی غلام تھا۔ حضور نے اس کو مؤذن بنایا ہوا تھا۔ اس کو اپنے گھر کا انتظام سونپ رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ جیسے جیّد صحابہ اس کو اپنا سردار کہہ کر پکارتے تھے۔ ہمارے محمد رسول اللہ وہ عظیم الشان انسان ہیں جنہوں نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔

گھر کے کاموں میں ازواج کی امداد

دیکھو بیٹی! اس عظیم الشان انسان کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی پاپوش خود اپنے ہاتھ سے مرمت کر لیا کرتے تھے اپنے پھٹے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ گھر میں اپنی بیویوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹا دیا کرتے تھے۔ آپ کو یہ پسند نہ تھا کہ لوگ آپؐ کیلئے کام کریں بلکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو پسند کرتے تھے۔ جب بچوں کے گروہ میں سے گذرتے تو ان کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بوجہ رعب کے کانپتا تھا آپ نے اس سے فرمایا۔ مجھ سے مت ڈرو۔ میں کوئی خونخوار بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ ایک کمزور قریش عورت کا بیٹا ہوں۔ جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔ آپ بڑا بننا نہ جانتے تھے۔
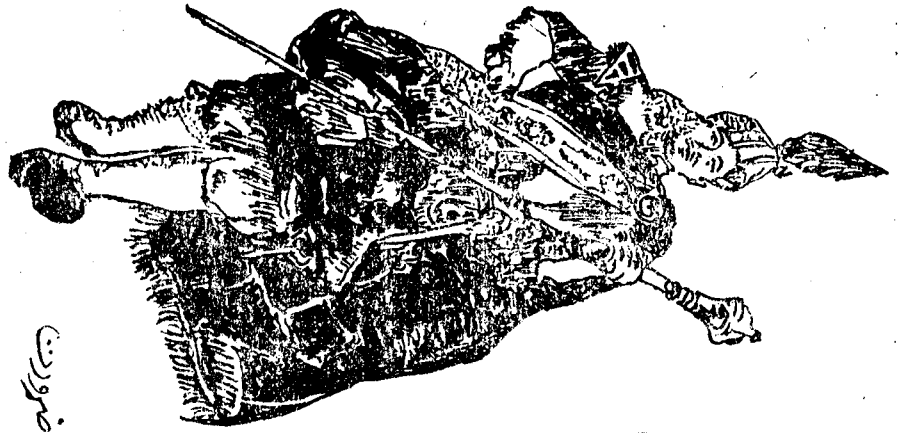
(باقی آئندہ)

اسی شرف سے بشر باوقار ہوتا ہے

مرتضیٰ خان حسن

خدا کے دین کا جو غمگسار ہوتا ہے
خدا کا اس پہ کرم بے شمار ہوتا ہے
دلوں میں اس کی محبت کا جوش ہوتا ہے
وہ فخر قوم عزیز دیار ہوتا ہے
وہ دین و دنیا میں پاتا ہے عزت و عظمت
وہ دو جہاں میں با اقتدار ہوتا ہے
خدا کی نصرت و تائید اس کو ملتی ہے
خدا کے فضل سے بابرگ و بار ہوتا ہے
خدا کے قرب کی دولت سے بہرہ ور ہو کر
عزیز خاطر پروردگار ہوتا ہے
نگاہیں اس کی طرف اٹھتی ہیں زمانہ کی
زمانہ اس پہ بصد جاں نثار ہوتا ہے
دعا کرو کہ یہ تم کو بھی ہو شرف حاصل
اسی شرف سے بشر باوقار ہوتا ہے
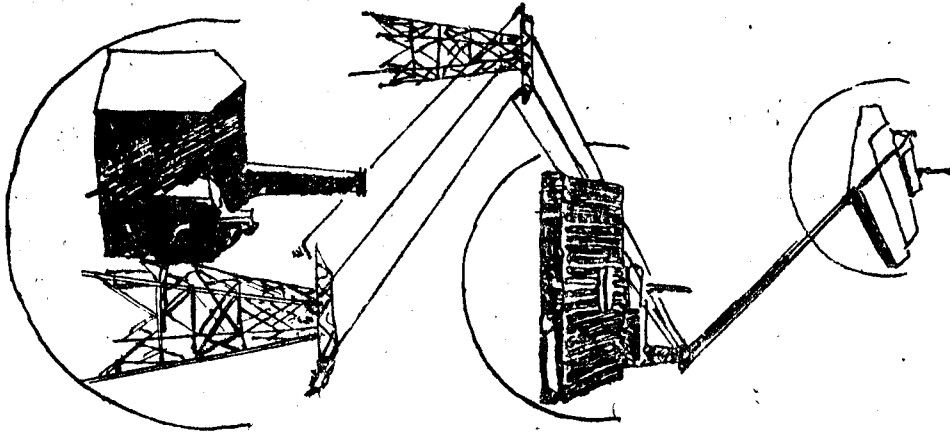
جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

توقع کا اظہار کیا کہ تمام مذہبی جماعتیں انسانیت کے فائدہ کے لئے کام کریں گی۔

تمام کو حسب معمول قرآن کریم کا ایک رکوع پڑھا گیا اور حاضرین کو نصیحت کی گئی کہ قرآن کریم کی تعلیمات پر پورے طور پر عمل پیرا ہوں۔

جمعہ ۲۴ر اکتوبر۔ امام صاحب نے سورۃ البقرۃ کا ایک رکوع پڑھ کر خطبہ دیا۔

پیر ۲۷ر اکتوبر۔ مغربی جرمنی سے بعض معمر آدمی مسجد دیکھنے آئے اور یہ معلوم کر کے کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کیا ہیں انہوں نے کہا کہ یہ بڑی معقول اور معلومات افزا باتیں ہیں اور کہا کہ اسلام عقل عامہ کا مذہب ہے۔

DORTMUND سے طلبا مسجد دیکھنے آئے اُن کے ساتھ ان کی اُستانیاں بھی تھیں جنہوں نے بہت سے سوالات کئے اور...... اسلام کے متعلق ان کے خیالات کی تصیح کی گئی، بالخصوص زندگی بعد الموت کے متعلق انہیں وضاحت سے بتایا گیا۔

جمعہ ۳۱ر اکتوبر۔ خطبہ جمعہ امام صاحب نے سورۃ البقرہ سے دیا۔

پیغام صلح ۱۹ر نومبر سنہ ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۴

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا - ایڈیٹر دوست محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن زآیاتِ مبین

پیغام صلح

ہفت روزہ — پاکستان لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۷۳

تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۱ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۶

کنیڈین نیوی کے ایک سب لفٹننٹ، ایک انگریز تاجر اور ایک سکول ماسٹر کا قبولِ اسلام

خان بہادر غلام ربّانی خان کے دو خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

—— (۱) ——

ووکنگ ۱۶-۱۱-۵۸ - قبلہ حضرت مولانا صاحب اللہ تعالیٰ کے افضال کی بارش اس عاجز پر ہے کس زبان سے شکر ادا کروں۔ کل شام ۱۵-۱۱-۵۸ ایک نوجوان جو ... CANADIAN NAVY میں سب لفٹننٹ ہے میرے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور اس کا اسلامی نام طارق رکھا گیا۔ اس کا نام Sub Lt. Clifford James Crow ہے۔ اسکا اقرار نامہ اسلام Declaration Form اور سوالنامہ Questionnaire بھیج رہا ہوں، اس نے اس مبارک تقریب پر ووکنگ مشن کو چار پونڈ عطیہ دیا اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر القرآن تین پونڈ میں خریدی۔ یہ نوجوان بڑا سعید ہے۔ گریجویٹ بھی ہے اور امیر گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو استقامت عطا کرے۔

(۲) آج شام بتاریخ ۱۶-۱۱-۵۸ - مسٹر Peter Shiakalis Paraskeva 7 Eton Hall London مشرف بہ اسلام ہوئے ان کا نام احمد رکھا گیا۔ یہ نوجوان یہاں لنڈن میں کپڑے کا کاروبار کرتا ہے۔ اس نے دو پونڈ عطیہ ووکنگ مشن کو اس موقعہ پر عطا کیا۔ ان دونوں کے نام اور پتے حسب ذیل ہیں:-

1- PETER SHIAKALLIS PARASKEVA (AHMED)
7. ETON HALL, LONDON W 3

2- SUB LT CLIFFORD JAMES CROW (TARIQ) 19 PAHMERSTON COURT CHAREWCE PARADE SOUTHSEA

والسلام
آپ کا غلام ربانی

—— (۲) ——

قبلہ حضرت امیر صاحب - السلام علیکم

کل میں نے عریضہ عرضِ خدمت کیا تھا۔ کل شام ٹیلیفون پر پیغام آیا۔ کہ ایک صاحب تشریف لانے کی اجازت چاہتے ہیں، میں نے جواباً کہا کہ خوشی سے آسکتے ہیں۔ شام کے چھ بجے ایک انگریز نوجوان تشریف لائے اور دیر تک مذہب اسلام پر گفتگو ہوتی رہی، بالآخر اس نے قبول اسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور استفسار کیا کہ وہ کس طرح مسلمان ہو سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کلمہ طیبہ کے پڑھنے یعنی اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سے ایک انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد روحانی ترقی کے لئے پانچ بنائے اسلام پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ اصولِ اسلام پر تمام انبیاء، کتب آسمانی۔ یوم آخر، فرشتوں اور شر و خیر کے پیمانۂ خداوندی پر پہلے کافی بحث ہو چکی تھی۔

اس کے بعد اس نے عربی زبان میں کلمہ طیبہ پڑھا اور انگریزی ترجمہ بھی سُنا اور سمجھ لیا۔ اور اخوتِ اسلامی میں داخل ہو گیا۔ الحمد للہ۔ ڈیکلیریشن فارم بھیجتا ہوں اس کا نام ہے

Mr. JOHN HOPE VAIX

(باقی بر صفحہ ۳)

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعود)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

یادِ رفتگان

مولانا مرتضیٰ خان حسن

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت برقرار

جب حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ نے سلطان الاولیاء حضرت مسیح موعودؑ کو تاجِ ماموریت سے سرفراز فرمایا تو سنتِ قدیمہ کے مطابق چاروں طرف سے حسد و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی، اغیار تو پہلے ہی آپ کے خون کے پیاسے تھے کیونکہ آپ نے ان کے خلاف اسلام عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اب اپنی قوم بھی دشمن ہو گئی۔ تکفیر کے شعلے بھڑک اٹھے۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ قتل کے منصوبے کئے گئے ؎

کافرم گفتند و دجّال و لعیں
بہرِ قتلم ہر لئیمے در کمیں

لوگوں کو آپ کے گرد جمع ہونے سے روکا گیا، مگر خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو تنہا نہ چھوڑا اسی قوم میں سے ہی بعض ایسے برگزیدہ وجود نکل آئے جن کی مومنانہ فراست نے آپ کو پہچان لیا، اور بعد جان و دل آپ کے گرویدہ بن گئے، ان میں بعض بلند پایہ علماء بھی تھے جو اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں یگانۂ روزگار تھے، ان میں ایسے اصحاب بھی تھے جو نہ تو دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے بلند مقام پر فائز تھے اور نہ علم و فضل سے وافر حصہ رکھتے تھے۔ مگر اپنے ایمان، خلوص اور ایثار میں اپنی نظیر آپ تھے، جن اصحاب نے حضرت مہدیٔ مسعود کا زمانہ پایا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ وابستگانِ عقیدہ عالیہ ایمان و عمل کے لحاظ سے متقدمین کے رنگ میں رنگین تھے اور وہ صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے بزرگ تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کے مدارج بلند کرے اور ان کو اپنے قرب سے نوازے۔ دنیا نیکوں سے کبھی خالی نہیں رہی، اب بھی نیک دنیا میں موجود ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے مگر مسیح موعودؑ اب دنیا میں دوبارہ نہیں آئے گا اور نہ اس کے وہ مخلصین خدام جنہوں نے آپ کے ساتھ اپنی وفاداری کو حدِ کمال تک پہنچا دیا۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جو اپنے وطنِ مالوف کو خیرباد کہکر آپ کے مبارک قدموں پر آگرے تھے، اور تبھی اٹھے جب موت نے انہیں اٹھایا۔ ان میں ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی تمام امنگیں دین کے لئے وقف کر دیں، اور دنیا کی تمام دلفریبیوں اور زندگی کی تمام رنگینیوں سے منہ موڑ کر فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی۔ ان میں ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے پاک اموال خدا کے راستہ میں پانی کی طرح بہا دیئے۔ اور ان میں ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی عزیز جانیں قربان کر دیں۔ ان پر پتھراؤ کیا گیا، وہ سنگسار ہوئے مگر اللہ رے جذبۂ ایمان و استقامت! صداقت کا دامن نہ چھوڑا، اس شان کی ہستیاں بار بار دنیا میں پیدا نہیں ہوا کرتیں اور اس قدر و منزلت کے بزرگ سالہا سال کے بعد دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسلام کے اس دورِ انحطاط میں جبکہ طاغوتی تہذیب نے طبائع پر اپنا تسلط جما رکھا تھا ٹھیٹھ اسلامی سیرت رکھنے والے یہی بزرگ تھے۔ جیسا کہ حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنے ایک لیکچر میں ظاہر فرمایا تھا۔ ایسے ٹھیٹھ اسلامی سیرت رکھنے والے بزرگوں کی روایات کا زندہ رکھنا ہمارا قومی فرض ہے، ان کی زندگیوں میں ہمارے لئے قیمتی سبق ہیں۔ ان کی زندگیاں آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا حکم رکھتی ہیں، ان کی قبولِ حق کی داستانیں اور اس رستہ میں ان کے مصائب و آلام کے دردناک قصے، ان کے تقوےٰ و طہارت کے پاک نمونے، ان کے صبر و استقامت ایثار اور قربانی کے حیرت انگیز واقعات، ان کے علم و عمل کے شاندار کارنامے، ان کی سیرت و اخلاق کے روشن پہلو، یہ سب روشنی کے مینار ہیں، جن سے ہماری آئندہ نسلیں راہ ہدایت پائیں گی، نظر برآں ہمیں قوی امید ہے کہ آپ اس تجویز میں ہمارے ہمنوا ہوں گے کہ ان سب بزرگوں کے سوانح حیات کو ضبطِ تحریر میں لا کر محفوظ کر لینا اشد ضروری ہے اور اسی غرض کے تحت ہم پیغامِ صلح میں ایک مستقل عنوان "یادِ رفتگان" قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جس کے نیچے ان بزرگوں کے حالاتِ زندگی معرضِ تحریر میں لائے جائیں گے جنہوں نے آزمائش کی سخت گھڑیوں میں حضرت امام العصر علیہ الرحمۃ کا ساتھ دیا اور آخر اپنے مولا سے جا ملے۔

ہماری قوم میں خدا کے فضل سے ابھی کئی ایسے اصحاب موجود ہیں جنہوں نے حضرت امام الاصفیا مسیح موعود و مہدی دوران علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا اور ان کو کم و بیش اکثر بزرگانِ قوم کے چیدہ چیدہ حالات اور ان کے اخلاق و سیرت کا علم بھی ہے۔ ان سب کی خدمت میں ہماری گذارش ہے کہ وہ اس قومی کام کو سرانجام دینے کی زحمت گوارا فرمائیں، اور جو جو واقعات کسی ایک بزرگ یا بزرگوں کے علم میں ہوں وہ معرضِ تحریر میں لا کر ہمارے پاس بھیج دیں۔ تاکہ ان کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے اس طرح سے اس پاک گروہ کی تاریخ مرتب ہو جائے گی، جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے غیر متزلزل ایمان کا ثبوت دیا، اور اگر ممکن ہو سکا تو بعد میں انہی مضامین کو ایک کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔ یہ ایک قومی اور دینی کام ہے، اور ہمیں اپنے بزرگ احباب سے توقع ہے کہ وہ اس طرف فوراً توجہ مبذول فرمائیں گے، اگر آپ اپنا نیک نام چھوڑ جانا چاہتے ہیں تو اپنے بزرگوں کے نیک نام کو ضائع ہونے سے بچانے کی کوشش کریں ؎

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت برقرار۔

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت تا حال ناساز ہے، احبابِ کرام سے خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔

مولانا یعقوب خاں صاحب کا عزمِ انگلستان

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ۴ر دسمبر کی صبح کو لاہور سے بذریعہ خیبر میل ووکنگ مسلم مشن کا چارج لینے کے لئے روانہ ہوں گے ۵ر دسمبر جمعہ کی صبح کو کراچی پہنچیں گے اور کراچی سے ۱۰ر دسمبر کو بذریعہ اطالوی بحری جہاز وکٹوریا انگلستان روانہ ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں بخیر و عافیت منزلِ مقصود پر پہنچائے اور جس مقدس کام کے لئے جا رہے ہیں اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

دعوتِ عصرانہ

مولانا یعقوب خاں صاحب کے اعزاز میں مسلم ہائی سکول نمبر ۱ و ۲ نے علی الترتیب ۲۸ و ۲۹ر نومبر کو دعوتِ عصرانہ دی جس کی مفصل رپورٹ اور تقاریر جو اس موقع پر ہوئیں آئندہ اشاعت میں درج ہوں گی، ۳ر نومبر کو جناب الحاج شیخ میاں محمدؐ صاحب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں دعوتِ عصرانہ دے رہے ہیں۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب انگلستان پہنچ گئے۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب ۲۲ر نومبر کو لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو کر ۲۴ر نومبر کی شام کو بخیریت ووکنگ پہنچ گئے۔

عطیہ

محترم محمد زمان صاحب صدر جماعت قاضی احمد (سندھ) لکھتے ہیں کہ عزیزم خلیل الرحمٰن بحیثیت سیلز ایجنٹ برک بانڈ پاکستان لمیٹڈ سکھر میں ٹریننگ لینے کے بعد مقرر ہوئے ہیں، اس خوشی میں عزیز موصوف نے مبلغ پانچ روپیہ بیت اللہ شریف کی مرمت کے فنڈ میں اور پانچ روپیہ حضرت خاتم النبیینؐ صلعم کے روضہ اقدس کی مرمت وغیرہ کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

درخواستِ دعا

ایم اے صمد صاحب مارون گنج (گیا۔ ہندوستان) سے لکھتے ہیں کہ موتیا بند کی وجہ سے لکھنا پڑھنا مشکل ہو گیا ہے احباب کرام خصوصیت سے درد دل کے ساتھ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ کام کے لائق رکھے اور بالکل اندھا نہ کرے۔ ایک آنکھ کا اپریشن قبل ازیں ہو چکا ہے مگر وہ آنکھ بالکل اندھی ہے۔ ہو سکے تو جمعہ کی نماز میں اجتماعی دعا فرمائیں ؛

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور
مورخہ ۳ نومبر ۱۹۵۸ء

قومی استحکام کا نہایت اہم ذریعہ

جلسہ سالانہ ہماری جماعت کی ان خصوصیات میں سے ہے، جن پر قومی زندگی اور استحکام کا انحصار ہے، سال بھر کے بعد دوستوں کا ایک جگہ جمع ہونا، زندگی کی کلفتوں کو دور کرنے، ایک نئی زندگی پیدا کرنے، ایک دوسرے سے محبت و ارتباط کے بڑھانے اور قومی تحریکات کے استحکام کا موجب ہوتا ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ کی اغراض کو بیان کرتے ہوئے اس امر کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے آپ فرماتے ہیں:

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں......... اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ رب العزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاءاللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے"

امام وقت کا یہ ارشاد اس قابل ہے کہ جماعت کا ہر فرد خصوصیت سے اس کی طرف توجہ کرے اور اس کی تعمیل کو اپنا اہم فریضہ سمجھتے ہوئے جلسہ سالانہ میں شمولیت میں تیار ہو جائے۔

اس سال کا جلسہ سالانہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں قومی اتحاد کا ایک روح پرور نظارہ پیش کرے گا، گذشتہ چار سال کے عرصہ میں اختلاف کی جو خلیج وسیع ہوتی جا رہی تھی، خدا کا شکر ہے کہ قومی مشاورت نے اس خوش اسلوبی کے ساتھ اسے پاٹ دیا ہے کہ اب اختلاف کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، اور سب دوست بھائیوں کی طرح باہم مل کر کام کرنے میں مشغول ہو گئے ہیں یہ حضرت مسیح موعود کی اس وصیت کے عین مطابق ہے جس میں آپ نے حکم دیا ہے کہ :-

میرے بعد سب مل کر کام کرو

معلوم ہوتا ہے کہ مامورِ الٰہی کو اس بات کا احساس تھا کہ اُن کے بعد جماعت کے اندر کوئی اختلاف پیدا ہونے والا ہے، اسی لئے انہوں نے مل کر کام کرنے کی وصیت کی، خدا کا شکر ہے کہ اُن کی اس وصیت کو پورا کرنے کی سعادت وابستگان جماعت لاہور ہی کے حصہ میں آئی، افسوس ہے کہ ہمارے ربوی دوست اور اُن کے خلیفہ صاحب فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں اعتقادات کے بارہ میں اپنے سابقہ مسلک کو چھوڑ کر جماعت احمدیہ لاہور کے اعتقادات سے اتفاق کرنے کے باوجود مل کر کام کرنے کے لئے تیار نہیں خدا وہ وقت لائے کہ وہ بھی مامور من اللہ کی وصیت پر عمل پیرا ہو کر وہ راہ اختیار کریں جس سے لاتبغی لک من المخزیات شیئاً کا نظارہ دنیا دیکھ لے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وہ داغ دور ہو جائیں جو اُن کے غلط معتقدات اور موجودہ طریق عمل سے لگ رہے ہیں۔

بہرحال جہاں تک جماعتِ احمدیہ لاہور کا تعلق ہے اس نے نہ صرف حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور معتقدات کے متعلق صحیح مسلک اختیار کر کے بلکہ مل کر کام کرنے کی وصیت کو بھی زیرِ عمل لا کر ثابت کر دیا ہے کہ حقیقت میں مامورِ الٰہی کی جانشین یہی جماعت ہے ہمارا آیندہ جلسہ سالانہ اس وصیت کی تعمیل کا ایک شاندار نظارہ پیش کرے گا، جس کے دیکھنے کے لئے وابستگان جماعت اپنے ساتھیوں، اپنے دوستوں، اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر آئیں گے، جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر ہوں گی، ۲۴ر دسمبر کو مستورات کا جلسہ ہوگا، جس میں مواعظ حسنہ کے علاوہ دینی قومی تحریکات پیش کی جائیں گی اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔ امید ہے کہ سب دوست اس اہم قومی اجتماع میں شامل ہو کر ان برکات سے حصہ لیں گے جو جماعتی اجتماع کے ساتھ وابستہ ہے۔

جلسہ کا پروگرام

جلسہ کا پروگرام مرتب کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو دوست تقاریر کرنا چاہتے ہوں وہ اپنے موضوعات سے جلد از جلد مطلع فرمائیں، دفتر سے بعض دوستوں سے بذریعہ خطوط دریافت کیا گیا ہے کہ وہ کس موضوع پر تقریر کریں گے، امید ہے وہ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرمائیں گے، تاکہ پروگرام مرتب ہو کر شائع ہو سکے۔

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کے دو مکتوب - سلسلہ صفحہ اول

30 PRINS SQ BAYS WATER LONDAN W-2 - یہ نوجوان سکول ماسٹر سے رشک ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میرے آخری ہفتہ کو شاندار کامیابی عطا کی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔
(خاکسار - غلام ربانی)

دمہ کی دوائی

(مرتضیٰ خان حسن)

گذشتہ پرچہ میں ماسٹر عبدالجلیل صاحب کی تکلیف کا حال پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ خدا ان کو صحت عطا فرمائے۔ دمہ کے نسخے تو میرے پاس کئی ہیں مگر سردست ذیل کے چند ہومیو پیتھک نسخے اور ایک یونانی نسخہ لکھتا ہوں، ان میں سے جو چاہیں استعمال کریں۔ مجرب بتائے گئے ہیں:-

یونانی نسخہ :- ہلیلہ سیاہ ایک تولہ - ہلیلہ زرد ایک تولہ - سناء مکی ایک تولہ تخم دھتورہ سفید ۶ ماشہ - سونف ایک تولہ - نوشادر ٹھیکری ایک تولہ - گوداتمہ خشک ۶ ماشہ - ان تمام چیزوں کو باریک پیس کر سفوف بنالیں - خوراک ایک ماشہ بوقت خواب ہمراہ دودھ یا پانی - بادی اشیاء گڑ تیل، کھٹائی سے پرہیز - یہ نسخہ چوہدری غلام حیدر خان صاحب سابق ایڈیٹر زمیندار نے مجھے دیا تھا۔ ان کو ملک جمال الدین صاحب جنرل سیکرٹری ادارہ فیض الاسلام راولپنڈی

(باقی صفحہ ۵ پر)

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۳؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ:—

سبحانی صاحب بصرہ سے لائٹ ۳۲، ۳۳ ملے۔ عربت سے جناب مرزا محمد خاں صاحب کا خط مرقومہ ۲۰؍ اکتوبر ملا۔ صباحیہ اخبارات میں یہ خبر پڑھکر خوشی اور مسرت ہوئی کہ جمہوریت متحدہ نے علامہ الشیخ محمود شلتوت کو شیخ الازہر مقرر کیا ہے۔ علامہ موصوف وسیع الخیال عالم متبحر ہیں۔ آپ نے کئی سال ہوئے ایک سوال کے جواب میں قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر آیات قرآنیہ سے دلائل دے کر ایک بہت بڑی اسلام کی خدمت سرانجام دی تھی، جزاہ اللہ احسن الجزاء،

علامہ موصوف کو آج سے بیس اکیس سال قبل سلسلہ کا کافی لٹریچر بغداد سے بھیج چکا ہوں، یہ تقرر مصر اور تمام عالم اسلامی کے لئے خدا کرے بابرکت اور نافع و مفید ثابت ہو، بذریعہ ہوائی ڈاک چار اوراق تبلیغی ڈائری کے سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھجوایا۔ ہوائی ڈاک سے جناب اخویم عبدالصمد صاحب مقیم طہران ایران کے خط کا ....جواب دیا۔

مسٹر الیس سالاوا دور نائجیریا کو اسلامک ریویو ۱۹۵۷ء جولائی اور رسالہ پرامسٹڈ مسیح اینڈ مہدی، اور جناب اعجاز حسین بغداد کو پرافیٹ آف اسلام ڈاک سے بھیجا۔

۲۵؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار:—

کل شام کو ڈاکٹر عبدالرحمٰن العزادی کو لائٹ ۳۲، ۳۳ دستی بھجوایا۔ سویرے بذریعہ ڈاک عبدالعزیز صاحب خیاط کرکوک کو پیغام صلح ۲۶۔۲۷ اور جناب سید ارشاد حسین صاحب رضوی کو بھی یہی دو پرچے معہ دو پرچے صدق جدید دستی بھجوائے۔ بحری ڈاک سے اخبار المساء مصریہ لاہور بھیجا۔ اس میں شائع ہوا ہے کہ علامہ شیخ محمود شلتوت شیخ الازہر نے جامع الازہر میں درس میں چار اجنبی لغات انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور روسی داخل کی ہیں یہ اصلاحی قدم اُٹھایا گیا ہے، جناب سید صفدر علی صاحب مالک مطعم پاکستانی بغداد کو صدق جدید اور مدینہ کے چند پرچے دستی بھیجے۔ جناب اعجاز حسین صاحب سفارت پاکستانیہ سے خط ملا اور ارسال کردہ ہر دو رسالہ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، اور نماز اور ترقی کی تین راہیں بھی واپس ملے۔ نائجیریا سے چند انگریزی اخبارات وصول پائے۔ اخویم محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح کا میلاد النبی نمبر بھجوایا۔

۲۶؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز پیر:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ دس بجے تک بیٹھے۔ ممدوح کی صحت اچھی نہیں ہے علاج کروا رہے ہیں، احباب سے دُعا کی درخواست ہے۔ رات مجھے خیال آیا تھا کہ علامہ شیخ محمود شلتوت کے شیخ الازہر کے منصب پر سرفراز ہونے پر اگر مرکز لاہور سے اُن کی خدمت میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ معہ متن اور دیگر چند ضخیم کتب ارسال کی جائیں اور مبارک باد کا ایک خط بھی لکھا جائے تو بہتر ہوگا صوفی صاحب محترم بھی اس خیال کی تائید میں ہیں انجمن اگر مناسب سمجھے تو اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ بحری ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح ۳۷ و ۳۸ کے چار چار اعداد پر مشتمل دو بنڈل ملے۔

۲۸؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز منگل:—

جناب سید صفدر علی صاحب مالک پاکستانی ہوٹل بغداد کو پیغام صلح ۳۷، ۳۸ اور جناب گل محمد صاحب بغداد کو ۳۱۔۳۲ ڈاک سے بھیجا۔

۲۹؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ:—

شام کو عزیزم عبدالحمید صاحب پراچہ گھر آیا ایک گھنٹہ سے زیادہ گفتگو رہی۔ انہیں پیغام صلح ۳۶، ۳۷ ۳۸ اور لائٹ ۳۲، ۳۳ دیا، نیز کتاب مسیح آف اسلام بھی ہدیۃً دیا، ان سے کتاب ریلیجن آف اسلام واپس ملی، عزیز مجھے عرصہ کے لئے اگلے ہفتہ پاکستان جا رہے ہیں۔ ہوائی ڈاک سے اخویم محترم شیخ غلام قادر صاحب کا خط مرقومہ ۲۰؍ اکتوبر اور میاں محمد اکبر خاں صاحب کا خط مرقومہ ۲۰؍ اکتوبر اور پروفیسر ابوبکر شبلی صاحب سکھر کا خط مرقومہ ۱۲؍ اکتوبر کا ملا۔ اخویم اسماعیل محمود صاحب کو پیغام صلح ۲۳ دستی بھیجا۔

۳۰؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ پیغام صلح ۳۷ سے خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری پڑھ کر سنایا۔ پیغام صلح ۳۸ اور ۳۷ اپنے ساتھ لے گئے بعد نماز مغرب اخویم محمد شیر گل صاحب ایک عرصہ دراز کے بعد برائے استفسار صحت گھر تشریف لائے جزاہ اللہ ایک گھنٹہ صحبت رہی۔ اخویم موصوف کو عملی رنگ میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی۔ خدا کرے مجھ گنہگار کی باتوں کا عزیز موصوف کے دل پر اثر ہو۔ بحری ڈاک سے لائٹ ۳۴ کا ایک پرچہ ملا۔ جناب مرزا محمد خاں صاحب عربت کے خط کا جواب دیا۔

۳۱؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ:—

استاذ علی محمد سرطاوی برائے استفسار صحت گھر تشریف لائے جزاک اللہ خیراً آدھ گھنٹہ گفتگو رہی۔

یکم نومبر ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ:—

جناب محمد شیر افگن خاں صاحب حلہ کو پیغام صلح ۲۲ ڈاک سے بھجوایا۔ پروفیسر ابوبکر شبلی مقیم سکھر پاکستان کو ان کے طلب کرنے پر نائجیریا کے چند انگریزی اخبارات اور جریدہ الرائی العالم بغداد ڈاک سے بھیجا۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح ۳۹ کے چار عدد پر مشتمل ایک بنڈل اور لائٹ ۳۴ کا ایک پرچہ ملا۔

۳؍ نومبر ۱۹۵۸ء بروز منگل:—

جناب سید صفدر علی صاحب مالک مطعم پاکستانی بغداد کو پیغام صلح ۳۹ ڈاک سے بھجوایا۔ بصرہ سے سبحانی صاحب کا خط مرقومہ ۳۰؍ اکتوبر ملا اور اس کا جواب دیا۔ نائجیریا سے چند انگریزی پرچے ملے جن میں تین عدد ٹروتھ بھی شامل ہیں۔

۳؍ نومبر ۱۹۵۸ء بروز پیر:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ مدینہ اخبار سے چند اقتباسات سنائے پیغام صلح ۳۹ انہیں دیا۔ جناب مرزا محمد خاں صاحب یکے از احباب ربوہ عربت سلیمانیہ کو بجرہ سے آئے ہوئے اخبار ٹروتھ کے تین پرچے ڈاک سے بھجوائے۔ شام کو اخویم عبدالصمد صاحب برق گھر تشریف لائے آپ کل شام کو ایران سے واپس تشریف لائے ہیں۔ مل کر بے حد مسرت ہوئی، عزیز موصوف پچھلے مارچ میں ایران تشریف لے گئے تھے۔ آدھ گھنٹہ تک گفتگو رہی

۴؍ نومبر ۱۹۵۸ء بروز منگل:—

جناب عبدالعزیز صاحب خیاط کرکوک کو پیغام صلح ۲۸، ۲۹ اور چالج آف ہیرسی ڈاک سے بھیجا اور دستی جناب ارشاد حسین رضوی صاحب کو چارج آف ہیرسی اور مدینہ کے دو پرچے بھجوائے۔

۵؍ نومبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ:—

جناب گل محمد صاحب بغداد کو پیغام صلح ۳۳، ۳۴ ڈاک سے بھیجا۔

۶؍ نومبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات:—

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ صحبت رہی جریدہ الجمہوریہ بغداد مجریہ ۵؍ نومبر میں جناب آفریدی صاحب مراسل جریدہ ھلائٹ، لاہور کے ایک

تنظیم اور اس کی برکات - ہماری تنظیم کے روشن نتائج

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸ فروری ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الرّحمٰن علم القرآن .... ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام

(سورۃ الرّحمٰن رکوع اوّل)

اس سورت میں اللہ تعالےٰ نے ایک تنظیم کا ذکر کیا ہے اور اس کی برکات کو بھی بیان کیا ہے، فرمایا ہے اس زمین پر جتنی بھی زندگی ہے۔ کیڑے، مکوڑے پرندے، بڑے بڑے حیوانات اور انسان ان سب کی زندگی آسمان سے وابستہ ہے، اس زمین پر زندگی پیدا نہیں ہوسکتی جب تک آسمان سے اس کا سامان نہ آئے اور زندگی کے قیام کا سامان کرنا بھی زمین والوں کا کام نہیں چھوٹی سے چھوٹی بوٹی سے لیکر بڑے سے بڑے درخت تک اور پھر تمام حیوانات اور پرندے اور انسان ہوا کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انہیں گرمی کی ضرورت ہے، روشنی کی ضرورت ہے، اور یہ سب چیزیں آسمان سے آتی ہیں زندگی پیدا کرنا اور زندگی کے قیام کا سامان کرنا ہمارے اختیار میں نہیں، یہ اختیار آسمان کو حاصل ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ستاروں اور سیاروں میں ایسی تنظیم قائم کر رکھی ہے کہ ان سب میں باہم ارتباط اور یگانگت اور توازن پایا جاتا ہے ان کو سبع سمٰوٰت کہا ہے، یوں تو ستارے اور سیارے بہت ہیں لیکن مشہور سات ہی ہیں تو فرمایا آسمان، زمین، ستاروں اور سیاروں کو ہم نے پیدا کیا، پیدا کرنے کی وجہ سے ہماری اُن پر حکومت ہے اور ایسی تنظیم اور ارتباط ہم نے اُن میں پیدا کر دیا ہے، کہ زمین والے اُن آسمانی سیاروں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں، پہاڑی چشمے اور دریا اسی تنظیم اور ارتباط کا نتیجہ ہیں، سبزیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ کھیت اسی سے پھلتے پھولتے ہیں، پھول اسی سے کھلتے ہیں، انسان بیمار ہوجائے تو طرح طرح کی جڑی بوٹیاں موجود ہیں، جن سے انگریزی اور یونانی ادویہ بنتی ہیں، وفی السماء رزقکم۔ تمہیں غلطی نہ لگ جائے تمہارے کھانے پینے کی چیزیں اور جس قدر زندگی اور اس کے سامان ہیں، سب آسمانی ارتباط کا نتیجہ ہیں۔ اس تنظیم اور ارتباط کو توڑ دیا جائے تو دُنیا تباہ ہوجائے۔ کیونکہ زندگی اور زندگی کے سامانوں کا کوئی انتظام اس زمین میں نہیں ہوسکتا، فرمایا انما ولیکم اللہ۔ تمہارا سب سے بڑا دوست خدا ہے اس ساری کائنات کا مرکز خدا ہے۔ جسمانیات اور روحانیات دونوں کا تربیت کرنے والا خدا ہی ہے جس طرح اس زمین اور سیاروں کے ارتباط کا مرکز سورج ہے، اسی طرح روحانیات کا مرکز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں سراجاً منیراً (روشن سورج) قرار دیا گیا ہے، اور سب سے بڑھکر مرکزی دوست خدا تعالےٰ ہے، اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا پھر مسلمان بھی دوست ہیں، اور مسلمان کی یہ توصیف بیان کی ہے الذین یقیمون الصلوٰۃ وہ بھیڑ بکری کی طرح نہیں، ان کی بھی ایک تنظیم ہے، وہ ایک جماعت کی صورت میں منظم ہیں جس کی بڑی صفت خدا کی عبادت کرنا خداخوفی سے کام لینا ہے ویؤتون الزکوٰۃ اور نیک عملی کے لئے اپنی کمائی کا ایک حصہ دوسرے حاجتمندوں پر خرچ کرتے ہیں ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فانّ حزب اللہ ھم الغالبون اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی لگا لے تو یہ وہ تنظیم ہے جو غالب آکر رہنے والی ہے، تنظیم میں عزت ہے۔ اس میں بہت سی برکات اور بڑے فوائد ہیں۔ اس کو مضبوط رکھنے اور اس کی آبیاری کے لئے قرآن کریم نے بڑا زور دیا ہے، اس زمانہ کے امام نے بھی تنظیم کو ضروری ٹھہرایا ہے، اور ایک جماعت اسی غرض سے بنائی ہے کہ دین کا کام ایک تنظیم کے ساتھ چلتا رہے، خدا تعالےٰ مسلمانوں کی جماعت سے کچھ کام لینا چاہتا ہے فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین قوم ہو، تمہارا کام یہ ہے کہ انسانیت کی بھلائی کے لئے کوشاں رہو، اس کام میں وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں، جن کے اندر تنظیم ہو، اور وہ اس کو مضبوط رکھیں اور ٹوٹنے نہ دیں۔

یہ سبق تورات اور انجیل میں نہیں، اور نہ ہی یہ سبق وید میں ہے، یہ سبق خدا تعالےٰ کی آخری کتاب نے دیا ہے، دوسرے لوگ مسلمانوں کی تنظیم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں، آج مسلمان اس سبق کو بھول گئے، اس زمانہ میں ایک امام آیا، اور اس نے دوبارہ یہ سبق پڑھایا، انفرادی طور پر کوئی شخص اتنا کام نہیں کرسکتا۔ جتنا ایک جماعت کی صورت میں کیا جاسکتا ہے اس لئے ہم پر دوہری حجت قائم ہوتی ہے کہ باہم مل کر منظم طریق پر کام کرنا ہے، اور دنیا کو اس تنظیم سے متمتع کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ اس سبق کو کبھی فراموش نہ ہونے دیں۔ ہماری تنظیم کی وجہ سے جو روشن نتائج پیدا ہورہے ہیں، وہ دُنیا کے مشاہدے میں آرہے ہیں۔ اور ایک دنیا اس تنظیم کی مداح ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

دمہ کی دوائی ——— بسلسلہ صفحہ ۳

نے بتایا تھا۔ انہوں نے اسے بہت مفید پایا تھا۔

ہومیوپیتھک نسخے:—

جب سانس سائیں سائیں یا آری کی طرح ہو تو:—

(۱) Spigelia 3X 1DR

(۲) Silicia 3X 1DR

اس کے استعمال سے بلغم بننا کم ہوکر بالکل آرام آجاتا ہے۔

(۳) جب دم گھٹتا ہو۔ خشک کھانسی یا ایسا دمہ ہو کہ شائیں شائیں یا پھنکارنے کی آواز آتی ہو تو یہ دوائی دیں:—

Naga Trip 3X 1DR

(۴) جب چھاتی میں جلن، کمزوری، بے چینی، موت کا ڈر۔ رات کے بارہ بجے کے قریب دمہ کی تکلیف ہو مریض بستر پر سے دم گھٹنے کے خوف سے لیٹ نہ سکے کھانستے کھانستے مجبوراً بستر سے اُٹھنا پڑے تو یہ دوائی دیں:—

Arsenic Alb 3X 1DR

(۵) دمہ میں دورہ کے ساتھ سانس مشکل سے آئے حلق تنگ ہوجائے ایسا معلوم ہو کہ گویا سانس بند ہورہا ہے تو یہ دوا دیں:—

Acidum Hydro Cyanic 6X 1DR

دن میں چار دفعہ دیں۔

(۶) بہت زیادہ دم کشی ہو، ہر ایک سانس کے بعد فکر ہو کہ دوسری سانس کس طرح آئے گی تو یہ دوا دیں:—

Apis Mel 6X 1DR

(۷) جب دمہ کا دورہ ایسا معلوم ہو کہ بس دم نکلا اندر مشکل سے سانس جائے گا۔ باہر بہت نکلے۔ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن بہت سخت دورہ ہو۔ رات کے کھانے کے بعد تکلیف زیادہ ہو تو یہ دوا دیں:—

China 3X 1DR

(۸) یہ دمہ کے مریض کے لئے نہایت ہی مفید پائی گئی ہے اکثر ڈاکٹر یہی دوائی دیتے ہیں۔ اس کو اکسیر دمہ کہتے ہیں چند خوراک اُبلے ہوئے پانی میں دینے سے آرام آجاتا ہے اس کا نام ہے:—

Blatta Orientalis 1X 1DR

سب سے آخری دوائی عموماً سب سے اچھی خیال کی جاتی ہے۔ یہ نسخے

پیشگوئی اِسْمُہٗ اَحْمَد کا مصداق کون ہے؟

اہلِ ربوہ کے غلط خیالات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات

شیخ مولا بخش ملز اونر لائلپور

پیغام صلح مؤرخہ ۱۹ر نومبر میں قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کے رسالہ "ظہور احمد موعود" کا تعارف کراتے ہوئے مولوی عبداللہ جان صاحب پشاوری نے پیشگوئی اسمہٗ احمد پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے کچھ حوالے پیش کئے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء لیکن چونکہ یہ مسئلہ بھی اُن بنیادی مسائل میں سے ایک ہے جنہیں خلیفہ صاحب ربوہ اور ربوی علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات کو نظر انداز اور فراموش کر کے مسخ کر دیا ہے۔ لہٰذا مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے مزید حوالہ جات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ قاضی محمد یوسف صاحب کا مذکورہ رسالہ اگر ۵۳ء سے قبل شائع ہوتا۔ تو پھر بھی ایک بات تھی۔ مگر ۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں خلیفہ صاحب ربوہ دیگر عقائد کی طرح پیشگوئی اسمہٗ احمد کے متعلق بھی اپنے سابقہ مسلک کو بدل چکے ہیں۔ جیسا کہ ہم ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کے واضح فرمودات کے اندراج کے بعد تحقیقاتی عدالت کے ایک سوال کے جواب میں اُن کے بیان کی نقل تحریر کریں گے۔

(۱) "مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے۔ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ میں بتلا رہی ہے۔ کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے۔"

(آئینہ کمالات اسلام)

(۲) "تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک ..... محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ...... ذالک مثلھم فی التوراۃ دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ نام انجیل میں ہے۔ جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں ہے۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی۔ اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔ ..... ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ بھی تھے اور مثیل عیسےٰ بھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے۔ اور پھر چاہا۔ کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپ کے روحانی وارث ہیں، انہی دونوں نمونوں کو ظاہر کر دیں۔ سو آپ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی مظلومیت کے لئے یہی حالت قرین مصلحت تھا۔ اور پھر جب وہ زمانہ جاتا رہا اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا، کہ مذہب کے لئے اسلام پر جبر کرے۔ اس لئے خدا نے .... اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا۔ یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعودؑ کو پیدا کیا۔ جو عیسےٰ کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔ اور خدا نے تمہیں اس عیسےٰ احمد صفت کے لئے بطور انصار کے بنایا۔"

(اربعین نمبر ۴ ص۱۳ مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۰ء)

(۳) "اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔ اور جائز ہے کہ اسکو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں ......
اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسمہٗ احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی ہے۔ کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی، اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔"

(اعلان ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء)

(۴) "ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم انجیل میں سے پیشگوئی نکالتے پھریں۔ وہ محرف و مبدل ہوگئی ہے۔ جو حصہ اس کا قرآن مجید کے خلاف نہیں اور قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے۔ وہ ہم مان لیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فارقلیط ہے۔ کیونکہ قرآن کا نام اللہ تعالیٰ نے فرقان رکھا ہے، اور آپ

صاحب الفرقان ہیں، اور فرقان اور فارق کے معنے فرق کرنے والے کے ہیں۔ اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم میں جو لفظ شیطان ہے وہ لبط کا ہم معنی ہے اس طرح آپ کا نام فارقلیط بھی ہو گیا۔ یعنی شیطنت کو دُور کر دینے والا۔ اور احمد کے معنی ہیں بہت تعریف کرنے والے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر خدا کی حمد کرنے والا اور کون ہوگا۔ پس اس سے بڑھکر اور کون فارقلیط ہو سکتا ہے۔ جو خدا کی توحید اور حمد کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی شیطنت کو دُور کر دے۔ گویا فارقلیط بننے کے واسطے احمد ہونا ضروری ہے۔ احمد وہ ہے جو دنیا میں سے شیطان کا حصّہ نکال کر عظمت اور جلال کو قائم کرنے والا ہو۔ یعنی فارقلیط کا منشاء دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔"

(تقریر نومبر ۱۹۰۲ء)

(۵) "جاہل لوگوں کو بات بات پر ٹھوکر لگتی ہے۔ اُن کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے۔ جب مسیح نے پیشگوئی کی تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کی، کیونکہ وہ خود جمالی شان رکھتے تھے۔ یہی وہ نام ہے جس کا ترجمہ فارقلیط ہے۔ جہلاء کے دماغ میں عقل نہیں ہوتی، اس لئے ان کو موٹی موٹی نظیروں سے سمجھایا جائے وہ نہیں سمجھتے تو ان کو بچوں کی طرح سبق دینا چاہیئے۔ کیونکہ غور نہیں اور بچے بھی طرح طرح کی نظیروں سے پڑھ سکتے ہیں۔"

(اخبار الحکم ۵ مؤرخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

(۶) "مگر بعثت دوم جس کی طرف آیت کریمہ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے۔ جیسا کہ آیت مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اور اس آیت کے یہی معنی ہیں۔ کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے۔ جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے۔ جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی۔ یعنی یہ کہ میں اسمہ احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔ اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ اُن کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

(۷) "سوال نمبر ۲۔ دو چار لاکھ مسلمانوں کا میرزا صاحب کو تسلیم کرنا مرزا صاحب کو حضرت مخبر صادق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آنجناب کو جو کامیابی ہوئی اس کو مرزا صاحب کی کامیابی سے کیا نسبت ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جواب۔ وباللہ التوفیق۔ شاید سائل نے بروز کے معنی یہ سمجھے ہیں۔ کہ بروز اور اصل دونوں بعینہٖ ہر ایک کام میں یکساں ہوتے ہیں یہ نہایت غلط ہے۔ مساوات نہیں ہوتی اور ہرگز نہیں ہوتی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت ہیں۔ اور حضرت امام صاحب شریعت نہیں۔ بلکہ اسی شریعت کے تابع و خادم ہیں۔ اس واسطے غلام احمد نام ہے ورنہ احمد نام ہوتا۔ کیا غلام اور آقا دونو مساوی ہوا کرتے ہیں، ہرگز نہیں"

(ایک شخص کے سوالات کے جواب۔ ازاں حضرت مولوی نور الدین صاحب بحوالہ الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۷۔ مؤرخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۳)

(۸) "ونام نبی ما احمد و محمد نہاد۔ چنانچہ نام خود درین آیت رحمان و رحیم نہاد پس این اشارہ است سوئے این امر کہ جمع کنندہ این ہر دو صفت بطریق ظلیت بجز نبی ما ہیچ کس نیست"

(اعجاز المسیح صفحہ ۹۹)

(۹) "و نصیبے کامل ازاں ہر دو صفت ہیچ کس دادہ نشد۔ مگر رسول ما صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم انبیاء است چرا کہ او دو نام دادہ شد ہچو این دو صفت اول محمد و دوم احمد از فضل رب الکونین۔ مگر محمد پس پوشیدہ است چادر از صفت رحمٰن۔ و تجلی فرمود در حلہ ہائے جلال و محبوبیت و تعریف کردہ شد از وجہ نیکی کردن و احسان کردن۔ و نام احمد تجلی کرد در حلہ رحیمیت و محبیت و جمالیت از فضل الٰہی۔ کہ متولی امر مومناں بے گردد و مدد کردن۔ پس گردیدند ہر دو نام نبی ما بمقابل ہر دو صفت خدائے ما۔"

"پیغمبر ما کہ امام بزرگ است۔ چرا کہ خداتعالےٰ نام او محمد و احمد نہاد۔ و این ہر دو نام نہ بیلے را داد نہ مرسلے را۔ و در رحمان و رحیم او را شریک کرد۔ چرا کہ بر و فضل عظیم بود۔ و این ہر دو صفت را در بسم اللہ ازین جہت ذکر کرد تا مردم بدانند کہ این ہر دو صفت خدا را ہچو اسم اعظم اند۔ نسبت باقی صفات نبی کریم را ہچو خلعت"۔

(صفحہ ۱۰۴ اعجاز المسیح)

(۱۰) "پس صحابہ را زیر ظل اسم محمد داخل کرد۔ آں اسم کہ مظہر جلال است۔ و داخل کرد مسیح موعود زیر ظل احمد کہ مظہر جمال است و این دولت را نیافتند مگر بظلیت"

(۱۱) "پھر آپ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا وہ احمد ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے اسی نام کی پیشگوئی کی تھی۔ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ یعنی میرے بعد ایک نبی آئے گا، جس کی بشارت دیتا ہوں اور اس کا نام احمد ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ جو اللہ تعالےٰ کی حد سے زیادہ تعریف کرنے والا ہوگا۔ اس لفظ سے صاف پایا جاتا ہے۔ اور سچی بات یہی ہے۔ کہ کوئی اس کی تعریف کرتا ہے جس سے کچھ لیتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ لیتا ہے۔ اسی قدر زیادہ تعریف کرتا ہے۔ اگر کسی کو ایک روپیہ دیا جاوے تو اسی قدر تعریف کرے گا۔ اور جس کو ایک ہزار دیا جائے۔ وہ اسی اندازے سے کرے گا۔ غرض اس سے واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ خدا کا فضل پایا ہے۔ دراصل اس نام میں ایک پیشگوئی ہے کہ یہ بہت ہی بڑے فضلوں کا وارث و مالک ہوگا۔ پھر آپ کے مبارک ناموں میں ایک ستر یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں، ان میں دو جُدا جُدا کمال ہیں۔ محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔ پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔ مگر احمد کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے۔ کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے وہ اپنے محبوب و معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح پر احمد عاشقانہ شان میں ہو کر عزبت و انکساری کو چاہتا ہے۔ اس میں ایک ستر یہ تھا۔ کہ آپ کی زندگی کی تقسیم دو حصّوں پر کر دی گئی ایک

ایک تو مکی زندگی جو تیرہ برس کے زمانہ کی ہے اور دوسری وہ زندگی ہے جو مدنی زندگی ہے اور وہ دس برس کی ہے۔ مکہ کی زندگی میں اسم احمد کی تجلی تھی۔ اس وقت آپ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بکا اور طلب استقامت اور دعا میں گذرتی تھی۔ اس وقت اگر کوئی آپ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ جو تضرع اور زاری آپ نے اس مکی زندگی میں کی ہے۔ وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب، معشوق کی تلاش میں نہیں کی۔ اور نہ کر سکیگا۔ پھر آپ کی تضرع اپنے لئے نہ تھی۔ بلکہ یہ تضرع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی خدا پرستی کا نام نشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھکر ایک لذت اور سرور آ چکا تھا۔ اور فطرتاً دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ ادھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے۔ تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں۔ اور بڑی مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔ غرض دنیا کی اس حالت پر آپ گریہ و زاری کرتے تھے۔ اور یہاں تک کرتے تھے۔ کہ قریب تھا۔ کہ جان نکل جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين۔ یہ آپ کی متضرعانہ زندگی تھی۔ اور اسم احمد کا ظہور تھا۔ اس وقت آپ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمد کی تجلی کے وقت ہوا۔ جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے۔ واستفتحوا وخاب كل جبار عنيد۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل ص ۱۵۲۔ از اخبار الحکم ۸ / اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء)

(۱۲) "لوگوں نے اپنے نام کے ساتھ حنفی شافعی وغیرہ نام شامل کر رکھے ہیں۔ یہ سب بدعت ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم اللہ ہے۔ اسم اللہ دیگر کل اسماء مثلاً حیّ، قیوم، رحمٰن، رحیم وغیرہ کا موصوف ہے حضرت رسول کریم کا نام احمد تھا جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضرت موسےٰ نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ بلکہ انہوں نے محمد رسول اللہ والذین امنوا معہ اشداء .... میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثانی زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی۔ جنہوں نے کفار کے ساتھ جنگ کئے۔ حضرت موسےٰ نے آنحضرت کا نام محمد بتلایا صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ حضرت موسےٰ خود بھی جلالی رنگ میں تھے۔ اور حضرت عیسےٰ نے آپ کا نام احمد بتلایا۔ چونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے۔ اب چونکہ ہمارا سلسلہ بھی جمالی رنگ میں ہے۔ اس واسطے اس کا نام احمدی ہوا"۔ (ملفوظات احمدیہ ص ۱۴۱۔ جلد اوّل از الحکم ۸ / اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء)

(۱۳) زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھکر مقام احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰)

۱۴۔ شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں

پیشگوئی اسمہ احمد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا واضح اور بیّن فرمودات کو پڑھنے کے بعد جب ہم "انوار خلافت" میں خلیفہ صاحب ربوہ کے بیانات پڑھتے ہیں۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ایک بات کو غلط ثابت کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ اس باب میں اگر ہم "انوار خلافت" کے حوالے نوٹ کریں۔ تو بات طولانی ہو جائے گی۔ "انوار خلافت" میں خلیفہ صاحب نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد تھا ہی نہیں، اور کہ دراصل احمد نام حضرت مسیح موعود کا تھا۔ اور اس ضمن میں انہوں نے ایسی باتیں کی ہیں۔ کہ ان کو دلائل کے نام سے تعبیر کرنا ستم ظریفی کی انتہاء ہوگی۔ مثلاً یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب نے اپنے لڑکے کے نام سے ایک گاؤں احمد آباد بسایا تھا وغیرہ وغیرہ۔ مگر خدا تعالےٰ کی قدرت نمائی ملاحظہ ہو۔ کہ جو شخص سنہ ۱۹۱۵ء میں یہ اعلان کرتا ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تو محض ضمنی طور پر ہے۔ اور اس پیشگوئی کا اصل مصداق غلام احمد (علیہ السلام) ہے۔ وہی شخص سنہ ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت میں کھڑے ہو کر حلفیہ طور پر یہ بیان دیتا ہے، کہ پیشگوئی اسمہ احمد کے اصل مصداق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب پر اس کا اطلاق محض ظلّی طور پر ہوتا ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ نے خوف و ہراس اور ہیبت کا ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ خلیفہ صاحب کو عدالت کے سامنے حق بات کہے بغیر چارہ نہ رہا۔ ان فی ذالك لعبرة لاولی الابصار۔ حوالے ملاحظہ فرمائیں :-

سنہ ۱۹۱۵ء سٹیج جلسہ سالانہ :-

"پس اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی گئی ہے۔ اور اس بیان سے یہ واجب نہیں آتا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود نہ ہوں۔ اس کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں"

(انوار خلافت ص ۳۷)

سنہ ۱۹۵۳ء کمرہ عدالت :-

"عامۃ المسلمین کے نزدیک اس کا اطلاق صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے لیکن ہمارے نزدیک اس کا اطلاق اصل طور پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے لیکن ظلّی طور پر مرزا غلام احمد پر بھی ہوتا ہے"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۱ مطبوعہ احمدیہ کتابستان حیدرآباد سندھ۔ بار اول)

یعنی سنہ ۱۹۱۵ء میں پیشگوئی کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود کو اور ضمنی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا۔ اور سنہ ۱۹۵۳ء میں اصل مصداق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ظلّی طور پر حضرت مسیح موعود کو قرار دیا گیا اہل بصیرت کے لئے یہی ایک مثال کافی ہے۔ یہی حشر خلیفہ صاحب کے تمام دوسرے عقائد کا تحقیقاتی عدالت میں ہوا۔ اور ان کو ایک ایک کرکے خود ہی اپنے عقائد کی غلطی کا اعلان کرنا پڑا۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کو چاہیئے کہ وہ عبرت حاصل کریں۔ اور اپنے خلیفہ صاحب کی طرح خود بھی اپنے سابقہ غلط عقائد کی اصلاح فرمالیں۔ اور یقین جانیں کہ خدا تعالےٰ کا قول لا نبقی لك من المخزیات شیئاً ہر رنگ پورا ہو کر رہے گا۔

اسی طرح خلیفہ صاحب "انوار خلافت" کے ص ۲۵ پر فرماتے ہیں کہ :-

"در حقیقت تعجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے ایک دفعہ بھی ان کو اس نام سے یاد نہ کیا"

ہم ان سے بادب دریافت کرتے ہیں۔ کہ مندرجہ ذیل الہامی شعر میں خدا تعالیٰ نے احمد نام سے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں کیا۔ تو پھر اور کس کو یاد کیا ہے :-

"برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے"

(فقط۔ مولا بخش خلق منہ، ملز اوتر۔ لائلپور)

مُطالعۂ قرآن کریم کی تمہید

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی تصنیف انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف ہولی قرآن کا اردو ترجمہ

از:- فخر الدین احمد صاحب راولپنڈی

قرآن کریم کی اعجازی خصوصیت

قرآن کریم کا دعوے ہے کہ اس جیسا روشن نشان کسی پہلے نبی کو نہیں دیا گیا - اور بنی نوع انسان مل کر بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں - یکتائی کا یہ دعوے کوئی آنحضرت صلعم کا مابعد کا خیال نہیں - بلکہ اس شانِ یکتائی کو کلام پاک رحمان نے ابتداء سے ہی بطور حجت کے پیش کیا ہے - بعثت کے پانچویں سال میں جب دنیا تو درکنار جزیرہ نمائے عرب میں بھی قرآن کریم کی مقبولیت عامہ کے آثار بہت نمایاں نہ تھے - بڑے واضح الفاظ میں یہ دعوے کیا جاتا ہے:-

"اگر سبھی انسان اور جن ایسا قرآن لانے پر جمع ہو جائیں تو اس کی مثل ہرگز نہ لاسکیں گے - اگرچہ بعض بعض کے مددگار ہوں" (۱۷ : ۹۰)

مکی دور کے آخری ایام میں جب مشرکین مکہ نے ہر دعوت الی اللہ کا انکار ہی کیا تو پھر اس دعوے کو ان الفاظ میں دوہرایا ہے :-

"اور کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ افتراء ہے - تو کہہ دو تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ - اور خدا کو چھوڑ کر اور جسے چاہو بلا لو - اگر تم سچے ہو" (۱۱ : ۱۳)

یہاں تو دس سورتوں کی مثل کا مطالبہ کیا گیا ہے - اس سے آگے چل کر یہ جتلایا ہے کہ انسانی کوشش قرآن جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے عاجز ہے :-

"اور کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ افتراء ہے تو کہدو کہ پھر ایک سورت ہی اس جیسی لے آؤ اور خدا کو چھوڑ کر جسے بلا سکتے ہو بلا لو (امداد کے لئے) اگر تم سچے ہو" (۱۰ : ۳۸)

ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے اور یہودیوں سے واسطہ پڑا جو اہل کتاب تھے تو یہ دعویٰ تحدی سے دوہرایا گیا :-

"اگر تمہیں شک ہو اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ - اور خدا کو چھوڑ کر اپنے امدادی بلالو اگر تم سچے ہو"۔

(۲ : ۲۱)

عرب شاعری کا سنہری دور اگرچہ بعثت نبوی کے زمانہ سے متصل ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ عربوں کو قرآن کریم کے اس دعوے کے مقابل پر آنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی - کیوں ؟ کیا اس لئے کہ انہوں نے اس کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا ؟ نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ معاملے کی نزاکت کو بھانپ گئے تھے - حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کو پہلے تو مجنون اور پھر شاعر بھی خیال کرتے تھے - تبلیغ رسالت نے تین چار سال کے اندر آنحضرت صلعم کے گرد سو سے زیادہ ایسے جانثار اکٹھے کر دیئے تھے - جو آپ کا ساتھ چھوڑنے کی بجائے ہر اُس مصیبت اور ایذا رسانی کو جس سے انہیں دوچار ہونا پڑتا تھا خندہ پیشانی سے قبول کرتے تھے - انہوں نے اس راہ میں اپنے وطنِ عزیز کو خیرباد کہنا گوارا کیا - اور ایک ہمسایہ ملک میں پناہ لینا قبول کیا - اعدائے اسلام نے اُن کا تعاقب بھی کیا مگر ناکامی کے سوا کچھ اُن کے ہاتھ نہ آیا - نجاشی جس کے ملک میں یہ قدوسی پناہ گزین ہوئے تھے نے بھی ان کے وفد کو کورا جواب دے دیا تھا - اور ان مہاجرین کو ملک بدر کرنے سے انکار کر دیا - ان واقعات نے ثابت کر دیا کہ جن خوش قسمت لوگوں نے قرآن کریم کا زندگی بخش جام نوش کیا ہے ان کے دلوں میں ایمان باللہ کتنی مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا ہے - آنحضرت صلعم کو اعلائے کلمۃ اللہ سے باز رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی - آپؐ اور آپؐ کے جانثاروں پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا - آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب پر ہر ممکن طریقہ سے دباؤ ڈالا گیا ، کہ وہ اپنے بھتیجے کو مشرکین مکہ کے حوالے کر دیں - خود آنحضرت صلعم کی خدمت میں سردارانِ قریش حاضر ہوتے رہے کہ آپ عربوں کے آبائی دین کی مخالفت نہ کریں - اس لئے اگر قرآن کریم کی مثل کلام پیش کرنا اُن کے لئے ممکن ہوتا تو اُن کے لئے بہت آسان تھا کہ بجائے اتنی تدابیر اور کوششوں کے وہ اس دعوے کا مسکت جواب دے کر آنحضرت صلعم کی سرگرمیوں کا سدباب کر دیتے - جوں جوں یہ دعویٰ بار بار کیا جاتا رہا اعدائے اسلام عاجز آ گئے مگر اپنے عجز کو چھپانے کے لئے یہ بڑ ہانک دی کہ "وہ اگر چاہیں تو اس کی مثل کلام پیش کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بھی تو قصصِ پارینہ ہی ہیں" (۸ : ۲۱) مگر وہ خوب جانتے تھے کہ نرے قصے کہانیاں وہ انقلاب برپا نہیں کر سکتے جو قرآن کریم نے ایک مردہ قوم میں رُوح پھونک کر دکھا دیا ہے - اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرنے سے عمداً گریز کرتے رہے -

بنی نوع انسان کے لئے وہ نعمت عظمیٰ جس کے لانے میں قرآن کریم دوسری آسمانی کتابوں سے ممتاز ہے وہ ہدایت ہے - جس کی بدولت انسان گناہ کی آلائش سے پاک کیا جاتا ہے - اور اسے توفیق ملتی ہے کہ زندگی کا مقصد پورا کرنے کیلئے ان قوے کی صحیح نشو و نما ہو جو اللہ تعالے نے اسے ودیعت کئے ہیں - چنانچہ اس پاک کتاب کے شروع میں ہی بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب :-

"انسانی زندگی کے منتہائے مقصود کو پانے کے لئے رہبری کرتی ہے"

"یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں - ہدایت ہے متقیوں کے لئے"

(۲ : ۲)

جہاں تک تزکیۂ نفس کا تعلق ہے تاریخ گواہ ہے کہ اس پیغام حریت کے قبول کرنے والوں کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہو گیا - اس کی عظمت کا اعتراف بلا اختیار کرنا پڑتا ہے - جہاں یہودیت اور عیسائیت کے اثر و نفوذ نے عربوں کے دلوں سے بُت پرستی اور توہم پرستی دُور کرانے میں ناکامی کا منہ دیکھا وہاں اس پیغام ربانی نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی - حالانکہ سردارانِ قریش نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس پیغام حق سے مشرکین عرب کے کان ناآشنا رہیں - اور اسی لئے انہوں نے اس کلام معجز نظام سے تمسخر و استہزاء روا رکھا - قرآن مجید ان کے دلوں کو ہلا چکا تھا گو مفاخرت قومی کی وجہ سے کھلے بندوں اس حقیقت کا اقرار نہ کر سکتے تھے -

ایک مرتبہ جب آنحضرت صلعم نے ایک مجمع عام میں جہاں مسلمان اور مشرک دونوں موجود تھے سورۃ النجم کی تلاوت کی جس کے آخر میں سجدہ کا حکم ہے تو مشرکین عرب

بھی سربسجود ہو گئے، البتہ اُمیّہ بن خلف نے مٹھی بھر مٹی اُٹھا کر اپنی پیشانی سے لگا لی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشرکوں نے اس شرط پر مکّہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی تھی کہ آپ اپنے گھر کے صحن میں جو لبِ سڑک تھا بلند آواز سے تلاوتِ قرآن حمید نہ کیا کریں گے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ راستے سے گزرنے والی عورتیں اور بچّے اس کلام پاک سے متاثر ہو جائیں گے ایک دوسرے موقعہ پر جب عتبہ بن ربیع آنحضرت صلعم کی خدمت میں قریش کا ایلچی بن کر حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ اگر آپؐ ان کے معبودوں کو بُرا نہ کہیں تو قریش آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے اور جس قدر مال اور دولت آپ چاہیں گے حاضر کر دیں گے۔ تو آپؐ نے سورۃ حٰم السجدۃ کی شروع کی آیات اسے پڑھکر سنائیں ان کا عتبہ پر اتنا گہرا اثر ہوا اور اس کے خیالات میں اس حد تک تبدیلی واقعہ ہوئی کہ واپسی پر جب اس نے سردارانِ قریش کو سمجھایا کہ وہ آنحضرت صلعم کی مخالفت سے باز آ جائیں کیونکہ جو کچھ وہ سُن کر آیا ہے وہ نہ تو شعر ہے نہ کہانت اور سحر تو اس کے دوست پکار اُٹھے کہ بے شک تو بھی محمدؐ کے سحر کا فریب خوردہ ہے۔ حضرت عمرؓ جو گھر سے آنحضرت صلعم کی زندگی ختم کرنے کا قصد کر کے چلے تھے جب راستے میں اپنی بہن کے گھر پہنچکر سورۃ طٰہٰ کی آیات سنتے ہیں، تو ان کے دل میں اسلام کی دشمنی کی بجائے عقیدت اور نفرت کی جگہ محبت نے گھر کر لیا۔ فی الحقیقت قرآن کریم کے پیدا کردہ انقلاب کے دھارے ہر روک کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئے۔ اور یہ سیل رواں بڑھتا چلا گیا۔

درحقیقت قرآن کریم کے پیدا کردہ انقلاب کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی، اور اسی وجہ سے اس کی یکتائی اور بے نظیر ہونے کا دعوےٰ آج بھی اسی طرح ناقابلِ تردید ہے جیسا آج سے پورے چودہ سو سال قبل تھا دنیا کے کسی دوسرے مصلح نے اتنا بڑا انقلاب اپنی قوم میں برپا نہیں کیا۔ قرآن کریم کی تنزیل کے وقت عرب شجر و حجر بتوں اور ٹیلوں کے پرستار تھے مگر اس کے نزول کے بعد ربع صدی کے اندر اندر جزیرہ نمائے عرب سے غیر اللہ کی پرستش حرفِ غلط کی طرح مٹ گئی، اور اب خدائے واحد کے سوائے ان کا کوئی معبود نہ رہا تھا۔ توہم پرستی کی جگہ اب ایسے دین نے لے لی تھی جس کی معقولیت سے آج تک کسی کو انکار نہیں ہوا، عربوں نے جنہیں اپنی جہالت پر صدیوں سے فخر تھا اب علم و ہنر کے سرچشموں سے اپنی پیاس بجھائی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا یا کلپ نے ان کی جہالت کو علوم و فنون کا شیدا بنا دیا ہے۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز تھا جو بار بار نہ صرف انسانی عقل اور فکر کو اپیل کرتا ہے بلکہ حصولِ علم کے لئے انسان کی تشنگی پر ان الفاظ میں شہادت دیتا ہے کہ خود آنحضرت صلعم کی دُعا میں یہ الفاظ آتے ہیں:۔

"اے اللہ میرے علم کو بڑھا"

قرآن کریم کا عرب قوم پر صرف یہی احسان نہیں کہ اس کی بدولت ان کی برائیاں اور فحش بداخلاقیاں مٹ گئیں بلکہ اس نے ان میں خدمت بنی نوع انسان کے لئے بلند اور اعلےٰ خیالات بھی پیدا کئے۔ لڑکیوں کا زندہ درگور کر دینا۔ سوتیلی ماں سے مناکحت اور جنسی خرابیوں اور فحاشی کی جگہ اب اولاد کی تکریم چاہیئے نرینہ اولاد ہو یا مادینہ۔ ماں باپ، بیٹا، بیٹی، بہن اور بھائی، شوہر اور بیوی کے حقوقِ ارث۔ صنفی تعلقات میں پاکیزگی۔ اخلاق فاضلہ کی قدر و منزلت اور عورتوں کی صحیح تحریم و تکریم نے لے لی تھی۔ شراب نوشی جو ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور قدیم الایام سے ان کی سوسائٹی کی زیب و زینت تھی یکسر مفقود ہو گئی تھی، بلکہ آلات و ظروف مے کشی اب اس ملک میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے سب سے بڑھکر یہ کہ جس قوم کے مختلف عناصر اور قبائل ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار چلے آتے تھے۔ اور جن کی جنگ و جدال نے ملک کو تباہی کے گڑھے تک پہنچا دیا تھا جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے:۔

"اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے" (۳: ۱۰۲)

ان متحارب اور متصادم قبائل کو ایسا شیر و شکر کر دینا کہ اُن کی حیاتِ نو اور ولولوں سے لبریز پیش قدمی کے آگے بڑی بڑی متمدن اور ترقی یافتہ حکومتیں اور سلطنتیں سرنگوں ہوتی چلی جائیں جیسے کہ وہ محض کھلونے تھے قرآن کریم کا ہی اعجاز ہے۔ تاریخ اقوام عالم کسی دوسرے مذہب کی نظیر پیش نہیں کر سکتی جس نے اپنے معتقدین میں اسقدر ہمہ گیر انقلاب عظیم پیدا کیا ہو۔ جس کا اثر تہذیب نفس۔ تدبیر منزل۔ اور سیاست مدن میں بھی ظاہر ہو۔ یہ انقلاب مادی بھی تھا اور روحانی بھی۔ ذہنی بھی تھا اور اخلاقی بھی۔ الغرض اس انقلاب نے انسانیت کو اسفل السافلین کے مقام سے اُٹھا کر احسن تقویم تک بلند کر دیا، یہ محیر العقول انقلاب صدیوں کی محنت شاقہ کا ثمرہ نہیں۔ بلکہ اتنی قلیل مدّت میں یہ رونما ہوا کہ یقین نہیں آتا۔ اس کی معجز نمائی کا اعتراف صرف غیر مسلم بلکہ اسلام دشمن مؤرخین کو بھی ہے۔ ذیل میں چند ایسی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) "لمبے زمانہ سے جس سے آگے انسان کی یاد نہیں جاتی مکّہ اور جزیرہ نماء عرب) روحانی موت کی حالت میں تھا یہودیت نصرانیت اور فلسفیانہ تحقیقات کا عرب کے دلوں پر ہلکا اور عارضی اثر ایسا تھا جیسا ایک ساکن جھیل کے اوپر کی سطح پر ذرا سی حرکت تو پیدا ہو جائے مگر نیچے پورے سکون اور بے حرکتی کی حالت ہو، لوگ توہمات، ظلم اور بدی میں غرق تھے .... ہجرت سے تیرہ سال پیشتر مکّہ اس ذلیل حالت میں مردہ ... پڑا تھا۔ مگر ان تیرہ سالوں نے کیا انقلاب پیدا کر دیا .... یہودی صداقت مدّت سے مدینہ کے لوگوں کے کانوں میں گونج رہی تھی مگر جب تک انہوں نے نبی عربی صلعم کی روح کو ہلا دینے والی آواز نہیں سُنی اس وقت تک وہ بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوئے۔"

(میور۔ لائف آف محمدؐ کے باب ہفتم میں)

(۲) "ان سے زیادہ تفرقہ کی حالت میں کوئی دوسری قوم نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ ناگہاں ایک معجزہ رونما ہوا۔ ایک انسان اُٹھا جس نے اپنی شخصیت سے اور اپنے منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہونے کے دعوےٰ سے سچ مچ ناممکن کام کر دکھایا۔ یعنی ان تمام ایک دوسرے سے لڑنے والے اجزاء کا اتحاد"

(انسائیکلوپیڈیا آف میسوپوٹیمیا صفحہ ۹۹)

سلہ شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی نے ان واقعات کو اپنی شہرۂ آفاق مسدس میں یوں بیان کیا ہے ؎

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
یہ کہکر کیا علم پر اُن کو شیدا
کہ ہیں دُور رحمت سے سب اہل دُنیا
مگر دھیان ہے جن کو ہر دم خدا کا
ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا
انہیں کے لئے ہے نعمت خدا کی
انہیں پر ہے وا ں جا کے رحمت خدا کی"
سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت
کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت
شب و روز پہنچاتے ہیں اسکو راحت
وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لئے چاہتے ہیں"
ہر اک میکدہ سے بھرا جا کے ساغر
ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر
گرہ میں لیا باندھ حکمِ پیمبر
کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو
غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت
طبیعی۔ الٰہی۔ ریاضی و حکمت
طب اور کیمیا۔ ہندسہ اور ہیئت
سیاست، تجارت، عمارت، خلافت
لگاؤ گے کھوج ان کا جا کر جہاں تم
نشاں اُنکے قدموں کے پاؤ گے واں تم

۳۔ بایں ہمہ سچائی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی تاریخ ایسے واقعات پیش کرنے کا فخر نہیں کر سکتی جو اس حد تک دل پر زندہ اثر پیدا کرنے والے ہوں یا اپنے اندر اس قدر حیرت انگیز ہوں جیسے کہ وہ واقعات جو ہم کو پہلے مسلمانوں کی زندگیوں میں ملتے ہیں خواہ ہم اس رہنمائے اعظم کو دیکھیں یا اس کے وزراء کو جو سب انسانوں سے بڑھکر بلند مرتبہ ہستیاں ہیں اور خواہ ہم اُن ملکوں کے حالات پر غور کریں جو اس نے فتح کئے یا اس شجاعت نیکی اور ان پاکیزہ جذبات کو دیکھیں جو اس کے جرنیلوں اور سپاہیوں میں یکساں نظر آتے ہیں"۔

(کونٹ بولن ویلیرز کی لائف آف محمدؐ کے انگریزی ترجمے کا ص۸)

(۴)" یہ بات کہ بہترین عرب مصنف کبھی قرآن جیسا اعلیٰ درجہ کا کلام پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے کوئی تعجب کی بات نہیں"

(پامر کی تمہید انگریزی ترجمہ قرآن ص۵۵)

(۵) "یہ ایک معجزہ ہے جس کا محمد صلعم کو دعوٰی ہے وہ اسے اپنا زندہ معجزہ کہتے ہیں - اور فی الحقیقت یہ ایک معجزہ ہے"

(باسورتھ سمتھ کی لائف آف محمدؐ)

(۶)" دنیا کی کسی قوم نے اس قدر سرعت کے ساتھ تہذیب کی طرف جیسی کہ وہ بھی قدم نہیں اُٹھایا جیسا کہ عرب نے اسلام کی بدولت"

(ہرشفیلڈ - نئی تحقیقاتیں ص۵)

(۷) "اثر ڈالنے کی طاقت میں - بلاغت میں بلکہ ترکیب لفظی میں بھی قرآن بے مثل ہے"

(ایضاً ص۸)

(۸) "اور اسی (قرآن) کے ذریعہ سے ہی اسلامی دنیا میں علوم کے تمام شعبوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی"

(ایضاً ص۹)

(۹) "ایک علمی تصنیف ہونے کی حیثیت میں اس کا موازنہ کسی فرضی ذوق کی بناء پر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس اثر کی بناء پر ہونا چاہیئے جو اس نے محمد (صلعم) کے ہمعصروں اور اہل ملک کے دلوں پر پیدا کیا۔ اگر اس نے ایسی قوت اور ایسے مؤثرانہ طریق پر اپنے سننے والوں کے دلوں پر اثر پیدا کیا کہ جو اجزاء اب تک پراگندہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے بلکہ عداوت رکھنے والے تھے ان کو ایک کر دیا اور اُن میں وہ بلند خیالات اور جذبات پیدا کر دیئے جو اس سے پیشتر عرب میں کہیں نظر نہیں آتے تب اس کی فصاحت کمال کو پہنچی ہوئی تھی کیونکہ اس نے وحشی اقوام کے اندر سے ایک مہذب قوم پیدا کر دی"۔

"سٹین گاس - ہیوز ڈکشنری آف اسلام"

(باقی دارد)

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے، اس کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۱۵ دسمبر ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرما دیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے، اگر ۱۰ دسمبر ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا، جس کا چھڑانا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا - ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو آپ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا - آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے،

(اینجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۵۵	۶	۹۹۲	۶
۷۲	۶	۱۰۴۰	۳
۱۰۰	۶	۱۰۸۱	۶
۱۱۵	۶	۱۰۹۷	۶
۱۶۰	۱۶	۲۰۰۵	۶
۲۶۳	۶	۲۰۲۳	۴
۲۶۷	۶	۲۰۳۶	۶
۲۹۱	۶	۲۰۳۷	۴
۳۲۲	۶	۲۰۳۸	۶
۳۴۱	۶	۲۰۴۷	۶
۳۶۴	۶	۲۰۷۹	۴
۴۴۳	۳۰	۲۰۸۰	۶
۴۴۶	۱۸	۲۰۹۷	۶
۵۲۹	۶	رعایتی	
۵۳۶	۱۸	۳۰	۴
۶۱۹	۶	۱۱۳	۶
۶۹۸	۴	۱۹۹	۶
۷۵۰	۶		

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں -

رنگون سے پانچہزار روپیہ

مجاہد برما جناب این اکبر خاں صاحب کی جد و جہد کا نتیجہ

مجاہد برما جناب ڈاکٹر این اکبر خاں صاحب نے رنگون سے مبلغ پانچہزار روپیہ جمع کر کے -/375 پونڈ سٹرلنگ کی صورت میں ووکنگ مسلم مشن کو بھیجے ہیں معطی صاحبان کے اسمائے گرامی اور انکے عطیات کی فہرست درج ذیل ہے، دُعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور جناب این اکبر خان صاحب کی مجاہدانہ مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے :-

	روپے	آنے	پائی
U THEN PE.	55	0	0
DR. THEN PE.	65	0	0
MR. IQBAL VALLI	30	0	0
DR. BA KHET	700	0	0
MR. F. RASCHID	281	0	0
U PO NYUNT	400	5	0
DR. NYUNT PE	325	0	0
N. A. KHAN	420	0	0
MRS. N. A. KHAN	80	0	0
DR. SOORMA	200	0	0
MR. I. S VANYA	300	0	0
MR. A. BAROOCHA.	300	0	0
MR. S. E. BAGGIA.	300	0	0
MRS. S. E. BAGGIA.	300	0	0
U ZAW YI	300	0	0
MR. AHMED MADHA.	250	0	0
MR. MUNSHI ABDUL HAKIM	6	0	0
MR. A STEPHENS.	79	0	0
MR. VARCIE	30	0	0
U KYAN SHWE YI	31	0	0
MAULVI NIZAMMUDDIN	128	11	0
MR. LATIF.	6	0	0
M. S. RASCHID	7	0	0
MR. AHMAD ALI	22	12	0
U. BA TIN	21	12	0
U AUNG GYAW	5	0	0
MR. ISMAIL	24	0	0
CAPTAIN HLA THAN	65	0	0
MR. ABDULLAH	8	0	0
MR. CASSIM	8	0	0
MR. GANI	18	0	0
HAJEE I. T. MOHAMMED	50	0	0
MR. D. A. GINWALLA	125	8	0
MIR BROTHERS	44	0	0
PINSA RUPAN PRESS,	3	0	0
DR. MEAH	5	0	0
MAULANA HUSAIN NIZAMI,	6	0	0
TOTAL KYATS	5000	0	0

پیغام صلح ۳ دسمبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۷ شمارہ نمبر ۴۹
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
سالانہ چندہ:- پاکستان سے چھ روپے ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ محمد انعام الحق صاحب. مکان نمبر ۸ محلہ اعظم پورہ. ملک پیٹھ. حیدرآباد دکن (انڈیا)
تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ ایڈیٹر دوست محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن زِ آیاتِ مبیں

ٹیلیفون نمبر
۳۷۳۷

تار کا پتہ
تبلیغ
لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۳۸

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۵۸ء | ۴۷

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

۲۴ دسمبر کو مستورات کا جلسہ تجویز کیا گیا ہے

۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو مردوں کا جلسہ تجویز کیا گیا ہے

پروگرام حسبِ ذیل ہے

۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات

اجلاس اوّل :- زیرِ صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب - ۱۰ بجے سے ۱½ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ... ۱۰ سے ۱۰-۱۵ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام } مولوی دوست محمد صاحب :- ۱۰-۱۵ سے ۱۰-۳۰ تک

افتتاحی تقریر ... } حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب :- ۱۰-۳۰ سے ۱۱ تک

دورِ حاضر میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا وجود ہی صداقت اسلام پر حتمی اور فیصلہ کن دلیل ہے } مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری :- ۱۱ سے ۱۲ بجے تک

مسیح موعود کا مقام ... } مولوی احمد یار صاحب :- ۱۲ سے ۱۲-۳۰ تک

تقریر ... } شیخ محمد یوسف صاحب گرنمتی :- ۱۲-۳۰ سے ایک بجے تک

الاجتہاد فی الاسلام } قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ :- ایک بجے سے ۱½ تک

۲½ بجے ظہر و عصر کی نماز ادا کی جائیگی

اجلاس دوم :- زیرِ صدارت جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - ۲¾ بجے سے ۴½ تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ... } ... ۲¾ سے ۳ بجے تک

اسلام کا اثر یورپ پر ... } خانبہادر غلام ربانی خان صاحب :- ۳ بجے سے ۳½ بجے تک

حضرت مجدد اعظم کی فتوحات } جناب مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب :- ۳½ بجے ۴ بجے تک

تقریر ... } جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی :- ۴ سے ۴½ بجے تک

۲۶ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ

اجلاسِ اوّل :- زیرِ صدارت جناب چوہدری حافظ محمد حسن صاحب چیمہ - ۱۰ بجے سے ۱۲-۴۵ تک

تلاوت قرآن مجید ... ۱۰ سے ۱۰-۱۵ تک

رپورٹ سالانہ ... } سیکرٹری صاحب :- ۱۰-۱۵ سے ۱۰-۴۵ تک

تقریر ... } جناب الحاج میاں محمد صاحب :- ۱۰-۴۵ سے ۱۱-۳۰ تک

اپیل ... } حضرت حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب :- ۱۱-۳۰ سے ۱۲-۴۵ تک

نمازِ جمعہ ۱½ بجے سے تین بجے تک حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب پڑھائیں گے

اجلاس دوم :- زیرِ صدارت جناب الحاج میاں محمد صاحب - ۳ سے ۴½ تک

عصرِ حاضر میں تحریک احمدیت روحانی سائنس کی حیثیت رکھتی ہے } پروفیسر غلام محمد صاحب خادم ایم ایس سی :- ۳ بجے سے ۳½ تک

تقریر ... } معلوم الاسم :- ۳½ سے ۴½ تک

۲۷ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ

اجلاسِ اوّل :- زیرِ صدارت جناب میاں فاروق احمد صاحب - ۱۰ بجے سے ۱½ تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ... ۱۰ سے ۱۰-۱۵ تک

انقلابات ... } جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب :- ۱۰-۱۵ سے ۱۱ تک

ان الدین عند اللہ الاسلام } جناب چوہدری حافظ محمد حسن صاحب چیمہ :- ۱۱ سے ۱۲ تک

جنت کا راستہ ... } جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب :- ۱۲ سے ۱ تک

اختتامی تقریر و دعا ... } حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب :- ایک بجے سے ۱½ بجے تک

مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۸ء

مسیح موعود کا فرمان

جلسہ سالانہ کی بنیاد دسمبر ۱۸۹۱ء کو حضرت مسیح موعود نے اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔ اس کے اغراض ومقاصد تفصیل از بہر خود حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں درج کر چکے ہیں۔ ایک اور سب سے بڑی غرض آپ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:-

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالےٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ تقوےٰ اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں ایک نمونہ بن جائیں اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات میں سرگرمی اختیار کریں"۔

ان چند سطور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود جلسہ سالانہ کو ایک نہایت بلند روحانی مقام دینا چاہتے تھے جس کے ذریعہ سے جماعت کے اندر ایک سچے مسلمان کی صفات پیدا ہو جائیں، دنیا میں دوسرے بھی جلسے ہوتے ہیں، خانقاہوں پر عرس بھی ہوتے ہیں، کیا کبھی کسی نے دیکھا کہ ان میں دلوں کو آخرت کی طرف جھکانے اور ان میں خدا کا خوف پیدا کرنے کا کوئی سامان کیا گیا ہو یا کبھی ان میں تقوےٰ و طہارت اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں نمونہ بننے کی تعلیم دی گئی ہو، کیا کبھی دینی مہمات کا ذکر تک بھی ان جلسوں میں ہوتا ہے؟ یا ایک میلہ کی صورت میں گانے بجانے، ڈھول ڈھمکے اور لہو و لعب میں وقت گذار دیا جاتا ہے؟ یقیناً اس جلسہ کی مثال دنیا میں مشکل سے ملے گی جس کی بنیاد ایسے بلندترین روحانی مقاصد پر رکھی گئی ہے۔

ان دوستوں کو جو جلسہ سالانہ میں شامل ہوں حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو خصوصیت سے مدنظر رکھنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ جلسہ کو حقیقی معنوں میں ان اغراض کے مطابق بنایا جائے جو ان الفاظ میں بیان کی گئی ہیں، ورنہ اس کی اصل غرض اگر پوری نہ ہوا اور مامور الٰہی کی خواہش کے مطابق اگر ہم میں ایسی تبدیلی پیدا نہ ہو، جس سے دل آخرت کی طرف جھک جائیں۔ اور تقوےٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور باہم محبت و مواخات ہم میں پیدا نہ ہو تو جلسہ میں شمولیت کی تکلیف اٹھانا بے فائدہ ہوگا۔

ہمیں امید ہے کہ تمام وہ احباب جو جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کریں، حضرت امام کے مندرجہ بالا الفاظ کو خصوصیت سے پیش نظر رکھیں گے اور جلسہ سالانہ کو حقیقی معنوں میں تقوےٰ اور خدا ترسی اور اخوت اور مواخات کا نمونہ بنائیں گے کہ اسی میں ان کی فلاح دارین کا سامان ہے۔

آخر میں ہم ان لوگوں سے بھی جو حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو کفر و الحاد کا نشانہ بناتے ہیں یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا خدا ترسی اور تقوےٰ اللہ کی تعلیم کافروں کی تعلیم ہوتی ہے؟ کیا تواضع اور راستبازی اور دینی مہمات میں سرگرمی کافروں ہی کا شعار ہے؟

کاش ضد اور تعصب کو چھوڑ کر عقل و ہوش سے امام وقت کے ارشادات پر غور کیا جائے تو انہیں پتہ لگ جائے کہ اس زمانہ میں اسلام کا حقیقی مبلغ اور مسلمانوں کا سچا خیرخواہ مرزا غلام احمد سے بڑھ کر اور کوئی نہیں اور سعادت دارین اگر حاصل ہو سکتی ہے تو اس کا ذریعہ یہی ہے کہ امام وقت کے ساتھ ہو کر خدمت دین بجا لائی جائے۔

تقاریر کا انعامی مقابلہ

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

کی طرف سے سالانہ تقاریر کا انعامی مقابلہ بعنوان "اسلام اور اقوام عالم" زیر صدارت جناب میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے آکسفورڈ ۲۵ دسمبر بروز جمعرات ساڑھے سات بجے شام منعقد ہو رہا ہے۔

اس میں پاکستان کے متعدد کالجوں کے طلباء حصہ لے رہے ہیں۔ المشتہر بشیر سامانوی سیکرٹری جنرل

جلسۂ خواتین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زیر اہتمام خواتین کا سالانہ جلسہ ۲۴ دسمبر بروز بدھ صبح دس بجے سے ایک بجے تک مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ اس موقعہ پر ذیل کی خواتین لیکچر دیں گی:-

۱- بیگم صاحبہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب مرحوم و مغفور کا انگلستان سے آمدہ پیغام سنایا جائے گا۔
۲- بیگم صاحبہ شیخ رحمت الٰہی صاحب چیف انجنیئر ... ... (تقریر)
۳- بیگم صاحبہ ملک کرم الٰہی صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار ... ... (تقریر)
۴- ہیڈ مسٹرس امۃ اللہ صاحبہ بی اے بی ٹی (پی ای ایس) ... (تقریر)
۵- مس فاطمہ حکیم معلمہ بی اے بی ٹی "قومی زندگی میں اخوت و مصالحت کی اہمیت"
۶- مسز مرد یوسف صاحبہ "استحکام تحریک احمدیت میں عورت کا اہم حصہ"
۷- مس مبارکہ احمد صاحبہ: "تحریک احمدیت کی اہمیت"

سیکرٹری جلسۂ خواتین

یورپ ضرور مسلمان ہو کر رہے گا

میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے کہا وہ قدرت کی آواز تھی

مولانا یعقوب خان صاحب کی تقریر

جناب شیخ میاں محمد صاحب کی تقریر کے بعد مولٰنا یعقوب خانصاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:—

حضرات! آج ہم جو منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، وہ ایک غیر معمولی منظر ہے، جو بھائی ہم سے کچھ مدت سے علیحدہ ہو گئے ہوئے تھے، وہ تقریباً سب کے سب آج پھر ہم ہی آملے ہیں، یہ معمولی بات نہیں، اس میں اللہ تعالٰی کی نصرت کا کرشمہ نظر آتا ہے، میرے پاس اس کے لئے دلائل نہیں، مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ اس جماعت کے ساتھ خدا کی نصرت ہے آپ کو علم ہے کہ ہماری جماعت نے انشراح صدر کے ساتھ ایک انقلابی اقدام کیا ہے محض اس لئے کہ خدمت اسلام کا کام تیز تر ہو جائے۔ پانچ آدمیوں کی مجلس عمل قائم کر کے ہماری قوم ایک نئے انقلابی دور میں آگئی ہے۔ میں بھی اس مجلس کا ممبر ہوں، لیکن میں نے محسوس کیا کہ جب باہر جا کر کام کرنے کی ضرورت ہو تو گھر بیٹھے بیوی بچوں کے خیال سے بیٹھے رہنا اسلام سے غداری کرنا ہے، جہاد کے رستہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہونی چاہیئے، جو شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے گا اس کے ساتھ یقیناً خدا کی طرف سے فرشتے ہوں گے۔ جنوداً لم تروھا، ایسی فوجیں خدا تعالٰی اس کے ساتھ کر دیتا ہے جو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتیں، اس لئے مجھے کبھی آج اہل کے لئے بھی یہ وہم یا خوف نہیں ہوا کہ میرے گھر کا کیا ہوگا۔ یہ خدا پر بد اعتمادی کرنا ہے کہ گویا ہم اس سے بڑھکر اپنے گھروں کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اسلام کی آج دنیا کو ضرورت ہے اور اسکو دنیا میں پہنچانا ہمارا سب سے زیادہ ضروری فرض ہے میں نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے، ہمارے مسلمان بھائیوں کی یہ ذہنی غلطی ہے کہ وہ قرآن اور اسلام کو پیچھے رکھتے ہیں اور اپنی خواہشات نفس یا ملکی مفاد کو مقدم کرتے ہیں اسلام کے معنے یہ ہیں کہ ہم خدا کے پیچھے چلیں، خدا کو اپنے پیچھے چلانا اسلام نہیں، حضرت مسیح موعود کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ نے سب چیزوں پر اسلام کو مقدم کیا اور اسی کا وعدہ اپنی جماعت سے لیا، یہ مبالغہ نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ جو معرفت حضرت مسیح موعود کو عطا ہوئی آج کسی بڑے سے بڑے مفکر کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا، اسلام کے عروج کا چاند جو آپ نے دیکھا وہ کسی مجذوب کی بڑ نہ تھا، آپ نے دلوں کو نور ایمان سے بھر دیا اور یہ یقین پیدا ہو گیا کہ اسلام کا عروج ہونے والا ہے، ایک ایک بات جو آپ نے بتائی وہ درست ثابت ہوئی، آج تبلیغ کا دور ہے ہم آئیڈیولاجیکل ...... (Ideological) دور میں سے گذر رہے ہیں اب کسی قوم یا مذہب کی زندگی کا دارو مدار تیر و تفنگ پر نہیں، بلکہ اعلٰے اصولوں پر ہے، اب دیکھا جائیگا کہ وہ کون سے اصول ہیں جو کسی مذہب میں پائے جاتے ہیں، اگر ہمارے اصول اچھے ہیں تو ہم زندہ رہ سکتے ہیں ورنہ نہیں مسلمان آج تک یہی سمجھتے رہے کہ جب تک حکومت نہ ملے گی اسلام کو عروج حاصل نہ ہوگا، مامور الٰہی نے اسکو الٹ کر دیا۔ اور کہا کہ اسلام کسی حکومت یا سیاست کا محتاج نہیں، اور سیاست کی جو درگت آج ہوئی ہے وہ آپ نے دیکھ لی، ایک مخالف دوست محمد جعفر خاں نے لکھا کہ اگر مرزا صاحب کی بات کو مانا جاتا تو آج ہم آزاد کیسے ہوتے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ آزاد ہو کر بھی آپ آزاد نہیں ہیں، جب تک مذہبی بنیادوں پر تعمیر نہ ہو اس وقت تک کوئی آزادی حاصل نہیں ہو سکتی، ابھی ابھی سیاست کس قدر بدنام ہوئی ہے پاکستان سے سیاست کو مٹا دیا گیا ہے، یہ مسیح موعود کی صداقت پر مہر تصدیق ہے۔

ایک اور نکتہ جو یاد رکھنے کے قابل ہے یہ ہے کہ اسلام مغرب کے لئے ہے، اسی لئے حضرت مسیح موعود نے مغرب میں تبلیغ اسلام پر زور دیا، کیا یہ اس لئے کیا گیا کہ مغربی اقوام ترقی یافتہ ہیں اور ان کی ترقی و اقتدار سے فائدہ اٹھانا مطلوب ہے؟ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل مغرب ہی وہ استعداد رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرنے میں انہیں کوئی تامل نہیں ہوتا، مجھے ایک بھونڈی سی مثال دینی پڑتی ہے کہ یہاں اسلام کے حقائق و معارف کو بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بجائی جائے لیکن وہاں جب اسلام کو پیش کیا جاتا ہے تو اُن کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں اور اسلام کو دنیا کا معقول ترین مذہب سمجھنے میں انہیں عار نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا میں نے مسیح موعود کو حسن ظن سے قبول کیا تھا، لیکن اب میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے کہا وہ قدرت کی آواز تھی، یورپ ضرور مسلمان ہو کر رہیگا، جوں جوں وہ علمی رنگ میں ترقی کرتے چلے جائیں گے اسلام کے اصول وہاں زیادہ سے زیادہ چمک دکھائیں گے، قرآن کریم کی یہ آیت نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمت ربك بمجنون اسی زمانہ کے لئے ہے جوں جوں علوم ترقی کریں گے اسلام زیادہ سے زیادہ روشن ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و صداقت زیادہ سے زیادہ دلوں میں گھر کرے گی اور یہ ثابت ہو جائیگا کہ آپ کی باتیں کوئی مجنونانہ بڑ نہیں تھیں۔

آپ نے فرمایا مغرب کو خدا کی تلاش ہے، جوں جوں علم بڑھتا جاتا ہے ان کی تلاش بھی بڑھتی جاتی ہے۔ میاں صاحب (شیخ میاں محمد صاحب) کو شکایت ہے کہ مسلمان بھائی بے اعتنائی سے کام لے رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں جس دن دوسرے مسلمان ہمیں اچھا سمجھنے لگیں گے وہ ہماری ایمانی کمزوری کا دن ہوگا، ہم بھی اسی طرح کور ذوق اور ایمانی نور سے محروم ہو جائیں گے، جیسے وہ ہیں جو کچھ مسیح موعود لے کر آئے ہیں اتنے روشن واقعات ہیں کہ کوئی معقول پسند انسان انہیں رد نہیں کر سکتا لیکن پھر بھی مسلمانوں کو کفر ہی نظر آتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ہم ایک انقلابی دور میں سے گذر رہے ہیں، میں اب اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ اب کوئی دوسرا فکر آپ کے دماغ میں نہ آنا چاہیئے، جب جہاد ہو تو کوئی اور خیال آنا ٹھیک نہیں ہوتا، اس جہاد میں تعاون سے کام لیں، اسلام کا کام تعمیری ہے تخریبی نہیں، ہماری جماعت تعمیری کام کر رہی ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے معاونت کریں۔ ابھی قرآن شریف کی جو آیات پڑھی گئی ہیں اُن میں سے

نہیں، اس کے لئے علم کی اتنی ضرورت نہیں جتنی زہد و تقوٰی کی ضرورت ہے، اسکو دیکھ کر چہرے سے ہی نظر آجائے کہ وہ ایک متقی انسان ہے، لمبی لمبی تقریروں سے کچھ نہیں بنتا، تقوٰے ہو اور نیک نمونہ ہو، تو وہ خود دلوں کو کھینچ لیتا ہے، حضرت کے ہاتھ پر ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے، اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کریں، اور آخری بات میں یہ کہوں گا کہ سلسلہ کی کامیابی کے لئے دعا کرو، دعا پر کچھ خرچ نہیں ہوتا، صرف دل کے اندر سوز و گداز ہونا چاہیئے.... سوز و گداز کے ساتھ چالیس راتیں بالالتزام دعائیں کریں۔ خانصاحب کے لئے بھی دعا کریں، ان کی صحت کے لئے اُن کی کامیابی کے لئے دعا کریں، مجھے ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہے کہ اسلام ضرور کامیاب ہوگا، حضرت نے فرمایا ہے کہ احمدیت روحانی انقلاب پیدا ہوگا، اپنی زمین و آسمان بدلنے پڑیں گے، اس کے لئے بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے، اچھے نمونہ کی ضرورت ہے، اگر نمونہ اچھا ہو تو فتح کا سہرا آپ ہی کے سر بندھے گا، اللہ تعالٰی توفیق دے کہ ہم اس کام کو صحیح طور پر کر سکیں اور جوق در جوق لوگوں کو اسلام میں آتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

بقیہ تقریر جناب میاں محمد صاحب

کا انتظام کیا ہے، مولٰنا احمد یار صاحب کو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے، خیال ہے کہ مصر میں بھی کسی کو بھیجا جائے، اور حضرت صاحب کی کتب بھی چھپوا کر وہاں بھیجی جائیں، یہ ہمارے ارادے ہیں، لیکن ارادے مکمل نہیں ہوتے جب تک قوم کا تعاون نہ ہو، وہ اتحاد جو حضرت مسیح موعود چاہتے تھے اس سٹینڈرڈ کا اتحاد اپنے اندر پیدا کریں اور چالیس روز تک رات کے اندھیرے میں دعائیں کریں کہ ہم متحد ہو کر ایک دوسرے کے تعاون سے کام کریں، کام بہت ہے، باہر سے مطالبہ ہوتا ہے کہ مبلغ بھیجو، لیکن ہمارے پاس مبلغ اتنے نہیں کہ تمام مطالبات کو پورا کر سکیں کیوں آپ لوگ اپنی زندگیاں اس راہ میں پیش نہیں کرتے، اپنے اندر ولولہ پیدا کر کے باہر نکلو۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری تالیفات ان ممالک میں بھیجی جائیں، اس لئے کہ مبلغ کا مقام بڑا نازک ہوتا ہے۔ بعض وقت کوئی کمزوری صادر ہو جائے تو لوگوں کے لئے باعث ابتلا ہو جاتا ہے، مبلغ بننا معمولی بات

تمام قسم کی مشکلات کا حل دُعا سے ہو سکتا ہے

دُعاؤں سے سلسلہ کو بنانے کی سعادت حاصل کرو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۵ر دسمبر ۱۹۵۸ء فرمودہ محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین .... الخ

تمام قسم کے حالات میں خدا تعالیٰ کی مدد کی ضرورت

اللہ تعالیٰ جو انسان کا خالق ہے اور اس کی فطرت اور کمزوریوں سے واقف ہے، انہی کمزوریوں کے علاج کے لئے اس کی طرف سے قرآن کریم نازل ہوا ہے انسان کو کئی قسم کی مشکلات پیش آتی ہیں۔ بدنی مشکلات بھی پیش آتی ہیں، بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور بعض وقت باوجود کوشش کے کوئی صورت صحت کی نظر نہیں آتی، پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض وقت انسان کوئی بات سامنے رکھ لیتا ہے، اس کی نیت ٹھیک ہوتی ہے لیکن چونکہ اس کی خواہشات کے مطابق کام نہیں ہوتا اس لئے اس پر ابتلا آجاتا ہے ایک بڑی تکلیف لاولد اور لاوارث ہونا بھی ہے ایسے تمام حالات اور سب مشکلات کا ان آیات میں ذکر ہے

حضرت ایوب کا بیماری میں خدا کی طرف رجوع

فرمایا وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین ایوب کو دیکھو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ہی سب سے بڑھکر رحم کرنے والا ہے۔ میں اس بسط میں تو جانا نہیں چاہتا کہ وہ کیا تکلیف تھی جو حضرت ایوب کو پیش آئی، عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ انہیں بدنی تکلیف تھی جس کی وجہ سے اُن کی حالت بہت سقیم ہو گئی، اہل اللہ کا کام یہی ہے کہ وہ ہر حالت میں خدا پر ایمان رکھتے اور مصیبت کے وقت اسی کو پکارتے ہیں، انکو یقین ہوتا ہے کہ خدا ہی کی حکومت اس کائنات پر ہے، وہی انسان کو ہر قسم کی مشکلات اور تکالیف سے بچا سکتا ہے، اس لئے جب وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو خدا ہی کو پکارتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا رحم اس قدر وسیع ہے کہ ہر حالت میں انسان کی پکار کو سنتا اور اس پر رحم کرتا ہے انسان غلطی کرتا ہے اور اس کی سزا پاتا ہے لیکن اگر اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور اس کے آگے گر جائے تو خدا تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرماتا اور اس کی تکلیف کو دُور کر دیتا ہے چنانچہ حضرت ایوب نے اپنی تکلیف کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ کے آگے دُعا کی۔

استجابت دُعا

اس پر فرمایا فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ من ضر ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا اور اس کی تکلیف کو دُور کر دیا۔ واتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم اس کے اہل و عیال بھی اسے ملا دیئے رحمۃ من عندنا یہ ہماری طرف سے رحمت ہے جب ہم رحم کرنے پر آتے ہیں، جب ہماری رحمت کسی کے شامل حال ہو جاتی ہے تو اس کے سارے بگڑے کام بن جاتے ہیں، اس میں بتانا یہ مقصود ہے کہ خواہ کسی قسم کی تکلیف ہو، خدا کے آگے گرے تو خدا تعالیٰ تمام مصائب اور تکالیف کو دُور کر دیتا ہے۔

صبر کا پھل

واسمٰعیل وادریس وذاالکفل کل من الصٰبرین، خدا تعالیٰ جب کسی کا ذکر کرتا ہے، تو وہ یونہی بے فائدہ نہیں ہوتا۔ اسمٰعیل اور ادریس تاریخی ہستیاں ہیں، ان کے واقعات زندگی اور صبر سبق آموز ہے۔ کفل بھی کہتے ہیں کہ کپل سے معرب ہے ذاالکفل کے معنے ہیں کپل وستو یعنے کپل کا رہنے والا یعنے بودھ فی العاخرجب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہر قوم کے اندر انبیاء آئے ہیں تو کیا تعجب ہے کہ بدھ ہی کا اس میں ذکر ہو، جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا مذہبی رہنما گذرا ہے اور اس نے تخت و سلطنت چھوڑ کر طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں، فرمایا کل من الصابرین، یہ سب صبر کرنے والے لوگ تھے، صبر بھی جب تک خدا پر پورا ایمان نہ ہو، اس کی صفات پر ایمان نہ ہو، نہیں ہو سکتا، ایمان نہ ہو تو دکھوں اور تکلیفوں میں خدا پر بڑی بدظنیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اسی لئے فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ ہر حالت میں صبر سے کام لے ان اللہ مع الصابرین خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور انکی مشکلات کو دُور کر دیتا ہے، فرمایا وادخلنٰھم فی رحمتنا انھم من الصالحین ان سب صبر کرنے والوں کو ہم نے اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا، کیونکہ وہ سب صالحین میں سے تھے۔

قوم یُونس کا تضرع اور خدا تعالیٰ کا رحم

اس کے بعد حضرت یونس کی مثال دی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ انہیں ایک لاکھ انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا، انہوں نے اس قوم کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی بدکرتوتوں سے باز نہ آئے آخر کار اللہ تعالیٰ سے علم پاکر انہوں نے اعلان کر دیا کہ تین دن میں اُن پر عذاب آنے والا ہے، اس اعلان کو سن کر وہ لوگ ڈر گئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑانا شروع کیا، پھر خدا کا رحم تو ہر ایک چیز پر محیط ہے، اُن کے تضرع اور زاری سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا، اور عذاب اُن سے ٹل گیا۔

حضرت یونسؑ کا غم

آپ جانتے ہیں ایک شخص تحدی سے ایک بات کہے کہ ایسا ہونیوالا ہے، اور اس کا دعویٰ ہو کہ خدا نے ایسا کہا ہے، اور پھر وہ بات پوری نہ ہو، تو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے، لوگوں کے نزدیک وہ شخص جھوٹا سمجھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے حضرت یونسؑ کو اس بات کا بڑا رنج ہوا، کہ قوم مجھے کیا کہے گی، آپ کا خیال تھا کہ عذاب کی پیشگوئی ضرور پوری ہوگی، لیکن جب ایسا نہ ہوا تو وہ قوم کے طعنوں سے بچنے کے لئے غضبناک ہو کر کہیں چلے گئے، اسی امر کا ذکر یہاں فرمایا وذاالنون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ اور ذاالنون کو دیکھو جب وہ غضبناک ہو کر چلا گیا اور خیال کیا کہ ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے۔

حضرت یونسؑ کی دُعا اور اس کی قبولیت

لیکن معلوم ہوتا ہے انہیں بعد میں ایسی مشکلات پیش آئیں کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور پھر خدا تعالیٰ سے متوجہ ہوئے اور دُعا کی، فنادیٰ فی الظلمٰت ان لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین۔ اے خدا تیرے سوائے کوئی معبود نہیں، تو ہر ایک عیب سے پاک ہے، میں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا، تو مجھے اس مصیبت سے نکال لے۔ تو جب انسان خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اُٹھا لیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم ہم نے اس کی پکار کو سنا اور دعا کو منظور کر لیا، اور اسے غم سے نجات دے دی آگے فرمایا وکذالک ننجی المؤمنین، یہ صرف حضرت یونسؑ سے خاص نہیں دوسرے مومنوں کے لئے بھی اس میں بشارت ہے کہ جو مومن مشکلات میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ و زاری کرے، اس سے ان مشکلات کو دُور کرنے کی دُعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے غموم و ہموم سے نجات دے دیتا ہے۔

حضرت ذکریاؑ کی دعا

اس کے بعد تیسری آیت میں حضرت ذکریاؑ کا ذکر ہے وذکریا اذ نادیٰ ربہ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین اور ذکریا کو دیکھو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑیئے، یہ بات بھی انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے، وہ جانتا ہے کہ آخر اس پر فنا آنے والی ہے۔ اس لئے چاہتا ہے کہ کوئی اس کے بعد اس کا وارث ہو اسی لئے کہا وانت خیر الوارثین، بہترین وارث تو تو ہی ہے، جو سب چیزوں کے فنا ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہے گا۔ فرمایا فاستجبنا لہ ووھبنا لہ یحیی واصلحنا لہ زوجہ۔ ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اسے یحیٰی جیسا فرزند عطا کیا، اور اس کی بیوی کی اصلاح کر دی۔ معلوم ہوتا ہے اس کی بیوی میں کچھ نقص تھا، خدا جانے انہوں نے کتنے علاج کئے

ہوں گے، آخرکار خدا کے آگے گرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کر دی۔

یحییٰؑ کی پیدائش قانون فطرت کے مطابق ہوئی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے قوانین اٹل ہیں، اس کے قانون میں ہی مقرر ہے کہ ہر بچہ مرد و عورت کے ملاپ سے ہی پیدا ہوتا ہے اگرچہ ہمارے علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ادھر حضرت زکریاؑ کو خوشخبری ملی اور ادھر یحییٰ پیدا بھی ہو گئے، یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ فرمایا ہے واصلحنا لہ زوجہ اس کی بیوی کی ہم نے اصلاح کر دی، آگے اس کی وجہ بھی بتائی ہے کہ کیوں ہم نے ایسا کیا۔

دعا میں رغبت الی اللہ اور خشیت اللہ

فرمایا انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خشعین۔ وہ نیک کاموں میں بڑی سرعت سے کام لیتے تھے، اور بڑی رغبت کے ساتھ اور ہمارا خوف دلوں میں لئے ہوئے ہمیں پکارتے تھے اور ہم سے خشیت رکھتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کس طرح کرنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ کے آگے دلی رغبت اور اس کا خوف دل میں لئے ہوئے گڑگڑانا قبولیت دعا کا موجب ہوتا ہے۔

حضرت مریم اور مومنین میں نفخ روح

آگے فرمایا والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلنھا وابنھا ایۃ للعلمین یہ حضرت مریم کا ذکر ہے کہ ان کی پاکبازی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام اُن پر نازل ہوا اور انہیں اور اُن کے بیٹے کو دنیا کے لئے نشان بنایا گیا یہاں تو فنفخنا فیھا من روحنا میں حضرت مریم کا ذکر ہے لیکن سورۃ تحریم میں مومن کے لئے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے اور وہاں فنفخنا فیھا کی جگہ مذکر کا صیغہ فنفخنا فیہ استعمال کیا گیا ہے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر شخص جو نیکی اور پاکبازی اختیار کرتا ہے اور ان سوراخوں کو بند کرتا ہے جن سے گناہ داخل ہوتا ہے اس میں خدا تعالیٰ نفخ روح کرتا ہے اور وہ دنیا کے لئے نشان بن جاتا ہے۔

سچی عزت ایمان اور عمل صالح سے پیدا ہوتی ہے

بات یہ ہے کہ جب تک انسان اپنے اندر سچی تبدیلی پیدا نہ کرے اور اس میں خلوص نہ ہو، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عزت نہیں ہوتی، نہ انسانوں میں اس کو اچھا سمجھا جاتا ہے، لیکن اس میں خلوص ہو تو اسے اپنی عزت پیدا کرنے کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی، خدا تعالیٰ خود دلوں کے اندر اس کی عزت پیدا کر دیتا ہے ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا جو لوگ ایمان لائیں اور عمل صالح بجا لائیں اللہ تعالیٰ اُن کے لئے دلوں میں محبت پیدا کر دیتا ہے بظاہر آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ ایک شخص کے آگے بہت جھکتے اور اس کی خاطر و تواضع کرتے ہیں، لیکن دل سے اسے اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے بہت برا سمجھتے ہیں، ایک مومن کے نزدیک یہ شرک ہے، مومن اپنا اجر خدا سے پاتا ہے، اسے دنیا کی عزت کی پروا نہیں ہوتی، ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اس نے کسی کی امداد کی، لوگوں نے اس کی تعریف کی، اس نے کہا مجھے تمہاری تعریف کی احتیاج نہیں میں اپنا اجر خدا سے لوں گا، تمہاری تعریف سے میں اپنا اجر ضائع نہیں کرنا چاہتا، یعنی یہ زندگی تو چند روزہ ہے۔ یہاں کا عمل ہوا ضائع ہو جائے گا دائمی زندگی تو وہ ہے جس کا اجر بھی دائمی ہے۔

دعا کی اہمیت

میں نے یہ آیات اس لئے پڑھی ہیں کہ یہ بتایا جائے کہ دعا بہت مؤثر ہتھیار ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے بھی دعا پر بڑا زور دیا ہے، آپ کو کبھی کبھی نہ کبھی ایسا اتفاق ہوا ہوگا کہ ایک امر کے حصول کے لئے کوئی اسباب نہ تھے لیکن جب دعا کی گئی تو غیب سے ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ کامیابی ہو گئی، انسان ہے کیا چیز بالکل بےبس ہے، ہر قدم پر کمزوری اور بےبسی اس کا ساتھ دیتی ہے، کیا اچھا فلسفہ ہے کہ کیوں نہ اس کے آگے ہاتھ پھیلایا جائے، جو سب پر حاکم اور تمام کائنات کا مالک ہے ایاک نعبد وایاک نستعین میں یہی سکھایا ہے۔

قرآن روحانی بیماریوں کو شفا دیتا ہے

میں افسوس کرتا ہوں کہ مسلمان بھی مشرک ہو گئے ہیں قبروں کو تو چھوڑو، یہ تعویذ جو بیماریوں اور آفات سے حفاظت کے لئے پہن لئے جاتے ہیں، یہ بھی شرک ہے ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اس سے فائدہ ہوگا، خدا کا کلام بے شک ہے، لیکن ہر چیز کا علیحدہ علیحدہ مقام ہوتا ہے، خدا تعالیٰ نے خود اپنے کلام کے متعلق فرمایا شفاء لما فی الصدور وہ سینوں کے اندر کی یعنی روحانی بیماریوں کو شفا دیتا ہے ایک موحد انسان غیر اللہ سے کبھی توقع نہیں رکھ سکتا اور اسکو شرک سمجھتا ہے یہاں تک کہ اولیاء اللہ نے لکھا ہے کہ اسباب پر ایک انسان کی نظر ہوتی چاہیئے، اس کو ہمیشہ مسبب پر نظر رکھنی چاہیئے۔

تیر بہدف نسخہ

میرے خیال میں کوئی عقلمند ایسا نسخہ استعمال کرنے سے گریز نہ کرے گا جو بالکل تیر بہدف اور صحیح نسخہ ہے انسان ہمیشہ اپنے سے زبردست کے آگے جھکتا ہے، بھلا خدا تعالیٰ جو سب پر حاکم ہے جس کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا اس کے آگے جھکیں تو کیوں کامیابی نہ ہوگی۔ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر بڑا پسند ہے ؎

ہزار سر بزنی و مشکلے نہ گردد حل
چوں پیش او بروی کار یک دعا باشد

ہماری قومی مشکلات میں دعا کی ضرورت

یوں تو ہر وقت انسان کو دعا کی ضرورت ہے اور اسی لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو خدا کے سامنے جھکانے اور خدا کو ہمیشہ کے لئے اپنے سامنے رکھنے کی تلقین کی کہ ہر کام میں خدا سے دعا کرنی چاہیئے اور اس سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن آج کل ہم کو دعا کی بڑی ضرورت ہے افراد کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں اور اقوام اور اداروں کو بھی، یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہمیں خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنا چاہیئے کہ وہ سب مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔ اور اس سے درد دل سے دعا کرنی چاہیئے، کہ ہماری مشکلات دور ہو جائیں۔ حضرت صاحب کے ساتھ خدا کے بڑے وعدے ہیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے ان وعدوں کو پورا ہوتے دیکھا ہے۔ دشمنوں نے بھی ہمارے مٹا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہماری حفاظت کی تو ہمیں اس پر حق الیقین ہونا چاہیئے، احمدی کا تو ہتھیار ہی دعا ہے، یوں بھی یہ ایک روحانیت کا نشان ہے جو قوم اسکو چھوڑ بیٹھتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔

بدگمانی سے بچو

دعا کے علاوہ انسان کو اپنے قلب کے اندر وسعت پیدا کرنی چاہیئے اور ایک دوسرے پر بدگمانی نہیں ہونی چاہیئے بعض اوقات انسان یونہی تعصب میں غضبناک ہو کر ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اچھی نہیں ہوتی، اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

دعا کی دو شرائط

آج جیسا کہ میں نے کہا ہے ہمیں دعا کی بڑی ضرورت ہے اس لئے بھی کہ وہ کام جو ہمارے سامنے ہے اس کے لئے دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے، دنیا میں اسلام کو پہنچانا، دنیا میں اس مامور کے پیغام کو لے جانا، اس کیلئے بڑے ایثار اور قربانی اور بڑی ہمت کی ضرورت ہے، خدا کے آگے گرنے کی ضرورت ہے، یہ تو احمدی کا طغرائے امتیاز تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں تو قریب ہی ہوں، دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں، لیکن اس کے لئے دو شرطیں ہیں، فلیستجیبوا لی چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں، و لیؤمنوا بی اور مجھ پر ایمان لائیں، اگر فرمانبرداری اور خدا پر سچا ایمان ہو تو اس میں بڑے فوائد ہیں کام بھی ہو جاتا ہے اور خدا سے تعلق بھی قائم ہو جاتا ہے۔ آخر انسان کی زندگی کا مقصد تعلق باللہ کے سوا اور کیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق نہیں تو انسان کی زندگی بیکار ہے۔

حرص کی آگ کو تیز نہ ہونے دو

دنیا کی زندگی تو ایک عارضی چیز ہے وما متاع الدنیا الا قلیل جائز طور پر اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یہ دنیا کا سامان دیا گیا ہے، اسی کو اپنا معبود نہ بنا لو، اس سے طمانیت قلب حاصل نہیں ہوتی، یہ آگ ہے جو بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کروڑوں کے مالک ہیں لیکن تگ و دو یہی ہے کہ مال بڑھے، صرف اپنے آپ کو سمجھانے کی ضرورت ہے، اگر سمجھ لے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر قانع ہو جائے اور دنیا اور اس کے سامانوں کی اہمیت سے واقف ہو جائے تو بڑا آرام اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔

سلسلہ کو بڑھانے کی سعادت حاصل کرو

بالآخر میں پھر کہوں گا کہ دعا کی بڑی ضرورت ہے اپنے لئے بھی دعا کرو اور سلسلہ کے لئے بھی آپ کوشش کریں کہ سلسلہ کے۔۔

مطالعۂ قرآن کریم کی تمہید

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی تصنیف

انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن کا اردو ترجمہ

از:- فخرالدین احمد صاحب راولپنڈی

قرآن کریم کی اعجازی خصوصیت

بسلسلۂ اشاعتِ گذشتہ

ان لوگوں پر حیرت انگیز اثر نمائی جو سب سے اول اس کلام الٰہی سے متعارف ہوئے۔ دنیا میں عدیم المثال انقلاب عظیم برپا کرنا اور نہ صرف ایک قوم بلکہ بہت سی اقوام کو قعرِ ذلت سے اٹھا کر بام رفعت پر پہنچانا ہی وہ خصوصیات نہیں جن کی وجہ سے اس کتاب اللہ نے بے نظیر ہونے کا دعوے کیا ہے۔ بلکہ اس میں دو ایسی اور ممتاز خصوصیات بھی ہیں جو کسی دوسری آسمانی کتاب میں موجود نہیں یعنی دلائل اور براہین کا خزانہ اور اسکی بینظیر طرز بیان۔ ان دونوں خصوصیات اور اس اثر کی بدولت جو اس نے پیدا کیا، قرآن کریم کو جو رفعت اور علو مرتبت حاصل ہے، وہ کسی دوسری مذہبی کتاب کو میسر نہ ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ اس کی مثل پیش نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو اثر قرآن کریم نے پیدا کیا ہے وہ کسی پُر اسرار سحر کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ باعث ہے ان بلند اور معقول نظریات کا جو اس پاک کتاب نے پیش کئے ہیں۔ اسلوب بیان اتنا دلنشین ہے کہ یہ صداقتیں خود بخود قلب انسانی میں اتر جاتی ہیں! اور انسان زندگی کے اعلیٰ مقصد کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ان تمام مسائل پر جو سیر حاصل روشنی ڈالی ہے جو آن تک رموز و اسرار زندگی بنے ہوئے تھے۔ اور انسان ان کے حل و کشف میں الجھا ہوا تھا۔ ان اسرار پر سے جو پردہ اٹھا تو اسے اپنی منزل صاف نظر آئی۔ اور اس کا قدم ترقی کی منازل طے کرتا چلا گیا۔ اسی لئے قرآن کریم کا ایک نام البرھان بھی ہے گویا یہ ایک واضح اور روشن دلیل ہے جس سے قلب انسانی مسخر ہوا۔ اور چونکہ فرقان مجید جذبات کی بجائے عقل سلیم کو اپیل کرتا ہے، اس لئے اس کے نقوش گہرے اور مستقل ہیں، اس پاک کتاب کا نام النور بھی ہے یعنی روشنی اور اس نور کے مورد کو سراج منیر (۳۳:۴۶) کہا گیا ہے۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس نور کی ضیا پاشی سے ظلمت اور تاریکی کے بادل چھٹ گئے۔ کتاب اللہ کا ایک نام البیان بھی ہے جس کے معنی ہیں وضاحت گویا اس کتاب نے دینی مسائل میں سے کوئی مسئلہ بھی حل کئے بغیر نہیں چھوڑا، اس نے محض تکمیل دین کا دعوے ہی نہیں کیا (۵:۵) یعنی ان تمام صداقتوں کو بیان کر دینے والی جن کی محتاج روحانی اور اخلاقی ترقی ہو سکتی تھی، بلکہ دینی صداقتوں پر وارد ہونے والے ہر اعتراض کا جواب اور رد بھی اسی کتاب میں موجود ہے، جیسا کہ سورۃ فرقان میں آتا ہے:۔

"اور وہ تیرے پاس کوئی ایسا اعتراض نہیں لائیں گے مگر اس کے رد میں ایک واضح صداقت ہم نے تجھے نہ دی ہو" (۳۳:۲۵)

اگر انداز کے لحاظ سے اور مضامین اور خیالات عالیہ کے اعتبار سے قرآن شریف بے مثل ہے تو ظاہری لباس جس میں یہ خیالات بلند ملبوس ہیں یعنی الفاظ کی ترکیب بندش اور فصاحت و بلاغت میں بھی یہ بے مثل ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں کو یکساں طور پر ہے۔ اس لئے یہ مضمون ختم کرنے سے پہلے اس کی فصاحت و بلاغت کے متعلق بھی چند باتیں بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتی ہیں۔ مشہور انگریز مترجم سیل اپنے ترجمۂ قرآن انگریزی کی تمہید میں لکھتا ہے:۔

"قرآن قبیلۂ قریش کی زبان (عربی) میں ہے اس کا معیار اور طرزِ نگارش بھی بہت بلند اور ارفع ہے۔ طرز بیان اور زبان بڑی شستہ اور پاکیزہ ہے۔ گو کہیں کہیں اجنبی زبان کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں مگر عربی زبان کا ادب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عربی زبان دانی کا معیار قرآن کریم ہے"

پھر یہی مترجم لکھتا ہے:۔

"قرآن کی طرز اچھوتی اور دلآویز ہے... ..... اکثر مقامات پر جہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور صفات الٰہیہ بیان کی گئی ہیں اس کی طرز پُرشکوہ اور رفیع ہے"

اس ظاہری لباس کے لحاظ سے بھی قرآن کریم کے بے نظیر کہلانے کا باعث اس کی فصاحت و بلاغت ہی نہیں بلکہ عربی ادب کے لئے بلند سے بلند معیار ہونے کے علاوہ اس کا عربی زبان کو ایک زندہ زبان اور کئی غیر عرب ملکوں کی قومی زبان بنا دینا بھی ہے دنیا کے کسی دوسرے مذہب کو لے لو اس کی مقدس کتاب کی زبان آج مردہ زبان نظر آتی ہے مگر اس کے بالمقابل قرآن کریم کی زبان نہ صرف آج بھی زندہ ہے بلکہ اس پاک کتاب کی بدولت اس کا اثر بہت سے غیر عرب ملکوں میں بھی پھیل گیا۔ یہاں تک کہ عربی ان کی مادری زبان بن چکی ہے، اس کے علاوہ عربی دان فضلاء نے فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن مجید کو عربی زبان کے لئے ایک معیار بلند تسلیم کیا ہے۔ اور یہ خود ایک بڑا بھاری اعجاز ہے کہ پونے چودہ سو سال تک بھی ایک الہامی کتاب کی زبان میں سر مو تغیر رونما نہیں ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے اہل عرب کی ایک ادبی زبان موجود تھی جس میں ان کی شعر و شاعری میں بساطِ سخن بہت محدود تھی۔ ان کی فصیح و بلیغ نظموں کا موضوع شراب اور شاہد رعنا، خنجر اور اسپ برق پا کے سوا کچھ اور نہ ہوتا تھا ان کا سارا زور بیان انہی بے حقیقت اشیاء کی تعریف و توصیف پر ختم ہو جاتا تھا جس نہج پر عربوں کا علم و ادب زمانۂ قبل اسلام پڑھ رہا تھا اگر چند سے وہ برقرار رہتا تو یہ زبان بھی دوسری سامی زبانوں کی طرح گوشۂ گمنامی اور عالم کس مپرسی میں کھو جاتی۔ مگر یہ احسان ہے قرآن کریم کا اس زبان پر کہ اسے دریائے جیحوں سے لے کر بحر اوقیانوس تک کی متمدن دنیا کی زبان بنا دیا۔ بول چال میں عربی نے بھی دوسری زبانوں کی طرح کچھ تغیر دیکھا ہو تو جدا بات ہے، مگر ادبی اعتبار سے قرآن کی زبان آج بھی زباندانی کا معیار ہے اور قرآن اس کا نشان رہا ہے۔

یورو پین ناقدین کو کوتاہ نظری کے باعث قرآن کریم کی سورتوں میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے یکسانیت نظر نہیں آتی، ان کا کہنا ہے کہ فصاحت و بلاغت کا معیار بلند قرآن کریم میں شروع سے آخر تک برقرار نہیں رہا۔ ان کے خیال میں ابتدائی مکی سورتیں پچھلے دور کی مدنی سورتوں سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔ یہ بے حقیقت اور موہوم تفریق محض عدم تدبر کا نتیجہ ہے اگر اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ابتدائی مکی وحی کی بندش الفاظ اور طرز میں تکلفاً زور دار الفاظ برتے

گئے ہیں تاکہ وہ سامعین کے دلوں پر زیادہ اثر کرسکیں تو یہ خیال بے ہودہ اور لغو ہے۔ قرآن کریم کی ایک ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ تصنّع اور تکلّفاً اور عبارت آرائی سے مبرا ہے اس کا اندازِ بیان عام فہم سلیس اور دخلِ انسانی سے منزہ ہے۔ اس کے پُرزور کلام اور اسلوب بیان میں ابتداء سے انتہاء تک کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ رود کوہ کی سی روانی رکھتا ہے۔ کارلائل نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے جب وہ کہتا ہے :-

"قرآن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ ہر لحاظ سے تصنّع اور بناوٹ سے پاک ہے"

وہ اعلےٰ اور ارفع خیالات اور نظریات جن کو قرآن کریم نے نہایت خوبصورتی سے فصیح و بلیغ الفاظ میں پیش کیا ہے نہ صرف عہدِ نبویؐ میں ہی قلوبِ انسانی کو مسخر کر لیتے تھے بلکہ آج بھی قبولیتِ عامہ پانے کی صلاحیت اُن میں اسی شد و مد سے موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ابتدائی اور پچھلی سورتوں میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر سٹین گاس نے مندرجہ بالا بیان میں اعتراف کیا گیا ہے کہ سامعین کے دلوں پر اثر کرتے ہیں قرآن کی قوّت اور زورِ بیان بمرورِ زمانہ کم نہیں ہوا۔ بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ بلاغت و فصاحت کا معیار بلند بعد کی سورتوں میں قائم نہیں رہا جب کہ اس کی قوّتِ بیانیہ اور موثرانہ طرقِ خطاب اس کی بلاغت پر ایک واضح دلیل ہے۔ ابتدائی مکّی سورتوں کا طرزِ بیان بعد کی مکّی اور مدنی سورتوں کے اندازِ خطاب سے قدرے مختلف تو ہے مگر اس کی وجہ دونوں ادوار کی سورتوں میں بیان کردہ مضامین کا اختلاف ہے ابتدائی دَور کی مکّی سورتوں میں چونکہ زیادہ زور اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ۔ جبروت۔ علمِ کامل کے اظہار پر انسان کے عجز اور بےکسی۔ اعمال کی جزاء و سزا اور صفتِ مالکیت پر دیا گیا ہے اس لئے وہاں طرزِ بیان اور ہے کیونکہ خداوند کریم کی قدرت اور تمجید کے لئے لازماً عبارت بھی فصیح اور رفیع المرتبت ہونی لازمی تھی۔ خواہ یہ مضامین کسی دوسری الہامی کتاب میں ہوتے چاہے وہ وید یا بائبل میں ہوتے تو اندازِ بیان اسی نوع کا ہونا ضروری تھا۔ مگر چونکہ قرآن کریم کا طرزِ بیان بھی دوسری الہامی کتابوں سے اچھوتا اور فصیح ہے اس لئے اس پہلو سے بھی کوئی دوسری مقدس کتاب اس کے عالی رتبہ کو نہیں پہنچی۔ ابتدائی سورتوں کی آیات اسی لئے مختصر ہیں کہ ان میں تاکید اور پیشگوئیوں کا رنگ غالب ہے۔ اس کی مثال اس بیج کی سی ہے جس سے شگفتہ بن کر پھول نکلنے سے پہلے ایک نرم و نازک غنچہ پھوٹتا ہے انسان کی عقلِ سلیم کے لئے ان سورتوں میں دعوتِ فکر ہے تاکہ وہ اپنی اصلیت سے آگاہ ہو۔ یہاں اعمال و جزا و سزا کا ذکر بھی بطور پیشگوئی کیا گیا ہے۔ متنوع مضامین کی یہ خصوصیات اور جس انداز سے ان پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کے اسلوبِ بیان کو بلاتکلف رفیع۔ فصیح۔ پُراثر۔ مقبول اور جاذبِ توجہ بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم نے صداقت منوانے کے لئے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا ہے۔ خدا کی قدرتِ کاملہ دنیا کے گوشے گوشے میں جلوہ فرما ہے۔ اس کی سعدالت گستری کا وقت قریب ہے۔ بلکہ ایک رنگ میں اعمال کی جزاء و سزا کا سلسلہ اسی عالمِ فانی میں شروع ہو جاتا ہے، ان حقیقی صداقتوں کے منوانے کے لئے تاکید کی ضرورت تھی، ابتدائی وحی میں کہیں کہیں سابقہ اُمم کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اب ان واقعات کو شرح اور ربط سے بیان کرنے کی ضرورت تھی تاکہ یہ واضح ہوسکے کہ کس طرح پہلی قوموں کو اس دنیا میں بھی نیک و بد اعمال پر جزا و سزا ملتی رہی۔ اسی لئے پچھلی وحی میں سابقہ اُمم کی تاریخ بالتفصیل بیان کی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دَور میں طرز پہلی سورتوں سے ذرا مختلف ہے البتہ اندازِ بیان اتنا ہی موثر ہے جتنا پہلے تھا گو اس کا رنگ دوسرا ہے۔ ہجرتِ مدینہ سے وحی الٰہی کا تیسرا دَور شروع ہوتا ہے۔ کلامِ الٰہی کا مقصد چونکہ انفرادی اور قومی زندگی میں ایک انقلاب لانا تھا اس لئے ابتدائی مکّی سورتوں نے جہاں خدائے واحد پر زندہ ایمان۔ اس کی قدرتِ کاملہ اور بزرگی اور اعمال کی جزا و سزا کی حقیقت پر ایقان پیدا کرنے پر زور دیا ہے کیونکہ محکم ایمان و ایقان ہی انسان میں حقیقی مقصدِ حیات کو پانے کے لئے عزمِ بلند اور سچی تڑپ پیدا کرسکتا ہے وہاں مدنی سورتوں میں وہ ذریعہ اور راہ معین کرنے کی ضرورت تھی اور مقصدِ حیات کو پانے کے لئے ان قویٰ کی مناسب نشو و نما بھی ضروری تھی جو انسان کو اس غرض کے لئے قدرت نے ودیعت کئے ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی کے لئے تفصیلاتِ شریعت بھی اتنی ہی ضروری تھیں جتنا کہ خدا کی قدرت اور جبروت پر ایمانِ محکم۔ احکامِ شریعت تفصیلاً بیان کرتے وقت طرزِ بیان موعظت اور نصیحت سے یقیناً مختلف ہونا تھا۔ اس لئے ان دونوں اسالیبِ بیان کے لئے ایک معیار وضع کرنا کیونکر ممکن ہے ڈاکٹر سٹین گاس نے اس ضمن میں کیا خوب لکھا ہے اور گو اس کی عبارت قدرے طویل ہے مگر اس کو نقل کئے بغیر قارئین اس سے لطف اندوز نہ ہوسکتے تھے اس لئے اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے وہ بیان نقل کرنا مناسب ہے :-

"اگر ہم ان مضامین کی رنگا رنگی اور تنوع کو مدِّ نظر رکھیں جن پر قرآن کریم میں بحث کی گئی ہے تو طرزِ بیان (شروع سے لے کر آخر تک) ایک ہی ہونے کی توقع رکھنا غلطی ہوگی۔ اس کے برعکس ایسے حالات میں ایک سا طرزِ بیان بالکل بےمحل ہوتا ہے۔ ہمیں اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہئیے کہ اس کتاب میں جیسا کہ عصرِ حاضر کے سیرت نگار روڈلف کرایل نے سیرتِ محمدؐ میں لکھا ہے ——— عقاید اخلاق اور اُن احکام شریعت کا جو اُن پر مبنی ہیں ایک مکمل اور مبسوط ضابطہ دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک وسیع اور عریض جمہوریت کے ہر شعبے کے بنیادی اُصول بھی بیان کئے گئے ہیں تعلیم و معارف کے لئے۔ انصاف اور عدالت کے لئے عسکری نظام کے لئے۔ مالی نظم و نسق کے لئے نچلے طبقے کے لئے نہایت ہی محتاط قانون سازی اور ان سب کی بنیاد خدائے واحد پر ایمان پر رکھی گئی ہے جو تمام انسانوں کی قسمت کا مالک اور اس پر قادر ہے"

جہاں اس قدر اہم اور متنوع مضامین پر بحث ہو وہاں اس کمال کا معیار بھی جس سے ہم قرآن شریف کی بندشِ الفاظ اور طرزِ بیان کا بحیثیتِ کلی اندازہ کرسکتے ہیں ان موضوعات کے اختلاف کے ساتھ لازماً مختلف ہوگا۔ چنانچہ توحیدِ باری تعالےٰ کی بلند صداقت کے اظہار کے لئے بلند اور پاکیزہ الفاظ استعمال ہونگے رضا بالقضا یا سرکشی اور نافرمانی کے ابدی نتائج اور عواقب ایک شاعرانہ مذاق رکھنے والی قوم سے بیان کرتے وقت اسلوبِ بیان زیادہ موثر انداز میں ہوگا۔ پہلے نبیوں کے تذکرہ میں جہاں بار بار رسول اللہؐ کی ہمت افزائی اور انہیں تسلی دینا مدِّنظر ہے اور ان لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے وہاں طرزِ بیان متین، سنجیدہ اور دل نشین ہونا ضروری ہے پس قرآن کا اندازِ بیان روزمرّہ زندگی کی ضروریات سے مطابقت رکھتا ہے تاکہ روزمرّہ زندگی کے انفرادی یا اجتماعی۔ پرائیویٹ یا پبلک تقاضوں کو نظامِ نو سے ہم آہنگ کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آنے پائے

"ایک علمی تصنیف ہونے کی حیثیت میں اس کا موازنہ کسی فرضی ذوق کی بناء پر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس اثر کی بناء پر ہونا چاہیئے جو اس نے محمدؐ (صلعم) کے ہمعصروں اور اہلِ ملک کے دلوں پر پیدا کیا۔ اگر اس نے ایسی قوت اور ایسے موثرانہ طریق پر اپنے سننے والوں کے دلوں پر اثر پیدا کیا ہے کہ جو اجزاء اب تک پراگندہ۔ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے بلکہ عداوت رکھنے والے تھے ان کو ایک کر دیا اور ان میں وہ بلند خیالات اور جذبات پیدا کر دیئے جو اس سے پیشتر عرب میں کہیں نظر نہیں آتے تب اس کی فصاحت کمال کو پہنچی ہوئی تھی، کیونکہ اُس نے وحشی اقوام کے اندر سے ایک مہذّب قوم پیدا کر دی"

(ہیوز ڈکشنری آف اسلام بعنوان قرآن)

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ و نمبر ۲ کی طرف سے

مولانا یعقوب خان صاحب کے اعزاز میں دعوت عصرانہ

گذشتہ شمارہ میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ خان بہادر شیخ غلام ربانی خاں صاحب کی انگلستان سے واپسی پر ووکنگ مسلم مشن کا چارج لینے اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کے مقدس کام کو سنبھالنے کے لئے مولانا محمد یعقوب خان صاحب ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۸ء کو دوبارہ انگلستان جا رہے ہیں، اس موقعہ پر آپ کے اعزاز میں مسلم ہائی سکول نمبر ۱ و نمبر ۲ کی طرف سے علی الترتیب ۲۸ و ۲۹ ر نومبر کو شاندار عصرانے دئے گئے جن کی مختصر روئداد درج ذیل ہے:—

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں

۲۸ر نومبر ۱۹۵۸ء کو ۳½ بجے سہ پہر مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کے ہال میں معزز مہمان کے اعزاز میں اساتذہ اور جماعت کے چند اصحاب جمع ہوئے۔ جن کی تواضع چائے اور پیسٹری وغیرہ سے کی گئی۔ بعد ازاں چودہری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر نے معزز مہمان اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا یعقوب خان صاحب کا یہ کارنامہ ہم سب کے لئے قابل رشک ہے کہ اس پیرانہ سالی میں تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے دوبارہ انگلستان تشریف لے جا رہے ہیں باوجود اس کے کہ ان کی زندگی طرح طرح کے تفکرات میں سے گزر رہی ہے انہوں نے ایک سپاہی کی طرح جس جانفشانی سے اس دفعہ یہ قدم اٹھایا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے، آج کسی کو ایک چھوٹی سی مہم پیش آ جائے تو وہ طرح طرح کے بہانے بنا کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ہے لیکن خانصاحب نے ہر قسم کی موانعات کے باوجود دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے متعلق جو فرمایا تھا کہ وہ ایمان کو ثریا سے اتار کر دلوں کے اندر قائم کر دے گا۔ وہی نور ایمان خانصاحب کے قلب کو منور کئے ہوئے ہے اس کے بغیر سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح وہ اپنے اہل و عیال کو خندہ پیشانی سے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی سے رکھے اور بیش از بیش خدمت اسلام بجا لانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مولانا محمد یعقوب خانصاحب کی تقریر

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر اور دعا کے بعد مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا:—

حضرات نماز کا وقت ہو رہا ہے، مختصر الفاظ میں (اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں) اس میں شک نہیں کہ میرے گھر کے حالات ایسے ہیں کہ کوئی آدمی جو ہوش و حواس میں ہو ایسے حالات میں کہیں باہر جانے کا نام بھی نہیں لے سکتا، لیکن میں اسی لئے جاتا چاہتا ہوں کہ میرا ایمان ہے کہ خدا کے رستہ میں کام کرنے والے کی نصرت و حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے، پہلے بھی میں اس نسخہ کو آزما چکا ہوں، پچھلی دفعہ جب میں گیا تو میں دل کا بیمار تھا لیکن خدا نے فضل کیا اور ڈاکٹروں کے بغیر اچھا بھلا کام کرنے کے قابل ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب سے مسلمانوں نے خدا کے دین کی نصرت کرنا ترک کیا ..... اسی وقت سے تنزل کے گڑھے میں گرتے چلے گئے، یہ نصرت دین ہی تھی جس نے ابتدا میں مسلمانوں کو بڑی بڑی کامیابیاں عطا کیں، تاریخ اسلامی کو دیکھئے چالیس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کا مشرق و مغرب پر چھا جانا کوئی معمولی بات نہیں، ایک اطالوی عورت نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ لکھتی ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ کونسی طاقت اور کیسی اپیل تھی جس کی وجہ سے دنیا اسلام کی طرف کھنچی چلی آئی۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک مسلمان خدا کے دین کو دنیا میں پہنچاتے رہے کامیابیاں اور فتوحات ان کے قدم چومتی رہیں، اور جب انہوں نے دین کی نصرت چھوڑ دی تو ادبار و مسکنت ان پر چھا گئی۔ میں اسی لئے جا رہا ہوں کہ نصرت دین میرے لئے فائدہ کا موجب ہوگی حضرت مسیح موعود نے یہی نسخہ بتایا ہے ؎

امید دیں رد گرداں امید تو روا گردد

ز صد نومیدی و یاس دل از نصرت شود پیدا

یہ میرا آزمایا ہوا نسخہ ہے۔ اس لئے میں اب پھر اس پر عمل کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو اشاعت اسلام کا کام کرے، اور اسلامی تعلیمات کو دنیا میں پھیلائے یاد رکھئے کہ کسی چیز کو اتنی اہمیت حاصل نہیں جتنی خیالات کے انقلاب کو اہمیت حاصل ہے، کوئی ایٹم بم اتنا سخت نہیں جتنی تیز اور جتنا اثر خیالات کی اشاعت سے پیدا ہو سکتا ہے، اس سے جو انقلاب پیدا ہوتا ہے وہ دلوں کو بدلنے کا موجب ہوتا ہے ایٹم بم کا اثر جسموں پر ہوتا ہے وہ دلوں کو نہیں بدل سکتا۔ اسی لئے قرآن کریم نے اس پر زور دیا ہے کہ اسلام کے پاکیزہ خیالات کی اشاعت کرتے رہو، اس وقت یورپ میں اسلامی تعلیمات کی طرف جو رغبت پائی جاتی ہے اس کو نظر انداز کرنا میرے نزدیک اسلام سے غداری کرنا ہے، ان کے دل گواہی دے رہے ہیں کہ اگر کوئی مذہب دنیا کے لئے مفید ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہے، ان کی مانگ کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ووکنگ مشن کی بنیاد خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے رکھی وہ اسی کام کو کرتے ہوئے راہ خدا میں شہید ہو گئے، ان کے بعد کئی کارکنوں نے اسی مقدس مشن کے کام میں زندگیاں صرف کر دیں، ڈاکٹر عبداللہ مرحوم، مولانا آفتاب الدین مرحوم اسی کام کو کرتے ہوئے فوت ہوئے، اگر میری بھی زندگی اسی میں صرف ہو جائے تو اس سے بڑھ کر سعادت اور کیا ہوگی۔ افراد آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں جماعتیں زندہ اور قائم رہتی ہیں، کام کو چلانے کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے حضرت مرزا صاحب نے اسی غرض سے جماعت قائم کی جو ایک خدائی فعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یورپ میں اسلام کو پہنچایا جائے۔

آپ نے فرمایا حضرت مرزا صاحب کو ہم مجدد سمجھتے ہیں، چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہمیں چلاتے ہوئے ہو گیا، کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم سمجھتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس کا یقین نہیں آتا، اور نہ وہ اشاعت اسلام کی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہیں، اس جماعت کا قیام فی الواقعہ خدا کا فعل ہے، اگر یہ نہ ہوتی تو آج یورپ میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی سنائی نہ دیتا۔ مغرب کی وادیوں میں اذانیں دینے والا آج یہی ایک گروہ ہے اس لئے میں ان بھائیوں سے جو عقل و دانش سے عاری نہیں ہو چکے اپیل کروں گا کہ یہ جماعت جو یورپ میں اسلام کی واحد نمایندہ ہے، جو وہاں جا کر خدا کا نام بلند کرتی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو منواتی ہے ... آپ کی امداد کی مستحق ہے۔ ایک مداری بھی ڈگڈگی بجا کر آپ کی جیب سے کچھ نہ کچھ نکال کر لے جاتا ہے تو کیا اسلام ہی اس قابل نہیں کہ اس کی اشاعت کے کھلے نتائج دیکھتے ہوئے بھی ہمارے مسلمان بھائی اس کی امداد کرنا نہیں چاہتے ؛ بہرحال انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام ہماری کمزور جماعت کی بدولت سرانجام پا رہا ہے ہم کمزور ہیں لیکن ہماری طاقت کا مرکز وہاں ہے اگر اس جماعت کی قربانیاں نہ ہوں تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک ..... Planning (منصوبہ) ہوتا ہے۔ ووکنگ مشن کا کام اللہ تعالیٰ کا Planning ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انگلستان میں اسلام پھیلایا جائے آپ کو معلوم ہے کہ جس سال حضرت مرزا صاحب نے مجددیت کا دعوےٰ کیا اسی سال ووکنگ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ کیا یہ خدا کا فعل نہیں، چونکہ یہ جگہ اسلام کا مرکز بننے والی تھی اللہ تعالیٰ نے مجدد وقت کے دعوے کے ساتھ اس مرکز کی بنیاد رکھوا دی۔

آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بہت بڑی کوتاہی کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا اظہار تو بہت کیا جاتا ہے لیکن تبلیغ حق کے بارہ میں آپ کے اسوہ کو پس پشت

ڈال دیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشنری تھے، آپ کا مقصد حکومت قائم کرنا نہ تھا، بلکہ دلوں کے اندر اسلام کی حکومت قائم کرنے کے لئے آپ آئے تھے، اس حکومت کی کوئی اساس نہیں ہوتی جو دلوں کے اندر قائم نہ ہو، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف میں بیٹھنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کرو خانہ کعبہ کی پاکیزگی کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ایک ایسا پاکیزہ مرکز ہونا چاہیئے جس سے دنیا میں پاکیزگی پھیلے اگر کوئی مذہب پاکیزہ زندگی پیدا نہیں کر سکتا تو وہ رسوم کا مذہب ہے حقیقت سے اسے کوئی تعلق نہیں تو یہ کام جو ہم نے اختیار کیا ہے بڑا مشکل ہے ہم آپ کی دعاؤں کے محتاج ہیں، میرے لئے آپ دُعا کریں اور یہ بھی دُعا کریں کہ ہم اسکو پاکیزگی کا مرکز بنا سکیں، جہاں سے پاکیزہ زندگی کی شعاعیں پھیلتی ہی جائیں۔ اس پر بھی آپ خود غور کریں اور اپنے حلقۂ اثر میں اس بات کو پہنچائیں کہ اشاعتِ اسلام کا کام بڑا اہم کام ہے۔ اس سے اخلاقی قوت پیدا ہوتی ہے، روحانی قوت میسر آتی ہے اور ایمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے میں اپنے عزیز و اقارب سے ہجرت کر کے جا رہا ہوں آپ میں سے بھی ہر ایک ہجرت کرنی چاہیئے چاہے خواہشاتِ نفسانی سے ہی ہجرت کیوں نہ ہو، اگر آپ ایسا کریں گے تو روز بروز آپ کا قدم ترقی کی طرف اُٹھتا چلا جائے گا۔ ہماری انجمن اسلام کی روشنی کا چراغ ہے۔ آپ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں، کوشش کریں کہ یہ چراغ بجھنے نہ پائے بلکہ روز بروز زیادہ سے زیادہ روشن ہوتا چلا جائے"۔

خانصاحب کی اس تقریر کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے ... الاکین انجمن اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے تکلیف فرما کر اس تقریب میں حصّہ لیا، اس کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی۔

مُسلم ہائی سکول ۲ کا عصرانہ

دوسرے دن ۲۹ر نومبر کو مسلم ہائی سکول ۲ کی طرف سے (جو دیانند اینگلو ورنیکلر سکول کی متروکہ عمارت میں ہے) مولانا یعقوب خان صاحب کے اعزاز میں شاندار عصرانہ دیا گیا جس میں جماعت کے چیدہ افراد اور اساتذہ شامل تھے۔ چائے نوشی کے بعد مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر نے اس تقریب میں شمولیت کے لئے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے محترم خانصاحب کو مبارکباد دی کہ وہ ایک مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے انگلستان جا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے اس خبر کے سننے سے حیرانی ہوئی کہ اس پیرانہ سالی میں انہوں نے دوبارہ اس سفر کو اختیار کرنا قبول کر لیا، بہرحال ان کا یہ عزم ہر طرح قابلِ ستائش ہے انہوں نے فی الواقع دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ دکھایا ہے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واحد مقصد اشاعت اسلام ہی تھا، اور اس مقصد کی سر انجام دہی میں انہوں نے طرح طرح کے دُکھ اور مصائب برداشت کئے، کفار کے ظلم سے تنگ آ کر آپؐ کے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی، جس کے بعد مشرکین مکہ آپؐ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور ان کو چیلنج کیا کہ آپ اپنے بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دیں، ورنہ ہم اس کا انتقام لیں گے۔ اس پر ابوطالب نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ مجھ میں سارے ملک کے مقابلہ کی تاب نہیں اس لئے تم تبلیغ چھوڑ دو، اس کے جواب میں نبی کریم صلعم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور بائیں پر سورج تو بھی میں تبلیغ حق سے باز نہیں رہ سکتا۔ اسی تبلیغ حق کے لئے آپ طائف گئے لیکن آپ پر اس قدر اینٹوں کی بوچھاڑ ہوئی کہ آپ لہو لہان ہو گئے، اس کے باوجود آپکے پائے استقلال کو لغزش نہ آئی۔

آپ نے فرمایا کہ یہ عظیم الشان کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سپرد کیا، وہ لوگ خوش قسمت ہیں جنہوں نے اس کام کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے حیرانی ہے کہ ایسا مقدس کام کرنے والی جماعت کو لوگ کافر کیوں کہتے ہیں اگر یہ کافر ہیں تو پھر دنیا میں مسلمان کوئی نہیں، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جس پر یہ جماعت عمل پیرا ہے اور محترم خان صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ وہ اپنے عمل سے اس سنت کو زندہ کر رہے ہیں، میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کو الوداع کہتا ہوں، اللہ تعالےٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ منزلِ مقصود پر پہنچائے اور کامیاب واپس لائے آمین۔

مولانا یعقوب خان صاحب کی تقریر

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر کے جواب میں مولانا یعقوب خان صاحب نے فرمایا:-

میں مرزا صاحب اور اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس تقریب سے میری عزت افزائی کی ہے میں دوسری مرتبہ آپ کے سکول میں اسی قسم کی تقریب پر حاضر ہو رہا ہوں میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ آخری ہے یا اس کے بعد پھر میں آؤں اور پھر جاؤں تو ایسی کوئی تقریب منعقد کرنی پڑے۔

آپ نے فرمایا اس میں کلام نہیں کہ میرے لئے یہ خوشی کا مقام ہے کہ ایسے مقدس کام پر جا رہا ہوں لیکن اس میں میرے عزم اور مشیّت الٰہی میں کوئی مقدم مؤخر بات نہیں، پہلے بھی مشیت الٰہی کے ماتحت مجھے اس کام پر بھیجا گیا، اور پھر مشیت الٰہی ہی کا تقاضا ہے کہ میں جاؤں، اس کو میں اللہ تعالےٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں کہ اسکی مشیت مجھے منتخب کرتی ہے، یہ اس کے افضال میں سے ایک بہت بڑا فضل ہے، کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا، میں نیک تو نہیں لیکن اس کے فضل سے اس کے دین کی خدمت بجا لا رہا ہوں ان اللّٰہ لایضیع اجر المحسنین۔

آپ نے فرمایا یہ سکول بھی جس میں ہم کھڑے ہیں، خدا تعالےٰ کے افضال میں سے ہے، یہ سکول اپنی عمارت کے لحاظ سے پنجاب کے بہترین سکولوں میں سے ہے۔ قیام پاکستان کے بعد خدا کے فضل سے یہ عمارت ہمارے حوالے کی کہ قوم کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست ہم یہاں کریں۔ جس نیک نیتی کے ساتھ میں نے اور مولوی عزیز دین صاحب (سابق سیکنڈ ماسٹر) نے سکول ۲ میں کام کیا تھا اسی کا یہ پھل ہمیں ملا ہے۔

میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خود غرضی سے بات نہیں بنتی، خدا تعالےٰ بھی تجارت کرتا ہے اپنے تو سے اس کی راہ میں لگا دینا ایک تجارت ہے جس پر اللہ تعالےٰ زیادہ سے زیادہ منافع دیتا ہے، اس خیال سے جب میں غور کرتا ہوں تو دوسرے مسلمان بھائیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ یہ فائدہ کا رستہ ہے گھاٹے کا نہیں افسوس ہے کہ عام طور پر ذہنیتیں اسکو سمجھنے سے بیگانہ ہو چکی ہیں،

آپ نے فرمایا میں جہاں جا رہا ہوں اس ملک میں کام کے لئے نئے نئے میدان کھلتے جاتے ہیں میں ہیڈ ماسٹر صاحب اور اساتذہ سے یہی کہتا ہوں کہ جب وہ ریٹائر ہوں تو خدمتِ دین میں اپنے آپ کو لگا دیں اس وقت انگلستان میں ایک لاکھ کے قریب مسلمان آباد ہیں ان کی بیویاں میں بچے ہیں ان کی تربیت کس طرح ہو یہ ہماری انجمن کو سوچنا ہوگا۔ جس طرح عیسائی مشنری یہاں آکر سکول قائم کرتے ہیں ہمیں بھی وہاں کے مسلمانوں کے لئے کوئی ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا۔ وہاں اپنا ایک ادارہ قائم کرنا ہوگا خواہ ہوسٹل کی طرز پر ہو جہاں مسلمان اپنے بچوں کو بھیجیں اور ان کی تربیت اسلامی رنگ میں ہو۔ اسی طرح اسلام کے متعلق چھوٹی چھوٹی کتابیں انگریزی میں لکھ کر شائع کی جائیں تاکہ انہیں اسلامی طریقِ زندگی اور اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہو۔

ہماری انجمن بہت مختصر ہے لیکن انہوں نے بہت بڑا بوجھ اُٹھا رکھا ہے، مسلمان بھائیوں کا فرض ہے کہ وہ بھی اس کام میں امداد کریں، ہم کیوں دیوانہ وار اس کام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا، اس کی تشریح نہیں ہو سکتی کہ یہ آگ ہمیں کیوں لگی ہوئی ہے اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک بہترین کام ہے قرآن کریم نے بھی اسکو احسن قرار دیا ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللّٰہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ابھی کہا ہے کہ نبی کریم صلعم کا کام اشاعت اسلام ہی تھا، یہ صحیح ہے لیکن ہماری ذہنیت اُلٹی ہو گئی ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے یہی مقصد لے کر آئے ہیں کہ نیکی اور ایمان دنیا میں پھیلے یامرون بالمعروف

وینہون عن المنکر ان کا کام تھا، یہ نہیں کہ وہ کسی ریاست کے قائم کرنے کے لئے آئے تھے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل کو جو کہا گیا ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود تو اس کا مطلب یہی تھا کہ نیکی کا ایک ادارہ ہو، جہاں سے نیکی دنیا میں پھیلے، اسلام نے سیاست کو مذہب کی لونڈی بنایا ہے، مذہب کو سیاست کے ماتحت نہیں کیا، علامہ اقبال بہت بڑے مفکر تھے، مگر انہیں بھی ایک غلطی لگ گئی تھی، انہوں نے کہا کہ قرآن اور تلوار ایک دوسرے کے محافظ ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کسی تلوار کا محتاج نہیں، اس کے اصول خود بخود دلوں میں گھر کرنے والے ہیں، آج یورپ میں معاشرت اور تمدن کی بنیاد ہی قرآنی اصولوں پر قائم ہیں صرف انہیں معلوم نہیں کہ جو اصول انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں وہ قرآن کریم کی تعلیمات میں سے ہیں، آج جو چیز مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں وہ یہ ہے کہ وہ سیاست کو آگے رکھتے ہیں اور مذہب کو پیچھے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مذہب کو آگے رکھو پھر خدا تعالےٰ خود ہی حکومت بھی دے دیگا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو ایمان ہمارے دلوں میں پیدا کیا ہے اس سے کبھی ہمارے دلوں میں شک پیدا نہیں ہوسکتا، یہ اس ایمان ہی کا نتیجہ ہے کہ میں پیرانہ سالی میں اہل وعیال کو کلکتہ میں چھوڑ کر اتنی دور جا رہا ہوں، میں نے خیال کیا کہ مرنا تو ہے ہی، گھر کے اندر چارپائی پر پڑے پڑے بھی مر جاتا ہے اس سے بہتر ہے کہ خدا کے رستہ میں جہاد کرتے ہوئے تبلیغ حق میں موت آجائے، یہ عزم ہے جسکو لے کر میں جاتا ہوں، ایسی حالت میں جب وہاں اسلام کے لئے پکار ہے اسلام کی طلب ہے تو یہ کس قدر غداری ہے کہ ہم گھروں کے اندر آرام سے بیٹھے رہیں اور اس پکار کا جواب نہ دیا جائے،

ہاں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں وہاں قرآن سیکھنے کے لئے بھی جا رہا ہوں، قرآن کی بہت سی آیات ہیں جن کی تفسیر وہاں جاکر کھلتی ہے۔ یہ جو قرآن کریم نے فرمایا لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی، میں نے ان کے سائنسدانوں کو دیکھا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی پیدائش کا جو نقشہ کھینچتے ہیں اسکو دیکھکر اس آیت پر زندہ ایمان پیدا ہوجاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی محنت اور جد وجہد سے پیدائش عالم کے متعلق ایسے معارف حاصل کئے ہیں کہ جن میں قرآن کا پرتو نظر آتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس قدر قرآن کے کھلنے کا وقت اب آیا ہے کبھی نہیں آیا، اس قدر علوم کھلے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، فی الحقیقت قرآنی معارف کا کھلنا ان علوم کی روشنی کا نتیجہ ہے، اب مذہب کی فتح کا زمانہ آگیا ہے، لڑائیوں کا زمانہ گذر گیا، واقعات عالم نے ان لوگوں کو جو مذہب سے متنفر تھے ایسا جھنجھوڑ دیا کہ ان میں مذہب کی تڑپ پیدا ہوگئی ہے مسلمانوں کی کس قدر بدقسمتی ہے کہ وہ واقعات کی اس پکار کو نہیں سنتے اور اسلام کو ان تک نہیں پہنچاتے

آپ نے فرمایا مجھے جب کسی امر کے متعلق مایوسی ہوتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ تمام عرب مدینہ پر حملہ آور ہو رہا ہے آپ دشمن سے بچاؤ کے لئے مدینہ کے گرد خندق کھود رہے ہیں، ایک پتھر کو توڑتے ہیں جب آگ نکلتی ہے تو آپ فرماتے ہیں مجھے قیصر و کسریٰ کے محل دکھائے گئے اور میری امت ان پر قابض ہوگی۔ جہاں پڑے ہوئے ہیں دشمنوں سے محصور ہو رہے ہیں اور قیصر و کسریٰ کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں، یہ جنت خدا پر ایمان کا نتیجہ جو بعد میں واقعات بن گیا۔ اس بات پر آج یقین ہونا چاہیئے کہ خدا کبھی ہمیں ضائع نہیں کرے گا وہ نور ایمان جس کی اہل یورپ کو تلاش ہے وہ ہمارے پاس ہے اس کو لے کر جائیں۔ آج سمندر سے کئی کئی من سونا نکل رہا ہے لیکن جو جواہرات آپ کے پاس ہیں ان کے مقابل میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتی، ہماری تحریک جس کی بدولت ہم بھی اس قابل ہوا ہوں کہ ایمان کا نور وہاں لے کر جاؤں، بہت کمزور ہے ہمارے لوگ غریب ہیں لیکن ان کو یقین ہے کہ اسلام یورپ میں پھیلے گا اسکو وہاں پہنچانا وہ اپنی عین سعادت سمجھتے ہیں اور قربانیاں دینے میں کوئی دریغ نہیں کرتے ہیں دوسرے مسلمان بھائیوں سے بھی کہوں گا کہ وہ اس پر غور کریں اور اس کام کو تقویت پہنچائیں میری جسمانی کمزوری جو کچھ بھی ہے اس وقت دور ہو جائے گی جب میں وہاں پہنچ جاؤں گا کیونکہ وہاں سلاماً سلاماً ہی کا دور دورہ ہے

محترم ڈاکٹر غلام محمدؒ صاحب کی تقریر

آخر میں محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

دنیا میں عام طور پر باہر جانے والوں کی پارٹیاں ہوتی ہیں، لیکن وہ پارٹیاں علی العموم اغراض پر مبنی ہوتی ہیں، بعض وقت کوئی افسر تبدیل ہوکر جاتا ہے، تو وہ کسی کو اشارہ کر دیتا ہے، بعض وقت پارٹی دینے والوں کی غرض خوشامد یا ذاتی منفعت ہوتی ہے، ان سب میں غرض مشترک دنیا ہی ہوتی ہے، میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ ہماری جماعت محض دین کی خاطر پارٹیاں کرتی ہے، یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے، جب تک بے غرضی نہ ہو اور اللہ تعالےٰ کو خوش کرنا مقصود نہ ہو ایسی پارٹیاں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔

مولانا یعقوب خاں صاحب کو اللہ تعالےٰ نے بڑا مبارک کام سپرد کیا ہے۔ جب تک صحیح ایمان اور اللہ تعالےٰ کی حقانیت پر پختہ یقین نہ ہو کوئی شخص دنیا کو چھوڑ کر اتنے دور دراز سفر پر نہیں جاسکتا، میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خانصاحب کے اندر نور ایمان ہے ان کی ساری زندگی خدمت دین میں گذری ہے، اسی کے لئے جیل بھی گئے، خدمت دین کا دعوےٰ کرنا آسان ہے لیکن کرکے دکھانا مشکل ہے، خاں صاحب نے حقیقت زندگی کو سمجھا ہے، جو شخص زندگی کی حقیقت کو نہیں سمجھتا اس کے لئے مشکل ہے کہ اس کام کو کرسکے۔ ان کو خدا تعالےٰ نے بڑا صبر اور تحمل اور برداشت دی ہے میں تو ان کے حالات میں اگر ہوں تو برداشت نہ کرسکوں ان کے حالات کو دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ بیوی بہت لمبی مدت سے دائم المریض ہے، بیٹا دماغی مریض ہے لیکن ان حالات کے باوجود میں نے کبھی انہیں مایوس نہیں دیکھا ہمیشہ خوش ہی نظر آئے، رات دن دماغی کام بھی کرتے اور بچے کو بھی کھانا کھلاتے اور دودھ پلاتے ہیں اور گھر کی اس حالت کے باوجود خدمت دین کی ضرورت پڑتی ہے تو بڑی خوشی سے گھربار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں جب تک ایمان نہ ہو ایسا کرنا مشکل ہے، ہم بیٹھ کر باتیں کر لیتے ہیں اور وہ عملاً میدان جہاد میں نکلتے ہیں قاعد اور مجاہد میں بڑا فرق ہے مجاہد کا اجر دنیا میں انہیں کون دے سکتا ہے اور دنیا کا اجر ہے کیا؟ انبیاء کرام مخلوق خدا کے لئے ہر قسم کے دکھ اٹھاتے اور یہی کہتے ہیں ما اسئلکم علیہ من اجر۔ خانصاحب اپنے لئے بڑی کامیاب اور دائمی زندگی بنا رہے ہیں، عقلمند کو چاہیئے کہ اصل زندگی کے لئے کوشش کرے، پچھلی دفعہ جب وہ انگلستان گئے تو انہیں دل کا عارضہ تھا ان کا ایمان دیکھئے کہ انہوں نے سوچا کہ اگر آج جان نکل جائے تو کیا ہو اس سے بہتر ہے کہ خدمت دین کرتے ہوئے جان نکلے حضرت خالدؓ بن ولید نے بستر مرگ پر فرمایا کہ ساری عمر میری خواہش رہی کہ میدان جنگ میں جام شہادت پیوں، میرے جسم کے چپہ چپہ پر زخموں کے نشان ہیں لیکن آج میں گھر میں بستر مرگ پر پڑا ہوا مرتا ہوں، خانصاحب نے سوچا کہ اگر خدمت دین کرتے ہوئے موت بھی آجائے تو اس سے اچھی موت اور کوئی نہیں ہوسکتی ہمارے مسلمان بھائیوں کو بڑی غلطی لگی ہے انہوں نے کبھی غور نہیں کیا۔ کہ تحریک احمدیت نے کیسے کیسے انسان پیدا کئے ہیں یہی حضرت مرزا صاحب کی حقانیت کا ثبوت ہے میں تو انکے اس فعل پر رشک کرتا ہوں، اس سے بڑھکر نیک غرض اور کیا ہو سکتی ہے، کہ خدا کے دین کے لئے انسان نکل جائے دعا کیجئے کہ خدا ان کو لمبی زندگی دے، نیک کام سے زندگی بڑھتی ہے۔ میں نے خواجہ کمال الدین صاحب کو دیکھا ہے ان میں دین کے لئے اتنی تڑپ تھی کہ جب وہ ولایت سے بلحاظ صحت تباہ ہوکر آئے اور خود اپنے ہاتھ سے لکھنا مشکل تھا تو چارپائی پر پڑے ہوئے کسی نہ کسی کو بٹھا کر، کوئی نہ کوئی مضمون، کوئی نہ کوئی کتاب لکھواتے تھے۔ آج عام طور پر جب کسی سے دین کے کام کے لئے کہا جائے تو وہ کہتا ہے کیا کریں۔ بیوی کو کہاں چھوڑیں، بچوں کو کیا کریں، یہ محض بہانہ سازیاں ہیں، جو شخص صحیح ایمان رکھتا ہے، وہ کبھی بیوی بچوں کا خیال نہیں کرتا۔ جب کوئی شخص خدا کے کام کے لئے نکلتا ہے تو خدا اس کی امداد کرتا ہے اور وہی اس کے بیوی بچوں کا نگہبان ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ خدمت دین کے کام میں اپنی زندگیوں کو لگادیں اور خانصاحب کو صحت سلامتی اور کامیابی عطا فرمائے"۔ اس کے بعد دعا کے

یورپ مسلمان ہوکر رہے گا ۔ بقیہ صفحہ ۴

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم، جب دو افراد میں مخالفت ہو، تو اس خوبی سے بات کرو کہ باہمی عداوت گہری دوستی میں تبدیل ہو جائے۔ آج ہم سب جو اس سے پہلے ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے تھے ولی حمیم کی طرح یہاں بیٹھے ہیں، میں عرض کروں گا کہ اب تک بھی جس قدر دوست علیحدہ کھڑے ہیں انہیں چاہیئے کہ علیحدگی کو ترک کرکے جماعت سے آملیں، اب جہاد کا وقت ہے۔ جہاد کے میدان میں سب کے مل کر قدم بڑھانا چاہیئے، بڑے ہوں یا چھوٹے سب کو اس جہاد میں حصہ لینا چاہیئے، یہ خدا پر احسان نہیں بلکہ خدا کا احسان ہم پر ہے اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اس تحریک کے لئے کام کرکے وہ خدا پر احسان کرتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس کام کی توفیق دی ہے، ہر ایک شخص کی ذاتی پسندیدگی مختلف ہوتی ہے، خیالات مختلف ہوتے ہیں، اس کو چھوڑ کر دیکھنا یہ چاہیئے کہ خدا کیا چاہتا ہے، اس انقلابی دور کو تیز تر کردیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے میاں صاحب کے بذریعہ ڈاک یہ عرض کیا تھا کہ اب انگلستان میں ایک اور ضروری کام ہے جو ہمیں کرنا چاہیئے، وہاں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بستے ہیں، جنہوں نے وہاں شادیاں کر رکھی ہیں، اُن کے بچے بھی ہیں، ان کو تو فکر ہے کہ ان کے بچوں کی تربیت کس طرح ہو، اگر اُن کی تربیت اسلامی رنگ میں نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ اسی معاشرہ میں جذب ہو جائیں گے، اس کی ہمیں فکر کرنی چاہیئے اور ہوسٹل کی طرز پر ایک ادارہ قائم کرنا چاہیئے، جہاں ایسے بچوں کی تربیت کا انتظام ہو، انگلستان میں ہر جگہ جہاں جہاں مسلمان ہیں، ان کو اس سے بڑی خوشی ہوگی، وہ دن کے وقت سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کریں اور اُن کا قیام ہمارے پاس ہوسٹل میں ہو، جہاں انہیں اسلامیات کی تعلیم دی جائے اور اسلامی طرز پر اُن کی تربیت کی جائے، اگر اسلامی ماحول کے اندر انہیں رکھا جائے تو اسلامی دنیا میں اس کا بڑا اثر ہوگا اس وقت بھی ہمارے کاموں کا اسلامی دنیا پر بڑا اثر ہے لیکن یہ ایک ٹھوس خدمت مسلمانوں کی ہوگی۔ جیسا کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے وہاں لیکچرار اور تقریروں کی چنداں ضرورت نہیں، ایک چیز کی بڑی ضرورت ہے وہ یہ کہ جو کچھ ہم کہیں وہ ہمارے دل کی آواز ہو، میں نے جہاں کہیں بھی تقریر کی یہی اُن سے کہا کہ میں کوئی مشنری نہیں، ایک اخبار نویس ہوں، اور جو کچھ کہتا ہوں میرے دل کی آواز ہے اس سے ان کا زاویہ نگاہ فوراً تبدیل ہو جاتا ہے اس کے علاوہ جس چیز کی وہاں ضرورت ہے، وہ روحانی حربہ ہے، جو مسیح موعود کی طفیل آپ کے پاس موجود ہے ضروری ہے کہ مسیح موعودؑ کے ساتھ آپ کا شدید تعلق ہو صرف کرنا (رواداری سے کہدینا) کہ اچھا آدمی تھا، صحیح نہیں، یہ سچ ہے کہ مسیح موعودؑ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا لیکن وہ زندہ جوہر ایمان... جو ایک سچے مسلمان کی خصوصیت ہے اسکو مانے بغیر حاصل نہیں ہوتا وہ جو مسیح موعود کے متعلق آیا ہے کہ وہ دولت تقسیم کرے گا، وہ ایمان ہی کی دولت ہے یہی وہ لعل و جواہر ہیں جن سے اس نے ہماری جیبیں بھر دی ہیں یہی وہ ہتھیار ہے جو میں لیکر جا رہا ہوں۔

آپ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے اڑتے ہوئے پرندوں کو پکڑا ہے اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ ایک پرندہ تو مولانا آفتاب الدین مرحوم کا لڑکا محمد اقبال ہے جو ہمارے پاس سے (تبلیغ کے کام سے) اڑتا جا رہا تھا، میں نے کوشش کی اور وہ اس کام میں لگ گیا، دوسرے پرندے کے متعلق میرا دل یہی کہتا تھا کہ یہ روحانی پرندہ میاں صاحب (شیخ میاں محمد صاحب) ہی ہیں

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

یورپ مسلمان ہو کر رہے گا - بقیہ صفحہ ۴

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم، جب دو افراد میں مخالفت ہو، تو اس خوبی سے بات کرو کہ باہمی عداوت گہری دوستی میں تبدیل ہو جائے۔ آج ہم سب جو اس سے پہلے ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے تھے ولی حمیم کی طرح یہاں بیٹھے ہیں، میں عرض کروں گا کہ اب تک بھی جس قدر دوست علیحدہ کھڑے ہیں انہیں چاہیئے کہ علیحدگی کو ترک کر کے جماعت سے آملیں، اب جہاد کا وقت ہے۔ جہاد کے میدان میں سب کو مل کر قدم بڑھانا چاہیئے، بڑے ہوں یا چھوٹے سب کو اس جہاد میں حصہ لینا چاہیئے، یہ خدا پر احسان نہیں بلکہ خدا کا احسان ہم پر ہے اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اس تحریک کے لئے کام کر کے وہ خدا پر احسان کرتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالے نے ہمیں اس کام کی توفیق دی ہے، ہر ایک شخص کی ذاتی پسند بدگی مختلف ہوتی ہے، خیالات مختلف ہوتے ہیں، اس کو چھوڑ کر دیکھنا یہ چاہیئے کہ خدا کیا چاہتا ہے، اس انقلابی دور کو تیز تر کر دیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے میاں صاحب کے بذریعہ ڈاک یہ عرض کیا تھا کہ اب انگلستان میں ایک اور ضروری کام ہے جو ہمیں کرنا چاہیئے، وہاں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بستے ہیں، جنہوں نے وہاں شادیاں کر رکھی ہیں، اُن کے بچے بھی ہیں، ان کو خود فکر ہے کہ ان کے بچوں کی تربیت کس طرح ہو، اگر اُن کی تربیت اسلامی رنگ میں نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ اسی معاشرہ میں جذب ہو جائیں گے، اس کی ہمیں فکر کرنی چاہیئے اور ہوسٹل کی طرز پر ایک ادارہ قائم کرنا چاہیئے، جہاں ایسے بچوں کی تربیت کا انتظام ہو، انگلستان میں ہر جگہ جہاں جہاں مسلمان ہیں، ان کو اس سے بڑی خوشی ہو گی، وہ دن کے وقت سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کریں اور اُن کا قیام ہمارے پاس ہوسٹل میں ہو، جہاں انہیں اسلامیات کی تعلیم دی جائے اور اسلامی طرز پر اُن کی تربیت کی جائے، اگر اسلامی ماحول کے اندر انہیں رکھا جائے تو اسلامی دنیا میں اس کا بڑا اثر ہوگا اس وقت بھی ہمارے کاموں کا اسلامی دنیا پر بڑا اثر ہے لیکن یہ ایک ٹھوس خدمت مسلمانوں کی ہو گی۔ جیسا کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے وہاں لچھے دار تقریروں کی چنداں ضرورت نہیں، ایک چیز کی بڑی ضرورت ہے وہ یہ کہ جو کچھ ہم کہیں وہ ہمارے دل کی آواز ہو، میں نے جہاں کہیں بھی تقریر کی ہے اُن سے کہا کہ میں کوئی مشنری نہیں، ایک اخبار نویس ہوں، اور جو کچھ کہتا ہوں میرے دل کی آواز ہے اس سے اُن کا زاویہ نگاہ فوراً تبدیل ہو جاتا ہے اس کے علاوہ جس چیز کی وہاں ضرورت ہے، وہ روحانی حربہ ہے، جو مسیح موعود کی طفیل آپ کے پاس موجود ہے ضروری ہے کہ مسیح موعود کے ساتھ آپ کا شدید تعلق ہو صرف تعلق پیدا کرنا (رواداری سے کہدینا) کہ اچھا آدمی تھا، صحیح نہیں، یہ سچ ہے کہ مسیح موعود کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا لیکن وہ زندہ جوہر ایمان... جو ایک سچے مسلمان کی خصوصیت ہے اسکو مانے بغیر حاصل نہیں ہوتا وہ جو مسیح موعود کے متعلق آیا ہے کہ وہ دولت تقسیم کرے گا، وہ ایمان ہی کی دولت ہے یہی وہ لعل و جواہر ہیں جن سے اس نے ہماری جیبیں بھر دی ہیں یہی وہ ہتھیار ہے جو میں لیکر جا رہا ہوں۔

آپ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے اُڑتے ہوئے پرندوں کو پکڑا اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ ایک پرندہ تو مولانا آفتاب الدین مرحوم کا لڑکا محمد اقبال ہے جو ہمارے پاس سے (تبلیغ کے کام سے) اڑتا جا رہا تھا، میں نے کوشش کی اور وہ اس کام میں لگ گیا، دوسرے پرندے کے متعلق میرا دل یہی کہتا تھا کہ یہ روحانی پرندہ میاں صاحب (شیخ میاں محمد صاحب) ہیں۔

... دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر نے ... اخبار پیغام صلح ...

یہاں آؤ خدا پاؤ

اعظم علوی

تمنّائیں نئی لاؤ۔ ارادے بھی نئے لاؤ ؛ جہاں ہو جس جگہ ہو تم چلے آؤ، چلے آؤ
مسیح وقت کا دارالاماں تم کو بلاتا ہے ؛ یہی تسکین کی جا ہے، یہاں آؤ، خدا پاؤ
خدا کی دین ہے جو یہ سعادت مل گئی ہم کو ؛ وگرنہ لاکھ سر مارو، جو چاہو، ہاتھ پھیلاؤ
یہیں سے دین کی نصرت مقدر ہو چکی اب تو ؛ بتا دو اہل عالم کو نہ یونہی ٹھوکریں کھاؤ
بہار زندگی اک امتحاں ہے دیدہ و دل کا ؛ چمن کے رنگ و بو سے دیدہ و دل کو نہ بہلاؤ
یہاں آؤ کہ مل کر عہد باندھیں دیں کی نصرت کے ؛ غم دیں ساتھ لاؤ اور غم جاں بھول کر جاؤ
رہ الفت میں عاشق سر بکف اکثر نکلتے ہیں
اور غم دل بھول جاؤ نہ اپنے زخم دکھلاؤ

مولانا عبدالمجید صاحب کی آمد

جلسہ سالانہ میں شرکت کرینگے

مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو جنہوں نے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر رکھی ہے، اور انہیں یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام کرتے ہوئے ۳۴ سال کا عرصہ گذر چکا ہے چند ماہ سے اسلامی ممالک کا دورہ کرتے ہوئے پاکستان تشریف لائے ہیں، گذشتہ جمعہ (مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۸ء) انہوں نے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھا۔ آپ جلسہ سالانہ میں شرکت فرمائیں گے۔

مولانا نے اپنی عمر تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر کے ایک ایسی مثال اور نمونہ پیش کیا ہے، جس کی تقلید قوم کے ہونہار نوجوانوں کو کرنی چاہیئے۔

جلسہ سالانہ کی غرض

(از مسیح موعودؑ)

(۱)۔ نشان کے ٹائیٹل پیج پر اس جلسہ کی یہ غرض بیان فرماتے ہیں:۔

"حتوا۔ ہم دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں"

(۲) "ایک عارضی فائدہ ان جلسوں کا یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں تودد تعارف ترقی پذیر ہوگا۔"

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

ایک مسلمان انگریز خاتون کی آمد

جلسۂ خواتین میں شرکت کریں گی

ایک مسلمان انگریز خاتون بھی پاکستان تشریف لائی ہیں، گذشتہ ۱۲ر دسمبر کے جمعہ میں وہ بھی شریک ہوئیں، حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ جب میں پہلی دفعہ ۱۹۱۴ء میں انگلستان گیا تو یہ خاتون بہت چھوٹی تھی، اس کی والدہ نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کے خاوند نے وہاں کے دستور کے مطابق کوئی تعرض نہ کیا، اور بعد میں وہ بھی مسلمان ہو گیا، یہ تمام خاندان ووکنگ میں سکونت پذیر تھا، اس تعارف کے بعد آپ نے خاتون موصوفہ سے استدعا کی کہ وہ بھی حاضرین سے خطاب کریں۔ چنانچہ انہوں نے انگریزی میں حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جس زمانہ میں مولانا صدرالدین صاحب پہلی مرتبہ انگلستان تشریف لے گئے میں بہت چھوٹی تھی لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے کس محنت اور جانفشانی کے ساتھ ووکنگ مسلم مشن کے کام کو چلایا، یہ جنگ کا زمانہ تھا، اور مولانا کو اس وقت تبلیغ اسلام کے لئے بہت محنت اور جد و جہد سے کام لینا پڑا، اور مسلمانوں کی بڑی خدمات انہوں نے کیں، مجھے خوشی ہے کہ آج بہت عرصہ کے بعد پھر ان سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔

خاتون موصوفہ نے تقریر ختم کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ انگلستان میں یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام عورتوں کو منبر سے تقریر کرنے کی اجازت نہیں دیتا، لیکن مجھے آج اس جگہ یہ شرف حاصل ہوا ہے، اور میں وہاں جا کر بتاؤں گی، کہ مجھے لاہور میں مسجد کے اندر منبر سے تقریر کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

اس کے بعد خاتون موصوفہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اپنی ایک انگریزی نظم

جلد ۴۸ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۵ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۸

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی تصوّف پر لیکچر

تختۂ جہاز پر نمازِ جمعہ اور امامِ ووکنگ کا خطبہ

خانبہادر غلام ربانی خان کا خط بحری جہاز سے

محترم خانبہادر غلام ربانی خانصاحب لندن سے بحری جہاز S.S. Circassia پر مراجعت فرمائے پاکستان ہو چکے ہیں اُنہوں نے سفرِ جہاز کے تاثرات اور نماز جمعہ کی کیفیت جہاز ہی سے پیغام صلح کو بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کی ہے جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے۔

۲۶ر نومبر کو آکسفورڈ یونیورسٹی سے ٹیلیفون پر پیغام ملا کہ ۲۸ کی رات یونیورسٹی میں Sufism in Islam (اسلام میں تصوّف) پر لیکچر دیں۔ میں نے عذر روانگی کے لئے تیاری کا کیا۔ مگر ایسی پُر اصرار اور پُر زور اپیل تھی۔ کہ میں نے منظور کر لیا۔ شام کو آکسفورڈ پہنچا، تو صدر اور سیکرٹری اسلامک یونین نے خوش آمدید کہا۔ ½ ۸ بجے لیکچر ہوا اور دس بجے تک سوالات جوابات کا سلسلہ جاری رہا رات آکسفورڈ رہا۔ صبح سویرے روانہ ہو کر نماز جمعہ کے لئے پاکستانی ہائی کمشنر کے دفتر پہنچا۔ نماز سے فارغ ہو کر واپس ووکنگ مسجد پہنچا۔ وہاں مزید تیاری کر کے واپس لندن آیا احباب مسجد ریلوے سٹیشن پر الوداع کہکر لوٹے۔ میں رات Euston Station London ...... میں رہا۔ کیونکہ بوٹ ٹرین صبح سویرے اس سٹیشن سے روانہ ہوتی تھی۔ ۴ بجے لوئرپول سے جہاز S.S. Circassia پر سوار ہوا۔ چونکہ میں نے کمرہ اپریل ۱۹۵۸ء میں ہی Reserve (مخصوص) کرا لیا تھا۔ اس لئے اکیلا اور ہوادار کمرہ میرے لئے مخصوص تھا۔ اس جہاز میں قریباً چار صد مسافر ہیں۔ کچھ پاکستانی زیادہ تر ہندوستانی اور انگریز ہیں۔ پہلا دن خیر و خوبی سے گذرا۔ دوسرے دن سمندر میں طلاطم شروع ہو گیا اور اکثر مسافر صاحب فراش ہو گئے۔ تیسرے دن مجھے بھی ہلکی سی تکلیف ہوئی۔ لیکن چوتھے دن جہاز جبل الطارق کے نزدیک پہنچا تو سمندر پر سکون ہو گیا۔

مراکو کے پہاڑوں پر سورج چمکا اور دوسری طرف سپین کے سر بہ فلک کوہ نظر آنے لگے۔ نو ماہ کے بعد سورج دیوتا کا دیدار ہوا۔ انگلستان میں تو یہ زیادہ تر حجاب میں رہتا ہے۔ کیونکہ وہاں مُتعرا یعنی سورج دیوتا کے پجاری عیسائیت کے جامہ میں زیادہ ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ساحل افریقہ پر Ceuta اور ساحل سپین پر جبل الطارق نمودار ہو گئے۔ پھر کیا تھا اسلامی تواریخ کا سنہری باب میری آنکھوں کے سامنے کُھل گیا کس طرح Duke of Ceuta شاہِ سپین راڈرک کی بداعمالی کی وجہ سے مسلمان گورنر موسےٰ کو بلایا۔ اور نوجوان جرنل طارق چھ ہزار فوج کے دستہ کے ساتھ سپین کی چٹان پر پہنچا۔ ساحل پر کشتیاں جلا دیں اور راڈرک کی لاتعداد مسلح افواج کے ساتھ Toledo کے میدانِ کارزار میں نبرد آزما ہوا۔ راڈرک سفید گھوڑے پر سوار جنگ میں شریک تھا۔ اور پھر سفید گھوڑا بغیر سوار کے بھاگ نکلا۔ راڈرک ہلاک ہوا اور لاکھوں کی تعداد پر مشتمل فوج بھاگ نکلی۔

میری آنکھوں کے سامنے ۱۹۵۱ء کے سفرِ سپین کا نقشہ کُھلا تھا۔ اور اسلامی سلطنت کی عظمت اور شان و شوکت قرطبہ۔ اشبیلیہ۔ غرناطہ کے در و دیوار پر سنہری الفاظ میں لکھی ہوئی عبارت چشمِ عبرت کو وا کرتی تھی۔

دوپہر کے وقت ساحل الجیریا پر فرانسیسیوں کے

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۷ دسمبر ۱۹۵۸ء

ہمارا سالانہ اجتماع

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب

دُنیا میں لوگ مختلف مقاصد کے لئے جمع ہوتے ہیں جو ذاتی وطنی و قومی مسائل کے حل کے لئے تجویز کئے جاتے ہیں لیکن ہمارے اجتماع کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور اس کے دین کی اشاعت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس بلند مقصد کے لئے قرعہ فال آپ کے نام نکلا اور مجدد صدی چہار دہم حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ عین اس وقت جبکہ حالت یہ تھی کہ ؎

بیکسے شُد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست

ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

اس نے ہمیں دین کی نصرت اور اشاعت کے کام پر لگا دیا، یہ خدا تعالیٰ کے افضال میں سے ہے کہ اُس نے اس قلیل بیکس بے زر جماعت سے وہ عظیم الشان کام لیا جو دُنیا کی تاریخ میں یادگار رہے گا اور اشاعت اسلام کرنے والوں کے لئے مشعلِ ہدایت ہو گا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الحمدللہ علیٰ ذالک، اسلام کے دفاع کے لئے جہاد کرنے کو آپ ۲۵ر دسمبر کو جمع ہونے والے ہیں، اس جہاد کیلئے جو بھی قدم آپ اُٹھائیں گے وہ عمل صالح لکھا جائیگا۔ [illegible] ہاں یہ ضروری ہے کہ خالصتہً للہ اس غرض کیلئے سفر کیا جائے۔ امام وقت کیساتھ خدا کے وعدوں پر پُورا ایمان ہو۔ دل خدا کی خشیت سے پُر ہوں اور قدم قدم پر اُسی کی استعانت طلب کی جائے۔ رحم تلطف و انکساری ہمارا شیوہ ہو، چھوٹے اور بڑے میں کوئی تمیز نہ ہو اور سب سے یکساں سلوک کیا جائے۔ جلسہ کے موقعہ پر حضرت اقدس نے اخوت و محبت پر بہت زور دیا ہے۔ ہم سے کسی قسم کی درندگی کا اظہار نہ ہو۔ انشاءاللہ العزیز ہر ایک کی آسائش کیلئے یکساں کوشش کی جائیگی۔ لیکن اگر خدانخواستہ کوئی تکلیف پیش آجائے تو صبر سے برداشت کریں، اللہ تعالیٰ آپکو اس کا اجر دیگا۔ ہر ایک چیز خلوص اور نیت پر مبنی ہے۔ شاید ایک مُٹھی بھر جَو دینے والے کا اجر زرِ کثیر دینے والے سے زیادہ ہو۔ حضرت امام نے ہمیں مل کر کام کرنے کی وصیت کی ہے۔ ہمارا مقصد واحد ہے۔ خدا کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے (ید اللہ فوق الجماعت) لیکن فی الحقیقت جماعت کا اطلاق اس گروہ پر ہی ہوسکتا ہے جو کسی مقصد کے حصُول میں یکجان ہو اور تحسبھم جمیعًا و قلوبھم شتّٰی کا مصداق نہ ہو، تب خُدا کی نصرت اُس کے شامل حال ہوتی ہے، اور کامیابی اسکے قدم چُوم لیتی ہے۔ لوائے فتح اسلام خُدا کے فرستادہ کو عطا کیا گیا اور اس کے بعد آپ کو وراثتاً ملا کوشش کریں کہ یہ وراثت آپ ہی میں رہے ان ایام میں من اللیل ھیان و فی النہار فرسان کا نقشہ ہو، آنکھ کے پانی سے اپنی مشکلات کا حل اور خدا کی نصرت طلب کی جائے۔ اللہ تعالےٰ ہم کو دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کمزوریوں کو معاف فرمائے ؛

غلام محمد

مجلسِ عمل پُوری تندہی اور یگانگت سے خدمتِ سلسلہ میں مصروف ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشادِ گرامی

برادرانِ ملت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے اور انشاءاللہ تعالےٰ ہم عنقریب مل کر اس اخوت کی لذت محسوس کریں گے جو امام وقت مجددِ زماں علیہ الرحمۃ نے اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ باہمی افتراق اور منافقات سے ملت بیضا شفا حفرۃ من النار پر کھڑی تھی ہمیں بچا لیا اور خدمت اسلام پر لگا دیا۔ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کا حافظ و ناصر ہے، اور میں آپکو خوشخبری دیتا ہوں کہ سلسلہ کے انتظام و انصرام اور تنظیم و نسق سے متعلق جو تجویز یکم نومبر ۱۹۵۸ء کو مجلس مشاورت نے کی اور جس کی توثیق مجلس معتمدین منعقدہ ۲ر نومبر ۱۹۵۸ء میں ہوئی بفضلِ خُدا نہایت مبارک اور کامیاب ثابت ہو رہی ہے اور ممبران مجلسِ عمل پُوری تندہی اور یگانگت سے سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہیں اور مجھے کامل امید ہے کہ یہ وہ قوم کو ایسی شاہراہ پر ڈالیں گے جس سے سلسلہ کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں اور اشاعت اسلام کا فرض کما حقہٗ ادا ہو۔ میں جماعت کے ہر فرد سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے عمل اور نمونہ سے سلسلہ کی خدمت کریں اور استعانت کے لئے خدا کے حضور گر جائیں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سینوں کو محبت خلوص اور خدمت دین کے جذبات سے بھر دے اور خدا کی رضا کے سوا ہمارے سامنے کوئی چیز نہ ہو، اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ ہو۔ والسلام

صدر الدین۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۵۸ء

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر کو مستورات کا جلسہ ہوگا

۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر کو مردوں کا جلسہ ہوگا

پروگرام حسب ذیل ہے

---

۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات

اجلاس اول :- زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ ۱۰ بجے سے ۱½ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم :- ۔۔ ۱۰-۰ سے ۱۰-۱۵ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام } مولوی دوست محمد صاحب ۔ ۱۰-۱۵ سے ۱۰-۳۰ تک

افتتاحی تقریر ۔۔ } حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب :- ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۰ تک

دور حاضر میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا وجود ہی صداقت اسلام پر حتمی اور فیصلہ کن دلیل ہے } مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری ۔۔ ۱۱-۰ سے ۱۲-۰ تک

مسیح موعود کا مقام ۔۔ } مولوی احمد یار صاحب ۔۔ ۱۲-۰ سے ۱۲-۳۰ تک

تقریر ۔۔ } شیخ محمد یوسف صاحب گرمحقق ۔۔ ۱۲-۳۰ سے ۱-۰ تک

الاجتہاد فی الاسلام } قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ :- ایک بجے سے ۱½ بجے تک

۲½ بجے ظہر و عصر کی نماز ادا کی جائیگی

اجلاس دوم :- زیر صدارت جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ۲¾ بجے سے ۴½ تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔۔ :- ۲¾ سے ۳ بجے تک

اسلام کا اثر یورپ پر ۔۔ } خانبہادر غلام ربانی خان صاحب :- ۳ سے ۳½ تک

حضرت مجدد اعظم کی فتوحات } جناب مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب :- ۳½ سے ۴ بجے تک

تقریر "ذو خزانے" } جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی :- ۴ سے ۴½ بجے تک

---

۲۶ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ

اجلاس اول :- زیر صدارت جناب چوہدری حافظ محمد حسن چیمہ صاحب ۔ ۱۰ بجے سے ۱۲¾ تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔۔ :- ۱۰-۰ سے ۱۰-۱۵ تک

رپورٹ سالانہ ۔۔ } سکرٹری صاحب ۔۔ :- ۱۰-۱۵ سے ۱۰-۴۵ تک

تقریر ۔۔ } جناب الحاج میاں محمد صاحب :- ۱۰-۴۵ سے ۱۱-۳۰ تک

اپیل ۔۔ } حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب :- ۱۱-۳۰ سے ۱۲-۴۵ تک

نماز جمعہ ۱½ بجے سے تین بجے تک حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب پڑھائیں گے

اجلاس دوم :- زیر صدارت جناب الحاج میاں محمد صاحب ۔ ۳ بجے سے ۴½ تک

تلاوت قرآن مجید و نظم :-

عصر حاضر میں تحریک احمدیت روحانی سائنس کی حیثیت رکھتی ہے } پروفیسر غلام محمد صاحب خادم ایم ۔ ایس سی :- ۳ بجے سے ۳½ بجے تک

تقریر } مولوی بشیر احمد صاحب سوز :- ۳½ سے ۴½ بجے تک

---

۲۷ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ

اجلاس اول :- زیر صدارت جناب میاں فاروق احمد صاحب ۔ ۱۰ بجے سے ۱½ تک

تلاوت قرآن مجید ۔۔ :- ۱۰-۰ سے ۱۰-۵ تک

پیغام ماسٹر محمد عبداللہ صاحب فیجی } ۔۔ :- ۱۰-۵ سے ۱۰-۱۵ تک

انقلابات ۔۔ } جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب :- ۱۰-۱۵ سے ۱۱-۰ تک

ان الدین عند اللہ الاسلام } جناب چوہدری حافظ محمد حسن صاحب چیمہ :- ۱۱-۰ سے ۱۲-۰ تک

جنت کا راستہ ۔۔ } جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔۔ :- ۱۲-۰ سے ایک بجے تک

اختتامی تقریر و دعا ۔۔ } حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب :- ایک بجے سے ۱½ بجے تک

مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خواتین کا اجتماع

گذشتہ جمعہ (مؤرخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء) کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقامی خواتین احمدیہ کا ایک خاص اجلاس جلسۂ خواتین کے انتظامات کی غرض سے منعقد ہوا، اجلاس سے پہلے خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا:-

"آج کچھ خواتین بھی جلسہ کے انتظامات کے لئے جمع ہوئی ہیں، پچھلے دو سالوں میں خواتین کا اجتماع مثالی اجتماع تھا، اس سال اُمید ہے کہ اس سے زیادہ اجتماع ہوگا، اور خدمت دین کے لئے زیادہ جوش اور ولولہ سے کام لیا جائے گا، خدا تعالےٰ ان پر برکات نازل کرے گا، اور ان کے گھروں اور ان کی اولادوں پر برکت اُترے گی"

تمام خواتین سے اُمید ہے کہ وہ حضرت امیر کے ارشاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیندہ اجتماع کو زیادہ بارونق اور کامیاب بنانے کی کوشش کریں گی۔

مسیح موعود کا ساتھی کون؟

"وہ لوگ جو صرف خدا تعالےٰ کے لئے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کی آخرت پر نظر ہے سو وہ انشاءاللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں۔ اور میں اُن کے ساتھ ہوں۔ میں ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں۔ جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے۔ اور نہ اس کی عظمتیں دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے .... یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ سے نہیں اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے"

مسلمان مردوں اور عورتوں کی صفات اور اسلام کا غلبہ ادیانِ عالم پر

حضرت مجدد وقت کے کارنامے اور ووکنگ مشن کی اہمیت

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

انّ المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصّٰدقین والصّٰدقٰت والصّٰبرین والصّٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدّقین والمتصدّقٰت والصّائمین والصّٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت والذّاکرین اللہ کثیراً والذّاکرٰت اعدّ اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً۔

مردوں اور عورتوں کی اجتماعی زندگی

قرآن شریف کے نزدیک مرد و عورت قوم کے دو بڑے حصے ہیں عورتوں اور مردوں کے مجموعہ کا نام قوم ہے۔ صرف مرد عورتوں کے بغیر قوم نہیں بن سکتے نہ صرف عورتیں ہی قوم کہلا سکتی ہیں، یہ تعلیم نہ وید میں ہے نہ انجیل و تورات میں ۔ ان تینوں میں عورت کی کوئی حیثیت قرار نہیں دی گئی۔ قرآن کریم عورتوں کے حقوق قائم کرتا اور انہیں مردوں کی صف میں کھڑا کرتا ہے، اس لئے کہ نہ صرف مرد تنہا زندگی کی گاڑی کو چلا سکتے ہیں اور نہ عورتیں مردوں کے بغیر تمام کام کر سکتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کی اجتماعی زندگی ہزار خیر و برکت کا موجب ہوتی ہے اور یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب ساری قوم ایک ہی رنگ میں رنگین ہو، اگر ان کے مقاصد ایک نہیں، ایک ہی طریق پر وہ زندگی کو چلانا نہیں چاہتے تو کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

مسلمان قوم کس طرح ممتاز ہو سکتی ہے

اسی لئے فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ جس قدر بھی افراد ہیں چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورت، لڑکے اور لڑکیاں، سب کے سب مل کر خدا کی فرمانبرداری میں لگ جائیں۔ جب سب کے سب دیانتدار ہوں گے۔ راستباز ہوں گے، حق پرست ہوں گے، لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہوں گے، تو ایسی قوم دنیا میں ممتاز ہو جائے گی، اور تمام دنیا انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

مسلمان قوم کی پیدائش کی غرض

اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ تم بہترین قوم ہو، جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے، یہاں الناس فرمایا تمام لوگوں کی بھلائی کے لئے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، یہ مقصد جس قوم کے سامنے ہو اسکو نمونہ بننا چاہیئے، وہ صفات جو قرآن نے مسلمانوں کی بیان کی ہیں وہ اپنے اندر لے لو تو تم بہترین قوم ہو جو لوگوں کی خیر خواہی انسانوں کی بھلائی، اور مخلوقِ خدا کی بہبودی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

مسلمان مرد و عورت کی صفات

اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے یہی اہم سبق دیا گیا ہے۔ فرمایا ان المسلمین والمسلمٰت مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، والمؤمنین والمؤمنٰت مومن مرد اور مومن عورتیں ۔۔۔ والقٰنتین والقٰنتٰت فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں والصّٰدقین والصّٰدقٰت راستباز مرد اور راستباز عورتیں ۔ والصّٰبرین والصّٰبرٰت مصائب و مشکلات میں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ والخٰشعین والخٰشعٰت خدا کے حضور جھکنے والے مرد اور خدا کے حضور جھکنے والی عورتیں۔ والمتصدّقین والمتصدّقٰت خدا کی مخلوق کے لئے اپنا روپیہ خرچ کرنے والے مرد اور خرچ کرنے والی عورتیں ۔۔۔۔ والصّائمین والصّٰئمٰت۔ ضبطِ نفس کے لئے روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت اپنی عفت کا دامن ہاتھ سے نہ دینے والے مرد اور عفت کو محفوظ رکھنے والی عورتیں، اور اس گروہ کا ایک بڑا کام یہ ہے والذّاکرین اللہ کثیراً والذّاکرٰت اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، ہر وقت خدا کو سامنے رکھتے ہیں، تمام معاملات زندگی میں خدا کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی رضا اُن کے مدنظر ہوتی ہے اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو خدا کو ناپسند ہو اعدّ اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً۔ ایسی قوم کی حفاظت خدا کے ذمہ ہو جاتی ہے اور اُن کے لئے بہت بڑا اجر خدا نے تیار کیا ہے۔

مسلم کے معنے قرآن و حدیث سے

یہ تو مختصر ترجمہ ہے تھوڑی سی اور تشریح سنانے کے قابل ہے، انّ المسلمین والمسلمٰت فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں

(رکوع ۴)

قرآن کریم میں دوسری جگہ اس فرمانبرداری کی تشریح بیان کی ہے۔ فرمایا بلٰی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون مسلمان کا کام یہ ہے کہ جس قدر ذہانت اور استعدادیں جتنے قوٰے اور مال و دولت خدا نے دی ہے انہیں اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری میں لگا دے۔ اس کے احکام کے آگے جھکا رہے، اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں اپنا مال و دولت صرف کرے اور یہ بھی یاد رکھے کہ کسی کو اس کے ہاتھ سے دُکھ نہ پہنچے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں، اور صحابہ کرام نے کہا ہے بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح ہم نے رسول اللہ صلعم کی بیعت اس بات پر کی کہ دوسروں کی خیر خواہی مدنظر رکھیں گے اور اس بات کا اقرار کیا کہ ہماری ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی کی جائیگی اور صحابہ کرام نے اسکو عملاً کر کے دکھایا اسلئے یہی مسلمان کا کام ہے، کہ کسی کی عزت پر حملہ کرنا یا کسی کو تکلیف پہنچانا اس سے صادر نہ ہو۔

فرمانبردار اور راستباز مومن کا نشان

والمؤمنین والمؤمنٰت مومن کا نشان ہے کہ اسکے دل میں خدا بیٹھا ہو، اس کا قلب نورِ خداوندی سے منور ہو، جب قلب منور ہو جاتا ہے تو انسان کے اعمال صحیح ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا، والقٰنتین والقٰنتٰت ان کی حرکات و سکنات سے عملی فرمانبرداری نظر آتی ہو، اور اس کا ایک رنگ یہ ہے والصّٰدقین والصّٰدقٰت مشکل سے مشکل حالات میں حق پر اُن کا شعار ہو، راستبازی اور صدق بیانی سے کسی حالت میں منہ نہ موڑیں خواہ انہیں کتنی بھی مشکلات پیش آئیں۔

صبر کے معنے

والصّٰبرین والصّٰبرٰت راست بیانی

سے جو نکابیف پیش آئیں اُن پر صبر سے کام لینا ان لوگوں کا کام ہونا چاہیئے، ان ذمہ سے ہم کچھ کام لینا چاہتے ہیں جس کے لئے انہیں تیاری کرنا ہے، اس کے لئے ہمت درکار ہے، استقلال اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے۔ مشکلات پیش آجائیں تو اُن کا وہ مقابلہ کریں، مصائب کا مقابلہ کریں، اپنے کام پر ڈٹے رہنا، تکلیف پیش آنے پر ڈانواں ڈول نہ ہونا صبر ہے، خدا کے حکم سے کبھی بیٹا مرجائے، باپ یا ماں فوت ہوجائے، بیوی فوت ہو جائے، تو اس پر جزع فزع نہ کرنا چاہیئے، اور صبر سے کام لینا چاہیئے۔

خشیت الٰہی اور مال خرچ کرنا

والخٰشعین والخٰشعٰت اور مشکلات کا حل اس طرح بھی ہوتا ہے کہ خدا کے حضور گر گرے رہیں اور خشیت اور عاجزی اختیار کریں والمتصدقین والمتصدقٰت اور اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ مال خرچ کئے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

ہماری قوم کی مالی قربانیاں

ہماری قوم غریب ہے، چند آدمی متمول ہیں، کچھ آسودہ حال ہیں، باقی ساری قوم غریب ہے۔ لیکن اس پینتالیس سال کے عرصہ میں ساری قوم نے مل کر جس ہمت، جانفشانی اور مالی قربانیوں سے خدمت دین کا کام کیا ہے وہ بڑی بڑی سلطنتوں کو حیران کرنے والا ہے۔

مولانا عبدالمجید کی آمد

آج ہمارے سامنے مولانا عبدالمجید صاحب (ایڈیٹر اسلامک ریویو) مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے ساری عمر تبلیغ کے کام میں صرف کر دی ہے انکی قربانی عدیم المثال ہے ان کی خدمات کی وجہ سے تمام اسلامی ممالک ان کا احترام کرتے ہیں۔

ووکنگ مشن کی اہمیت

ان لوگوں کو جو وہاں کام کرتے ہیں یہ علم ہے کہ ایران سے، کابل سے، ترکی سے، مصر سے اور مختلف ملکوں سے بادشاہ اور وزیر اور کئی امراء اور ارکین سلطنت جب وہاں جاتے ہیں، اور وہاں کا ساز و سامان دیکھتے کتابیں اور لٹریچر ملاحظہ کرتے۔ مسجد کی زیارت کرتے اور ٹوپی پوشوں (انگریزوں) کو کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور انہیں یقین ہوجاتا ہے کہ اسلام برحق ہے اس طرح آپ صرف انگریزوں کو ہی مسلمان نہیں کرتے، خود مسلمانوں کے دلوں میں بھی ایمان کا نور پیدا کر دیتے ہیں، جب وہ آپ کا لٹریچر پڑھتے ہیں، تو کہتے ہیں یہ وہ لٹریچر ہے جو دنیا کو مطمئن کرنے والا اور ایمان کا نور دلوں میں پیدا کرنے کا موجب ہے آپ کے تھوڑے سے پیسوں نے کتنا بڑا کام کیا ہے، یہ اجتماع کی برکات ہیں یہ اللہ اور رسُول کی اطاعت کی برکات ہیں، یہ امام وقت کی برکات ہیں جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا، اور تبلیغ اسلام کے لئے جماعت قائم کی۔

خواتین کا اجتماع

آج کچھ خواتین بھی جلسہ کے انتظامات کے لئے جمع ہوئی ہیں، پچھلے دو سالوں میں خواتین کا اجتماع مثالی اجتماع تھا۔ اس سال امید ہے کہ اس سے زیادہ اجتماع ہوگا، اور خدمت دین کے لئے زیادہ جوش اور ولولہ سے کام لیا جائے گا، خدا تعالےٰ ان پر برکات نازل کرے گا اور ان کے گھروں اور ان کی اولادوں پر برکت اُترے گی۔

ضبط نفس اور عفت

والصٰٓئمین والصّٰٓئمٰت ضبط نفس کے لئے روزہ رکھنا عورتوں اور مردوں کے لئے ضروری ہے۔ روزہ سے انسان کو اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے اور وہ بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم نے مسلمان مرد اور عورت کو پاکبازی اور عفت، عصمت پر قائم کر دیا، دنیا بھر کے مسلمان مردوں اور عورتوں کی عصمت وعفت مسلم ہے آنحضرت صلعم نے وہ قواعد سکھائے ہیں جن سے انسان گناہوں اور بدکاری سے بچ جاتا ہے۔ دنیا بھر کا مسلمان غور نہیں عفیف ہیں، ان کی آنکھوں میں حیا ہے، یہ مسلمان عورت کا بہت بڑا خصوصی امتیاز ہے، اسکو قائم رکھنا ضروری ہے۔ آج لندن کا بُرا حال ہے۔ لندن کے اخباروں میں وہاں کی بدکاریوں کے حالات شائع ہوتے ہیں، جُوا اور ننگاپن کے بہت ہی شرمناک حالات شائع ہوتے ہیں۔

اسلام کی قابلِ رشک تعلیم

آج انہیں اسلام پر رشک آتا ہے، کہ اس نے پاکبازی پر بڑا زور دیا ہے۔ شراب خوری اور بدکاری جُوا۔ ننگاپن۔ اس نے ختم کر دیا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جوں جوں زمانہ گذرے گا اسلام کی پاک تعلیمات اُن پر اثر کرتی جائیں گی، لیکن مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہیئے کہ کیا انہیں دیکھکر اسلام کی عزت بڑھے گی یا اُن کی نابکاری کی وجہ سے اسلام کی رسوائی ہوگی۔ انہیں ایسا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے اسلام کی عزت دوسروں کی نظروں میں زیادہ ہو۔

برائیوں سے بچنے اور حفاظت الٰہی میں آنیکی راہ

والذٰکرین اللہ کثیراً والذٰکرات جو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کریں اور اللہ تعالےٰ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں تو تمام برائیوں سے بچ جائیں گے اور ان کے اعمال سے اسلام کی عزت بڑھے گی۔ اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجراً عظیماً۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم اُن کی حفاظت کریں گے، اور انہیں اجر عظیم دیں گے۔

اسلامی تعلیمات کا غلبہ

ہم نے تو اللہ تعالےٰ کی حفاظت، اور اجر عظیم کو مشاہدہ کر لیا، اس سے نظر آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سرتاج ہیں، اور اسلام سب دینوں پر غالب نظر آتا ہے۔

مجدّد وقت کا کام

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا، ہم نے اس ارشاد نبوی کے مطابق ایک مجدّد کو دیکھا، اس کے کام دیکھے، اس کے ساتھیوں کو دیکھا کہ کس درجہ اُن میں خدمت دین کا جذبہ ہے ان کے کاموں کو پھل لگتے دیکھا واجراً عظیماً اللہ تعالےٰ ان کو بے شمار اجر دیتا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت بفضلہ تعالےٰ اب تندرست ہے، آپ جماعتی امور کی سرانجام دہی میں سرگرمی کے ساتھ منہمک ہیں۔

درخواست دُعا

(۱) اسمٰعیل آباد سے عبدالرشید خان اطلاع دیتے ہیں کہ چوہدری سلطان علی صاحب بخار اور پھوڑے کی تکلیف کی وجہ سے نشتر ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے دعائے صحت کے لئے درخواست ہے۔

(۲) چوہدری محمد لطیف صاحب سکرٹری مارکیٹنگ کمیٹی خانیوال۔ ضلع ملتان کی اہلیہ محترمہ مدت سے نسوانی عوارض میں مبتلا ہیں، مریضہ کی صحت کے لئے دوستوں سے درخواست دعا ہے۔

سانحۂ ارتحال

(۱) نانک کوٹ (سمندری) سے محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:—

آج مورخہ ۲۷/۱۱/۵۸ کو میرا لڑکا جس کا اعلان کہ دعا پیغام صلح میں درج ہوتا رہا ہے۔ فوت ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے التماس ہے کہ نعم البدل کے لئے دُعا کی جائے۔

(۲) ستھانہ سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ سید عبدالجبار شاہ صاحب مرحوم کی ہمشیرہ محترمہ جو سید شاہ جہان مرحوم کی اہلیہ تھیں اس جہان فانی سے رحلت فرما کر دار البقاء ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳) سیالکوٹ سے بابو رحمت اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ "میری والدہ ماجدہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد مورخہ ۳/۱۲/۵۸ بروز بدھ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کو حضرت مسیح موعود کے دیدار مبارک کا شرف حاصل تھا۔ اور اکثر حضور کے منور چہرہ کا ذکر ...

حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے روحانیت کیلئے نوعِ انسان کو کیا پروگرام دیا

خانبہادر غلام ربانی خان کا لیکچر لندن یونیورسٹی میں

خانبہادر ممدوح کا خط بحیرۂ روم سے

ذیل کا خط محترم خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب نے اپنے واپسی سفر میں بحری جہاز میں بحیرہ روم سے لکھ کر بذریعہ ہوائی ڈاک قارئین "پیغامِ صلح" کے استفادہ کے لئے ارسال کیا ہے۔

برادرم مکرم دوست محمد خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

واپسی کا ہفتہ بہت زیادہ مصروفیت کا تھا۔ ۲۵-۸-۶۲ کی شام کو لندن یونیورسٹی میں لیکچر اس موضوع پر تھا کہ "حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانیت کے لئے نوعِ انسان کو کیا پروگرام دیا۔ اس لیکچر کی فیس چند گنی علاوہ مصارف سفر کے مجھے ملی تھی۔ اس لیکچر کے لئے میں بہت فکرمند تھا۔ اس بارے میں حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب اور قاضی عبدالرشید صاحب کا مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے میری رہنمائی کے لئے اشارات ارسال کئے۔ جن سے مجھے بے انتہاء فائدہ ہوا۔ لیکچر ½ ۸ بجے زیرِ صدارت ڈاکٹر شنڈلر (Dr. Schindler) شروع ہوا۔ ہال بھرا ہوا تھا۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي کو باآوازِ بلند تلاوت کر کے انگریزی میں ترجمہ سنایا۔ کیونکہ اس مجلس میں یہودیوں کا کثیر عنصر موجود تھا۔ پھر میں نے موضوع کے متعلق کہا کہ روحانیت حضرت محمد مصطفیٰؐ کا ذاتی پروگرام ...... نہیں ہے۔ بلکہ یہ الٰہی پروگرام ہے جو انہوں نے نوعِ انسان تک پہنچایا۔ کیونکہ وہ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کے تحت اپنے آپ سے کوئی حکم بیان نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ جو وحی نبوت بتوسط حضرت جبرئیل باری تعالےٰ کی طرف سے صادر ہوتی تھی۔ اُس کا اعلان فرماتے اور خود اس پر عمل کرتے اور دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ان احکامِ الٰہیہ کا مجموعہ ایک ضابطۂ حیات کی شکل میں ہے۔ جس کا نام اَلْقُرْآنُ الْحَكِيمُ ہے۔ اور یہ ایک ایسی آسمانی کتاب ہے، جو کہ نہ صرف فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے بلکہ علم و حکمت سے معمور اور نورِ ہدایت سے منور ہے اور انسانی دستبرد اور خطا سے محفوظ ہے۔ جس کے ایک شوشہ میں تحریف و تبدل مرورِ زمانہ سے نہیں ہو سکا۔ اس کا اعلان ہے اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ دین مکمل ہوا۔ دین کے معنے ہیں لائحہ عمل زندگی کا پروگرام، منزلِ مقصود پر پہنچنے کا صحیح مسلک اور ہدایت نامہ جو کامیاب اور فائز المرام کر دے۔ دوئم اس لائحہ عمل کی تکمیل کو نعمت اور رحمت اور شفقت اور رحم فرمایا۔ یعنی ایسا لائحہ عمل نہیں جو اس دنیا کو مایا سمجھے جیسے ہندو مذہب نے قرار دیا۔ کہ اس دنیا سے بھاگ جاؤ۔ یہ دھوکہ کی ٹٹی ہے، سراب ہے اس سے بیزاری کر کے جنگل، اور غاروں میں گھس جاؤ، کانٹوں پر لیٹو۔ ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہو۔ اور ہاتھ پاؤں کو شل کر دو۔ اور نہ بدھ مذہب کے مطابق حکم دیا۔ کہ اس دنیا میں دکھ ہی دکھ ہے۔ اور سکھ حاصل کرنے کے لئے تارک الدنیا بن جاؤ اور اس کارخانہ حیات سے سروکار نہ رکھو۔ نہ عیسائیت کی طرح جس کا دور دورہ شروع ہوا تو انسان کا گنہگار پیدا ہونا قرار دیا گیا۔ اور کہا کہ صرف یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لا کر نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اور صرف راہب بن جانے میں حقیقی فلاح ہے۔ دنیا کے تجارتی کو ٹھکرانے والے عقائد کے ردِ عمل میں ایک ایسی تہذیب پیدا ہوئی۔ کہ جس نے اعلان کر دیا۔ کہ کھاؤ پیو اور مزے کرو۔ کیونکہ ایک دن مر جانا ہے۔ اور بس اسی طرح ختم ہو جانا ہے۔ اس طرح مغرب مادہ پرستی پر اس طرح جھک گیا۔ کہ روحانی اور اُخروی زندگی کو عملاً خیرباد کہدیا۔

سوئم:۔ اس افراط تفریط کے طریقوں کو اعتدال پر لانے کے لئے اسلام کا پیغام ...... ساکنانِ زمین کو دیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ اس مکمل دین اور اس عظیم المرتبت نعمت کا نام دِینِ اِسلَام ہے۔

اسلام کے لغوی معنے ہیں اپنے مالک اعلیٰ کے ساتھ حقیقی صلح اور نوعِ انسان کے ساتھ آشتی اور نیکی کا برتاؤ۔ چنانچہ فرمایا بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔ ہاں حقیقی اسلام۔ صلح و آشتی اور امن پسندی میں ہے اور کہ انسان محسن کا رتبہ حاصل کر لے یعنی نوعِ انسان کے ساتھ نیکی اور ان کی خدمت بطور محسن کے کرے اور کسی قسم کے بدلہ کا متمنی اور خواہشمند نہ ہو۔ غرضیکہ اسلام کے روحانی پیغام کی منزلِ اوّل یہ ہے کہ انسان ایک متمدن و مہذب انسان بن جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ اسلام تارک الدنیا ہونے کا حکم نہیں دیتا۔ بلکہ اس دنیا میں رہ کر خدمتِ نوعِ انسان میں لگ جانا اسلام ہے۔ چنانچہ حکم ہوا۔ کہ زمانہ کو گالی نہ دو۔ یہ باری تعالےٰ کی نافرمانی اور ناشکری ہے۔ دنیا کا یہ عظیم الشان کارخانہ عبث پیدا نہیں کیا گیا۔ حکم ہوا۔ کہ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا۔ یعنے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق پر غور و خوض کرو۔ ہر حالت میں سوچ بچار سے کام لو اور اس عظیم الشان کارخانہ کو بے معنی، فضول اور بے کار نہ تصور کرو۔ اس سے کام لو۔ چنانچہ فرمایا کہ جو شخص ایک لمحہ بھر بھی خداوند کریم کی کاریگری پر غور کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو دن رات لفظی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ غرضیکہ کارخانہ حیات اور کاروبارِ زندگی کو ہی تمام ترقیاتِ انسانی کا بنیادی پتھر بنا دیا گیا۔ اور حقیقی فلاح یعنی اندرونی طاقتوں اور قوتوں کے اظہار کے لئے ہدایت نامۂ الٰہی عطا کیا۔ اس ہدایت نامہ کے ذریعہ انسان کے جسمانی جذبات و حسیات کی پرورش اور رہنمائی ہوتی مقدر ہے۔

انسان کا جسم حیوانی جذبات کا کثیر حصہ رکھتا ہے مثلاً غصہ، شہوت اور حرص۔ ان حیوانی جذبات کو ضائع یا تلف کرنے سے انسانی ترقی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ان بہیمیہ جذبات کو برمحل اور اعتدال کے ساتھ استعمال کرنے سے اخلاقِ فاضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ برمحل استعمال اور اعتدال کی رہنمائی کے لئے نفسِ لوامہ جیسی نعمت عطا کی گئی ہے۔ جو نفسِ امّارہ کو اعتدال کے اندر رکھتی ہے۔ نفسِ لوامہ کی رہنمائی کے لئے الہامِ الٰہی کے ذریعہ سے ہدایت نامہ عطا ہوا۔ جو صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ رب العالمین نے تمام دنیا کی قوموں اور ملکوں کو ایسا آسمانی پیغام عطا کیا اور یہ عطیہ بذریعہ انبیاء علیہم السلام ملا جو فرشتے نہ تھے بلکہ نوعِ انسان میں سے تھے تاکہ وہ خود تعمیلِ ارشادِ الٰہی کا عملی نمونہ بن کر باقی انسانوں کو اخلاقی اور روحانی بلندی پر پہنچا دیں۔ اسلام نے دین کی بنیاد ہی ان اُصولوں پر رکھی ہے۔ آمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَىٰ صحیح اخلاق پیدا کرنے کے لئے خدائے واحد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اسلام نے ایسا خدا پیش کیا ہے کہ جس کے اسمائے حسنہ ۹۹ بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور حکم ہوا کہ ان اسمائے حسنہ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ یہ اسمائے حسنہ انسان کے لئے اعلیٰ نمونہ قرار دیئے گئے۔ کہ انسان اس دنیا میں ربوبیت، رحیمیت، کریمیت وغیرہ کے اخلاق کا مظہر ہو۔ اور نفسِ امّارہ اور نفسِ لوامہ کی کشمکش کے نتیجہ میں ایک منزل نفسِ مطمئنہ کی آتی ہے جس میں اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے اپنے بندے کی جد و جہد اخلاقی کو بنظرِ استحسان دیکھ کر اسکو اپنے لونیت حصہ دیتا اور اطمینانِ قلب پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر ایسے نفسِ مطمئنہ کو مدارج رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً پر ترقی دے کر نفسِ کاملہ عطا کرتا ہے۔

روحانیت کا یہ درجہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں پہنچکر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا نام ہے۔ یہ بندہ کا حقیقی بہشت ہے۔ کہ وہ اپنے مالک کا حضوری دربار ہو جاتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے

اسلام میں روحانیت کے اعلےٰ درجہ کا نام ....
Fusion یا Communion
نہیں ہے بلکہ راضیۃً مرضیۃً ہے۔ انسان
کا EGO (انانیت) ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن انسانی ....
Person (ذات) ختم نہیں ہوتا۔ قرآن شریف میں کان
قاب قوسین او ادنٰے کا ارشاد حضرت محمد مصطفےٰ
کے رُتبہ کی شان میں وارد ہوا۔ حضرت محمد مصطفےٰ اپنے
مولا کے مقام کے قریب تر پہنچے مگر بطور بشر پھر بھی
فرق باقی رہا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام کی روحانی ترقی انسان کے
حیواتی جذبات کے صحیح استعمال میں لانے اس میں اخلاق کا سلسلہ
پیدا کرنے اور پھر مقام محسن حاصل کرنے مقام طمانیت پالنے
میں ہے۔ آنکھیں بند کرکے بیٹھنے اور چند نغمے پڑھنے اور
حمد کے گیت گانے یا تارک الدنیا ہونے اور حیوانی جذبات
کو فنا کرنے سے خدا نہیں ملتا۔ بلکہ حکم ہوا۔ کہ جو ہمارے
راستہ میں کوشش کرے وہ ہمیں پالے گا۔ جو ہمارے راستہ
میں ایک قدم چلے گا۔ ہم دو قدم چل کر اس کی طرف آئیں گے
اور جو چل کر آئے گا۔ ہم دوڑ کر آئیں گے۔ اور جو اپنا کھانا
پینا، سونا، جینا اور مرنا ہمارے لئے کردیتا ہے وہ ہمیں
پالیتا ہے۔

اسلام نے ایک موثر اور بے خطا نسخہ اس
درمان کے لئے عطا کیا ہے، وہ پانچ ارکانِ اسلام ہیں
ان میں دینی اور دنیاوی اور روحانی ترقی کا راز مضمر ہے۔ نماز
سے اپنے وقت کی قربانی کا پہلا سبق ملتا ہے اور خدا خوفی
اور خدا ترسی کا ماحول دن بھر پیدا کرنے کے لئے پانچ
اوقاتِ نماز ہیں، اسی طرح روزہ بھی جانی و مالی قربانی کی روحانی
مشق ہے، پھر زکوٰۃ تو نوع انسانی کی بہبودی اور ہمدردی کا
بلند پایہ اقدام ہے۔ حج سب عبادات کا مرقع ہے۔ اس
میں چند ایام کے لئے ترک دنیا، ترک وطن، مالی قربانی، اور
اہل و اولاد سے ہجرت کی ایک مختصر اور جامع روحانی مشق ہے
غرضیکہ اسلام کا روحانی مقام محض دفع الوقتی اور ذہنی تعیش
نہیں بلکہ مسلسل قربانی اور جد و جہد کا نام ہے۔ اور وہ چاہتا ہے
کہ دست با کار اور دل بایار رہو۔ اس دنیا میں زندگی بسر کرے
مگر اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی اور
مخلوقِ خدا کی بہتری میں صرف ہو۔ حکم ہوا:۔ خیر
الناس من ینفع الناس لوگوں میں بہترین وہ
ہے جو لوگوں کے لئے مفید اور نفع رساں ہو۔ اس
حالت میں ایک انسان اپنے آپ کو مسلم کہنے کا مستحق ہو
سکتا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ آپ تمام دنیاوی مصروفیتوں
اور مشاغل سے بری الذمہ تھے۔ اور تمام زندگی کے
کاروبار اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے کرتے تھے
اسی لئے اول المسلمین کا خطاب انہوں نے
بارگاہِ الٰہی سے پایا۔"

بفضلِ ایزدی اس رنگ میں لیکچر دیا گیا کہ یونیورسٹی
ایک خط موصول ہوا ..... جس کے الفاظ ذیل سے معلوم ہو
سکتا ہے کہ لیکچر کا کیا اثر ہوا۔

"I understand from Dr. Schuidler, that it was a privilege as he had described the general effect as "marvellons". I am very pleased that you were able to give this lecture & produce such a high note in this Course."

. . . .

ترجمہ:۔

"مجھے ڈاکٹر شنوڈلر سے معلوم ہوا ہے
کہ یہ لیکچر ایک استثنائی چیز تھا، کیونکہ انہوں
نے اس کا عام اثر نہایت شاندار
بیان کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ
آپ یہ لیکچر دینے کے قابل ثابت
ہوئے، اور اس بارہ میں ایسا اعلیٰ
تعریفی کلمہ آپ نے حاصل کیا۔"

ہذا من
فضلِ ربی

مکتوبِ فیجی

از ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نصوی (جزائر فیجی)

طوفانِ باد و باراں ۔ پاکستانی ہائی کمشنر کی آمد ۔ یادِ امیر مرحوم ۔ جلسہ سالانہ کی آمد ۔ مشن کے لئے غیبی امداد ۔ مولنا بشیر احمد منٹو کا کارنامہ ۔ نیگرو اقوام میں اسلام کی چنگاری ۔ مسیح موعودؑ کے روحانی تصرفات ۔ امریکن مشن کیلئے روپیہ اور کارکن

طوفانِ باد و باراں

آج طوفانِ باد و باراں کی آمد اور ہوا پانی کی غیر معمولی تیزی نے خاکسار کو گھر کی چار دیواری کے اندر مقید کر دیا ہے سکول بند ہے ۔ ریڈیو کے ذریعہ ہر آدھ گھنٹہ پر وارننگ مل رہی ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔ کہ آئندہ چند گھنٹوں کے اندر کیا ہونے والا ہے ۔ پنجاب کی آندھی سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا یہاں ہوا کے طوفان سے نقصانات ہوتے ہیں ۔ میٹریالوجیکل آفس اور ریڈیو کی وجہ سے طوفان کی آمد کا پتہ گھنٹوں پہلے لگ جاتا ہے ۔ اور اس طرح لوگ اس کی فوری یورش کا شکار ہونے سے بچ جاتے ہیں اور حفاظت کے مناسب سامان کر لئے جاتے ہیں ۔

پاکستان ہائی کمشنر کی آمد

سن ۱۹۵۲ء میں جب جناب مسٹر یوسف عبد اللہ ہارون کراچی سے براستہ یورپ اور امریکہ واپس آسٹریلیا تشریف لے جا رہے تھے ۔ تو آپ نے مسلمانانِ فیجی کی درخواست پر دو دن کے لئے فیجی ٹھہرنا منظور کر لیا تھا ۔ خاکسار معہ چند احباب آپ کی پیشوائی کی خاطر لتوکوری سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر نادی ائرپورٹ پہنچا ۔ اور اگلے دن کے لئے آپ کو ٹی پارٹی کے لئے دعوت دے دی ۔ جس کو آپ نے بخوشی شرفِ قبولیت بخشا ۔ لتوکا ۔ لوٹ کر صبح سے پروگرام بنانا شروع ہو گیا دعوتیں بٹنے لگیں ۔ سبب گیارہ بجے دن مسٹر ہارون سے صووا کے ایک ہوٹل میں دوبارہ ملاقات کرنی تھی ۔ صووا ٹھیک دس بجے پہنچا ۔ تو ہوا غیر معمولی طور پر تیز ہو گئی ۔ طوفان کی آخری وارننگ صووا پہنچتے ہی مل گئی تھی ۔ آخر ایک عمارت میں حفاظت کے لئے ٹھہرنا پڑا ۔

شہر و مضافات کی کیفیت

دو گھنٹے کے بعد طوفان کی رفتار مدھم ہوئی ۔ باہر نکل کر کیا دیکھتا ہوں کہ تمام شہر کا نقشہ ہی بدل گیا ہے بیسیوں مکانوں کی چھتیں اُڑ کر غائب ہو گئی ہیں ۔ کئی ایک مکانوں کا صفایا ہو گیا ہے ۔ بڑے بڑے درخت جڑوں سمیت اُکھڑ گئے ہیں ۔ اور جو پیڑ بچ گئے ہیں ۔ اُن پر پتوں کا نام و نشان نہیں ۔ پھر تعجب یہ کہ پرانی عمارتیں قائم لیکن ایک دو سال کی نئی عمارتیں غائب ۔ اس بھیانک نظارے کو دیکھ کر زبان سے بے اختیار نکل پڑا "ہائے یہ کیا ہو گیا" اب یہاں بھی صووا کی طرح شہر و مضافات کا وہی نقشہ دکھائی دیا جو صووا میں دیکھنے میں آیا ۔

یادِ امیر مرحوم

بارہ گھنٹے قبل از وقت وارننگ ملنے کی وجہ سے اب گھر کا چھوڑنا دشوار ہوتا ہے ۔ آج میں نے مناسب خیال کیا کہ حضرت مولانا محمد علی رح کے حالاتِ زندگی پیغامِ صلح کے خاص نمبر میں مطالعہ کر دوں ۔ خدا مدیر پیغامِ صلح مولوی دوست محمد صاحب کے قلم میں اور زور عطا کرے اور آپ کو اس اخبار کی خدمت کے لئے مزید مواقع نصیب کرے ۔ آپ نے اس خاص نمبر کی تیاری میں بڑی محنت و کاوش کی ہے جب کبھی وقتِ تنہائی پاتا ہوں اس خاص نمبر کو پڑھ کر چند آنسو حضرت امیر مرحوم کی یادِ غیر فانی پر گراتا ہوں ۔ آج کی بے چینی میں میں نے شیخ محمد طفیل صاحب ۔ مولانا عزیز بخش مرحوم ڈاکٹر سعید احمد صاحب اور شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کے مضامین کے علاوہ مولانا مرتضےٰ خان کے لکھے ہوئے مرثیوں کو بھی پڑھا ۔ اللہ اللہ قرآن مجید کی اشاعت کے لئے کس قدر تڑپ آپ کے سینہ صافی کے اندر موجود ہے ۔ اشاعتِ اسلام کے کام کو آپ کس منزل پر پہنچانا چاہتے ہیں ۔ اس کا اندازہ پیغامِ صلح کے ان مضامین سے بخوبی لگ سکتا ہے ۔

بیماری ۔ جسمانی تکالیف ۔ عسر و تنگی کی حالت میں قلم تلوار کی طرح چل رہا ہے ۔ کہیں بستر پر لیٹ کر کام کر رہے ہیں ۔ اور قرآن مجید کے پروف پڑھ رہے ہیں ۔ تو کہیں آرام کرسی پر ۔ ڈاکٹروں کی ہدایات کی کوئی پرواہ نہیں ۔ اس زندگی کے قلیل لمحوں کو بہترین خدمتِ اسلام میں خرچ کرنے کا ولولہ ہے ۔

نذرانہ کا صحیح مصرف

گدی نشینوں ۔ پیروں ۔ اور علماءِ دین کو نذرانے ملیں ۔ اور وہ قبول کر کے اُن رقوم کو اپنے استعمال میں لے آویں ۔ تو کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ عمل عام مروج ہے ۔ اور بسا اوقات مرید پسند بھی نہیں کرتے کہ پیر صاحب نذرانہ کا روپیہ کسی اور فنڈ میں منتقل کر دیں ۔ اگر پیر اور گدی نشین ایسا کرنے لگیں ۔ تو وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ اُن کے نذرانہ کی پیر صاحب نے قدر نہیں کی ۔

حضرت امیر مرحوم کو نواب صاحب مانگرول ایک ہزار روپیہ کی رقم بطور نذرانہ دیتے ہیں ۔ نہ کہ انجمن کے چندے کے لئے ۔ کیونکہ نواب صاحب مرحوم انجمن کے لئے چندہ پیشتر ازیں دے چکے تھے لیکن آپ مانگرول سے واپسی پر اس رقم کو انجمن کے خزانہ میں اپنی خوشی سے داخل کر دیتے ہیں ۔ اور نواب صاحب کو انجمن کی رسید بھجوا دیتے ہیں ۔ یہ ہمارے مذہبی کارکنوں اور انجمن کے مبلغین کے لئے قابلِ تقلید مثال ہے ۔ کہ جب تک وہ انجمن کے مشن پر ہیں تمام نذرانے اور انعامات جو اُن کو ملیں وہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کے حقدار نہیں ہیں بلکہ وہ اس انجمن کے لئے ہیں ۔ جس کے مشن پر وہ کام کے لئے نکلے ہوئے ہیں ۔

جلسہ سالانہ کی آمد

جلسہ سالانہ آ رہا ہے ۔ بزرگانِ دین اور نوجوانانِ سلسلہ اس کو کامیاب بنانے کے لئے ہمہ تن مصروف ہونگے یہ سالانہ اجتماع نہایت ہی مبارک ہوتا ہے ۔ جب تک میں ہندوستان میں تھا ہر جلسہ میں شامل ہوتا تھا ۔ اور جو دوست اس جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے تھے ۔ اُن کے ۔ ۔ ۔ لئے افسوس ہوتا تھا ۔ کاش کہ ایسے مبارک اجتماع سال میں کم از کم چار بار ہوا کریں ۔ اور ان کے چار مراکز ہوں اور ان چاروں اجتماعوں کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ضلع کی جماعتیں اجتماعی طور پر کوشش کریں ۔ ان مواقع پر بازار لگائے جاویں ۔ جہاں دستکاری کی نمائش ہو اور ان ذرائع سے اشاعت اسلام فنڈ کے لئے روپیہ جمع کیا جاوے ۔

سکول کا بازار اور ڈنر پارٹی

گذشتہ ہفتہ بروز سنیچر تعدوری مارکیٹ کی گراونڈ پر ہم نے سکول فنڈ کے لئے بازار لگایا ۔ چائے کا سٹال ۔ کپڑا اور سلائی کی اشیاء کا سٹال ۔ مٹھائی کا سٹال وغیرہ لگائے گئے ۔ خاکسار نے دکانداروں سے مفت سامان حاصل کیا تھا ۔ جو اس موقعہ پر فروخت کیا گیا ۔ اس کے علاوہ خاکسار کے دختر سکول کی طالبات کو ساتھ لے کر عوام و خواص کے کپڑوں پر پھول پن کر کے سکول کی امداد کے لئے روپیہ حاصل کرنا تھا ۔ پھول لگانے سے اس طرح ۲۰۰ روپیہ کی رقم حاصل ہو گئی ۔ اس دن مختلف مدات سے بارہ سو روپیہ سے زائد رقم وصول ہو گئی ۔ یہ ہمارا پہلا تجربہ تھا ۔ گذشتہ سال سکول پر بازار لگایا گیا تھا لیکن اس کی آمدنی بہت کم تھی ۔ اسی طرح مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کے اعزاز میں جو ڈنر پارٹی دی گئی تھی ، اس کے داخلے کے لئے ٹکٹ پیشتر ازیں فروخت کر دیئے گئے تھے ۔ اور اس طریق سے پندرہ سو روپیہ کی آمدنی ہو گئی تھی ۔ یہ بھی پہلا تجربہ تھا جو کامیاب ہوا اگر ہمارے احباب اس قسم کے بازار اشاعت اسلام کے لئے اپنے اپنے علاقہ یا شہر میں لگائیں تو امید ہے کہ کافی آمدنی سال بھر میں اس طرح حاصل ہو سکتی ہے ۔

قوتِ ارادی کی ضرورت

کوئی کام ترقی پذیر نہیں ہو سکتا جب تک کارکنوں کی قوتِ ارادی مضبوط نہ ہو ۔ ہمارے ایک بزرگ جو انجمن کے کارکن بھی رہ چکے ہیں ۔ اُن کا خط پڑھنے سے میری مایوسی کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ انہوں نے مجھے اپنے ایک خط میں تحریر کیا کہ امریکہ میں مشن قائم کرنا ایک تو ہماری طاقت سے بعید ہے دوسرے وہاں کے لوگوں کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا مشکل ہے ۔ ایسے الفاظ ایک احمدی مسلمان کی زبان سے جس نے حضرت مجددِ وقت کے ہاتھ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا ہوا ہو زیب

نہیں دیتے۔

مشن کے لئے غیبی امداد

امریکہ میں ہمارا مشن آج سے دس سال پیشتر مشکل حالات میں جاری ہوا۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب نے اس مشن کو جاری رکھنے اور جماعت کو اس کو کماحقہٗ امداد کرنے کے لئے خاص توجہ دلائی سب سے مشکل سوال مکان کا تھا۔ یہ ایک غیبی امداد سے حل ہوگیا۔ پانچہزار ڈالر کی رقم مشن کے انچارج مولانا بشیر احمد منٹو کو شاہ مصر فاروق کی ہمشیرہ کا... نکاح پڑھانے کے موقع پر مل گئی۔ اور باقی رقم انجمن سے حاصل ہوگئی جس سے ایک عالیشان دو منزلہ مکان ایک مرکزی جگہ پر مل گیا۔ اسکے بعد ۱۹۵۵ء میں جزیرہ فجی میں خاکسار نے سانفرانسسکو کی مجوزہ مسجد کے لئے یہاں کے لوگوں سے اپیل کی اس اپیل میں چار ہزار ڈالر سے زاید رقم غیر متوقع طور پر حاصل ہوئی۔ پھر خاکسار جب اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ سان فرانسسکو گیا تو وہاں بھی چندہ کا کام جاری تھا اور ایک قطعہ زمین مفت حاصل ہوا۔ اور تیرہ سو ڈالر کے قریب چندہ وصول ہوا۔ ارادہ تو یہی تھا کہ سانفرانسسکو میں مسجد کی بنیاد ہمارے ہاتھوں ڈال دی جاوے گی اور عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہو جاوے گا۔ لیکن بقول کسے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمیں اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی اور خاکسار ستر ہ ماہ کے قیام سانفرانسسکو کے بعد واپس فجی آگیا۔

مولانا بشیر احمد منٹو کا کارنامہ

اسلام کے متعلق جس قدر غلط فہمیاں امریکہ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ اُن کتب کے مطالعہ سے مترشح ہوتی تھیں جو آج سے بیس سال پیشتر امریکہ میں شائع ہوئیں۔ یہاں تک کہ کالجوں اور سکولوں کے کورس غلط فہمیوں سے پُر تھے۔ کسی پرانے انسائیکلو پیڈیا کو اُٹھا کر دیکھو۔ اس میں سوائے اسلام پر پھبتی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ جہاں ان پرانی کتابوں کو پڑھکر مجھے دُکھ ہوا وہاں ایک مشہور امریکن انسائکلو پیڈیا کے ایک مضمون زیر عنوان "اسلام" پڑھ کر ایک گونہ خوشی ہوئی یہ مضمون مولانا بشیر احمد منٹو کا لکھا ہوا تھا۔ اور قیمتی معلومات سے پُر تھا۔ مولانا بشیر احمد منٹو کا یہ کارنامہ سرزمین امریکہ میں ہر وقت زندہ رہے گا اور اس سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی غلط فہمیاں دُور ہونگی۔ اس کے علاوہ ہمارا مشن قائم ہونے سے پہلے وہاں کے مقامی مسلمان جمود کی حالت میں تھے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی کئی ایک اسلامی ادارے قائم کر لئے ہیں، جہاں وہ اپنی سمجھ اور دانش کے مطابق خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ سان فرانسسکو اسلامک سنٹر کی رُوح رواں اور سیکرٹری وہ لیڈی ہے۔ جو مولانا بشیر احمد منٹو کے ذریعہ مسلمان ہوئی۔

نیگرو اقوام میں اسلام کی چنگاری

بھلا یہ کون خیال کر سکتا تھا۔ کہ امریکہ کی نیگرو اقوام جن پر عیسائیت کا پُورا بھوت سوار تھا۔ وہ عیسائیت جیسے منظم مذہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوں گے۔ خدا کی شان انہی کے اندر ایک نوجوان الیاج محمدؐ ایسے پیدا ہوئے۔ جنہوں نے نیگروز کے اندر انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اُن کے انیس تبلیغی سنٹر ہیں اور نیگروز کو اسلام کی طرف واپس آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ نیگروز جب امریکہ لائے گئے۔ تو مسلمان تھے۔ لیکن بعد میں ان کو عیسائی بنایا گیا۔ جناب الیاج محمدؐ کی دعوت پر خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب کا لیکچر اُن کے ہال میں شکاگو میں ہوا تھا۔ وہ خانبہادر صاحب کے لیکچر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے ایک معقول رقم ووکنگ مشن کے لئے پیش کی اور مزید امداد کا بھی وعدہ کیا۔ جناب الیاج محمدؐ کے مشنریوں کے پاس حضرت امیر مولانا محمد علی رح کا انگریزی ترجمۃ القرآن ہوتا ہے۔ اور وہ اسی کو پیش کرتے ہیں کہ یہ زندگی کی کتاب ہے جو مساوات نسل انسانی قائم کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کے رُوحانی تصرفات

جب حاجی عبداللہ صاحب کو ایک امریکن نو مسلم الیگزینڈر رسل ویب نے امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تحریک کی۔ تو انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ مسلمانوں سے تعاون حاصل کر کے مشن قائم کریں۔ لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے اپنے مُرشد سید اشہد الدین صاحب جھنڈے والے (جو سندھ میں رہتے تھے۔ اور جن کے لاکھوں مُرید تھے) کی طرف رجوع کیا۔ جس پر انہوں نے استخارہ کے بعد فرمایا:۔

"روحانی طور پر معلوم ہوا ہے۔ کہ یورپ
امریکہ میں حضرت غلام احمد صاحب
کے روحانی تصرفات کی وجہ سے
اشاعت اسلام ہو رہی ہے۔ ان سے
دعا منگواتے سے کام ٹھیک ہوگا۔"

اس کے بعد سید اشہد الدین صاحب نے حضرت میرزا صاحب کو عربی میں خط لکھا۔ جو مجدد اعظم میں نقل کیا گیا ہے۔

امریکن مشن کے لئے روپیہ اور کارکن

یہ بات غلط ہے۔ کہ امریکہ میں تبلیغ اسلام کا کام ناممکن ہے۔ اور ہمارے پاس ذرائع نہیں ہیں ہمارے اندر خدا کے فضل سے ایسے افراد موجود ہیں جن کی لاکھوں روپیہ سالانہ آمدنی ہے۔ اگر اُن میں سے کوئی صاحب ایک لاکھ روپیہ امریکن مشن کے لئے دے دیویں۔ تو ہمارا مشن دوبارہ قائم ہو سکتا ہے۔ مشن کا اپنا مکان خریدا جا سکتا ہے۔ مسجد تعمیر کی جا سکتی ہے۔ جہاں سے پانچوں وقت اللہ اکبر کی آواز بلند ہو۔ اس کے مینار اور گنبد توحید کی طرف امریکن لوگوں کی توجہ کو مبذول کرنے والوں ہوں۔ اور ہمارا یہ مشن ووکنگ اور برلن مشن کے معیار پر آجاوے۔

روپیہ کے علاوہ مبلغین کی ضرورت ہے امریکہ ایک بھاری ملک ہے اس میں ہر طبقہ اور نسل کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اگر مسجد اور مکان کے لئے ان سے مالی اپیل کی جاوے۔ تو وہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر انجمن سے ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جائے تو مقامی امریکنوں سے بھی اسی قدر رقم فراہم کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ کام کرنے والے ہوں۔ ایک ایسے مشنری کی ضرورت ہے۔ جو اعلےٰ تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ تبلیغی جذبہ رکھنے والا ہو۔ اس کے ساتھ اس کے ایک اسسٹنٹ کی ضرورت ہوگی جو باہر کے علاقوں میں دورہ کرے۔ چندہ وصول کرے۔ لٹریچر فروخت کرے۔ اور اپنے مشن سے لوگوں کے تعلقات پیدا کرائے۔ جلسہ سالانہ آرہا ہے۔ خدا کے لئے امریکن مشن کی طرف پُوری طرح دھیان دیویں اور اسکو کامیاب بنانے کی تجاویز سوچیں ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

عربی تصنیفات کی طباعت اور اشاعت

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

اور امید ہے کہ امراء اور غرباء حضرت اقدس کی نصرت کرنے والوں میں داخل ہونے کے لئے سبقت کریں گے اور خدا تعالےٰ کے ارادہ اور منشاء کی تکمیل میں دل کھول کر حصّہ لیں گے۔

ایک اور الہام ازدیاد ایمان اور ایقان کے لیے درج کئے دیتا ہوں تا کہ آپ کے دل میں حرکت پیدا ہو کیونکہ حرکت پر برکت کے نزول کا انحصار ہے، ورنہ ہم نہ کریں گے تو خدا اوروں کو موقعہ دے گا۔

(۳) ترجمہ۔ میرے ربّ نے میری طرف وحی بھیجی ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھے مدد دیگا یہاں تک کہ میرا کلام مشرق اور مغرب میں پہنچ جائیگا اور راستی کے دریا موج میں آئیں گے یہاں تک کہ اُن کی موجوں کے حباب لوگوں کو حیرت میں ڈالیں گے" (لجنۃ النور ۳۷)

آج کا کام کل پر مت ڈالو پہلے دُعا کرو کہ خدا تعالےٰ آپ کے دل کو اگر قبض محسوس ہوتی ہو کھول دے ہم سب کو اس الہٰی پروگرام کو اپنانے کی توفیق دے اور ہمیں اس کام میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے حضرت اقدس کی عربی تصنیفات کی اشاعت کی بنیاد کوئی خواب اور رویا نہیں بلکہ خدا کی وحی اور حکم کے ماتحت ہم یہ کام کرتا ہے ورنہ خدا کے نزدیک جیسے حضرت صاحب نے فرمایا ہے ہم میں سے وہی کا پیوند حضرت سے ہے جنہوں نے اعانت کرنی ہے اور قرآن کریم میں سنت اللہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین درجۃ۔ والسلام

حضرت مسیح موعودؑ کی عربی تصانیف کی طباعت اور اشاعت

(مولوی عبداللہ جان صاحب پشاوری)

اس ضرورت حقہ پر میرے تین مضمون اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۲/۱۰، ۲۹/۱۰ و ۱۲/۱۱ میں نکل چکے ہیں جس میں میں نے حضرت صاحب کی تحریرات کا حوالہ دے کر بتایا تھا کہ حضرت صاحب کو قرآن کریم کی زبان میں اعجاز دیا گیا ہے۔ قرآن کریم وہ معجزہ ہے کہ رہتی دنیا تک حضرت رسول کریمؐ کا زندہ معجزہ .... رہے گا۔ حضرت رسول اکرمؐ آسمان روحانیت کے سورج ہیں انا ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا۔ (روشن کرنے والا سورج) اور جیسے چاند سورج سے روشنی لیتا ہے اور اس کا کامل ترین بروز چودھویں رات کا چاند ہے اسی طرح حضرت رسول اکرمؐ کے خلفاء مجددین حضرت رسول اکرمؐ سے نور حاصل کرتے ہیں اور سب میں سے کامل چودھویں صدی کا مجدد اور امام حضرت مسیح موعود ہیں جن کو عربی زبان میں اعجاز عطا کیا گیا تھا۔ یہ اعجاز دوسرے کسی مجدد کو نہیں دیا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے عرب اور عجم کے علماء کو چیلنج دیا کہ ان کے مقابلہ میں عربی لکھیں اور پھر تحدی بھی کی کہ کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ آج تک کوئی نہیں لکھ سکا۔ یہ ان کے برگزیدہ مجدد ہونے کے لئے کافی ثبوت ہے۔ خدا کے دیئے ہوئے علم کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ہے ورنہ عرب اور عجم میں تحصیل علم کئے ہوئے انسانوں کی کیا کمی ہے۔

سنہ ۱۹۰۲ء میں موضع مُد علاقہ امرتسر میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مباحثہ قرار پایا جس میں احمدیوں کی طرف سے سید سرور شاہ اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب مباحثہ کرنے والے تھے ۲۹ اور ۳۰ اکتوبر مباحثہ رہا اور اس مباحثہ میں اعجاز المسیح پیش کیا گیا کہ حضرت نے ۷۰ دنوں میں کتاب لکھی ہے کوئی اس کے مقابل لکھ کر دکھائے کیونکہ اگر خدائی قوت سے نہ لکھی گئی ہوتی تو نہ حضرت دعوے کرتے اور سارے عرب اور عجم میں کوئی تو اٹھ کر لکھتا۔ اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ عذر اٹھایا کہ ہمیں کیا معلوم کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ کتاب ستر دنوں میں لکھی یا دو سال میں لکھی۔ مباحثہ کے اختتام پر جب ہمارے مبلغ مُد سے واپس آئے اور اس بات کا ذکر کیا تو حضرت مسیح موعود نے ۸ نومبر کو ضمیمہ نزول المسیح لکھا اور اس میں ایک عربی کا قصیدہ لکھا جس کا عنوان ... قصیدہ اعجازیہ ہے اور جواب کے لئے دس ہزار انعام رکھا اور یہ بھی لکھا کہ یہ قصیدہ مبلغین کی واپسی پر لکھا ہے اور ابھی ہفتے گذرے ہیں نہ مہینے اور سال، صرف ۵ دن میں لکھا گیا۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب یا کسی اور میں ہمت اور دعوئے علم ہے تو جواب لکھے۔ قصیدہ میں مُد کی بحث کا ذکر ہے اور یقیناً اس کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس قصیدہ کے ۵۲۳ اشعار میں سے چار شعر جن میں چیلنج بھی تھا عرض کئے دیتا ہوں ؎

مکدر ماء السابقین و عیننا
الی آخر الایام لا تتکدر
و انی انا الموعود و القائم الذی
بہ تملأن الارض عدلاً و تثمر

(ص۵۸)

دوسروں کے پانی کدورت سے بھرے خشک ہو گئے مگر ہمارا چشمہ آخری دنوں تک کبھی خشک نہ ہو گا اور میں مسیح موعود اور وہ امام قائم ہوں جو زمین کو عدل سے بھر دے گا اور ویران جنگلوں کو پھلدار کرے گا۔

وان کنت کذاباً کما ھو زعمکم
فکیدوا جمیعاً لی ولا تستأخروا
وان ضیائی یبلغ الارض کلہا
اتنکرھا فاسمع والی م تذکر
ونحن کماۃ اللہ جئنا بامرہ
حللنا بلاد الشرک واللہ یخفر

(۵۸)

اگر میں جھوٹا ہوں جیسے تمہارا گمان ہے، تو سب میرے خلاف تدبیریں کرو اور تاخیر مت کرو۔

میری روشنی ساری زمین پر پھیل جائے گی۔ کیا تم کو اس کا انکار ہے پس سن رکھو کہ میں نصیحت کرنے والا اور یاد دلانے والا ہوں۔

ہم خدا کے سوار ہیں اور اس کے حکم سے آئے ہیں۔ اور شرک کے شہروں میں ہم داخل ہو گئے ہیں اور خدا ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔

کیا یہ نور خود پھیلے گا یا ہماری جماعت والوں کا فرض ہے کہ پہنچاویں۔ شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری کے دس ہزار روپیہ کی رقم سے حضرت مسیح موعود کی ... عربی کتب کی ... اشاعت کے فنڈ کی ابتدا ہوئی لیکن باقی امراء اور غرباء سب خاموش ہیں۔ کیا ...... جماعت کے امراء اور غریبوں کا فرض نہیں اور جماعتوں کے سیکرٹریوں کا فرض نہیں کہ اپنی اپنی جماعت میں تحریک کریں اس فنڈ کے لئے حسب استطاعت اعانت کریں۔ غریبوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ کوئی بھاری رقم کہاں دے سکتے ہیں۔ دیکھو خدا تعالےٰ کی نظر دلوں پر رہتی ہے اور انسان کے خلوص کی قدر ہے۔ جیسے قربانیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولاکن ینالہ التقوی منکم۔

ترجمہ:۔ تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ صرف تمہارا تقویٰ جو میرے لئے اختیار کرو، یعنے نیت اور اخلاص۔ جنگ تبوک کے لئے جہاں حضرت ابوبکرؓ نے سارا مال دیا حضرت عمرؓ نے نصف سارے مال کا اور حضرت عثمانؓ نے سو اونٹ بمعہ راشن دیا وہاں ایک صحابی نے دو سیر کھجور لا کر حضور سرور کائنات کی خدمت میں پیش کر دیں کہ حضور میری ساری جائداد یہ دو سیر کھجوریں ہیں جو میں گذشتہ شب ایک شخص کے کھیت کی رکھوالی کر کے کما ئی ہیں۔ اور چند مجاہد آئے اور کہا حضور دو تین سو میل کا سفر ہے اگر ہمیں سواری مل جائے تو ہم حاضر ہیں تو حضور نے فرمایا لا اجد ما احملکم علیہ۔ تولوا واعینھم تفیض من الدمع (التوبہ ۱۰/۱۸)...... یہ لوگ بڑا اخلاص سے آئے تھے لیکن سواری کا بندوبست نہ کر سکتے تھے واپس ہو گئے۔ ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ان اللہ شاکر علیم۔ خدا علم والا اور شکر کرنے والا ہے۔ انکے اخلاص کا خدا کو علم تھا۔ اور ان کی بے بسی کا بھی تو ان کے آنسوؤں کی اتنی قدر کی کہ دنیا کی آخری الہامی کتاب میں اس کا ذکر کیا جو قیامت تک ان کا ذکر رہے گا۔ جتنی استطاعت ہو کچھ دینا چاہیئے امیر ہو یا غریب جس محبت اور اخلاص سے دے گا اس کا اس کو اجر ملے گا غریبوں کے لئے بھی جہاد کا موقع ہے جیسے امراء کے لئے۔ خدا تعالےٰ امیر اور غریب سب کے دلوں کو کھول دے کہ پورے اخلاص سے آگے بڑھیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"مجھے خدا نے بتایا مبراان ہی سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت کرتے ہیں"

اب یہ قوم کے امراء و غرباء اور جماعتوں کا کام ہے کہ وہ غور کریں کہ وہ کس مقام پہ کھڑے ہیں، اور کہاں تک وہ مسیح موعودؑ کی کتب (یعنی .... اُن کی تصنیفات) کی اشاعت میں اعانت اور نصرت کرتے ہیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ہماری جماعت کے ہر فرد کو جس نے پیغام صلح مورخہ ۲۲ اکتوبر پڑھا ہو حضرت صاحب کے ان الہامات پر کامل ایمان ہو گا۔

(۱) ترجمہ "میرے رب نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی ہے اور الہام کیا کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں"

(۲) ترجمہ "میں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ فوج در فوج خدائے قادر مختار کی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں اور یہ آسمان کے رب کی طرف سے ہے، اور اہل زمین کی نظروں میں عجیب ہے"

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۳)
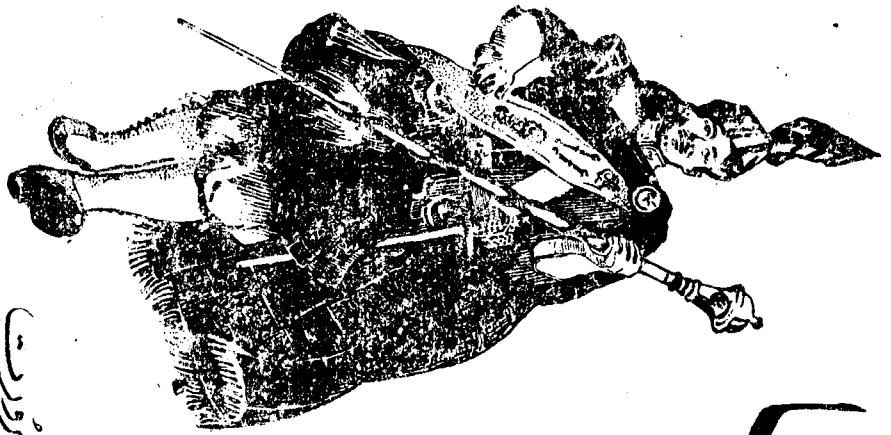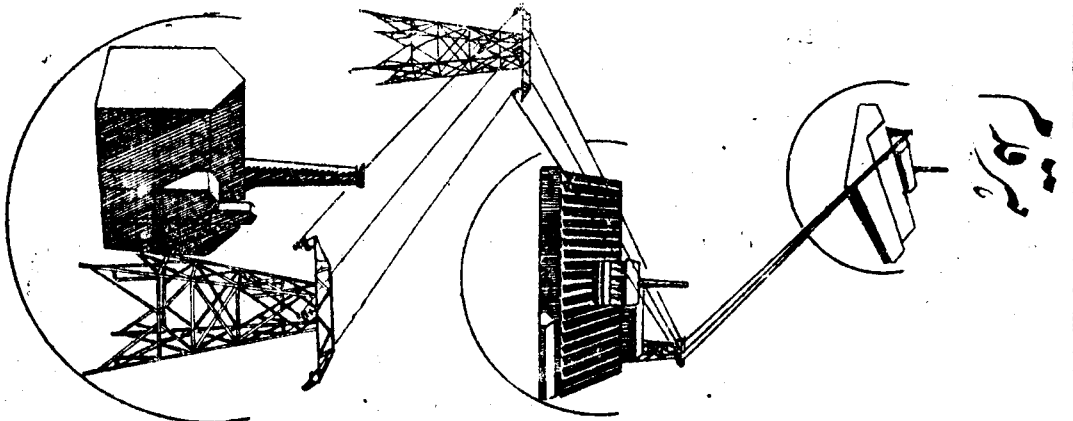
اسلامی تصوّف پر لیکچر بقیہ صفحہ اوّل

ہوائی جہازوں کا دستہ پہاڑوں پر پرواز کرتا ہوا نظر آیا۔ تو معًا مجاہدین الجیریا کی داستان غم والم نے دل گدازی اور رقت پیدا کر دی۔ ۱۲/۵۸ کو پھر سمندر موجزن تھا۔ کچھ لوگ پھر بستر پر گر گئے اس دن جہاز والوں نے نوٹس بورڈ پر اعلان تحریر کر دیا۔ کہ بروز جمعہ ۱۲/۵۸ ۵ بوقت ½ ۲ بجے خطبہ امام شاہجہان مسجد دوکنگ پڑھیں گے۔ موضوع اسلام کا پیغام امن ہوگا۔ غیر مسلم احباب بھی سامعین میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بفضل ایزدی ایک سو کے قریب غیر مسلم مرد و زن شریک تھے۔ اور خطبہ کے بعد نماز کے منظر کے لئے بھی ٹھہرے رہے اور نماز کے بعد میں نے نماز کے ارکان پر ایک مختصر سی تقریر کی۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے خطبہ کا اثر اس قدر ہوا۔ کہ انگریز مرد و زن نے مجھے مبارک باد دی اور دیر تک تبادلہ خیال ہوتا رہا اور آئندہ جمعہ Position of Woman in Islam (اسلام میں عورت کی حیثیت) پر لیکچر کی استدعا کی۔ بروز ہفتہ بھی لوگ اسلام کے متعلق استفسارات کرتے رہے۔ غرضیکہ تبلیغ اسلام کا زرین موقعہ اللہ تعالےٰ نے عطا کر دیا۔ ۷ ردسمبر کو موسم بہت ہی خوشگوار اور سمندر پرسکون ہے۔ آج رات بالکل سوئے

پیغام صلح مورخہ ۱۷ ردسمبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر ۔ گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور ۔ پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ رجمادی الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۹

ہمارا مذہب

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ما مسلمانیم از فضلِ خدا

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بر و شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

—— (مسیح موعودؑ)

خیر مقدم

اس وقت جبکہ یہ پرچہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گا ہمارے کئی احباب جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے لاہور پہنچ چکے ہوں گے اور بہت سے بر سر راہ ہوں گے، ان تمام دوستوں کا ہم تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی ہمت اور عزم کو بابرکت فرمائے اور ان کے وجود کو جماعت کے استحکام اور دوسرے تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سربلندی کا موجب بنائے۔ فی الحقیقت یہی وہ اغراض ہیں جن کے لئے حضرت مجدد وقت، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی اور انہی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی۔

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح قصاب دو چھریوں کو آپس میں رگڑ کر تیز کر لیتا ہے اسی طرح مومنوں کے باہم ملنے سے قلوب کے اندر صفائی اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جلسہ سالانہ کو باہمی محبت و مؤدت پیدا کرنے اور تقوےٰ اللہ کے بڑھانے کا ذریعہ بنایا ہے پس آیئے آج ہم مل کر اپنی دیرینہ محبت و مؤدت کو تازہ کریں اور ایک دوسرے سے نور حاصل کر کے اپنے دلوں کو منور کریں تاکہ دنیا میں نیکی اور پاکیزگی پھیلانے اور اعلائے کلمۃ اللہ کرنے کا فرض سرانجام دے سکیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی ان دعاؤں کے وارث ہوں جو آپ نے جلسہ سالانہ میں آنیوالوں کے لئے کی ہیں:-

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ انکے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے

اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرماوے اور انکو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ انکو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے، اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو، اے خدا، اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکلکشا ہماری دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما، کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین"

مکتوب ہالینڈ

شیخ میاں محمد رسٹ ہالینڈ کی تبلیغی سرگرمیاں

شیخ محمد طفیل صاحب ایمسٹرڈم (ہالینڈ)

اسلام کے متعلق غلط خیالات

مارسن ایک چھوٹا سا شہر ہے، جہاں کچھ عرصہ ہوا مجھے اسلام پر لیکچر دینے کے لئے بلایا گیا تھا۔ تقریر کے اختتام پر ایک صاحب اُٹھ کر کہنے لگے کہ جیسے ہم کسی زمانہ میں خیال کرتے تھے کہ ردی لوگ موم بتیاں بھی کھا جاتے ہیں۔ اسی طرح آج معلوم ہوا کہ ہمارے خیالات اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بھی اسی طرح کے ہیں۔

کانگریس آف فیتھس میں پیغام اسلام کی جاذبیت

آمرز فورٹ میں جو کانفرنس ہوئی اس کا حال قارئین پیغام صلح (خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کی رپورٹ میں) پڑھ چکے ہیں۔ ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے سہ ماہی رسالہ فورم (FORUM) کے دسمبر کے پرچہ میں ایڈیٹر نے اس کانفرنس کا بھی تذکرہ کیا ہے، اس میں سے ایک حصہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:—

"ایک ممبر کے تاثرات یہ ہیں، میں ریورنڈ آرتھر پی کاک کا خصوصاً اُن کے کامیاب لیکچر پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور مسٹر طفیل کا اُن کے اخلاص سے بھرپور الفاظ کا جو انہوں نے دوران دُعا میں بیان فرمائے ان کا پیغام سادہ مگر دل میں اثر کر جانے والا تھا۔ خدا کرے جو لوگ ورلڈ کانگرس آف فیتھس میں شامل ہوتے ہیں وہ اپنے قلوب کو تعصب سے صاف کر کے ان مجالس میں شامل ہوں، گھر بیٹھ کر مذہبی کتب کا مطالعہ علیحدہ بات ہے اور مذہب کو صحیح طور پر سمجھنا علیحدہ بات۔ یہ دونوں امور علیحدہ ہیں انہیں خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے"

اسی اداریہ میں آگے چل کر ایک اور خط کا اقتباس دیا گیا ہے۔ جس کا تعلق بھی میری دعائیہ تقریر سے ہے۔ اسلئے ایک حصہ کا ترجمہ بھی تحدیث بالنعمت کے طور پر پیش کرتا ہوں، فخر کی غرض سے نہیں، مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ اسلام کے سادہ پیغام میں بھی اگر اسے صحیح طرح سے پہنچایا جائے کس قدر جاذبیت ہے۔

"جب امام (خاکسار ناقل) نے یہ بات آہستہ سے کہدی تو انہوں نے قرآن کی دسری دعائیں پڑھکر سنائیں، جو لوگ اُس وقت حاضر تھے اُن کے لئے یہ لمحات دلوں کو ہلا دینے والے تھے .... بعد میں کسی نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ان الفاظ میں کیا کہ ہم نے اس سے قبل کبھی اس طرح کا دعائیہ وقت نہیں گذارا، یقیناً ایسا وقت کبھی شاذ ہی نصیب ہوتا ہے۔ اور جب بھی (قرآن کے۔ ناقل) یہ سادہ الفاظ الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم ہمارے کانوں میں پڑیں گے تو ہمارے خیالات ہمیں واپس آمرز فورٹ کانفرنس کے اس کمرہ کی طرف لے آئیں گے جہاں ہمیں ایک ناقابلِ فراموش تجربہ حاصل ہوا تھا۔"

ریڈیو پر تقریر

اس کانفرنس سے متعلق مجھے بھی اسی قسم کے بعض خطوط موصول ہوتے ہیں۔ آمرز فورٹ سے آ کر ایمسٹرڈم میں احباب کرام کی ایک میٹنگ ہوئی جس کا ذکر اس سے قبل پیغام صلح کے کالموں میں آ چکا ہے۔ ۳۱ر اکتوبر کو ریڈیو ہالینڈ سے پاکستان کے متعلق ایک طویل پروگرام نشر ہوا جس میں چند منٹوں کے لئے میری اہلیہ اور بچوں کو بھی ڈچ میں بولنے کا موقع دیا گیا۔

ڈین ہیگ میں تقریروں کی دعوت

۸ر نومبر کو ڈین ہیگ میں یہ ورلڈ فیڈریشن کی پروگرام کمیٹی میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔ ان کی نئے سال کی کانفرنس کا موضوع ہے "نیو ورلڈ آرڈر" سائنس سیاست۔ فلسفہ۔ مذہب کی رُو سے اس موضوع پر بحث ہوگی۔ مذہب کے حصہ پر مجھے بحث کے لئے کہا گیا ہے۔

صوفی موومنٹ میں تقریر

۲۰ر نومبر کو ڈین ہیگ میں صوفی موومنٹ کے ایک اجلاس میں تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔ انتظام تو [illegible] کے موجودہ پیرو مرشد مسٹر شرفت خاں نے کیا تھا۔ لیکن وہ کسی کام سے سیلون گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس لیکچر کی روئداد اپنے مُریدوں سے سُن کر مجھے پھر ایک بار ہیگ آنے کی دعوت دی ہے تاکہ اس دفعہ تقریر ان کی موجودگی میں ہو۔ شرفت خاں صاحب بڑے ہوشیار اور مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ ان کی ڈچ اہلیہ ایک سکول کی ہیڈ مسٹرس ہیں، جس دن لیکچر تھا کھانے پر بھی بلایا تھا۔ اتفاق سے جمعرات تھی۔ کھانے سے پیشتر فرمایا آپ ختم دیں گے؟ مجھے کچھ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ختم کیسا۔ پھر مجھے یکدم خیال آیا کہ اخوہ یہ تو جمعرات پیروں کی کرامات والا دن ہے میں نے معذرت کی۔ اور کہا میں صرف کھانے کے بعد نماز پڑھوں گا۔

بارخسم میں ایک کانفرنس

۲۲ر نومبر کو ایمسٹرڈم سے کوئی دو گھنٹہ کی مسافت پر ایک جگہ بارخم BARCHEM ہے وہاں ایک کانفرنس کے سلسلہ میں جانا پڑا۔ اس کانفرنس کا موضوع اسلام اور عرب دنیا تھا۔ ڈاکٹر فرانکن اور مسز کرامر (مرحوم پروفیسر کرامر جنہوں نے قرآن کا ترجمہ ڈچ میں کیا ہے ان کی بیوی) نے تقاریر کیں۔ یہ سُن کر بڑی حیرت ہوئی کہ اسلام کے متعلق بڑے ہمدردانہ خیالات ظاہر کئے گئے مجھے بھی مختلف موقعوں پر کچھ کہنے کی فرمائش کی گئی۔ جسے بڑی توجہ سے سُنا گیا۔ آئندہ سال اسجگہ اسلام کے موضوع پر ایک ہفتہ بھر کے لئے کانفرنس ہوگی۔ آمرز فورٹ کی طرح یہ جگہ بھی شور و غل سے دُور ایک دیہات میں واقعہ ہے۔ اسجگہ قریباً ایک سو آدمیوں کے قیام و طعام کا آسانی سے انتظام ہو سکتا ہے۔ موسم گرما میں لوگ اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے آتے ہیں جن کی دیکھ بھال کے لئے علیحدہ نرسیں ہوتی ہیں۔ ماں باپ کانفرنس میں حصہ لیتے ہیں۔ بچے کھیل کود میں۔

بعض خواتین سے گفت و شنید

واپسی پر دو ڈچ خواتین ایمسٹرڈم تک ہمراہ آئیں اور مختلف قسم کے سوالات پوچھتی رہیں۔ اسلام تسکین قلب کے حصول کے لئے کیا تعلیم دیتا ہے۔ "شادی" کے متعلق کیا نظریہ پیش کرتا ہے۔ ایک خاتون کہنے لگیں کہ سُنا ہے کہ قانون اسلام میں مرد ایک عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے۔ لیکن مسلمان عورت عیسائی مرد سے شادی نہیں کر سکتی، کیا یہ درست ہے؟ میں نے کہا ہاں اسی طرح ہے۔ سٹرینگہ گاڑی کے شور و غل کے ساتھ ساتھ اس قسم کے بہت سے موضوع زیر بحث آئے ایک خاتون کہنے لگی مجھے اسلام کی اور باتیں تو پسند ہیں لیکن یہ تعدد ازدواج کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اتفاق سے اس کانفرنس میں آٹھ مرد اور تیس خواتین تھیں۔ میں نے کہا۔ آپ ہی کوئی مناسب و معقول حل تجویز کریں اعتراض کر دینا تو آسان ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئیں۔

دو نوجوانوں کا قبولِ اسلام

دو سال ہوئے مسٹر سیلاما خاکسار اور محمد علی گمان (سرینام) ایک جگہ تقریر کے لئے گئے تھے چند روز ہوئے وہاں سے ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ وہ اس وقت سے اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں اور اب مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ ابھی کچھ اور مطالعہ کریں تاکہ وہ جس چیز کو وہ قبول کریں سوچ سمجھ کر کریں۔ مجھ سے وہ کتب لے کر چلے گئے۔ اسی طرح ایک اور نوجوان جسے میں نے اسلام کے متعلق کچھ کتب دی تھیں اور وہ بھی اسلام سے بہت قریب ہو چکے تھے۔ ان کا ایک خط منگا پور سے آیا جس میں لکھا تھا کہ "جیزز ان ہیون آن ارتھ" کا مطالعہ کرنے پر

(باقی پر صفحہ ۱۱)

تبلیغ اسلام، جماعت اسلامی اور جماعت احمدیہ

سابق جماعت اسلامی کے قائد مولنا مودودی کو بعض اخبارات نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اب جبکہ اُن کا سیاسی نظام ختم ہو چکا ہے، وہ اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ کا بیڑا اُٹھائیں تو پاکستان کے عوام دل کھول کر اُن کی مدد کریں گے۔

اس کے جواب میں مولنا مودودی نے اپنی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ "جہاں تک بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا تعلق ہے اس میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ حکومت کی طرف سے زرمبادلہ کا نہ ملنا" اور "دوسری مشکل ملک سے باہر جانے کے لئے پاسپورٹ کی ہے"؟ اسی سلسلہ میں مولنا نے یہ بھی لکھا ہے کہ:—

"اس کے باوجود جماعت اسلامی جب تک قائم رہی انگریزی، عربی اور کسی حد تک فرنچ زبانوں میں اسلامی لٹریچر کے ذریعہ مختلف ممالک میں اشاعت کا کام کرتی رہی ہے اور مستقبل قریب میں اس نے باہر تبلیغ و تعلیم کے لئے آدمی بھیجنے کا پروگرام بھی بنایا تھا لیکن اب جبکہ دوسری جماعتوں کے ساتھ یہ جماعت بھی توڑ دی گئی ہے جہاں ہمارا خدمت خلق، اصلاح اخلاق اور اندرون ملک میں اسلامی افکار کی اشاعت کا کام بند ہوا ہے بیرون ملک میں بھی ہمارا کام ختم ہو گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کے بڑے کام کسی فرد واحد کے کرنے کے نہیں ہوتے ان کے لئے بہرحال ایک تنظیم درکار ہوتی ہے اور وہ اب موجود نہیں"

ہمیں اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں، جماعت اسلامی جس نہج پر کام کرتی رہی ہے، اس کا حشر یہی ہو سکتا تھا، جو اب دیکھنے میں آیا ہے، اگر سیاسی سرگرمیوں سے کلیتاً الگ ہو کر محض تبلیغ اسلام کا کام پیش نظر ہوتا تو شاید اسے یہ دن دیکھنے نہ پڑتے، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مولانا مودودی نے اور تو اور خود اپنی جماعت کے بڑے بڑے اراکین کے مشوروں کے خلاف سیاست کی دلدلوں میں قدم فرمائی ہی کو اس جماعت کا اہم ترین فریضہ قرار دیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج وہ کسی نیک کام کو بھی ہاتھ لگانے کے قابل نہیں۔ انہوں نے بالکل سچ کہا ہے کہ:—

"یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کے بڑے کام (یعنی تبلیغ اسلام) کسی فرد واحد کے کرنے کے نہیں ہوتے ان کے لئے بہرحال ایک تنظیم درکار ہوتی ہے اور وہ اب موجود نہیں"

یہ فقرہ جماعت احمدیہ کے لئے خاص طور پر غور اور توجہ کے قابل ہے، خدا تعالےٰ کا کتنا فضل اس جماعت پر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مشکل سے مشکل حالات میں ہمیشہ اس کی دستگیری فرمائی، اور کئی ایسے مواقع پر جبکہ اس کے زندہ رہنے کا بظاہر کوئی امکان باقی نہ رہ گیا تھا، غیب سے اس کی نصرت فرما کر اس کو قائم و دائم رکھا اور اس قابل بنایا کہ اس کے پاک دین کی خدمت سرانجام دیتی رہے، یہ محض حضرت مجددِ وقت کی پرسوز دعاؤں اور دلی آرزوؤں کا نتیجہ ہے کہ آپ کی قائم کردہ تنظیم نہ صرف آج تک زندہ اور قائم ہے، بلکہ ان تمام دقتوں اور رکاوٹوں کے باوجود جن کا ذکر مولانا مودودی نے اپنے مقولہ بالا بیان میں کیا ہے اسے خدمت دین اور اشاعت اسلام کے اہم ترین کام کی سرانجام دہی کی توفیق مرحمت فرمائی یہ حضرت مجدد وقت کی صداقت کا ایک زندہ نشان اور اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس زمانہ میں اشاعت اسلام کا کام صرف اسی جماعت کے حصہ میں آیا ہے جو حضرت مجدد وقت سے وابستہ ہے، دوسری کسی جماعت یا فرد کو یہ توفیق میسر نہیں آسکتی، بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:—

"مجدد وہ ہے کہ اس کے زمانہ میں جو فیوض و برکات اقوام کو پہنچتے ہیں وہ اسی کے توسط سے پہنچتے ہیں اگرچہ اس زمانہ میں .... اقطاب اوتاد ہوں یا ابدال وغیرہ ہوں اُن میں سے کوئی بھی مجدد وقت کے توسط کے بغیر فیض روحانی سے مستفیض نہیں ہو سکتا"

لیکن افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ ان کھلے واقعات کو دیکھتے ہوئے کہ اشاعت اسلام کا مہتمم بالشان کام آج جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے نہایت اعلےٰ پیمانہ پر سرانجام پا رہا ہے جس کے شاندار نتائج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ہمارے معاصرین اس کا اعتراف بلکہ ذکر تک کرنے کے لئے تیار نہیں، اس سلسلہ میں پشاور کے روزنامہ "شہباز" کے حسب ذیل فقرات خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں جن میں اس نے مولانا مودودی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے :—

"بیرون ملک اشاعت و تبلیغ کے بارے میں حضرت مولانا نے جن مشکلات کا ذکر کیا ہے اُن سے انکار نہیں ہو سکتا، حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے کوئی خاص توجہ بھی نہیں دی گئی اگر دوسرے امور کی طرح اس پر بھی توجہ مبذول کی جاتی اور پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ پاسپورٹ ویزا اور زرمبادلہ کے لئے کہا جاتا تو شاید کچھ نہ کچھ ہو جاتا سابق جماعت اسلامی نے اگر تبلیغ کی خاطر پاسپورٹ ویزا لینے کا ارادہ کیا بھی ہوگا تو سابقہ حکومتیں اس کے سیاسی کردار سے گھبرا کر رکاوٹ بنی ہوں گی"

معاصر شہباز کے آخری فقرہ کے ساتھ ہمیں کلی اتفاق ہونے کے باوجود ہم اس شکایت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ اس نے یہ کہکر کہ

"ہمارے ملک میں غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی"

ایک ایسی حقیقت کا انکار کیا ہے جو سورج کی طرح روشن ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ ہمارے ہی ملک میں جماعت احمدیہ نے نہ صرف غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے خاص توجہ ہی کی ہے بلکہ انگلستان، جرمنی اور امریکہ میں باقاعدہ تبلیغی مشن قائم کر رکھے ہیں، جن سے ایسے شاندار نتائج پیدا ہو رہے ہیں، کہ قرون اولیٰ کے بعد ساری اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے یہ وہ واقعات ہیں جن سے آج نہ صرف ہر پاکستانی مسلمان بخوبی واقف ہے بلکہ دیگر ممالک میں بھی جماعت احمدیہ کا یہ کارنامہ شہرۂ آفاق کی حیثیت رکھتا ہے یہاں تک کہ انگلستان کے اخبارات اور مصنفین بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ لاہور کے احمدی مبلغین کو انگلستان میں اسلام کی راہ ہموار کرنے میں خاص کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ان کھلے واقعات کے باوجود معاصر "شہباز" کا یہ کہنا کہ

"ہمارے ملک میں غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی"

کس قدر افسوسناک اور کتنا تعجب خیز امر ہے کیا اس سے بڑھکر تعصب اور کم نظری کی نظیر کہیں مل سکتی ہے؟ آپ بے شک مولانا مودودی یا کسی اور بڑے سے بڑے "مولانا" کو تبلیغ اسلام کی دعوت دیں یہ ایک نیک کام ہے جس کی مخالفت کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا لیکن اسکے ساتھ ہی آپکا یہ کہنا کہ "اس ملک میں غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے کوئی خاص توجہ بھی نہیں کی گئی" ایک ایسی خلاف بیانی ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کاش ہمارے معاصرین کو اعتراف حق کی جرأت نصیب ہو؟

سیلف ہیلپ اور اخوتِ اسلامی پر انعامی مقابلہ تقاریر

طلبائے مسلم ہائی سکول ۲ کو اوّل و دوم درجہ کے انعامات

مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۸ء کو اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ایک انعامی مقابلہ تقاریر کی مجلس منعقد ہوئی۔ ہمارے سکول کے طالب علم عبدالہادی زاہد جماعت دہم نے انگریزی میں SELF HELP کے موضوع پر تقریر کر کے اوّل انعام حاصل کیا اور محمد اکبر جماعت ہشتم نے اردو میں اخوتِ اسلامی کے موضوع پر تقریر کر کے دوسرے درجے کا انعام حاصل کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اخوتِ اسلامی کی تقریر درج ذیل ہے۔ (برکت علی۔ مسلم ہائی سکول ۲ لاہور)

تاریخ عالم شاہد کہ نوعِ انسانی کی سب سے بڑی لعنت سب سے بڑی مصیبت اور سب سے ہلاکت کا وہ وقت ہوتا ہے۔ جبکہ لوگوں کا شیرازہ بکھر جاتے۔ طاقت پراگندہ ہو جائے۔ باہمی اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہو جاتے۔ عدل و انصاف کی جڑ کٹ کر امن و سکون کا خاتمہ ہو جائے۔ یہی منظر دنیا نے اس وقت بھی دیکھا۔ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر قدم رنجہ فرمایا۔ اس وقت کسی ملک یا کسی قوم کا حصہ اس لعنت میں مبتلا نہ تھا بلکہ ساری کی ساری دنیا ظالم کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر رہ چکی تھی۔

رومیوں نے افریقیوں کا گلا دبایا۔ مصریوں نے شامیوں کو ان کے حقوق سے محروم کیا۔ یونانیوں نے ایرانیوں کی عزت و ناموس کو برباد کیا۔ تاتاریوں نے اپنے مغلوب شکار کی زندگی اور بربریت میں جنگل کے درندوں کو مات کر دیا۔ برہمن اور کھشتری نے ویش اور شودر کا گلا گھونٹا اور اہل عرب جو اپنی غیر شیرازہ بندی کی وجہ سے ڈھوروں کا ایک گلہ تھے۔ اپنے ہی جگر گوشوں یعنی اپنی بیٹیوں کے خونِ ناحق سے اپنی حس بربریت کو تسکین دلاتی۔ غرض دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہ تھا۔ جہاں طاقتوروں نے کمزور کو اپنا تختۂ مشق نہ بنایا ہو، اور ضعیف و ناتوان کو شرفِ انسانیت سے دست بردار نہ ہونا پڑا ہو۔ اس اضطرابِ عالم میں جبکہ انسانیت انسان کی بربریت کے آگے بے دست و پا ہو چکی تھی۔ ہادئ اسلام حضور پرنور سرورِ کائنات نے خدا کی بے چارہ و درماندہ مخلوق کو وہ پیغامِ رحمت دیا جس سے سسکیاں لے لے کر دم توڑتی ہوئی انسانیت کی رگِ جان تڑپ اٹھی۔ آپؐ نے کلُّ مؤمن اخوۃٌ کا عملی سبق پڑھایا۔ اور انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کا قانون مقرر فرمایا۔ یعنی بڑائی اور شرف اسی شخص کو مل سکتا ہے، جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہو، اور جس کے اعمال میں سب سے زیادہ راستی ہو۔ حضورؐ نے اپنے عمل سے اس قانون کو ہمیشہ کے لئے اپنی امت میں جاری و ساری فرمایا۔ بلال رضؓ جو ایک حبشی غلام تھا۔ اسے اپنے گلے سے لگا کر اپنا نقیب ٹھہرایا۔ سلمان فارسی الاصل کو اپنے اہل بیت سے قرار دیا۔ غلام زادہ اسامہ کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر دنیا کو دکھا دیا۔ کہ شرف و مرتبت رنگ و نسل کی وجہ سے نہیں بلکہ خوبصورت اعمال اور اخلاقِ حسنہ سے ہے۔ یہی منظر ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت میں نظر آتا ہے۔ جب وہ خلیفہ ہوئے تو پہلے ہی خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! جب میں ٹیڑھا چلنے لگوں تو مجھے ڈنڈے سے سیدھا کرو۔ یہی منظر اس وقت بھی دکھائی دیتا ہے جب حضرت عمر فاروق رضؓ اپنے غلام کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک منظر اس وقت دکھائی دیتا ہے۔ جب مکّہ کے مہاجر لٹ پٹ کر مدینہ میں آئے۔ اور مدینہ کے انصار نے اپنے تمام املاک نصف نصف اپنے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیئے۔

یہ ہے اخوتِ اسلامی اور یہ ہے بنی نوعِ انسان کا وہ مذہب جو دکھوں اذیتوں اور زخموں سے نجات بخشتا ہے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جائے حیرت ہے، مقامِ صد افسوس ہے۔ ماتم کرنے کی جگہ ہے۔ کہ آج ہمارے رہنما سیاسی ہوں یا مذہبی اخوتِ اسلامی کے جذبات سے تہیدست اور عاری ہیں۔ وہ اسلام کے اس پاک اصول کو بطور حربہ اس وقت استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ان کی گدی معرضِ خطر میں۔ جب انہیں اپنی کرسی چھنتی نظر آتی ہو، یا جب وہ حاصل کرنا ہو۔ جب وہ کرسی حاصل کر لیتے ہیں تو اپنے مظلوم بھائیوں کو بھول کر چوری، چور بازاری، سمگلنگ اور رشوت خوری کا بازار گرم کر لیتے ہیں، کاش ہمارے اسلام کے تمام لیوا اسلامی اخوت کے صحیح مقصد کو سمجھیں اور اپنے اندر اتفاق، محبت اور اتحاد پیدا کر کے دوسری قوموں پر غالب آ سکیں۔

خدا ہمیں حضور پرنور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ ثم آمین

خانبہادر غلام ربانی خانصاحب

انگلستان سے ۲۹ نومبر کو روانہ ہو کر ۱۷ دسمبر کو کراچی پہنچے جہاں سے ۲۰ دسمبر کی شام کو بذریعہ خیبر میل لاہور تشریف لائے اور لاہور سٹیشن سے ہی اپنے وطن مالوف .... تشریف لے گئے۔ امید ہے آپ ۲۴ دسمبر کو شمولیت جلسہ کے لئے لاہور تشریف لائیں گے۔

تقاریر کا انعامی مقابلہ!

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

کی طرف سے سالانہ تقاریر کا انعامی مقابلہ بعنوان :-

"اسلام اور اقوامِ عالم"

زیرِ صدارت جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، ۲۵ دسمبر بروز جمعرات ساڑھے سات بجے شام منعقد ہو رہا ہے۔

اس میں پاکستان کے متعدد کالجوں کے طلباء حصہ لے رہے ہیں۔

المشتہر۔ بشیر سامانوی سیکرٹری جنرل

احمدی بچوں کا ہفتہ وار جلسہ

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور پاکستان۔

آج بروز ہفتہ مورخہ ۶-۱۲-۵۸ بمقام شیخ محمدی زیر صدارت پروفیسر عبداللطیف صاحب احمدی بچوں کا ہفتہ وار جلسہ منعقد ہوا۔ پہلے امین اللہ شاکر نے تلاوت قرآن کریم سے جلسے کا آغاز کیا۔ اس کے بعد سیکرٹری نے گذشتہ جلسے کی کارروائی سنائی جس پر صدر صاحب نے احباب جماعت سے رائے مانگی۔ پھر شریف احمد، الصادق احمد نے سورۃ اور عبدالملک نے (حضرت مسیح موعودؑ) کے اشعار پڑھے اور خورشید احمد، بشیر احمد نے نماز کا سبق دیا۔ صدر صاحب کے فیصلہ کے مطابق بڑے لڑکوں میں مختار احمد فرسٹ شریف احمد سیکنڈ اور چھوٹے لڑکوں میں مقبول احمد فرسٹ منظور احمد سیکنڈ قرار دیئے گئے۔ مقبول احمد کو سب سے زیادہ انعام ملا کیونکہ فرسٹ آنے کے علاوہ وہ جلسے میں سب سے چھوٹا بھی تھا۔ اس کے بعد صدر صاحب نے تمام بچوں پر انعامات تقسیم کئے اور دعا کے بعد جلسہ آئندہ ہفتہ کے لئے برخاست ہوا۔

سعید احمد شاکر
سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن
شیخ محمدی پشاور

دُنیا کا ایک ہی بادشاہ

جو قانون کی پابندی سے اپنے آپ کو مستثنےٰ نہیں سمجھتا

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحًا جمیلاً ۔۔۔۔۔۔۔ واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من ایٰت اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفًا خبیراً (سورۃ الاحزاب آیات ۲۸ تا ۳۴)

نبی کریم صلعم پر احکام الٰہی کی فرمانبرداری لازم ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے احکام کے ماتحت ہیں، حضور صلعم کی بیگمات جن کو ہم اُمہات المومنین (مومنوں کی مائیں) کے معزز نام سے یاد کرتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت ہیں، حضرت کا یہ اعلان ہے ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ میرا اُٹھنا بیٹھنا، میرا جہاد، میرے معاملات، میری ساری زندگی، خدا تعالےٰ کے احکام کے ماتحت ہے، یہ بہت اہم اعلان ہے کہ خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری میں ہی سب کچھ ہے، اور یہی میرا طریق ہے اور فرمایا وامرت ان اکون اول المسلمین مجھے حکم ہے کہ سب سے زیادہ احکام الٰہی کی فرمانبرداری کرنے والا میں ہوں، اور فرمایا انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم میں بھی اگر اپنے رب کے احکام کی نافرمانی کروں تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب مجھ پر بھی آئے گا۔

عدیم المثال بادشاہ

یہ عدیم المثال بادشاہ اور پیغمبر ہے جو اعلان کرتا ہے کہ اگر میں خدا کے احکام کی نافرمانی کروں تو مجھ پر بھی عذاب آئے گا، یہ دنیا کا ایک ہی بادشاہ ہے جو احکام کی پابندی ضروری سمجھتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ اگر احکام کی نافرمانی ہوئی تو اس کا نتیجہ عذاب ہے۔

یورپ میں بادشاہ کے متعلق قانون

وہ لوگ بھی ہیں کہ جن کو کوئی اختیار مل جائے تو اسکو ناجائز طور پر استعمال کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اور یورپ میں بادشاہ کے متعلق یہ قانون ہے کہ:- THE KING CAN DO NO WRONG بادشاہ سے جرم سرزد ہی نہیں ہو سکتا، وہ جو کچھ بھی چاہے کرے۔ جو بھی بدعنوانیاں چاہے کرے۔ جیسی بھی بُری راہ پر چلے اس سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے کوئی کچہری نہیں کہ سمن بھیجا جا سکے۔

نبی کریم صلعم اور حضور کا خاندان بھی مواخذہ سے بری نہیں

نبی کریم صلعم ایک ہی بادشاہ ہیں جنھوں نے اپنے متعلق بھی کہا کہ میں بھی گناہ کروں تو مجھ سے مواخذہ ہوگا، اور اپنی بیٹی فاطمہ کے متعلق بھی کہا کہ اگر وہ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ آپ کے چچا ابو لہب کو جو بڑا وجیہہ اور خوبصورت اور شاندار چہرے والا تھا۔ اس کو اس کی بداعمالی کی وجہ سے سزا ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے قرآن میں لکھا گیا کہ تبت یدا ابی لھب وتب ابو لہب ہلاک ہو گیا، یہ حضور کے خاندان کا حال ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی جرم سرزد ہونے پر سزا سے نہیں بچ سکتا باوجودیکہ بادشاہ ہیں پیغمبر ہیں، لیکن اعمال کی جزا سزا میں دوسروں سے کوئی امتیاز نہیں۔ فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین اپنے قریبی رشتہ داروں کو سنا دیجئے کہ وہ بھی بد اعمالیوں کی سزا پائیں گے۔

ازواج مطہرات کے متعلق حکم

اس سورت میں اگر نبی کریم صلعم کا ذکر ہے تو آپ کی ازواج مطہرات کا بھی ذکر ہے، ان کے مناقب کا ذکر نہیں، ان کے شاندار کارناموں کا بیان نہیں، بلکہ ان کے فرائض اور ان کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے فرمایا یٰایھا النبی قل لازواجک اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے، ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا و زینتھا، آپ کو بادشاہت تو ملی تھی لشکروں کے بھی مالک ہیں، حضور کے ایک اشارہ پر لوگ مال و جان فدا کرنے پر تیار ہیں، باوجود اس کے حضور نہ تو اپنے لئے اور نہ ہی اپنے اہل کے لئے پسند کرتے ہیں، کہ ان کے لئے زیب و زینت کے سامان مہیا کئے جائیں، آپ کی بیگمات کو علم ہوتا ہے کہ اگر تم دنیا چاہتی ہو، دنیا پرستی اور دنیا کی زینت کی خواہش ہے محلات اور فرنیچر اور سواریوں کی طلب ہے، اگر چاہتی ہو کہ باغات ہوں، زیورات ہوں، اعلےٰ درجہ کے سامان ہوں فتعالین امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلاً تو پھر تم اس گھر کے لائق نہیں، آیئے ہم تمہیں مال دیتے ہیں، زیب و زینت کے سامان دے دیں گے لیکن خوبصورتی سے تمہیں اس گھر سے رخصت کر دیں گے۔ کیا ایسا کوئی بادشاہ ہے جو اس طرح اپنی بیگمات کو جواب دے سکے؟ کوئی بادشاہ دنیا میں ایسا نہیں جو اپنی ازواج کو زیب و زینت کے سامانوں سے محروم کر دے وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ، اور اگر آپ کے مقاصد میں خدا اور خدا کا رسول اور یوم آخرت ہے فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجراً عظیمًا تو ایسی نیک بیگمات کے لئے اللہ تعالےٰ نے اجر عظیم تیار کیا ہے۔

ازواجِ نبوی کو جرم کی دوگنی سزا

ینسآء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ۔ اے نبی کی بیویو اگر کوئی تم میں سے کوئی بے حیائی کا کام کرے یضعف لھا العذاب ضعفین تو اس کو دو چند سزا دی جائے گی، کہاں وہ قانون کہ THE KING CAN DO NO WRONG۔ اور کہاں اس دو جہان کے بادشاہ کے متعلق یہ حکم کہ اگر اس کی ازواج کوئی گناہ کریں تو ان کو دوگنی سزا دی جائے گی۔ کچھ عرصہ ہوا جوناگڑھ کی بیگم نے جو کراچی میں مقیم ہیں اپنی ایک لونڈی کو مار مار کر ہلاک کر دیا، جب اس سے پرسش ہوئی تو اس نے کہا انگریز کے عہد میں جس طرح بادشاہ ہر قسم کی قانونی گرفت سے آزاد ہوتا تھا، اسی طرح ہم راجاؤں اور نوابوں کو ناقابل سرزنش سمجھا جاتا تھا، یہی قانون اب بھی ہمارے لئے روا رکھا جائے۔ اس کے مقابل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم سے کوئی جرم سرزد ہوا تو تمہیں دوگنی سزا دی جائے گی۔ وکان ذالک علی اللہ یسیراً شاہی خاندان کو سزا دینا مشکل سمجھا جاتا ہے لیکن ہمارے لئے یہ آسان ہے ہم آسانی سے ایسے لوگوں کو سزا دے سکتے ہیں خواہ وہ کتنا بڑا بادشاہ یا پیغمبر ہو، کیا ایسا کوئی بادشاہ کسی نے سنا ہے؟ کیا کوئی ایسا انسان سطح ارض پر پیدا ہوا جو بادشاہ اور خدا رسیدہ ہو کر اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو جرائم پر سزا کا مستوجب ٹھہرائے۔

احکام الٰہی کی فرمانبرداری پر دوگنا اجر

اس کے ساتھ ہی فرمایا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ، جو عورتیں خدا کی فرمانبرداری اختیار کریں، اور اس کے رسول کے احکام پر چلیں وتعمل صالحًا اور ان کی زندگی اور ان کے اعمال میں صلاحیت نظر آئے نؤتھا اجرھا مرتین ان کے لئے اجر بھی دوگنا ہے، کیونکہ ان کے اچھے طریق کو دیکھ کر دوسرے بھی ان کی تقلید کریں گے واعتدنا لھا رزقًا کریمًا ہم ان کو عزت کی معیشت عطا کریں گے۔

غیر مرد سے طریق گفتگو کا سبق

ینسآء النبی لستن کاحد من النسآء اے نبی کی بیویو سُن رکھو کہ تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، تمہاری ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض، اگر تم متقی ہو تو دوسرے مردوں سے جب بات کرنی پڑے تو ایسی یا وقار آواز سے بات کرو کہ سننے والے کو تمہارے متعلق کوئی بُرا خیال پیدا نہ ہو، اس میں بتایا ہے کہ تمہیں مردوں سے گفتگو کرنی پڑے گی، لیکن طرز گفتگو کیا ہو، ایسی طرز سے بات کرو کہ سننے والے کو سمجھ آ جائے کہ کس اعلےٰ پایہ کی عورت سے بات کر رہا ہے، وقلن قولاً معروفًا۔ اور خوبی اور نیکی کی بات کرو۔

عورت کیلئے عزت کا مقام

وقرن فی بیوتکن تمہارا یہ کام نہیں کہ تم پارٹیوں وغیرہ میں جاؤ۔ تمہیں گھروں میں ٹھہرنا چاہیئے اسی میں تمہارے لئے برکت ہے، عورت کے لئے اس کا گھر عزت کا مقام ہے، وہ مردوں کا کھلونا نہیں کہ بن سنور کر باہر پھرتی رہے۔ لندن میں ایک عورت جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس نے عورتوں کی آزادی کے لئے بڑی جدوجہد کی ہے اور جو بڑی آزاد اور دلیر عورت تھی ہمارے ہاں جمعہ میں آتی اور باوجودیکہ مسلمان نہ تھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتی تھی، ایک دن وہ نماز کے بعد کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی کہ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ عورتوں کو پچھلی صف میں کیوں کھڑا کیا جاتا ہے، یہ عورت کی بے عزتی ہے، میں نے جواب دیا کہ کیا آپ پسند کرتی ہیں کہ آپ اگلی صف میں ہوں اور آپ کے پیچھے مرد آپ کی جسمانی حرکات اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز کو دیکھیں، کیا یہ عورت کی بے عزتی نہیں؟ اس نے کہا میں سمجھ گئی ہوں، اس بارہ میں عورت کے لئے عزت کا مقام وہی ہے جہاں اسے کھڑا کیا گیا ہے۔

عورتوں کا زیب و زینت کر کے باہر نکلنا

غرض اسلام نے عورت کی ہر طرح سے عزت قائم کی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وقرن فی بیوتکن تمہارا مقام تمہارا گھر ہے، تمہارے گھر کی ذمہ داریاں تم پر ہیں، تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور گھر کی ذمہ داریاں کو پورا کرو۔ ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ زیب و زینت کر کے باہر جانا تمہارے لئے ٹھیک نہیں۔ اس چیز نے یورپ کا بیڑا غرق کر دیا ہے، وہاں کے بشپ فلاں اور لارڈ بشپ فلاں رو رہے ہیں کہ مردوں کو کیا ہو گیا اور عورتوں کو کیا ہو گیا انہوں نے حیوانیت کی زندگی اختیار کر لی ہے۔ ان کے آرٹ کالج میں لڑکیاں برہنہ ہو کر تصویر کھنچوانے کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں تو جوان طالب علم اُن کے چاروں طرف کھڑے ہو جاتے ہیں اور انکی مختلف ہیئت کی تصویریں تیار کرتے ہیں، یہ حالات بہت ہی شرمناک ہیں، اسی لئے فرمایا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ تمہارا ٹھکانہ تمہارا گھر ہے، جاہلیت کے زمانہ کی عورتوں کی طرح زیب و زینت کر کے باہر نہ نکلا کرو،

پرانی تہذیب کی اصلاح

آپ نے ہندو عورتوں کو دیکھا ہو گا جن کے پیٹ ننگے رہتے ہیں، یہ ہندوؤں کی پرانی تہذیب ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو تمہاری پرانی تہذیب ہے کہ عورتیں ننگی پھرا کرتی تھیں میں اس کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ زیب و زینت دکھاتے اور جسم کے مختلف حصوں کی نمائش کے لئے باہر نکلنا جائز نہیں، گھروں کے اندر بیٹھنا تمہاری شرافت کو بڑھائے گا ......

- - - - - - - - - - - - - - -

اہل بیت کی تطہیر

واقمن الصلوٰۃ تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے واٰتین الزکوٰۃ اور اپنے روپیہ سے غرباء کی پرورش کرنا ہے واطعن اللہ ورسولہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آئے یا اس کا رسول تمہیں جس راہ پر لگائے اس کی اطاعت کرنا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے۔ کیا اگر کسی شخص کے کپڑے پر داغ ہو تو وہ مجلس میں جا سکتا ہے؟ اگر کسی کے ماتھے پر گندگی لگی ہو تو وہ اسی طرح باہر نکل سکتا ہے؟ کیا اسکی ذلت اس سے نہ ہو گی، تو فرمایا اے اہل بیت ہم تم سے اس ذلت کو دور کرنا چاہتے ہیں جو ناپاکی کی وجہ سے پیدا ہو، ویطھرکم تطھیرا اور تمہیں پوری طرح پاک کرنا چاہتے ہیں۔

اہل بیت کو احکام الٰہی کی فرمانبرداری کا حکم

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللہ والحکمۃ۔ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیات اترتی ہیں اُن کا دھیان کرو اور قرآن کو سامنے رکھو، اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بناؤ یہ خدا کے احکام ہیں جو تمہارے گھروں میں اترتے ہیں والحکمۃ اس کے اندر فلسفہ ہے دانائی کی باتیں ہیں اور حکمت ہے، اس پر عمل پیرا ہونے میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔ ان اللہ کان لطیفاً خبیراً اس کے بعد ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کس قدر فرمانبرداری کرتی ہو کیونکہ ہم لطیف ہیں، ہر ذرہ کی اندرونی کیفیت کو ہم دیکھتے ہیں۔

ایتھر سے زیادہ لطیف

کہتے ہیں ایتھر بہت زیادہ لطیف ہے یہ اجسام کے اندر چلا جاتا ہے۔ تو جس نے ایتھر کو پیدا کیا وہ خود کس قدر لطیف ہو گا، وہ ایتھر سے بہت زیادہ لطیف اور سورج سے بہت زیادہ روشن ہے تو فرمایا واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللہ والحکمۃ قرآن کو سامنے رکھو اس پر عمل کرو، اس کے احکام بجا لاؤ اور اس کی حکمت کی باتوں کو اپنا رہبر بناؤ۔ ان اللہ کان لطیفاً خبیراً ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں، تمہاری اندرونی کیفیت کو دیکھ رہے ہیں۔

بابرکت قوم بنو

جس شخص کو یہ پتہ لگ جائے کہ میرا بادشاہ میری سب باتوں اور تمام حالات سے واقف ہے اسے اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں بڑا لطف آتا ہے اس لئے خدا کو اپنے سامنے سمجھتے ہوئے اس کی عبادت کرو وہ تمہیں ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جو دنیا کے لئے بابرکت ہو، تمہارے پیش نظر یہی مقصد ہونا چاہیئے کہ دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کی جائے، اور تمہارے وجود سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے؟

حضرت مسیح موعودؑ کی عربی تصانیف کی اشاعت

(مولوی عبداللہ جان صاحب)

ھانتم ھٰؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء

پیغام صلح مؤرخہ ۲۹ اکتوبر سنہ میں میں نے اپنی ایک رؤیا لکھی تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک چینی کا بڑا پیالہ جس میں میٹھا لیدار شربت بھرا ہوا تھا منہ سے لگا کر اس میں سے آدھا پیا اور آدھا چھوڑ دیا جو میں نے پیا اور پھر میں نے حضرت اقدس کو چارپائی پر سفید براق لباس میں داہنے پہلو پر لیٹے دیکھا اور میں اُن کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بوسے دیتا تھا اور مجھ پر رقت طاری تھی، اور حضرت مسیح موعودؑ نے میرا سر اپنے سینہ سے لگایا اور میں اسی حال میں تھا کہ میری آنکھ کھل گئی، شربت کی تعبیر کامیابی ہوتی ہے اور یہ تعبیر خود حضرت مسیح موعودؑ نے کی ہے، چنانچہ آپ نے ۱۸۹۸ کی ایک رؤیا اس طرح بیان فرمائی ہے:-

"رات میں نے دیکھا کہ ایک بڑا پیالہ شربت کا پیا، اس کی حلاوت اس قدر تھی کہ میری طبیعت برداشت نہ کرتی مگر میں پھر بھی اسکو پیئے جاتا ہوں۔ اور میرے دل میں یہ خیال بھی گذرتا ہے کہ مجھے پیشاب کثرت سے آتا ہو اتنا میٹھا اور کثیر شربت میں کیوں پی رہا ہوں مگر اس پر بھی میں اس پیالے کو پی گیا — شربت سے مراد کامیابی ہوتی ہے اور یہ اسلام اور ہماری جماعت کی کامیابی ہے" (تذکرہ ۔۔۔)

میں نے جو دیکھا کہ نصف پیالہ حضرت مسیح موعودؑ نے پی کر دوسرا آدھا پیالہ چھوڑ دیا جو میں نے پیا اور وہ چینی کا معمولی شربت نہ تھا بلکہ بڑا لذیذ مصالہ دار شربت تھا تو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی مفت اشاعت کی تحریک کے متعلق میں نے یہ رؤیا دیکھی جس کا مطلب بموجب تعبیر خود حضرت صاحب کی ہے یہ ہے کہ نصف کام وہ کر گئے ہیں اور باقی نصف کام جماعت میں سے بنیاد انشاء اللہ پورا کریں گے اور اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ میں حضرت صاحب کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بوسہ پر بوسہ دے رہا ہوں (دینا تھا) حضور کے داہنے ہاتھ کا کام ہے اور وہ اشاعت کا ہاتھ ہوتا ہے) اور حضور نے میرا سر اپنے سینہ سے لگایا۔ امید ہے جماعت کی سعید ارواح اپنے عمل سے حضور کے سینہ سے لگنے کے لئے سبقت کریں گی کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ خدا کے ہاں ان کا ۔۔۔ ہوتا ہے جو میری اطاعت کرتے ہیں ۔۔۔ کہ میرا کلام مشرق اور مغرب میں پھیلے گا۔ خدا تعالیٰ ہر امیر ہو یا غریب توفیق دے کہ اپنا عہد پورا کریں اور ۔۔۔

یتیم پوتا اور دادا کا ترکہ

ملک سیف الرحمان

عرصہ ہوا محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا ایک مضمون اس موضوع پر شائع ہوا تھا کہ یتیم پوتا اپنے دادا کی جائداد کا اسی طرح وارث ہوتا ہے جیسا اس کا مرنے والا باپ وارث ہو سکتا تھا۔ اسی موضوع پر ذیل کا مضمون "نوائے وقت" مؤرخہ ۸ دسمبر میں شائع ہوا ہے، جو امید ہے قارئین کرام کی دلچسپی اور علمی افادہ کا موجب ہوگا۔

یتیم پوتا چچا کے ہوتے ہوئے اپنے دادا کے ترکہ سے کیوں محروم ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں چند بچوں کو چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ یتیم بچوں کی نگرانی اب ان کے دادا کے سپرد ہے، قضائے الٰہی سے چند دنوں کے بعد دادا نے بھی پیام اجل کو لبیک کہا۔ یتیم بچوں کے لئے یہ دوہری مصیبت تھی، لیکن اس پر مستزاد یہ ہوا کہ دادا جتنی جائداد چھوڑ کر مرا ہے اس میں سے ذرہ برابر بھی اس کے ان یتیم پوتوں کا حق نہیں بلکہ اس جائداد کے وارث اس کے زندہ بیٹے، یعنی یتیم پوتوں کے چچا ہیں۔ اگر ان کا دادا ان کے باپ سے پہلے مرتا تو وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جدی جائداد میں برابر کے شریک ہوتے اور اس جائداد میں جو حصہ ان کے باپ کا تھا وہ انہی کو ملتا۔ لیکن اس کے پہلے مرنے سے ایک تو وہ پدری شفقت سے محروم ہو گئے باپ کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا، دوسرے جائداد چھن گئی۔ جدی جائداد سے اس طرح محرومی ایسی حسرت اور تلخی اپنے ساتھ رکھتی ہے جسے نظر انداز کرنا بظاہر الدین النصیحۃ (یعنی دین بھلائی ہی بھلائی ہے) کے مغز و منشاء کے خلاف ہے۔

پھر پاکستان کے مسلمانوں میں ایک قسم کے مشترک خاندان کا رواج ہے۔ بیٹے جب تک کنوارے رہتے ہیں وہ اپنی الگ جائداد بنانا اپنے ماں باپ سے بے مروتی اور ان کی بے ادبی سمجھتے ہیں اور جو کچھ وہ کماتے ہیں ماں باپ ہی کے سپرد کرتے ہیں، شادی کے بعد بھی ایک لمبے عرصہ تک یہی دستور چلا جاتا ہے۔ بہو کے لئے اپنی ساس کے تابع رہ کر گذارہ کرنا ہی حقیقی سعادتمندی خیال کی جاتی ہے اور باپ جب تک زندہ ہے بیٹے کی کمائی بھی اس کی ملکیت میں مدغم ہوتی چلی جاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں تو اس طرح پشت ہا پشت تک مل جل کر زندگیاں گذارنے کا رواج ہے۔ اس وجہ سے پاکستان میں یہ سوال اور زیادہ شدت کے ساتھ اٹھتا رہتا ہے کہ آخر یتیم پوتا اپنے دادا اور اپنے باپ کی مشترکہ کمائی سے کیوں محروم ہے۔ علاوہ ازیں یہ صورت حال اسلامی قانون وراثت کے رواج میں بھی بڑی حد تک روک ثابت ہو رہی ہے کیونکہ یہ کوئی فرضی مسئلہ نہیں بلکہ اکثر اس قسم کے حقیقی حالات سے لوگوں کو واسطہ پڑتا رہتا ہے، پس ایسی صورت میں اس سوال کے سارے پہلوؤں پر بحث کرنا اور یہ پتہ لگانا کہ وہ کونسی نصوص ہیں جو اس حکم کی بنیاد ہیں نہایت ضروری ہے جہاں تک ہم نے غور کیا ہے یتیم پوتے کی محرومی کے متعلق قرآن حکیم یا حدیث سید المرسلین میں کوئی نص صریح موجود نہیں بلکہ یہ ایک خالص اجتہادی مسئلہ ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے مسائل کے استنباط میں رائے اور قیاس کا دخل ہوتا ہے جس میں خطا و صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلام نے وراثت کے دو اسباب تسلیم کئے ہیں ان میں نسب کا سبب سب سے زیادہ قوی ہے اور اس میں سے بھی ولادت کے تعلق کو بڑا مضبوط اور دائمی وراثت کا باعث سمجھا گیا ہے، کیونکہ قانون وراثت میں اس بات کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جس رشتہ دار سے بلحاظ ذمہ داری جتنا زیادہ نفع اور آرام حاصل ہو اسی نسبت سے وراثت میں اس کا حق مقدم رکھا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی یہ آیت قابل غور ہے:

"مردوں اور عورتوں کے لئے اس ترکہ میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ یا قریبی رشتہ دار چھوڑ کر مر گئے ہیں جائداد قلیل ہو یا کثیر ہر ایک کا حصہ مقرر ہے اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو والدین یعنی ماں باپ کے فوت ہو جانے پر ان کے ترکہ سے حصہ ملے گا"
(النساء ۷/۱)

اسی طرح کسی قریبی رشتہ دار کے فوت ہو جانے سے بھی اس کے قریبی رشتہ دار اس کے ترکہ کا وارث قرار پائیں گے، گویا اس آیت میں وراثت کے دو الگ الگ سبب بیان کئے گئے ہیں ایک سبب یہ ہے کہ مرنے والے اور زندہ کے درمیان ولادت یعنی بیٹے اور باپ یا بیٹے اور ماں کا رشتہ ہو۔

دوسرا سبب اقربیت یعنی قرابت داری کا ہے اس اقربیت میں جو رشتہ دار زیادہ قریبی ہوگا وہ دور کے رشتہ دار کو محروم کر دے گا۔ گویا اس سبب کے ماتحت جو وارث ہیں ان میں سے جو قریب ترین رشتہ دار ہے ترکہ سے صرف وہی حصہ پائے گا اور باقی محروم ہوں گے پس یہ دو الگ الگ اور مستقل سبب ہیں۔ ان میں سے ایک سبب کی طرف وَالِدان کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے اور دوسرے سبب کو الاقربون کے لفظ سے واضح کیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پوتا کس سبب کی بناء پر وارث تسلیم کیا گیا ہے۔ امت کے تمام فقہاء اس امر میں متفق ہیں کہ پوتے کے وارث ہونے کی بنیاد پہلا سبب یعنی ولادت ہے اقربیت نہیں پس جس وجہ سے بیٹا اپنے باپ کی جائداد کا وارث ہے بعینہ اسی بناء پر پوتا بھی اپنے دادا کی جائداد کا وارث ہوگا۔ اور باپ کے مر جانے کے بعد وہ بلا واسطہ وارث بن جائے گا۔ پس مطابق آیت وللرجال نصیب مما ترک الوالدان پوتے کو اپنے والدین یعنی ماں باپ دادا اور دادی کے ترکہ سے ضرور حصہ ملے گا اور کسی دوسرے رشتہ دار کی وجہ سے وہ اپنے حصہ سے محروم نہیں ہوگا۔ کیونکہ محرومی کا سوال اقربیت کے تعلق میں پیدا ہوتا ہے۔ ولادت کے تعلق میں اس کا کوئی سوال نہیں۔

دوسری دلیل جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پوتا اپنے دادا کے ترکہ سے محروم نہیں ہو سکتا آیت میراث ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ تعالیٰ اولاد میں تقسیم ترکہ کے بارے میں تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر دو اور اگر کسی کی نرینہ اولاد نہ ہو اور لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ دیا جائے اور اگر ایک لڑکی ہو تو اسے نصف حصہ دیا جائے اور اگر میت کی اولاد ہو تو ماں یا باپ میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گی اور اگر کوئی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔" (النساء ۱۱/۱)

(اور بقیہ جائداد والد کو مل جائے گی) اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ والدین اور اولاد کے شرعی مفہوم کی تعیین ہو جائے۔ کیونکہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ والدین اور اولاد میں جو تعلق ہے وہ اپنے ساتھ ایسی خصوصیتیں رکھتا ہے جو کسی دوسرے رشتہ دار میں موجود نہیں اس لئے ایسی قرابت کی بناء پر وراثت ہونے کا جو حکم ہے وہ بھی دوسرے اقارب کے حکم سے الگ ہونا چاہیئے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے جس طرح والدین کو بیٹے کے وجود کا موجب بنایا ہے اسی طرح اس کی بقا کا مدار بھی اُن کی کمائی اور وجود پر قرار دیا ہے۔ پھر جب بیٹا جوان ہوتا ہے تو اسے بھی اپنے والدین کے اسی قسم کے حقوق کا ذمہ دار بنایا گیا ہے جس طرح اس کے والدین اس کی ضروریات کے ذمہ دار تھے۔ اسی طرح بیٹا بھی بڑا ہو کر ان کی ضروریات کا ذمہ دار ہوگا۔ والدین اور اولاد کی یہ ذمہ داریاں اور ان کے باہمی حقوق ایک دوسرے پر آخر دم تک قائم

ہیں اور انہی حقوق کے باعث وہ ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں۔ چونکہ باہمی توارث کی یہی بنیاد دادوں اور پوتوں میں بھی ہے اس لئے یہ بھی کسی اور وارث کی وجہ سے جدی وراثت سے محروم نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ جو آیات باپ اور بیٹے کو ایک دوسرے کا وارث بناتی ہیں بعینہٖ وہی آیات دادوں اور پوتوں کے باہمی توارث کی بھی دلیل ہیں کیونکہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ عربی میں والد اور اب کا اطلاق جس طرح باپ پر ہوتا ہے اسی طرح دادا پر بھی ہوتا ہے جس طرح ولد اور ابن کا لفظ بیٹے پر بولا جاتا ہے اسی طرح پوتے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ نے ایک موقعہ پر حضرت زید بن ثابت رضؓ کے متعلق جو طرفین میں اس مساوات کو تسلیم نہیں کرتے تھے تعجب کرتے ہوئے فرمایا اما یتقی اللہ زید بن ثابت یجعل ابن الابن ابناً ولا یجعل ابا الاب ابًا یعنی زید بن ثابت کو سوچنا چاہئے کہ جب پوتا بیٹے کا ہی حکم رکھتا ہے تو پھر دادا باپ کے حکم میں کیوں نہیں لیکن اگر انہیں اس زمانہ کے فتووں کا علم ہوتا تو اس کی بجائے وہ یوں فرماتے ہیں اما یتقی اللہ العلماء یجعلون ابا الاب ابا ولا یجعلون ابن الابن ابنا یعنی تعجب والی بات تو یہ ہے کہ علماء اسلام دادا کو تو باپ سمجھتے ہیں لیکن پوتے کو بیٹا ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو تو ہر صورت میں وارث جانتے ہیں لیکن بیٹے کی عدم موجودگی میں پوتے کو ہر حال میں وارث ماننے کے لئے تیار نہیں۔ علامہ ابن رشد اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"دادا بمنزلہ باپ کے ہے کیونکہ ابوت کا مفہوم دونوں پر صادق آتا ہے اسی لئے بعض احکام میں باپ اور دادا دونوں برابر ہیں مثلاً جس طرح باپ کی بیٹے کے حق میں گواہی قبول نہیں اسی طرح دادا کی گواہی بھی اپنے پوتے کے حق میں قبول نہیں" (ہدایہ جلد ۲ ص ۲۹۸)

غرض یہ سارے اشتراک بتاتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں دادا کو باپ کا مقام حاصل ہے۔ پس ان حالات کی موجودگی میں ضروری ہے کہ پوتے کو بھی بیٹے کا مقام حاصل ہو، اسی لئے جہاں تک اس اصل کا تعلق ہے تمام علماء نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ ابن رشد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

(ہدایہ المجتہد جلد ۲ ص ۲۰۳)

یعنی پوتا معنوی لحاظ سے بیٹا ہی ہے اس لئے علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر بیٹے نہ ہوں تو پوتے اُن کے قائم مقام ہوں گے اور اسی طرح وہ اپنے دادا کے وارث ہوں گے جس طرح بیٹے وارث تھے اور اسی طرح وہ دوسرے وارثوں کی محرومی کا باعث ہوں گے جس طرح کہ بیٹے ان کی محرومی کا باعث بنتے تھے

یعنی جس طرح بیٹے کی موجودگی میں۔ دوسرے قرابت دار اقربیت کے سبب کی وجہ سے وارث نہیں بن سکتے تھے اسی طرح پوتوں کی موجودگی میں بھی دوسرے رشتہ دار وارث نہیں ہوں گے۔ شیعہ علماء نے بھی اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ پوتے اپنے باپ کی عدم موجودگی کی صورت میں اس کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب فروع الکافی جلد ۳ صفحہ ۹ میں ہے:۔

عن ابی عبد اللہ قال ابن الابن یقوم مقام ابیہ۔

یعنی امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ بیٹے کا بیٹا اپنے باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور ان تمام حقوق کا وارث بنتا ہے جو اس کے باپ کو حاصل ہیں

غرض جہاں تک آیات قرآنی کا تعلق ہے ان سے واضح ہے کہ بیٹے کے مرنے پر اس کی یتیم اولاد اپنے باپ کی جگہ پر آجاتی ہے اس لئے وہ اپنے دادا کے ترکے سے وہی حصہ پانے کی مستحق ہے۔ جو اُن کے باپ کا تھا۔ اسی طرح اگر یتیم پوتے مرجائیں تو ان کے ترکہ سے دادا کو بھی وہی حصہ ملے گا جو انکے باپ کو ملتا تھا کیونکہ یہ سب آیات آبا اور اولاد کو ایک ہی سلک میں منسلک بتلا رہی ہیں اور اس صلبی تعلق کی وجہ سے انہیں ایک ہی نقطہ پر جمع کر رہی ہیں پس آیت میراث میں لفظ یوصیکم اللہ فی اولادکم اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جن وارثوں پر اولاد کا مفہوم صادق آتا ہے خواہ وہ بیٹے ہوں یا پوتے وہ دائمی وراثت کے حقدار ہیں اور کسی دوسرے وارث کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وصیت کو تاکیدی حکم کہتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اولاد کو وراثت سے حصہ دینے کی نہایت تاکید کی گئی ہے علاوہ ازیں اگر ہم اسلامی نظام اقتصاد اور تقسیم دولت کے اسلامی اصول پر غور کریں تو اس لحاظ سے بھی جدی جائداد سے پوتوں کی محرومی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس موقعہ پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس قاعدہ کے مطابق تو نواسے بھی اپنے نانا کے ترکہ کے وارث ہونے چاہئیں کیونکہ وہ بھی تو ماں کے مرنے کے بعد اپنی ماں کے قائم مقام ہوتے ہیں تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس درست نہیں کیونکہ شرعی اصول یا عرف عام میں کسی لحاظ سے بھی اولاد ماں کی طرف منسوب نہیں ہوتی بلکہ باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے لہذا نواسے ننہال کی صلبی اولاد میں شمار نہیں ہو سکتے۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم یعنی محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں حالانکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت امام حسنؓ اور حسینؓ دونوں موجود تھے اس کے باوجود اس امر کی تصریح کی گئی کہ آنحضرت صلعم کی کوئی نرینہ اولاد نہیں

اس لئے آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ آپ کے نواسے تو بیشک ہیں لیکن صلبی رشتہ کے اعتبار سے وہ آپ کی نرینہ اولاد نہیں سمجھے جا سکتے علاوہ ازیں عرف عام میں بھی یہی ہے کہ نواسے اپنے نانا کی نرینہ اور صلبی اولاد نہیں سمجھے گئے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے

بنونا بنو ابنائنا وبناتنا
بنوھن ابناء الرجال الاباعد

یعنی ہمارے بیٹوں کے بیٹے یعنے پوتے تو ہمارے ہی بیٹے ہیں لیکن ہماری بیٹیوں کے بیٹے دور کے اجنبی لوگوں کی اولاد ہیں۔ اس لئے وہ ہماری نرینہ اولاد میں شمار نہیں ہو سکتے۔ غرض عرف عام ... اور شرع دونوں لحاظ سے بیٹی کی اولاد انسان کی صلبی اور نرینہ اولاد کے مفہوم میں شامل نہیں۔ اس لئے آیت میراث میں اولاد کا جو ذکر ہے اس کی مراد سے نواسے خارج ہوں گے

ان دلائل کا جواب جو پوتوں کی محرومی کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں

اب ہم اختصار کے ساتھ ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جو یتیم پوتے کی محرومی کے ثبوت میں پیش کئے گئے ہیں اس تعلق میں یہ اصل یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث اجماع اور قیاس تینوں قرآن کریم کے تابع ہیں اس لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ آیت اور حدیث کے مفہوم میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ حتی الوسع احادیث کا کوئی ایسا مفہوم متعین نہ کیا جائے جس سے کسی آیت کے واضح حکم کو ترک کرنا پڑے۔ اس اصل کے مطابق جب ہم ان دلائل پر غور کرتے ہیں تو ہمیں کوئی ایسی قوی اور صریح البیان دلیل نظر نہیں آتی جس کی بنا پر یتیم پوتا چچا کی وجہ سے اپنے دادا کے ترکہ سے محروم ہو جائے۔ سب سے پہلی دلیل وہ حدیث ہے جس کی بنا پر فقہاء نے الاقرب فالاقرب کا قاعدہ تجویز کیا ہے۔ "پہلے ان کو دو جن کے حصے مقرر ہیں۔ اس کے بعد جو جائداد باقی بچے وہ اس مرد کو دو جو میت میں سب سے زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہے" لیکن جیسا کہ ہم وضاحت کر آئے ہیں۔ یہ حدیث صرف ان وارثوں کے متعلق ہے جو وراثت کے دوسرے سبب یعنی اقربیت کی بناء پر وارث بنتے ہیں مثلاً ایک شخص ماں بیٹی بھائی اور بھتیجا چھوڑ کر مرگیا۔ اس سلسلہ میں ماں اور بیٹی ایسے رشتہ دار ہیں۔ جن کے حصے مقرر ہیں بھائی اور بھتیجے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے وارث قرار پاتے ہیں لیکن بھائی چونکہ بھتیجے کی نسبت زیادہ قریبی ہے۔ اس لئے اقربیت کے قاعدہ کے مطابق ماں اور بیٹی کو ان کے حصے دینے کے بعد بقیہ جائداد بھائی کو مل جائے گی۔ اور بھتیجہ محروم رہیگا گویا باپ، بیٹے دادا اور پوتے کی وراثت سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان کی وراثت ولادت کے سبب کی بناء پر ہے نہ اقربیت کی بناء پر۔ باقی حضرت زید بن ثابت رضؓ کا قول اگر باپ موجود نہ ہو تو اس کا بیٹا اپنے

دادا کے ترکہ سے کوئی الگ حصّہ نہیں پائے گا۔ بلکہ باپ کے حصّہ کے اندر ہی اس کا حصہ محسوب ہو جائیگا۔

پس کسی آیت یا حدیث میں صراحتًا یہ موجود نہیں کہ چچوں کی موجودگی میں اُن کا یتیم بھتیجا اپنے دادا کے ترکہ سے حصّہ نہیں پائے گا۔ اس لئے لازمًا اس مسئلہ میں علماء نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لیا ہے جو مختلف احادیث کے مفہوم کی بناء پر قائم کی گئی ہے لیکن جیسا کہ ہم وضاحت سے بیان کر آئے ہیں۔ کہ ان احادیث کے ایسے معنے لئے جا سکتے ہیں، جو آیت کے واضح مفہوم کے مناسب ہیں اور ان معنوں کی رُو سے کوئی مشکل بھی پیش نہیں آتی۔ پوتے کی محرومی کا سوال کس قدر فطرتی ہے، اس کا اندازہ اس کوشش سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو محرومی کے مسئلہ کو صحیح تسلیم کرنے والے علماء نے اسے اس محرومی کے اثر سے بچانے کے سلسلہ میں کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ خود ان لوگوں کے دلوں میں کھٹکتا ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ یتیم پوتے کو اپنی جدی جائداد سے محروم نہیں ہونا چاہیئے ایسے علماء کے سامنے جب یہ سوال آیا کہ پوتا اگر جدی جائداد سے اس وجہ سے محروم ہے کہ بدقسمتی سے اس کے دادا کی زندگی میں ہی اس کا باپ فوت ہو گیا تو پھر اس دوہرے صدمے کے تدارک کی کونسی صورت تجویز کی گئی ہے۔ اس سوال کو انہوں نے اس طرح حل کیا ہے کہ دادے کو چاہیئے کہ اپنی زندگی میں ہی اپنے یتیم پوتے کے حق میں وصیت کر دے اور بعض نے کُتِبَ عَلَیْکُم اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَنِ الْوَصِیَّۃُ۔ یعنی تم میں سے جب کوئی مرنے لگے اور اس کے پاس مال ہو تو اس پر مال کے متعلق وصیت کرنا فرض ہے کے ارشادِ ربانی سے استدلال کرتے ہوئے ایسی وصیت کو فرض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ سب کوششیں اصل مشکل کا صحیح حل نہیں۔ فرض کرو دادا وصیت نہیں کرتا تو پھر جدّی جائداد سے یتیم پوتے کی محرومی اور اس کے نہ مٹنے والے غم کے تدارک کی کونسی صورت ہو گی یا کس طرح اس کے دادا کو ایسی وصیت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

اب ہم اجماع اُمّت کے سوال کو لیتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ ایک نہایت مشکل سوال ہے، امت مسلمہ کا اتنے لمبے عرصہ تک اس مسئلہ پر مسلسل اتفاق ایسی چیز نہیں جسے آسانی سے نظرانداز کیا جا سکے، سب علماء نے امت کے ایسے اجماع کو نہایت قوی مانا ہے۔ خصوصًا جبکہ مسئلہ جس پر اتفاق کیا گیا ہے۔ نظری نہ ہو۔ بلکہ عملاً کئی دفعہ اس سے سابقہ پڑتا رہا ہو۔ لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو اس امر کا فیصلہ کرنا ہو گا۔ کہ اجماع اُمّت کی حجت دائمی ہے یا اس کی تجدید ممکن ہے۔ جہاں تک صحابہ اور تابعین کے طرزِ عمل سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اجماع کو خلیفۂ وقت کے زمانۂ خلافت تک اور ہر دور کے مسلمانوں کے اجماعی فیصلوں کو ان کے دَور تک واجب التعمیل تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں قائم ہونے والا ہر نظام جس نے اقتدار حاصل کیا وہ اس قسم کے اجتہادی مسائل میں پہلوں کے فیصلوں کا بالکلیہ پابند نہیں تھا، مثلًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور علیہ السلام کا یہ طریق تھا کہ آپ مفتوحہ علاقوں کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ میں بھی یہی طریقِ عمل جاری رہا لیکن بعد میں حضرت عمر رضہ نے عراق اور مصر کی زمینوں کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ زمینیں تقسیم نہیں ہوں گی بلکہ حکومت کی اپنی ملکیت ہوں گی۔ تاکہ حکومت کے اخراجات بآسانی پورے کئے جا سکیں پہلے تو صحابہؓ نے اس فیصلہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ جو کچھ سابقہ دستور تھا اس میں تبدیلی ہرگز جائز نہیں لیکن آخر کار صحابہ بھی حضرت عمر رضہ کی رائے سے متفق ہو گئے اور اس طرح پہلے اجماع کے خلاف دوسرا اجماع قائم ہو گیا۔ اور کسی نے بھی اس سوال کو نہ اٹھایا کہ اس بارے میں پہلے ایک طریقِ عمل پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اب ہم اس اتفاق اور اجماع کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ [illegible] کی بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضہ نے اپنے مسلک کا ماخذ قرآن کریم بتایا اور اس امر پر زور دیا کہ اگر ان کی رائے کو قبول نہ کیا گیا، تو قرآن کریم کے حکم کی خلاف ورزی لازم آئے گی، حالانکہ قرآن کریم کا یہ حکم آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ میں بھی موجود تھا لیکن اس کے باوجود ہر دو زمانوں میں مفتوحہ زمین فوجیوں میں تقسیم کی جاتی رہی۔ (کتاب الخراج صفحہ ۲)

ایسا ہی حضرت ابوبکر رضہ کا دستور تھا کہ وہ لوگ جن کے اخراجات حکومت خود ادا کرتی تھی یا جو حکومت کے عامل تھے انہیں آپ ایک جیسے گزارے دیا کرتے تھے۔ بعض صحابہ نے اس پر اعتراض بھی کیا اور کہا کہ بعض اسلامی خدمات نہایت شاندار ہیں، سابقون الاوّلون کی فضیلت کے وہ حامل ہیں اور بعض کو اسلام کی راہ میں خراش تک نہیں آئی۔ وہ ایسے وقت میں مسلمان ہوئے جبکہ اسلام غالب آ چکا تھا۔ اس لئے آپ ان کو کس بناء پر ایک ہی سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جن لوگوں نے اسلام کی خدمت میں اپنا سب کچھ قربان کیا ہے اس کا ثواب اللہ تعالےٰ انہیں خود دے گا۔ لیکن یہ معاش اور زندگی کا گزارہ ہے اس میں مساوات زیادہ بہتر ہے اس لئے میں ان اموال کی تقسیم مساوی طور پر کروں گا، چنانچہ اسی کے مطابق آپ کا طریق عمل رہا۔ پھر جب حضرت عمر رضہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا ان اموال کی تقسیم کے بارہ میں حضرت ابوبکر رضہ کی ایک رائے تھی اور میری رائے اس کے خلاف ہے کیونکہ وہ لوگ جو آنحضرتؐ سے لڑتے رہے اور اسی وقت مسلمان ہوئے جبکہ اسلام نے اُن پر فوجی قبضہ حاصل کر لیا ہے ایسے لوگوں کو (میں ان لوگوں کے مساوی قرار نہیں دے سکتا) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے حکم کے ماتحت آپؐ کے آگے بھی لڑے، آپؐ کے پیچھے بھی لڑے آپؐ کے دائیں بھی لڑے آپؐ کے بائیں بھی لڑے۔ غرض وہ اسلام کی خاطر جیئے اور اسلام کی خاطر مرے پس وہ زیادہ تکریم کے مستحق ہیں، چنانچہ آپ نے بدری صحابیوں کے وظائف سب سے زیادہ مقرر کئے، اس کے بعد درجہ بدرجہ حسب مراتب اور حسب گنجائش سب صحابہ کے روزینے آپ نے مقرر فرمائے لیکن صحابہ میں سے کسی نے یہ اعتراض نہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ میں تقسیم اموال کا جو طریق متعین ہو چکا تھا، اس کے خلاف آپ کوئی طریق جاری نہیں کر سکتے (کتاب الخراج صفحہ ۲۴)

اسی طرح ابتدائی صدیوں کے مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق رہا ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے جو خطبہ دیا جاتا رہا ہے وہ نماز کی طرح صرف عربی زبان میں ہی ہو کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا جائز نہ ہو گا۔ لیکن بعد میں علماء نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ خطبہ کا جو مقصد ہے اس کے پیشِ نظر اپنی مادری زبان میں بھی خطبہ پڑھا جا سکتا ہے، تاکہ اسلام کے احکام سے عام لوگ واقفیت حاصل کر سکیں۔ ایسے ہی پہلے علماء کی اکثریت کا یہ خیال تھا کہ جنگ میں آتشیں اسلحہ کا استعمال نہ کیا جائے کیونکہ آگ کا عذاب صرف اللہ تعالےٰ ہی دے سکتا ہے لیکن بعد میں اس مسلک میں تبدیلی ضروری سمجھی گئی تا آتشیں اسلحہ کے استعمال کو نہ صرف جائز قرار دیا گیا بلکہ موجودہ حالات میں ایسے اسلحہ کے استعمال کی ٹریننگ کو فرض کی حد تک پہنچا دیا گیا۔ غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں اسلامی فقہ کی تاریخ میں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ پہلے کسی اور مسلک پر اتفاق تھا اور بعد میں کسی مصلحت کی وجہ سے دوسرا طریق عمل اختیار کر لیا گیا۔ پس جہاں یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اجماع ایک حقیقت قویہ اور واجب العمل ہے وہاں پر یہ امر بھی ایک حقیقت بیّنہ ہے کہ مسلمانوں کی قوت حاکمہ یا اُن کا نظام خلافت فقہی اور اجتہادی امور یا وقتی مصلحت یا اصل حقیقت کے منکشف ہو جانے کے پیش نظر پہلے اجماع کے خلاف کسی دوسرے مسلک پر اتفاق کر سکتا ہے، اور اس کا یہ اجماع جو مضبوط شرعی دلائل کی بناء پر وقوع پذیر ہوا ہے واجب التعمیل ہو گا اور اس کے خلاف پر اصرار کرنے والا عنصر غلط کار سمجھا جائے گا۔ غرض یہ ہیں وہ دلائل جن سے واضح ہوتا ہے کہ یتیم پوتے کو وارث قرار دیئے جانے کی راہ آیات قرآنی کی روشنی سے منور ہے اور تقسیم اموال کے اسلامی اصول سے قریب تر ہے۔

گمشدہ بچے کی تلاش

میرا لڑکا مسمّی سید حسن اللہ پاشا (جاوید اقبال) عمر ۱۴ سال رنگ سفید، چہرہ گول، آنکھیں سیاہ، ماتھے پر چھوٹا سا داغ بائیں ہاتھ کی کلائی پر جلا ہوا سفید داغ۔ جسم پتلا۔ قد تقریبا چار فٹ۔ ساتویں جماعت پاس ہے، جہانگیر حیدر آباد دکن اُردو زبان کے علاوہ پنجابی، پشتو بھی بولتا ہے شہر پشاور سے آٹھ ماہ سے لاپتہ ہے اگر کسی بھائی کو یہ بچہ ملے یا کہیں ملازم پائیں مذکورہ پتہ پر مطلع فرما کر ہمارے دکھی دلوں سے دعائیں لیں گے، اگر برخوردار خود اسے پڑھے تو بے خوف و خطر گھر آجائیں انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔

پتہ :- فون نمبر ۲۱۳۷ پشاور

حبیب اللہ شاہ دفتر حزب اللہ۔ دہلا لا انجمن

مکان نمبر ۲/۲ چوک یادگار پشاور شہر

A-R

آپ کے خطوط

حضرت امیر مرحوم کا ایک خط

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ السلام علیکم

حضرت والد مرحوم مولنا عبدالہادی صاحب کے قبول احمدیت اور شہادت کے حالات قبل ازیں پیغام صلح کی ایک سابقہ اشاعت میں درج ہو چکے ہیں اسی سلسلہ میں حضرت امیر مرحوم مولنا محمد علی صاحب کا ایک خط ارسال ہے جو انہوں نے حضرت والد صاحب کے واقعہ شہادت کے بعد لکھکر بھیجا اس خط میں حضرت امیر مرحوم نے جہاں شہید مرحوم کے واقعہ شہادت کے متعلق معلومات طلب کی ہیں وہیں بعض تعریفی کلمات بھی تحریر فرمائے ہیں چونکہ حضرت امیر مرحوم کا مقام تحریک احمدیت میں بہت بلند ہے اس لئے اُن کے اس قسم کے کلمات بھی کچھ کم مرتبہ نہیں رکھتے اصل خط کی نقل درج ذیل ہے :-

"عزیز مکرم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ابھی آپ کا خط ملا، قطعاً کسی قسم کی اطلاع اس سے پیشتر نہیں ملی کہ مولانا عبدالہادی صاحب کو کیا حادثہ پیش آیا۔ آپ کے خط سے ہی جو کچھ اطلاع ملی اسکو پڑھکر بہت ہی صدمہ ہوا وہ اس جماعت کے ایک ستون تھے ۔ جماعت کا بڑا ستون گر گیا ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ ان کے سینے میں جو اخلاص بھرا ہوا تھا اس کی گہرائیوں کو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے ۔ بڑے بڑے مشکلات کے اوقات میں اُن کے چند لفظ جماعت کے اندر ایک نئی روح پیدا کر دیتے تھے اور میں تو ان کی صورت دیکھ کر اپنے دل کے اندر ایک وجد محسوس کرتا تھا ۔ للایمان اثبت فی قلوب المؤمنین من الجبال الراسیات کا نظارہ میں نے ہمیشہ مولانا صاحب مرحوم میں دیکھا واقعی اُن کا ایمان ایک پہاڑ تھا جس کے سامنے دوسروں کے شبہات بھی دُور ہو جاتے تھے اے اللہ تو اُن پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا ۔ اور ان کی اولاد پر اپنی برکات نازل فرما اور ان کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما ۔

موت تو ہر انسان پر آتی ہے ۔ مگر میں تو محسوس کرتا تھا کہ وہ اس زندگی میں اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔

کچھ اور تفصیل سے نقصان کی بھی اطلاع دیں اور یہ بھی کہ یہ واقعہ کب اور کہاں پیش آیا ۔ اور کس تاریخ کس وقت ہمارا یہ پیارا دوست اپنے مولا سے جا ملا ۔ والسلام

خاکسار ۔ محمد علی

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے ۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے ، ایسے احباب اگر یکمشت رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط کی وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے ، بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں اُن کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے ۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ر جنوری ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے ۔ اگر ۵ر جنوری ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ر جنوری ۱۹۵۸ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا ، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا ۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے ۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم
۱	۶
۳	۶
۱۷	۶
۲۱	۶
۳۱	۶
۴۰	۶
۴۶	۶
۴۸	۶
۵۹	۶
۷۵	۶
۸۱	۶
۱۲۰	۶
۱۲۵	۶
۱۵۰	۶
۲۰۲	۶
۲۴۱	۶
۲۴۴	۶
۲۴۷	۶
۲۵۴	۶
۲۷۳	۳۶
۲۷۷	۶
۲۷۶	۶
۲۸۷	۶
۲۹۴	۱۲
۳۰۲	۶
۳۰۴	۲۴
۳۰۷	۶
۳۲۰	۶
۳۳۲	۶
۴۱۵	۶
۴۱۷	۶
۴۳۵	۱۸
۴۴۲	۱۸
۴۷۷	۲۴
۴۸۱	۶
۴۹۲	۶
۴۹۴	۶
۵۰۶	۶
۵۲۵	۶
۵۷۱	۶
۵۷۸	۶
۵۸۸	۶
۵۹۰	۶
۵۹۹	۶
۶۰۰	۶
۶۰۸	۶
۶۰۹	۴
۶۲۱	۶
۶۳۶	۶
۶۵۲	۶
۶۶۸	۶
۶۸۲	۶
۷۰۴	۶
۷۱۲	۶
۷۱۷	۶
۷۲۲	۶
۷۳۹	۱۸
۷۶۲	۶
۷۶۶	۶
۹۳۱	۶
۹۳۷	۶
۹۳۹	۶
۹۴۳	۴
۹۸۷	۶
۹۸۸	۳
۹۹۲	۶
۱۰۰۳	۶
۱۰۰۷	۶
۱۰۰۹	۶
۱۰۱۱	۶
۱۰۲۵	۶
۱۰۵۳	۶
۱۰۶۰	۶
۱۰۹۴	۶
۱۰۹۵	۳۶
۲۰۰۷	۶
۲۰۱۸	۶
۲۰۲۹	۶

رعایتی

نمبر	رقم
۸	۳
۱۱	۲
۷۲	۶
۲۳	۲
۲۴	۳
۳۰	۴
۳۶	۴
۴۱	۲
۴۵	۱۲
۴۸	۴
۵۰	۳
۵۲	۸
۵۵	۴
۷۳	۱۲
۷۵	۱۶
۷۹	۶
۸۲	۱۲
۹۹	۶
۱۱۳	۱۲
۱۲۵	۱۲
۱۲۸	۴
۱۳۸	۸
۱۵۰	۳
۱۵۷	۱۲
۱۶۳	۴
۱۶۸	۶
۱۸۵	۶
۱۹۹	۱۸
۲۱۹	۱۲
۲۲۴	۱۲
۲۴۲	۶
۲۵۱	۱۶
۳۴۹	۸
۳۵۵	۴
۳۶۱	۸
۳۹۹	۸
۹۲۳	۳
۹۲۴	۶

شکریۂ احباب

گورنمنٹ ہائی سکول مردان

محترمی ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔

خدا کے فضل سے مجھے دمے کی بیماری سے اب بالکل آرام ہے ۔ لاہور سے AM 49 جو دمے کی مجرب دوا ہے منگوا کر استعمال کرنے سے بالکل آرام آ گیا ہے صرف کمزوری باقی ہے ۔

پیغام صلح میں بندہ احباب سے مجرب نسخہ کے لئے استدعا کر چکا تھا ۔ ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب شیلانگ

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

ہالینڈ میں تبلیغی سرگرمیاں ۔ بسلسلہ صفحہ ۲

انہوں نے اب پختہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہالینڈ میں پہنچکر سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ مسلمان ہو جائیں ساتھ ہی لکھا تھا کہ امید ہے کہ آپ مجھے مزید انتظار کے لئے نہ کہیں گے۔ ان کے شوق کو دیکھ کر میں نے انہیں لکھا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اب مسلمان ہی سمجھیں ہالینڈ پہنچنے کا انتظار نہ کریں اپنے طور پر تو دہی کلمہ پڑھ کر اعلان کر دیں۔ اس پر بہت خوش ہوئے اور تازہ خط میں اپنے لئے اسلامی نام کے انتخاب کے لئے لکھا ہے۔ دعا ہے کہ یہ دونوں نوجوان اسلام کے لئے مفید ہوں۔

احمدیہ جماعت کی تعبیر اسلام

مسٹر آر۔ ایل میلاما نے اسلام پر ایک تازہ کتاب لکھی ہے۔ جس کا عنوان ہے "اسلام کی ایک تشریح" اس کا مفصل تعارف پھر کراؤں گا۔ احمدیہ جماعت لاہور کے متعلق ایک بڑا کام کا فقرہ لکھا ہے کہ اسلام کی وہ تعبیر جو تحریک احمدیت لاہور پیش کرتی ہے اگر قبول کی جائے تو اسلام کو عصر حاضر میں ایک نظام کے طور پر رائج کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی +

امریکہ میں اسلامی نوادرات

امریکہ کی لائبریری آف کانگریس کے اسلامی نوادرات کے مجموعے میں جلد ہی اسلامی فن تعمیر سے متعلق سینکڑوں تصاویر کا اضافہ ہونے والا ہے۔ یہ تصاویر اسلامی امور سے متعلق مشہور امریکی ماہر ڈاکٹر مائرون بینٹ اسمتھ اپنے ہمراہ لا رہے ہیں، اس وقت اسلامی نوادرات کے اس مجموعے میں مسلمانوں کی بنائی ہوئی عمارتوں اور مسلمانوں کی صنعت کاری سے متعلق ۷۷ ہزار سے زیادہ تصویریں موجود ہیں۔

ڈاکٹر اسمتھ نے پاکستان، بھارت، عراق، لبنان، ایران، مصر اور ترکی کے سفر کے دوران وہاں کی یونیورسٹیوں میں تقریریں کیں۔ لاہور کے بین الاقوامی اسلامی مذاکرے میں شرکت کی اور اس کے بعد اسلامی مطالعے کی کل بھارت کانفرنس میں حصہ لیا اور علی گڑھ یونیورسٹی میں مسعودی کے ہزار سالہ جشن میں شرکت کی۔

ڈاکٹر اسمتھ نے بیشتر ملکوں میں اپنی تقریروں کی وضاحت کے لئے ایران کے اسلامی فن تعمیر سے متعلق ۸۰ تصاویر کی نمائش بھی کی تھی۔ گزشتہ گرمیوں میں ان تصاویر کی طہران میں نمائش کی گئی تھی۔ اس کے بعد وہ انقرہ بھیجدیئے گئے۔ جہاں انقرہ یونیورسٹی میں ترکی فنون لطیفہ کی بین الاقوامی کانگرس کے موقعہ پر ان کی نمائش کی گئی۔

اسلامی نوادرات کا مجموعہ غیر تجارتی بنیاد پر باہمی تعاون سے تیار کیا گیا ہے۔ اہل علم حضرات اس کے منتظم ہیں۔ اس شعبے کا مقصد یہ ہے کہ ان محققین کے لئے معلومات فراہم کی جائیں جو اسلامی امور اور مشرق قریب سے متعلق تحقیق کر رہے ہیں۔

یہ مجموعہ "مجلس ثقافت اسلامیہ" کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ اور اس کے نوادرات عارضی طور پر لائبریری آف کانگرس میں رکھ دیئے ہیں۔ بعد میں یہ اشیاء کسی ایسی امریکی یونیورسٹی کو دے دی جائیں گی جو اس کی ذمہ داری قبول کرے گی اس کام کے روح رواں ڈاکٹر اسمتھ ہیں وہ ۱۹۳۸ء سے لائبریری آف کانگرس سے وابستہ ہیں۔ اس سے قبل وہ پانچ سال تک مشرق قریب میں اسلامی فن تعمیر کے مطالعے کا کام کر رہے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں انہوں نے ذاتی طور پر ۵۴ ہزار اشیاء لائبریری میں داخل کیں، یہ اشیاء زیادہ تر عمارتوں اور فن پاروں کی تصاویر پر مشتمل تھیں۔ شعبہ نوادرات کی یہ ابتدائی امداد تھی۔

۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر چارلس ماعلر جو رنگین تصاویر لینے میں ماہر ہیں۔ ان کی بیوی جو کولمبیا یونیورسٹی میں شعبۂ فنون لطیفہ اور آثار قدیمہ کی پروفیسر ہیں۔ مجلس برائے اسلامی ثقافت کی طرف سے اس کام پر مامور کی گئیں کہ وہ مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کی مشہور مسجدوں، مقبروں اور دوسری عمدہ عمارتوں کی رنگین تصویریں حاصل کریں۔ انکی حاصل کردہ خوبصورت تصاویر اب اسلامی نوادرات کے مجموعے کا مستقل حصہ ہیں اور محققین اپنے کام کے سلسلے میں ان تصاویر

بقیہ شکریہ احباب

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)
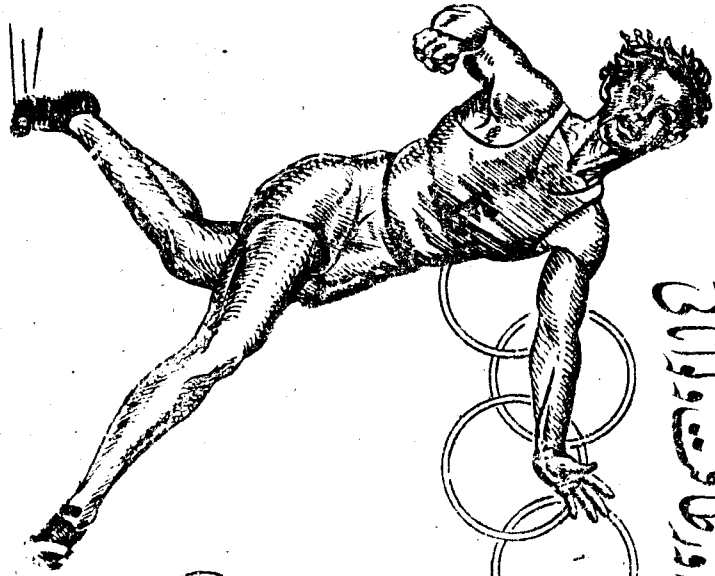
حکیم محمد حسین صاحب نوکھر ضلع گوجرانوالہ۔ حکیم اللہ دتہ صاحب نے بذریعہ خطوط نسخے بتائے اور مولانا مرتضےٰ خانصاحب نے پیغام صلح کے ذریعے مجرب نسخہ جات بتا دیئے ہیں۔ میں ان تمام احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں خدا انہیں اس کا اجر دے۔ آمین۔

براہ مہربانی یہ اخبار میں شائع فرمائیں۔
آپ کا بھائی۔ محمد احمد عبد الجلیل سائنس ماسٹر
گورنمنٹ ہائی سکول مردان

پیغام صلح ۲۴ دسمبر ۱۹۵۸ء نمبر ڈاک ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۹

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد